# ایک مبارک اور ضروری تجویز

(از مکرم ممتاز احمد فاروقی صاحب اسلام آباد)

اخبار پیغام صلح لاہور کے "جلسہ سالانہ نمبر" (مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۷ء) میں جہاں اور مفید مضامین ہیں وہاں ایک نظم (بیاد حضرت مولانا محمد علی لاہوری رح) جناب ابوالاسرار رمزی جودھپور (انڈیا) کی قلم سے نکل کر شائع ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے دلی جذبات اور خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

لکھ دیں دیوان کتاب دین حق + پیش عالم رکھ دیا آئین حق

یہ حضرت مولانا محمد علی امیر قوم (مرحوم) کے قرآن کریم کے انگریزی اور اردو ترجمے اور تفسیر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تفاسیر بارگاہ جناب الٰہی سے سند قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ وہاں دنیا کے مسلم اور غیر مسلم لوگوں نے اس کو سینے سے لگایا ہے اور اس سے ہدایت اور نور حاصل کیا ہے۔

اس انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کے دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمے بھی کئے جا چکے ہیں۔ کچھ تراجم مثلاً تامل زبان میں اور بنگالی اور برمی زبان میں ہماری احمدیہ انجمن لاہور نے بھی کروائے۔ مگر بدقسمتی سے جمع نہ کئے جا سکے۔ ہماری احمدیہ انجمن نے ایک تراجم قرآن فنڈ بھی قائم کیا ہے جس میں ہزاروں روپے اس وقت جمع ہیں اور جس سے مختلف دنیا کی زبانوں میں تراجم اور تفاسیر کروانے کا خیال ہے۔

ماہ اکتوبر ۱۹۷ء میں انہی صاحب ابوالاسرار رمزی (جودھپور) انڈیا کا ایک مکتوب بھی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے ایک ضروری امر کی طرف انجمن کو توجہ دلائی تھی۔ ان کا بیان تھا کہ ہماری احمدیہ جماعت کا بیشتر لٹریچر اور مذہبی کتابیں اردو زبان میں لکھی گئی ہیں جو کہ برصغیر ہند میں عرصہ دراز سے رائج اور مقبول تھی۔ اور خصوصاً مسلمان لوگ اسے پڑھ لکھ سکتے تھے۔ مگر ۱۹۴۷ء کے بعد جب بھارت اور پاکستان الگ الگ ہو گئے تو اس وقت سے بھارت کی ہندو گورنمنٹ کی یہ پالیسی رہی ہے کہ آہستہ آہستہ اردو کو حتی الامکان ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ ہندی زبان کو عام لوگوں کی زبان لکھنے اور پڑھنے اور بولنے کے لئے رائج کی جائے۔ پنجاب صوبہ اور شمالی ہندوستان کے بائیس لاکھ باشندوں نے جن میں اکثر مسلمان اور کچھ ہندو بھی شامل تھے۔ ہماری کانگریس کی حکومت کے ماتحت ایک عرضی دستخطوں کے ساتھ مرکزی گورنمنٹ اور بھارتی پارلیمنٹ میں پیش کی کہ کم از کم شمالی ہندوستان کی صوبوں میں اردو کو ثانوی سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے اور وہ سرکاری کاغذات اور اداروں اور کتبوں میں لکھی جایا کرے۔ مگر ہندو گورنمنٹ اپنے وعدے پر قائم نہ رہی اور بتدریج اردو زبان کو نہ صرف سرکاری دفتروں سے بلکہ تعلیمی اداروں سے بھی ختم کیا جاتا رہا اور اب بقول ابوالاسرار رمزی صاحب نئی مسلمانی پود یا نسل اردو زبان نہ لکھ سکتی ہے نہ پڑھ سکتی ہے۔ صرف بولنے میں سمجھی جا سکتی ہے۔ اس لئے رمزی نے بجا طور پر اپیل کی تھی کہ قرآن کریم کا مستند ہندی ترجمہ اور ضروری دینی کتب کا ترجمہ ہندی زبان اور رسم الخط میں کر کے چھپوا کر بھارت میں تقسیم کے لئے بھیجا جائے۔ تاکہ مسلمان نوجوان اور بچے بچیاں اس سے مستفید ہو سکیں اور دین اسلام پر قائم اور عامل رہ سکیں ورنہ

ڈر ہے کہ آہستہ آہستہ مسلمان نوجوان مرد و عورت اسلام کو عملاً خیرباد کہہ کر ہندو سیکولرازم اور معاشرت نہ اختیار کر لیں۔ اس لئے ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ہندی زبان اور رسم الخط میں اسلامی مذہبی لٹریچر پیدا کرنے کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔ سننے میں آیا ہے کہ ہماری انجمن کی بھارتی شاخ (جس کا ہیڈ کوارٹر سری نگر کشمیر میں ہے) قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر ہندی زبان میں کروا رہی ہے اور اس کو بعد میں طبع کروا کر شائع کرنے کا خیال ہے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہ بہت ضروری۔ مفید اور مبارک کام ہے اور ہم سب کو اس کام میں مدد کرنی چاہیئے۔ دیگر دینی کتابوں کا بھی ترجمہ ہندی میں کروانے کا بندوبست کرنا چاہئے۔

دنیا کی تقریباً ہر معقول اور مستند زبان میں عیسائی مشنوں نے انجیل کے ترجمے کروا کر شائع کئے ہیں۔ اگر آپ کی جماعت کا کام کسر صلیب بھی ہے تو آپ بھی ایسی زبانوں میں اسلامی لٹریچر پیدا کریں۔ اور اس کی اشاعت کریں۔ ؎

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر بانگ بر آید کہ فلاں نماند

ملک ہندوستان کے متعلق اور خصوصاً ہندو مذہب رکھنے والوں کے لئے حضرت مسیح موعود کے بہت سے الہامات اور کشوف ہیں۔ ان میں سے چند ایک کتاب "تذکرہ" سے قارئین کرام کی اطلاع کے لئے درج ذیل کرتا ہوں:۔

حضرت کرشن جی مہاراج زمانہ قدیم میں ہندو قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب گیتا میں لکھا ہے کہ جب کبھی دنیا میں لادینی اور گناہ بڑھ جائیں گے۔ تو میں (یعنی ان کا مثیل) پھر دنیا میں آ کر سچا دھرم پھیلاؤں گا۔

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالے نے بار بار بتلایا کہ وہ

(۱) "جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۵)

(۲) پھر ایک دفعہ الہام ہوا:۔

"ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے"
(لیکچر سیالکوٹ ص۳۴)

یہاں رودر درندوں اور سؤروں کو قتل کرنے والا۔ (یعنی دلائل اور نشانوں سے) دوسرا لقب گوپال (یعنی گائیوں کو پالنے والا) یعنی انفاس سے نیکوں کا مددگار اور یہ دونوں صفتیں مسیح موعود کی بھی ہیں۔

(۳) "کشف میں دکھایا گیا کہ ایک بڑا تخت مربع شکل کا ہندوؤں کے درمیان بچھا ہوا ہے۔ جس پر میں (مسیح موعود) بیٹھا ہوں۔ ایک ہندو کسی کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے۔ کرشن جی کہاں ہیں۔ جس سے سوال کیا گیا۔ وہ میری طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ یہ ہے۔ پھر تمام ہندو روپیہ وغیرہ نذرانہ کے طور پر دینے لگے۔ [illegible] ایک ہندو بولا "ہے کرشن جی رودر گوپال"

(۴) "مجھے [illegible] صاف لفظوں میں فرمایا گیا کہ پھر ایک [illegible] مذاہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع [illegible] (اشتہار ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء)

حضرت مسیح موعود کا الہام: "میں تیری تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا۔ چاہو کہ وہ جو [illegible] کرنے میں ممد و معاون ہوں۔ ؎

بمنت این ابر نصرت را دہندت اے [illegible]
قضائے آسمانست این بہر حالت شود پیدا

# ایک مُبارک اور ضروری تجویز

(مکرم ممتاز احمد فاروقی صاحب اسلام آباد)

اخبار پیغام صلح لاہور کے جلسہ سالانہ نمبر (مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۶ء) میں جہاں اور مفید مضامین ہیں وہاں ایک نظم (بیاد حضرت مولانا محمد علی لاہوری) جناب ابوالاسرار رمزی بودھ پور (انڈیا) کی قلم سے نکل کر شائع ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے دلی جذبات اور خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

لکھ دیں [illegible] ترجمے [illegible] + پیش عام رکھ دیا آئین حق

[illegible] حضرت مولانا محمد علی امیر قوم (مرحوم) نے قرآن کریم کے انگریزی اور اردو ترجمے اور تفسیر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تفاسیر [illegible] جناب الٰہی سے سند قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ وہاں دُنیا کے [illegible] اور غیر مسلم لوگوں نے اس کو سینے سے لگایا ہے اور اس [illegible] ہدایت اور نور حاصل کیا ہے۔

اس انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کے دُنیا کی متعدد زبانوں [illegible] ترجمے بھی کئے جا چکے ہیں۔ کچھ تراجم مثلاً تامل زبان میں اور بنگالی [illegible] زبان میں ہماری احمدیہ انجمن لاہور نے بھی کروائے۔ مگر [illegible] سے طبع نہ کئے جا سکے۔ ہماری احمدیہ انجمن نے ایک تراجم قرآن فنڈ بھی قائم کیا ہے جس میں ہزاروں روپے اس وقت [illegible] سے مختلف دنیا کی زبانوں میں تراجم اور [illegible] کروانے [illegible]

[illegible] اکتوبر ۱۹۷۶ء میں انہی صاحب ابوالاسرار رمزی (جودھ پور) [illegible] مکتوب بھی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ جس میں [illegible] سرداری اور [illegible] ان کا [illegible] ہماری احمدیہ جماعت کا [illegible] کتابیں اردو زبان میں [illegible] اور بھی [illegible] اور خصوصاً [illegible] ۱۹۴۷ء [illegible] بھارت اور پاکستان [illegible] سے حکومت [illegible] آہستہ آہستہ اُردو [illegible] ہندی زبان کو سام [illegible] جائے [illegible] ہندوستان [illegible] مسلمان اور [illegible] شامل [illegible] اشخاص کے دستخطوں کے ساتھ [illegible] پارلیمنٹ میں پیش کی کہ کم از کم شمالی ہندوستان [illegible] اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے اور وہ سرکاری عدالتوں اور سکولوں اور کتیبوں میں پڑھایا کرے۔ مگر ہندو متعصب اپنی [illegible] قائم رہی۔ اور بتدریج اُردو زبان [illegible] صرف سرکاری دفتروں سے بلکہ تعلیمی اداروں سے بھی ختم کیا جاتا رہا اور اب بقول ابوالاسرار رمزی صاحب نئی مسلمان پود یا نسل اُردو زبان نہ لکھ سکتی ہے نہ پڑھ سکتی ہے۔ صرف بول لینے میں سمجھ سکتی ہے۔ اس لئے رمزی نے بجا طور پر اپیل کی تھی کہ قرآن کریم کا مستند ہندی ترجمہ اور ضروری دینی کتب کا ترجمہ ہندی زبان اور رسم الخط میں لکھ کر چھپوا کر بھارت میں تقسیم کے لئے بھیجا جائے۔ تاکہ مسلمان نوجوان اور بچے بچیاں ان سے مستفید ہو سکیں اور دین اسلام پر قائم [illegible] ورنہ ڈر ہے کہ آہستہ آہستہ مسلمان نوجوان مرد و عورت اسلام کو عملاً خیرباد کہہ کر ہندو سیکولر ازم اور معاشرت نہ اختیار کر لیں۔ اس لئے ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ہندی زبان اور رسم الخط میں اسلامی مذہبی لٹریچر پیدا کرنے کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔ سُننے میں آیا ہے کہ ہماری انجمن کی بھارتی شاخ (جس کا ہیڈ کوارٹر سری نگر کشمیر میں ہے) قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر ہندی زبان میں کروا رہی ہے اور اس کو بعد میں طبع کروا کر شائع کرنے کا خیال ہے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہ بہت ضروری۔ مفید اور مبارک کام ہے اور ہم سب کو اس کام میں مدد کرنی چاہیئے۔ دیگر دینی کتابوں کا بھی ترجمہ ہندی میں کروانے کا بندوبست کرنا چاہیئے۔

دُنیا کی تقریباً ہر معقول اور مستند زبان میں عیسائی مشنوں نے بائبل کے ترجمے کروا کر شائع کئے ہیں۔ اگر آپ کی جماعت کا کام کسرِ صلیب بھی ہے تو آپ بھی ایسی زبانوں میں اسلامی لٹریچر پیدا کریں۔ اور اس کی اشاعت کریں۔ ؎

اے بے خبر بخدمتِ قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر بانگ بر آید کہ فلاں نماند

مُلک ہندوستان کے متعلق اور خصوصاً ہندو مذہب رکھنے والوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے بہت سے الہامات اور کشوف ہیں۔ ان میں سے چند ایک کتاب "تذکرہ" سے قارئین کرام کی اطلاع کے لئے درج ذیل کرتا ہوں :—

حضرت کرشن جی مہاراج زمانہ قدیم میں ہندو قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب گیتا میں لکھا ہے کہ جب کبھی دُنیا میں لادینی اور گناہ بڑھ جائیں گے۔ تو میں (یعنی ان کا مثیل) پھر دُنیا میں آ کر سچا دھرم پھیلاؤں گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالےٰ نے بار بار بتلایا کہ :—

(۱) "جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۵)

(۲) پھر ایک دفعہ الہام ہوا :—

"ہے کرشن رُودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔"
(لیکچر سیالکوٹ ص۳۴)

یہاں رودر درندوں اور سؤروں کو قتل کرنے والا۔ (یعنی دلائل اور نشانوں سے) دوسرا لقب گوپال (یعنی گائیوں کو پالنے والا) یعنی اپنے انفاس سے نیکوں کا مددگار اور یہ دونو صفتیں مسیح موعودؑ کی ہیں۔

(۳) "کشف میں دکھایا گیا کہ ایک بڑا تخت مربع شکل کا ہندوؤں کے درمیان بچھا ہوا ہے۔ جس پر میں (مسیح موعودؑ) بیٹھا ہوں۔ ایک ہندو [illegible] کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے۔ کرشن جی کہاں ہیں جس [illegible] سوال کیا گیا۔ وہ میری طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ یہ ہے۔ پھر تمام ہندو روپیہ وغیرہ نذرانہ کے طور پر دینے لگے۔ اتنے ہجوم [illegible] ایک ہندو بولا "ہے کرشن جی رودر گوپال"

(۴) "[illegible] میں فرمایا گیا کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔"
(اشتہار ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء)

حضرت مسیح موعودؑ کا الہام : "میں تیری تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" انشاءاللہ پُورا ہو کر رہے گا۔ مبارک وہ جو اس کے سرانجام دینے میں ممد و معاون ہوں۔ ؎

ہمت این ابر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست این بہر حالت شود پیدا

# رازِ حیات یا اجتماعی و روحانی حیات اور انفرادی و ارضی زندگانی پر موت

(ڈاکٹر اللہ بخش)

قرآن کریم میں ارشاد ہوا تبٰرک الذی بیدہ الملک و ھو علیٰ کلّ شیءٍ قدیر الذی خلق الموت و الحیاۃ لیبلوکم ایّکم احسن عملا ۔ (الملک ۱-۲)

بابرکت ہے وہ عالی ذات جس کے قبضۂ قدرت میں تمام کارخانہ کائنات ہے ۔ وہ ہر امر پر قدرت رکھتی ہے ۔ اسی ذات نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا تمہاری آزمائش کی جائے کہ تم میں سے کون حسنِ عمل کرنے کا موجب بنتا ہے ۔

اس مقام پر قرآن کریم نے ایک ازلی ابدی اور محکم قانون کا ذکر فرمایا ہے جو اٹل و بے خطا ہے ۔ یہ **رازِ حیات کا جاری و ساری قانونِ خداوندی** ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر قسم کی زندگی ایک موت کو چاہتی ہے ۔ جب تک کسی ادنیٰ چیز کی قربانی نہیں ہوتی تب تلک اس سے اعلےٰ حیات معرضِ وجود میں نہیں آسکتی ۔ کیسے ہی پُر حکمت و ترتیب الفاظ ہیں ۔ انسان عام طور پر یہ خیال کرے گا کہ پہلے خلقت کا عمل ہے اور اس کے بعد موت آتی ہے ۔ لیکن اس جگہ لفظ موت کو مقدم اور حیات کو مؤخر کیا ۔ اس ترتیب میں حکمت یہی ہے کہ اس راز کو تبلانا مقصود ہے کہ اعلیٰ حیات، ادنےٰ زندگانی کی موت سے ہی پیدا ہوتی ہے ۔ چنانچہ جسمانی سلسلۂ حیات پر بھی یہی قانون جاری ہے ۔ نباتات سے ہی حیوانات کی زندگی پیدا ہوتی ہے ، پھر انسانی زندگی کا دارومدار حیواتی حیات کی موت سے ہے ۔ موجودہ طبیّ تحقیق نے اس امر پر مہرِ صداقت ثبت کر دی ہے کہ انسانی اغذیہ میں حیوانی عنصر یا گوشت کے اجزا زیادہ عمدہ خوراک کا کام دیتے ہیں ۔

موت کے مقدم ہونے کا یہ الہٰی قانون انسان کی روحانی ، اخلاقی اور اجتماعی زندگی میں بھی کارفرما ہے ۔ دراصل اسی حقیقت کی طرف اس آیت میں توجّہ دلانا منظور ہے کیونکہ اس سے اگلا جملہ یہ ہے تاکہ ہم تمہیں آزمائیں کہ کون حُسنِ عمل کے مرتکب ہونے کی سعادت حاصل کرتا ہے ۔ اس طرح ان دونوں مضامین کو ان جامع الفاظ میں سمو کر رکھ دیا ہے یعنی یہ کہ تمہارے اس سلسلۂ موت و حیات کا مقصد ، حسنِ عمل کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرنا ہے تو حسنِ عمل متقاضی ہے کہ اپنے ادنےٰ مقاصد پر پہلے موت وارد کی جائے ، بجُز ادنیٰ اغراض پر موت وارد کئے کوئی حُسنِ عمل وجود میں نہیں آسکتا ۔

اس رازِ موت و حیات کے مستحکم ہونے اور اس محکم یقین کو پیدا کرنے کے لئے ہی اگلے الفاظ میں یہ فرمایا ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفٰوت ۔ سنّت اللہ میں کہیں اختلاف یا تضاد موجود نہیں ۔ دوبارہ اور سہ بارہ تاکید کے لئے ارشادِ خداوندی ہوا کہ پھر بار بار غور کرکے دیکھو تو اس ہمارے محکم ، ازلی و ابدی قانون میں کہیں تمہیں فساد و فتور نظر آتا ہے ؟ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تعالےٰ کے قوانین اٹل نہیں وہ غور فرمائیں کہ اس سورۃ الملک کی ابتدائی آیات میں کیسی تحدّی و تاکید سے سنّۃ اللہ کو بے خطا و اٹل قرار دیا ہے ۔ چنانچہ اسی کے مطابق سائنس کی تمامتر ترقی کی بنیاد اسی اصول پر ہے کہ قوانینِ فطرت وکائنات بے خطا ہیں ۔

قرآن کریم کی دوسری خصوصیّت اپنے اُصولوں پر یقین پیدا کرانے کی یہ ہے کہ اگر ایک طرف اصولِ حقّہ دینیہ کو سلسلۂ قانونِ فطرت سے مطابق کرکے واضح کیا جائے تو دوسری طرف ان اُصولوں کی صحت میں تاریخ و تجربہ کی گواہی کو پیش کرتا ہے ۔ ان دو عظیم شہادتوں کے بعد یعنی فطرت و کائنات میں جاری قوانین کی شہادت اور پھر خود انسانی تجربہ یا تاریخ حقہ کی گواہی ، اور کونسی شہادت باقی رہ جاتی ہے جسے اُصولہائے صداقت کی تائید میں پیش کرنا ضروری ہے ؟

چنانچہ رازِ حیات کے اس بیان کردہ قانون کی تائید میں دوسرے مقام پر قرآن کریم نے پہلی تاریخ سے ایک مشہور واقعہ بیان کیا ہے جہاں ان الفاظ میں اس تذکرہ کی ابتداء کی ہے :-

الم تریٰ الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثمّ احیاھم
(البقرہ ۲۴۴)

کیا تم نے ان لوگوں کی تاریخ پر غور کیا جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے اس لئے نکل گئے کہ انہیں موت کا خوف لاحق تھا ۔ پھر خدا تعالےٰ نے بھی ان کو یہی پیغام دیا کہ تم مر جاؤ ۔ مگر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں زندگی بخشی ۔ مسلمّہ طور پر یہ واقعہ بنی اسرائیل کے خروج کا واقعہ ہے جب حضرت موسٰےؑ نے انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے مصر سے نکالا تھا ۔ یہاں غلامانہ ذلت کی زندگی کو موت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے ۔ لیکن جب حضرت موسٰےؑ اپنی قوم کو فرعون کے ظلم و تعدی سے نجات دلا کر مصر سے نکال لائے تو خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ نئی قومی زندگی کے لئے صرف اسی قدر جہاد کافی نہیں بلکہ اب تمہیں ایک جابر قوم سے جنگ درپیش ہے ۔ لیکن اس وقت بنی اسرائیل اس قدر کمزور دل اور موت سے خوفزدہ ہو چکے تھے کہ انہوں نے حضرت موسٰےؑ کے حکم کی تعمیل کرنے سے صاف انکار کر دیا ، فاذھب انت و ربّک فقاتلا انا ھٰھنا قٰعدون ۔ ہم میں تو یہ جنگ کی صعوبتیں برداشت کرنے کی طاقت نہیں ۔ تم اور تمہارا ربّ ہی جنگ میں جائیں ۔ تو موت کے اس خوف کے باعث انہیں ایک نئی قومی زندگی عطا نہ ہوئی بلکہ وہ اسی طرح جنگلوں اور بیابانوں میں بھٹکتے پھرتے رہے ۔ یتیھون فی الارض اربعین سنۃ ۔ چالیس برس کی مدّت گذر جانے کے بعد جب نئی نسل پیدا ہوئی جس کی بود و باش اور تربیّت سخت و جفاکش قسم کے ماحول میں ہوئی تھی تو اس وقت ان میں سے ایک قلیل جماعت نے حضرت موسٰےؑ کے بعد **طالوت کی قیادت میں جنگ کی** ۔ چنانچہ اس تاریخی واقعہ کا مفصل ذکر قرآن کریم نے بیان فرمایا ۔ جہاں یہ ذکر ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے طالوت کو بنی اسرائیل کا قائد مقرر فرما کر اس کی ماتحتی میں قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا جس پر قوم کے ایک قلیل حصّہ نے عمل کیا تو انہیں فتوحات حاصل ہوئیں جن کے نتیجہ میں بالآخر حضرت داؤدؑ کی عظیم سلطنت قائم ہوئی ۔

— طالوت کے ذکر میں قرآن کریم نے یہ امر بھی بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے جنگ سے قبل اپنی قوم کا امتحان لیا ۔ جب ایک نہر سے ان کا گذر ہُوا تو حکم ہوا کہ اگرچہ تمہیں مسافرت کے باعث شدید پیاس لگی ہوئی ہے لیکن تم نے پیٹ بھر کر اس میں سے پانی نہیں پینا البتہ ایک دو چُلو پانی پی لو تو مضائقہ نہیں ۔ اس پر بہت سے لوگ تو عمل پیرا نہ ہو سکے مگر چند نفوس نے ضبط و تحمل سے کام لیا ۔ ان کے اس عالی جذبۂ ایثار پر حکم ہُوا کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ و اللہ مع الصابرین ۔ تم میں سے ایک قلیل جماعت نے جس جذبۂ قربانی کا ثبوت

دیا ہے اس صبر و استقامت کے نتیجہ میں تمہیں خداتعالیٰ کثیر لوگوں پر فتح دینے والا ہے۔ اب اس مستند تاریخی واقعہ کو بیان کرنے سے قرآن کریم کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ کسی مقصد میں فتح و کامیابی کثرتِ تعداد سے نہیں بلکہ مجاہدین کی صفات ، استقامت اور صبر سے ہوا کرتی ہے اور جب قوم میں اپنی انفرادی زندگی قربان کرنے کے لئے افراد تیار ہو جائیں تو پھر اس قوم میں اجتماعی حیات کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اگر حالت یہ رہے کہ افراد اپنی اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنے اور انفرادی زندگی کو بہتر و عمدہ اور خوشحال بنانے میں ہی مصروف رہیں۔ اگر کوئی شخص بلند مقامات حاصل کرنے کا متمنی ہے تو اس کے حصول کا صحیح طریقِ کار بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ اپنی ادنیٰ و سفلی خواہشات کو قربان کرتا چلا جائے۔ روحانی سلسلہ میں بلندی اور بڑائی نہ تو دعاوی اور تمنا سے حاصل ہونا ممکن ہے نہ ہی تحکم و جبر سے پیدا کی جا سکتی ہے بلکہ قومی حیات میں جو شخص اپنی ادنیٰ ہوا و حرص اور تمناؤں و خواہشات کی قربانی کرتا ہے اتنا ہی وہ بلند مقام پر فائز ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر ہم انسانی آرزوؤں و تمناؤں کے بارہ میں غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میدان میں بھی دو اقسام ہیں ، ادنیٰ یا سفلی و ارضی اور اعلیٰ ایمانی اور اخلاقی۔ اس مضمون کو قرآن کریم نے اپنی سب سے آخری سورۃ والناس میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے جہاں یہ ارشاد ہوا کہ انسان کے اندر وساوس کس طرح اثر انداز ہو کر اسے توحیدِ عملی کے اعلیٰ مقاموں سے گرا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ تین اقسام سے متعلق ہیں۔ رزق اور روزی سے ، خوف یا حرص سے اور اپنی کسی باطنی خواہش سے شدید محبت سے۔ رب الناس۔ ملک النّاس اور اِلٰہ النّاس کے جملے انہی تین قسم کی خواہشاتِ نفس سے خدا کی پناہ مانگنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ (جاری ہے)

---

## سچے مومن بن کر خدا کی نعمتوں سے دامن بھر لو

### حضرت حکیم الامۃ مولانا نورالدین کا ارشادِ گرامی

اللہ تعالیٰ کے کارخانے بڑے باریک در باریک ہیں اور جو ان کارخانوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ بڑے فائدے اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ملک ، ہمارے گھروں میں کئی ردی چیزیں نکلتی ہیں مگر جو عقلمند ہیں ان کے نزدیک کوئی ردی چیز نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کھلونے ردی ٹکڑوں کے بنتے ہیں۔ پھر جنہوں نے اس نظارۂ قدرت میں اور بھی غور کی ہے وہ جانتے ہیں کہ تین لاکھ کوس ایک سیکنڈ میں بجلی کی لہر جاتی ہے اسے ذریعہ خبر رسانی کا بنا لیا ہے۔ اسی طرح پانی اور ہوا کی لہروں سے کام لیا ہے۔ لاکھوں کروڑوں من اسباب ریلیں اٹھا کر لے جاتی ہیں۔ یہ صرف پانی اور آگ سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

پھر دیکھو ہم کس قدر بیٹھتے ہیں اور ہر سال کتنا روپیہ مکان ، خوراک پوشاک ، خط و کتابت پر خرچ کرتے ہیں اور یورپ بھیجتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ یورپ والوں کو ایک علم ہے۔ جب ایک تھوڑے سے علم کی خاطر ہم ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ایک مومن کی جسے حقیقی علم دیا گیا ہے کس قدر قدر ہونی چاہیئے۔

---

# مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے

## محترم ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کے اعزاز میں تقریب استقبالیہ

(رپورٹ: ابو سلمان ایم اے)

بلہ از چشم خود آبے درختاں محبت او
مگر روزے دہندت میوہ ہائے پُرحلاوت را

دارالسلام لاہور۔ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۷ء کو بعد نمازِ جمعہ جامع احمدیہ میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب دامت برکاتہ کی بیرون پاکستان جماعت ہائے احمدیہ کے طویل دورہ سے بخیر و عافیت وطن مراجعت کے موقعہ پر حضرت ممدوح کے اعزاز میں تقریب استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ جس میں مرکزی انجمن کے اصحاب اور مقامی جماعت تنظیم خواتین احمدیہ کی ممبران اور شبان الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ کے ممبران نے شرکت کی۔

یہ تقریب مقامی جماعت لاہور کے نائب صدر محترم چوہدری عبداللطیف صاحب کی زیرصدارت منعقد ہوئی۔ ادارہ تعلیم القرآن کے انڈونیشی طالب علم عزیزی مردی من سلمہٗ نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ مقامی جماعت کے سیکرٹری محترم ماسٹر عبدالسلام صاحب نے استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ :-

یہ تقریب محترم ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کے بیرون پاکستان جماعتوں کے دورہ سے واپسی پر منعقد کی جا رہی ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب ماہ رمضان کے دوران ، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے وفد کے سربراہ کے طور پر لندن میں ٹرسٹ کی میٹنگ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ دو ٹرسٹی صاحبان محترم چوہدری فتح محمد صاحب عزیز اور محترم میاں فضل احمد صاحب بھی اس موقع پر آپ کے ساتھ تھے۔ مختلف جماعتوں جن میں لندن امریکہ ، اور ہالینڈ وغیرہ شامل ہیں ، کے دورہ کی غرض سے وہاں ہی ٹھہر گئے ، جن کے اختتام پر آپ اس ماہ کے شروع میں بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے ہیں۔ ہم ان کے اس دورہ کی واپسی پر خوش آمدید کہتے ہیں اور ان کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی زبانی انکے دورہ کی تفصیل آپ کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگی۔

بعد ازاں محترم قبلہ ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہ نے اپنے سفر کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے اور مختلف جماعتوں کے دوروں کے ایمان افروز حالات بیان فرمائے۔ جن میں مساجد کا افتتاح۔ قیامِ جماعت۔ جماعتی استحکام و ترقی وغیرہ کے مختلف امور شامل ہیں۔ آپکی مفصل تقریر آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جائے گی۔ انشاءاللہ

آخر میں حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔

# برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۷۷ء

از قلم مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام و مشنری انچارج برلین مسلم مشن

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کریم سے برلین مسلم مشن کو اکتوبر نومبر کے مہینوں میں بہت سے ایسے مواقع بہم پہنچائے جن کے ذریعہ اسلام کے پیغام کو یورپین اقوام اور جرمنی میں بسنے والے ایشیا اور افریقہ کے باشندوں کو سنایا گیا۔ الحمد للہ۔ ان اجتماعات کی رپورٹ مختصراً ذیل میں لکھتا ہوں:-

## عیدالاضحیٰ کا مبارک اجتماع۔ مسجد میں

عیدالاضحیٰ کا مبارک اجتماع ۲۰ر نومبر بروز اتوار مسجد میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں جرمن مرد و زن کے علاوہ دس مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے احباب نے شرکت کی۔ مصر و شام، اردن، فلسطین، تیونیشیا، سنی گال، ترکی، افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش سے آئے ہوئے پروفیسرز اور طلباء، سوداگر اور ہنرمندوں نے اس اجتماع کی رونق کو بڑھایا۔ سب نے مل کر نماز ادا کی۔ نماز کے بعد سب نے مل کر اونچی آواز میں تکبیر کہی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ بعد میں میں نے خطبہ دیا جو ڈیڑھ ہزار سے زائد الفاظ پر مشتمل تھا۔ اس میں حج کی فلاسفی کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؑ حضرت اسماعیلؑ کی زندگی سے متعلق واقعات کو بیان کیا کہ حج و قربانی کے ایام سے مسلمانوں کو کیا عملی سبق سکھایا گیا ہے۔ احباب کو عید مبارک کہی۔ سب احباب ایک دوسرے کو عید مبارک کہنے میں مشغول ہو گئے۔

احباب کو چائے پیش کی گئی۔ یوں سب احباب نے مل کر اپنے خوشی بھرے چہروں سے اس مبارک دن کی خوشی کو بڑھایا۔ مقامی اخبارات کے جرنلسٹ بھی موجود تھے۔ انہوں نے بعد میں اپنی اپنی اخبارات میں اس اجتماع کا مختصراً ذکر کیا۔ الحمد للہ۔

## ٹاؤن ہال TIERGARTEN میں لیکچر

برلین کے علاقہ TIERGARTEN کے ٹاؤن ہال میں میرا ایک لیکچر ہوا۔ لیکچر کا عنوان تھا "مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن کریم" اس لیکچر میں ستر کے قریب جرمن مرد و جرمن خواتین نے شرکت کی۔ میرا یہ لیکچر قریباً چار ہزار الفاظ پر مشتمل تھا۔ اس میں قرآن کریم سے متعلق مختلف موضوعات کو حاضرین پر واضح کیا گیا۔ بعد میں ۴۵ منٹ تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ حاضرین نے اور منتظمین نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا بھی اظہار کیا۔

## خواتین کا ایک بڑا گروپ مسجد میں

جرمن عیسائی خواتین کا ایک بڑا گروپ جو قریباً ۷۰ خواتین پر مشتمل تھا، مسجد میں آیا۔ اس گروپ کی سیکرٹری گذشتہ ۱۸ سال سے مجھے جانتی ہیں۔ اس گروپ کے سامنے اسلام سے متعلق مختلف موضوعات کو واضح کیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ واپس آنے کی پیشگوئی کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دین اسلام میں مجدد و محدث کی حیثیت رکھتے ہیں اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق پیش کیا ہے۔ حاضرین کے لئے یہ لیکچر اور بعد میں سوال و جواب کا سلسلہ بڑا مفید ثابت ہوا۔ اور انہوں نے ایک بار پھر اسلام کے بارہ میں لیکچر سننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ گروپ دو گھنٹے تک مسجد میں ٹھہرا۔

## جرمن خواتین۔ جرمن مردوں پر مشتمل ایک اور بڑا گروپ مسجد میں

برلین کے علاقہ STEGLITZ سے ایک بڑا گروپ جو ایک سو کے قریب جرمن خواتین۔ جرمن مردوں پر مشتمل تھا مسجد میں آیا۔ اس گروپ کی قیادت آل چرچز ایسوسی ایشن کے سیکرٹری کر رہے تھے۔ اس علاقہ STEGLITZ کے منتظمین نے اسلام کے بارہ میں میری طرف سے لکھے ہوئے نقاط کو سائیکلو سٹائل کر کے ہر فرد کو پہلے ہی دے دیئے تھے۔ ان نقاط میں مسجد برلین کی تاریخ کے سلسلہ میں بانی تحریک احمدیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر ہے اور لکھا گیا ہے کہ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ ان نقاط کی مزید وضاحت کی گئی۔ بعد میں ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ یہ گروپ تین گھنٹے سے زائد مسجد میں ٹھہرا۔ انہیں چائے پیش کی گئی۔ ان میں سے بعض نے ہمارے عیدالاضحیٰ کے اجتماع میں شرکت کی۔

## مقامی سکول کی دو کلاسیں مسجد میں

مقامی سکول سے بعض کلاس دو مرتبہ مختلف دنوں میں مسجد میں آئیں۔ طلباء کے ساتھ ان کے اساتذہ بھی تھے۔ اس سکول کے بچوں کے سامنے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو بیان کیا گیا۔ یہ بچے بارہ تیرہ سال عمر کے تھے۔ ہر مرتبہ یہ بچے میرے ساتھ ایک گھنٹہ مسجد میں ٹھہرے۔

ان میں سے ایک گروپ کے سامنے میں نے نماز کی مختلف حالتوں کو عملی طور پر واضح کیا۔ تمام بچے مع استانی میرے پیچھے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے میرے ساتھ مل کر نماز کی مختلف حالتوں کو عملی طور پر خود ادا کرنا چاہا۔ بچوں کے اس شوق کو دیکھ کر میں نے اللہ اکبر اور دیگر الفاظ کو پہلے دہرایا۔ اس کا ترجمہ بتایا۔ اور پھر ان کے ساتھ نماز کی مختلف حالتوں کو ادا کیا۔ تمام بچے اللہ اکبر کہہ کر نماز میں کھڑے ہو گئے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے انہوں نے رکوع کیا۔ سجدہ کیا اور بعد میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے سلام پھیرا۔ سب بچے بڑے خوش ہوئے۔ جب یہ تیرہ سالہ بچے مسجد سے باہر نکلے تو مسجد کے دروازہ سے لے کر باہر سڑک تک اونچی آواز میں اللہ اکبر کہتے چلے گئے سڑک پر چلنے والے لوگ بھی بچوں کی اس آواز کو سن کر کھڑے ہو گئے۔ معصوم بچوں کی ان حرکات کو دیکھ کر دیکھنے والوں کو وجد آ گیا۔ الحمد للہ۔

## دو جرمن خواتین کا قبولِ اسلام

دو جرمن خواتین نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ ان میں سے ایک خاتون نے عیدالاضحیٰ کے دن ہی خطبہ کے بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ مسجد میں حاضر احباب کے لئے یہ اعلان بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اس خاتون کی تصویر بھی مقامی اخبار میں شائع ہوئی۔ اس خاتون کا مسجد سے تعلق قریباً سترہ سال سے ہے۔ الحمد للہ

دوسرا اعلان ایک نوجوان لڑکی نے کیا ہے۔ یہ لڑکی گیارہویں جماعت میں پڑھ رہی ہے۔ آج سے تین سال قبل یہ نوجوان لڑکی میرے ایک لیکچر میں موجود تھی جو میں نے برلین کے علاقہ SPAUDAU میں دیا تھا۔ لیکچر

کے بعد اس لڑکی نے اپنے شوق کا اظہار کیا تھا۔ بعد میں مسجد میں آ کر لٹریچر بھی لے گئی۔ اب وہ آئی اور اس نے مسجد میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ الحمد للہ۔

## بلجیم میں ایک کانفرنس میں شرکت

WCRP کی یوروپین کمیٹی کا ایک اجلاس بلجیم میں منعقد ہوا اس میں یورپ کے مختلف ملکوں سے علماء اکٹھے ہوئے۔ دُنیا میں امن کے موضوع پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ عیسائی۔ مسلمان۔ بُدھ مذہب والوں نے اپنی اپنی عبادات ادا کیں۔ حاضرین کے سامنے میں نے اسلامی عبادت کو ادا کیا۔ سورۃ فاتحہ کے مطالب کو بیان کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا اللّھم انت السلام و منک السلام و الیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دارالسلام کا ترجمہ کیا اور لفظ سلام پر زور دیا۔ مسلمان احباب نے اور دیگر حاضرین نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

کمیٹی کے ممبر برٹش کے یوروپین کالج میں مدعو کئے گئے۔ طلباء نے مختلف سوالات کئے۔ اسلام کے بارہ میں سوالات کے جوابات میں نے دیئے۔ کمیٹی ممبروں کی بحث و تمحیص میں مشنری مساعی کے بارہ میں بعض دوستوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ہمارے مسلمان بھائیوں نے ایسی مساعی کے خلاف اپنی رائے کو پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ عیسائی مشنری مسلمانوں کے اندر اپنی تبلیغی مساعی کو بند کریں۔ میں نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ اسلام ہر مذہب کے پیروکار کو مذہبی آزادی دیتا ہے اور یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے نظریات کو پُر امن طریق اور مہذبانہ طریق سے دوسروں کے سامنے پیش کریں۔ علیحدگی میں مَیں نے وجہ پُوچھی تو معلوم ہوا کہ انہیں اس امر کا خوف ہے کہ مسلمان چونکہ منظم نہیں وہ عیسائی پراپیگنڈا سے متاثر ہو جائیں گے۔

مَیں نے اپنے مسلمان بھائی سے کہا کہ آپ کوشش کر کے مسلمانوں کو منظم کریں۔ انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کریں تا کہ وہ عیسائیت کے پراپیگنڈا سے متاثر نہ ہوں۔ مسئلہ کو مثبت رنگ میں حل کریں نہ کہ منفی پہلو سے۔ بلجیم کے شہر BRUGGE کے ایک کلیسا میں ہمارا قیام تھا۔ وہاں کلیسا کے راہب اور ان کے ہیڈ سے تعارف ہوا اور تبادلۂ خیالات بھی۔ بلجیم کے بعض عیسائی پروفیسروں سے قرآن کریم کا الہامی کتاب ہونے کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔

## لنڈن و مانچسٹر میں قیام

بلجیم کانفرنس سے فارغ ہو کر میں لنڈن چلا گیا۔ وہاں احمدیہ ہاؤس میں ٹھہرا اور وہاں سے جماعت کے مختلف احباب کے ساتھ ٹیلیفون پر گفتگو کی۔ محترم طفیل صاحب نے میرے ایک لیکچر کا انتظام بھی کر دیا۔ یہ لیکچر رحمان صاحب کے گھر پر منعقد ہوا۔ تیس و چالیس کے قریب احباب نے اس میں شرکت کی۔ مَیں نے یہ لیکچر انگریزی زبان میں دیا۔ بعد میں احباب کے سوالات کا جواب دیا گیا۔ رحمٰن صاحب نے اور ان کی اہلیہ صاحبہ نے حاضرین کی پُر تکلف کھانے سے مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔

لنڈن میں قیام کے دوران میں مانچسٹر چلا گیا۔ سعید صاحب نے اپنے گھر ٹھہرایا اور ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی۔ جزاہم اللہ۔ وہاں احباب جماعت سے ملاقات ہوئی۔ ان کے حالات سُنے اور انہیں برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی سے آگاہ کیا۔ بعض احباب سے تحریکِ احمدیت سے متعلق بعض مسائل پر گفتگو بھی ہوئی۔ مانچسٹر میں قیام کے دوران محترم اقبال احمد صاحب سے ملاقات کی۔ وہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں

ان کا جسم بہت کمزور ہو گیا ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دُعا کریں۔ اقبال صاحب کی تیمارداری کے لئے ان کے عزیز بھائی ناصر احمد صاحب مع اپنے بیٹے پاکستان سے مانچسٹر آ گئے ہیں۔ ان کی موجودگی اقبال صاحب کے لئے نہایت ہی سکون کا باعث ہے۔

لندن میں قیام کے دوران "بروک وڈ" قبرستان چلا گیا۔ وہاں مرحوم مولنا عبدالمجید صاحب کی قبر پر دعائے مغفرت پڑھی۔ اس کے علاوہ مرحوم پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سابق امام ووکنگ مسجد و مرحوم لارڈ ہیڈلے اور دیگر معزز مسلمان بھائیوں کے لئے جو یہاں مدفون ہیں ان سب کے لئے دعائے مغفرت پڑھی۔

لندن میں قیام ہی کے دوران محترم طفیل صاحب نے اپنی کلاس کی ان بچیوں سے اور ان خواتین سے تعارف کرایا جو ان سے باقاعدہ قرآن کریم کے عربی متن کو پڑھنے کا سبق لیتی ہیں۔ ایسی کلاسز نہایت ضروری ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کو قرآن کریم کے مطالب بھی سمجھائے جا سکتے ہیں۔ میرے اس قیام کو فائدہ مند بنانے کے لئے محترم مولنا طفیل صاحب محترم ملک مشتاق احمد صاحب۔ محترم شیخ عبدالعزیز صاحب جہلم اور ان کے صاحبزادوں ڈاکٹر فاروق صاحب نے گہری دلچسپی لی اور اپنے ہاں کھانے کی بھی دعوت دی۔ محترم ملک مشتاق احمد صاحب نے اپنے گھر بھی ٹھہرایا۔ اور ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی۔ جزاهم الله۔

## ہیگ۔ ہالینڈ۔ کی جماعت کی طرف سے دعوت

ہیگ میں جماعت احمدیہ نے ایک مکان خریدا ہے جو جماعت احمدیہ کے لئے سنٹر کا کام دے گا۔ اس کے افتتاح کی تقریب پر جماعت احمدیہ ہیگ کے صدر سردار نور صاحب نے مجھے دعوت دی شمولیت کے لئے بذریعہ ٹرین اوٹرخٹ پہنچا۔ وہاں محترم جگو صاحب۔ جماعت اوٹرخٹ کے صدر ایوب صاحب اور لندن سے آئے ہوئے احباب محترم شیخ طفیل صاحب مع اہلیہ۔ ہارون صاحب مع اہلیہ۔ رحمٰن صاحب مع اہلیہ۔ سے ملاقات ہو گئی۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز کے لئے ایک ہال میں اجتماع ہوا احباب نے مجھے نماز جمعہ پڑھانے اور خطبہ دینے کے لئے کہا۔ میں نے خطبہ اُردو و انگریزی زبان میں دیا۔ سورۃ العصر کی آیات کو پڑھ کر جماعت احمدیہ کے ممبروں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ اشاعتِ اسلام کا کام انسان کو خسران سے بچاتا اور کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ نماز کے بعد محترم شیخ طفیل صاحب نے بھی حاضرین سے خطاب کیا۔

جماعت اوٹرخٹ کے صدر ایوب صاحب نے احباب کو شام کے کھانے کی دعوت دی۔ محترم جگو صاحب نے دوپہر کا کھانا دیا۔ جماعت کے ممبر صاحب مہمانوں کی آمد سے بہت ہی خوش نظر آتے تھے۔ تمام مہمانوں کے لئے رات کے ٹھہرنے کا بڑا ہی مناسب انتظام کر دیا گیا۔ ایوب صاحب نے مجھے اپنے گھر میں جگہ دی اور میری سہولت کے لئے ہر ممکن انتظام کر دیا۔ ان کی اہلیہ جماعت کے کاموں کو نبھانے اور مہمانوں کی خاطر کرنے سے نہیں تھکتیں۔ بڑی باہمت خاتون ہیں۔

دوسرے دن شام کو ہیگ روانہ ہوئے۔ سنٹر کا افتتاح محترم جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے کیا۔ احباب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ سنٹر خواتین اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے مغرب و عشاء کی نماز اکٹھی پڑھائی۔ بعد میں مہمانوں کا احباب جماعت سے تعارف محترم جگو صاحب نے کرایا اور ہر ایک کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مقامی جماعت کے احباب اور مہمان صاحبان ایک بڑے ہال کی طرف بذریعہ کار چلے گئے

وہاں پر تین سو سے زائد افراد جمع تھے۔ سب کو کھانا پیش کیا گیا۔ بعد میں لیکچرز ہوئے۔ محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے سورۃ نُور سے اللہ نورالسمٰوات کی آیات پڑھیں۔ ان کی تفسیر بیان کی اور فرمایا۔ ہمارا کام ہے قرآن کے نور کو دُنیا میں پھیلانا۔ سردار نور صاحب نے مقامی سنٹر کی بنیاد رکھا جانے کی تاریخ اور اس سلسلہ میں عطیہ جات کا ذکر کیا اور بتایا کہ کچھ رقم ابھی جماعت پر قرض باقی ہے۔ عطیہ ادا کرنے کی تحریک کی گئی۔ حاضرین نے سینکڑوں ہزاروں گلڈرز بطور عطیہ یا تو نقد ادا کر دیے یا اس کو بعد میں ادا کرنے کا وعدہ کر دیا۔ یوں تمام قرضہ ادا ہو جائے گا انشاء اللہ۔ ہر مرد اور خاتون ایک دوسرے سے بڑھ کر عطیہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ نظارہ نہایت ہی مؤثر تھا۔ ہر فرد نے اسلام سے محبت اور احمدیت سے محبت کا عملی اظہار کیا۔ میں نے ایک سو مارک نقد اپنی طرف سے اور تین سو گلڈرز اپنی اہلیہ کی طرف سے سنٹر کے لئے بطور عطیہ دیئے۔ بعد میں محترم طفیل صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ، راقم الحروف، محترم جگو صاحب محترم مسعود اختر صاحب، محترم فاضل رمضان صاحب، محترم بشیر صاحب نے تقاریر کیں۔ یہ تقریب نہایت خوشی کے ساتھ سر انجام پائی۔

## ترکی نوجوان۔ میڈیکل سٹوڈنٹ کا مسجد میں آنا

ترکی نوجوان مسٹر متین انقرہ میں میڈیکل سٹوڈنٹ ہے۔ آج سے دو سال قبل یعنی ۱۹۷۵ء میں اپنے برلین میں قیام کے دوران میرے پاس اکثر آتا رہا۔ اسلام کے بارہ میں سوالات کرتا رہا۔ اب دوبارہ چند مہینوں کے لئے آیا تھا۔ اکثر میرے پاس آتا رہا۔ اسلام کے بارہ میں جو اعتراضات دل میں پیدا ہو رہے تھے اس بارہ میں بڑے زور سے بحث کرتا رہا۔ بالآخر خدا کے فضل سے اس میں ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ جب بھی آتا نماز نہیں پڑھتا تھا۔ اب واپس ترکی جانے سے پیشتر جمعہ کے دن آیا۔ نماز ہمارے ساتھ پڑھی۔ میں نے اسے لٹریچر اور قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اپنے ساتھ لے جانے کا مشورہ دیا۔ اس نے اسے خرید لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ میرے لکھے ہوئے پمفلٹ کی ایک ایک کاپی بھی ساتھ لے گیا۔ الحمد للہ۔

## ایک کیتھولک پادری مع گروپ مسجد میں

مغربی جرمنی سے ایک گروپ مسجد میں آیا۔ ان کے ساتھ ان کا کیتھولک پادری بھی تھا۔ اسلام کے نظریات پر گفتگو ہوئی۔ حضرت عیسٰیؑ کے سفر سرینگر کے بارہ میں انہیں بتایا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوےٰ سے ان کو متعارف کرایا۔ اور اس سلسلہ میں جو پمفلٹ جرمن زبان میں میں نے لکھا ہے انہیں دیا۔ واپس اپنے گھر جا کر شکریہ کا خط لکھا۔ اور حضرت عیسٰیؑ کے بارہ میں قرآن کے نظریات کو سراہا۔

## دو جرمن جرنلسٹس سے انٹرویو

دو جرمن جرنلسٹ میرے پاس مختلف دنوں میں آئے۔ اسلام کے بارہ میں مختلف سوالات کئے۔ میرے جوابات کو نوٹ کر لیا۔ بعد میں انہوں نے اپنے اپنے طور پر اسلام پر مقالے لکھے اور انہیں شائع کیا اور ریڈیو پر نشر کیا۔

## ریڈیو RIAS پر تقریر

مقامی ریڈیو RIAS کے لئے ایک تقریر لکھی یہ تقریر قریباً دو ہزار الفاظ پر مشتمل ہے۔ یہ تقریر ۶ر دسمبر کو سٹوڈیو میں منبط کی جائے گی اور بعد میں ۱۱ر دسمبر کو بروز اتوار صبح سوا سات بجے نشر کی جائے گی انشاءاللہ

## جمعہ اور ہفتہ کے دن اجتماعات مسجد میں

تیرہ اجتماعات مسجد میں جمعہ اور ہفتہ کے دن منعقد ہوئے جن میں میں نے قرآن کریم سے مختلف مضامین کو بیان کیا۔ ان اجتماعات میں مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے احباب نے اور عیسائی دوستوں نے شرکت کی۔

## دفتری امور

دفتر سے متعلق سب امور کو نبھایا۔ لٹریچر بھیجا گیا۔ خطوط کے جوابات دیئے گئے۔ ٹیلیفون پر احباب کو اطلاعات دی گئیں۔ انفرادی طور پر زائرین سے گفتگو کی گئی اور ان کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔

## انڈونیشیا کے کونسل کی طرف سے دعوت

انڈونیشیا کے کونسل نے ایک دعوت میں شمولیت کے لئے مجھے دعوت نامہ بھیجا۔ وہاں ترکی کے جنرل کونسل اور ان کی اہلیہ سے ملاقات ہوئی۔ ہالینڈ کے کونسل اور ان کی اہلیہ سے ملاقات ہوئی اور مشن کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ ہالینڈ میں جماعت احمدیہ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ ہر دو کونسل صاحبان نے مسجد میں آنے کے لئے اپنے شوق کا اظہار کیا انہیں کسی مناسب موقع پر دعوت دی جائے گی۔ انشاءاللہ

احباب جماعت مشن کی کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیں۔ والسلام

---

## ارشاد حضرت امیر مرحوم

"میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے بھائی یہ دُعا کریں کہ خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے جن کے سینوں میں یہ تڑپ تھی کہ وہ اس زمین کو خدا کے نور سے روشن کریں اور خدا کا آخری پیغام قرآن تمام لوگوں تک پہنچا دیں۔ تاکہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے وہی ورثہ چھوڑیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا۔ جس طرح آج ان کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم پاکستان بنا رہے ہیں ہماری محنت اور قربانیوں کی بنیاد پر وہ سارے ہندوستان کو ہی نہیں ساری دُنیا کو ایسا پاکستان بنا دیں جس میں بندوں کا تعلق اپنے خدا سے قائم ہو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر رحم ہو۔

میں دُعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو نے اگر ہمیں حکومت دی ہے تو خدمتِ خلق کی تڑپ بھی عطا فرما اور ہمیں ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما جنہوں نے بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگیاں بسر کیں اور اپنے آپ کو اپنی رعایا کا حاکم نہیں ان کا خادم سمجھا۔ اور ان کی خدمت کے لئے ادنے سے ادنے کام میں اپنی عزت سمجھی۔ تو اس اسلامی حکومت کو ایک ایسا نمونہ بنا جس سے دُنیا کی دوسری حکومتیں عدل و انصاف کا، روا داری کا، دیانت اور امانت کا، اور مخلوقِ خدا کی خدمت کا سبق سیکھیں۔

اے خدا تو اس کے عمال کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کو یہ توفیق عطا فرما کہ ان کے سر تیرے احکام پر جھکے رہیں۔ اور ان کے دِل مخلوقِ خدا پر رحم سے بھرے رہیں۔"

(۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء)

# جلسہ سالانہ ۱۹۷۷ء تنظیم خواتین احمدیہ لاہور
## کی مختصر روئیداد

(رپورٹ ۔ مولوی شفقت رسول)

[امسال جلسہ سالانہ عددی لحاظ سے خاصا بارونق تھا۔ خدا تعالیٰ کی مدد اور اس کی نصرتوں کے نظاروں کے مشاہدہ سے جماعت کے ذکور و اناث میں اپنے جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے ایک خاص جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا تھا۔ بیرونجات سے مستورات کی ایک خاصی تعداد بھی اس سردی کے موسم میں سفر کی تکلیف اُٹھا کر شریک جلسہ ہوئی۔ ۲۱ دسمبر کی شام تک احباب و خواتین کافی تعداد میں دارالسلام پہنچ گئے تھے۔ صرف بدوملہی سے مردوں کے علاوہ چار مستورات بھی جلسہ میں شرکت کے لئے آئیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ (ادارہ)]

۲۲ دسمبر ۱۹۷۷ء جامع دارالسلام لاہور میں تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کا سالانہ اجلاس پروگرام کے مطابق تقریباً دس بجے شروع ہوا اس کی صدارت محترمہ بیگم عائشہ عبدالرحمٰن بیگ نے فرمائی محترمہ رضیہ مددعلی صاحبہ نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کئے۔ تلاوت قرآن پاک معہ ترجمہ عزیزہ ساجدہ مبارک صاحبہ نے کی۔ بعدہ ایک ننھی بچی فوزیہ مبشر بنت جناب ڈاکٹر مبشر صاحب نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی۔ مزید کارروائی جلسہ سے قبل سٹیج سیکرٹری صاحبہ نے جماعت کے مرحومین جو اس سال اللہ کو پیارے ہو گئے تھے جن میں حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی بیگم صاحبہ مرحومہ۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مرحوم، مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم واہ اور چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم و مغفور شامل ہیں۔

ان کی دینی خدمات کا تذکرہ کیا اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور جناب میاں اللہ بخش صاحب مرحوم کے لئے بھی دعائے مغفرت کی گئی اور ان کی دینی خدمات کو بلند ترین نمونہ اور قومی روایت قرار دیا گیا۔

سٹیج سیکرٹری صاحبہ نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے نوجوانوں سے ایک خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے نوجوانوں سے فرمایا تھا کہ قومی روایات کو زندہ رکھو۔ اسلامی آداب کی پابندی کرو۔ قرآن پاک کو پڑھو۔ سمجھو اور اس پر غور کرو اور عمل کرو۔ ایک دن آئے گا کہ تم اپنے بزرگوں کے ایک ایک جسم کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کرو گے۔ اور تمہارے پیچھے آنے والے تمہارے جسموں سے بھی ایسا ہی کریں گے۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ جسموں کے ساتھ اپنی روایات کو کبھی دفن نہ کر دینا۔ ان کو زندہ رکھنا۔ ترقی دینا۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ قوم مرتی چلی جاتی ہے۔

ازاں بعد عزیزہ شاہدہ جنجوعہ اور عزیزہ مدحیہ رسول نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام:—

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

ترنم سے پڑھا۔ سامعین نے داد وصول کی۔ جزاھما اللہ

اس کے بعد جناب محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ نے استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے۔ ہماری زندگی ایک مجاہدانہ زندگی ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے والوں کے لئے جو دعائیں فرمائی ہیں ان کا ذکر کیا۔ آپ نے جلسہ میں تشریف لانے والی بہنوں کا پُرجوش استقبال کیا اور بتایا کہ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ کو ہر طرح کا آرام مل سکے جس میں مقدور بھر کوتاہی نہیں ہوگی۔ آپ نے عورت کے ... پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ ہمیں بچوں کی تربیت پر زور دینا اور ان کو دینِ اسلام کی طرف شروع سے لگانا چاہیئے تاکہ وہ پاکیزہ کردار کے مالک ہو جائیں۔ اور اسلام کے مجاہد بن سکیں۔ بچوں کو سلسلۂ بیعت میں داخل کرنے پر زور دیا کیونکہ اس سے ان میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہوتا ہے۔

آپ نے مختلف جماعتوں کی خواتین تنظیموں مثلاً سیالکوٹ۔ پنڈی۔ کراچی۔ پشاور۔ بدوملہی۔ چھرکسی ملتان اوکاڑہ وغیرہ کا ذکر کیا اور خواتین کے دینی جذبہ اور جوش کا ذکر کیا۔ آپ نے خواتین کو دستکاری کی جانب توجہ دلائی تاکہ اس طرح مالی امداد سے وہ دین کی خدمت کر سکیں۔

بعدہٗ سمیرہ اشرف صاحبہ (نواسی جناب ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب) نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نظم:—

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے

ترنم سے پڑھ کر سنائی۔

اس کے بعد ساجدہ رحمٰن صاحبہ نے بعنوان "مذہب کی ضرورت کیوں ہے" تقریر کی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور جس طرح اس کی جسمانی ضروریات کا اہتمام کیا ہے اور اس کی بھلائی کے لئے سب کچھ پیدا کیا ہے اسی طرح ان کی روحانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نبیوں کا سلسلہ قائم کیا۔ تاکہ انسان اپنے خالق حقیقی سے تعلق استوار کر سکے۔ اس غرض کے لئے قرآن پاک جیسی ہدایت کی کتاب عطا فرمائی ہے۔ تاکہ انسان اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔ اور خدا کا قرب حاصل کر سکے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا:— سمندر کا پانی بخارات بن کر بادل کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور بارش کی صورت میں برس پڑتا ہے جس سے ندی نالے اور دریا جاری ہوتے اور بالآخر وہ پھر سمندر میں رل جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی حیات کا چکر ہے۔ انسان اعمالِ خیر سے خدا سے واصل ہو جاتا ہے۔ جماعتی زندگی سے انسان کے لئے ایک بہترین عمل کا موقع ملتا ہے۔

بعدہٗ جناب محترمہ بیگم جسارت نذیر صاحبہ نے موقع کے لحاظ سے ایک نہایت ہی موثر اور عمدہ نظم پڑھی:—

اے ماؤں بہنوں بیٹیو! تم اک جہانِ نور ہو
تم روشنی کا میل ہو تم حسنِ شمع طور ہو

جس میں خواتین کو اپنے عمدہ اوصاف۔ احمدیت اور اسلام کی خدمت کا جذبہ اُبھارا گیا تھا۔

ازاں بعد محترمہ بیگم خورشید راجہ انور صاحبہ نے خطاب کیا اور کہا کہ ہمیں سوچنا ہے کہ ہم نے پہلے کیا کیا ہے اور آئندہ کیا کرنا ہے۔ ہم نے کیا کام کرنا ہے۔ آپ نے بتایا کہ ہم نے سیالکوٹ میں خواتین کی تنظیم کی ہوئی ہے اور اپنے دینی اور دنیاوی امور حل کرتی ہیں۔ ہم نے ایک فنڈ قائم کیا ہوا ہے۔ جس میں بچے بچیاں اور مستورات حصہ لیتی ہیں جو ہماری تعمیری ضرورتوں پر خرچ ہوتا ہے۔ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ بھی مناتی ہیں۔ غم ہو یا خوشی کا موقع ہم قرآن پاک سے رہنمائی حاصل کرتی ہیں۔ آپ نے ان اکابر خواتین کا ذکر کیا اور بتایا کہ جب برلن کی مسجد کے مینار کی تعمیر میں چندہ کی ضرورت پڑی تو ان خواتین نے اپنے زیورات تک اُتار کر دے دیئے تھے۔ یہ جذبہ اب بھی ہم میں زندہ ہے اور زندہ رہنا چاہیئے۔ ہمیں ان مقاصد کو سامنے رکھنا چاہیئے جو ہمارے ذمہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ نے رکھے ہیں۔ اور ہمیں ان روایات کو سامنے

رکھنا چاہیئے جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے سامنے رکھی ہیں۔ احمد شجاع ولد ریاض احمد اوکاڑہ نے:۔

"میرے خدا میرے خدا تو ہے بڑا"

نظم پڑھ کر سنائی۔ اور آنسہ طاہرہ جنجوعہ نے:۔
ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے + کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
حضرت مسیح موعود کی نظم سنائی

بعدہٗ **محترمہ بیگم ثریا فاروق احمد شیخ صاحبہ** نے بحوالہ **هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق** کہا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک کی حفاظت ظاہری اور باطنی کا ایک نظام قائم کیا ہے۔ چنانچہ چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود قرآن پاک غیر متبدل اور غیر محرّف موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ سے قرآن پاک کی باطنی حفاظت کا سامان کیا اور ہر صدی میں مجدّد پیدا کرکے تاقیامت باطنی حفاظت کا انتظام فرمادیا ہوا ہے۔ چنانچہ اس صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس منصب پر فائز کیا گیا۔ وہ اس زمانہ کے امام ہیں۔ اور جس نے امامِ وقت کو نہ پہچانا وہ بدقسمت ہے وہ جہالت کی موت مرجاتا ہے۔ اس لئے مامورِ وقت سے وابستگی پیدا کرو۔ کیونکہ ان سے وابستگی کے بغیر انسان کا عمل بار آور نہیں ہوسکتا۔ **کونوا مع الصادقین** کے تحت صادقِ وقت سے وابستگی پیدا کرو۔ اسلام کو فتح حاصل ہوگی اور ادیانِ باطلہ مٹ جائیں گے۔ احمدیت سرخرو ہوگی مسیح موعود کا بول بالا ہوگا۔ لیکن ہمارا حصہ اسی صورت میں ہمیں مل سکتا ہے کہ ہم اپنے بچوں بھائیوں اور خاوندوں کو مجاہدِ اسلام و احمدیت بنائیں۔ اعلیٰ اعمال اختیار کرو۔ کیونکہ بے عمل انسان محض بے کار ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میں تو تخم ریزی کرتے آیا ہوں۔ یہ درخت بڑھے گا اور پھولے گا قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوجائیں لیکن اسلام زندہ رہے گا۔ مصنوعی خدا اور مصنوعی کفارہ مٹ جائیگا

معزز مقررہ نے ساؤتھ امریکہ (SOUTH AMERICA) کے احمدی مرد و زن کا ذکر کیا اور ان کے جوش و جذبہ اور اعمال کو قابلِ رشک قرار دیا۔ آپ نے بتایا کہ انہیں مبلغین کی ضرورت ہے۔ کتابوں کی ضرورت ہے۔ آپ نے انجمن سے استدعا کی کہ وہ حضرت صاحب کی کتب اور دیگر لٹریچر کو شائع کرکے وہاں کی ضرورت کے مطابق وہاں کتابیں ارسال کرے۔ آپ نے مرکزِ احمدیت کو مضبوط کرنے پر زور دیا۔ اور زندگی کو دین کے لئے وقف کرنے کی تحریک کی۔ آپ نے جماعت کی حفاظت کے لئے دُعا کی۔

ان کے بعد محترمہ **بیگم محمودہ عبداللہ صاحب لنڈن** نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ احمدیہ موومنٹ فرقہ نہیں بلکہ ایک تحریک ہے اور اللہ تعالےٰ کے ارشاد **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر** کے مطابق قائم ہوئی ہے۔ آپ نے کہا ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ انکو عیسائیت و کفر کی زد سے بچانا ہمارا فرضِ اوّلین ہے۔

ان کے بعد آزاد کشمیر سے آمدہ ایک بچے **مسعود احمد** نے **الکوثر** کی تلاوت کی۔

بعدہٗ **محترمہ بیگم زبیدہ محمد احمد** صاحبہ نے اپنے موضوع میں مردوں اور عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے **سورہ والعصر** کے حوالہ سے کہا کہ وقت سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ عبث کاموں میں وقت گذر گیا تو وقت دوبارہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ آپ نے بتایا کہ عُمر کا سرمایہ گھٹتا چلا جاتا ہے۔ محترمہ نے برف کی مثال دے کر وضاحت کی کہ وقت برف کی طرح کا سرمایہ ہے جو لحہ بہ لحہ گھٹتا ہی چلا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے اوقات کو دنیا طلبی میں ہی ضائع نہیں کر دینا چاہیئے۔ بلکہ خدمتِ دین جس کا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عہد کیا ہے اس کے لئے وقت صرف کرنا چاہیئے۔ اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور بُرے کاموں سے اجتناب کریں۔ اور اپنا محاسبہ کرتے رہنے پر زور دیا۔

**آنسہ طاہرہ جنجوعہ** نے "حضرت مسیح موعودؑ کا عشقِ رسُول صلعم" کے موضوع پر حضرت مسیح موعودؑ کی کتب چشمہ معرفت، تریاق القلوب وغیرہ کے حوالہ سے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کامل طور پر فنا فی الرسول تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میں جو لوگ ناحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمتیں لگاتے ہیں ان کے ساتھ کبھی صلح نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد **آنسہ پروین واجد صاحبہ آف پشاور** نے شرائط بیعت پڑھ کر سنائے۔ اور ان کے کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھتے رہنے پر زور دیا۔

**محترمہ بیگم رضیہ مرد علی صاحبہ** نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کا تشخص اللہ تعالےٰ نے **ظلوماً جهولاً** قرار دیا ہے۔ اسی ظلم اور جہالت کو دور کرنے کے لئے انبیاء کا سلسلہ قائم ہوا۔ آپ نے بتایا دیگر انبیاء حضرت عیسےٰؑ و موسےٰؑ علیہما السلام مخصوص اقوام و ممالک کے لئے تھے۔ لیکن حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں، مُلکوں۔ زمانوں کے لئے ہیں۔ آپؐ اُمّی تھے اور اہلِ عرب جہالت و بدکاری میں سب قوموں سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان کی اصلاح کے لئے ایک عظیم معلّم کی ضرورت تھی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک **عظیم معلم** ہیں کہ انہوں نے ان کو ظلمات سے نکال کر نُور کے سامنے لاکھڑا کیا۔

آپ نے بتایا کہ دوسرے مذاہب ترکِ دُنیا سکھاتے ہیں۔ لیکن اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے وہ تعلقاتِ دنیوی سے گریز نہیں سکھاتا بلکہ بچے۔ بیوی۔ خاوند کے تعلقات پر صحیح راہنمائی فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اپنا نمونہ پیش فرمایا ہے حضور کے بعد اب بابِ نبوت بند ہوگیا ہے۔ اب تبلیغ کے فرائض ادا کرنا مجددین و اولیاءِ اُمت کا کام ہے۔ اس لئے ہر صدی میں مجدد آتے رہے ہیں اور اس صدی میں قادیان کی گمنام بستی میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو تبلیغِ اسلام کے لئے منتخب کیا ہے۔ حضور کا الہام ہے:۔
"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد"
آپ نے اسلام کی حمایت میں خدا کی راہنمائی سے ۸۰ کتابیں لکھیں۔ اس زمانے میں لوگ دھڑا دھڑ عیسائی ہو رہے تھے۔ اور ہندو آریوں نے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ آپ نے ان پر وہ ضربات لگائیں کہ سب چھپنے لگے اور **اسلام** کا بول بالا ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اخبار وکیل میں لکھا کہ مرزا صاحب نے عیسائیت کے پرخچے اڑا دیئے ہیں اور مسلمان عیسائیت کی زد سے بچ گئے۔ ہندو احمدی مبلغین سے خائف ہو گئے۔ خاتون محترمہ نے پیغامِ صلح اور لائٹ کے مطالعہ کرنے کے لئے خواتین کو تحریک کی۔

**محترمہ بیگم عائشہ عبدالرحمٰن بیگ** نے آخر میں اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا:۔ ہر ایک جگہ پادریوں کا اجتماع ہوا اور انہوں نے بتایا کہ افریقہ میں **احمدی مبلغین** کی وجہ سے انہیں مشن بند کرنے پڑ رہے ہیں۔ میری بچی جو مشن سکول میں زیرِ تعلیم ہے سے پادری صاحب نے بات چیت کی۔ بچی نے اس کو بتایا کہ مسلمانوں میں ان کا مذہب نہیں چل سکتا۔ آپ نے خواتین کی تنظیم کے سلسلہ میں ایک سیکرٹری خاتون کی ضرورت پر زور دیا جو ہمہ وقت تنظیم و رابطہ کے فرائض انجام دے سکے تاکہ عورتوں میں تحریک منظم ہو۔ باقاعدہ ایک دفتر ہو جس میں ٹیلیفون وغیرہ ہو۔

(باقی برصفحہ ۱۲ کالم ۲)

مکرّم جناب شیخ اللہ بخش صاحب بدوملہی۔

# ۱۹۷۴ء کے ابتلاء کے بعد
## فضل الٰہی کی بارش

الٰہی جماعتوں پر ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے تاکہ کھرے کھوٹوں سے الگ کئے جائیں ۔ ۱۹۷۴ء کے ابتلاء میں ہماری جماعت بھی بفضلہ سرخرو ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے ایک دو ماہ کے بعد لنڈن میں ایک مکان دیا۔ جس کی قیمت چھ سات لاکھ روپے کے قریب ہے۔ اور اس کے بعد چار جگہ جماعتیں قائم ہوئیں ۔ انگلینڈ۔ ہالینڈ، اور کینیڈا و امریکہ اور باقی جماعتوں سرینام۔ ٹرینیڈاڈ۔ گیانا میں بھی زندگی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ سب ایک بزرگ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اور اس میں کمیٹی بلاد غیر بھی مبارک باد کی مستحق ہے جس نے خط و کتابت کے ذریعہ انڈونیشیا، ہند اور کشمیر کی جماعتوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ پچھلے سال جب ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب بلادِ غیر کے دورے پر گئے تھے اور ان کو یہاں سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ امریکہ بھی جائیں۔ بیس ہزار روپیہ منظور کیا گیا تھا۔ جب وہ امریکہ گئے تو ایک دو آدمیوں نے بطور تحفہ ان کو ڈالر دیئے جو انگلستان سے امریکہ تک اخراجات پورے کرتے تھے۔ اس طرح صرف نو ہزار روپے خرچ آیا۔ ہالینڈ کی جماعت نے تو پچھلے سال ہی ایک گرجا گورنمنٹ سے لے لیا تھا۔ جس میں دو ہال اور ایک کمرہ تھا۔ اور اس سال انہوں نے دو لاکھ روپے سے ایک مکان خریدا ہے۔ جس کا افتتاح حضرت ڈاکٹر صاحب ممدوح نے کیا ہے۔ اور اس مکان کا ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ قرض تھا جو انہوں نے کچھ اپیل میں اپنے پاس سے دیا اور اپیل کی تو ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ وہاں جمع ہو گیا۔ ان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ جماعت بڑی فعال ہے۔ اور سات جگہ جماعتیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے قائم ہو گئی ہیں۔

اس دوران جب وہ لنڈن میں تھے تو سانفرانسسکو امریکہ سے آپ کو ٹیلیفون آیا کہ ہم نے ایک مکان چار لاکھ روپے میں خریدا ہے آپ آکر اس کا افتتاح فرمائیں۔ فرماتے ہیں کہ دو لاکھ روپے تو جماعت نے اکٹھا کر کے دے دیئے تھے اور دو مخیّر حضرات نے ایک ایک لاکھ روپیہ اپنے پاس سے دے کر مکان لے لیا ہے اور ان کو کہا ہے کہ چندہ کر کے ہمیں وہ رقم ادا کر دیں۔ وہاں بھی جناب ممدوح نے اپیل کی تو ساٹھ ہزار روپے اسی وقت اکٹھے ہو گئے۔ جس جماعت میں ایسے مخیّر حضرات موجود ہوں وہ جماعت کب مر سکتی ہے۔ اور ادھر فیجی میں بھی اللہ تعالےٰ نے ایک مکان دیا ہے۔ پہلے وہ مسلم لیگ کے پاس تھا اب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فیجی کے نام حافظ بشیر محمد صاحب خوشابی کی کوششوں سے ہو گیا ہے۔

مقامی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ بھی مکمل ہو گیا ہے۔ اور وہ ایک رسالہ بھی نکال رہے ہیں۔ جس میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کے مضامین شامل ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد یو کے میں بھی جماعت اپنے قدموں پر خود کھڑی ہو جائے گی۔ اور ہالینڈ کی جماعت سے بھی امید ہے کہ وہ مرکز کی مدد کرے گی۔ ان کی (تقریباً) تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور ادھر پاکستان میں یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ جس وقت ایبٹ آباد کے اصحاب لئے پہلے دارالسلام میں آئے تھے، تو ایم اے فاروقی صاحب نے ان کے لئے اپیل کی تو پچاس ہزار روپے دینے والوں کے نام ظاہر کئے بغیر جمع ہو گئے۔ اور جب ان کو دینے چاہے تو انہوں نے کہا کہ ہم خیرات نہیں لینا چاہتے۔ ہم کو قرضہ حسنہ دو ہم واپس کریں گے۔ چنانچہ ایک آدمی کو تیس ہزار روپے اور ایک کو ۱۸ ہزار روپے بطور قرض حسنہ دیئے گئے۔ انہوں نے اپنے اپنے مکانوں کی ضمانت دی ہوئی ہے۔ اور ایک صاحب نے تو دو ہزار روپے واپس بھی کر دیئے ہیں ۔ جس جماعت میں ایسے مخیّر حضرات موجود ہوں کہ اپنا نام بھی ظاہر نہ کرنا چاہتے ہوں اور لینے والے بھی خیرات نہ لینا چاہتے ہوں، کیا ایسی جماعت زندہ رہنے کے قابل ہے یا نہیں۔ پھر چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک لاکھ روپیہ لائبریری کے لئے (دارالسلام کی) وقف کر دیا تھا۔ جس میں سے ۶۰ ہزار روپیہ فی الفور ادا بھی کر دیا تھا، اور باقی روپیہ انشاء اللہ ان کے صاحبزادے ادا کر دیں گے۔

اسی طرح پاکستان کی جماعت اور باہر کی جماعتیں ۱۹۷۴ء کے بعد پہلے سے بھی زیادہ فعال جماعتیں بن گئی ہیں۔ اب خدا تعالےٰ نے جماعت کی بقاء کے لئے آمدن کا ایک اور بندوبست فرما دیا ہے کہ زمین کا جو روپیہ آیا تھا وہ دس سالہ سکیم میں بنک میں جمع کر دیا گیا ہے۔

یاد رکھیں کہ آبِ حیات صرف ہماری جماعت کے پاس ہے۔ ہماری بہت سی کتابوں کا دیگر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور خاص کر محمد دی پرافٹ کا ترجمہ عربی میں نقطہ بہ نقطہ ہوا ہے۔ اور مصر والوں نے تو ریلیجن آف اسلام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا نام اڑا کر چھاپی ہے اور حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا نام رہنے دیا ہے۔ اور ہندوستان والوں نے ریلیجن آف اسلام شائع کی ہے جو ایک سو بیس روپے کی ملتی ہے۔ اور فارسی میں جو ترجمہ قرآن کریم کا ہوا ہے جس کا پیش لفظ ملک فرخ نے لکھا ہے اس کے ہر دوسرے صفحہ پر "سیدنا و مولانا محمد" اکستانی نے یہ فرمایا ہے" ملتا ہے اور مجھے خوب یاد ہے کہ جب مولانا عبدالماجد دریا بادی نے یہ فرمایا تھا کہ میں دہریہ ہو چکا تھا تو مولانا محمد علی کی تفسیر قرآن سے ہدایت ملی۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں آدمی قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

جب ہم ابتلاء میں تھے تو اللہ تعالےٰ نے ہماری تسلّی کے لئے وارث محمد کو بھیج دیا جو بیس لاکھ بلالی مسلمانوں کا امام ہے اور اس نے کہا کہ ہمارے باپ کے ذریعہ جو مسلمان ہوئے ہیں وہ مولانا محمد علی کے ترجمہ و تفسیر قرآن سے ہوئے ہیں۔ انہوں نے امیر مرحوم کی قبر پر چادر بھی چڑھائی اور انجمن کو تحفہ میں سونا بھی دیا۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ دیکھو خدا تعالےٰ کس طرح سامان کر رہا ہے۔ مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے صاحبزادہ پاشا کو لنڈن میں ایک بہت اونچی جگہ پر ڈاکٹر مقرر فرما دیا ہے جس کے باعث انجمن کو حضرت ڈاکٹر صاحب کے خورد و نوش کے مصارف بچ گئے اور انہوں نے سوائے کرائے کے جو انہیں دیا گیا تھا انجمن سے کچھ نہیں لیا۔ بلکہ دس ہزار کے قریب اپنے پاس سے خرچ کر آئے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کی عمر میں برکت دے اور ان سے خدمت اسلام کا کام لے اور ان کو اپنا مقرب بنائے۔

ہم بلادِ غیر کمیٹی کے بہت ممنون ہیں جنہوں نے تمام باہر کی جماعتوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ خدا تعالےٰ انہیں بھی برکت دے۔ اور زیادہ سے زیادہ اسلام کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر پر میں دُعا کرتا ہوں کہ یا اللہ فیجی، انڈونیشیا، ہند و کشمیر، پاکستان، گیانا اور سرینام کی جماعتوں کی تبلیغی مساعی میں برکت ڈال اور انہیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔

---

ممبران مجلس عامہ شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور ۔۔۔۔۔ بقیہ صفحہ ۱۲

ممتاز احمد باجوہ ۔۔۔۔ بدوملہی — عبدالعزیز خان ۔۔۔۔ کچی ہزارہ

ساجد عبداللہ ۔۔۔۔ جھنگ — بشارت احمد ۔۔۔۔ ؍؍ ؍؍

# اجلاس شبان الاحمدیہ مرکزیہ بر موقعہ جلسہ سالانہ

## ۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء بعد از عشاء

رپورٹ :- زاہد جنجوعہ - سیکرٹری نشر و اشاعت شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور

"ہمارے نوجوان اس انتظار میں نہ رہیں کہ بزرگ ان کو اپنا ورثہ خود منتقل کریں گے بلکہ یہ نوجوانوں کا کام ہے کہ وہ بزرگوں کے وجود کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کے لئے ہر دم کوشاں رہیں - یہ احمدیت کی شمعیں بجھتی چلی جا رہی ہیں۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ ان سے روشنی حاصل کر کے ان کو بدستور روشن رکھیں تا کہ کل کو لوگ یہ نہ کہیں کہ محض نوجوانوں کی غفلت یا لاپرواہی کی وجہ سے یہ جماعت مرگئی۔"

ان خیالات کا اظہار محترم مولانا عبدالرحیم صاحب جگو مبلغ ہالینڈ نے شبان الاحمدیہ کے اجلاس کے اختتام پر اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا۔ جلسہ سالانہ کے دوسرے روز مؤرخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء بروز جمعۃ المبارک ۷ بجے شب شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا - جس میں شبان الاحمدیہ کے علاوہ بزرگوں اور خواتین نے بھی شرکت فرمائی۔

اجلاس کا باقاعدہ آغاز جناب سکندر [illegible] طالب علم [illegible] نے تلاوت کلام پاک سے کیا - اور مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب نے [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھ کر سنائے۔

اجلاس کے اولین مقرر محترم پروفیسر خلیل الرحمن صاحب نے "آخر مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے" کے موضوع کو زیر بحث لاتے ہوئے فرمایا کہ قرآن شریف سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی تخلیق بڑے احسن طریق پر ہوئی ہے اور اس میں تسخیر کائنات کے لئے بڑی اعلیٰ استعدادیں رکھی گئی ہیں - مگر بسا اوقات اس میں غلط تحریکات پیدا ہوتی ہیں جو کہ اسے غلط قدم اٹھانے پر مجبور کرتی ہیں اور وہ حُبّ الشہوات میں پڑکر راہِ راست سے بھٹک جاتا ہے - مگر اسے صحیح راستے پر چلانے کے لئے خالق کائنات نے بندوبست کر رکھا ہے - اور انسان کی رہنمائی کے لئے ان انسانوں کو بھیجتا ہے انہیں مذہب کی اصطلاح میں انبیاء کہا جاتا ہے - اگرچہ بظاہر وہ گوشت پوست کے ہی انسان ہوتے ہیں - مگر نورِ ایمان سے منور ہوتے ہیں - اس لئے ایسی ہستیوں کا وجود بنی نوع انسان کے لئے مستقل ہدایت ہوتا ہے ان کا پیغام بنی نوع انسان کے لئے صلح و آشتی کا ضامن ہوتا ہے اور وہ بھائی چارے کی بنیاد رکھتے ہیں - مگر تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کے بعد استحصال گروہ پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ فتنہ و فساد کی بنیاد رکھتے ہیں اور طبقاتی اور گروہی منافرت کو ہوا دیتے ہیں - اور مذہب کے نام پر خونریزی ہوتی ہے حالانکہ اس میں مذہب کا کوئی قصور نہیں کیونکہ جملہ مذاہب عالم کے بانی اپنے اپنے زمانے میں معاشرتی، سماجی، معاشی، اقتصادی - اور جذباتی استحصال کے خاتمے کے لئے کوشاں رہے ہیں اور آج ہمارے پاس ایک ایسی جامع تعلیم موجود ہے جو کہ ہمیں بتلاتی ہے کہ نسلِ انسانی میں کوئی تفریق نہیں کیونکہ ان کی تخلیق ایک جیسی ہے - اور یہ قبائل اور شعوب صرف تعارف کے لئے ہیں اور ایک انسان کا اپنے رب سے تعلق پیدا کرنے کے لئے مذہب کی ضرورت ہے -

بعدہٗ خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر :

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

کو موضوع سخن بنایا اور بتلایا کہ زندہ مذہب وہی ہے جس نے بتلاتے ہوئے رستے پر چل کر انسان اپنے خدا تک پہنچ سکے - اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب نے ہستی باری تعالیٰ کے بارے میں جو تصور دیا ہے اس سے تو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ خدا تعالیٰ ہے بھی یا نہیں کیونکہ ہندو سب سے قدیمی مذہب کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں - ان کا خیال ہے کہ بھگوان بس ایک ہی بار اپنے چار رشیوں پر اترا تھا - اب کہاں ہے کوئی نہیں جانتا - اسی طرح سے یہودیوں کا نظریہ ہے کہ اس ہستی نے موسٰی کو طور پر اپنا جلوہ دکھایا تھا۔ بس اس کے بعد کسی بھی انسان نے اسے نہیں دیکھا - اسی طرح عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ روح القدس ایک کبوتر کی شکل میں آخری بار اپنے بیٹے پر اترا تھا - مگر اب اس کی کوئی خبر نہیں - جبکہ اسلام ہمیں بتلاتا ہے کہ وہ ہستی تو انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے اور پھر جواب دیتا ہے - اس کے نیک بندوں پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں جو کہ انہیں بشارت دیتے ہیں۔

اسلام میں ہستی باری تعالیٰ کے بارے میں تصور بڑا واضح ہے - وہ اس کائنات میں ہستی باری تعالیٰ کے موجود ہونے اور پھر انسانوں سے رابطہ قائم ہونے کا پتہ دیتا ہے - اسی وجہ سے اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور توحید پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے اور انسان کو یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے اور وہ حق الیقین کے رتبے پر پہنچ جاتا ہے - اس زمانے میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام نے دعوے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوتا ہے جیسا کہ وہ پہلے لوگوں سے ہمکلام ہوا کرتا تھا - اور آپ نے اس کو اپنی صداقت اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ایک بین ثبوت قرار دیا۔

ازاں بعد صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور جناب میاں شوکت حمید صاحب نے "تعمیر جماعت میں نئی نسل کے کردار" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے واضح کیا کہ نئی نسل ماضی اور مستقبل کی کڑیوں کو ملاتی ہے - کسی قوم کا مستقبل اس کی نئی نسل سے وابستہ ہوا کرتا ہے - جیسے اور جس رنگ میں اس کی تربیت کی جائے گی ویسے ہی نتائج برآمد ہوں گے - چنانچہ ہماری جماعت کی نئی نسل اسی صورت میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کے تقاضوں سے بخوبی آگاہ ہو - اور اس کی صحیح رنگ میں تربیت کی جائے۔

## انتخاب عہدیداران شبان الاحمدیہ برائے سال ۱۹۷۸ء

| عہدہ | نام |
|---|---|
| نگران : | چوہدری نذر رب صاحب لاہور |
| صدر : | میاں شوکت حمید صاحب ایڈووکیٹ (فیصل آباد) |
| نائب صدور : | ملک اعزاز الٰہی صاحب لاہور |
| | محمد اختر الٰہی - [illegible] |
| | [illegible] محمد خان - پشاور |
| جنرل سیکرٹری - | شاہد جنجوعہ - لاہور |
| جائنٹ سیکرٹری | [illegible] محمد نسیم - [illegible] |
| سیکرٹری نشر و اشاعت | زاہد جنجوعہ - لاہور |
| خازن | [illegible] عباد احمد - لاہور |

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ یکم صفر ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۷۸ء | نمبر ۲

## ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردھم علیہ السلام

# تجدید عہد —— بیعت کے اغراض و مقاصد کی وضاحت

یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقوٰی شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسا متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے، اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ اُن نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں۔ اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں۔ اور اسلامی کاموں کے سر انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں۔ کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔ ......... سو یہ گروہ اس کا ایک خاص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا۔ اور

وہ جیسا کہ اس نے پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا۔ اور ہزارہا صادقین کو اسی میں داخل کرے گا۔ اور خود اس کی آبپاشی کرے گا۔ اور اس کو نشوونما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی۔ اور وہ اس چراغ کی طرح ہو کر جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے۔ دنیا کے چاروں طرف روشنی پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ تا قیامت اُن میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اور ربّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر ایک طاقت اور قدرت اُسی کو ہے۔"

(تبلیغِ رسالت جلد اوّل۔ صفحہ ۱۵۰ - ۱۵۵ -)

## مولانا عبد الحق ودیارتھی نمبر

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے پیغام صلح کا مولانا عبد الحق ودیارتھی نمبر نکالنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس کے لئے حضرت مولانا مرحوم کو قریب سے جاننے والے مضمون نگار احباب کو فرداً فرداً تحریک بھی کی جا چکی ہے۔ اب ان سے دوبارہ درخواست ہے۔ کہ وہ اس خاص نمبر کے لئے مولانا مرحوم کی دینی خدمات اور ان کے علمی فضائل پر مشتمل اپنے مضامین ۲۵ جنوری سے پیشتر دفتر پیغام صلح میں بھیج کر مشکور فرمائیں۔ (ادارہ)

# جلسہ سالانہ پر بیرون پاکستان سے آمدہ معزز مہمانوں کے اعزاز میں

## مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی تقریب استقبالیہ

ڈیوز ڈٹر ——— مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۷۷ء

"آج سے قریباً ایک صدی قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے خبر پا کر یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ بیرون پاکستان سے آئے ہوئے ان معزز مہمانوں کی آج ہمارے درمیان موجودگی حضرت صاحب کے اس دعوے کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔"

ان خیالات کا اظہار محترم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے منعقدہ تقریب استقبالیہ کے موقعہ پر معززین مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:—

اس تقریب کا اہتمام جلسہ سالانہ ۱۹۷۷ء میں شمولیت کی غرض سے ہالینڈ، سرینام (جنوبی امریکہ) اور بمبئی (بھارت) سے آئے ہوئے معزز مہمانوں کے اعزاز میں دارالسلام میں کیا گیا تھا جس میں مقامی احباب و خواتین کے علاوہ بیرون از لاہور احباب نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس کا آغاز شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے سیکرٹری نشر و اشاعت جناب زاہد مجوعہ نے تلاوتِ قرآن کریم سے کیا جبکہ مہمانوں کے تعارف کے فرائض مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے ادا فرمائے۔

اس موقعہ پر صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور محترم چوہدری نذر ربّ صاحب نے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ اتنے دور دراز ملکوں سے آئے ہوئے ان بھائیوں کو آج اپنے درمیان پاکر ہمیں بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے ——— آپ نے کہا کہ اس اجتماع کے دوران ہمارے یہ معزز بھائی ہمیں اپنے ملک میں جماعتی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔

اس موقعہ پر بمبئی (بھارت) سے آئے ہوئے محترم عبدالرزاق صاحب نے خطاب [illegible] تفصیل کے ساتھ اپنے قبول احمدیت کے واقعات بیان فرمائے ——— اور ہندوستان میں جماعتی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ [illegible] اللہ کے فضل سے ہماری جماعت خاصی تعداد میں [illegible] کی تنظیم کے سلسلہ میں چند ایک مشکلات ضرور درپیش ہیں جن کو مرکز کے تعاون سے بآسانی دور کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے پہلی مشکل ایک ہمہ وقتی مبلغ کی کمی ہے جس کی وجہ سے جماعتی تنظیم کا کام خاصا سست ہے۔ اس کے علاوہ جماعتی لٹریچر کی ترسیل کا مسئلہ ہے جس کی عدم موجودگی کی وجہ سے تبلیغی مساعی متاثر ہو رہی ہیں۔

جناب عبدالرزاق صاحب نے توقع ظاہر کی کہ مرکز کی طرف سے ان مشکلات کے حل کے سلسلہ میں ضروری اقدامات کئے جائیں گے تاکہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کو مؤثر طور پر ترقی دی جا سکے۔

بعدہ ہالینڈ سے آئے ہوئے جناب محمد خلیل صاحب نے فرمایا کہ میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہالینڈ سے آنے والے وفد کے ہمراہ کبھی آیا تھا۔ اس وقت سے میری یہ دلی تمنا تھی کہ میں اپنے مرکز لاہور میں پھر آؤں۔ الحمدللہ کہ میری یہ تمنا پوری ہوئی اور آج آپ سب احمدی بھائیوں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔

آپ کے بعد جماعت سرینام کے صدر جناب غنی روشن خاں صاحب نے فرمایا کہ بہت عرصہ سے میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے مرکز لاہور میں آنے کا پروگرام رکھتا تھا۔ اس دفعہ خدا نے مجھے یہ سعادت نصیب کی ہے کہ میں آج یہاں موجود ہوں۔ آپ نے فرمایا: مجھے یہاں آ کر بہت خوشی ہوئی ہے میں بزرگوں کی تقاریر اور ان کے حسنِ اخلاق اور حسنِ سلوک سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ شبان کی کارکردگی بھی دیکھ کر مجھے از حد اطمینان ہوا ہے کہ ہمارے نوجوان جماعت کی صحت مندانہ سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں جو کہ جماعتی زندگی کا ایک واضح ثبوت ہے۔

اس موقعہ پر جماعت کے ایک نہایت ہی سرگرم و فعال مبلغ محترم مولانا عبدالرحیم جگو صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:—

"مجھے لاہور آ کر ایک گونہ روحانی تسکین ہوتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ لاہور ہمارے لئے ایک روحانی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے یہاں پر ہمارے بزرگ ہیں جو کہ ہمارے لئے روحانی غذا مہیا کرتے ہیں۔ ہم سب کو خصوصاً شبان کو چاہیئے کہ وہ ان کے قیمتی وجودوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں اور ان کے علمی ورثہ کو اپنے اندر جذب کرنے کی اہلیت پیدا کریں۔ یہی جماعتی زندگی کا راز ہے۔"

آپ نے مزید فرمایا کہ:—

"میری یہ خواہش ہے کہ خدا مجھے ہمت دے تو ہالینڈ اور دیگر مقامات پر بھی ایسی باقاعدہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخیں قائم کر سکوں جو کہ مرکز لاہور کے تابع ہوں ——— اگر مجھے اس کوشش میں خدا نے کامیاب کر دیا تو میں سمجھوں گا کہ میری زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا۔"

اجلاس کے آخر میں محترم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ:—

"ہمارے یہ بھائی اتنی دور سے کسی دنیاوی غرض کے لئے یہاں نہیں آئے بلکہ ایک جذبہ ان کو یہاں کھینچ لایا ہے اور وہ ہے **احمدیت سے وابستگی**۔ ان کا یہ جذبہ بڑا قابلِ قدر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج کی اس مجلس کے بعض مہمان گو حاضرین کے لئے نئے ضرور ہیں لیکن میرے لئے نئے نہیں ہیں۔ میں ان سے بخوبی متعارف ہوں۔ یہ سبھی ہماری نہایت فعال اور احمدیت کے لئے غیرت رکھنے والی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں ——— جگو صاحب تو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ نے آج جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً ہم سب کی توجہ چاہتے ہیں۔"

محترم ڈاکٹر صاحب کے ان ارشادات کے بعد شرکائے مجلس نے آپ کے ساتھ نماز مغرب باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد حاضرین کی تواضع پُر تکلف چائے سے کی گئی اور اس طرح یہ تقریب استقبالیہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

---

اے خدا اے چارہ سازِ ہر دلِ اندوہگیں + اے پناہِ عاجزاں آمرزگارِ مذنبیں
از کرم آں بندۂ خود را بہ بخشش ہا نواز + ویں جہاں افتادگاں را از ترحم ہا ببیں

(حضرت مسیح موعودؑ)

# فتاویٰ احمدیہ

(از جناب میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ اسلام آباد)

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں۔ (اور) وہی اصل کتاب ہیں۔ اور بعض متشابہ ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں۔ حالانکہ مراد (تاویل) اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔"
(سورۃ آلعمران۔ آیت ۷)

قرآن کریم کی آیات کی تاویل اور احکام پر عمل کر کے حضور نبی کریم صلعم نے وحی خفی کے ماتحت خود مسلمانوں کو تعلیم دی۔ مگر ظاہر ہے کہ تمام امور اور مسائل کے متعلق حضور نبی کریم صلعم کی تعلیم اور تاویل پورے طور پر مکمل نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ حالاتِ زمانہ کے مطابق نئی نئی باتیں پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس لئے جو راسخ العلم مسلمان علماء موجود ہوں وہ قرآن اور احادیث اور سنت کی روشنی میں اپنی عقل خدا داد سے اجتہاد کر سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں وہ مشہور حدیث صحیحہ پیش کی جا سکتی ہے جس کا ذکر فقہ حنفی کی مشہور کتاب نور الانوار صفحہ ۹۱ میں کیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کو حاکم یمن بنا کر بھیجا تو خود حضور کچھ دور تک اس کے ساتھ گئے۔ آپؐ نے پوچھا۔ اے معاذ تو کس طرح فیصلے کیا کرے گا۔ وہ کہنے لگے کہ کتاب اللہ کے ساتھ۔ فرمایا اس میں (کوئی خاص بات) نہ پاؤ؟ تو۔ جواب دیا سنت رسول اللہ صلعم سے۔ پھر فرمایا اگر وہاں بھی تمہاری ضرورت کا جواب نہ ملے تو؟۔ کہنے لگے تب میں اپنے اجتہاد سے کام لوں گا۔ اس پر نبی کریم صلعم نے خوشی کا اظہار کیا۔

اصولاً جو چیز قرآن کریم سے باہر یا اس کے مخالف ہو وہ مردود ہے۔ احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہیں۔ کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے استنباط کئے گئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ استخراج اور استنباط بجز رسول اللہ صلعم یا اس شخص کے جس کو ظلی طور پر عنایات الٰہیہ سے وہ علم بخشا ہو جو اس کے رسولِ متبوع کو بخشا تھا۔ وہ حقائق و معارف دقیقہ قرآن کریم پر مطلع کیا جاتا ہے لایمسّہ الا المطہرون۔ اور یؤتی الحکمۃ من یشاء کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ سو ایسے لوگ الٰہی ذرائع سے علم اور بصیرت کی راہ سے مطلع کئے جاتے ہیں اور صحیح مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔ جو عام مسلمان نہیں سمجھ پاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ مجددین اللہ تعالےٰ نے قائم فرمایا ہے اور سننِ ابو داؤد کی مستند حدیث کی رو سے ہر صدی ہجری کے آغاز میں ایک مامور من اللہ مجددِ وقت تجدیدِ دین اسلام کے لئے بھیجا جاتا رہا ہے۔ اول صدی ہجری کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز تھے۔ اسی طرح حضرت امام شافعی۔ امام غزالی۔ امام ابنِ تیمیہ۔ حضرت شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہم اپنی اپنی صدی کے مجدد ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اس [illegible]

صحیح بخاری کی کتاب البیوع اور کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور حدیث روی ہے کہ اللہ تعالےٰ آخری زمانے میں مسیح (ابن مریم) کو دنیا میں نازل کرے گا۔ اب یہ امر سورۃ المائدہ کی آخری آیت سے ثابت شدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ ابنِ مریم فوت ہو گئے (جیسا کہ دیگر انبیاء فوت ہوئے) اور فوت ہو کر کوئی شخص اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتا۔ یہ قانونِ الٰہیہ (قرآن کریم کے مطابق) ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ کوئی مثیلِ مسیح امتِ محمدیہ میں پیدا ہوگا۔ اور اس مسیح موعودؑ کی اور صفتوں میں سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ حکم اور عدل ہوگا۔ یعنی مسائلِ دینیہ میں قرآن اور سنتِ رسول سے علم پا کر ضرورت پڑنے پر اپنے اجتہاد سے بھی کام لے گا۔ اور مسلمانوں کو کونوا مع الصادقین کے حکم کے تحت اس امام زمانہ کے ارشادات کو قبول کرنا ہوگا۔ اس چودھویں صدی ہجری کے مجدد دین حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اس مسیح موعودؑ اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا اور اس کے ثابت کرنے میں بہت سے ثبوت بھی دیئے ہیں۔ (وہ ایک الگ بحث ہے)

حضرت مسیح موعودؑ نے خدا داد حکمت کے ماتحت کئی ایک مسائل میں حالات حاضرہ کی روشنی میں اپنے فتوے بھی دیئے ہیں۔ جو کہ قابلِ توجہ ہیں۔ ان میں ایک متنازعہ فیہ مسئلہ فی زمانہ **بینک کے سود کا ہے** جس پر روشنی ڈالنی ضروری ہے۔

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

"اے ایمان والو۔ دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور خدا سے ڈرو تاکہ نجات حاصل کرو۔" (سورۃ آلعمران ع ۱۳)

پھر فرمایا:۔

"........ اور بیع (تجارت) کو خدا نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام ....." (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵)

مگر کتنا مقامِ تعجب ہے کہ بعض مسلمان سیٹھ جو بنکوں میں اپنا روپیہ رکھواتے ہیں وہ اپنی دولت پر سود نہیں لیتے۔ مگر اپنی تجارت کے سلسلہ میں روپے کی ضرورت پڑے تو بینک سے سودی قرضہ لے لیتے ہیں اور اس پر سود ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں فعل ممنوع ہیں۔

قیامِ پاکستان سے بہت پہلے جبکہ ملک ہندوستان میں انگریزی حکومت کی عملداری تھی۔ اس زمانے کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جامع مسجد بمبئی کے قبضے میں کچھ املاک تھیں جو کہ ایک انگریزی بنک میں حفاظت کے لئے رکھ دی گئی تھیں۔ ان پر سالانہ سود بھی بنک ادا کرنے کا ذمہ دار تھا۔ مگر جامع مسجد کے متولی وہ سود لینے سے انکار کرتے رہے۔ کئی سال گذر گئے۔ اور وہ جمع شدہ رقم کئی لاکھ روپے تک پہنچ گئی۔ اس پر بینک کے انگریز منیجر نے استفسار کیا کہ اگر یہ رقم لاوارث ہو گئی ہے اور وصول نہیں کی جائے گی تو اس کی اجازت ہے کہ یہ رقم بینک کسی خیراتی کام (ان کے خیال کے مطابق) میں لگا دے۔

مسجد کے متولیوں نے کہا کہ ہم کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس پر بنک نے وہ روپیہ عیسائی مشنوں کو دے دیا۔ اس سے سالویشن آرمی SALVATION ARMY والے بھی مستفید ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ بمبئی میں بائیکولا BYCULLA کے علاقے میں ایک عیسائی گرجا بھی اسی روپے سے بنا۔

**بینک سود** جو بنکوں کا آج کل نظام ہے وہ اس طریقے سے مختلف ہے جو کہ آغازِ اسلام کے وقت رائج تھا۔ بینک والے اپنا سرمایہ تجارت میں لگاتے ہیں۔ اور دیگر تجارت پیشہ لوگ بینک سے سودی قرض لے کر کام کاج کرتے ہیں۔ بڑے بڑے کارخانے بنک سے سود

لے کر چلاتے جاتے ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ چاہے تجارت میں نفع ہو یا نقصان۔ بنک اپنا سُود کسی نہ کسی ذریعے سے وصول کر لیتا ہے۔ بنک کے سرمائے کا بیشتر حصّہ اس روپے پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ حفاظت کی خاطر کوئی شخص بنک میں رکھواتا ہے۔ اور اسے اپنے کاروبار میں روپے کی ادائیگی کے لئے روپیہ ساتھ ساتھ نہیں اُٹھانا پڑتا۔ بلکہ وہ ایک چیک کے ذریعہ سے رقم ادا کرتا ہے اور لینے والا اس چیک کو اپنے بنک کے حساب میں جمع کرا دیتا ہے۔

اب ایک سوال اُٹھتا ہے کہ اگر ایک شخص بنک کا سُود حاصل کرنے کے لئے اپنا روپیہ جمع نہیں کرواتا بلکہ روپے کی حفاظت اور لین دین کی آسانی کے لئے ایسا کرتا ہے۔ مگر اگر بنک اس جمع شدہ رقم پر سالانہ سُود ادا کرتا ہے۔ تو اس رقم کو کیا سمجھا جائے؟ ظاہرا تو وہ سُود کے حرام ہونے کے حکم میں آتی ہے۔ اور سُود حاصل کرنے والا اس سُودی روپے کو اپنے ذاتی مصرف و اخراجات یا اپنے عزیزوں اور دوستوں کے اخراجات پر استعمال کرنے کا مجاز نہیں یعنی وہ اس غرض کے لئے حلال نہیں۔ کیا اس معاملے میں کوئی استثناء خاص خاص حالات کے ماتحت پیدا ہو سکتا ہے؟ اس پر مزید بحث سے پہلے ایک امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ یہ روپے اور مال کا لین دین انسانی کاموں اور انسانی سوسائٹی کے صحیح طور پر چلانے کے لئے ضروری ہے اور حلال اور حرام ہونا اسی نقطہ نگاہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور انسانوں کے لئے محدود ہے۔ کیونکہ دُنیا میں اور کائنات میں جو کچھ ہے وہ خُدا کی میراث اور قدرت اور قبضہ میں ہے۔ للہ میراث السمٰوٰت والارض۔ (آسمانوں اور زمین کی وراثت خدا ہی کی ہے۔ سورۃ الحدید) خدا ان امور سے بالا تر ہے کہ اس کے لئے حلال اور حرام کی قید لگائی جائے۔ دُنیا میں جو کچھ ہے چاہے وہ کسی رنگ میں ہو وہ خدا کی میراث ہے اور اس لئے کوئی پابندی نہیں۔

## حضرت مسیح موعودؑ کا فتوےٰ دربارہ بنک کا سُود

(اقتباس از مجموعہ فتاوےٰ احمدیہ۔ ارشادات حضرت مسیح موعود و بزرگان ملت۔ مرتبہ مولوی محمد افضل خان)

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا :— مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کیلئے تین چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن شریف جو خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور قطعی اور یقینی ہے۔ (۲) دوسری سُنت۔ حدیث اور سُنت ایک چیز نہیں ہے۔ سنّت سے مراد آنحضرت صلعم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے۔ قرآن شریف خدا کا قول اور آنحضرت صلعم کا فعل ہے۔ یعنی اپنے فعل سے عملی طور پر خُدا کے قول کی تفسیر کرتا ہے۔ تاکہ اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپؐ بھی عمل کرتے تھے، اور دوسروں سے بھی عمل کرواتے تھے۔ (۳) تیسرا درجہ حدیث ہے۔ اور یہ حضورؐ کے اقوال اور افعال کا بیان ہے جو کہ قریباً ڈیڑھ سو سال بعد مختلف راویوں کے ذریعہ سے جمع کئے گئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے حدیث کو اپنے رُوبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس لئے قرآن و سُنّت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے۔ اور جو حدیث قرآن و سنّت کے مخالف نہ ہو اس کو قبول کرنے میں کوئی روک نہیں بلکہ انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ قرآن اور نہ سنّت

ہیں۔ تو اس صورت میں فقہ حنفی (حضرت مسیح موعودؑ کا اپنی جماعت کو خطاب) پر عمل کر لیں۔ کیونکہ اس فرقہ کی اکثریت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتوےٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں اس سلسلہ کے علماء اپنے خُدا داد اجتہاد سے کام لیں۔ ہاں جس قدر آئمہ اربعہ یا ان کے شاگردوں نے دین میں کوشش کی ہے۔ حتی المقدور ان کی کوششوں سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور ان بزرگوں کے اجتہادات کو نیک ظن کے ساتھ دیکھنا چاہیئے۔

(۱) کسی نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا۔ ضرورت پڑنے پر سودی روپیہ لے کر تجارت وغیرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟۔ فرمایا:—

حرام ہے۔ اگر کسی دوست اور تعارف کی جگہ سے روپیہ لیا جائے اور کوئی وعدہ اس سے زیادہ دینے کا نہ ہو اور نہ اس کے دل میں زیادہ لینے کا خیال ہو۔ پھر اگر مقروض اصل سے کچھ زیادہ دیدے تو وہ سُود نہیں کہلائے گا۔ بلکہ یہ تو ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے نہ سُود لو نہ سُود دو۔

(۲) مورخہ ۱۱؍ستمبر ۱۹۰۵ء کو شیخ نور احمد نے بنک کے سُود کے متعلق تذکرہ کیا کہ بنک والے ضرور سُود دیتے ہیں۔ پھر اسے کیا کیا جاوے؟۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:—

ہمارا یہی مذہب ہے اور اللہ تعالےٰ نے ہمارے دل میں ڈالا ہے کہ ایسا روپیہ اشاعتِ دین کے کام پر خرچ کیا جاوے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ سُود حرام ہے لیکن اپنے نفس کے واسطے یا اپنی بیوی بچوں۔ احباب و رشتہ داروں اور ہمسایوں کے استعمال کے لئے۔ لیکن یہ روپیہ اگر خالصۃً اشاعتِ دین کے لئے خرچ کیا جاوے تو حرج نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ اسلام بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں جو چیز جاتی ہے وہ حرام نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ حرمت اشیاء کی انسان کے لئے ہے نہ اللہ تعالےٰ کے واسطے۔ پھر آج کل یہ ایک مصیبت ہے کہ مسلمان لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ (یعنی بیت المال میں) کہ اس سے دینی کام سرانجام پا سکیں۔ جب ایسی حالت ہو کہ اسلام خطرناک ضعف میں مبتلا ہو اور اس کی مدد کے لئے کوئی (فنڈز) نہ ہو۔ تو میں یہی فتوےٰ دیتا ہوں کہ ایسے سُودوں کی رقمیں جو بنک سے ملتی ہیں یک مشت اشاعتِ دین میں خرچ کرنی چاہئیں۔ میں نے جو فتوےٰ دیا ہے وہ عام نہیں ہے۔ ورنہ سود لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ قرآن کریم کے مفہوم کے موافق جو حرمت ہے وہ یہی ہے کہ وہ اپنے نفس یا اپنوں کی ضروریات کے لئے حرام ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں جیسے سُود اپنوں کے لئے درست نہیں کسی اور کو اس کا دینا بھی درست نہیں۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ایسے مال کا دینا درست ہے اور اس کا یہی طریق ہے کہ وہ صرف اشاعت اسلام پر خرچ ہو۔ اور اس

کی مثال ایسی ہے جیسے جہاد ہو رہا ہو اور گولی بارود کسی فاسق فاجر کے ہاں ہو اس وقت محض اس خیال سے رُک جانا کہ گولی بارود حرام ہے۔ ٹھیک نہیں۔ بلکہ مناسب یہی ہوگا کہ اس کو خرچ کیا جائے۔ اس وقت تلوار کا جہاد تو باقی نہیں رہا۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ ہر قسم کی مذہبی آزادی ہے۔ اب جہادِ قلم باقی ہے، اس لئے اشاعتِ دین میں ہم اس کو خرچ کر سکتے ہیں۔ اشاعت اسلام کے لئے روپے کی سخت ضرورت ہے مگر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ فمن اضطر غیر باغ ولا عادٍ فلا اثم علیہ۔ جب اضطراری حالت میں جان بچانے کے لئے سُؤر کے گوشت کا وقتی طور پر کھانا جائز ہو جاتا ہے تو کیا ایسی حالت میں کہ اسلام کی حالت بہت ضعیف ہو گئی ہے۔ اس کو بچانے کے لئے۔ محض اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے کیا سُود کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا؟ میرے نزدیک خرچ ہو سکتا ہے۔ اور خرچ کرنا چاہیئے۔

——سوال ہوا۔ کہ اگر اس طرح سے خاص امر کے واسطے روپیہ حاصل کرنے کی اجازت دی گئی تو لوگوں میں اس کا استعمال وسیع ہو کر عام قباحتیں پیدا ہو جائیں گی؟ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

بے جا عذر تراشنے کے واسطے تو بڑے حیلے ہیں بعض شریر لاتقربوا الصلوٰۃ ............ سے نماز نہ پڑھنے کا جواز نکالتے ہیں۔ حالانکہ وہ شراب کی ممانعت کے حکمِ الٰہی کے آنے سے پہلے نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کا حکم تھا۔ مگر اسلام کو بچانے کی خاطر اگر کوئی مسلمان بنک کے ادا کردہ سُود کو خرچ کرے تو کیا قباحت ہے؟۔ یہ اجازت **مختص المقام اور مختص الزمان** ہے (یعنی خاص مقام اور خاص زمانے اور خاص حالات کے لئے ہے) یہ نہیں کہ ہمیشہ کے واسطے اس پر عمل کیا جائے جب اسلام کی حالت نازک نہ ہو تو پھر اس ضرورت کے واسطے بھی سُود لینا دینا ہی حرام ہے۔ کیونکہ در اصل سود کا عام حکم حرمت کا ہی ہے۔

**گورنمنٹ کا بونس** } بعض محکموں میں گورنمنٹ ہر ماہ اپنے ملازمین کی تنخواہ میں سے کچھ رقم کاٹ لیتی ہے۔ ریٹائر ہونے پر اس جمع شدہ رقم پر کچھ زائد روپیہ گورنمنٹ بھی دیتی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ **شرع میں سُود کی یہ تعریف ہے کہ ایک شخص اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کو روپیہ قرض دیتا ہے اور فائدہ مقرر کرتا ہے۔** یہ تعریف جہاں صادق آئے گی وہ سُود کہلائے گا۔ لیکن جس نے روپیہ لیا ہے (یعنی گورنمنٹ) اگر وہ وعدہ وعید کچھ نہیں کرتا۔ اور اپنی طرف سے زیادہ دیتا ہے تو وہ سُود سے باہر ہے۔ کیونکہ ملازم گورنمنٹ سُود وصول کرنے کی خاطر روپیہ نہیں کٹواتا۔ اور نہ گورنمنٹ اس غرض کے لئے روپیہ دیتی ہے۔ مگر احساناً بعد میں اپنی مرضی سے زائد روپیہ دے دیتی ہے۔

——کسی نے کہا کہ سر سید احمد خان نے لکھا ہے کہ سُود کے معاملہ میں اضعافاً مضاعفۃً کی ممانعت کی گئی ہے یعنی صرف سُود در سُود کی۔ فرمایا:۔

یہ بات غلط ہے۔ شریعت کا یہ ہرگز منشاء نہیں ہے کہ گناہ در گناہ مت کرو مگر صرف گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ گناہ تو ہر حالت میں گناہ ہے۔

**رشوت اور ہدیہ** } حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔ رشوت اس مال کو کہا جائے گا جب وہ کسی نہ کسی رنگ میں کسی کی حق تلفی کے واسطے دیا یا لیا جاوے تاکہ اس سے خود فائدہ اُٹھائے۔ ورنہ اگر کسی نے ہمارا کوئی کام محنت اور توجہ اور ایثار تفضیع اوقات کے کر دیا ہے اور حق تلفی بھی کسی کی نہیں ہوئی تو اس کو اگر انعام کے طور پر کچھ دے دیا جائے۔ تو وہ احسان کا بدلہ احسان کے ماتحت آئے گا۔ اسی طرح کسی کے ظلم سے بچنے کے لئے اگر کچھ خرچنا پڑے تو شریعت منع نہیں کرتی۔ لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ خدا نے فرمایا ہے۔ اسی طرح عید تہواروں پر۔ یا کسی معزز اور بزرگ شخص کی ملاقات پر خوشی کے طور پر پھل مٹھائی وغیرہ پیش کرنا ایک تحفہ یا ہدیہ کی شکل ہے اور جائز ہے۔

---

حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ

# یرزقہ من حیث لایحتسب

"میرا خدا ہمیشہ میرا خزانچی رہا ہے۔ مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ میرا توکل ہمیشہ خدا پر رہا اور وہی قادر ہر وقت میری مدد کرتا رہا ہے۔ چنانچہ ایک وقت مدینہ میں میرے پاس کچھ نہ تھا حتیٰ کہ رات کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ جب نماز عشاء کے لئے وضو کر کے مسجد چلا تو راستہ میں ایک سپاہی نے مجھ سے کہا کہ ہمارا افسر آپ کو بلاتا ہے۔ میں نے نماز کا عذر کیا۔ پر اس نے کہا میں نہیں جانتا میں تو سپاہی ہوں۔ حکم پر کام کرتا ہوں۔ آپ چلیں ورنہ مجھے مجبوراً لے جانا ہوگا۔ ناچار میں ہمراہ ہو گیا۔ وہ ایک دوکان پر مجھے لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک امیر افسر سامنے جلیبیوں کی بھری ہوئی رکابی رکھے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اسے کیا کہتے ہیں میں نے کہا ہمارے ملک میں اسے جلیبی کہتے ہیں۔ کہا کہ ایک ہندوستانی سے سن کر میں نے بنوائی ہیں، خیال کیا کہ اس کو پہلے کسی ہندوستانی کو ہی کھلاؤں۔ چنانچہ مجھے آپ کا خیال آ گیا۔ اس لئے میں نے آپ کو بلوایا ہے۔ اب آپ آگے بڑھیں اور کھائیں۔ میں نے کہا نماز کے لئے اذان ہو گئی ہے۔ فرصت سے نماز کے بعد کھاؤں گا۔ کہا مضائقہ نہیں۔ ہم ایک آدمی کو مسجد بھیجدیں گے۔ کہ تکبیر ہوتے ہی آ کر کہہ دے۔ خیر میں کھا کر شکم سیر ہو گیا۔ تو ملازم نے آ کر اطلاع دی کہ نماز تیار ہے تکبیر ہو چکی۔

پھر دوسری صبح ہی جبکہ اپنا بستہ صاف کر رہا تھا اور اپنی [illegible] اُلٹ پلٹ کر رہا تھا تو ناگہاں ایک پونڈ مل گیا۔ چونکہ میں نے [illegible] مال نہیں اُٹھایا اور نہ کبھی مجھے کسی کا روپیہ دکھلائی دیا۔ اور میں یہ خوب جانتا تھا کہ اس مقام پر مُدت سے میرے سوا کوئی آدمی نہیں رہا۔ اور نہ کوئی آیا۔ لہٰذا میں نے اسے خدائی عطیہ سمجھ کر لے لیا۔ اور شکر کیا۔ کہ بہت دنوں کے لئے یہ کام دیگا۔

جالم

## جلسہ سالانہ مستورات (۲۷ دسمبر) میں عزیزہ طاہرہ جنجوعہ ایم اے کی تقریر

# بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
# گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

جامِ فدا شو دیرہ دینِ مصطفٰیؐ + ایں است کام دل اگر آید میسرم

**تعارف** عزیزہ طاہرہ جنجوعہ

ضلع جہلم کے ایک سابق فوجی خاندان کی چشم و چراغ ہیں، اور اسلام و احمدیت کے لئے بڑی غیرت مند ہیں۔ آپ جماعت احمدیہ دارالسلام کے نائب امام مکرم راجہ محمد افضل صاحب کی صاحبزادی ہیں اور اپنے بھائیوں (شاہد جاوید۔ زاہد جاوید جنجوعہ) کی مانند جماعتی کاموں میں بھرپور حصہ لیتی ہیں۔ انہیں اللہ تعالےٰ نے تقریر کی فطری استعداد اور ملکہ عطا فرمایا ہے۔ زبان کی روانی، بیچ بیچ، مؤثر اور برمحل الفاظ کی آمد اور ان کے پُر جوش اظہار پر ان کو پوری قدرت حاصل ہے۔ خدا تعالےٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ ہماری نئی نسل میں ایسے جوہر قابل موجود ہیں۔

اللّٰھم زد فزد

(ادارہ)

---

یوں تو امتِ محمدیہ کا ہر فرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوےٰ کرتا ہے، لیکن کامل عشق و محبتِ رسولؐ کا انتہائی مقام حاصل کرنا صرف اس کو ہی نصیب ہو سکتا ہے جو کامل اتباع اور آپؐ کی محبت و عشق میں خدا تعالےٰ کے فضل سے اپنے وجود کو آنحضرت صلعم میں فنا کر دے۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنے آقا و مولیٰ خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ تعلق اور والہانہ محبت و عشق تھا۔ وہ آپ کی روح پرور اور دلکش تحریرات و تصانیف سے آشکار ہے۔ ہر سعید فطرت انسان جو تعصب سے واسطہ نہ رکھتا ہو آپ کی کتب میں سے کسی بھی کتاب کا مطالعہ کرکے اس روشن حقیقت سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ عربی فارسی اور اردو زبان میں آپ کی ۸۰ سے زائد عظیم الشان تالیفات نثر میں بھی اور نظم میں بھی، آنحضرت صلعم کے بابرکت ذکر و محامد اور اسلام کی تائید و توصیف سے لبریز ہیں۔ الغرض سید الکونین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا عشق و محبت اور اطاعت کا تعلق غیر معمولی اور بے مثال تھا۔ آپ کا ہر قول اور فعل آنحضرت صلعم کے عشق سے معمور و مخمور تھا، ایسا کہ وہی آپ کی زندگی اور روح کی غذا تھی۔ جیسا کہ آپ اپنی کتاب "کرامات الصادقین" میں فرماتے ہیں:- (شعر کا ترجمہ ہے)

"میں نے خدا کی محبت کے بعد تیری محبت کو مقدم کیا اور تو نے اپنے نور سے میرا دل گرویدہ کر لیا۔ اور میں نے اپنی جان سے تیری تعریفوں کے ذکر کو پسند کر لیا ہے اور یہ سلطان زاد راہ کے طور پر ہمیں کافی ہے اور میرے دل میں جوش و ولولہ ہے کہ مدح کروں محمد صلی اللہ



"ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے خدا کا اس پر بڑا ہی فضل ہے۔ وہ خدا تو نہیں مگر اس کے ذریعہ ہم نے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے اگر اسلام نہ ہوتا تو اس زمانہ میں اس بات کا سمجھنا محال تھا کہ نبوت کیا چیز ہے اور کیا معجزات بھی ممکنات میں سے ہیں اور کیا وہ قانونِ قدرت میں داخل ہیں۔ اس عقدہ کو اسی نبی کے دائمی فیض نے حل کیا اور اسی کی طفیل سے اب ہم دوسری قوموں کی طرح صرف قصہ گو نہیں ہیں بلکہ خدا کا نور اور خدا کی آسمانی نصرت ہمارے شامل حال ہے۔ ہم کیا چیز ہیں جو اس شکر کو ادا کر سکیں کہ وہ خدا جو دوسروں پر مخفی ہے اور وہ پوشیدہ طاقت جو دوسروں سے نہاں در نہاں ہے وہ ذوالجلال خدا محض اسی نبی کریم صلعم کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر ہو گیا۔"

اسی طرح آپ "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں اپنے عشقِ رسولؐ کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

"وہ اعلےٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو، وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا، غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں، جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء، سید الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے تھے ........ اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امی، صادق و مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔"

یہ تو تھے حضرت مسیح موعودؑ کی نثر میں حضور صلعم کی مدح میں چند نمونے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے عربی فارسی اور اردو کے منظوم کلام میں آپؐ سے اپنے عشق کا جا بجا اظہار فرمایا ہے۔ چند اردو اشعار کو پیش کرتی ہوں:-

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا + نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر + لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے + وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں + وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

---

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام + دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ + اپنے سینے میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے + تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی + آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

# جلسہ سالانہ خواتین ۲۲ دسمبر ۱۹۷۷ء میں

## محترمہ زکیہ شیخ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کی استقبالیہ تقریر

فرمایا :—

محترمہ صدر جلسہ صاحبہ اور میری معزز بہنو و عزیز بچیو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم پھر ایک بار اس مبارک اجتماع میں حاضر ہوئے ہیں۔ مبارک میں نے اس لئے کہا کہ یہ کوئی عام جلسہ نہیں کہ ادھر ادھر کی باتیں اور تقریریں سنیں اور معاملہ ختم۔ بلکہ یہ ایک دینی جلسہ ہے اور ہم ایک خاص مقصد اور غرض کے تحت مرکز میں جمع ہوتے ہیں کہ کس طرح ہم اس حلف کو نبھائیں جو ہم نے اُٹھایا ہے اور وہ حلف یہ ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ یہ عہد ہم نے حضرت مجدد زمانؑ کے ارشاد پر اُٹھایا ہے۔ اس لئے ہماری زندگی ایک مجاہد کی زندگی ہونی چاہیئے۔ [illegible] پاک غرض ہے اور اس جلسے میں شرکت کرنے والوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی یہ دُعا ہے :—

> "ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خداتعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دُور فرماوے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خُدا اے ذو المجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا ہماری تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"

اس دُعا کے ساتھ میں تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کی جانب سے آپ سب کا خیر مقدم کرتی ہوں۔ بالخصوص ان بہنوں کا جو باہر سے سفر کی تکلیف اُٹھا کر اور اپنے گھر کا آرام چھوڑ کر اس پاک تقریب میں شامل ہونے کے لئے تشریف لائی ہیں۔ اگرچہ منتظمین جلسہ کی یہ دلی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ آپ کو ہر قسم کا آرام اور سہولت میسّر ہو۔ لیکن بڑے اجتماعوں میں اکثر کوئی نہ کوئی کسر رہ جاتی ہے اور میری درخواست ہے کہ آپ کو اگر کوئی تکلیف ہو یا ضرورت ہو تو ہم سے رجوع فرمائیں اور اگر کوئی کمی رہ جائے تو اس کو درگزر فرما کر مزید ثواب حاصل کریں۔

جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکی ہوں کہ ہماری زندگی کی غرض دین کے لئے جہاد ہے اور ہمارے لئے یہ غور کا مقام ہے کہ اس کو بجا لانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ بحیثیت جماعت کے ایک رکن کے اور بحیثیت ایک ماں کے۔ یہ تو ایک مسلّم شدہ امر ہے کہ عورت کا کردار زندگی کے ہر میدان میں بہت اہم ہے اور عورت کے تعاون کے بغیر کوئی بھی قومی کام انجام کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہماری زیادہ توجہ کا مرکز ہمارے بچے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہی آئندہ کی قوم ہیں اور ان کو اسلامی شعار سے سجانا ہمارا کام ہے۔

اسلام کی جو خوبصورت اور سادہ تعلیم احمدی جماعت پیش کرتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کے اوپر جو ناپاک اور خطرناک الزام تھے ان کا وہ جواب دیا کہ دشمنانِ اسلام لاجواب ہو گئے اور اس لئے احمدی مبلغین سے [illegible] کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جب تک مسلمان اس تعلیم کو نہ اپنائیں تب تک کوئی اسلامی نظام نافذ نہ ہو سکے گا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہم احمدی جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں مگر صرف وابستگی کافی نہیں بلکہ ہمیں کلی طور پر یہ جاننا چاہیئے کہ ہم احمدی کیوں کہلاتے ہیں اور ہم پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہیں اور احمدیت ہمارا امتیازی نشان ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد دین کو دُنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ اور ہمارا دین یہ ہے کہ زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبے میں خدا اور اس کے رسول کے حکم کو مقدم رکھیں۔ فضول رسم و رواج، ذاتی خواہشات اور انسانی بتوں کے سامنے سر نہ جھکائیں بلکہ ہر عمل پر عمل پیرا ہوتے وقت یہ خیال رکھیں کہ یہ امر خدا اور اس کے رسول کے آگے پسندیدہ ہے یا نہیں۔ تو پیاری بہنو ہماری زندگی ایک جہاد ہے اور سب سے بڑا اور مشکل جہاد نفس کا جہاد ہے۔ اور اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو آگے راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ تو آیئے کیوں نہ ہم سب مل کر اس سالانہ جماعت کے وقت یہ کوشش اور دُعا کریں کہ ہم اپنے نفس کی اصلاح کو مقدم رکھیں اور یہ اصلاح ہر آن جاری رہے۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ بجائے اس کے کہ ہم دوسروں کی کمزوریوں کو تلاش کریں اور ان پر نظر رکھیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہر ایک نے اپنی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا تو معاشرے کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی۔ اگر ہم اپنے دل میں یہ عہد کر لیں کہ اگر کسی نے ہمارے ساتھ برائی یا زیادتی کی ہے تو ہم اس سے انتقام نہیں لیں گے بلکہ خدا اور رسُول کی تعلیم اور بزرگوں کے نمونے کو پیشِ نظر رکھیں گے۔ اس طرح ایک تو اپنے دل کو سکون ملتا ہے، طمانیت قلب حاصل ہوتی ہے، دوسرے برائیاں اور رنجشیں بڑھنے کے بجائے کم ہو جاویں گی اور جماعت کو استحکام حاصل ہوگا۔

اپنی اصلاح کے بعد اور نیک نمونہ قائم کر کے ہماری توجہ بچوں پر مرکوز ہونی چاہیئے تاکہ وہ آئندہ کی مستحکم جماعت بنیں۔ علاوہ ان کی دینی اور دنیاوی تربیت کے ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے جو کہ میرے خیال میں بہت ضروری ہے کہ احمدی والدین صرف اس بات پر نہ مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں کہ چونکہ ہم خود احمدی ہیں اور بچے احمدی گھر کی پیدائش ہیں یہ ہی کافی ہے نہ بلکہ ہر بچے کو جب وہ سمجھدار ہو جاتا ہے تو اس کو بیعت کروانی چاہیئے تاکہ وہ خود اپنی زبان سے اقرار کرے کہ وہ ایک ایسی جماعت کا رُکن ہے جس کا مقصد اسلام ہے اور دین کو دُنیا پر مقدم رکھتا ہے۔ اس طرح اس کو اپنے وعدے اور حلف کا پاس ہوگا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی دنیاوی عہدہ سونپا جاتا ہے تو وہ شخص حلف اُٹھاتا ہے۔ اور ہماری جماعت کا ہر فرد بحیثیت دین کا سفیر ہے اور یہ عہدہ تو بہت ہی اہم ہے چنانچہ اوائل عمر ہی میں بیعت کروا کر جماعت کی نوجوان نسل کو ابتداء سے ہی یہ ذمہ داری سونپنا بہت ضروری ہے۔ اور یہی بیعت کی اہمیت ہے۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ اس تجویز پر توجہ دیں اور بچوں کی باقاعدہ بیعت کروائیں تاکہ یہ احساس ذمہ داری بھی ان کی عمر کے [illegible]

ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہے اور وہ ایک باعمل احمدی نوجوان ہوں۔

ہم اس وقت بیرونی اور اندرونی ابتلاؤں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اپنی اصلاح۔ اپنے بچوں کی صحیح دینی تربیت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی تنظیم بھی کرنی چاہیئے تاکہ ہر عمر کی خاتون اور لڑکی کو کام کرنے کا ایک پلیٹ فارم مل جائے۔

سیالکوٹ میں ہماری بہنیں اس سلسلے میں کافی دلچسپی لیتی ہیں۔ پنڈی میں خواتین کے لئے نماز جمعہ کا انتظام ہے لیکن جہاں تک میرا علم ہے خواتین کی حاضری بہت کم ہوتی جا رہی ہے۔ کراچی میں بھی باقاعدہ مسجد ہے۔ ۱۹۷۴ء کے سانحہ کے بعد خواتین کی تعداد میں ایک دم کمی آ گئی تھی لیکن اس بار گرمیوں کے تقریباً تین ماہ میں نے وہاں گزارے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ہی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ وہاں جو خواتین کی تنظیم تھی وہ معطل ہو گئی تھی۔ لیکن اس بار وہاں دوبارہ کوشش کی گئی کہ خواتین جماعت میں دلچسپی لیں۔ چنانچہ وہاں از سر نو خواتین کی تنظیم کی تشکیل ہوئی۔ بیگم سعیدہ احمد کو صدر اور اختر نذیر احمد کو سیکرٹری بنایا گیا۔ اس کے علاوہ وہاں ہماری ایک نوجوان لڑکی غزالہ ہیں، جن کا جوش اور جذبہ قابل رشک ہے اور ہماری یہاں کی ایک نہایت ہی مخلص کارکن نسیمہ یوسف بھی اب کراچی میں مقیم ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ وہاں انشاءاللہ تعالےٰ ہماری ایک اچھی تنظیم قائم ہو جائے گی۔

پشاور میں تو پہلے ہی ۱۹۷۶ء میں تنظیم تشکیل دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی جگہ مثلاً بدوملہی۔ سرگودھا۔ ملتان۔ چھرکی اوکاڑہ وغیرہ جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں خواتین اور بچوں کی فلاح و بہبود کا کام ہونا چاہیئے۔ میں نے تمام جگہوں کے نام نہیں لئے۔ ہماری باہر سے آئی ہوئی بہنیں اس سلسلے میں ضرور اپنی مقامی بہنوں سے ملیں اور مسائل پر تبادلہ خیالات کریں۔ اس لئے کل یعنے ۲۳ر دسمبر ۱۹۷۷ء بروز جمعہ بعد نماز عصر مسجد کے ملحق کمرے میں سب بہنیں ملیں اور باہمی تعارف کے بعد بات چیت کی جائے۔

لاہور کی تنظیم کی ممبر خواتین اس سال ملکی حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے بیرونی دَورے نہ کر سکیں اور ماہانہ اجلاس بھی نہ ہو سکے جیسا کہ ہوتے تھے، تاہم اندرونی طور پر اپنے فرائض انجام دیتی رہیں۔ اور وقتاً فوقتاً چندے دے کر امداد باہمی کے کام ہوتے رہے۔ مثلاً :-

(۱) عیدالفطر کے موقع پر پونے چار ہزار کا کپڑا اور نقدی 35 کم آمدنی والے گھرانوں میں تقسیم کیا گیا۔

(۲) دو بچیوں کی شادی کے موقع پر جہیز و دیگر اشیاء کے اخراجات میں نقدی اور اشیاء کی مدد دی گئی۔

(۳) لاہور سے باہر دو احمدی گھرانوں کو باقاعدہ ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے کیونکہ وسائل نہایت قلیل ہیں اور خاندان کے افراد کو مشکلات کا سامنا تھا۔

(۴) ہماری خزانچی نگین ملک ایک بچے کی تعلیم کا خرچ اپنی جیب سے دے رہی ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے ہماری ممبر خواتین ہر ایسے امدادی موقع پر دل کھول کر چندہ دیتی ہیں اور بروقت امداد بہم پہنچاتی ہیں۔ اگر کسی کی بیماری کی خبر ملے تو فوراً اس کے لئے بھی وقتاً فوقتاً امداد دیتی رہی ہیں۔ اسی طرح ہر شہر اور قصبے میں جہاں جہاں ہماری جماعت ہے بہنیں ایک دوسرے کی خبر گیری رکھیں تو یہ ایک احسن امر ہے۔

اب آخر میں ایک بار آپ سے اور بالخصوص اپنی بچیوں سے میری درخواست ہے کہ دستکاری میں بہت بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ یہ آپ کا اپنا وقت اور ہنر ہے جو آپ گھر بیٹھے بیٹھے خدا کے دین کے لئے صرف کر رہی ہیں۔ یہ ایک جہاد ہے اور اس میں حصّہ نہ لینا اپنے آپ کو نیکی سے محروم کرتا ہے۔ یہ چھوٹے موٹے عذر کہ پڑھائی ہے یا بہن بھائیوں کی شادی ہے یا فرصت ہی نہیں ملتی، خدا کے ہاں پسندیدہ نہیں بلکہ دنیاوی کاموں میں خدا کے لئے وقت نکالنا آپ کے اپنے لئے برکت رحمت کا موجب ہے۔ اگر آپ سال کے دوران دستکاری بنالیں اور آخر وقت کے لئے نہ اُٹھا رکھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ بنانے سے محروم رہ جائیں۔ اس دستکاری کی آمدنی صرف خدا کی راہ میں دی جاتی ہے۔ یہ کوئی دنیاوی تجارت نہیں ہے کہ اس میں آپ کو کسی قسم کا عذر یا خدشہ ہو کہ اس سے کسی لالچ یا مادیت کا جذبہ اُبھرتا ہے اور یہ تو خالص دینی کام ہے اور جنہوں نے اس میں حصّہ لیا انہوں نے خدا کی رحمت اور برکت میں حصّہ لیا اور جنہوں نے بغیر کسی معقول وجہ کے حصّہ نہیں لیا وہ خود ہی گھاٹے میں رہیں۔ ہر نیک عمل میں حصّہ لینا چاہیئے۔ یہ سمجھ لینا اچھی بات نہیں کہ اور بھی بہت نیک کام کرنے کو ہیں صرف دستکاری ہی تو نہیں رہ گئی۔ نیک عمل تو ایک بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے خواہ وہ رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

آپ اس سالانہ جلسے کے موقع پر اس پر غور کریں اور اپنے ضمیر کو جگائیں۔ نئے سال کے ساتھ فوراً ہی دستکاری شروع کر دیں تاکہ آخر وقت میں کوئی وجہ مانع نہ ہو۔

اس سال تنظیم خواتین لاہور نے گزشتہ سال کی طرح جائے نمازیں بنائیں اور پچھلی بار کافی فرمائشیں آئی تھیں کہ بڑی جائے نمازیں بھی بنوائی جائیں۔ چنانچہ اس سال بڑی جائے نمازیں بھی آپ کے لئے موجود ہیں اور آپ خرید کر عنداللہ ماجور ہوں۔

آپ کی تشریف آوری کا ایک بار پھر شکریہ

# اخبار احمدیہ

مکرم شیخ اللہ بخش صاحب سیکرٹری جماعت بدوملہی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"ملک محمد صدیق صاحب کی والدہ محترمہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہیں۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ نیز ملک صاحب موصوف نے والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے مبلغ یک صد روپیہ برائے مفت اشاعت انگریزی قرآن کریم خزانہ انجمن میں بھیجا ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت میں اپنے قرب سے نوازے۔

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹرز چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۲

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ۱۱۱/۴۳
25/T گلبرگ نمبر 2
لاہور

PAKISTAN POSTAGE 2 PAISA

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۸ صفر ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۷۸ء | نمبر ۳

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

# الخیر کلّہ فی القرآن۔ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن کریم میں ہیں

## اور تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن کریم میں ہے

حضور اقدس[۱] فرماتے ہیں:

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے۔ وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا **الخیر کلہ فی القرآن** کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی ہے۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔

**قرآن** وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے۔ اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن شریف کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر **قرآن** کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول نہیں مگر **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔

**عقیدہ** کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ **خاتم الانبیاء** ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کام کئے۔ اول قرآن سنایا اور پھر اپنے عمل سے دکھا دیا۔ چنانچہ اول کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم**۔ اور دوسرے عمل کے متعلق یعنی سنت کے متعلق فرمایا **اتممت علیکم نعمتی**۔ اور دونوں کے مجموعہ اور نتیجہ کا نام اسلام ہوا۔

[۱] یہ ملفوظات مولوی کریم بخش رند صاحب نے جلسہ سالانہ میں پڑھ کر سنائے تھے

# اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہونے کی وجہ سے اسکا حقیقی مالک ہے

## اس یقین سے کہ خدا ہمارے ظاہر و باطن کو دیکھتا ہے انسان کے اعضاء و جوارح میں نورانیت پیدا ہوتی ہے

### حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے صحابہؓ کی زندگیوں کو مشعلِ راہ بناؤ

خطبہ جمعۃ المبارک مورخہ ۴ر جنوری ۱۹۷۸ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ۔ جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور

(مرتبہ مولوی شفقت رسول)

للہ مافی السمٰوات و مافی الارض........ علی القوم الکافرین کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ آسمان اور زمین اور جملہ کائنات خدا کی ملکیت ہے اور وہ اس کا بلا شرکت غیرے بادشاہ ہے۔ لہ ملک السمٰوات والارض۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے اور اس لئے بھی کہ اس نے اس زمین و آسمان کو تخلیق کیا ہے۔ خلق السمٰوات والارض۔ اس نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اس نے انسان کو بھی پیدا کیا۔ جیسے فرمایا خلق الانسان۔ اس طرح انسان بھی اس کی مخلوق اور مملوک ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کے ارادہ اور خیالات سے بھی آگاہ ہے اور اس کی اس کے اعمال و خیالات پر نظر ہے۔ خدا سے کوئی عمل و خیال انسان کا پوشیدہ نہیں کیونکہ وہ یعلم مافی السمٰوات وما فی الارض۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور انسانی خیالات اور ارادوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لئے خدا چاہتا ہے کہ انسان کے اندر یہ یقین پیدا ہو جائے۔ کہ خدا اسے ہر وقت۔ ہر آن اور ہر جگہ دیکھتا ہے۔ وہ گھر میں ہو یا باہر۔ دکان میں ہو یا کارخانے میں، وطن میں ہو یا وطن سے باہر۔ اس کے ہر عمل سے آگاہ ہے۔ اس لئے اے اہلِ اسلام اس یقین کو دِل اور دماغ میں بساؤ۔ اس سے دل و دماغ میں نور پیدا ہوتا ہے۔

جب انسان کے دل و دماغ میں یہ یقین پیدا ہو جائے تو اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ اس یقین کا حامل انسان ہمیشہ پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور بدیوں اور برائیوں سے مجتنب رہتا ہے۔ اس کے اعضاء و جوارح میں نور پیدا ہوتا ہے۔ آنکھ۔ دل۔ دماغ۔ ہاتھ۔ پاؤں غرضیکہ ہر چیز منوّر ہو جاتی ہے اور گناہ کی تاریکی سے وہ بچ جاتا ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور دیگر عبادات کی غرض بھی یہی ہے۔ کہ انسان کے اندر ان نیک اعمال کی وجہ سے نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہونی چاہیئے کیونکہ وہ اسوہ حسنہ اور بہترین نمونہ ہے جس سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلعم کے اس بہترین نمونہ کو اپنایا ہے اور وہ مقبولِ خدا اور محبوب خلائق بن گئے ان کے نمونہ سے تمام جہاں بہرہ مند ہوا۔ وہ اچھائیوں اور خوبیوں کا نمونہ بن گئے۔ جہاں گئے ان سے اچھائی اور نیکی کو فروغ حاصل ہوا۔

آپ نے مزید فرمایا: کہ اپنے اعمال پر نظر رکھو اور اپنا محاسبہ آپ کرو تاکہ خدا کے محاسبہ سے بچ جاؤ کیونکہ خدا خالق ہے اور اس کی مخلوق اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ الا یعلم من خلق۔ کیا وہ جس نے پیدا کیا ہے وہ نہیں جانتا یقیناً جانتا ہے۔ محاسبہ خداوندی اسی لئے ہے تاکہ ہم نیک بن جائیں اور خدا کی رضا حاصل کر سکیں اور اس کے انعامات کے اہل بن جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے دکھا دیا ہے کہ وہ خدا کی جملہ کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور یہ ایمان کہ ہم تمام دنیا اور قوموں کے انبیاء کو برحق مانتے ہیں دنیا میں امن اور سکون کی بنیاد ہے۔ اس لئے مسلمان ہی وہ قوم ہے جو امن و سلامتی کی حامل ہے اور امن قائم کرنے والی ہے۔

مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال۔ اخلاق و کردار۔ عادات سے دنیا پر ظاہر کریں کہ ان میں خدا خوفی، انسانی ہمدردی اور امن و سلامتی کی روح ہے۔ تاکہ دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو۔ خدا تعالیٰ افراد و جماعت میں اعمال حسنہ اعمال حسنہ اور نیک کرداری کا جذبہ پیدا فرمائے۔

میں پھر زور سے کہتا ہوں کہ صفات الٰہی کا رنگ پکڑو۔ تمہاری کمائی میں غریبوں کا حصہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قصور معاف کرتا ہے آپ میں بھی معاف کر دینے کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ یہ بات خدا پرستی کے خلاف ہے کہ تمہارے دلوں میں کجی ہو، کدورتیں ہوں۔ کینہ پروری سے لوگوں کو نقصان پہنچائیں۔ خدا تعالیٰ کو تو ہماری عبادات کی ضرورت نہیں یہ تو صرف اخلاق فاضلہ کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اگر نمازوں کے بعد بھی آپ میں اخلاق فاضلہ پیدا نہیں ہوئے۔ تو عبادت کا کوئی فائدہ نہ ہوا پانچ وقت کی نماز تو دل کی پاکیزگی اور انسان کو اپنے پروردگار کے رنگ میں رنگین بنانے کے لئے ہے۔ ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے کہ ہمارے اندر اخلاقِ الٰہی پیدا ہوں۔ خدا کی صفات کا رنگ پایا جائے۔ حضرت محمد صلعم انسانوں کو باخدا انسان بنانے کے لئے آئے تھے۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنے اخلاق میں نیکوکاری اختیار کریں اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔ لین دین میں دیانت سے کام لیں اور حلال کی روٹی کھائیں۔ آفیسر اپنے ماتحتوں سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں اور ماتحت افسروں کی عزت کریں۔ گھروں میں ہم اخلاق کی پاکیزگی کا نمونہ دکھائیں تاکہ آپ کی اولاد بھی آپ کے نیک نمونہ سے متاثر ہو۔ ہماری تاریخ ان لوگوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم پر عمل کرکے روحانیت میں بلند درجات حاصل کئے۔ مجددین اس اُمّت میں پیدا ہوئے۔ ہمارے زمانہ کے مجدد حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام تھے جن کے ہاتھ پر میں نے بیعت کی۔ قادیان ایسے پسماندہ گاؤں میں آپ کے گرد جلیل القدر علما و صلحاء اکٹھے ہو گئے۔ آپ کے دَور میں حضور صلعم کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ خدا پرستی خوش خلقی اور انسان دوستی میں صحابہ کرام رض کے نمونے دوہرائے گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کے سدابہار درخت کو ایسے پھل لگتے ہیں جن کی نظیر دنیا میں نہیں ہے۔ اس وقت کوئی مذہب ایسا نہیں جس کی تاریخ کثرت سے صلحاء اور اولیاء اور بلند پایہ خدا رسیدہ انسانوں سے

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۸ر جنوری ۱۹۷۸ء

# اسلامی نظام

## یا

# رُجوع الی القرآن والسنّۃ

(از ڈاکٹر اللہ بخش)

(۲)

ہر مسلمان اس بات کا مُقر ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ کسی اسلامی نظام کی بناء قرآن اور سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی بنا ہونا لازم ہے۔ اگرچہ یہ امر صحیح ہے کہ مسلمانوں میں سے مغرب زدہ طبقہ نظام معیشت و معاشرت اور تمدّن و تہذیب و ثقافت کو مغربی طرز پر دیکھنے کا آرزو مند بن چکا ہے، بلکہ اس کے مطابق اپنی انفرادی زندگی کو ڈھال چکا ہے لیکن یہ امر بہر حال اطمینان و تسلّی کا موجب ہے کہ تمام کے تمام مسلمان کم از کم اپنے اقوال و اقرار میں قرآن و سنّت کے نظام کو موجب نجات و سعادت سمجھتے ہیں۔ سوچ کی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ بعض بہی خواہ قوم مغربی تعلیم اور مغربی نظریہ حیات کو ترقّی کا دار و مدار یقین کرکے مسلمانوں میں ایسی تحریکیں رائج کر رہے تھے جن کا خلاصہ بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ مادی ترقّی ہی انسانی معراج کی آخری منزل ہے جس پر قوم کے نظام کو کار فرما کرنے کی ضرورت ہے، مادیت اور دہریت کے ایسے ٹھیٹھ سائنسی دَور میں وہ کون شخص ہو گذرا ہے جس نے مسلمان قوم کی توجہ کو قرآن و سنّت کے معیاروں پر استوار کرنے کی واحد ندا بلند کی؟ واقعات پر غور کرو، تعصب و تنگ دلی سے خالی الذہن ہو کر انصافاً سوچو! کہ رجوع الی القرآن والسنّۃ کی نرالی ندا صرف ایک صاحب ایمان و بصیرت شخص نے بلند کی جس کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اگرچہ تعصب و تنگ دلی کے گھٹا ٹوپ بادلوں میں اس صاحب ایمان و معرفت کی شخصیت بد ظنیوں کے اندھیروں میں پنہاں ہو چکی ہے تاہم واقعات کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے، اس بات سے کیسے روگردانی کرنا ممکن ہے کہ جب بعض دوسرے مسلمانوں کے سچے بہی خواہ، قوم کی دوبارہ ترقّی و عروج کی تجاویز پیش کر رہے تھے، کوئی مغربی تعلیم میں خاطر خواہ درک و انہماک میں نجات سمجھ چکا تھا تو کوئی اَور مسلم حکومتوں کے بین الاقوامی اتحاد میں اسے تلاش کر رہا تھا اور کوئی غیر اقوام کے تسلّط سے اپنے ملک و قوم کی آزادی میں اسے محصور کر چکا تھا، لیکن اگر توجہ نہ تھی تو اس طرف نہ تھی کہ مسلمان اقوام و ممالک جب تک ربّانی کلام پاک اور اپنے رسولؐ مقتدا کے مبارک نمونہ پر گامزن نہ ہوں گے، تب تک وہ کسی سچے نظام اسلامی کو قائم نہ کر سکیں گے! جاؤ اور ڈھونڈو!! کونسی تحریک اُنیسویں صدی میں اُٹھی جس کا واحد مقصد قرآن و سنّت کی ترویج ہوا؟ کیا بجز احمدیہ تحریک کے کوئی دیگر تحریک مسلمانوں میں قائم ہوئی جس کا ماٹو رجوع الی القرآن والسنّۃ ہوا؟ نہ صرف یہ امر واقعہ ہے کہ سوائے احمدیہ تحریک کے اور کسی نے دین قیّم اور اسلامی نظام کی جانب اپنا تمام تر رُخ نہ کیا بلکہ یہ بھی مسلّمہ بات ہے کہ غیر مسلموں میں ترویج صداقتِ تعلیم اسلام اور مسلمانوں میں اصلاح اعمال کے اقدامات بجز تحریکِ احمدیہ کے اور کسی نے جاری نہیں کئے۔ جماعتِ احرار ایسی مخالف جماعت کے صدر چوہدری افضل حق کو بھی مجبوراً بر ملا یہ کہنا پڑا کہ

"مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت، تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا، ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کرکے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا، اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ بلکہ دُنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے"

(فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلا بازیاں۔ صفحہ ۴۶)

اب دیکھو یہ کیسا اعترافِ حقیقت ہے جو ایک مخالف کے منہ سے نکلا! سچ بات بھی تو یہی ہے کہ دینِ اسلام کی حقانیت و صداقت اور تمام ادیان و افکارِ حیات پر اس دین کی افضلیت و برتری کو اگر کسی شخص نے اس زمانہ میں سُورج کی طرح روشن ثابت کر دکھلایا تو وہ یہی مجدّدِ زمان و مسیحِ دوران شخص ہے نہ کوئی اور! یہی وہ واحد انسانِ صادق ہے جس نے متقاضئ زمانہ کے عین مطابق دینِ اسلام کی صداقت کو دلائل و براہین اور قلم و علم کے ذریعہ کماحقہٗ منوا کر مسلمانوں کے قلوب میں اسلام پر سچا ایمان پیدا کر دکھلایا!! کب تک اور کہاں تک ان واقعاتِ حقّہ سے اِنکار کیا جائے گا!!!

جیسے ہم یہ کہہ رہے تھے نظامِ اسلام کو قرآن و سنّت کے نہج پر استوار کرنا وہ اصُول ہے جس کے قائل آج مسلمان ہوتے چلے جا رہے ہیں اگرچہ ابتک ان کا یہ قول محض زبان کے کہنے تک محدود ہے۔ ان کے انفرادی و اجتماعی عمل میں کہیں یہ اصُول کار فرما دکھلائی نہیں دیتا۔ لیکن اس شخص کے کمال تعلق باللہ اور محبّ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہونے کا ایک عظیم ثبوت یہ بھی ہے کہ نہ صرف اس نے اس عظیم اصُول کا علمی رنگ میں احیاء کیا بلکہ اپنی زندگی میں عملی طور پر ایک جماعت کے نظام و اعمال میں قرآن و سنّت کا احیاء کر دکھلایا جس کا برملا اعتراف علامہ اقبال کو اپنی مشہور تقریر علیگڑھ میں کرنا پڑا کہ اگر اس زمانہ میں ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ تمہیں دیکھنا ہو تو وہ تمہیں اس فرقہ میں نظر آئیگا جو قادیان میں پیدا ہُوا ہے۔ اگر یہ صحیح امر ہے کہ جماعت احمدیہ کا آخری نصب العین اشاعتِ تعلیم سے بڑھ کر اپنے انفرادی و اجتماعی نظامِ کار میں رُجوع الی القرآن والسنّۃ کے سوا اور کچھ نہیں تو جائے غور ہے، کہ ایسی جماعت کے بانی کے منجانب اللہ صادق اور رسولِ خدا کے سچے محبّ و متبع ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ پھر اگر یہ فرقہ بازی ہے تو ایسی فرقہ بازی بہت ... یہ امر باعث اطمینان ہے کہ مسلمانوں کو ان کا بنیادی اور مقبول

جو ہمیں رجوع الی القرآن والسنۃ یاد آ رہا ہے مگر ان میں کتنے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ رجوع الی القرآن والسنۃ وہ بات جس پر ان کے اسلامی نظام کی بنیاد ہے کہاں سے شروع ہوتا ہے اور اس کے صحیح تقاضے کیا ہیں؟

دینِ اسلام مجموعہ اصولِ صداقت ہے، سچائی اور حقائق پر اس کی بنیادیں قائم ہیں۔ اسی لئے اس دین کی ترقی و عروج کا انحصار بھی صداقت و حقائق پر ہی قائم ہے۔ باطل پر نہ اس کی بنا ہے نہ ہی بطلان کی پیروی سے اس کا نظام عروج پا سکتا ہے۔ پس سب سے مقدم امر یہ ہے کہ مسلمان افراد کی زندگیوں پر آج کہاں تک صداقت کار فرما ہے۔ جب ہم یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم اس دین کے نام لیوا ہیں، جب ہم یہ بتا دیتے ہیں کہ ہماری نجات رجوع الی القرآن والسنۃ میں مضمر ہے تو پھر ہم اپنی انفرادی حیات میں کہاں تک اپنے قول و دعاوی میں صادق اور مخلص ہیں؟ اگر مسلمان افراد کی انفرادی زندگیوں میں ان کے اقوال و دعاوی اور ان کے اعمال و کردار میں کوئی ادنیٰ تطابق بھی موجود نہیں تو پھر ایسی بنیادی صداقت کی عدم موجودگی میں ہم اسلام کی صداقت و اعیار کا موجب کیسے بن سکتے ہیں؟ جب ہماری انفرادی بلکہ جمعی حیات، اسلام کے صادق اصولوں کی سراسر نفی کرتی ہے تو کیا ہم یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہم اسلامی نظام کے قیام میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ جب ہم خود اپنی روزمرہ کی زندگی میں اسلامی نظام یا رجوع الی القرآن والسنۃ کے پابند نہیں بلکہ ہم اپنے اقدامات کو کوئی اہمیت و وقعت ہی نہیں دیتے تو **قول و عمل کی ایسی صریح مخالفت کے ہوتے ہوئے، ہم دینِ اسلام کی صداقت کا دعوے کیسے اور کیونکر کر سکتے ہیں؟** دین کی ابتدا محض زبان کے اقرار سے نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے **دل میں یقین کا ہونا** لازم ہے اور جب دل میں کسی امر کا یقین جاگزین ہو جائے تو اس کا اثر لازماً اعمال و کردار میں ظاہر ہونا ضروری ہے، لیکن اگر اعمال و کردار میں اقوال کی صداقت کا کوئی ادنیٰ سا اثر بھی نظر نہ آئے تو ایسے اقوال و دعاوی نہ تو صادق کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان پر عظیم نتائج مرتب ہونے کی توقع رکھنا کیسی دانشمندی کا تقاضا ہے۔ سوچو! غور کرو! جب مسلمانوں کے اعمال و سیرت اور کفار کے اعمال و سیرت میں کوئی فرق نہ ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ محض مسلمان کے اقوال و دعاوی کے باعث، کوئی اعلیٰ نتائج مرتب ہونے ممکن ہیں؟ کیا قرآن و سنت کی تعلیم کا تقاضا یہی ہے کہ کفار کے مقابل مسلمانوں کے محض ایمان کے اقرار اور بلند بانگ دعاوی منتج بہ فتح و غلبہ ہوا کرتے ہیں؟

**دین کا سارا معاملہ قلبِ انسانی سے شروع ہو کر انسان کے ظاہر اعمال و افعال اور سیرت و کردار پر اثر انداز ہوتا** ہے۔ لیکن آج کا مسلمان اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہو رہا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسلامی نظام چند ایسے جرائم کے بارہ میں حکومت کے قوانین و تعزیر سے متعلق ہے جس کے نفاذ سے انقلاب پیدا ہوا کرتا ہے۔ ایسا نظریہ تو تعلیم قرآنی اور اُسوۂ حسنہ رسول اللہ کے سراسر مخالف و متضاد ہے۔ ایسا نظریہ تو کفارہ کے عقیدہ کی ایک عملی تشریح ہے جس میں محض ایمان کے **زبانی اقرار مگر اعمال میں ایسے اقرار کے مخالف اعمال پر نجات** موقوف سمجھی جاتی ہے۔ قرآن کریم کے پاک کلام کی قریباً ہر آیت تو ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جو کچھ ثمرات اس دنیا اور آخرت میں مترتب ہوتے ہیں وہ محض اقوال یا نیات سے ہرگز مترتب نہیں ہوتے بلکہ ان کی بنا اعمالِ صالحہ و انسانی کردار کی بدلی ہوئی اعلیٰ سیرت ہوا کرتی ہے۔ **اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون**۔ لوگوں کو تو تم نیکی و خیر کا درس دیتے ہو مگر اپنے نفسوں کے محاسبہ سے غافل و بے خبر پڑے ہو، کیا اس کتاب قرآن سے یہی سبق تم نے حاصل کیا ہے؟ افسوس تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے؟۔ اسی طرح فرمایا **لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب، من یعمل سوء یجز بہ ولا یجد من دون اللہ ولیا ولا نصیرا**۔ تمہاری نیات کیسی ہی نیک کیوں نہ ہوں، ان سے کچھ بھی ثمرات حاصل نہ ہوں گے، نہ ہی اہل کتاب کی نیات سے۔ سارا معاملہ تو اعمال کی کسوٹی پر آ رہتا ہے۔ جب بھی اور **جس کسی کا عمل غلط یا بد ہوگا تو اسے ضرور اس کی سزا مل کر رہے گی**۔ اور یہ ہمارا ابدی قانون اس قدر صحیح و سچا اور اٹل ہے کہ اس کے مقابل کسی قسم کی ولایت یا مدد قطعاً کام نہ آئے گی۔

اسی طرح بلا مبالغہ سینکڑوں آیات اور اُسوۂ حسنہ مبارکہ رسول اللہ صلعم کے واقعات دیئے جا سکتے ہیں جن میں اس قانون محکم کی تشریح ہے کہ جو نتائج مترتب ہوں گے وہ اعمال کی بنا پر ہی ہوں گے، کسی فرد یا قوم کے محض اقوال یا دعاوی و نیات ہرگز کام نہ آئیں گے۔ اسی لئے تو اسلام میں یہ مقولہ رائج ہو گیا کہ روزِ قیامت اعمال کا ترازو قائم کیا جائے گا یا یہ کہ اعمال تولے جائیں گے۔ آخرت کے روز اعمال کا تولا جانا جہاں ایک صداقت ہے وہاں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اسی دنیا میں بھی یہی خدائی قانون رائج اور جاری و ساری ہے۔ البتہ روزِ آخرت اس کا نظارہ زیادہ روشن نظر آ جائے گا لیکن ہر آئندہ آنے والی گھڑی اس صداقت کی گواہ کھڑی ہے کہ جو اعمال گذشتہ وقت میں کسی نے کئے ہیں، اس کا نتیجہ موجودہ ثمرات آئیں اسے مل رہا ہے۔ پس جبکہ اعمال و افعال یا کردار و سیرت کا محکم و ابدی قانون نہ صرف آخرت میں بلکہ اسی دنیا میں اور دنیاوی میدان میں بھی صحیح و سچ ثابت ہو رہا ہے تو پھر اسلامی نظام یا رجوع الی القرآن والسنۃ کے بارہ میں یہ اصول کیسے تبدیل ہو سکنا ممکن ہے؟ یہ تو محض ہمارے خود تراشیدہ خیالات و جذبات اور تبدیلی خیر سے گریز کی راہیں ہیں جن کو ہم نے اپنایا ہوا ہے اور جنہیں ہم ترک کرنا موت سے زیادہ دشوار سمجھتے ہیں، کیا یہی راہیں پہلے مخالفینِ حق نے اختیار نہ کی تھیں جنہیں قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے **فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ**۔ ہم نے تو ایسی ایسی صداقتیں اور بصیرت کی راہیں بتلائیں جن کا اعتراف خود انہیں بھی ہے مگر پھر بھی انہیں ان پر عمل پیرا ہونے پر انکار ہے۔ دوسری جگہ اس انکار کی وجہ بھی بتلا دی جب یہ فرمایا **بما لا تھوی انفسکم استکبرتم**۔ **یہ تمہارا اعمال کی جزا و سزا سے انکار اپنے نفسوں کی خواہشات کے باعث اور تمہارے کبر نفس کی وجہ سے ہے۔**

اگر قرآن حکیم نے ابدی صداقتیں بیان فرمائی ہیں، اگر سنت رسول صلعم انہی ابدی صداقتوں کی عملی تفسیر ہی ہے تو پھر مسلمان کو یقینی طور پر یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی نظام باہر سے بہ جبر **نہیں ٹھونسا جا سکتا بلکہ وہ ایک قلبی کیفیت ہے جو دل میں حتمی یقین سے پیدا ہوتی اور پھر افراد کے**

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۱ کے نیچے)

# جلسہ سالانہ خواتین ۲۲ دسمبر ۱۹۷۷ء میں

## محترمہ بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ کی تقریر

محترمہ صدر جلسہ و میری معزز بہنو -

چند باتیں جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہوں شاید آپ پر گراں گذریں - کچھ حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا انسان سامنا نہیں کرنا چاہتا اس لئے میں بیان کرنے سے پہلے معافی کی خواستگار ہوں - آپ میں میری بزرگ اور قابلِ احترام ہستیاں موجود ہیں - اور مجھے یہ سب کچھ کہنا اچھا تو نہیں لگتا - یہ جانتے ہوئے میں جرأت کر رہی ہوں - کیونکہ کسی کو تو بہرحال کہنا ہی ہے - اور میری مخاطب تمام جماعت ہے - جس میں مرد بھی شامل ہیں -

والعصر ۝ انّ الانسان لفی خسر ۝ الّا الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت و تواصوا بالحق ۝ و تواصوا بالصّبر ۝ (سورۃ العصر)

انسان کی زندگی میں سب سے قیمتی سرمایہ وقت ہے - جس کی قسم ان آیات میں کھائی ہے - انسان کا ہر عمل وقت کے ساتھ وابستہ ہے - اگر وقت کا صحیح اور مناسب استعمال کر لیا - یا اس کو ضائع کر دیا - یا اس کو عبث کاموں میں گذار دیا اور اس سے غافل رہے، وہ تو ہر صورت میں گزر جاتا ہے - اور پھر کسی قیمت پر دوبارہ واپس نہیں آتا - اسی طرح عمر کا سرمایہ وقت کے ساتھ ساتھ گھٹتا جاتا ہے - اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ باقی نعمتیں اگر کھو دی جائیں تو دوبارہ کوشش کرنے سے کسی قدر حاصل ہو جاتی ہیں - لیکن زندگی کا ایک گذرا ہوا کوئی لمحہ واپس نہیں آ سکتا - اس لحاظ سے انسان ہر وقت خسارہ میں رہتا ہے - اس کی مثال اس دوکاندار کی ہے جس کا سرمایہ برف ہو جو ہر وقت پگھلتی جا رہی ہو - انسان وقت یا تو بغیر کسی کام کے گذار دیتا ہے اور یا عبث کاموں میں صرف کر دیتا ہے - اور یہی اس کا خسارہ ہے -

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے اس نعمت کو کس طرح صرف کیا - عملِ صالح میں یعنی کسی نیکی کے کام میں یا اس کے برعکس - اس پر نہ صرف دنیاوی زندگی کا دار و مدار ہے بلکہ دائمی زندگی کا انحصار صرف انہی اعمال پر ہے -

آج کل ایسے لگتا ہے کہ تمام دنیا مصائب میں گھری ہوئی ہے - ہر طرف پریشانیاں ہی نظر آتی ہیں اور سوچ کر DERRESSION ہونے لگتا ہے - کچھ مصائب تو عالمگیر نوعیت کے ہیں - اور بعض صرف اپنے ملک سے تعلق رکھتے ہیں - اور پھر کچھ ایسے بھی ہیں جو کہ جماعتی رنگ میں نمودار ہو گئے ہیں - جو کہ ہماری اپنی غفلت اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہیں - بسا اوقات ہمیں اس کا احساس بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات نادانستہ ہو جاتے ہیں -

بعض پریشانیاں تو ناگہانی ہوتی ہیں جن کو سمجھنا انسان کے لئے اتنا آسان نہیں ہوتا کہ فلاں مصیبت کسی قوم پر کیوں آئی - آیا اس میں لوگوں کے اعمال کا بھی حصہ ہے یا کہ آسمانی آفت ہے جس میں نیک و بد سب گھر جاتے ہیں

لیکن جو مصائب عموماً جماعتی قسم کے ہوتے ہیں ان پر اگر غور کیا جائے تو ان کے اسباب سمجھنے زیادہ مشکل نہیں ہوتے - ایک باشعور انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے - یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس کا اعتراف نہ کرے -

میں آپ کی توجہ اپنی انہی کوتاہیوں کی طرف دلانا چاہتی ہوں، جو کہ آج مشکلات بن چکی ہیں اور مصائب کا رنگ اختیار کر رہی ہیں - اور آج ہمیں اپنے مقصد کے حصول سے دُور لئے جا رہی ہیں -

وہ مقصد جس کے حصول کے لئے ہمارے بزرگوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں - جنہوں نے اپنا سارا سرمایہ زندگی اسی میں لگایا تھا - اور حضرت مرزا صاحب سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کیا - اپنے دن رات اعمالِ صالح میں گذار دیئے - اور ان لوگوں میں جا شامل ہوئے جو کہ الّذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت و تواصوا بالحق و تواصوا بالصّبر کے مصداق ہوئے اور ان کے لئے کوئی خسارہ نہیں -

لیکن ان کے برعکس ہم کیا کر رہے ہیں، ایک بات تو ہمارے لئے نہایت قابلِ تحسین ہے کہ ہم نے زمانہ کے ایک چیلنج کا مقابلہ کیا اور مسیح موعودؑ کی جماعت سے وابستگی قائم رکھی - یہ بہت بڑی بات ہے - ۱۹۷۴ء کے طوفان سے بچتے بچاتے کشتی کو باہر نکال لائے - لیکن کیا اس کے بعد ہماری ذمہ داری ختم ہو گئی ہے؟ یا کہ زمانہ کے موجودہ حالات میں کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے؟

آئیے ہم اپنا جائزہ لیں کہ ہم اپنے اوقات کو کس طرح گذار رہے ہیں - کیا ہم ان کاموں میں مصروف ہیں جو اس کام کو آگے بڑھائیں گے جس کا کہ ہم دعوےٰ کرتے ہیں جو کہ ہمارا مشن ہے یا ان کاموں میں جو کہ اس کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں -

کیا ہمارے لئے یہ دینی جماعت ایک سیاسی کھیل بن گیا ہے - اور اس کی کوشش میں اپنی تمامتر کوششیں اور وقت صرف کر رہے ہیں؟

یا پھر ہم ان میں سے ہیں جو کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں - اور ان کی بلا سے جو ہو سو ہو - جانتے ہوئے بھی انجان بن جاتے ہیں - اور حق بات اور حق گوئی سے کتراتے ہیں یا کسی مفاد کے پیشِ نظر خاموشی اختیار کر جاتے ہیں -

یا پھر ان سے ہیں جو کہ صرف نکتہ چینی کرنا جانتے ہیں - اور ہر کام کی ذمہ داری دوسرے پر ڈالتے ہیں -

میرے ذہن میں اس قسم کے سوال اُٹھتے ہیں اور میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ بھی سوچیں اور ان کا جواب تلاش کریں -

یا خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہم ان میں سے تو نہیں ہیں جو کہ زکاثر کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں - اور باقی ہر بات سے غافل ہو گئے ہیں - یعنی ہمارے لئے صرف دُنیا کے دھندے رہ گئے ہیں کہیں روزگار کی فکر - کہیں بچوں کے تفکرات - کہیں زندگی کی آسائشوں کا غم اور کپڑے زیور اور پھر ان میں ورائٹی کی فکر دامنگیر ہے اگر ہم اسی کچھ ہیں تو پھر کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اپنی دنیا سنوارنے کی کوشش میں لگ جائیں اور ایک دینی جماعت یعنی احمدیت کا لیبل (LABEL) اتار دیں -

ہم میں سے ہر ایک تو بزرگ نہیں بن سکتا - بزرگی اور بڑائی تو اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے - لیکن ہم میں سے ہر ایک پر خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا - مرد ہو یا عورت فرائض عائد ہوتے ہیں - اور آپ اس کو بخوبی سمجھتے ہیں - اور ہر ایک اس کا جائزہ خود لے سکتا ہے -

جائزہ لینے کے لئے ہم ایک اصول بنالیں - تو اپنا محاسبہ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے:-

اگر ہمارا عمل (خواہ کوئی بھی ہو) ایسا ہے جو کہ اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق ہے - جس میں نیکی اور ایمانداری ہے - جو کہ جماعت کو تقویت دیتا ہے اور ہمارے مشن کو جو کہ اشاعت اسلام ہے ترقی دیتا ہے - تو ہم نے اپنے وقت کا صحیح مصرف کیا -

اور اگر ہمارا عمل اس کے برعکس ہے - ہم ایسے کاموں میں مصروف ہیں جن کا تعلق احمدیت سے کجا دُنیا کے بھی گھٹیا مشاغل میں سے ہے تو پھر ہم اس خوش فہمی کو دلوں سے ہٹالیں تو اچھا ہے کہ ہم احمدی

ہیں اور امامِ وقت کے وفادار ہیں۔

لیکن مشکل تو یہ ہے کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ:۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۔

پھر تم سے ان نعمتوں کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ جن سے تم کو نوازا ہے۔

کہ ہم ان نعمتوں کو کس طریقہ پر بروئے کار لائے ہیں۔ اور وقت جو کہ سب سے بڑی نعمت ہے کیا اس کے متعلق باز پرس نہیں نہیں ہوگی کہ اس کو کس طرح صرف کیا، نیکی کے کاموں میں صرف کیا، اور جو دین کی خدمت کے لئے اٹھا اسکا ساتھ دیا۔ اس کی کوششوں اور محنت کو سراہا۔ اس شخص کا نیک عمل (چاہے وہ کوئی بھی ہو) تو اللہ تعالےٰ کے ہاں ریکارڈ میں آ گیا۔ اس کا اجر بھی اللہ تعالےٰ کے پاس ہی ہوگا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم نے کیا کیا۔ ہماری CONTRI BUTION اس میں کیا ہے۔ POSITIVE ہے یا NEGATIVE ہے یا NILE ہے۔

ہمیں ان باتوں کا جائزہ لینا ہے۔ ہمیں سوچنا ہے کہ ہمارے قدم کدھر کو جا رہے ہیں۔ کیا اس طرف اٹھ رہے ہیں جو راستہ ہمارے لئے اللہ تعالےٰ کے حکم سے مسیح موعودؑ نے متعین کیا ہے۔ یا کسی اور طرف۔ جو کہ ہمیں حصول مقصد سے دُور جا پھینکے گا۔ کیا ہم ان کے ساتھ ہیں جو کہ اشاعتِ اسلام کے لئے کوشاں ہیں یا ان کے نیک کاموں میں مشکلات حائل کرنے والوں میں ہیں۔ اس لئے جماعتی کاموں میں ہماری ذمہ داری یا ہمارا رول نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک عمل کے اعتبار سے عورت اور مرد برابر ہیں۔ جزا اور سزا دونوں کے لئے یکساں ہے۔ عورت کے لئے اس میں کوئی رعایت نہیں۔ تو پھر ہم اپنے آپ کو ان کاموں سے الگ کس طرح سمجھ سکتی ہیں ہاں البتہ کام مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔

اب ایک آخری امر کے متعلق توجہ دلانا چاہتی ہوں، وہ ہے:۔
تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔

ہر ایک انسان کو چاہے وہ گھریلو زندگی ہو۔ روزگار کا سلسلہ ہو یا جماعت کے کام ہوں ایک امر سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اور وہ ہے ایک دوسرے سے تعاون یعنی CO-OPERATION۔ ہمارا ایک دوسرے سے تعاون کس بات پر ہوتا ہے۔ اور کس کام کے لئے ہوتا ہے۔

اس کے لئے حکم آیا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ یعنی نیکی اور تقوےٰ کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ اور گناہ اور زیادتی کے لئے ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ ہمیں اس کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ کہ ہم اپنی روز مرہ کی زندگی میں اور پھر اپنی اجتماعی زندگی میں کن لوگوں اور کن کاموں کا ساتھ دیتے ہیں کیا ان کاموں کے لئے جو کہ دوسروں پر زیادتی اور نا انصافی کے لئے ہوتے ہیں۔ یا اُن لوگوں کے ساتھ CO-OPERATE کرتے ہیں جو نیکی اور تقوےٰ کے کام کرتے ہیں۔ جو کہ جماعت کے کام یعنی اشاعت اسلام کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس تعاون کے لئے اور اس کی نوعیت کے لئے بھی سب برابر ہیں۔ عورت اور مرد سب کا برابر کا محاسبہ ہے۔ جماعت کی بقا اور ترقی کے لئے باہمی تعاون لازمی چیز ہے۔ لیکن اس کا اُصول اللہ تعالےٰ نے مقرر کر دیا ہے۔ اگر ہم میں تعاون کا فقدان ہے تو ہم اس کے لئے بھی ذمہ دار ہونگے کسی نیک کام میں ہمارا تعاون ہے یا عدم تعاون ہے اس کا جائزہ ہم میں ✲

✲ ہر ایک خود کر سکتا ہے۔

ہمارے بچوں میں اور ہم سے چھوٹوں میں اس کا شعور ہمارے نمونہ سے ہی پیدا ہوگا۔ اس لئے ہم پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

آپ سے التماس ہے کہ آپ میری ان گذارشات پر غور فرمائیں۔ میں نے حق بات کہنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ایسی زندگی گذاریں اور اپنے وقت کا مصرف ایسا کریں کہ ہر آنے والی صبح ہمیں گذرے ہوئے دن سے بہتر حالت میں پائے۔ آمین۔

---

تحریر ساجدہ رحمٰن۔ (ایک طالبہ)

# مذہب کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے

مذہب کے معنی ہیں راستہ اور دین کے معنی اطاعت کے ہیں اور اسلام کے معنی سلامتی کے ہیں۔ خدا کے نزدیک کوئی مذہب اور دین ہے تو وہ اسلام ہے۔

انسان کی پیدائش کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ خدا کی صفات کا اظہار کرے۔ یعنی جس طرح خدا موجد ہے انسان بھی ایجادات کا باعث ہو۔ جس طرح خدا نے اپنی مخلوق کی ضروریات پوری کرنے کے انتظامات کئے ہیں انسان بھی کسی حد تک یہ کام کرے۔

زمین اور فضاء میں پوشیدہ خزائن کی تلاش کرے اور ان کو بنی نوع انسان و دیگر مخلوقات کی بھلائی کے لئے استعمال کرے۔ علاوہ ازیں اپنے خالقِ حقیقی سے تعلق پیدا کرے اور اس کی طرف لوٹ جانے کے لئے تیار رہے۔

اس ساری جد و جہد کے لئے خدا نے خود ہی انسان کی ہدایت کے لئے نبیوں کا سلسلہ جاری کیا اور ان کے واسطہ سے اپنی ہدایات کتابی شکل میں ہم تک پہنچا دیں۔ البتہ اس کتاب سے فائدہ صرف وہ اٹھا سکتے ہیں جن کے اندر تقوےٰ ہو۔ اپنی پاک کتاب قرآن کریم کی دوسری سورۃ کے شروع میں ہی بتلا دیا کہ یہ صرف متقین کے لئے ہدایت بن سکتی ہے۔ تقوےٰ سے مراد ہے بچنا ہر اس چیز سے جو گمراہی کا باعث بنتی ہے۔ علاوہ ازیں حق کی جستجو کرنا اپنے رب کی اطاعت کرنا۔ یہاں میں ایک مثال پیش کرتی ہوں وہ یہ کہ جس طرح آپ سب کو علم ہے کہ سمندر کا پانی بخارات بن کر اُڑ جاتا ہے اور بلندیوں پر پہنچ کر یہ بخارات پھر آبی قطرات کی شکل اختیار کر کے بارش کی شکل میں برسنے لگ جاتے ہیں اب یہ پانی چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کی شکل میں سفر کرتے ہیں۔ بڑے دریاؤں کی شکل اختیار کر کے پھر سے سمندر میں آ ملتے ہیں۔

اسی طرح انسان کی پیدائش خداوند کریم نے اپنی فطرت پر کی ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ جس طرح پانی واپس سمندر میں پہنچتا ہے انسان بھی اپنے خالق کے پاس واپس پہنچ جائے اور واپسی کے لئے جو راستہ انسان کو خدا نے بتلایا ہے وہ دین اسلام ہے اور اسی پر چل کر ہم خالقِ حقیقی سے ملاقی ہو سکتے ہیں۔ جس طرح ندی نالے مل کر بڑے دریاؤں میں شامل ہو کر سمندر میں پہنچ جاتے ہیں، اسی طرح انسان ایک ملت کا فرد بن کر اور ایک سچے دین کا پیرو ہو کر ہی آگے بڑھ سکتا ہے۔

پس جماعتی زندگی کے بغیر ملت کی تکمیل نہیں ہوتی اور ملت کے بغیر دین میسر نہیں آتا۔ پس انسان کو اپنی منزل پر پہنچنے کیلئے جس مذہب کی ضرورت ہے وہ مذہب ہے اسلام۔

# برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ[1]

از قلم مبلغ انچارج برلین مسلم مشن و امام مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب

دور دور ممالک سے احباب اس مدت کے دوران برلین مسجد میں آئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ مل کر نمازیں ادا کیں اور ہمارے ہاں منعقد ہونے والے اجتماعات میں حصہ لیا اور یوں اجتماعات کی رونق کو بڑھایا۔ الحمد للہ۔

## ۱۔ ہالینڈ سے جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کا برلین مسجد میں آنا۔

ہالینڈ سے جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کا ایک گروپ برلین مسجد کی زیارت کے لئے آیا۔ اس گروپ میں مرد اور عورتیں شامل تھیں اور ان کی قیادت مولانا جگو صاحب اور جماعت اوٹرخٹ کے صدر ایوب صاحب کر رہے تھے۔ یہ گروپ مسجد سے ملحقہ مکان ہی میں ٹھہرا۔ سب کے لئے انتظام کر دیا گیا۔ سب نے مل کر جمعہ کا دن گذارا اور اتوار کی صبح کو یہ گروپ واپس ہالینڈ روانہ ہو گیا۔

اس گروپ کے قیام کے دوران کئی ایک تقاریر کی گئیں۔ اسلام اور احمدیت سے متعلق مختلف مسائل پر روشنی ڈالی گئی اور حضرت امام الزمان مرزا غلام احمد صاحبؒ کے دعوےٰ مجددیت و محدثیت اور دعویٰ مسیح موعود پر تقاریر کی گئیں اور لفظ "نبی" کے استعمال کی حقیقت کو واضح کیا گیا۔ بہت سی تقاریر کو ریکارڈ کر لیا گیا۔ یوں برلین مشن میں چند دن خوب گہما گہمی رہی۔ ہمارے حلقہ سے جرمن نو مسلم اور دیگر احباب نے بھی شمولیت کی۔ اور وہ ایک دوسرے سے ملاقات کر کے بڑے خوش ہوئے۔

مولانا جگو صاحب نے بھی حاضرین کے سامنے احمدیت پر روشنی ڈالی اور ایوب صاحب نے احباب سے روپیہ جمع کر کے مسجد کو بطور تحفہ پیش کیا۔ جزاہم اللہ۔

## ۲۔ ایک جرمن نوجوان کا قبول اسلام۔

ہالینڈ کے گروپ کے لئے یہ امر بڑا ہی خوشی کا باعث ہوا۔ جب ایک جرمن نوجوان نے جو یہاں یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے۔ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ یہ نوجوان ایک عرصہ سے ہماری میٹنگز میں حصہ لے رہا تھا۔ ہفتہ وار میٹنگز میں اس کا قرآن کریم کے درس کو سُننا بعد میں سوالات کرنا، اس طریق سے اس پر اسلام کی صداقت واضح ہو گئی اور اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اعلان کرنے سے پیشتر اس نے اسلام کی صداقت پر ایک مقالہ پڑھا جس میں اس نے اسلام کے اصولوں کی صداقت کو بیان کیا اور ان کا مقابلہ عیسائی مذہب کے اصولوں سے بھی کیا۔ سب حاضرین نے قبول اسلام پر اس کو مبارک باد دی۔ اس کا نام محمد سعید رکھا گیا۔

## ۳۔ مقامی ڈیلی اخبار کا جرنلسٹ۔

انہی دنوں مقامی ڈیلی اخبار کے ایک جرنلسٹ نے مسجد میں آنے کا پروگرام بنایا تھا۔ جرنلسٹ کے لئے ہالینڈ سے آیا ہوا گروپ بھی باعث دلچسپی ہوا۔ اس نے ہمارے گروپ اور خواتین کی بالخصوص کئی ایک تصاویر اتاریں۔

یہ جرنلسٹ مسجد میں کیوں آیا؟ اس کی وجہ اس ڈیلی اخبار میں شائع کی گئی تصویر اور اس تصویر کے ساتھ لکھا ہوا ایک ریمارک تھا۔ اس تصویر اور اس ریمارک کی طرف میری توجہ ایک یونیورسٹی سٹوڈنٹ نے دلائی۔ وہ میرے پاس دفتر میں آیا اور اخبار سے یہ تصویر مجھے دکھائی یہ ریمارک مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔

اس تصویر اور ریمارک کو مدِ نظر رکھ کر میں بحیثیت امام برلن مسجد دو صفحات پر مشتمل ایک خط چیف ایڈیٹر کو لکھا اور بتایا کہ ریمارک اسلام کی تعلیمات سے ناواقفی کی وجہ سے لکھا گیا ہے۔ چیف ایڈیٹر نے معذرت کی۔ پہلے ٹیلیفون پر اور بعد میں ایک خط لکھ کر۔ طے پایا کہ اسلام کی صحیح تصویر کو پیش کرنے کے لئے وہ اپنے جرنلسٹ کو بھیجے گا اور ایک انٹرویو کے رنگ میں اسلام سے متعلق اس غلط ریمارک کا ازالہ کر دے گا۔

چنانچہ وہ جرنلسٹ آیا اور میں نے ایک جرمن نومسلمہ کو انٹرویو کے لئے پیش کیا۔ تا وہ بحیثیت ایک جرمن خاتون اسلام کے بارہ میں چند ایک اصولی باتیں اسے جواب میں کہہ دے۔ یہ انٹرویو بعد میں چھپا۔ اور اس غلط ریمارک کا قدرے ازالہ ہو گیا۔ چیف ایڈیٹر نے لکھا کہ ایسے ریمارک آئندہ اس کی اخبار میں شائع نہیں ہوں گے۔

## ۴۔ قاہرہ ریڈیو کے لئے انٹرویو۔

قاہرہ ریڈیو کے لئے انٹرویو ریکارڈ کرایا گیا۔ قاہرہ سے آئے ہوئے جرنلسٹ نے مجھ سے مسجد کی تاریخ اور ہماری تبلیغی سرگرمیوں کے بارہ میں سوالات کئے۔ یہ گفتگو جرمن زبان میں ہوئی۔ چنانچہ میری موجودگی میں ہی اس نے میرے الفاظ عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھ لیا۔ اور بعد میں وہ انٹرویو مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔ انٹرویو میں میں نے مسجد کی تاریخ کو بیان کیا اور مولانا صدر الدین صاحب کا بحیثیت نائب صدر جماعت احمدیہ لاہور یہاں آنا اور مسجد بنانا۔ بحیثیت امام یہاں قیام کرنا اور بعد میں قرآن کریم کا ترجمہ جرمن کرنا اور تفسیر لکھنا بیان کیا۔ جماعت احمدیہ لاہور کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو بحیثیت بانی تحریک احمدیت پیش کیا۔ ان کے دعوئ مجددیت کو بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ ان کے بحیثیت مجدد آنے سے مسیح کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔

اپنی تبلیغی مساعی کو بیان کیا۔ جمعہ اور ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات کی اہمیت کو بیان کیا۔ مختلف اسلامی ممالک سے آئے نوجوانوں کی شمولیت کو بیان کیا۔ اسلام پر جو لٹریچر مشن نے شائع کیا اسے بیان کیا اور بالآخر بیان کیا کہ دوسو کے قریب جرمن مرد اور عورتیں میرے قیام کے دوران داخل اسلام ہوئے۔ اس جرنلسٹ نے بعد میں مجھے ٹیلیفون کیا اور بتایا کہ اس نے اس انٹرویو کو قاہرہ بھیج دیا ہے۔

## ۵۔ جمعہ اور ہفتہ کے دن ہونے والے ہفتہ وار اجتماعات

مسجد میں خدا کے فضل سے جمعہ کے دن اور ہفتہ کی شام کو ہونے والے اجتماعات باقاعدہ منعقد ہوتے رہے۔ جن میں مسلمان احباب اور عیسائی دوست شریک ہوتے رہے۔ ان اجتماعات میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں مختلف مسائل پر خطبات و لیکچرز دیئے گئے۔ جمعہ کے دن پاکستان۔ بنگلہ دیش۔ انڈونیشیا و ملیشیا سے آئے ہوئے افسران اپنے قیام کے دوران مسجد میں آتے رہے۔

## ۶۔ مغربی جرمنی سے پانچ گروپ کا مسجد میں آنا۔

چھوٹے اور بڑے پانچ گروپ مسجد میں آئے۔ انہوں نے مجھ سے اسلام کے بارہ میں سُنا۔ دو عرب نوجوان بھی جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے مسجد میں آئے۔ میں نے انہیں اپنی تبلیغی مساعی سے آگاہ کیا۔

(باقی بر صفحہ کالم ...)

---

[1] از ۵ اپریل تا ۳۰ جون ۱۹۷۷ء۔ اس رپورٹ کے تاخیر سے شائع ہونے پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

مذہب و سیاست

ابو سلمان ایم۔ اے۔

# ...رت مسیح موعودؑ کی بدیہی شہادت کی صداقت

## کیا حضرت مسیحؑ کشمیر میں فوت ہوئے؟!

[ایک جرمن سکالر مسٹر اینڈریس فیبر کیزر نے اپنی تازہ تصنیف میں ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنے صلیبی زخموں کے ٹھیک ہونے کے بعد اپنی والدہ مریمؑ اور اپنے حواری تھامس کے ساتھ کشمیر میں حتمی طور پر رہائش پذیر ہونے کے لئے مشرق کی طرف چلے گئے جہاں انہوں نے طبعی موت پائی اور وہ سرینگر کے قریب روزابل کے گرجے کے تہہ خانہ میں دفن کئے گئے۔ یہ مضمون "دی ٹائمز آف انڈیا" کے ایک شمارے سے ترجمہ کر کے ہدیہ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔ اس کے مندرجات سے حضرت مسیح موعودؑ کی بدیہی شہادت کی صداقت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے پہلی دفعہ حضرت مسیحؑ کے سفر کشمیر کے بارے میں دنیا کو آگاہ کیا تھا]

امریکہ میں ایک علمی و تحقیقی مقالہ غیر معمولی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس نے حقیقت میں ایک طوفان کھڑا کر دیا ہے۔ اس پر بڑی لے دے ہو رہی ہے اور بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہے۔ عوام و خواص میں مختلف و متضاد ردِ عمل ہو رہا ہے۔ سخت نکتہ چینی ہو رہی ہے۔ طعن و تشنیع زوروں پر ہے۔ ... سٹ پٹا رہے ہیں۔ خاص طور پر اس لئے کہ اس مقالہ نے عالم ... کے کثیر الاشاعت اور مضبوط و مستحکم مذہب عیسائیت کے دل پر حملہ ... ہے۔

اس مقالہ میں بڑے صاف اور مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کشمیر میں فوت ہوئے تھے۔ ایک معروف جرمن فلسفی مسٹر اینڈریس فیبر کیزر (ANDREAS FABER — KAISER) نے اپنی تازہ تصنیف "حضرت مسیحؑ کشمیر میں فوت ہوئے" (JESUS DIED IN KASHMI...) میں بڑی شرح و بسط سے ثابت کیا ہے کہ

حضرت مسیح ناصریؑ نہ صلیبی موت مرے، نہ مرکر دوبارہ جی اٹھے بلکہ اپنے صلیبی زخموں کے مندمل ہونے کے بعد وہ اپنی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ اور اپنے عزیز و محبوب حواری جناب تھامس کے ساتھ دور دراز کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ حضرت مریمؑ کو اس طویل سفر کی صعوبتیں برداشت نہ ہوئیں وہ ہندو پاک سرحد کے قریب مقام کوہ مری میں انتقال کر گئیں۔ جبکہ حضرت مسیحؑ کشمیر میں جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں ایک نئی زندگی کا آغاز کیا اور صاحب اولاد ہوئے (سرینگر کے ایک باشندے صاحبزادہ بشارت سلیم کے پاس آج بھی ایک مکمل و تمام شجرۂ نسب ہے جس کے مطابق اس کا سلسلۂ نسب براہِ راست حضرت مسیح ناصریؑ سے جا ملتا ہے) فلسفی موصوف کے محققانہ نظریہ سے مزید پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کا بڑھاپے کی طویل عمر میں طبعی موت سے انتقال ہوا۔ اور کشمیر کے نواح خانیار روزابل (ROZABAL) کے گرجا کے تہہ خانہ میں دفن کئے گئے۔ حواری تھامس آگے جنوبی ہندوستان کی طرف چلے گئے، جہاں وہ اپنے خداوند یسوع مسیح کی تعلیمات کا پرچار کرتے کرتے فوت ہو گئے۔

یہ ہے اس کتاب کا خلاصہ۔ کوئی شخص اس کے استدلال کو دور از کار اور جذباتی و مہمل قرار دے کر بہ آسانی رد کر سکتا ہے، بالخصوص جبکہ یہ ایک ایسے مذہب کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہو، جس سے دنیا بھر کے قریباً ایک ارب یا دس کھرب لوگ وابستہ ہوں اور انہوں نے حیاتِ مسیحؑ کے بارہ میں اناجیل کی مروجہ تعلیمات کو بلا چون و چرا مان بھی لیا ہو۔ تاہم محقق موصوف کی اس تالیف کو پڑھ کر اسے مراقی یا خبطی کہنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ اس کی یہ تالیف ایک نئے اور دلچسپ نقطہ نظر کو پیش کرنے کے سلسلہ میں عالمانہ ریسرچ کی ایک محققانہ کاوش ہے۔ آپ فاضل محقق کے قیاسات و دلائل کو قبول نہ کریں تو الگ بات ہے تاہم آپ یقیناً اس تالیف کو دلچسپی کے ساتھ پڑھنے پر ضرور مجبور ہوں گے۔ انجیلی واقعات کے حوالہ سے فاضل محقق ان کو حقائق و تاریخ کی روشنی میں پیش کرتے ہوئے ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس اختلاف کے جواز اور اپنے موقف کی تائید کی خاطر تفصیلی شہادتوں کی ایک طویل فہرست بھی پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی مدعی ہیں کہ انہوں نے کسی امر واقعہ کو قدر عرفی (FACE WALUE) کے طور پر نہیں لیا۔ اگرچہ اسلام کی احمدیہ تحریک (جس نے حضرت مسیحؑ کے تعلق کشمیر

BELIEVED TO BE THE TOMB OF JESUS: Ac cording to Srinagar Muslims this building houses the tomb of Hajarat Yusa Asaf.

پر مسلسل زور دیا ہے) نے فاضل موصوف کے مقالہ میں پیش آمدہ مشکلات کے حل اور ممکن پیچیدگیوں کے سلجھاؤ میں اہم اور وقیع کام سر انجام دیا ہے۔ لیکن وہ اپنا تعارفی کلمات میں اس امر سے بایں الفاظ انکاری ہے کہ یہ کتاب :-

"کوئی احمدی ٹریکٹ نہیں ہے بلکہ ان مختلف امور کی تحقیق و تدقیق کی ایک ذاتی کوشش ہے جو حیات مسیح کے پُر اسرار پہلوؤں پر کسی نہ کسی طرح روشنی ڈال سکیں۔"

**کشمیر** میں حیاتِ مسیح کے بارے میں تحقیقات کرنے پر جس چیز نے سکالر موصوف کو مستعد کیا وہ ہیں انجیل میں کے لاتعداد سوالات، جن کا وہاں کوئی جواب نہیں ملتا۔ حضرت مسیح اپنی ولادت اور بارہ سال کی عمر کے درمیانی عرصہ میں کہاں تھے؟

آپ تیرہ سال کی عمر میں (جبکہ آپ لاپتہ ہو گئے اور یہود کے معبد میں پائے گئے تھے) اور ۲۹ سال کی عمر کے درمیانی عرصہ میں کہاں تھے۔ جبکہ آپ سینٹ جان سے بپتسمہ پاکر نکلے؟ آپ کی زندگی کے ان حصوں کے بارے میں انجیل کیوں خاموش ہے؟ یہ اچھی طرح جانتے سمجھتے ہوئے بھی کہ سبت جونہی شروع ہوتا ہے تو پھر کوئی بھی قیدی صلیب پر لٹکا رہنے نہیں دیا جا سکتا۔ پلاطوس نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کے لئے جمعہ بعد دوپہر کا وقت کیوں مقرر کیا؟ اگر حضرت مسیح حقیقت میں مر گئے تھے اور مُردہ سے زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے یعنی ان کا رفع آسمانی ہو چکا تھا تو پھر اس پتھر کو جس سے آپ کی قبر ڈھکی ہوئی تھی دُور ہٹانے کی ضرورت کیوں تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔

نکتہ چین اور معترض لوگوں کا جواب دینے کے لئے بہت بڑا استدلال جو بظاہر معقول اور ممکن نظر آتا ہے، یہ ہے کہ انجیل نے حضرت مسیح کی زندگی کے انفرادی ادوار کی تفصیلات سے گریز کیا ہے۔ کیونکہ وہ ادوار اپنے تئیں اہم حالات و واقعات سے مبرا تھے اور بہ لحاظ مذہب عیسائیت کے لئے بے موقع، بے محل، غیر مناسب، غیر متعلق اور خارج از بحث تھے۔

محقق موصوف کے نزدیک یہ استدلال درست نہیں ہے۔ ایک روسی سیاح مسمی (NICOAI NOTOVICH) نکوائی نوٹووک گذشتہ صدی کے آخر میں کشمیر کے لداخی دیکن کا کھوج لگا رہا تھا تو اسے لیہہ (LEH) کے مقام پر خانقاہ ہمیس (HEMIS — LAMASER) میں سے پورانی ہزار مخطوطے ملے۔ جن میں حضرت عیسیٰ (ISA) سمیت مختلف انبیاء کرام کی زندگی کے حالات درج تھے (مسٹر فیبر کیزر نے رسم الخط اور علم السنہ کی تحلیل و تجزیہ کی بنیاد پر نتیجہ نکالا ہے کہ عیسیٰ — ISA، یوز — YUZ، یوسو — YUSU، عیسیٰ — ISSA اور یوزا — YUZA — حضرت مسیح کے نام کی تصریحات ہیں)۔

نکوائی نوٹووک کی تاریخی دستاویز کے مطابق بالکل وہی حضرت عیسیٰ — ISA — ملک اسرائیل میں پیدا ہوئے ......... آپ کے والدین مفلس و غریب تھے ........ وہ حق پر ثابت قدم رہنے کے باعث ان کے گھرانے پر انعام کے طور پر اللہ تعالےٰ نے ان کے پہلوٹی کے بیٹے کو مبارک کیا اور مقدس بنایا اور اس کو چن لیا کہ وہ ذلت و مسکنت میں گرے ہوؤں کو مخلصی دلائے۔ بیماروں کو تندرستی دے ......... جب حضرت عیسیٰ تیرہ سال کے ہوئے (تو اس عمر میں یہودی مرد شادی کرتا ہے) ......... وہ اپنے ماں باپ کے گھر سے چوری چھپے بھاگ گئے۔ اس نے یروشلم کو خیر باد کہا اور سندھ کی طرف نکل گئے۔"

**بعد ازاں** اس دستاویز میں حضرت مسیح کے اسفار کا ذکر چلتا ہے (اور مسٹر فیبر کیزر نے سیاحت مسیح کے ہر پہلو پر دیگر تاریخی کتب و رسائل سے حوالے فراہم کئے ہیں۔) وہ سندھ سے گذرے اور پنجاب میں اپنے آپ کو پیغمبر کی حیثیت سے منوایا۔ پھر انہوں نے باقی ہندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک عرضاً سفر کیا اور چھ سال تک مختلف دُور دراز کے علاقوں — بنارس، جگناتھ اور رایا گریبا (RAYA GRIBA) وغیرہ میں گھومتے پھرتے رہے۔

آپ کی وعظ و نصائح سننے کے لئے لوگ ان کے پاس جمع ہو ہو کر جاتے تھے۔ لیکن آپ نے مساوات بنی نوع انسان کی تعلیم دے کر برہمنوں کو ناخوش کر دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک کوئی ایسا خیال کہ برہمن اور شودر آپس میں برابر ہیں، مذہباً بے ادبی اور بے حرمتی ہے۔ برہمنوں نے حضرت مسیح کو اذیت دینے کی کوشش کی۔ روسی سیاح نوٹووک کے ترجمہ کے مطابق آپ کو اپنی جان بچانے کی خاطر علاقہ ہائے ہمالیہ اور پھر وہاں سے آگے ایران کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ آپ ۲۹ سال کی عمر میں واپس اسرائیل پہنچے (فیبر کیزر اپنے اس موقف کو دستاویز کی فوٹو نقول، تراجم اور تفصیلی ترمیم اعداد سے ثابت کرتا ہے)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح کی ہندوستان میں دوبارہ آمد کی وجہ اس خطۂ ارض سے ابتدائی دلچسپی یا دلربائی تھی۔ فیبر کیزر کی یہ دلیل کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے، تین پہلو پیش کرتی ہے۔ ایک تو یہ کہ پلاطوس کی ہمدردی سراسر حضرت مسیح کے ساتھ تھی۔ بطور ثبوت مسٹر فیبر ایک خط کا حوالہ دیتا ہے جو کہ ۳۲ ق م میں پلاطوس کی طرف سے روم کے قیصر کو لکھا گیا تھا۔ اس خط میں رومی افسر نے کھُلم کھُلا مانا ہے کہ یسوع مسیح خداوند خدا کا بیٹا ہے۔ اصل خط روم کی ویٹیکن لائبریری میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے پلاطوس نے جمعہ کو آخری وقت تک حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کی تاخیر کی تاکہ حضرت مسیح کو زیادہ دیر تک صلیب پر لٹکے نہ رہنا پڑے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب حضرت مسیح کو صلیب سے اتارا گیا وہ تا حال زندہ تھے۔ فیبر کیزر طبی شہادت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"مُردہ شخص کے زخموں سے صرف خون بہتا ہے، لیکن جب رومی فوجی افسر نے برچھے کے ساتھ حضرت مسیح کے پہلو کو چھیدا تو پانی ملا خون بسرعت بہہ نکلا۔"

**تیسری** اور آخری حقیقت جس پر مقالہ نگار بحث کرتا ہے اور جو مروجہ یہودی رسم و رواج کے برخلاف ہے وہ یہ کہ حضرت مسیح کو کسی کم گہری قبر میں لٹایا گیا نہ دفنایا گیا۔ بجائے اس کے ان کو کمرے ایسے بڑے مزار یا خانقاہ میں رکھا گیا تھا کہ ہوا بآسانی گزر سکے کیونکہ طبیب ان کے زخموں کا علاج کرتے تھے۔

اپنی دلیل کو مزید پختہ کرنے کے لئے فیبر کیزر ایک خط کا بھی حوالہ دیتا ہے؟ سٹٹگری جرمن انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر کورٹ برنا (DR. KURT BERNA) نے ۱۹۵۹ء میں پوپ جان XXIII کو لکھا تھا۔ اس دستاویز میں ڈاکٹر برنا اس کفن کا تجزیہ کرتا ہے جو حضرت مسیح کو صلیب سے اتارنے کے بعد ان کی نعش کو لپیٹنے کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ جسمانی رطوبت، زخموں کے نشان اور جسم کی ظاہر وضع قطع کا خاکہ جو اس کفن پر نقش ہے، اس سے صاف اور واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں (جو کہ اب ٹیورن میں پڑا ہے) کوئی زندہ اور متنفس شخص پڑا تھا۔

ڈاکٹر موصوف قطعی طور پر لکھتے ہیں کہ ٹیورن کے کفن میں پڑا ہوا شخص مُردہ نہیں تھا۔ فیبر کیزر اپنے مقالہ میں لکھتا ہے کہ:۔

حضرت مسیح کا سفرِ مشرق اس خطرہ کے باعث تھا جس کو وہ قیام فلسطین کے دوران محسوس کرتے تھے۔

تاہم اس مقالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے مقصد و مشن کا پہلا حصّہ اس دنیا میں یہ تھا کہ وہ اسرائیل کے لوگوں کو راہِ حق دکھائیں اور عیسائی مذہب کی تعلیم دیں۔ اور دوسرا یہ تھا کہ اسرائیل کے گمشدہ قبائل کو تلاش کریں اور ان میں خداوند خدا کے کلمہ کی تبلیغ و اشاعت کریں۔ حضرت مسیح نے کشمیر کی نئی زندگی میں بالکل ایسا ہی کیا۔

حقیقت میں جرمن سکالر ایک نا مطبوعہ شہادت پیش کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ افغانستان اور کشمیر کے رہنے والے بیشتر لوگ حقیقت میں اسرائیلی نژاد ہیں۔ فیبر کیزر کا یہ بھی دعوےٰ ہے کہ کشمیر کے علاقہ یسمرگ (YUSHARG) میں رہنے والے لوگوں کے گروہ کے بارے میں اتفاق سے پتہ چلا ہے جو اپنے آپ کو آج بھی بنو اسرائیل کہتے ہیں۔ اور جو حضرت عیسیٰؑ کے مزار کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور وہ سری نگر کے شمالی علاقہ میں واقعہ مزار موسیٰ کی بھی پرستش و پوجا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں حضرت موسےٰؑ کے آثار باقیہ ہیں۔

ایک طرف اگر بائبل کے تقائص و نقل کی تعداد نے فیبر کیزر کو مائل تحقیق و تفتیش کیا ہے تو دوسری طرف اس کی کتاب کے مطالعہ سے بھی اس قدر سوالات ابھرتے ہیں، جن کا جواب اس میں نظر نہیں آتا ——— نہایت ہی سنجیدہ سوال یہ ہے کہ جبکہ جوہر عیسائیت صداقت اور حق پرستی ہے تو پھر حواریین اپنے پیروؤں کو قصداً کیوں گمراہ کریں؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ کیا حواریوں کو تو مذہب عیسائیوں کے دل جیتنے کے لئے غلط بیانی کرنے یا بائبل میں عجیب و غریب واقعات۔ جنمِ مسیح اور رفعِ مسیح وغیرہ گھڑنے کی ضرورت ہو۔ اور عیسائیت کی بنیاد فی الحقیقت ایسی ہی کم گہری اور مصنوعی بنیادوں پر رکھی گئی ہے؟ کیا یہ زمانے کی آزمائش پر کامیابی سے پورا اُترے گی۔؟

اگر فیبر کیزر نے یہ بڑے عام و سادہ لیکن ضروری سوال اُٹھائے ہوتے تو شاید ان کا مقالہ ناقدین کے سخت حملوں سے بہتر طور پر نبرد آزما ہو سکتا۔

بقیہ معالم الا صلاح

اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے، جب تک مسلمان افراد کے قلوب میں ایسی تبدیلی پیدا ہو کر ان کے اعمال و سیرت کو منقلب نہ کر دے تب تک اسلامی نظام کے دعاوی ایک خود فریبی اور دلخوش کُن خواب کی مانند ہیں اور رجوع الی القرآن والسنۃ کے محض زبانی دعاوی ہیں جن پر نتائج ہرگز مترتب نہ ہوں گے۔ اگر صداقت اور حقیقت منظور ہے تو علماء اسلام پر اوّلین فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ پہلے

اپنی انفرادی زندگیوں میں کوئی اعلےٰ انقلاب پیدا کرکے اور پھر ایسے انقلاب سیرت و کردار کی دعوت کی قبولیت اپنی قوم کے افراد میں پیدا کرکے دکھلائیں

اس کے بعد اس امر کی نوبت آئے گی کہ کوئی اسلامی حکومت کہاں تک تعذیری قوانین اسلام کا نفاذ کر سکتی ہے۔ یہی قانونِ خداوندی اور امر ربّی ہے اور یہی کچھ انقلاب آنحضرت صلعم نے اپنی مکی زندگی میں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں پیدا کرکے دکھایا تھا۔ کہ پھر جس پر آنحضورؐ

## برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ۔ بقیہ صـ

**۷۔ لیبیا سے ایک گروپ**۔ لیبیا سے آیا ہوا ایک گروپ جو چالیس افراد پر مشتمل تھا مسجد میں آیا۔ مسجد کی تاریخ، مسجد کی مساعی قرآن کریم کا ترجمہ بزبان جرمن اور دیگر جرمن لٹریچر اور قرآن کریم کا ترجمہ بزبان انگریزی وغیرہ، انگریزی لٹریچر انہیں دکھایا گیا۔ مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی پر گفتگو کے دوران وفات مسیح پر روشنی ڈالی گئی۔

**۸۔ ایک جرمن جج کو دعوت**۔ ایک جرمن جج اور ان کی اہلیہ کو چائے کی دعوت دی۔ دوران گفتگو مسجد کی تاریخ اور مسجد کی مساعی سے ان کو آگاہ کیا۔ بعد میں انہیں قرآن کریم جرمن ترجمہ کا ایک نسخہ بطور تحفہ دیا۔ اس کے ساتھ جرمن زبان میں لکھے ہوئے پمفلٹ بھی تحفۃً دیئے۔ قرآن کریم کا تحفہ لے کر وہ بڑے خوش ہوئے۔ یہ تحفہ میں نے اپنی جیب سے خرید کر جج صاحب کو اپنی نانی صاحبہ مرحومہ کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لئے دیا ہے۔

**۹۔ برٹش کمانڈر میجر جنرل ریڈ گریو کی طرف سے دعوت**

کمانڈر صاحب نے اپنے ہاں ہونے والے ایک اجتماع میں شمولیت کی دعوت دی۔

**۱۰۔ شادی کی تقریب**۔ شادی کی ایک تقریب مسجد میں منعقد ہوئی۔ دُولہا و دُلہن اور ان کے دوست و رشتہ دار جمع ہوئے۔ خطبہ دیا گیا۔ اور نکاح کا اعلان کیا گیا۔

**۱۱۔ دُعائے مغفرت**۔ ایک ایرانی طالب علم کا بھائی فوت ہو گیا۔ اس کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لئے مسجد میں اجتماع کیا گیا۔ میں نے قرآن کریم سے سورۃ یٰس ۔ سورۃ اخلاص اور سورۃ الفاتحہ کو پڑھا۔ حاضرین کو اس کا ترجمہ سنایا۔ متوفی کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ حاضرین کو چائے پیش کرنے کے لئے ایرانی صاحبان کو کچن استعمال کرنے کی اجازت دی۔

**۱۲۔ پاکستانی کونسل کی طرف سے دعوت**۔ پاکستانی کونسل نے جو جرمن سوداگر ہیں ایک پارٹی میں شمولیت کی دعوت دی۔

**۱۳۔ وزیر قانون کے ارشاد پر**۔ مسلمان قیدیوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے سلسلہ میں ایک پروگرام مرتب کیا گیا۔ اور اس پروگرام کو مرتب کرنے کے لئے قید خانہ کے ڈائرکٹرز سے ملاقات کی گئی۔

**دفتری امور**۔ ان تبلیغی مساعی کے علاوہ دفتری امور کو بھی نبھایا خط و کتابت۔ ترسیل لٹریچر۔ افسران سے ملاقات۔ ٹیلیفون پر گفتگو باغ کی خوبصورتی کو قائم رکھنا وغیرہ کئی دیگر امور کو بھی سر انجام دیا۔ الحمد للہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ان سب امور کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ والسلام

از مکرم چوھدری مسعود اختر
صاحب نائب امام لندن مشن

# رپورٹ لندن مشن

## ۱۶ر تا ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۷ء

---

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے محترم ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب اور اس خاکسار نے بڑے غیر معمولی حالات میں لندن مشن کے امام اور نائب امام کے طور پر ذمہ داریاں سنبھالی تھیں لیکن مقام شکر ہے کہ خداوند تعالےٰ کے فضل اور جملہ احباب و خواتین کی دعاؤں سے ہم ان فرائض کی انجام دہی میں اپنی تمامتر کوششیں وقف کئے ہوئے ہیں اور موجودہ درپیش مشکلات کے دور میں بھی مقدور بھر کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جس کی مختصر سی تفصیل قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ (نائب امام)

**۱۶ر دسمبر ۱۹۷۷ء** آج جمعہ تھا۔ خطبہ جمعہ امام لندن مشن محترم ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب نے دیا اور عبادات اسلامیہ کی مختلف اشکال پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا کہ جب انسان احکام الٰہی کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد بجا لاتا ہے اور اپنی ذاتی خواہشات کو ان امور میں دخل انداز نہیں ہونے دیتا تو اس کا ہر عمل چاہے وہ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد عبادت کا درجہ رکھتا ہے اور اس طرح دنیاوی زندگی میں بھی اس کے تمام افعال عبادت بن جاتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد بزرگوارم محترم مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مرحوم و مغفور کی نماز جنازہ غائبانہ ایک بار پھر ان احباب کے لئے ادا کی گئی جو پچھلے اتوار کو نہ آ سکے تھے۔

**۱۷ر تا ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۷ء** جماعت یو کے نے ISLAM THE RELIGION OF HUMANITY کی ایک ہزار جلدیں اس ماہ چھپوائی ہیں۔ جماعت کے ایک نہایت فدا ممبر جناب عبدل صاحب جو گیانا کے رہنے والے ہیں۔ ہر ماہ اپنی جیب سے رقم خرچ کرکے نہ صرف اپنے فالتو وقت میں مختلف مقامات پر لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ بلکہ اب تک وہ گیانا اور کینیڈا میں بھی لٹریچر ارسال کرتے رہے ہیں۔ اس کتابچہ کی اشاعت کے اخراجات جو تقریباً ۶۰ یا ۷۰ پونڈ بنتے ہیں وہ بھی انہوں نے ہی اپنی جیب سے ادا کئے ہیں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

ان ایام میں ہم نے اس لٹریچر کی ترسیل کا کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے دو پمفلٹ جو ٹیچنگ آف اسلام (TEACHING OF ISLAM) سے اخذ کئے گئے ہیں اور U.K جماعت نے شائع کئے ہیں اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کا ایک پمفلٹ ISLAM اور ISLAM THE RELIGION OF HUMANITY مفت تقسیم کے لئے کافی تعداد میں مختلف احباب کو بذریعہ SEA MAIL بھیجے گئے۔

اس کے علاوہ CHANCERT LANE اور OXFORD STREET پر کتابوں کی دکانوں کا SURVEY کیا گیا کہ کون کونسی دینی کتب میں DEAL کرتی ہیں۔ تاکہ ہم اپنی کتب کی فروخت کے لئے وہاں انتظام کر سکیں۔

ہمارا خیال ہے کہ قرآن شریف کی جتنی زیادہ سے زیادہ کاپیاں MOHAMMAD THE PROPHET اور RELIGION OF ISLAM کی جتنی کاپیاں مہیا ہوں وہ ہمیں بھجوا دی جائیں۔ انشاءاللہ ان کی فروخت کا انتظام ہو جائے گا۔

۲۲ر دسمبر کو محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ نے ٹیلیفون پر جناب چوہدری ظہور احمد صاحب کی وفات کی اطلاع دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۲۳ر دسمبر کو نماز جمعہ جناب ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب نے پڑھائی اور گذشتہ جمعہ کے خطبہ کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے نماز کی اہمیت بتائی اور بتایا کہ صلوٰۃ عبادات کا ایک رکن ہی نہیں اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔

نماز جمعہ کے بعد جناب چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم و مغفور کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور محترم ڈاکٹر صاحب نے حاضرین کو بتایا کہ چوہدری صاحب مرحوم نہایت مخیر بزرگ تھے اور جماعت کی بہت خدمات انہوں نے انجام دیں اور جماعت کے سیکرٹری بھی رہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں پناہ دے۔ آمین۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ثم آمین۔

یہاں ہر طرف کرسمس کی تیاریاں ہیں۔ ہر گھر میں TREE سجائے گئے ہیں۔ کرسمس یہاں دینی تہوار کی نسبت سوشل تہوار کی حیثیت سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے یا پھر صبح و شام دوڑ بھاگ کر کام کرتے کرتے تھک ہار جانے والے لوگ ان چھٹیوں کو بہت زیادہ غنیمت سمجھتے ہیں۔ گھروں کو صاف کرتے ہیں سجاتے ہیں اور ہر طرف چھٹیوں کا اعلان لکھ کر لگا دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ڈاک خانے بھی ۲۴ر سے ۲۸ر دسمبر تک بند رہتے ہیں اور بہت سے لوگ چھٹیوں میں لندن سے باہر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ہمارے چند احباب بھی باہر جا رہے ہیں اور انہوں نے ٹیلیفون پر جمعہ کی نماز میں حاضر نہ ہو سکنے پر معذرت چاہی ہے۔

۲۴ر دسمبر کو کرسمس کی رات پر تقریباً ۱۵۰ انگریز گھروں میں مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کا پمفلٹ ISLAM پہنچایا گیا۔ چونکہ یہ چھٹی کا دن تھا۔ اس لئے بہت سے اصحاب اپنے اپنے گھر پر ہی تھے۔ انہوں نے ذاتی طور پر شکریہ کے ساتھ نہ صرف پمفلٹ کو وصول کیا بلکہ میرے سامنے ہی پڑھنے میں بھی مشغول ہو گئے۔ اس سے پہلے یہ پمفلٹ اور حضرت مسیح موعودؑ کے TACHINGS OF ISLAM سے ماخوذ پمفلٹ ہم لوگوں نے TOOTING PUBLIC LIBRARY میں بھی لوگوں کے پڑھنے کے لئے رکھے۔

**۲۵ر دسمبر ۱۹۷۷ء** آج کرسمس کا دن ہے۔ یہاں تو کرسمس پر ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔ شاید لوگ اپنے گھروں میں اس طرح چھپے ہوئے ہیں جیسے چوہے اپنے بل میں غائب ہو جاتے ہیں۔ سڑکیں ویران ہیں کوئی ٹرانسپورٹ نظر نہیں آتی اور نہ انسان۔ اس سے بہت زیادہ رونق تو پاکستان میں کرسمس پر ہوتی ہے وہاں کم از کم لوگ صبح رنگ برنگے کپڑے پہنے چرچ کو جاتے تو نظر آتے ہیں لیکن یہاں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چرچ کو بھی چھٹی ہے۔ ایک خاموشی کا عالم ہے۔ زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اور وہ جو کرسمس کی تیاری کی گہما گہمی تھی۔ اس کا CALIMAX تو بہت ہی بے جان ہے اسلامی دنیا میں عیدیں اگرچہ نماز اور عبادات سے عبارت ہیں لیکن وہ تقریبیں بہت جاندار ہوتی ہیں۔

**۲۶ر دسمبر ۱۹۷۷ء** LIGHT کے پرانے بہت سے پرچے ہمیں عزیز شاہد عزیز نے دیئے ہیں۔ اسی طرح اکتوبر ۱۹۷۷ء سے دونوں ہندی بھی مل گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے پروگرام بنایا

تھا کہ پمفلٹس لندن کے اخباروں اور رسالوں کے ایڈیٹروں کو بھجوائے جائیں۔ LIGHT چونکہ رسالہ ہے اور اس کے مضامین ہردم تازہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ ان ایڈیٹروں کو ساتھ ہی ایک یا دو کاپیاں LIGHT کی بھی بھجوائی جائیں۔ کوئی ۵۵ کے قریب ایڈیٹروں کے پتہ جات مل گئے ہیں۔ ان کے لئے ان LIGHT کے پرچوں، ISLAM اور TEACHINGS OF ISLAM سے دونوں پمفلٹ اور حضرت صاحب کی تحریر سے GRACES, EXEELLENCIES & SURPASSING OF THE HOLY QRAN پر مشتمل پیکٹ تیار کئے تاکہ ۲۸ر تاریخ کو جب ڈاک خانہ کھلے تو ارسال کئے جا سکیں۔ اس کے ساتھ ہی LINCOLN'S IRNE اور GRAY IRNE کی لائبریری کے لئے چار چار پرچے LIGHT اور مندرجہ بالا پمفلٹ بھی دو پیکٹوں میں علیحدہ علیحدہ پیک کئے ہیں۔ اب ہمارا اگلا ہدف لندن کی تقریباً ۱۵۰ کے قریب لائبریریاں ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اگر LIGHT کے دو صد کے قریب پرچے یہاں بھجوائے جائیں۔ LIGHT میں بیک وقت بہت سے مضامین ہوتے ہیں اور اس طرح LIGHT ایک پمفلٹ سے زیادہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ پرچے ہم لوگ مختلف لائبریریوں اور اخباروں کے ایڈیٹروں تک پہنچائیں گے۔ اور عین ممکن ہے کہ ان لوگوں اور اداروں میں سے کچھ لوگ مستقل خریدار بن جائیں۔ اس طرح انجمن کا خرچہ تو ضرور بڑھ جائے گا، لیکن یہ پڑھے لکھے لوگوں میں PROJECTION کا آسان لیکن موثر طریق ہے۔ اس کی افادیت اس لئے بھی زیادہ ہوگی کہ فی الحال U.K. کی انجمن کا اپنا کوئی رسالہ ہے اور مستقبل قریب میں نہ کوئی ایسی تجویز ہے۔

**۳۰ دسمبر ۱۹۷۷ء** ۳۰ر دسمبر کو نماز جمعہ ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب امام لندن مشن نے پڑھائی۔ عزیزم زاہد عزیز صاحب جو مانچسٹر سے تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی نماز میں شامل ہوئے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے خطبہ جمعہ میں مغرب کے معاشرہ میں بے دینی اور خود اسلامی ملکوں میں دین کے معاملات میں بے بسی کا ذکر کرتے ہوئے آیاتِ قرآنی سے دلیل دیتے ہوئے اسے دنیاداروں کا معاشرہ بتایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ محض دنیاداروں کے معاشرہ کو پسند نہیں فرماتا۔ بلکہ بتاتا ہے کہ یہ دنیاوی اشیاء جن کے پیچھے لگ کر انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔ اس سے بہت بہتر چیزیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ جو وہ اپنے بندوں پر انعام کرتا ہے۔ اور یہ دنیاوی نعمتیں بھی تو اللہ تعالیٰ کی ہی تخلیق ہیں۔ ان کی خاطر خالق کو بھول جانا اور خالق کی حکم عدولی کرنا بہت بڑی ناانصافی اور احسان فراموشی ہے۔

۳۰ر تاریخ کی شام کو WALTHAM میں جناب قاضی منیر اقبال صاحب کے گھر گئے اور ان سے جماعت کے معاملات پر گفتگو ہوتی رہی۔ قاضی صاحب اور ان کی اہلیہ دیندار قسم کے احمدی ہیں۔ ہمیں وہاں شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جماعت کی پاکستانی خواتین جو اردو پڑھ سکتی ہیں، ان کے لئے پیغام صلح ایک بابرکت تحریک کا باعث بن سکتا ہے اور جماعت کے ساتھ جو جذباتی لگاؤ ان خواتین کا ہے۔ اس کو بہت طاقت بخشنے کا باعث بن سکتا ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ دو صد LIGHT اخبار کی درخواست کے ساتھ کم از کم ۵۰ پرچے پیغام صلح بھی بھیجے جائیں۔ حالات بہتر ہونے پر امید ہے کہ یہاں بھی خریدار پیدا ہو جائیں گے۔ پہلے لوگوں کو ان اخبارات کے پڑھنے کی عادت ڈالنی مقصود ہے۔ آگے حضرت صاحب کا علم الکلام خود رنگ دکھلائے گا۔

**امام لندن** محترم ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب جرمن ترجمہ قرآن کی REVISI کے کام میں باقاعدہ مشغول ہیں۔ علاوہ ازیں کرسمس کی چھٹیوں میں روزانہ بچوں کو عربی اور قرآن شریف بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ بچوں کے والدین نے چھٹیوں سے فائدہ اٹھایا اور ہفتہ میں ایک بار کی بجائے روزانہ بچوں کو بھیجتے رہے ہیں۔

**گزشتہ** کچھ عرصہ سے یہاں پر بعض عناصر کی طرف سے مرکزی انجمن لاہور کے خلاف بڑے منظم طریق پر ایک باقاعدہ مہم کا آغاز کیا گیا لیکن خوش قسمتی سے جماعت کے وہ احباب جو احمدیت کا صحیح علم رکھتے ہیں اور عمل کے رنگ میں نمازیں پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، باقاعدہ چندہ دیتے ہیں اور دیگر مالی قربانیاں اور اپنے وقت کی قربانی بھی احمدیت کی خاطر دیتے ہیں۔ وہ ایسے غلط پراپیگنڈا کو کوئی وقعت نہیں دیتے اور مرکز لاہور سے تعلق قائم رکھنے کو ہی اپنی روحانی زندگی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

گزشتہ اتوار کی میٹنگ میں میں نے "احمدیت۔ ماضی، حال اور مستقبل کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے **الوصیت** سے حوالہ جات دیتے ہوئے ثابت کیا کہ مرکزی انجمن حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین ہے اور ماضی میں جو انقلاب مغربی افکار میں برپا کیا گیا ہے وہ اسی انجمن نے کیا اور مستقبل بھی حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کے مطابق اسی انجمن کے ہاتھ میں ہے اور اسی مستقبل کو حضرت صاحب کی جانشین انجمن کے ہاتھ مضبوط کرکے نہایت درخشاں بنایا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس سعادت سے محروم رہنا چاہتے ہیں ان کو سوچنا چاہیئے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مشن سے دشمنی تو نہیں کر رہے۔

**آخر** میں میں یہ بھی بتاتا جاؤں کہ اگر حالات سازگار ہوں تو اللہ کے فضل سے ایک قلیل سے عرصہ میں ہی یہ مشن ایک موثر حیثیت سے کام کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ہمیں کسی ذاتی تشہیر کی تمنا ہے نہ کوئی غرض۔ ہم لوگ تو محض اللہ کی رضا اور اس کے دین کو پھیلانے کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔ لہٰذا ہم اس سے ہی ملتجی ہیں کہ وہ خود ہماری راہ کی ان مشکلات کو دور کر دے۔ تاکہ ہم اسلام، قرآن مجید کی تعلیمات اور **احمدیت** کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے قابل ہو سکیں۔

**جملہ** احباب سلسلہ سے بھی التدعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی نیم شبی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں ؛

---

**انتقال پُرملال** } یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں رنج و ملال سے سنی جائے گی۔ کہ صدر یوکے جماعت (لندن) محترمہ جمیلہ خان صاحبہ کے چچا کینیڈا میں وفات پا گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں محترمہ جمیلہ خان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرجمیل کی توفیق بخشے۔ بعداز نماز جمعہ مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ جائے۔ بیرونی جماعتوں سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

---

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۱۸ر جنوری ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۳

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۱۵ صفر ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء | نمبر ۴


## ملفوظات حضرت مجدد صد چہار دہم علیہ السلام

# قرآن کریم کل دنیا کی صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو

قرآن یعنے پڑھنے کے لائق کتاب ہے۔ اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی۔ جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنے ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی۔ اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور **رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔** ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی۔ قرآن شریف واقعات پر بحث کرتا ہے۔ اور قرآن کل دنیا کی صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ اور دین کی کتابوں کا فخر ہے۔ جیسے فرمایا ہے **فیہا کتب قیمۃ**۔ اور **یتلوا علیہم صحفا مطہرۃ**۔ کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔ اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے۔ جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالےٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔

وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے اور ان ہی کی حفاظت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں سِر یہ تھا کہ خدا داری چہ غم داری۔ جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہوگا، ان میں وہ ایمان پیدا نہ ہوگا۔ یہ تندرست نہ ہوں گے۔ عزت اور عروج اسی راہ سے آئے گا جس راہ سے پہلے آیا تھا۔ تم اگر کتاب اللہ کو چھوڑو گے تو تمہارے لئے اس دنیا میں جہنم موجود ہے۔ قرآن کو اپنا امام بناؤ۔ اس پر عمل کرو۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ تاکہ میں دنیا کو دکھلاؤں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

پس اے نادانو خوب سمجھ اے عاقلو خوب سوچ لو کہ **بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں**۔ اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے۔ اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے اور رسول کریم کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردن نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے ہیں اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے مبارک وہ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور نرمی سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں ۔

شاہد جاوید جنجوعہ جنرل سیکرٹری شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور

# سالانہ رپورٹ

## جو کہ شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کی مجلس مشاورت میں مؤرخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۷ء بر موقعہ جلسہ سالانہ پیش کی گئی

احباب کرام! آج جب ہم اپنی سال گزشتہ کی کارکردگی پر ...
ڈالتے ہیں تو حمد باری تعالیٰ سے ہمارے قلوب ...
بارگاہ ایزدی میں جھک جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ سال ہر لحاظ ...
کردگی کا مظہر ہے۔ شبان الاحمدیہ کو منظم کرنے میں ...
ہے اور اس وقت اندرون ملک بیشتر مقامات پر ...
یونٹ قائم ہو چکے ہیں۔ مزید برآں برادران کشمیر نے بھی ...
اپنی تنظیم ینگ مینز ایسوسی ایشن کا نام بدل کر شبان الاحمدیہ رکھ دیا ہے
فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

گزشتہ جلسہ سالانہ پر شبان الاحمدیہ لاہور کی ۱۹۷۷ء
کی مجلس انتظامیہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ چنانچہ اس کا اولین اجلاس
۱۹ر جنوری ۱۹۷۷ء کو دارالسلام میں منعقد ہوا۔ جس کا باقاعدہ
افتتاح محترم و مکرم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے فرمایا۔ جس میں ممبران
شبان الاحمدیہ کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ لاہور کے محترم بزرگوں نے بھی
شمولیت فرمائی۔ شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کے نگران جناب چوہدری نذر رب
صاحب نے شبان کو منظم کرنے کے لئے صدر انجمن سے عملی تعاون کی
درخواست کی۔ چنانچہ محترم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے صدر انجمن
کی طرف سے ... کرائی کہ ان ... کے حصول کے لئے
شبان الاحمدیہ کی مکمل سرپرستی کی جائے گی۔

بعدہٗ مجلس انتظامیہ شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور نے
کافی غور و خوض کے بعد آئندہ لائحہ عمل مرتب کیا۔ اور تنظیمی سرگرمیوں کو
تیز تر کرنے کے لئے تنظیم کو زون لائلپور۔ لاہور اور پشاور میں تقسیم
کیا گیا۔ جن کے بالترتیب میاں شوکت حمید صاحب۔ جناب ملک اعزاز الٰہی
صاحب اور جمیل الرحمٰن صاحب قائدین مقرر کئے گئے۔

اجلاس میں نوجوانان سلسلہ کو تحریکِ احمدیت کے مختلف پہلوؤں سے
روشناس کرانے کے لئے سال بھر کے لئے جلسوں کا پروگرام ترتیب دیا
گیا۔ چنانچہ اس سلسلے کی ابتدا حضرت مسیح موعودؑ کے "یوم ولادت"
کی نسبت سے ۱۳ر فروری کو مسجد دارالسلام میں محترم ملک اعزاز الٰہی
صاحب کی زیر صدارت ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ جس سے محترم ڈاکٹر
سعید احمد خاں صاحب، جناب پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب اور محترم مرزا
محمد لطیف صاحب نے خطاب فرمایا جبکہ شبان، اطفال اور بنات نے
چھوٹی چھوٹی تقاریر اور نظمیں پیش کیں۔

۲۔ سیرت النبی کے موضوع پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی
طرف سے ۴ر مارچ کو ایک نشست کا اہتمام کیا گیا۔ زاہد جنجوعہ نے
سٹیج سیکرٹری کے فرائض سر انجام دیئے۔ اور بزرگوں کے علاوہ شبان
اور اطفال نے بھی حصہ لیا۔

۳۔ ۱۱ر مارچ کو حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین اعظمؒ کی یاد
میں احمدیہ بلڈنگس میں ایک نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں حضرت
امیر قوم ایدہ اللہ نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی۔ طارق مسعود
... جاوید صاحب اور زاہد جنجوعہ نے حضرت حکیم الامتؒ
کی ... کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

... جماعتوں سے رابطہ کے سلسلہ میں ۱۷ر اپریل کو جماعت احمدیہ ...
سالانہ اجلاس میں لاہور۔ لائلپور۔ چک ۸۱ جنوبی سرگودھا۔
... ڈھیری پشاور سے شبان نے شرکت کی۔ صدر شبان الاحمدیہ
جناب میاں شوکت حمید صاحب نے اجلاس سے خطاب ...
... مذاکرہ میں شبان الاحمدیہ کی طرف سے بعض قابل ...
... فرمائیں۔

... جماعت لائلپور کے سالانہ اجلاس میں چک ۸۱ ...
... اور لاہور سے شبان شریک ہوئے۔ صدر شبان الاحمدیہ
شوکت حمید صاحب نے شرکائے اجلاس کو خوش آمدید کہا۔
... نے والے شبان مظہرالدین احمد صاحب نے ملفوظات حضرت ...
سنائے۔ بعدہٗ زاہد جنجوعہ نے بھی شبان کی طرف سے
خطاب کیا۔

یہاں میں اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دونوں دفعہ ہمارے
نوجوان بھائی اپنے خرچ پر دینی لگاؤ کا مظاہرہ کرتے ہوئے تشریف
لائے۔ لائلپور کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ جولائی میں لاہور میں "شبان الاحمدیہ
تربیتی کورس" کا اجرا کیا جائے جس میں ملک بھر سے شبان حصہ لیں۔

چنانچہ اس کورس کا باقاعدہ افتتاح حضرت امیر قوم مولانا
صدرالدین صاحب کے مبارک ہاتھوں یکم جولائی کو دارالسلام میں ہوا۔ جبکہ
اختتامی تقریب ۸ر جولائی کو مکرم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی
زیر صدارت ہوئی۔ اس دوران روزانہ نماز فجر کے بعد "درس قرآن" کے
لئے محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی باقاعدگی سے تشریف لاتے رہے۔
اور محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نماز مغرب کے بعد "درسِ حدیث" دیتے رہے
اور روزانہ پروگرام کے مطابق محترم مرزا محمد لطیف صاحب مبلغ انجمن
"سلسلہ وار تاریخ احمدیت" بیان فرماتے رہے۔ شرکائے کورس کو سلسلہ
احمدیہ کی مایۂ ناز ہستیوں کے حالاتِ زندگی اور سیرت و کردار سے روشناس
کرانے کے لئے محترم مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن
اشاعت اسلام لاہور نے حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین اعظمؒ، حضرت
مولانا محمد احسن امروہویؒ، حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید۔ حضرت
مولانا عبدالکریم صاحبؒ سیالکوٹی اور حضرت مولانا محمد علیؒ اور حضرت خواجہ
کمال الدینؒ کی سیرت و کردار پر روشنی ڈالی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق اور جماعت احمدیہ لاہور کے مایۂ ناز
محقق حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور علالتِ طبع اور موسم
کی خرابی کے باوجود شرکائے کورس کو چند ایمان افروز یادیں سنانے کے
لئے تشریف لائے۔ دورانِ کورس محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "دورِ
حاضرہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی ضرورت" بیان فرمائی اور محترم
مولانا عبدالمنان صاحب عمر نے "مقامِ مسیح موعودؑ" پر روشنی ڈالی۔

محترم چودھری مسعود اختر صاحب نے "جماعت احمدیہ کی خدمات"
بتلائیں۔ اور اسی دوران حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی اور سلسلہ
احمدیہ کے مایۂ ناز عالم حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے ہاں
ایک تقریب ملاقات رکھی گئی۔ آپ نے اپنے قبول اسلام اور حضرت
مسیح موعودؑ سے وابستگی کے ایمان افروز واقعات پر روشنی ڈالی۔

تربیتی کورس کے آخری روز "شبان الاحمدیہ کنونشن" منعقد ہوئی۔
جس میں اس تنظیم کو مزید مؤثر و فعال بنانے کے لئے غور و خوض
کیا گیا اور تنظیم کا آئین بھی مرتب کیا گیا اور کورس کے اختتامی روز
شرکائے کورس نے اپنے تاثرات بیان کئے۔ اس موقع پر محترم

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

# مغربی ممالک میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے باقاعدہ شاخیں قائم ہو رہی ہیں۔

## مراکز اور مساجد کے افتتاح کی تقریبات کے موقعہ پر مالی ایثار و قربانی کا ایمان افروز نمونہ۔

## ہمارا لٹریچر دنیا میں بہت مقبول ہے۔ اسے اکناف عالم میں وسیع پیمانہ پر پہنچایا جائے۔

## خدا کی راہ میں جہاد کرتے رہیں۔ ہماری جماعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدے ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔

### محترم و مکرم جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب چیئرمین کمیٹی تبلیغ بلادِ غیر کی دورۂ بلادِ غیر سے واپسی کے موقع پر ایک دعوتِ استقبالیہ میں تقریر۔

(رپورٹ: ابو سلمان ایم اے)

**بلادِ غیر** میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی مساعی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خاطر خواہ نتائج پیدا کر رہی ہیں۔ انجمن کی تبلیغی کمیٹی بلادِ غیر کا بیرونی ممالک کی تمام جماعتوں اور افراد سے مؤثر رابطہ جاری ہے۔ باہمی مراسلت اور تقسیم کتب و لٹریچر کے کام میں بہت وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ مختلف مقامات پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے باقاعدہ مراکز قائم ہو رہے ہیں اور مساجد کی تعمیر ہو رہی ہے۔

**حالیہ** جلسہ سالانہ پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جو سالانہ رپورٹ پیش کی گئی اس کے مطابق بھارت میں مختلف مقامات پر جماعتی تنظیم نو کا خوشگوار اثر ہوا ہے۔ جماعتہائے کشمیر، جموں، حیدرآباد اور بمبئی میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ کشمیر میں قرآن مجید کے ہندی اور کشمیری زبانوں میں تراجم کا کام اور بمبئی میں سلسلہ کی بعض ضروری کتب کی طباعت کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ بمبئی کی جماعت جنوبی ہند، اتر پردیش، دہلی، دھارواڑ اور ہندوستان کے دیگر مقامات پر افراد جماعت کی تنظیم کر رہی ہے۔ رپورٹ کے مطابق مغربی ممالک میں جزائر غرب الہند کی جماعتیں — ٹرینیڈاڈ، گیانا اور سرینام پورے انہماک اور جوش و خروش سے تبلیغ اسلام اور توسیع و استحکام جماعت کے کاموں میں مصروف ہیں۔ کینیڈا اور امریکہ میں بھی جماعت کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اسی طرح ہالینڈ مشن کی شاخوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور جرمنی انڈونیشیا اور جزائر فجی میں تبلیغ و اشاعت کا کام جاری ہے۔

**جناب** ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہٗ جو کمیٹی تبلیغ بلادِ غیر کے چیئرمین بھی ہیں گذشتہ تین سال سے بلادِ غیر کا دورہ کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں انہوں نے انگلستان کے علاوہ جزائر غرب الہند کا دورہ کیا اور ٹرینیڈاڈ، سرینام اور گیانا میں تقریباً ہر جماعت میں تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۶ء میں انگلستان، جرمنی اور ہالینڈ کے علاوہ امریکہ بھی تشریف لے گئے اور گذشتہ سال بھی انگلستان کے مختلف مقامات کے علاوہ ہالینڈ اور امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کا کامیاب دورہ کر کے گذشتہ سال آخر نومبر میں تشریف لائے تھے۔ اس دورہ کی تفصیلات حضرت ممدوح نے مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ان کے اعزاز میں دی گئی **دعوتِ استقبالیہ** میں بیان فرمائیں جو ۱۶ دسمبر ۱۹۷۷ء کو جامع احمدیہ دارالسلام میں بلادِ غیر کے دورہ سے بخیر و عافیت وطن مراجعت کے موقعہ پر دی گئی۔ حضرت ممدوح کی تقریر کا متن قارئین کرام کے افادہ کے لئے درج ذیل ہے ——

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین ○ ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللّٰہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ ط ذالک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللّٰہ ............ ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین —— سورۃ توبہ (۱۱۹-۱۲۰)

صاحب صدر۔ برادرانِ گرامی قدر۔

میں نے سورۃ توبہ کی ۱۱۹، ۱۲۰ویں آیت اس وقت تلاوت کی ہے یہی آیت خطبہ جمعہ میں آج محترم جناب این اے فاروقی صاحب نے تلاوت فرمائی تھی۔ اپنے حالیہ سفر میں یہ آیت قرآنی بار بار میرے ذہن میں آتی رہی اور میرے لئے بے حد تقویت قلبی کا موجب ہوئی۔ میں اس کے متعلق کچھ واقعات عرض کروں گا۔

آپ کو میرے سفر کے حالات سننے کا اشتیاق ہے۔ ظاہر ہے کہ میں اس وقت کوئی سفرنامہ تمام تر تفصیلات کے ساتھ تو نہیں سنا سکتا۔ صرف چند واقعات بیان کر سکوں گا۔ کچھ یادداشتیں میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہیں کبھی ضرورت محسوس ہوئی تو سفرنامہ بھی لکھ سکوں گا۔

**آغاز سفر** میرا سفر ۴ رمضان المبارک ۲۰ اگست ۱۹۷۷ء ہفتہ کے روز شروع ہوا۔ اس صبح کی نماز فجر کے بعد جامع مسجد دارالسلام میں بہت سے احباب موجود تھے۔ انہیں الوداع کہتے وقت ان کی طرف سے مسجد دارالسلام میں بہت سے اپنے جذبات کا جس طریق پر اظہار ہوا۔ اس نے ایک انمٹ اثر میرے دل پر ثبت کر دیا۔ جب تک زندہ ہوں وہ منظر یاد رہے گا۔ ایک مسنون دعا ہے۔ اللّٰھم حببنی الیٰ اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی بستی میں داخل ہوتے وقت فرمایا کرتے تھے اور اب بھی یہ دعا اکثر پڑھی جاتی ہے۔ یعنی اے اللہ اس بستی کے رہنے والوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے، اور اس کے صالح لوگوں کی محبت میرے دل میں ڈال دے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری یہ دعا ضائع نہیں ہوئی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

**غرض سفر** جہاز کی پرواز میں التوا ہو جانے کی وجہ سے میں ۲۱ اگست کی بجائے ۲۲ اگست کو لندن پہنچا۔ میرے سفر کی عام غرض جیسا کہ سیکرٹری صاحب مقامی جماعت

اپنی تقریر میں بتا چکے ہیں۔ لندن میں ایک میٹنگ کی شمولیت تھی۔ اور میرا پروگرام چار پانچ ہفتے انگلستان میں گذارنے کے بعد براستہ برلین و ہالینڈ واپس وطن آ جانے کا تھا۔ لیکن وہاں کے حالات اور بعض دیگر ضروریات جو غیر متوقع طور پر پیش آ جانے کی وجہ سے تین ماہ سے کچھ زیادہ وقت لگ گیا، اور میں ۲۸ر نومبر ۱۹۷۷ء کو واپس لاہور پہنچا۔

## احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انگلستان

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے انگلستان میں ۱۹۷۵ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یونائیٹڈ کنگڈم کی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی تھی یہ وہ موقعہ تھا جب میں چند دوسرے احباب کے ساتھ لندن ایک کنونشن میں شمولیت کے لئے گیا تھا۔ اس کے بعد یہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بتدریج ترقی کرتی رہی اسے کچھ قابل قدر اور فعال ممبران کی خدمات میسر آ گئیں۔ اب بڑا مفید کام کر رہی ہے۔ گذشتہ سال کافی کام ہوا ہے۔ اصحابِ جماعت مختلف تحریکات کرتے اور دینی تقریبات میں دلچسپی لیتے۔ ماہوار چندوں کے علاوہ عطیات بھی فراخ دلی سے دیتے ہیں۔ ان کے پروگرام میں ایک اہم کام دینی لٹریچر کی اشاعت ہے۔ ہر مہینہ میں ایک آدھ پمفلٹ ضرور چھاپ کر مفت تقسیم کرتے ہیں غیر مسلموں میں بالخصوص اس تازہ لٹریچر کو ضرور تقسیم کیا جاتا ہے۔ میں یہ پمفلٹ اور کتابچے اپنے ساتھ لایا ہوں۔ ان کے مضامین کا تمام تر موضوع اسلام اور احمدیت ہے۔ ارکانِ اسلام کے موضوعات پر بلند پایہ تحریرات ہیں۔ ان میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولٰنا محمد علیؒ کے اقتباسات بھی شامل ہیں۔ یہ بڑا مفید کام ہے جس میں وہ ترقی کر رہے ہیں۔

ہمارے دو نئے مبلغ ڈاکٹر ظہیر الاسلام صاحب اور چودھری مسعود اختر صاحب تقسیم لٹریچر، ملاقاتوں اور بچوں کی تعلیم اور جماعت کی تربیت کا کام پوری تندہی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ ہمارے مرکز میں پنجوقتہ اذان اور باجماعت نماز ادا ہوتی ہے۔ مسجد ہر وقت کھلی رہتی ہے اور نماز جمعہ کا باقاعدہ انتظام ہے آپ ان لوگوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ثابت قدم رہنے کی توفیق دے اور ان کے کام میں برکت ڈالے۔

## انگلستان میں مصروفیات

میں جتنے دن انگلستان میں رہا وہاں کی جماعت کے احباب سے ملاقات کے مواقع ملتے رہے۔ ان کے گھروں میں جا کر اور بذریعہ ٹیلیفون اور خط و کتابت رابطہ ہوتا رہا۔ بعض تقریبات مرکز میں بھی منعقد ہوئیں اس دفعہ مانچسٹر بھی جو لندن سے دو اڑھائی سو میل دور ہے جانے کا موقع ملا۔ وہاں پر مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے بیٹے اور ایک بیٹی اور کچھ دیگر ممبرانِ بٹ فیملی کے رہتے ہیں۔ مسٹر زاہد عزیز چودھری عبدالمجید صاحب کے صاحبزادے حامد صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب کا صاحبزادہ اور صاحبزادی۔ عبدالعزیز صاحب جہلمی کے صاحبزادے سعید احمد صاحب بھی وہیں پر قیام پذیر ہیں ان سب سے ملاقات نصیب ہوئی۔

عزیز اقبال احمد صاحب عرصہ سے بیمار ہیں، وہ ایک نہایت قیمتی انسان ہیں، اور انگلستان میں انہوں نے دینِ اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ یہ خدمات وہ اپنے طور پر کرتے رہے ہیں۔ ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔ مانچسٹر میں جماعت کا اپنا کوئی خاص مرکز نہیں ہے جس کی بہت ضرورت ہے۔ لوگوں کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔ تاہم ان میں سے بعض ممبران خدمتِ دین کے لئے بہت جوش رکھتے ہیں اور اپنے طور پر خدمت کی کوشش بھی کرتے ہیں (زاہد عزیز صاحب نے میری درخواست پر یوکے کی ۲۴۲ لائبریریوں کی ایک مفصل فہرست تیار کرکے ابھی ابھی مجھے بھیجی ہے، تاکہ ہم ان لائبریریوں کو قرآن کریم اور اپنی دوسری کتب بھیج سکیں)۔

## احمدیہ لٹریچر کی مقبولیت

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارا لٹریچر دنیا میں بہت مقبول ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اس کی بنا اس علم الکلام پر ہے جو ایک ماموریِ الٰہی کی قلم سے نکلا یا اس مامور کے شاگردوں کی اس قلم سے نکلا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے انہیں مرحمت فرمائی۔ جیسا کہ حضرت صاحب کے مشہور کشف میں بتایا گیا تھا۔ جب آپ نے کشف میں دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے آپ کے سامنے ایک خودکار قلم پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں منگوایا، مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا انہیں دے دیں۔ ایک سال پہلے علاقہ سلاؤ کی لائبریری میں قرآن کریم اور کچھ اور کتابیں جب رکھی گئیں اور ایک سال بعد جب جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کتابیں لائبریری میں جب واپس آتی ہیں تو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں چلی جاتی ہیں اور ان کے لئے ایک فہرست انتظاریہ رہتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے پاس انمول موتی ہیں۔ جن کی دنیا بھر میں مانگ ہے ہم بعض اوقات ہمت ہار دیتے ہیں اور بعض لوگ احساس کہتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آپ یاد رکھیں کہ آپ کے کام کی دنیا میں بہت قدر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ تیری جماعت کے ذریعے اسلام کا غلبہ ہوگا۔ وہ بہر صورت پورا ہو کر رہے گا۔

## احمدیہ ہاؤس لندن میں نماز عیدالفطر

مانچسٹر سے واپسی کے دو روز بعد عیدالفطر کا دن تھا۔ نمازِ عید کے لئے لندن کے ہمارے مرکز میں جو احمدیہ ہاؤس کے نام سے مشہور ہے ایک سو کے قریب لوگ جمع ہوئے۔ گذشتہ سال کی عید بھی میں نے احمدیہ ہاؤس میں پڑھی تھی۔ اس دفعہ رونق زیادہ تھی اور فطرانہ اور عید فنڈ میں بھی کافی رقم جمع ہوئی۔ تین چار خاندانوں کے لوگ تقسیم کار کے طریق پر لذیذ کھانے اپنے اپنے گھروں سے تیار کرکے لائے جو نماز اور خطبۂ عید کے بعد نہایت خوش اسلوبی سے تمام حاضرین کو کھلائے گئے اور چھوٹوں بڑوں نے مل کر اس تقریب کو خوشی سے منایا۔

## امریکہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے مرکز و مسجد کی تعمیر اور اس کا افتتاح

انہی ایام میں مجھے سان فرانسسکو سے ایک دعوت نامہ ملا۔ امریکہ میں کئی مقامات پر ہماری جماعت کے احباب رہتے ہیں۔ خصوصاً ہیورڈ (HAYWARDH) - اوک لینڈ (OAKLAND) اور سان فرانسسکو میں کچھ احمدی خاندان آباد ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ فیجی سے آکر آباد ہوئے ہیں۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اور ان کے صاحبزادے ظفر عبداللہ صاحب بھی ہیورڈ (HAYWARDH) میں رہتے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں جب میں نے بعض مغربی ممالک کا دورہ کیا تھا تو اس موقعہ پر حافظ شیر محمد صاحب خوشابی بھی لندن گئے تھے اور وہ سان فرانسسکو اور کینیڈا بھی گئے تھے۔ اور وہاں کے احباب سے رابطہ کرکے انہیں جماعت بنانے کی طرف متوجہ کر آئے تھے۔

۱۹۷۶ء کے دوران یہاں مرکز سے ان احباب سے خط و کتابت

ہوئی تو انہوں نے اپنا ایک مرکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اتفاق سے اوک لینڈ میں جو سان فرانسسکو اور ھوورڈ سے بھی بہت قریب ہے ایک لائبریری کی عمارت نیلام ہو رہی تھی جو ہمارے ان احباب نے اپنا مرکز قائم کرنے کے لئے خرید لی۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام آف یو ایس اے کے نام سے اپنی انجمن کو اور اس عمارت کو انجمن کے مرکز اور مسجد کے طور پر رجسٹرڈ کرایا۔ اسی کے افتتاح کی تقریب میں شمولیت کے لئے مجھے دعوت دی۔ مجھے جانے میں کچھ تردد تھا لیکن محترم مولانا محمد عبداللہ۔ ظفر عبد اللہ صاحب اور جماعت کے سیکرٹری جعفر حسین صاحب نے خطوط، تار اور ٹیلیفون کے ذریعے بہت اصرار کیا کہ میں ضرور آؤں، بلکہ جعفر حسین صاحب نے میرے لئے ٹکٹ بھی بھیجدیا تھا۔ چنانچہ میں ۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کو اس سفر پر روانہ ہو گیا۔

افتتاح کے لئے ۱۶ر اکتوبر کی شام مقرر کی گئی۔ میرا قیام ظفر عبداللہ صاحب کے ہاں رہا۔ ہمارا مرکز ان کے گھر سے موٹر کے ذریعہ پندرہ منٹ کی مسافت پر واقع ہے۔ عمارت کا بڑا کمرہ ۲۴ × ۴۰ گز ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ یہ بالکل قبلہ رُو ہے۔ میرے پاس قطب نما موجود تھی جب میں نے اسکی سمت دیکھی اور اس سمت میں ذرہ بھر بھی تفاوت نہ پائی تو مجھے محسوس ہوا کہ اس عمارت کا مسجد بننا پہلے سے گویا مقدر تھا۔ میں نے اس میں داخل ہو کر پہلی اذان دی اور پہلی باجماعت نماز ادا کی اور میری رُوح نے خاص لذت محسوس کی۔

یہ واقعہ میرے وہاں پہنچنے کے پہلے دن ہی پیش آیا۔ اس کے بعد چند نمازیں اور ایک جمعہ کی نماز بھی وہاں پڑھنی نصیب ہوئی۔ تقریب افتتاح میں جماعت کے تقریباً سب ہی لوگ، کچھ بلالی مسلمان اور چند غیر از جماعت اصحاب بھی شامل ہوئے۔ کل تعداد حاضرین کی ایک سو سے کچھ اُوپر تھی۔ رسم افتتاح مغرب سے کچھ پہلے ہوئی جس کے بعد اذان دی گئی۔ نماز مغرب سب لوگوں نے باجماعت ادا کی۔ اس کے بعد میری تقریر ہوئی۔ چونکہ عمارت کی خرید کے سلسلہ میں دو احباب مسٹر جعفر حسین صاحب اور انور حسن خانصاحب نے دس دس ہزار ڈالر بطور قرضہ حسنہ دیا تھا میں نے چندہ کی اپیل کی کہ یہ بوجھ کم ہو جائے تو پانچ چھ ہزار ڈالر موقعہ پر جمع ہو گئے۔ اس کے بعد کھانا کھایا گیا اور نماز عشاء پڑھنے کے بعد یہ تقریب ختم ہوئی۔

یہ عمارت ایک نہایت پُرفضا مقام پر ایک FREE WAY (وسیع سڑک) کے قریب پہاڑی پر واقع ہے نہایت دلکش اور مضبوط عمارت ہے۔

### امریکہ میں مصروفیات

امریکہ کے قیام کے دوران میں نے اپنے تمام عزیزوں اور دوستوں سے بذریعہ ٹیلیفون یا خطوط رابطہ قائم کیا اور انہیں جماعت کی باقاعدہ ممبری، چندہ ماہوار اور ادائیگی قرضہ کے لئے خصوصی چندہ کی تحریک کی۔ خدا کے فضل سے ہر مقام سے مثبت اور حوصلہ افزا جواب ہی آیا۔ (اب یہاں آنے کے بعد مجھے ایک خط کے ذریعے علم ہوا ہے کہ ہمارے محترم عزیز ڈاکٹر نعمان ملک صاحب نے ایک ہزار ڈالر دیا ہے) سان فرانسسکو میں ایک عربی مسلمان جناب یوسف بے صاحب ہیں، ان کا وسیع پیمانے پر بیکری کا کاروبار ہے، ہمارے کاموں میں گہری دلچسپی لیتے ہیں، اور ہمارے مرکز کی افتتاحی تقریب کے موقع پر بھی انہوں نے ہر طرح کی امداد دی۔ ایک ایرانی خاتون خدیجہ صاحبہ جو مولانا محمد عبداللہ صاحب سے بے حد عقیدت رکھتی ہیں وہ بھی بہت مخیر خاتون ہیں انہوں نے بھی ہمارے کاموں میں گہری دلچسپی لی۔

جناب یوسف بے صاحب سے میری دو تین مرتبہ ملاقات ہوئی وہ بڑے علم دوست شخص ہیں ان کے پاس میں نے بہت سا دینی لٹریچر دیکھا جو زیادہ تر دوسرے اداروں کی طرف سے انہیں حاصل ہوا ہے اب متعدد انجمنیں ہیں جو اسلام پر لٹریچر تیار کرتی ہیں۔ اس لٹریچر کو پڑھنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کا ماخذ بھی وہی بے نظیر علم الکلام ہے جو صرف ہمارے پاس ہے اگرچہ اس لٹریچر میں کہیں کہیں ہمارے سلسلہ کی کچھ مخالفت بھی کی گئی ہے۔

امریکہ میں ینگ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے نام سے ایک تنظیم ہے ایسی ہی جیسے یہاں جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم جمعیت طلباء ہے۔ یہ لوگ نہایت دیدہ زیب اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر رسائل شائع کرتے ہیں۔ ان رسائل کی تحریر میں سیاسی پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ یوسف بے صاحب کے ہاں لٹریچر دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ ہمارا لٹریچر ان کے پاس بہت کم ہے اس طرف ہمیں زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ ہمارا لٹریچر وسیع پیمانہ پر اکناف عالم میں لوگوں تک پہنچایا جائے۔

دس روز کے قیام کے بعد میں سان فرانسسکو سے لاس اینجلز گیا اور وہاں سے دو دن کے بعد ۲۰ر اکتوبر کو واپس لندن پہنچا۔ اگلے روز ہی ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور چودھری مسعود اختر صاحب کی آمد کی اطلاع ملی۔ ان کے پہنچنے سے وہاں ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے جس کی کچھ تفصیل میں پہلے بتا چکا ہوں۔ میں نے ہر بار محسوس کیا کہ مغربی ممالک میں جماعتوں کی دینی تربیت نہایت ضروری ہے۔ دین کی بنیادی باتوں کے سکھانے کے لئے اس کی طرف توجہ نہایت ضروری ہے خصوصاً بچوں کی تعلیم کی طرف۔ سردست ہماری راہ میں بعض مشکلات حائل ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا۔ تو یہ دُور ہو جائیں گی۔

### احمدیہ انجمن اشاعت اسلام آف نیدرلینڈ کے مرکز و مسجد کی افتتاحی تقریب

میں انگلستان میں ہی تھا کہ ہالینڈ کی جماعت (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام آف نیدرلینڈ ہیگ) کی طرف سے دعوت نامہ آیا کہ ۱۲ر دسمبر کو اس انجمن کے سنٹر اور مسجد کا افتتاح میں کروں۔ میں ایک سال پہلے جب ہالینڈ گیا تھا تو ہیگ کی جماعت پہلے ہی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدرلینڈ کے نام سے قائم ہو چکی تھی اور اس وقت وہ اپنے مرکز و مسجد کے لئے ایک موزوں مکان بھی خریدنا چاہتے تھے جو تھوڑے عرصہ بعد انہوں نے تقریباً ستر ہزار گلڈرز میں خرید لیا۔ اور اس پر کچھ مزید رقم خرچ کر کے اس میں ضروری ردوبدل کے بعد ایک تیسرا کمرہ مسجد کے لئے تیار کیا۔ ایک حصہ لائبریری اور دوسرا جماعتی ضروریات کے لئے مختص ہے اور کچھ حصہ کرایہ پر دے دیا۔ جماعت کے صدر [illegible] سردار صاحب نے مجھ سے فون پر بات کی اور ہمارے محترم مولانا جگو صاحب نے خط لکھا کہ میں ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۷ء تک ضرور تقریب افتتاح میں شمولیت کے لئے پہنچ جاؤں۔ میں نے جانے کا پروگرام بنایا تو یو کے جماعت کی تجویز پر محترم چودھری مسعود اختر صاحب بھی میرے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہو گئے ان کی آمد و رفت کا خرچ یو کے جماعت کے احباب نے ادا کیا۔

### مالی قربانی کا ایمان افروز منظر

افتتاح کی تقریب نماز مغرب کے وقت شروع ہوئی۔ نماز تو مسجد میں ادا کی گئی جس کے بعد قریب ہی ایک ہال میں کھانا کھانے کے بعد ایک جلسہ ہوا۔ جماعت کے صدر نے افتتاحی اور تعارفی تقریر کی۔ جس میں انہوں نے یہ ذکر بھی کیا اور مجھ [illegible] بتا چکے تھے کہ انہوں نے مکان کی قیمت صرف نصف اد [illegible]

گلڈرز کا قرض بنک سے بھاری شرح سُود پر چند ممبران کے مکان گروی رکھ کر لیا ہے۔ اپنی تقریر کے دوران میرا خیال ہوا کہ اوک لینڈ کی تقریب پر میں نے چندہ کی اپیل کی تھی تو اس وقت کچھ رقم جمع ہوگئی تھی۔ چنانچہ اپنی تقریر کے اختتام پر میں نے یہاں بھی اپیل کی درخواست دلائی کہ اگر آپ لوگ ہمت کریں تو یہ قرضہ بھی ادا ہو سکتا ہے میری جیب میں کچھ گلڈرز موجود تھے میں نے وہ سارے کے سارے پیش کئے اور کہا کہ میں تو ایک مسافر ہوں۔ آپ کے مُلک کی جسقدر کرنسی میرے پاس موجود ہے وہ حاضر ہے۔ اور میں نے وہ رقم پیش کرنے پر کہا کہ آپ بھی خدا کی راہ میں دل کھول کر چندہ دیں۔ کسی بات میں اثر ڈالنا اور دلوں کو مائل کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اپنے خاص فضل و احسان سے میری یہ اپیل مؤثر فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل کشادہ کر دیئے اور دھڑا دھڑ رقوم آنی شروع ہوگئیں اور اعلانات ہونے لگے۔ بعض لوگوں نے دو دو دفعہ چندہ دیا۔ ہال جس میں جلسہ ہو رہا تھا۔ گیارہ بجے شب تک بُک کیا گیا تھا۔ ابھی چندہ آرہا تھا۔ مالکانِ ہوٹل نے جو وہیں موجود تھے اور اس جوش سے جس کا مظاہرہ ہو رہا تھا متاثر ہو چکے تھے۔ اعلان کیا کہ آپ کام جاری رکھیں اس کے بعد جس قدر وقت خرچ ہوگا اُسے ہمارا چندہ تصور کریں۔ چنانچہ یہ سلسلہ بڑے اطمینان سے جاری رہا یہاں تک کہ رات کے بارہ بجے تک ۳۵ ہزار گلڈرز کی بجائے ۳۷ ہزار گلڈرز جمع ہوگئے۔ جب اس رقم کا اعلان ہوا تو مجمع میں جو تین سو سے زائد لوگوں پر مشتمل تھا مسرت کی لہر دوڑ گئی اور جلسہ کا ہال نعرۂ تکبیر سے گونج اُٹھا۔

اس قدر چندہ اتنے تھوڑے وقت میں جمع ہو جانا اور جماعت کے سر سے بھاری قرضہ جو انہوں نے چار سال میں باقساط مع بھاری سُود کے ادا کرنا تھا اس کے بوجھ سے بکلی آزاد ہو جانا حاضرین کے لئے غیر متوقع واقعہ تھا۔ اور پہلی بار انہوں نے یہ نظارہ دیکھا تھا۔ ہمارے دوست فاضل رمضان صاحب جو میرے پاس بیٹھے تھے کہنے لگے کہ لاہور کے جلسہ سالانہ کی چندہ کی اپیلوں کا منظر سامنے آگیا ہے۔ مجھے آخر میں پھر اختتامی تقریر اور دُعا کے لئے کہا گیا تو میں نے کہا کہ احمدی جہاں بھی ہو، احمدی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کا ایثار احمدیت کی روایات اور احمدیوں کا وطیرہ بن چُکا ہے۔ بعد میں مجھ سے کسی نے کہا کہ یہاں یہ ایک بالکل نیا واقعہ ہے۔ میں نے بتایا کہ ہمارے لئے یہ نئی بات نہیں تو وہ کہنے لگے کہ اب ہمارے لئے بھی ایک راستہ کھُل گیا ہے۔

میں اس کے بعد ہیگ میں دو روز ٹھہرا اور احبابِ جماعت سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ محترم نُورمحمد سردار صدر جماعت نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہاں اس چندہ کا جو جمع ہوا بڑا چرچا ہے۔ کچھ غیر احمدی لوگ بھی جو ان کے ملنے والے ہیں جلسہ میں موجود تھے اور فرمایا کہ وہ کہتے تھے کہ آپ کے مولوی عجیب ہیں۔ اپنا خرچ کرکے آتے ہیں۔ "ہمارے مولوی ہماری جیبیں خالی کرکے اپنی جیبیں بھر کر لے جاتے ہیں"۔ ہیگ کی جماعت کو بہت جوشیلے اور احمدیت کے نہایت مخلص اور ایثار پیشہ کارکُن ملے ہُوئے ہیں۔ اور اس جماعت کا اور ہالینڈ میں عموماً احمدیت کا مستقبل درخشندہ نظر آ رہا ہے۔

## اوٹرخت میں جلسہ

ہیگ سے ۳۰ میل دُور اوٹرخت کا شہر ہے جہاں ہمارے محترم دوست مبلغ اسلام مولانا جگو صاحب کا قیام ہے۔ ۱۴ر نومبر کی رات کو وہاں جلسہ تھا شام کو وہاں پہنچے تو سردی اور باد و باراں کے باوجود بہت سے احباب نے دُور دُور مقامات سے بھی پہنچکر اس میں شرکت کی۔ جلسہ میں میرے علاوہ مولانا عبدالرحیم جگو صاحب۔ شیخ محمد طفیل صاحب۔ چودھری مسعود اختر صاحب۔ فاضل رمضان صاحب اور نورمحمد سردار صاحب نے بھی اجلاس سے خطاب کیا۔

یہاں کی جماعت نے بھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا نام اپنے لئے اختیار کرکے اپنی تنظیم کی ہے۔ چند ممبران اس نام کی وجہ سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ لیکن یہ ان کی علیحدگی کو اپنی ترقی اور قوت کا آغاز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے بھی کوئی مکان مرکز کے لئے خریدا ہے جو میں دیکھ نہ سکا۔ فی الحال وہ ایک پُرانے گرجا کی ایک عمارت کے ایک حِصہ میں ہی سال گزشتہ کی طرح اپنے اجتماع اور تقریبات منعقد کرتے ہیں۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان نئے مراکز کو اسلام کی اشاعت اور ترقی اور جماعت کی مضبوطی کا وسیلہ بنائے اور ہمیں بیش از پیش خدماتِ دینی کی توفیق نصیب کرے۔ رات ہم نے جگو صاحب کے ہاں بسر کی اور اگلے روز ان کے ساتھ جماعتی اُمور پر مفصل گفتگو ہوئی۔ مرکز کے جلسہ سالانہ پر ان کے پاکستان آنے کے متعلق بھی بات چیت ہوئی۔

## جماعتہائے سرینام کے حالات

میرے ہالینڈ کے قیام کے دوران حُسنِ اتفاق سے جماعت سرینام کے سرکردہ رُکن جناب بشارت احمد صاحب جو سرینام میں کمشنر ہیں اور ڈچ زبان کے ماہنہ رسالہ "الحق" کے ایڈیٹر بھی ہیں اور احمدیت کے لئے خاص جوش رکھتے ہیں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے مل کر جماعتہائے سرینام کے مفصّل حالات معلوم ہُوئے اور انہوں نے بتایا کہ میرے گذشتہ سال کے تبلیغی دورہ اور اس سال حافظ شیر محمدؒ صاحب خوشابی صاحب کے تین ہفتے کے سرینام میں قیام کی وجہ سے جماعت کو بہت تقویت پہنچی ہے اور وہاں یہ بحث کہ ہمیں احمدی کہلانا چاہیئے یا نہ ختم ہو چکی ہے ممبران جماعت کی بھاری اکثریت بڑے زور سے اس بات کی مؤید ہے کہ ہمیں اپنی جماعتوں کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہی رکھنا ہے۔ چنانچہ بعض مساجد پر اسی نام کے بورڈ بھی لگا دیئے گئے۔

## لنڈن کو واپسی

غرضیکہ میرا ہالینڈ کا یہ چار روزہ دورہ بہت خوشگوار اور حوصلہ افزا ثابت ہوا۔ الحمدللہ۔ ہم ۱۵ر نومبر کی شام کو لنڈن کے لئے رخصت ہوئے۔ ٹھنڈی رات اور خراب موسم میں لنڈن کے ہوائی اڈہ سے اپنے مسکن تک پہنچنے میں ہمیں کچھ مشکلات پیش آ رہی تھیں اور کچھ افسردگی محسوس ہو رہی تھی اچانک میرا خیال اس طرف چلا گیا اور میں نے اپنے رفیقِ سفر چودھری مسعود اختر صاحب کی توجہ اس آیت کی طرف دلائی جو میں نے آج تقریر کے شروع میں پڑھی تھی اور لایصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ... الخ کے مضمون پر باتیں کرنے لگے تو ہم دونوں کی پریشانی اطمینان میں بدل گئی۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چُکا ہوں مجھے اس سفر کے دوران ہر مشکل پیش آنے پر یہ آیت تقویت پہنچاتی رہی۔ جب ہم اپنے مسکن پر پہنچ گئے تو ہر کُلفت دُور ہوگئی اور اگلی صبح اپنے آپ کو پھر تازہ دم پایا۔

## عیدالاضحیٰ کی نماز

انگلستان سے واپسی پر میں مزید چند دن ٹھہرا حتیٰ کہ عیدالاضحیٰ بھی اپنے لنڈن کے مرکز میں پڑھی اور اس طرح تیسری بار اپنی وہاں کی جماعت کے ساتھ عید منانے کی خوشی نصیب ہوئی۔ عید کے بعد اپنے عزیزوں اور احباب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے میں ہفتہ عشرہ مزید ٹھہر گیا اور بالآخر ۲۷ر نومبر ۱۹۷۷ء لنڈن سے رخصت ہوکر اگلی صبح لاہور پہنچا۔

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۲)

# جلسہ سالانہ ۱۹۷۷ء

## احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مختصر روئداد

### مؤرخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۷ء ——— بقیہ پہلی نشست

(رپورٹ: مولوی شفقت رسول)

---

مولانا عبدالمنان صاحب کے بعد جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے سالانہ رپورٹ احباب جماعت کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس سال کے مرحومین جماعت کے لئے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور ان کی دینی مساعی کو سراہا اور ساتھ ہی ان کی مغفرت کے لئے احباب سے دعا کی۔ پھر آپ نے ملک اور بیرون ملک جماعتہائے کی کارگذاری اور ترقی پر اظہار اطمینان کیا اور آمد و خرچ کا تخمینہ پیش کرتے ہوئے آمدنی میں اضافہ پر اظہار تشکر و امتنان فرمایا۔ آپ نے احباب جماعت ٹرینیڈاڈ کی طرف سے جناب مصطفےٰ کمال پانڈل صاحب کا ایک خط سنایا جس میں تمام جماعت کو السلام علیکم کا تحفہ بھیجا گیا اور اسی طرح سرینام کے جناب روشن نبی صاحب اور ان کی جماعت کا سلام پیش کیا جزاھم اللہ۔ (تفصیل کے لئے مطبوعہ سالانہ رپورٹ ملاحظہ فرمائیں)

**بعدہٗ** جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے "راہ حق اس کی مشکلات اور کچھ تازہ سفر کے بارہ میں" کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ گو ہر سفر میں مشکلات ہوتی ہیں، لیکن اس مرتبہ سفر میں زیادہ مشکلات تھیں۔ مشکلات سے نکالنا اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے راہِ حق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ راستہ ہے جس پر اللہ تعالےٰ ہمیں چلانا چاہتا ہے۔ حق المبین۔ خدا حق بھی ہے اور کھول کر بیان بھی کرتا ہے۔ اس راہِ حق کو دکھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب نازل فرمائی کتاباً یھدی الی الحق۔ جو راہِ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے اور چلاتی ہے۔ راہِ حق کی بہترین صورت جس پر خدا تعالےٰ ہمیں چلانا چاہتا ہے یہ ہے من احسن ممن اسلم وجھہ للہ و ھو محسن۔ اور ملۃ ابراھیم حنیفا کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راستہ ہے جس نے اس کو مقام خلیل اللہ پر فائز کیا۔ وہ تسلیم و رضا کا راستہ ہے۔

جب حضرت ابراہیمؑ کو فرمانبرداری کرنے کا حکم ملا تو وہ فرمانبردار بن گیا۔ یعنی ان کی نماز۔ قربانی۔ زندگی۔ موت سب اللہ کے لئے ہو گئی۔ اور حضرت نبی کریم صلعم نے اسوۂ ابراہیمیؑ کو کمال تک پہنچایا۔ حضور نبی کریم صلعم کا اسوۂ حسنہ راہِ حق کو متعین کرتا ہے۔ اور انہوں نے اس راہ میں جو مصائب و شدائد برداشت کئے ہیں مثالی ہیں۔ حق کی راہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ اور شیطان ہر طرح سے انسان کو راہِ حق سے دُور رکھنے کے لئے کوشاں ہے۔ لیکن خدا کے بندوں پر اس کی کوئی گرفت کامیاب نہیں تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر پر عمل پیرا ہو کر اس مشکل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ راہِ حق پر چلانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے انبیاء کو بھیجا۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ شامل ہوئے راہِ حق کی مشکلات میں انہیں بھی شدائد سے گذرنا پڑا لیکن نہ وہ کمزور ہوئے نہ سست ہوئے اور نہ ہمت ہاری۔

بالآخر حق ہی غالب آیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمام انبیاء سے زیادہ ایذا دی گئی۔ حضور صلعم کے بعد خلفائے اسلام اور مجددین کرام حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ حضرت اسمٰعیل شہید کو مشکلات پیش آئیں۔ اور انہوں نے اپنی زندگیوں تک کو راہ خدا میں قربان کیا۔ اور چودہویں صدی کے مجدد اعظم حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام اور اس کی جماعت کے مصائب تو ہمارے شنیدہ۔ دیدہ اور کچھ چشیدہ بھی ہیں۔ لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔

۱۹۷۴ء کے واقعات کے بعد مشکلات میں بے حد اضافہ ہوگیا ہے۔ [illegible] بے فکر نہ ہوں کہ طوفان ٹل گیا ہے بلکہ مشکلات کا سامنا کرنا ہے۔ [illegible] حق کٹھن راستہ ہے۔ اس میں صبر و استقامت کی ضرورت ہے۔ مامور اور ان کے مخلصین کبھی ہمت نہیں ہارتے۔ اللہ تعالےٰ نے ان ہی کے لئے فرمایا ہے کہ ان العاقبۃ للمتقین لاغلبنّ انا و رسلی۔ یعنی انجام کار متقی ہی کامیاب ہوں گے۔ اور میں اور میرے مامور ہی کو غلبہ و فوقیت حاصل ہوگی۔ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کو فرمایا کہ: ———

"میں تیرے ماننے والوں کو نہ ماننے والوں پر غلبہ اور فوقیت دوں گا۔"

[illegible] سچے ہوتے ہیں وہ یقیناً آپ کو غلبہ اور نمایاں کامیابی عطا فرمائے گا۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ سب سے بڑا خطرہ جو نقصان دہ ہے بیرونی نہیں [illegible] ہے اور وہ مقصد سے ہٹ جاتا ہے۔ امام وقت نے اخلاق پر بڑا زور دیا ہے تخلقوا باخلاق اللہ۔ ان اخلاق اور اعمال سے خود کو مزین کرنا ضروری ہے جو اخلاق خداوندی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ "زمین تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی جب تک تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے"۔ موصوف نے وضاحت کی کہ احمدیت کا لیبل لگانے سے مقصد کا حق ادا نہیں ہو جاتا۔ اگر اعمال اچھے نہیں تو خسر الدنیا والاخرۃ کا انسان مصداق ہو جاتا ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرمایا بیرونی دُنیا مردہ حالت میں ہے اور آبِ حیات کی متلاشی ہے۔ اور آبِ حیات اسلام ہے۔ اسلام کا پیغام دُور دُور تک پہنچ چکا ہے اور لوگوں میں بڑا تغیر آ چکا ہے۔ اس انقلاب میں تمہاری یعنی جماعت احمدیہ لاہور کی کوششوں کا کافی حصہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ "قرآن کا پہنچانا میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"۔ آج دوسرے لوگ قرآن پاک کے تراجم شائع کر رہے ہیں لیکن ان تراجم کی بنیاد حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کا ترجمۃ القرآن ہے

ریلیجن آف اسلام مصر میں چھپ چکی ہے۔ محمدؐ دی پرافٹ کا ترجمہ بھی عربی میں شائع ہو چکا ہے ٹیچنگز آف اسلام کا بھی مختلف [illegible] آپ نے بتایا ہماری جگہ جگہ جماعتیں قائم ہیں۔ لنڈن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کا مرکز ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ لوگوں میں لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔ لنڈن مشن کے کارکن ذہنی طور پر بیدار اور فعال ہیں۔ ہر کام منظم طریقہ سے کرتے ہیں۔ احمدیت کے وفادار ہیں۔ ہالینڈ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہاں کی زبان ڈچ اس نسل کو دین اسلام سے آگاہ کرنا اور ڈچ زبان میں علم دین کا پہنچانا ضروری ہے۔ ہیگ میں ایک مکان خرید کر کے اس کو مسجد کی شکل دے دی گئی ہے۔ حافظ شیر محمد صاحب نے بڑا مفید کام کیا ہے۔ سرینام میں جماعت کی تعداد ۲۵۰۰۰ کے قریب ہے۔ اس لئے ہمیں اس بات کو مدِنظر

۔ ہوئے کہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا پیشرو ہے اور ہم دُنیا کی قیادت کرنی ہے ۔ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنی ہے۔ حق ۔۔۔ جہاد میں مالی قربانی زیادہ سے زیادہ کرو اور خدا سے تعلق جوڑو ۔۔۔ حق کی تکالیف برداشت کرنا تمہارا عمل صالح ہوگا جو کبھی ضائع نہیں بلکہ تمہیں اللہ اپنے انعامات سے نوازے گا۔

## اجلاس دوم مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۷ء

زیرِ صدارت جناب صاحبزادہ محمد احمد صاحب آف سرائے ۔۔ بنوں منعقد ہوا۔ قرآن پاک کی تلاوت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبلغ ۔۔۔ نے کی۔ تلاوت کے بعد جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "قدرت الٰہی چند تازہ نشانات" کے عنوان سے ایمان افروز تقریر فرمائی ــــ

وکاین من اٰیاتٍ فی السمٰوات والارض یمرون علیھا و ھم عنھا معرضون۔ کتنی نشانیاں ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں ان کو دیکھتے ہیں اور گذر جاتے ہیں۔ ان پر کوئی اثر نہیں ۔۔ تا۔ اور دوسری آیت سنریھم اٰیٰتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتّٰی یتبیّن لھم انہ الحق میں ارشاد ہوا کہ ہم ۔ نشانات انہیں دکھلاتے چلے جائیں گے کائنات میں اور ان کے اپنے دل میں یہاں تک کہ اُن پر حق کھُل جائے۔

سب سے پہلا نشان یہ ہے کہ یورپ میں ایک کتاب ــــ THE کو سات بشپس نے شائع کیا ہے "الوہیت مسیح" اس میں انہوں نے دعویٰ الوہیت و ابنیت کو توہم پرستی قرار دیا ہے۔ یہ کتنی بڑی نشانی ہے اس خدائے قدیر کی جو دکھلانا چاہتا ہے کہ مسیح موعودؑ میری طرف سے بھیجا ہوا ہے اور اس باطل عقیدہ کا ابطال میری ہی طرف سے ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کلیسا اور عیسائیت کی بنیاد اس عقیدۂ ابنیت مسیح پر ہے، کہ عیسٰی جو خدا کے بیٹے تھے ان کے خون پر ایمان لائیں تو نجات ہوگی۔ وہ لوگ جو اس دور میں عیسائیت کے بڑے بڑے راہبر ہوں، لاٹ پادری ہوں اکٹھے ہو کر یہ شائع کریں کہ یہ عقیدہ کہ مسیح ابن اللہ تھے توہم پرستی ہے اور غلط ہے۔ کیا عیسائیت باقی رہ سکتی ہے؟ کسی انسان نے تو ان کو تبلیغ نہیں کی کتاب انہوں نے از خود لکھی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے واضح طور پر پیشگوئیاں کی تھیں کہ ابن اللہ کا عقیدہ چلنے والا نہیں اور فرمایا تھا کہ دجالیت اس طرح گھُل جائے گی جس طرح نمک پانی میں گھُل جاتا ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ علم وہ ہے جو حقیقت کو کھول کر رکھ دے۔ جب حقیقت سامنے آ جاتی ہے اس کو ماننے بغیر چارہ نہیں رہ جاتا۔ تحقیق جاری ہے۔ اور حقائق ان پر کھلتے جا رہے ہیں۔ پاکستان ٹائمز نے لکھا ہے کہ برطانیہ کے سات بشپوں نے اس عقیدہ اُلوہیت مسیح کا انکار کر دیا ہے۔ وہ کلیسائی عقیدہ کو نہیں مانتے کہ عیسٰیؑ خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔ آبزرور نے بھی لکھا ہے کہ اب کلیسا کے راہبر اور رہنما مسیح کی الوہیت کا انکار کر چکے ہیں۔

جان ہکسن نے لکھا ہے کہ یہ عقائد علم اور عقل کے خلاف فساد پھیلانے والے۔ دشمنی پھیلانے والے ہیں۔ غور فرمائیں توحید کی تبلیغ اور پھر پادریوں کو منوانا کیا یہ انقلاب نہیں ہے؟ مسیح موعود علیہ السلام انقلاب سلطنت کے لئے نہیں آئے تھے۔ وہ دین کے بگاڑوں کو درست کرنے آئے تھے۔ اور سب سے بڑا بگاڑ عیسائی عقیدہ اور اصولوں کا ہے۔ اب وہ عقائد اور اصول ان کے اپنے مسلّمات کی رُو سے ختم ہو گئے ہیں۔ یہ خدائی نشان ہے۔ پادری تمام دنیا کو عیسائی بنانا چاہتے تھے ۔۔۔ پادریوں کے گھر والے ان ۔۔۔ عقائد کے مخالف ہو گئے ہیں یہ بہت بڑا انقلاب ہے۔ اور امام زمان کی صداقت کا بہت بڑا نشان ہے۔

**ٹائمز آف انڈیا کا تراشہ** } اس نے کسی جرمن مصنف کا حوالہ دیا ہے۔ (رریوز نکسز صاحب) کہ ہم نے یقینی اور قطعی طور پر تحقیق کر لیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے۔ بلکہ ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ حضرت مسیح کا صلیب سے اُتارا جانا اور پھر ان کا غائب ہو جانا ایک معمہ تھا۔ جب تک حضرت مسیح موعودؑ نے دُنیا کو بتایا نہیں تھا کہ وہ غشی کی حالت میں اُتارے گئے جو موت کے مشابہ ہے۔ لیکن خدا نے ان کو موت سے بچا لیا۔ اور اس قابل ہو گئے کہ کشمیر کا سفر کر سکیں تاکہ وہ افغان اور کشمیری قوموں کو تبلیغ کریں جو فلسطین سے آئی ہیں یعنی بنی اسرائیل کی بھیڑوں کو تبلیغ کریں۔ اب یہ تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ یہ سب فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ حق اور سچ ہے۔ (۲۴ دسمبر کی دوسری نشست ختم ہوئی)

---

از مکرم شیخ اللہ بخش صاحب بدوملہی۔

## دَر باب سُود بنک

بنکوں کے سُود کے متعلق اس زمانہ کے حکم و عدل مجددِ زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ تو قارئین کرام جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب کے مضمون پیغامِ صلح (۱۱/۱/۷۸) میں بالتفصیل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

**تعامل** } اس سلسلے میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے آئین کی طرف بھی احباب کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس میں در بارہ پراویڈنٹ فنڈ ملازمین انجمن، یہ صراحت موجود ہے کہ "اس فنڈ میں جمع شدہ روپیہ پر بنک سے جو سُود ملے گا وہ ملازمین کو نہیں دیا جائے گا بلکہ اشاعت اسلام پر خرچ ہوگا"۔

اس آئین کے بنانے والوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے چوٹی کے جان نثار ساتھی اور خادمِ اسلام حضرت مولانا محمد علیؒ۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبؒ۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم اور موجودہ امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین ایدہ اللہ تعالےٰ جیسے جلیل القدر لوگ شامل تھے۔ مزید برآں ہماری جماعت کے سب سے بڑے عالم حضرت علامہ شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب دامت برکاتہٗ نے اپنا ذاتی پچاس ہزار روپیہ بنک میں رکھا ہوا ہے۔ جس کے سُود سے اشاعتِ اسلام کا کام ہو رہا ہے۔

**اپیل** } دولت مند احباب سلسلہ سے میری اپیل ہے کہ وہ بنکوں سے حاصل کردہ سُود کو صرف اور صرف اشاعت اسلام کے کام پر جو اس وقت جہادِ زمانہ ہے خرچ کرنے کے لئے اس روپیہ کو انجمن ۔۔۔ ارسال کریں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے فیصلہ کے مطابق اس ۔۔۔ کا جائز مصرف یہی ہے۔

---

### ارشاد حضرت مسیح موعودؑ

یہ بالکل سچ ہے کہ **سُود حرام ہے** مگر اپنے نفس کے واسطے، بیوی بچوں احباب رشتہ داروں اور ہمسایوں کے لئے بالکل حرام ہے لیکن یہ روپیہ

**خالصتاً اشاعتِ دین کے لئے خرچ کیا جائے تو حرج نہیں۔**

(البدر ۲۹ ستمبر ۱۹۰۵ء ۔ بحوالہ فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۸۶ ــ ۱۸۸)

# جلسہ سالانہ ۱۹۷۷ء

## احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مختصر روئداد

## مؤرخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۷ء ۔ آخری نشست

(رپورٹ: مولوی شفقت رسول)

---

پروگرام کے مطابق جلسہ کی صدارت جناب شیخ میاں ظہور احمد صاحب نے فرمائی ۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد عبدالسلام از دیپ گراں نے کلام مسیح موعود علیہ السلام درباره توصیف قرآن پاک "جو ضروری تھا وہ سب اس میں جیتا نکلا" ترنم سے پڑھ کر سنایا۔ اور مولنا کریم بخش رند نے ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھ کر سنائے ۔ جن میں قرآن پاک کے جملہ احکام پر عمل کرنے پر زور دیا گیا۔ قرآن پاک کو تدبر سے پڑھنے کی ترغیب دی۔ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ الخیر کلہ فی القرآن ۔ تمام بھلائیوں کا سرچشمہ قرآن ہے۔

بعدہٗ سردین صاحب طالب علم انڈونیشیا نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ دین الیوم اکملت لکم دینکم ۔ کے مطابق مکمل ہے اس لئے نئی کتاب کی ضرورت نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں ۔ آپ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کی ضرورت نہیں لیکن اللہ تعالےٰ کے فرمان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تجدید و احیائے دین کے لئے مجددین آتے رہیں گے۔

چنانچہ اس صدی میں مسیح موعود اور مہدی کے مقام پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ تاکہ وہ فتنۂ دجالیت کی سرکوبی کریں اور دین اسلام کی تجدید و احیاء کا فریضہ سرانجام دیں۔ مقرر نے مزید کہا کہ دنیا کا آئندہ مذہب صرف اسلام ہی ہوگا اور ادیان باطلہ مٹ جائیں گے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے دلائل و براہین کی قوت سے اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کر دکھایا ہے۔

بعدہٗ سکندر خان طالب علم انڈونیشیا نے "صداقت مسیح موعودؑ" کے عنوان سے تقریر فرمائی۔ اور بتایا کہ کسی مامور کی صداقت کا معیار جو قرآن پاک نے پیش کیا ہے کہ اس کی بعثت سے پہلے کی زندگی پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ اگر اس کی گذشتہ زندگی پاک صاف اور صداقت و امانت کی حامل ہے تو یقیناً اب وہ خدا پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا حوالہ دیتے ہوئے مقرر نے بتایا کہ کفار حضور صلعم کی جان کے دشمن ہو گئے لیکن آپؐ کی صداقت اور امانت و دیانت سے انکار نہ کر سکے۔

اسی کسوٹی پر حضرت مسیح موعودؑ کو پرکھیں تو دشمن بھی آپ کی پاکیزہ زندگی کے معترف نظر آتے ہیں اور ان کے کردار پر حرف گیری نہیں کر سکتے ۔ آپ نے احیائے اسلام کے لئے کام کیا اور ایک فعال جماعت کی بنیاد ڈالی جو احیائے اسلام کا فریضہ مسلسل سرانجام دے رہی ہے آپ احیائے اسلام کے فریضہ میں کامیاب و کامران گئے ہیں جو ان کی صداقت کی ایک بیّن دلیل ہے کیونکہ جھوٹا کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔

بعد میں جناب محترم شیخ نثار احمد صاحب نے بعنوان "روح عبادت" ایمان افروز تقریر فرمائی اور بتایا کہ انسان اور جنوں کی پیدائش کی غرض و غایت اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے ۔ اسلام نے یہ درست اور صحیح نظریہ پیش کیا ہے ۔ سورج ، چاند وغیرہ کائنات کی اشیاء ہیں ، ان کی عبادت ترک کر کے صرف خدائے واحد ہی کی عبادت کر عبادت کی غرض انسان کی اپنی تکمیل ہے ۔ عبادات میں سے نماز زینہ ہے انسان کی ترقی کے لئے ۔ جو لوگ نماز میں خدا کے حضور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں ۔ بلندی حاصل کرنے کے لئے خدائے بلند و برتر کے حضور عجز سے جھکنا ضروری ہے۔

مقرر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ انسان اسی طرح فرمانبردار ہو جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے فرمانبرداری کی اور اسی ایمان کی وجہ سے وہ بلند مقامات پر فائز کئے گئے ۔ نماز پر مداومت اور ہمیشگی کا حکم ہے اور یہ اوقات مقررہ کے مطابق فرض ہے ۔ تمام اہل ایمان نماز [illegible] میں منتفق [illegible] ایک ہی ہے ۔ نماز کو ٹیکس اور جبر نہ سمجھا جائے [illegible] روحانی یقین کیا جائے۔

نماز ایک لذت ہے ۔ جو [illegible] وہ گویا طور پر بیمار ہے ۔ حضرت امام وقت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجاہدات ریاضات اور عبادات میں انہماک تزکیہ نفس کے لئے ضروری چیزیں ہیں تقوی سے اللہ تعالےٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے ۔ اعتقادات صحیحہ صادقوں کی معیت انسان کو عبادات میں لذت و سرور بخشتی ہے ۔ نماز سے انسان کا خدا کے ساتھ اس قدر اتحاد ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے جوارح بن جاتا ہے[1]

بعدہٗ جماعت سرینام کے صدر جناب محترم محمد غنی روشن اور نائب صدر محترم محمد خلیل کا تعارف کرایا گیا ۔ موصوف محمد غنی روشن صاحب نے احباب سرینام کا سلام احباب جماعت کے نام پیش کیا انہوں نے بتایا کہ انہیں دین اسلام سے عشق ہے اور یہاں آ کر وہ خوش ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنے دینی بھائیوں سے ملاقات کا شرف حاصل کیا الحمد للہ۔

آپ نے بتایا کہ وہاں کی جماعت میں اہل علم اور دینی کتب کی بڑی کمی ہے ۔ اس لئے جماعت سے اپیل ہے کہ وہ وہاں مبلغ بھیجیں جو ہمیں دینی تعلیم سے بہرہ مند کریں ۔ جناب محمد غنی روشن صاحب نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے جناب عبدالرحیم جگو صاحب کی خدمات دین کا شکریہ ادا کیا مگر بتایا کہ اب ان کے ہالینڈ چلے جانے سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جس کے لئے ہمیں مبلغین کی اشد ضرورت ہے ۔ بعدہٗ جناب محمد خلیل صاحب نے "نوجوانو! دینِ احمدؐ کو جگانا سیکھ لو" وجد آفرین نظم پڑھی

ازاں بعد جناب محترم نصیر احمد فاروقی صاحب نے والعصر کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ انسان مادی طور پر ترقی کی منازل طے کر رہا ہے لیکن اگر خسارہ ہے تو وقت ہی کا خسارہ ہے ۔ یہ وقت جو ہمیں دیا گیا وہ ہر آن گھٹ رہا ہے ۔ دولت و جاہ و حشم یہ آتی بھی ہیں اور جاتی ہیں ۔ لیکن وہ چیز جو جا کر پھر نہیں آتی وہ وقت ہے ۔ لیکن جو لوگ ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں وہ گھاٹے میں نہیں اس لئے کہ وہ ایمان سے ایک نصب العین کا تعین کرتے ہیں ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں ۔ اور خدا ان کا محبوب اور معبود ہے وہ گھاٹے میں نہیں رہتے۔

اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی نہ ہوتی تو خدا کو پانا اور ایمان لانا ایک خیالِ موہوم ہوتا۔ حضور صلعم نے صحابہ رضؓ میں زندہ ایمان پیدا کیا۔ اس ایمان کی تجدید و احیاء کے لئے مجددین کا سلسلہ قائم کیا ہے جو تیرہ سو سال سے جاری و ساری ہے ۔ اور حضرت مسیح موعودؑ

---

[1] آپ کی مفصل تقریر آئندہ اشاعت میں درج کی جائے گی۔

د اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ اس مادہ پرستی اور دہریت
زمانہ میں تجدید دین کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ اور جسقدر
لہ ہوئے دیگر مجددین کو نہیں ہوئے۔ لیکن کثرت مکالمہ کے باوجود نبی
ہیں۔ آپؑ اپنے آپ کو مجازی رنگ میں نبی کہتے ہیں تو علی وجہ حقیقت
کہ بہادر آدمی کو مجازاً شیر کہہ دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے
ت میں پھر وہی زندہ ایمان پیدا کر دیا۔ آپ نے اپنے متبعین
: ایمان پیدا کیا جو صرف پہلے زمانہ میں پایا جاتا تھا۔

جناب مقرر نے واضح کیا کہ اگر ایمان سے ہمارے اندر تغیر پیدا
ہوا تو ہمارا ایمان زندہ ایمان نہیں ہے۔ آپ نے تصریح کی کہ ایمان
کے بغیر مشکوک ہوتا ہے۔ حق کو دنیا میں پہنچانا معیار ایمان ہے۔
ا صاحب کی جماعت کا کام ہے۔ آپ نے حفاظت اسلام اور
ت اسلام کے لئے جماعت بنائی۔ اور یہی عمل آپ کو دوسرے
ں سے ممتاز کرتا ہے۔ حق کو دنیا میں پہنچانا اور پھیلانا۔ جہاد پانچ
اسلام سے ہے۔ اور سب سے افضل جہاد جہاد بالقرآن
اور اس جہاد کو حضرت مرزا صاحب نے جاری کیا۔ اس کی صحیح تفسیر
ہم کو دنیا میں پہنچانے کا فریضہ انجام دیا۔ اور دنیا اس بات کی معترف
نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ جہاد بالنفس ہے۔ اور جہاد اکبر
ئے کلمۃ اللہ ہے۔ امام زمان کا بہت بڑا احسان ہے کہ
نے ہمیں جہاد بالقرآن کے لئے موقع فراہم کیا۔ ہمیں اس
ئے مالی قربانی کرنی چاہیئے تاکہ ہم اپنے فریضہ سے سرخرو ہوسکیں۔
اس کے بعد جناب مولانا عبدالرحیم جگو صاحب نے اذا جاء نصر
اللہ والفتح کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ (اذا کا لفظ ماضی اور
ں دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ جس طرح ماضی میں لوگ اسلام
ج در فوج داخل ہوئے اسی طرح آئندہ بھی داخل اسلام ہوں گے۔
نے بتایا کہ سرینام اور ہالینڈ وغیرہ میں ہماری جماعت میں ترقی ہوئی
ہمیں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت میں کافی مشکلات ہیں۔ مبلغین کی
۔ ہم نے واضح طور پر اپنی جماعت کا تعارف احمدیت سے کروایا
کہ جو آئے وہ کسی غلط فہمی سے نہ آئے بلکہ علیٰ وجہ البصیرت
جماعت ہو۔ مقرر موصوف نے جماعت کے استحکام اور اسے
ط اور فعال بنانے پر زور دیا۔ اور مبلغین پیدا کرنے پر بھی
ئی کہ دین کو وسیع طور پر پھیلایا جاسکے۔

مقرر موصوف نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مرحوم
ت پر گہرے دکھ کا اظہار کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت
اس طرح اس سال کے جلسہ کی یہ آخری نشست بخیر و خوبی
پذیر ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک :

## تقویٰ سے بڑی بڑی مرادیں حاصل ہوتی ہیں

ارشاد حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ :-

**خدا کو اپنا بناؤ** جب وہ ہمارا ہو جائے گا۔ تو سب ہمارا ہی ہے
اور وہ تقویٰ اور صرف تقویٰ سے اپنا بنتا
اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تمہارا ہو جائے۔ تو تم تقوے
کرو۔ تقوے ایسی دولت ہے کہ اس سے بڑی بڑی مرادیں حاصل
ہیں۔ ہر شخص کی فطرت میں ہے کہ [illegible] چاہتا ہے کہ کوئی اس کے
ہو اور وہ عظیم الشان ہو جو اس [illegible] محبت کرے۔ اللہ تعالےٰ
سے محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا یحب المتقین۔ جو اللہ کا
ہو جائے اسے کسی اور کی [illegible]

## استقبالیہ تقریر ـــــ بقیہ صلا

**راہِ حق میں مشکلات اور ہمارا فرض** میرا یہ لمبا اور صبر آزما سفر محض اللہ تعالےٰ
کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت طے ہوا۔ اس سفر کے دوران بہت
سی خوشگوار باتیں پیش آئیں۔ جیسا آپ سن چکے ہیں۔ وہاں گوناگوں
مشکلات بھی پیش آتی رہیں۔ راہِ حق میں مشکلات کا پیش آنا سنتِ الٰہی
ہے۔ ہمارا اسی قدر فرض ہے کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے خدا کی راہ
میں جہاد کرتے رہیں یہاں تک کہ جہاد کا حق ادا ہو جائے اور اپنی کوششوں
کو سست نہ پڑنے دیں۔ دین کی تبلیغ اور اشاعت اسلام کے کام
میں لگے رہیں کیونکہ یہی ہمارا کام ہے۔ اس کا نتیجہ اور انجام اللہ تعالیٰ
کے ہاتھ میں ہے۔

**اسلام** کے مستقبل اور ہماری جماعت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ
کے جو وعدے ہیں وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ اگر خدانخواستہ
ہم خدا کی راہ میں قدم مارنے سے ہٹ گئے یا تھک کر بیٹھ جائیں تو
بھی اللہ کے دین کا کچھ نہ بگڑے گا وہ اپنا کام اور لوگوں سے لے
لیگا نقصان صرف ہمارا اپنا ہی ہوگا۔ جو کوئی بھی اللہ کی راہ کو اختیار
کرتا ہے اللہ تعالےٰ اپنی راہیں اس کے لئے آسان اور روشن کر دیتا
ہے۔ میں اس گزارش پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ خواہ کسی نوع کی
مشکلات ہمیں پیش آئیں ان سے خائف نہ ہوں اور جہاں تک اپنی
طاقت اور سمجھ ہے اپنا فرض ادا کرتے رہیں۔ ہمارا فرض کیا ہے
صرف یہی کہ ہم اسلام کا پیغام اور قرآن شریف زمین کے
کناروں تک پہنچانے میں حتی المقدور کوشاں رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس
کی توفیق بخشے آمین!

## سالانہ رپورٹ شبان ـــــ بقیہ صلا

ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے صدر انجمن احمدیہ لاہور کی طرف سے خطاب
کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"بلاشبہ شبان الاحمدیہ کا حالیہ تربیتی کورس میری توقعات سے بڑھ کر کامیاب
رہا ہے جس کے لئے میں منتظمین اور جملہ شرکائے کورس کو دلی مبارک باد
دیتا ہوں۔ آپ سب نے اس کورس کے دوران جس ذوق و شوق اور نظم و
ضبط کا مظاہرہ کیا ہے وہ یقیناً قابلِ تعریف ہے۔"

مکرم ڈاکٹر صاحب کے اس ارشاد پر کورس کا افتتاح ہوا۔

احباب کرام! یہ ہماری سال بھر کی کارکردگی کا ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ ہم
انہی خطوط پر شبان الاحمدیہ کو منظم کرنا چاہتے ہیں ہم تمام والدین سے اپیل
کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کو اس تنظیم میں شمولیت کے لئے راغب کریں۔ نیز
جملہ جماعت ہائے احمدیہ کے صدر اور سیکرٹری صاحبان سے درخواست
ہے کہ اپنے اپنے حلقے میں شبان الاحمدیہ کے یونٹ قائم کرنے میں ہماری مدد
فرمادیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کا فضل اور احباب سلسلہ کی دعائیں اور عملی
تعاون شامل حال رہا تو امید ہے کہ حضرت مسیح موعود کے مشن کو آگے بڑھانے
میں ہم کامیاب ہو سکیں گے۔

آخر میں جملہ رفقائے کار اور معاونین کا مشکور ہوں اور شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور
کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ لاہور کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی
سرپرستی میں یہ تنظیم اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہی ہے اور ربّ العزت کے
حضور دست بدعا ہوں کہ وہ ہماری کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کو معاف فرمائے
اور ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے [illegible] سکیں :

# برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ

از قلم مبلغ انچارج برلین مسلم مشن و امام مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب

اس مدت کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے برلین مسلم مشن کو سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو دور دور ممالک تک پہنچانے کے مواقع بہم پہنچائے۔ دور دور سے مرد و عورتیں اس مرکز میں آئے اور انہوں نے یہاں منعقد ہونے والے اجتماعات میں حصہ لیا اور قرآن کریم کے پیغام کو سنا اور اس سے محظوظ ہوئے۔

## (۱) ماہِ رمضان کا مبارک مجاہدہ

رمضان کا مبارک مہینہ یہاں ۱۷ اگست کو شروع ہوا اور ۱۴ ستمبر تک جاری رہا۔ اس مبارک مہینہ میں مسجد میں ہونے والے اجتماعات میں رونق بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس مجاہدہ کے دوران دعائیں کرنے کی خاص توفیق عطا فرمائی۔

## (۲) لیلۃ القدر کا اجتماع

اس مبارک مہینہ کی ستائیسویں رات یعنی ۱۱ ستمبر شام کے وقت لیلۃ القدر منانے کے لئے ایک خاص اجتماع منعقد کیا گیا۔ اور مسلمان احباب کو اس میں شمولیت کے لئے دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں لکھا گیا کہ لیلۃ القدر کا یہ اجتماع قرآن کریم کے نزول کی ۱۴۰۰ ویں برسی منانے کے سلسلہ میں منعقد کیا جا رہا ہے۔ مختلف ممالک سے آئے ہوئے مسلمان احباب جمع ہوئے احباب کا روزہ افطار کرایا گیا۔ حسب پروگرام سب نے مل کر مسجد میں نماز ادا کی۔ بعد میں حاضرین کو کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے لئے بھنی ہوئی مرغی گوشت کا شوربا۔ تنور کی تازہ روٹی اور فرنی پیش کی گئی۔ تمام احباب نے مل کر مزہ سے ماحضر تناول کیا ـــــ کھانے کے تمام اخراجات تیونیسیا کے سوداگر سعید صاحب نے برداشت کئے جزاھم اللہ ـــ

ازاں بعد لیلۃ القدر منانے کا پروگرام شروع ہوا۔ اس پروگرام کی ابتدا قرآن کریم کی تلاوت سے کی گئی۔ قرآن کریم سے تلاوت فلسطین سے آئے ہوئے ایک نوجوان عمر صاحب نے کی۔ بعد میں سب حاضرین نے مل کر سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود شریف پڑھا۔ درود کے ان الفاظ سے ہال گونج اٹھا۔ درود شریف کے بعد راقم الحروف نے قرآن کریم کے نزول کی برسی منانے کے سلسلہ میں ایک تقریر کی۔ یہ تقریر جرمن زبان میں کی گئی اور یہ تقریر چار ہزار الفاظ پر مشتمل تھی۔ اس تقریر میں قرآن شریف سے متعلق پندرہ مختلف نکات کو مختصراً بیان کیا گیا۔ حاضرین نے اس تقریر کو دلچسپی سے سنا اور اس تمام تقریب سے وہ بڑے محظوظ ہوئے الحمد للہ۔

## (۳) عید الفطر کا اجتماع

ماہ رمضان کے مبارک مجاہدہ کے ختم ہونے کے بعد ۱۵ ستمبر بروز جمعرات عید الفطر منائی گئی۔ اس تقریب پر احباب کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ احباب جمع ہوئے۔ نماز شروع کرنے سے پیشتر راقم الحروف نے حاضرین کو صدقۃ الفطر ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ ازاں بعد ہر دو رکعت میں تکبیروں کی تعداد سے اطلاع دی۔ اس کے بعد تمام احباب نے مل کر میری قیادت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد راقم الحروف نے خطبہ دیا۔ یہ خطبہ دو ہزار جرمن الفاظ پر مشتمل تھا۔ اور اس میں اسلام سے متعلق آٹھ نکات کو مختصراً بیان کیا گیا۔ خطبہ کے بعد احباب کو میں نے عید الفطر مبارک کہی۔ اس پر احباب اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے کو عید مبارک کہنے میں مشغول ہو گئے۔ بعض نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور بعض گلے ملے۔ تمام حاضرین نے اپنے خوشی بھرے چہروں سے عید کے اس اجتماع کو پُرمسرت اور پُر رونق بنایا۔ حاضرین کو مشروبات پیش کی گئیں۔

ان ہر دو اجتماعات میں دس مختلف ممالک سے آئے ہوئے مسلمان احباب نے شرکت کی۔ بعض مرد اور بعض خواتین اپنے ملکی لباس پہن کر آئے۔ جس سے یہ اجتماع نہایت پُر رونق ہو گیا۔ برلن مسجد میں ہونے والے اس اجتماع میں دس مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے احباب کا جمع ہونا اور ان کا مل کر ایک امام کی قیادت میں قبلہ رُخ ہو کر نماز کا ادا کرنا حاضرین کے لئے نہایت ہی خوشی کا باعث ہوا۔ الحمد للہ۔

## (۴) جمعہ اور ہفتہ کے دن ہونے والے پچیس اجتماعات

عید الفطر اور لیلۃ القدر کے اجتماعات کے علاوہ پچیس مرتبہ مسجد برلین میں جمعہ و ہفتہ کے دن اجتماعات منعقد ہوئے۔ ان میں اسلام سے متعلق مختلف مضامین پر قرآن و حدیث کی روشنی میں خطبات دیئے گئے۔ اور تقاریر کی گئیں۔ ان اجتماعات میں سعودی عرب، ایران اور عراق سے آئے ہوئے سوداگر و افسران صاحبان نے بھی برلین میں اپنے قیام کے دوران شرکت کی۔

## (۵) برلین اور مغربی جرمنی سے افراد و گروپس کا آنا

(الف) مغربی جرمنی سے ایک گروپ جو تیس افراد پر مشتمل تھا مسجد میں آیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک عیسائی دوست مسجد میں ٹھہرے۔ انہیں اسلام کے بنیادی اصولوں کے بارہ میں بتایا گیا۔ بعد میں ان کے سوالات کا جواب دیا گیا۔ سوال و جواب میں مرد و خواتین نے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ (ب) برلین سے ایک کلاس معہ اپنے دو اساتذہ کے مسجد میں آئی۔ طلباء ایک گھنٹہ تک مسجد میں ٹھہرے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا گیا۔ ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے (ج) مغربی جرمنی سے ایک جرمن نو مسلم جو ایک ہائی سکول میں ٹیچر ہیں ایک ہفتہ برلین میں ٹھہرے۔ اس دوران تین مرتبہ میرے پاس آئے مسلمان ہو جانے کے بعد ان کی گھریلو زندگی اور سوسائٹی میں جو مسائل پیدا ہوئے ہیں ان کے بارہ میں انہوں نے مجھ سے گفتگو کی۔ ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں بھی آئے اور سوال و جواب میں حصہ لیا۔

## (۶) مسلمان ممالک سے پروفیسرز، ٹیچرز اور علما کا آنا

(الف) الجیریا سے پروفیسر طوبا صاحب جو اسلامی فلاسفی پڑھاتے ہیں مسجد میں آئے انہوں نے مسجد کو دیکھا۔ خوش ہوئے۔ انہیں مسجد کی تاریخ اور مسجد کی تبلیغی مساعی سے آگاہ کیا گیا۔ مسجد کی تاریخ کے سلسلہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٔ مجددیت اور بانی تحریک احمدیت کے دعویٰ مسیح موعودؑ کے بارہ میں پروفیسر طوبا صاحب کو بتایا گیا۔

وفاتِ مسیح کا ذکر کرتے ہوئے متوفیک کے معنی ممیتک بتائے گئے۔ کہنے لگے یہ معنی مرزا غلام احمد صاحب نے کئے ہیں۔ میں کریم نے خود توفّی کے معنی موت کئے ہیں ...
نے ان معنوں میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے
اور حضرت امام بخاری نے بھی یہی معنی کئے
کو دہرایا۔ وہ خاموش ہو گئے۔ مسجد
اپنے ٹرکٹ DIEUR AHMAD

---

لہ (از جولائی تا ماہ ستمبر ۱۹۷۷ء) اس رپورٹ کے تاخیر سے شائع ہونے پر ہم معذرت خواہ ہیں (ادارہ)

میں حضرت مرزا صاحب کا یہ عربی فقرہ دکھایا۔
سمیت نبیًا من اللہ علیٰ طریق المجاز ولا علیٰ
وجہ الحقیقۃ۔

اس گفتگو سے ان کا شوق بڑھا۔ انہیں دفتر میں بٹھایا۔ اور حقیقت الوحی سے وہ تمام عبارت سنائی جس میں یہ فقرہ لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے مزید شوق کا اظہار کیا تو میں نے حضرت میرزا صاحب کی کتاب — حمامۃ البشریٰ انہیں دکھائی۔ اور وہ صفحہ نکالا جہاں حضرت میرزا صاحب نے اپنے آپ کو بطور محدث پیش کیا گیا۔ ایک گھنٹہ میرے پاس بیٹھے میں نے بالآخر انہیں یہ کتاب بطور تحفۃً دے دی۔ تحفۃً اس کتاب کو لے کر بڑے خوش ہوئے اور حضرت میرزا صاحب کا مزید عربی لٹریچر حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

(ب) اسی طرح الجیریا کا ایک ٹیچر اپنے برلین میں قیام کے دوران کئی بار مسجد میں ہونے والے اجتماعات میں شامل ہوا۔ درس قرآن کے اجتماعات میں۔ جمعہ کے دن اجتماعات میں۔ لیلۃ القدر اور عیدالفطر کے اجتماعات میں۔ ہمارے ان اجتماعات، [illegible] خطبات اور تقاریر اور بحث و تمحیص کو سن کر [illegible] بڑے متاثر ہوئے۔ اور کئی بار انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ۲۴ اور مجھے لکھا ہے کہ:—
"میں آپ سے مذہب کے متعلق مختلف مسائل کی تشریحات سن کر بے حد محظوظ ہوا ہوں۔"

(ج) نجف۔ عراق سے ایک شیعہ عالم مسجد میں تین بار آئے اور ہماری مساعی کے بارہ میں مجھ سے سنا۔

## (۷) شادی کی تقریب

شادی کی ایک تقریب مسجد میں منعقد ہوئی۔ دولہا معہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں مسجد میں جمع ہوئے۔ خطبہ دیا گیا۔ اور ان کی شادی کا اعلان کیا گیا۔

## (۸) دعوت

(الف) انڈونیشیا کے جنرل کونسل نے اپنے ملک کی آزادی کی برسی منانے پر شمولیت کی دعوت دی۔
(ب) شام سے آئے ہوئے ایک سابق پولیٹیکل لیڈر نے اپنے ہاں کھانے پر دعوت دی۔

## (۹) مسلمان قیدیوں کو وعظ و نصیحت

وزیر قانون برلین کے ارشاد کے تحت مسلمان قیدیوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے سلسلہ میں متعلقہ قید خانوں میں مسلمان قیدیوں سے ملاقات کی گئی۔

## (۱۰) دفتری امور

ان تبلیغی مساعی کے علاوہ دفتری امور کو بھی نبھایا برلین اور مغربی جرمنی، لنڈن، ہالینڈ اور پاکستان سے خط و کتابت کی گئی۔ خطوط لکھے گئے۔ لٹریچر بھیجا گیا۔ بعض خطوط ٹائپ کئے گئے۔ پیکٹ بنائے گئے۔

ماہ رمضان میں افطار و سحور کا چارٹ چھپوایا گیا۔ اسے بذریعہ پوسٹ مسلمان احباب کے نام بھیجا گیا۔ لفافوں پر ان کے ایڈریس لکھے گئے۔ عیدالفطر کا دعوت نامہ چھپوایا گیا۔ اسے بذریعہ پوسٹ احباب کے نام بھیجا گیا۔ انکے پیغامات لکھے گئے۔

[illegible] والے اجتماعات کا انتظام کیا گیا۔ باغ کو صاف ستھرا رکھنے [illegible] طرح دفتر اور مشن سے متعلق کئی ایک اور متفرق [illegible] اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے [illegible] فرمائی۔ والسلام

---

# اخبارِ احمدیہ

## نمایاں کامیابی

محترم ڈاکٹر اصغر حمید صاحب، انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کی صاحبزادی عذرا حمید سلمہا نے بیچلر آف آرکیٹیکچر کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے اور یونیورسٹی میں اول آئی ہیں۔ اور تھیسس ڈیزائن (THESIS DESIGN) کے پرچے میں انہیں DISTINCTION ملی ہے یہ پانچ سال کا کورس تھا، اور ہر سال یونیورسٹی کا امتحان ہوتا تھا۔ عزیزہ موصوفہ گذشتہ چاروں امتحانوں میں بھی ہر سال فرسٹ ڈویژن لیتی رہی ہیں، اور یونیورسٹی میں اول آتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ذہین و فطین بچی کو دین و دنیا میں ہمیشہ بامراد و کامیاب فرمائے۔ جملہ احباب سلسلہ بھی اس دعا میں شامل ہوں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے اس خوشی میں یکصد (-/۱۰۰) روپیہ اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو دیا ہے جزاھم اللہ احسن الجزا۔

## درخواستہائے دعا

مکرم میرزا فضل احمد صاحب محلہ حاجی پورہ سیالکوٹ اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بھائی میرزا غلام احمد کی بیوی اور پوتے برخوردار عارف کو مکان کی چھت گرنے سے چوٹیں آئی ہیں، اور بچے کی ٹانگ کی ہڈی میں دراڑ آگئی ہے۔ مقامی سول ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ بچے کی ٹانگ پر پلستر لگایا گیا ہے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنی پنجگانہ نمازوں میں نہایت درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے دونوں کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۲) مستری [illegible] احمد صاحب سکنہ محلہ اسلام پورہ سیالکوٹ کے پوتے کو پولیو (POLIO) کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ کافی علاج معالجہ کے باوجود برخوردار کی صحت میں کوئی نمایاں افاقہ نہیں ہوا۔ احباب کرام مستری صاحب موصوف کے پوتے کی شفایابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

---

حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:—
"جو شخص مغفرت کا خواہاں ہے۔ اس کی مغفرت کی خواہش باطل ہے اگر وہ خدا کے بندوں کی مغفرت نہیں کرتا یہی تخلقوا باخلاق اللہ کا سبق ہے۔ جو سکھایا ہے"

---

دردِ قرآں پیش گیر اے ہوش مند
گر تہ بینی نورِ حق بر من بخند (حضرت مسیح موعودؑ)

---

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔
(چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مؤرخہ ۲۵ جنوری ۱۹۸۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ نمبر ۴

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۲ صفر ۱۳۹۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۷۸ء | نمبر ۵

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## ہمارے پیارے امام کی طرف سے احتسابِ نفس کی دعوت

اے نادانو! خوب سمجھو۔ اے غافلو! خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اعمال کے کسی طرح رہائی نہیں۔ اور جو شخص ہر طرف سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے۔ اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام، جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے اور رسولِ کریم صلعم کے پاک جُوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں رکھ دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے۔ اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار نہیں ہونا چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے۔ بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے ہیں۔ اور تکبر کی کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں، اور شرم سے بات کرتے ہیں۔ اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں اور عاجزوں سے تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے ربّ کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔

جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دُنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کے دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں وہ اُس جہان میں کبھی باہر نہ ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں، اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دُور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دِن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے۔ اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے، سے دور جا پڑیں گے اور اپنے ربّ سے ڈرتے رہیں گے۔

مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر اُمید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتی ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع اور سجود بھی ہیچ ہے، جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اُس کے حکموں پر قائم ہو، اور رکوع یہ کہ اُس کی طرف جُھکے، اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دستبردار ہو۔

> خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ:۔
> تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے۔ تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے اگر وہ نہیں تو سب ہیچ ہے۔ اور اگر وہ باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے۔ (الوصیت ص۔)

## مکتوبِ انگلستان

# احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو کے کی تعلیمی، تنظیمی اور تبلیغی سرگرمیاں

(لندن) مشن کے نائب امام جناب [illegible] صاحب

**درسِ قرآن کریم۔** یکم فروری کو حسبِ معمول بچوں کی قرآن کریم کی کلاس ہوئی۔ دسمبر کے آخری عشرہ سے ۳ر جنوری تک بچوں کے سکول و کالج بند رہے۔ اس دوران بچے روزانہ ہی قرآن کریم پڑھنے آتے رہے۔ ان میں سے دو بچے جماعت ربوہ کے ایک دوست کے ہیں۔

**امام صاحب لندن مشن۔** جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے ان کو آداب و اخلاق اسلامیہ کے بارے میں پڑھایا سمجھایا۔ تعوذ۔ تسمیہ اسلامی سلام اور کلمہ طیبہ یاد کروایا اور ان کے معنی بیان کئے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کا سلسلہ وار درس بھی جاری رہا۔

**نمازِ جمعہ۔** ۶ر جنوری کو امام صاحب نے خُطبہ جُمعہ پڑھا اور نماز کی امامت کرائی۔ خطبہ میں قرآن کریم کی سُورۃ شریفہ المآعون کی تلاوت و ترجمہ کے بعد اس کی بڑی شرح و بسط کے ساتھ تفسیر بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام نے پہلی اور آخری بار نہایت عمدہ اور لاجواب معاشرتی نظام قائم کیا ہے۔ جس کی مثال دُنیا کے دیگر معاشروں میں کہیں نہیں ملتی۔ اسلام کا پیش کردہ نظام اولاد آدم کو عزّ و وقار عطا کرتا ہے اور سب سے اس سماجی تحفظ کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ یتیم اور مسکین معاشرے کے دو نہایت کمزور عنصر ہوتے ہیں ان کا تحفظ اور ان کی کفالت اسلامی معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اسلام نے تلقین کی ہے کہ جو لوگ قوم کے اس کمزور حصّہ کی طرف توجہ نہیں کرتے، ان کی کوئی وقعت نہیں سمجھتے، ان کو اپنے قریب لانا پسند نہیں کرتے، ان کی ضروریات اور احتیاجات کا خیال نہیں رکھتے، ان کی مالی امداد نہیں کرتے' اور جو لوگ اپنی نمازوں سے غافل ہیں دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ خشوع خضوع سے بارگہ الہٰی میں نہیں جھکتے اور خیرات و صدقات کے معاملہ میں بھی قرآن و رسُول کی تائید پر توجہ نہیں دیتے۔ ان کو روکے رکھتے ہیں' ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ بظاہر یہ لوگ اپنے آپ کو دینِ اسلام کا پابند خیال کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ اپنے ایسے غیر اسلامی عمل کے اظہار سے دینِ اسلام کو جھٹلاتے ہیں، اور اس کی منشاء و مقاصد کو پورا نہیں کرتے۔

لہٰذا اسلامی معاشرے کو مضبوط و مستحکم اور فعال و مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی مالی کمزوری کو حتی المقدور دُور کیا جائے۔ مالی طور پر کمزور حصّہ قوم کو سہارا دیا جائے۔ ناتوان اور بے سہارا لوگوں کی مدد کی جائے۔ ان سے بہتر سلوک کرکے ان کی عزّتِ نفس کو بحال رکھا جائے۔ اس تاکید و تلقین کی اہمیت کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اسلام کے پانچ بنیادی رُکنوں کے ساتھ اسکا ذکر آیا ہے۔

**احبابِ کلبرن سے رابطہ۔** ۱۱ر جنوری کو کلبرن کے احباب سے ملاقات اور احوال طلبی کے لئے جانا پڑا۔ جناب مجید علی کے اس علاقہ کے مسلمان بھائیوں سے رابطہ پیدا کیا۔ ان کے کوائف و احوال دریافت کئے۔ باہمی دلچسپی کے مسائل پر خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی۔ ان کو دینِ اسلام تعلیم و تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ کلبرن بہت دور ہے لہٰذا ہم لوگ خود ہی وہاں جا کر بچوں کو قرآن شریف اور اسلام کی ابتدائی تعلیم کا سبق دیا کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

**تقسیم لٹریچر۔** اسلام و سلسلہ کے لٹریچر کی تقسیم کا کام حسبِ معمول جاری ہے۔ ڈاک کے ذریعہ بھی بھیجا جاتا اور بالمشافہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ اور لوگوں کے پاس جا جا کر بھی دیا جاتا ہے۔ کتاب اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی بکثرت تقسیم کی جا رہی ہے۔ جناب مجید علی اور جناب شاہد عزیز اور ڈاکٹر سعید پاشا اس جہاد میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے غیر از جماعت احباب کو بھی اس کام میں شریک کر لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار فضل و شکر ہے۔ کہ نیک و سعید ارواح حضرت امامِ زمان کے بے نظیر علم الکلام اور اس کے حوالہ سے تیار ہونے والے لٹریچر میں کشش و دلچسپی محسوس کر رہی ہیں اور وہ لوگ اس کی تعلیم و تبلیغ اور تقسیم کے کام میں حصّہ لینا سعادت مندی خیال کرتے ہیں۔ تقسیم لٹریچر کا حوصلہ افزا اثر ہو رہا ہے۔

جناب ایم آر ملک کو ان کی طلب پر کتُب ارسان کی گئیں اور لائٹ کے دو پرچے روانہ کئے گئے۔ ان کی طرف سے ایک خط ملا ہے جس میں قیمت کتُب کا چیک اور اظہار شکریہ تحریر ہے۔ انہوں نے امام صاحب کو اپنا ایک مضمون بھی برائے اصلاح بھجوایا ہے جس کو وہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔

**نمازِ جمعہ۔** ۱۳ر جنوری کو امام صاحب لندن مشن نے خطبہ جمعہ دیا اور نماز جمعہ کی امامت کی۔ خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حفظِ مراتب کے موضوع پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ حفظِ مراتب اسلامی معاشرے کا ایک اہم جزو ہے۔ اس کے بغیر اس نظام میں طہارت و صالحیت قائم نہیں رہ سکتی، نہ ڈسپلن نظر آ سکتا ہے اس کے بغیر معاشرتی اور سماجی تعلقات میں ابتری اور بد نکری رواج پا جاتی اور معاشرہ فساد و فتنہ کا شکار ہو جاتا ہے۔

اس ہفتہ بھی تقسیم لٹریچر کا سلسلہ جاری رہا۔ جناب مجید علی ایک مقامی مسجد میں کتابیں تقسیم کرنے کی غرض سے گئے۔ محترمہ جمیلہ خان صاحبہ اور بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ بوجہ علالت نماز جمعہ میں شریک نہ ہو سکیں احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دُعا فرمائیں۔

**احبابِ مانچسٹر سے رابطہ۔** ۱۴ر جنوری کی شام کو ہم لوگ لندن سے مانچسٹر پہنچے۔ اس دَورہ کی غرض احبابِ مانچسٹر سے میل ملاقات اور باہمی دلچسپی کے مسائل پر گفتگو تھی۔ رات کو جناب شاہد عزیز کے ہاں قیام کیا۔ اگلے دن ان کے ہمراہ احباب سے ملاقات کی۔ احباب

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

# ہالینڈ میں احمدیہ مرکز و مسجد کا شاندار افتتاح۔

## احمدیت ہی سچا اور حقیقی اسلام پیش کرتی ہے

## مسلمان بھائی احمدیہ جماعت میں شامل ہو کر خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پہنچائیں

## افتتاحی تقریب کے موقعہ پر

## احمدیہ جماعت (ہالینڈ) کے صدر جناب نور محمد سردار کا خطاب

ہالینڈ کے شہر اوٹرخٹ میں
بائیں سے دائیں جانب:—
مسٹر ایوب حسن خان۔ ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب۔
جناب نور محمد سردار صاحب صدر جماعت ہیگ۔ مولانا جگو صاحب۔

**پیغام صلح** میں قارئین کرام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے شعبۂ تبلیغ بلادِ غیر کے چیئرمین جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے دورۂ بلادِ غیر کے حالات پڑھ چکے ہیں۔ اس دوران حضرت ممدوح نے مختلف مقامات پر احمدیہ جماعت کے مراکز و مساجد کا افتتاح فرمایا اور جماعتہائے احمدیہ کے قیام کی تقریبات میں شرکت کی۔ چنانچہ گذشتہ سال ۱۷ دسمبر کو ہالینڈ کے صدر مقام میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدرلینڈ کے شاندار مرکز و مسجد کی پُر وقار افتتاحی تقریب ہوئی۔ ہالینڈ کی جماعت نے اس تعمیر پر ایک خطیر رقم صرف کی ہے اور خدا کی راہ میں مالی ایثار و قربانی کا ایمان افروز نمونہ پیش کیا ہے۔

اس تقریب سعید کی مکمل روئیداد ٹیپ ریکارڈ کی صورت میں موجود ہے۔ راقم الحروف کو اس سے استفادہ کا موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ اس شمارے میں مقامی جماعت احمدیہ ہیگ (ہالینڈ) کے صدر جناب نور محمد سردار کی تقریر درج ہے جو انہوں نے افتتاحی تقریب میں فرمائی۔ اگلے شمارہ میں مکرم جناب ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کا خطاب ہدیۂ قارئین کرام کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

ابو سلمان ایم اے

فرمایا:—

جناب صدر، معزز مہمانانِ کرام، خواتین و حضرات، اور میرے عزیز بہن بھائیو!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بہن بھائیوں کے مالی جہاد اور اپنے دوستوں کے اخلاقی تعاون کی وجہ سے ہم آج یہ مبارک تقریب منا رہے ہیں۔ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان پچاس ساٹھ سال سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے۔ اس کے علمی، قلمی اور مالی جہاد سے اسلام کی روشنی دنیا کے کناروں تک پہنچ رہی ہے۔ آج ہمارے دل بہت خوش ہیں کہ اس انجمن کے ایک اہم اور ممتاز بزرگ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ہم میں موجود ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ اس انجمن کے دوسرے مشنوں کے انچارج صاحبان بھی ہماری دعوت پر دُور دراز کا سفر کر کے آئے ہیں۔ ان سب حضرات کی آمد سے ہماری بہت حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

اس سرزمین پر مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی ہے۔ ان کا کروڑوں روپے کا کاروبار ہے اور دنیاوی اعتبار سے خوشحال ہیں۔ لیکن دینی اعتبار سے یہاں ان میں کوئی اجتماعیت نظر نہیں آتی۔ اس جگہ کوئی ایسا مقام و مرکز نہیں تھا کہ جہاں مسلمان لوگ جمع ہو کر نماز ادا کر سکیں۔ اور اپنے دینی اور سماجی معاملات نمٹا سکیں اور اجلاس وغیرہ کر سکیں۔ یہ بہت کمی اور کمزوری تھی۔ ہماری جماعت کے لئے یہ امر ایک مسئلہ تھا۔ چنانچہ ایک وقت سے ہم لوگ اس کوشش میں تھے کہ اس شہر میں اپنا مرکز قائم کیا جائے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے وہ حالات اور اسباب پیدا کر دیئے۔ اور آج ہمیں وہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ ہمارا ایک مرکز اور مسجد بن گئی ہے جہاں مسلمان بھائی جمع ہو کر نمازیں ادا کر سکتے ہیں اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام انجام دے سکتے ہیں۔

میں مقامی جماعتِ احمدیہ کی ۱½ سالہ روئیداد آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس جگہ احمدی احباب پہلے بھی موجود تھے۔ لیکن تنظیمی پہلو کمزور تھا۔ ایک وقت آیا کہ علاقہ سرینام سے احباب ترکِ وطن کر کے یہاں آباد ہو گئے۔ چنانچہ میں بھی ۱۹۷۴ء میں یہاں آیا۔ ان حضرات نے جماعت کی تنظیم کی طرف توجہ دی اور دین کا کام مل جل کر کرنا شروع کر دیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ احباب کو کچھ مشکلات کا بھی سامنا ہوا۔

بعض دوست احمدی کہلانا پسند نہ کرتے تھے، اور بعض دبی زبان سے اپنے آپ کو احمدی کہتے تھے۔ جب مرکز اور مسجد کے لئے جگہ خریدنے لگے تو اس اختلاف کا اظہار بڑے واضح طور پر ہوا۔ بعض دوست کہتے تھے کہ یہ جگہ کسی خاص تنظیم اور خاص جماعت کے نام پر نہ خریدی جائے بلکہ عمومیت کا رنگ دیا جائے۔ اور جو چاہے اس کا ممبر ہو جائے، اور جو چاہے اس کو استعمال کرے۔

اس وقت میں نے اپنے دوستوں سے عرض کیا کہ اس مسئلہ پر غور و فکر کی بڑی ضرورت ہے اور حالات سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ووکنگ مشن کا معاملہ ہم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان نے اس مشن کو قائم کیا تھا۔ اور پچاس ساٹھ سال تک اس مشن کے ذریعہ قرآن و اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تھی۔ انجمن کا لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ اس مدت میں یہاں خرچ ہوا۔ لیکن انجام آپ کے سامنے ہے۔ جن احمدی بھائیوں نے خون پسینہ کی کمائی اس مشن پر بے دریغ خرچ کی تھی اور خدا اور اس کے رسولؐ کا نام بلند کیا تھا وہ اب ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ یہ کیوں اور کیسے نکل گیا، ان تفصیلات میں جانے کا موقعہ نہیں۔

میں نے دوستوں سے گذارش کی کہ ووکنگ کے ان افسوسناک حالات

کو سامنے رکھیں اور سبق حاصل کریں۔ آپ لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے کے سرمایہ سے جائداد خرید رہے ہیں، جہاں مرکز اور مسجد بنائی جائے گی۔ اس کی ضروری مرمت پر بھی کچھ خرچ ہوگا۔ اس طرح یہ جائداد دو لاکھ روپے کی مالیت کی ہوگی۔ ان حالات میں آپ سوچ سمجھ لیں کہ اس جائداد کا استعمال کیسے ہو۔ کس نام پر ہو۔ ظاہر ہے کہ ہم خدا کے فضل و کرم سے احمدی ہیں، اور اکٹھے ہو کر خدا کے دین اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس جائداد کی رجسٹری احمدیہ جماعت کے نام پر ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جماعت کی تشکیل اور قیام کی اشد ضرورت ہے اور اس کا منشور بھی تیار کر لینا چاہئے۔ اور اس طرح باہمی اتحاد کو مؤثر، منظم اور فعال بنانے کی ضرورت ہے۔

**دوستوں** کو میری یہ بات پسند آئی۔ ہم نے جماعت بندی کی اور کچھ ضوابط بھی بنا لئے۔ ہم نے گذشتہ ۱۱ر مئی کو پہلا باقاعدہ اجلاس منعقد کیا۔ ایک اندازے کے مطابق اس اجلاس میں چالیس پچاس احباب شریک ہوئے اور اہم فیصلے کئے گئے جن کے مطابق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدر لینڈ کا قیام عمل میں آیا۔ رکن سازی ہوئی اور انتظامی کمیٹی بنائی گئی۔ ہمیں مشکلات بھی مختلف قسم کی آئیں۔ لیکن خدا کے فضل و کرم سے ہم کامیاب و کامران گذرتے رہے۔

میں بات کر رہا تھا جائداد خریدنے کی۔ ہم نے اس عمارت کو گذشتہ سال ماہ جنوری میں باقاعدہ رجسٹری کرا لیا تھا۔ اس کی خرید کے دوران بھی بڑی مشکلات پیش آئی تھیں۔ دو ماہ قبل دسمبر میں مالک جائداد سے ۶۵ ہزار روپے کا سودا ہوا تھا۔ اور اس وقت ہمارے خزانہ میں کم و بیش ۱۳ ہزار روپے جمع ہو گئے تھے۔ ہم نے باقی رقم حاصل کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کیں۔ عطیات اور چندے کی تحریک کی بنکوں سے رابطہ قائم کیا۔ لیکن کوئی بات نہ بنی۔ بنک والوں کا کہنا تھا کہ ہم کسی جماعت کو قرض نہیں دیتے۔ آخر کار ایک بنک نے شخصی قرض دینا منظور کیا، اور وہ بھی صرف ۳۵ ہزار روپے۔ اور اس قرضہ کے لئے لوگوں اور ان کی جائدادوں کی ضمانتیں دینا لازم تھیں۔

احباب نے بخوشی اپنی جائدادیں بطور ضمانت پیش کرنے کا اعلان کیا اور اس سلسلہ میں خوبی کی بات یہ ہے کہ **ہماری جماعت کی ایک بہن نے بھی اعلان کیا کہ میری ساری جائداد بطور ضمانت بنک میں لکھوا دیں۔** بہرحال ماہ جنوری میں یہ جائداد جماعت کے نام پر منتقل ہوئی۔

اس قرضہ کی رقم کے علاوہ ۲۶ ہزار روپے نقد رقم خرچ ہوئی عمارت کی ضروری مرمت شروع کی گئی، تو ایک شخص نے محکمہ متعلقہ میں شکایت کر دی کہ بغیر منظوری نقشہ تعمیر ہو رہی ہے حالانکہ ایسی بات نہ تھی۔ تاہم محکمہ نے نقشہ اور اس کی منظوری کا جھگڑا کھڑا کر دیا۔ مرمت کا کام بند ہو گیا۔ نقشہ بنوانے اور اس کی منظوری حاصل کرنے پر مزید ۱½ ہزار روپیہ کی رقم صرف ہوئی اور دو ماہ کا عرصہ الگ ضائع ہوا کیونکہ مرمت کا کام بند رہا۔

خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے وہ کام آج مکمل ہوا ہے۔ اس عمارت کی ضروری مرمت و صفائی پر ہمارے ۱۵ ہزار روپے مزید خرچ ہوئے ہیں۔ یہ رقم بھی ہمارے ان دوستوں اور بہن بھائیوں نے مزید مالی قربانی دے کر اکٹھی کی تھی جو یہاں پر موجود ہیں۔

اوترخت کی جماعت نے بھی ہماری مالی امداد کی ہے۔ وہاں کے احباب میں سے محترم جگو صاحب مبلغ اسلام اور جماعت کے صدر جناب محمد ایوب صاحب اور دیگر ساتھی یہاں موجود ہیں۔ اس جماعت نے بھی ہماری کافی مدد کی ہے۔ وہ ہر حال میں ہماری مدد کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے مالی قربانی بھی دی ہے۔ وہ ہمارے صلاح مشورے میں بھی شامل رہے۔ علاوہ ازیں ایک اور جماعت "احمدی عقیدہ کمیٹی" کے نام سے کام کر رہی ہے۔ ان لوگوں نے ہماری اپیل پر مالی امداد کی ہے۔ میں ان سب خواتین و حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ ان کے اموال اور افراد میں برکت دے اور ان کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔

**ہماری** جماعت کی ابتداء چالیس پچاس افراد سے ہوئی۔ اس وقت ہمارے ممبروں کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہے جو باقاعدگی سے ہر مہینہ پانچ روپے چندہ دیتے ہیں۔ اس شہر میں کتنے ہی بہن بھائی ہیں جو جماعت میں شرکت کے متمنی ہیں۔ وہ ہمیں کہتے رہے کہ آپ ہمیں اپنا رکن بنائیں اور ہم سے چندہ وصول کریں۔ گذشتہ پیہم مصروفیات کی وجہ سے ہم ان دوستوں سے رابطہ قائم نہ رکھ سکے۔ ہم مرکز و مسجد کی ضروری تعمیر اور مرمت میں لگے رہے ہیں۔ راتوں کو بھی کام میں لگے رہے۔ ہفتہ میں دو چھٹیوں ہفتہ اور اتوار کو بھی کوئی وقت نہ نکال سکے۔

**یہ** خیال نہ کیا جائے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کے پاس جانا پسند نہ کیا یا ان کی شرکت غیر ضروری تھی، نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ اب جبکہ ہم اس کام سے فارغ ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ اب رکن سازی کا کام شروع کریں گے، ہم اپنے بھائیوں کے پاس جائیں گے۔ ان کو اپنے پاس بلائیں گے۔ ہم مل کر خدمت دین اور اشاعت اسلام کا کام کریں گے۔

ایک وقت تھا کہ یہاں کے احمدی حضرات اپنے آپ کو احمدی کہنے کہلاتے ڈرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے لئے بے قرار ہیں اور احمدی ہونا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور اس کی تائید و نصرت کی نشانی ہے۔ الحمد للہ۔

میں اپنے دوستوں کو کہتا ہوں کہ وہ پیدائشی احمدی ہیں یا بعد میں **احمدی** ہوئے ہیں تو اس میں خوف و خطرہ محسوس کرنے کی کیا بات ہے؟! میرے ماں باپ نے میرا نام نور محمد رکھا ہے۔ اب جبکہ میں بڑا ہو گیا ہوں تو کہنے لگوں کہ بھئی میرا نام نور محمد درست ہے لیکن آپ سے گذارش ہے کہ مجھے نور محمد نہ کہا کریں کیونکہ میں عیسائی ماحول میں رہتا ہوں اگر انہیں پتہ چل گیا کہ میرا نام نور محمد ہے اور میں مسلمان ہوں تو وہ لوگ مجھے پسند نہیں کریں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ شخص عیسائی نہیں بلکہ مسلمان ہے اور یہ طرز فکر نہایت غلط ہے۔

میرے دوستو! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا جو عقیدہ ہے اس کا برملا اعلان کریں، کیونکہ اسلام ہمیں سچ بولنے کی تعلیم دیتا ہے۔ **اسلام** کہتا ہے کہ تم کسی کو دھوکا نہ دو۔ جھوٹ نہ بولو۔ آپ اپنے دل کی بات زبان پر لائیں۔ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہو۔ اگر ہمارا دین اسلام پر ایمان ہے اور اس کی تعلیمات برحق ہیں۔ تو پھر ہمیں فکر کس بات کی ہے؟! دل میں تو کہیں کہ احمدی ہیں اور ساتھ ہی خیال یہ ہو کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں احمدی ہوں۔ بھلا یہ حکمت عملی کس کام کی اور یہ کب تک چلتی رہے گی۔ اس طرح آپ کو نہ صرف دوسروں کو بلکہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو اس کا کوئی معنی و مطلب بھی ہوگا اور اس میں خوبی کی کوئی بات بھی ہوگی۔ وہ مطلب اور خوبی یہ ہے کہ **احمدیت** سچا اور حقیقی اسلام سکھاتی ہے۔ زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ کتاب کو پیش کرتی ہے۔ جب ہم اپنے آپ کو

(باقی برصفحہ کالم ۲)

# جلسہ سالانہ خواتین ۲۲ دسمبر ۱۹۷۷ء میں

## محترمہ بیگم ثریا فاروق شیخ صاحبہ کی تقریر

تشہد، تعوذ اور سورۃ صف کے پہلے رکوع کی نویں آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا:—

محترمہ صدر جلسہ، میری بہنوں اور عزیز بیٹیو!

گذشتہ برس میں نے اپنی بہنوں کو تربیت اولاد کی طرف توجہ دلائی تھی۔ آج میں اسی سلسلے میں ان کے ایک دوسرے اہم فرض کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں۔

یہ اللہ تعالےٰ کا فضل، اس کا احسان اور ذرّہ نوازی ہے کہ اس نے اپنی قدیم اور لاتبدیل سنت کے مطابق اور اپنے اس وعدے کو پورا کرتے ہوئے جو قرآن مجید کے ان الفاظ میں موجود ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون۔ کہ ہم ہی نے یہ قرآن مجید نازل کیا ہے جو قوموں اور افراد کی ترقی اور عروج کا ضامن ہے اور ہم ہی اس کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔

یہ حفاظت ظاہری بھی ہے، اور معنوی بھی اور باطنی بھی۔ یہ اس بلند و بالا کتاب کی ظاہری حفاظت کا کرشمہ ہے کہ چودہ صدیاں گذر چکی ہیں لیکن اس کے ایک حرف میں بھی تبدیلی نہیں آئی اور اس کا ایک شعشہ بھی متغیر نہیں ہوا۔ اس کی معنوی حفاظت کے لئے علوم قرآنیہ، حدیثیہ اور تفسیر کا انبار در انبار ذخیرہ ہمارے پاس ہے۔ دنیا کی کسی کتاب پر علمی جہتوں سے اتنا کام نہیں ہوا جتنا کام قرآن مجید پر ہوا ہے۔

دین کی باطنی حفاظت کے لئے ولایت اور مجددیت کا وہ عظیم الشان سلسلہ قائم کیا گیا ہے جس کا ذکر نبیوں کے سردار پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ میں موجود ہے:—

ترجمہ: "ہر صدی کے آغاز میں اللہ تعالےٰ اپنی جناب سے اور اپنے الہام سے ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو دین اسلام کی تجدید و ترقی کا فریضہ سرانجام دے گا"

چودہ صدیاں گذر چکی ہیں اور آج تک کبھی ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی صدی گذر گئی ہو اور روح القدس سے مدد پاکر مجدد وقت ظاہر نہ ہوا ہو۔ سلسلۂ رشد و ہدایت کا یہ وہ پہلو ہے جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی اور دنیا کا کوئی مذہب، مذہب اسلام کی اس عظمت کا حریف نہیں ہو سکا۔

اس صدی کو بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک عظیم الشان مامور اور مجدد کے وجود سے نوازا ہے۔ بدقسمت ہے جسے آپ کی شناخت کی توفیق نہیں ملی۔ نادان ہے جس نے آپ کو نہیں پہچانا۔ بے دولت ہے جس نے اپنے دامن کو آپ کے دامن سے وابستہ نہیں کیا۔

جب تک انسان دنیا کے درخت سے کٹ کر آسمانی درخت کی شاخ کے ساتھ اپنا پیوند قائم نہیں کرتا اس کی سرسبزی اور شادابی محال ہے۔

یاد رکھو انسان جب تک ایک صادق کے ساتھ پیوند قائم نہیں کرتا وہ روحانیت کو جذب کرنے کی قوت نہیں پا سکتا۔ جس طرح درخت سے کٹی ہوئی شاخ تنہا اور الگ ہو کر سرسبز نہیں ہو سکتی اسی طرح مامور وقت سے بے تعلق اور الگ ہو کر انسان بار آور نہیں ہو سکتا۔ امام زمان اپنے زمانے کا صادق ہوتا ہے۔ جس کے لئے قرآن مجید میں حکم ہے: کونوا مع الصادقین۔ کہ صادق وقت سے اپنا پیوند قائم کرو۔ پس اس سے الگ ہو کر روحانی پاکیزگی، سرسبزی، اور شادابی کی اُمید عبث ہے۔ مامورِ وقت کے بغیر کوئی دینوی تدبیر، کوئی گروہ بندی، کوئی مراقبہ، کوئی انجمن سازی، کوئی دینی کام تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی — امام زمان ایک ڈھال ہوتا ہے۔ پوری جنگ اسی کے پیچھے ہو کر اور اسی کی پناہ میں آ کر اور اسی کی حفاظت میں لڑی جا سکتی ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

جن لوگوں نے امام کی معیت کے بغیر اسلام کی جنگ لڑنا چاہی وہ شکست کھا گئے۔ جنہوں نے مامور کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر اور اسے آگے کئے بغیر خدمتِ اسلام کرنا چاہی، وہ ناکام ہو گئے۔ امام زمان ایک چٹان ہوتا ہے۔ جس پر وہ گرتا ہے اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔ اور جو اس پر گرتا ہے چکنا چور ہو جاتا ہے۔

ایک مُلہم من اللہ، ایک مردِ مومن، ایک مرد غیب، ایک امام زمان ہی عملی ہر قسم کے حملوں سے بچا سکتا ہے، اسی کی ذات اور اسی سے وابستگی ہماری مشکلات کا حل اور ہماری فتوحات کی ضامن ہے۔

اسلام کی فتح ہو کر رہے گی۔ غیر مذاہب اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے۔ اپنی تقریر کے شروع میں مَیں نے قرآن مجید کی سورہ صف کی جو آیت تلاوت کی تھی اس کا مضمون یہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تمام دوسرے ادیان پر اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ یہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر ہے کوئی انسانی کوشش اس میں رخنہ نہیں ڈال سکتی۔ کوئی مخالفانہ دانش اسے روک نہیں سکتی۔ اسلام فتح پائے گا، احمدیت سرخرو ہوگی۔ محمد رسول اللہ صلعم کا عَلم دُنیا کی بلندیوں پر لہرائے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بول بالا ہوگا، اور دنیا غلام احمد کی جے، کے نعروں سے گونج اُٹھے گی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس سعادت میں ہمارا کتنا حصّہ ہوگا۔ اور ہم اس کے ثواب سے کیا حاصل کریں گے۔

میری بہنو! یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنے بھائیوں، اپنے بچوں اور اپنے خاوندوں کو احمدیت کی فتح کے بہادر سپاہی بنائیں۔ انہیں ذہنی، جسمانی، علمی اور اخلاقی لحاظ سے اس قابل بنائیں کہ میدانِ جہاد میں سربکف مجاہد اور فتح نصیب جرنیل ثابت ہوں۔

بد دیانت انسان، خود غرض انسان، سازشی انسان، فریب، جھوٹ اور مکاری سے کام لینے والا انسان، بے علم، دینی علوم سے بے بہرہ انسان دین کی خدمت کی توفیق نہیں پا سکتا۔ وہ کتنا ہی اپنے آپ کو خادم دین کہے، کتنا ہی اپنی برائیوں کو ریاکاری کے لبادوں میں چھپائے وہ سچے دین اور سچے سلسلے کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ بدعمل شخص کسی کام کا نہیں، بے عمل شخص کسی کام کا نہیں۔ دین کا سچا سپاہی تو وہی ہے جو اپنی اخلاقی اور روحانی حالتوں کو پاک و صاف کر کے نڈر ہو کر میدان وغا میں کود جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی وصیت میں فرماتے ہیں:—

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا کا مقصد ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔"

(الوصیت — ۱۰)

آپ کا الہام ہے :۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

اور آپ کو وہ بہت سے بادشاہ ایک مکاشفے میں دکھائے بھی گئے ہیں جو آپ کے مصدقین میں سے ہوں گے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین)

حضرت مسیح موعود ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام، سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا ایک ہی ہاتھ سے کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور **پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے**۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"خدا نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔ خدا نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔ خدا نے میری دعاؤں میں سب سے زیادہ قبولیت رکھی ہے۔ خدا نے مجھے آسمانی نشان دیئے ہیں۔ خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ مجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنے والا مغلوب ہوگا۔ خدا نے مجھے بشارت دے رکھی ہے کہ تیرے پیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہیں گے اور دنیا میں اکثر وہ اور ان کی نسل (دیکھو یہ آپ سب کے لئے عظیم خوشخبری ہے) بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ تا ان پر ثابت ہو کہ **جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں رکھتا**۔ خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ قیامت تک اور جب تک دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا **یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے**۔ خدا نے مجھے بشارت دی کہ تیرا انکار کیا جائے گا اور لوگ تجھے قبول نہیں کریں گے پر میں تجھے قبول کروں گا اور بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا۔ دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ **خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات اَن ہونی نہیں**۔" (صفحہ ۹)

حضرت اقدس نے ایک جگہ لکھا ہے کہ صحرا کی ریت کے ذرّوں کو تو گنا جا سکتا ہے لیکن میرے ماننے والوں کو نہیں گنا جا سکے گا۔

یہ سب کچھ تو ہوگا۔ یہ اللہ کی تقدیر ہے جسے کوئی تدبیر بدل نہیں سکتی۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے اور اپنے بچوں کو کیونکر اس سانچے میں ڈھالا ہے جو احمدیت کا سانچا ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ قرآن مجید جو ہماری تمام تر توقعات کا ذریعہ ہے اس کے حُفّاظ ہماری جماعت میں نہیں ہیں۔ اس طرف جماعت کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے ہمارا تعلیم القرآن کا ادارہ بھی ہماری توجہ کا محتاج ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب جو دہریت، الحاد اور مادیت کی زہروں کے لئے تریاق اور تحقیق و تدقیق سے پُر ہیں، ان کی اشاعت کی طرف حال ہی میں ہماری توجہ ہوئی ہے۔ ملک میں احمدیوں پر جو قیامت ٹوٹی وہ سب کے سامنے ہے لیکن کیا ہم نے کوئی ایسا انتظام کیا ہے اور اپنی آئندہ نسل کے لئے ایسا بندوبست کیا ہے کہ وہ بچ جائے اور عزت کی روزی کما سکے۔ ہر شخص میں یہ مالی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بچوں کو اپنے ذرائع سے ڈاکٹری یا انجنیئرنگ وغیرہ کی اعلیٰ تعلیم دلوا سکے یا ان یونیورسٹیوں میں اور کالجوں یا بیرونی ممالک میں تعلیم دلوا سکے۔ ہمارے مرکز کو اس کا بھی انتظام کرنا چاہیئے۔ اس نیک کام کے لئے جس پر اس ملک میں ہماری آئندہ نسل کی زندگی اور عزت کا مدار ہے ایک معقول رقم مختص کرنا ضروری ہے۔ ہم بہت بڑی کوتاہی کریں گے اور ہماری اس غفلت کو ہماری آئندہ نسلیں کبھی معاف نہیں کریں گی اگر اس وقت ہم نے اس طرف توجہ نہ کی۔

غیر ممالک کی جماعتوں کو سنبھالنا چاہیئے۔ ٹرینیڈاد اور سرینام اور گیانا میں اللہ تعالےٰ نے ایک بہت بڑی جماعت عطا کی ہے۔ میں خود وہاں گئی ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ احمدیت کے دیوانے اور شیدائی ہیں۔ ہمیں ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا چاہیئے۔ نیز مرکز سے مستعد اور مشنری سپرٹ رکھنے والے مبلغ وہاں بھیجنے ضروری ہیں اور اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ جماعتیں ہماری دولت ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہیں اس لئے اُن کی حفاظت کرنی لازمی ہے۔

حضرت صاحب کا کشف تھا کہ میں لندن کے سٹیج پر فصیح و بلیغ انگریزی میں تقریر کر رہا ہوں اور میں نے سفید رنگ کے پرندے پکڑے ہیں۔ اس کی تعبیر حضور علیہ السلام نے یہ کی کہ میں تو نہیں میری کتابیں ان ملکوں میں پھیلیں گی اور بہتوں کو اسلام کا شکار بنائیں گی۔ حضور کے اس کشف کو پورا کرنے کی خاطر اس اہم کام کو سر انجام دینے کے لئے ہمیں محنت سے کام کرنے کی ضرورت ہے حضرت صاحب کی کتابوں کے غیر زبانوں میں تراجم کروانے کی حاجت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے عربی زبان کا عظیم الشان علم دیا گیا تھا۔ چونکہ ان کتابوں کو ہم نے عرب ممالک میں پھیلانے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ علماء کے اس ملک

میں پروپیگنڈے کے زہر سے وہ ملک بھی متاثر ہوئے ۔ ہم اس بات کی شکایت تو کرتے ہیں کہ ہمارا حج روک دیا گیا ہے اور وہ ملک ہمارے خلاف ہو گئے ہیں ۔ میں کہتی ہوں انہیں احمدیت سے باخبر کرنے اور اپنے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کی جانب ہمیں پُر زور توجہ دینی چاہیئے تھی اپنے مرکز میں بیٹھ کر صرف جلسے کر لینا کافی نہیں ۔ باہر کے ممالک کی طرف محنت سے توجہ کی ضرورت ہے ۔

حضرت مولنا نورالدین علیہ الرحمۃ ۱۹۱۴ء میں فوت ہونے تو آپ نے وفات سے پہلے ایک بڑی معرکۃ الآراء وصیت کی ۔ اس میں ایک نہایت لطیف بات آپ نے یہ لکھی کہ آئندہ جانشین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نئے اور پرانے دوستوں سے محبت، سلوک اور چشم پوشی کا معاملہ کرے ۔ ہمیں بھی آپس میں محبت، سلوک اور چشم پوشی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے

حضرت امیر مرحوم و مغفور نے بڑی دل سوزی سے تراجم قرآن کی تحریک فرمائی تھی ادھر پوری توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ بعض حالات کے باعث ووکنگ مشن ہمارے ہاتھ سے چلا گیا تھا ۔ بڑی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لنڈن میں پاؤں جمانے کے حالات پیدا فرما دیئے ہیں ۔

احمدیہ بلڈنگس ایک نہایت متبرک جگہ ہے ۔ وہاں کے در و دیوار میں مسیح وقت کی آواز گونجی ہے ۔ وہاں خدا کے عظیم الشان مامور نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی ۔ وہاں حضرت حکیم الامت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے نمازیں پڑھائی ہیں ۔ درس دیئے ہیں ۔ حضرت امیر قوم مولنا محمد علی مرحوم نے اشاعتِ اسلام کے کاموں کا بہت بڑا حصّہ وہاں سرانجام دیا ہے اسی طرح ہماری بہت سی روایات اس جگہ سے وابستہ ہیں ۔ ہمیں اس متبرک جگہ کو زیادہ سے زیادہ با رونق اور آباد رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

یہ جگہ قوم کی توجہ کی مستحق ہے ۔ میں اپنی بہنوں سے خصوصًا درخواست کرتی ہوں اور انہیں توجہ دلاتی ہوں کہ وہ حتی الوسع تقریبات پر وہاں پہنچنے کی بھی ضرور کوشش کیا کریں ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد مل جل کر کام کرو نیز نرمی، رفق اور محبت سے ایک دوسرے کی اصلاح چاہو ۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ۔

اپنے درد دل کی ابھی اور بھی بہت سی باتیں میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں ۔ لیکن وقت ختم ہو رہا ہے اس لئے میں اس دُعا کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کرتی ہوں کہ الہٰی ہماری دستگیری فرما ۔ ہماری کوتاہیاں دُور فرما ۔ ہمیں اپنے دین کی خدمت کی توفیق دے ۔ ہمیں اس سعادت سے نواز کہ ہم اپنے فرائض کما حقہٗ سرانجام دے سکیں ۔ اور جب اپنے خُدا کے حضور حاضر ہوں تو ندامت سے ہمارے سر جھکے ہوئے نہ ہوں ۔ سرخروئی سے ہمارے سر فخر و سعادت کے ساتھ بلند ہوں ؟

## اخلاق کا فقدان ــــ بقیہ صفحہ ۲

بنانا بُرا سمجھا جانے لگا ۔

**مسلمانوں نے مفتوح قوموں کو پورے انسانی حقوق دیئے اور جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ۔ ان کو اپنے قومی دائرہ میں شامل کر لیا** ۔ اس کے مقابلے میں عیسائیت نے خدا کی تجسیم کی اور خدا کو حضرت عیسےٰؑ کے قالب میں جلوہ گر دیکھا ۔ ثقافتی سطح پر اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے ہاں بُت گری اور تصویر کشی کے فن نے ترقی کی ۔ اخلاقی سطح پر چرچ کی اسٹیٹ میں بھی غلام اور لونڈی کا سسٹم رائج رہا اور چرچ کی زمین پر کھیتی باڑی کے لئے غلام رکھے جاتے رہے ۔ جب عیسائی یورپ نے دوسری قوموں کو فتح کیا تو ان سے غلاموں کا سا سلوک روا رکھا گیا ۔ اور ان کے لئے الگ گرجے قائم کئے گئے ۔ گویا اسلام اور عیسائیت نے الگ الگ اخلاقی معیار قائم کئے ۔

مغرب میں چونکہ دین یعنی عیسائیت کو معاشرہ پر قابو حاصل نہیں ۔ اس لئے وہاں اخلاقی تصورات آئے روز بدلتے رہتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اخلاق پیدا نہیں ہو سکا ۔ مادی ترقی ہی زندگی **کا مفہوم اور مقصد بن گئی ہے اس طرح جسمانی لذّت اور مادی آسائش مقصود بالذات بن گئے ہیں ۔ جسمانی** ...

## مکتوبِ لنڈن ــــ بقیہ صفحہ ۳

جماعت ایک دوسرے سے دُور دُور مقامات پر رہائش پذیر ہیں ۔ ۱۱ بجے رات تک تمام احباب سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا ۔ اگلی صبح مرحوم عبدالشکور بٹ کے صاحبزادگان سے ملنا ہوا ۔ ان میں سے ایک صاحب برسٹل گئے ہوئے تھے ۔ شام کے ۵ بجے تک ان کا انتظار کیا ۔ ملاقات کے دوران جماعتی تنظیم و تعاون اور سلسلہ کے کاموں میں عملی حصّہ لینے کی ترغیب و تحریک کی گئی ۔ الحمد للہ یہ احباب اپنے والد مرحوم کی طرح جماعت کے پُرزور حامی و مؤیّد ہیں اور جماعت کی خدمت ہر رنگ میں کرنے کو تیار ہیں ۔

جناب ناصر احمد اور اقبال احمد صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ اگرچہ اقبال احمد ایک عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں ۔ لیکن جماعتی امور میں ان کا ذوق و شوق بدستور قائم ہے ۔ رات کا کھانا ان بھائیوں کے ساتھ کھایا ۔ اسی شب ۱۰ بجے کے قریب محترم مرزا مسعود بیگ صاحب کے صاحبزادہ و صاحبزادی سے ملاقات ہوئی ۔ یہ دونوں بہن بھائی جماعت کے ہر طرح سے ممد و معاون ہیں ۔

اگلی صبح جناب سعید عزیز سے ملاقات کی ۔ ان سے جماعتی تنظیم اور دوسرے امور پر کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی ۔ انہوں نے مرکزی جماعت سے وفاداری اور احمدیت کے لئے دل و جان سے کام کرنے کا عہد کا اظہار کیا ۔ ان کے ایک عزیز نے انگریزی ترجمۃ القرآن طلب کیا جو اُن کو بھجوایا جا رہا ہے ۔

ماحصل کلام یہ دورہ کامیاب اور سُود مند رہا ۔ الحمد للہ ۔

## ھالینڈ میں احمدیہ مرکز و مسجد کا شاندار افتتاح ۔ بقیہ صفحہ ۴

احمدی کہتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسم مبارک پر بنائی ہوئی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں ۔ اور ہمارا کام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی ہے اور حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی کامل پیروی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ قرآن و سنّت پر عمل کیا جائے ۔ دین اسلام پر اس کی حقیقی روح کے ساتھ عمل کیا جائے اور صحیح طریق سے اسے دنیا میں پیش کیا جائے ۔

میرے دوستو ! اگر آپ یہ کچھ کر رہے ہیں تو آپ احمدی ہیں اور آپ کو احمدی کہلانا مبارک ہو ۔ اگر آپ کا قول و فعل اس کے برعکس ہے تو آپ احمدی نہیں ہیں ۔ مَیں اپنے مسلمان بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر خُدا اور رسول صلعم کے نام کو دنیا میں بلند کریں اور اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں ۔ اس گذارش کے ساتھ مَیں اپنا بیان ختم کرتا ہوں ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی محمّد رسول اللہ صلعم کی سنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

# خلاق کا فقدان اور اہلِ مغرب کا اضطراب

## سائنس کی ترقی رُوحانی ارتفاع کے بغیر ذریعہ خیر نہیں بن سکتی

سائنس کی موجودہ ترقی بلاشبہ اہلِ مغرب کی کاوشوں کی رہینِ منت ہے انہوں نے انسانی سہولت کے لئے نئی نئی ایجادات پیش کی ہیں۔ لیکن اہلِ مغرب ہی نسبتاً زیادہ مضطرب اور بے چین ہیں ــــ اس اضطراب کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ دو عظیم جنگیں ہیں جن کا زیادہ تر نشانہ یورپ بنا دوسری جنگ عظیم کے بعد دو بڑی طاقتوں کی سرد جنگ نے ایک عام خوف کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ جس طرح سرد جنگ بڑھتی چلی گئی اسی تناسب سے خوف کی اس کیفیت میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس دوران میں دنیا کے بعض خطوں میں خونریز لڑائیاں بھی ہوئیں بلکہ اس طرح جنگ کا خوف ذہنوں پر بدستور مسلّط ہے۔ ان جنگوں نے بنی نوع انسان کے نصب العین کو نظروں سے اوجھل کر دیا۔ **جان و مال کی تباہی کے رجحان نے اعلےٰ اقدار کو گہنا دیا ہے۔** عوام کے ذہنوں میں ان کے اقدار کے بارے میں **ایک بے یقینی کی کیفیت پیدا** ہو گئی ہے۔ ایک وجہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا انقلاب ہے سائنس نے زندگی کو اس قدر تیز رفتار بنا دیا ہے کہ عام انسان کی صلاحیت اس کے سامنے عاجز ہے وہ ذہنی اور جسمانی طور پر اس تیز رفتاری کا ساتھ نہیں دے سکا۔ یورپ نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں جو ترقی کی ہے اس کا محرک فرد کا ذاتی تجسس اور حصولِ لذت ہے اور اپنی اس لگن میں اس کا سماجی شعور خوابیدہ ہی رہتا ہے۔ حال ہی میں امریکہ میں چند سائنسدانوں نے مل کر ایک جین کی تخلیق کی ہے۔ جین حیوانی زندگی کی سب سے ابتدائی اور نچلی سطح ہے۔ امریکہ ہی میں اخباروں میں جب یہ خبر چھپی کہ چند سائنس دان ایک جین پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں تو کچھ لوگوں نے ان کے خلاف ایک مقدمہ دائر کر دیا اور عدالت سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو جین پیدا کرنے سے روکا جائے۔ انہوں نے اس کی وجہ یہ پیش کی کہ ممکن ہے یہ جین بڑی تیز رفتاری سے اپنی نسل کی افزائش کرے اس کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے اور یہ نسلِ انسانی کے لئے تباہی و بربادی کا موجب بنے۔ اس سے قرآن حکیم میں بیان کئے ہوئے ان واقعات کی طرف ذہن گھومتا ہے۔ جن میں ٹڈیوں۔ مچھروں۔ مکھیوں کے حقیر کیڑے مکوڑوں نے انسانوں کی بستیاں کی بستیاں تباہ و برباد کر دیں اور آنے والی نسلوں کو درسِ عبرت دینے کے لئے ان کے کھنڈرات محفوظ کر دیئے۔ جدید دَور کے نئے سماجی فلسفوں نے انسان کے روایتی اعتقادات اور کام کرنے کے روایتی طریقوں پر ایک کاری ضرب لگائی ہے۔ دنیا میں جو نئے رجحانات اُبھرے ہیں انہوں نے **انسانوں کے درمیان نفرت، حقارت اور دشمنی کے بیج بوئے ہیں۔ یہ بات عام بے چینی کا باعث بنی** ہے ــ نئے سماجی فلسفوں نے انسانوں کے درمیان جو تفریق پیدا کر دی ہے اس کی موجودگی میں ایٹمی ہتھیار زیادہ خطرناک نظر آتے ہیں۔ اور انسان یہ ڈر اور خوف محسوس کرتے ہیں کہ یہ ایک روز تباہی کا ذریعہ بنیں گے۔ بلاشبہ ایٹمی ہتھیاروں نے صورتِ حال کو اور تشویشناک بنا دیا ہے۔ انسانی زندگی اور کائنات کے ضمن میں جو نئی توجیہات پیش کی جا رہی ہیں ان میں حیوانی جبلّت پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے اور انسان کو ایک میکانکی نظام میں مقید شئے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اس طرح انسان اپنے آپ کو مشین کے کل پُرزے کی طرح بے بس محسوس کر رہا ہے۔ زندگی کے اس میکانکی انداز کی وجہ سے دماغی امراض میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زندگی معنی اور مقصد سے عاری نظر آتی ہے فرد ایک خیالی دنیا میں پناہ ڈھونڈھ رہا ہے اور سماجی ذمہ داریوں سے فرار چاہتا ہے۔ دَورِ جدید کی ثقافت نے باہمی یگانگت اور اتحاد کے رشتے منقطع کر دیئے ہیں۔ مشترکہ اقدار اور اعتقادات ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر فرد نے اپنے کردار کے لئے سب سے الگ معیار وضع کر لیا ہے۔ آزادی کا ایک نیا تصوّر پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زندگی کسی اصُول یا ضابطے کی پابند نہ ہو۔ زندگی گروہوں میں بٹی ہوئی ہے، جو گروہی مفادات سے بالا ہو کر قومی مفادات کو اہمیت دینے سے گریزاں ہیں۔

موجودہ افراتفری اور ابتری کی اور بھی وجوہ ہیں۔ مثلاً قومیت کے تصوّر نے ایک متضاد رویّے کو جنم دیا ہے۔ ایک ہی قوم کے افراد کے مابین جو سلوک قابلِ قبول نہیں سمجھا جاتا وہی سلوک غیر قوم کے افراد کے ساتھ نہ صرف رَوا رکھا جاتا ہے بلکہ مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اخلاق ہمارے انفرادی اور اجتماعی اعمال کی نہج مقرر کرتا ہے۔ ہمارا رہنا سہنا، کھانا پینا، جنسی تعلقات۔ گھر بار تعلیم و تربیت۔ تفریحات ادب تجارت۔ علوم و فنون۔ شادی و مرگ، انفرادی آزادی، اجتماعی ذمہ داریاں علاج معالجہ۔ الغرض انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اخلاقی معیار مقرر کئے بغیر ہم ہنسی خوشی زندگی بسر کر سکتے ہوں۔ ان اخلاقی اقدار کا فقدان ہی اس بے چینی، اضطراب اور خوف کو جنم دیتا ہے جس کا ذکر اُوپر کی سطور میں ہوا ہے۔

**اخلاقی معیار کے یقین کا ایک ہی پیمانہ ہے وہ ہے زندگی کے معانی اور مقصد۔** ہر دَور میں زندگی کے معانی اور مقصد کا تعین ہوتا رہا ہے۔ اور اس سے اخلاقی معیار نے جنم لیا۔ انسانی تاریخ میں اور خود ہمارے اپنے دَور میں ہمیں اخلاقی معیاروں میں جو تنوع نظر آتا ہے اس کی بنیادی وجہ مقصدِ زندگی کے مختلف تصورات رہے ہیں۔ ثقافت سے مراد ہماری سماجی زندگی کے فکری عناصر ہیں جن کی بنیاد پر افراد کے مابین باہمی رشتے اور تعلقات تشکیل پاتے ہیں۔ یہ وہ مشترکہ افکار اقدار اور عقائد ہیں جو ایک قوم کو نہ صرف فکری اور جذباتی رشتوں میں باندھتے ہیں بلکہ ظاہری بود و باش اور چال چلن کے مشترکہ انداز کا تعین بھی کرتے ہیں۔ اس سے قوم میں سماجی یک جہتی مستحکم ہوتی ہے اور قوم کی ایک امتیازی شخصیت اُبھرتی ہے۔ ثقافت کو ایک اور زاویے سے بھی دیکھا جاتا ہے۔ ثقافت قوم کے اجتماعی مادی اور غیر مادی وسائل کا حصّہ ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل کو بطور ورثہ منتقل ہوتا ہے۔ ثقافت گوناگوں تخلیقی عمل ہے۔ تجریدی سطح پر یہ افکار کی تشکیل کرتا ہے۔ جو زندگی کے معانی اور مقصد کو متعین کرتے ہیں۔ اظہار کی سطح پر علم الاخلاق، ادب۔ سائنس، فلسفہ، آرٹ، موسیقی کے ذریعے منصۂ شہود پر آتا ہے۔ جب ایک طرف افکار۔ اقدار اور عقائد اور دوسری طرف خارجی ماحول کے مابین تضاد پیدا ہو جاتا ہے تو قوم کا ثقافتی ڈھانچہ ٹوٹنے لگ جاتا ہے۔ اس سے قوم کی اخلاقی سیرت کمزور ہو جاتی ہے اور قوم کے اندر سے انتشار کی طاقتیں ابھر آتی ہیں۔ اسلام **نے ہمیں خدا کی وحدانیت کا ایک مجرد تصوّر دیا۔** ثقافتی سطح پر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری تخلیقی کاوشیں بُت گری اور تصویر کشی کے بجائے خطاطی میں اظہار پانے لگیں۔ اخلاقی سطح پر غلام اور لونڈی کو آزاد کرنا مستحسن ٹھہرا اور دوسرے انسانوں کو غلام اور لونڈی

(باقی بر صـ کالم ۱)

# جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۷۷ء میں مکرم جناب شیخ نثار احمد صاحب کی تقریر

## مؤرخہ ۲۵ر دسمبر

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک له واشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ - اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم -

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ٥ - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں - قدیم سے ہر مذہب میں عبادت کا تصور اور عمل موجود ہے - اپنے اپنے رنگ میں قومیں عبادت کرتی ہیں - پتھروں، بتوں، آگ اور سورج کی بھی پوجا ہوتی ہے - لیکن اسلام نے عبادت کا نہایت واضح اور صحیح نظریہ پیش کیا ہے - ارشادِ خداوندی ہے ومن اٰیتہ الّیل والنھار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون - اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن سورج اور چاند ہیں - سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو -

عبادت کی غرض تو انسان کی اپنی تکمیل ہے - اللہ تعالےٰ کو تو کوئی فائدہ اس سے نہیں پہنچتا کیونکہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں

- کوئی احتیاج سے بچنا چاہتا ہے تو نماز پڑھے - یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے - . . . . . .

انسان اپنے کمال کو صرف عبادت الٰہی سے حاصل کر سکتا ہے - جنوں اور انسانوں کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ ہی نافرمانی کرتے ہیں - فرشتے تو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور وہ عبادت کے لئے مسخر ہیں - تو یہاں اس عبادت کا ذکر ہے جو اختیار سے ہے اور عام مفہوم میں یہ نماز ہے جو کہ پانچ ارکان اسلام میں سے ایک ہے - جس کی بڑی اہمیت ہے - بار بار اس کی تاکید کی گئی ہے - اور یہ ایک انفرادی ذمہ داری ہے - گویا ایک مسلمان کا یہ سب سے پہلا اور اہم فرض ہے - نماز کی یہ فضیلت کیوں ہے - اس لئے کہ انسان کی ترقی کے لئے یہ پہلا قدم ہے اور نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے - اس سے نہ صرف روحانیت کا احساس بلکہ انسانیت کا شعور پیدا ہوتا ہے -

یہ اخلاقی اور روحانی بلندی کا ذریعہ ہے - یہ مساوات انسانی کا بھی سبق ہے جس سے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے جو کہ تہذیب کا بنیاد ہے - ترقی کے لئے ضروری ہے کہ کچھ اصول اپنائے جائیں اور ان کے تحت فرائض کو ادا کیا جائے -

خدا پرستی کا پہلا اصول ہے ایمان بالغیب - خدا تعالےٰ جو نہاں در نہاں ہستی ہے اس پر ایمان رکھا جائے اور ہدایات خداوندی جو شریعت کے رنگ میں نازل ہوتی ہیں اور جن کی تکمیل بالآخر قرآن کریم کی صورت میں ہوئی ان پر عمل کیا جائے - ھدًی للمتقین - انہیں کے لئے آیا ہے جو عمل کرنے والے ہیں - اور تقویٰ کے مفہوم میں خوف بھی ہے - حفاظت بھی اور ناجائز کو چھوڑنے کے لئے جائز کو بھی ترک کرنا ہے - گویا جس مقام پر شریعت پہنچانا چاہتی ہے وہ انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام ہے جس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد

[illegible] فلاح کامیابی اور مطلوب کا پانا ہے - فلاح کے اصل معنے شق یعنی پھاڑنا ہے - جیسے ہل چلانے سے زمین کی مخفی طاقتیں باہر آ جاتی ہیں اسی طرح قوائے انسانی کے مخفی جوہروں کا باہر نکل آنا کامیابی کے لئے ضروری ہے اور فلاح کے مفہوم میں دنیا اور دین دونوں کی کامیابی ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون -

مؤمن کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی اختیار کرتے ہیں -

تو نماز فلاح کا موجب ہے - عاجزی خدا پر یقین سے پیدا ہوتی ہے - نہ صرف یہ کہ خدا ہے بلکہ اس کے زندہ ہونے کا تصور ہماری زندگیوں پر اثر انداز ہو اور ہم اس کی رضا کو مقدم رکھنے والے ہوں اور ہمارے اندر روحانی اور اخلاقی بلندی پیدا ہو اور یہ بلندی پیدا کرنے اور حاصل کرنے کے لئے اس بلند و بالا ہستی کے حضور سجدہ ریز ہونا ضروری ہے تاکہ ہم کچھ دیر کے لئے دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر روحانی سرچشمہ سے فیض یاب ہو سکیں اور اس صافی چشمہ سے آبیاری اسی حالت میں ہو سکتی ہے کہ ہم رب العالمین کے شکر گزار بندے ہوں اور اس کا قرب حاصل کریں اور اس کا ذریعہ نماز ہے اس لئے ایمان بالغیب کے بعد نماز کا ذکر ہے - ایمان بالغیب کیا ہے یہ صرف ظاہر سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ان حقیقتوں سے تعلق رکھتا ہے جو نظر نہیں آتیں - ایمان صرف ایک امید اور آئندہ کی محض توقع ہی نہیں بلکہ اسے حال میں ایک ٹھوس حقیقت کی طرح قبول کرنا ہے - جس چیز کو آپ آنکھوں کے سامنے دکھا سکتے ہیں وہ تو ایک مشاہدہ ہے DEMONSTRATION ہے لیکن ایمان بالغیب وہ چیزیں منوانا ہے جو نظر نہیں آتیں بلکہ بادی النظر میں حالات اور واقعات ان کی تردید کرتے ہیں - حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے جب خدا کے حکم کے تحت اپنی اہلیہ اور معصوم بچے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑا تو محض خدا کے سہارے پر چھوڑا - اس بے آب و گیاہ بیابان میں ان کی حفاظت کے کوئی ظاہری سامان نہ تھے - لیکن اس عظیم بزرگ نے خدا کے وعدہ پر یقین کیا اور آئندہ کے حیران کن واقعات پر غور کریں - بیٹے کو ذبح کرنے پر بھی تیار ہو گئے اور بیٹے نے بھی چھری کے نیچے گردن رکھ دی - یہ ایمان بالغیب ہی تھا - لیکن کیا نقصان پہنچا - نہیں بلکہ وہ عظمت پائی جس کی مثال نہیں - عبادت اس ایمان کا تقاضا کرتی ہے -

خدا پر ایمان صرف منہ کی بات رہتی اگر اس کے ساتھ وہ ذریعہ نہ بتا دیا ہوتا جس سے ذاتِ خداوندی سے انسان کا تعلق پیدا ہو سکتا ہے - تو کمال حقیقی تک پہنچنے کا وہ ذریعہ نماز ہے - ایمان صرف زبانی دعوے ہی نہ رہے بلکہ عمل میں آ جائے - انسان خدا میں ہو کر جیئے پھر اس کی قدرتیں دیکھے صبر سے کام لے تو اس کے انوار اور انہار روزِ روشن کی طرح چمکیں گے -

نماز پر مداومت کا حکم ہے - وھم علیٰ صلوٰتھم دائمون - یہ نہیں کہ کبھی پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی - اور بعض صرف صبح کی نماز کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور وہ بھی تیار ہو چکنے کے بعد خواہ وقت کچھ ہی ہو گیا ہو - نمازوں کا اوقات مقررہ پر ادا ہونا ضروری

ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابًا موقوتًا۔ نمازیں جمع بھی ہو سکتی ہیں لیکن استثناء کے طور پر نہ یہ کہ معمول ہی بنا لیا جائے۔

نماز کے متعلق عالم اسلامی میں حیرت انگیز اتحاد پایا جاتا ہے۔ وہ فرقے جن میں ہمیشہ بہت اختلاف رہا ہے وہ بھی مشرق سے لے کر مغرب تک ابتداء سے لے کر آج تک نماز ایک ہی طرح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ دُنیا کے دُور دراز ممالک میں جہاں بھی چلے جائیں نماز ایک ہی اوقات میں تعداد و رکعت میں ایک ہی ترتیب پائیں گے۔ جس طرح رسُول ایک، قرآن ایک، قبلہ ایک، نماز بھی ایک ہے۔ یہی اسلامی نماز ہے۔ جس کی پابندی کرنی چاہیئے اور رغبت اور شوق سے پڑھنی چاہیئے۔ حضرت امام زماں نے لکھا ہے:۔

"نماز کو لوگ بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں اور نادان نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالےٰ کو ان باتوں کی کیا ضرورت ہے یہ تو ان کے اپنے فائدے اور بہتری کے لئے ہے اور عبادت میں مزہ آنا چاہیئے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں اللہ تعالےٰ نے لذت نہ رکھی ہو اور لوگ رغبت سے اس کی طرف جاتے نہیں۔ لیکن ایک مریض عمدہ سے عمدہ اور خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اُٹھا سکتا وہ اسے تلخ اور پھیکا سمجھتا ہے۔ ایک تندرست اور صحت مند آدمی وہی چیز کھائے تو اس میں شیرینی اور مزہ ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو عبادتِ الٰہی میں لذت نہیں پاتے وہ بیمار ہیں، ان کو اپنی بیماری کی فکر کرنی چاہیئے۔ دُنیا کی چیزیں تو عارضی ہیں اور ان کے ذائقے بھی عارضی عمر کے ساتھ ان میں فرق پڑتا جاتا ہے۔ جو حقیقی اور ابدی رشتہ ہے وہ خدا اور انسان کا ہے جس کا اثر دوسری دنیا یعنی آخرت میں بھی رہتا ہے کس قدر بے نصیب ہے اور محروم ہے۔ عارضی اور فانی لذتوں کے علاج کو تو تلاش کرتا ہے لیکن کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ابدی لذتوں کا علاج نہ ہو، تلاش حق میں مستقل مزاجی چاہیئے۔ صبر اور عاجزی کی ضرورت ہے۔ الصلوٰۃ آگ جلانے پر بولا جاتا ہے دل بریاں لے کر خدا کے حضور حاضر ہو آواز ایسی ہو کہ سارے اعضاء اس سے متاثر ہو جائیں زبان میں خشوع و خضوع ہو۔ دل میں درد اور رقت ہو۔ اعضا میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم پر کامل ایمان ہو اور پوری اُمید ہو ایسی حالت میں آستانہ الوہیت پر گرنے سے نامراد واپس نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح زماں کی تحریروں میں ہمارے لئے بڑی رہنمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"تم رحم کے لائق ہو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑے۔ کیا ہی دشوار گذار راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر ان کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے۔ پھر وہ اپنے تئیں اس میں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے اور ارشاد خداوندی ہے وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتمًا مقضیًا۔ یعنے اے بد اور نیکو تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنم کی آگ سے گذرے مگر وہ جو خدا کے لئے اس آگ میں پڑتے ہیں نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کے لئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کرتے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ ایمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ ایک شعشہ بھی قرآن شریف کا تم پر گواہی نہ دے تا تم اس کے لئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے و من یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ

جس قدر انسان خدا کے حضور گرے گا اسی قدر زیادہ اخلاقِ الٰہی میں رنگین ہوگا اور ایمان کا پہلا رکن خدا کو واحد اور لا شریک جاننا ہے اور عملی ارکان میں سے نماز پہلا رکن ہے۔ عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر اس میں موافقت ہو تو یہ مفید اور بابرکت ہوتا ہے۔ اس موافقت سے الگ ہو کر کس قدر بد نتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں اور انسان رنج اور مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ اس رشتہ میں ابدی لذت ہے اور سرور کہتے ہیں جس کو یہ حظ نصیب ہو جائے وہ اسے دُنیا و مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح دیتا ہے جس نے اس راز کو سمجھ لیا اس میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے سب کچھ خدا ہی ہوتا ہے۔ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا اسلم۔ تو فرمانبردار ہو جا تو آپ نے کسی قسم کا سوال نہ کیا اور نہ کوئی کیفیت دریافت کی۔ بلکہ ہر ایک امر میں خواہ وہ کسی رنگ میں دیا گیا اپنی گردن کو آگے رکھ دیا اور جواب میں کہا اسلمت لرب العالمین۔"

یہ ہے اسلام: ہم بھی سر تسلیم خم کر دیں اور خدا کے فضل کے جاذب ہوں۔ حضرت امام زمان نے فرمایا ہے:۔

"خدا تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرو اور اس کا فضل کرنے کے دو راہ ہیں۔ ایک تو زہد۔ نفس کشی اور مجاہدات کا ہے اور دوسرا قضا و قدر کا۔ مجاہدات میں اپنے ہاتھ سے اپنے بدن کو مجروح اور خستہ کرنا پڑتا ہے۔ عام طبائع اس پر بہت کم قادر ہوتی ہیں کہ وہ دیدہ دانستہ تکلیف جھیلیں۔ لیکن قضا و قدر میں جو واقعات اور حادثات آ کر انسان پر پڑتے ہیں وہ ناگہانی ہوتے ہیں اور جب آن پڑتے ہیں تو قہر درویش بر جانِ درویش ان کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے جو کہ اس کے تزکیہ نفس کا باعث ہو جاتا ہے۔ قضا و قدر کی طرف سے ہر قسم کے نقصان پہنچتے ہیں پھر جو صبر کرتے ہیں تو خدا تعالےٰ کی عنایتیں اور رحمتیں ان کے شامل حال ہوتی ہیں کیونکہ تلخ زندگی کا حصہ ان کو بہت ملتا ہے۔ سو تکلیفیں بھی نعمتیں ہیں۔ اگر تقوےٰ ہو اور انسان اللہ کے ساتھ سچا معاملہ کرے

تو خدا کی رحمت اور اس کے فضل کے سہارے وہ تکلیفیں بھی آسان ہو جاتی ہیں سو اس کے فضل کا سہارا پکڑو کہ اس کا رشتہ باقی ہے اور وقت کی قدر کرنی چاہیئے اور فائدہ حاصل کرنا چاہیئے ۔

کیا نصیحت آموز ہے حضرت مولنا نورالدین صاحبؓ کی یہ تحریر۔ آپ فرماتے ہیں :—

"میں نے بڑے بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی اسلام سے متنفر دیکھے ہیں جن کو عجیب عجیب طور سے قائل کیا ہے مگر نہیں ۔ صحت تو ہے کوئی اور مشکل ہے ۔ مثلاً دنیوی علائق کی وجہ سے فرصت نہیں جو فرصت ہے تو پھر یہ دقت ہے کہ سچی کتابیں نہیں ملیں ۔ بعض کو توفیق ہے مگر ارادے میں ثبات نہیں ۔ آج نماز کا شوق چرایا ہے ۔ زندگی وقف کرنے پر تلے بیٹھے ہیں مگر تھوڑے دن کے بعد کچھ بھی نہیں غرض سب باتیں موقوف ہیں خدا کے فضل پر جو ربوبیت کی صفت سے فیض لینے پر حاصل ہوتی ہے ۔"

اور آپ نے لکھا ہے :—

"تم نے دیکھ لیا جو شخص اس زمانہ میں خدا کی طرف سے آیا وہ ابکم نہیں ۔ بلکہ علےٰ وجہ البصیرت تمہیں بلاتا ہے ۔ تم چاہتے ہو کہ اشتہاروں اور کتابوں کو پڑھ کر فائدہ اٹھا لو اور انہیں کافی سمجھو ۔ میں سچ کہتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں کیا رسول اللہ کے صحابہ نے بے فائدہ ۔ اپنے وطنوں اور عزیز و اقارب کو چھوڑا تھا ۔ پھر تم کیوں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ۔ کیا تم ہم کو نادان سمجھتے ہو جو یہاں بیٹھے ہیں کیا ہماری ضرورتیں نہیں ۔ کیا ہم کو روپیہ کمانا نہیں آتا ۔"

معزز حضرات مولنا مرحوم و مغفور کیا کم روپیہ کما سکتے تھے ۔ انہوں نے تو لکھا ہے کہ میں نے لاکھوں روپے کمائے ہیں لیکن زکوٰۃ کا قائل نہیں ہوا ۔ نصاب تک جمع نہیں کیا ۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند + در شہنشاہی فقیری کردہ اند

حضرت مجدد زمانؑ کے پاس بیٹھنے والے کس بلند مقام پر پہنچے اور کیا عزت پائی آپ کے سامنے ہر وقت خدا پرستی کا نمونہ تھا، اور خدا کی ہی باتیں ہوتی تھیں ۔ زمانہ کے امام نے تو خدا کی طرف ہی بلایا ہے ۔ آپ نے فرمایا ہے :—

"تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی ریس مت کرو ۔ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی آؤ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلیں ۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے ۔ میں تمہیں دنیا کے کسب و حرفت سے نہیں روکتا مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے ۔ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو یا دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے

کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے اترتی ہے ۔ تم راستباز اس وقت ہو گے جب سچ مچ ایسے ہو جاؤ گے ۔"

آپ نے فرمایا :—

"اسلام کیا ہے ۔ وہی جلتی ہوئی آگ ہے جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارے مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ۔ ایسے چشمے میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی پاتے ہیں جس میں تکلیفیں

سو ہماری قوتیں خدا سے پیوند پکڑ لیں اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو اور ہم پہلی زندگی سے مر جائیں ۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے نماز بڑا کارآمد ذریعہ ہے ۔ پانچ وقت خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر ہمیں موقعہ ملتا ہے کہ ہم اس مقام معراج پر پہنچیں جو نماز کا مقصد ہے ۔ ہمارے اندر ایک تبدیلی آجائے ؎

از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دور
چیست معراج انقلاب اندر شعور

نماز کی غرض ہی تزکیہ نفس ہے ۔ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر ۔ اس آیت سے پہلے وحی الہی کا ذکر ہے یعنی قرآن کا ۔ یہ دونوں یعنی قرآن اور نماز تزکیۂ نفس کا موجب ہیں اور دونو درحقیقت ایک ہیں کہ نماز میں بھی زیادہ تر تلاوتِ قرآن کا ہی حصہ ہے ۔ اور قرآن پڑھنے سے جو عظمتِ الٰہی دل پر ہوتی ہے اور نماز میں جو ہیئتیں اختیار کی جاتی ہیں وہ اس عظمت کو اور بڑھاتی ہیں ۔ نماز کے تمام ارکان دست بستہ کھڑے ہونا ۔ رکوع سجود ۔ مؤدب بیٹھنا اور ہر روز پانچ وقت اس طرح نماز پڑھنا قلب پر عظمت الٰہی وارد ہونا کہ دوسرے اشغال کے اندر بھی اصل حکومت خیالات پر عظمت الٰہی کی ہو ۔ اگر نماز کی یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو سمجھئے کہ نماز فائدہ نہیں دے رہی اس کی فکر کرنی چاہیئے اور حدیث شریف میں لکھا ہے کہ جس شخص کی نماز اسے برائی سے نہیں روکتی اس کی نماز نہیں ہوتی ۔

اور قرآن شریف میں وعید بھی ہے فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا ۔ پھر اس کے بعد ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا سو وہ اپنی ہلاکت کو پائیں گے ۔

ایک نو مسلم انگریز خاتون کے اس جملہ پر غور کریں ۔ اس سے کتنا گہرا تاثر ملتا ہے خدا پرستی کا ۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا :—

GOD SPEAKS TO US TWICE IF WE REFUSE TO HIS WORD AS SET OUT IN ALQURAN WE MUST HAVE TO LISTEN TO THIS VIOCE IN EVENTS.

خدا ہمارے ساتھ دو طریقوں سے بولتا ہے ۔ اگر ہم اس کے کلام یعنی قرآن پر کان نہ دھریں تو پھر ہمیں اس کی آواز واقعات میں سننی پڑے گی ۔ گویا ہمیں اپنے غیر صالح اعمال کے نتائج بھگتنے پڑیں گے ۔

نماز کا ضائع کرنا اس کو ترک کرنا یا ظاہر صورت کو قائم

رکھ کر حقیقت سے بے خبر ہونا ہے سو پورے تضرع اور ابتہال کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور عرضِ حال کیا جائے۔ انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا معیار نماز ہے اور وہ شخص جو خدا کے حضور عاجزی کرتا ہے امن میں رہتا ہے اور امن کی ضمانت ہے تقویٰ جو کہ غایت ہے نماز کی۔ خدا پرستی کی اور خدا خوفی کی اور وہ کیا ہے اعتقاداتِ صحیحہ۔ اقوالِ صادقہ۔ اعمال صالحہ۔ علوم حقہ۔ اخلاق فاضلہ۔ ہمت بلند۔ عفت۔ قناعت۔ صبر۔ تواضع اور صادقوں کا ساتھ۔ یہ تمام نتائجِ حسنہ ہیں نماز کے۔ حضرت امامِ زمان نے لکھا ہے کہ:۔

ہم مخلوق کی نظر میں متقی نہ بنیں اگر کوئی متقی ہے اور آسمان پر اس کا متقی نام نہیں تو قرآن کا فتویٰ یہ ہے ماھم بمؤمنین

تو یہ زندگی ہمارے ایمانوں کا امتحان ہے۔ اگر ہماری زندگی ان صفات حسنہ کی مظہر ہے تو نماز کا وہ مقصد پورا ہوگیا جسکا تقاضا عبادت کرتی ہے۔ عبادت سے ایک لذت پیدا ہوتی ہے۔ اور ایسا عبادت گذار اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے کہ جو وہ ایمان لایا تھا وہی سچ ہے۔ اور اس کی تائید اور ترقی کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا:۔

اس کی تمام اندرونی قوتیں روشن ہو جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش پورے زور سے شروع ہو جاتی ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر خدا انسان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے یداللہ فوق ایدیھم۔ خدا کا ہاتھ ہی حادی ہے۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ جو تو نے چلایا وہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ غرض اس درجہ پر خدا تعالےٰ کے ساتھ کمال اتحاد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشے میں سرایت کر جاتی ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کے لئے مرتا ہے۔ اسی کے لئے ہزاروں دکھ اٹھاتا ہے اور (اس کے لئے) بے آبرو ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ ایک غیبی ہاتھ اسے اٹھائے پھرتا ہے، کتنا بڑا مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں علم عمل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے مراد عمل سے رخصت نہیں کیونکہ یہ تو احکامِ خداوندی کے ہی منافی ہوا۔ بلکہ اس کا مفہوم ایک اہل اللہ کے اس قول کی طرح ہے کہ جو عادت ہو جاتا ہے اس کی تمام عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ یہ مراد نہیں کہ وہ عبادات ترک کر دیتا ہے اور اسے نماز اور روزے معاف ہو جاتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی بجا آوری میں جو تکلیف کا پہلو ہے وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اب عبادات اس کے محبوباتِ نفس میں شامل ہوگئیں۔ سبحان اللہ بزرگوں نے کیا کیا جواہر پارے بکھیرے ہیں۔ کوئی ان کو لوٹنے والا ہو۔ خدا کے فرمان حق ہیں۔ اور ان کی تعمیل از بس ضروری ہے۔ ہم حق آگاہ اور حق پر عمل کرنے والے ہو جائیں ؎

چشم بر حق باز کردن بندگی است
خویش را بے پردہ دیدن زندگی است

عذر کی تو کسی کے لئے گنجائش نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ انسان عذر اور توجیہیں کرتا ہے۔ لیکن وہ اپنے آپ سے خوب آگاہ ہے سو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ محاسبہ ہونے سے پہلے خود اپنا محاسبہ کر لو۔ ومن عرفہ نفسہ فقد عرفہ ربہ۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس دور میں الاماشاء اللہ مذہبی تقاضوں سے نہ صرف ایک اجنبیت اور لاتعلقی کی فضا پیدا ہوگئی ہے اور ماضی سے یہ رشتہ منقطع ہو رہا ہے بلکہ افسوسناک امر تو یہ ہے کہ قدم اس کی مخالف سمت اٹھ پڑے ہیں۔ ان حالات میں اپنے نیک نمونہ سے کمربستہ ہو جانا ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ دعوتِ حق اور اس پر عمل اور صبر کی بہت اہمیت ہے۔ یہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کا تاکیدی حکم ہے۔ اس سے خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ امام زمان کی یہ تحریر بڑی حوصلہ افزا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"حق کے بھی ہتھیار ہوتے ہیں اور کوئی مخالفت اس کی ترقی روک نہیں سکتی۔ حق آگے ہی قدم بڑھاتا ہے۔ کیونکہ طالب حق کے لئے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ ایک آبپاشی اور تخم ریزی کسان کرتا ہے اور ایک خدا خود کرتا ہے اور خدا کے لگائے ہوئے پودوں کو کون اکھاڑ سکتا ہے۔ جس کا یہ وعدہ ہے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں۔ اور آپ نے فرمایا:۔

خدا کے برگزیدہ لوگوں نے کبھی تماشے نہیں دکھائے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ان کے لئے تماشے دکھا دیتا ہے۔ حضرت مجدد زمانؑ نے اپنی پیشگوئی میں خدا کے اس وعدہ انی مھین من اراد اھانتک کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا ہے۔ یہ وعدہ پورا ہوتا آپ کے ہمعصروں نے دیکھا۔ بعد کے لوگوں نے بھی دیکھا۔ اور اس کی صحت اور صداقت کے بہت نمونے ہیں اور لطف کا پہلو یہ کہ اس ذلت کا اعتراف بھی ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اور آپ نے فرمایا میری صداقت کے نشان ہر زمانے میں دیکھو گے۔ کیا اس مامور کو سچا ماننے کے لئے یہ واقعات کافی نہیں۔ اور کیا سچ ہے ؎

چوں فنا اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضائے حق شود

عبادت کی صحیح روح اس تسلیم و رضا کا تقاضا کرتی ہے۔ حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ نے نماز کے متعلق کیا خوب نصیحت فرمائی ہے کہ امام کی اقتداء میں تو سجدہ سے سر اٹھانا ہوتا ہے لیکن جب تم گھروں میں نماز پڑھو تو تمہارا سر سجدے سے نہ اٹھ سکے۔ اور حدیث میں ہے تم نماز اس طرح پڑھو جیسے یہ تمہاری زندگی میں آخری نماز ہے۔ اس کیفیت اور یقین کے بعد کیا کسی کا سر سجدہ سے اٹھ سکتا ہے؟

خدا کی حاکمیت اور ہیبت ہمارے اندر اس درجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ عبادت کی یہ روح ہمارے اندر پیدا ہو اور آسمان پر ہمارا شمار اس کے شکر گذار بندوں میں ہو۔ آمین۔

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹرز چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ یکم فروری ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۵

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۹ ر صفر ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۷۸ء | نمبر ۶

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہ سے پاک ہو

ہماری جماعت (جس سے مخالف بغض رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جاوے) کو یاد رکھنا چاہیئے کہ میں اپنے مخالفوں سے باوجود ان کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھاوے۔ وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچی عامل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا ہو جاوے۔ ان میں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے۔ وہ **خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو۔** لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بھی اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور سچی تبدیلی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو پورا کر دے گا وہ یقیناً ان کے سامنے تباہ ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسی کی پروا نہیں کرتا۔ وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تھی۔ یعنی بنی اسرائیل جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور خدا تعالیٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے۔ لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اس نے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا۔ سرکشی اور فسق و فجور کو اختیار کیا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ ضربت علیھم الذلّۃ والمسکنۃ کی مصداق ہوئی خدا تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا۔ اور ان کا نام سؤر اور بندر رکھا گیا یہاں تک وہ گر گئے کہ انسانیت سے بھی ان کو خارج کیا گیا۔ یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے۔ بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے اسی طرح یہ قوم جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے وہ قوم ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔ لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر خدا تعالیٰ سے سچی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل اتباع نہیں کرتا وہ چھوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جائے گا اور خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ ہوگا۔ پس تمہیں چاہیئے کہ کامل تبدیلی کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو۔ ...... ضروری یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں۔

**میں** خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت اور ہم جو کچھ ہیں۔ اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت ہمارے شامل حال ہوگی کہ ہم **صراطِ مستقیم** پر چلیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچی اتباع کریں۔ قرآن شریف کی پاک تعلیم کو اپنا دستور العمل بناویں اور ان باتوں کو ہم اپنے عمل اور حال سے ثابت کریں نہ صرف قال سے۔ اگر ہم اس طریق کو اختیار کریں گے۔ تو یقیناً یاد رکھو کہ ساری دنیا بھی مل کر ہم کو ہلاک کرنا چاہے تو ہم ہلاک نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ خدا ہمارے ساتھ ہوگا۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸۷ - ۱۸۹)

---

**تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو** "تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دُنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں۔ اور خدا سے خاص انعام پائیں"۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

## آج کی ترقی یافتہ، متمدن و مہذب مگر بے حال دُنیا کو اگر نورِ قلب کی ضرورت ہے تو اسے اسلام کی طرف آنا پڑیگا۔

## جماعت احمدیہ کا اوّل و آخر مقصد دُنیا میں اسلام یعنی قرآن کریم اور اسوۂ حسنۂ نبوی صلعم کی تبلیغ و اشاعت ہے

## مصائب و مشکلات میں بھی ایثار و قربانی، صبر و تحمل اور عبادت و استقامت کے ساتھ اپنا مقصد پورا کرتے ہیں۔

### احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدرلینڈ کے مرکز و مسجد کی افتتاحی تقریب میں جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی صدارتی تقریر

---

**پیغام صلح** کی گذشتہ اشاعت میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدرلینڈ کے مرکز و مسجد کی افتتاحی تقریب کا ذکر کیا گیا تھا اور اس موقعہ پر جماعت احمدیہ ہیگ (ھالینڈ) کے صدر جناب نور محمد سردار نے جو تقریر کی تھی وہ بھی شامل اشاعت تھی۔ زیر نظر شمارے میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہٗ، چیئرمین شعبہ تبلیغ بلادِ غیر کی اس موقعہ پر کی گئی صدارتی تقریر دلپذیر کا مکمل متن ہدیۂ قائین کرام ہے۔ ہالینڈ کی جماعت نے اپنے مرکز و مسجد کے افتتاح کے لئے حضرت ممدوح کو بالخصوص مدعو کیا تھا۔ یہ عمارت ستر ہزار گلڈر میں خریدی گئی تھی جس کی نصف رقم بنک سے بطور قرض حاصل کی گئی تھی اور بنک کی شرح سُود اس قدر زیادہ تھی کہ چار سال میں یہ رقم پھر ستر ہزار گلڈر ہو جانے والی تھی۔ جس کی وجہ سے جماعت بڑا بوجھ محسوس کر رہی تھی۔ تقریب افتتاح کے موقعہ پر حضرت ڈاکٹر صاحب نے چندہ کے لئے اپیل کی۔ اور سب سے اوّل جتنے گلڈر وہ ذاتی خرچ کے لئے اپنے ہمراہ لے گئے تھے چندہ میں پیش کئے۔ پھر روپوں کی بارش ہونے لگی۔ مردوں و عورتوں نے اور نوجوانوں نے فاستبقوا الخیرات کا ایمان افروز اور رُوح پرور منظر پیش کیا۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر چندہ دے رہا تھا۔ عورتوں کا ایثار بھی قابلِ دید تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے آپ کی اپیل اس قدر مؤثر ثابت ہوئی کہ قرضہ کی رقم ۳۵ ہزار گلڈر سے ایک ہزار سات سو گلڈر زیادہ جمع ہو گئے۔ جس سے وہاں کی جماعت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور جلسہ کا ہال نعرہ ہائے تکبیر اور احمدیت زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ چندہ کا اس طرح جمع ہو جانا اور صرف دو گھنٹے میں جماعت کا بوجھ سے آزاد ہو جانا اگرچہ حاضرین کے لئے غیر متوقع اور حیرت انگیز منظر تھا۔ لیکن احمدی روایات کے شایانِ شان تھا۔ تاریخ احمدیت خدا کے گھر آباد کرنے اور اس سے اسلام کی روشنی پھیلانے کے لئے۔ مالی ایثار و قربانی کی لاجواب مثالوں سے بھرپور ہے۔

جہاں مردوں نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر اموال پیش کئے وہاں احمدی خواتین بھی پیچھے نہ رہیں۔ خانۂ خدا کی تزئین اور تعمیر کے لئے انہوں نے اپنے زیورات آمادہ آتارکر پیش کئے ہیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ باجر العظیم۔ —— (ابو سلمان ایم اے) ——

---

اشھد ان لاالٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ۔ اما بعد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم
اللہ نور السمٰوات والارض۔ مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباحٌ........ ومن لم یجعل اللہ لہٗ نوراً فمالہٗ من نور —— (۲۴:ع۵) ——

---

صدر گرامی نور محمد سردار صاحب، مولنا جگو صاحب۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدرلینڈ کے ممبر خواتین و حضرات اور میرے دیگر بہن اور بھائیو!

میں نے اس وقت آپ کے سامنے قرآن کریم کی سورۃ شریفہ النّور کی چند آیات پڑھی ہیں۔ ان آیات کا آج کی تقریب سے بڑا گہرا تعلق ہے وقت کی کمی کا مجھے پوری طرح احساس ہے۔ میں آج کی تقریب کے متعلق آسان اور سادہ زبان میں کچھ عرض کروں گا۔

اس سورۃ شریفہ کا نام النّور ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر ہے۔ میری یہ خوش قسمتی ہے کہ مجھے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں دو مقامات پر، جن میں ہزاروں میل کا فاصلہ ہے، دینی تقریبوں میں شامل ہونے کا موقعہ ملا۔ ۱۵ اکتوبر کو مجھے امریکہ میں ریاست کیلیفورنیا کے مقام اوک لینڈ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام آف یو ایس اے کی مسجد اور مرکز کے افتتاح کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور آج ۱۲ نومبر کو یہاں نیدرلینڈ میں بھی اسی قسم کی مبارک تقریب میں شمولیت کی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اس خوش نصیبی پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور آپ حضرات کا بھی شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی۔

**دورِ حاضرہ کا المیہ**۔ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں جو افسوسناک المیہ خدا کی زمین پر بنی نوع انسان کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ گو ہم نے اپنے گھر، دوکان، اپنے بازاروں، سڑکوں، سکولوں، کالجوں کارخانوں، غرضیکہ ہر چیز کو اور ہر مقام کو روشن کر لیا ہے۔ رات کو دن میں بدل دیا ہے۔ لیکن جس قدر ہم نے اپنے اردگرد اور اُوپر نیچے اور باہر روشنی پیدا کر لی ہے، اسی قدر اپنے باطن، ضمیر اور اندرونے کو تاریکی میں رکھا ہُوا ہے۔ ہمارے قلب و نظر تاریک ہیں۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔ وہ انسان کہ جس نے دنیا میں اس قدر ترقی کر لی ہے کہ قدرت کی تمام طاقتوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور زمین و آسمان کی تمام طاقتیں گویا اس کی مٹھی میں ہیں اور ان پر وہ حکومت کر رہا ہے۔ باوجود اس کے آج کا یہ انسان دُکھی ہے۔ اداس اور فکرمند ہے۔ اس کو بذات خود کوئی خوشی اور مُسرت حاصل نہیں۔ وہ مایوسیوں میں گھرا ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ انسان کی مادی ترقی اس کے دل کو چین و قرار بخشتی، اور اس کو

خوشی و اطمینان عطا کرتی وہ خود اس کی تباہی اور بربادی کا موجب ہو رہی ہے۔ وہ اپنی تباہی اور ہلاکت کو اپنے ہاتھوں میں لئے خود آگے آگے بھاگا جا رہا ہے۔ اس کو اپنی ترقی کے پیدا کردہ اندھیروں سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے۔ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والا اللہ ہے۔ وہ روشنی جو دلوں کی تاریکیوں کو دور کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات اس کا منبع ہے۔ خدا کے نور اور اس کی روشنی کے بغیر انسان کو کبھی بھی چین اور سکھ نہیں مل سکتا۔

اس منبع کو انسان نے اپنے ظاہر و باطن سے۔ اپنے ماحول سے، اپنے معاشرہ اور ملک سے اور اپنی حکومت سے بھی خارج کر دیا ہے اور اس پر وہ نازاں ہے اور اسی پہ فخر کرتا ہے۔ وہ اس کو سکولرازم کہتے ہیں۔ یعنی یہاں پر خدا کا نام نہیں لینا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اندھیرے اور تاریکی کی گہرائیوں میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔

## مقاماتِ انوارِ الٰہی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ روشنی کا پیدا کرنے والا ہے، اور آسمانوں اور زمین میں جس قدر روشنی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے ہے۔ وہ نور کہاں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم میں ہے جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، اور وہ نور خاتم النبیین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں ہے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں ہے جو خود ایک روشن کتاب ہے۔ اور وہ نور آپ کے اسوۂ حسنہ اور سُنّت میں ہے۔ انسان جب تک روشنی کے ان ذرائع سے دور رہے گا اسے روشنی حاصل نہیں ہو سکتی۔

## دو عظیم جنگوں کی تباہ کاریاں

پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے شروع ہو کر ۱۹۱۸ء تک جاری رہی۔ آپ میں سے اس وقت اکثر پیدا بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ میں خود ان دنوں سکول میں پڑھتا تھا۔ اس جنگ سے پہلے، مغرب کا انسان اور نام نہاد ترقی یافتہ انسان اپنی مادی ترقیوں کی بناء پر اپنے آپ کو مالک الملک سمجھتا تھا۔ اس کو زمین اور آسمان پر اپنی دسترس کا بڑا نشہ اور غرور تھا۔ لیکن جب اس مغرور اور متکبر انسان نے اس ہولناک جنگ کی تباہ کاریاں دیکھیں تو اس وقت پہلی بار اس کے اس تکبر کو ٹھیس پہنچی۔ وقت نے اس کو جھنجھوڑا کہ تو مالک الملک نہیں۔ تجھے بھی کوئی چیز تباہ اور برباد کر سکتی ہے۔

انسان نے اس سے بچ نکلنے کے لئے پھر ہاتھ پاؤں مارے لیکن اسے پھر دوسری جنگِ عظیم سے واسطہ پڑا جو ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ یہ جنگ آپ میں سے بیشتر احباب نے دیکھی اور سُنی ہوگی۔ اس جنگ نے بڑی تباہی مچائی اور ساری دنیا اس کی لپیٹ میں آگئی۔

## دُنیا ایک بار پھر تیسری جنگِ عظیم کی طرف قدم مار رہی ہے

انسان ایک بار پھر بیدار ہوا اور اپنے بچاؤ کی خاطر بڑے بڑے ہلاکت خیز آلات و ہتھیار ایجاد کر رہا اور بنا رہا ہے۔ انسان، انسان کی موت کے سامان تیار کرنے میں کروڑوں اربوں روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ وہ اندھیروں میں پھر رہا ہے۔ اس کو راستہ نہیں مل رہا کہ وہ اپنے آپ کو بچائے۔ وہ غیر محسوس طور پہ ایک بہت بڑی جنگ کی طرف بڑھ رہا ہے اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ بڑی تیزی کے ساتھ ایک اور تیسری جنگ عظیم کے دروازے پر آکھڑا ہے جو تو کلر دار (ایٹمی جنگ) اگر اس انسان کے یہی طور طریقے رہے تو اس کے خود ساختہ ہتھیار و آلات اس کو ہی موت کی اندھیری کوٹھڑی میں سُلا کر رکھ دیں گے۔ اور یہ شاید اس کے ہاتھوں اس کی آخری تباہی ثابت ہو۔

## سُنّتِ الٰہیہ

خدا تعالیٰ کی یہ سُنّت ہے کہ جو افراد اور قومیں نورِ الٰہی سے دُور جا پڑتی ہیں وہ ان کو خاکستر کرکے مٹا دیتا ہے۔ وہ عبرت کا سامان بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ کہ اگر تم خدا سے منہ موڑے رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو مٹا دے گا اور وہ تمہاری بجائے ایک دوسری قوم کو لے آئے گا، وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے یعنی وہ بہتر لوگ ہوں گے۔

آپ مصر و عراق یا ہند و پاکستان جائیں۔ ان سرزمینوں میں نہ جانے کتنی تہذیبیں مدفون ہیں۔ سطح زمین پر ان تہذیبوں کے کچھ کچھ آثار ہماری عبرت کے لئے اب بھی نظر آتے ہیں۔ وہ بھی ایک وقت بڑی ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ اپنے آپ کو مہذب، کلچرڈ سمجھتی تھیں۔ وہ بھی اپنے تئیں غرور و تکبر کی لعنتی کمزوری میں مبتلا ہو کر خدا، خدا کی روشنی اور خدا کی راہ سے الگ ہو گئیں۔ انجام یہ ہوا کہ وہ بستیاں ہی صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ خدا تعالیٰ ان کی جگہ دوسری قوموں کو لے آیا اور یہی سنّتِ الٰہیہ اب بھی مقدر ہے۔

## اب انسان اللہ تعالیٰ کی جستجو میں ہے

اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے ہلاکت خیز آلات سے خود اپنی تباہی و بربادی کے المناک منظر دیکھ کر آج کے ترقی یافتہ انسان کو کچھ نہ کچھ سمجھ آنے لگی ہے کہ میں تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ میری عقل کی تیز طراریاں کسی کام کی نہیں میری مادی ترقیاں میری اپنی موت کا سامان بن چکی ہیں۔ چنانچہ وہ انسان وہ ترقی یافتہ مگر پریشان حال انسان اب خدا کی تلاش کر رہا ہے اب اسے خدا کی جستجو ہوئی ہے۔ خدا کیا ہے، کہاں ہے۔ کونسی طاقتوں اور قدرتوں والا ہے کونسی اس کی عظمتیں اور حکمتیں ہیں۔ قرآن کریم ان سب کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس فریب خوردہ انسان کے بارے میں قرآن کریم کی تلاوت کردہ آیات میں یوں ذکر فرمایا ہے۔ والذین کفروا اعمالهم کسراب بقيعة يحسبه الظمآن ماءً حتى اذا جاءه لم يجده شيئا ووجد الله عنده فوفّه حسابه۔ والله سريع الحساب۔ یعنی وہ لوگ جو وہ لوگ جو خدا سے دور ہیں اور اپنے تئیں دھوکے میں رکھتے ہیں وہ اپنے اعمال پر نازاں اور فرحاں رہتے ہیں۔ ان کے کاموں کی مثال سراب کی طرح یعنی چٹیل میدان کی سی ہے جہاں ریت ہی ریت ہوتی ہے پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ ایک پیاسا جو پانی کی تلاش میں پھر رہا ہو وہ چمکتی ہوئی ریت یعنی سراب کو پانی سمجھ کر اس کی طرف بھاگتا ہے اور بھاگتا ہی چلا جاتا ہے سراب ہے کہ آگے ہی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جب تھک ہار کر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں وہ پانی سمجھتا ہے تو وہاں کچھ بھی ہاتھ نہیں لگتا۔ وہ اپنی پیاس میں ہی مر جاتا ہے پھر وہ دیکھتا ہے کہ وہ خدا کے روبرو ہے اور اس سے حساب کتاب لیا جا رہا ہے۔

یہی حالت دنیا کی ہے۔ آج دنیا بھی اسی مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے اسی تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ کہیں روشنی نظر نہیں آتی۔ ان آیت کریمہ میں ان تاریکیوں کا بھی ایک لطیف نقشہ پیش فرما دیا ہے جن کا ذکر ہو رہا تھا۔ او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعض۔ اذا اخرج يده لم

یکد یراھا و من لم یجعل اللہ لہٗ نوراً فما لہٗ من نورٍ۔ یعنی کالی رات ہے موج پر موج ہے۔ لہروں پر لہریں ہیں۔ اُوپر سے بادل بھی ہیں۔ تاروں کی روشنی بھی نہیں ہے اتنی تاریکی ہے کہ اگر کوئی انسان اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا۔ اس سے بڑھ کر تاریکی کا تصور اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جس کے لئے اللہ تعالےٰ روشنی نہ بھیجے، اس کے لئے روشنی کہاں سے آئے۔

**سکونِ قلب کے لئے رجوع الی اللہ کی ضرورت**۔ آج کے قوم اور دنیا جہان کو امن و سلامتی کی جنت میں لے جانے والی ہے۔ تو اس کو اللہ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اور رجوع الی اللہ کی روشنی کس مقام سے ملے گی۔ اس کی نشاندہی بھی اسی مقام پر اللہ تعالےٰ کی کتاب نے کر دی ہے۔ وہ ایسے خدا کے گھروں میں ملے گی جیسے خانۂ خدا کا دروازہ آج شام ہم نے اس ہیگ کے شہر میں کھولا ہے۔ فرمایا بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ ۔ یہ ایسے مقام ہیں جن کے بارے اللہ تبارک و تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ وہاں پر خدا کا نام بلند کیا جائے۔ اور اس کی عبادت کی جائے اس کے نام کا تذکرہ کیا جائے۔ یسبح لہٗ فیھا بالغدو و الاٰصال۔ صبح و شام وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں، تو یہ گھر خدا تعالیٰ کی مساجد ہیں جن میں لوگ صبح شام حاضر ہو کر خدا کا نام لیتے ہیں، تسبیح کرتے ہیں اس کی یاد کرتے ہیں اور اس سے اپنا تعلق جوڑتے ہیں۔

**سب سے اُونچا گھر**۔ اس آیت کریمہ کے مطالب یہ نہیں ہیں کہ مسجد بڑی شان والی ہو اور بڑے گنبد والی ہو، اور وہ بہت اُونچی ہو۔

آپ اسلامی تاریخ کو سامنے رکھیں۔ اللہ تعالےٰ کا سب سے بلند گھر مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ ہے۔ آپ اس کی اُونچائی اور لمبائی چوڑائی کا اندازہ لگائیں تو چھوٹی سی عمارت ہے۔ اس پر تو گنبد بھی نہیں ہے۔ لیکن دُنیا جہان میں یہ عبادت گاہ سب سے بلند اور اُونچی قرار پائی۔ خانہ کعبہ کے بعد سب سے اُونچی مسجد۔ مسجد نبوی ہے جو مدینہ شریف میں بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کیسے ہوئی، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اینٹ گارا اُٹھایا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو کر اس کے در و دیوار اُونچے کئے۔

یہ کچی مسجد تھی۔ کوئی سیمنٹ وغیرہ استعمال نہ ہُوا تھا۔ چھت بھی کھجور کے پتوں ٹہنیوں سے بنائی ہوئی تھی۔ بارش ہوتی تو اس مسجد میں کیچڑ ہو جاتا۔ لیکن اس دنیا میں خانہ کعبہ کے بعد اللہ تعالےٰ کی نظر میں سب سے اُونچا گھر اس وقت بھی یہی تھا۔ آج جب کہ اس کا شمار دُنیا کی خوبصورت ترین عمارات میں ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کی نظر میں خانہ کعبہ کے بعد سب سے اُونچا گھر ہے۔

معلوم ہوا کہ عمارتوں کے عالی شان ہو جانے سے وہ گھر اُونچا نہیں ہو جاتا۔ خدا کی نظر میں خدا کا گھر وہ اُونچا ہے جس کو اللہ تعالےٰ اُونچا کرے۔ اس کو بلند کرنے والے کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ فرمایا: رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ۔ یخافون یوماً تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا و یزیدھم من فضلہٖ۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ یعنی ان گھروں میں ایسے لوگ آتے ہیں کہ ان کو ان کی تجارت، ان کے کاروبار، ان کی خرید و فروخت اور دوسرے دنیا کے دھندے خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ان گھروں کو اُونچا کرنے کے ذریعہ ہوتے ہیں۔

ے رضائے الہیٰ کے حصول کے لئے کیا کچھ کیا ہے اور کیا کچھ کرنا ہے۔

چنانچہ وہ لوگ جو خدا کے گھروں کو آباد کرتے ہیں وہی ہوتے ہیں جن کو وہ روشنی ملتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذریعہ اور جن کی برکت سے خُدا کے گھر آباد ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کو بھی اللہ برکت دیتا ہے۔ ان کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان کو بلند کرنے والا ہے اور ان کو بلند کرتا ہے۔

**مسجد شریف کا افتتاح**۔ آپ لوگوں نے آج اسی نیت و ارادے اور ایک بہت بڑی مالی قربانی کے ساتھ اس گھر کو رسمی طور پر کھولا ہے اور اسے آباد کرنا چاہا ہے۔ آپ نے نہایت ہی بابرکت اور مبارک کام کیا ہے یہ آپ کا نہایت قابلِ قدر اور لائق تحسین کام ہے۔

**جماعت احمدیہ کی اغراض و مقاصد**۔ آپ اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس نے اللہ کی کتاب قرآن کریم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا کام اپنے ذمّے لے رکھا ہے۔ اور نصف صدی سے یہ کام اپنے ذرائع و وسائل کے مطابق کر رہی ہے۔ اس جماعت نے قرآن کریم اور دوسرے اسلامی لٹریچر کو دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم کرا کر شائع و تقسیم کیا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالےٰ نے خود اپنی منشاء و ارادہ سے اپنے بندے کو کھڑا کیا وہ کوئی عام مولوی نہ تھا کہ وقت کے ساتھ وہ خود بڑا بن گیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے خود چُنا اس کو بتایا کہ اب دُنیا میں اسلام اور اس کی روشنی کے پھیلنے کا وقت آگیا ہے۔ جب وہ اس صدی کے سر پر مامور ہُوا تو اسلام کی حالت نہایت کمزور تھی۔ عیسائیوں کا دُنیا جہان پر تسلّط تھا۔ عیسائیت سیلاب کی طرح دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ لاکھوں غیر مذہب لوگ عیسائیت میں داخل ہو رہے تھے۔ ایسی کمزوری اور بدحالی کے دَور میں اللہ تعالےٰ نے اس انسان کو کھڑا کیا۔ اس کے دل میں درد پیدا کیا اور اس نے اعلان کیا کہ اسلام کی فتح کے دن اب قریب آ رہے ہیں آپ کی سب سے پہلی کتاب فتح اسلام ہے۔ اس میں آپ نے لکھا کہ مجھے تو اسلام کی فتح کے دن نظر آ رہے ہیں۔ اسلام کے دبنے اور کمزوری کے دن ختم ہو گئے ہیں، اب تو اسلام کے غالب آنے کے دن ہیں۔ میں نے اسلام کی فتح کا چاند دیکھ لیا ہے۔ وہ چاند پہلے روز کے چاند کی طرح سب کو نظر نہیں آ سکتا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے مجھے دکھا دیا ہے کہ وہ چاند مکمل ہو کر رہے گا اور تمام دُنیا کو منوّر کرے گا۔ اسلام ایک غالب اور فتحمند دین ہے اور دیگر مذاہب باطلہ پر فتح پائے گا۔

## حضرت مجدد زمانؒ کے ساتھ الٰہی وعدے

اس غلبے اور فتحمندی کا نکتہ یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی کتاب قرآن کریم کو جس میں نور اور روشنی ہے۔ دنیا کے کناروں تک پہنچا دو۔ اس نے فرمایا کہ خدا کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ آپ دیکھیں کہ صدی پوری نہیں ہوئی کہ اس انسان کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے۔ کجا فجی اور نیدرلینڈ کجا۔ جزائر غرب الہند کجا امریکہ اور کجا ہندوستان۔ اور پھر اس میں ایک غیر معروف چھوٹا سا گاؤں قادیان۔ اس گاؤں کا رہنے والا ایک شخص ہے۔ جس نے دنیا کیا دیکھی تھی اپنا ملک بھی نہیں دیکھا تھا۔ جغرافیہ اور تاریخ سے بھی واقف نہیں ہے۔

اس باخدا انسان کا مقصد اکنافِ عالم میں اسلام کے نور کی اشاعت تھی۔ اس نور کی جو خدا اور محمد رسول اللہ صلعم کا نور ہے اور یہی مقصد اس شخص کی قائم کردہ جماعت احمدیہ کا ہے۔ اس نے اس مقصد کے لئے ایک جماعت بنائی۔ کوئی پیری مریدی کی گدی نہیں بنائی۔ اس نے جمہوری طرز پر ایک انجمن بنائی ہے جو تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے کثرت رائے سے پروگرام بناتی اور اس پر عمل کرتی ہے تو خدا تعالےٰ نے اس نور کو پھیلانے کے لئے یہ جماعت قائم کی ہے اور انشاءاللہ قائم رہے گی۔ مشکلات آتی ہیں۔ اس جماعت پر بھی مشکلات آئی ہیں۔ خدا کے فضل وکرم سے یہ جماعت ان آزمائش اور ابتلاؤں کی گھڑیوں میں سے کامیاب وکامران گذری ہے۔ ہمارے متعلق آپ کے کانوں میں اس قسم کی باتیں ضرور پڑتی ہوں گی اور آپ کی جماعت کو بھی اسی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن کا ذکر جناب نور محمد سردار نے کیا۔ تو تکالیف افراد، جماعتوں، قوموں اور ملکوں پر آتی ہیں۔

ہمارے امام نے انہی مشکلات کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا ہے کہ جماعت پر بڑی بڑی مشکلات آئیں گی۔ لیکن میرے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ میری جماعت کے لوگ اپنے مخالفوں پر قیامت کے دن تک غالب رہیں گے۔ لہٰذا آپ کبھی مایوس اور بے دل نہ ہوں، دنیا میں مصیبتیں آتی ہیں، دکھ درد کے دور چلتے ہیں۔ لیکن جن جماعتوں کو خدا تعالےٰ خود قائم کرتا ہے وہ زندہ رہتی ہیں۔

آپ صبر وتحمل اور بڑی لگن و ایثار کے ساتھ خدا کا یہ پیغام دنیا میں پہنچاتے جائیں۔ ہم کوئی نیا دین نہیں لائے ہیں، نہ ہم کوئی غیر از اسلام دین پیش کرتے ہیں۔ ہم ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا دین، دین اسلام ہے۔ ہمارے عقائد وہی ہیں جو سنت والجماعت کے ہیں۔ سب سے پہلے قرآن کریم پھر سنت نبویؐ اور پھر اجتہاد ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ہماری کتاب ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم خاتم النبیین مانتے ہیں۔ آپؐ آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی اور رسول دنیا میں نہیں آ سکتا۔ نہ نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔

آپؐ کے بعد مدعی نبوت جھوٹا ہے۔ خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ نے فرمایا کہ جو کوئی آنحضرت صلعم کے بعد دعوے نبوت کرے گا وہ کافر اور کاذب ہے۔ چنانچہ نبوت ختم ہو گئی۔ نبوت و رسالت توحید و ہدایت کے لئے آتی ہے۔ لیکن خدا کے آخری ہدایت نامہ (قرآن) آنے کے بعد اب کسی نبی و رسول کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

دین اسلام کو غلطیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے اور لوگوں کے غلط خیالات کی اصلاح کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر کھڑا کرتا ہے جس کو مجدد کہا جاتا ہے۔ یہ صدی سب سے بڑے فتنوں کی صدی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فتنہ مغربی تہذیب کا فتنہ تھا۔ جس کو دجال کا فتنہ کہا جاتا ہے۔ اس عظیم فتنے کو مٹانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک عظیم الشان انسان کو بھیجا اور وہ کامیاب ہوا۔ آپ خود دیکھ لیں کہ مغرب میں کس قدر لوگ داخلِ اسلام ہو رہے ہیں۔ دنیا کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں اسلام کا پیغام احمدیہ جماعت کے ذریعہ سے نہ پہنچ چکا ہو۔ یہ بہت بڑا مقصد ہے جو اس جماعت کے سامنے ہے۔ آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس مقصد کو سامنے رکھیں اور خدا پر بھروسہ کریں۔ حق پرستوں کو مشکلات ضرور آتی ہیں۔ آپ صبر و استقامت کے ساتھ اس کام کو جاری رکھیں۔

آپ حضرات نے جو اللہ تعالےٰ کا گھر بنایا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے اپنی حمد وثنا کے ساتھ آباد کرے اور اسے برکت دے۔ پچھلے سال بھی مجھے یہاں آنے کا موقعہ ملا تھا۔ اس وقت بھی بھائی نور سردار مجھے اس جگہ لائے تھے۔ کہ ہم یہ عمارت خرید رہے ہیں انہوں نے اس وقت اپنی مشکلات کا بھی ذکر کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو ہمت اور توفیق دی اور کام میں برکت ڈالی۔ ہم نے آج نور کی باتیں قرآن کریم سے بیان کی ہیں۔ ہمارے اس بھائی کا نام بھی نور ہے۔

## مسجد کے لئے عطیات کی اپیل

آج اپنی تقریر میں انہوں نے اپنی کچھ مالی مشکلات کا بھی ذکر کیا ہے۔ میری یہ خواہش ہے اور آپ سب سے میری یہ گذارش ہے کہ اس جماعتی قرضہ سے جلد از جلد فارغ ہونا چاہیئے۔ سب عورتوں، مردوں، چھوٹوں بڑوں کو اس میں حصہ لینا چاہیئے۔ تاکہ پھر دوسرے آمدنی کے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام تسلی اور اطمینان سے آگے بڑھ سکے۔ لہٰذا میں آپ سب دوستوں سے اور بہنوں سے جو اس وقت یہاں موجود ہیں اور ان حضرات سے جو اس وقت یہاں موجود نہیں مگر کسی نہ کسی طرح ان تک میری آواز پہنچ سکے، اپیل کرتا ہوں کہ دل کھول کر راہ حق میں چندہ دیں۔ ہم اپنا مکان آباد کرنے کے لئے بہت کچھ خرچ کرتے ہیں۔ یہ خدا کا گھر ہے۔ یہ وہ گھر ہے جس کو آباد کرنے سے جنت میں گھر بنتا ہے۔ آپ جنت میں اپنا گھر بنانے کے لئے اس گھر پر جو بوجھ ہے اس کو ہلکا کریں اور آباد کریں۔ میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ لنڈن سے چلتے وقت میرے بیٹے نے کچھ پاؤنڈ میری جیب میں ڈال دیئے تھے کہ بوقت ضرورت کام آئیں۔ مجھے پتہ نہیں یہ کتنے ہیں میں نے گنے نہیں۔ یہ جتنے بھی ہیں میں اس نیک کام کی ابتداء کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ میری ضروریات یہاں آپ نے پوری کر دی ہیں۔ مجھے ان کو خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میں اپنا نام چندہ دہندگان کی فہرست میں سب سے اوپر اس لئے لکھواتا ہوں کہ اولیت کا اجر اور ثواب ملے۔ آپ سے میں اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس کارِ خیر میں حصہ لیں۔ (پتہ نہیں حضرت ڈاکٹر صاحب کے منہ سے یہ الفاظ *

## اختتامی دعا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے سینوں کو بھی اس نور سے منور کر دے اور اس خدا کے گھر کے لئے جو آپ نے مالی ایثار قربانی اور اخلاقی مدد کی ہے، اللہ تعالےٰ اس کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالےٰ آپ سے راضی ہو۔ وہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ وہ آپ کے اموال و افراد میں برکت ڈالے۔ اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے بڑی توجہ اور صبر سے میری باتیں سنیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

* للہیت کے کس اونچے مقام سے نکلے تھے کہ احباب جماعت اور احمدی مستورات نے روپوں کی بارش کر دی اور تھوڑی سی دیر میں واجب الادا قرضہ سے سبک

از مکرم راجہ عبدالمجید صاحب پھکی۔

# چند معروضات

## قرآن کریم کا ہر ملک کی زبان میں ترجمہ کرا کے تمام ملکوں میں پھیلایا جائے

## سلسلہ کے افراد کا اپنا نمونہ دوسروں کیلئے باعث کشش ہونا چاہیئے

جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب کا مضمون "ایک مبارک اور ضروری تجویز" کے عنوان کے تحت اخبار پیغام صلح مؤرخہ ۲۷/۱ ۴ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ میاں صاحب نے جماعت کی توجہ اشاعت قرآن کریم اور کتب سلسلہ کو پھیلانے کی طرف مبذول کرائی جو حضرت صاحب کے آنے کی اصل غرض ہے۔ تا اس کام کو اولیت دے کر وہ تمام لٹریچر جس کی نشاندہی حضرت مرزا صاحب نے فرمائی ہے دُنیا کے تمام مُلکوں میں کثرت سے پھیلایا جائے۔

حضرت صاحب کی کُتب سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے جماعت کے لئے جو راستہ معیّن کیا ہے اُسی راستہ پر چل کر ان کی جماعت کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ حضرت صاحب نے جو پہلا قدم اس بارے میں اُٹھایا وہ رسالہ میگزین ریویو آف ریلیجنز کا اجراء تھا۔ اس رسالہ میں ہر اس بات کی تردید ہوتی تھی جو مخالف پادریوں یا دیگر مذاہب کے عالم اسلام کے خلاف لکھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کی خوبیاں اور شریعت اسلام کے متعلق مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ جس سے ہر مخالف کے اعتراضات کا جواب اور اسلام کی خوبیاں اور سچائی ظاہر ہو کر اسلام کے قریب لے آتی تھیں۔ ۱۹۱۴ء تک رسالہ کی بڑی شہرت رہی۔ اس کے بعد اسی نام پر قادیان سے نکلتا رہا۔ لیکن اپنے معیار کو قائم نہ رکھ سکا۔ ہماری انجمن بھی اس کے بعد کوئی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے پایہ کا نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

اب بھی اگر حضرت صاحب کے بتائے ہُوئے راستہ کو اپنایا جائے تو "لائٹ" کے معیار کو بلند کر کے ویسے ہی مضمون چھاپ کر کثرت سے غیر ممالک میں بھیج کر اصلی مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہر جماعت حسب توفیق اپنے اپنے ذمہ اس کی کاپیاں خریدے اور انجمن ان کاپیوں کو باہر کے ملکوں میں اپنی جماعتوں کو پیکٹ کی صورت میں روانہ کرے۔ اور جماعتیں ان کاپیوں کی تقسیم اپنے ذمہ لیں۔ اس طرح اخبار "لائٹ" باہر ملکوں میں ریویو آف ریلیجنز کی طرح دین پھیلانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اور یہ پہلا راستہ حضرت صاحب نے اختیار کیا تھا۔

اس کے بعد دوسرا ذریعہ قرآن کریم کی وہ تفسیر ہے جو حضرت صاحب کے حکم سے مولانا نورالدین صاحبؓ کی ہدایات کے ماتحت مولوی محمد علی صاحبؒ نے ۱۹۱۷ء میں مکمل کی اور اسی سال چھپ کر اس وقت سے دُنیا میں پھیلائی جا رہی ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت صاحب چاہتے تھے وہ مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہو سکا اور نہ اتنی سعی کی گئی جتنی حضرت مرزا صاحبؑ چاہتے تھے۔ حضرت صاحب چاہتے تھے کہ جس طرح پادریوں نے دنیا میں انجیل کو پھیلایا ہے اسی طرح قرآن کریم کو پھیلا دیا جاوے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۹ء تک جو پہلی جنگ کا زمانہ ہے۔ ہندوستان میں پادریوں کے گروہ در گروہ گاؤں گاؤں انجیل کی کاپیاں اُردو زبان میں چھپی ہوئی سکولوں اور دیہات میں تقسیم کرتے پھرتے تھے۔ اور وہ اس سے کچھ غرض نہ رکھتے تھے کہ کوئی اس کو پڑھتا ہے یا نہیں۔ اس تقسیم کے نتیجہ میں ہندوستان میں بے شمار گاؤں کے گاؤں عیسائی ہوئے جو اب تک عیسائی ہیں۔ اسی طریقہ پر اور اتنی ہی تعداد میں حضرت صاحب قرآن کریم کو پھیلانا چاہتے تھے۔ اور یہ بھی چاہتے تھے کہ دُنیا کا کوئی مُلک اس سے خالی نہ رہے۔

اب بھی ہمارے لئے وقت ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر دنیا کے ہر مُلک میں پھیلانے کی طرف توجہ کریں۔ قرآن اللہ تعالےٰ کا کلام ہے خود اس کی رُوحانی قوت ہے اور اسی قوت سے وہ اپنا اثر ظاہر کرے گا۔ جماعت کو اس کا تھوڑا بہت تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان کی جماعت قرآن کریم کا ہندی میں ترجمہ کروا رہی ہے۔ اب یہ ہماری مرکزی جماعت کا فرض ہے کہ تفسیر کے چھپوانے کا سارا خرچہ برداشت کرے۔ اور تفسیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے چھپے اور اس کی فروخت، مفت تقسیم یا دیگر اس سلسلہ میں جو بھی انتظامات ہیں۔ ہندوستان کی جماعت مرکزی جماعت کے مشورہ سے کرے۔ اسی طرح باہر کے مُلکوں کی جماعتوں کے ذمہ لٹریچر کی تقسیم ہو۔ اور ہر مُلک کی مرکزی جماعت لاہور ہیڈ کوارٹر کی جماعت سے اپنا رابطہ قائم رکھے۔ اور صلاح اور مشورہ سے اپنا نظام خود قائم کرے۔

قرآن کریم کے بعد ایک تیسرا ذریعہ بھی حضرت صاحب نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے اپنی جماعت کی رہبری کے لئے بیان فرمایا ہے۔ ۱۳ر فروری ۱۹۰۷ء کو مولوی محمد علی صاحب کو بُلا کر حکم دیا کہ:-

> "ہم چاہتے ہیں کہ یورپ و امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے لئے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آج کل ان ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا ...... اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی حقیقت سے ناواقف ہیں ـــــ <u>ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھایا جاوے۔ جو خدا تعالےٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے اور وہ امتیازی باتیں جو خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں۔</u> وہ <u>ان پر ظاہر کرنی چاہئیں</u> ان سب باتوں کو جمع کیا جاوے جن کے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔"

حضرت صاحب نے اپنے مندرجہ بالا حکم میں یورپ اور امریکہ میں اسلام نہ پھیلنے کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ اور جس طریق سے اسلام پھیل سکتا ہے وہ تجویز بھی بیان فرمائی ہے۔ حضرت صاحب نے مولوی صاحب کو ایسی کتاب لکھنے کو کہا ہے جس کے ذریعہ سے حقیقی اسلام جو خدا تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب پر ظاہر فرمایا ہے وہ لکھا جاوے اور سلسلہ کی امتیازی باتیں جو خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں۔ وہ اس کتاب کے ذریعہ ظاہر کریں۔ اور اس کی اشاعت یورپ و امریکہ میں کی جاوے۔ اگر حضرت صاحب کو اپنی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کرانا ہوتا تو وہ مولوی صاحب کو ایسا حکم بھی دے سکتے تھے۔ لیکن حضرت صاحب نے خدا تعالےٰ کی منشاء کے مطابق مولوی محمد علی صاحب کو کتاب لکھنے کو کہا۔ اب جماعت خواہ حضرت صاحب کی مانے یا اپنی عقل کے مطابق اسلام کا حقیقی چہرہ دکھانے کے لئے کوئی دیگر راستہ اختیار کرے۔ حضرت صاحب

نے توصاف الفاظ میں جماعت کو تین طریق غیر ممالک میں اسلام پھیلانے کے بتائے ہیں :-

اوّل اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ جن میں اسلام پر اعتراضوں کے جواب اِسلام کی خوبیاں اور سچائیاں بیان کی جاویں۔ اور کثرت سے غیر ممالک میں پھیلا دیئے جاویں۔

دوئم قرآن کریم کا ہر مُلک کی زبان میں ترجمہ کراکے مُلکوں میں پھیلایا جاوے - ان ملکوں میں قرآن کریم کی رُوحانی طاقت خود اسلام کے حق میں کام کریگی۔

تیسری صورت - ایک ایسی کتاب پھیلائی جاوے جس میں وہ حقیقی اسلام جو خدا نے حضور پر ظاہر فرمایا اور سلسلہ کی امتیازی باتیں جو خدا تعالےٰ نے حضرت کو بتلائیں چھاپ کر پھیلا دی جاوے

چوتھی صورت بھی تیسری صورت کا حِصّہ ہے - وہ یہ ہے کہ سلسلہ کے افراد کا اپنا نمونہ دوسروں کے لئے باعث کشش ہو۔ جیساکہ حضرت صاحب کے وقت احمدیوں کو سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے بزرگوں کی نیکی اور ان کی اسلام پر پابندی کی وجہ سے لوگ مداح تھے جیساکہ علامہ محمد اقبال مرحوم نے برملا مسلمانوں کو کہا ہے کہ :- "اگر اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ دیکھنا ہو تو وہ قادیان میں دیکھے" اس وقت لوگ احمدیوں کو گاڑیوں میں نماز پڑھتے دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ احمدی ہے - ہم کو بھی اپنے آپ کو دیکھنا چاہیئے اور اپنے دل پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ ہمارا نمونہ اسلام کا صحیح نمونہ ہے ؟ جو لوگوں کے لئے باعث کشش ہے ؟ اگر نہیں تو ہمیں کوشش سے اپنے اعمال سنوارنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے - یہ بھی تبلیغ کا ایک موثر ذریعہ ہے - مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے یورپ اور دیگر ملکوں میں دوروں سے جو اثر وہاں کے لوگوں نے لیا ہے اسی سے اندازہ کریں کہ انسان کا اپنا نمونہ تبلیغ کا کتنا مؤثر ذریعہ ہے - اگر ہے تو پھر جلد اس کو اختیار کیا جاوے اور لوگوں میں دینی نیک نامی پھر سے پیدا کرنے کی کوشش جماعتی طور پر کی جاوے جیسی نیک نامی ہمارے بزرگوں کی تھی - حضرت صاحب نے اس کے لئے بھی اپنی جماعت کی رہبری فرمائی ہے - الوصیّت کو توجہ سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں - حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

" اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔
خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ———— کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے - جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں - تو تم اس مقصد کی پیروی کرو - مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو - سب مل کر کام کرو"....
..... " اور نفسانی جذبات کو چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کر - جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ

نہ ہو - دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خُدا سے جُدا کرتی ہیں - اور خُدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو......
اور وہ شکست جس سے خُدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب عذاب الٰہی ہو - اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کو قریب کرے - اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ گے تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا - اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"

دُنیا میں اسلام پھیلانے کے متعلق ہدایات کے بعد حضرت صاحب نے اپنے بعد جو نظام قائم کرنا تھا عملی طور پر ایک انجمن کی بنیاد رکھی اور اس انجمن کو اپنا جانشین ٹھہرایا اور اس کا نام "صدر انجمن احمدیہ قادیان" رکھا اور چودہ ممبر اس انجمن کے خود ہی تجویز فرمائے - جو معتمدین کہلائے - حضرت اقدس نے اپنی زندگی میں ۲½ سال تک اس انجمن کو الوصیّت میں درج شدہ نظام کے ماتحت چلایا - اور ۱۹۰۷ء میں جب ایک معاملہ میں ممبروں میں اختلاف ہوا تو انجمن کے اجلاس میں خود تشریف لائے اور اس اختلاف کا مستقل حل اپنی قلم سے لکھ کر دیا :-
" میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر میں انجمن کا فیصلہ ہو جاوے کہ ایسا ہونا چاہیئے - اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے - اور وہی قطعی ہونا چاہیئے - لیکن اس قدر لکھ دینا میں پسند کرتا ہوں - کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں - مجھ کو محض اطلاع دی جاوے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی - لیکن احتیاطاً لکھا جاتا ہے - کہ شاید ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت میری زندگی تک ہے - اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہ - ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء "

اب جو نظام رائج ہے - انجمن کے معتمدین اپنی اپنی جماعتوں سے بذریعہ الیکشن چناؤ ہو کر آتے ہیں تو مجلس معتمدین کا وجود قائم ہوتا ہے - جو انجمن کے نظام کو چلاتا ہے - اس کی میعاد تین سال ہوتی ہے - پھر دوبارہ چناؤ ہوتا ہے - مجلس معتمدین کے اکثر ممبر حضرت صاحب کے اس اصُول پر عامل نہیں ہیں جو انہوں نے انجمن کے ممبروں میں اختلاف کی صورت میں قائم کیا ہے - ایسے ممبران کو امامِ وقت کے بتائے ہوئے اصُول پر عمل کرکے اتفاق کی طرف اپنا قدم بڑھانا چاہیئے - خدا تعالےٰ کے نزدیک وہی مجرم ہوگا جو اس اصُول کے خلاف عمل کرکے نفاق کا بیج بوکر انجمن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔
حضرت صاحب کا حکم ہے کہ کثرت رائے کا احترام کیا جاوے اور جو فیصلہ کثرت رائے سے ہو وہی قطعی ہے - رہی انجمن کو نقصان پہنچانے کی بات - سُنئے حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں :-

" اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا - وہ اپنی اس جماعت کو تمام لوگوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا - وہ دن قریب آتے ہیں - کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا خدا اس مذہب اور سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالیگا - اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا - اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔
..... کہ عیسےٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک

# ضرورتِ مجدّدین

## اور

## چودھویں صدی کے مجدّد کا ظہور

### خُدا تعالیٰ دینِ اسلام کا خود نگہبان و محافظ ہے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں + گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

جناب ملک الٰہی بخش صاحب وارن راولپنڈی

یعنی خوبی کی بات یہ ہے کہ اپنوں کا ذکر دوسروں کی زبان سے بیان ہو۔ روزنامہ جنگ کا یہ معمول ہے کہ وہ ہر سال مجدّد صاحب الف ثانی کی صداقت کے حق میں مضامین شائع کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ۳۱ راگست ۱۹۶۸ء میں حافظ بشیر احمد اور مولانا سعید الرحمٰن نے مجدّد ممدوح کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیئے تھے ان میں سے بعض ناظرین کی آگاہی کے لئے درج ذیل ہیں۔ حافظ مذکور نے لکھا تھا:

**پہلی دلیل:—**

"اللہ تعالیٰ اسلام کا خود محافظ ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں پر جب بھی ادبار کی گھٹا چھائی تو خدا نے کوئی ایسی شخصیت ضرور پیدا کر دی جس نے سینہ سپر ہو کر اسلام کی خدمت کی۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری میں جب فرزندانِ توحید پر اس قسم کا دَور آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان میں دینی اور معاشرتی اصلاحات کیں تو وہ مجدّد اوّل کے نام سے موسوم ہوئے اسی طرح پر برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر جب عہد اکبری میں الحاد کے مصائب ٹوٹے اور دینِ فطرت کے مقابلہ میں دینِ الٰہی قائم کر دیا تب اسلام کے رب سے بڑے محافظ خالق کون و مکان نے شیخ احمد مجدّد الف ثانیؒ کو اس جسارت کا تدارک کرنے کے لئے اس عالمِ آب وگل میں بھیجا۔"

اقتباس بالا سے ظاہر ہے کہ امتداد زمانہ سے جب غفلت اور بدعملی کی وجہ سے دین پر مردگی چھا جاتی ہے تو اس کی تجدید کے لئے ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ مجدّد بھیج دیتا ہے۔ چنانچہ خود قرآن کریم میں اہلِ کتاب کے بارہ میں ہے فطال علیہم الامد فقست قلوبھم وکثیرٌ منھم فسقون۔ (اعلموا ان اللّٰہ یحیی الارض بعد موتھا (۱۶-۵۷) (جب زمانہ لمبا ہو گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں کثرت سے نا فرمان ہیں۔ لہٰذا جان لو کہ اللہ تعالیٰ خشک سالی کے بعد زمین کو پھر زندہ کرتا ہے)

چنانچہ اسلام میں بھی جب زمانہ زیادہ گذر جاتا ہے اور رُوحانیت مُردہ ہو جاتی ہے تو حدیث مجدّد کے مطابق اسے زندہ کرنے کے لئے ہر صدی میں مجدّد بھیجے جاتے ہیں۔ مجدّد صاحب سرہندیؒ صدی الف ثانی میں مبعوث ہوئے تھے۔ اور چودھویں صدی میں جو عالمگیر ظلمت اور ضلالت اور فتنہ و فساد کا دور ضرب المثل ہے مسلمانوں کا سیاسی تنزل اور روحانی مردگی یا دوں کُن حالت تک پہنچ چکی تھی۔ تو اس وقت کے اکابر تو مسلمانوں کی دینی و دنیوی عظمتِ رفتہ کے مرثیئے لکھ کر صرف نوحہ خواں ہی تھے۔ لیکن ان کی رُوحانی اصلاح اور دشمنانِ اسلام کے ناپاک حملوں کا دفاع کرنے والا کوئی نہ تھا۔ لہٰذا امداد کے لئے وہ مسیح موعود اور مہدی معہود کے فوری ظہور کے لئے دست بدُعا اور چشم براہ تھے۔ چنانچہ مولانا حالی نے اپنا مسدس میں لکھا تھا:—

(۱) پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے + اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے

بگڑی کچھ ایسی ہے کہ بنائے نہیں بنتی + ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے

فریاد ہے اے کشتیٔ اُمّت کے نگہبان + بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

(۲) نونِ حرمین کے مصنف نے لکھا تھا:—

"خدا را ایسی بے بسی میں اپنے نام لیواؤں پر رحم کرتے ہوئے امام زمان کو جلد بھیجئے ........ خونخواران تثلیث نے ان کو قعرِ ذلت میں اس طرح دھکیل دیا ہے کہ اب پھر اُبھرنے کی صورت نظر نہیں آتی۔"

(۳) مولوی شکیل احمد سہسوانی نے کہا تھا ؎

دینِ احمد کا مٹا جاتا ہے نام + قہر ہے میرے مولا یہ ہوتا کیا ہے

کس لئے مہدیٔ برحق نہیں ظاہر ہوتے + دیر عیسیٰؑ کے اُترنے میں خدایا کیا ہے

(۴) چودھری محمد حسین ایم اے لاہور:—

"یا رب ہم پر رحم فرما اگر یہ وقت حضرت عیسیٰؑ کے ظہور کا نہیں ہے تو اور کونسا وقت ہوگا۔"

گویا اعلانات بالا کے مطابق زمانہ متقاضی تھا اور باوجودیکہ علماء کو مسلمانوں کی حالتِ زار کا شدید احساس بھی تھا بایں وہ ان کے سدباب اور مداوا کے لئے کوئی اقدام نہ کر سکے۔ اور یہ بھی سب کو مسلّم ہے کہ ایسے حالات میں تجدید و احیاء دین کے لئے ہمیشہ مجدّدین ہی مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ خود ہندوستان میں مجدّد ظاہر ہوئے تو یہ ممکن نہ تھا کہ اس پُر از فتنہ و فساد چودھویں صدی میں مسلمانوں کی ایمانی مردگی اور روحانی خشک سالی کو زندہ اور تازہ کرنے کے لئے کوئی مجدّد نہ آتا۔ بلکہ مسلمانوں کی التجاؤں کو خالق کون و مکان نے قبول فرمایا اور حضرت مرزا صاحب ؒ کو اس صدی کا مجدّد بنا کر بھیجا جس نے مبعوث ہو کر کہا ؎

خستگانِ دیں مرا از آسماں طلبیدہ اند + آمدم وقتے کہ دلہا خوں زغم گردیدہ اند

یعنی میں مذکورہ خستہ حال اور غمگین لوگوں کی دُعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں آیا ہوں۔ اور کہا ؎

وقت ہے وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت + میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

یعنی عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اب مسیح موعود کا آنا اشد ضروری ہے۔

**مجدّدِ صد چہاردہم نے عین وقت پر ظہور فرمایا اور اپنے کارناموں سے دینِ اسلام کو غالب کر دکھلایا** پھر دشمنانِ اسلام خواہ وہ مذاہب کے نمائندے تھے یا فلسفہ و سائنس کے دلدادہ ملحدین، خصوصاً عیسائیوں اور آریوں سے مباحثے کر کے ان کو میدانِ مقابلہ میں پچھاڑا اور اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت کی اور کہا کہ یہ عام علماء کا کام نہیں تھا بلکہ اللہ کے کسی مامور یعنی امامِ زمان کا فرض تھا۔ چنانچہ اپنے رسالہ "ضرورت امام" میں لکھا تھا:—

"امام زمان کی روحانی تربیت کا خدا خود متولّی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کے معقولیوں فلسفیوں سے ہر رنگ میں مباحثے کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے۔ وہ ہر قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے۔ اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑتا اور وہ روحانی طور پر **محمدی فوجوں کا سپہ سالار** ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر فتح ہو۔" اس کا فرض ہوتا ہے کہ ہر

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

چنانچہ اس طرح تربیت پا کر جب جماعت احمدیہ نے اپنی حالت بدلی تو اس کے عالم باعمل مبلغین، اشاعت اسلام کے لئے تمام دنیا میں پھیل گئے اسی لئے اولیائے کرام نے بھی اپنے مواعیظِ حسنہ اور ان کے مطابق عملی نمونہ کی بدولت جماعتیں بنائیں - جو نقشبندی، شہروردی وغیرہ کہلائیں - اور جماعت [illegible] مرحوم نہ تھی جو اقبال کی مجوزہ جماعتِ اسلامی کے بلند معیار اور محک پر پوری اتر سکتی - مگر اللہ تعالےٰ کی شان ہے کہ جس جماعت کو حکیم الامت نے خود ہی اپنی مجوزہ جماعتِ اسلامی کی مثال کے لئے منتخب کیا تھا اسے اپنانے اور اس سے الحاق کرنے کی بجائے بالآخر وہ اس کا مخالف ہی ہو گیا - البتہ ان کا بھائی اور غالباً باپ بھی پکے احمدی تھے - افسوس ہے کہ حکومت پاکستان نے جس کا خیال علامہ اقبال نے پیش کیا تھا اس ٹھیٹھ سیرت مصطفویؐ کی پابند جماعت کو غیر مسلم اقلیت ہی قرار دے دیا - کیا یہ نظامِ مصطفےٰ نافذ کر سکیں گے ؟

## حضرت مرزا صاحب عین ضرورت کے وقت مبعوث ہوئے تھے اور شاہانِ وقت کو دعوتِ اسلام کی صدا بلند کی

واضح رہے کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے عین وقت پر مامور ہو کر دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے مدلل اور مسکت جواب دیئے اور ان کو بھگا دیا جس کی تائید مولوی نور محمد قادری کے حوالہ ذیل سے ہوتی ہے :-

" انگریزوں نے پادریوں کی روپے سے بہت مدد کی تو انہوں نے ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا - تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور پادریوں کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں اور جس عیسےٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں اور اس طرح نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ ان کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا - اس نے ہندوستان سے ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی ( دیباچہ تفسیرالقرآن از مولوی اشرف علی تھانوی ) "

اور یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی زبردست دلیل ہے -

## تیسری دلیل :-

" حقیقت یہ ہے کہ (مجدد صاحب) کی مجاہدانہ خدمات کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے مغل حکمرانوں کو اس وقت چیلنج کیا تھا جب ان کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا جب بڑے بڑے علماء اور صلحاء کی اکثریت کی زبانوں پر تالے پڑے ہوئے تھے .......... اس وقت امام ربانی کا یہ اعلان کہ ......... میں اس بادشاہ کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ توبہ کرے اور اللہ اور رسول کی اطاعت اختیار کرے ورنہ خدا کے قہر اور جلال سے محفوظ نہیں رہ سکتا یہ قیادت کا ایسا ایمان افروز نظارہ ہے جس کی مثالیں کم ملتی ہیں "

## ملکۂ انگلستان کو دعوتِ اسلام دینا

حضرت مرزا صاحب کی مجاہدانہ عظمت اور ایمانی جرأت کا اندازہ بھی اس سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کی

ایک اعتراض کو دور کرے اور ہر ایک معترض کا منہ بند کرے - اسلام کی خوبی اور خوبصورتی دنیا پر ظاہر کرے ......
خدا تعالےٰ کے اذن سے اسلام کی عزت کا مربی ......
اور اسلام اور کفر کی کشتی گاہ میں وہی کام آتا ہے اور اس کے انفاس طیبہ کفر کش ہوتے ہیں "

چنانچہ جہاں تک امام زمان حضرت مرزا صاحب کا تعلق ہے - یہ تاریخی واقعہ ہے کہ انہوں نے لاہور کے جلسۂ اعظم مذاہب منعقدہ ۱۸۹۶ء میں حصہ [illegible] مؤمن سب سے بالا رہا - جس پر مسلمانان لاہور نے اسے فتح اسلام سمجھ کر خوشیاں منائیں -

پھر اگر امریکہ میں ایک دشمنِ اسلام ڈاکٹر ڈوئی کا پتہ چلا - تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی حضرت مرزا صاحب ہی سینہ سپر ہوئے - حالانکہ عرب و عجم کے علاوہ خود ہند میں علماءِ دیوبند موجود تھے - مگر اس وقت کوئی عالم ایسا نہ تھا جو حمایت اور مدافعت اسلام کے لئے نکلتا - اور اگر یہ اعتراض ہو کہ مجدد صد چہاردہم ہندوستان میں کیوں مبعوث ہوئے تو وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ہندوستان ہی مذہب کا گڑھ ہے - جہاں مذہب کا زیادہ چرچا رہتا تھا - اور جس میں دنیا کے ایسے مذاہب پائے جاتے ہیں - جو اسلام پر معترض اور اس سے متصادم ہیں - مثلاً عیسائی اور آریہ - چنانچہ لیکھرام آریہ اور آتھم عیسائی سے مقابلے ہوئے تو ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیا - لہٰذا صدی ہذا میں فوقیت اسلام ثابت کرنے کے لئے مجدد کی اشد ضرورت تھی -

## دوسری دلیل :-

" حضرت امام ربانی الف ثانیؒ نے اسلام کی آبرو رکھنے کے لئے جد و جہد شروع کر دی - آپ کو مجدد الف ثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کی طرح رشد و ہدایت کے ذریعے تجدید اسلام کی - "

حضرت مرزا صاحب قادیانی بھی چودھویں صدی کا مجدد ہو کر بقول مولوی محمد حسین بٹالوی (اشاعت السنۃ ۱۸۸۴ء) " مؤلف براہین احمدیہ (یعنے حضرت مرزا صاحب) نے مسلمانوں کی عزت رکھ لی " یعنی اسلام کی عزت بحال کی اور رشد و ہدایت کے ذریعہ تعلیم اسلام کے پابند اور مجاہد بالقرآن پکے مسلمانوں کی جماعت تیار کی - چنانچہ فرمایا :-

" میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ (حسب الحکم قرآنی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر (۳-۱۰۴ - ناقل) ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے - جو سچی مؤمن ہو - خدا پر کامل ایمان رکھے - اور ........ آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو - اصلاح اور تقوےٰ کے راستہ پر چلے ........ تا ایسی جماعت کے ذریعے دنیا ہدایت پائے ......... اگر دلائل اور براہین کے ذریعے ہم نے دشمن پر فتح پا لی تو سمجھو بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں "

جب تک فرمانِ الہٰی (اتقوا اللہ لعلکم تفلحون (۲-۱۸۹) کے مطابق تقوےٰ کے ذریعہ فلاح حاصل نہ کی جائے - جو اصل غرض زندگی ہے - اور ان دلائل و براہین پر خود عمل کر کے نمونہ پیش نہ کیا جائے تو تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہو گا - کیونکہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم (۱۳-۱۱) یعنے :-

ایک غیر مسلم سریر آرا سلطنت ملکۂ انگلستان کو تثلیث کا عقیدہ چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کی اس وقت دعوت دی تھی جب اس کا آفتابِ اقبال نصف النہار پر تھا بلکہ جس کی مملکت کی وسعت کے بارہ میں مشہور تھا کہ انگریزی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ اسے لکھا تھا:۔

"اے ملکہ! توبہ کر اور اس خدا کی اطاعت میں آجا جس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ کوئی شریک ......... اے زمین کی ملکہ! اسلام قبول کرتا تو بچ جائے"

لیکن اس سے پہلے اپنی کتاب میں ملکہ کی حکومت میں عدل و انصاف اور مذہبی آزادی دینے کی تعریف کی اور پھر دعوتِ اسلام دی جو بحکم خدا ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن۔ اور یہی احسن طریقہ تھا اہلِ کتاب کو دعوتِ اسلام دینے کا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب دیگر علماء اور زعماء کی زبانوں پر تالے پڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو اسلام کا پاسبان اور اجارہ دار ہی تصور کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت سے اس قدر مرعوب اور ترساں تھے کہ مسلمان کہلانا بھی جرم سمجھتے تھے۔ جیسے اکبر الٰہ آبادی نے اپنے مزاحیہ انداز میں یوں بیان کیا تھا:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانہ میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

اور مولوی نورالحسن نے علماء کے شغل کے بارہ میں لکھا تھا:۔

"نفیٔ شرک و بدعت اور منع تقلید کے پیچھے مولویوں میں رات دن قصّہ بکھیڑا رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو کافر بناتا ہے ......... اور یہی فتنۂ اعظم ہے غربتِ اسلام کا۔"

چنانچہ اب تک یہی حال ہے کہ علماء تو ایک دوسرے کو کافر بنانے میں ہی مشغول ہیں جس کی تائید اخبار مشرق کے ۱۱ر مئی ۱۹۷۵ء کے نوٹ سے بھی ہوتی ہے جس نے لکھا تھا:۔

"مفتی محمود اور شاہ احمد نورانی جو بالترتیب دیوبندی اور اہل سنّت والجماعت کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جب وہ اپنے اپنے اسلام کی تبلیغ پر آتے ہیں تو ایک دوسرے پر شرک اور کفر کے فتوے لگا دیتے ہیں۔ گویا جو جماعتیں خالص اسلام کی داعی ہیں۔ انہوں نے بھی اسلام کا الگ الگ برانڈ بنا رکھا ہے۔"

یہ اس لئے کہ علماء شغلِ تکفیر کو ہی خدمتِ اسلام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مولانا شبلی نے شغلِ تکفیر کے عنوان سے ایک نظم لکھی تھی اس کے چند شعر یہ ہیں:

اک مولوی صاحب سے کہا میں نے کہ آپ + کچھ حالتِ یورپ سے خبردار نہیں ہیں
جو تام سے اسلام کے ہو جاتے تھے برہم + ان میں بھی تعصب کے وہ آثار نہیں ہیں
افسوس مگر یہ کہ واعظ نہیں پیدا + یا ہیں تو بقول آپ کے دیندار نہیں ہیں
کیا آپ کے زمرہ میں کسی کو نہیں یہ درد + کیا آپ بھی اس کے لئے تیار نہیں ہیں
جھلا کے کہا یہ کیا سوئے ادب ہے + کہتے ہو وہ باتیں جو سزاوار نہیں ہیں
کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں

کیا مولانا شبلی کے اشعار بالا سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اسلام کے متعلق یورپین اقوام کے ذہنوں میں تبدیلی لانے والے تحریکِ احمدیہ کے بانی اور ان کے پیرو ہی ہیں جن کو علماء کافر کہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مولانا شبلی خود اس کام میں احمدیوں سے اشتراکِ عمل نہ کر سکے۔ شاید اس لئے کہ توبہ فرمایاں۔ خود توبہ کمترے کنند حالانکہ مولوی صاحب سے قرآن کریم کا یہ فرمان پوشیدہ نہ تھا کہ تعاونوا علی البر (نیکی کے کاموں میں مدد کرو) مگر علماء تو کفر کے فتوے دینا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں جس کے نتیجہ میں وحدت اور یگانگت کی بجائے مسلمانوں میں منافرت اور

اور جماعت ... کا جنم لیتی ہے۔ چنانچہ علماء کی غفلت اور بے عملی کا علامہ اقبال نے بھی یوں رونا رویا ہے ؎

دین کافر فکر و تدبیر و جہاد + دین مُلّا فی سبیل اللہ فساد

اور پھر کس حسرت سے کہا:۔

"کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک"

غرض مجدد صاحب سرہندیؒ نے تو ایک مسلمان بادشاہ کو سجدہ نہ کرنے کی صرف نصیحت ہی کی تھی۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے تو ایک غیر مسلم ملکہ کے عقیدہ کو باطل اور مشرکانہ قرار دے کر اسے ترک کرنے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ کیا حضرت مرزا صاحب کا یہ اقدام بے مثال اور ایمان افروز نہیں؟ جو ان کی جرأتِ ایمانی کا بیّن ثبوت ہے۔ کیا اس وقت عربی اور مصری علماء کے علاوہ خود دیوبند میں علماء موجود نہ تھے؟ کیوں نہ انہوں نے سینہ سپر ہو کر معاندینِ اسلام کا مقابلہ کر کے پیغام اسلام پہنچایا۔ پس ایک غیر مسلم ملکہ کو دعوت اسلام دے کر مرزا صاحب نے اپنے آپ کو روحانی طور پر اسلام کا فتح نصیب جرنیل ثابت کیا۔ کیا ایسا شخص انگریزوں کا ایجنٹ یا ان کا کاشتہ پودا ہو سکتا ہے جو عیسائیوں کے خدا کے بیٹے حضرت مسیح کو فوت شدہ ثابت کر کے ان کے سب عقائد کو باطل ثابت کرتا اور قبول اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

## چوتھی دلیل:۔

"جب باپ کے بعد بیٹا (جہانگیر) جانشین ہوا تو ایک روز جہانگیر نے تعظیمی سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا...... مجدد صاحب نے انکار کیا......... تو بادشاہ نے عمر قید کی سزا دی......... اس پر باغی امراء نے حضرت مجدد صاحب کو پیشکش کی کہ آپ حکمرانی کے فرائض سنبھال لیں......... مگر اس مجاہد کا منشاء تو دین کی حفاظت اور بقا تھا اور تبلیغی جد و جہد کا مقصد اصلاح تھا نہ فساد......... اس لئے جہانگیر کے مخالفوں کو جواب دیا...... کہ تمہارا ملک میں فساد پھیلانا میرے تبلیغی کاموں میں زبردست رکاوٹ ہے۔ میں تم سے اپیل کرتا ہوں ......... کہ بادشاہ کی وفاداری قبول کرو کیونکہ بالغ نظر راہنماء نے محسوس کر لیا تھا کہ بغاوت اور شرارت کا چکر چل گیا۔ تو راعی اور رعایا میں ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی جن سے عہدہ برآ ہونا آسان نہ ہوگا۔"

حافظ صاحب کی دلیل بالا سے واضح ہے کہ تبلیغ مذہب کے لئے جنگ و جدال اور حرب و قتال کی بجائے ... امن اور آشتی کی فضا ہی سازگار ہوتی ہے۔ لہٰذا بالغ نظر مجدد صد چہاردہم مرزا صاحب نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ حاکم اور محکوم میں فتنہ و فساد کا ماحول تبلیغ اسلام اور اصلاح عوام کے کام میں رکاوٹ کا باعث ہوگا۔ لہٰذا مسلمانانِ ہند کو نصیحت فرمائی تھی کہ ایسی حکومت کے وفادار رہو جس نے رعایا کو فرائض دین کی ادائیگی اور مذہب کی اشاعت کے لئے یہاں تک آزادی دے رکھی ہے کہ خود حکمرانوں کے مذہب عیسائیت پر بے باکانہ تنقید کر سکتے ہیں بلکہ علامہ اقبال نے تو یہ بھی کہا تھا کہ:۔

"انگلستان در اصل ہمارا ہی ایک عظیم فریضہ انجام دے رہا ہے جسے ہم غیر موافق حالات میں خود ادا نہیں کر سکتے۔ اس کے زیرِ سایہ مسلمانوں کی تعداد نے نہیں بلکہ برطانوی سلطنت کی روح نے اسے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت بنا دیا۔" (تھاٹس اینڈ ریفلکشنز آف اقبال)

کیا حکیم الامّت انگریزوں کے ایجنٹ تھے؟

پس حضرت مرزا صاحب نے خود تو ہندوستان میں پادریوں سے مباحثات کرکے عیسائیت کی تکذیب کی۔ اور آپ کے متبعین نے خود قرار دیا تھا جسے احمدیوں نے زمانہ حال میں عملاً سچ کر دکھایا۔ یوروپین زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے جو کئی سعید روحوں کے لئے راہنمائی کا باعث بنے ؂

این سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور حضرت مرزا صاحب اور احمدیوں کو یہ سعادت اور نصرت آیت:۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ (۲۹ - ۶۹) - کے مطابق کوشش کرنے سے ملی۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ مگر افسوس کہ مجدد صاحب سرہندی کا ایک مسلمان حکمران کو صرف نصیحت کرنا تو کارنامہ مانا جاتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر ایک غیر مسلم ملکہ کو اسلام کی دعوت دینے والے مجدد حضرت مرزا صاحب کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ حالانکہ حق تو یہ تھا کہ مسلمان ان کے شکر گذار ہوتے کہ آڑے وقت میں علماء کا فرض انجام دے کر مخالفین اسلام کو تردید اور اسلام کی عظمت شان کو بلند اور بالا ثابت کیا درآنحالیکہ مسلمان ان کی مخالفت پر ہی کمربستہ رہے۔ اقبال نے تو انگریزوں تک کی خدمات کا اعتراف کیا تھا۔

## پانچویں دلیل:۔

> ”تاریخ کا ہر ایک طالب علم جانتا ہے کہ مسلمانوں اور اسلام کو ہمیشہ غیر مسلموں ہی سے نقصان نہیں پہنچا بلکہ بعض اوقات ......... ان عباؤں قباؤں اور عماموں کے پہننے والوں سے بھی ......... جو مذہب کو اپنے مطلب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ افسوسناک حد تک ضعف پہنچا۔“

اس چودھویں صدی میں بھی ان عباؤں اور عماموں کے پہننے والوں سے بھی اسلام کو نقصان ہی پہنچا۔ حضرت مرزا صاحب کا گناہ تو صرف اتنا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کی شدت سے تردید کی اور تکذیب کی کہ حضرت مسیح بجسد عنصری آسمان پر زندہ ہیں جس کی بناء پر پادری یہ دلیل دے کر ہمارے نبی صلعم پر ان کی افضلیت ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم تو زمین میں مدفون ہیں اور حضرت مسیح آسمان پر زندہ ہیں۔

## حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری اور افضلیت قائم کر دکھلائی

حضرت مرزا صاحب نے تیس آیات قرآنی سے خود حضرت مسیح کی بھی وفات ثابت کرکے کہا تھا کہ ان کی قبر بھی کشمیر میں موجود ہے۔ کاش علماء کے دلوں میں شہیدانِ ملت عبدالرشید اور علم دین کے ایمان کے عشر عشیر کے برابر بھی ایمان ہوتا جنہوں نے غیرتِ ایمانی کے تقاضے سے شردھانند اور راجپال کو واصل جہنم کیا تھا۔ تو علماء خود بھی عیسائیوں کا مقابلہ کرتے نہ یہ کہ ان سے مل کر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کرتے بلکہ غیرت ایمانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ناموسِ رسول کی خاطر وہ ایسے سب عقائد کو جن کی زد آنحضرت کی ذاتِ طیبہ پر پڑتی ہے۔ خیرباد کہہ دیتے کیونکہ پادری ان کے عقائد کو مسلمانوں کے مسلمہ عقائد قرار دے کر حضرت مسیح کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے لکھتے تھے:۔

(۱) ”مسیح آج تک بجسد عنصری آسمان پر ہے۔ حوائج بشری کے باوجود ......... خورد و نوش سے فارغ ہونا اور یہ ”الآن کما“ تھا زمین پر ہوگا۔ گویا بشر زمین پر ہی رہ سکتا ہے۔ اگر بشر کہلا کر کوئی شخص آسمان پر بھی زندہ رہ سکے تو وہ تمام بنی آدم سے نرالی شان رکھتا ہے۔ اور قرآن میں ہے ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے جو کھانے پینے کے بغیر زندہ رہ سکیں۔ اور جو رہ سکے وہ تمام انبیاء سے نرالا اور افضل ہے ورنہ اس آیت کو غلط ماننا پڑے گا۔ پس جب محمد صاحب ان اوصاف سے خالی ہیں تو مسیح ان سے افضل اور بدرجہا برتر ہیں۔“ (پادری سلطان محمد عیسائی)

حوالہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عیسائی تو قرآن کریم کے رُو سے حضرت مسیح کا بہ حیثیت انسان ہی آسمان پر لے جانا ناممکن تسلیم کرتے ہیں لیکن قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعیان (مسلمان) خلافِ قرآن انکو بحیثیت انسان ہی آسمان پر لے جاتے ہیں۔ فتفکروا حضرت مسیح کے صعود الی السّماء کے عقیدہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں بظاہر تو اتفاق ہے مگر در حقیقت کتنا اختلاف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حسب ارشاد رسولِ مقبول مسلمانوں نے تو قرآن کریم کو مہجور سمجھ رکھا ہے۔ ورنہ اگر قرآن کریم پر نظر ہوتی تو اس میں تو حضور صلعم نے بحکم خدا بہ حیثیت بشر اپنا آسمان پر جانا ناممکن قرار دیا تھا۔

(۲) ”جبکہ باقی انبیاء تمام پیوندِ خاک ہو گئے۔ مگر حضرت عیسےٰ زندہ ہے ......... قرآن کہتا ہے ”مردے اور زندے برابر نہیں“۔ پس لاریب وہ افضل ہے تمام کائنات سے“۔ (رسالہ مسیح کی شان۔ صفحہ نمبر ۳۰)

(۳) ”دیکھو محمد اور مسیح میں کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ مسیح کے لئے انجیل اور قرآن گواہی دیتے ہیں کہ ......... خدا نے اسے اپنے پاس اٹھا لیا ہے اور یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح اب تک آسمان پر زندہ ہے پس ظاہر ہے کہ قرآن مسیح کو محمد پر بلند پایہ قرار دیتا ہے“۔ (المسیح فی الاسلام)

حوالجات بالا سے ظاہر ہے کہ اپنی کتب سے یا عقلی دلائل دینے کی بجائے عیسائی مسلمانوں کے غیر اسلامی عقائد کو ہی قرآنی قرار دے کر حضرت مسیح کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں۔ لیکن اگر عیسائی دل سے ان قرآنی دلائل کو مانتے ہیں۔ تو چاہیئے کہ وہ قرآن کے ان دلائل کو بھی حق مان لیں جن سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اگر عیسائی یہ کہیں کہ جب ان آیات کی بناء پر خود مسلمانوں کا جم غفیر وفات نہیں مانتا تو ہم سے یہ توقع کیوں کرتے ہو تو اس صورت میں ہمیں مسلمانوں کے اس عقیدہ کی وجہ سے شرمندہ ہی ہونا پڑے گا۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے کہا تھا کہ تو ایمان ہے کہ ہمارے نبی پاک ہی افضل الرسل اور خیرالانام ہیں نہ کہ حضرت مسیح جو فوت ہو چکے ہیں۔ (باقی ـــ باقی)

## امامِ وقت کی پکار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں + میری فریادوں کو سن میں ہوگیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ + مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یاالٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا + اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

# اخبارِ احمدیہ

**ـود مسعود** } ۲۰ر جنوری ۱۹۷۸ء کو مرکز میں بذریعہ تار یہ اطلاع آئی کہ جماعت انڈونیشیا کے سیکرٹری
، مسٹر سوجیتو ۲۱ر جنوری کو ۵½ بجے شام بذریعہ ہوائی جہاز
ـد پہنچ رہے ہیں، چنانچہ احباب سلسلہ اور اکابرین جماعت نے
جناب سعید احمد خان صاحب کی معیت میں ہوائی اڈہ پر بڑی
ـثی سے ان کا استقبال کیا - آپ نے رات دارالسلام میں بسر فرمائی
۲۲ر جنوری کو صبح دس بجے احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے اور
ـت امیر قوم ایدہ اللہ سے تقریباً ایک گھنٹہ تک جماعتی امور پر
ـہ خیالات فرمایا۔

۲۳ر جنوری کی صبح وہ مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب
ہمراہ حضرت امیر مرحوم و مغفور، حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ
ـت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ، حضرت ڈاکٹر بشارت احمد
ـبؒ و دیگر بزرگان کے مزاروں پر فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے، بعد
ـر انجمن کی طرف سے دارالسلام میں ان کے اعزاز میں ظہرانہ ترتیب
کیا - یہ مجلس نہایت دلچسپ رہی اور معزز مہمان بے حد محظوظ ہوئے
ـزل سیکرٹری کی "خوش آمدید" کے جواب میں انہوں نے جماعت انڈونیشیا
الات سُنائے، اور پھر ۴½ بجے دہلی روانہ ہو گئے - اللہ تعالیٰ
ا حافظ و ناصر ہو۔

**انڈونیشیا** میں ہماری بہت بڑی جماعت ہے - جلسہ سالانہ
ـارغ ہو کر محترم مولانا جگو صاحب بھی وہاں تشریف لے گئے اور نہایت
ـش لیکچروں سے جماعت میں ایک نئی رُوح پھونک دی ہے اور
جناب جگو صاحب جزائر فیجی چلے گئے ہیں - ان کا یہ تبلیغی دورہ
ـت مفید نتائج کا حامل ہوگا - انشاء اللہ۔

احباب کرام اس مجاہد کے لئے بھی دُعا فرمائیں۔ (مفصل آئندہ)

**ـواست دُعا** } مکرم و محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مسلم مشنری امریکہ نے اپنے تازہ خط میں اطلاع دی ہے
؛ عرصہ دو ماہ سے بیمار ہیں - کچھ عرصہ وہ ہسپتال میں بغرض
داخل رہے اور اب سان فرانسسکو سے ۸۰ میل دُور سیکرمنٹو میں
ـرائیویٹ ڈاکٹر کے زیرِ علاج ہیں -

موصوف نے بزرگانِ سلسلہ اور احبابِ جماعت سے اپنی صحتیابی
لئے دُعا کی درخواست کی ہے - ماسٹر صاحب مکرم ایک نہایت ہی
قدر بزرگ ہیں - جنہوں نے عین جوانی میں تبلیغ اسلام کی خاطر
وطنِ مالوف اور عزیز و اقارب کو خیرباد کہا اور فیجی میں جا کر آباد
- وہاں انہوں نے عرصہ دراز تک قابلِ ستائش خدماتِ دینیہ
ـام دیں - اور پھر سان فرانسسکو منتقل ہو گئے - انہیں اپنا وطن چھوڑے
، صدی ہو گئی ہے - وہ بدستور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف ہیں -
ـندور پھر جد و جہد میں مصروف رہتے ہیں - اکابرینِ سلسلہ سے
ـں اور احبابِ جماعت سے بالعموم استدعا کی جاتی ہے کہ اس
ـہستی کی صحت، تندرستی اور درازیٔ عمر کے لئے دردِ دل سے
ـرمائیں۔

**ـہ ارتحال** } مکرم ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ مسلم ہائی سکول ۲ نے بہ افسوسناک اطلاع دی ہے - کہ جناب ماسٹر محمد حسین صاحب ڈرائنگ
اچانک وفات پا گئے ہیں - مورخہ یکم فروری ۱۹۷۸ء ایک ہنگامی
ـل زیرِ صدارت سید منور حسین صاحب ہیڈ ماسٹر سکول ہذا منعقد ہوا

جس میں خصوصاً سٹاف اور عموماً طلباء نے بڑی تعداد میں شرکت کی -

اجلاس میں مرحوم کی انتھک محنت - دلی وابستگی اور بے لوث ضمیر کا
واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا گیا اور سراہا گیا - مرحوم نے اپنی تعلیمی خدمات کا
آغاز مسلم ہائی سکول نمبر ۱ براندرتھ روڈ لاہور سے کیا اور پھر یہ خدمات مسلم
ہائی سکول نمبر ۲ میں انجام پذیر ہوئیں -

اراکین احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور - سٹاف اور طلباء مسلم ہائی سکول نمبر
نمبر ۲ مرحوم کی تعلیمی خدمات، ادارہ سے گہری وابستگی اور تقریباً ۴۰ سالہ
محنت کے معترف ہیں اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں - مرحوم نے مذکورہ
اداروں کی جس خلوص اور محنتِ شاقہ سے خدمت کی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات
نہیں - انکی خدمات ان دونوں اداروں کے لئے ناقابلِ فراموش ہیں -

مرحوم ایک مرنجاں مرنج انسان تھے ان کی اچانک موت ہم سب کے
لئے دلی دُکھ کا موجب بنی ہے - اور ہر انسان جس کا ذرا بھی مرحوم سے کوئی
واسطہ تھا آج اشکبار ہے اور پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے - ہمارا دل رو رہا
ہے اور مرحوم کے لئے بے ساختہ اور بار بار دعائے خیر کے لئے ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں -
ہماری دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور
مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے - اسی اجلاس میں یہ بھی فیصلہ ہُوا کہ ایک کاپی
مرحوم کے بڑے صاحبزادہ محمد سلیم ایڈووکیٹ کے حوالے کی جائے اور دوسری کاپی
بغرض اشاعت جریدہ "پیغام صلح" کے ایڈیٹر کو ارسال کی جائے -

**تبلیغی جد وجہد** } راولپنڈی سے مکرم خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ راولپنڈی بذا اطلاع دیتے ہیں - کہ انہوں نے (از یکم جنوری ۱۹۷۸ء
تا ۲۸ر جنوری ۱۹۷۸ء) ۲۸۰ر افراد کو مندرجہ ذیل لٹریچر کی ۸۳۵ عدد بذریعہ بک پوسٹ

۱- حضرت مسیح موعود کی بن باپ ولادت اور قرآن کریم (ملک الٰہی بخش صاحب) - ۱۰۰ عدد
۲- مسیح اور مہدی کے زمانہ کی علامات حصہ دوم (از علامہ مصری صاحب) = ۱۰۰ "
۳- محاصرہ مسیح اور اس کا معجزانہ طور پر اُٹھایا جانا " " " " = ۱۰۰ "
۴- حضرت امام الزمان (مسیح موعودؑ) کی فتح عظیم ---- ( " " " " ) = ۵۰ "
۵- آئین پاکستان اور مسلمان فرقہ احمدیہ -- -- -- -- = ۱۰ "
۶- احباب جماعت ربوہ کیلئے لمحہ فکریہ (از مولانا عبدالرحمٰن مصری صاحب) = ۱۰۰ "
۷- سیدنا حضرت مرزا صاحب مسیح الموعود کس نام پانے سے مخصوص ہیں ( " " ) = ۱۰ "
۸- دعویٰ نبوت سے انکار اور دعویٰ ولایت کا اقرار آخر تک (مولانا عبدالرحمٰن صاحب) = ۹۰ "
۹- THE AHMADIYYA MOVEMENT LAHORE = ۵۰ "
۱۰- تفاوت کا مسئلہ (از حضرت مولانا صدرالدین صاحب) -- -- = ۱۰ "
۱۱- اسلامی مساوات اور حالات حاضرہ ( " " " " ) -- -- = ۳۰ "
۱۲- مسیح اور مہدی کے زمانہ کی علامات حصہ سوم (از مصری صاحب) = ۵۰ "
۱۳- " " " " " " چہارم ( " " " " ) = ۵۰ "
۱۴- اولیاء امت میں حضرت مسیح موعودؑ کی امتیازی حیثیت ( " " " " ) = ۳۰ "
۱۵- علماء کرام کے چند نظریے -- -- -- -- -- = ۳۰ "
۱۶- دعوت عمل (از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ ایم اے ایل ایل بی) -- -- = ۲۵ "

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی
دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا -
(چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ———— مورخہ ۸ر فروری ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ نمبر ۸۸۳۸ ———— شمارہ نمبر ۶

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۷ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء | نمبر ۷

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کی فکر کرو۔

### دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے۔

انسان جب اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے اور ساری راحت اور لذت اللہ تعالےٰ ہی کی رضا میں پاتا ہے تو کچھ شک نہیں دنیا بھی اس کے پاس آ جاتی ہے مگر راحت کے طریق اور ہو جائیں گے وہ دنیا اور اس کی راحتوں میں کوئی لذت اور راحت نہیں پاتا۔ اسی طرح پر انبیاء اور اولیاء کے قدموں پر دنیا کو لا کر ڈال دیا گیا ہے۔ مگر ان کو دنیا کا کوئی مزا نہیں آیا۔ کیونکہ ان کا رُخ اور طرف تھا۔ یہی قانونِ قدرت ہے۔ جب انسان دنیا کی لذت چاہتا ہے تو وہ لذت اسے نہیں ملتی۔ لیکن جب خدا تعالےٰ میں فنا ہو کر دنیا کی لذت کو چھوڑتا ہے اور اس کی آرزو اور خواہش باقی نہیں رہتی تو دنیا ملتی ہے۔ مگر اس کی لذت باقی نہیں رہتی، یہ ایک مستحکم اصول ہے۔ اس کو بھولنا نہیں چاہیئے۔ خدا یابی کے ساتھ دنیا یابی وابستہ ہے۔ خدا تعالےٰ بار بار فرماتا ہے کہ جو تقوےٰ اختیار کرے گا اسے تمام مشکلات سے نجات ملے گی اور ایسے طور پر اسے رزق دے گا کہ اسے علم بھی نہ ہوگا۔ یہ کس قدر برکت اور نعمت ہے کہ ہر قسم کی تنگی اور مشکل سے آدمی نجات پا جاوے اور اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل ہو۔ لیکن یہ بات جیسا کہ خود اس نے فرمایا تقوےٰ کے ساتھ وابستہ ہے اور کوئی امر اس کے ساتھ نہیں بتایا کہ دنیوی مکر و فریب سے یہ باتیں حاصل ہوں گی۔

اللہ تعالےٰ کے بندوں کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ دنیا سے طبعی نفرت کرتے ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاوے اور دنیا اور آخرت کی راحت اسے مل جاوے وہ یہ راہ اختیار کرے۔ اگر اس راہ کو تو چھوڑتا ہے اور اور راہیں اختیار کرتا ہے تو پھر ٹکریں مار کر دیکھ لے کہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ہوں گے جن کو نصیحت بُری لگے گی اور وہ ہنسی کریں گے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ آخر ایک وقت آ جائے گا کہ وہ ان باتوں کی حقیقت کو سمجھیں گے اور پھر بول اُٹھیں گے کہ افسوس ہم نے یونہی عمر ضائع کی۔ لیکن اس وقت کا افسوس کچھ کام نہ دے گا۔ اصل موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا، اور پیغامِ موت آ جائے گا۔

میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کی فکر کرو۔ کیونکہ اگر خدا تعالےٰ مہربان ہو جاوے تو ساری دنیا مہربان ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ ناراض ہو تو پھر کوئی بھی کام نہیں آ سکتا۔ جب اس کا غضب آ گیا تو دنیا میں کوئی مہربان نہ رہے گا خواہ کیسا ہی مکر و فریب کرے۔ تسبیحیں ڈالے بھگوے اور سبز کپڑے پہنے مگر دنیا اس کو حقیر ہی سمجھے گی۔ اگر چند روز دنیا دھوکا کھا بھی لے تو بھی آخر اس کی قلعی کھل جاوے گی اور اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جاوے گا۔ لیکن جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آیا ہے دنیا اس کی کتنی ہی مخالفت کرے وہ اپنی مخالفت اور منصوبوں میں کامیاب نہ ہوگی۔ اس کو گالیاں دے۔ لعنتیں بھیجے۔ لیکن ایک وقت آ جائے گا کہ وہی دنیا اس کی طرف رجوع کرے گی۔ اور اس کی سچائی کا اعتراف اسے کرنا ہی پڑے گا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ جس کا ہو جاتا ہے دنیا بھی اس کی ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جو لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں ابتداءً اہلِ دنیا ان کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اسے قسم قسم کی تکلیفیں دیتے اور اس کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ کوئی پیغمبر اور مرسل نہیں آیا جس نے دُکھ نہ اُٹھایا ہو۔ مکار۔ فریبی۔ دکاندار اس کا نام نہ رکھا ہو۔ مگر باوجود اس کے کہ گندے بندوں نے اس پر ہر قسم کے تیر چلانے چاہے۔ پتھر مارے گالیاں دیں۔ انہوں نے کسی بات کی پروا نہیں کی۔ کوئی امر ان کی راہ میں روک نہیں ہو سکا۔ وہ دنیا کو خدا تعالیٰ کی کلام سُناتے رہے۔ اور وہ پیغام پورے کر آئے تھے اس کے پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ ان تکلیفوں اور ایذا رسانیوں نے جو نادان دنیا داروں کی طرف سے پہنچیں ان کو سُست نہیں کیا بلکہ وہ اور تیز قدم ہو گئے یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مشکلات ان پر آسان کر دیں اور مخالفوں کو سمجھ آنے لگی اور پھر وہی مخالف دنیا اُن کے قدموں پر آ گری اور ان کی راستبازی اور سچائی کا اعتراف ہونے لگا۔ دِل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے۔

# جماعت احمدیہ کے نظام کی کامیابی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بتائے ہوئے راستہ ہی سے مقدر ہے۔

## "الوصیت" میں بیان کردہ طریق کار کو اختیار کیا جائے

(از راجہ عبد المجید صاحب۔ چھکسی ملتان)

دنیا کے سامنے اور اپنی جماعت کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور جن پر ہمارے بزرگوں نے عمل کر کے اپنے اپنے شہری اور دیہاتی ماحول میں نیک نامی حاصل کی تھی کیا ہم بھی اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اسی راستہ پر چل کر اپنے بزرگوں کی حاصل کردہ نیک نامی کو قائم رکھنے میں کامیاب رہے ہیں؟ ہمارے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ تبلیغ دین اور اشاعتِ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ اخلاقی طور پر بھی امام وقت کے صحیح نمائندوں کے وارث ہوتے ہوئے ہم کو اتنا بلند اخلاق ہونا چاہیئے جتنے ہمارے بزرگ تھے۔ یا جتنی اخلاقی بلندی اسلام چاہتا ہے۔ مجھے کئی سال ایسے کمرہ میں رہنے کا موقعہ ملا ہے جو اس کمرے سے ملحقہ تھا۔ جس میں ہمارے بزرگ مجلسِ معتمدین یا انتظامیہ صورت میں اکٹھے ہو کر انجمن کے کاروبار کے متعلق اجلاس کیا کرتے تھے۔ مجھے جماعت چھکسی نے اپنا نمائندہ چناؤ کر کے مجلس معتمدین کی مجالس میں بیٹھنے کا موقعہ فراہم کیا تو پتہ چلا کہ ہمارے بزرگوں کا اور ہمارا نصب العین تو ایک ہی ہے۔ لیکن اس کو حاصل کرنے کے لئے جو مجالس ہوتی ہیں۔ ان کے طور طریقہ اور ماحول میں کچھ فرق آ گیا ہے۔ ہمارے بزرگوں کی مجالس روحانی مجالس تھیں۔ برادرانہ محبت بھری گفتگو۔ نرمی اور حلیمی کا طور طریق۔ اپنا موقف بیان کرتے وقت مہذب طریق۔ اختلاف رائے میں بھی ایک دوسرے کا احترام۔ کثرت رائے رکھنے والے اور قلت رائے والے جب ایک امر کثرت رائے سے طے ہو جاوے تو مل کر کام کرنے والے۔ دنیاوی زندگی میں بھی اخوت اور محبت کے تعلقات ایک دوسرے سے یگانگت کا بے نظیر تعلق۔ اپنے مال کو اللہ کا مال سمجھنے والے۔ اشاعتِ اسلام کے لئے دسواں حصہ دینے والے۔ انجمن کی مجالس میں حاضری پر سفر خرچ خود برداشت کرنے والے۔ غرضیکہ "دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ تھے۔

دینِ اسلام کی صداقت اور اصل چہرہ مشرق اور مغرب کے ممالک کے لوگوں کو دکھلا کر بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کر کے دنیا میں احمدیت اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا نام بلند کرنے والے تھے۔ مگر حضرت امام وقتؑ کے حکم کی نافرمانی کر کے کثرت رائے کے منظور شدہ امور کو پس پشت ڈالنا اپنی آمدنیوں کا دسواں حصہ نہ دینا۔ سفر خرچ کا بوجھ انجمن پر ڈالنا یہ سب کچھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کے خلاف ہے۔ مشکلات پر مشکلات ہم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ مشکل وقت میں دنیا والے بھی اتفاق کر لیتے ہیں اور مل کر مشکل کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم کو بھی چاہیئے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد امام وقت کے ہاتھ پر کیا اسکو نبھانے کے لئے حضرت امام وقتؑ کے بتائے ہوئے اصولوں پر مضبوطی سے قائم ہو کر اور ذاتیات کو چھوڑ کر تبلیغ دین اور اشاعت قرآن کا جو مشن ہمارے ذمہ ہے اسکو پیش نظر رکھ کر سب اختلافات دور کر کے مل کر کام کریں اور مشن کی کامیابی کے لئے مل کر بارگاہِ الٰہی میں دعائیں کریں۔ تا وہ مالک حقیقی ہماری دعائیں سن کر ہماری کوتاہیوں اور کمزوریوں کو اپنے رحم اور فضل سے نظر انداز کر کے ہم سے اور ہماری اولادوں سے دینِ اسلام کی تبلیغ اور قرآن کریم کی اشاعت کا کام لیتا رہے اور ہمیں اس کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے سر سے ہر مشکل دور فرما کر ہمیں سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں دین اسلام اور قرآن کریم کی محبت عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو اخوت اور یگانگت سے کام کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

حضرت صاحب نے جماعت کو اپنے بعد مل کر کام کرنے کی تاکید کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے سو ہلاکت ہے اس بندہ کے لئے جو دنیا کی ہوس رکھتا ہے جس کے سب ارادے خدا کے لئے نہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دُنیا کے لئے۔ پس اگر تم دُنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنی اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ رکھو کہ اس صورت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو۔ اور تھوڑے دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا۔ بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا ...... اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف اور احسان تم پر ظاہر کرے کینہ پروری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔" (الوصیت)

میری درخواست ہے کہ "الوصیت" کو بار بار پڑھیں۔ اس میں حضرت صاحبؑ نے پھر اس راستہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔ جس پر چل کر کامیابی ہوگی۔ حضرت صاحبؑ کے بتلائے ہوئے راستہ پر جب جماعت چلے گی تو کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔ فرماتے ہیں:۔

"وہ جو معاینۂ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دیں گے۔ اور نیز یہ ثابت کر دیں گے کہ کس طرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں۔"

جماعت کو کامیابی اور نیک نامی تبھی حاصل ہوگی جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کے پابند ہو کر ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر قدم اٹھائیں گے۔ فرماتے ہیں:۔

"وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں۔ اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا بیج ہو جو زمین میں بویا گیا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جاوے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوائے بیعت میں صادق ہے اور کون کاذب ہے۔ وہ جو ابتلاء سے لغزش کھائے گا، وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۲)

# گرا کن احمدیہ لاہور انڈونیشیا کے جنرل سیکرٹری الحاج سوجیتو ایس لیچ کی آمد لاہور

## انڈونیشیا میں فعّال احمدی جماعتیں قائم ہیں۔ انجمن کا پیدا کردہ لٹریچر بیحد مقبول ہے

## جزیروں بھرے مُلک میں مبلغین بھیجے جائیں اور لٹریچر کی اشاعت بکثرت کی جائے۔ (مسٹر سوجیتو)

## معززمہمان کی مرکزی انجمن میں مصروفیات۔ بزرگانِ سلسلہ سے مختلف جماعتی امور پر تبادلۂ خیالات ہُوا۔

## ھالینڈ کے مبلغِ اسلام الحاج عبدالرحیم جگو کا دورۂ انڈونیشیا۔

رپورٹ: ——— ابو سلمان ایم اے

**الہامِ الٰہی** } امامِ زماں، مہدیٔ دوران، مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدّد صد چہاردہم کو الہامِ ربّانی ہُوا تھا کہ:—

"مَیں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دوں گا"

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

اُنہوں نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:—

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مُبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔"

**آپ نے** فرمایا کہ:—

"اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خداتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں، جو عنقریب اس میں آ ملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

یہ الہام اور یہ فرمودات مامورِ الٰہی جس شان و شوکت سے پُورے ہُوئے اور ہو رہے ہیں وہ احمدیہ تحریک کی ایمان افروز تاریخ کا روشن باب ہیں۔ آج اکنافِ عالم میں ہر سُو اس تحریک کی خدماتِ دینیہ کا چرچا ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس جماعت کی مساعی کی برکت سے اسلام و قرآن کی آواز نہ پہنچی ہو۔

**انڈونیشیا میں تبلیغِ اسلام** } قارئین کرام انجمن ہذا کی بلادِ غیر میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی سرگرمیوں کا حال وقتاً فوقتاً ان صفحات میں پڑھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آج انڈونیشیا میں تبلیغی خدمات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا کے مسلم ممالک میں انڈونیشیا سب سے اہم مُلک ہے۔ رقبے کے لحاظ سے مسلم دُنیا کا چوتھا بڑا اور آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا مسلم مُلک ہے۔ اور بہت سے جزیروں پر مشتمل ہے۔ اس کی آبادی بارہ کروڑ سے زائد ہے۔ ایک ہزار سال پہلے اس ملک کے باشندے بُدھ مت اور ہندومت کے پیرو تھے۔ رفتہ رفتہ یہاں اسلام پھیل گیا۔ اَب صرف جزیرہ بالی میں غیر مسلم زیادہ آباد ہیں۔ باقی حصّہ مُلک میں مسلمان بھاری اکثریت میں ہیں۔

انڈونیشیا کے جزیروں میں اسلام سب سے پہلے پھیلا پھر سماٹرا اور جاوا میں پھیلنا شروع ہُوا۔ ان جزیروں میں اسلام عرب تاجروں اور جنوبی ہند کے مہاجرین کے ذریعہ پھیلا۔ ان مبلغوں کی کوششوں سے یہاں کے باشندوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔ آج یہ دنیا میں سب سے بڑا اسلامی مُلک ہے۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں یہ مُلک مرحوم احمد سوئیکارنو کی قیادت میں مغرب کی استعماری قوتوں سے آزاد ہُوا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اپنے اشاعتِ اسلام کے فریضہ کو اس مُلک میں بھی بخیر و خوبی سرانجام دے رہی ہے۔ وہاں مؤثر و فعال جماعتیں قائم ہیں اور اسلام کی روشن اور حقیقی تصویر پیش کر رہی ہیں۔

**الحاج سوجیتو کی آمد لاہور** } گذشتہ ماہ، انڈونیشیا سے گراکن احمدیہ لاہور انڈونیشیا" کے سیکرٹری جنرل الحاج سوجیتو (SOET JIPTO) پاکستان تشریف لائے۔ اور انہوں نے مرکزی انجمن میں تین روز قیام فرمایا موصوف بین الاقوامی سیاحت کی ساوتھ کانفرنس میں شمولیت کے لئے منیلا جا رہے تھے، مگر کانفرنس میں شامل ہونے سے پہلے انہوں نے مرکزی انجمن میں تشریف لانا ضروری سمجھا۔

**معزز مہمان کا پُرتپاک استقبال** } مرکز میں ان کی آمد کی اطلاع بذریعہ تار ہو چکی تھی، اگلے روز شام کو ہوائی اڈہ لاہور پر معزز مہمان کا پُرتپاک خیرمقدم کیا گیا۔ ان کو پھُولوں کے ہار پہنائے گئے۔ استقبال کرنے والوں میں انجمن کے سینئر نائب صدر و شعبۂ تبلیغ بلادِ غیر کے چیئرمین جناب الحاج ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے علاوہ بزرگانِ سلسلہ، مرکزی انجمن کے عہدیداران، احباب مقامی جماعت اور شبان الاحمدیہ کے اراکین اور زیر تربیت انڈونیشی طلباء شامل تھے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف معزز مہمان کو دارالسلام لے آئے اور انہیں احمدیہ گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا۔ معزز مہمان نے بڑا مصروف وقت گذارا۔ جامع احمدیہ دارالسلام میں نمازوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے۔ ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب سے متواتر و مسلسل رابطہ رکھا۔ ان سے جماعتی دلچسپی کے مختلف امور و معاملات پر تبادلۂ خیالات کیا اور احباب جماعت سے تعارف و ملاقات جاری رکھا۔

**بزرگانِ سلسلہ سے ملاقات اور دیگر مصروفیات** } اگلے روز ۲۲ر جنوری کو احمدیہ بلڈنگس تشریف لے گئے جہاں ان کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔

امیرِ قوم الحاج حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں حاضری دی۔ اور گھنٹہ بھر ان سے مصروفِ گفتگو رہے۔ اس دوران باہمی دلچسپی کے کئی امور زیرِ غور آئے۔ بالخصوص حضرت مسیح موعودؑ کے مقام و مرتبہ اور آپ کی خدماتِ اسلامیہ پر تفصیل سے بات ہوئی۔ بعد ازاں آپ کو وہ کمرہ دکھایا گیا جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے وصال فرمایا تھا۔ معزز مہمان نے مرکزی انجمن کے صدر دفاتر اور متعلقہ شعبہ جات کا بھی معاینہ کیا۔ دارالکتب میں کچھ وقت گزارا۔ انجمن کی تصانیف ملاحظہ کیں۔ بہت سی کُتب جو انہوں نے پسند فرمائیں انجمن کی طرف سے انہیں تحفۃً پیش کی گئیں۔ اس موقعہ پر کئی گروپ فوٹو بھی لئے گئے۔

اپنے قیام کے آخری دن ۲۴ر جنوری کو مہمانِ موصوف، حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کے ہمراہ، احمدیہ قبرستان تشریف لے گئے جہاں انہوں نے حضرت امیر مرحوم، حضرت خواجہ کمال الدینؒ، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگؒ، حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کے مزاروں پر فاتحہ خوانی کی اور ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ پھر وہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہی لاہور کے اہم تاریخی اور قابلِ دید مقامات کو دیکھنے گئے۔

دارالقرآن میں زیرِ تربیت طلباء سے بھی ملاقات کی۔ ان کی مزاج پُرسی کی۔ ان سے مختلف امور بالخصوص ان کے تعلیمی و تربیتی پہلوؤں پر تبادلۂ خیالات کیا اور اظہارِ اطمینان فرمایا۔

## معزز مہمان کے اعزاز میں ظہرانہ

مرکزی انجمن نے مہمان موصوف کے اعزاز میں پُر تکلف ظہرانہ دیا۔ جس میں مرکزی و مقامی جماعت کے بیشتر بزرگان و احباب نے شرکت کی۔ یہ مجلس نہایت دلچسپ رہی۔ اور معزز مہمان بے حد محظوظ ہوئے۔ مرکزی انجمن کے سیکرٹری جنرل جناب مرزا مسعود بیگ صاحب کی استقبالیہ تقریر کے جواب میں معزز مہمان نے اس قیام کو تاریخی لمحات قرار دیا اور انجمن کا شکریہ ادا کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھے بزرگانِ سلسلہ اور احباب سے تعارف و ملاقات کی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ مرکزی انجمن اور اس کی کارکردگی کو بچشمِ خود دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ جس سے مجھے نہایت قلبی سکون حاصل ہوا ہے۔ میں نے یہاں آکر بہت کچھ سیکھا ہے جس کی روشنی میں مَیں انڈونیشیا جاکر زیادہ مستعدی سے کام کر سکوں گا۔

## دہلی کے لئے روانگی

۴½ بجے شام معزز مہمان دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہوائی اڈہ پر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی سرکردگی میں احبابِ جماعت نے ان کو نیک تمناؤں اور دلی دُعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

## خصوصی انٹرویو

معزز مہمان نے ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے راقم الحروف کو بتایا کہ انڈونیشیاء میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام منظم طور پر جاری ہے۔ اور مرکز سے ان کا رابطہ برابر قائم ہے۔ پاکستان سے بھیجے جانے والے لٹریچر اور رسالہ جات جو انڈونیشی جماعت شائع کر رہی ہے، کے ذریعہ مفید کام ہو رہا ہے۔

## انڈونیشیاء میں جماعت احمدیہ کا قیام

مہمان موصوف ممتاز ماہرِ قانون اور ریٹائرڈ ملٹری جج ہیں۔ وہ ۶۲ سال کے پیٹے میں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ انڈونیشیاء میں احمدیہ تحریک مرزا ولی احمد بیگ مرحوم کے ذریعہ متعارف ہوئی۔ جو احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے مجاہد مبلغ تھے۔ وہ ۱۹۲۴ء میں مبلغ بنا کر بھیجے گئے تھے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۲۹ء میں "گراکن احمدیہ لاہور انڈونیشیاء" کے نام سے ایک جماعت قائم کی گئی۔ جس کے بانی مبانی الحاج سودیو سوکیتو مرحوم تھے۔ اس کا مرکزی دفتر جکارتہ میں ہے۔ آج کل اس کے صدر ریٹائرڈ بریگیڈیر الحاج محمد نجردن ہیں۔ وہ بڑے اہلِ علم و قلم ہیں۔

## جماعت احمدیہ انڈونیشیاء کی تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیاں

گراکن احمدیہ لاہور انڈونیشیاء کی شاخیں مُلک کے کئی مقامات مثلاً بنڈونگ، مغربی جاوا، سمارنگ، وہ نوموده سولو، جگجاکارتہ، پردکرتو، مادیون کرٹھیری، ماکلنگ، مگننگ، سوابایہ اور پالم بم وغیرہ میں قائم ہیں۔ اور پانچ جگہ جماعت کی تعمیر کی گئی ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ انڈونیشیا میں بھی وومن احمدیہ ایسوسی ایشن اور ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے نام سے جماعت کی دو ذیلی تنظیمیں بڑے اچھے طریق سے کام کر رہی ہیں۔ جماعت کی طرف سے ان کو ہر ممکن سہولت حاصل ہے۔ ان کے باقاعدہ اجلاس و مجالس ہوتی ہیں۔ درسِ قرآن کی کلاسز ہوتی ہیں۔ اور تربیتی اجلاس منعقد کئے جاتے ہیں۔ جماعتوں کے سالانہ اجلاس دسمبر کے آخری ہفتہ میں ہوتے ہیں۔

معزز مہمان نے جماعتی نشر و اشاعت کے شعبہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جماعت کے مختلف احباب ماہنامے نکالتے ہیں۔ جن کے نام وارتا، کلو وارکا، سنڈی اسلام، فتح اسلام، جاہیا اسلام، الاسلام، النور وغیرہ ہیں۔ یہ مقامی زبان میں شائع ہوتے ہیں۔

ان رسائل میں اسلام اور احمدیت کے بارے میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی صورت میں بھی لٹریچر شائع و تقسیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ احمدیہ لٹریچر انڈونیشیا بھر میں پہنچ رہا ہے۔ اگرچہ عددی لحاظ سے ہم لوگ ڈیڑھ دو ہزار سے زیادہ نہ ہوں گے۔ تاہم اپنے ممکن ذرائع سے کام لے کر ہم لٹریچر کی نشر و اشاعت کو خاص اہمیت دے رہے ہیں۔ اور مُلک بھر میں پھیلانے کا عزم و پروگرام رکھتے ہیں۔ ہم مختلف ملاقات ماہوار چندے اور عطیات جمع کرتے ہیں اور حاصل کردہ رقوم تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے کام میں صرف کر رہے ہیں۔ اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ ملک کا پڑھا لکھا طبقہ ہم سے متاثر ہے۔ انڈونیشیاء کے مجاہد صدر احمد سوئیکارنو نے بھی اس لٹریچر کو پڑھا تھا اور اس سے بے حد متاثر تھے۔

اُنہوں نے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے کہا کہ جن کُتب کو اصل اور ترجمہ کے ساتھ ہم نے پھیلایا ہے۔ اُن میں بیشتر کُتب مرکزی انجمن احمدیہ لاہور کی شائع کردہ ہیں۔ مسٹر سدیو نے ۱۹۳۵ء میں حضرت امیر مرحوم کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا ڈچ ترجمہ کیا جس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ اس کا جاوی ترجمہ بانیٔ جماعت الحاج سودیو سوکیتو مرحوم نے کیا اور آج کل صدر جماعت جناب الحاج محمد نجردن انڈونیشی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ بیس سپاروں کا ترجمہ و تفسیر مکمل ہو چکی ہے۔ مکمل ترجمہ ۱۹۷۹ء تک شائع ہو جائے گا۔

معزز مہمان کے مطابق حضرت امیر مرحوم کی معرکۃ الآراء کتاب ریلیجن آف اسلام کا ڈچ ترجمہ مرحوم سودیو نے کیا تھا۔ جس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں الحاج محمد نجردن اور مسٹر کائمن نے اس کا انڈونیشی ترجمہ کیا ہے۔ اس کی کتابت و طباعت بڑی دیدہ زیب ہے۔ چار ہزار روپے انڈونیشی قیمت ہے جو پاکستان کے ایک سو روپے کے مساوی ہے۔ یہ کتاب انڈونیشیا کی یونیورسٹی میں پڑھائی جا رہی ہے۔ منجملہ دیگر کُتب جو انڈونیشیاء کی جماعت مختلف زبانوں۔ ڈچ۔ جاوی اور انڈونیشی میں شائع کرتی ہے، ان میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی"، حضرت امیر مرحوم، حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم اور حضرت مولٰنا صدرالدین ایدہ اللہ کی مختلف کُتب شامل ہیں۔

تعلیمی شعبہ کا ذکر کرتے ہوئے معزز مہمان نے بتایا

کہ ہماری جماعتیں مختلف مقامات پر تعلیمی و تربیتی سکول چلاتی ہیں۔ جن میں ابتدائی و ثانوی تعلیم کے ساتھ ساتھ فنی اور دینی تعلیم کا بھی بندوبست ہے۔ ایسے سکولوں کی تعداد ۱۷ ہے۔ ان سکولوں کے اساتذہ سب کے سب احمدی ہیں، جمعہ کو ان سکولوں میں خصوصی اجتماعات ہوتے ہیں۔ ان مدارس کے قیام کا مقصد مسلمان بچوں کو بہتر اور مفید مسلمان بنانا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم جماعتی تعلیم و تربیت پر بھی اچھا خاصا زور دے رہے ہیں۔ وارتا کلورکا کے نام سے ایک جماعتی رسالہ شائع کرتے ہیں، جس میں مقامی سرگرمیوں کا ذکر ہوتا ہے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ۱۹۷۴ء کے حالات انڈونیشیا کے احباب جماعت کے لئے پریشان کن اور دکھ دہ تھے، لیکن وہ دل برداشتہ نہ تھے۔ اس دوران ہم لوگوں نے پاکستانی بھائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے خضوع و خشوع سے دعائیں جاری رکھیں۔ نماز تہجد کا اہتمام کیا، اور چالیس روزے رکھ کر مجاہدہ کیا۔ اس سانحہ سے متاثر ہو کر کوئی شخص جماعت سے الگ نہیں ہوا۔ بلکہ جماعت کی تعداد پہلے سے بڑھ رہی ہے۔ قادیانی یا ربوہ جماعت کے خلاف وہاں پر ضرور ردِ عمل جاری ہے۔ اور اس کے برعکس ہمارے ساتھ ان کے تعلقات نہایت گہرے ہیں۔

اُنہوں نے کہا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہمارا تعلق روحانی ہے۔ اور اسی سے ہی ہم رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہاں کے بزرگ و احباب بالخصوص حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب اور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سے مل کر مجھے از حد روحانی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ دارالسلام کے ایمان افروز دینی ماحول میں کچھ وقت گذارنے کا موقعہ ملا ہے۔ یہ میری زندگی کے خوش نصیب لمحات ہیں جو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ شخصیات کے اثر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان کے دل پر جو تاثرات ہوتے ہیں ان کا اظہار کئے بغیر بھی میں رہ نہیں سکتا۔ اُنہوں نے کہا کہ **آپ لوگ خوش نصیب ہیں کہ آپ کو صحبت صالحین حاصل ہے اور بزرگوں سے براہ راست فیضیاب ہونے کا موقعہ ملتا ہے۔** انہوں نے دورانِ سفر کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میرا سامان گم ہو گیا۔ جس میں میرے کپڑے تھے، سردی کا موسم ہے، مجھے ایک لمحہ فکر ہوئی، تاہم ایسے واقعات بسا اوقات دلی مسرت اور خوش نصیبی کے موجب ہوتے ہیں۔ اور یہی صورتِ حال مجھ سے پیش آئی۔ میرے جسم پر **موسم کے لحاظ سے ناکافی کپڑے دیکھکر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب نے اپنے کپڑے مجھے دے دیئے۔ اور میں نے وہ کپڑے پہنے۔ اس سے مجھے خوشی بھی ہوئی اور فخر بھی اور میرے کپڑے گم ہونے کا تردّد مجھ سے جاتا رہا۔**

انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ یہاں کے احباب ایک خاندان کی صورت میں گذر بسر کرتے ہیں۔ ان میں وہی اخوت و بھائی چارا عملی طور پر دکھائی دیتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ مجھے احساس تک نہیں ہوا کہ میں اپنے مُلک اور اپنے عزیز و اقارب سے دُور ہوں۔ یہاں اپنائیت ہی اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔

---

## انڈونیشیا میں اشاعت لٹریچر کی اشد ضرورت ہے

محترم مہمانِ موصوف نے فرمایا کہ ملک انڈونیشیا میں سلسلہ کے لٹریچر کو وسیع پیمانہ پر تقسیم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لئے انجمن کو مؤثر اقدامات کرنا چاہئیں۔ علاوہ ازیں جزیروں بھرے ملک میں جہاں آمد و رفت اتنی آسان نہیں ہے۔ مختلف مقامات پر جماعتیں قائم ہونے کی وجہ سے وہاں ہمہ وقتی مبلغین کی اشد ضرورت ہے۔ ایسے مبلغین جو مستند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں۔ اور جو اپنی کفالت آپ کر سکیں۔

انہوں نے کہا کہ جزیرہ بالی میں بیشتر آبادی غیر مسلموں کی ہے۔ وہاں پر تبلیغ و اشاعت کا کام ٹیم ورک کے ساتھ کیا جائے تو انشاء اللہ وہاں اسلام پھیلے گا۔ ہم نے اپنے مُلک سے نوجوانوں کو مرکزی انجمن میں تعلیم و تربیت کے لئے بھیجنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔ چنانچہ ادارہ تعلیم القرآن میں ہمارے نوجوان زیرِ تربیت ہیں اور مزید نوجوان یہاں بھجوانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ جماعتوں کے تعارف اور تعلقات بڑھانے اور باہمی رابطہ کے لئے مرکز سے کچھ اقدامات کئے جانے ضروری ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "لائٹ" میں چند کالم اس کام کے لئے مخصوص کئے جائیں جن میں احباب کے بارے میں خیر و اطلاع درج ہو۔ اور جماعتوں کی سرگرمیوں کا ذکر ہو۔ اسی طرح ہی جماعتوں کے مابین ذہنی تعلق استوار رہ سکتا ہے۔

اُنہوں نے کہا کہ اس مختصر سے قیام سے جہاں مجھے مرکز اور عالی قدر بزرگان کو دیکھنے کا سعید موقعہ ملا ہے، وہاں میرے سامنے انتظامی پہلو بھی آئے ہیں۔ جن کی روشنی میں مجھے اپنے وطن جا کر کام کرنا ہے۔

## الحاج مولانا عبدالرحیم جگو کی انڈونیشیا میں آمد

محترم مولانا الحاج محمد عبدالرحیم جگو کے بارے ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے بتایا کہ مرکز سے جلسہ سالانہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ دو اصحاب کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے مختلف مقامات کا دورہ کیا اور اپنے نہایت پُر زور لیکچروں سے جماعتوں کے احباب میں نئی رُوح پھونک دی ہے اور اب وہ جزائر فیجی چلے گئے ہیں۔ ان کا یہ تبلیغی دورہ نہایت مفید نتائج کا حامل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مقامی اخباروں نے ان کی آمد کی خبر شائع کی اور ان کے دورے کے حالات رقم کئے۔ چنانچہ ۵؍ جنوری ۱۹۷۸ء کے اخبار "بریتا بوانا" جو جکارتہ سے شائع ہوتا ہے اس نے لکھا کہ حال ہی میں ہالینڈ کے مبلغ اسلام الحاج مولانا عبدالرحیم جگو لاہور سے ہوتے ہوئے انڈونیشیا تشریف لائے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے دوست بھی ہیں۔ ایک صاحب سرینام کی احمدیہ لاہور تحریک کے چیئرمین جناب غنی روشن ہیں دوسرے جنوبی امریکہ کے سرگرم احمدی مسٹر خلیل محمد ہیں۔

اُنہوں نے اخبار کو لاہور احمدیہ تحریک کے بارے میں اپنے خیالات سے روشناس کیا اور انڈونیشیا میں اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کی۔

مولانا جگو نے کہا کہ ہم مسلمانوں کو اپنی حیثیت اور مقام سے باخبر ہونا چاہیئے۔ اور اپنے آپ میں نئی رُوح پیدا کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی دینی قدروں کو زندہ اور فعال بنائیں اور اپنے دین کو زندہ اور تازہ کریں۔ اسلام دنیا جہاں پر غالب آنے کے لئے آیا ہے نہ کہ مغلوب ہونے کے لئے۔ مولانا موصوف نے

اپنی جماعت کے عقائد بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ اس صدی کے مجدد، مسیح اور مہدی ہیں۔ وہ ایسے مجدد دین ہیں جنہوں نے اسلام کی حقانیت اور صداقت ثابت کرنے کے لئے دلائل و براہین سے کام لیا۔ قرآن و سنت کی صحیح تعلیمات پیش کیں۔ انہوں نے مذاہب باطلہ کے خلاف چومکھی لڑائی لڑی اور دنیا میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مبلغین بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ امریکہ افریقہ اور یورپ و ایشیاء کے غیر مسلم ممالک میں اس جماعت کے مبلغین دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں۔ قرآن کے تراجم دنیا میں پھیلا رہے ہیں اور اسلام کی تعلیمات کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اس جماعت نے دنیا کی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کر کے شائع کئے ہیں۔ چنانچہ لاہور احمدیہ تحریک کے حضرت مولانا محمد علی مرحوم کے مشہور ترجمۃ القرآن کے تراجم ڈچ اور جاوی زبان میں شائع ہو چکے ہیں اور انڈونیشی زبان میں عنقریب شائع ہو جائے گا۔ اس ترجمۃ القرآن کی انڈونیشیاء میں بڑی مانگ ہے۔

معزز مہمان نے اخبار کے اس تراشہ کے حوالہ سے فرمایا کہ ہمارے پاس اسلام پر جدید لٹریچر موجود ہے۔ جو دنیا میں مقبول ہے اور جس کی مانگ ہے۔ اس کی کثیر اشاعت کے لئے مؤثر اقدامات کرنے ضروری ہیں۔ حالات خواہ کچھ بھی ہوں۔ ہمیں کام کرتے چلے جانا چاہیئے۔ ہمت نہیں ہارنا چاہیئے۔ یہ کام خدا کا ہے۔ ہم نے اس کے لئے یہ کام کرنا ہے۔ جب ہم اس کی راہ میں اس کے لئے صرف اس کے لئے کام کر رہے ہوں گے تو وہ خود ہمارا حامی و ناصر ہوگا۔

## عید میلاد النبیؐ صلعم

۱۲ ربیع الاوّل عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور ۲۰ فروری ۱۹۷۸ء بروز سوموار دارالسلام مسجد میں صبح ½۹ بجے ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کر رہی ہے جس کے مہمانِ خصوصی محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ہوں گے۔ اور مقررین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور کارناموں کا ذکرِ خیر فرمائیں گے۔

جملہ مقامی احباب سے استدعا ہے کہ وہ اپنے بچوں سمیت زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس مجلس میں شریک ہو کر اپنے مولا و آقا صلعم کو شایان شان ہدیہ عقیدت پیش کریں۔ ممکن ہو تو اپنے غیر احمدی احباب کو بھی ساتھ لائیں۔

اجلاس کے اختتام پر حاضرین کی تواضع پُرتکلف چائے سے کی جائے گی۔ والسلام

خاکسار: عبدالسلام ۔ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

## معزز مہمان بخیریت واپس وطن پہنچ گئے

### انڈونیشیاء پہنچ کر جناب سوجیتو اپنے مکتوب بنام جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب مؤرخہ ۳۰ جنوری مرقوم ہیں کہ:۔

بفضلہ تعالیٰ میں اپنے وطن بخیریت تمام پہنچ گیا ہوں۔ الحمد للہ، دہلی پہنچکر مجھے اپنا گم شدہ سامان بھی مل گیا تھا۔ اس میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی۔ البتہ دورانِ سفر یہ سامان میرے کچھ کام نہ آسکا۔ آپ کے ڈرائنگ روم کی دیوار پر ایک خاکہ پر مرقوم جملہ **انّ اللہ معنا** — مجھے بار بار یاد آیا۔ اس امر کی شہادت یوں میسر آئی کہ یہ سامان سوِس SWISS تک کے دُور دراز کا چکر کاٹ کر نہایت قلیل وقت میں واپس مل گیا۔

مرکز کے تبلیغی ادارہ دارالقرآن میں زیرِ تربیت اپنے انڈونیشی طلباء۔ عزیزی سکندر اور سردمین۔ کے بارہ میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ میں ان کے تعلیم و تربیت کے معیار و رفتار سے بہت ہی مطمئن ہوں۔ اس ادارہ کا جملہ سٹاف جس لگن، توجہ، محنت اور خلوص کے ساتھ خدمات تعلیم و تدریس للہ فی اللہ انجام دے رہا ہے۔ ان کا دلی طور پر معترف ہوں، میری دُعا ہے کہ طلباءِ ہذا کو اللہ تعالیٰ توفیق و ہمت عطا فرمائے کہ وہ فارغ التحصیل ہو کر ایک لائق مبلغ بنیں تاکہ وہ دُنیا بھر میں اسلام کی خدمات و اشاعت کا فریضہ انجام دے سکیں۔ میں اس سلسلہ میں گراکن احمدیہ لاہور، انڈونیشیاء کی طرف سے آپ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ان طلبا کو ادارہ تعلیم القرآن لاہور میں بھیجنے کا اوّل و آخر مقصد یہ ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بہرہ ور ہو جائیں احمدیت کا گہرا مطالعہ ہو جائے اور اردو زبان پر عبور حاصل ہو جائے تاکہ وہ حضرت امامِ زمانؑ کی کُتب کا مقامی زبانوں میں ترجمہ کر سکیں اور ان کو افادۂ عام کے لئے ملک بھر میں پھیلایا جائے۔

خدا کرے کہ یہ طلباء اس مقصد میں کامیاب و کامران ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا ہے کہ وہ ہمیں دُنیا بھر میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

انجمن کے جملہ سٹاف اور اراکین بالخصوص ہمارے محبوب امیر قوم الحاج مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں سلام و نیاز عرض ہے

---

**خدا تعالیٰ پر یقین گناہ سے باز رکھتا ہے**

"اے وے لوگو! جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو۔ تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش تم میں اس وقت پیدا ہوگی اور اس وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے۔۔۔۔ جب تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔"

(کشتی نوح)

جناب ملک الٰہی بخش صاحب وارن۔ راولپنڈی)

# ضرورت مجدّدین

## اور

## چودھویں صدی کے مجدّد اعظم کا ظہور

### خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں + گفتہ آید در حدیث دیگراں

(قسط نمبر ۲)

---

مگر افسوس ہے کہ جب قرآن کریم میں حضرت مسیح کے بجسد عنصری آسمان پر جانے کا ذکر ہی نہیں تو عیسائیوں کے ایسے بے بنیاد اور توہین آمیز اعلانات سے علماء اسلام کو صدمہ کیوں نہیں ہوتا اور وہ ایسے عقائد کو باطل قرار دے کر ان سے دستبردار کیوں نہیں ہو جاتے؟ مگر وہ تو بایں دم بضد ہیں کہ فی الواقع حضرت عیسےٰؑ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ ہیں جو مسلمانوں کے دوبارہ روحانی غلبہ اور سیاسی ترقی اور تقویت کے لئے ان کی طرف نازل ہوں گے۔ اور یہ کہ یہی عقیدہ عین اسلام ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے:۔

(۱) لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ (۳۔۱۶۳)

(اللہ تعالےٰ نے تو مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ خود ان میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔) مگر

مگر حضرت عیسٰےؑ کے متعلق کوئی ایسا اعلان نہیں ہے۔

(۲) ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ (۹۔۳۳)

(اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلعم کو ہدایت اور دینِ حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ وہ تمام دوسرے ادیان پر اسے غالب کریں)

مگر مسلمان شاید ان آیات پر ایمان ہی نہیں رکھتے کہ اپنے تزکیہ نفس اور دین کی تائید اور ترقی کے لئے حضرت مسیحؑ کو دوبارہ لانے پر مصر ہیں حالانکہ اگر مذہبی اعتقادات سے خالی الذہن ہو کر خالصتًا نظر انصاف سے دیکھیں تو عیسائیوں کے دلائل بالا ایسے ہیں جن سے حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت ہی ثابت ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کے ایسے دلائل سے متاثر اور مرعوب ہو کر علماء نصرانیوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کرتے۔ اور اس پر غور ہی نہیں کرتے کہ حضرت مسیح کی نسبت تو قرآن کریم میں ہے رسولًا الیٰ بنی اسرائیل۔ (وہ تو صرف بنی اسرائیل کے لئے رسول تھے) اور قرآن میں خود حضرت مسیحؑ کا یہ قول بھی ہے کہ:۔ یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم۔ (اے بنی اسرائیل! میں صرف تمہاری طرف ہی رسول ہوں)۔ تو ان حوالجات کے خلاف وہ مسلمانوں کی طرف کیوں آئیں گے؟ کیا ان آیات کے خلاف اللہ تعالےٰ سے کوئی نیا حکم لائیں گے؟ اور کیا ان کے نزول کے بعد بھی یہ آیات قرآن کریم میں رہیں گی؟

علاوہ ازیں انجیل میں تو حضرت مسیح کا یہ قول بھی ہے کہ:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں لیکن تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ سچائی کی روح آئے گا تو سچائی کی راہ دکھائے گا۔"

اب اگر حضرت مسیحؑ نے خود دوبارہ آنا ہوتا تو وہ اپنے متبعین کو یہ کہتے کہ باقی باتیں میں خود آ کر پھر بتاؤں گا۔ نہ یہ کہ سچائی کی روح آ کر سچائی کی راہ دکھائے گا۔ پھر اگر مسلمان قرآن میں بیان کردہ حضرت مسیحؑ کی اِسمہٗ احمد والی بشارت آنحضرت صلعم پر چسپاں کرتے ہیں جو حق بھی ہے تو یہ نہایت تعجب انگیز بات ہے کہ وہ سچائی کی روح یعنی احمد رسولؐ تو آ چکا۔ لہٰذا باقی باتیں تو اس نے آ کر بتا دیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ انکے تزکیہ نفس اور دین اسلام کو دوسرے دینوں پر غالب کرنے کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو پھر کیوں مسلمان حضرت مسیحؑ کے دوبارہ نزول کے منتظر ہیں جبکہ قرآن کریم سے تو ان کی وفات بھی ثابت ہے۔

پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن کریم کے سامنے اپنے سرِ تسلیم خم کر دیں، اور حضرت مرزا صاحب کی قرآن دانی اور غیرتِ اسلامی کی داد دیں۔ کیونکہ انہوں نے بالوضاحت کہا تھا کہ روحانی تربیت کے اعتبار سے زندہ تو درحقیقت ہمارے نبی پاک ہی ہیں۔ جن کو مسلمان حیاۃ النبی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی تعلیم زندہ جاوید ہے۔ اور ان کا قرآن کامل ضابطۂ حیات ہے۔ جو بالفاظ باری تعالیٰ:۔

(ا) ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (۱۷۔۹)

("قرآن مضبوط راستہ کی ہدایت کرتا ہے")

(ب) نزلنا علیک الکتاب تبیانًا لکل شیئ وھدًی ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین (۱۶۔۸۹)

("ہم نے تم پر کتاب اتاری ........ جو مسلمانوں کے لئے ہدایت۔ رحمت اور بشارت ہے)

لہٰذا فضیلت کے وہی حقدار ہیں۔ جن کی تعلیم زندہ ہے۔ نہ کوئی اور۔

غرض ایسے دلائل سے حضرت مرزا صاحب نے بقول مولوی نور محمد صاحب" ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی" اور اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ جب امریکہ میں ڈاکٹر ڈوئی نے لکھا کہ "محمدؐ ازم بڑی طاقت ہے اس کا استیصال کرتا ہے" اور کہ" ہلال اور صلیب کے درمیان ایک جنگ عظیم نظر آ رہی ہے"۔ تو اگرچہ دنیائے اسلام یعنی عرب و عجم اور مصر و ہند میں بے شمار علمائے دین بستے تھے تاہم اگر کسی کی رگِ حمیت میں جنبش آئی تو وہ کفر کش محمدی فوجوں کا سپہ سالار اور میدانِ مباحثہ کا پہلوان حضرت مرزا صاحبؑ ساکن قادیان ہی تھے جنہیں کسی دارالعلوم سے استفادہ کا موقعہ ہی نہیں ملا تھا صرف تائید الٰہی کے بھروسہ پر شمشیر قلم لے کر دشمنانِ اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ چنانچہ پہلے ڈاکٹر ڈوئی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ مگر جب اس نے مخالفت پر اصرار کیا تو

**دشمنِ اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم، ڈاکٹر ڈوئی کی موت کی پیشگوئی صادق ثابت ہوئی**

مباہلہ کا چیلنج دیا۔ جو امریکی اخبارات میں شائع کرایا تاکہ تمام عیسائیوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ چیلنج میں لکھا تھا:۔

" ڈوئی بار بار کہتا ہے کہ عنقریب مسلمان ہلاک ہو جائیں گے۔ ........ ڈوئی کی خدمت میں عرض ہے کہ ........ کروڑوں مسلمانوں کو مارنے کی کیا ضرورت ہے، سہل طریق یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ڈوئی صرف مجھے اپنے ذہن میں رکھ کر دُعا کرے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے۔ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا مانتا ہے۔ میں اس کی...

نبی۔ فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ ہم دونوں میں کون سچا ہے۔"

اور پھر ڈوئی کے دردناک انجام کی پیشگوئی کی جو سچ ثابت ہوئی۔ اور ڈوئی ۹ر مارچ ۱۹۰۷ء میں حسرت اور ذلت کی موت مرگیا۔ جس کا اعتراف امریکہ اخبار بوسٹن ہیرلڈ نے جون ۱۹۰۷ء میں حضرت مرزا صاحب کی بڑی تصویر شائع کر کے یوں کیا تھا:۔

GREAT IS MIRAGHULAM AHMAD THE MASIH WHO FORETOLD THE PATHITIC END OF DR DOWIE.

(یعنی مرزا غلام احمد مسیح موعود ایک عظیم المرتبت شخص ہے جس نے ڈوئی کی حسرتناک موت کی پیشگوئی کی تھی۔)

پھر ۲۳ر اگست کو لکھا:۔

"مرزا صاحب نے ........ ڈاکٹر ڈوئی کی موت کی پیشگوئی کی تھی جو ...... سچ نکلی۔"

"مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ آپ وہی مسیح ہیں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا ........ امریکہ میں ڈوئی کا مقابلہ ۱۹۰۳ء میں کیا۔ ڈوئی دکھ کے ساتھ مرگیا تو اس کے بعد آپ کی شہرت بڑھ گئی۔"

اخبار ٹروتھ سیکر نے بھی جون ۱۹۰۷ء میں لکھا تھا:۔

"ڈوئی (حضرت) محمدؐ کو (نعوذ باللہ) مفتریوں کا بادشاہ سمجھتا تھا۔ اس نے پیشگوئی کی تھی کہ اسلام تباہ کر دیا جائے گا۔ اور دعا کرتا رہا کہ ہلال جلد تباہ ہو۔ ہندوستانی مسیح کو خبر ملی تو پیشگوئی کی تھی کہ ڈوئی میرے سامنے دکھ ذلت کے ساتھ مر جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔"

کیا تمام دنیائے اسلام میں حضرت مرزا صاحب کے سوا کوئی اور عالم دین اور گدی نشین اس وقت اسلام کے لئے غیرت ہی نہیں رکھتا تھا۔ مگر صد افسوس کہ ان پیشگوئیوں کے سچ ثابت ہونے پر بھی ہند میں علماء اور عوام نے اعتراف خدمت کی بجائے ان کو ہی جھوٹا قرار دیا۔ حالانکہ ان پیشگوئیوں سے حضرت مرزا صاحب کا کوئی ذاتی مفاد مقصود نہ تھا۔ بلکہ ان کا واحد مقصد تو اللہ تعالےٰ کی ہستی۔ اسلام کی صداقت اور حضرت رسول مقبولؐ کی فضیلت ثابت کرنا تھا۔ جو کر کے دکھا بھی دی۔ کیا دنیا بھر میں جماعتہائے اسلام پاکستان میں کوئی عالم دین یا سجادہ نشین کسی غیر مسلم مخالفِ اسلام سے صداقتِ دین کے لئے مباہلہ کر کے جان کی بازی لگا سکتا ہے؟ غالباً نہیں کیونکہ وہ شیرِ قالین ہیں نہ شیر نیستاں۔

پاکستان کی سیاسی اسمبلی میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا؟۔ لہٰذا اس اقدام پر فخر کرنا۔ خوشیاں منانا۔ دیگیں پکانا اور اسے خدمتِ اسلام کا ایک کارنامہ سمجھنا تو کوئی مستحسن بات نہیں بلکہ ع

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست

مباہلہ کر کے اپنی صداقت ثابت کرو۔ ورنہ اس اقدام سے تو حکومت کو اپنا اقتدار مستحکم کرنے کا مدعا بھی حاصل نہ ہو سکا۔ بلکہ اقتدار سے محروم ہی ہونا پڑا۔ ذوق مرحوم نے انسان کے لئے جبر و اختیار کے متعلق کہا تھا ؎

"اس جبر پہ تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے"

ذوق مرحوم تو شاید نہ جان سکے ہوں گے۔ البتہ کالعدم پاکستان اسمبلی کو جب عارضی ملکی اختیار ملا تو احمدی کلمہ گوؤں کو اسلام سے نکال باہر کیا۔

حافظ غازی آبادی مذکور کے علاوہ مولانا سعید الرحمٰن علوی نے بھی حضرت مجدد صاحب سرہندیؒ کے دعویٰ مجددیت کی تائید میں علمی اور مذہبی لحاظ سے بہتر دلائل رقم فرمائے ہیں جن سے دعویٰ مجددیت کی بڑی وضاحت ہوتی ہے لہٰذا ان کا اقتباسِ ذیل زیادہ اہمیت کا حامل ہے علوی صاحب نے لکھا تھا:۔

"تجدیدِ دین کا منصب اعلےٰ تو انبیاء علیہم السلام کا ہے پھر اس میدان کے مرد وہ ہیں۔ جو نبوت کے ترکہ کے وارث ہو کر اس سے غیر معمولی حصّہ پائیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے انبیاء کے لئے ........ بعثت کا لفظ استعمال کیا ہے[۲] ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ۔ الخ اس سے واضح ہے کہ ان منصبوں کا ...... فرق ........ یہ ہے کہ نبوت اصل ہے اور تجدید اس کا ظل ........ اس (یعنی نبوت) کا منکر خارج از اسلام ہے۔ اور اِس (یعنی مجددیت) کا منکر خارج از اصلاح و تقویٰ ہے۔ بہر صورت مجددیت نبوت کا نہایت ہی ........ درخشاں پرتو ہے۔ اس لئے مجدد ...... نبی کا سایہ اور ........ نمونہ ہوتا ہے۔"

"الغرض حضرت امام (یعنی مجدد سرہندیؒ) وہ مجدد ہیں جس کی حقیقتِ ظلیہ نبوت ہے ........ الف ثانی ...... ظہور فتن کے لحاظ سے خطرناک صدی تھی جس کا تقاضا تھا کہ ایسے دور میں کوئی غیر معمولی بلکہ رئیس المجاہدین بھیجا جائے۔ جو ان مہالک اور فتن کی مدافعت کر سکے۔"

علوی صاحب کے دلائل بالا سے حضرت مرزا صاحب کے بعض اقوال بڑی مطابقت رکھتے ہیں۔ مثلاً حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمایا تھا:۔

(ا) "اللہ تعالےٰ نے جو کمالات سلسلۂ نبوت میں رکھے ہیں۔ مجموعی طور پر وہ ہادیٔ کامل پر ختم ہو چکے ہیں۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے مجددین کے ذریعے دنیا پر پرتو ڈالتے رہیں گے۔" (تقریر ملہ)

(ب) "یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اس دنیا سے بے وارث ہی گذر گئے ........ بلکہ ہر ایک صدی میں ضرورت کے وقت ان کے وارث پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور اس صدی میں یہ عاجز ہے۔" (برکات الدعا)

گویا اب ؎

انبیاء در اولیاء جلوہ دہند
ہر زماں آیند در رنگ دگر

یعنی اپنے زمانے کے مخصوص مسائل کے حل کے لئے اللہ سے علم اور معرفت حاصل کر کے اب اولیاء (مجدد) ہی مبعوث ہوتے ہیں۔

علوی صاحب نے اپنے مضمون کے آخر میں قارئین سے مجدد صاحب الف ثانیؒ کے دعوے اور خدمات کا انصاف سے جائزہ لینے کی استدعا کی ہے۔ ہم قارئین ہذا کے لئے علوی صاحب کی وہ عبارت اس فرق کے ساتھ ہو بہو نقل کر دیتے ہیں کہ الفاظ "مجدد صاحبؒ" کی جگہ "حضرت مرزا صاحبؒ" لکھدیئے ہیں تاکہ ان کے دعوے اور خدمات کا جائزہ لینے کی استدعا بھی علوی صاحب کی طرف سے ہو جائے۔ وھو ہذا:۔

"قارئین سے ہماری استدعا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی مجددانہ سرگرمیوں کا جائزہ لیں۔ اور انصاف سے فرمائیں کہ حدیث میں جس دور کو دورِ شر و فتن کہا گیا ہے۔ اس یعنی چودھویں صدی کے مجدد نے کس عزیمت سے کام لے کر اجسادِ اُمت کو گندگی سے پاک کیا۔ اور کس طرح (تمام دنیا میں۔ ناقل) اپنی برکات پھیلائیں۔" خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

مگر حیرت ہے زمانہ کے مجتہدین پر (اور ارکان پاکستان اسمبلی پر۔ ناقل)

[۲] مثلاً بعثنا ھم رسولاً وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح حدیث نے مجددین کے لئے بعثت کا لفظ استعمال کیا ہے

جو حضرت مرزا صاحبؒ جیسے محسنِ اسلام کے تجدیدی کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں آہ کس قدر ستم ظریفی اور احسان فراموشی ہے۔"

"بدقسمتی سے آج کچھ لوگ سرکارِ مکی مدنی کی زبانِ مبارک سے
نکلے ہوئے کلمات طیبات (مثلاً حدیث مجدد۔ ناقل) کو
ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں ؎
دل کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا
من نہ مانے تو پیمبر کا ارشاد غلط"

**الغرض** اگر اخبار جنگ میں شائع شدہ دلائل اور خدمات کی بناء پر حضرت مجدد سرہندیؒ اپنے دعویٰ مجددیت میں صادق ثابت ہوتے ہیں۔ جو فی الواقع تھے تو انہی دلائل کی بناء پر حضرت مرزا صاحبؒ بھی اپنے دعویٰ مجددیت میں حق پر ہیں۔ فتدبروا۔ علوی صاحب کا یہ قول کہ لوگ حدیثِ مجدد کو ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ حق پر مبنی ہے کیونکہ اس صدی میں بھی ماسوا ایک قلیل تعداد کے دنیا بھر کے اکثر مسلمانوں کو اس ارشادِ پیغمبرؐ (حدیث مجدد) کا قولاً تو اقرار ہے مگر عملاً اس سے انکار اور فرار۔ کیونکہ اس صدی میں وہ کسی کو مجدد ہی نہیں مانتے۔

مگر ہمیں سخت حیرت اور تعجب تو خود ان ہر دو مضمون نگار۔ حافظ اور مولانا پر ہے جو مجدد صاحبؒ سرہندی کی صداقت کے لئے خود ہی حدیثِ مجدد کو بطور ایک قوی دلیل کے پیش کرتے ہیں مگر اس کے مطابق اس **صدی میں نہ خود وہ اور نہ ہی علماءِ اہلِ حدیث کسی مجدد کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ جس بزرگ نے دعوےٰ کیا تھا۔ اسے ناحق مدعی نبوت قرار دے کر کاذب اور کافر کہتے ہیں۔** یا شاید ایسے مضامین صرف حصولِ اجرت کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ گویا جو دلائل وہ دیتے ہیں۔ ان پر فی الواقع ان کا ایمان ہی نہیں ہوتا۔ سو چاہئے کہ وہ ان امور پر غور کریں تاکہ قرآن کریم کا یہ فرمان ان پر منطبق نہ ہو کہ لم تقولون مالا تفعلون۔ (وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے) معلوم ہوتا ہے اس حدیث پر لوگوں کا ایمان ہی اُٹھ گیا ہے۔ ورنہ اگر وہ فی الواقع اسے حق سمجھتے ہیں۔ تو سوائے اس کے چارہ ہی نہیں کہ حضرت مرزا صاحبؒ کو سچا تسلیم کر لیں۔ جنہوں نے اس حدیث کی بناء پر مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ جو آج تک کسی اور نے نہیں کیا۔ لہٰذا اگر مسلمان حضرت موسےٰؑ کے زمانہ کے ایک رجلِ مؤمن کے نمونہ پر عمل کریں جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے:۔

ان یکُ کاذباً فعلیہ کذبہٗ وان یکُ صادقاً
یصبکم بعض الذی یعدکم (۴۰-۲۸)

"اگر حضرت موسیٰ جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس پر اور اگر سچا
ہے تو اس کی برکات میں سے تمہیں بھی کچھ حصہ مل جائے گا۔"

اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب کو صدی ہذا کا مجدد مان لیا جائے تو مسلمان کسی طرح بھی خسارہ میں نہیں رہیں گے۔ کیونکہ اگر وہ صادق ہیں تو کونوا مع الصادقین پر عمل کر کے مسلمان فلاحِ دارین کے مستحق ہوں گے اور اگر مرزا صاحب اپنے دعوےٰ میں جھوٹے بھی ہوں تاہم بھی انہوں نے شرائط بیعت ایسی مقرر کی ہوئی ہیں جو مطہر زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین ہدایات پر عمل کر کے انسان پکا مسلمان بن جاتا ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کو مان لینا ہی راہِ ثواب ہے تاکہ قیامت کے روز بالفاظ باری تعالےٰ

یٰلیتنا اطعنا اللہ و اطعنا رسولا۔ (افسوس ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی) نہ کہنا پڑے اور اللہ اور رسول کی اطاعت کے متعلق ارشاد ہے:۔

من یطع اللہ ورسولہٗ یدخلہٗ جنّٰتٍ تجری من تحتہا الانہارُ۔ (۴۸-۱۷)" جو کوئی اللہ اور رسول کی پیروی کرتا ہے۔ وہ باغوں میں داخل کیا جائے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔"

لہٰذا مسلمانانِ عالم سے ہماری استدعا ہے کہ وہ علماء۔ زعماء اور عوام سے نہ ڈریں بلکہ خدا سے ڈریں جس نے آیاتِ ذیل میں یہ حتمی فیصلہ فرما دیا ہے کہ ہر مرسل کی خواہ وہ نبی ہو یا مجدد۔ مخالفت ہی کی جاتی ہے ...... لئے مرزا صاحب کی بھی مخالفت ہی کی گئی:۔

(ا) افکلما جاءکم رسولاً بما لا تھوىٰ انفسکم استکبرتم (۲-۸۷)" جب کوئی رسول آیا تو اپنی **خواہشاتِ نفس کے خلاف پا کر تم نے تکبر کیا۔" یعنی اس کا انکار کیا۔**

(ب) وما ارسلنا فی قریۃٍ من نذیرٍ الا قال مترفوھا انا بما اُرسلتم بہٖ کٰفرون۔ (۳۴-۳۴)" ہم نے کسی بستی میں ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ مگر اس کے آسودہ حال لوگوں نے کہا جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔"

اور ممبران پاکستان اسمبلی بڑے افواہ نہ صرف خوشحال بلکہ مالا مال ہیں۔

(ج) جب حضرت مسیح کی اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کے مصداق افضل الرسل حضرت نبی کریم صلعم مبعوث ہوئے تو پیشگوئی کے الفاظ فلما جاءھم بالبینٰت قالوا ھٰذا سحرٌ مبین کے مطابق لوگوں نے ان کے بیّن دلائل کو سحر کہہ کر ان کا انکار ہی کیا۔

(د) چنانچہ عوام کے ایسے رویہ پر خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔
"یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسولٍ الا کانوا بہٖ یستھزءون (۳۶-۳۰)" بندوں پر افسوس کہ دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا جس سے استہزاء نہ کیا گیا ہو"۔ فرما کر اظہارِ افسوس ہی فرمایا ہے۔

(ر) اس لئے آئندہ مرسلین کی شناخت کے لئے اللہ تعالےٰ نے مخلوق کی رہنمائی کے لئے فرمایا ہے:۔

"لقد کان فی قصصھم عبرۃٌ لاولی الالباب (۱۲-۱۱۱)"

عقلمندوں کو انبیاء علیہم السلام اور مجددین کا انکار کرنے سے قبل تاریخی واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ مرسلین کا انکار، عذاب نازل ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جتنے محدث اور مجدد ہو گذرے ہیں۔ ان سب کا انکار ہی کیا گیا۔ اور انہیں اذیتیں دی گئیں۔ مجدد صاحب سرہندی کو قید کیا گیا۔ فقہ کے چہار آئمہ پر جان لیوا مظالم ڈھائے گئے۔ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت بھی اسی لئے کی گئی اور انہیں عدالتوں میں گھسیٹا گیا۔ ورنہ دعویٰ مجددیت سے پہلے تو ان کو علماء میں بڑی مقبولیت حاصل تھی اور یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ مصلحین کے ظہور پر علماء اور زعماء کو اپنی عظمت اور شوکت کے ضائع یا زائل ہونے کا خوف لاحق ہوتا ہے۔ جو ان کو عوام میں حاصل ہوتی ہے اور اس کی تائید قرآن کریم کی آیات ذیل سے ہوتی ہے:۔

(۱) کافر سرداروں نے حضرت نوحؑ کے متعلق کہا تھا [illegible] یتفضّل علیکم (۲۳-۲۴)" حضرت نوح تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

(۲) فرعون نے بھی حضرت موسےٰ سے یہی پوچھا کہ اجئتنا لتلفتنا

مِن اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَا مُوسٰى۔ (۲۰۔۵۷)

" اے موسٰے! کیا تو اس لئے آیا ہے۔ کہ اپنے جادو سے ہمیں اپنے ملک سے نکال دے۔ اور ہماری حکومت خود سنبھال لے؟"

(۳) اور خود عوام کے بارہ میں ہے:۔

"اِن يَّتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُس

(۵۳۔۲۳)

جو لوگ ظن کی پیروی کرتے ہیں یا اس کی جو ان کے نفس ... نے یوں نظم کیا تھا: ؎

ز شیر شتر خوردن و سوسمار + عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو + تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

گویا اسلام قبول کرنے پر کسریٰ کو اپنی عظمت اور اقتدار کے ضائع اور زائل ہونے کا خوف لاحق ہوگیا۔

ممکن ہے کوئی اعتراض کرے کہ جب نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے اب بند ہے لہذا کوئی نیا نبی تو اب آئے گا ہی نہیں کہ جسے قبول کرنے کے لئے قصص انبیاء سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ تو قرآن میں انبیاء کے قصے کیوں بیان کئے گئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ کوئی نیا نبی تو نہیں آئے گا لیکن ایک تو غیر مسلموں کے لئے حضرت نبی اکرم کی سچائی تسلیم کرنے کے لئے یہ قصے راہنما بن سکتے ہیں۔ اور دوسرا اب حدیث مجدد کے مطابق جب تو اس اُمت میں مجدد آئیں گے تو ان کی شناخت کے لئے قصص انبیاء مسلمانوں کی راہنمائی کا موجب ہوں گے۔ کیونکہ مجدد بھی مرسلِ الٰہی ہوتے ہیں۔ ان کی تکذیب کا انجام بھی وہی ہو سکتا ہے جو انبیاء کے مکذبین کا ہوتا رہا۔

غرضیکہ یہ تو مسلم ہے کہ مجدد صاحبؒ الف ثانی نے اپنے زمانہ میں فتنہ و فساد کا مقابلہ کیا اور علماء اور دجال کو زیر کیا۔ تاہم جن ممالک اور فتن کا روایات میں ذکر ہے وہ تو اس موعود مجدد کے ظہور کی علامات ہیں جو مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کے اسم سے موسوم ہوگا۔ مگر مجدد صاحبؒ نے ایسا موعود مامور اور مجدد ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ علامات ان کے زمانہ میں پوری ہوئیں۔ بلکہ یہ علامات تو چودھویں صدی میں ظاہر ہوئیں جن کی نشاندہی کر کے حضرت مرزا صاحب قادیانی نے ان کی بناء پر مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور حمایت اور اشاعت اسلام کے بے مثال کارنامے انجام دیئے۔ چنانچہ بعض کا اُوپر ذکر ہو چکا۔ لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ انہیں سچا مجدد تسلیم کرلے۔ تاکہ سعادتِ دارین حاصل کر سکے۔

حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی بنیادی دلیل وفاتِ مسیح ہے اور خود قرآن کریم میں ہی وفاتِ مسیح کی دلائل تو بہت ہیں۔ لیکن اختصار کی خاطر ہم صرف چند ایک درج ذیل کرتے ہیں، کیونکہ عاقل کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے:۔

(۱) واضح رہے کہ حضرت مسیحؑ تین قوموں کے موعود ہیں۔ یعنی یہودی، عیسائی اور مسلمان۔ یہودی تو ان کے پہلی بار نزول کے منتظر ہیں اور عیسائی اور مسلمان اُن کے پہلی دفعہ کے نزول کو حق تسلیم کر کے انہیں آسمان پر زندہ مانتے ہیں جو دوبارہ نازل ہوں گے۔ مگر عیسائی کہتے ہیں ہماری طرف نازل ہوں گے اور مسلمان کہتے ہیں اب کی دفعہ مسلمانوں کی طرف نازل ہوں گے اور یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلمان کریں گے۔ جس سے اسلام کا بول بالا ہوگا۔ مگر تاہم ان سب کے نزدیک وہ ابھی تک نازل نہیں ہوئے۔ یعنی نہ پہلی دفعہ یہودیوں کی طرف اور نہ دوبارہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف۔ لہذا بقول حضرت مرزا صاحب ان کے نزول کے سب منتظران "نا امید ہو کر بالآخر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا" (حضرت محمد مصطفٰےؐ) (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

... آیت کے مطابق ان کی والدہ صدیقہ کو بھی آسمان پر پناہ ملی؟ مگر ان دونوں کو فی الواقعہ جس جگہ پناہ ملی وہ تو حسب آیت منقولہ بالا، بلند، ہموار اور چشموں والی زمین ہے نہ آسمان۔ اور ایسی جگہ کشمیر ہی ہے جہاں سری نگر محلہ خانیار میں ان کا مزار بھی موجود ہے لہذا وہ فوت ہو چکے ہیں جو دوبارہ نازل نہیں ہوں گے کیونکہ دیگر تمام انبیاء کی طرح وہ بھی زمین میں مدفون ہیں۔

(۳) اگر حضرت مسیح بجسم خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ ہیں۔ جہاں نہ ان کو نیند اور اُونگھ آتی ہے بلکہ بغیر خورد و نوش زندہ ہیں تو یہ مخصوص صفات الٰہی ہیں، حضرت مسیح کو ان میں شریک ماننا شرک ہے جو گناہ عظیم ہے، ہر مسلمان کو اس سے احتراز کرنا اشد ضروری ہے۔

(۴) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہودیوں کے تشدد سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو آسمان پر اُٹھا لیا تھا۔ جس کا قرآن کریم میں کہیں ذکر ہی نہیں۔ بلکہ اس بارہ میں سنت اللہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے مرسلین کو اسی زمین پر معجزانہ انداز میں بچایا کرتا ہے۔ حضرت موسٰے کو سمندر کی انہی لہروں میں بچا لیا جن میں فرعون بمعہ لشکر غرق ہوگیا۔ حضرت ابراہیمؑ پر آگ گلزار ہوگئی اور خود ہمارے آنحضرت صلعم کو تو مکڑی کے کمزور ترین جالا کے ذریعہ دشمنوں سے اس وقت بچا لیا جب وہ غار کے منہ پر پہنچ گئے تھے اور یہ تو کرامات اور معجزات ہیں جو لوگوں نے دیکھے مگر حضرت مسیح کو تو کسی نے آسمان پر جاتے دیکھا ہی نہیں۔ تو یہ معجزہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ حق ہو کہ یہودیوں کے ڈر سے حضرت مسیح کو آسمان پر اُٹھا لیا تھا تو اس سے تو اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ تو عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ہے۔ بالفرض اگر وہ اب آ بھی جائیں تو انہیں کون پہچانے گا۔ انہیں تو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔

المختصر حضرت مسیح نہ زندہ ہیں نہ دوبارہ آئیں گے اس لئے ہر سہ اقوام کے لئے ان کا انتظار کرنا لاحاصل ہے۔ بلکہ بالآخر ان کو اپنے غلط عقائد پر نادم ہی ہونا پڑے گا۔ سو بہتر یہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو صادق تسلیم کر لیا جائے۔ (ختم شد)

بسلسلہ صفحہ ۱۲

مولانا مرحوم کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اپنی زندگی میں جس کام کو انہوں نے ہاتھ میں لیا ہمیشہ کامیابی ہوئی۔ اس دوست کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرماوے۔ اگر انجمن اس ریزولیشن کو منظور کرنے کے بعد وہ کام نہیں کرنا چاہتی جن کے بند کرنے سے ناخوشگواری پیدا ہوئی تو یہ ریزولیشن بے معنی ہوگا۔

اگر انجمن نے اس ریزولیشن کے ذریعہ ناخوشگواری کی تلافی کی ہے تو جن کاموں کے بند کرنے کی وجہ سے یہ ناخوشگواری واقعہ ہوئی تھی ان کو دوبارہ جاری کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ تب ہی تلافی ہو

از مکرم راجہ عبدالمجید صاحب - چھکسی

# چند معروضات
## (قسط نمبر ۲)

میری غرض یہ سب کچھ لکھنے کی یہ ہے کہ ہم سب مل کر فوری طور پر کوئی ایسی صورت کریں کہ قرآن کریم اور کتب کی اشاعت کا کام جو سست پڑ گیا ہے۔ دوبارہ کسی احسن طریق پر باقاعدہ شروع کیا جاوے۔ یعنی قرآن کریم کی قیمتًا اور مفت اشاعت اور قرآن کریم کے دوسری زبانوں میں تراجم اور ریسرچ کرنے والوں کا انتظام اور جن زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں چھپوانے کا انتظام جلد از جلد کیا جاوے۔ اور ایک علیحدہ شعبہ اس کے لئے قائم کر کے معقول رقم اس کے سرمایہ کے طور پر مختص کی جاوے جو دیگر کسی کام پر خرچ نہ ہو۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو مل کر باہم اتفاق سے کام کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ اور ہم سب کو ہدایت عطا فرما کر سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولوی محمد علی صاحب امیر مرحوم نے اپنی رقم سے جو انجمن کے پاس امانت تھی جن کو "الٰہی للّٰہی فنڈ" کے نام سے امانت رکھا گیا تھا۔ زندگی کے آخری دنوں ایک ٹرسٹ "ہولی قرآن ٹرسٹ" بنایا تھا۔ اگر اس پر کام شروع کیا جاتا تو آج ہمارے سامنے بہتر نتائج ہوتے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے یہ کام مولوی محمد علیؒ صاحب کے ہی ذمہ لگایا تھا۔ میں اپنی عقل اور فہم کے مطابق یہ سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت صاحب نے یہ بھی خدا تعالےٰ کے حکم سے ہی ایسا کیا ہوگا۔

مولوی محمد علی صاحب کی پیدائش سے دس سال پہلے کی حضرت صاحب کی ۱۸۶۴ء کی ایک خواب براہین احمدیہ میں صفحہ ۲۴۹ نئی ایڈیشن صفحہ ۱۴۵ حاشیہ نمبر ۱ میں درج ہے:۔

"جب وہ کتاب مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا حضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ اور یہ عاجز آنحضرتؐ کے سامنے کھڑا تھا جیسے مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض کے لئے۔ کہ تا میں اس شخص کو دوں جو نئے سرے سے زندہ ہوا۔ اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ پھر جب وہ نیا زندہ قاش کھا چکا۔ تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت اونچی ہو گئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی۔ کہ دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارات تھے تب اس نور کا مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔"

میری دانست میں مردہ زندہ ہو کر حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ رسول مقبولؐ کی دی ہوئی قاش کھانے والا مولوی محمد علی تھا۔ جس کو یہ علم کی قاش کھلائی گئی۔ جن کی قلم سے ایسے مضمون نکلے جن سے دینِ اسلام دوسرے تمام مذاہب سے بلند تر ہو گیا اور دین کا صاف ستھرا چہرہ سورج کی کرنوں کی طرح چمکنے لگا۔ جس کی شہادت میں دنیا کے اخباروں، ادیبوں۔ مصنفوں اور مذہبی عالموں کی آراء جو مولانا کے حق میں چھپی ہیں مثال کے طور پر

(۱) سٹار انگریزی۔ لاہور۔ مورخہ $\frac{۱۰}{۵۱}$ ۲۶:۔

"خدا جانے کتنوں کے ایمان انہوں نے قائم کر دیئے۔ یورپ اور امریکہ وغیرہ کے کتنے بھٹکے ہوؤں کو انہوں نے اسلام کی راہ دکھادی ....... اپنی عمرِ عزیز کا ایک ایک لمحہ مرحوم نے خدمتِ دین ہی کی نذر کر رکھا تھا"

(۲) مسٹر عبداللہ بیٹرس۔ بی۔ ایک انگریز نومسلم:۔

"جس نے اسلام کے لئے اتنی عظیم الشان خدمت کی۔ اسلام کے لئے مغرب میں جو نئی زندگی کے آثار نظر آرہے ہیں وہ تمام تر اس عالم انسان کی کوششوں کا نتیجہ ہے"

(۳) مولانا عبدالمجید صاحب سالک:۔

"انہوں نے اسلام کو مغربی تعلیم یافتہ طبقوں اور خود مغربیوں تک ایسے رنگ میں پہنچایا کہ صاحب اقتدار لوگ اس مذہب کی عظمت کے قائل ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ممالک مغرب کے صدہا طالبانِ حق مولانا محمد علی کے خیالات اور کتابوں کو پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔"

(۴) خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی:۔

"میں تو ان کو اسلام کا بہت بڑا اور بہت کامیاب خدمتگذار مانتا ہوں"

(۵) "ملک عبدالقیوم پرنسپل لاء کالج:۔

"مولانا مرحوم کا شمار تاریخ اسلام کے ان اکابر میں ہوتا ہے جو بلا مبالغہ ایک نئے عہد کے بانی قرار دیئے جا سکتے ہیں۔"

(۶) بیگم میاں بشیر احمد صاحب سفیر پاکستان متعینہ ترکی:۔

"ترکی کے دو سالہ قیام میں یہ حقیقت ظاہر ہو چکی ہے کہ مولانا کی خدمات کو ترک قوم دلی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ مولانا کے اسم گرامی سے ترکی قوم کا مذہبی طبقہ خوب واقف ہے۔ ریلیجن آف اسلام کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا جا رہا ہے۔"

(۷) مسٹر جے خلیل ایڈوکیٹ۔ میسور:۔

"آپ اسلام کے مجاہد تھے۔ جس نے اپنے عمل سے دنیا کو دکھا دیا کہ قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔ آپ اس صدی کے مجاہدِ اعظم تھے۔ اس قسم کے انسان قیامت تک شاذ و نادر ہی پیدا ہوں گے۔

(۸) مولانا عبدالماجد دریا بادی:۔

"مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن نے دستگیری کی....... ورنہ خدا معلوم کتنی مدت میں بھٹکتا رہتا۔ اور میری طرح نامعلوم اور کتنوں کے حق میں شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا"

(۹) شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتا۔ کراچی:۔

"اسلام کے لئے آپ کی مساعی کے مسلم اور غیر مسلم دونوں معترف ہیں اور یہ چیز ان کے علم و فضل کی ابدی یادگار رہے گی۔"

(۱۰) سر فیروز خان نون گورنر جنرل مغربی بنگال:

"مَیں نہیں جانتا کہ اور کون ہے جس نے حضرت ممدوح کی طرح اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اتنی بڑی خدمت سر انجام دی ہو ..."

پھل سے حضرت رسولِ کریم صلعم نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ہاتھ مولانا کو کھلائی تھی۔ جس سے انہوں نے حجت اور برہان سے اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کر دکھایا جس کو اپنوں اور غیروں نے تسلیم کیا ہے۔ یہ کام حضرت صاحب کا ہی شمار ہوتا ہے۔

**ہمارے** انجمن نے بھی جس کے مولانا صدر تھے۔ انکی وفات کے بعد ان کے حق میں ایک ریزولیشن منظور کیا ہے۔

ریزولیشن ۵۱/ معتمدین۔ مورخہ ۲۶/۱۲/۵۱ء

"مجلس معتمدین کا یہ اجلاس نہایت واضح الفاظ میں متفقہ طور پر اعلان کرتا ہے کہ حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ کے بلند مقام پر قائم تھے اور ان کی ذات میں دیانت امانت اکمل رنگ میں جلوہ گر تھی۔ وہ اس زمانہ میں احمدیت کے ستون تھے۔

حضرت مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام میں جو ناخوشگوار امور معرض وجود میں آئے ان پر یہ اجلاس اظہار افسوس کرتا ہے۔"

جب میں نے یہ ریزولیشن پڑھا تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کیسے ناخوشگوار امور تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جب حضرت امیر مرحوم کراچی میں بستر مرگ پر تھے۔ تو انجمن نے ان کی غیر حاضری میں اجلاس کر کے امریکہ مشن اور تراجم قرآن کو بند کر دیا۔ جب مولانا کو شدید بیماری میں تراجم قرآن بند کر دینے کے فیصلہ سے آگاہی ہوئی۔ تو انہوں نے "مولی قرآن ٹرسٹ" (اپنی اس رقم سے جو "املی فلمی فنڈ" کے نام سے انجمن کے خزانہ میں بطور امانت تھی) جس کی اغراض ۱۔ مستحقین اور متلاشیانِ حق اور طلباء کو قرآن کریم کم قیمت پر یا مفت دینا اور نمبر ۲ قرآن کریم پر ریسرچ کرنے والوں اور دیگر طلباء اور مستحقین کو وظائف تھا۔ مگر شرط یہ تھی کہ غرض ۱ پر کم از کم ۷۵ فی صد روپیہ خرچ ہو۔ اور دوسری شرط یہ تھی کہ یہ ٹرسٹ انجمن کے ساتھ پورے تعاون سے کام کرے گا۔ اور اس کے فیصلوں کا احترام کرے گا۔ جب تک حق تصنیف کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں پر قائم رہے۔

**یہ** دو ناخوشگوار واقعے ہوئے۔ اب جب انجمن نے حضرت مرحوم کی زندگی کے بعد ایک ریزولیشن منظور کر کے ان ناخوشگوار امور پر افسوس کا اظہار کر دیا تھا تو انجمن کو چاہیئے تھا کہ وہ امریکہ مشن کو دوبارہ کھولتے اور تراجم قرآن کا کام بھی جو رک گیا تھا جاری کیا جاتا۔ اور ٹرسٹ جو مولانا نے اپنے آخری دنوں میں بنایا تھا اس کو انجمن کی زیر نگرانی ان اغراض کو حاصل کرنے کے لئے چلایا جاتا جو حضرت مرحوم نے لکھی تھیں۔

**انجمن** کی زندگی میں اس سے پہلے بھی جماعت کے ممبروں نے ٹرسٹ بنائے تھے۔ تین بزرگوں نے اپنی رقم سے ٹرسٹ بنائے تھے۔ مولانا مرحوم نے اگر ٹرسٹ اپنی رقم سے بنایا تو اس کی نظیر پہلے سے موجود تھی۔ اس پر بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اگر انجمن اپنی زیر نگرانی "مولی قرآن ٹرسٹ" چلانا چاہے۔ تو بے شمار جماعت کے لوگ ہیں اور بے شمار جماعت جو اس "مولی قرآن ٹرسٹ" کے نام اپنا روپیہ وقف کریں گے۔"

(باقی صفحہ ۲ کالم ۲)

## مبلّغین صاحبان توجہ فرمائیں!

لئے اپنے متعلقہ انچارج صاحبان کی وساطت سے ارسال فرمایا کریں۔ لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

ایک بار پھر ان کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کی جاتی ہے کہ بیرونِ ملک مشنوں کے انچارج مبلغین اپنی رپورٹیں چیرمین یا سیکرٹری کمیٹی تبلیغ بلاد غیر کے ذریعے اور اندرون ملک کام کرنے والے مبلغین صاحبان چیرمین کمیٹی تبلیغ اندرون پاکستان یا متعلقہ افسر تبلیغ کے ذریعے ارسال فرمایا کریں تاکہ ان کی باقاعدہ منظوری سے یہ رپورٹیں شائع ہو سکیں۔

آئندہ براہ راست وصول ہونے والی رپورٹیں اخبار میں شائع نہیں کی جائیں گی۔

مدیر

## بسلسلہ صفحہ ۲:

لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دُنیا ان کے ساتھ سخت کراہت کے ساتھ پیش آوے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دے دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دُنیا کی ملونی نہیں اور وہ نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے"

پھر ضمیمہ "الوصیت" کے آخر میں فرماتے ہیں:-

"بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے۔ مگر بہت جلد دُنیا سے جدا کئے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں یہ کہیں گے هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ"

آیئے ہم سب مل کر ایک دفعہ اکٹھے ہو کر سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اس عہد کو کہ "مَیں دین کو دُنیا پر مقدّم کروں گا" دوبارہ تازہ کر کے اس مالک حقیقی کے دربار میں دُعا کریں کہ وہ ہم کو ایمان کی ...

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــــــ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶ ــــــ شمارہ نمبر ۷

بہار آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش

حضرت علامہ شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب دامت برکاتہٗ

# قرآن کریم کی صحیح تفسیر کرنے کے معیار
## اور
## سمجھنے کے طریق

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

**اوّل معیار** } تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں۔ یہ بات نہایت توجہ سے یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ قرآن کریم اور معمولی کتابوں کی طرح نہیں جو اپنی صداقتوں کے ثبوت یا انکشاف کے لئے دوسرے کا محتاج ہو۔ وہ ایک ایسی متناسب عمارت کی طرح ہے۔ جس کی ایک اینٹ ہلانے سے تمام عمارت کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ اس کی کوئی صداقت ایسی نہیں ہے جو کم سے کم دس یا بیس شاہد اسکے خود اسی میں موجود نہ ہوں سو اگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنے کریں تو ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآن کریم سے ملتے ہیں یا نہیں اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں۔ بلکہ ان معنی کی دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جائیں۔ تو ہمیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ معنی بالکل باطل ہیں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں اختلاف ہو۔ اور سچے معنوں کی یہی نشانی ہے۔ کہ قرآن شریف میں سے ایک لشکر شواہد بیّنہ کا اس کا مصدق ہو۔

**دوسرا معیار** } رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے معنے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تھے۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے۔ نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔

**تیسرا معیار** } صحابہؓ کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوّت کے پہلے وارث تھے۔ اور خدا تعالےٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الٰہی ان کی قوّتِ مدرکہ کے ساتھ تھی۔ کیونکہ ان کا نہ صرف قال تھا بلکہ حال تھا۔

**چوتھا معیار** } خود اپنا نفس مطہر لے کر قرآن کریم میں غور کرنا ہے کیونکہ نفس مطہرہ سے قرآن کریم کی مناسبت ہے اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے لایمسّہٗ الّا المطھرون۔ یعنی قرآن کریم کے حقائق صرف ان پر کھلتے ہیں جو پاک دل ہوں۔ کیونکہ مطہر القلب انسان پر قرآن کریم کے پاک معارف بوجہ مناسبت کھل جاتے ہیں اور وہ ان کو شناخت کر لیتا ہے اور سونگھ لیتا ہے۔ اور اس کا دل بول اُٹھتا ہے کہ ہاں یہی راہ سچی ہے اور اس کا نورِ قلب سچائی کی پرکھ کے لئے ایک عمدہ معیار ہوتا ہے۔ پس جب تک انسان صاحب حال نہ ہو اور اس تنگ راہ سے گذرنے والا نہ ہو۔ جس سے انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں تب تک مناسب ہے کہ گستاخی اور تکبّر کی جہت مفسّر القرآن نہ بن بیٹھے۔ ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوگی۔ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ من فسر القرآن برایہ فاصاب فقد اخطاء یعنی جس نے صرف اپنی رائے سے قرآن شریف کی تفسیر کی۔ اور اپنے خیال میں اچھی کی۔ تب بھی اس نے بُری تفسیر کی۔

**پانچواں معیار** } لغتِ عرب بھی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اپنے وسائل آپ اس قدر قائم کر دیئے ہیں۔ کہ چنداں لغاتِ عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں۔ ہاں موجب زیادت بصیرت بے شک ہے۔ بلکہ بعض اوقات قرآن کریم کے اسرارِ مخفیہ کی طرف لغت کے مطالعہ سے توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک بعید کی بات نکل آتی ہے۔

**چھٹا معیار** } رُوحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے سلسلہ جسمانی ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ کے دونوں سلسلوں میں بکلی تطابق ہے۔

**ساتواں معیار** } وحی ولایت اور مکاشفات محدثین ہیں۔ (منقول از برکات الدُعا)

(از حضرت مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ) کلام الٰہی کے سمجھنے کے یہ اصول ہیں :-

**اوّل** } بذریعہ دُعا جناب الٰہی سے صحیح فہم اور حقیقی علم طلب کرنا قرآن مجید میں آیا ہے قل ربّ زدنی علماً۔ میرے ربّ میرے علم میں ترقی بخش۔

**دوم** } صرف الٰہی رضامندی اور حق تک پہنچنے کے لئے فدا ہو کر کوشش کرنا۔ جیسے فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا۔

**سوم** } تدبّر۔ تفکّر۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوبھم اقفالھا۔ اور فرمایا لاٰیات الاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیامًا و قعودًا وعلیٰ جنوبھم۔

**چہارم** } حُسنِ اعتقاد وحسنِ اقوال وحسنِ اعمال اور تقویٰ۔ بیماری، مقدمات اور مشکلات میں صبر و استقلال۔ اس مجموعہ کو قرآن کریم نے تقوےٰ کہا ہے۔ تقوےٰ کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ یعنی خود پسند آدمی آیاتِ الٰہی کے سمجھنے میں قاصر ہے۔ جیسے فرمایا ساصرف عن اٰیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔

**پنجم** } قرآن کریم کے معانی خود قرآن مجید اور فرقان حمید میں دیکھے جاویں۔

**ششم** } اسمائے الٰہیہ اور الٰہی تقدیس و تنزیہ کے خلاف کسی لفظ کے معنی نہ لئے جاویں۔

**ہفتم** } تعامل سے جس کا نام سنت ہے معانی لے اور اس سے باہر نہ نکلے۔

**ہشتم** } سُننِ الٰہیہ ثابتہ کی خلاف ورزی نہ کرے۔

**نہم** } لغت عرب و محاورات ثابتہ عن العرب کے خلاف نہ ہو۔

**دہم** } عرف عام سے جس کو معروف کہتے ہیں۔ معانی باہر نہ نکلیں۔

**یازدہم** } نورِ قلب کے خلاف نہ ہو۔

**دوازدہم** } احادیثِ صحیحہ ثابتہ کے خلاف نہ ہوں۔

**سیزدہم** } کتب سابقہ کے ذریعہ بھی بعض معانی قرآن حل کئے جاتے ہیں۔

**چہاردہم** } کسی وحی الٰہی اور الہامِ صحیح کے ذریعہ بھی معانی قرآن حل ہو سکتے ہیں۔ (منقول از نورُ دینؓ)

مندرجہ بالا اصولوں اور معیاروں کو اگر عاشق قرآن احباب قرآن کے مطالعہ کے وقت مدِنظر رکھیں گے تو ان کو قرآن کریم کے معانی کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے بہت مدد دیں گے۔ خدا تعالےٰ ہمیں ان اصولوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکرم جناب محمد ابراہیم صاحب۔ ڈاتہ۔

# حضرت مرزا صاحب پر تنسیخ جہاد کا الزام بے بنیاد ہے۔

## کیا آیاتِ جہاد کو منسوخ سمجھنے والا مندرجہ ذیل اعلانات کرسکتا ہے؟

"اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کفار کے مقابلہ کے لئے اسی طرح تیاری کریں جس طرح وہ تیاری کرتے ہیں"

(حقیقۃ المہدی مصنفہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ)

"اگر وہ (یعنی کافر) اس عمل (یعنی جبر سے اپنے دین میں داخل کرنے اور اسلام لانے سے روکنے یا قتل) سے باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کریں۔"

(عربی عبارت کا ترجمہ۔ نور الحق حصۂ اوّل صـ۴۵ مصنفہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ)

**جہاد اور قتال** انگریزوں سے لڑائی مول نہ لینے میں مرزا صاحب منفرد نہیں بلکہ دوسرے اعلیٰ پائے کے علما اور رہنما بھی ان کے ہم رائے تھے۔ جہاد جُہد سے مشتق ہے۔ جُہد کے معنے ہیں کوشش۔ طاقت۔ مشقت اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا ہے۔

مقاتلۃً و قتالاً و قیتالاً کے معنی ہیں لڑائی کرنا۔

**جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر** جہاد کا لفظ قرآن کریم میں وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی صرف تلوار لے کر ہی خدا کی راہ میں لڑائی نہیں بلکہ اپنا مال خرچ کرنا اور اس کی رضا کی خاطر اپنے نفسوں کو تکلیف میں ڈالنے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے وجاھدوا باموالکم و انفسکم۔ ایک روایت کی رُو سے حضرت عمرؓ نے جہاد کی دو بڑی قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک جہادِ اکبر اور دوسری جہادِ اصغر۔ ایک جنگ سے واپسی پر حضورؐ نے فرمایا رجعنا من جہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر۔ یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں، یعنی لڑائی یا قتال سے اشاعت قرآن و اسلام کی طرف۔ جہادِ اکبر کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے وجاھدھم بہ جہاداً کبیرا۔ یعنی اس قرآن مجید کے ذریعے بڑا جہاد کرو۔

**حضرت مرزا صاحب نے اسی جہاد اکبر کی طرف مسلمانوں کو بلایا** اسلام جب سے دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہے، جہادِ اکبر جاری و ساری ہے۔ یہ نہ کبھی ممنوع ہوا نہ رُکا اور نہ ہی مشروط ہوا بلکہ ہر رنگ میں اس کے جاری رکھنے کا حکم ہے۔

لیکن جہاد بمعنی قتال مشروط ہے کیونکہ لڑائی بوقت ضرورت لڑی جاتی ہے۔ خواہ مخواہ قتل مقاتلہ دنیا میں بدامنی اور فساد پھیلانے کے مترادف ہے جسے اسلام میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب پر یہ اتہام ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو جہاد سے روکا اور آیاتِ قرآنی کو اس طرح منسوخ کیا ہے۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب قرآن میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہی نہیں۔ اس کے برعکس آپ نے جہاد کو عملاً جاری کر دیا۔ جب مسلمانوں کے سامنے کوئی ایسا پروگرام ہی نہ تھا جو انہیں شاہراہ ترقی کی طرف لے جا سکے۔ انہیں اشاعت اسلام کے کام پر لگایا جو دنیا اور عاقبت دونوں میں ان کی حقیقی نجات کا ذریعہ ہے

اگر اس وقت جہاد اصغر یعنی قتال سے مسلمانوں کو روکا جب ان میں نہ اس کی ہمت تھی اور نہ طاقت اور نہ ہی ضرورت، تو انہیں جہادِ اکبر میں لگا کر ان کی قوت و توانائی کو ضائع ہونے سے بچا لیا۔ اور اس سے ایسے شاندار نتائج پیدا ہوئے جو مسلمانوں میں اپنے اوپر اعتماد پیدا کرنے کا موجب ہوئے

آپ نے اس مقصد کے لئے ایک جماعت پیدا کر کے عیسائیوں آریوں اور دیگر دشمنان اسلام کے خطرناک حملوں کا دفاع کر کے یہ ثابت کر دیا کہ جس مشن کو آپ لے کر آئے تھے وہ کوئی بے مقصد اور بے نتیجہ چیز نہ تھا۔ بلکہ دنیائے اسلام کے لئے نہایت مفید اور کار آمد تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو جہاد بالعمل جہاد بالمال اور جہاد بالقلم کی طرف بُلایا اور اپنی جماعت کو اس پر لگا دیا۔ اس کام نے مسلمانوں کی خودداری کو بڑھایا ان کی روایات کو تازہ کیا اور دنیا کی زندہ اقوام کے دوش بدوش لا کھڑا کرنے کے لئے راہ کی نشاندہی کی۔

واقعات کے ہوتے ہوئے جو شخص یہ کہے کہ مرزا صاحب نے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا اس سے بڑھ کر حقائق سے آنکھیں بند کرنے والا کون ہے؟ حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو اپنی مادی طاقت بڑھانے سے کبھی منع نہیں فرمایا۔ صرف دین کے لئے تلوار چلانے سے اس لئے منع فرمایا کہ اس زمانے میں حکومتِ وقت دین میں مداخلت نہیں کرتی تھی بلکہ مذہبی آزادی تھی۔ ہر قوم کے لوگ اپنے مذہبی اصولوں پر عمل کرنے میں آزاد تھے۔ ایسی صورت میں اسلام دوسروں کو تہ تیغ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاد بمعنی قتال تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے حضرت مرزا صاحب نے منع نہیں فرمایا **آپ نے تو صرف وقت اور مقام کے لحاظ سے اس وقت کے متحدہ ہندوستان میں جہاد بمعنی قتال کے ملتوی کرنے کا حکم دیا۔** چنانچہ تحفہ گولڑویہ کے آخر میں جہاد بمعنی قتال کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے صاف لکھا ہے۔

"وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذہ الزمن و ھذہ البلاد" یعنی جہاد کی شرائط اس زمانہ اور اس ملک میں نہیں پائی جاتیں۔ فی ھذہ البلاد سے یہ ثابت ہوگیا کہ دوسری جگہوں کے مسلمان

پھر اگر احمدی جہاد کے منکر ہوتے تو جماعت ربوہ کی مجلس مشاورت ۱۹۵۱ء میں یہ پاس نہ ہوتا :-

"اب حالات بالکل مختلف ہیں اب اگر پاکستان [illegible] کسی ملک کی لڑائی ہوئی تو حکومت کے ساتھ [illegible] پڑے گا اور حکومت کی تائید میں ہمیں جنگ کرنی پڑے گی (د) جیسے نماز فرض ہے اسی طرح دین کی خاطر ضرورت پیش آنے پر لڑائی کرنا بھی فرض ہے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت جماعت ربوہ [illegible])

جہاد کشمیر میں جماعت ربوہ کے خلیفہ ثانی کی طرف سے [illegible] کو اس لڑائی میں شریک ہونے کی ہدایت تھی۔ اگر بانی سلسلہ احمدیہ نے جہاد قطعی منسوخ قرار دیا ہوتا تو عملاً ان کا سربراہ کشمیر میں لڑائی کو جہاد قرار نہ دیتا اور نہ ہی احمدی اس میں شریک ہوتے۔

انگریزوں سے لڑائی نہ مول لینے کے فتوی میں دوسرے علماء اور رہنما بھی شامل ہیں۔

۱۔ حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید نے انگریزوں کے خلاف لڑنے سے انکار کیا } "جب تک پانی نہ ملے تو وضو کرنے کا حکم موقوف یعنی ملتوی رہے گا اور جب پانی ملے تو وضو کرنے کا حکم عود کر آئے گا۔ یہی صورت جہاد کے حکم کی ہے اور اسی وجہ سے شاہ احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم نے سکھوں سے جہاد بالسیف کیا لیکن انگریزوں سے نہیں لڑے اور ان سے جہاد نہیں کیا اور ان دونوں نے اپنے قول و عمل سے یہ واضح فرما دیا کہ انگریزوں سے لڑنا طرفین کا خون بلاوجہ بہانا ہے کیونکہ انگریز ہمارے مذہبی اور دینی امور میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کرتے لہذا ان کے ساتھ جہاد کرنے کی کوئی وجہ شرعی نہیں۔"

(ملاحظہ ہو سوانح احمد صفحہ ۷۱ - ۷۲ - ۱۲۲ مرتبہ مولوی محمد جعفر تھانیسری)

۲۔ سر سید کے مخالفین کا سب سے بڑا حربہ } "سر سید کے خلاف ان کے مخالفین کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ ساری عمر برطانوی سامراج سے دوستی اور رفاقت کا حق ادا کرتے رہے اور اپنی قوم کو بھی اس کے خلاف نبرد آزما ہونے سے باز رکھا۔" (طلوع اسلام دسمبر ۱۹۵۹ء)

ان حوالوں کے علاوہ دیگر علماء اور رہنماؤں کے بیانات ملاحظہ فرمائیے۔

۳۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کے چند اشعار جن میں گورنمنٹ برطانیہ سے عقیدت اور وفاشعاری کا ذکر ہے } ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں، اتفاق سے اس روز عید الفطر بھی تھی :-

آئی ادھر نشاط اُدھر غم بھی آ گیا + کل عید تھی تو آج محرم بھی آ گیا

کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے + اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے

اقلیم دل کی آہ شہنشاہ چل بسی + ماتم کدہ بنا ہے دل داغدار آج"

(باقیات اقبال صفحہ ۷۰ تا ۷۲)

پھر فرماتے ہیں :-

"اے ہند تیری چاہنے والی گذر گئی + غم میں تیرے کراہنے والی گذر گئی

بلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے + زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے

(باقیات اقبال، صفحہ ۸۹ - ۹۰)

پھر فرماتے ہیں :-

[illegible] اور [illegible] جو آشکارا اپنا + [illegible] ہو آج تاجدار اپنا

اس کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں کی + اسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا

اس سے عہد وفا ہندیوں نے باندھا ہے + اسی کے خاک قدم پر ہے دل نثار اپنا"

---

[illegible] بے غرض ہے [illegible] کی بے غرض [illegible] بے غرض ہے طاعت بھی بے غرض

[illegible] بے غرض [illegible] عقیدت بھی بے غرض

قائم ہے سلطنت آئین اس طرح + [illegible] سے تھا ہیں اسی طرح

(باقیات اقبال صفحہ ۲۱۶ تا ۲۲۹)

۴۔ مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور لکھتے ہیں } "اس مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان، مسلمان نہیں ہے۔"

(اخبار زمیندار لاہور ۱۱ر نومبر ۱۹۱۱ء)

"زمیندار اور اس کے ناظرین اور تمام وہ لوگ جو زمیندار لٹریری حلقۂ اثر میں داخل ہیں گورنمنٹ برطانیہ کو سایۂ خدا سمجھتے ہیں"

(زمیندار ۲۳ر نومبر ۱۹۱۱ء)

"ہمیں ہمارا پاک مذہب بادشاہ وقت کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ ہم کو سرکار انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں ہر قسم کی دینی اور دنیوی برکتیں حاصل ہیں۔ ہم پر از روئے مذہب گورنمنٹ کی اطاعت فرض ہے۔"

(زمیندار یکم نومبر ۱۹۱۱ء)

۵۔ مولانا کرم دین آف بھین (جہلم) } "امام مہدی ہماری دولت برطانیہ کا مقابلہ کیوں کریں گے جب کہ کروڑوں مسلمان اس حکومت میں آرام پا رہے ہیں"

(اخبار سراج الاخبار ۱۱ر جون ۱۸۹۴ء)

مولانا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدانخواستہ خونی امام مہدی حکومت برطانیہ کے عہد میں ہی ظاہر ہو جائیں اور ہمیں گورنمنٹ کے خلاف لڑنے کا حکم دیں تو مولانا اور ان کے ہمنوا ہرگز نہیں مانیں گے۔

۶۔ شیعہ مجتہد علی الحائری صاحب کا بیان } "ہم کو اس حکومت کے زیر سایہ رہنے پر فخر ہے یہ صفات جو اس حکومت میں پائی جاتی ہیں کسی دیگر حکومت میں نہیں پائی جاتیں لہذا ہر شیعہ کو صمیم قلب سے اس برٹش گورنمنٹ کا احسان مند اور شکر گذار رہنا چاہیئے۔" (موعظہ تحریف قرآن صفحہ ۶۷ - ۶۸ - اپریل ۱۹۲۳ء)

۷۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کا اعلان } "اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی مدد کرنا صریحاً غدر اور حرام ہے"

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۰۸/۲۸)

"اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے" (اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷)

"بھائیو اب سیف کا وقت نہیں رہا اب تو بجائے سیف

پھر اگر احمدی جہاد کے منکر ہوتے تو جماعت ربوہ کی مجلس مشاورت ۱۹۵۱ء میں یہ پاس نہ ہوتا :-

"اب حالات بالکل مختلف ہیں اب اگر پاکستان سے کسی ملک کی لڑائی ہوئی تو حکومت کے ساتھ ہو کر ہمیں لڑنا پڑے گا اور حکومت کی تائید میں ہمیں جنگ کرنی پڑے گی
(د) جیسے نماز فرض ہے اسی طرح دین کی خاطر ضرورت پیش آنے پر لڑائی کرنا بھی فرض ہے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت جماعت ربوہ ۱۹۵۱ء)

جہاد کشمیر میں جماعت ربوہ کے خلیفہ ثانی کی طرف سے جماعت کے لوگوں کو اس لڑائی میں شریک ہونے کی ہدایت تھی۔ اگر بانی سلسلہ احمدیہ نے جہاد قطعی منسوخ قرار دیا ہوتا تو عملاً ان کا سربراہ کشمیر میں لڑائی کو جہاد قرار نہ دیتا اور نہ ہی احمدی اس میں شریک ہوتے۔

انگریزوں سے لڑائی نہ مول لینے کے فتووں میں دوسرے علماء اور رہنما بھی شامل ہیں۔

**۱۔ حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے انگریزوں کے خلاف لڑنے سے انکار کیا** } "جب تک پانی نہ ملے تو وضو کرنے کا حکم موقوف یعنی ملتوی رہے گا اور جب پانی ملے تو وضو کرنے کا حکم عود کر آئے گا۔ یہی صورت جہاد کے حکم کی ہے اور اسی وجہ سے شاہ احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم نے سکھوں سے جہاد بالسیف کیا لیکن انگریزوں سے نہیں لڑے اور ان سے جہاد نہیں کیا اور ان دونوں نے اپنے قول و عمل سے یہ واضح فرما دیا کہ انگریزوں سے لڑنا طرفین کا خون بلاوجہ بہانا ہے کیونکہ انگریز ہمارے مذہبی اور دینی امور میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کرتے لہٰذا ان کے ساتھ جہاد کرنے کی کوئی وجہ شرعی نہیں۔"

(ملاحظہ ہو سوانح احمد صفحہ ۷۱-۷۲-۱۲۲ مرتبہ مولوی محمد جعفر تھانیسری)

**۲۔ سر سید کے مخالفین کا سب سے بڑا حربہ** } "سر سید کے خلاف ان کے مخالفین کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ ساری عمر برطانوی سامراج سے دوستی اور رفاقت کا حق ادا کرتے رہے اور اپنی قوم کو بھی اس کے خلاف نبرد آزما ہونے سے باز رکھا۔" (طلوع اسلام دسمبر ۱۹۵۹ء)

ان حوالوں کے علاوہ دیگر علماء اور رہنماؤں کے بیانات ملاحظہ فرمائیے :-

**۳۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کے چند اشعار جن میں گورنمنٹ برطانیہ سے عقیدت اور وفا شعاری کا ذکر ہے** } ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں، اتفاق سے اس روز عید الفطر بھی تھی :-

"آئی ادھر نشاط اُدھر غم بھی آ گیا + کل عید تھی تو آج محرم بھی آ گیا
کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے + اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے
اقلیم دل کی آہ شہنشاہ چل بسی + ماتم کدہ بنا ہے دلِ داغدار آج"

(باقیات اقبال صفحہ ۷۰ تا ۷۲)

پھر فرماتے ہیں :-

"اے ہند تیری چاہنے والی گذر گئی + غم میں تیرے کراہنے والی گذر گئی
ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے + زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے

(باقیات اقبال صفحہ ۸۹-۹۰)

پھر فرماتے ہیں :-

ہمائے اوج سعادت ہو آشکار اپنا + کہ تاج پوش ہوا آج تاجدار اپنا
اسی کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں کی + اسی کے نام سے قائم ہے اقتدار اپنا
اسی سے عہد وفا ہندیوں نے باندھا ہے + اسی کے خاک قدم پر ہے دل نثار اپنا

---

اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض + خدمت بھی بے غرض ہے اطاعت بھی بے غرض
عہد وفا و مہر و محبت بھی بے غرض + تخت نشینی سے عقیدت بھی بے غرض
قائم ہے حکومت آئین اس طرح + دبتا رہے چکور سے شاہیں اسی طرح

(باقیات اقبال صفحہ ۲۱۶ تا ۲۲۹)

**۴۔ مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور لکھتے ہیں** } "اس مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان، مسلمان نہیں ہے۔"

(اخبار زمیندار لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء)

"زمیندار اور اس کے ناظرین اور تمام وہ لوگ جو زمیندار لٹریری حلقۂ اثر میں داخل ہیں گورنمنٹ برطانیہ کو سایۂ خدا سمجھتے ہیں۔"

(زمیندار ۲۳ نومبر ۱۹۱۱ء)

"ہمیں ہمارا پاک مذہب بادشاہ وقت کی اطاعت کا حکم دیتا ہے [illegible] سرکار انگلشیہ کے سایۂ عاطفت میں ہر قسم کی دینی اور دنیوی برکتیں حاصل ہیں [illegible] ہم پر از روئے مذہب گورنمنٹ کی اطاعت فرض ہے۔"

(زمیندار یکم نومبر ۱۹۱۱ء)

**۵۔ مولانا کرم دین آف بھیں (جہلم)** } "امام مہدی ہماری دولت برطانیہ کا مقابلہ کیوں کریں گے جب کہ کروڑوں مسلمان اس حکومت میں آرام پا رہے ہیں۔"

(اخبار سراج الاخبار ۱۱ جون ۱۸۹۴ء)

مولانا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدانخواستہ کوئی امام مہدی حکومت برطانیہ کے عہد میں ظاہر ہو جائیں اور ہمیں گورنمنٹ کے خلاف لڑنے کا حکم دیں تو مولانا اور ان کے ہمنوا ہرگز نہیں مانیں گے۔

**۶۔ شیعہ مجتہد علی الحائری صاحب کا بیان** } "[illegible] رہنے پر فخر ہے یہ صفات جو اس حکومت میں پائی جاتی ہیں کسی دیگر حکومت میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا ہر شیعہ کو صمیم قلب سے اس برٹش گورنمنٹ کا احسان مند اور شکرگذار رہنا چاہیے۔" (موعظہ تحریف قرآن صفحہ ۶۷-۶۸ اپریل ۱۹۲۳ء)

**۷۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کا اعلان** } "اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی مدد کرنا صریحاً غدر اور حرام ہے۔"

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۹ نمبر [illegible])

"اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت بغاوت حرام ہے۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۶ [illegible] ۲۸۷)

"بھائیو اب سیف کا وقت نہیں رہا اب تو بجائے سیف

قلم ہی سے کام لینا ضروری ہوگیا ہے"
(اشاعۃ السنۃ جلد ۶ ۱۲ صفحہ ۳۶۵)

قارئین یہ وہی مولوی صاحب ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضرت میرزا صاحب کے خلاف غلط فہمیاں پھیلائیں اور تمام ہندوستان میں پھر کر دیگر مولویوں سے کفر کا فتویٰ لگوایا۔

**۸۔ مولانا شبلی نعمانی کا بیان** "مسلمان جس حکومت کے زیر سایہ رہیے اس حکومت کے وفادار اور اطاعت گذار رہیے بموجب تعلیم قرآن حدیث ۔ فقہ" (مقالات شبلی جلد اوّل ص۱۷۱)

**۹۔ مولانا سیّد نذیر حسین دہلوی کا فتویٰ** "جب کہ شرط جہاد معدوم ہے تو جہاد کرنا معصیت ہے ۔"
(فتویٰ نذیریہ جلد ۲ صفحہ ۴۷۲ — ۴۷۳)

(مجلس مشاورت کا حوالہ اور حوالہ جات ۱ تا ۹ جناب ابوقیصر آدم خاں صاحب فاضل کی کتاب "ختم نبوت اور تحریکِ احمدیت پر تبصرہ" سے نقل کئے گئے ہیں)

حوالہ جات مندرجہ سے قارئین نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ملتِ اسلامیہ کے ان راہنماؤں نے کس طرح حضرت میرزا صاحب سے بھی بڑھ کر انگریزوں سے جہاد کرنے کو غدر ۔ حرام اور معصیت قرار دیا اور کیسے انہوں نے انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرا لیکن کسی کو اس وقت ان کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں اور نہ ہوگی ۔ ہمارے پاس یہ حوالہ جات محفوظ ہیں ۔ جو چاہے دیکھ لے ۔

واضح رہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مطابق حدیث بخاری جنگوں والے جہاد کے ملتوی ہونے کا اعلان فرمایا ۔ کیونکہ انگریزوں سے پہلے پنجاب پر سکھوں کا قبضہ تھا ۔ سکھ مسلمانوں کو اذان تک نہیں دینے دیتے تھے ۔ مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے تھے ۔ ان کی مساجد ۔ مکاتب اور مدارس انہوں نے تباہ کر ڈالے تھے ۔ مسلمانوں پر عرصۂ حیات ایسا تنگ کر رکھا تھا کہ گویا مسلمان جہنم میں پڑے ہوئے تھے ۔ ایسی حالت میں انگریزوں کا پنجاب پر قبضہ ہوگیا اور انہوں نے مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی دے دی ۔ مسلمانوں نے امن اور سکھ کا سانس لیا ان کی جان میں جان آگئی اور انہوں نے انگریزوں کی آمد کو سایہ رحمت سمجھا ۔ جہاد بالسیف کی شرائط معدوم ہوگئیں ۔ اس لئے حضرت میرزا صاحب نے مطابق حدیث نبویؐ فرمایا کہ اب سے دینی لڑائی ہماری طرف سے ملتوی ہے یعنی ہم اس میں ابتداء نہیں کریں گے لیکن اگر **مخالفین اسلام نے کبھی مذہبی لڑائی چھیڑ دی تو جہاد کا حکم عود کر آئے گا ۔** جیسے کہ حضرت میرزا صاحب کی کتب کے مندرجہ بالا حوالہ سے ثابت ہوتا ہے ۔ جس وقت حضرت میرزا صاحب نے جہاد کے التوا کا اعلان کیا اس وقت کے تقریباً تمام چیدہ چیدہ علماء اسلام انگریزوں سے جہاد بالسیف کو حرام قرار دے رہے تھے ۔ جیسا کہ مندرجہ بالا علماء کے فتاویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ جہاد کے لئے شرائط ہوتی ہیں اور وہ شرائط موجود نہ تھیں ۔

حضرت میرزا صاحب کی جماعت جہاد کے معنی کو خوب سمجھتی ہے اور عملاً ہر احمدی مجاہد ہے کیونکہ وہ اشاعت اسلام کے لئے جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کے لئے ہر وقت ہمہ تن مصروف رہتا ہے اسی لئے ہمارے بزرگ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح قرآن مجید کو لے کر اطراف و اکنافِ عالم میں پھیل گئے انہوں نے تبلیغی مشن قائم کئے مسجدیں بنوائیں جن سے پانچوں وقت اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہوتا ہے ۔ لیکن زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے ان مجاہدین کو جہاد کے منکر اور کافر کہا جاتا ہے اور وہ جو کسی قسم کے عملی جہاد میں شریک نہیں انہیں پکا مسلمان اور مؤمن سمجھا جاتا ہے ۔ افسوس صد افسوس ۔

ع منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک بات حضرت میرزا صاحب کہیں تو وہ اور ان کی جماعت کافر اور قابل گردن زدنی ۔ مگر وہی بات جب دیگر علماء اور راہنمایانِ ملتِ اسلامیہ کہیں تو وہ پکے مسلمان اور جنت کے وارث ۔ کیا قرآنی عدل و انصاف کے دعویٰ کا یہی تقاضا اور منشاء ہے ۔ ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان ۔ سلسلہ احمدیہ پر الزام تراشی کرتے وقت خدا کے خوف اور تقوےٰ سے بے نیاز نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ذالکم خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون دنیا کے بجائے خدا اور اس کے رسول صلعم کی خوشنودی ہی حقیقی راہ نجات ہے ۔ وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ۔

وما علینا الا البلاغ

---

# ایک ضروری اعلان

(شاہد جاوید جنجوعہ سیکرٹری شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور)

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

شبان الاحمدیہ کی جملہ شاخوں کو اطلاع دی جاتی ہے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت حکیم الاُمت مولانا نورالدین اعظم ۱ کا وصال ہے ۔ احمدیت کے اس بطلِ جلیل کے شایانِ شان خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کی مجلسِ انتظامیہ نے مندرجہ ذیل موضوعات منظور کئے ہیں :—

۱۔ "حضرت حکیم الاُمتؓ کا مقام حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں"۔
۲۔ "حضرت حکیم الاُمتؓ کا عشقِ مسیح موعودؑ"
۳۔ "حضرت حکیم الاُمتؓ کی سیرت و کردار"

شبان الاحمدیہ کی تمام شاخیں حضرت [illegible] زندگی کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے کثرت سے [illegible] مجالس منعقد کریں ۔ اور اس کی رپورٹ برائے اشاعت [illegible] بھجوائیں ۔ مرکزی سطح پر بھی ایک اجلاس مؤرخہ ۳۱ مارچ بعد [illegible] لاہور میں منعقد کیا جائے گا ۔

پروگرام حسب ذیل ہے :—

صدارت : حضرت امیرِ قوم مولانا صدرالدین ایدہ اللہ تعالےٰ
مقررین : جناب مرزا محمد لطیف صاحب مبلغ انجمن ۔
جناب چودھری ناصر احمد صاحب ۔
جناب زاہد جنجوعہ
جناب منصور جاوید

۳۱ مارچ کے جلسہ میں احباب لاہور سے شرکت کی خصوصی استدعا ہے ۔

الداعی الی الخیر : شاہد جنجوعہ

# اِخلاقِ مُصطفٰے

## نظامِ مُصطفٰے کی کامیابی کا اصل راز

ہم جس دَور سے گذر رہے ہیں ۔ یہ ماڈرن جاہلیت کا دَور ہے۔ دولت، جنسی جذبہ اور اقتدار کی پرستش زوروں پر ہے۔ دورِ حاضر کا انسان شہوت پرست، غنڈہ یا خونخوار درندہ بن چکا ہے ۔ اور اس کے اس طرزِ عمل کو بعض مغربی مفکّرین کے غلط سائنسی نظریات نے مزید تقویت دی ہے ۔

ماڈرن جاہلیت کی اس تاریک رات کے بعد اسلام کے روشن دن کا آنا ضروری تھا۔ اسلام کے نام پر اور اسلام کی خاطر ایک مملکت پاکستان کا قیام اس طرف پہلا قدم تھا ۔ یہاں کے قوانین کو قرآن پاک اور سنّتِ رسُولِ مقبول صلعم کے مطابق ڈھالنے کے کام کا آغاز اِس سمت دوسرا اور اہم تر قدم ہے ۔ اس سے اس اسلامی انقلاب کا آغاز ہو گیا ہے جس کے لئے ہم سب چشم براہ تھے ۔ اب یہ ہم سب کا فرض اوّلین ہے کہ ہم اپنی ساری کوششیں اور ہمتیں اس انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے وقف کر دیں ۔

اس انقلاب کی کامیابی کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ سرکاری مشینری اس میں پُورا ساتھ دے اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب محبِ اسلام، دیانت دار، مخلص اور فرض شناس افسر کلیدی اسامیوں پر متعین ہوں ۔ اور وہ حصولِ مقصد کی لگن سے اپنا کام اَن تھک محنت اور بغیر کسی کی رُو رعایت کے سرانجام دیں ۔ اس میں تاخیر گوناگون مسائل کا باعث بن سکتی ہے اور بن رہی ہے ۔

دوسرا عوام کی طرف سے اس نظام کی پُر جوش حمایت ہو اور لوگ اپنی انفرادی زندگیوں میں اخلاق اپنائیں ۔ ہماری مجلس نے اپنے آپ کو اس دوسرے کام کے لئے وقف کر رکھا ہے ۔

حق تعالےٰ نے حضورؐ کی حیاتِ طیبّہ کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ فرمایا ۔ حضورؐ ہمارے لئے آئیڈیل ہیں ۔ اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنا کے ہم نے باقی دُنیا کے لئے نمونہ بننا ہے ۔ اَب قوم کو اس جہادِ اکبر کی ضرورت ہے جو اپنے نفس کے خلاف کیا جاتا ہے اور یہ وہ جہاد ہے جس میں غازی فتح کے ساتھ شہادت بھی پاتا ہے ۔ ہر لمحہ شہادت اور ہر لمحہ نئی زندگی بھی شہادتِ کبریٰ ہے ۔

بعض باتیں جو دورِ غلامی کا ورثہ ہیں ۔ انہیں اَب چھوڑ دینا چاہیئے ۔ مثلاً قانون کی خلاف ورزی پر فخر کرنا ۔ سرکاری اشیاء خورد بُرد کرنا ۔ فرض کا وقت چُرانا ۔ ٹی اے ڈی اے یا دوائیوں کے غلط بل وصول کرنا ۔ سرکاری ٹیلیفون یا سرکاری گاڑیاں ذاتی کام کے لئے استعمال کرنا ۔ وہ لوگ جو دینی کاموں کے

تاجروں کو بھی اصلاحِ احوال کی طرف توجہ دینی چاہیئے ۔ آج کل تجارت میں منافع کی کوئی حد ہے نہ بے ایمانی کی ۔ تاجروں ۔۔۔ میں اور حکومت مل کر منافع کی حد مقرر کریں اور پھر اسے سختی سے نافذ کریں ۔ ملاوٹ کرنے والوں کو بھی عبرتناک سزائیں دی جائیں ۔

بے ایمان تاجروں اور رشوت خور ملازموں کو یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ حرام کمائی غلاظت ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ اس کا تحفہ کبھی قبول نہیں فرماتے ۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں غلاظت ۔۔۔ لے جانا ۔ ان کی مزید ناراضگی کا سبب بنتا ہے ۔ جو لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ وہ حرام کمائی کا کچھ حصّہ نیک کاموں میں صرف کر کے اللہ تعالےٰ کو خوش کر سکتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں ۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اولاد کو حرام کمائی کھلانے سے ان کا مستقبل بنتا نہیں ۔ بلکہ بگڑتا ہے ۔ اس زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ۔ اس لئے اولاد کی خاطر حرام کمائی کرنے کی نہیں بلکہ اس سے بچنے کی ضرورت ہے ۔

حرام کمائی سے بچنے کے لئے رہن سہن میں سادگی اختیار کرنا ضروری ہے اس سے صحت بھی اچھی رہے گی ۔ بہت سی بیماریاں مرغن غذاؤں اور بار بار کھانے سے پیدا ہوتی ہیں ۔ کئی خطرناک بیماریاں تشویش سے جنم لیتی ہیں اور عام طور سے تشویش زیادہ پیسے والوں ہی کو رہتی ہے، یا انہیں جنہوں نے اپنے اخراجات زیادہ بڑھا رکھے ہوتے ہیں ۔ ہم سب کو عالی شان مکانوں اعلیٰ ڈیزائن کے سامانِ سجاوٹ اور شادی بیاہ پر بے تحاشا خرچ سے بچنا چاہیئے ۔ چراغاں پر ہی اتنی بجلی ضائع کر دی جاتی ہے، جس سے کئی صنعتیں چل سکتی ہیں ۔ اور تو اور، چائے سگرٹ اور پان پر ہی بیش بہا رقوم ضائع ہو جاتی ہیں ۔ جو لوگ انہیں چھوڑ نہیں سکتے وہ کم تو کر دیں ۔ اگر ایک شخص ایک سگرٹ ایک پان اور ایک چائے کی پیالی بھی کم کر دے تو لاکھوں کی بچت ہو سکتی ہے ۔

اعلیٰ سرکاری عہدے دار بالخصوص چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور ان کے ساتھی سیاسی لیڈر، دینی عالم، رُوحانی پیشوا اور دیگر سرکردہ حضرات اگر اس بارہ میں عملی ثبوت پیش کریں تو انشاء اللہ العزیز عوام پر اس کا اچھا اثر ہوگا ۔ مثلاً دعوتوں میں اور ایسے نجی دسترخوانوں پر ایک سے زائد کھانے فوراً منسوخ کئے جا سکتے ہیں ۔

منافقین کی سرگرمیوں پر بھی کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے ۔ انہوں نے ابھی سے بھانت بھانت کی بولیاں بولنی شروع کر دی ہیں ۔ کوئی کہتا ہے، اسلامی سزائیں بڑی سخت ہیں ۔ کوئی کہتا ہے کہ سُود کے بغیر کام نہیں چل سکتا ۔ یہ سزائیں اللہ تعالےٰ کی مقرر کردہ ہیں جو ارحم الراحمین ہیں ۔ حضورؐ نے انہیں نافذ فرمایا اور حضورؐ رحمۃ للعالمین ہیں ۔ ان سے زیادہ خلقِ خدا کے لئے ہمدرد اور کون ہو سکتا ہے ۔ پھر آخر جرم کرنا کیا ضروری ہے ۔ لوگ نہ جرم کریں نہ سزا پائیں ۔

تحریکِ "نظامِ مصطفٰےؐ" کے خلاف پروپیگنڈہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔ مقصد ذہنوں میں وسوسے اور شکوک پیدا کرنا ہے، تاکہ فکری یکجہتی ختم ہو اور عمل میں زور نہ رہے ۔ ہماری ایک اور کمزوری یہ ہے کہ ہم اپنے حقوق کا راگ بہت الاپتے ہیں ۔ مگر اپنی ذمّہ داریوں کی بات کبھی نہیں کرتے ۔ حالانکہ حقوق کا مطالبہ صرف اسی کو زیب دیتا ہے جو اپنی ذمّہ داریاں پُوری کرے ۔ ہم میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے سوا باقی سب صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا نمونہ بن جائیں ۔ اور اس بناء پر ہم ہر ایک کی عیب جوئی اور عیب گوئی کرتے نہیں تھکتے ۔ مگر اپنے گریبان میں کبھی منہ نہیں ڈالتے ۔ اپنا محاسبہ ضروری ہے ۔ انسان اپنے آپ کو خود بدلتا ہے ۔ حیوان کو لاٹھی سے سیدھے راستے پر چلایا جاتا ہے ۔

نظامِ مُصطفٰےؐ کے قیام سے صرف یہی مقصود نہیں کہ یہاں اسلامی تعزیری قوانین نافذ ہو جائیں ۔ بلکہ اس سے ایسا معاشرہ مقصود ہے، جس میں حضورؐ کے قائم کردہ مثالی معاشرہ کا رنگ ہو ۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے ۔ ہر ایک کی عزّت و آبرُو اور جان و مال محفوظ ہو ۔ ہر ایک کی بنیادی ضروریات پُوری ہوں ۔ ہر ایک کو آگے بڑھنے کے ایک جیسے مواقع ہوں ۔ قصّہ مختصر باہر سے آنے والا محسوس کرے کہ وہ نئی فضا میں آ گیا ہے ۔ ایسا معاشرہ خود اسلام کی حقانیت کا بیّن ثبوت ہوگا اور زبانی تبلیغوں سے بدرجہا موثر ثابت ہوگا ۔ ؎

اُٹھ کہ اَب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا آغاز ہے (اقبالؒ)

(بشکریہ نوائے وقت ۔ ۱۲ فروری ۱۹۷۸ء)

# حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پانچ خطبات

آج سے تقریباً تیس برس پہلے ایک محترم دوست نے حضرت ابوبکرؓ کے پانچ خطبات عربی سے اُردو میں ترجمہ کرکے ادارہ پیغامِ صلح کو برائے اشاعت بھیجے تھے جو نہایت سادہ اور دلنشین نصائح سے پُر ہونے کے باوجود اس قدر مختصر ہیں کہ موجودہ زمانہ کے بڑے بڑے مقررین کی لمبی لمبی تقریریں ان کے سامنے ہیچ نظر آتی ہیں۔ (ادارہ)

(۱)

بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ میں تمہارا اولوالامر بنایا گیا ہوں بجالیکہ مجھے اس کی خواہش نہ تھی۔ کئی بار دل میں تحریک ہوتی ہے کہ میری بجائے کوئی اور خلیفہ ہو اور میں اس بارِ گراں سے سبکدوش ہو جاؤں۔ طرزِ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر رکھنے کی تو مجھے قابلیت و طاقت نہیں کیونکہ وہ اللہ کے محبوب عبد تھے۔ جن پر وحی رسالت نازل ہوتی تھی۔ اس لئے وہ ہر امر میں کامیاب و بے عیب تھے۔ وحی خطا سے بچا لیتی تھی۔ میں تمہیں میں سے ایک فرد ہوں اور دل و دماغ تم ہی ایسا ہے۔ جب تم دیانت داری سے دیکھو کہ میں سیدھے رستے پر چل رہا ہوں تو میری امداد کرو۔ اگر بے راہ روی اختیار کروں تو سیدھی راہ بتا دو۔ اگر میں غصّے کی حالت میں کبھی از راہ بشریت ہو جاؤں تو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ تا میں تمہارے حقوق یا مال و جان پر کوئی زیادتی یا بے انصافی نہ کر بیٹھوں۔

(۲)

میں اللہ کی حمد کرتا اور اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ اے سننے والو میری تمہاری سب کی موت قریب ہے۔ دیکھو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ وحدہٗ لا شریک اور محمد مصطفےٰ اس کے رسول اور عبد ہیں۔

آپ کو اس نے اپنی توحید کی شہادت اور طاعت سے روگردانی پر خوف دلانے کے لئے بھیجا اور سراجِ منیر بنایا تا ایمان والے کو بشارت اور کافر پر اتمام حجّت ہو۔ جس نے اللہ رسول کی بات مانی رشد و سعادت پائی۔ جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ قرار پایا اور ہلاک ہوا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اس کو اپنی سپر بناؤ۔ اس کے احکام مانو تا فلاح پاؤ۔ ہدایت کے لئے شریعت بخشی۔ اولوالامر کی اطاعت واجب ہے جو اپنے فرائض کو ادا کرے گا۔ نجات پائے گا۔ نفس کی پیروی میں تباہی ہے۔ لالچ اور بے جا غصّے سے بچو۔ فخر و خیلاء ہرگز نہ کرو۔ کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے اور بالآخر بھی خاک ہو جانے والا ہے۔ پس فخر زیبا نہیں۔ آج زندہ ہو کل مُردہ۔ پس جو کچھ ہو سکے آج ہی کر لو۔ اور صبر و استقلال سے کام لو۔ کہ خوش انجام استقامت پر موقوف ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت کے نزول کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے حصول میں کوشاں رہو۔ گذشتہ اقوام کے حالات تمہاری عبرت کے لئے فرما دیئے ہیں۔ ان سے سبق لو۔ کتاب اللہ میں حرام و حلال کو کھول کر بتایا ہے اور اچھے بُرے کام میں تمیز و امتیاز کا طریق مبرہن ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسے کسی کے ساتھ قرابت نہیں۔ بغیر اس کی اطاعت کے نجات ناممکن ہے۔ وہ خیر در اصل خیر (بھلائی) نہیں جسکے بعد جہنّم ہو۔ اور وہ بُرائی بُرائی نہیں جس کے بعد نعیم جنّت ہو۔ اللہ تم سب کو اعمالِ حسنہ کی توفیق دے۔ میں اپنے لئے اور تم سب کے لئے استغفار کرتا ہوں۔

(۳)

میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اور اس سے مغفرت چاہتا ہوں۔ اس پر صدقِ دل سے ایمان لاتا ہوں۔ اور اس پر توکّل کرتا ہوں۔ میں پناہ مانگتا ہوں گمراہی اور ارتداد سے۔ اور ریب سے۔ وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے۔ جسے چاہے عزّت دے جسے چاہے ذلّت دے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے اپنے رسول محمد مصطفےٰ کو ہماری ہدایت کے لئے سچا دین دے کر بھیجا۔ تا وہ سب ادیان پر غالب ہو گو مشرکین کو یہ بات ناگوار ہی رہے۔ وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت اور برکت ہیں۔ تم دیکھو کہ زمانۂ جاہلیت میں کیسے اندھیروں میں تھے۔ اور اب اسلام کی وجہ سے روشنی میں آئے ہوئے اور نور سے حِصّہ لے رہے ہو۔ تمہارے دل جو متفرق تھے ایک دوسرے سے مل گئے۔ تم جہنّم کے کنارے پر تھے۔ اللہ نے اپنی رحمت سے ایک دستگیر کے ذریعہ بچا لیا۔ جو شخص اللہ اور رسول اطاعت احکام و ارشادات کرے گا۔ نجات و جنّات پائے گا۔ اللہ کو ہر کام میں حاضر و ناظر سمجھو۔ اس کی عظمت کا خیال رکھو۔ سچائی کو کبھی نہ چھوڑو۔ کیونکہ جھوٹ میں بھلائی نہیں۔ جو جھوٹا ہے وہ فاجر ہے اور اس کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ عمل کرو عمل۔ آج جیتے ہو کل مردہ۔ یہ یقین رکھو کہ ایک روز خدا کے حضور حاضر ہوں کے حضور حاضر ہوں گے۔ اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس وقت کے لئے تیاری کر لو کہ پھر اوّلین و آخرین کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔

(۴)

میں تمہیں اس بات کی وصیّت کرتا ہوں کہ اللہ کے جاہ و جلال سے ڈرو۔ اور جس قدر ہو سکے اس کی حمد و ثنا میں رطب اللسان رہو۔ جس تعریف کا وہ حق دار ہے۔ اس کو بجا لاؤ۔ اس سے ہاں اسی سے سوال کرو مگر خشوع و خضوع سے۔ اللہ نے زکریا اور اس کے اہل کو سراہا اور فرمایا انھم کانوا یسارعون فی الخیرات و یدعوننا رغباً و رھبا وکانوا لنا خاشعین۔ یاد رکھو اللہ تعالےٰ کے حقوق ہر نفس سے وابستہ ہیں۔ جن سے ادا کرنے کا عہدِ میثاق لیا جا چکا ہے۔ تمہارے قلیل اور مٹنے والے عمل پر بہت زیادہ اور ہمیشہ رہنے والا اجر مقدّر ہے۔ تمہاری ہدایت کے لئے اس کی کتاب قرآن مجید ہے۔ اس کی روشنی زائل نہ ہوگی نہ اس کا نور بجھے گا۔ اس پر ایمان لاؤ۔ اس سے ہدایت پاؤ۔ جو تاریکی چھا رہی ہے اس کے لئے روشنی تیار کرو۔ اس نے تم کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور کراماً کاتبین مؤکل ہیں۔ وہ محفوظ کرتے جاتے ہیں جو کہ تم کرتے اور کہتے ہو۔ زندگی موت کے لئے ہے۔ نا معلوم کب اجل آ جائے۔ پس اس کے وارد ہونے سے پہلے بروقت اپنے عمل درست رکھو۔ ورنہ نتیجہ بُرا بھگتنا پڑے گا۔ تم سے پیشتر جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اور اپنی زندگی لہو و لعب میں گذاری اپنے کئے کی سزا پائی تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تم ان کی مثل نہ ہو اور اپنی نجات کی فکر ابھی کر لو۔ وفقکم اللہ وایانا انہ جواد کریم۔

(۵)

اللہ تعالےٰ کے حضور وہی عمل مقبول ہیں جو خالص اسی کی فرمانبرداری میں کئے گئے ہوں۔ یہی ایک ذخیرہ ہے جو اس فانی زندگی میں جاودانی حیات کے لئے جمع کرتے ہو۔ وہاں جا کر اس کی سخت ضرورت ہوگی۔ جو شخص مر گیا اس کے حالات پر غور کرو اور عبرت پکڑو کہ اس نے دولت کمائی فتوحات حاصل کیں۔ آخر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہی ملکِ بقا ہوا۔ اب اسکی ہڈیاں بھی باقی نہیں۔ لوگ تو کیا خود اسکی اولاد میں سے اس کا نام بھی بھول گئے۔ تمہارے اپنے بھائی بھتیجے قرابت والے جب اپنی زندگی کے دن پُورے کر چکے تو چل دیئے

# میاں محمود احمد صاحب کا دعویٰ مُصلح موعُود

## حضرت مسیح موعُود اور جماعت ربوہ کی تحریرات کی روشنی میں

(از مکرم جناب محمد انور ملہی صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل عُمر ۱۸۸۶ء میں جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان خوشخبری ملی تو آپ نے اسی سال ۲۰ر فروری کو ایک اشتہار کے ذریعے موعود لڑکے کی بابت پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔ جماعت ربوہ چونکہ میاں محمود احمد صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق سمجھتی ہے اس لئے وہ ہر سال اِسی نسبت سے ماہ فروری میں اجتماعات منعقد کرتی ہے۔ جن میں مقررین اپنے "خلیفہ ثانی" اور "مصلح موعود" کے کارناموں پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جماعت کے اخبارات اور رسائل اس موقع پر خصوصی مضامین بھی شائع کرتے ہیں۔

موعُود لڑکے کے متعلق جماعت احمدیہ لاہور کی جانب سے بھی وقتاً فوقتاً مضامین اور ٹریکٹ شائع ہوتے رہے ہیں، جن میں بدلائل قویہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے موعود لڑکے کا جن اوصاف اور خوبیوں کا حامل ہونا بیان فرمایا ہے وہ میاں محمود احمد صاحب میں نہیں پائی جاتیں اور یہ کہ موعود لڑکے کا ظہور دیر سے ہوگا جو آپ کی رُوحانی اولاد ہوگا۔

جماعت ربوہ نے ایک کتاب "تذکرہ" شائع کی ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات، رؤیا اور کشوف کا مجموعہ ہے۔ کتاب مذکور کا تیسرا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ خاکسار کتاب کے اس ایڈیشن، حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور جماعت ربوہ کے دوسرے لٹریچر سے حوالہ جات پیش کر رہا ہے۔ اُمید ہے ان کے مطالعہ سے قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ ہوگا نیز وہ جان سکیں گے کہ میاں محمود احمد صاحب اپنے اقوال اور اپنی جماعت کے لٹریچر کے رُو سے بھی دعویٰ "مصلح موعودؑ" میں سچے ثابت نہیں ہوتے۔

اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے قریباً چار ماہ بعد حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک مکتوب مؤرخہ ۸ر جون ۱۸۸۶ء میں مولانا نورالدینؓ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب تک قیاسی طور پر میرا خیال تھا کہ وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات پر ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑیگا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔"

اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"ان دِنوں اتفاقاً نئی شادی کے لئے دو شخصوں نے تحریک کی تھی مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب مِلا کہ اس کی قسمت میں ذلّت و محتاجگی و بے عزتی ہے اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو اور دوسری کی نسبت اشارہ ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت و صاحب سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی ہے۔ وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ پارسا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔" (تذکرہ صفحہ ۱۴۳، ۱۴۲)

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۸۸۶ء میں اور اس کے بعد کوئی شادی نہیں کی اور ۱۸۸۴ء میں جس بیوی سے ان کی شادی ہوئی اس سے (خط مذکورہ کے مطابق) موعود لڑکے کی پیدائش پر شُبہ ظاہر کیا۔ چنانچہ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو میاں محمود احمد صاحب کی ولادت ہوئی تو گو ان کا نام تفاول کے طور پر بشیرالدین محمود رکھا مگر فرمایا:۔

"ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کُھلا کہ یہی لڑکا مُصلح موعُود اور عُمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے"

(تذکرہ صفحہ نمبر ۱۶۶)

بعد کی کوئی تحریر ایسی نہیں جس میں حضرت صاحب نے اس لڑکے کو موعود لڑکا قرار دیا ہو ہاں البتہ میاں محمود صاحب نے خود اپنے آپ کو موعود لڑکے سے متعلق حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کا مصداق ٹھہرایا اور ایسا دعویٰ اُنہوں نے وحی کی بُنیاد پر نہیں بلکہ ایک رُویا کی بناء پر ۲۸ر جنوری ۱۹۴۴ء کو کیا جب ان کی عمر ۵۵ سال ہو چکی تھی (صفحہ نمبر ۳۴ رسالہ خالد ماہ دسمبر ۱۹۶۴ء)۔ جبکہ موعود لڑکے کے متعلق لکھا ہے "وہ قرب اور وحی سے مخصوص کیا جائے گا" (الوصیت)۔ گویا میاں صاحب کو ۵۵ سال کی عُمر تک وحی آنا شروع نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اس عمر میں حضرت مسیح موعودؑ پر نزول وحی کا سلسلہ بڑے زور سے جاری تھا۔

میاں محمود احمد صاحب نے دعویٰ "مصلح موعودؑ" کے بعد بمقام لاہور ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا:۔

"اگر دُنیا کسی وقت دیکھ لے کہ میرے ماننے والوں پر میرے انکار کرنے والے غالب آ گئے تو تم بے شک سمجھ لو کہ میں ایک مفتری تھا۔" (صفحہ ۳۵ رسالہ خالد دسمبر ۱۹۶۴ء)

۱۹۷۴ء کے واقعات کے بعد جماعت ربوہ کی پاکستان میں مغلوبیت سے میاں صاحب کی حیثیت کو جاننے میں کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ ممکن ہے اس جماعت کے لوگوں کو اصرار ہو کہ وہ مغلوبیت کی حالت میں نہیں تو پھر وہ اتنا بتا دیں کہ وہ کونسی حالت تھی جس نے ان کے ایک سرکردہ ممبر چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کو ۱۹۷۴ء میں دنیا بھر کی انسانی حقوق سے متعلق انجمنوں کو اپیل کرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ پاکستان میں جماعت ربوہ کے لوگوں کے تحفظ کی خاطر اپنا اثر و رسُوخ استعمال کریں۔

۱۹۷۴ء میں جو ترمیم آئین میں کی گئی اور جس کی زد سے جماعت ربوہ اور جماعت احمدیہ لاہور کے لوگوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دیا گیا اس پر جماعت ربوہ کے لوگوں کو گلہ ہے کہ انہیں باوجود کلمہ گو ہونے کے غیر مُسلم اقلیت قرار دیا گیا، جو ان کے نزدیک غیر اسلامی بات ہے یقیناً قومی اسمبلی کا آئین میں ترمیم کر کے احمدیوں کو غیرمسلم قرار دینا ایک غیر اسلامی فعل ہے۔ مگر جماعت ربوہ کے لوگوں کو اپنے "خلیفہ ثانی" و "مصلح موعودؑ" کی وہ تحریر شاید یاد نہیں رہی جس میں وہ ایسے ہی ایک فعل کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ ان کی کتاب "آئینہ صداقت" کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے:۔

"وہ تمام مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سُنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

اب یہ لوگ بتائیں کہ اس تحریر کی رُو سے ایسے کلمہ گوؤں کی کیا حیثیت

رہ گئے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تو قائل ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ کو مسیح موعود نہ جانتے ہوئے ان کی جماعت میں شامل نہیں ہوئے۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں :۔

"اگر کوئی شخص بطور افتراء کے نبوت اور مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ کرے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانۂ نبوت کے مانند ہرگز زندگی نہیں پائیگا۔"

(تذکرہ صفحہ نمبر ۳۹۹)

یعنی ۲۳ سال بعد دعوےٰ زندہ رہنا ضروری ہے۔

تذکرہ کے صفحہ ۵۷۸ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیا کا ذکر ہے جو اس طور پر ہے :۔

"فرمایا "چند روز ہوئے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو رؤیا میں دیکھا پہلے کچھ باتیں ہوئیں پھر خیال آیا یہ تو فوت شدہ ہیں، آؤ ان سے دُعا کرائیں۔ تب میں نے ان کو کہا کہ آپ میرے واسطے دُعا کریں کہ میری اتنی عمر ہو جائے کہ سلسلہ کی تکمیل کے واسطے کافی وقت مل جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا "تحصیلدار" میں نے کہا۔ یہ آپ غیر متعلق بات کرتے ہیں۔ جس امر کے واسطے میں نے آپ کو دُعا کے واسطے کہا ہے۔ آپ وہ دُعا کریں تب انہوں نے دُعا کے واسطے سینے تک ہاتھ اُٹھائے مگر اُونچے نہ کئے اور کہا "اکیس" میں نے کہا کھول کر بیان کرو۔ مگر انہوں نے کچھ کھول کر بیان نہ کیا۔ اور بار بار اکیس اکیس کہتے رہے اور پھر چلے گئے۔"

اکیس کے عدد کو میاں صاحب پر چسپاں کرتے ہوئے مرتب کتاب "تذکرہ" لکھتے ہیں :۔

"۱۹۴۴ء سے ٹھیک اکیس سال بعد حضور (میاں صاحب) کا وصال مُبارک ہوا اور لفظاً لفظاً خدا تعالےٰ کی بات پُوری ہوئی۔"

یعنی ۱۹۴۴ء میں دعوےٰ "مصلح موعودؑ" کے اکیس سال بعد دُنیا سے اُٹھا لئے گئے اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے اس فتوےٰ کے مطابق جس کا اُوپر ذکر آچکا ہے۔ مفتری ثابت ہوئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وہ اہلیہ جن کے بطن سے میاں محمود احمد پیدا ہوئے ان سے کچھ اور لڑکے بھی ہوئے۔ جن میں سے کسی کا نام بشیر احمد کسی کا شریف احمد، کسی کا محمود اور کسی کا مبارک احمد رکھا کہ ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی موعود لڑکا ہو مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت ربوہ کے لوگ حضرت صاحب کے ہر لڑکے کو تفاول کے طور پر رکھے گئے نام سے ظاہر اوصاف اور خوبیوں کا مالک بنا بیٹھے ہیں، ایک لڑکے میاں بشیر احمد کو قمر الانبیاء لکھتے ہیں اور میاں محمود صاحب کو فخر رسل کہتے ہیں۔ درحقیقت ان الفاظ میں مصلح موعود کے مقام کی طرف اشارہ ہے۔ مصلح موعود کے کئی نام الہاماً حضرت مسیح موعودؑ کو بتلائے گئے ہیں۔ مثلاً موسےٰ۔ یوسف۔ فضل عمر۔ بشیر۔ شاہد۔ چراغ دین۔ شادی خاں بشیر الدین محمود۔ ناصر الدین۔ بشیر الدولہ وغیرہ وغیرہ۔ اس لڑکے کی نسبت حضرت صاحب کو یہ شعر الہاماً بتایا گیا :

اے فخرِ رُسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہٖ ز راہِ دُور آمدہٖ

ظاہر ہے اس شخص پر ہی الفاظ "فخرِ رسل" صادق آ سکتے ہیں جو قمر الانبیاء کہلانے کا مستحق ہو۔

موعود لڑکے کا ایک نام حضرت صاحب کو عالم کباب بتایا جس کی تشریح حضرت صاحب نے یوں فرمائی :۔

"عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک وہ اپنی بُرائی بھلائی شناخت کرے۔ دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

(تذکرہ صفحہ نمبر ۶۲۲)

ایسے واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے متعلق حضرت صاحب کے یہ اشعار بھی شہادت دے رہے ہیں :۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا + جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا + دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے۔ اک دل کی غذا دی + فسبحان الذی اخزی الاعادی
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت + کہ یاد آ جائے گی جس دن قیامت
مجھے یہ بات مولا نے بتادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اس کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ سے منسوب ذیل کی پیشگوئی کا ذکر عین مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو تذکرہ کے صفحہ نمبر ۷۹۹ پر درج کی گئی ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں :۔

"خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا اور فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جُدا ہو جائیں گے۔ پھر خدا تعالےٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے اور فتنہ پرداز ہیں وہ کٹ جائیں گے اور دُنیا میں ایک حشر برپا ہوگا اور وہ اول الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ[1] صاحب! اس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ اس پیشگوئی میں جس طرح کی جنگ کا نقشہ کھینچا گیا ہے وہ میاں محمود احمد صاحب کی زندگی میں نہیں ہوئی ویسے تو ۱۹۱۴ء کے بعد دو عالمی جنگیں ہوئیں مگر ان میں سے کسی کا مرکز ملک شام نہ تھا اور نہ ہی ان عالمی جنگوں کے دوران شریک ملکوں کی رعایا باہم متصادم ہوئیں۔ نیز کوئی خاص امر ظاہر نہ ہوا جس سے جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں کے درمیان بیّن طور پر فیصلہ ہُوا ہو کہ کونسا فریق حق پر تھا جبکہ موعود لڑکے کے ہاتھوں اس اہم کام کا سرانجام پانا از حد ضروری ہے۔ وہ محض قیل و قال سے کام لینے والا نہیں ہو سکتا بلکہ خدا تعالےٰ کی خاص تائید اور فضل اس کے شامل حال ہونا ہے جیسا کہ موعود لڑکے کی بابت پیشگوئی میں لفظ عمانوایل کا تقاضا ہے جس کے معنے ہیں "خدا ہمارے ساتھ ہے۔" علاوہ ازیں کوئی بادشاہ یا سربراہ مملکت جنگ کے اختتام پر جماعت ربوہ میں شامل نہ ہُوا حالانکہ پیشگوئی کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ایک سے زیادہ بادشاہ جماعت میں شمولیت اختیار کریں گے۔ اور حضرت صاحب کی ایک تحریر

---

[1] یعنی صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی

کے مطابق وہ چھ سات سے کم نہیں ہو سکتے (تذکرہ صفحہ نمبر ۱۰-۱۱)

موعود لڑکے کا ایک نام حضرت صاحب کو فضل عمر بتایا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا فضل جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شاملِ حال ہوا یعنی روحانی اور ظاہری دونوں رنگوں میں خلعت خلافت سے نوازا گیا ویسا ہی فضل اس لڑکے کے شامل حال ہوگا اور موعود لڑکے کی بابت پیشگوئی میں الفاظ "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت صاحب کے ایک رؤیا سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے فرماتے ہیں :-

"شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے - اور دو آدمی اس کے پاس کھڑے ہیں - ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ "وہ بادشاہ آیا" دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔"
(تذکرہ صفحہ ۷۹۱)

سبھی جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کے اس خواب کی ان کے بیٹے میاں شریف احمد کے ذریعہ سچائی ظاہر نہیں ہوئی - دراصل اس رؤیا میں بھی موعود بیٹے کی شان و شوکت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے - جس کے متعلق لکھا ہے - "وہ صاحب عظمت اور دولت ہوگا"۔ نیز ایک الہام حضرت صاحب کا یہ بھی ہے کہ :-

"عنقریب ایک ملکِ عظیم اس کو دیا جائے گا"

حضرت مسیح موعود نے موعود لڑکے سے بڑی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں - خدا تعالےٰ نے اس کو حضرت صاحب کے لئے فتح اور ظفر کی کلید قرار دیا تھا - اس کے ذریعہ دینِ اسلام کی حقانیت ثابت ہو کر اس دین کو دیگر ادیان پر غلبہ حاصل ہونا تھا - زمین والوں کو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی حاصل ہونا تھی ممالک دنیا کے آئینوں میں بنیادی تبدیلیاں آنا تھیں - اسیروں کو رستگاری حاصل ہونا تھی - زمین کے کناروں تک اسے شہرت پانا تھا - اور اقوام عالم کو اس کی ذات سے برکت و فیض ملنا تھا - غرض اس کے ہاتھوں اتنی بڑی بڑی تبدیلیاں اور اصلاحات رونما ہونا تھیں کہ جیسے زمین و آسمان نئے ہو گئے ہوں - یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب کی عمر بھر یہ خواہش رہی کہ موعود بیٹا ان کی زندگی میں ظاہر ہو جائے - اپنے احباب کو دُعا کے لئے کہتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد وہ موعود لڑکا عطا کرے - (دیکھئے تذکرہ صفحہ ۷۶۴)

میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھوں کونسی فتح و نصرت حضرت صاحب کے مشن کو ملی ؟ دینِ اسلام کو کیسا غلبہ نصیب ہُوا - اقوام عالم کو ظاہری و باطنی رنگ میں کونسا فیض آپ کی ذات سے حاصل ہُوا نظامہائے زندگی میں کونسی اصلاحات ہوئیں اور کہاں کے اسیروں کو رستگاری ملی ؟ دنیا بھر میں کس قدر شہرت انہوں نے پائی ؟ یہ ایسے اہم سوالات ہیں جو اہلِ ربوہ کی توجہ کے مستحق ہیں۔

جماعت ربوہ میں عالم - زیرک اور سمجھدار لوگ بھی ہیں انہیں ضرور ان امور پر غور کرنے کے بعد اپنے دل میں یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے اس تجزیہ کی روشنی میں کس مقام پر کھڑے ہیں -

---



# جَلسہ عِید میلاد النّبی

عجب نوریست در جانِ محمدؐ + عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش + محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

احباب کرام - السّلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

آپکو بخوبی علم ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو عالم اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس دن نبیوں کے سردار، فخرِ موجودات، شافع محشر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم خاکی پر ظہور ہوا - اس مبارک موقع پر آنحضور صلعم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنا - ہماری جماعت کی شاندار روایات کا ایک تابناک حصہ ہے - چنانچہ اسی غرض کے پیش نظر مرکزی انجمن نے جامع احمدیہ واقع احمدیہ بلڈنگس میں مؤرخہ ۱۷ مارچ بروز جمعۃ المبارک ایک جلسہ کا اہتمام کیا ہے - جس کی ابتداء خطبہ جمعہ سے ہوگی - نماز کے بعد بحسبِ ذیل پروگرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر ایمان افروز اور رُوح پرور تقاریر ہوں گی - جلسہ نمازِ عصر تک جاری رہے گا - بعد از نمازِ عصر احباب کی تواضع چائے و بسکٹ سے کی جائے گی -

آپ سے گذارش کی جاتی ہے کہ آپ اس مُبارک جلسہ میں معہ اپنے عزیز و اقارب اور غیر از جماعت دوستوں کے جوق در جوق شمولیت فرمائیں اور حضور صلعم سے اپنی والہانہ محبت اور جوشِ ایمانی کا عملی ثبوت پیش کریں اور اس بات کو کبھی فراموش نہ کریں کہ آپ نے حضرت مجدّد زمانؑ سے "دین کو دُنیا پر مقدم" رکھنے کا عہد کر رکھا ہے - جس کے تحت شمعِ محمدیؐ کو چاردانگ عالم میں فروزاں رکھنا آپ کا مقصدِ حیات ہونا چاہیئے - آپ کے لئے یہ امر باعث مسرت ہوگا کہ سیرت النبی کے جلسوں کی ابتداء بھی ہماری جماعت نے ہی کی تھی - جو ہر سُو بہت مقبول ہوئی - آج اسی کی تتبع میں تمام اسلامی فرقے سیرت النبی صلعم پر جلسے کرتے ہیں - پروگرام جلسہ :-

| | |
|---|---|
| تلاوت قرآن کریم | مولانا شفقت رسُول صاحب |
| حضرت مجدّدِ زمانؑ کا نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کائناتؐ | زاہد جنجوعہ صاحب |
| پاک محمد مُصطفےٰ نبیوں کا سردار - - | مولانا مرزا محمد لطیف صاحب شاہد |
| مقامِ محمد مُصطفےٰ حضرت مجدّدِ زمانؑ کی نگاہ میں | میاں بشارت احمد بقا - بی اے |
| "محسنِ انسانیت" - - - - - | مکرّم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب |

خاکسار : بشارت احمد بقا
افسر تبلیغ ، جائنٹ سیکرٹری - احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

**ضروری تصحیح** } مولانا عبدالحق ودیارتھی نمبر صفحہ ۱۶ سطر نمبر ۹ میں ولکل اُمّۃ ھاد کی بجائے ولکلّ قومٍ ھاد پڑھا جائے۔

---


احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد پبلشر نے دفتر پیغامِ صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور نمبر ۷ سے شائع ہوا -
(چیف ایڈیٹر : ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور ——— مؤرخہ ۸ / مارچ ۱۹۶۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۱۰


ٹکٹ

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۷۸ء | نمبر ۱۱

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## کشف اور وحی میں فرق

(بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ)

لیکن وحی ایسی شئے ہے جو کہ اس سے بدرجہا بڑھ کر صاف ہے اور اس کے حاصل ہونے کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ کشف تو ایک ہندو کو بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایک دہریہ بھی جو خدا تعالےٰ کو نہ مانتا ہو وہ بھی اس میں کچھ نہ کچھ کمال حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن وحی سوائے مسلمان کے دوسرے کو نہیں ہو سکتی یہ اسی اُمت کا حصّہ ہے کیونکہ کشف تو ایک فطرتی خاصہ انسان کا ہے اور ریاضت سے یہ حاصل ہو سکتا ہے خواہ کوئی کرے کیونکہ فطرتی امر ہے۔ جیسے جیسے کوئی اس میں مشق اور محنت کرے گا ویسے ویسے اس پر اس کی حالتیں طاری ہوں گی اور ہر ایک نیک و بد کو رویاء کا ہونا اس امر پر دلیل ہے۔ دیکھا ہو گا کہ سچی خوابیں بعض فاسق فاجر لوگوں کو بھی آ جاتی ہیں پس جیسے ان کو سچی خوابیں آتی ہیں ویسے ہی زیادہ مشق سے کشف بھی ان کو ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ حیوان بھی صاحب کشف ہو سکتا ہے۔ لیکن الہام یعنی وحی الٰہی ایسی شئے ہے کہ جب تک خدا تعالےٰ سے پوری صلح نہ ہو اور اس کی اطاعت کے لئے اس نے گردن نہ رکھ دی ہو تب تک وہ کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ نزولِ وحی کا صرف ان کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں مستقیم ہیں اور وہ صرف مسلمان ہی ہیں۔ وحی ہی وہ شئے ہے کہ جس سے انا الموجود کی آواز کان میں آ کر ہر ایک شک شبہ ایمان کو نجات دیتی ہے اور بغیر جس کے مرتبہ یقین کامل کا انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن کشف میں یہ آواز کبھی نہیں سُنائی دیتی اور یہی وجہ ہے کہ صاحب کشف ایک دہریہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن صاحبِ وحی کبھی دہریہ نہیں ہو گا۔

اِس مقام پر حضرت نورالدین صاحب حکیم الامۃ نے عرض کی کہ حضور سائل کا منشاء یہ ہے کہ یہ خواہش کسی طرح دل سے دُور ہو جاوے۔

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب نے فرمایا۔

ان کے دل میں کشف کی جو عظمت بیٹھی ہوئی ہے جب تک وہ دُور نہ ہو گی تو علاج کیسے ہو گا۔ اسی لئے میں فرق بیان کر رہا ہوں۔ ہمارے ہاں ایک چوڑھی (خاکروبہ) آتی ہے وہ بھی سچی خوابوں کا ایک سلسلہ بیان کیا کرتی ہے لیکن اس سے اس کا عنداللہ مقرب ہونا یا صاحب کرامت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک مسلمان کا کشف جس قدر صاف ہو گا اسی قدر غیر مسلم کا ہرگز صاف نہ ہو گا کیونکہ خدا تعالےٰ ایک مسلم اور غیر مسلم میں تمیز رکھتا ہے اور فرماتا ہے

### قد افلح من زکّٰھا

لیکن وحی کو کشف نہیں پا سکتا۔ یہ وحی کی ہی قدر ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے ارادہ سے اس کے لئے ایک شخص کو انتخاب کرتا ہے اور شرفِ مکالمہ بخشتا ہے اور ہر میدان میں اس کا حافظ و ناصر ہوتا ہے اور صاحب وحی کے تعلقات دن بدن خدا تعالےٰ سے قائم ہوتے اور بڑھتے جاتے ہیں اور ایمان میں غیر معمولی ترقی روز مشاہدہ کرتا ہے۔

البدر جلد ۴ نمبر ۸ صفحہ ۲ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۵ء

---

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم — اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

مکتوب از مانچسٹر
جناب ناصر احمد صاحب

# درویش صفت عالم بے مثل کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت[1]

کافی عرصہ سے سوچ رہا تھا کہ مانچسٹر میں اپنے احباب کی سرگرمیوں سے متعلق کچھ لکھوں۔ لیکن مصروفیت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔ وقت اتنا تیزی سے گذر جاتا ہے کہ کچھ سمجھ نہیں آتی۔ انسان سوچتا ہے کہ ایسے کام اتوار کو ذرا سکون سے کرے گا۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اتوار کو اتنے کام اکٹھے ہو جاتے ہیں کہ سب کام ختم نہیں ہو پاتے۔ گذشتہ چند مہینوں میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور محترم مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب مانچسٹر آئے۔ ڈاکٹر صاحب کا ورود نہایت مختصر رہا۔ کیونکہ ان کے پروگرام کا پہلے سے علم نہ تھا اس لئے سب کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کا انتظام نہ ہو سکا۔ البتہ ہمارے نہایت مخلص سرگرم رکن سعید عزیز صاحب نے ہمت کی اور ایک دن کے مختصر وقت میں تمام احباب سے فرداً فرداً ڈاکٹر صاحب کی ملاقات ممکن ہوئی۔ محترم بٹ صاحب کی وجہ سے ایک دن سعید عزیز صاحب کے گھر پر ایک نہایت ہی علمی مجلس رہی۔ بٹ صاحب نے سلسلہ کے تمام اہم مسائل کو نہایت سہل طریق پر بیان کیا۔ اور برلن مشن کی سرگرمیوں کی مختصر تفصیل سنائی۔ اس موقعہ پر ہڈرز فیلڈ جماعت احمدیہ دوہ کے امام اور احباب بھی تشریف لائے۔

محترم بٹ صاحب نے ان سے بھی گفتگو کی اور انہیں بتایا کہ کس طریق پر موجودہ مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کو مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

کئی ایک مرتبہ احمدیہ ہاؤس لندن کے نئے امام ڈاکٹر نظیر الاسلام اور ان کے نائب برادرم مسعود اختر صاحب سے فون پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اُمید ہے چند ہفتوں تک وہ یہاں تشریف لائیں گے۔

کل صبح کی ڈاک میں میری بیوی کے خط سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی اچانک موت کی خبر سُن کر بے حد صدمہ ہوا۔ انگلستان آنے سے پیشتر ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ طبیعت کمزور تھی۔ لیکن پھر بھی اپنے علمی کارناموں میں مشغول رہتے تھے۔ یہ خیال بھی نہ تھا کہ ایک سال کے عرصہ میں ہی یہ عالم بے بدل ہم سے جُدا ہو جائے گا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ محمد ان ورلڈ سکرپچر کی طباعت کے سلسلہ میں مجھ ناچیز کو ان کی خدمت کا موقعہ ملا۔ جب میرا انگلستان آنے کا پروگرام بن رہا تھا تو ان کی کتاب کی تیسری جلد نامکمل تھی۔ حضرت مولانا کی نظر کمزور ہو چکی تھی، اس لئے وہ خود اس کے پروف نہ دیکھ سکتے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس طرح تو یہ کتاب نامکمل رہ جائے گی۔ چنانچہ میں نے تیسری جلد کے آخری حصہ کے پروف اور فہرست مضامین کو مرتب کر کے چھپوا دیا۔ یہ تینوں جلدیں نفس مضمون کے اعتبار سے بے نظیر ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا مرحوم کے عشق رسول صلعم کا یہ یکتائے روزگار کارنامہ دُنیا کے ہر کونے تک پہنچایا جائے۔ اس کتاب کی پہلی ایڈیشن اور موجودہ تینوں جلدوں کو سامنے رکھ کر اس کا ایک مختصر ایڈیشن تیار کیا جائے۔ جس کی طباعت اور اشاعت نہایت اہتمام سے کرائی جائے۔

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

[1] تاخیر سے موصول ہونے کے باعث یہ دونوں مکتوب مولانا عبدالحق نمبر میں شائع نہ ہو سکے تھے۔

# راولپنڈی سے فخرالدین احمد صاحب کا مکتوبِ گرامی

## بنام جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب

تعارف: مکتوب نگار جناب فخرالدین احمد صاحب جماعت راولپنڈی کے ایک اہم اور فعال رکن ہیں، آپ ایک اچھے ادیب بھی ہیں اور آپ کے مضامین وقتاً فوقتاً پیغام صلح میں شائع ہوتے رہے ہیں، آپ پیدائشی احمدی ہیں، اور سلسلہ کی روحانی شخصیتوں سے ارادت اور دلی محبت انہیں اپنے والد مرحوم سے ورثہ میں ملی ہے۔ درج ذیل خط میں قابلِ قدر اور اعلیٰ جذباتِ عقیدت کا اظہار بھی ہے اور جماعت کے دو بزرگوں کے بچھڑ جانے کا غم بھی۔ (نائب مدیر)

راولپنڈی۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء

محترم و مشفقم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

پچھلے جمعہ اخبار پیغام صلح کے ذریعہ آپ کی واپسی کا علم ہوا۔ الحمدللہ کہ آپ جہاد سے کامیاب و کامران مراجعت فرما ہوئے۔ ۱۰ دسمبر کو محترم ماسٹر صاحب کو (آپ تشریف فرما نہ تھے) ہدیۂ تبریک پیش کیا اور عرض کیا کہ جلسہ سالانہ سے قبل ان سعادتوں اور برکتوں کو جو آنجناب کما کر لائے ہیں بانٹ نہ لیں مجھ ناچیز اور ناکارہ کے لئے بھی کوئی بچا کھچا حصہ باقی رہنے دیں کیا عجب وہ میری بخشش اور خدمتِ دین کی توفیق پانے کا سرمایہ بن جائے۔

دامنِ مہ وشاں از کفِ اخلاص مدہ
در شبِ تیرہ اگر نور چوں کوکب خواہی

ارادہ تھا کہ اگر آپ سے ٹیلی فون پر بات نہیں ہو سکی تو بذریعہ عریضہ ہی حاضرِ خدمت ہونگا۔ پھر علامۃ العصر حضرت مولنٰنا عبدالحق ودیارتھی کی وفات سننے میں آئی اور ابھی وہ صدمہ تازہ تھا کہ پرسوں نماز جمعہ کے بعد محترم چوہدری ظہور احمد صاحب کی رحلت کی خبر سُنی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ دونوں اموات سلسلہ کے لئے سانحہ عظیم ہیں۔ مولنٰنا عبدالحق ان دو طالب علموں میں سے تھے جو جماعت لاہور کی پہلی تبلیغی کلاس میں داخل ہوئے۔ چوہدری صاحب مرحوم بھی ان پانچ گریجوایٹوں میں سے تھے جن کے لئے حضرت خواجہ کمال الدینؒ صاحبؒ نے انگلستان سے واپسی پر اپیل کی تھی۔ اللہ اللہ دونوں بزرگ ہماری اوّلین تبلیغی کلاسوں کے سرخیل تھے۔ اللہ کریم و تبارک ان دونوں پر اپنے رحم و کرم کی بارش نازل فرمائے اور انہیں اپنی مغفرت اور بخشش کے دامن میں پناہ دے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

غالباً چوہدری صاحب مرحوم کے خاندان کی وہ اراضی تھی جس پر آج احمدیہ بلڈنگس ہے۔

میں ان دونوں قیمتی وجودوں کی وفات پر آپ سے دلی اظہار افسوس کرتا ہوں کہ آپ ان جواہروں کے قدر شناس ہیں۔ ان روشن جبین شمعوں کے بجھ جانے سے تاریکی اور ظلمت اور پاؤں پسارنے لگی ہے اب دُنیا کی مذہبی کتابوں سے کون گرانمایہ موتی تلاش کرے گا جن کی تسبیح آقائے نامدار سرورِ کائنات کے محامد اور سیرت شمار کرنے کے کام آئے گی۔

دُعا کریں کہ مولےٰ کریم اس ماموِر کی جماعت کو ضائع ہونے سے بچالے اور وہ مشن جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی تھی بطریق احسن چلتا رہے۔ آمین۔

آپ کا خادم۔ ناچیز فخرالدین احمد
مکان نمبر HE-1057 گلی نمبر 6۔ محلہ چوہدری حکم داد۔ راولپنڈی

# ٹیچرز ٹریننگ کالج پارک (بکنگھم شائر) اور ایٹن کالج (بکنگھم شائر) میں

## جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام احمدیہ مشن ہاؤس لندن کے بصیرت افروز لیکچرز۔

## دو خواتین اور ایک مرد کی جماعت میں شمولیت۔

### رپورٹ احمدیہ مشن ہاؤس لندن از $\frac{1}{78}$ 19 تا $\frac{2}{78}$ 28 ۔ مرتبہ چوہدری مسعود اختر صاحب نائب امام احمدیہ مشن لندن۔

مورخہ ۱۹ ؍ اور ۲۶ ؍ جنوری ۱۹۷۸ء کو کلبرن میں قرآن شریف کی ہفتہ وار کلاس لی گئی۔ ۲۰ ؍ اور ۲۷ ؍ جنوری کی نماز جمعہ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لنڈن مشن نے پڑھائی اور قرآن مجید کی مختلف آیات کی روشنی میں عبادت کا مفہوم تفصیل سے واضح کیا اور یہ نکتہ خاص طور پر واضح کیا کہ نماز اسلامی عبادات کا صرف ایک حصہ ہے۔ نماز اور عیسائیوں کی سروس (SERVICE) میں فرق پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

۲۲ ؍ اور ۲۹ ؍ جنوری کو احمدیہ ہاؤس میں قرآن کی ہفتہ وار کلاس لی گئی۔

۵ ؍ فروری کو ومبلڈن (WIMBLEDON) میں بیگم زبیدہ خان صاحبہ نے اپنے مرحوم شوہر کی برسی کی تقریب میں ہمیں مدعو کیا تھا۔ ان کے ہاں گیانا اور ٹرینیڈاڈ کے متعدد خاندان جن میں ایک غیر مسلم خاندان بھی شامل تھا اس تقریب میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس سے پیشتر بیگم زبیدہ خان صاحبہ اپنے ایک عزیز کی وفات کے موقعہ پر جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام کی گفتگو سن چکی تھیں۔ اس لئے انہوں نے ٹرینیڈاڈ میں مروجہ رسوم سے ہٹ کر اپنے شوہر مرحوم کی برسی اسلامی طریق پر منانے کا اہتمام کیا تھا اور اسی کے مدِ نظر ہمیں اس میں شمولیت کے لئے دعوت دی تھی۔

جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر فاتحہ خوانی کرائی۔ اس کے علاوہ آپ نے آیاتِ قرآنی پڑھ کر ان کا ترجمہ انگریزی زبان میں کرکے بتایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو۔ یہ بات ان تمام لوگوں پر صادق آتی ہے جو اللہ کی راہ میں جان دیتے ہیں اور اسلام کی اشاعت کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد راقم الحروف نے "ہم وفات شدہ لوگوں کے لئے سورۃ الفاتحہ کیوں پڑھتے ہیں" کے موضوع پر کچھ عرض کیا جس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ گفتگو کے دوران میں عائلی قوانین اور حقوق نسواں کا ذکر آیا تو اس پر بھی اسلامی تعلیمات کی رو سے روشنی ڈالی گئی۔ اس کا حاضرین پر بہت عمدہ اثر ہوا۔ تقریب کے خاتمہ پر **جنابہ زبیدہ خان صاحبہ ۔ جنابہ الیشا اسمٰعیل صاحبہ اور جناب کلام آزاد اسمٰعیل صاحب نے** سلسلہ میں شمولیت اختیار کی اور بیعت فارموں پر باقاعدہ دستخط کئے جو سیکرٹری یو۔کے جماعت کو دیئے گئے ہیں تاکہ وہ مرکزی انجمن کو ارسال کر دیں۔

بہت سے حاضرین نے قرآن شریف پڑھنے اور اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے شوق کا اظہار فرمایا۔ انہیں "ISLAM THE RELIGION OF HUMANITY" اور حضرت مسیح موعودؑ کے مضمون کا ترجمہ "MANS OBJECT IN LIFE" دیئے گئے۔ بہت سے لوگوں سے رابطہ قائم رکھا گیا ہے، اور اُمید ہے کہ بفضل اللہ تعالیٰ اور لوگ بھی سلسلہ عالیہ میں شامل ہو جائیں گے۔

اس دوران میں لٹریچر کی باقاعدہ تقسیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جناب مجید علی صاحب۔ جناب شاہد عزیز صاحب جنہیں دو غیر احمدی دوستوں کا تعاون بھی حاصل ہے اور ہم نے لندن میں مختلف مقامات پر لوگوں کو لٹریچر تقسیم کیا اور ڈاک کے ذریعہ بھی ارسال کیا۔ جماعت کی تنظیم پر بھی خصوصی توجہ دی گئی۔ تین خاندانوں کو خطوط لکھے گئے اور فارم بیعت بھی بھیجے گئے جو واپس موصول ہونے پر مرکز میں ارسال کئے جائیں گے۔

## ۱۰ ؍ تا ۲۸ ؍ فروری ۱۹۷۸ء

**جمعہ ۱۰ ؍ فروری** } جنابہ رضیہ فاروقی صاحبہ بوجہ ناسازی طبع تقریباً ایک ماہ تک نماز جمعہ میں شامل نہ ہو سکی تھیں۔ اس لئے انہوں نے دعوت دی کہ ایک نماز جمعہ ان کے ہاں ادا کی جائے۔ چنانچہ ان کی اس خواہش کے احترام میں ۱۰ ؍ فروری کو نماز جمعہ ان کے مکان پر ادا کی گئی۔ خطبہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے پڑھا اور نماز کی امارت کے فرائض بھی انہوں نے ہی انجام دیئے۔

**۱۴ ؍ فروری ۱۹۷۸ء** } کو جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لندن مشن کا ایک لیکچر ٹیچرز ٹریننگ کالج پارک بکنگھم میں ہوا۔ اس ادارہ میں معلمی کی تربیت حاصل کرنے والے طلباء اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے تاکہ مسلمان طلباء کو پڑھاتے وقت دقت پیش نہ آئے۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کا لیکچر "MUSLIM FAMILY LAW" کے موضوع پر تھا۔ لیکچر کے بعد سوالات و جوابات بھی ہوئے۔ بعد از لیکچر لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ (ڈاکٹر صاحب کے لیکچر کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے)

**۱۷ ؍ فروری ۱۹۷۸ء** } نماز جمعہ احمدیہ ہاؤس میں پڑھی گئی۔ خطبہ اور امامت کے فرائض جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے ادا کئے۔ آپ نے عدل کی ان صفات پر روشنی ڈالی جو اسلام نے اصلاح معاشرہ کے لئے بیان کی ہیں۔

**۲۳ ؍ فروری ۱۹۷۸ء** } جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام نے ایٹن کالج بکنگھم شائر میں اعلیٰ جماعتوں کے دو سو (۲۰۰) طلباء کے سامنے ان سات سوالات کے جوابات دیئے جو کالج کے پرنسپل ریورنڈ ٹریور ڈینس صاحب نے مرتب کئے تھے۔ ETON COLLEGE انگلستان کا معروف ترین کالج ہے اور برطانیہ کو اس ادارۂ تعلیم پر بڑا فخر ہے۔ یہ ہمارے ہاں چیفس کالج کی طرز کی درسگاہ ہے۔ یہ سوالات اور ان کے جوابات بالتفصیل ڈاکٹر صاحب کے اپنے الفاظ میں موصول ہونے پر کسی آئندہ اشاعت میں درج کئے جائیں گے۔

**۲۴ ؍ فروری ۱۹۷۸ء** } خطبہ جمعہ راقم الحروف نے دیا اور نماز جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب

لہ مفصل رپورٹ [illegible]

نے پڑھائی - البقرہ کی آیت لیس البر ......... الخ
کی تلاوت اور ترجمہ انگریزی کے بعد بتایا کہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لئے جو زرّیں اصول بیان کئے گئے ہیں ان میں ایمانیات کے بعد انسانی ہمدردی اور بھلائی کو اوّلیت حاصل ہے - اور اسلام باطن یا رُوح کو ظاہریت پر ترجیح دیتا ہے - اس لئے جب تک اسلامی تعلیم کی رُوح کو نہ اپنایا جائے ظاہری شکل و صُورت انسان کے قلب و نظر میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی - قول و فعل اور ظاہر و باطن میں تطابق ہی عروجِ انسانیت کے ضامن ہیں -

**۲۸ فروری ۱۹۷۸ء** } ہماری جماعت کے نہایت ہی سرگرم اور باعمل رُکن جناب مجید علی صاحب کے ایک برادر نسبتی جو غیر احمدی تھے انتقال فرما گئے - اناللہ و انا الیہ راجعون - جناب مجید علی صاحب نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے کہا - جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور راقم الحروف دونوں صبح مجید علی صاحب کے گھر گئے - اور وہاں سے اُن کے ہمراہ اسلامک سنٹر گئے جہاں نماز جنازہ ادا ہونا تھی - نمازِ جنازہ کے بعد میّت تدفین کے لئے ووکنگ کے قریب ایک بہت بڑے قبرستان میں لے جائی گئی - یہ قبرستان پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ - ۱۹۱۸) کے جنگی قیدیوں کو دفن کرنے کے لئے بنایا گیا تھا - جناب ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس قبرستان میں مسلمانوں کو دفن کرنے کا حق لے کر دینے کا سہرا بھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مشنری مقیم ووکنگ کے سر ہے -
حضرت امیر جناب مولانا صدرالدین صاحب اور آپ کے رفقاء نے اس کے لئے بڑی جد و جہد کی اور آخر مسلمانوں کے لئے یہ اجازت لینے میں کامیاب ہو گئے - اس قبرستان میں اس قدر درخت اور سبزہ ہے کہ دُور سے یہ باغ نظر آتا ہے مگر بورڈ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبرستان ہے - تدفین کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب کی اقتداء میں دعاءِ مغفرت کی گئی - بعد ازاں تعزیت کے لئے ان کے گھر گئے جہاں بیس پچیس کے قریب ان کے رشتہ دار اور دیگر لواحقین جمع تھے - وہاں ڈاکٹر صاحب نے اپنی مختصر گفتگو میں زندگی اور موت اور حیات بعد ممات کے فلسفہ کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے بیان کیا -

راقم الحروف نے بھی اللہ اور انسان میں تعلق اور اس رشتہ کے مدِّنظر حیات و ممات کے تعلق پر چند باتیں کیں - اس مجلس میں گیانا سے آئے ہوئے مسلمان شامل تھے - لیکن ان میں تین خواتین انگریز تھیں جو حاضرین میں سے تین اصحاب کی بیگمات تھیں، پڑھے لکھے اور مہذّب و شائستہ لوگوں کے اس مجمع پر ایک احمدی کے نقطۂ نظر سے اسلامی تعلیمات پیش کرنے کا بہت اثر ہُوا - بہت سے احباب نے ہمارا پتہ دریافت کیا اور ملاقات کا وعدہ کیا - ۸ بجے شام وہاں سے واپس احمدیہ ہاؤس کے لئے روانہ ہوئے -

اس ماہ یو - کے جماعت نے جناب JUDLEY WAIGHT (اسلامی نام محمد صادق) کے ایک مضمون "MUSLIM CONCEPTION OF A DEITY" کی تین ہزار کاپیاں مفت تقسیم کے لئے چھپوائی ہیں - اس پمفلٹ کی پچاس پچاس کاپیاں ٹرنی ڈاڈ - ہالینڈ - سرینام - گیانا - جرمنی - سویڈن - انڈونیشیا - فارموسا - کشمیر - فیجی - جنوبی افریقہ - نائیجیریا - اور کینیڈا بھجوائی گئی ہیں - علاوہ ازیں لندن کے مشہور پادریوں - یونیورسٹی لائبریریوں - اخبارات کے مدیروں - یونیورسٹی پروفیسروں - مختلف سفارتخانوں اور چیدہ چیدہ مسلمانوں کو بھی یہ پمفلٹ بھیجا گیا - جناب شاہد عزیز اور جناب مجید علی صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ جن میں غیر از جماعت اصحاب بھی شامل ہیں شہر کے مختلف حصوں میں تقسیم لٹریچر کا کام کرتے ہیں - ووکنگ پبلک لائبریری میں بھی اس کی بیس کاپیاں رکھی گئی ہیں - ابھی اس کی تقسیم کا کام [illegible] ہے -

## قارئین "پیغام صلح" کے نام

# ایک دردمندانہ اپیل

ہمیں اس اپیل کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی ہے کہ اس دفعہ جب مجلس معتمدین کے اجلاس منعقدہ ۱۰-۳/۷۸ میں پیغام صلح کے متعلق بجٹ پیش ہُوا تو ہمیں یہ دیکھ کر بہت صدمہ ہُوا کہ سال ۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران میں اخبار کی کُل آمدنی ۶۵-۱۳۱۲ روپے اور خرچ ۰۷-۳۶۲۵۱ روپے ہُوا ہے یعنی ۴۲-۳۴۹۳۸ روپے کا خسارہ ہے - آمد سے معلوم ہوتا ہے کہ دفتر میں صرف ۸۷ حضرات کا چندہ وصول ہُوا ہے - مندرجہ ذیل تفصیل خرچ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ باقاعدہ چندہ وصول نہ ہونے کی وجہ سے انجمن کے خزانہ پر کتنا بوجھ پڑتا ہے - اور اگر باقاعدہ چندہ وصول ہو تو جو رقم بچ جائے گی وہ کسی دوسرے مفید کام پر صرف ہو سکے گی -

### تفصیل خرچ

| مد | رقم |
|---|---|
| تنخواہ عملہ | ۱۶/۱۳۷۶۵ روپے |
| کتابت | -/۶۷۶۸ " |
| طباعت | -/۴۵۶۰ " |
| ڈاک | -/۲۶۵۰ " |
| کاغذ | -/۶۲۲۸ " |
| متفرق | ۹۰/۲۲۷۹ " |
| کُل | ۰۷-/۳۶۲۵۱ " |

ان اعداد و شمار کے پیش نظر ممبرانِ مجلسِ معتمدین اور جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان سے ہم دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ ان کی جماعتوں کے جن صاحبان کے ذمّے جتنے عرصہ کا چندہ باقی ہے وہ وصول کر کے دفتر میں ارسال فرماویں اور اپنے اس قومی آرگن اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کے ترجمان کی اشاعت بڑھانے میں ہماری معاونت فرماویں -

جماعت کے صاحب ثروت اور مخیّر حضرات سے ہماری درخواست ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم ۱۰ پرچوں کا چندہ ادا کر کے اس کی مفت اشاعت میں مدد فرمائے - ہماری یہی اپیل اور یہی درخواست اپنی بہنوں سے بھی ہے -

اگر ہماری یہ اپیل بے اثر ثابت ہوئی تو پھر ہم اس کی خاطر اپنا دامن پھیلا کر ہر دروازے پہ دستک دینے کے لئے حاضر ہوں گے - اس طرح مہمانداری کا خرچ چندہ سے بڑھ جائیگا - (ادارہ پیغام صلح)

---

**"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو }** تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے - ہر ایک قوم دُنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں - وہ لوگ جو پُورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں - اور خدا سے خاص انعام پائیں" - (حضرت مسیح موعودؑ)

# ٹیچرز ٹریننگ کالج پارک بکنگھم شائر میں
## جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کے "مسلم فیملی" پر لیکچر کی
## مفصّل رپورٹ

۱۴ر فروری کو محترمہ بیگم عزیز احمد صاحبہ نے پارک ٹریننگ کالج جو لنڈن سے تقریباً ۔۔ میل دُور ہے میں میرا ایک "مسلم فیملی" کے موضوع پر لیکچر کروانے کا انتظام کیا تھا۔ اس کالج کے ایک پروفیسر صاحب مسٹر GILL نے بھی اسلام میں مسجد کی اہمیت پر بولنا تھا۔ اور محترمہ بیگم عزیز احمد صاحبہ نے "انگلستان میں مسلمان بچوں کی مشکلات" پر کچھ بیان کرنا تھا۔ یہ تمام لیکچر انگریزی زبان میں تھے۔ ان تقاریر کے بعد طلباء اور دیگر حاضرین میں اسلام کے متعلق بہت سا لٹریچر مفت تقسیم کیا گیا۔

ایک اچھے علمی ماحول میں اسلام پر لیکچر دینے اور اپنے خیالات کے اظہار کا کھلا موقع ملا۔ میں نے اپنے لیکچر میں سب سے اول اس بات پر زور دیا کہ اسلامی معاشرے میں اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور اس کے قادرِ مطلق ہونے کا تصور بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے صحیح تصور سے ہر فرد کی خواہ وہ عورت ہو یا مرد تربیت شروع ہوتی ہے، بلکہ جونہی بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے کان میں سب سے پہلے آوازِ خدا کے بزرگ و برتر ہونے کی اور اس کی وحدانیت اور یگانگت کی پہنچائی جاتی ہے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ فیملی کی ابتداء دو افراد کے باہمی تعلق سے شروع ہوتی ہے۔ یا کم از کم مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ فیملی کی ابتداء اسی طرح ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ الدھر میں ذکر ہے:—

انّا خلقنا الانسان من نطفۃٍ امشاجٍ نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعًا بصیراً۔ انّا ھدینٰہ السبیل امّا شاکراً وامّا کفوراً۔

ان آیات کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے اس کی تشریح کی گئی —— اس کے بعد فیملی کی قانونی اور شرعی بناوٹ اور ترکیب میں ان آیات پر روشنی ڈالی کہ اسلامی فیملی کی غرض و غایت کیا ہے۔

اتقوا ربّکم الّذی خلقکم من نفسٍ واحدۃٍ و خلق منھا زوجھا و بثّ منھما رجالاً کثیراً و نساءً سے واضح کیا گیا کہ دو افراد کو ایک محبت کے رشتہ میں خدائی قانون اور ہدایت کے مطابق اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس فیملی کا ہر ایک فعل اسلام کی تعلیم اور خدا کی رضا اور اس کی مخلوق کی بھلائی کے لئے ہے۔

ان آیات میں جس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے وہ لفظ "تقویٰ" ہے۔ تقویٰ کی تشریح کر کے سامعین کو سمجھایا گیا کہ وہ اللہ جس کی شان کو آیت الکرسی میں بیان کیا گیا ہے جو تمام جہانوں کا یکتا مالک ہے اس نے اس نظامِ عالم کو چلانے کے لئے کچھ اخلاقی اقدار مقرر کی ہوئی ہیں۔ ان اقدار کو اپنی جگہ پر قائم رکھنے کے لئے اور انہیں جان بوجھ کر یا غلطی سے اِدھر اُدھر کرنے کو قرآن کی اصطلاح میں تقوےٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جو احکام اللہ تعالےٰ نے اس کائنات کو بہتر طور پر چلانے کے لئے وضع کئے ہیں ان کو پوری دیانت داری اور عمدگی کے ساتھ بجا لایا جائے۔

اسی ضمن میں دوستوں پر یہ بھی واضح کیا گیا کہ جب قوانین قدرت کی کماحقہٗ پیروی نہ کی جائے یا یوں کہئے کہ مخالفت کی جائے تو یہ بات تقوےٰ کے خلاف کہلاتی ہے۔ لفظ تقوےٰ کا اطلاق تمام زندگی پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں دین اور دنیا دونوں ایک دوسرے سے نہایت گہرا رشتہ رکھتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ اگر ان میں جدائی ڈالی جائے تو نہ دین دین رہتا ہے اور نہ دنیا دنیا ہی ہے اور نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔

چنانچہ تقویٰ کی نقیض "ظلم" کہلاتا ہے۔ ظلم کے معنے یوں دیئے جاتے ہیں کہ "وضع الشّئی فی غیر محلہ" یعنے ایک شئے کو اپنے صحیح مقام سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ دینا۔ اسی سے خرابی کی ابتداء ہوتی ہے اگر تقوےٰ نہیں تو پھر ظلم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا تقوےٰ کے خلاف ہے یعنی ظلم ہے اور ظلم کو ہی اللہ تعالےٰ نے کفر قرار دیا ہے "ان الکافرین ھم الظلمون"

اگر تقوےٰ کا پورا پورا خیال رکھا جائے تو مسلم معاشرہ ترکیب پاتا ہے۔ اور تقوےٰ کے خلاف عمل کیا جائے تو ایک ظالم معاشرہ سامنے آتا ہے جو تقوےٰ کا انکار کرتا ہے اور ایسے معاشرہ کو ہی کافر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مسلم اور کافر دونوں اختیاری مدارج ہیں جن کو انسان خود اختیار کرتا ہے۔

بس "مسلم فیملی" ایک متقی معاشرہ کی ایک کڑی ہے اور اس کا ہر ایک عمل اللہ تعالےٰ سے خوف اور امید پر (بیم و رجاء) پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایسے افراد اور ایسی فیملیوں سے ترتیب دیا ہوا معاشرہ امن عامہ میں بہت عظیم کردار ادا کرتا ہے۔ اسی عمل کو اسلام کہا جاتا ہے اور اس پر عمل کرنے والے کو مسلم سمجھا جاتا ہے۔ ایسے معاشرے کا صحیح نمونہ دُنیا کے سامنے خدا کے آخری پیغامبر حضرت محمد مصطفٰےؐ نے پیش کیا جو ان الفاظ میں قرآن کریم میں موجود ہے۔ قل انّ صلوٰتی ونسکی و محیای و مماتی للہ ربّ العالمین۔ لاشریک لہ و بذالک امرت وانا اوّل المسلمین۔

اس کے ساتھ ساتھ چند ان باتوں کا اضافہ کیا گیا جو مسلم فیملی کے لئے منع کی گئی ہیں اور اِن دیارِ مغرب میں تہذیب اور تمدن سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ مغربی لباس میں عریانی کا پہلو بہت زیادہ ہے، جس کی وجہ سے فحشاء اور منکر چیزوں کی اشاعت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ان فواحش اور لغو باتوں سے روکتے ہیں جن میں یورپ خاص طور پر اور مشرق عام طور پر مبتلا ہے۔

کھانے اور پینے کے معاملہ میں بھی چند باتیں تاکیداً بتائی گئی ہیں۔ شراب اور سُؤر کی مناہی ہے۔ یورپ کے دانا خود بخود ہی ان فواحش اور گندی زندگی سے بیزار ہیں مگر اب وہ اس میں اس طرح گرفتار ہیں کہ ان کا اپنا دین ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کے پاس نہ ایسا علم ہے اور نہ ہی کوئی مثال موجود ہے۔ بخلاف اس کے اسلام میں اس کے متعلق مفصّل علم اور محمد رسول اللہؐ کا نمونہ موجود ہے جس نے لاکھوں انسانوں کی راہنمائی کی۔

چنانچہ مسلم فیملی جو اسلامی معاشرہ کی ایک کڑی ہے اس کے سارے فلسفہ کو اس آیت میں یکجا طور پر بیان کر دیا گیا ہے

قل انّ صلوٰتی ونسکی و محیای ومماتی للہ ربّ العالمین۔

یہ لیکچر انگریزی میں تھا۔

---

ما مسلمانیم از فضلِ خدا + مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام + ہر نبوت را بر او شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست + بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

(حضرت مسیح موعود)

# جناب مولوی محمد یوسف صاحب کا خط

## بنام مدیر پیغام صلح

نوٹ: قارئینِ پیغام صلح کو یاد ہوگا کہ مدیر پیغام صلح اور محمد یوسف صاحب کے درمیان حیات و وفات مسیح پر خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ درج ذیل خط مدیر پیغام صلح کے اس خط کا جواب ہے جو پیغام صلح کے ۳ر اگست ۱۹۷۷ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ چونکہ یہ خط کل ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس لئے قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کا جواب بھی اقساط میں شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

دفتر ختم نبوت۔ ملتان ـ ۲۹ر شعبان ۹۷ھ ـ ۱۶ر اگست ۷۷ء

مکرم و محترم جناب پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب۔ زیدت عنایاتہم۔

میرے خط محررہ ۹ر جون ۱۹۷۷ء کا جواب بذریعہ "پیغام صلح" ۳ر اگست ۱۹۷۷ء) مجھے موصول ہوا، اور میں نے بڑی دلچسپی سے اس کا مطالعہ کیا، جواباً چند گذارشات پیشِ خدمت ہیں:۔

**ا**۔ میں نے عرض کیا تھا کہ کسی اسلامی عقیدہ کا ثبوت (۱) یا تو قرآن کریم سے ہو سکتا ہے، یا حدیث متواتر سے (۲)، یا اجماع اُمت سے (۳)، اور یہ کہ حیات عیسٰے علیہ السلام کا عقیدہ قرآن کریم، حدیث متواتر اور اجماع اُمت تینوں سے ثابت ہے۔ اس کے بعد میں نے ان تینوں کے حوالے علی الترتیب پیش کئے تھے۔ جن کا انکار آپ نہیں کر سکے، مگر ان کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ "میرے لئے قرآن سے باہر کوئی دلیل منظور نہیں۔" گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات اور آئمہ ہدیٰ کے اتفاقی و اجماعی عقائد کی آپ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ آپ صرف قرآن کو مانتے ہیں اور اس کی تفسیر بھی صرف وہی جو آنجناب کے ذہنِ عالی میں آئے۔ اس کے علاوہ کوئی تفسیر آپ کے لئے قابلِ قبول نہیں۔

خواہ وہ پوری اُمت کی متفقہ و مسلمہ ہو، اور خواہ وہ مامور من اللہ کی تفسیر ہو۔

حیات عیسٰے علیہ السلام کو قبول کیجئے یا نہ کیجئے، آپ کی اپنی صوابدید پر ہے۔ مگر یہ گذارش کروں گا کہ آپ نے حیاتِ عیسٰے علیہ السلام کے عقیدہ سے گریز اختیار کرنے کا جو راستہ اپنایا ہے وہ بڑا ہی خطرناک راستہ ہے۔

اوّلاً۔ میں آپ کے سامنے قرآن کریم اور آپ کے مسلّمہ مامور من اللہ کی الہامی تفسیر پیش کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ متواترہ کا حوالہ دوں۔ گذشتہ صدیوں کے اجماعِ سلف صالحین کا ذکر کروں اور آپ ہر ایک کے جواب میں "نامنظور" کا لفظ کہہ کر فارغ ہو جائیں تو انصاف سے کہئے پھر میں کسی اسلامی عقیدہ کے ثبوت میں اور کیا پیش کروں؟ بقول سعدی:

> ہر کس کہ بہ قرآن و خبر زد نرہی
> آنست جوابش کہ جوابش ندہی

ثانیاً: خود قرآن کریم کا ثبوت بھی تواتر سے ہے۔ اگر تواتر ہی آپ کے لئے "نامنظور" ہے تو قرآن کریم کا قطعی ثبوت آپ کس دلیل سے پیش کریں گے۔

ثالثاً۔ "تواتر ایک ایسی چیز ہے کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کے رو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۵۶)

اور تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ آنکھوں دیکھی چیز کی طرح قطعی اور بدیہی ہوتا ہے، اس میں کبھی کسی نادان بچے کو بھی شک نہیں ہوتا۔ مگر کتنے تعجب کی بات ہے کہ اُمت محمدیہ کے ثقہ اور امین لوگوں کے تواتر کو آپ حیاتِ عیسٰے علیہ السلام سے بچنے کے لئے "نامنظور" فرما رہے ہیں۔ انصاف فرمائیے کہ عقلاء کو آپ کے اس نامنظور کے بارے میں کیا رائے قائم کرنی چاہیئے؟

رابعاً۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو نامنظور فرما رہے ہیں، مگر جناب مرزا صاحب کی وصیت یہ ہے:

> کیوں چھوڑتے ہو لوگو! نبی کی حدیث کو
> جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۹)

آپ آئمہ اہلِ سنت کے اجماعی عقیدہ کو "نامنظور" کہہ کر مسترد کر رہے ہیں۔ مگر جناب مرزا صاحب کی تصریح یہ ہے کہ:۔

"وہ تمام امور جن پر سلف صالحہ کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع (اجماع) تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان کا ماننا فرض ہے۔"

(ایام الصلح ص ۸۷)

"اور جس شخص نے اس شریعت میں ایک ذرہ کی کمی بیشی کی یا کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کیا اس پر خدا کی لعنت۔ فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت۔" (انجام آتھم ص ۱۴۴)

خامساً: اگر آپ قرآن سے باہر کوئی دلیل قبول نہیں کرتے تو آپ کے اور مسٹر غلام احمد پرویز کے مسلک میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ اہلِ قرآن بھی تو یہی نعرہ لگاتے ہیں کہ قرآن سے باہر کوئی دلیل اور ان کی خود تراشیدہ تفسیر کے سوا کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی تفسیر ان کے لئے لائق قبول نہیں۔ بلکہ خوارج۔ جہمیہ۔ معتزلہ۔ باطنیہ وغیرہ سے لے کر دورِ حاضر کے لکھے پڑھے جاہلوں تک سب کا موقف یہی رہا ہے کہ سلف صالحین پر اعتماد نہ کیا جائے۔ بلکہ جو کچھ اپنی عقل میں آئے اسی کو قرآن کے نام پر پیش کیا جائے۔

مجھے معاف کیجئے اگر میں گذارش کروں کہ ایمان کی حفاظت اور دین کی سلامتی کا واحد راستہ سلف صالحین کی اقتدا اور گذشتہ صدیوں کے آئمہ ہدیٰ کی پیروی ہے۔ اور یہ میری اختراعی رائے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مجددین امت کی یہی وصیت ہے۔ اس لئے ہمیں اس عقیدہ کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کا عقیدہ کیا تھا۔ انہوں نے قرآن کریم اور ارشاداتِ نبویہ کا کیا مطلب سمجھا تھا۔ پس جبکہ میں نے حیات عیسٰے علیہ السلام کا ثبوت قرآن کریم اور حدیث متواترہ سے پیش کرنے کے ساتھ یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ تیرہ سو سال سے تمام اکابر اُمت کا عقیدہ بھی یہی چلا آتا ہے تو اس کے بعد آنجناب کا یہ کہنا قطعاً قرینِ انصاف نہیں کہ نہ تو قرآن کریم سے باہر کوئی دلیل قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ نہ کسی اصول اور ضابطے کی پابندی کے لئے آمادہ۔ کیونکہ آنجناب کے اس ارشاد کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی نے قرآن کریم کو نہیں سمجھا۔ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نہ صحابہ و تابعین نے، نہ آئمہ مجددین نے۔ بلکہ یہ سب کے سب نعوذ باللہ فہم قرآن سے عاری اور اپنی اٹکل پچو رائے کے

کے پیرو ہیں۔ یہاں میں آنجناب کو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا ایک فقرہ یاد دلاؤں گا :۔

جماعہ کہ ایں اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاناں بہ رائے خود حکم میکردند و متابعت کتاب و سنت نمی نمودند پس سوادِ اعظم از اہلِ اسلام بزعم فاسد ایشاں ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگہ اہلِ اسلام بیروں بودند۔ ایں اعتقاد نہ کنند مگر جاہلے کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطال شطر دین است۔

(مکتوب امام ربانی۔ دفتر دوم۔ مکتوب ۵۵ و $\frac{۱۵۵}{۲}$)

جو لوگ ان اکابرِ دین کو اصحاب رائے سمجھتے ہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب و سنّت کی پیروی نہیں کرتے تھے تو مسلمانوں کا سوادِ اعظم ان کے زعمِ فاسد کے مطابق گمراہ اور بدعتی ٹھہرے گا بلکہ اہلِ اسلام کی جماعت ہی سے خارج ہوگا۔ ایسا نظریہ یا تو اس جاہل کا ہو سکتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہو، یا ایسے زندیق کا، جس کا مقصود دینِ اسلام کے ایک حصّہ کو باطل ٹھہرانا ہو۔

۲۔ میں نے سب سے پہلے عقیدۂ حیات عیسٰے علیہ السلام کی آیت اور اس کے ذیل میں جناب مرزا صاحب کی الہامی تفسیر پیش کی تھی۔ اور لکھا تھا کہ یہ آیت ہمارے زیرِ بحث عقیدہ میں قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی۔ اور خدا تعالےٰ کی قطعی پیشگوئی پر ایمان لانے میں پس و پیش کرنا کسی مومن کا شیوہ نہیں۔ آنجناب نے اس کا جواب دیا ہے وہ سرمایۂ حیرت ہے۔ آنجناب لکھتے ہیں :۔

"آپ یہ بھول گئے ہیں کہ براہینِ احمدیہ حصّہ چہارم ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا، اور حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا راز آپ پر (یعنی مرزا صاحب پر) ۱۸۹۰ء میں اس الہام کے ذریعہ منکشف ہوا "مسیح بن مریم فوت ہوگیا ہے۔ وجعلناک المسیح بن مریم" اس کے ساتھ آپ نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیح موعود تک قرآن کریم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اطلاع کو جانچا اور پرکھا۔ جب آپ کو یقین ہوگیا کہ قرآن کریم وفاتِ مسیح کی تصدیق کرتا ہے تو آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا اور اپنے وفاتِ مسیح کے عقیدہ کی تائید میں قرآن کریم سے ۳۰ آیات پیش کیں۔ جو ازالہ اوہام میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ اس لئے آپ کو (یعنی راقم الحروف کو) چاہیئے تھا کہ آپ ۱۸۹۱ء کے بعد کی کوئی تفسیر پیش کرتے جس میں سے حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ دربارۂ حیات مسیح مستنبط ہو سکتا۔"

میں صفائی سے عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے اس جواب کو آنجناب ایسے بالغ نظر پروفیسر کی شان سے قطعاً فروتر سمجھتا ہوں۔ غالباً آنجناب نے مندرجہ ذیل امور پر توجہ نہیں فرمائی :۔

اوّل : سب سے پہلے تو وفاتِ مسیح کو ایک راز کہنا ہی سائنسی دنیا میں ایک نیا انکشاف کہلانے کا مستحق ہے۔ جو مسئلہ بقول آپ کے قرآن کریم کی تیس آیتوں میں صراحتہً بیان کیا گیا ہے کیا اسے "راز" کہنا علم و عقل سے انصاف ہے۔ آپ جانتے ہیں، کہ وضو کا مسئلہ قرآن کریم کی صرف دو آیتوں میں بیان کیا گیا ہے، کیا آپ دنیا کے کسی عاقل کا نام بتا سکتے ہیں جو بقائمی ہوش و حواس وضو کو ایک "راز" سمجھتا ہو؟

دوم : پھر اس "راز" کے لئے الہام کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ مرزا صاحب سے پہلے جناب سر سید احمد خاں کی نیچریت اس راز کا افشا کر چکی تھی، اور جناب حکیم نور دین۔ جناب مولوی عبدالکریم۔ جناب محمد احسن امروہی وغیرہ سرسید کی تقلید میں وفاتِ مسیح کی منادی کرتے تھے۔ سرسید کے نیچری نظریات کی روشنی میں جس مسئلہ کا اخبارات و رسائل میں غلغلہ بلند تھا اسے نہ تو "راز" کہنا صحیح ہے، نہ الہام کی احتیاج۔

سوم۔ ایک طرف اُمّت کا اجماعی عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں، دوسری طرف سرسید اور اس کے رفقاء کا نیچری عقیدہ تھا کہ مسیح مرگیا۔ لیکن اس حالت میں بقول آپ کے مرزا صاحب کو وفاتِ مسیح کا الہام ہوتا ہے۔ اور وہ اُمّت کے اجماعی عقیدہ سے انحراف کرکے قرآن میں وفاتِ مسیح کا گم شدہ راز ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ بالآخر ان پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ قرآن کی تیس آیتیں وفاتِ مسیح کی تصریح کرتی ہیں۔ آپ کی یہ تقریر جناب مرزا صاحب کے بارے میں بے حد بدظنی پیدا کرتی ہے۔ اور ان کی حیثیت کو یکسر مشکوک بنا دیتی ہے۔ کیونکہ ایک غیر جانبدار یہ کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا الہام اور اس سے پیدا شدہ نظریات و دعاوی سرسید کے افکار کی صدائے بازگشت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کو سب سے پہلے انہی لوگوں نے قبول کیا جو سرسید کے غالی معتقد تھے۔ وہاں نیچریت پر عقل کا غلبہ تھا اور یہاں کشف و الہام کا دبیز پردہ۔

چہارم : آنجناب نے مرزا صاحب کی زندگی کے دو دَور تجویز کئے ہیں۔ پہلا ۱۸۹۰ء تک کا اور دوسرا ۱۸۹۱ء سے آخر حیات تک کا۔ پہلے دَور میں وہ حیاتِ مسیح کے قائل تھے اور دوسرے میں وفاتِ مسیح کے، پہلے دَور میں وہ قرآن کریم سے عقیدہ حیات پیش کرتے تھے اور دوسرے میں وفات کا عقیدہ۔ پہلے دَور میں ان پر ظاہر کیا گیا تھا کہ مسیح علیہ السلام کی زندگی کے دو دَور ہیں۔ اور انہیں مسیح کی پہلی زندگی سے مشابہت ہے۔ انہیں اللہ تعالےٰ نے مسیح کی پیشگوئی میں شریک کر رکھا ہے۔ اور آیت کا مصداق مسیح علیہ السلام کی جلالی آمد ہے۔ اور دوسرے میں اس کے برعکس ان پر یہ ظاہر کیا گیا کہ مسیح کی زندگی کا بس ایک دَور تھا جسے وہ پورا کرکے فوت ہو چکے ہیں۔ پہلے دَور میں ان کو وان عدتم عدنا کا الہام ہوا تھا جس میں مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی گئی تھی اور دوسرے دَور میں اس کے برعکس الہام ہوا تھا کہ مسیح مرگیا ہے، دوبارہ نہیں آئے گا۔

الغرض حیات و وفات مسیح کے بارے میں مرزا صاحب کے دو عقیدے ہیں۔ دو تفسیریں ہیں، اور دو الہام ہیں۔ جو آپس میں متناقض ہیں۔ ہم اور آپ اتنی بات پر تو متفق ہیں کہ ان میں سے ایک صحیح ہے اور ایک غلط۔ گویا مرزا صاحب کی اعتقادی غلطی، تفسیری غلطی اور الہامی غلطی تو آنجناب کو بھی مسلّم ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے پہلے دَور میں غلطی پر تھے یا دوسرے دَور میں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ پہلے دَور میں مرزا صاحب سلف صالحین کے مسلک پر تھے، لہٰذا ان کا اس دَور کا عقیدہ، ان کا الہام اور ان کی الہامی تفسیر صحیح ہے، اور دوسرے دَور میں وہ سلف صالحین کے مسلک سے ہٹ کر سرسید اور ان کے رفقاء کے ہمنوا تھے اس لئے اس دَور کا عقیدہ، ان کا الہام اور ان کی الہامی تفسیر ناقابل قبول ہے۔ اس کے مقابلہ میں آنجناب کا خیال یہ ہے کہ جب تک مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ متواترہ اور سلف صالحین کے اجماع سے متفق تھے اس وقت تک تو ان کا عقیدہ بھی غلط تھا۔ ان کا

فہم قرآن بھی غلط تھا، اور ان کا الہام بھی غلط تھا۔ جونہی انہوں نے سرسید احمد خاں سے ہمنوائی کی ان کا عقیدہ بھی صحیح ہوگیا، ان کے الہام بھی قابلِ اعتماد ہو گئے اور انہیں قرآن کریم بھی صحیح سمجھ آنے لگا۔ میں آنجناب ہی کو منصف بناتا ہوں کہ عقل و انصاف کی میزان میں ہمارا موقف وزنی ہے یا آپ کا؟

**پنجم:** آپ فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۰ء میں مرزا صاحب پر وفاتِ مسیح کا راز منکشف ہوا۔ اور اس کے بعد انہوں نے وفاتِ مسیح کی تیس آیات ڈھونڈ نکالیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ تیس آیات ۱۸۹۰ء کے بعد نازل ہوئیں؟ یا جناب مرزا صاحب کے علم و فہم میں کچھ نقص تھا؟ آنجناب کی تحقیق کے مطابق اس وقت مرزا صاحب کی عمر ۵۵ برس تھی، گویا چالیس برس سے عاقل و بالغ تھے اور پندرہ برس سے وہ اپنے مجدد۔ محدث۔ ملہم اور مامور من اللہ ہونے کا اشتہار بھی دے رہے تھے۔ انہیں ساری دنیا سے زیادہ فہم قرآن کا بھی دعوٰے تھا۔ سوال یہ ہے کہ مسلسل چالیس برس تک انہیں قرآن کریم کی یہ تیس آیات کیوں نظر نہ آئیں اور مرزا صاحب کے فہم کی رسائی اُن تک کیوں نہ ہوئی؟ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سرسید تو قرآن کی ان آیات کا مطلب سمجھ جائے۔ لیکن مرزا صاحب نہ سمجھیں؟ اور یہی سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر صحابہ و تابعین اور آئمہ مجددین کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔ ان تیس آیات کا مطلب ان اکابرین نے کیوں نہ سمجھا؟ اور وہ تسلسل اور تواتر کے ساتھ حیاتِ عیسٰی علیہ السلام کا عقیدہ کیوں رکھتے آئے۔ کیا قرآن کسی ایسی زبان میں نازل ہوا جس کو صرف سرسید اور جناب مرزا صاحب کا الہام ہی سمجھ سکتا ہے۔

**ششم:** دَور اول میں جناب مرزا صاحب نے حیاتِ مسیح کا عقیدہ خود تحریر فرمایا۔ اس کے لئے قرآن کریم کی سند پیش کی اور اس کی تائید میں اپنا الہام بھی پیش فرمایا۔ لیکن دوسرے دَور میں انہوں نے اس عقیدے کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہے۔ مثلاً:۔

"حضرت عیسٰے کا زندہ آسمان پر جانا محض گپ ہے"
(ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۱۰۰)

"بتلاؤ یہ ایمانداری ہے یا بے ایمانی" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۱۸)

"پس یہ کس قدر جھوٹ ہے" (ایضاً صفحہ ۱۱۸)

"محض جھوٹ کی حمایت" (ایضاً صفحہ ۲۰۴)

یہ بطور نمونہ چند فقرے نقل کئے گئے ہیں، ورنہ ان کے اس قسم کے ارشادات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احصا ممکن نہیں۔ انصاف فرمائیے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات اور اُمتِ محمدیہ کے تمام اکابر مجددین (نعوذ باللہ) محض گپیں ہانکتے رہے؟ قرآن کریم کے نصوص صریحہ کی صاف اور صریح طور پر خلاف ورزی کرتے رہے؟ بے ایمانی اور جھوٹ پر متفق رہے۔ اور محض جھوٹ کی حمایت کرتے رہے؟ اس بات کو بھی جانے دیجئے۔ صرف یہی دیکھئے کہ تبدیلی عقیدہ کے بعد خود آپ کی پہلی شخصیت کیسی نظر آتی ہے۔ اور ان کے تجویز کردہ ہوئے القاب خود ان پر کیسے چسپاں نظر آتے ہیں؟

محترم پروفیسر صاحب! حق تعالٰے نے آپ کو عقل و فہم کا جوہر عطا فرمایا ہے۔ سوچئے اور انصاف کیجئے۔ اگر قرآن کریم کی تیس آیتوں میں واقعی وفاتِ مسیح کی تصریح کی گئی ہوتی تو کیا اُمت محمدیہ کے اکابر بقول مرزا صاحب کے قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے بر خلاف عقیدہ رکھ سکتے تھے؟ محض گپ تراشی کر سکتے تھے؟ جھوٹ اور بے ایمانی کے مرتکب ہو سکتے تھے؟ کیا اس کے بجائے ہمارے لئے یہ آسان نہیں کہ ہم یہ یقین رکھیں کہ جناب مرزا صاحب کو الہام میں غلطی لگی ہے۔ اور پھر دوسری غلطی ان سے یہ سرزد ہوئی ہے کہ انہوں نے اس غلط الہام کی روشنی میں قرآن کریم کا از سرِ نو مطالعہ شروع کر دیا، اور قرآن کریم کو اس کے مطابق ڈھالنا شروع کر دیا۔

جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"من تفوہ بکلمۃ لیس لہ (لھا) اصل صحیح فی الشرع ملھما کان او مجتھدا فیہ الشیاطین متلاعبۃ" جو شخص ایسا کلمہ منہ سے نکالے جس کی کوئی اصل صحیح شرع میں نہ ہو، خواہ وہ ملہم ہو یا مجتہد پس شیاطین اس کے ساتھ کھیل رہے ہوتے ہیں۔
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱)

گذارش ہے کہ حیاتِ عیسٰے علیہ السلام کی کوئی اصل صحیح شرع میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو تمام آئمہ مجددین پر مرزا صاحب کا یہ فتوٰے عائد ہوتا ہے، اور اگر حیاتِ عیسٰے علیہ السلام کا شرعی ثبوت موجود ہے تو یہی فتوٰے مرزا صاحب پر عائد ہونا چاہیئے۔ میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ کسی فرد کے الہام و اجتہاد اور فہم قرآن میں تو غلطی لگ سکتی ہے۔ مگر پوری اُمت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔ اور اگر عقیدۂ حیات کا صحیح ثبوت نہ ہوتا تو اکابر مجددین کبھی یہ عقیدہ نہ رکھتے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غلطی جناب مرزا صاحب ہی کو لگی۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ فتوحات کے باب ۸۱ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"اس قسم کے شبہات سالکین کو پیش آتے رہتے ہیں اور ایسی حالت میں شیخ و مرشد کامل کی تربیت و اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنانچہ ہمارے شیخ کو بھی ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا جبکہ ان کو الہام ہوا کہ تو عیسٰے بن مریم ہے۔"

اگر جناب مرزا صاحب کا بھی کوئی مُرشد ہوتا تو اس کی توجہ سے ان کا یہ شبہ زائل ہو جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ مرشد کامل نہ ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب نے اپنے الہام کو واقعی سمجھ لیا۔ اور اس پر یہاں تک اعتماد کر لیا کہ اس کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر بھی کرنے لگے۔ اس طرح ان کا رستہ مسلمانوں سے الگ ہوگیا۔

**ہفتم:** آنجناب فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۰ء میں مرزا صاحب کو بذریعہ الہام "مسیح بن مریمؑ" بنا دیا گیا اور اس الہام کی بنیاد پر انہوں نے ۱۸۹۱ء میں "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کیا۔ مگر اس کے برعکس مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"اے برادرانِ دین و علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں، کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعوٰے کیا ہے، جس کو کم فہم لوگ "مسیح موعود" خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعوٰے نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سُنا گیا ہو۔ بلکہ یہ وہی پُرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالٰے سے خبر پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا، جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعوٰے ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں۔ یہ شخص یہ الزام میرے پر لگائے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع

ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰)۔
آپ کی اور جناب مرزا صاحب کی عبارت میں واضح طور پر تناقض ہے۔ چنانچہ :—

الف: آپ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کو ۱۸۹۰ء میں الہام ہوا کہ "ہم نے تجھ کو مسیح بن مریم بنا دیا" اس کے برعکس مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج ہے۔

ب: آپ فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے دعوےٰ کیا۔ اس کے برعکس مرزا صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج میرے منہ سے سنا گیا ہو۔

ج: آپ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ :—

"اس عاجز نے مثیل موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔"

د: آپ لکھتے ہیں کہ الہام نے مرزا صاحب کو مسیح بن مریم بنایا (اناجعلناك المسيح بن مريم) مگر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مسیح بن مریم ہونے کا دعوےٰ ہرگز نہیں کیا۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگائے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کی بات صحیح ہے یا مرزا صاحب کی؟ وہ کم فہم لوگ کون ہیں جو مرزا صاحب کو مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں؟ اور وہ سراسر مفتری اور کذاب کون ہے جس نے مرزا صاحب کو مسیح بن مریم کا خطاب دیا۔؟ مسیح اور مثیل مسیح ایک ہی چیز ہے یا الگ الگ؟ کیا مرزا صاحب کا کوئی الہام ایسا ہے جس میں ان کو مثیل مسیح کہا گیا ہے۔؟ آپ قرآن سے باہر کوئی دلیل قبول نہیں کرتے قرآن کریم کی وہ کونسی آیت ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو "مسیح" یا "مثیلِ مسیح" کہا گیا ہے۔؟ اور آنجناب نے وہ آیت پڑھ کر مرزا صاحب کو (ان کے دعویٰ کے علی الرغم) مسیح موعود مان لیا ہے؟

۳۔ آپ لکھتے ہیں :—

"قرآن کریم سے حیات مسیح ثابت کرنے کے لئے آپ نے تین آیات پیش کی ہیں : الف هو الذی ارسل-الخ۔ ب آیت میثاق النبیین-ج- وان عدتم عدنا۔ الخ۔"

معاف کیجئے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے حیاتِ مسیح پر تین نہیں صرف ایک آیت پیش کی تھی۔ آیت میثاق النبیین حیات مسیح پر دلیل کی حیثیت سے پیش نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ کے اس شبہ کے ازالہ کے لئے پیش کی تھی کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی آمد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہوتی ہے۔ میں نے آیت میثاق النبیین کے حوالے سے لکھا تھا کہ اگر سارے انبیاء بھی دوبارہ تشریف لے آویں تو اس میں آپ کی تنقیص نہیں بلکہ تعظیم ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح و ان عدتم عدنا والی آیت میں نے جناب مرزا صاحب کے الہام کی حیثیت سے نقل کی تھی۔ نہ کہ قرآن مجید کی آیت کی حیثیت سے —بہر حال میرے عریضہ کو آپ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں حیاتِ مسیح پر آپ کو ایک ہی آیت ملے گی۔

۴۔ آیت هو الذی ارسل ........ کلہ میں آنجناب نے مرزا صاحب کی تفسیر کو مسترد کر کے خود اپنی تفسیر پیش کر دی ہے، بیشک آنجناب علم و فہم اور عقل و دانش میں مرزا صاحب سے فائق ہیں اس لئے آپ کو یقیناً اس کا حق حاصل ہوگا، مگر افسوس ہے کہ میں آنجناب کی ایجاد کردہ تفسیر کو دو وجہ سے قبول نہیں کر سکتا۔ اول اس لئے کہ مرزا صاحب پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں مامور من اللہ مانتے ادہر مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے"۔ جس سے ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور کہ مرزا صاحب نے اس آیت کے تحت جو کچھ لکھا ہے وہ "اس پر ظاہر کیا گیا ہے کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ اور میں کسی شخص حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے مامور من اللہ کے الہام کے خلاف کی تفسیر کرنے بیٹھ جائے۔

دوسری وجہ یہ کہ مرزا صاحب تمام مفسرین کا اجماع نقل کر کہ یہ آیت سیدنا عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ نزول سے متعلق ہے ملاحظہ فرمائیے :—

"اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔" (اور چونکہ مرزا صاحب کے وقت میں یہ عالمگیر غلبہ ظہور میں نہیں آیا اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں — ناقل)"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۸۳)

اسی مضمون کو مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۶ تریاق القلوب صفحہ ۵۳ اور تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۳ میں بیان فرمایا ہے۔ اس صورت تمام متقدمین کے اتفاق کو، جس پر مرزا صاحب کی الہامی مہر بھی ہے۔ ترک کر کے آنجناب کی ایجاد کردہ تفسیر کو کیوں قبول کیا جائے

۵۔ آنجناب نے آیت میثاق النبیین کے ذیل میں اس کا سوال فرمایا ہے کہ :—

"کیا آپ قرآن کریم سے کوئی ایک ایسی آیت دکھا سکتے ہیں جس میں یہ ذکر ہو کہ حکمت الہیہ نے ان مصالح کی بناء پر حضرت عیسٰے (علیہ السلام) کو انبیاء علیہم السلام کی نیابت کے لئے منتخب

جواباً گذارش ہے کہ ایک طرف تو قرآن کریم نے حضرت علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی قطعی پیشگوئی فرمائی۔ جیسے احمدیہ کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں۔ دوسری طرف قرآن کریم یہ اطلاع بھی دی کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آنحضرت علیہ وسلم کی تصدیق کرنے اور نصرت کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا۔ تیسری طرف یہ عقلی مقدمہ ہے کہ جماعت کی جانب سے ایک نمائندہ منتخب ہو کر کوئی کارروائی کرے تو وہ نیابتہً پوری جماعت کی سمجھی جاتی ہے۔ ان مقدماتِ صحیحہ کے پیشِ نظر میں نے لکھا ممکن ہے کہ اس عہد و پیمان کے ایفا کی ایک شکل یہ بھی ہو کہ عیسٰی علیہ السلام تشریف لا کر اپنی طرف سے اصالتاً اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی جانب سے نیابتہً ایمان و نصرت کا عہد پورا فرمائیں۔ بات کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت میں سے حضرت عیسٰے علیہ السلام ہی کو کیوں اس منصب کے لئے تجویز کیا گیا؟ اس کے بارے میں نے لکھا تھا کہ اس کی مصلحت اللہ تعالٰے ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ ایسی صاف اور واضح بات ہے جس میں کسی گنجلک کی گنجائش نہیں آپ ماشاء اللہ اسرار و حکم پر بھی قرآنی آیات کا مطالبہ فرماتے اور مطالبہ کی دلیل یہ کہ :—

"میرا ایمان ہے کہ انسانوں کی فلاح و بہبود اور اصلاح نفوس کے لئے جو بات ضروری ہوتی ہے اس کو اس کی حکمت نے کبھی پوشیدہ نہیں رکھا، اپنے ایسے احکام کو وہ "آیات بینات" سے تعبیر کرتا اور ان "بینات" کے بعد ہی وہ منکرین کو کافر کا خطاب دیتا ہے۔"

مگر آپ نے یہ بات ملحوظ نہیں رکھی کہ قطعی احکام کا نام بیّنات ہے، نہ کہ احکام کی حکمتوں کا۔ اور آپ مجھ سے کسی حکم پر قرآن حکیم کی آیت کا مطالبہ نہیں فرما رہے۔ بلکہ ایک قطعی حکم کی جو حکمت میں نے بیان کی اس پر آیت پیش کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ محترما! سیدنا عیسٰی علیہ السلام کا قرب قیامت میں تشریف لانا قطعی ہے۔ "آیات بیّنات" میں شامل ہے۔ قرآن کریم، حدیث متواترہ اور اجماع اُمّت سب اس کی قطعیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ مگر ان کی تشریف آوری میں کیا کیا حکمتیں اور مصلحتیں ہیں؟ اس کی تفصیل کا جاننا ضروری ہے، نہ ہم جاننے کے مکلّف ہیں۔ اور اگر کوئی شخص کسی حکمت کو بیان کرے تو اس کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ اس کے صحیح شواہد موجود ہوں اور بس۔ اگر آپ ہر حکم اور اس کی ہر حکمت پر قرآنی آیات کا مطالبہ شروع کر دیں گے تو آپ کو سخت دقّت پیش آئے گی۔ غور فرمائیے کہ مرزا صاحب کے بقول آپ کے مسیح موعود ہونے کا تعلق انسانوں کی فلاح و بہبود اور انسانوں کی اصلاح سے ہے یا نہیں۔؟ کیا آپ قرآن کریم کی کوئی آیت دکھا سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد بن مرزا غلام مرتضٰے قادیانی کے مسیح موعود بنائے جانے میں فلاں فلاں حکمتیں ہیں۔ میرے محترما! کچھ تو انصاف فرمائیے کہ جب آپ ماننے پر آتے ہیں تو مرزا صاحب کے الہام پر مان لیتے ہیں۔ اور نہیں ماننا ہوتا تو قرآن کریم کی آیت قطعی الدلالت اور حدیث متواتر و اجماع اُمّت سُن کر بھی نہیں مانتے۔ بہرحال منوانا میرا کام نہیں۔ تاہم انصاف و دیانت کی اپیل ضرور کرتا ہوں۔ (باقی ــــ باقی)

## نذرانۂ عقیدت

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اس سلسلہ میں کچھ کام ٹرینیڈاڈ کے جواں سال مبلغ برادرم کمال ہوئیڈل صاحب نے جب وہ پاکستان میں تھے شروع کیا تھا۔ لیکن وہ ــ مکمل نہ کر سکے۔

حضرت مولانا کی اس اچانک موت کی خبر اسی دن تمام احباب تک پہنچا دی گئی۔ شام کو ہم لوگ زاہد عزیز صاحب جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے نواسے ہیں کے گھر پر اکٹھے ہوئے۔ حضرت مولانا کے علمی اور تبلیغی کارناموں کا ذکر ہوتا رہا۔ پھر باجماعت مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کیں اور آخر میں حضرت مولانا کی وفات کے ساتھ تحریک احمدیہ لاہور کے سنہری اور علمی دَور کی ایک شمع بجھ گئی۔ بزرگوں کے ان شہ پاروں کو ہم کہاں تک لوگوں تک پہنچاتے ہیں اس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے بن جائیں۔

دس نومبر کو انگلستان سے دس احباب ہالینڈ گئے جہاں انہوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہالینڈ کی ہیگ میں نئی شاخ کی افتتاحی تقریب میں حصہ لیا۔ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب اس موقع پر مہمان خصوصی تھے۔ اس ایمان پرور تقریب کی تفصیلی رپورٹ اُمید ہے محترم الحاج عبدالرحیم جگّو صاحب آپ کو ارسال کریں گے

---

**خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا** کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے جو اس کے ساتھ دُنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں، اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے ــــ (کشتی نوح)

---

# عطیات

{از شیخ فضل الرحمن صاحب دفتر محاسب}

## برائے مرکزی مہمانخانہ احمدیہ بلڈنگس و مہمانخانہ دارالسّلام

### اسمائے گرامی مُعطیان

| اسمائے گرامی | روپے |
| --- | --- |
| ۱۔ میاں عمر فاروق صاحب ملتان۔ بیس لحاف۔ پندرہ مرکزی مہمانخانہ کے لئے اور پانچ مہمانخانہ دارالسّلام کے لئے۔ | |
| ۲۔ میاں حمید احمد صاحب۔ لائل پور | 200.00 |
| ۳۔ میاں محمد احمد صاحب | 300.00 |
| ۴۔ میاں نشاط احمد صاحب ملتان | 200.00 |
| ۵۔ میاں نسیم احمد صاحب 〃 〃 | 200.00 |
| ۶۔ میاں ناصر احمد صاحب 〃 〃 | 400.00 |
| ۷۔ بیگم صاحبہ میاں مختار احمد صاحب | 100.00 |
| ۸۔ 〃 〃 〃 مبارک احمد صاحب | 100.00 |
| ۹۔ میاں نثار احمد صاحب ملتان | 100.00 |
| ۱۰۔ میاں ریاض احمد صاحب 〃 | 200.00 |
| ۱۱۔ محمد شریف خان صاحب ملتان | 25.00 |
| ۱۲۔ محمد صدیق خان صاحب 〃 | 10.00 |
| ۱۳۔ چوہدری امتیاز احمد صاحب 〃 | 20.00 |
| ۱۴۔ ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب | 10.00 |
| ۱۵۔ صوفی محمد ظفر صاحب ملتان | 15.00 |
| ۱۶۔ محمد ایوب غوری صاحب | 2.00 |
| ۱۷۔ محمد خالد صاحب | 2.00 |
| میزان کل | 1884.00 |

## سپاسِ تعزیت

مکرمہ جنابہ والدہ صاحبہ (بیگم شیخ محمد جان صاحب مرحوم) کی وفات حسرت آیات پر احباب جماعت نے خطوط اور تار اور قرار داد کی صورت میں افسوس کیا اور تسلّی دی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے غم میں ہمیں سہارا ملا ہے اور ہمارا غم ہلکا ہوا ہے۔ فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے۔ ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

۱۔ محمد عبداللہ صاحب۔ سیمنٹ ڈیلر۔ وزیر آباد
۲۔ بیگم شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ملتان چھاؤنی۔
۳۔ بیگم شیخ شریف احمد صاحب گلشن اقبال کراچی
۴۔ والدہ صاحبہ شیخ ارشد جاوید عباسی ٹیکسٹائل ملز رحیم یارخان۔
۵۔ بیگم شیخ محمد سلیم صاحب۔ سیالکوٹ چھاؤنی۔
۶۔ شیخ ممتاز احمد صاحب کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ نوشہرہ

مرسلہ محمد عبداللہ ولد شیخ محمد جان صاحب مرحوم۔ وزیرآباد

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــــ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ــــ شمارہ نمبر ۱۱

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹرز چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ ...)

جلد ۶۵ یوم چہارشنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۷۸ء نمبر ۱۲

## ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

# وفاتِ مسیح اجماعی مسئلہ ہے

ایک شخص نے سوال کیا کہ اسلامی کتب میں حیاتِ مسیحؑ کی بات کہاں سے آگئی؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ ہند کے مسلمان رسوم شادی و مرگ اب تک پُرانے ہندوؤں کی طرح ادا کرتے ہیں۔ جب بہت سے عیسائی اور یہودی مسلمان ہوئے تو کچھ پُرانے خیالات کا بقیہ ساتھ لائے۔ وہی خیالات مسلمانوں میں منتقل ہو کر اور احادیث کی غلط فہمی بھی ساتھ مل کر یہ فاسد عقیدہ پیدا ہو گیا اور کتابوں میں درج ہو گیا۔ ورنہ صدر اسلام میں اس کا نام و نشان نہ تھا بلکہ تمام نبیوں کی موت پر اجماع تھا۔ لیکن ان لوگوں میں بھی بہتیرے ایسے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ کی موت کے قائل ہیں کوئی کہتا ہے کہ وہ تین دن تک مرے رہے کوئی کہتا ہے کہ سات دن تک مرے رہے اور کوئی ہمیشہ کے لئے ان کا مر جانا مانتا ہے۔ بہرحال اصل اجماع اسلامی وہ ہے جو صحابہؓ کے درمیان ہوا۔ صحابہ میں سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر ہوا کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔ بغیر اس کے صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مرنے کے بعد کبھی صبر نہیں آ سکتا تھا۔ یہ مبارک اجماع حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ ہوا۔ اور اگر کسی کو یہ وہم تھا بھی کہ کوئی نبی زندہ ہے تو وہ بھی دُور ہو گیا اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی موت کا صدمہ صحابہ کے دل سے اُٹھا کہ نبی تو سب مرا ہی کرتے ہیں۔ اگر کسی فردِ واحد کو قصور درایت کے سبب کچھ غلطی لگی ہوئی تھی تو وہ بھی دُور ہو گئی۔ خود اللہ تعالےٰ کے کلام میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ کوئی آسمان پر نہیں جاتا۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کفار نے آسمان پر چڑھنے کا معجزہ طلب کیا تو فرمایا سبحان ربّی ھل کنت الاّ بشراً رسولاً۔ یعنی بشر رسول کبھی کوئی آسمان پر نہیں چڑھا اور فرمایا وما محمد الاّ رسول قد خلت من قبلہ الرسل افأن مات او قتل۔ یعنی کوئی نبی نہیں جو فوت نہیں ہو چکا پس اگر یہ نبی مر جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے۔ کتب سماوی اور تاریخ زمانہ بھی یہی شہادت دیتی ہیں۔ کوئی نظیر ایسی نہیں کہ پہلے کوئی دو چار نبی آسمان پر گئے ہوں۔ خود مسیح نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ یوحنا ہی الیاس ہے۔ ہاں جس طرح آدمؑ۔ موسیٰؑ۔ نوحؑ اور دوسرے نبی آسمان پر گئے اسی طرح بے شک حضرت عیسےٰؑ بھی گئے۔ چنانچہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے سب کو آسمان پر دیکھا۔ حضرت عیسےٰؑ کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کی قوتِ شامہ ہی ماری گئی ہے۔ خود زمانہ کی حالت سے بُو آتی ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنا عیسائیت کی پہلی اینٹ ہے۔ بعض لوگ میری نسبت اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ میں نے بھی براہین میں ایسا ہی لکھا تھا۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ یہی بات ہماری صداقت کی گواہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم کوئی منصوبہ بازی نہیں کرتے۔ خود اسی کتاب براہین میں ہمارا نام مسیح رکھا گیا اور خدا تعالےٰ کے تمام وعدے اسی کے اندر ہیں۔ اگر یہ غلطی مجھ سے براہین احمدیہ میں صادر نہ ہوتی تو ایک بناوٹ معلوم ہو سکتی تھی۔

(بدر۔ جلد ۱ نمبر ۱۹ صفحہ ۲ مؤرخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۵ء)

---

مسیحِ ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند + مگر مدفونِ یثرب را ندادند ایں فضیلت را
ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند + دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را
(حضرت مسیح موعودؑ)

# جناب مولوی محمد یوسف صاحب کا خط

## بنام مدیر "پیغام صلح"

«قسط نمبر (۲)»

۶۔ آنجناب کے جوابات پر گفتگو کرنے کے بعد اب میں آپ کے پیش کردہ شبہات کا ازالہ چاہتا ہوں۔ آنجناب کے شبہات کا مختصر اور جامع جواب یہ ہے کہ جو امر عقلاً ممکن ہو اور مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہو، اس کا ماننا لازم ہے، اور محض احتمالات کے ذریعہ اسے رد کرنا ناروا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا ممکن ہے۔ اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریف آوری کی قطعی خبر دی ہے۔ اس لئے اس خبر کا ماننا مومن کا فرض ہے۔ اور شبہات کے ذریعہ شارع کی خبر کو رد کر دینا اس کی تکذیب و توہین ہے۔ اس اجمال کے بعد اب تفصیل عرض کرتا ہوں۔

**پہلا شبہ:۔**

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ"

سے آپ نے یہ اجتہاد کیا ہے کہ "رسول مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع" اس لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اپنی اُمت کا مطاع ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک رسول دوسرے رسول کا بھی پیرو نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے حکم کی پابندی کا عہد کرتے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (مشکوٰۃ ص۳۰) ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ ایک رسول دوسرے رسول کا پیرو ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی خدشہ اور دغدغہ نہیں۔

**دوسرا شبہ:۔**

"عیسٰی علیہ السلام وآخرین منھم میں شامل نہیں ہو سکتے، اس لئے وہ آ بھی نہیں سکتے اور زندہ بھی نہیں۔"

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ عیسٰی علیہ السلام امت محمدیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تو وہ اس اُمت میں کیوں شامل نہیں ہو سکتے؟

**تیسرا شبہ:۔**

الفاظ یزکیھم سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ:۔

"ان کا تزکیہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوگا۔"

صحیح نہیں، کیونکہ آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ اُمت کے قابل تزکیہ لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں، یہ کہاں سے نکل آیا کہ کوئی مزکی شخص اُمت میں شامل ہی نہیں کیا جا سکتا۔

**چوتھا شبہ:۔**

"کوئی نبی بیک وقت نبی بھی اور اُمتی بھی نہیں ہو سکتا۔"

یہ مقدمہ بالکل غلط ہے۔ محققین کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں۔ تمام نبی آپ کے مقتدی اور تابع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نبی قیامت کے دن آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ قرآن کریم میں جو انبیاء کرام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا ذکر ہے اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہوئے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۳۳/۵)

علاوہ ازیں آپ کا قاعدہ مرزا صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کا دعوےٰ ہے کہ وہ امتی بھی ہیں اور نبی بھی۔ اگر آپ وہاں کوئی تاویل کر سکتے ہیں تو یہاں بھی کر لیں۔

**پانچواں شبہ:۔**

"لتؤمنن بہ ولتنصرنہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کہنا چاہیئے تھا کہ اب وہ رسول مبعوث ہو گیا اب مجھے نیچے اُتار دیجئے کہ میں وہ میثاق پورا کر دوں ....... اللہ تعالیٰ نے عہد لے کر اس عہد کو پورا کرنے کے لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آپؐ کے لئے نہ بھیجا۔ آخر کیوں۔؟"

اس سوال کا جواب یا تو عیسٰی علیہ السلام دے سکتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ۔ اس لئے اس سوال کو قیامت کے دن کے لئے اُٹھا رکھئے۔ وہاں انشاءاللہ ٹھیک ٹھیک جواب مل جائے گا۔ جہاں تک اس ناکارہ کا خیال ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نازل کئے جانے کا ایک خاص وقت طے شدہ ہے، اور وہ ہے قرب قیامت میں خروج دجال کا وقت۔ اس مقررہ وقت سے پہلے ان کے نزول کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، نہ وہ یہ احمقانہ سوال کر سکتے تھے کہ مجھے قبل از وقت بھیجدیا جائے۔ مسند احمد اور ابن ماجہ وغیرہ میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسٰیؑ (علیٰ نبینا علیہم السلام) سے ہوئی۔ آپس میں قیامت کا تذکرہ کرنے لگے سب سے پہلے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا، پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ پھر عیسٰی علیہ السلام کا نمبر آیا۔ انہوں نے فرمایا قیامت کے وقوع کا ٹھیک ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، ہاں! قیامت کے وقوع سے پہلے پہلے میرے رب کا مجھ سے ایک عہد ہے، وہ یہ کہ دجال نکلے گا تو میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا۔ الخ (ابن ماجہ ص۲۹۹۔ مسند احمد ص۳۷۵/۱۔ مستدرک حاکم ص۴۸۸/۴۔ فتح الباری ص۷۹/۱۳۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی تصدیق کی ہے اور حافظ ابن حجر نے تائید کی ہے۔)

**چھٹا شبہ:۔**

"عیسائیوں اور یہودیوں کا اختلاف قیامت تک رہے گا تو حضرت عیسیٰ آ کر کیا کارنامہ انجام دیں گے"۔

وہی کارنامہ انجام دیں گے جو مرزا صاحب نے براہین احمدیہ ص۴۹۸ میں ذکر کیا ہے، اور جیسے حدیث میں ویھلک الملل

((باقی بر ص۸ کالم اوّل))

# احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کا کام قرآن و اسلام کی روشن تعلیمات کے نور سے دنیا کو منور کرنا ہے

## احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام یو ایس اے کے مرکز و مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر جناب ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کی تقریر

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے نائب صدر اور کمیٹی تبلیغ بلادِ غیر کے چیئرمین حضرت ڈاکٹر سعید احمد
خانصاحب دامت برکاتہٗ متواتر تین سال سے بلادِ غیر کا تبلیغی و تنظیمی دورہ فرما رہے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں انہوں نے انگلستان کے علاوہ جزائر غرب الہند
کا دورہ کیا اور ٹرینیڈاڈ، سرینام، گیانا کی مختلف جماعتوں میں تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۶ء میں انگلستان، جرمنی و ہالینڈ کے علاوہ امریکہ بھی تشریف لے گئے
تھے اور گذشتہ سال بھی انگلستان کے مختلف مقامات کے علاوہ ہالینڈ اور امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کا دورہ کر کے آخر نومبر میں تشریف لائے تھے۔
امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کے چند شہروں میں ہماری جماعت کے احباب موجود ہیں۔ خصوصاً ہیورڈ اور آرک لینڈ میں بہت سے دوست مقیم
ہیں جو زیادہ تر فجی سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ آرک لینڈ کے شہر میں جماعت کے مرکز اور مسجد کے لئے ایک مکان خریدا گیا جس کے باقاعدہ افتتاح
کے لئے وہاں کے احباب نے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کو بالخصوص مدعو کیا۔ آپ اس غرض کے لئے انگلستان سے امریکہ تشریف لے گئے اور
۱۵ اکتوبر کو آپ نے اس نئے مرکز و مسجد کا افتتاح فرمایا۔ شرکاءِ تقریب میں احباب و خواتینِ جماعت کے علاوہ بلالی مسلمان اور غیر از جماعت دوست
بھی شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر قبلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو بتایا گیا کہ خرید مکان کی وجہ سے مقامی جماعت پر بیس ہزار ڈالر کا قرضہ ہے تو آپ نے افتتاحی
تقریب میں چندہ کے لئے اپیل فرمائی اور چھ ہزار ڈالر کی رقم جمع ہو گئی جو جماعت کے لئے بڑی خوشی کا موجب ہوئی۔ اپنے مختصر سے قیام میں حضرت ڈاکٹر
صاحب نے احبابِ جماعت سے تعارف و ملاقات کے علاوہ ایک خصوصی اجلاس میں بھی شرکت کی جس میں مختلف جماعتی امور پر غور و خوض کیا گیا اور جماعتی
ترقی و استحکام اور مفاد احباب کے لئے مختلف امور پر تبادلۂ خیال ہوا۔ امریکہ کے اس خوبصورت مقام پر مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب اور ان کے صاحبزادگان
تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے مجاہدانہ کام میں مصروف ہیں۔ جناب ظفر عبداللہ جماعت کے صدر اور جناب جعفر حسین جنرل سیکرٹری ہیں۔
اس جماعت کے مرکز و مسجد کی افتتاحی تقریب کی کاروائی میں مسجد کی رونمائی، دعائے خیر، ادائیگی نمازِ مغرب، جناب ماسٹر محمد عبداللہ اور ظفر عبداللہ صاحب
کی تقاریر اور حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کا خطاب شامل ہے۔ راقم الحروف کو اس تقریب کا کیسٹ سننے کا موقعہ ملا ہے۔ جسے مرتب کر کے ہدیۂ قارئین
کرام کیا جا رہا ہے۔

(ابو سلمان)

## افتتاحی تقریب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو ایس اے کی خوبصورت مسجد و مرکز کا افتتاح بمقام سنکی سکرامنٹو، آرک لینڈ، کیلیفورنیا امریکہ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کے ہاتھوں ہوا۔ آپ نے سورت فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے درِ مسجد کو کھولا اور دعائیہ کلمات میں فرمایا کہ اللہ بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر و سپاس ہے کہ اس رحیم و کریم خدا نے مغربی دنیا کی اس خوبصورت ریاست میں اپنے دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک اور مرکز و مسجد کے افتتاح کا نہایت ہی پرمسرت موقعہ عطا فرمایا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ میں سورۃ شریفہ ــــ الحمد ــــ کی تلاوت سے افتتاح کرتا ہوں۔ یہ قرآن کریم کی بھی افتتاحی سورت ہے، جو اپنے اندر دعائیہ رنگ رکھتی ہے۔ ہم جو بھی کوئی کارِ خیر کرتے ہیں اسی دعا کے ساتھ کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم یہ مبارک تقریب بھی اسی مسنون و معروف دعا کے ساتھ شروع کر رہے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے تعوذ و تسمیہ کے بعد سورۃ فاتحہ تلاوت کی۔ حاضرین نے تکبیر تحریمہ سہ بار بآواز بلند پڑھی۔ اور نعرے لگائے۔ مغرب کی اذان دی گئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے نماز کی اقتداء کی جبکہ اقامت محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے کی۔

## جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کی استقبالیہ تقریر

نمازِ مغرب کے بعد ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغِ اسلام نے اپنی استقبالیہ تقریر میں کہا کہ اس نہایت ہی مبارک و پُرمسرت موقعہ پر جبکہ ہم یہاں مرکز و مسجد کے افتتاح کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں میں احباب کی خدمت میں ہدیہ السلام علیکم پیش کرتا ہوں۔ اس وقت ہمارے درمیان ہمارے نہایت ہی معزز و محترم مہمان حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے ابھی ابھی افتتاحی رسوم ادا کی ہیں۔ میں ان کا تعارف آپ سے کرانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ آپ پاکستان کے صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی تمام تر حیاتِ سعید بنی نوعِ انسان کی خدمت میں گذار دی ہے۔ آپ نے میڈیکل کالج لاہور میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی۔ جب آپ زیرِ تعلیم تھے، میں بھی اس دوران اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ اسی طرح زمانۂ طالب علمی سے ہی ہم ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں۔ ڈاکٹری کی تعلیم کے بعد آپ بطور لاڈس سرجن تعینات ہو گئے۔ آپ امراضِ سینہ کے علاج معالجہ میں بطور خاص دلچسپی رکھتے تھے اور اس شعبہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے ایبٹ آباد سے کچھ فاصلہ پر ایک سینی ٹوریم کی بنیاد رکھی۔ یہ سینی ٹوریم جس کی ابتداء نہایت محدود ذرائع و وسائل کے ساتھ رکھی گئی تھی بسرعت ترقی کر گیا۔

یہاں مایوس و لاعلاج مریض آ کر ایک بار پھر نئی زندگی سے ہمکنار ہوتے تھے۔ آپ کی بنی نوعِ انسان کی بے لوث مخلصانہ خدمات کے اعتراف میں حکومت نے آپ کو "ستارہ خدمت" کا اعزاز بخشا۔

آپ نے تپدق کے ہزاروں کامیاب اپریشن کئے۔ ان اپریشنوں کے زیرِ اثر آپ اس بیماری سے خود بھی متاثر ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے

علاج معالجہ کی یہ خدمات بدستور جاری رکھیں - سرکاری ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد ایبٹ آباد میں ذاتی کلینک (ہسپتال) قائم کیا - جہاں دور و قریب کے ہزاروں لاعلاج اور مایوس مریض کھنچے چلے آتے تھے اور اس حاذق و دانا حکیم کے ہاتھوں شفا پاتے تھے -

جب آپ سعودی عربیہ کے شاہ عبدالعزیز مرحوم کے زمانہ میں ادائیگی حج کے لئے گئے تو اپنے ساتھ ادویات بھی لیتے گئے ، وہاں آپ کے مؤثر علاج معالجہ کا شہرہ ہو گیا - یہ خبر عام ہوگئی کہ ہندوستان سے ایک حاذق حکیم آئے ہیں جو دستِ شفا رکھتے ہیں - حج وفد کے ایک قائد مسٹر غزنوی اور دیگر لوگوں کے ذریعے شاہ سعود کو ان کے بارے میں معلومات ملیں - اس پر شاہ سعود نے اگلے سال فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے آپ کو دعوت دی اور ساتھ ہی ٹکٹ بھی روانہ کیا - یہ دعوت نامہ بڑے تنگ وقت میں ملا تھا - تاہم ڈاکٹر صاحب موصوف نے فوراً رختِ سفر باندھا اور سعودی عرب چلے گئے - ادائیگی حج کے بعد شاہ سعود کے ایک وزیر ڈاکٹر صاحب کے پاس پیغام لے کر آئے کہ شاہ سعود آپ کو یہاں کے ہسپتال میں تعیناتت کرنا چاہتے اور اپنا ذاتی معالج بنانا چاہتے ہیں - شاہی رہائش کی پر تکلف سہولتوں کے ساتھ آپ کو بیش قرار مشاہرہ ملے گا - جملہ الاؤنسز الگ ہوں گے - علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہی ہے کہ شاہ سعود کس قدر کھلے دل کے مالک ہیں - خوش ہونے پر آپ کو مزید بیش بہا انعام و اکرام سے بھی نوازیں گے -

ڈاکٹر صاحب نے ازراہِ مذاق کہا کہ ٹھیک ہے اگر شاہ ناراض ہو گئے تو پھر ان کا رویہ کیا ہوگا؟! بادشاہ جہاں خوش ہوتا ہے وہاں ناراض بھی ہو جایا کرتا ہے - الغرض ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ میں تو پہلے ہی اپنے ملکی بھائیوں کی خدمت میں مصروف ہوں' وہاں پر میری خدمات کی اَب بھی ضرورت ہے - ایسی صورت میں میرے لئے یہاں آنا مشکل ہے - بہرحال میں آپ کی مخلصانہ پیشکش کا شکر گذار ہوں - شاہ کو میرا اسلام و عُذر پیش کرتے ہوئے انہیں بتلادیں کہ میں بوجوہ تعمیل حکم سے معذور ہوں -

میں ڈاکٹر صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں - ان کی عز و قدر میرے قلب و نظر میں نہ صرف اس لئے ہے کہ وہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی بین الاقوامی انجمن کی ایک مقتدر و معزز شخصیت ہیں' بلکہ میں ان کا معترف اس لئے بھی ہوں کہ انہوں نے بنی نوع انسان کی خدمت کرتے کرتے ساری عُمر گذار دی -

گذشتہ دفعہ جب میں پاکستان گیا تو مجھے ان کی مہمانی کا شرف حاصل ہوا - مجھے غسل خانہ میں ان کے کمرے سے ہوکر جانا پڑتا تھا - جب میں چار بجے رات غسل خانے جاتا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کو نماز تہجد میں مصروف پاتا - اور جب آپ یہاں تشریف لائے تو ہمیں ہر روز ساڑھے پانچ بجے صبح اُٹھا دیتے - چونکہ آپ کو قرآن کریم کا ایک کثیر حصہ حفظ ہے نماز فجر میں آپ لمبی قرأت فرماتے رہے - جس سے ہمیں یک گونہ رُوحانی مسرت حاصل ہوتی - ہم ان کے نہایت شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اپنی زیارت و خدمت کا موقعہ بخشا ہے - یہاں پر ان کے اپنے اعزہ و اقارب بھی ہیں - بچیاں اور نواسے ہیں - ان میں سے بعض ڈاکٹری پیشہ ہیں - دیگر شعبوں سے بھی ان کا تعلق ہے - آپ کے بیشتر عزیز لاس انجلز، نیویارک اور اوہایو وغیرہ میں مقیم ہیں -

ڈاکٹر صاحب اس دفعہ جب لنڈن تشریف لائے تو میں نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ اس خوبصورت ریاست کی حسین وادی میں بھی قدم رنجہ فرمائیں - مجھے از حد خوشی ہے کہ انہوں نے کمال شفقت ہماری دعوت قبول فرمائی - وہ تین دن کے بعد واپس تشریف لے جائیں گے - ایک روز کے لئے لاس انجلز ٹھہریں گے - پھر نیویارک چلے جائیں گے ، پھر لنڈن اور وہاں سے پاکستان روانہ ہو جائیں گے -

## صدر جماعتِ احمدیہ (U.S.A) جناب ظفر عبداللہ کی تقریر

مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کی استقبالیہ تقریر کے بعد احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام یو ایس اے کے صدر جناب ظفر عبداللہ نے تقریر کی - انہوں نے اس مبارک موقعہ پر تشریف فرما خواتین و حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی جماعت کی طرف سے آپ سب حضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں - کہ آپ نے اللہ کے گھر کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی - عبادتِ الٰہی اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے یہ مسجد و مرکز ہم نے چند ماہ پہلے ہی تیار کیا ہے جبکہ اس کا باقاعدہ افتتاح آج کیا گیا ہے - ہمارے لئے یہ امر باعثِ فخر و انبساط ہے کہ یہ افتتاحی رسم اعلیٰ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے ہاتھوں انجام پائی - ہم اس انجمن کی ہی قیادت و رہنمائی میں اشاعتِ اسلام کا کام جاری رکھیں گے - اس انجمن کا موقف یہ ہے کہ آج کے علم و فضل کی دنیا میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت، علمی و نقلی اور عقلی شواہد و استدلال اور براہین قاطعہ کے ساتھ کی جائے - اور ضرورت زمانہ کے مطابق اسلام پر ریسرچ ورک کیا جائے - یہ دَور علم و لٹریچر کا دَور ہے -

چنانچہ اب دین اسلام کی صداقت و حقانیت کو دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کیا جائے اور لوگوں کو جبر و اکراہ کے ساتھ نہیں بلکہ علم و عقل کی بنیاد پر اسلام کی طرف مائل کیا جائے - جیساکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے لا اکراہ فی الدین - چند ماہ قبل کی بات ہے کہ احباب جماعت نے تجویز کیا کہ ہمارے پاس کوئی ایسی جگہ ہونی چاہیئے جہاں ہم وقتاً فوقتاً مل بیٹھ سکیں - نمازیں ادا کر سکیں ، دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام کر سکیں اور جملہ جماعتی فرائض منظم صورت میں ادا کر سکیں چنانچہ چند احباب آگے بڑھے اور مالی ایثار کا نمونہ پیش کیا - بفضلہ تعالےٰ ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا - ہمارا مرکز قائم ہو گیا اور عبادت الٰہی کے لئے مسجد تعمیر ہوگئی - اب ہمارا کام اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر آگے بڑھنا ہے -

میں ہر ایک صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ہماری مجالس میں بصد شوق تشریف لایا کریں - ہم بچوں اور بالغوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے کلاسیں جاری کر رہے ہیں - یہاں پر نماز باقاعدگی سے ہوتی ہے - آپ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے ہفتہ وار جمع ہوا کریں - یہ آپ کا دینی فرض ہے - ہم نے دینی کُتب کی فراہمی کا انتظام بھی کیا ہے - یہاں مرکز میں ایک لائبریری ہے جس کی توسیع و ترقی کا منصوبہ زیرِ غور ہے - آپ اس لائبریری سے استفادہ کیا کریں -

وہ لوگ جو تعلیمِ قرآن و اسلام کا شوق رکھتے ہیں اور ادیان کا تقابلی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں وہ اس لائبریری سے مستفید ہو سکتے ہیں ہم اسی ہفتہ سے اس قسم کی کلاسز شروع کر رہے ہیں - علاوہ ازیں یہاں پر قرآن کریم اور دیگر کتبِ دینی فروخت کے لئے رکھی جائیں گی - چنانچہ میں اپنے مسلمان بھائیوں اور دیگر دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قرآن کی تعلیم حاصل کریں - کیونکہ دنیا میں آج صرف ایک ہی آسمانی کتاب ہے جو زندہ ہے - جس کی تعلیمات زندہ ہیں - اور قیامت تک زندہ رہیں گی - آسمانی رشد و ہدایت کو جانیں اور عمل

کریں۔ دوسروں تک اس کے فیض کو عام کریں۔ بصورت دیگر ہم اس دنیا میں ناکام رہیں گے اور آخرت میں بھی۔ قرآن کریم نے سورۃ العصر میں بکمال جامعیت کے ساتھ اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے اور فرمایا ہے کہ اس دنیا و آخرت میں وہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے جو زندہ خدا پر ایمان رکھتے، اعمالِ صالحہ بجالاتے اور ایک دوسرے کو حق و صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ چنانچہ ہماری انجمن کا کام بھی یہی ہے کہ زندہ خدا کو پیش کریں، ہم اعمال صالحہ کی تلقین کریں اور حق و صداقت اور صبر و عزم کی تاکید کریں۔ یہ کام آسمانی کام ہے۔ آپ حضرات اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں تا آسمان والے کی آواز بلند ہو اور دین اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے۔

## حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب دامت برکاتہٗ کا خطاب

محترم ڈاکٹر صاحب قبلہ نے سورۃ الحاقہ کے آخری رکوع کی چند آیات فلا اقسم بما تبصرون ـ و ما لا تبصرون ـ انہ لقول رسول کریم و ما ھو بقول شاعر، قلیلا ما تؤمنون ـ و لا بقول کاھن ــــ وانہ لحق الیقین فسبح باسم ربک العظیم کی تلاوت کی اور فرمایا ـــ

میرے مکرم بھائی ماسٹر محمد عبداللہ صاحب، احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام یو ایس اے کے اراکین حضرات، میرے اسلامی بہن بھائیو اور دیگر خواتین و حضرات! یہاں پر میری موجودگی میرے لئے خوش نصیبی کی بات ہے اور بڑے ہی اعزاز کا باعث ہے میں آج ایک ایسی تقریب میں شمولیت کر رہا ہوں، جس کی غرض و غایت بزرگ و برتر خدا کی رضا کا حصول ہے۔ میں اپنے محترم بھائی ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا نہایت ہی شکر گذار ہوں کہ اس نے اپنی نعمتوں سے حصّہ عطا فرمایا۔ سب سے بڑھ کر اس کا شکر گذار ہوں کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے ایسے مواقع عطا فرمائے (اور فرماتا رہتا ہے) کہ پھر اس کے مقصد کی تعمیل و تکمیل میں مقدور بھر کوشاں رہوں۔ وہ مقصد یہ ہے کہ دین اسلام کی دعوت و تحریک کو عام کیا جائے۔ اسلام ہمارا دین ہے اور یہی ملجا و ماویٰ ہے۔ ہماری پہلی اور آخری غرض بھی یہی ہے کہ اسلام کی برکات کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے۔

گذشتہ بیس پچیس سالوں میں دُنیا نے عظیم الشان انقلاب دیکھا ہے۔ دنیا بھر میں اتفاقی اور انقلابی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ دُنیا کچھ کی کچھ ہو گئی ہے اور کہاں سے کہاں چلی گئی ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ یہ تبدیلیاں ہر سُو اور ہر جہت میں ہوئی ہیں۔ لیکن اس وقت میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ تاہم اس عرصہ کے دوران ایسا ہمہ گیر و عالمگیر انقلاب آیا کہ اسلامی دنیا کی مسلمان اقوام جاگ اٹھی ہیں اور ان میں ایک بیداری پیدا ہو گئی ہے۔

ہم اکثر و بیشتر اس قسم کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں جگہ اسلامی تنظیم قائم ہو گئی ہے اور فلاں مقام پر اشاعتِ دین کے لئے مرکز قائم ہے اور مغرب و یورپ کے فلاں فلاں مقام پر مساجد کی تعمیر ہو رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ انقلاب چالیس سال پہلے تو بالکل ناقابل تصوّر تھا۔

اب بھی اگرچہ ہم عالمی سطح پر تاریکی، مایوسی، اور نا اُمیدی کی فضا دیکھتے ہیں تاہم اسلامی دنیا کی خوابِ غفلت سے بیداری ایک اچھی فال ہے۔ اگرچہ ہمیں ابھی اتنے اعلیٰ درجے کے سازگار حالات نظر نہیں آتے۔ تاہم دین اسلام کی عظیم الشان صداقت کے مستقل طور پر دنیا میں قائم ہو جانے کی بنیادیں اُٹھائی جا رہی ہیں۔ اب یورپ و مغرب کی قومیں اسلام کی بات سننے اور سمجھنے لگی ہیں۔

یہ کوئی معمولی انقلاب نہیں ہے یہ تو کوئی خدائی تقدیر ہے جو پوری ہو رہی ہے۔ یہ صرف چند سال سے ہی اب ہوا ہے کہ دین اسلام کی طرف دُنیا متوجہ ہو رہی ہے۔ ورنہ نصف صدی پہلے کچھ لوگ ہی اس بارے میں خواب دیکھ سکتے تھے۔ جن مسلم حضرات کو مغربی دنیا دیکھنے کا موقعہ ملتا تھا وہ اسلام کے بارے میں احساس کمتری کا بُری طرح شکار تھے اور مرعوب تھے۔ کیونکہ وہ مغربی اقوام کی مادی طاقت و ترقی کو بچشم خود ملاحظہ کر رہے تھے ان کا علم و عمل، تحقیق و تدقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں محنت و جد و جہد ان کے سامنے تھی، اور ساتھ ہی ساتھ مشرقی اقوام بالخصوص عالمِ اسلام پر مغرب کے غلبہ و تسلّط اور مشرق کی غفلت و کم نگاہی بھی اصحابِ فکر و نظر کے سامنے تھی۔ چنانچہ وہ اسلام کی رفعت و ترقی اور غلبہ کے بارے میں نا اُمید نظر آتے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ مسلم قوم دوسری اقوام کے برعکس نظریۂ اسلام کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے۔ جب مسلم اقوام کا اپنے مذہب کے بارے میں عقیدہ اور نظریہ کمزور پڑ گیا تو وہ احساس کمتری کا شکار ہو گئے۔ لیکن اب یہی پس ماندہ مسلم قوم اپنی پہلی گم روح اور پاکیزہ جذبہ کو دوبارہ حاصل کر رہی ہے، اور ان کے اندر باطنی قوت اور ایمان کی روشنی پیدا ہو رہی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

عالمِ اسلام کے اندر یہ قوّت، یہ ایمان اور یہ روشنی کیوں اور کیسے پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے خاص اسباب و عوامل اور کچھ محرکات و وجوہات ہیں۔ میں آج آپ کے سامنے احیاءِ اسلام کی مختصر سی تاریخ بیان کروں گا اور بتاؤں گا کہ بیداری کی یہ تحریک کہاں سے پیدا ہوئی اور کہاں پھیل گئی۔

تقریباً ایک سو سال پہلے کی بات ہے کہ ایک انسان سرزمین ہندوستان کے ایک غیر معروف گاؤں قادیان سے اُٹھا۔ یہ وقت اسلام کی انتہائی کمزوری کا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ (نعوذ باللہ) اسلام اب دنیا سے مٹنے والا ہے۔ اس وقت اسلام کے تنزّل کے آثار ہویدا تھے۔ اہلِ فکر و نظر مسلمان حضرات اسلام کا مرثیہ پڑھ رہے تھے اور علماءِ دین اسلام کی بدحالی کا رونا رو رہے تھے۔ ایسے وقت میں اس بزرگ مامور انسان نے اُمید، حوصلہ، ترقی اور غلبہ و کامرانی کا پیغام جانفزا سُنایا۔ اور دعوےٰ کیا کہ میرے خدا نے مجھے بتایا ہے کہ اسلام کو دنیا میں فتح و کامرانی اور غلبہ حاصل ہوگا۔ پہلی رات کا چاند عام طور پر نظر نہیں آتا۔ میں نے وہ ہلالِ اسلام دیکھ لیا ہے میری آنکھیں صاف صاف اسے دیکھ رہی ہیں وہ بدر کامل بنے گا، اور دنیا جہان کو منور کرے گا۔

اس مامورِ الٰہی نے ایک جماعت بنائی جس کے سپرد یہ کام کیا کہ تم نے علمِ اسلام لے کر دنیا کے کونے کونے میں جانا ہے اور قرآن و اسلام کی روشن تعلیمات کے نور سے دنیا کو منوّر کرنا ہے۔ مغرب کی مادی طور پر ترقی یافتہ مگر روحانی اعتبار سے کوری دُنیا کو قرآن و اسلام کی روشنی سے بینائی بخشنا ہے۔ اس انسان کی نظر مغرب اور مشرق پر تھی۔ یورپ اور امریکہ پر تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ آفتاب

اسلام اب مغرب سے طلوع ہوگا اور حقیقت و صداقتِ اسلام اب مغرب میں جاکر قبول ہوگی۔"

چنانچہ ایک گاؤں قادیان میں رہتے ہوئے اس انسان نے ۱۹۰۲ء میں انگریزی زبان میں ایک معروف رسالہ اس غرض کے لئے جاری کیا۔ اس کا نام ریویو آف ریلیجن تھا۔ اس کے ایڈیٹر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ مقرر ہوئے وہ رسالہ امریکہ تک آیا۔ اس کو پڑھ کر لوگ داخلِ اسلام ہوئے۔ اس میں اسلام کی حقانیت اور صداقت بیان ہوتی تھی۔ امریکہ کے ایک معروف ترین شخص ویب نامی اسی رسالہ کے مطالعہ کے زیر اثر مسلمان ہوئے تھے۔

اس ربانی انسان نے اپنے نفسِ قدسی سے بڑے بڑے عظیم الشان مجاہد اسلام پیدا کئے تھے۔ ان میں سے دو مجاہدوں — حضرت خواجہ کمال الدین اور حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہما کی عظیم الشان خدماتِ اسلام کو تاریخ قطعاً فراموش نہیں کر سکتی۔ ان مبلغین اسلام کو مجدد صد چہاردہم، مہدی زمان، مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے قدموں میں بیٹھنے کی خوش نصیبی حاصل ہوئی۔ ان فہمند شیدائیانِ اسلام نے اس انسان کے روحانی علم کے اس چشمہ سے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ جیسے حضرت نے اپنے فارسی منظوم کلام میں یوں فرمایا ہے:-

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم

یک قطرۂ ز بحرِ کمال محمدؐ است

۱۹۰۴ء میں حضرت امام زمانؑ نے اپنے آسمانی کام کو آگے بڑھایا اور اپنے شاگردِ رشید مولانا محمد علی مرحوم کو قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کا حکم دیا۔ یہ کام سالہا سال کی عرق ریزی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ پہلا انگریزی ترجمہ تھا جو کسی مسلم کے قلم سے شائع ہوا۔

یہ ترجمہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا اور بڑا مقبول ہوا۔ دنیا بھر میں اس کی شہرت پھیل گئی اور بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوا ۱۹۱۷ء کے بعد بیشتر اہلِ علم لوگ اس ترجمہ کو پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ لوگوں نے رائے دی کہ اس سے بہتر ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ قرآن کریم کی صداقت کو روشن کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس میں وہ تاثیر رکھی ہے کہ جہاں کہیں اس کا ایک نسخہ گیا، اس کو پڑھ کر کئی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آسٹریلیا میں صرف ایک نسخہ پہنچا وہاں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔ گیانا میں یہ قرآن کریم گیا وہاں کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے، اور بڑی تعداد میں مسلمان سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہوئے۔

بہت سی باتیں ہیں جو میں طوالت کے خوف سے اس مجلس میں بیان نہیں کر سکوں گا۔ بہر حال یہ انگریزی ترجمۃ القرآن بہت مقبول ہوا۔ مختلف زبانوں ڈچ، جاوی، جرمن، اردو، انڈونیشی وغیرہ میں اس کے تراجم ہوئے۔ اس کے چھ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ عظیم الشان ترجمہ اشاعت اسلام کے میدان میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ترجمہ نے مذہبی دنیا میں جو عظیم الشان انقلاب پیدا کیا اس کا اندازہ ان آراء اور تبصروں سے لگایا جا سکتا ہے جو مختلف محققین، ناقدین، اور مبصرین نے کئے ہیں۔ اس وقت میں صرف دو ایک حوالے دینے پر ہی اکتفا کروں گا۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی ایک مشہور ادیب صحافی عالم مفسر قرآن ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ :-

"مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کرکے اسلام کی جو مہتم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آ گئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا، میرے لئے شمع ہدایت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ سمجھایا۔ کامریڈ والے مولانا محمد علی مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے۔ اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔"

حضرت مولانا مرحوم کی ایک اور عالمانہ تالیف ریلیجن آف اسلام ہے۔ یہ بڑی مستند اور بے نظیر کتاب ثابت ہوئی ہے۔ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ کتاب از بس ضروری ہے۔ مسٹر مارماڈیوک پکتھال انگریزی مترجم القرآن نے اس کتاب کی بڑی تعریف کی ہے۔ وہ خود بڑے بلند پایہ ادیب تھے۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں جب یہ کتاب شائع ہوئی تو پکتھال مرحوم نے لکھا کہ :—

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں، ان کے تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریک احمدیت ایک خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب ان کی سب سے اچھی تصنیف ہے۔ یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن و سنت سے خوب واقف ہے۔ جس کے دل میں پچھلی بارہ صدیوں کے اسلام کے انحطاط کا درد ہے اور جس کے دل میں اس کی اس نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک امید ہے جس کے آثار اب چاروں طرف نظر آنے لگے ہیں۔"

اس قسم کی بے شمار آراء ہیں جو وقتاً فوقتاً اس عظیم الشان ترجمہ کے متعلق ظاہر کی گئیں جو تحریک احمدیہ کے بانی و علماء نے پیش کیا۔ لاتعداد ایسے خطوط ہیں جن میں دنیا کے بیشتر ممالک سے انگریزی خواں لوگوں نے اس لٹریچر کی خوبیوں اور اس کے ذریعہ سے ہدایت پانے کا اعتراف کیا ہے۔ بخوف طوالت میں ان آراء اور حوالوں کو چھوڑتا ہوں۔

۱۹۱۳ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ووکنگ انگلستان میں پہلا اسلامک مشن قائم کیا، یہ مشن خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ قائم ہوا۔ اس مشن نے جلد ہی عالمگیر شہرت حاصل کر لی۔ یہ نہ صرف مقامی مسلمانوں کے لئے جائے عبادت بن گیا بلکہ یہ مرکز تبلیغِ اسلام بھی بن گیا۔ دینِ اسلام کی تعلیمات کی خوبیاں اور اس کی برکات کو عام کرنے کے لئے ماہنامہ اسلامک ریویو کا اجراء ہوا۔ اسلام کے خلاف مذاہب باطلہ بالخصوص عیسائیوں نے جو زہر افشانی کی ہوئی تھی اس میں ان کے غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈے کا کافی شافی جواب دیا جاتا تھا یہ کوششیں جلد ہی مقبول ہوئیں اور پھل لائیں۔ چنانچہ انگلستان کے ممتاز اہلِ علم دیگر حضرات —— لارڈ ہیڈلے سر آرچیبالڈ ہملٹن، اور لیڈی کوبالٹ و دیگر اصحاب حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ لارڈ ہیڈلے کو تو ادائیگی حج کی بھی تحریک ہوئی اور وہ فریضۂ حج کے لئے بیت اللہ تشریف لے گئے۔ بعد ازاں انہوں نے حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برصغیر ہند و پاک کا دورہ بھی کیا۔ ان کے مسلمان ہونے پر ہندوستان اور انگلستان میں چرچا ہو گیا۔ اور تبلیغ اسلام کا دروازہ کھل گیا اس میں خواجہ صاحب کو بڑھ چڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی۔ ان کے ہندوستان آنے کے موقعہ پر ریلوے اسٹیشن پر ہزارہا مسلمان استقبال کے لئے

موجود تھے۔ عظیم الشان جلوس کی شکل میں ان لوگوں نے لاہور کا چکر لگایا ایک اجلاس میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ اس میں سر محمد شفیع، علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی جیسی شخصیات بھی موجود تھیں۔ چنانچہ ووکنگ مسلم مشن کی خدمات و مساعی اور انگریزی ترجمۃ القرآن اور دیگر لٹریچر کے منظر عام پر آنے کے نتیجہ میں نہ صرف ایک کثیر تعداد میں غیر مسلم دائرۂ اسلام میں آ گئے بلکہ وہ پہلو جو زیادہ اہم و روشن ہے وہ سامنے آیا وہ یہ کہ احمدیہ تحریک نے اسلام کے بارے میں مستشرقین دیگر لوگوں کا نقطۂ نظر بدل دیا۔ حتیٰ کہ کلیسا کے پوپ پادری بوکھلا گئے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ نیا اسلام ہے جو پیش کیا جا رہا ہے۔ اور یہ کہ خواجہ صاحبؒ جو اسلام کے بارے میں تقریر و تحریر کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام کے بارے میں جو باتیں کہتے ہیں وہ عیسائی پینٹ بکس سے تیار کی گئی ہیں۔ اگر عیسائی لوگ اس کو نیا اسلام قرار دیتے تھے تو ان کے پاس ایسا کہنے کی دلیل بھی تھی کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے اسلام کے بارے میں ایسی تعلیمات نہ کہیں سے سنی تھیں نہ پڑھیں۔ اور نہ سوچ ہی سکتے تھے کہ ایسی تعلیمات بھی اسلام کی ہو سکتی ہیں۔ ان کے سامنے تو اسلام کی وہ تصویر تھی جو مغرب نے بغض و تعصب پیش کی تھی۔ یا بدخود غلط علماء سوء کا گمراہ کن لٹریچر ان کے پاس کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتا تھا چنانچہ حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی صحیح اور سچی تعلیمات پیش کیں، سنت نبویؐ کو اس کے حقیقی رنگ میں لوگوں کے سامنے رکھا۔ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے انگلستان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا تو اس وقت بڑی تاریکی و مایوسی کا عالم تھا۔ وہاں احیاء اسلام کی امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔

چنانچہ یورپ میں اسلام کی زبوں حالی اور کسمپرسی کا جو عالم تھا اس کا نقشہ مسلمان اہل نظر و دیگر اصحاب نے بھی لکھا اور بیان کیا ہے۔ جنوری ۱۹۳۳ء میں لاہور میں حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تعزیتی اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں بڑے بڑے لوگوں نے شرکت کی۔ خواجہ مرحوم کی خدمات جلیلہ عظیمہ کو سراہا اور مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔ چنانچہ ایک ممتاز مفکر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین مرحوم نے اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے یہ ریزولیشن پیش کیا کہ:

"مرحوم کی یادگار کے طور پر ایک میموریل فنڈ قائم کیا جائے اور اس فنڈ کا سرمایہ ووکنگ مشن کے اغراض و مقاصد کی تکمیل پر صرف کیا جائے اور اس کے (فنڈ) انتظام کے لئے ایک کمیٹی بھی بنائی جائے جس کے لئے مقتدر مسلمانوں کے نام پیش کئے گئے۔"

تقریر کرتے ہوئے خلیفہ صاحب نے فرمایا:۔

"جب خواجہ صاحب قیام مشن کے لئے پہلی مرتبہ ولایت گئے تو میں انگلستان میں طالب علم کی حیثیت سے موجود تھا۔ مجھے نہایت ندامت سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں نے اس وقت عظیم الشان مقصد کی مخالفت کی کیونکہ میں اس کو ناممکن خیال کرتا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میں غلطی پر تھا۔ میری پرورش ایسے ماحول میں ہوئی تھی جس میں احمدیت کے خلاف کچھ تعصب پایا جاتا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ہم جماعت احمدیہ لاہور سے نبوت وغیرہ کے مسائل میں متفق ہیں۔ ملک برکت علی صاحب ایڈووکیٹ نے اس ریزولیشن کی تائید کی۔"

ان دو حضرات ــــــ مولانا محمد علی مرحوم اور خواجہ کمال الدین مرحوم ــــــ نے اسلام کے بارے میں دنیا جہان کا نقطۂ نظر بدل کر رکھ [دیا] لوگوں کے اندر اسلام کے متعلق ایک بیداری پیدا ہو گئی۔ ایک وقت [یہ] حالت تھی کہ لوگ اس کو چھپاتے تھے، ظاہر نہیں کرتے تھے پھر [یہ] ہونے لگا کہ اسلام کے مخالفین اس سے بھاگنے لگے اور آج یہ [وقت] آیا کہ خود مخالفین اسلام، اسلام کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ [اور] جہاں تک مسلمانوں کی حالت کا تعلق ہے تو اب وہ اپنی پہلی روح و [جوش] دوبارہ حاصل کر رہے ہیں اور ان میں باطنی طاقت اور ایمان پیدا [ہو] رہا ہے۔ ماشاء اللہ۔ الغرض ان دونوں حضرات نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے میدان میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ یہ دونوں لائق مجاہد اسلام اس صدی کے مجدد و مامور مسیح و مہدی حضرت مرزا غلام [احمد] قادیانی علیہ السلام کے خوشہ چین تھے، اور یہ براہ راست اس ربانی انسان کے قدموں میں بیٹھے اور ان سے اکتساب فیض کیا۔

ان بزرگوں نے مامور زمانہ سے فیض یاب ہو کر دنیا جہان کو متاثر کیا۔ ان کی مساعی جمیلہ اور جد و جہد کی بدولت اور ان کے دوسرے ساتھیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں اسلام کی حفاظت و مدافعت ہوئی۔ اور مخالفین اسلام کی اسلام دشمنی کا سدِ باب ہوا۔ علوم قرآنیہ کا باب جو ایک عرصہ سے مسدود تھا کھل گیا۔ اور تمام دنیا نے بالعموم اس کو محسوس کیا۔ یہ تحریک کس نے شروع کی؟! کہاں سے اٹھی؟ اس نے دنیا کو کیا دیا؟ کیسی تاریخ مرتب کی اور اسلام کے باب میں اس کی جد و جہد کا کیا مقام ہے؟ اگرچہ ان سب کچھ پر تعصب و تنگ نظری کی گرد و غبار کے دبیز پردے چڑھے ہوئے ہیں۔ لوگوں کو اس کی جان پہچان سے دانستہ دور رکھا جاتا ہے ایسی صورت حال میں ایک عام آدمی کے لئے بڑا مشکل امر ہے کہ وہ حقیقت حال کی کرید کرے اور واقعات حقہ کی چھان بین کر کے حق و باطل کی پہچان کرے۔ تاہم وہ وقت دور نہیں بہت قریب ہے اور یقینی امر ہے کہ مخالفت کا طوفان تھم جائے گا، تنگ نظری کے بادل چھٹ جائیں گے اور اس دور کے مسلمانوں کے احیاء کی تاریخ لکھی جائے گی تو مؤرخ اس تحریک کے اثر و نفوذ سے صرف نظر نہیں کر سکے گا وہ ضرور کھوج لگائے گا وہ لکھے گا اور ظاہر کرے گا کہ اس تحریک کے اسباب و عوامل کیا تھے اور اس نے دعوتِ اسلام کے باب میں کیا خدمات انجام دی ہیں اور وہ اس حقیقی نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ ایک الٰہی تحریک اور آسمانی دعوت تھی۔ حضرت بانی تحریک نے علیم و قدیر خدا سے معرفت حاصل کر کے اسلام کی فتح و غلبہ کا جانفزا مژدہ سنایا اور اس کی فتح مندی کی پیشگوئی کی۔ اس امام نے اپنے ماننے والوں کے دلوں کے اندر زندہ اسلام کی زندہ تعلیمات پر زبردست ایمان پیدا کر دیا اور ان کے قلب و نظر میں یہ بات راسخ کر دی کہ اسلام برحق ہے، یہ دنیا میں غالب آئے گا۔ بڑے زور اور حملوں سے اس کی سچائی ثابت کرے گا اور اس کے مقابلہ میں باطل مذاہب عالم شکست کھا جائیں گے۔

وہ آیات جو میں نے شروع میں تلاوت کی تھیں۔ وہ اسی اسلام پر روشنی ڈالتی ہیں جو کامل و مکمل دین ہے جو خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا جو ہمہ گیر، عالم گیر اور ازلی ابدی دین [ہے]۔

حضرات! آپ غور فرمائیں کہ حضرت بانی تحریک نے جو انقلاب برپا کیا، کیا وہ اس کی ذاتی اور انفرادی تحریک و اختراع کا [نتیجہ تھا] یا کوئی خارجی تحریص و ترغیب تھی۔ ایسے وقت میں جبکہ اسلام خود مایوسی اور قنوطیت کا شکار تھا، اسلام کی نشأۃ ثانیہ مشکوک نظر آتی تھی۔ مادیت اور اس کی سحر آفرینیوں نے اسلام کے بارے میں ایمان و یقین کو ہلا کر رکھ دیا تھا، اور اسلامی قدروں کی بحالی کا ...

((باقی بر صفحہ ۱۲ کالم اوّل))

(مولوی محمد یوسف صاحب کا خط بقیہ صد)

کلیہا الا الاسلام سے تعبیر فرمایا ہے۔

## ساتواں شبہ:۔

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایک صاحب کتاب نبی آئے گا تو ختمِ نبوت کی مُہر کہاں رہے گی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم علیہ وسلّم کے بعد کسی شخص کو نبوت عطا کی جائے تب تو مہر نبوت ٹوٹ جاتی ہے۔ خواہ وہ صاحب کتاب ہو یا بغیر کتاب کے، تشریعی ہو یا غیر تشریعی، اصلی یا ظلّی۔ لیکن آنحضرت سے پہلے کے تمام نبی بھی اگر زندہ رہتے اور آپ کی پیروی کرتے تو اس سے ختمِ نبوت کی مُہر نہیں ٹوٹتی۔ جناب مرزا صاحب اپنے والدین کے لئے خاتم الاولاد تھے (تریاق القلوب صفحہ ۳۷۹) اگر وہ اپنے تمام بہن بھائیوں سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جاتے تب بھی ان کی ختم ولادت کی مُہر نہیں ٹوٹ سکتی تھی۔ ہاں ان کے والدین کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو جاتا تو اس سے مہر ضرور ٹوٹ جاتی۔ ختمِ نبوت کی مہر کو بھی اسی طرح سمجھ لیجئے۔

## آٹھواں شبہ:۔

"اگر حضرت عیسےٰ کو زندہ رکھنا تھا تو قرآن ان کی زندگی کو صاف صاف بیان کرتا اور وہاں ایسی آیات نہ ہوتیں جن سے کہیں تو حیات ثابت ہوتی ہے اور کہیں ممات، اور اس پر مسلمانوں میں اختلاف رونما ہوتا ہے"

آنجناب کا یہ شبہ تین دعوؤں پر مشتمل ہے:۔

اوّل یہ کہ قرآن نے ان کی زندگی کو صاف بیان نہیں کیا۔

دوم یہ کہ اس مسئلہ میں آیاتِ قرآن میں تعارض ہے، کہیں سے ان کی حیات ثابت ہوتی ہے اور کہیں سے ممات۔

سوم یہ کہ اس مسئلہ میں مسلمانوں کا اختلاف رہا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ یہ تینوں دعوے قطعی بے بنیاد اور یکسر بے دلیل ہیں۔ قرآن اور شارح قرآن صلی اللہ علیہ وسلّم نے جس صراحت کے ساتھ ان کی حیات اور تشریف آوری کی خبر دی ہے اور امّت اسلامیہ نے جس تواتر اور تسلسل کے ساتھ اس قرآنی و نبوی پیشگوئی کو لوح قلب پر رقم کیا ہے اس کا حوالہ خود آنجناب کے "ماموں و مرسل" سے دلا چکا ہوں۔ اور آپ کو ان کی شہادت پر اعتماد نہ ہو تو گذشتہ اکابر کی جتنی شہادتیں آپ کہیں پیش کرنے کو حاضر ہوں۔

میرے محترم! فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے اور اسے گوارا بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر دین کے قطعی یقینی اور متواتر عقائد میں کتر بیونت ناقابلِ برداشت ہے۔ کسی عقیدے کے صحیح یا غلط ہونے کا بس ایک ہی معیار ہے کہ وہ سلف صالحین صحابہ و تابعین ائمہ مجددین کے مطابق ہے یا اس کے خلاف؟ اگر وہ سلف صالحین سے متواتر چلا آتا ہے تو اسے بغیر کسی حیل و حجت کے ماننا لازم ہے، اگر ایسے قطعی اور متواتر عقیدے کے خلاف کوئی رائے زنی کرتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ مسلمانوں کی راہ سے ہٹ چکا ہے، اس کی عقل زنگ خوردہ اور اس کی قرآن فہمی زیغ آلود ہے۔ حیاتِ عیسےٰ علیہ السلام کی قطعیت پر جب مرزا صاحب کی یہ عبارت آپ پڑھ چکے ہیں:۔

"مسیح ابنِ مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اوّل درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے"

پہلے عریضے میں اس کے تحت میں نے جو نوٹ لکھا ہے اسے ایک بار پھر بطور خاص ملاحظ فرما لیا جائے۔

آنجناب کو غلط فہمی ہوئی کہ آپ نے ان لوگوں کی گری پڑی آراء کو "مسلمانوں کا اختلاف" سمجھ لیا جن کے بارے میں مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:۔

"حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی" (ازالہ صفحہ ۵۵۵)

لیکن آپ نے ان نیچریوں کی آراء کو مسلمانوں کے اختلاف سے تعبیر کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ بقول مرزا صاحب کے:۔

"وہ اس قدر متواترات سے انکار کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں" (ازالہ صفحہ ۵۵۶)

میرے محترم! دینی عقائد میں ملاحدہ اور زنادقہ کی آراء کا اعتبار نہیں نہ ان کا اختلاف کسی عقیدہ کی قطعیت پر خاک ڈال سکتا ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ امّت کے ثقہ و امین اکابر از اوّل تا آخر حیات عیسےٰ علیہ السلام کے عقیدے پر متفق رہے ہیں، یہ وہی حضرات ہیں جن کے بارے میں آنجناب خود لکھتے ہیں:۔

"تاریخ اسلام گواہ ہے کہ آپ کے بعد ایسے عظیم المرتبت انسان پیدا ہوئے جنہیں اولیاء اور مجدد کہا جاتا ہے، اور جن کے ذریعہ اپنے زمانوں میں پیدا ہونے والی خرابیاں دور ہوئیں"

کیا ان عظیم المرتبت انسانوں میں کبھی اس مسئلہ پر اختلاف ہوا؟ کیا کسی صدی کے مجدد نے اعلان کیا کہ حیات مسیح کا عقیدہ غلط ہے؟ "عسلِ مصفیٰ" میں مجددین کی فہرست دیکھ لیجئے اور پھر مجھے بتائیے کہ فلاں فلاں اکابر نے اس عقیدے کے غلط ہونے کا اعلان کیا تھا۔ اور میں بفضل خدا پہلی صدی سے لے کر تیرھویں صدی تک کے اکابر کا عقیدہ پیش کرنے کو حاضر ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی آپ اپنی غلط فہمی پر اصرار کرنے میں حق بجانب ہوں گے؟ ع

"بندہ پرور! منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر"

## نواں شبہ:۔

"حضرت ابنِ عباس نے فرمایا ہے انما اخذ اللہ میثاق النبیین علےٰ اُممھم۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے نبیوں کا میثاق ان کی اُمتوں پر لیا۔ اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی کتاب انجیل اور آپ کی امّت کے ذریعہ یہ میثاق پورا ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ آکر حضرت عیسےٰؑ کو شہادت دینے کی کیا ضرورت؟"

پروفیسر صاحب! آپ کے منہ میں گھی اور شکر، آج آپ نے ترجمان القرآن حبر الامّت حضرت ابن عباسؓ کا نام لیا ہے جزاک اللہ! مرحبا! اچھا یہ فرمائیے کہ اگر یہی حضرت ابن عباسؓ فرمادیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا، اور یہ کہ وہ قرآنی اور نبویؐ پیشگوئی کے مطابق قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لادیں گے تو کیا میری آپ کی بحث کا فیصلہ ہو جائے گا؟ اور کیا آپ ان کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دیں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو ماشاءاللہ۔ اور اگر نہیں تو انصاف فرمائیے کیا حضرت ابنِ عباسؓ کا ارشاد صرف میرے ہی سامنے پیش کرنے کی چیز ہے؟ یہ تو شاید آنجناب کو بھی مسلّم ہی ہوگا کہ سیدنا ابنِ عباسؓ مجھ سے اور آپ سے زیادہ قرآن جانتے تھے۔ اس کے مفہوم و مدّعا سے باخبر تھے، اور اس کی تصریحات و اشارات کو سمجھتے تھے، یا نہیں؟

اب سنئے میثاق کی بات! قرآن کریم نے اس عہد و پیمان کا ذکر کیا ہے جو (غالباً عالم ارواح میں) انبیاء کرام سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں لیا گیا۔ سب نے ایمان و نصرت کا عہد و پیمان باندھا۔ اب رہی بات کہ یہ عہد پورا کس کی دنت

ہوا، کس کس شکل میں ہوا، اس کو قرآن کریم نے ذکر نہیں فرمایا۔ آنجناب نے تو جو تقریر فرمائی اس سے یا تو قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے یا انبیاء کرام پر عہد شکنی کا الزام عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ انبیاء کرام سے یہ عہد لیا گیا کہ "تم ایمان لاؤ گے اور نصرت کرو گے"۔ اب ظاہر ہے کہ انبیاء کرام بذاتِ خود تو نصرت نہیں کر سکے اور نیابت کے اصول کو آنجناب تسلیم نہیں کرتے:۔

"کیونکہ عہد پورا کرنا اسی نبی کا فرض ہے جس سے یہ عہد لیا گیا، خدا ایک نبی سے عہد لیتا ہے وہ خود اسے پورا نہیں کرتا اور ذمہ داری دوسرے کے سر ڈال دیتا ہے۔ اس کی منطق مجھے سمجھ میں نہیں آتی، ایمان اسی نبی نے لانا ہے، اور مدد اسی نبی نے کرنی ہے، اس میں کیا تک ہوئی کہ وہ دوسرے کو کہے کہ بھئی میں تو نہ ایمان لاتا ہوں اور نہ مدد کرتا ہوں، تم میری طرف سے ایمان بھی لے آؤ اور مدد بھی کرو۔ کیا یہ خدا کے حکم کی حکم عدولی اور عہد شکنی نہیں"

ظاہر ہے کہ جب ایک نبی دوسرے نبی کی نیابت اس میں نہیں کر سکتا، اور یہ بقول آپ کے عہد شکنی ہے تو کوئی اُمتی اس معاملہ میں کسی نبی کی نیابت کیسے کر سکتا ہے، اور اس کی نیابت آنجناب کی بارگاہ میں کیسے لائق قبول ہو سکتی ہے۔ گویا آپ کے نظریہ کے مطابق تمام انبیاء کرام عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔

میرے آقا حضرت ابن عباسؓ نے اس کی ایک شکل تجویز فرما دی کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ اپنے وقت میں اپنی اُمت کو اس عہد و پیمان کی وصیت کرے کہ جب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں فوراً آپؐ پر ایمان لاؤ اور آپ کی نصرت و حمایت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ گویا انبیاء کرام کا اپنی اپنی اُمتوں کو وصیت کرنا اور اُمتوں کا نیابتہً اس عہد کو پورا کرنا یہ ایفائے عہد کی ایک شکل ہوئی۔ مگر اسی میں حصر نہیں، اس کے علاوہ بھی اور شکلیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً شبِ معراج میں تمام انبیاء کرام مقتدی ہوئے اور امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ امامت تفویض کیا گیا۔ سب نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ کیوں نہ اس واقعہ کو بھی اسی "لتؤمنن بہ و لتنصرنہ" کی ایک شکل سمجھا جائے؟ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو آگاہ فرما دیا ہے کہ:۔

الانبیاء اخوۃ علات، اُمھاتھم شتّٰی ودینھم واحد وانا اولی النّاس بعیسٰی بن مریم، فانہ لیس بینی و بینہ نبی وانہ نازل فیکم فاعرفوہ۔ الخ
(النبوّت فی الاسلام ص۹۲)

انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی شریعتیں الگ الگ اور سب کا دین ایک ہے، اور مجھے سب انسانوں سے زیادہ قریبی تعلق عیسٰے بن مریم سے ہے۔ کیونکہ (ایک تو) میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا (دوسرے) وہ تم میں نازل ہوگا۔ پس اس کی خوب پہچان کر لو (آگے علامتیں بیان فرمائیں جن سے ان کی پہچان ہو سکے گی)

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بیان فرما رہے ہیں کہ عیسٰےؑ کی تشریف آوری دین کی نصرت و حمایت کے لئے ہونے والی ہے تو اگر میں نے یہ عرض کر دیا کہ یہ بھی اسی عہد و پیمان کے ایفاء کی ایک شکل ہے تو اس میں کیا بے جائیت ہے؟ اور سیدنا ابن عباسؓ کے ارشاد سے کیا تعارض ہے؟ رہا آنجناب کا یہ ارشاد کہ "وہ ایک بار یہ میثاق پورا کر چکے ہیں۔ اب دوبارہ کیا ضرورت؟" یہ میری عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہیں تو انہیں آپ کی حمایت و نصرت کے فرض پر جب بھی مامور کیا جائے گا وہ اسے بسر و چشم بجا لائیں گے، مامور کرنے والا خدا ہے، فرض بجا لانے عیسٰے علیہ السلام کر رہے ہیں، میں، آپ یا کوئی اور کون ہوتا ہے جو اُن پر یہ حکم امتناعی جاری کر دے کہ "نہیں جناب آپ ایک بار یہ کام کر چکے ہیں۔ اب ضرورت نہیں۔ تشریف لیجائیے"۔

## دسواں شبہ:۔

"ایک بار تو حضرت عیسٰےؑ پر انجیل اُتر چکی ہے، جس میں آنحضرت صلعم کے متعلق شہادت موجود ہے۔ اب ان پر کوئی دوسری کتاب اُترنی چاہیئے۔"

افسوس ہے اس "اترنی چاہیئے" کی منطق میں نہیں سمجھ سکا، کیوں اُترنی چاہیئے؟ اس کی ضرورت اور وجہ؟ شاید لفظ "ثم" پر نظر نہیں کی گئی۔

## گیارھواں شبہ:۔

"یثرب کے نبی معصوم کو، جنہیں ساری نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے، آپ مدینہ میں مدفون سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت عیسٰےؑ کو جنہیں انجیل اور قرآن دونوں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانے والا رسول کہتے ہیں، انہیں عرش پر زندہ سلامت سمجھے بیٹھے ہیں۔"

یہ شبہ آپ سے پہلے کئی بار پیش کیا جا چکا ہے۔ مجھے توقع نہ تھی کہ آنجناب بھی اسے زیبِ رقم فرمائیں گے، تاہم مجھے مسرت ہے کہ آپ جتنے شبہات بھی پیش کریں گے میں اپنی ناچیز استطاعت کے مطابق انہیں زائل کرنے کی کوشش کروں گا۔ وماتوفیقی الّا باللہ۔

سب سے پہلے تو میں آنجناب کی یہ غلط فہمی زائل کرنا چاہتا ہوں کہ "ہم حضرت عیسٰے علیہ السلام کو عرش پر بیٹھے سمجھتے ہیں" غالباً آنجناب نے آسمان اور عرش کو مترادف سمجھ لیا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آسمان اور چیز ہے اور عرش اس سے الگ چیز ہے۔ مسلمان حضرت عیسٰے علیہ السلام کو عرش پر نہیں بلکہ آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ آپ کا یہ شبہ دراصل تین شبہات کا مجموعہ ہے:۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فوت شدہ ہونا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زندہ ہونا۔
(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین پر ہونا یا زمین میں مدفون ہونا اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کا آسمان پر ہونا۔
(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا مختصر اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی عمر کا طویل ہونا۔

یہ تمام چیزیں آنجناب کے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کی موجب اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی فضیلت و برتری کو مستلزم ہیں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ غالباً آنجناب کی غلط فہمی کا منشاء یہ ہے کہ آپ نے دفعات کیجئے عیسائیوں اور نیچریوں کے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنے خیال میں یہ طے کر لیا ہے کہ جو زندہ ہو وہ فوت شدہ سے افضل ہوتا ہے، جو آسمان پہ ہو وہ زمین والوں سے برتر ہوتا ہے اور جس کی عمر لمبی ہو وہ چھوٹی عمر والے سے بہتر ہوتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ اصول، جس پر آپ کے شبہ کی ساری عمارت کھڑی ہے؟ اور آپ کو مسلّم ہے؟ آپ ذرا بھی تامل سے کام لیں گے تو

تو آپ پر اس اصول کی غلطی فوراً واضح ہو جائے گی۔ محترما! کسی شخص کا مدفون اور دوسرے کا زندہ ہونا نہ اوّل الذکر کی تنقیص کا موجب ہے نہ ثانی الذکر کی فضیلت کا۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت جو لوگ زندہ تھے یا اب زندہ ہیں کیا آپ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھ لیں گے۔ نعوذ باللہ۔ یا کیا ان لوگوں کا زندہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کا موجب ہے؟ دور کیوں جایئے، مرزا صاحب زیرِ زمین مدفون ہیں اور آنجناب ماشاء اللہ زندہ سلامت (عرش نہ سہی) کرسی پر متمکن ہیں، کیا کسی احمق کو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے کہ آپ مرزا صاحب سے افضل ہیں؟ یا یہ کہ آپ کے زندہ ہونے میں مرزا صاحب کی توہین و تنقیص ہے؟ غور فرمایئے یہ دلیل ہے یا محض سفسطہ؟

اسی طرح کسی شخص کا محض آسمان پر ہونا نہ تو اوّل الذکر کی افضلیت کی دلیل ہے اور نہ مؤخر الذکر کی تنقیص کا موجب ہے۔ کون نہیں جانتا کہ انبیاء کرام علیہم السلام آسمان کے فرشتوں سے اور حاملینِ عرش سے افضل ہیں۔ جب جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص نہیں ہوتی، نہ جبرائیل علیہ السلام کا آپ سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔ تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کا وجود کیوں بارِ خاطر ہے، جبکہ وہ جبریل علیہ السلام سے تو افضل ہی ہیں، اور سنیئے جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"جنات آسمان تک پہنچ جاتے ہیں، جیسا کہ فاتبعہ شہاب ثاقب سے ظاہر ہوتا ہے۔" (چشمۂ معرفت ص ۷۷)

اگر تجلیت جنات کے آسمان تک پہنچ جانے سے کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹتا (البتہ ستارے ضرور ٹوٹتے ہیں) کسی نبی کی توہین نہیں ہوتی، نہ کسی کو جنات کی برتری و فضیلت کا شبہ گذرتا ہے تو ایک حضرت عیسٰے علیہ السلام کا نام سن کر ہی کیوں طوفان برپا ہو جاتا ہے۔؟ اور پھر نیک روحوں کے اعلٰے علیین پر جانے کا عقیدہ کس کو معلوم نہیں؟ کیا ان کے محض آسمان پر ہونے سے یہ فرض کر لیا جائے کہ ہر نیک روح زمین کے تمام باشندوں سے افضل ہوتی ہے؟ اور پھر میں کہتا ہوں کہ جب روحیں آسمان پر جاتی ہیں اور وہی ان کا مستقر بھی ہے تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کا تو لقب ہی "روح اللہ" ہے، وہ اگر آسمان پر جائیں اور وہاں رہیں تو اس سے کیوں بدکا جائے۔؟

ضمناً یہ بھی عرض کر دوں کہ جن عیسائیوں نے یہ "دانشمندانہ گپ" (کے) اڑائی ہے کہ عیسٰے علیہ السلام چونکہ آسمان پر ہیں اس لئے وہ خدا یا خدا بیٹے ہیں۔ ان سے کہیئے کہ آسمان پر جانے سے ہی خدائی مل جاتی ہے تو ایسے سستے خدا انہیں اور بھی مل جائیں گے۔ اس لئے وہ ان سارے صعود آسمانی والے خداؤں کی پرستش کے لئے تیار رہیں۔ آسمان کے سارے فرشتے ان کی خدائی کے لئے موجود ہیں۔ علیین کی تمام روحیں ان کی خدا بننے کو حاضر ہیں اور آسمان تک پہنچنے والے شیاطین ان سادہ لوحوں سے اپنی خدائی کا سکہ منوانے کے لئے موجود ہیں۔ محترما! یہ اصول سراسر عیسائی گپ ہے کہ جو آسمان پر چلا جائے وہ خدا بن جاتا ہے، یا وہ زمین والوں سے فضیلت کا استحقاق رکھتا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ آپ ایسے عاقل و فہیم بھی عیسائیوں کے غلط مگر مکروہ پروپیگنڈے کو اپنے دلائل کے دامن میں ٹانک سکتے ہیں۔ سرسید مسکین پر احساسِ کمتری طاری تھا، وہ اور اس کے حواری عیسائی پروپیگنڈے کے سیلاب میں بہ کر اسلامی عقائد پر مشقِ جراحی کرتے رہے انہوں نے یہ دیکھنے کی زحمت نہیں کی کہ یہ پروپیگنڈا عقل و استدلال سے کس قدر عاری ہے۔ مگر اب تو ہم غلام نہیں۔ اب تو یہ طرزِ فکر چھوڑ دینا چاہیئے۔

ہاں! کسی کی عمر کا مختصر اور دوسرے کی عمر کا طویل ہونا بھی معیارِ فضیلت نہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ہزار برس ہوئی اور نوح علیہ السلام کی اس سے بھی زیادہ۔ کیا اس سے یہ استدلال کرنا صحیح ہوگا، کہ یہ دونوں حضرات ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے؟ یا ان کا طویل عمر پانا آپ کی تنقیص کا موجب ہے؟ الغرض نہ کسی کا زندہ ہونا معیارِ فضیلت ہے، نہ آسمان پر ہونا، نہ طویل العمر ہونا۔ اس لئے آنجناب کا یہ شبہ محض جذباتی ہے، اور اس کا منشا صرف غلط فہمی۔

## بارھواں شبہ :۔

آنجناب کی مندرجہ بالا عبارت میں ضمناً ایک اور شبہ بھی پیش کیا گیا ہے اسے بھی صاف ہو جانا چاہیئے، آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت عیسٰے علیہ السلام کو انجیل اور قرآن دونوں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانے والا رسول کہتے ہیں"

اس سے آپ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانے والا رسول امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی طرف کیونکر آسکتا ہے؟ اور اگر آئے تو وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانے والا رسول نہ رہا۔

جواباً گذارش ہے وہ امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی طرف رسول بن کر نہیں آئیں گے، بلکہ اس امت میں اس کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے تشریف لائیں گے، وہ بنی اسرائیل کے رسول تھے، مگر ان کی دوبارہ تشریف آوری اس دور میں ہوگی جس دور کے تمام لوگوں کے لئے رسول حضرت خاتم النبیین ہیں۔ اس امت کے لئے بھی، خود حضرت عیسٰے علیہ السلام کے لئے بھی۔ بعید نہیں کہ ان کا اسی دنیا میں امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں آ شامل ہونا ان کی اس دعا کا ثمر ہو جو آنجناب نے انجیل برناباس سے نقل کی ہے:

"اے محمد! اللہ تعالےٰ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں۔ کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا مقدس بن جاؤں گا۔"

ان کی اس دعا میں دو باتیں بالکل نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ "جوتی کا تسمہ کھولنا" کنایہ ہے خوردانہ خدمت اور نصرت و حمایت سے۔ گویا دعا یہ ہے کہ حق تعالےٰ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا حامی و خادم بنائے اور آپ کی امت میں شامل کر کے دینِ قیم کی خدمت لے۔

دوسرے یہ کہ آپ کی امت میں داخل ہونا ان کے حق میں ذلت کا موجب نہیں بلکہ ان کی بڑائی اور تقدس و شرف کا باعث ہے۔ شاید ان کی اسی دعا کو قبول کر کے اللہ تعالےٰ نے ان سے وہ وعدہ کیا ہو جسے میں حدیث معراج کے حوالے سے اوپر نقل کر چکا ہوں (دیکھئے پانچواں شبہ) الغرض ان کے اس امت میں تشریف لانے سے ان کی سابقہ حیثیت ہی بحال رہے گی۔ البتہ بنی اسرائیل کے رسول ہونے کے ساتھ ساتھ وہ امتِ محمدیہ کے ایک فرد بھی ہوں گے۔ (اور یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ تمام انبیاء آپ کی امت ہیں) اور امتِ محمدیہ میں ان کی تشریف آوری کا سب سے اہم مقصد بھی اپنی ہی قوم یعنی بنی اسرائیل کی اصلاح ہوگی۔ شاید اسی نکتہ کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے فرمایا تھا:۔

"ان عیسیٰ لم یمت، وانہ راجع الیکم" (درِ منثور)

بے شک عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں، زندہ ہیں، اور تمہاری طرف واپس لوٹ کر آئیں گے۔"

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس امت کو آپ نے "نازلٌ فیکم" کی خوشخبری دی۔ یعنی تم میں نازل ہوں گے، اور بنی اسرائیل کو "راجع الیکم" فرمایا۔ یعنی "تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے"۔ اس طرزِ تعبیر میں یہی نکتہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ہاں! یاد آیا، انجیل برنا باس، جس سے آپ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی دُعا کا اقتباس نقل کیا ہے، اس میں ٹھیک اسلامی عقیدے کے مطابق حضرت عیسٰے علیہ السلام کا یہودیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونے سے بچایا جانا۔ زندہ سلامت آسمان پر اُٹھایا جانا اور پھر آخری زمانے میں نزول فرمانا درج ہے۔ کیا آپ بتا سکیں گے کہ یہ انجیل کس زمانہ میں لکھی گئی؟ کس نے لکھی؟ اور اس کے مندرجات کی حیثیت کیا ہے؟

## تیرھواں شُبہ :۔

جناب برکت خاں کا ایک ژولیدہ فقرہ نقل کر کے آنجناب نے لکھا ہے :۔

"آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے، اور واپس آئیں گے، اور اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کریں گے، تو کیا جواب ہے آپ کے پاس عیسائیوں کے ان الفاظ کا کہ ابن اللہ ہے، کلمۃ اللہ ہے۔ خدائے کامل اور انسان کامل ہے؟"

میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ عیسائیوں کے یہ الفاظ آج نئے آپ کے سامنے نہیں آئے، بلکہ انہوں نے یہی عجیب و غریب الفاظ بارگاہِ رسالت میں بھی پیش کئے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلیل کا سامنا کرنے کے لئے نہ تو مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کا انکار فرمایا، نہ ان کو یہ کہا کہ عیسٰے مر چکا ہے نہ ان کے کلمۃ اللہ اور رُوح اللہ ہونے سے انکار فرمایا، بلکہ ان کی غلطی کی اصلاح کے لئے صرف تین فقرے ایسے فرمائے کہ ان کا جواب نہ ان سے اس وقت بن سکا، نہ آج تک۔ ایک فقرہ یہ تھا :۔

"الستم تعلمون ان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء و ان ربنا حیّ لایموت۔"

کیا تم نہیں جانتے کہ عیسٰے پر فنا طاری ہوگی اور ہمارا رب حیّ لا یموت ہے، کبھی نہیں مرے گا۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ عیسٰے تو مر چکا ہے، بلکہ انہیں اس حقیقت پر متنبہ فرمایا کہ جس طرح ساری مخلوق فانی ہے، اسی طرح عیسٰے علیہ السلام پر بھی آئندہ کسی زمانے میں قانونِ فنا طاری ہونے والا ہے۔ وہ قانونِ فنا سے مستثنیٰ نہیں۔ نہ اُن کی حیات مستعار، خواہ وہ طویل ہو۔ انہیں خُدا بنانے کے لئے کافی ہے۔ وہ فانی ہیں اور فانی خدا نہیں ہو سکتا۔

محترما! آپ نے برکت خاں کے ایک فقرہ کے سامنے سپر ڈال دی اور اسے لاجواب سمجھ لیا۔ جب تک کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے رفع جسمانی کا انکار نہ کر دیا جائے۔ آپ نے برکت صاحب سے یہ تو پوچھ لیا ہوتا کہ انہوں نے اپنے ژولیدہ فقرے کا مطلب خود بھی سمجھا ہے؟ یا "تین ایک اور ایک تین" کی طرح یہ بھی ایک ایسی چیستان ہے کہ جسے کوئی عیسائی نہ خود سمجھ سکتا ہے، نہ کسی دانا کو سمجھا سکتا ہے۔ ان صاحب سے پُوچھئے کہ :۔

(۱) کیا خدا بھی قتل کیا جاتا اور سُولی دیا جاتا ہے؟

(۲) انسان خُدا، خُدا انسان؟ یہ کیا معمّا ہے؟

(۳) خدا کا قاتل طاقتور تھا یا مقتول خدا؟

(۴) ابن اللہ اور اللہ اگر ایک ہیں تو باپ بیٹے کا رشتہ کیا معنے رکھتا ہے؟ کیا خُدا خود ہی باپ اور خود ہی بیٹا ہے؟

(۵) عیسٰے علیہ السلام مقتول و مصلوب ہونے کے سبب ابن اللہ ہیں؟ یا برعکس اس کے ابن اللہ ہونے کے سبب مقتول و مصلوب ہُوئے؟ عیسائی عقیدہ اس بارے میں کیا ہے اور برکت صاحب کیا فرما رہے ہیں؟

تعجب ہے جو مسکین یہ نہیں جانتا کہ اس کا عقیدہ کیا ہے اور جو کچھ وہ لکھ رہا ہے اس کا مفہوم کیا ہے؟ جسے یہ خبر نہیں کہ سبب کسے کہتے ہیں اور مسبّب کیا ہوتا ہے؟ آپ اس کی بے سر و پا تُک بندیوں کو لاجواب بتا کر مجھے اسلامی عقیدے میں ترمیم و اصلاح کا مشورہ دے رہے ہیں اور اپنی خفگی کا سامنا زور اسلامی عقیدے پر آتار رہے ہیں، کیا عقیدۂ رفع کے انکار سے عیسائی مسلمان ہو جائیں گے؟

میرے محترم! غیروں کے واہی تباہی شبہات کا سامنا کرنے کے لئے اسلامی عقائد میں کتر بیونت شروع کر دینا کوئی عقلمندانہ طرزِ فکر نہیں، بلکہ یہ گریزپائی، شکست خوردگی اور سپر اندازی کی علامت ہے، یہ اسلام سے نادان دوستی ہے میں بحمداللہ مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کا قائل ہُوں، کیونکہ میرا خدا قائل ہے، میرا رُسول قائل ہے، میرے پیش رو سلف صالحین قائل ہیں لیکن کسی عیسائی کو میرے سامنے لائیے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کس دلیل اور کس منطق سے آسمان پر جانے سے الوہیت یا ابنیت کشید کر کے دکھاتا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسٰے علیہ السلام کی فضیلت کیسے ثابت کر دکھاتا ہے۔ مگر میں آنجناب کی خفگی کا کیا علاج کروں، آپ جوش میں یہاں تک کہہ گئے ہیں :۔

"کہاں ہے آپ کی نگاہ میں آنحضرت خاتم النبیین کی رفعت و عظمت؟ جب آپ کا اور عیسائیوں کا ایک ہی عقیدہ ہے تو کیا آپ خدا کے ساتھ شرک کے مرتکب نہیں ہو رہے؟"

محترم! آپ کا یہ فقرہ تمام جذباتی ہے، غصہ میں آدمی حق و باطل اور صحیح و غلط کی تمیز نہیں کر پاتا، حدود کی رعایت نہیں رہتی، بس غصہ تھوک دیجئے، اطمینان و سکون سے بتائیے کیا عیسٰے علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا اور عیسائیوں کا عقیدہ واقعۃً ایک ہی ہے؟ کیا کسی باوقار اور سنجیدہ اتھارٹی کے سامنے اپنے اس دعوے کو ثابت کر سکتے ہیں؟

اچھا یہ بتائیے کہ عیسٰے علیہ السلام کے رفع جسمانی سے واقعی ان کا خدا ہونا ثابت ہو جاتا ہے؟ رفع و حیاتِ مسیح کا عقیدہ واقعی شرک ہے؟ اگر آنجناب کے یہ دعوے جھنجھلاہٹ اور جذباتیت کا نتیجہ نہیں بلکہ سنجیدگی سے آپ یہی سمجھتے ہیں تو آپ کے شبہ کا ازالہ میرا فرض ہے، اور میں انشاء اللہ اس فرض کو ضرور بجا لاؤں گا، لیکن چند تنقیحات ضروری ہیں، آپ ان کی وضاحت کر دیں

(۱)۔ شرک کسے کہتے ہیں؟

(۲)۔ جو شخص شرک کا مرتکب ہو اس کا کیا نام رکھتے ہیں؟

(۳)۔ شرک کی سزا وہی ہے جو قرآن کریم نے بتائی ہے ان اللہ لایغفر ان یشرک به۔ یا کچھ اور؟

(۴)۔ شرک کو شرک سمجھ کر کیا جائے تبھی آدمی گنہگار ہوتا ہے یا نادانستہ شرک بھی شرک ہی ہے۔ مثلاً عیسائی صاحبان تثلیث کو شرک نہیں سمجھتے توحید سمجھتے ہیں، وہ گنہگار ہیں یا نہیں؟

(۵)۔ حیاتِ مسیح کا عقیدہ آپ کے خیال میں شرک خفی ہے یا جلی؟

(۶)۔ یہ کس تاریخ سے شرک شمار ہونے لگا ہے؟

(۷)۔ کیا مامور من اللہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے؟

(۸)۔ کیا شرک کا مرتکب مجدّد بھی ہوتا ہے؟

(۹)۔ خدا تعالےٰ نے لوگوں کو شرک سے بچانے کے لئے اتمام حجت بھی کی ہے یا نہیں؟

(۱۰)۔ اگر کی ہے تو کس تاریخ سے؟

آنجناب ان امور کی تنقیح فرمائیں گے تب عرض کروں گا کہ ہم بحمداللہ حیات مسیح کو مان کر شرک کے مرتکب نہیں۔ بلکہ قضیہ برعکس ہے۔ میں نے آنجناب کے خط کو کرید کرید کر شبہات نکالے ہیں اور انہیں حل کرنے کی ناتواں کوشش کی ہے، خدا شاہد ہے کہ میرا مقصد واقعۃً آپ کی اصلاح و بہبود اور خیر خواہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میرے سمجھانے میں کوئی کسر رہی ہو۔ آنجناب تعصب سے بالاتر ہو کر ان معروضات پر غور و تدبر فرمائیں۔ اگر ان شبہات میں سے کوئی شبہ پھر باقی رہ جائے تو اس کی تشفی کے لئے حاضر ہُوں۔ کوئی اور شبہ ہو وہ بھی پیش فرمائیے، اچھا اب اجازت۔ آپ کا خیر اندیش محمد یوسف لدھیانوی

صورت نظر نہ آتی تھی، یہ صرف اور صرف خارجی حقیقت اور خدائی الہام ہی تھا جس نے غیر یقینی ماحول اور ناممکن فضا میں اسلام کے غلبہ کی خوشخبری دی۔ اور یہ الہام الٰہی تھا کہ امام زمانؑ نے مسلمانوں کے قلوب کے اندر دین اسلام کے اصولوں کی صداقت و حقانیت اور اس کی یقینی فتح و غلبہ پر حتمی ایمان پیدا کر دیا۔ چنانچہ تلاوت کردہ آیات میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور ان کا تعلق اسی موضوع سے ہے کہ ایمان اور زندہ ایمان۔ صرف اور صرف الہام الٰہیہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور کہ صداقت و حقانیت کو پیش کرنے اور اسے قائم کرنے میں بہت مشکلات و مصائب اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ کہ انجام کار مخالفین خائب و خاسر رہتے اور اپنی جہنم میں جلتے ہیں۔

سورۃ شریف الحاقہ انہی پر زور الفاظ سے شروع ہوتی ہے فرمایا الحاقہ بہت بڑی سچائی اور یہ سچائی اور صداقت کیا ہے۔ توجہ دلانے کے لئے ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ہستی کو دنیا میں منوانے کے لئے اور سچائی کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنی طرف سے انبیاءؑ بھیجتا رہا ہے اور ان انبیاء کرام کو بڑی ہی مشکلات سے گذرنا پڑتا ہے ان کی قدم قدم پر مخالفت ہوتی ہے۔ اسی طرح کئی انبیاء کرامؑ کا تذکرہ ہے۔ ثمود اور عاد کا ذکر ہے۔ هودؑ اور صالحؑ کا ذکر ہے جو قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے۔ قوم فرعون کا ذکر ہے جس کی طرف حضرت موسٰےؑ بھیجے گئے۔ ان سب انبیاء کرام کا ذکر کرکے ان مشکلات کا ذکر کیا جو ان کو پیش آئیں۔ جن لوگوں نے حق کی مخالفت کی ان کی تباہی اور انجام بد کا ذکر کیا۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ خدا کے فرستادہ دنیا میں ناکام ہونے کے لئے نہیں آتے بلکہ وہ ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں ہیں۔ یہ بہت بڑی سچائی ہے۔

جو آیات میں نے اس سورۃ شریفہ کے آخری رکوع کی تلاوت کی ہیں ان میں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دنیا میں آخری سچائی جس نے یہاں آنا تھا قرآن ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں آپؐ ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور اس امر پر زور دیا کہ وانّہ لحق الیقین۔ یہ یقینی حق ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی یقینی بات نہیں ہو سکتی۔ آخر کار دنیا میں قرآن کریم کی صداقت قائم ہو کر رہے گی۔ دنیا انجام کار خدا کے آگے جھکے گی۔ خواہ کتنی ہی مخالفت ہو، ایک نہ ایک دن مخالفت ختم ہو جائے گی۔ اسلام کو مٹانے والے خود ختم ہو جائیں گے۔ اور اسلام اور قرآن کریم کی صداقت دنیا میں قائم ہو کر رہے گی۔

اس زمانے کے امام نے بھی خود اسلام کے فتح کی پیشگوئی فرمائی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"تم خدا تعالےٰ کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔"

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو ایس اے کی مسجد د[illegible]کا افتتاح

اس جانب ایک اہم قدم ہے۔ میں آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق و استقامت بخشے کہ آپ خدا کے اس گھر کو آباد رکھیں۔ وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں اپنا مال و دولت صرف کرتے ہیں ورنہ یہ کام خدا کے ہیں۔ اس نے کرنے ہیں یہ ہو کر رہیں گے۔ البتہ ہمیں تو مفت کا ثواب حاصل ہے۔ بقول حضرت امام:

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

## درازیٔ عمر کا نسخہ

فرمایا:۔

"انسان اگر چاہتا ہے کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے تو اس کو چاہیئے جہاں تک ہو سکے خالص دین کے واسطے اپنی عمر کو وقف کرے۔ یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالےٰ سے دھوکا نہیں چلتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو دغا دیتا ہے وہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو دغا دیتا ہے اور اس کی پاداش میں ہلاک ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک، جب تک زندگی بڑھانے کے لئے اس کے خلوص و وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جائے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آج کل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے۔ کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے، یوں ہی چلی جاتی ہے۔"

(الحکم ۱۷ر فروری ۱۹۰۴ء)

## انتقال پُرملال

احباب جماعت کے لئے یہ خبر انتہائی دکھ کا موجب ہوگی کہ جماعت کے نہایت مخلص رکن شیخ محمود احمد صاحب 65/T گلبرگ 2 لاہور مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم شیخ محمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (وزیر آبادی) کے صاحبزادے اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے، جماعت اور انجمن سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔ مالی قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ اور چندہ ماہوار کی ادائیگی میں اس قدر ممتاز تھے کہ سال بھر کے چندہ کی ایک معقول رقم پیشگی ادا فرماتے۔ دیگر اپیلوں اور تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور جملہ متعلقین اور عزیزان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔ جملہ جماعتیں جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــــــ مورخہ ۲۲ر مارچ ۱۹۸۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ــــــ شمارہ نمبر ۱۲

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

یوم چہار شنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۷۸ء — نمبر ۱۳


## ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

# ہماری جماعت کے لئے اب عمدہ وقت ہے کہ ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے لئے تبدیلی کرے

... بعض ابتلاؤں کا ... زیادہ ... ان پر عذاب آنے کا خوف ...

... اور التزاماً کرتا ہوں لیکن مجھے بھی ... ہم و غم میں گرفتار ہے۔ دین کے ... غم کا ... نہیں ... گا۔ اس زندگی میں مصائب کا آنا ضروری ہے اور انسان زندگی کے محدود اوقات میں کوئی نہ کوئی وقت کسی حادثہ اور رنج کا نشانہ ... ہے۔ اگر اسی طرح ایک شخص کی روح دنیا کے ... معاملات کی فکر میں پیچ و تاب کھاتی رہے تو وہ وقت ... کب میسر آئے گا جبکہ اس کا سارا ہم و غم دین ہوگا۔ وہ جماعت جس نے بیعت میں اقرار کیا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے وہ بھی اگر اسی دلدل میں دن رات پھنسے ہیں تو ... اس نازک عہد کے ایفا کی طرف کب توجہ فرمائیں گے۔

.......

ہر شخص اپنے دل میں جھانک کر دیکھے کہ دین و دنیا میں سے کس کا زیادہ غم اس کے دل پر غالب ہے اگر ہر وقت دل کا رخ دنیا کے امور کی طرف رہتا ہے تو اسے بہت فکر کرنی چاہیئے۔ اس ... کہ کلمات الٰہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

فرمایا۔ کاش لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ جاتی کہ جس کا تمام ہم و غم دین کے لئے ہوتا ہے اس کے دنیا کے ہم و غم کا اللہ تعالیٰ متکفل و متولی ہو جاتا ہے۔ فرمایا: میں نے کبھی نہیں سنا اور نہ کوئی کتاب گواہی دیتی ہے کہ کبھی کوئی متقی بھوکا مرا ہو یا اس کی اولاد دروازوں پر بھیک مانگتی پھرتی ہو۔ ہاں دنیا کے ملوک اور امراء اور اغنیاء کا یہ برا حال اکثر سنایا گیا ہے کہ ان کے اولاد نے در بدر ٹکڑے مانگے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ ہے کہ کبھی کوئی کامل مومن بستر نرم سے خاکستر گرم پر نہیں بیٹھا اور نہ اس کی اولاد کو روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ اگر لوگ ان باتوں پر پختہ ایمان لے آئیں اور سچا اور پاک بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کر لیں تو ہر قسم کی روحانی خودکشی اور دلی جلن سے رہائی پا جائیں۔

فرمایا: اکثر لوگوں کو اولاد کی آرزو بھی اس خیال سے لگی رہتی ہے کہ کوئی ان کی مردار دنیا کا وارث پیدا ہو جائے۔ نہیں جانتے کہ اگر وہ بدکار و ناہنجار نکلے تو ان کا کمایا ہوا روپیہ اور اندوختہ فسق و فجور میں ان کا معاون ہوگا اور ان کی سیاہ کاریوں کا ثواب انکے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا۔ فرمایا: اولاد کی آرزو کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام کا سا دل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں اس کا ذکر کرنا اس لئے ہے کہ حضرت زکریا کی دعا ولد صالح کے لئے مومنوں کے لئے اسوہ ٹھہر جائے۔ فرمایا: زندگی ناقابل اعتبار ہے۔ فرصت بہت کم ہے ہر ایک کو چاہیئے کہ دین کی فکر میں لگ جائے۔ اس سے بہتر نسخہ عمر بڑھانے اور برکت کا نہیں .................. ہماری جماعت کے لئے اب عمدہ وقت ہے کہ ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے لئے تبدیلی کرے۔

فرمایا:۔ خدا تعالیٰ کا معاملہ انسان کے ساتھ اس کے گمان اور تبدیلی کے اندازہ پر ہوتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ پر نیک گمان رکھو اور دعا اور امید میں کبھی نہ تھکو اور نہ مایوس ہو۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ہفتم صفحہ ۱۳۹۱ - ۹۵)

مرتب

جناب ظہیرالدین احمد صاحب سیکرٹری شبان الاحمدیہ راولپنڈی

# آج کا بھٹکا ہوا انسان

## اللہ و رسول کی اطاعت کر کے سکون و اطمینان حاصل کر سکتا ہے

اللہ کی راہ اَب بھی ہے کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

---

قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالےٰ نے سیدالمرسلین آقائے نامدار سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وقتاً فوقتاً تیئس (۲۳) برس میں نازل فرمائی۔ نبی کریم صلعم حضرت جبرائیل سے سُن کر حرفاً حرفاً صحابہ کرامؓ کو سُنا دیا کرتے تھے اور کاتبانِ وحی قلمبند کر لیتے تھے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ تمام کائنات اسی کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا کی گئی ہے اور انسان کو زندگی بھی اسی لئے عطا کی گئی تاکہ وہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر گذار رہے اور اس کی ہدایات پر عمل کرے اور ناشکری نہ کرے۔ جنت کا حق دار بنے جس کا اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو برائی سے بچانے کے لئے مختلف وقتوں میں سوا لاکھ انبیاء مبعوث فرمائے تاکہ مخلوق خدا کو رُشد و ہدایت کا پیغام دیں نبی، رسول اور پیغمبر اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ جنہوں نے کہا مانا وہ کامیاب ہوئے اور جنہوں نے مخالفت کی وہ ناکام رہے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

تاریخِ عالم اس بات پر گواہ ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں اُفقِ عالم پر کفر و شرک اور جہل و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ سطحِ ارض پر گھُپ اندھیرا تھا۔ ظلم و استبداد اور کفر و عصیاں کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ زمین پر بسنے والے خاکی پُتلے ارض و سماء کے مالک کے پیغام کو بھول گئے تھے۔ انبیاء کی تعلیم کو مسخ کر دیا گیا تھا۔ خدا پرستی نفس کُشی، علم و فن امن و امان شرم و حیا تہذیب و اخلاق کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ چور بازاری قتل و غارت گری۔ لُوٹ مار اخلاق باختگی کا بازار گرم تھا، غرضیکہ دُنیا گمراہی کے دہانے پر کھڑی تھی۔

مخلوق خدا کی یہ زبوں حالی دیکھ کر غیرتِ حق نے جوش مارا اور اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس نے مس خاک کو کندن بنا دیا۔ جو قیامت کے لئے عالم کی تمام ظاہری و باطنی ضروریات کا کفیل ہے اس کی ضیا باریوں سے عالم بقعۂ نور بن گیا خُدائے واحد کے ذکر سے زمین و آسمان، دشت و جبل بحر و بر گونج اُٹھے اور علم و ادب۔ تہذیب و اخلاق کا سمندر موجزن ہو گیا۔

قرآن پاک کے بارے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ یہ علم انسانی تالیفات کی طرح کی کوئی کتاب نہیں بلکہ یہ اسی اللہ کا کلام ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جو یگانہ اور یکتا ہے جو خالق و مالک ہے جو خبیر و بصیر ہے جو قائم اور حق ہے جو مدبّر اور عادل ہے جو عزیز و جبّار ہے جو رحمان و رحیم ہے جو سزا اور جزا دونوں پر قادر ہے۔ غرضیکہ نہ اس کی ذات کا مکمل ادراک ممکن ہے نہ اس کی بے شمار صفات کی گنتی ممکن ہے اس لئے اس کتاب سے استفادہ عام قاعدے کے مطابق انسان کے کسی اپنے بنائے ہوئے طریقے سے ممکن نہیں۔ اس کتاب سے استفادہ کے لئے ہمیں کلیتاً وہ طریق اختیار کرنا ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:-

"میرے بعد اس ہدایت کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔"

قرآن مجید کی بڑی اہمیت تو یہ ہے کہ یہ اللہ کی آخری کتاب اور آخری پیغام ہے اس میں بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کا پُورا پُورا سامان موجود ہے اس میں نسل انسانی کے تمام مسائلِ حیات کا حل موجود ہے نہ یہ اسلامی شریعت اسلامی عقائد و عبادات اور اسلامی زندگی کا ماخذ اور سرچشمہ ہے۔ بالفاظ دیگر اسلامی قانون سازی کا سب سے بڑا ماخذ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کے کسی حکم کے ماننے سے انکار کرنا، اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات سے انکار کرنا ہے۔ کامیاب وہی ہوگا جو اس کے بتلائے ہوئے اُصولوں پر عمل کرے گا اور یہی ذریعہ نجات ہے۔ قرآن مجید پیغام رحمت ہے۔ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے، قوموں کی کامیابی اور فلاح کا ضامن ہے۔ افراد کی آزادی اور کامرانی کا کفیل ہے، امن و سلامتی کا علمبردار ہے، برابری و مساوات کا داعی ہے۔ اس نے کالے گورے کے اختلافات کو یک قلم مٹا کر شرافت و بزرگی کا معیار ذاتی عمل اور انفرادی سیرت و کردار قرار دیا۔ یہ نیکی اور دینداری کا منبع ہے۔ قرآن مجید نے افراد و اقوام کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ اس کا موضوع اسرارِ حیات بھی ہے اور رموزِ کائنات بھی۔

یہ ہماری بڑی ہی بدقسمتی ہے کہ ہم اللہ کی نعمت تامہ سے نہ رجوع کرتے ہیں نہ استفادہ کی کوشش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دنیا میں ہم اپنی ذلّت و رسوائی کا دُکھڑا ہمیشہ روتے رہتے ہیں۔ صورتِ حال اس اُمت کے لئے انتہائی افسوسناک ہے جسے یہ کام سونپا گیا ہے کہ قرآن مجید کا پیغام تمام دُنیا کے لوگوں کو پہنچائے اپنے قول و فعل سے کلامِ پاک کی حقانیت کی شہادت دے مصیبت زدہ انسانوں کی مشکلات حل کرنے میں مدد دے ان کی بگڑی کج روی کو حکمت اور موعظت کے ساتھ نشاندھی کرتے ہوئے انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ مسلمانوں کے سوا اس وقت دنیا میں کوئی ایسی اُمت نہیں جو دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکے کہ اس کے پاس بنی نوع انسان کی یکجہتی و بہبود کے لئے کوئی جامع پروگرام موجود ہے جو بنی نوع انسان کو نہ صرف اس دُنیا کے مصائب سے نجات دلا سکتا ہے بلکہ حیات اور ممات میں بھی سر بلندی کا موجب ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کو وحدتِ انسانیت کا نقیب بنایا گیا تھا۔ مگر ہم خود منتشر، متفرق اور منقسم ہیں۔ مسلمانوں میں مساوات قائم کی گئی تھی اور انہیں مساواتِ انسانی کے قیام کا علمبردار بنایا گیا تھا۔ مگر آج مسلمان خود طبقات اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے کردار کی بناء پر بہترین اُمت قرار دیا تھا مگر آج مسلمان اپنے اس امتیاز کو کھو چکے ہیں۔ مسلمانوں کو حضورؐ نے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی تھی مگر آج مسلمان اخلاقِ سیئہ کی تصویر دکھائی دیتے ہیں۔ غرضیکہ جن برائیوں سے روکا گیا تھا وہ ہم اختیار کر چکے ہیں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:-

جب سر میں ہوائے طاعت تھی سرسبز شجر اُمید کا تھا
جب صرصر عصیاں چلنے لگی پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا
اللہ کی راہ اب بھی ہے کھلی ... و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن ... لیکن چلنا چھوڑ دیا

اللہ کے اس آخری قانون پر عمل کر کے اور رسول کے احکام کی اطاعت و پیروی کے ذریعے جس طرح اسلام کے قرنِ اوّل میں بےمثال معاشرہ وجود میں آیا جس کی نظیر چشمِ فلک نے کبھی نہیں دیکھی۔ اس طرح آج کا کھٹکا ... مصیبت زدہ انسان اللہ و رسول کی

# مدیر پیغامِ صُلح کا جواب
## مولوی محمد یُوسف صاحب کے نام

مکرمی و محترمی جناب مولٰنا محمد یُوسف صاحب
السلامُ علیکمُ و رحمتہ و برکاتہٗ ۔

"پیغامِ صلح" بابت ۳ر اگست ۱۹۴۷ء میں شائع شدہ میرے خط کے جواب میں آپ کے ۱۲ صفحات پر مشتمل خط کی ڈوپلیکیٹ نقل میرے سامنے ہے۔ یہ نقل مجھے جیسا کہ میں اپنے ایک خط میں عرض کر چکا ہوں ۲ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو ملی۔ جواب میں تاخیر کی وجوہات بھی بیان کر دی گئی تھیں اب ذرا فرصت ملی ہے تو جواب عرض کرنے بیٹھا ہُوں۔ میں نے یہ نقل بار بار اس لئے پڑھی ہے کہ شاید آپ نے اپنے علم و فضل اور تحقیق و تفتیش کی روشنی میں کوئی ایسا ناقابلِ تردید نکتہ اُٹھایا ہو جو آپ کے خیال کے مطابق میرے موجودہ باطل عقائد سے رجوع کا ذریعہ بن کر ثوابِ دارین کا موجب بن جائے لیکن مجھے بہت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ آپ کے دئیے دلائل سے وفاتِ مسیح پر میرے یقین کو اور تقویت ملی ہے اور میں نہایت نیک نیتی سے یہ تسلیم کرنے پر مجبُور ہو گیا ہُوں کہ میرا موقف صحیح اور درست ہے۔ میں نے آپ کا یہ خط دو قسطوں میں پیغامِ صلح میں شائع کر دیا ہے تاکہ قارئین پر یہ بات بخوبی واضح ہو سکے کہ حیاتِ مسیح کے ثبوت میں آپ کے دلائل میں کتنا وزن اور کھوکھلا پن ہے اور ایک عام عقل و فہم کا انسان انہیں کہاں تک قبول کر سکتا ہے۔

آپ نے پہلے سات صفحات میرے خط پر تبصرہ میں صرف کئے ہیں اس کے شروع میں ~~اولاً~~ کے تحت آپ لکھتے ہیں کہ :۔

"میں آپ کے سامنے قرآن کریم اور آپ کے مسلّمہ مامور من اللہ کی الہامی تفسیر پیش کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات متواترہ کا حوالہ دوں۔ گذشتہ صدیوں کے اجماع سلف صالحین کا ذکر کروں اور آپ ہر ایک کے جواب میں نامنظور کا لفظ کہکر فارغ ہو جائیں تو انصاف سے کہئے کہ پھر میں کسی اسلامی عقیدہ کے ثبوت میں اور کیا پیش کروں۔

بقول سعدی : ہرکس کہ بہ قرآن و خبر زو نرہی
آنست جوابش کہ جوابش ندہی

**جواب:** اس کے جواب میں مَیں آپ کی توجہ اپنے خطوط محررہ ۹ ۲/۴۷ اور ۳۰ ۵/۴۷ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں :۔

۹ ۲/۴۷ کے خط کے صفحہ ۲ پر نمبر ۱ کے تحت میں نے عرض کیا تھا کہ :۔

"سب سے پہلے آپ قرآن کریم سے دلائل دیں گے۔ جب قرآن کریم کی روشنی میں ہماری بحث ختم ہو جائے گی تو (۲) بخاری شریف ۔ (۳) مسلم ۔ (۴) ان کے بعد باقی احادیث بشرطیکہ وہ قرآن کریم کے دلائل اور آیات سے متعارض اور متصادم نہ ہوں کیونکہ اسلامی عقائد کی بنیاد محض قرآن کریم پر ہے۔

(۲) اس بحث کے دوران میں حضرت مرزا صاحب کی ذات کو کسی طور زیرِ بحث نہیں لایا جائے گا۔ مجھے امید ہے سلسلۂ گفتگو کے دوران میں آپ میری ان گذارشات کو ضرور مدِ نظر رکھیں گے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ۳ر اگست کے پیغامِ صلح میں شائع ہونے والے خط کی ابتدا میں ہی یہ عرض کر دیا تھا کہ :۔

"میں نے اپنے خط مورخہ ۳ ۵/۴۷ میں آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ (۱) میں سائل ہوں اور آپ مجیب (۲) میں نے بحیثیت سائل آپ سے درخواست کی ہے کہ بروئے قرآن حیاتِ مسیح ثابت کریں (۳) مجھے قرآن کریم سے باہر کوئی اُصول موضوعہ یا دلیل منظور نہ ہوگی ........... احادیث متواترہ اور اجماع پر بحث قرآن کریم کے بعد آئے گی ........... میرے نزدیک کوئی ایسی حدیث جو قرآن کریم کے مخالف پڑتی ہو اور کسی شخص کا قول خواہ وہ حضرت مرزا صاحب ہی کیوں نہ ہوں جو قرآن کریم کے مخالف ہو ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ البتہ اگر کوئی حدیث تاویل کے بعد قرآن کریم کے موافق نظر آئے تو وہ مانی جائیگی"۔

مولانا ! میری محولہ بالا گذارشات کے مدِ نظر آپ ہی انصاف سے کہئے کہ میں قرآن کریم۔ احادیثِ متواترہ اجماع سلف صالحین کے ارشادات کے جواب میں کہاں "نامنظور" کا لفظ کہہ کر فارغ ہو گیا ہُوں۔ میں نے تو صرف دلائل کی ترتیب لکھی ہے۔ (۱) قرآن۔ (۲) احادیث (۳) اجماع یا اقوال سلف صالحین۔ اگر قرآن کریم ہی حیاتِ مسیح پر شہادت دے دے تو آگے بڑھنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

(۲) میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس بحث کے دوران میں حضرت مرزا صاحب کا ذکر نہ ہوگا۔ لیکن آپ نے اپنے پہلے خط میں بھی اور اس میں بھی بار بار حضرت مرزا صاحب کا اپنے مخصوص انداز میں ذکر کیا ہے اور ان کی تحریروں کو موڑ توڑ کر اور حسبِ مطلب ادھر اُدھر سے چند فقرے سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے ان کے پیچھے پناہ لینے کی سعی ناکام کی ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ نے میری ان شرائط کو جن کا ذکر اُوپر آ چکا ہے قبول کر کے ہی خط و کتابت شروع کی ہے۔ کیونکہ میں نے انہیں قبول کرنے کی صورت میں ہی آپ سے سلسلۂ خط و کتابت شروع کیا تھا۔ مگر آپ ان پر قائم نہیں رہ سکے۔ زیرِ جواب خط کے ساڑھے چھ صفحات آپ نے تواتر تاریخیت اور حضرت مرزا صاحب کے ذکر میں ہی لکھ مارے ہیں اور بحیثیت پروفیسر میری علمی قابلیت پر طعنہ زنی کی ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ میں عربی اور اسلامیات کا پروفیسر نہیں رہا میں علم حیاتیات کا استاد رہا ہُوں اور اسی علم نے وفاتِ مسیح کا قائل کرنے میں میری رہنمائی کی ہے۔ میں نے اپنے اس علم کو قرآن پر بعد میں پیش کیا اور قرآن شریف کو اس کا مصدق پایا ہے۔

چونکہ آپ کے پہلے ساڑھے چھ صفحات کا تعلق میری شرائط سے نہیں اس لئے میں آپ کے خط کا جواب "نمبر ۲ پہلا شبہ" سے شروع کرتا ہوں :۔

## پہلا شبہ :۔

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" سے آپ نے (میں نے) یہ اجتہاد کیا ہے کہ :۔

"رسول مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع۔ اس لئے حضرت عیسٰیؑ بھی آنحضرت صلعم کے مطیع نہیں ہو سکتے حالانکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اپنی اُمّت کا مطاع ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک رسول دوسرے رسول کا بھی پیرو نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے حضرت موسٰے علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے حکم کی پابندی کا عہد کرتے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسٰے علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسٰے علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰) ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ ایک رسول دوسرے رسول کا پیرو ہو سکتا ہے۔ اس میں

کوئی خدشہ اور دغدغہ نہیں ہے۔"

جواب: (۱) میں آپ سے اس بات میں متفق ہوں کہ رسول اپنی اُمت کا مطاع ہوتا ہے اور آپ کا یہ فرمانا میرے موقف کی تائید کرتا ہے کیونکہ قرآن کریم کی اُسی آیت کے مطابق و رسولاً الی بنی اسرائیل (۳:۴۹) حضرت عیسٰے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور ان میں سے جو لوگ آپ پر ایمان لائے وہ آپ کی اُمت کے لوگ تھے۔ اس لئے وہ انہی اُمت کے مطاع ہو سکتے ہیں مسلمانوں کے نہیں کیونکہ مسلمانوں کے مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے حضرت عیسٰے اس اُمت کے مطاع بن کر تشریف نہیں لا سکتے۔

(۲) مجھے آپ کے ان الفاظ سے کہ "اس سے لازم نہیں آتا کہ ایک رسول دوسرے رسول کا بھی پیرو نہیں ہو سکتا" اتفاق نہیں۔ اس کے ثبوت میں آپ نے حضرت موسٰے اور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسٰےؑ اور حضرت ہارون کی مثالیں پیش کی ہیں کہ:—
"حضرت موسٰےؑ حضرت خضرؑ کے حکم کی پابندی کا عہد کرتے ہیں۔ حضرت ہارونؑ حضرت موسٰے کی پیروی کرتے ہیں"
میں نے اس خیال سے کہ آپ عالم دین ہیں [illegible] ہے آپ درست فرمائیں گے ان آیات کو [illegible] اور سمجھنے کی کوشش کی جہاں [illegible] آپ نے حضرت [illegible] اور [illegible] سورۃ [illegible]
[illegible]

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ"
(اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے) (۴:۶۴)
پھر اسی سورۃ کی آیت ۸۰ میں ہے:—
"من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"
جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ یقیناً اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔"
یعنی جو رسول کی اطاعت نہیں کرتا وہ اللہ کی اطاعت نہیں کرتا۔ اس کے متعلق فرمایا ہے:—
"کہہ اطیعوا اللہ والرسول" (اللہ اور رسول کی اطاعت کرو)
"فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین" (پس اگر وہ پھر جائیں تو اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔)
یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت نہ کرنے والے کافر ہیں (۳:۳۲)۔ اگر آپ کے علم کے مطابق "تبع" اور "طاعۃ" مترادف اور ہم معنی ہیں تو پھر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت موسٰےؑ نے باوجود عہد کے حضرت خضرؑ کی نافرمانی کی۔ یہ نافرمانی ایک رسول کی نافرمانی تھی اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اس لئے نعوذ باللہ حضرت موسٰےؑ اللہ اور رسول کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے تو آپ کے نظریہ کے مطابق حضرت موسٰےؑ پر کیا فتوےٰ صادر ہوتا ہے۔ اور کیا حضرت موسٰےؑ ایک اولوالعزم نبی ہو کر کبھی ایسا کر سکتے تھے۔ قرآن کریم اس سلسلہ میں آپ کی تائید نہیں کرتا۔ اس کے لئے میں آپ کے سامنے طٰہٰ کی آیت ۹۰ کے الفاظ بطور ثبوت پیش کرتا ہوں جہاں حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں "فاتبعونی واطیعوا امری" یعنی میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ اس لئے "اتباع" اور اطاعت ہم معنی الفاظ نہیں ہیں۔ اطاعت کا لفظ اللہ اس کے رسولوں۔ اولی الامر اور دیگر انسانوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن اتباع کا لفظ راستے کی پیروی۔ شیطان کی پیروی۔ ظن کی پیروی۔ خواہشات کی پیروی۔ نیکی میں پیروی۔ وحی کی پیروی۔ لعنت کے پیچھے لگنے۔ شہاب کے پیچھے لگنے۔ ذکر کی پیروی۔ روشن انگارے کے پیچھے لگنے اچھی بات کی پیروی۔ حق و باطل کی پیروی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ آپ عالم دین ہیں یہ حقیقت آپ کو ضرور معلوم ہوگی کہ یہ دونوں الفاظ اتباع اور اطاعت ہم معنی نہیں۔ جو مفہوم آپ نے "لیطاع" سے اخذ کیا ہے قرآن کریم اس کا مؤید نہیں۔ رسول خود مطیع نہیں ہوتا ہے وہ مطاع ہوتا ہے اور اپنی اُمت کا مطاع ہوتا ہے کسی دوسرے رسول کا نہیں۔ اس لئے حضرت عیسٰے مطیع نہیں ہو سکتے اور اس صورت میں ان کا دوبارہ آنا ممتنع اور امر محال ہے۔

(۳) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "حضرت ہارونؑ حضرت موسٰے کی پیروی کرتے ہیں" لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دیکھئے سورۃ طٰہٰ آیت ۹۲ و ۹۳:—
"کہا (موسٰے نے) اے ہارون کس چیز نے تجھے منع کیا جب تو نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا کہ تو نے میری اتباع (پیروی) نہ کی (الا تتبعن) تو کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے۔"
اور آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسٰےؑ کی پیروی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں لفظ "تتبعن" ہے "تطیعن" نہیں اور ان دونوں کا فرق میں اوپر واضح کر چکا ہوں۔ اس کے بعد میں آپ کی توجہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ۱۱۷ کی طرف مبذول کرانے کی اجازت چاہتا ہوں جہاں یہ ذکر ہے کہ "واتینٰھما الکتاب المستبین" اور ہم نے دونوں کو واضح کتاب (توریت) دی یہ دونوں پیغمبر ایک ہی کتاب توریت کے پیرو تھے اور یہ کتاب دونوں کو دی گئی تھی۔ اس سے بھی ایک رسول کا دوسرے رسول کا مطیع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں میری نظر سے کوئی ایسی آیت نہیں گذری جہاں ہارونؑ کے موسٰےؑ کے مطیع ہونے کا ذکر ہو۔

(۴) آپ نے آنحضرت صلعم کی ایک حدیث کا ترجمہ کر کے لکھا ہے کہ "آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اگر موسٰے علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے" شاید آپ بھول گئے ہوں حدیث یوں بھی ہے "لو کان موسٰے و عیسٰے حیین لما وسعھما الا اتباعی" اگر موسٰےؑ و عیسٰےؑ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کرنی پڑتی۔ یہاں بھی لفظ "اتباعی" ہے اطاعتی نہیں اور

میں قرآن کریم سے ثبوت دے چکا ہوں کہ اتباع اور اطاعت دونوں ہم معنی نہیں۔ پھر یہ اتباع بھی جیسا کہ "لوکان" کے الفاظ سے ظاہر ہے مشروط ہے۔ آپ ان کا اطلاق حضرت موسےٰؑ پر کر کے انہیں تو فوت شدہ مانتے ہیں لیکن حضرت عیسےٰؑ پر ان کا اطلاق نہ کر کے انہیں زندہ تسلیم کرتے ہیں حالانکہ یہ شرط یہاں ان دونوں کے لئے مذکور ہے۔ آپ ایک ہی سانس میں دو متضاد باتیں کہہ رہے ہیں۔

**دوسرا شبہ:۔**

آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"جب اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عیسیٰؑ امتِ محمدیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تو وہ اس اُمت میں کیوں شامل نہیں ہو سکتے۔"

جواب: کیا آپ مجھے قرآن کریم کی کوئی ایسی آیت بتا سکتے ہیں جس میں یہ ذکر ہو کہ وہ عیسےٰ ابنِ مریم جو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے وہی امتِ محمدیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ محض آپ کا اپنی طرف سے یہ کہہ دینا نہ میرے لئے قابلِ قبول ہو سکتا ہے اور نہ مجھے مطمئن کر سکتا ہے۔ میں تو یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آنے والا مسیح اسی اُمت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ اس کا بارِ ثبوت میرے ذمہ ہے لیکن اُس وقت جب حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ مسیح موعود زیر بحث آئے گا۔ پہلے آپ قرآن سے حیات مسیح تو ثابت کریں۔

آپ اپنے خط کے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر آپ (یعنی راقم الحروف) ہر حکم اور اس کی حکمت کے لئے قرآنی آیات کا مطالبہ شروع کر دیں گے تو آپ کو سخت دقت پیش آئے گی"

مجھے انشاء اللہ تعالےٰ کوئی دقت پیش نہیں آئے گی کیونکہ میں قرآن کریم کے ان الفاظ پر ایمان رکھتا ہوں کہ "ھوالذی انزل الیکم الکتاب مفصلاً" (۱۱۴:۶)۔ وہی جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔

"الرٰ کتٰب احکمت اٰیٰتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر" (۱:۱۱) میں اللہ دیکھتا ہوں۔ یہ کتاب جس کی آیتیں پُرحکمت بنائی گئی ہیں پھر کھول کر یعنی مفصّل طور پر حکمت والے خبردار (خدا) کی طرف سے ہے۔"

"و تفصیل کل شیءٍ وّ ھدیً وّ رحمۃ لقوم یؤمنون"۔ اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے اور ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ (۱۱۱:۱۲)

جب یہ کتاب حکمت والے کی طرف سے ہے۔ اس کی آیتیں پرحکمت ہیں اور اس میں تفصیل ہے تو میں کیوں نہ ہر حکم اور اس کی ہر حکمت کو بیان کرنے کے لئے آپ کی طرف رجوع کروں جبکہ آپ کو عالم اور فاضل ہونے کا دعوےٰ بھی ہے۔ قرآن کریم جو دعوےٰ کرتا ہے اس کی دلیل بھی دیتا ہے۔ کوئی غیر مُسلم اس کے دعوےٰ کو بلا دلیل قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اگر قرآن کریم کا یہ دعوےٰ ہے یا وہ بیان کرتا ہے کہ عیسیٰؑ ابنِ مریم زندہ ہے تو اس میں اس دعوےٰ کی دلیل بھی ضرور موجود ہوگی۔ میں وہ دلیل چاہتا ہوں۔ آپ کا اپنی طرف سے بلا دلیل یہ کہہ دینا کہ "وہ اس اُمت میں کیوں شامل نہیں ہو سکتے" کافی نہیں۔

**تیسرا شبہ:۔**

آپ فرماتے ہیں کہ "الفاظ یزکّیھم سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ "ان کا تزکیہ بھی آنحضرت صلعم کے ذریعہ ہوگا" صحیح نہیں کیونکہ آیت کا تو یہ ہے کہ آپ اُمت کے قابلِ تزکیہ لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں کہاں سے نکل آیا کہ کوئی مزکّیٰ شخص اُمت میں شامل ہی نہیں کیا جاسکتا۔"

جواب: آپ نے میرے بیان میں سے صرف یزکّیھم کا لفظ پڑھ کر اس پر تبصرہ کیا ہے اور باقی بہت سی باتیں جو میں نے اس سلسلہ میں سورۃ الجمعہ کی آیات ۲ و ۳ کو سامنے رکھ کر عرض کی تھیں انہیں آپ بڑی ہوشیاری سے گول کر گئے ہیں۔ اور اس طرح قارئین کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ عرصہ کافی گذر چکا ہے۔ اس لئے میں اپنے اس بیان کو قارئین اور آپ کی یاد دھانی کے لئے پھر سے دھراتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ اس کا جواب دینے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ آیات محولہ بالا کا ترجمہ ہے:۔

"وہی ہے جس نے اُمیّوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے تھے۔ اور ان میں سے اوروں کو بھی۔ جو ابھی ان کو نہیں ملے اور غالب حکمت والا ہے۔" (۳، ۲:۶۲)

ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا:۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آنحضرت صلعم کے بعد آئیں گے اور "اٰخرین منھم" میں شامل ہوں گے اس طرح وہ بھی علم و حکمت کی باتیں آنحضرت صلعم سے سیکھیں گے اور آپ ہی کے ذریعے ان کا تزکیہ نفس ہوگا اور یوں وہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہوں گے" (یعنی آنحضرت صلعم ہی آپ پر اللہ کی آیتیں پڑھیں گے ان کو کتاب یعنی قرآن پڑھائیں گے اور حکمت سکھائیں گے) "اور آپ کی اطاعت اور اتباع سے ہی ان کو یہ سب کچھ حاصل ہوگا۔ اس طرح آنحضرت صلعم مطاع ہوں گے اور حضرت عیسےٰؑ مطیع۔ لیکن جب میں قرآن کریم پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے وہاں پر یہ آیت نظر آتی ہے "وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ"۔ یعنی رسول مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع (آپ کے اس اعتراض کا جواب میں اُوپر دے آیا ہوں) اس کی اطاعت کی جاتی ہے نہ کہ وہ کسی کی اطاعت کرتا ہے اور جو بھی رسول آیا ہے وہ مطاع ہی ہوا ہے مطیع نہیں ہوا۔ اسے تعلیم براہِ راست اللہ تعالےٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ملتی رہی ہے جو وہ لوگوں تک پہنچاتا رہا ہے اور وہ ایک کتاب کی صورت میں محفوظ رہی ہے۔۔۔ حضرت عیسےٰؑ "صاحب کتاب نبی" اور رسول تھے آپ مطاع تھے (کسی دوسرے نبی کے) مطیع نہیں ہو سکتے۔ مجھے کہیں کوئی ایسی مثال قرآن کریم میں نہیں ملتی کہ کسی نبی کو دوسرے نبی کا مطیع اور شاگرد بنایا ہو (آپ نے اس کے متعلق جو مثالیں پیش کی ہیں ان کا جواب دے چکا ہوں۔) اس لئے وہ عیسےٰؑ جو بنی اسرائیل میں سے نبی تھے اور انہی کی طرف ... تھے "اٰخرین منھم" میں شامل نہیں ہو سکتے اس لئے وہ آ بھی نہیں سکتے اور زندہ بھی

نہیں ہیں اور پھر وہاں الفاظ یزکیھم بھی ہیں اگر حضرت عیسٰیؑ ان میں شامل ہوں گے تو ان کا تزکیہ نفس بھی آنحضرت صلعم کے ذریعہ ہوگا مطلب یہ ہوا کہ جب وہ آئیں گے تو نعوذ باللہ گنہگاروں (گمراہوں میں) میں شامل ہوں گے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ مقام نبوت پر فائز ہونے کے بعد اس سے گر کر گنہگاروں (گمراہوں) میں شامل ہو جائیں اور کسی دوسرے نبی کے ذریعے ان کے تزکیہ کی ضرورت پڑے اور اس تزکیہ کے بعد وہ لوگوں کی اصلاح کے لئے پھر مبعوث کئے جائیں قرآن کریم سے کوئی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

......میرے خیال میں "منھم" میں آنحضرت کی اُمت کے لوگ شامل ہیں اور اس طرح حضرت عیسٰیؑ اس سے باہر ہیں اور کوئی نبی بیک وقت نبی بھی اور اُمتی بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عیسٰیؑ اُمتی اس لئے بھی نہیں ہو سکتے کہ اُن کے متعلق قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ "و یعلمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل"۔ اور وہ (اللہ) اُسے کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل سکھائے گا (آل عمران۔ ۴۸) اس لئے آنحضرت صلعم سے سیکھنے اور شاگردوں میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

آپ اس سارے بیان میں شامل ان باتوں کا انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت عیسٰیؑ اٰخرین منھم میں شامل ہوں گے تو آنحضرت صلعم ان پر اللہ کی آیات پڑھیں گے۔ انہیں کتاب سکھائیں یا پڑھائیں گے اور حکمت سکھائیں گے اور یوں ان کے شاگردوں میں داخل ہوں گے۔ ان باتوں کی تردید کے لئے آپ نے قرآن کریم کی کوئی آیت پیش نہیں کی۔ نہ ہی آپ اس بات کا جواب دے سکے ہیں کہ آل عمران۔ ۴۸ کے مطابق اللہ تعالےٰ ان کا معلم ہوگا اور ان کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا اور اس کے مقابلے میں بھی قرآن کریم سے آپ کوئی دوسری آیت پیش نہیں کر سکے کہ نبی کو علم براہ راست اللہ تعالےٰ سے نہیں انسانوں کے ذریعہ ملتا ہے۔ لے دے کے آپ نے "یزکیھم" کا لفظ پکڑ کر اس پر تبصرہ کیا ہے۔ اور میں نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اسے صحیح قرار نہیں دیا۔ لیکن اپنی تائید میں قرآن کریم سے اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکے۔"

آپ کا یہ کہنا کہ "آپؐ اُمت کے قابلِ تزکیہ لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں" اس سے تو یہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلعم "قابلِ تزکیہ لوگوں" کے ایک مخصوص گروہ کی طرف تشریف لائے۔ یہ یا تو وہ لوگ تھے جو آپ کے سامنے تھے اور یا بعد میں آنے والے وہ لوگ جو مجددین۔ اولیا اور صلحاء کے زمرہ میں شامل ہیں۔ اور چونکہ یہی لوگ قابلِ تزکیہ تھے اس لئے باقی مسلمان جن کی اخلاقی اور روحانی حالت آج ہمارے سامنے ہے اور قرآن کے مطابق یقیناً تزکیہ یافتہ نہیں ہیں آنحضرت صلعم کی اُمت میں شامل نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ساری نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے نہیں ایک محدود قابلِ تزکیہ گروہ کی طرف مبعوث ہوئے تو وہ رحمۃ للعٰلمین ہیں اور نہ ہی بین الاقوامی رسول۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ بھی جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بطور حکم نازل ہوئے ہیں "قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا" نعوذ باللہ بے معنی ہو کر جاتے ہیں (۷: ۱۵۸) اس سے عیسائیوں کا یہ اعتراض بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لھم" کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی زبان عربی تھی اس لئے وہ عربوں کی طرف ہی مبعوث ہوئے وہ ساری دنیا کے لئے رسول بن کر نہیں آئے۔ اور عربوں میں سے بھی ایک قابلِ تزکیہ اقلیت کے لئے۔ (۱۴: ۵) وما ارسلنٰک الا کافة للناس بشیراً و نذیراً و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۳۴: ۲۸) کہ ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اس آیت کا بھی کوئی رہتا۔ یہ بھی بتا دیجئے کہ اس آیت کا کیا مطلب رہ جاتا ہے:۔

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا"۔ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔

کامل دین تو وہی ہو سکتا ہے جس کی مخاطب ساری نسلِ انسانی ہو اور وہ اس کی ہدایت کا کام دے۔ ان کا تزکیہ کر سکے اگر اس دین سے ایک محدود گروہ ہی استفادہ کر سکتا ہے تو کامل کیسے ہوا۔ اور ایسے دین کا لانے والا رسول کس طرح افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہوا۔

آپ کہتے ہیں کہ "یہ کہاں سے نکل آیا کہ کوئی مزکّی شخص اُمت میں شامل ہی نہیں کیا جا سکتا۔" میرا سوال یہ ہے کہ آپ قرآن شریف کی کوئی آیت پیش کریں جس کا مطلب۔ مفہوم اور معنی یہ ہوں کہ مزکّی شخص کسی دوسرے نبی کی اُمت میں شامل ہو سکتا ہے۔ صرف آپ کا یہ کہدینا میری تسلّی کے لئے کافی نہیں کیونکہ میں نے ثبوت قرآن شریف سے مانگے ہیں۔ جن مزکّی انسان کی طرف آپ یہاں اشارہ کر رہے ہیں وہ حضرت عیسٰیؑ ہیں جو صاحبِ کتاب۔ صاحبِ شریعت اور مستقل نبی ہیں اور جن کی حیات و ممات پر ہماری خط و کتابت ہو رہی ہے۔ آپ قرآن شریف کی کسی آیت کی روشنی میں مجھے یہ بتا دیں کہ کوئی صاحبِ کتاب۔ صاحبِ شریعت اور مستقل نبی دوسرے کسی نبی کی اُمت کا فرد رہا ہے اس لئے حضرت عیسٰیؑ بھی آنحضرتؐ کی اُمت کے ایک فرد ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بھی اس وقت قابلِ قبول ہوگا جب وہ زندہ ثابت ہو جائیں۔

(باقی ـــ باقی)

---

## تبلیغی جدوجہد

گجرات سے مکرّم چوہدری فضل داد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "میں ہمیشہ سال کا پروگرام بنا کر اس کی روشنی میں کام کرتا ہوں۔ چنانچہ ۱۹۷۸ء کے پروگرام کے سلسلہ میں مرکز سے آمدہ درج ذیل پمفلٹ:۔

شہادت حقہ ۱۵ عدد۔ جماعت احمدیہ کا پیغام ۴۰ عدد۔ تبلیغ بلاد غیر جون ۱۹۷۶ء ۴۰ عدد۔ تبلیغ بلاد غیر دسمبر ۱۹۷۶ء ۴۰ عدد حال ہی میں سنجیدہ اور علم دوست احباب میں تقسیم کئے ہیں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

جناب سید ناصر احمد صاحب مانچسٹر (یو کے)

# حضرت مسیحؑ کون تھے؟

## انگلینڈ میں فلم پر ایک دلچسپ مذاکرہ

کافی عرصہ سے ارادہ کر رہا تھا کہ قارئین پیغام صلح کے لئے ان مذہبی پروگراموں کے بارے میں لکھوں جو یہاں ٹیلیویژن پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں مختلف گرجا گھروں میں دیئے جانے والے خطبات کی جھلکیاں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ ان خطبات میں بائبل کی تعلیمات کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ لوگوں کو روزمرہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے رہنمائی مہیا کی جائے۔ وہ مذہب جس کی اساس ہمارے نزدیک ایسے معتقدات پر ہے جو عقل کے معیار پر پورا نہیں اترتے لیکن اس کے علمبردار اپنے خطبات میں یہ کوشش کرتے ہیں کہ انہیں زندگی کے قریب تر کیا جائے۔ اس کے بالمقابل ہم جو دینِ فطرت کے ماننے والے ہیں ہماری مذہبی سوچ زمانے کی رفتار سے بہت دور ہے اگر انگلستان میں مسلمان علماء نے اپنی طرزِ فکر کو نہ بدلا تو مسلمانوں کی آئندہ نسل ذہنی طور پر اسلام سے دور ہوتی چلی جائے گی۔ عملی زندگی میں یہاں کی بالکل مختلف طرزِ معاشرت کی وجہ سے پہلے ہی ان کو مشکلات کا سامنا ہے اگر ذہنی سطح پر بھی انہیں صحیح رہنمائی نہ ملی تو نئی نسل کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ آزادیٔ فکر کے اس دور میں اگر مذہب کو محض معتقدات کی سطح سے ہٹ کر علم اور دلائل براہین کی سطح سے نہ پیش کیا گیا تو مسلمان علمی اور عملی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔

عیسائی دنیا میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جو قدر و منزلت حاصل ہے اس سے سب بخوبی واقف ہیں۔ اس کے باوجود اس مقدس ہستی کے بارہ میں جو جدید انکشافات ہو رہے ہیں جو چرچ کے مسلمہ عقائد سے نہ صرف مختلف ہیں بلکہ ان کی بنیاد کو ہی ختم کر دینے والے ہیں۔ یورپ کے اخبار رسائل اور اب کافی حد تک ریڈیو اور ٹیلیویژن بھی ان حقائق کو لوگوں کے سامنے لا رہے ہیں۔ اسی نوعیت کا ایک پروگرام چند ہفتے ہوئے بی بی سی ٹیلیویژن پر ہوا۔ جس کا عنوان تھا WHO WAS JESUS یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کون تھے۔ اس پروگرام کے بارہ میں ہمارے محترم دوست سعید عزیز صاحب نے ایک دن پیشتر ہی مجھے اطلاع دی تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے بارے میں ایک پروگرام ہونے والا ہے۔ اسے میں ضرور دیکھوں۔ یہ پروگرام تقریباً ½۲ گھنٹے کا تھا۔ اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی اور عقائد کے بارے میں نہایت تحقیقی انداز میں تجزیہ پیش کیا گیا۔ یہ پروگرام پیش کرنے والے نے کلیسا کے مقتدر علماء کے علاوہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق یروشلم اور دیگر جگہوں پر جو ادارے تحقیقی کام کر رہے ہیں وہاں کے سکالرز کی تحقیقات اور آراء کو بڑے موثر اور بے لاگ انداز میں پیش کیا۔ اس تجزیاتی پروگرام میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی، واقعہ صلیب اور دیگر عیسائی معتقدات کے بارہ میں نہایت عالمانہ اور حقیقت پسندانہ تجزیہ پیش کیا گیا

پروگرام میں مختلف اناجیل میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں، ان کو زیرِ بحث لایا گیا اور اختلافات کی وجوہ بیان کی گئیں۔ پروگرام مرتب کرنے والے صاحب مختلف لوگوں سے اس طریق پر سوال کرتے تھے کہ جواب دینے والے کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ ہوتا کہ وہ حقیقت کو بیان کر دے۔ ایک موقعہ پر مرتب نے پوچھا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ منسوب کیا جاتا ہے۔ بائبل اس پر کیا روشنی ڈالتی ہے۔ عالم نے جواب دیا کہ سوائے یوحنا کے اور کسی انجیل میں ابن اللہ کا لفظ نہیں آیا۔

سوال: پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بحیثیت بیٹا ہونے کے تثلیث میں شمولیت کا تصوّر کہاں سے آیا۔

جواب: یہ عقیدہ بعد میں عیسائیت میں داخل کیا گیا ہے۔

سوال: کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواری بھی ان کی الوہیت کے قائل تھے؟

جواب: حقیقت تو یہ ہے کہ وہ صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے ان کا مسیح کی اُلوہیت کو ماننا کسی طرح ممکن ہی نہ تھا۔

سوال: آپ کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے کے متعلق کیا خیال ہے۔ کیا ایسا تو نہیں کہ جس طرح عہدنامہ عتیق میں درج ہے کہ حضرت ایلیا زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اسی کے پیشِ نظر حضرت عیسےٰ (علیہ السلام) کے جسمانی رفع کو بھی ایمانیات میں داخل کر لیا گیا ہو۔

جواب: نہیں ایسی بات تو نہیں۔ یہ عقیدہ عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے اگر یہ غلط ثابت ہو گیا تو اس سے موجودہ عیسائیت کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔

سوال: حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جو مافوق البشر تشخّص دیا گیا ہے اس کو بعض دینی مفکّرین نے تاریخی مسیح کے برعکس ایمانی مسیح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔

جواب: عیسائیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کا جو تصوّر ہے وہ واقعی تاریخی مسیح سے کہیں بڑھ کر اور ارفع ہے۔ اور اسے ایمانی مسیح کے الفاظ سے ہی بیان کیا جا سکتا ہے۔

سوال: حضرت مسیح کی عبادت کو خدا کی عبادت سے اتنا قریب کر دیا گیا ہے کہ اس سے خدا کی عبادت اور مسیح کی عبادت میں امتیاز مشکل ہونیکا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔

جواب: اس میں خدشہ کی کوئی بات نہیں۔ خدا کو مجسّم شکل میں لانا ضروری ہے تا کہ وہ بحیثیت ایک مجسم حقیقت کے عبادت کیا جا سکے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک عالم نے جواب دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے وعظوں میں لوگوں کو یہ کہنا کہ اب دُنیا ختم ہونے والی ہے۔ ایسی بات ہے جس نے عیسائی مفکرین کو مشکل میں ڈال رکھا ہے کیونکہ دنیا تو آج تک قائم ہے۔ ہاں تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ اسرائیل کی اس وقت کی حکومت کا حضرت مسیح کے بعد خاتمہ ہو گیا اور یہی حقیقت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے اس انذار کی صحیح تشریح ہو سکتی ہے۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے حکومتِ وقت کے خلاف تحریک چلائی اور اس بغاوت کی سزا کے طور پر انہیں صلیب پر چڑھایا گیا۔

جواب: اصل میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جو حکومتِ وقت کے خلاف تھا اور نہ ان کی کوئی ایسی نیت تھی البتہ ان کے مخالفین نے آنے والے اسرائیلی نبی سے متعلق پیشگوئیوں کو بنیاد بنا کر حکومتِ وقت کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیخلاف اکسایا۔ مرتب نے ان خیالات اور تصوّرات کا ہی ذکر کیا ہے جو یونانی تہذیب اور نظریات کے زیرِ اثر عیسائیت میں داخل ہو گئے ہیں۔

غرضیکہ یہ وہی باتیں ہیں جن کا ذکر کم و بیش احمدیہ لٹریچر میں موجود ہے۔ لیکن عیسائی دنیا میں یہ اب مختلف تحقیقی تبصروں کی صورت میں سامنے آ رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مواد کو جو ہمارے لٹریچر میں

# حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا

## ایک بصیرت افروز خطبہ

### فرمودہ مورخہ ۲۷ رجون ۱۹۱۳ء

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی ........ یعظکم لعلکم تذکرون ۔

---

فرمایا:۔ عدل ایک صفت ہے اور بہت بڑی صفت ہے۔ عدل ہر شخص کو پیارا لگتا ہے ۔ اور بہت پیارا لگتا ہے۔ عادل ہر ایک شخص کو پسند ہے ۔ کان رس کے طور پر بھی عدل کا لفظ پیارا ہے اپنی ذات کے متعلق بھی جب آدمی کو ضرورت پڑے اسے عدل بہت پیارا لگتا ہے ۔ مگر نہایت تعجب ہے باوجود اس کے کہ عدل نہایت ہی پسندیدہ چیز ہے ۔

جب دوسرے کے ساتھ معاملہ پڑے تو انسان بھول جاتا ہے عجائبات جو میں نے دیکھے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اللہ کو بھی مانتے ہیں اور پھر پتھر کے بُت ۔ پانی کے دریا ۔ پیپل اور بڑ کے درخت ۔ جانوروں میں سانپ اور گائے کی پرستش کرتے ہیں ۔ مجھے بڑا تعجب آتا ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان ذات کو چھوڑ کر ادنےٰ چیز کو کیوں اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح عدل کے معاملہ میں بھی تعجب ہے کہ انسان عدل کو اپنے لئے ۔ اپنے دوستوں کے لئے اپنے خویش و اقارب کے لئے بہت پسند کرتا ہے ۔ مگر جب دوسروں کے ساتھ معاملہ پیش آئے پھر عدل کوئی نہیں ۔ کسی کا بھائی ۔ باوا ، بہن یا ماں یا بیٹی مقدمہ میں گرفتار ہو جائے تو وہ کہتا ہے ۔ اس سے بڑھ کر میرا کون ہے ۔ ان کو چھڑانے کی کوشش میں اگر میری جان بھی جائے تو کوئی بڑی بات نہیں ۔

اس وقت بعض لوگ جعلسازی ۔ رشوت دینے تک تیار ہو جاتے ہیں ۔ گویا خدا تعالےٰ کے مقابہ پر کھڑا ہو کر یہ کام کرتے ہیں ۔ مگر سوچو جس نے ایسا کیا اس نے عدل نہیں کیا ۔ کیونکہ وہ ہمارا رحمٰن ہے ہمارا رحیم ۔ ہمارا مالک ۔ ہمارا رزاق ۔ ہمارا ستارالعیوب ہے ۔ اس کی صفات کو چھوڑ کر کہتا ہے میرا یہی بیٹا ہے ۔ یا یہ بیوی ہے ۔ یا ماں ہے ۔ دیکھو وہی عدل جو بڑا پسند تھا ۔ اس وقت بھلا دیا ۔

دو لڑکوں میں ایک گیند کا مقدمہ ہوا ۔ دونوں مجھے عزیز تھے ۔ اب حیران ہوا کہ کس کو دلاؤں ۔ میرے پاس پیسے ہوتے تو دعی کو گیند لے دیتا ۔ مگر قدرت کے عجائبات ہیں کہ بعض اوقات نہیں ہوتے ۔ ایک نے گواہی دی کہ گیند اس لڑکے کا ہے ۔ کیونکہ اس کے لئے ایک شخص نے میرے سامنے امرتسر کے اسٹیشن سے خریدا تھا ۔ میں نے کہا کیا سچ کہتے ہو اس نے کہا مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے ۔ تب میں نے گیند دوسرے لڑکے کو دلا دیا ۔ تھوڑے سے دن گذرے تو گواہی دینے والا لڑکا اس لڑکے کے ساتھ غالباً لڑ پڑا تو یہ راز ظاہر ہُوا کہ اس نے جھوٹی گواہی دی تھی ۔ دیکھو اس نے عدل نہ کیا اور ظاہرداری کے لئے خدا کو ناراض کر دیا ۔ میں نے اس لڑکے کو دیکھا ہے بڑا خوبصورت تھا ۔ جان نکل گئی ۔ بس یہ انجام ہوتا ہے ۔ یاد رکھو ہر بدی کا انجام بُرا ہوتا ہے ۔ جناب الٰہی کا حکم مان لو ۔ فرماتے ہیں **عدل کرو** ۔ ہم تمہارے خالق ۔ ہم تمہارے مالک ۔ رحمٰن و رحیم ۔ تمہارے ستار ۔ تمہارے غفار ۔ ہماری بات
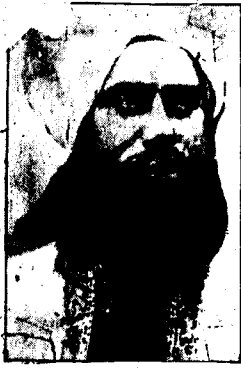
ماننے میں مضائقہ! اور اپنے پیارے کی بات ہو تو جان تک حاضر یہ عدل نہیں ۔

اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ افسر اپنے ماتحت سے چاہتا ہے کہ جان توڑ کر خدمت کرے ۔ میں تنخواہ جو دیتا ہوں تو یہ روپیہ ضائع نہ کرے ۔ لیکن آپ جس کا نوکر ہے اس کی نوکری میں اگر جان توڑ کر محنت نہیں کرتا تو یہ عدل نہیں ۔

اس وقت ایک بات یاد آگئی کسی امیر کی چوری ہوگئی اور اس چوری کے برآمد کرانے والے کے لئے بڑا انعام مشتہر ہوا ۔ افسر پولیس نے اپنے ماتحتوں کو بلایا اور کہا لو بھئی اب تو عزت کا معاملہ ہے ۔ ایک میرا رشتہ دار بھی اس کے ماتحت تھا اس نے مجھے بتایا کہ میں نے ایسی شدید محنت کی کہ مال برآمد کرا لیا ۔ مجرموں سے اقرار بھی کروا لیا ۔ اس افسر نے سولہ روپے جیب سے نکال کر دیئے کہ لے بیٹا ۔ تم یہ لے لو وہ انعام تو خدا جانے کب ملے گا ۔ پھر ایک مفصل رپورٹ لکھی جس میں دکھایا کہ کس طرح اس مقدمہ کی تفتیش میں نے محنت سے کی ہے اور بعض اوقات اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا ۔ غرض وہ ساری کارگذاری اس غریب کی اپنی کرکے دکھائی ۔ اور انعام خود ہضم کر گیا بلکہ ترقی کی درخواست کی ۔ دیکھو عدل کے لئے کتنا زور دیا کہ میں نے ایسی محنت کی ہے مجھے ترقی ملے ۔ وہ انعام ہے اور دوسری طرف کیسی بے انصافی کی کہ اپنے ماتحت کا حق خود ضبط کر لیا ۔

رات دن میں یہ حال دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کے گھر بہو آتی ہے وہ اسے نہایت حقیر سمجھتا ہے ۔ مگر اپنی لڑکی کے لئے ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ کوئی اسے میلی آنکھ سے بھی دیکھے ۔ پہرہ داروں کو دیکھا ۔ گرم بستر گھر میں موجود ہے سردی کے موسم میں سرد ہوا کی پروا نہ کرکے وہ آدھی رات کو چند ٹکوں کی خاطر خبردار خبردار پکارتا پھرتا ہے ۔ مگر جس کو ...سے ہزار دن روپے دیئے اور عیش و عشرت کے سامان وہ استعمال کر سکتے کبھی رات تہجد تو درکنار استغفار ہی کریں ۔ یہ عدل نہیں ۔

پس میرے عزیزو ۔ تم خدا کے معاملہ میں ۔ مخلوق کے معاملہ میں عدل سے کام لو ۔ ایک طرف جناب الٰہی ہیں ایک طرف محمد رسول اللہ ہیں ۔ محمد رسول اللہ کی دعائیں اپنے حق میں سنو ۔ آپ کا چال چلن سنو ۔ پھر یہ کہ آپ نے ہمارے لئے کیا کیا ۔ اپنے تئیں جان جوکھوں میں ڈالا ۔ ایسے مخلص مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کو اپنے دوست کی فرمانبرداری کے برابر بھی نہ کرو ۔ تو کس قدر افسوس کی بات ہے ۔

بعض تاجروں کو میں نے دیکھا ہے ۔ وہ رستے میں چلتے ہیں اور حساب کرتے جاتے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے اپنے فکر میں مست ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ جس نے یہ تمام نعمتیں دی ہیں اس کا شکر بھی واجب ہے دیکھو اس وقت میں کھڑا ہوں اور محض خدا کے فضل سے کھڑا ہوں ۔ پرسوں میری ایسی حالت تھی کہ میں سمجھا میرا آخری دم ہے ۔ اس کا فضل ہوا کہ مجھے صحت ملی ۔ اس نے مجھے عقل و فراست دی ۔ اپنی کتاب کا علم دیا ۔ رسولوں کی کتابوں کا فہم دیا ۔ اگر یہ انعام نہ ہوتے تو جیسے اور بھنگی ہمارے شہر میں ہیں میں بھی ہو سکتا تھا ۔ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں کہ عدل کرو ۔ روپیہ جس آنکھ سے لائے ہو اسی سے ادا کرو ۔ مزدور کی مزدوری پسینہ سوکھنے سے پہلے دو ۔ خدا کے ساتھ معاملہ صاف رکھو ۔ پھر اس سے بڑھ کر حکم دیتا ہے کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرو ۔ پھر فرماتا ہے احسان میں تو پھر احسان کا خیال آجاتا ہے تم دوسروں سے ایسا سلوک کرو ۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ترجمان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہفت روزہ
# پیغام صلح
لاہور

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

مدیر اعزازی: خلیل الرحمٰن
نائب مدیر: عبدالرؤف کھوکھر

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

خصوصی اشاعت
اشاعت خصوصی
بارگاہ رسالتمآب میں اظہار عقیدت

ٹیلیفون نمبر ۵۴۳۷۴۴

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

• رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
• تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے: پندرہ روپے
بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
(علاوہ محصولڈاک)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۵ اپریل ۱۹۷۸ء | نمبر ۱۴


# در رہِ عشقِ محمدؐ

حضرت مسیح موعود مجدد زمان مرزا غلام احمد علیہ السلام کی طرف سے نذرانہ تحیت

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوند کریم ✽ آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
احمدؐ کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے ۔ وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گیا کہ میم درمیان سے گر گیا

زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد ✽ پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت بالکل ربّ رحیم کی صورت بن گئی

بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک ✽ ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
محبوب حقیقی کی خوشبو اس کے چہرہ سے آ رہی ہے ۔ اس کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کا مظہر ہے

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال ✽ چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم
خواہ مجھے کوئی الحاد اور گمراہی سے ہی منسوب کرے ۔ مگر میں تو احمدؐ کے دل جیسا اور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا

منّتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار ✽ صد بلا را میخرم از ذوقِ عینِ النعیم
خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا داروں کے برخلاف اس چشمۂ نعمت کی خواہش کی وجہ سے سینکڑوں دکھ خرید رہا ہوں۔

از عنایاتِ خدا و ز فضلِ آں دادارِ پاک ✽ دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم
خدا کی مہربانیوں اور اس ذات اقدس کے فضل و کرم سے ۔ میں بھی اس کلیم کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں

آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں ✽ گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہِ سلیم
اس کا وہ خاص مقام اور مرتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا ۔ میں اس کا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم فطرت والا پاتا۔

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود ✽ ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم
محمدؐ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہو ۔ یہی میری خواہش ہے یہی میری دعا ہے اور یہی میرے دل میں پختہ ارادہ ہے

# عالی مرتبہ کا نبی جس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا

## حضرت مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کا بیان

کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعے سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی۔ صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

## نذرانۂ عقیدت
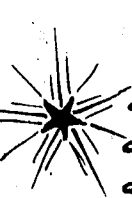
در دلم جوشد ثنائے سرورے ٭ آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم ٭ آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرّے
آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار ٭ آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحمِ حق را آیتے ٭ آں کریم و جودِ حق را مظہرے
احمدِ آخر زماںؑ کز نورِ اُو ٭ شد دلِ مردم زخور تاباں ترے

(مسیح موعودؑ)

# محسنِ انسانیت

(ڈاکٹر اللہ بخش)

انسانیت کا صحیح نظریہ کیا ہے اور اس کے حصول میں کیا کیا امور سدِ راہ بن جاتے ہیں؟ یہ سوال نہایت اہم و عظیم ہے۔ پھر یہ قابلِ غور بات ہے کہ محسن کا سچا لقب پانے کے لئے کسی شخص میں کن کن صفات کا پایا جانا ضروری ہے؟ صرف یہی امر کافی نہیں کہ کوئی اعلیٰ ترین نظریۂ حیات دنیا میں رائج کر دیا جائے بلکہ اس کے لئے یہ امر بھی اتنا ہی اہم و عظیم ہے کہ بانیٔ نظریہ نے اس پر عمل کسقدر کیا؟ پھر اس سے بلند تر مقام یہ ہے کہ ایسے انسان کے نظریہ و عمل سے اثر کیا پیدا ہوا؟ لہٰذا ہمیں از روئے واقعاتِ تاریخ یہ معلوم کرنا ہے کہ مسلمان قوم کا یہ دعوےٰ کہ ان کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محسنِ اعظم انسانیت ہیں جن سے بڑھ کر اور کوئی شخص نہ آپؐ سے ماقبل ہوا اور نہ مابعد پیدا ہوا۔ یہ کہاں تک راست و مبنی بر صدق و حقیقت ہے؟

آج کی دنیا سائنس و علم کی دنیا ہے۔ علوم و فنون اور ایجاداتِ صناعات میں ترقی و عروج کی نشو و نما کی دنیا ہے۔ اگر آج کوئی شخص دنیا کو یہ نظریہ دے کہ تمام جہان کے سب انسان ایک جیسے ہیں تو شاید یہ تعجب کی بات نہ ہوگی۔ پھر آج سائنسی ترقی نے رسل و رسائل کے وسائل کو حیرت انگیز ترقی پر پہنچا دیا ہے اور اس کے باعث ملکوں اور قوموں کا باہمی اختلاط و ارتباط خارق عادت رنگ میں بڑھ گیا ہے۔ اس شعبۂ تہذیب نے اب ایسی نمایاں کامیابی حاصل کر لی ہے کہ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملکوں میں بآسانی و عجلت پہنچ جاتے ہیں۔ گویا اس وقت تمام روئے زمین باہم میل جول کے لحاظ سے ایک شہر کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

اگر ایسے زمانہ میں کہیں سے یہ ندا بلند ہو کہ ساری نسلِ انسانی وحدت و اکائی ہے تو اسے یقیناً ماحول کا تقاضا کہنا مناسب ہوگا۔ لیکن سوچنا چاہیئے کہ آج سے چودہ سو برس قبل وحدتِ انسانیت کا نظریہ کہاں تھا؟ اس وقت تو دنیا الگ الگ ملکوں اور قوموں میں علیحدہ علیحدہ پڑی تھی، نہ ایک کو دوسری کی خبر تھی اور نہ کوئی واسطہ و رشتہ باہم تھا۔ باہمی مغائرت و اجنبیت اپنے انتہاء پر تھی بلکہ باہمی منافرت و عداوت تھی۔ ہر قوم صرف اپنی قوم کے افراد کو انسان سمجھتی اور انسانیت کے حقوق دینے کی قائل تھی۔ غیر قوم و ملک اس کی نظر میں انسانیت سے کمتر مقام پر قائم تھی۔ یہ غیریت اس قدر ترقی پذیر تھی کہ خالقِ کُل کو بھی قومی خدا کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ ہر قوم یہ یقین کئے ہوئے تھی کہ صرف وہی خدا کی پیاری اور محبوب قوم ہے دوسری تمام راندۂ درگاہ ہیں۔ قالوا نحن ابناء اللّٰہ و احباءہٗ۔ صرف ہم ہی خدا کے پیارے اور محبوب ہیں کی صدا ہر قوم لگا رہی تھی۔

## کمالِ وحدتِ نسلِ انسانی کا نظریہ

چودہ سو برس پیشتر کی بات تو بہت دور کی بات ہے، آج کے زمانۂ ترقیِ تہذیب و علم میں بھی اکثر جگہ اسی قومی ندا کی بلند گونج سنائی دیتی ہے۔ افریقہ کا برِ اعظم ہو یا امریکہ کا امیر ترین ملک، بھارت میں بسنے والی اقوام ہوں یا چین و روس کے باشندے، اکثر و بیشتر قومی، نسلی، رنگی، لسانی اور علاقائی حدود میں مقید ہیں۔ اگرچہ اب جمیع نسلِ انسانی کی وحدت کے نظریئے کی جھلک کہیں کہیں دکھلائی دیتی ہے۔ لیکن جہاں تک باہمی تعلقات کا سوال اور حقوقِ انسانیت کی ادائیگی کا اصول ہے، اس بارہ میں دنیا بہت پست ہے۔ اب ایسے پس منظر میں اس انسان کی عظیم عظمت کا تصور کیجئے جس نے تفریقات کے تاریک ترین دور میں یہ بلند بانگ ندا دی کہ الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔ اس ربّ کی حمد کرتا ہوں جو تمام نسلِ انسانیت کا یکساں پرورش کنندہ ہے! یعنی خالق کی حمد کی بناء ہی یہ بات ہے کہ اس کی ذات کسی خاص قوم کی بجائے ساری نسلِ انسانی کی ربوبیت یکساں کرنیوالی ہے۔ مستحقِ حمد اسی ذات باری تعالیٰ کو قرار دیا جس کی اوّلین صفت ربوبیتِ عامہ نسلِ انسانی ہے۔

پس وحدتِ نسلِ انسانیہ کا نظریہ وحدتِ ذاتِ باری تعالیٰ کے عقیدہ پر بناء ہے۔ ایک جگہ یہ ارشاد ہوا ربّنا الذی اعطیٰ کل شیٔ خلقہٗ ثم ھدیٰ، ہمارا معبود تو وہ ذات ہے جس نے نہ صرف تمام مخلوق کو پیدا کیا بلکہ اسے اپنے کمال پر پہنچانے کے لئے سب سامان بھی عطا کئے۔ ہر شئے کو خلق کر کے اس کی منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے سب سامان بھی عطا کرنا ہی تو در اصل اصولِ ارتقاء کا سچا مفہوم ہے۔

پھر جب قرآن کریم کے نزدیک نہ صرف ہر ذی روح بلکہ ہر غیر ذی روح کی خلق اور ارتقاء کے تمام سامان ربّ العٰلمین کی جانب سے میسّر ہیں تو ایسے وسیع نظریہ کے مطابق جمیع نسلِ انسانی کی نشو و نما اور ترقی کے ذرائع بلا تفریق قوم و نسل و رنگ و علاقائی طبقات کیسے اور کیونکر باہر رہ سکتے ہیں؟ پھر کبھی اس نظریہ وحدتِ نسلِ انسانی کو یوں ادا کیا کہ فرمایا انا خلقناکم من نفس واحدۃ، تم سب کو ہم نے ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے، کبھی فرمایا انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم، تم سب کو ایک ہم قسم کے جوڑے مرد و عورت سے پیدا کیا البتہ تمہارے مختلف قبیلے و خاندان و طبقات تو ضرور ہیں مگر یہ معیارِ عزت و تکریم نہیں بلکہ یہ اختلافات تو صرف تعارف کی غرض سے ہیں۔ تکریم کا فرق تو صرف اس طرح متمیز ہوتا ہے کہ کس نے حقوق کو باحسن طرز ادا کیا۔ یہ جمیع نسلِ انسانی کا پیغام وحدت و اتفاق ہے۔ جہاں نہ مرد یا عورت ہونے کے باعث نہ کالے یا گورے ہونے کی وجہ سے، نہ ہی کسی ملک و قوم سے وابستگی کے ذریعہ کوئی تفریق پیدا ہوتی ہے بلکہ صرف ادائیگی حقوق و فرائض سے متحقق ہوتی ہے۔ جملہ پیدائشی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر تمام افرادِ انسانیہ کو ایک ہی سطح پر لے آنا جہاں معیارِ برتری و شرف حقوق و ذمہ داریوں کی ادائیگی کو قرار دیا گیا ہو، کیا اس نظریہ وحدتِ نسلِ انسانی سے بہتر نظریہ کوئی اور ہے جو کسی انسان نے کبھی دنیا کو عطا کیا ہو؟ تمام انسانوں کے لئے ایک ہی واحد قانونِ جزاء و سزا ہے یعنی ہر انسان کے

اپنے اعمال و اخلاق! چنانچہ یہی وہ وحدت کا نظریہ ہے جو اس دو کائنات میں ہمیں جاری ملتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قانون مساوات عدل ہر ایک انسان کے لئے یکساں کارفرما ہے۔ **اس میں کسی کے لئے کسی بناء پر کبھی نہ کوئی رعایت ہے نہ ہی** وقت اور ہر آن ہر انسان پر حاوی و جاری ہے، وہ یہی ہے کہ بلا کسی ادنیٰ جنبہ داری، اعمال یا ذمہ داریوں کی ادائیگی پر جزاء و سزا کے نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں اس میں کوئی خطا ہرگز نہیں۔

## اختلافات و تنازعات میں اتفاق عمل کی تجویز

اب بتلایا جائے کہ دنیا میں وہ کونسا انسان ہو گذرا ہے جس نے وحدتِ انسانیہ کی خاطر نہ صرف نظریۂ وحدتِ خدائی دیا بلکہ ایسی وحدت کے لئے ایک ہی محکم قانون کو تمام انسانوں پر بلا کسی تفریق کے جاری و عائد کرنے کا اعلان کیا ہو؟

**مکافاتِ عمل** کے اعلیٰ ترین الٰہی قانون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی مضبوطی سے قائم کیا کہ اپنے جانی مخالفوں کو بھی یہ کہہ دیا قل اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔ کہہ دیجئے تم اپنی جگہ عمل کرو، میں اپنی جگہ عمل پیرا ہوں، تمہارے اور ہمارے اعمال کے نتائج بتلا دیں گے کہ من ھو کاذب، کون صداقت پر قائم ہے اور کون کذب کا حامی ہے؟

اس سے بھی بڑھ کر مخالفوں کو یہ کہا قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا و ربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون۔ کیا تمہیں اس اصول کے ماننے میں عذر ہے کہ ہمارا اور تمہارا ربوبیت کرنے والا ایک ہی خدا ہے؟ پس اگر یہ محکم بات ہے تو لازم آیا کہ ہمارے عمل ہمیں فائدہ بخش ہوں گے۔ اور تمہیں تمہارے عملوں کا نتیجہ مل کر رہے گا۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم اسی ذات باری تعالیٰ کے اس محکم قانون کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ اس طرح فرقانِ حمید نے نہ صرف پیدائشی تفریقات کے اختلافات کو وحدتِ انسانیہ میں کوئی روک بننے نہیں دیا بلکہ انسانی تعلقات میں جملہ اختلافات کو مٹانے کا بھی ایک احسن طریق کار تجویز فرمایا۔

آج بھی صلح و امن باہمی کی ایک راہ بتلائی جاتی ہے جسے "بقائے باہمی" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی یہ کہ باہمی ایک دوسرے کے وجود کو اس لئے برداشت کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ اس کے بجز چارۂ کار نہیں رہ گیا۔ وگرنہ باہمی نزاع و جنگ کی صورت میں دونوں گروہوں کی تباہی یقینی ہے۔ مگر قابلِ غور یہ بات ہے کہ قرآن حکیم نے اس کی بجائے یہ تلقین کی ہے کہ **جب قانون محکم خداوندی یہ تسلیم شدہ ٹھہرا کہ نتائج اور جزاء و سزا کا دار و مدار اعمال پر ہے نہ کہ قیل و قال اور دعاوی اور لفظی تنازعات پر تو پھر اس** اصول کو مان کر اپنے اپنے موقف پر سختی سے کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔ نتائج خود بتلا دیں گے کہ کون صدق پر ہے اور کون ناحق پر؟ کیونکہ نتائج کا فیصلہ ایسا قطعی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہے کہ اسے بہر حال قبول کرنا ہی لازم آتا ہے۔ پس اسلام نے اختلافات و تنازعات کے ہوتے ہوئے بھی اعمال کے نتائج کو صدق کی کسوٹی قرار [illegible] یہ ایک راہ ہے کہ اختلافات و تنازعات کے کسی مقام پر بھی ہوگے تو تم اکٹھے ہو جاؤ گے۔

اتحاد و اتفاق کی ایک راہ تو نظریات میں اتحاد بتلائی یعنی وحدت ربّ العٰلمین کا نظریہ اگر سب صدق دل سے قبول کر لیں تو اس کا نتیجہ بھی آخر کار وحدتِ بنی نوع انسان نکل کر رہے گا۔ اب اسی وحدت کے مقصد کے حصول کے لئے دوسرا اصول یہ بتلایا کہ جب افراد یا اقوام کا عمل نیکی و خیر خواہی میں دوسروں پر سبقت اختیار کرتا ہوگا تو ایسے نیک اعمال کے نتائج میں یقیناً وحدتِ نسلِ انسانی قائم ہو کر رہے گی۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجسمۂ عمل اور جملہ اخلاق کا کامل نمونہ ہیں۔

محسنِ انسانیت کہلانے کا مستحق وہی انسان ہو سکتا ہے جس نے نسلِ انسانی کی وحدت کا نظریہ عطا کیا۔ ظاہر ہے کہ ربّ العٰلمین کے عالمگیر نظریۂ خداوندی سے بڑھ کر اور کوئی نظریہ ایسا نہیں جس سے وحدتِ نسلِ انسانی قائم ہوتی ہو۔ پھر یہ کہ ربّ العٰلمین کے عقیدہ کا نتیجہ یہ ہونا لازمی ہے کہ تمام انسانوں کا واحد خالق جملہ انسانوں کی جزاء و سزا کے بارہ میں ایک ہی قانون کو مدِنظر رکھتا ہو۔ اگر کوئی خدا ایسا ہے جو ایک ہی عمل کی جزاء و سزا مختلف اشخاص کو انکے اختلافِ قوم و ملک یا لون و لسان اور علاقائی تفریق کے باعث الگ الگ دیتا ہے تو پھر ایک جیسے عمل کی پاداش ہر ایک کو ایک جیسی ملے تو ہی وہ ذات انصاف و عدل کرنے والی اور وحدتِ نسلِ انسانی کے نظریہ کو قائم کرنے والی ہو سکتی ہے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اصول کو نظریاتی رنگ میں صحیح منوایا ہے اسے اپنے عمل سے بھی کما حقہ ثابت کر دکھایا۔ اور آنحضرت صلعم کی زندگی کے مشہور و مستند واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ جملہ قسم کی تفریقات پیدائشی اور خود انسانوں کے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ کو اپنے نظریۂ وحدت بنی نوع انسان کے منافی قرار دے کر ان کو مٹا دیا۔ اس بارہ میں چند ایک واقعات زبان زد خلائق ہیں۔

انسان کے اپنے ہاتھوں پیدا کردہ تفریقات میں سے ایک تفریق طبقاتی قسم کی ہے۔ ملک عرب میں اس وقت ایک مظلوم طبقہ غلاموں کا قرار دیا گیا تھا جن سے انسانوں ایسا سلوک نہیں بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ غلاموں کی خرید و فروخت کا رواج تھا، غلاموں سے بے حد ظالمانہ رویہ برتا جاتا تھا، ان کو نہایت ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، غرضیکہ جائداد، مال و املاک کی عین مانند غلاموں کو بھی سمجھا جاتا تھا بلکہ انہیں ورثہ میں لینے کا دستور تھا۔ جب آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تو مؤخر الذکر نے اپنا ایک غلام حضرت زیدؓ بن حارث آنحضورؐ کو تحفتہً دیا تو حضورؐ نے فوراً اسے آزاد کر دیا، مگر وہ آنجنابؐ کی خدمت میں ہی رہا، جب آپؐ نے دعوئے نبوت کیا تو زید پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوئے۔ عجیب بات یہ ہے کہ زیدؓ کے والد اپنے بیٹے کی آزادی کا سن کر مکہ میں

(باقی بر صفحہ کالم نمبر ۲)

# احمدیہ مشن ہاؤس لندن میں عید میلاد النبیؐ کی تقریب

## جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام مشن لندن کا حاضرین سے خطاب

## حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیوں کہلائے

اس دفعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو کے لندن نے بھی ۵ر مارچ ۱۹۷۸ء کو لندن مشن ہاؤس میں عید میلاد النبیؐ کی مبارک تقریب منعقد کرنے کا خصوصی اہتمام کیا۔ جناب شاہد عزیز صاحب سیکرٹری مقامی جماعت نے احباب اور خواتین جماعت اور اسلام سے دلچسپی رکھنے والے دیگر حضرات اور خواتین کو اس تقریب سعید میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے دعوت نامے ارسال کئے۔ چنانچہ دُور دراز کے مقامات سے کئی خاندان شامل ہونے کے لئے تشریف لائے فاصلے اس قدر زیادہ ہیں کہ سفر میں قصر صلوٰۃ کی اجازت ہو جاتی ہے۔

یہ مجلس ۴ بجے شروع ہونی تھی کیونکہ اس سے پہلے ۲ سے ۴ بجے تک مقامی جماعت کی منتظمہ کی ایک میٹنگ تھی جس میں یو کے جماعت کی طرف سے نئے ٹرسٹیوں کے انتخاب کا مسئلہ زیرِ غور تھا۔ منتظمہ کے اجلاس کے معاً بعد ظہر اور عصر کی نمازیں باجماعت جمع کی گئیں اور جلسہ کی کارروائی زیرِ صدارت مسز جمیلہ خان صاحبہ صدر انجمن اشاعت اسلام (لاہور) لندن شروع ہوئی۔ اس مبارک محفل میں مرد خواتین اور بچے شامل تھے۔ اس سردی کے موسم میں مسجد کو گرم رکھنے کے لئے ہیٹروں کی اشد ضرورت تھی لیکن مسجد کی بجلی کٹوا دینے کی وجہ سے بچوں اور خواتین کو خصوصاً بڑی تکلیف کا سامنا ہوا اور کچھ مستورات تو تنگ آکر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان کے چہروں پر غم و غصہ کے آثار نمایاں تھے لیکن صبر اور ضبط سے کام لیتے ہوئے انہوں نے اُف تک نہ کی ایک دوست نے اس سے متاثر ہو کر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:۔

"و من اظلم ممن منع مسجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا"

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے کہ ان میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور ان کے ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کا کم از کم اتنا اثر ضرور ہوا کہ وہاں ایک ہیٹر رکھوا دیا گیا جو پھر بھی کمرے کو گرم کرنے کے لئے ناکافی تھا۔

ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے جلسہ کی کارروائی کا آغاز سورۃ الحشر کے آخری رکوع یاایہا الذین امنوا تقوا اللّٰہ ........ الخ سے کیا اور اپنی تقریر کے لئے "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیوں ہیں؟" کا موضوع منتخب کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:۔

کچھ عرصہ سے میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے کئی ہزار انبیاء اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں میں پیدا ہوئے اور اپنے دَور کے تقاضوں کے مطابق جو پیغامات انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملتے رہے وہ من و عن وہ اپنی اپنی قوم کے سامنے پیش کرتے رہے اپنا اپنا تفویض کردہ فرض بلاکم و کاست بڑی وفاداری جانفشانی۔ تندہی اور جان جوکھوں میں ڈال کر کرتے رہے تو وہ کونسی ایسی وجہ ہو سکتی ہے کہ ان میں سے کسی کو اللہ تعالےٰ نے خاتم النبیین کے لقب سے نہ نوازا اور یہ صرف آنحضرت صلعم کے لئے ہی مقدر ہُوا میں نے یہ قرآن کریم میں تلاش کرنا چاہا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے جو خلیفۃ اللہ اور ابو البشر بھی ہیں شروع کیا تو یہ نکتہ کھُلا کہ وہ ایک بہت مختصر اور محدود معاشرہ تھا۔ وہ نسلِ انسانی کی ابتداء بھی وہ ارتقائی منزل کا ابتدائی نقطہ اور مستقبل میں پھیلنے والی انسانیت کے وسیع دائرہ کا مرکز تھا جس کا نہ قطر ہوتا ہے نہ محیط۔ اس کی طبعی اور روحانی ضروریات بہت مختصر تھیں۔ اس لئے اس معاشرہ کے لئے جو پیغام اور تعلیم دی گئی وہ بہت مختصر تھی جسے فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات کے جامع الفاظ میں قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔

انسانیت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ نئی نئی بستیاں وجود میں آتی گئیں انسان منتشر ہوتا گیا حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آگیا۔ آپ کو ایک لمبی عمر عطا ہوئی کہ خدا کے پیغام کو اپنی قوم کے ہر فرد کے دل میں اُتار دیں اور اسے وحدہٗ لاشریک کے دروازے پر جھکا دیں۔ نبی کو اللہ تعالیٰ بڑا صبر۔ حوصلہ اور عزم عطا کرتا ہے۔ اس کے اعصاب شکست و ریخت کے سامنے جواب نہیں دیتے۔ لیکن قرآن شریف ہمیں بتاتا ہے کہ آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، اس کے بندھن ٹوٹ گئے اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجراً کفارا۔ اے میرے رب سطح زمین پر سے اس قوم کا نام و نشان مٹا دے کیونکہ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو بہکاتے رہیں گے اور ان کی اولاد سے بھی سوائے فاجروں اور کافروں کے اور کوئی پیدا نہ ہوگا۔ دُنیا کی تاریخ میں طوفانِ نوحؑ آیا اور آج تک بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔ وہ کیا تھا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہُوا چھوٹا سا سمندر، جس کی موجوں میں ایک چھوٹی سی کشتی تھپیڑے کھا رہی تھی۔ اس کشتی میں کہتے ہیں کل ۷۲ آدمی سوار تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا حق پرستوں کا گروہ تھا جس نے خدا کے نبی کا ساتھ دیا۔ اور اس ہلاکت خیز طوفان سے بچ گیا۔

دنیا وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔ ابنِ آدم نے نئی بستیاں آباد کیں یہاں تک کہ مذہبی دُنیا کے اُفق پر حضرت ابراھیم علیہ السلام جیسا عظیم الشان اور اولوالعزم نبی نمودار ہُوا۔ جنہوں نے ہر حالت میں اپنے رب سے وفا کی۔ ہر آزمائش میں پُورے اُترے اور خدا نے کہا" ابراھیم الذی وفّٰی" وہ ابراھیم جس نے اپنے رب کے ساتھ اپنے وفا کے عہد و پیمان کو نبھایا۔ ابراھیمؑ نے کیا وفا دکھائی۔ بیوی اور بچے کو وادیٔ غیر ذی زرع

## مالی ایثار کی ایک قابلِ ستائش مثال

### جناب مولٰنا محمد عبداللہ صاحب آنریری مسلم مشنری امریکہ کا ایک خط بنام

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب چیئرمین تبلیغ بلادِ غیر۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اخبار پیغام صلح کے فروری کے پرچے مل گئے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق نمبر بھی مل گیا ہے۔ مضامین نہایت اعلےٰ ہیں۔ اس میں کسی نے تحریک کی ہے کہ مولانا صاحب کے مضامین و تقاریر جو پیغام صلح کے پرانے پرچوں یا کسی اور ذرائع سے مل سکتے ہوں۔ ان کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ خاکسار اس کے لئے ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اگر ان مضامین کے انگریزی تراجم شائع کئے جاویں تو اس کے لئے مزید ایک ہزار روپیہ دے گا۔" جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

میں اس کے بھروسے پر ڈال دیا۔ آگ میں کود پڑے اور اپنے بڑھاپے کے بیٹے اسمٰعیل کے گلے پر چھری پھیرنے کو تیار ہو گئے مگر جب آپ نے بھی اللہ تعالےٰ سے اس کی ذات کا ثبوت مانگا تو انہیں بھی بس ایک مثال کے ذریعے سمجھایا گیا۔ وہ جلوہ نمائی آپ کے سامنے بھی نہ ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے انسان کے قلب و نظر میں اس کا جلوہ سمانے کی ابھی تاب نہ تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آپ ہی کی اولاد سے ایک اور اولوالعزم پیغمبر منظر پر آتے ہیں۔ ان کا نام موسےٰؑ ہے۔ آپ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی کی ذلت و رسوائی سے نجات دینے کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپ نے خدا سے اپنے دیدار کا تقاضا کیا۔ فرمایا "رب ارنی انظر الیک" ذرا اپنا جلوہ تو دکھا دیجئے۔ جواب ملا "لن ترانی" تم میں ہمیں دیکھنے کی وہ طاقت ہی کہاں ہے۔ اس کی تاب نہ لا سکو گے۔ جب اصرار حد سے بڑھا تو یہ ارشاد ہوا "ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ ہم اس پہاڑ پر اپنا جلوہ ڈالتے ہیں اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو پھر مجھے دیکھ سکو گے۔ لیکن ایک ہی ہلکی سی جھلک سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ فلما تجلی ربہ للجبل دکًا و خر موسیٰ صعقا۔ اور حضرت موسےٰؑ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

کیا طور پر سمجھ کر اڑ بیٹھے تھے کلیم
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی

حضرت موسےٰ اس قرب الٰہی اور نور کی ضیا پاشیوں کو اپنے اندر جذب نہ کر سکے۔ آپ کی قوم نے آپ کو جو دکھ دیئے اس کا اظہار آپ یوں کرتے ہیں:—

"یٰقوم لما تؤذوننی و قد تعلمون انی رسول اللہ الیکم"

اے میری قوم مجھے کیوں دکھ دیتے اور ستاتے ہو حالانکہ
تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

اس قوم نے کس کس طرح اپنے نبی کو ایذا دی۔ قرآن کریم نے اس کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ قوم چالیس سال تک حیران و سرگرداں صحرائے سینا میں در بدر ٹھوکریں کھاتی پھرتی رہی اگرچہ اسے فرعون کے جبر و استبداد اور ظلم وستم سے نجات مل گئی۔

حضرت موسےٰ ہی وہ نبی ہیں جن کا ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل قرار دیا گیا ہے۔ اگر حضرت موسےٰؑ جیسے اولوالعزم اللہ تبارک و تعالےٰ کی ایک ہلکی سی تجلی پہاڑ پر بھی نہ دیکھ سکے اور بیہوش ہو کر گر پڑے تو آئیے اب قرآن کریم کی روشنی میں شانِ محمدیؐ کا ملاحظہ کریں۔ دنیا اب عالم شباب میں قدم رکھ چکی ہے۔ مشرق و مغرب میں نئی نئی بستیاں آباد ہو چکی ہیں۔ دنیا سمٹ سمٹا کر قریب ہوتی جا رہی ہے۔ پہاڑ اور سمندر اب انسانوں کی راہ میں کوئی روک نہیں رہی یوں سمجھئے انسان انسان سے گلے ملنے کے لئے بے چین و بے تاب ہے۔ وہ تمام حدود کو پھلانگ کر آگے نکلنا چاہتا ہے۔ اتنی وسیع مگر متفرق دنیا کے لئے اتنا ہی بڑا جلوۂ الٰہی ہونا چاہیئے جو ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور اپنے اندر سمونے کے لئے اتنا ہی فراخ سینہ چاہیئے جو سارے عالم وجود کو اپنے اندر سما کر اس کی ظلمتوں کو اپنے نور سے منوّر کر دے۔ تاکہ بھٹکا ہوا سرگرداں انسان اس کی روشنی میں اپنی منزلِ حقیقی کی طرف بے خوف و خطر بڑھ سکے۔
وہ نگاہ کس کی تھی اور وہ دل کس کا تھا۔ وہ سینہ کس کا تھا۔

اور وہ حوصلہ کس کا تھا۔ ابتدائے آفرینش سے ہی دنیا تک نظر دوڑا کے دیکھ لو۔ تاریخ کے اوراق چھان مارو، ایک اور صرف ایک انسان ایسا ملے گا اور وہ ہیں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم۔ جن کے نور سے نہ صرف صحرائے عرب کا بلکہ کائنات کا ہر ذرّہ منوّر ہو گیا۔ کون اندازہ کر سکتا ہے آپؐ کی عظمت و رفعت کا۔ اور اس مقام کا جہاں آپؐ کا قدم پڑا۔ قرآن کریم جیسی عدیم المثال کتاب کا نزول جس کے متعلق خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:—

"لو انزلنا ھٰذا القرآن علیٰ جبلٍ لرأیتہٗ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللہ۔"

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے اللہ تعالےٰ کے خوف سے گرا ہوا دیکھتا"

(اور دوسرے مقام پر کہ اگر کوئی قرآن ایسا ہو سکتا ہے جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں یا مردے اس کے ذریعے سے باتیں کرنے لگیں تو وہ یہی قرآن ہے اور وہ قرآن جس کی چند آیات کے اثر سے حضرت عمرؓ جیسے رجلِ عظیم کا دل پگھل کر آنحضور کے قدموں میں بہہ نکلا)
ہم سب کا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم کے قلبِ اطہر پر اس کا نزول ہوا اور آپؐ ہی اس امانت کا بوجھ اٹھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے منتخب فرمایا۔

آپؐ کے حالات قرآن شریف میں کچھ اس طرح ملتے ہیں:—

۱۔ آپؐ کو کسی ایک قوم یا ملک کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ فرمایا الی الناس جمیعا تمام دنیا کی ہدایت کے لئے حضور تشریف لائے۔
۲۔ آپؐ کی تربیت اللہ تعالےٰ نے ایک خاص مقصد کے لئے کی اور آپؐ کو حکم دیا کہ آپؐ اپنے اوپر سختی کریں اور ہمارے قرب کے لئے تیار رہیں۔ انا سنلقی علیک قولًا ثقیلاً۔ کا واضح طور پر اظہار کیا۔ آنحضرت صلعم کی قوت اور ہمت کا بیان ہمیں سورۃ النجم کے شروع میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔ والنجم اذا ھوٰی۔ ماضل صاحبکم و ماغوٰی وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیٌ یوحٰی۔ کسی بشر کو اس قدر قرب الٰہی نصیب نہیں ہوا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا جیسے کان قاب قوسین او ادنیٰ کے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور کو ممتاز کیا گیا ہے یہاں تک کہ آپؐ وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ کی صفات سے قرآن کریم میں پکارا گیا ہے رؤف اور رحیم اللہ کی صفات میں سے ہیں۔ نبی کریم صلعم کو بھی بالمؤمنین رؤف رحیم کہا گیا ہے۔ ایک طرف اللہ تعالےٰ فرماتا ہے رحمتی وسعت کل شیٔ اور دوسری طرف آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعٰلمین کہہ کر پکارتا ہے۔ اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلعم ہر لحاظ سے ایک ممتاز شان کے مالک ہیں اور اللہ تعالےٰ خود اس کی بار بار شہادت دیتا ہے۔ یہ آیت کریمہ صرف آپؐ پر ہی اتری الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔ تو پھر کیا تعجب ہے کہ محمد صلعم ہی خاتم النبیین کا لقب پانے کے لئے مخصوص ہوئے ہیں۔ یہ وہی حقیقت ہے جسے اس صدی کے مجدد اعظم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے ہم پر آشکارا کیا اور قطعی دلائل سے ثابت کیا کہ آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد جیسا کہ حضور نے خود فرمایا لانبی بعدی حضرت مرزا صاحب نے بھی تردید اور الفاظ

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

# آیاتِ کریمہ قرآنیہ جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور عالی مقام کا ذکر ہے۔

(از قلم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

(۱) وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔
(الانبیاء ۲۱ - ۱۰۷)
ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے سراسر رحمت کر کے بھیجا ہے۔

(۲) لقد كان لكم فی رسول اللہ اسوة حسنة لمن كان يرجوا اللہ واليوم الاخر وذكر اللہ كثيراً۔
بے شک تمہارے لئے رسول اللہؐ کی شخصیت میں بہترین نمونہ اخلاقِ حسنہ ہے۔ اس کے لئے جو خدا و آخرت پر یقین رکھتا ہے اور خدا کو بہت یاد کرتا ہے۔ (الاحزاب ۳۳ : ۲۱)

(۳) و ان لك لاجراً غیر ممنون۔ (القلم ۶۸: ۳)
یقیناً تیرے لئے غیر منقطع اجر ہے۔
و انك لعلی خلق عظیم۔ (القلم ۶۸ : ۴) اس میں کیا شبہ ہے کہ آپ اخلاقِ عالیہ میں ایک عظیم مقام پہ کھڑے ہیں۔

(۴) فقد لبثت فیكم عمراً من قبله افلا تعقلون۔
......... (یونس ۱۰: ۱۶)
میں تمہارے اندر عمر کا بڑا حصہ گزار چکا ہوں پھر تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے؟

(۵) و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ و من تولی فما ارسلنك علیهم حفیظاً۔ (النساء ۴ : ۸۰)
بے شک جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ خدا ہی کی اطاعت بجا لاتا ہے مگر جو منہ موڑ لیتا ہے تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(۶) قل ان كنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببكم اللہ
(آل عمران ۳ : ۳۱)
کہہ دیجئے اگر تمہیں خدا سے محبت کا دعوےٰ ہے تو میری پیروی کرو، خدا تم سے محبت کرے گا۔

(۷) فلا و ربك لا یؤمنون حتی یحكموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیماً۔ (النساء ۴ : ۶۵)
تیرے ربّ کی قسم ان کا دعوےٰ ایمان تب تک سچا ثابت نہ ہوگا جب تک یہ اپنے اختلافات میں تجھے حکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلہ کی نسبت کچھ بھی انقباض نہ لائیں بلکہ اسے انشراح صدر سے تسلیم کرنے والے ہوں۔

(۸) و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلغ المبین (المائدہ ۵ : ۹۲)
خدا کے (احکامات کی) اطاعت کرو اور خدا کے رسول کی اطاعت اختیار کرو۔ لیکن اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔

(۹) لیكون الرسول شهیداً علیكم و تكونوا شهداء علی الناس۔ (الحج ۲۲ : ۷۸)
تاکہ رسول تمہارے لئے گواہ ہو اور پھر تم لوگوں کے لئے گواہ ہو جاؤ۔

(۱۰) یایها النبی انا ارسلنك شاهداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنه و سراجاً منیراً
(الاحزاب ۳۳ : ۴۵ - ۴۶)
اے نبی ہم نے تجھے ان کے لئے گواہ اور بشارت دینے والا نیز انذار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور تو خدا کے اذن سے انہیں خدا کی جانب دعوت دینے والا اور چمکتا ہوا سورج ہے۔

(۱۱) لقد جاءكم رسول من انفسكم عزیز علیه ما عنتم حریص علیكم بالمؤمنین رؤف رحیم (التوبہ ۹ : ۱۲۸)
بے شک خدا کی طرف سے تمہارے پاس رسول آیا ہے، اگر تمہیں تکلیف پہنچے تو اسے دکھ ہوتا ہے اور تمہاری بہتری کا خواہانِ خاطر ہے۔ مؤمنوں پر بڑا ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

(۱۲) فبما رحمة من اللہ لنت لهم و لو كنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولك۔
اگر خدا تعالےٰ کی رحمت کے باعث تو ان پر نرمی کرنے والا نہ ہوتا بلکہ سخت کلام ہوتا تو یہ تیرے ارد گرد سے منتشر ہو جاتے۔ (آل عمران ۳ : ۱۵۹)

(۱۳) ولقد نعلم انهم یقولون انما یعلمه بشر لسان الذی یلحدون الیه اعجمی و هذا لسان عربی مبین۔ (النحل ۱۶ : ۱۰۳)
ہمیں معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں اسے بشر سکھلاتا ہے حالانکہ اس کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے مگر قرآن کی زبان فصیح عربی ہے۔

(۱۴) قل یایها الناس انی رسول اللہ الیكم جمیعاً۔
(الاعراف ۷ : ۱۵۸)
کہدو! اے لوگو میں تم سب کی طرف خدا کی طرف سے پیغامبر ہو کر آیا ہوں۔

(۱۵) و ما ارسلنك الا كافة للناس بشیراً و نذیراً۔
ہم نے تجھے تمام کے تمام جہانوں کے لوگوں کی طرف بشارت دینے والا اور انذار کرنے والا کر کے بھیجا ہے۔ (السبا ۳۴-۲۸)

(۱۶) و ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (الاحزاب ۳۳ : ۴۰)
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں البتہ آپؐ خدا کے رسول ہیں اور نبیوں کے خاتم ہیں۔

(۱۷) و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابكم۔
(آل عمران ۳ : ۱۴۴)
محمدؐ بجز رسول ہونے کے کسی اور مقام کے مدعی نہیں، ان سے قبل جتنے رسول ہوئے وہ سب گزر گئے تو پھر اگر آپؐ کو بھی موت آ جائے یا قتل کئے جائیں تو کیا تم کفر میں واپس چلے جاؤ گے؟

(۱۸) هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین كله وكفی باللہ شهیداً

محمدٌ رسول اللہ والذین معهٗ اشداء علی الکفار رحماء بینهم ۔ (الفتح ۴۸ : ۲۸) اور خدا بہتر گواہ ہے

وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ محمد خدا کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی، کافروں کے مقابل مضبوط، مگر باہم ایک دوسرے سے رحمت کے ساتھ پیش آنے والے ہیں ۔۔۔ دیگر ادیان پر اس کا غلبہ ہو۔ (التوبہ ۹:۳۳)

(۲۰) هوالذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین و اخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم (الجمعہ ۶۲ : ۲)

وہی ذات ہے جس نے اُمیوں میں سے ہی ان کے لئے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اسکی آیات تلاوت کرتا اور انہیں پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں غرق تھے۔ اور یہی رسول بعد میں آنے والے لوگوں کیلئے بھی جو ان سے ابھی نہیں ملے رسول ہے۔ خدا کی ذات غالب اور حکمت والی ہے۔

(۲۱) اللہ نورالسمٰوات والارض مثل نورہٖ کمشکوٰة فیها مصباح۔ المصباح فی زجاجة، الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لاشرقیة ولاغربیة یکاد زیتها یضیٓءُ ولو لم تمسسه نار نورٌ علی نورٍ یهدی اللہ لنورہٖ من یشاء و یضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیءٍ علیم۔ (النور ۲۴ : ۳۵)

خدا تعالےٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بلند مینار پر ایک چراغ رکھا گیا ہو، چراغ ایک شیشے کی قندیل میں رکھا گیا ہو جو مثل ایک چمکتے ہوئے ستارہ کے ہو۔ اس چراغ کا تیل ایک مبارک درخت زیتون سے حاصل ہوتا ہو جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ وہ چراغ کا تیل از خود جل اُٹھے اگرچہ اُسے آگ بھی نہ چھوئے۔ نور پر نور۔ خدا جسے چاہے اپنے نور کی جانب ہدایت دیتا ہے اور خدا ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔

(۲۲) والذین امنوا و عملوا الصٰلحٰت و امنوا بما نزل علیٰ محمد و هوالحق من ربهم کفر عنهم سیاٰتهم و اصلح بالهم (محمد ۴۷ : ۲)

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو محمدؐ پر اُتارا گیا اور وہ ان کے رب کی جانب سے صداقت ہے ان کی کمزوریاں یا دُکھ ان سے دُور کریگا اور ان کی حالت کو سنوارے گا۔

(۲۳) و مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمه احمد فلما جاءهم بالبینٰت قالوا هذا سحر مبین

اور (حضرت مسیح نے فرمایا) میں بشارت دینے والا ہوں، ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ آپ کا نام احمد ہوگا مگر جب وہ رسول آگیا تو کہنے لگے یہ صریح جادو ہے۔

(۲۴) الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۵ : ۳)

آج کے روز میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ۔۔۔

خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود و سلامتی بھیجتے ہیں، تم بھی اے مومنو! آپؐ پر صلوٰة و درود بھیجو اور ان کی کامل فرمانبرداری کرو۔

## محسنِ انسانیت ـــــ بسلسلہ ص۴

آنحضورؐ کی خدمت میں آئے کہ اپنے بیٹے کو واپس اپنے ہمراہ وطن میں لے جائیں تو آنحضور صلعم نے فرمایا کہ اس امر میں زیدؓ خودمختار ہے وہ جیسے چاہے فیصلہ کرے۔ جب باپ نے بیٹے سے دریافت کیا تو زیدؓ نے بجائے باپ کے ساتھ وطن جانے کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ یہی وجہ ہوئی کہ زیدؓ کی کنیت ابنِ محمدؐ پڑ گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد آنحضورؐ نے زیدؓ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت اُمیم سے کر دی گویا منہ بولے بیٹے کو اپنے خاندان کا فرد بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی۔ یہ تھی طبقاتی منافرت اور غلاموں سے حقارت کے سلوک کو یکسر عملاً مٹا دینے کا مبارک نمونہ جو آنحضورؐ نے قائم کیا۔ زیدؓ جنگ موتہ میں بحیثیت سپہ سالار شہید ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آنحضورؐ اس کی جدائی میں آنسو بہا رہے ہیں۔ پھر اپنی مرض الموت میں اسامہ بن زیدؓ کو جملہ سردارانِ قریش پر جرنیل مقرر کر کے بلند ترین قیادت کا مقام مرحمت فرمایا۔

حضرت بلالؓ ایک حبشی زادہ اور غلام تھے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو آپؐ نے انہیں اپنا مؤذن مقرر فرمایا اور نماز کی اذان کے لئے اکثر حضرت بلالؓ کو فرماتے ارحنا یا بلال۔ اے بلال اذان دے کر ہمیں خوش کرو۔

حضرت سلمانؓ ایرانی النسل اور فارس کے باشندہ تھے جب آنحضورؐ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے تو آپ کا اخلاص و ایثار ملاحظہ فرما کر آنحضورؐ نے فرمایا سلمانؓ منا اهل البیت سلمانؓ کو کسی طرح کا غیر مت سمجھو اس لئے کہ وہ فارس سے آئے ہوئے ہیں بلکہ وہ تو ہم میں سے ہی ہیں اور ہمارے اہلِ بیت ہیں۔

ان واقعات حقہ سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کے نزدیک طبقاتی، نسلی، لونی، لسانی، علاقائی قومیت سے برتر ایک اور رشتہ اخوت و مودت قائم ہوا جس کی بنیاد ایمان و اخلاق کی ہم آہنگی پر ہے۔

(جاری ہے)

## احمدیہ مشن ہاؤس لندن میں عید میلاد النبی ۔ بقیہ ص

میں کہا قد انقطعت النبوة بعد نبینا محمد علیه الصلوٰة والسلام۔ نبوت ہمارے نبی صلعم کے بعد منقطع ہو گئی۔ اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔ اور اس مضمون کو میں اس شعر پر ختم کرتا ہوں سہ

حسن یوسف۔ دم عیسیٰ ید بیضا داری + آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

# جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس میں

# سیرت النبیؐ پر جلسہ

(رپورٹ مولوی شفقت رسول خان)

---

مورخہ ۱۷ مارچ - نماز جمعۃ المبارک کے بعد جلسہ میلاد النبیؐ صلعم منعقد ہوا - جلسہ کی صدارت حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمائی -

مولنا شفقت رسول نے قرآن پاک کی تلاوت سے اجلاس کا آغاز کیا - بعدہٗ جناب زاہد جنجوعہ صاحب نے بعنوان "حضرت مجدد زمانؑ کا نذرانۂ عقیدت بحضور سرور کائنات" کے موضوع پر، حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کرامات الصادقین اور اتمام الحجۃ کے حوالے سے بتایا کہ حضرت مجدد زمانؑ حضورؐ کو کامل اور انبیاء کے سردار اور خاتم النبیین یقین کرتے تھے - اور ان کا ایمان تھا کہ حضور کی اتباع اور پیروی کامل سے ہی انسان خدا کا برگزیدہ اور پسندیدہ بن سکتا ہے - حضرت مجدد زمان کے نزدیک آج صرف ایک ہی نبی ہے جو مبارک ہے اور اور برکات کا حامل ہے - جس کے وجود سے برکات و فضائل وابستہ ہیں - اس کے دامن سے وابستگی ہی انسان کو خدا کی رحمتوں اور فضل کا وارث بنا سکتی ہے - صرف وہی ایک نبی ہے جس کی اتباع سے انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے صلی اللہ علیہ وسلم -

ازاں بعد ایک چھوٹی بچی ساجدہ بنت شیخ فضل الرحمٰن صاحب نے بڑی خوبصورتی سے بتایا کہ آج کا انسان ذہنی اور قلبی سکون و راحت سے محروم ہے - دولت مند اپنی دولت و حشمت کے باوجود اور غریب اور محنت کش اپنی کم مائگی کی وجہ سے بیقرار ہے لیکن اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی پیروی کی جائے تو انسان ہر حالت میں سکون و راحت حاصل کر سکتا ہے -

ساجدہ نے اپنی تقریر میں مزید بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں سے بے حد پیار اور انس تھا اور بچے خواہ اپنے ہوں یا غیروں کے، حضور کی محبت و شفقت سے محروم نہیں تھے - آپ تقریبات میں بچوں کو سب سے پہلے نوازتے تھے - حضرت انسؓ کا واقعہ سنایا کہ وہ فرماتے ہیں "مجھے حضور کوئی حکم فرماتے اور میں کرنا بھول جاتا تو دوبارہ ارشاد فرماتے تھے - لیکن ناراض کبھی نہ ہوتے تھے"۔ غرضیکہ حضورؐ کو بچوں سے بے حد انس اور محبت تھی - ساجدہ نے تقریر میں بچوں اور بڑوں پر زور دیا کہ وہ قرآن پاک پڑھیں اور حضورؐ کی سیرت کو اپنائیں تاکہ حضور کی خدمت میں صحیح نذرانۂ عقیدت پیش ہو سکے -

بعدہٗ جناب مولانا مرزا محمد لطیف صاحب نے "پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار" جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہامی فقرہ ہے کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے ایک مبسوط اور مدلل تقریر فرمائی - آپ نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک اکمل اور کامل نبی ہیں - جن کی شریعت تا قیامت ہے - اور اسلام ہمیشہ کے لئے زندہ و پائندہ دین ہے -

مولانا صاحب نے زبور اور یسعیاہ نبی کی کتاب کے حوالے سے بتایا کہ حضور کے متعلق تمام مذاہب کی کتب میں پیشگوئیاں موجود ہیں - آپ اتنے عظیم الشان نبی ہیں کہ اگر موسےٰ اور عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کے دور میں ہوتے تو ان کو بھی آپؐ کی پیروی پر فخر ہوتا -

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے چھ چیزوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے :-

اوّل : تمام انبیاء اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے لیکن حضور تمام انسانوں کے لئے نبی ہیں -

دوم : آپ کو جوامع الکلم کا مقام بخشا گیا -

سوم : آپؐ کی شریعت قیامت تک رہے گی -

چہارم : آپؐ کی رعب سے مدد کی گئی قیصر جیسے عظیم بادشاہ آپ کے رعب اور عظمت سے خائف تھے -

پنجم : اخلاق فاضلہ سے نوازا گیا کہ آپؐ خلق عظیم کے حامل تھے -

ششم : آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا -

اس طرح آپ کو اوّلین و آخرین پر فضیلت حاصل ہے اور آپؐ کی کامل پیروی انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتی ہے -

آپؐ کی کامل پیروی سے ہر زمانے میں اولیاء و مجددین پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اسلام کی شمع کو روشن رکھا ہے انسانوں کو باخدا بنایا ہے اس لئے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام انبیاء کے سردار ہیں - (مولانا صاحب کی تقریر کا مکمل متن اخبار میں الگ شائع کیا جائے گا -)

آخر میں جناب میاں بشارت احمد بقا صاحب بی۔اے نے "مقام محمد مصطفےٰ حضرت مجددِ زمانؑ کی نگاہ میں" کے عنوان سے مجددِ زمانؑ مسیح دوران حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی کتب کے حوالے سے بتایا کہ ان کی نظر میں آپؐ نبیوں کے سردار خاتم النبیین - اور افضل المرسلین ہیں اور ان کے مقدس وجود سے ہی توحید خداوندی کا شہرہ بلند ہوا - اور ان کا فیض بھی ابدالآباد تک جاری ہے - اب دنیا میں کوئی رسول نہیں مگر وہی - اور کوئی کتاب نہیں مگر اس کی کتاب - اب صرف رشد و ہدایت کا سرچشمہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے - بعد ازاں حاضرین

---

## ہونہار بروا..............

صالح اور ذہین اولاد خدا کی دین ہے - اللہ تعالےٰ نے ماسٹر اصغر علی سیال صاحب کو اس سے وافر حصّہ عطا فرمایا ہے اور ان کا سب سے چھوٹا بچہ ابرار احمد سلمہٗ اس لحاظ سے پیش پیش ہے - وہ گذشتہ تین سال سے تعلیم میں اوّل درجہ میں پاس ہوتا رہا ہے امسال بھی اسے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے - جس کی خوشی میں اس نے اپنے جیب خرچ سے پس انداز کر کے دس روپے عطیہ داخل خزانہ انجمن کئے ہیں -

اللہ تعالےٰ اس ذہین بچے کو دین و دنیا میں بامراد کرے احباب بھی دعاؤں میں اسے یاد رکھیں -

---



خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
(مینیجر)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے — اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے — میں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے — دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی — دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے — جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اس کی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے — ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے — دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے — پھر کھولے جس نے جندرے وہ مجتبیٰ یہی ہے

اے میرے ربّ رحمٰں تیرے ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

# حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ
# آنجنابؐ کے عالی کردار کا معجزہ ہے

## اخلاقِ حسنہ و سیرتِ طیبہ کا نمونہ ہی وہ تلوار تھی جس کے چلانے سے عالمین کے قلوب فتح کئے گئے
## اور جس نے جانی دشمنوں کو آنحضورؐ کا جاں نثار خادم بنا دیا
## نشأۃ ثانیہ اسلامیہ کی خاطر مسلمانوں کو آنحضورؐ کے پاک نمونہ کی اتباع لازم ہے۔

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۷۸ء فرمودہ محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قُل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ——— (آل عمران ۳ : ۳۱)

یہ ماہ مسلمانوں کے لئے عید یا خوشی کا مہینہ ہے کیونکہ اس میں وہ عظیم المرتبت شخصیت دنیا میں وجود میں آئی جو اپنے کردار و اسوۂ حسنہ کے لحاظ سے بے مثل ثابت ہوئی۔ یہ واقعات اب تاریخی حقیقت بن چکے ہیں کہ اس زمانہ میں سب سے اوّل جماعت احمدیہ نے ہی قرآن کریم کی صداقت اور سیرت طیبہ کی افضلیت کی جانب مسلمانوں کو توجہ دلائی جب تحریری اور تقریری رنگ میں ان دو اہم عنوانوں پر اس جماعت نے کما حقہٗ روشنی ڈالی تو مسلمانوں نے بھی عام طور پر ان دونوں موضوعوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ چنانچہ اب قرآن کانفرنسیں منعقد ہونا شروع ہوئیں اور سیرت کمیٹیاں بنائی گئیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک اور نمایاں خصوصیت جماعت احمدیہ نے یہ پیدا کی کہ سیرتِ طیبہ حضورؐ پاک کو ایسے طرز پر پیش کیا کہ جس سے آنجنابؐ کی مبارک زندگی کے حالات میں **ایمانی و اخلاقی جھلک** بیّن ہو۔ مسلمانوں نے اب اس طرزِ سیرت کو بھی اپنانے کی کوشش کی ہے۔ البتہ ایک تیسری خصوصیت آنحضورؐ کی سیرت کی یہ ہے کہ مسلمان اس عالی نمونہ کو صرف بیان کرنے تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس کی پیروی میں اپنی نجات مضمر یقین کریں۔

صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہی میں وہ اصل راز پوشیدہ ہے کہ مسلمان کس طرح دوبارہ دنیا کے فاتح اور اقوام کے پیشرو بن سکتے ہیں، نیز اشاعت و تبلیغ کے میدان میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ دراصل اسی **مسلم معاشرہ کی اسی عظیم تبدیلی پر اسلامی نشأۃ ثانیہ** کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں۔ جماعتِ احمدیہ نے اس زمانہ میں اس ضمن میں بھی مسلمان قوم کی سچی راہنمائی کی جب ایک ایسی جماعت تشکیل ہو گئی جس کے مدِنظر قرآنی تہذیب کا احیاء اور سیرت پاک نبوی مصطفیٰ کو دوبارہ اپنے اجتماعی عمل سے دنیا کے روبرو پیش کرنا ہے۔ چنانچہ صرف یہی باعث ہے کہ ۱۹۱۱ء میں علیگڑھ میں علامہ اقبالؒ نے یہ ندا بلند کی تھی:۔

"اگر آپ کو اس زمانہ میں ٹھیٹھ اسلامی
تہذیب کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ تمہیں اس
فرقہ میں ملے گا جو آج قادیان میں پیدا ہوا ہے۔"

لیکن افسوس ہے کہ جماعتی اتحاد اور اخلاقی احیاء کی یہ اسلامی فضاء پروان نہ چڑھ سکی کہ خود جماعتِ احمدیہ تفریق کا شکار ہو گئی، اور احیاءِ اخلاقِ اسلامیہ کا نصب العین اوجھل ہو کر دیگر مقاصد نے اس کی جگہ لے لی۔ آج جملہ مسلمان اقوام کا اس امر پر اتحاد ہے کہ نشأۃ ثانیہ اسلامیہ کا راز، مسلمانوں کے کردار و اخلاق کی تبدیلی میں ہی مضمر ہو چکا ہے جس کی خاطر عہدِ حاضر کی جدید تحریکوں کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ خود قرآنِ حکیم نے یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

قُل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کہدو اگر اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کا صحیح و سیدھا طریق کار میری اتباع میں ہے۔

اگر میری پیروی سچے معنوں میں کروگے تو لازم ہے کہ تم خدا کے محبوب بن جاؤ۔ یہ اتباع حقیقتاً آنجنابؐ کے عالی کردار، آپؐ کے بلند و عظیم اسوۂ اخلاق حسنہ کی سچی پیروی ہی ہے۔ حُبِ رسول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محب اپنے محبوب کے رنگ میں رنگا جائے۔ محض زبانی دعویٰ حُب نتیجہ خیز نہیں ہو سکتے۔ جب تک وہ محبت اطاعتِ خلقِ عظیم کا طرز و طریق اختیار نہ کرے۔

عشقِ رسولؐ کے مدعیان اگر فی الواقعہ صادق القول ہیں تو اپنی زندگیوں پر نظر کریں، اور صدقِ دل سے ان کا اپنے رسولِ پاکؐ کی زندگی سے مقابلہ و موازنہ کریں کہ دونوں میں کہاں تک مطابقت و موافقت ہے یا دونوں میں بعد المشرقین ہے؟ پس سیرتِ صدیقؓ پیدا کرنے کی حاجت ہے اور فنا فی الرسول کی کیفیت سے سرشار ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں سب سے بڑی فاتحانہ قوت ایمان و اخلاق کی طاقت ہے لیکن بسا اوقات ظاہر پرستی کر کے انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ غلبہ و فتح کی کنجی حکومت و ظاہرا طاقت میں مضمر ہے۔ جبر اور زور سے وہ دوسروں کو امرِ حق منوا سکتا اور حق پرست بنا سکتا ہے؟۔ یہ سب سے بڑی غلطی و دھوکا ہے۔ آج میں اس حقیقت کو آنحضورؐ کی پاک زندگی کے چند واقعات سے آپ کے سامنے ظاہر کرنے کی کوشش کروں گا۔

## سرزمینِ عرب کا ایمانی و اخلاقی معجزہ

آج سے چودہ سو برس قبل سرزمینِ عرب میں **ایک عالمگیر انقلاب آیا جس نے دنیا کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا۔** ایک نیا نظریۂ توحید تعلیم کیا گیا، ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔ علم و حکمت اور تزکیہ و ترقی کے نئے دَور نے جنم لیا۔ **انسان کی اندرونی دنیا، خواہشات و جذبات کی باطنی دنیا، انسان کی بیرونی دنیا، تہذیب و باہمی تعلقات کی دنیا سب یکسر منقلب** ہو گئیں۔ یہ عظیم و ہمہ گیر انقلاب کیونکر بپا ہو گیا؟ قرآن حکیم نے اس انقلاب کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

"یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت وبرزوا للہ الواحد القہار۔"

دیکھ لینا! زمین و آسمان بدل جائیں گے (اور وہ کیا تبدیلی ہوگی) لوگ بجائے ارضی خواہشات کے غلام ہونے کے آسمانی پیوندِ الٰہی سے سرشار و گدگداز ہوں گے۔

آئیے تاریخ مصطفویؐ کی طرف نظر دوڑائیے!!

یہ امر غیروں کو بھی مسلّم ہے کہ مذہبی دنیا میں کامیاب ترین انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا) لیکن آنجنابؐ کی بے مثل کامیابی سے متعلق چند اور امور کا ملحوظ رکھنا بھی لازم پڑتا ہے۔ سب سے اوّل یہ کہ ایسی کامیابی کے لئے آنحضورؐ کے اقل ترین ذرائع تھے، آپؐ کی پرورش یتیمی کی حالت میں ہوئی تھی۔ آپؐ کی بود و باش ایک انتہائی غیر مہذب و جاہل سوسائٹی میں ہوئی۔ آپؐ نہ بادشاہ تھے نہ حاکم نہ مال و دولت کے مالک تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے۔ تمام قسم کے دنیاوی ذرائع و اسباب سے قطعاً تہیدست اور محروم تھے۔

دوسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ آنجنابؐ کے پیغامِ رسالت کو نہ صرف آپ کی قوم نے قبول نہ کیا بلکہ اس کو مٹانے کے لئے اپنی تمام تر قوت صرف کر دی۔ آنحضورؐ کے مقابل و مخالف آپؐ کی اقوام جملہ دنیاوی سامانوں سے لیس ہو کر آپؐ کے نیست و نابود کرنے کے لئے یکجا و متحد ہو کر آپؐ پر حملہ آور ہوئی تھیں۔

باوجود سارے ملک کے متحد ہو کر حملہ آور ہونے کے آنجنابؐ نے یہ عظیم کامیابی اپنی مختصر زندگی کے صرف تیئس (۲۳) برسوں میں حاصل کر لی تھی۔ یہ تیسری خصوصیت ہے جو آپؐ کو اور صرف آنحضورؐ کے مقدس مقدر میں آئی۔ جائے غور ہے کہاں جنگِ احزاب کا واقعہ! جب سارا ملکِ عرب بمع اپنے جمیع ساز و سامان کے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر رہا تھا اور کہاں صرف چند برس بعد کا حجۃ الوداع کا عجیب منظر کہ ایک لاکھ عرب اقوام آنجنابؐ کا پیغامِ مبارک سننے کے لئے چشم براہ تھیں! اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔

مگر سوال یہ ہے کہ ایسا عظیم انقلاب ایسی سُرعت رفتاری سے، ایسی بے سروسامانی اور مخالفت کے باوجود کیونکر رُونما ہو گیا؟

## دشمنوں کا سراسر غلط بہتان

دشمن جب ایسے عظیم انقلاب کا ملاحظہ کرتا ہے تو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کی وجہ وہ یہ بتلاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنجنابؐ نے تلوار بے نیام کر لی تھی اور جبر و تشدد، زور و تحکم کے ذرائع سے مخالفوں کو زیردست و تابع فرمان کر لیا تھا۔ یہ الزام سراسر دُور از صداقت و راستی ہے! میں اس وقت اس کا جواب پوری تفصیل سے دینے کا وقت نہیں پاتا۔ لیکن چند ایک واقعات غور کے لئے پیش کرتا ہوں:۔

جب مکہ معظمہ میں آپؐ اور آپؐ کے چند رفقاء پر ظلم و ستم بنائے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ جان نثار ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس وقت کونسی تلوار تھی جو آنحضرتؐ نے اٹھائی ہوئی تھی؟ جب حضرت عمرؓ آنحضورؐ کے قتل کے ارادہ سے گھر سے نکلے مگر اپنی بہن کے گھر قرآن شریف کا ایک رکوع سننے سے ہی وہ قائلِ اسلام ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ گرے تھے اس وقت ان کے سر پر کونسی تلوار لٹک رہی تھی؟ جب آنحضورؐ جان کے بچانے کی خاطر مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، ایسے نازک وقت میں تلاش کرتے ہوئے سراقہ بن جعشم نے آپؐ کو اکیلا ایک درخت کے نیچے سستاتے ہوئے پا لیا۔ اور انعام کے لالچ میں آنجنابؐ کے سر پر تلوار کھینچ کر پکارا "اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے"؟ آنحضورؐ نے بلا تامل اللہ **نعرۂ ربّی بلند فرمایا۔ سراقہؓ کانپ گیا۔** تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ آنحضورؐ نے وہی اس کی اپنی تلوار اٹھا کر اس سے وہی سوال کیا۔ "اب تمہیں کون بچا سکتا ہے؟" تو سراقہؓ آنحضورؐ کے مبارک قدموں پر سر رکھ کر پکارا کہ آپؐ ہی بچا سکتے ہیں۔ آپؐ نے اس کی جان بخشی کی۔ اور وہ وہیں برضا و رغبت اسلام لے آیا۔ تو آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سراقہؓ میں تمہارے ہاتھوں میں قیصر کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے وقت سراقہ کو یہ کنگن پہنائے گئے۔ اس ایک واقعہ میں اختصار کے ساتھ یہ بتلا دینا مطلوب تھا کہ تلوار اور جبر کے باطل الزام کی حقیقت کیا ہے؟

جس طرح سراقہ آنحضورؐ کے قتل کے درپے ہوا تھا، بعینہٖ جملہ اقوامِ عرب اپنی تلواروں کو بے نیام کر کے آنحضرت صلعم اور آپؐ کے چند بے سر و سامان ساتھیوں کو مار مٹانے کے لئے میدانِ کارزار میں کود پڑی تھیں۔ مگر جس طرح سراقہؓ آنحضورؐ کی ربّانی بلند ندا سے مرعوب ہو کر کانپ اٹھا تھا عین اسی طرح عرب کی اقوام بھی آنحضورؐ کے نعرۂ توحید سے مرعوب ہو کر اور اپنے طاغوتی منصوبوں میں ناکام ہو کر اسلام لے آئیں۔ جس طرح سراقہ کی اپنی تلوار ہی اس کے خلاف پڑی حالانکہ آنحضورؐ نہتے تھے بالکل ایسا ہی کفار جب مسلمانوں پر چڑھ چڑھ کر آئیں گے۔ تو وہ اپنی تلوار کے ہتھیار سے ناکام ہو کر آنحضورؐ کے ایمانی و اخلاقی حربوں سے تہہ تیغ کئے جائیں گے۔ پس مسلمانوں کو یہ امر بحضورِ دل یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضورؐ کی جس تلوار سے **کفار مغلوب و مفتوح ہوئے وہ لوہے کی تلوار ہرگز نہ تھی بلکہ وہ آنحضورؐ کے اخلاق عالی و اسوۂ حسنہ** کی تلوار تھی جس نے قلوب کو مفتوح کر لیا تھا۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

## اخبارِ احمدیہ

جناب برکت اللہ ڈاکخانہ سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"محترمی مرزا غلام محمد صاحب کے پوتے کی ٹانگ کو ضرب آگئی تھی جس کی وجہ سے برخوردار کافی دنوں تک زیرِ علاج رہا۔ اب خدا کے فضل و کرم سے اور احباب کی دعاؤں سے اُسے مکمل صحت حاصل ہو گئی ہے۔ الحمد للہ۔

محترمی مرزا صاحب نے برخوردار کی صحت یابی کی خوشی میں مبلغ پچاس روپے -/50 ) بطور شکریہ انجمن کو دیئے ہیں جو کہ ارسال خدمت ہیں۔ نیز مرزا صاحب ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ان کے برخوردار کی صحت یابی کیلئے دعا بھی فرمائی۔

### کلام الامام

عجب نوریست در جانِ محمدؐ + عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف + کہ گردد از محبانِ محمدؐ
عجب دارم دلِ آں ناکساں را + کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یار پرنٹر چھپا اور ... پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۳ جمادی الاوّل ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء | نمبر ۱۵

## ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

# والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گذر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گذر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اُٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے۔ تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اُٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چیچک ہو، ہیضہ ہو طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔

ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا۔ ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لے لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان و ایتاءِ ذی القربیٰ۔

ادنیٰ درجہ عدل کا ہوتا ہے۔ جتنا لے اتنا دے۔ اس سے ترقی کرے تو احسان کا درجہ ہے جتنا لے وہ بھی دے اور اس سے بڑھ کر بھی دے پھر اس سے بڑھ کر ایتاءِ ذی القربیٰ کا درجہ ہے۔ یعنی دوسروں کے ساتھ اس طرح نیکی کرے جس طرح ماں بچہ کے ساتھ بغیر نیت کسی معاوضہ کے طبعی طور پر محبت کرتی ہے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ ترقی کر کے ایسی محبت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ انسان کا ظرف چھوٹا نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ بلکہ یہ وسعت اخلاق کے لوازمات میں سے ہے۔ میں تو قائل ہوں اہل اللہ یہاں تک ترقی کرتے ہیں کہ مادری محبت کے اندازہ سے بھی بڑھ کر انسان کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

ایک بڑھیا کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے روز بغیر اس کے کہ اس کو کسی نے خبر دی ہو خود بخود کہنے لگی کہ آج ابوبکر مر گیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجھ کو کس طرح سے معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ ہر روز مجھ کو آپ حلوہ کھلایا کرتے تھے۔ اور وہ وعدہ میں تخلف کرنے والے ہرگز نہ تھے۔ چونکہ آج وہ حلوہ کھلاتے نہیں آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ وہ ضرور مجھے حلوہ کھلانے آج بھی آتے۔ دیکھو اخلاقی حالت کہاں تک وسعت کر سکتی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ان اخلاق پر دوسرے لوگ قادر نہیں ہو سکتے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجرم پکڑا ہوا آیا تو وہ آپ ہی رعب سے کانپتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو کیوں اتنا ڈرتا ہے۔ میں تو ایک بڑھیا کا بیٹا ہوں۔ معمولی انسانوں کے یہ اخلاق نہیں ہوتے۔ عرب کی قوم کئی پشتوں تک کینہ رکھنے والی تھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان پر غلبہ پایا تو باوجود اس قدر دکھوں کے جو ان سے اُٹھائے تھے سب کو معاف کر دیا۔ دنیوی حکومت رحم نہیں کر سکتی انگریزوں نے باغیوں کو کس طرح پھانسی دیا اور قتل کیا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب باغیوں کو یک دفعہ معاف کر دیا۔ کسی نبی کو ایسی پوری کامیابی نہیں ہوئی جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ حضرت موسیٰ اپنے وعدہ کی زمین تک نہ پہنچ سکے، اور راستہ میں ہی فوت ہو گئے اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ اے موسیٰ تو اور تیرا خدا مل کر مخالفوں سے جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا کہ ہم تیرے ساتھ چلیں گے اگر چہ سمندر میں گریں اور قتل کئے جائیں۔ قاعدہ ہے کہ نبی کا پرتو اُمت پر بھی پڑتا ہے۔ جب اُستاد کامل ہوتا ہے ایسے ہی شاگرد بھی بنتے ہیں۔ جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت، اقبال و اعمال اور کامیابی کی نظیر نہیں ویسے ہی صحابہؓ کی سا

# یومِ نورالدین اعظمؓ

## رپورٹ زاہد جنجوعہ سیکرٹری نشرواشاعت شبان الاحمدیہ مرکزیہ

حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین اعظمؓ کی یاد میں شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کی طرف سے مورخہ ۳۱ر مارچ بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نائب صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور جناب چوہدری محمود اختر ملتی صاحب کی زیرِ صدارت ایک نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جناب بنیاد اللہ (حافظ آباد) کی تلاوت کلام پاک سے اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا جناب ارشد حسین نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے۔

بعد ازاں خاکسار نے اجلاس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے "مرقاۃ الیقین" میں سے ایک واقعہ سنایا :— فرماتے ہیں :—

" رامپور میں شاہ جی عبدالرزاق صاحب ایک بزرگ تھے۔ میں ان کی خدمت میں اکثر جایا کرتا تھا۔ ایک زمانہ میں مجھ سے سستی ہوئی اور کچھ دنوں کے بعد ان کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ نورالدین تم بہت دنوں میں آئے اب تک کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم طالبعلموں کو اپنے درس و تدریس کے اشغال سے فرصت بھی کم ہی ملتی ہے۔ کچھ مجھ سے سستی بھی ہوئی۔ فرمانے لگے کہ تم نے قصاب کی دوکان بھی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں اکثر اتفاق ہوا ہے۔ فرمایا کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ گوشت کاٹتے کاٹتے جب اس کی چھریاں کند ہو جاتی ہیں تو وہ دونوں چھریاں لے کر ایک دوسرے سے رگڑتا ہے۔ چھریوں کی دھار پر جو چربی جم جاتی ہے۔ اس طرح رگڑنے سے وہ دور ہو کر چھریاں پھر تیز ہو جاتی ہیں۔ اور قصاب پھر گوشت کاٹنے لگتا ہے۔ اور اسی طرح تھوڑی دیر کے بعد چھریوں کو آپس میں رگڑ کر تیز کرتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ سب کچھ دیکھا ہے مگر آپ کا اس سے کیا مطلب؟ فرمایا کچھ ہم پر غفلت کی چربی جم جاتی ہے کچھ تم پر۔ جب تم آ جاتے ہو تو کچھ تمہاری غفلت دور ہو جاتی ہے۔ کچھ ہماری۔ اور اس طرح ہم دونوں تیز ہو جاتے ہیں"۔

چنانچہ ہمارے پیش نظر بھی یہی غرض ہے کہ جب ایسی روحانی ہستیوں کا ذکر ہمارے سامنے ہوگا تو لامحالہ ہمارے دل کے اوپر بھی اثر ہوگا اور ہم بھی اپنی زندگی کو بدلنے کی سوچیں گے۔

ابرار احمد (عمر ۱۳ سال) نے حضرت حکیم الامۃ کے حالاتِ زندگی اور حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستگی کے واقعات بڑی عمدگی سے بیان کئے۔ اور فاضل مبلغ جناب مرزا محمد لطیف صاحب شاہد نے قریباً پون گھنٹے تک آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

قبل ازیں اپنے خطاب میں مولانا عبدالمنان صاحب عمرؔ نے حضرت حکیم الامتؓ کی زندگی کے اس پہلو کا خصوصیت سے ذکر فرمایا جس میں آپ نے **صالحین کی صحبت اختیار کرنے** پر زور دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:—

"کسی نوجوان نے حضرت مولانا نورالدینؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ اس کے ذہن پر دہریت اثر انداز ہو رہی ہے حالانکہ اس نے اس سلسلے میں نہ کوئی کتاب پڑھی ہے اور نہ ہی کسی نے اسے تبلیغ کی ہے آپ اپنی خدا داد فراست کی بناء پر معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ نے اسے لکھا کہ وہ کلاس روم میں جس دوست کے ساتھ بیٹھتا ہے وہ سیٹ چھوڑ دے۔ چند دنوں کے بعد اس نوجوان نے دوبارہ خط لکھا کہ اب اس کے ذہن سے وہ اثر زائل ہو گیا ہے۔ دراصل اس میں نکتہ یہ تھا گو کہ اس کا دوست اسے دہریت کے متعلق تبلیغ نہیں کرتا تھا مگر غیر محسوس طور سے اس کے ذہن پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ مگر جب اس سے دور ہو گیا تو دہریت سے محفوظ رہا اور یہی منشائے الٰہی ہے **کونوا مع الصادقین**"

فاضل مبلغ جناب مرزا محمد لطیف صاحب شاہد نے اپنے خطاب میں حضرت حکیم الامت کی سیرت و کردار۔ آپ کے مقام، آپ کے عشق قرآن اور سلسلہ احمدیہ کے لئے آپ کی خدمات اور آپ کی شخصیت کا معاصرین پر اثر **مختلف حوالوں** سے بیان فرمایا جس کا حاضرین مجلس نے بے حد اچھا اثر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت کی توحید پرستی کا یہ عالم تھا کہ :—

" آپ کا ایک بھانجا آپ کی عدم موجودگی میں ہیضہ کے مرض سے جان بحق ہو گیا۔ آپ جب وطن لوٹے تو آپ کی ہمشیرہ محترمہ نے کہا کہ اگر آپ یہاں ہوتے تو وہ بچہ بچ ہی جاتا۔ آپ کی غیرت اسی وقت جوش میں آئی اور فرمایا کہ موت و حیات تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تم نے شرک کیا ہے اب تمہارے ایک اور لڑکا ہوگا جو کہ میرے سامنے اسی مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا"۔

فاضل مقرر نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے قرآن کریم کو اپنی زندگی کی روحانی غذا بنا لیا تھا اور آپ کے فہم قرآن کا سربرآوردہ مسلم اکابرین کو بھی اعتراف تھا۔ جیسا کہ ایک بار مولانا عبیداللہ سندھی

(باقی ص ۸ کالم ۲)

## ایک مخلص صدیق ——— نورالدینؓ

" جب سے میں خدائے تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں۔ اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے۔ اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں۔ پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمان کی فضا میری دعاؤں سے بھر گئی تو خدا تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا۔ جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے۔ اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کے نورانی صفات کی طرح **نورالدین** ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا اور ایسا سرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ملنے سے ہوئے تھے۔ اور میں اپنے غموں کو بھول گیا جب سے کہ وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا۔ اور میں نے دین کی نصرت کی راہوں میں اس کو سابقین میں سے پایا۔ اور مجھ کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے جو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کے لئے دیا۔ اور کئی سال سے دیتا ہے اور وہ علم و فضل میں اپنے ہمچشموں پر فوقیت لے گیا، اور باوجود اس کے اس کا حلم کوہ رضوی سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس نے اپنا تمام چیدہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا ہے اور اپنی تمام خوشی خدائے تعالیٰ کے کلام میں رکھی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ سخاوت اس کی شرع ہے اور علم اس کا مطلوب اور توکل اس کی غذا"۔

("آئینہ کمالات اسلام")

# مدیر پیغام صلح کا جواب

## مولوی محمد یوسف صاحب کے نام

(قسط نمبر ۲)

### چوتھا شبہ :-

"کوئی نبی بیک وقت نبی بھی اور اُمتی بھی نہیں ہو سکتا"

آپ میرے خط کے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "یہ مقدمہ بالکل غلط ہے۔" چلیے میں مان لیتا ہوں یہ مقدمہ بالکل غلط ہے۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ میری دلیل کو توڑنے کے لئے قرآن کریم کی کوئی آیت پیش فرما کر ثابت کرتے کہ "نبی بیک وقت نبی بھی اور اُمتی بھی ہو سکتا ہے۔" کیا قرآن کریم نے حضرت موسیٰؑ کو حضرت ہارون علیہ السلام کا یا مؤخر الذکر کو قبل الذکر کا اُمتی قرار دیا ہے۔ یا حضرت موسیٰؑ کو حضرت خضر علیہ السلام یا مؤخر الذکر کو قبل الذکر کا اُمتی ٹھہرایا ہے۔ یا حضرت عیسےٰؑ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اُمتی ٹھہرایا ہے۔ شرائط کے مطابق میرے لئے قرآن کریم کے مقابلے میں نہ محققین کا مسلک اور نہ ہی حضرت مرزا صاحب کا کوئی قول قابلِ قبول ہے۔ میرے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بعد وہ سب کچھ ہیں۔ جو قرآن کریم نے ان کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ لیکن آپ نے تو اس فرمودہ کے مطابق کہ آپ اُمت کے قابلِ تزکیہ لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں" آپ کو ایک محدود گروہ کا نبی بنا دیا ہے اس لئے محققین کا یہ مسلک کہ :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں۔ تمام نبی آپ کے مقتدی اور تابع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نبی قیامت کے دن آپؐ کے جھنڈے تلے ہوں گے"

غلط متصور ہوتا ہے۔ یہ تو صرف اس وقت ممکن ہے کہ آپ تمام نسلِ انسانی کے تزکیہ کے لئے تشریف لائے ہوں جس میں گذشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُمتیں بھی شامل ہیں۔ اس پر بھی غور فرمائیے کہ "تمام نبی قیامت کے دن آپؐ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔" اس میں تو ایسی کوئی استثناء نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں بھی آپؐ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ وفات شدہ انبیاء میں قیامت کے دن وہ بھی شامل ہوں گے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس سے میرے نبی صلعم کی شان بلند ہوتی ہے۔ جھنڈے تلے جمع ہونے یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ وہ قرآن کی اصطلاح کے مطابق آپ کی اُمت میں شامل ہوں گے۔ قرآن کریم کی کسی آیت کا حوالہ دیجئے۔ جس میں جھنڈے تلے جمع ہونے کا ذکر ہو۔ میں تو حضرت عیسےٰؑ کے اس دُنیا میں زندہ ہونے کا ثبوت چاہتا ہوں اور آپ نے معاملہ قیامت تک اُٹھا رکھا ہے۔

جھنڈے تلے جمع ہونے کا مطلب بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ "قرآن کریم میں جو انبیاء کرام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا ذکر ہے۔ (لتومنن به ولتنصرنه) اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔"

جناب عالی! ایمان اور نصرت کا تعلق تو اس دنیا سے ہے قیامت سے نہیں۔ قیامت تو اس دنیا میں اعمال کی جزا و سزا کا وقت ہے۔ اور اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے :-

"اور اس دن سے بچاؤ کرلو جب کوئی جی کسی جی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ اور نہ اس سے سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے بدل لیا جائے گا اور نہ انہیں مدد دی جائے گی۔"

آپ نے حضرت مرزا صاحب کی جس تحریر کا حوالہ اپنے مطلب کی تائید میں دیا ہے اس کا جواب میں اس وقت دوں گا جب بات حضرت مرزا صاحب پر آئے گی۔ ابھی تو ہم نے قرآن کریم میں سے ثبوت پیش کرنے کا عہد کیا ہے۔ ہم خط و کتابت حضرت عیسےٰؑ کی حیات و ممات پر کر رہے ہیں۔ اس میں کسی دوسری شخصیت کا ذکر یا اس کے حوالہ جات غیر ضروری ہیں اور ان کا خواہ مخواہ پیش کرنا تضیع اوقات ہے۔

### پانچواں شبہ :-

آپ نے میرے خط سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :-

"لتومنن به ولتنصرنه" کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت عیسےٰؑ کو اللہ تعالےٰ سے کہنا چاہیئے تھا کہ اب وہ رسول مبعوث ہو گیا ہے۔ اب مجھے نیچے اُتار دیجئے کہ میں وہ میثاق پورا کردوں" (اس سے آگے آپ نے نقطے لگا کر میری عبارت کاٹ دی ہے جسے میں یہاں خود درج کرتا ہوں) جو آپ نے سب انبیاء سے لیا اور انہوں نے یہ ذمہ داری مجھے سونپی (آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں "تمام انبیاء کرام کی نیابت کے لئے انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم سیدنا عیسےٰؑ کو منتخب کر لیا اور انہوں نے اپنی طرف سے اصالتاً اور دیگر انبیاء کی جانب سے نیابتہً ایمان اور نصرت کا وہ عہد پورا کر دکھایا") اور میں بذات خود یہ شہادت دوں کہ یہ وہی رسول ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا اور بشارت دی تھی کہ یاتی من بعدی اسمه احمد آپ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا وہ وقت تھا جب مکہ میں آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو سخت سے سخت ایذائیں دی جا رہی تھیں ........ اللہ تعالےٰ نے عہد لے کر اس عہد کو پورا کرنے کے لئے حضرت عیسےٰؑ کو آپ کی مدد کے لئے نہ بھیجا آخر کیوں؟"

میرے اس "کیوں؟" کا آپ کیا خوب جواب دیتے ہیں۔ بے اختیار آپ کا قلم چوم لینے اور جی بھر کے داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"اس سوال کا جواب یا تو عیسےٰؑ دے سکتے ہیں یا اللہ تعالےٰ اس لئے اس سوال کو قیامت کے دن کے لئے اُٹھا رکھئے۔ وہاں انشاءاللہ ٹھیک ٹھیک جواب مل جائیگا۔ جہاں تک اس ناکارہ کا خیال ہے حضرت عیسےٰ کے نازل کئے جانے کا ایک خاص وقت طے شدہ ہے اور وہ ہے قرب قیامت میں خروجِ دجّال کا وقت۔ اس مقررہ وقت سے پہلے ان کے نزول کے کوئی معنی نہیں تھے۔" (اس کے بعد آپ نے احادیث نقل کی ہیں جن کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں)

### جواب :-

(۱) نہ تو میری خدا تک رسائی ہے اور نہ ہی قیامت کے دن حضرت عیسےٰؑ تک ہوگی۔ نہ ہی ان دونوں نے حیات مسیح پر میرے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ ثبوت آپ

کے ذمہ ہے کیونکہ حضرت عیسٰےؑ کو اس وقت تک تو کیا قیامت تک زندہ رکھنے کی ذمہ داری آپ نے اُٹھائی ہے۔ میں حضرت عیسٰےؑ اور اللہ تعالےٰ سے نہیں، آپ سے پُوچھوں گا اور اس وقت پُوچھتا چلا جاؤں گا جس وقت تک میں یا آپ عاجز نہ آ جائیں اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے راہِ فرار نہ میں اختیار کرتا ہوں نہ آپ کریں۔ اگر آپ کے پاس اس کا جواب ہوتا تو آپ قرآن کریم کی ضرور کوئی ایسی آیت پیش کرتے جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلعم کی نصرت و تائید اور آپؐ پر ایمان لانے کے لئے اس وجہ سے نہ اُتارا۔ اگر آپ حق پسند ہوتے تو صاف کہہ دیتے کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اور مجھے قرآن میں ایسی کوئی آیت نظر نہیں آئی۔ قیامت کے دن میں اللہ تعالےٰ کو شاہد اور آپ کو کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔ اور پھر میری زندگی میں آپ میرے عقائد درست کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں نہ ہوئے تو قیامت میں کیا فائدہ، جب میرے غلط عقائد کی وجہ سے مجھے سزا مل چکی ہوگی۔

(۲) اس آیت کا تعلق خروجِ دجّال سے قطعاً نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء کے ذریعے یہ عہد تو آنحضرت صلعم کے ساتھ ایمان لانے اور آپؐ کی مدد کرنے کے لئے لیا ہے۔ لتؤمنن اور لتنصرنہ میں "لام" تاکیدی اور "ن" مشدّد ہے یعنی تم ضرور ایسا کرو گے۔ پھر اس سوال کے جواب میں "ءَ اقررتم و اخذتم علیٰ ذالکم اصری" یعنی کیا تم اقرار کرتے ہو اور (اس پر میرے عہد کا) بوجھ لیتے ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ اس عہد کا اللہ تعالےٰ خود بھی گواہ ہے اور وہ بھی اس کے گواہ ہیں۔ اس لئے اگلی آیت بڑی قابلِ غور ہے "پھر جو کوئی اس کے بعد پھر جائے تو وہی بد عہد ہیں" اور بدعہدوں کے لئے سورۃ الرعد ۲۵ میں جس کا حوالہ میں اپنے خط میں دے چکا ہوں بڑے سخت الفاظ ہیں "اور وہ جو اللہ کے عہد کو پکّا کرنے کے بعد توڑتے ہیں (ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ)۔ اور اسے کاٹتے ہیں جو اللہ نے حکم دیا ہے کہ جوڑا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہی ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور اُن کے لئے اس گھر کا بُرا انجام ہے"۔ اور حضرت عیسٰےؑ ایک بار پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور آپ کے نزدیک آنحضرت صلعم کے وقت میں زندہ تھے اور آپ لکھتے ہیں کہ دوسرے انبیاء کی طرف سے نیابتہً اور اپنی طرف سے اصالتاً یہ عہد پُورا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو منتخب کر لیا۔ تو زندہ ہونے اور خدا سے اقرار کرنے کے باوجود انہوں نے اپنا یہ عہد پورا نہ کیا اس کی کوئی تو وجہ بیان کیجئے اور کوئی تو ثبوت دیجئے۔ خروجِ دجّال سے تو اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

مولانا اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسٰےؑ نہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں زندہ تھے اور نہ اب زندہ ہیں۔ اور وہ نیابتہً بھی اور اصالتاً بھی یہ گواہی دے چکے ہیں وہ اس طرح کہ:-

"اور جب عیسٰے بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسُول ہُوں اس کی تصدیق کرتا ہُوا جو میرے سامنے توریت سے ہے اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے" (۶۱ : ۶) اب انہیں یہ گواہی دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر وہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں زندہ تھے تو ان کے ساتھ ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا وہ وقت تھا۔ قیامت میں آنحضرت صلعم کو اس کی کیا ضرورت ہوگی۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷ پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ جہاں یہ ذکر ہے کہ:-

"یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل"
آپ کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے۔

اور پھر آگے آتا ہے:-

"فالذین اٰمنوا بہ و عزّروہ و نصروہ"
سو جو لوگ ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کو مدد دیں"

## چھٹا شبہ:-

میرے اس سوال کے جواب میں "کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا اختلاف قیامت تک رہے گا تو حضرت عیسٰےؑ آکر کیا کارنامہ انجام دیں گے"۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹ اور ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ میں سوال گندم کرتا ہوں اور آپ جواب جَو دیتے ہیں۔ کوئی قرآن کریم کی آیت پیش کیجئے جو یہ بتاتی ہو کہ وہ آکر یہ کام کریں گے۔ مَیں نے آپ سے سوال بھی آپ ہی کی پیش کردہ آیت "لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ" کے تحت کیا ہے اور پہلے بھی اور اَب بھی بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عیسٰےؑ اپنا میثاق پورا کر چکے ہیں۔ اس لئے اَب آکر وہ کیا کارنامہ سرانجام دیں گے۔ یہاں بھی آپ نے ٹال مٹول سے ہی کام لیا ہے اور قارئین کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ آپ سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے ایک فقرہ چُن لیتے ہیں اور اس کا من گھڑت جواب بغیر کسی قرآنی آیت کی تائید کے دے دیتے ہیں جو خلاف شرط ہے۔ دوسرے کو مسکت جواب اس کے مسلمات کی روشنی میں دینا چاہیئے۔ میری مسلمہ کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے میرے سوالات اور شکوک و شبہات کا جواب اسی کتاب سے قابلِ قبول ہے اور ہوگا۔ محض آپ کا یہ کہہ دینا کہ یوں ہے اور یوں میرے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔

## ساتواں شبہ:-

فرماتے ہیں کہ:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی شخص کو نبوت عطا کی جائے تب تو مہرِ نبوّت ٹوٹ جاتی ہے خواہ وہ صاحبِ کتاب ہو یا بغیر کتاب کے۔ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ اصلی ہو یا ظلّی لیکن آنحضرت سے پہلے کے تمام نبی بھی اگر زندہ رہتے اور آپ کی پیروی کرتے تو اس سے ختم نبوّت کی مُہر نہیں ٹوٹتی"

اس کے بعد آپ حضرت مرزا صاحب کا ذکر فرماتے ہیں جس کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

## جواب:-

(۱) یہ سب کچھ آپ نے میرے اس سوال کے جواب میں فرمایا ہے جو میرے خط میں "لتؤمنن بہ و لتنصرنہ" کی تشریح کے ذیل میں ملا پر درج ہے جسے میں پھر سے دُہرا دیتا ہوں تاکہ قارئین کو مشکل پیش نہ آئے اور آپ کے جواب کی معقولیت کا انہیں کچھ اندازہ ہو جائے وہ یوں ہے کہ

"آپ کا فرمانا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ آنحضرت صلعم کے بعد آکر دوسرے انبیاء کی طرف سے نیابتہً اور اور اپنی طرف سے اصالتاً یہ میثاق پُورا کریں گے یعنی آپؐ پر ایمان بھی لائیں گے اور آپؐ کی مدد بھی کریں گے

لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ غور امر یہ ہے کہ وہاں الفاظ "میثاق النّبیین" ہیں اس لئے حضرت عیسٰے کو یہ "میثاق" ایک نبی کی حیثیت اور مستقل نبی کی حیثیت میں آکر پورا کرنا ہوگا کیونکہ وہاں صاحبِ کتاب اور مستقل نبیوں کا ہی ذکر ہے۔

میرے اس سوال کے جواب میں آپ نے دو باتیں فرمائی ہیں:۔

(۱) آنحضرت صلعم کے بعد کسی شخص کو نبوّت عطا کی جائے تب ختمِ نبوّت کی مُہر ٹوٹ جاتی ہے۔ یعنی کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔

(۲) لیکن آنحضرت صلعم سے پہلے کے تمام نبی بھی اگر زندہ رہتے اور آپؐ کی پیروی کرتے تو اس سے ختمِ نبوّت کی مُہر نہیں ٹوٹتی۔ یعنی پُرانا نبی آسکتا ہے۔

میری طرف سے ان دونوں نکات کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم فرماتا ہے "ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول الله وخاتم النّبیّین ؕ وکان الله بکلّ شیءٍ علیماً۔" النّبیّین میں پُرانے اور نئے سب شامل ہیں نہ کوئی نیا آسکتا ہے نہ پرانا۔ یہاں کسی پرانے نبی کے آنے کے لئے کوئی راستہ کھلا نہیں رکھا اور نہ یہ بیان ہوا ہے کہ باقی انبیاء کے تو خاتم ہیں البتہ حضرت عیسٰےؑ ابنِ مریم کے لئے یہ بابِ نبوّت مسدود نہیں وہ جب چاہیں آسکتے ہیں۔ اگر آپ کی نظر میں ایسی کوئی آیت ہے تو پیش کیجئے۔ یہ بھی بتادیجئے کہ قرآن کریم میں وہ کونسا اصول بیان ہوا ہے جس کے تحت آپ باقی سب انبیاء کو تو وفات یافتہ اور حضرت عیسٰے کو زندہ مانتے ہیں۔ وہ جتنی آیات آپ کے مدِّنظر ہوں جو اس اصول کو بیان کرتی ہوں ذرا لکھ بھیجئے تاکہ میں ان پر غور کرسکوں کیونکہ میرے سامنے قرآن کریم کی یہ آیتِ کریمہ ہے کہ:۔

"افلا یتدبرون القراٰن ؕ ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا۔"

پھر کیا قرآن میں تدبّر نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلافِ کثیر پاتے۔

قرآن کریم میں تناقض ناممکن ہے۔ ایک اصول کے مطابق حضرت عیسٰےؑ سے قبل کے سارے نبی تو فوت ہوجائیں اور اسی اصول کے تحت حضرت عیسٰےؑ زندہ رہیں۔

باقی جہاں تک ظلی۔ بروزی۔ مجازی اور غیر تشریعی نبوّت کا تعلق ہے اس پر ہم بحث اس وقت کریں گے جب حیات و مماتِ مسیح کا فیصلہ از روئے قرآن ہو جائے گا۔ اور حضرت مرزا صاحب کے خاتم الاولاد ہونے پر بھی بحث اس وقت آئے گی۔

## آٹھواں شبہ:۔

میرے ان الفاظ پر کہ:۔

"اگر حضرت عیسٰےؑ کو زندہ رکھنا تھا تو قرآن انکی زندگی کو صاف صاف بیان کرتا اور وہاں ایسی آیات نہ ہوتیں جن سے کہیں تو حیات ثابت ہوتی ہے اور کہیں ممات، اور اس پر مسلمانوں میں اختلاف رونما نہ ہوتا۔"

آپ نے مندرجہ ذیل تین تنقیحات مرتب کی ہیں:۔

اوّل: "یہ کہ قرآن نے ان کی زندگی کو صاف بیان نہیں کیا"

دوم: "یہ کہ اس مسئلہ میں آیات قرآن میں تعارض ہے کہیں سے ان کی حیات ثابت ہوتی ہے اور کہیں سے ممات۔"

سوم: "یہ کہ اس مسئلہ پر مسلمانوں کا اختلاف [illegible]

کی وفات پر قطعی شہادت دیتی ہیں۔ یہ تو آپ انہیں زندہ رکھنے پر مُصر ہیں اسی لئے میں نے حیاتِ مسیح پر آیات کا مطالبہ کیا ہے۔

دوم: میرے نزدیک قرآن میں قطعًا تعارض نہیں کیونکہ میں اسے اللہ تعالےٰ کا کلام سمجھتا ہوں اور اس پر یقین رکھتا ہوں۔ جیسا کہ شبہ ۷ کے جواب کے ذیل میں عرض کرچکا ہوں کہ اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں کثیر اختلاف پایا جاتا۔ یہ تعارض آپ اپنی طرف سے پیدا کر رہے ہیں کیونکہ آپ خلافِ اُصولِ قرآن ایک انسان کو آج تک الآن کما کان آسمان پر زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور میں آپ سے اس کا ثبوت قرآن سے مانگتا ہوں۔ وہ آیات پیش کیجئے۔ اللہ بسم اللہ۔

سوم: اس میں تو بالکل شک نہیں کہ اس مسئلہ پر مسلمانوں میں اختلاف رہا ہے۔ آپ ہی سرسید مرحوم اور ان کے پیروؤں کا حوالہ دے چکے ہیں کہ وہ بھی وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔ میں تو انہیں مسلمان ہی سمجھتا ہوں۔ البتہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ انہیں کیا سمجھتے ہیں۔

آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:۔

"فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے اور اسے گوارا بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر دین کے قطعی اور یقینی اور متواتر عقائد میں کثرتِ موت ناقابلِ برداشت ہے۔"

آپ کے نزدیک حیات و وفاتِ مسیح کا مسئلہ فروعی اور اجتہادی نہیں بلکہ قطعی اور یقینی اور متواتر عقائد میں شامل ہے۔ اگر یہ قطعی اور یقینی اور متواتر "عقیدہ" ہے تو ایسے عقائد قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے:

"ھوالّذیٓ انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھنّ امّ الکتٰب واُخر متشٰبھٰت"

آنحضرت صلعم پر جو کتاب اُتری وہ قرآن کریم ہے۔ اس میں اسی کے ارشاد کے مطابق دو قسم کی آیات ہیں ایک "محکمٰت" اور دوسری "متشٰبھٰت"۔ محکمٰت "امّ الکتاب" یا کتاب کی ماں یا اُصولِ دین ہیں یا قطعی اور یقینی اور متواتر عقائد ہیں جو ہر شک و شبہ سے بالاتر ہیں اور جن کے ماننے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ وہ قطعی اور یقینی اور متواتر عقائد قرآن میں یوں بیان ہوئے ہیں (۱) لا الٰہ الّا الله محمّد رسول الله۔ (۲) نماز۔ (۳) روزہ۔ (۴) حج۔ (۵) زکوٰۃ۔ جن میں تواتر چلا آ رہا ہے۔ ان میں تو حضرت عیسٰے کی زندگی کا ذکر تک نہیں۔ تو یہ عقیدہ کیسے قطعی۔ یقینی اور متواتر ہُوا۔

اب "متشٰبھٰت" کے متعلق سُنئے:۔

"پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو اس میں سے متشابہ ہے فتنہ پیدا کرنے کے لئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ اس کی

(من مانی) تاویل کریں اور اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوائے کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔" (آل عمران ۔ ۷)

چونکہ من مانی تاویل سے فتنہ پیدا ہوتا ہے اس لئے اس کا مطلب اور مفہوم معلوم کرنے کے لئے متشٰبہٰت کو محکمات کے تحت رکھا جاتا ہے۔ یہی مسائل اجتہادی کہلاتے ہیں۔ اجتہاد کو اصولوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ حضرت عیسٰیؑ کی وفات کے عقیدہ کو کیسے "قطعی اور یقینی اور متواتر" عقیدہ کہہ سکتے ہیں جس کا "محکمات" میں کوئی ذکر ہی نہیں۔ ورنہ ان پانچ قطعی اور یقینی اور متواتر عقائد میں ذکر ہے جو اسلام کی بنیاد ہیں۔

کسی عقیدہ کو ماننے کا معیار آپ یہ ٹھہراتے ہیں کہ:۔

"کسی عقیدے کے صحیح یا غلط ہونے کا بس ایک ہی معیار ہے کہ وہ سلف صالحین۔ صحابہ و تابعین۔ آئمہ مجددین کے مطابق ہے یا اس کے خلاف"

اس فہرست سے آپ صحابہ کبارؓ کو خارج کر دیجئے کیونکہ آنحضرت صلعم ان کے سامنے تھے اور اس وقت حضرت عیسٰیؑ کے مرنے اور جینے کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ افضل الرسل کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے۔ باقی رہے سلفِ صالحین تابعین۔ آئمہ مجددین تو انہوں نے محض ان مسائل پر توجہ دی جو ان کے سامنے حل طلب تھے۔ میں زیادہ دور نہیں جانا چاہتا برصغیر ہند و پاک کی دو تین مثالیں ہی آپ کے سامنے رکھنے پر اکتفا کرتا ہوں:۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دور میں شرک و بدعت کا بڑا زور تھا۔ ہندوؤں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ان میں بھی ہندوانہ رسم و رواج کو راہ مل گئی تھی۔ آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کو ان سے نجات دلانے کے لئے شب و روز جدوجہد کی۔ اس وقت ہندوستان کی زبان فارسی تھی اس لئے آپ نے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانے میں دینِ الٰہی کا گھر گھر چرچا تھا۔ آپ نے اس کے مشرکانہ اور خلاف اسلام عقائد کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔ حضرت سید احمدؒ شہید کے زمانہ میں سکھ، مذہب اسلام کو مٹانے کے درپئے تھے۔ اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔ اس لئے آپ نے اس ظلم و تشدد کے خلاف تلوار اٹھائی۔ وفاتِ و حیاتِ مسیح کا مسئلہ تو تب اٹھتا جب کوئی ایسا دعوٰی کرنے والا پیدا ہوتا کہ مسیح ابنِ مریم فوت ہو گیا ہے اور میں وہ مسیح ہوں جس کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب یہ مسئلہ ہی موجود نہ تھا تو اس کی موافقت یا مخالفت کیا ہوتی؟ اور یہ زیرِ بحث کیسے آتا۔ اس زمانہ میں ایسا شخص پیدا ہوا جس نے یہ دعوٰی کیا تو تب اس مسئلہ کی نوعیت سامنے آئی۔

آنحضرت صلعم کے ظہور کے متعلق تمام مذاہب کی الہامی کتابوں میں کسی نہ کسی رنگ میں پیشگوئیاں موجود ہیں۔ علامات بھی مذکور ہیں اور آپ کا انتظار بھی ہوتا رہا۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو وہی انتظار کرنے والے مخالف اور دشمن ہو گئے۔ قرآن کریم اسے یوں بیان کرتا ہے:۔

"اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس رسول آیا اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے تو اُن میں سے جنہیں کتاب دی گئی تھی ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں"۔ (۲ : ۱۰۱)

"وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اسے اسی طرح پہچانتے ہیں (آنحضرت صلعم کو) جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک فریق یقیناً حق کو چھپاتا ہے اور وہ جانتے ہیں"۔ (۲ : ۱۰۱)

انہوں نے باوجود پہچاننے کے انکار یہ کہکر کیا کہ:۔ "ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا۔" (۲ : ۱۴۶)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ عقل سے کام لیتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں۔"

یہودیوں اور عیسائیوں نے اس موعود نبی کا ایک عجیب ہی تصور اپنے ذہن میں محفوظ کر رکھا تھا۔ وہ کہتے تھے:۔

"یہ کیسا رسول ہے جو بازاروں میں گھومتا پھرتا اور کھانا کھاتا ہے۔"

اور پھر یہ کہتے کہ:۔

"ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے اس زمین سے چشمہ بہادے یا تیرا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو پھر تو اس کے اندر خوب نہریں بہا نکالے۔ یا تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہم پر گرا دے یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے یا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر کتاب نہ اتارے جسے ہم پڑھ لیں۔"

اس کا جواب کیا ہے:۔

"کہہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک بشر رسول ہوں۔" (بنی اسرائیل۔ ۹۰ تا ۹۴)

جب بھی کوئی مامور من اللہ لوگوں کے تصور اور خواہش کے مطابق نہیں ہوتا وہ اس کو جھٹلاتے۔ اس کی مخالفت کرتے اور اس پر ظلم و ستم روا رکھتے ہیں۔ آج آپ جن سلف صالحین۔ آئمہ اور مجددین کا حوالہ دے رہے ہیں یہ سب اپنے اپنے زمانہ میں ستائے گئے اور انہیں دکھ دینا کا نشانہ بنایا گیا۔ جو اب ان کو گذرے ہوئے صدیاں بیت گئی ہیں۔ آپ ان کے حوالے دینا چاہتے ہیں۔ ان کے زمانہ میں نہ کوئی [illegible] پیدا ہوا اور نہ اُن میں سے کوئی اس کا مدعی تھا تو اس پر بحث و تمحیص کا موقع کیسے پیدا ہوتا۔ میں انشاء اللہ آپ کو مثالیں اس وقت دوں گا جب ان کا موقع آئے گا۔

پھر آپ نے فرمایا ہے:۔

"اگر وہ سلف صالحین سے متواتر چلا آتا ہے تو اسے بغیر کسی حیل و حجت کے ماننا لازم ہے"

کیا آپ سلف صالحین کو معصوم اور منزہ عن الخطا سمجھتے ہیں اگر ایسا سمجھتے ہیں تو یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے کیونکہ

انہیں راہنمائی براہِ راست اللہ تعالےٰ سے ملتی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو کیا وہ کسی اجتہادی مسئلہ میں غلطی نہیں کر سکتے؟ اگر ان سے غلطی کا احتمال ہے تو پھر کیوں آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کی جائے، اور قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق کیوں نہ عقل و شعور۔ غور و فکر اور تدبّر سے کام لیا جائے اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ ان استعدادوں کو معطّل رکھنے کے لئے وہ کونسا حکم ہے جو قرآن کریم سے آپ پیش کر سکتے ہیں۔ اگر بلا چُون و چرا کسی بات کو تسلیم کرنا ہے تو اس آیت کے کیا معنی ہیں:—

"افلا یتدبرون القرآن امر علیٰ قلوب اقفالھا۔"

تو کیا قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں۔ (محمد۔ ۲۴)۔

اور عقل سے کام نہ لینے والوں کو وہ چارپائے بلکہ ان سے بھی بدتر کہتا ہے:—

"یا کیا تو خیال کرتا ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا عقل سے کام لیتے ہیں وہ صرف چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ وہ رستہ سے اور بھی دُور بھٹکے ہوئے ہیں۔"

قرآن کریم نے کہیں نہیں فرمایا کہ جو تمہارے سلف صالحین کہہ گئے ہیں اسی پر عمل کرو۔ وہ تو اللہ کی ہستی کے ثبوت پر بھی عقل سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے۔ اگر تقلید درست ہوتی تو مخالفین کے یہ کہنے پر کہ:—

"ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا (یہ ان کے سلف صالحین تھے)"

اللہ تعالےٰ یہ نہ فرماتا:—

"کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ عقل سے کام لیتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں"

یعنے لکیر کے فقیر ہوں اور کولہو کے بیل کی طرح اس رٹ سے باہر قدم رکھنے کی کوشش نہ کریں۔ ایک زمانے میں علماء کا یہ بھی اجتہاد تھا کہ زمین چپٹی ہے لیکن واقعات اور عقل کے استعمال نے ان کا یہ خیال غلط ثابت کر دیا۔ اب اگر کوئی اس بات پر اڑ جائے کہ نہیں متقدمین یہ کہہ گئے ہیں اس لئے زمین چپٹی ہی ہے گول نہیں تو آپ اسے کیا سمجھیں گے؟ قرآن کریم میں ہے:—

"اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ پھر کھجور کی پرانی سوکھی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔"

لیکن جب امریکہ کے خلائی جہاز میں سفر کرنے والے چاند کی سطح پر اُترنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ سننے میں آیا کہ بعض علماء نے کہا ہے "دیکھیں گے ہلال پر کیسے اُتریں گے یہ تو پُورا چاند تھا جگہ بڑی تھی اس لئے اُتر گئے۔ واللہ اعلم"۔ اگر یہ صحیح ہے تو انہیں یہ تک معلوم نہیں کہ چاند تو اپنی شکل و صورت اور جسامت میں ویسے کا ویسا رہتا ہے۔ یہ تو زمین کے گرد گردش کرتے ہوئے اس کا جتنا حصہ ہمیں نظر آتا ہے وہی اس کی منزل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اتنا پتلا اور پتلا ہو جاتا ہے جسے ہلال کہتے ہیں۔

بجائے مجھ سے پوچھنے کے آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کے حوالہ جات سے حیاتِ مسیح پر ان کی متفقہ رائے میرے سامنے رکھتے۔ حیاتِ مسیح کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ جہاں تک اختلاف رائے کا تعلق ہے آپ کے ہاں چار فقہیں رائج ہیں۔

مالکی۔ حنبلی۔ شافعی اور حنفی۔ ان میں دیکھئے کہ مختلف مسائل پر کتنا اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کو یہاں تک بڑھایا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ آپ ذرا اپنے اس فقرہ پر غور فرمایئے کہ:—

"لیکن آپ نے ان نیچریوں کی آراء کو مسلمانوں کے اختلاف سے تعبیر کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ بقول مرزا صاحب کے "وہ اس قدر متواترات سے انکار کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں"۔

اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نیچریوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے کہ انہوں نے اپنے دَور کے تقاضوں کے مطابق اپنی عقل کو صحیح یا غلط دیانت داری سے استعمال کرتے ہوئے بعض ایسے مسائل کی تشریح کی جو ان کی نظر میں علوم جدیدہ سے متصادم تھے۔ اور ان کا جواب آپ کے زمانے کے علماء کے پاس کچھ نہ تھا اور وہ محض لوگوں کو اختلاف رائے کی بناء پر کافر بنانے میں دن رات مصروفِ عمل تھے۔ جناب حالیؔ کے ذرا یہ شعر ملاحظہ ہوں ؎

نہ حجت رسالت پہ لا سکتے ہیں وہ + نہ اسلام حق کا جتا سکتے ہیں وہ
نہ قرآں کی عظمت دکھا سکتے ہیں وہ + نہ حق کی حقیقت بتا سکتے ہیں وہ
دلیلیں ہیں سب آج بیکار انکی + نہیں چلتی توپوں میں تلوار اُن کی

اور پھر کرتے کیا ہیں ؎

کرتے ہیں شب و روز مُسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کوئی ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں (مولانا شبلیؔ)

مجھ میں اور آپ میں فرق یہی ہے کہ آپ سلف صالحین اور آئمہ کے اقوال کو قرآن پر مقدم سمجھتے ہیں، اور میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میرا مسلک یہی ہے کہ قرآن سب پر قاضی ہے قرآن پر کسی کا قول قاضی نہیں۔ مجھے اگر آپ نے حیات مسیح ثابت کرنے کے لئے جواب دینا ہے تو میرے مسلک کو سامنے رکھ کر دیجئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے ٹالنے کی کوشش نہ کیجئے جسے انگریزی میں "TO BEAT ABOUT THE BUSH" کہتے ہیں۔ اگر کسی مجدد نے بھی یہ کہا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ زندہ ہیں تو قرآن کے واضح اصول کے خلاف میرے لئے یہ حجت نہیں ہو سکتا۔

(باقی — باقی)

## یومِ نورالدین اعظمؒ — بقیہ صہ

مرحوم و مغفور نے فرمایا تھا:—

"میں حکیم صاحب (نورالدینؓ۔ ناقل) سے قادیان میں متعدد بار ملا۔ واقعی وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے۔ میں تم سے کہوں۔ ہندوستان سے باہر میں کئی اسلامی مُلکوں میں رہ چکا ہوں۔ اور یہاں مکہ معظمہ میں مختلف مُلکوں سے بڑے بڑے مسلمان آتے رہتے ہیں مجھے اُن سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے آج تک علوم قرآن کا اتنا بڑا عالم نہیں دیکھا جتنے حکیم نورالدین تھے۔"

مقرر موصوف نے فرمایا کہ آپ نے اپنی زندگی کو قرآن کریم کے سانچے میں ڈھال رکھا تھا۔ اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم پر آپ اس طرح کاربند رہے کہ آپ کی ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں بسر ہوئی اور اولی الامر (امام الزمان علیہ السلام) کی اتباع میں بھی کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ رکھا۔ جس کی گواہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدیں الفاظ دی ہے:—

"نورالدین اس طرح میرے تابع ہے جیسے نبض سانس کے تابع ہوتی ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام) ۱۵۲

# قوم کے نام حضرت افضل الرسل سیدالانام رسول عربی کا پیغام

(ماخوذ از خطباتِ نبویؐ)

"اے لوگو! میں سب کی طرف اللہ کی طرف سے رسول ہوں۔ آسمان اور زمین کی بادشاہت اسی اللہ کے لئے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امیؐ پر جو اللہ اور اس کے حکموں پر ایمان لاتا ہے۔ یاد رکھو اسی کی پیروی کرنے سے تم ہدایت پا سکتے ہو۔"

"جو ایمان لاتے ہیں اور ہجرت کرتے ہیں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اللہ کے ہاں بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اور وہی بامراد ہوں گے۔"

"سن لو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں ڈر ہے۔ اور تمہارے بنگلے اور کوٹھیاں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

"تم سب سے اچھی اُمت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے کیونکہ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے بُرے کاموں سے روکتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے کہ تم لوگوں کے پیش رو بنو اور رسول تمہارا پیش رو ہو۔"

"آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کروں جو تمہارے رب نے حرام کیا ہے۔ تم پر واجب ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے زندہ قتل نہ کرو۔ آخر تمہیں اور ان کو رزق دینے والا تو رب العالمین ہے۔ تم اپنی اولاد کی عمدہ تربیت کرو۔ بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ۔ جو ان میں ظاہر ہوں اور جو چھپی ہوئی ہوں۔ اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے قتل نہ کرو۔ مگر حق پر۔ تمہیں ان باتوں کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔ مگر اس طریق سے جو اچھا ہو۔ اور اس کے لئے بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ اللہ کسی کو مکلف نہیں کرتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ اور جب تم بات کہو تو عدل کرو۔ اگرچہ قریبی کا معاملہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جس کا وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت اختیار کرنے والے ہو۔ یہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ جو تمہیں فلاح اور کامیابی دلاتا ہے۔" (اس کی پیروی کرو۔ اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو)

"میں تم کو تقوےٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ تم ڈر جاؤ خدا سے ڈرنے کی بہترین نصیحت ہے جو ایک مسلم دوسرے مسلم کو کر سکتا ہے۔" اور اس کو آخرت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور اس کو خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ تم اسی قدر خدا سے ڈرو جس قدر اس نے قرآن شریف میں تم کو ڈرایا ہے۔ اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں اور اس سے بہتر کوئی ذکر نہیں۔ خدا ترسی کا وہی حق بجا لاتا ہے جو ہیبت اور خوف پروردگار سے نیکی کرے اور آخرت کے لئے سچا معاون ہے۔ اور جو شخص اپنے اور خُدا کے درمیان حقوق میں ظاہر و باطن میں اصلاح کرے اور اس کی نیت اس سے بجز رضائے خدا کے اور کچھ نہ ہو تو دنیا میں نیک نام ہوگا۔ اور مرنے کے بعد جبکہ آدمی اعمالِ خیر کا محتاج ہوگا زاد و ذخیرہ ہوکر اسکو ملے گا۔"

"اے لوگو! قیامت کے لئے کچھ ذخیرہ آگے بھیجو یقیناً سمجھ لو اللہ کی قسم ہر ایک تم میں سے مرنے والا ہے۔ پھر تم دُنیا کو اس طرح چھوڑو گے جس طرح بکریوں کا ریوڑ جس کا کوئی چرواہا نہیں۔ پھر تمہارا خُدا تم سے فرمائے گا اور اس کا کوئی ترجمان اور حاجب نہیں ہوگا۔ یعنی رُو در رُو فرمائے گا کہ میرا رسول تمہارے پاس نہیں آیا تھا کہ تم کو میرے احکام پہنچاتا؟ میں نے تم کو مال دیا اور تجھ پر فضل کیا۔ تو نے اپنے لئے آگے کیا بھیجا۔ تب آدمی اپنے دائیں بائیں دیکھے گا۔ اور اس کو کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر سامنے دیکھے گا تو اُدھر بجز جہنم کے کچھ دکھائی نہ دے گا۔ جہاں تک ہو سکے تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا خیرات کرنے کے ساتھ۔ اور جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو وہ نیک بات ہی دوسرے کو کہے کیونکہ اس کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملنے والا ہے۔ تم پر سلامتی اور رحمت اور خدا کی برکت ہو۔"

"جھگڑا اور فساد یہ تمام چیزیں کمزوری اور ضعف پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وہ پسند نہیں اور ایسے لوگوں کو جو اختلاف کرنے والے ہیں اللہ کی نصرت اور مدد نہیں پہنچتی۔"

"مضبوط رسّی تقوےٰ کی بات ہے۔ اور بہترین گروہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گروہ ہے اور بہترین طریقہ محمدؐ کا طریقہ ہے۔ سب باتوں سے بہتر خدا کا ذکر ہے۔ اور سب بیانوں سے بہتر بیان قرآن شریف ہے۔ بہترین معاملات کا پختہ کاری اور بدترین معاملات کا بدعات ہیں۔ بہترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے اور بہترین موت شہداء کی موت ہے۔ سخت نابینائی وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو۔ بہترین اعمال وہ ہیں جو سُود مند ہوں۔ بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ بدترین نابینائی دل کی تاریکی ہے۔ اُوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تھوڑی چیز جو کافی ہو اس زیادہ سے جو غافل کرے بہتر ہے۔ بدترین عذر وہ ہے جو موت سامنے آنے پر کیا جائے۔ بدترین ندامت وہ ہوگی جو قیامت کو دیکھ کر کی جائے گی۔ بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔ دل کی دولتمندی بہترین دولت ہے۔ اور بہترین زادِ راہ اللہ کا ڈر ہے۔ بڑی حکمت خدا سے ڈرنا ہے۔ نیک وہ ہے جو دوسرے کی حالت سے عبرت حاصل کرے۔ کم بخت اپنی ماں کے پیٹ میں ہی کم بخت ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک چار ہاتھ کی زمین میں جانے والا ہے۔ معاملہ کا انجام دیکھنا چاہیئے اور عمل کا مدار انجام پر ہے۔ جھوٹ بڑھنے والی چیز ہے۔ جو آنے والی چیز ہے وہ قریب ہی سمجھو۔ مؤمن کی عیب چینی فسق ہے اور مؤمن کا قتل کفر ہے اور اسکی شکایت کرنا گناہ ہے۔ مؤمن کے مال کی عزت بھی اس کی

# برطانیہ میں تبلیغِ اسلام کے تقاضے

## برطانیہ اور مغربی ممالک میں مسلمانوں میں ثقافتی اور علمی تسلسل قائم کرنے کیلئے ہمہ گیر تحریک کی ضرورت ہے

ہمارے عزیز نوجوان دوست ڈاکٹر زاہد عزیز نے مانچسٹر سے یہ تراشہ ہفتہ وار اخبار "وطن" لندن سے قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ارسال کیا ہے۔ (ادارہ)

برطانیہ یا مغربی ممالک میں متعدد جماعتیں اور ادارے اپنے اپنے اسلوب میں دینِ اسلام کی تبلیغ کے لئے سرگرم ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سب کوششیں قابلِ قدر ہیں۔ تاہم ضرورت یہ جائزہ لینے کی ہے کہ ان ممالک میں تبلیغ اسلام کے تقاضے کیا ہیں اور ان تقاضوں کے لئے کونسے طریقہ ہائے کار اختیار کئے جائیں تاکہ ہماری کوششیں زیادہ سے زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوں۔

سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں تبلیغ اسلام کی دعوت کس کس قسم کے لوگوں کے لئے ہے؟ میرے خیال میں تین قسم کے لوگ اس دعوت کے حاجت مند ہیں۔

سب سے پہلا طبقہ ان مسلمانوں کا ہے جو عرصہ بیس یا پچیس سالوں کے دوران ان ممالک میں ہجرت کر کے آئے۔ ان لوگوں نے بنیادی اسلامی تعلیم و تربیت پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش یا اور مسلم ممالک میں حاصل کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے شعور اسلامی کے خطوط اپنے ہی ممالک میں پختہ طور پر ان کے ذہن نشین ہوئے اور وہ یہاں کے ماحول اور طرزِ فکر سے زیادہ متاثر نہیں ہوئے تاہم ان میں بعض حضرات غیر اسلامی ماحول میں رہتے ہوئے اسلامی فرائض سے بالخصوص نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کی ادائیگی اور تعلیماتِ اسلامی کے حصول سے غفلت اختیار کر بیٹھے ہیں اور اس غفلت کے نتائج سے لاپرواہی کئے بیٹھے ہیں۔

ان لوگوں کے لئے عمل کی دعوت ضروری ہے۔ کیونکہ صرف نام کا مسلمان ہونا اور اسلامی عقیدہ رکھنا ہی کافی نہیں ہے۔ اگر بطور مسلمان زندہ رہنا اور باقی رہنا ضروری سمجھتے ہیں تو بڑھتے ہوئے لادینی سیلاب کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اور عقیدہ کے ساتھ ساتھ عمل اور تنظیم ضروری ہے ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ ان کی اولاد میں بچوں کے نام رام دین۔ سوزن محمد اور ڈیوڈ احمد قسم کے ہوں گے اور انہیں تہذیب اسلامی سے دور کا بھی واسطہ نہ ہوگا۔ اسی قسم کے لوگ اب بھی پائے جاتے ہیں۔

دوسرا طبقہ جن کے لئے تبلیغ اسلام نہایت ضروری ہے وہ مندرجہ بالا مسلمانوں کی وہ اولاد ہے جو یا تو صغر سنی میں یہاں آگئی ہے یا یہاں ہی پیدا ہوئی جس نے یہاں ہی ہوش سنبھالا۔ یہاں ہی تعلیم حاصل کی اور یہاں سے ماحول کو ہی سمجھنے کی اہل ہوئی (چاہے کتنی ہی سطحی رہی) تاہم ان پر اپنے والدین کے مقابلہ میں اس ملک یا مغربی تہذیب کے نقصانات زیادہ گہرے ہیں۔

ان کا سیاسی حلیہ، چال ڈھال اگر مغربیت کی دلالت کریں، وہ لمبے لمبے بال رکھیں، بازوؤں پر ہندو سکھوں کی طرح کڑا پہنیں یا گردن میں غیر اسلامی نشان کا لاکٹ پہنیں۔ شراب پئیں، سور کا گوشت کھائیں اور دیگر علتوں کا شکار ہو جائیں تو کوئی کم خطرہ کا مقام نہیں۔ مگر اس سے کہیں زیادہ خطرہ تو یہ ہے کہ ان کے ذہنوں اور دلوں سے خدا اور رسول اور اسلامی تہذیب کے نشان ہی مٹ جائیں۔ بدقسمتی سے حقیقت یہ ہے کہ ان بچوں اور بچیوں کی بہت سی تعداد پر ان برائیوں کا اثر ہو چکا ہے اور اگر اس وقت حالت یہ ہے تو ان کی اگلی پشت کے لئے حالات کیسے ہوں گے۔

تیسرا طبقہ جسے تبلیغ اسلام کا پیغام پہنچنا چاہیئے وہ غیر مسلم یورپین یا غیر یورپین اقوام ہیں۔ ان کے ساتھ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اوّل تو مادی تہذیب و تمدن نے ان کو ان کے مذہب سے بالکل دور کر دیا ہے اور وہ لادینیت اختیار کر چکے ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے سامنے ان کے مذہبی راہنماؤں نے تاریخی طور پر اسلام کا بالکل غلط اور نفرت آمیز تصور پیش کیا ہے جسے پہلے مسلمانوں کو اپنی تحریر و تقریر، عمل اور اخلاق سے زائل کرنا ہوگا۔

یوں تو دعوتِ اسلامی کی منظم کوششیں ان سب طبقوں پر محیط ہونی چاہئیں۔ مگر دوسرا طبقہ سب سے زیادہ خطرناک موڑ پر ہے اور اس کے لئے صحیح قسم کی تبلیغی کوششیں عین ضروری ہیں۔ مگر اس طبقہ یعنی جواں سال مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے طریقہائے کار ان طریقوں سے ذرا ہٹ کر اختیار کرنے ہوں گے جو ہمارے اپنے ملکوں میں مروج ہیں یا جن کی اپیل پہلے طبقہ سے لوگوں تک ہی محدود ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری تبلیغی جماعتیں تا حال ہر نقطہ کو سمجھ نہیں سکیں۔ ہمارے مبلغین زیادہ تر پہلے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے طریقے اس طبقہ کی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ نئی پود کے تقاضوں کو نہ وہ سمجھنے کی کوشش ہی کرتے ہیں اور نہ ان کے مطابق اپنی تنظیم کرتے ہیں۔

آیئے مختصراً یہ غور کریں کہ ہماری نوجوان پشت جو یہاں پلی پوسی اور جس نے یہاں کے مدرسوں میں تعلیم و تربیت حاصل کی ان کے ذہنی خد و خال کس طرح استوار ہوئے ہیں اور ان کو کس طرح سے متاثر کیا جا سکتا ہے۔

یہ نوجوان لڑکے لڑکیاں جہاں اس معاشرہ کی برائیاں اور چمک دمک اپناتے ہیں وہاں ساتھ ہی ساتھ لامحالہ اس ماحول سے جمہوری قدریں، آزادیٔ فکر رائے، قوتِ دلیل کی برتری، فریق مخالف کی رائے کا احترام، مساوات اور عمل کے برتاؤ کا ہونا اور ہوتے ہوئے دیکھے جانا، گفتار سے زیادہ کردار کی اہمیت، قول و فعل میں یگانگت اور عملی دیانت داری جیسے اصولوں کے سبق بھی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے دین کے علاوہ دوسرے مذاہب کے مبلغین کے تبلیغی طریقوں، تنظیم اور کارکردگی کا بھی قریب سے ملاحظہ کرتے ہیں۔ اگرچہ یہاں مقابلہ کرنا مقصود نہیں تاہم ضمنی طور پر ایک عیسائی اور یہودی تبلیغ کو دیکھیں تو یہ نمایاں طور پر نظر آ جائے گا کہ یہ مبلغ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کے ساتھ بھی پوری طرح مزین ہے۔

وہ علم دوست ہوتا ہے اور اس کے علم کا احاطہ وسیع ہوتا ہے وہ اپنے مذہب کے اصولوں کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کے تاریخی، سیاسی، ثقافتی، تجارتی اور تعلیمی پس منظر کو بھی سمجھتا ہے اور اسے حالات حاضرہ سے بھی گہری دلچسپی اور واقفیت ہوتی ہے۔ وہ اپنی زبان کے علاوہ کئی دوسری زبانوں پر بھی دسترس حاصل رکھتا ہے جو اسے تبلیغی فرائض میں خاص مدد دیتی ہیں اور اس کے اخلاق میں کم از کم بنیادی اچھائیاں موجود ہوتی ہیں جو ایک اچھے نفیس انسان میں ہونی چاہئیں۔ وہ محنتی، پابندیٔ وقت۔ اپنے نصب العین کا وفادار، دیانت دار اور باوقار انسان بنتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس کی شخصیت میں ایک

با وقار عجز اور سنجیدگی ہوتی ہے جو اسے دوسروں کا احترام کرنے اور ان کا نقطۂ نظر سمجھنے میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ وہ ایک سرگرم اور معقول انسان ہوتا ہے جس کے پاس پورے سال، پورے ماہ پورے ہفتہ اور پورے دن کا بھرپور پروگرام ہوتا ہے۔ اس کی ڈائری مختلف قسم کی سرگرمیوں سے بھری ہوتی ہے۔ وہ گرجا میں عبادت بھی کرتا ہے وہ معاشرہ میں حاجتمندوں، بچوں، بوڑھوں، اپاہجوں، بیماروں اور یتیموں حتیٰ کہ جانوروں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں پورا پورا حصہ لیتا ہے۔ وہ ہسپتالوں میں جا کر بیماروں کے ساتھ اظہار ہمدردی بھی کرتا ہے۔ وہ سکولوں میں جا کر بچوں کے تعلیمی مسائل میں بھی حصہ لیتا ہے۔ وہ خیراتی اداروں کے لئے گرد و نواح سے پیسہ بھی جمع کرنے میں مدد کرتا ہے۔ الغرض اس کی نگاہ اور کار کردگی کا نشانہ عبادات اور مذہب کے اصولوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے ہم مذہب لوگوں کے مسائل خصوصًا وہ مسائل جن تک حکومتی ادارے نہیں پہنچ سکتے، بھی ہوتے ہیں۔

اس کی دعوت کا اسلوب ایسا ہوتا ہے جو دل و دماغ کو اپیل کرتا ہے۔ وہ اپنے خطبہ کی پوری تیاری کرتا ہے۔ اسے گرج گرج کر چیخنے اور چلانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ قوتِ دلیل سے اپنا پیغام سامعین کے ذہنوں تک پہنچاتا ہے اور ان سب اوصاف کے بعد بھی وہ خود بین نہیں ہوتا بلکہ اپنی ذات کو اپنے متن میں سو فیصدی کم کر دیتا ہے۔ مبلغ کا یہ کردار اور اسلوب ہمیں زیادہ خیرہ اور متحیر نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے اپنے برگزیدہ مبلغین اس سے بھی زیادہ مثالی ہو چکے ہیں تاہم اتنا احساس ہی کافی ہے کہ اب ہماری تبلیغ اور ہمارے مبلغین الا ماشاء اللہ ان عام بنیادی اصولوں سے بہت حد تک عاری ہیں۔

اگر ہمیں مغربی ماحول سے متاثر ہوتا ہے تو ہمیں اپنی تاریخ سے سبق حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے مروجہ اصولوں کو بھی سامنے رکھنا ہوگا ایک لحاظ سے یہ مُلک دعوتِ اسلامی کے لئے بہت موزوں ہے اس لئے کہ وہ بنیادی رواداری موجود ہے جو اسلام سکھاتا ہے اور جس میں اسلام زیادہ اچھی طرح پنپ سکتا ہے ہمارے پاس وہ ضابطۂ حیات ہے جو ہمہ گیر ہے جو کل بنی نوع انسان فلاح و بہبود کی طرف راہنمائی کرتا ہے جس پر جب بھی عمل ہوا تو لاثانی نمونہ قائم ہوا۔ آج دنیا کو اس کی نفاذ کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ ہم دنیا کو اپنے غیر کامل اور فرسودہ طریقوں سے دنیا تک اگر نہیں پہنچا رہے تو آئیے اپنے آپ کو منظم کریں۔ اپنے کردار، اخلاق، عمدہ قول و فعل سے اس پیغام رحمت و صداقت کو اپنوں اور غیروں کے دلوں تک[2] یہ چیلنج بھی قبول کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے عین ضروری ہے کہ ایک مرکزی ملکی سطح کی اسلامی تبلیغ ہو جس میں سب علاقائی اور تحریکیں شمولیت کریں تاکہ یہ مرکزی تنظیم ایوانِ حکومت اور اربابِ اقتدار تک مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، سماجی، تعلیمی اور ثقافتی تقاضوں کو نتیجہ خیز طور پر پہنچا سکے۔ (۳) وقت ایک ایسی مرکزی وحدت بنام U.M.O (یونین آف مسلم آرگنائزیشنز) وجود میں آ چکی ہے۔ اگرچہ اسے وہ تعاون اور تائید حاصل نہیں ہو رہی جو اس کا حق ہے۔ دوسرے ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیئے جو علمی تحقیق و ریسرچ کر کے مستشرکین کی اسلام دشمن مطبوعات کا جواب دے سکے اور موجودہ زمانوں کے طریقوں کے مطابق مسلمانوں کے مسائل کو پیش کر سکے۔

خوش قسمتی سے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے (MUSLIM INSTITUTE) کا ادارہ قائم ہو چکا ہے۔ اگر وہ خالصتًا اس مقصد کے لئے اپنی کوششیں صرف کریں اور ریسرچ اور سکالر شپ میں بلند معیار قائم کریں۔

تیسرے ایک ایسی ہمہ گیر قسم کی تحریک کی بھی ضرورت ہے جو برطانیہ یا مغربی ممالک کے مسلمانوں اور دنیائے اسلام کے دیگر مسلمانوں کے درمیان ثقافتی اور عملی تسلسل قائم کر سکے اور عوام کی سطح تک کے تقاضوں کو پورا کر کے جو سکول، کالج، یونیورسٹیاں، ہسپتال یتیم خانے لائبریریاں، مشاورت خانے وغیرہ قائم کر سکے۔ جو لیکچر، سیمنار اور کانفرنسیں منعقد کرائے۔ میرے خیال میں اسلامک فونڈیشن جو لیسٹر میں قائم ہوئی ہے ان ساری ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے سرانجام دے سکتی ہے۔ اگر اس کو سیاسی آلائشوں سے پاک رکھ کر مندرجہ بالا ذمہ داریوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

ایک ایسی تعلیمی درسگاہ کی بھی ضرورت ہے جو ایسے مبلغینِ اسلام تیار کر سکیں جو مذکورہ اوصاف سے بہرہ ور ہوں۔ ورلڈ اسلامک کمیشن بریڈ فورڈ اس فریضہ کو دُور اندیشی سے سرانجام دے رہا ہے۔ اس نے اسلامک مشنری کے ممبر کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ سب ادارے مسلمانانِ برطانیہ کے اخلاقی اور روحانی تعاون کے حق دار ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ سب ادارے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے ساتھ کام کریں۔

---

# تبلیغی جدّ وجہد

راولپنڈی سے خواجہ محمد نصیراللہ صاحب سیکرٹری جماعت اطلاع دیتے ہیں کہ مندرجہ ذیل لٹریچر صاحبِ فکر اور انصاف پسند دوستوں کے نام فری بُک پوسٹ کیا گیا (از ۳/۶۸ تا ۳/۶۸-۲۶)

| | عدد |
|---|---|
| ۱- اسلامی اُصول کی فلاسفی | ۵ -۱ |
| ۲- ہمارے عقائد (از مولنٰا صدرالدین صاحب امیر جماعت لاہور) | ۵۰ -: |
| ۳- تفاوت کا مسئلہ | ۱۵ -۱ |
| ۴- تذکرہ | ۳۰ -۱ |
| ۵- مسیح اور مہدی کے زمانہ کی علامات حصہ سوم۔ (از مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب | ۵۰ -: |
| ۶- مسیح اور مہدی کے زمانہ کی علامات حصہ چہارم۔ (از مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب | ۵۰ ۱ |
| ۷- رحموں اور زمین اور آسمان پر تصرفِ الٰہی کا ثبوت۔ (از مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب | ۱۰۰ : |
| ۸- تکفیرالمسلمین کی پھیلی ہوئی وبا سے مسیح موعودؑ کا اظہار بیزاری۔ از حضرت مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب | ۷۵ -۱ |
| ۹- حضور کے خلاف مقدمات دائر ہونے کے متعلق پیشگوئیاں اور ان سے بری ہونے کی بشارتیں۔ (از مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب) | ۲۵ : |
| ۱۰- فضیلت مسیح موعودؑ کا دعوےٰ۔ (از ملک الٰہی بخش صاحب راولپنڈی) | ۳۵ : |
| ۱۱- سیدنا حضرت حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت از روئے قرآن کریم اور سورۃ النجم کے پہلے رکوع کی تشریح۔ (از مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب) | ۴۵ -۲ |
| ۱۲- انجیلی تعلیم پر قرآنی تعلیم کی برتری اور قرآنی تعلیم کا خدا نما ہونا۔ (از مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب) | ۴۵ -۲ |
| ۱۳- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہلاکت چاہنے والے[۲۴] ہستی باری تعالےٰ کا حتمی ثبوت (از مولنا عبدالرحمٰن مصری صاحب)۔ | ۵ : |
| میزان | ۶۶۰ : ۰ - |

---

ایں دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت + کثرتِ اعدائے ملّت قلّتِ انصارِ دیں
(حضرت مسیح موعودؑ)

تبلیغ بلادِ غیر

# جناب عبدالرحیم جگّو صاحب مبلّغ ہالینڈ کے دَورہ کی مختصر رپورٹ

جناب عبدالرحیم جگّو صاحب مبلّغ ہالینڈ جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ آپ کا گرامی نامہ مؤرخہ $\frac{3}{78}$ ۲ کو ملا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ خدا آپ کو باصحت سلامت رکھے۔ آپ کا وجود قوم و ملّت کے لئے بڑا قیمتی ہے۔ ہالینڈ میں ہماری تبلیغی کوششیں جاری ہیں ابھی چند دن ہوئے ایک یوروپین نے جس کا نام آنتونیس ماریس (ANTONIUS MARINUS) ہے اسلام قبول کیا ہے۔ وہ ڈیونٹر کے رہنے والے ہیں۔ ایک اور یوروپین خاتون بھی زیرِ تبلیغ ہیں وہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ابھی ان کے اعلان کی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ ایک ہندو خاتون نے بھی جو واگے ننجن کی (WAGE NINGEN) کی رہنے والی ہیں اسلام قبول کیا ہے۔ دیگر مسلمانوں کی طرح جن کی تعداد یہاں تقریباً تین لاکھ ہے ہماری جماعتوں نے بھی عید میلاد النبیؐ بڑے جوش و خروش سے منائی ہم نے ہر جگہ جلسے منعقد کئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی مقررہ ایّام میں جاری رہتا ہے ابھی ہماری روٹرڈیم کی جماعت نے اپنا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نہیں رکھا۔ جماعت کے صدر کو اگر احمدیت سے متعلق انگریزی میں لٹریچر ارسال کیا جائے تو خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوگا۔ اگر آپ خود ایک خط ان کو احمدیت اور احمدیہ نام رکھنے کے متعلق تحریر کر دیتے تو ہمارا کام آسان ہو جاتا۔

جلسہ سالانہ سے واپسی پر مَیں نے جو دَورہ کیا اس کے متعلق میں جناب ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب اور آپ کی خدمت میں پہلے ہی مختصر ذکر کر چکا ہوں۔

انڈونیشیا میں وہاں کی جماعت کے جنرل سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ کہ جماعت میں شامل احباب اور دوسرے ایسے دوستوں کو ملا کر جو جماعت کے نام سے دلچسپی رکھتے ہیں کل تعداد تقریباً پینسٹھ ہزار (۶۵۰۰۰) ہوتی ہے۔ وہاں کے احمدیوں میں کافی جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ آسٹریلیا میں مسلمانوں کی تعداد کوئی اڑھائی لاکھ کے قریب ہے۔ وہ زیادہ تر سڈنی۔ میلبورن اور پیرتھ میں رہائش پذیر ہیں۔ انہی مقامات پر چند ایک احمدی خاندان بھی رہتے ہیں۔ آسٹریلیا میں تبلیغ اور جماعت کے قیام کی اشد ضرورت ہے۔

فیجی میں بھی جانے کا موقعہ ملا۔ وہاں جناب مولانا شیر محمدؐ صاحب بڑی تندہی اور جانفشانی سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ دَورے کرتے رہتے ہیں۔ تقاریر اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری رہتا ہے۔

مَیں جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی ہدایت پر جناب بشارت احمد بقا صاحب کو کتابیں ارسال کرنے کے لئے دس پنڈ دے آیا تھا۔ اُمید ہے کتابیں بھیجدی گئی ہوں گی۔

فیجی سے مجھے یہ خط ملا ہے جو آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ اس میں سُووا کے جناب تعظیم رضا صاحب نے میرے دَورے کے تاثرات بیان کئے ہیں۔ والسلام۔ عبدالرحیم جگّو۔ ہالینڈ۔

(اس خط کا ترجمہ دوسرے کالم میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ)

# ترجمہ خط تعظیم رضا بخش صاحب

## بنام جناب عبدالرحیم جگّو صاحب

اخویم محترم جگّو صاحب۔

اپنے عزیز و اقارب اور جماعت کے دیگر احباب کی طرف سے آپ کی اور جماعت کے دوستوں کی خدمت میں السلام علیکم عرض کرتا ہوں۔

ہم سب یہاں خُدا کے فضل سے بخیریت ہیں اور ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو بھی خوش و خُرم اور سلامت رکھے۔

ہمیں یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ بخیر و عافیت واپس اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ میں اللہ تعالےٰ کا اس کی رحمت اور حفاظت کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس نے آپ کو اور آپ کے وفادار ہمسفروں کو عطا فرمائی۔

میں نے آپ کا سلام اور دُعا یہاں اپنے ساتھیوں کو پہنچادی ہے۔ ہم آپ کے اور اپنے احمدی بھائیوں کے لئے اپنے پُرخلوص جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ کے یہاں مختصر قیام سے ہمیں بہت خوشی ہوئی۔

ہمیں اسلام پر آپ کی جوش و جذبہ سے بھرپور گفتگو نے بہت متاثر کیا ہے اور جو جو دلچسپ واقعات آپ کو اس سفر کے دوران پیش آئے ان کا بیان بھی ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہُوا۔ آپ جیسے قابل انسان کی معیت میں جو چند پُرمسرّت لمحات گذرے ان کی وجہ سے ہم میں دوبارہ اسلام اور احمدیت کے لئے محبّت اور ایک نیا ولولہ پیدا ہوا ہے۔ ہم فیجی میں آپ کی دوبارہ آمد کے بڑی شدت سے منتظر ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے آپ اسلام کی تبلیغ کی خاطر اپنا سفر جاری رکھنے کے لئے افسردہ دِل لے کر رخصت ہوئے۔ خدا آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔

ہم نے اپنے مرکز میں ۱۹ر فروری ۱۹۷۸ء کو عید میلادالنبیؐ کی تقریب منائی۔ ہمارے فاضل مولانا شیر محمدؐ صاحب نے موقعہ کی مناسبت سے ایک عالمانہ اور بصیرت افروز تقریر کی جسے تمام حاضرین نے بہت پسند کیا۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے مولانا کی صورت میں ایک عالم بے بدل عطا فرمایا ہے۔ جنہوں نے ہم میں اسلام کی خدمت اور اشاعت کے لئے ایک نئی رُوح پھُونک دی ہے۔ اور ایک نیا جذبہ عطا فرمایا ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ ان کے یہاں دو سال مزید قیام کے لئے ہمیں اجازت نامہ مل جائے گا اور ہم ان کی راہنمائی اور مشورہ کی بدولت مسجد کی تعمیر کے منصُوبہ کو کماحقّہٗ پائۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہماری جماعت خدا کا یہ گھر تعمیر کرنے میں بڑی تندہی سے مصروفِ کار ہے اور خدا نے چاہا تو اس راہ میں ہمیں کوئی رُکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ آپ کی مدد اور دُعا سے یہ مسجد انشاءاللہ آپ کے دوبارہ یہاں آنے سے قبل ہی مکمل ہو چکی ہوگی۔ اور ہم آپ کو اس مسجد میں خوش آمدید کہہ سکیں گے۔ ہماری کامیابی کے لئے آپ دعائیں جاری رکھیں۔

ہماری طرف سے آپ کی اور باقی تمام احمدی بھائیوں کی خدمت میں اَلسّلامُ علیکُمْ عرض ہے۔ والسلام تعظیم رضا

## ایک ضروری اعلان

پیغام صلح کا مسیحِ موعودؑ نمبر مئی ۱۹۷۸ء کے آخری ہفتہ میں شائع ہوگا۔ صاحبِ علم و قلم احبابِ سلسلہ اپنے مضامین ۱۰ر مئی تک ارسال فرمادیں تاکہ خاص نمبر میں شائع ہو سکیں۔ (ادارہ)

مکتوب انگلستان

# احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو کے کی تعلیمی، تنظیمی اور تبلیغی سرگرمیاں

(جناب چوہدری مسعود اختر صاحب نائب امام لندن مشن)

لندن مشن کے نائب امام جناب چوہدری مسعود اختر صاحب نے چیئرمین کمیٹی تبلیغ بلادِ غیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دام برکاتہ کے نام مکتوب میں لندن مشن کی (۱۶ر تا ۳۱ر مارچ ۱۹۷۸ء) رپورٹ تحریر کی ہے، چوہدری صاحب موصوف اور جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بڑی تن دہی، جانفشانی اور مشنری سپرٹ کے ساتھ وہاں خدمتِ اسلام اور تنظیم جماعت کا کام سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان عاشقانِ دینِ متین کی نصرت فرمائے۔

کار دیارِ عاشقاں کار جداست
برتر از فکر و قیاسات شماست

رپورٹ کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

۱۶ر مارچ ۱۹۷۸ء:—

نارتھ لندن میں راقم الحروف نے قرآن شریف کی کلاس لی۔ یہاں پر جمعرات کے دن شام کے وقت کلاس ہوتی ہے۔

۱۷ر مارچ ۱۹۷۸ء (جمعہ) خطبہ جمعہ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب انچارج لندن مشن و امام نے دیا اور نماز جمعہ بھی پڑھائی۔

۱۹ر مارچ ۱۹۷۸ء:— WIMBLEDON میں جناب ISMAEL کے گھر ایک اجتماع سے جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے خطاب فرمایا اور اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالی۔ حاضرین میں زیادہ تعداد نوجوانوں کی تھی۔ بعد از تقریر سوال و جواب ہوتے رہے اور کافی دیر تک نوجوانوں نے ڈاکٹر صاحب سے سلسلہ سوال و جواب جاری رکھا۔ نوجوانوں میں اسلام کی تعلیمات کے متعلق جستجو کے اس جذبہ نے ہمارے یقین کو پختگی بخشی ہے کہ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی حاضرین کی تعداد بیس سے اوپر تھی اور تمام حاضرین مغربی کرہ سے آکر یو کے میں آباد ہوتے ہیں اور یہاں کی زندگی میں کھو جانے کی بجائے اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے جذبۂ جوش رکھتے ہیں۔ کچھ نوجوانوں کے نام غیر اسلامی تھے اگرچہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ اس تقریب میں ڈاکٹر صاحب نے ان کے لئے مسلمانوں جیسے نام تجویز کئے جن کو ان نوجوانوں نے اپنے ناموں کا حصہ بنا لیا۔

۲۱ر مارچ ۱۹۷۸ء— WAL THAMSTOW میں ہمارے مخلص بزرگ دوست جناب قاضی عبدالجبار صاحب کے گھر پر درسِ قرآن کا انتظام کیا گیا۔ اس علاقہ میں ہماری جماعت کے بیس کے قریب افراد رہتے ہیں۔ درس میں شرکت کے لئے جناب عزیز احمد صاحب۔ بیگم اختر جبیں عزیز احمد صاحبہ۔ اور شاہد عزیز صاحب SLOUGH سے تشریف لائے۔ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ اس کے بعد قاضی صاحب موصوف نے تمام حاضرین کو عشائیہ دیا۔ قاضی صاحب کی بیگم صاحبہ جو بہت مخلص اور دیندار احمدی خاتون ہیں اور جن میں سلسلۂ احمدیہ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے علیل ہیں۔ حاضرین نے اُن کی صحت کے لئے دُعا کی۔ تمام احباب جماعت سے ان کی صحت کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

۲۴ر مارچ ۱۹۷۸ء (جمعہ) نارتھ لندن میں جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور راقم الحروف نے قرآن شریف کی کلاس لی۔ اس کے بعد وہاں پر مقیم ایک مسلمان گھرانے سے جو افغانستان سے یہاں آکر آباد ہو گیا ہے۔ تبادلۂ خیال ہوا۔ اُنہوں نے اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کی درخواست کی۔ صاحب خانہ پُرانے زمانہ میں ووکنگ میں احمدی اماموں کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے ہیں اس لئے متعصب نہیں ہیں۔

۲۶ر مارچ ۱۹۷۸ء:— WIMBLEDON میں جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے قرآن شریف کی کلاس لی۔

۲۷ر مارچ ۱۹۷۸ء:— نارتھ لندن میں CALEDONIAN RD میں مقیم علاؤالدین بٹ نے اپنے چند دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ ہمیں بھی بلایا اور ان سے تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔

۳۰ر مارچ ۱۹۷۸ء:— سکولوں میں چھٹیاں ہو جانے کی وجہ سے بچے سیر کے لئے باہر گئے ہیں اس لئے نارتھ لندن کی کلاس میں آج چھٹی تھی اس لئے لٹریچر کی ترسیل کا کام کیا گیا۔

۳۱ر مارچ ۱۹۷۸ء (جمعہ) خطبہ جمعہ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لندن مشن نے دیا اور سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات سے مومن۔ کافر اور منافق کا فرق واضح کیا۔ منافق کی خاص نشانی یہ بتائی کہ وہ کاذب ہوتا ہے۔ آج کی نماز میں جماعت میں شامل ہونے والی خاتون ڈاکٹر اسمٰعیل صاحبہ بمعہ اپنے بچہ کے شامل ہوئیں۔

ان پندرہ دنوں میں اخبار "لائٹ" کے ۵ مختلف تاریخ کے پرچے مختلف اصحاب کو بھیجے گئے۔ جن کی تفصیل یوں ہے۔ (ہر ایک بنڈل پانچ پرچوں کا تھا)۔

۱- لنکن ان لائبریری LINCOLNS IN LIABRARY
۲- گریز ان لائبریری— GRAYS INN LIABRARY
۳- مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں کی لائبریریاں:—
برمنگھم۔ مانچسٹر۔ گلاسگو۔ ایڈنبرا۔ آکسفورڈ۔ کیمبرج
۴- پروفیسر HICKS جو MYTH OF GOD INCARNATE کے مصنف ہیں۔
۵- چھ پادریوں کو
۶- الجزائر۔ مراکش۔ مصر۔ لیبیا۔ اور عراق کے سفارتخانوں کو۔
۷- دو پاکستانی مسلمانوں کو۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعودؑ کی عربی زبان کی کتب مصر اور مراکش کے سفارتی نمائندوں کو بھیجی گئیں۔

گیانا سے ایک صاحب نے مفت تقسیم کے لئے مزید لٹریچر مانگا تھا جو ان کو بھجوایا گیا۔ جماعت کے احباب میں بھی لائٹ تقسیم کیا گیا۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ نمبر ۱۵

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یحییٰ چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۷۸ء | نمبر ۱۶

# ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

## مسلمان کبھی کینہ ور نہیں ہو سکتا

### کامل اخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نوعِ انسان سے بہت بڑی ہمدردی تھی۔ ایسی ہمدردی کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اس کے بعد بھی اگر کہا جاوے کہ اسلام دوسروں سے ہمدردی کی تعلیم نہیں دیتا تو اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا؟ یقیناً یاد رکھو کہ مومن متقی کے دل میں شر نہیں ہوتا۔ جس قدر انسان متقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذا کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمان کبھی کینہ ور نہیں ہو سکتا۔ ہم خود دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔ کوئی دکھ اور تکلیف جو وہ پہنچا سکتے تھے انہوں نے پہنچایا ہے لیکن پھر بھی ان کی ہزاروں خطائیں بخشنے کو اب بھی تیار ہیں۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلاتمیز ہر ایک سے نیکی کرو۔ کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے ویطعمون الطعام علٰی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً۔ وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہاء کیا ہے۔ میری رائے میں **کامل اخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی**۔ مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشاء ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں ان میں دکھائی جائیں۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اُٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لئے تم بھی کوشش۔ تدبیر۔ مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے۔ ............ خوب یاد رکھو کہ مومن کو دنیا کا بندہ نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ اس امر میں کوشاں رہنا چاہیئے کہ کوئی بھلائی اس کے ہاتھ سے ہو جاوے۔

### خدا تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے

اور اس کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ تم دکھ پاؤ۔ لیکن یہ خوب یاد رکھو کہ جو اس سے عمداً دوری اختیار کرتا ہے اس پر اس کا قہر ضرور ہوتا ہے۔ عادت اللہ اسی طرح چلی آتی ہے۔ نوحؑ کے زمانہ کو دیکھو اور لوطؑ کے زمانہ کو دیکھو۔ موسیٰ کے زمانہ کو دیکھو۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو دیکھو کہ اس وقت جن لوگوں نے عمداً خدا تعالیٰ سے بُعد اختیار کیا ان کا کیا حال ہوا۔ ان لمبی آرزوؤں نے انسان کو ہلاک کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے الھٰکم التکاثر حتّٰی زرتم المقابر۔ کہ اے لوگو جو تم خدا تعالیٰ سے غافل ہو۔ دنیا طلبی نے تمہیں غافل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں داخل ہو جاتے ہو مگر غفلت سے باز نہیں آتے۔ کلّا سوف تعلمون۔ مگر اس غلطی کا تم کو عنقریب علم ہو جائے گا۔ ثمّ کلّا سوف تعلمون۔ پھر تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ عنقریب تم کو علم ہو جاوے گا کہ جن خواہشات کے پیچھے تم پڑے ہو وہ ہرگز تمہارے کام نہ آویں گی اور حسرت کا موجب ہوں گی۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۸۵-۲۸۷)

بسلسلہ عید میلاد النبی ـــــــ تقریر محترمہ بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ

# حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید الٰہی اور معراجِ انسانیت کا عظیم الشان سبق دیا ہے

## اسوۂ حسنہ نبوی پر چل کر ہی ہم رضاءِ الٰہی حاصل کر سکتے ہیں

دارالسلام لاہور میں تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام میلاد النبی صلعم کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں تنظیم خواتین اور بنات الاحمدیہ کی ممبران نے شرکت کی۔ مقررات نے سیرت النبی صلعم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور حضور سرورِ کائنات خاتم النبیین کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ اس موقعہ پر محترمہ بیگم صاحبہ میاں محمد احمد نے بھی تقریر کی۔ جس کا متن ہدیۂ قارئین کرام ہے ـــــــ (ادارہ)

خواتین و عزیزات!

اس مبارک تقریب میں بزرگ خواتین، محترم بہنوں اور عزیز بچیوں کی شرکت باعث خوشی و مسرت ہے۔ میلاد النبی صلعم کی تقاریب ہر سال ہوتی ہیں، اور باعثِ سعادت ہیں، تاہم ایسی تقاریب منعقد کرنا کرانا اور ان میں شمولیت صرف اور صرف اسی طرح سود مند ہو سکتا ہے جبکہ ہم ان کو محض رسمی تقاریب نہ سمجھیں اور محض مفت کا ثواب خیال نہ کریں۔ بلکہ ہمارا مطمع نظر یہ ہو کہ ہم نے سیرت النبی صلعم کے مختلف پہلوؤں پر جو کچھ کہا سنا ہے اور حضور اکرم صلعم کی حیاتِ طیبہ، آپ کے اسوۂ حسنہ، اور آپؐ کی تعلیم مقدسہ پر جو روشنی ڈالی گئی ہے ان سے ہم کچھ عملی سبق سیکھیں۔ ان پہلوؤں کو اپنی عملی زندگی میں جگہ دیں اور سوچیں کہ جس مقام و مقصد کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہماری تخلیق کی ہے اس کو کس حد تک ہم پورا کر سکے ہیں اور آئندہ ہمیں مزید کیا کرنا ہے۔ گویا یہ دن ہمارے محاسبہ کا دن ہے کہ ہم نے قرآن و سنت سے کیا کچھ سیکھا، کیا کچھ پایا، اور ہم اس راہ کی کونسی منزل پر ہیں جس پر چلنے کی اللہ تعالےٰ اور اس کے پیارے رسول صلعم نے ہمیں تاکید فرمائی ہے اور یہ کہ کیا ہم ان کی رضا اور محبت کے حصول کے لئے کوشاں ہیں۔ اور وہ کونسے امور ہیں جن کو ہم نے خود اپنایا اور اپنے عمل سے دوسروں تک پہنچایا ہے۔ اور وہ کونسے اسباب ہیں جن کو بروئے کار لا کر اللہ اور رسولؐ کی اغراض پوری کر سکتے ہیں۔

اگر ان تقاریب کے انعقاد سے ہم اس طرح اپنا محاسبہ کرتے اور آئندہ کے لئے کچھ عملی پروگرام سامنے رکھتے ہیں تو یہ تقاریب ہمیں مبارک ہوں ورنہ محض رسمی شرکت، زبانی درود و صلوٰۃ، اور حمد و نعت اور رواجی تقسیم شیرینی سے یہ سمجھ لینا کہ ہم نے نیکی کمائی ہے درست نہیں۔ اصل نیکی قیل و قال سے نہیں بلکہ اللہ و رسول کی اتباع اور کامل پیروی سے حاصل ہوتی ہے۔

میری بزرگ خواتین، محترم بہنوں اور عزیز بچیو! ارشادِ باری تعالےٰ ہے:ـــ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مطہرہ طیبہ اور مقدسہ میں بنی نوع انسان کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

حضرت عائشہؓ ایک زاہدہ، عابدہ اور عالمہ خاتون تھیں۔ ان سے کسی نے حضور صلعم کے حسنِ اخلاق کے متعلق دریافت کیا، تو آپؓ نے فرمایا کان خلقہ القرآن۔ کہ حضور کی زندگی قرآن حکیم کی تعلیمات مقدسہ کی زندہ تصویر ہے لہٰذا کسی نے حضورؐ کا اخلاق جاننا پہچاننا ہے تو قرآن پڑھے۔

یوں تو حضور صلعم کی زندگی کا ہر پہلو اور آپؐ کا ہر قول و فعل ایک مسلمان کے لئے بلکہ بنی نوع انسان کے لئے صراطِ مستقیم ہے اور اس میں رشد و ہدایت، رہبری و رہنمائی ہے۔ ان سب پہلوؤں اور ان تمام اقوال و افعال کو ایک مجلس و محفل میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ بناء بریں میں اس موقعہ پر آپ کے سامنے حضور صلعم کی تعلیمات میں سے اس ایک حصہ کا ذکر کر رہی ہوں جس میں انسان اس کے لئے حقیقی مقام و مرتبہ اور اس کی عظیم حیثیت و حقیقت کا بیان ہے۔

رسولِ پاک صلعم رحمۃ للعالمین ہیں۔ یعنی نہ صرف آپؐ بنی نوع انسان کے لئے موجب رحمت ہیں بلکہ اس کائنات میں جس قدر عالم ممکن ہیں اور آئندہ تا قیامت کبرےٰ عالم ہو سکتے ہیں ان سب کے لئے آپؐ باعثِ رحمت ہیں۔ اصحاب علم و عقل کے سامنے اسلامی تاریخ کا یہ ایک عدیم المثال و لاجواب شاہکار ہے جس کی حقیقت و اصلیت سے وہ انکار نہیں کر سکتے کہ تعلیماتِ نبویؐ نہ صرف انسان کو گمرہی و گمنامی سے نکال کر نور و روشنی کی طرف لے آئیں بلکہ اس کو ایک اعلیٰ و ارفع مقام بخشا اسے اللہ تعالےٰ کا نائب و خلیفہ قرار دیا۔ تخلیق کائنات کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔ اور وہ مرتبہ عطا کیا کہ وہ صرف اور صرف خالق کے آگے ہی جھک سکتا ہے اور کسی کے آگے نہیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جس نے انسان کو ممتاز شرف و عظمت عطا کی۔ ایسی تعلیم دوسرے مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتی۔ توحید الٰہی اور وحدتِ نسلِ انسانی کا پہلا اور آخری چارٹر دنیا کی اخلاقی تاریخ و تعلیم میں اگر دکھائی دیتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام میں ہی ہے۔

توحیدِ الٰہی جو ارکانِ اسلام میں سے پہلا رکن ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان صرف اور صرف ایک خدا کے آگے جھکے، اس خدا کے آگے جو خالق و مالک ہے، جو علیم و قدیر ہے۔ جو سمیع و بصیر ہے، جو ظاہر و باطن ہے، جو حیّ و قیّوم ہے، جو موت و حیات کی قید و بند سے ماوراء ہے، جو صحت و علالت کی کیفیات سے آزاد ہے۔ توحیدِ الٰہی کا یہ سبق انسان اور مسلمانوں کو ارباباً من دون اللہ کے خوف و خطر سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور اب اگر وہ جھکتا ہے تو اپنے خالق و مالک کے آستانہ پر ہی جھکتا ہے نہ کسی

(باقی بر ص ۱۱ کالم ۱)

# مدیر پیغامِ صلح کا جواب

## مولوی محمد یوسف صاحب کے نام

### قسط نمبر ۳

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء)

**نواں شبہ :۔**

مولانا میرا سوال یہ تھا کہ :۔

"حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا ہے انما اخذ اللہ میثاق النبیین علیٰ اممھم ـ یعنی اللہ تعالےٰ نے نبیوں کا میثاق ان کی اُمتوں پر لیا۔ اس لئے حضرت عیسےٰؑ کی کتاب انجیل اور آپ کی اُمت کے ذریعہ یہ میثاق پورا ہو چکا ہے اب دوبارہ آکر حضرت عیسےٰؑ کو شہادت دینے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس کا جواب تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ حضرت عیسےٰؑ کو شہادت دینے کی یہ ضرورت ہے اور اس کی تائید میں آپ قرآن کریم سے کوئی آیت یا جو تفسیر حضرت عباسؓ کی زبانی میں نے بیان کی اس کے بالمقابل آپ انہی کی کوئی دوسری تفسیر پیش کرتے یا کسی اور صحابیؓ کی لیکن "جواب جو" کے طور پر آپ فرماتے ہیں کہ "پروفیسر صاحب آپ کے منہ میں گھی شکر" کیونکہ میں نے حضرت عباسؓ کا نام لیا اور اس پر کہتے ہیں "جزاک اللہ" جیسے میں حضرت ابنِ عباسؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی صحابی اور مفسر قرآن کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ اتنی غلط فہمی میں مبتلا ہیں ہم تو خاک مدینہ کے ہر ذرّے کو اپنی آنکھوں کی روشنی اور نور سمجھتے ہیں چہ جائیکہ ہم آپؐ کے ان پاک ـ وفادار اور جان نثار صحابہ کرام کو آنکھوں پر نہ بٹھائیں جن کے حق میں قرآن فرماتا ہے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ـ اس کے بعد آپ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ :۔

"اگر یہی ابنِ عباسؓ فرماویں کہ حضرت عیسےٰؑ کو آسمان پر اُٹھایا گیا اور یہ کہ وہ قرآنی و نبوی پیشگوئی کے مطابق قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو کیا میری آپ کی بحث کا فیصلہ ہو جائے گا؟"

اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی ہم نے قرآن کریم سے اس مسئلہ پر استدلال کرنا ہے جب احادیث کا موقعہ آئے گا تو آپ ضرور حضرت ابنِ عباسؓ کی ایسی احادیث پیش کروں گا اور فیصلہ آپ کے انصاف اور قارئین کے انصاف پر ہوگا ـ چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ (میں) من مانی تفسیر کرتے ہیں اس لئے میں نے حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر یہاں پیش کرنا ضروری سمجھا ہے ـ میں نے حدیث پیش نہیں کی ـ

اب میثاق کے پورا کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :۔

"قرآن کریم نے اس عہد و پیمان کا ذکر کیا ہے جو (غالباً عالم ارواح میں) انبیاء کرام سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم کے بارے میں لیا گیا ـ سب نے ایمان و نصرت کا پیمان باندھ لیا ـ اب رہی یہ بات کہ یہ عہد پورا کس کس وقت ہوا کس کس شکل میں ہوا؟ اس کو قرآن کریم نے ذکر نہیں فرمایا ـ"

آپ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ عہد و پیمان تمام انبیاء سے "غالباً عالم ارواح میں" لیا گیا ـ اپنے لفظ غالباً پر غور فرمایئے ـ یہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی بات کے حقیقت ہونے میں شک ہو اس لئے یہ بات ظنی ہو گئی اور ظن کو حق الیقین کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا ـ ظن کے بارے میں قرآن کریم کا فتولے یہ ہے :۔

"اور ان میں اکثر ظن کی پیروی کرتے ہیں (اٹکل پر ہی چلتے ہیں) حق کے مقابلے میں اٹکل کچھ کام نہیں دیتی"
(یونس ـ ۳۶)

"وہ صرف اپنے خیال کی پیروی کرتے ہیں اور صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں" (یونس : ۶۶)

"یہ لوگ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی جو (ان کے) نفس چاہتے ہیں" (النجم : ۲۳)

اس لئے آپ کی اس ظنی بات کو جس کی تصدیق قرآن کریم نہیں کرتا میں کیسے مان لوں ـ آپ من مانی تفسیر کا طعنہ مجھے دیتے ہیں حالانکہ میں قرآن کی باتیں پیش کرتا ہوں اور خود بھی اسی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں ـ آنچہ برخود مپسندی بر دیگراں مپسند ـ

اب عالم ارواح میں اس عہد و پیمان کو نبھانے کا جو نقشہ کھینچا ہے اس پر قارئین عش عش کر اٹھیں گے ـ آپ نے حضرت ابنِ عباسؓ کی اس آیت کی تفسیر سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :۔

"یہ ایفائے عہد کی ایک شکل ہوئی مگر اس میں حصر نہیں اس کے علاوہ بھی اور شکلیں ہو سکتی ہیں ("ہیں" اور "ہو سکتی ہیں" میں بڑا فرق ہے اور یہ بھی آپ کا خیال اور ظن ہے ـ ناقل) مثلاً شب معراج میں تمام انبیائے کرام مقتدی ہوئے ـ اور امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب امامت تفویض کیا گیا ـ سب نے آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی ـ کیوں نہ اس واقعہ کو بھی اسی "لتؤمنن بہ و لتنصرنہ" کی ایک شکل سمجھا جائے ؟"

**جواب :۔**

اس آیت مذکورہ میں دو باتوں کے عہد کا ذکر ہے (۱) ایمان لانے اور (۲) مدد کرنے کا ـ حق کی مدد کا سوال تب پیدا ہوتا ہے جب اس پر ایمان اور پختہ یقین ہو کہ حق ہے اور صداقت ہے ـ نصرت یا مدد کی ضرورت اسی دنیا میں ہوتی ہے کیونکہ قیامت میں کوئی جی کسی جی کے کام نہیں آئے گا ـ اس نصرت کے بارے میں قرآن کریم مختلف مقامات پر یہ شہادت دیتا ہے :۔

"اور یقیناً اللہ نے تم کو بدر میں مدد دی (نصرکم اللہ) جب تم کمزور تھے" (۳ : ۱۲۳)

اب بدر کی جنگ زمین پر لڑی گئی نہ کہ عالم ارواح میں اور یہیں آپ کو مدد ملی ـ اسی جنگ بدر میں فرماتا ہے :۔

"اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کو چاہے قوت دیتا ہے" ـ (۳ : ۱۳)

حضرت عیسےٰؑ اسی دنیا میں اپنے حواریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں :۔

"من انصاری الی اللہ"

اور وہاں سے جواب آتا ہے :۔

"نحن انصار اللہ" (۳ : ۵۲)

"اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا"

"اور پہلے سبقت لے جانے والے مہاجرین اور انصار میں سے" (التوبہ ـ ۱۰۰)

انصار نے اسی زمین پر مدینہ میں مہاجرین کی مدد کی عالم ارواح میں

نہیں۔ قرآن کریم میں اور بھی ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں نصرت کا لفظ اسی دنیا میں مدد کے لئے استعمال ہوا ہے۔ آنحضرت صلعم کے ساتھیوں نے دینِ اسلام کے لئے اپنے مالوں۔ جانوں اور علم سے مدد کی۔ رسول کی مدد اس کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کی مدد ہے۔ یہ ایک انوکھا اور عجیب نکتہ آپ نے بیان کیا ہے کہ چونکہ عالمِ ارواح میں امامت کی اس لئے رسولوں کی ارواح کی طرف سے یہ مدد ہوگئی۔ اگر یہی بات تھی تو آنحضرت صلعم کے ساتھیوں کو میدانِ جنگ میں جانے۔ اپنے سر کٹوانے اور مال لٹانے کی کیا ضرورت تھی۔ آنحضرت صلعم تشریف لے جاتے۔ پیغمبروں کی روحیں میدانِ جنگ میں آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کر دیتیں اور فتح ہو جاتی۔ مدد کی ضرورت مشکلات میں اور ان کے دُور کرنے میں ہوتی ہے۔ آسمان پر تو آنحضرت صلعم امن و امان میں تھے وہاں مدد کی نماز کے رنگ میں کیسے ضرورت پڑ گئی۔ کیا نماز پڑھنا اور پڑھانا کوئی ایسا مشکل امر ہے جس میں مدد کی ضرورت ہو۔ تفسیر حضرت ابنِ عباسؓ کی زبان سے بیان کردہ ہی صحیح ہے۔ آپ انکلیں دوڑاتے اور ظن سے کام لیتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ "تمام انبیاءِ کرام مقتدی ہوئے"۔ آپ نے اس میں حضرت عیسےٰ کو مستثنےٰ نہیں رکھا۔ اور ذکر آپ "عالمِ ارواح" میں یہ یہ میثاق لینے کا کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام رُوحوں نے آپؐ کے پیچھے نماز ادا کی اور ان میں حضرت عیسےٰؑ کی رُوح بھی شامل تھی۔ آپ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ باقی انبیاء کی تو رُوحیں تھیں اور حضرت عیسےٰؑ بجسدہ العنصری۔ یا تو سارے بجسدہ العنصری ہوتے چاہئیں یا سب کی ارواح۔ ورنہ ایک کا اپنے جسم کے ساتھ رُوحوں میں شامل ہو کر نماز ادا کرنا خلافِ عقل ہے، اور نہ قرآن شریف اس کی تائید کرتا ہے۔

اس کے ثبوت میں آپ نے ایک حدیث نقل کی ہے :۔

"الانبیاء اخوۃ ............... و انہ نازل فیکم ما عرفوہ"

مجھے اس حدیث پر سو فیصد یقین ہے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپؐ کو سب سے زیادہ قرب عیسےٰؑ بن مریم سے ہے۔ آپؐ کے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ وہ ہم میں نازل ہوگا (میرے نزدیک وہ نازل ہو چکا۔ ناقل) اور اسکو پہچاننا بھی لازم ہے۔ مگر اس سے آگے آپ نے اس کے تعارف کے لئے نشانیاں بیان نہیں کیں کیونکہ وہ آپ کے حق میں نہیں جاتیں۔ لیکن ہم دونوں میں اختلاف یہ ہے کہ آپ اسی عیسےٰؑ بن مریم اسرائیلی نبی کی آمد کے منتظر ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسیح اسی اُمت کا ایک فرد ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے حیاتِ مسیح ثابت کرنے کے لئے میرے ساتھ خط و کتابت شروع کی ہے۔ آپ لفظ پرستی میں مبتلا ہیں اور میں اس کی وہ تاویل کرتا ہوں جو قرآن کریم کے اُصولوں کے متعارض نہیں۔ اور میں اس میں آنحضرت صلعم کی عظمت خیال کرتا ہوں کہ آپؐ کی متابعت میں آپؐ کی اُمت کے ایک فرد میں مسیحائی صفات پیدا ہوں اور وہ آپؐ کے نقشِ قدم پر چل کر آپؐ کی اُمت کی بیماریاں دُور کر کے اسے شفا دے۔

جنابِ عالی! یہ میں نہیں کہتا کہ "تمام انبیاءِ کرام عہد شکنی کے مرتکب ہوئے"۔ یہ اس آیت کے متعلق آپ کی بیان کردہ تفسیر اور آپ کا نظریہ نیابت بیان کر رہا ہے۔ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں کہ تمام انبیاء نے ایمان لانے اور مدد کرنے کے لئے حضرت عیسےٰ کو نیابت سونپ دی۔ یہ آپ کا اپنا مفروضہ ہے۔ میں نے آپ کے اس مفروضہ کو غلط ثابت کیا ہے۔ اور میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ ہر نبی نے اپنی اُمت سے یہ عہد لیا کہ موعود نبی یعنی آنحضرت صلعم کے آنے پر اُن کے ساتھ ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ کون ہوگا۔ کہاں پیدا ہوگا اور کیسا ہوگا اور اس کے زمانے کے حالات کیا ہوں گے۔ یہ باتیں انبیاء کی کتب میں مذکور ہیں۔ اور نسلاً بعد نسلٍ چلتی آرہی ہیں۔ توریت۔ انجیل۔ ویدوں۔ ژنداوستا بُدھ مت کی کتابوں وغیرہ میں یہ سب کچھ موجود ہے۔ انبیاء نے زندہ نہیں رہنا تھا۔ ان کی اُمتوں کی نسلوں نے آگے چلنا تھا اور ان کی کتابوں نے بھی۔ اسی لئے اس آیت میں "لما اتیتکم من کتابٍ وحکمۃ" کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ساتھ ہی "مصدق لما معکم" کے الفاظ ہیں کہ جو نشانیاں اس کی ان کتب میں بیان ہوئی ہیں وہ ان پر پُورا اُترے گا۔ اور تمہاری ان کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ (سوائے ان باتوں کے جو ان میں جان بوجھ کر بدل دی گئی ہوں) :۔

"کیا تم ان سے وہ کہہ دیتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ تمہارے رب کے حضور تم سے جھگڑ سکیں۔"

جھگڑا تو یہود اور مسلمانوں میں اسی بات پر تھا کہ آیا آنحضرت صلعم توریت کی پیشگوئیوں کے مطابق موعود نبی ہیں یا نہ۔ اور یہود ان باتوں کو چھپاتے تھے۔ یہی میثاق نصاریٰ سے بھی لیا گیا۔

" اور اُن سے جو کہتے ہیں ہم نصرانی ہیں ہم نے اُن سے عہد لیا مگر وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے جو انہیں نصیحت کی گئی تھی" (۵ : ۱۴)

پھر سب اہلِ کتاب کو جس میں یہود اور نصاریٰ دونوں شامل ہیں مخاطب کیا گیا ہے :۔

" اے اہلِ کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا ہے وہ بہت کچھ اس میں سے کھول کر بیان کرتا ہے جو تم کتاب سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور اور واضح کرنے والی کتاب آ چکی ہے"

"قد جاءکم رسولنا" کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا وہ رسول جس کے تم منتظر تھے اور جس کے متعلق تم سے عہد لیا گیا تھا وہ آ چکا ہے۔ (۵ : ۱۵) "اے اہلِ کتاب یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے وہ رسولوں کے بند ہو جانے پر تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے (علیٰ فترۃ من الرسل۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے پہلے کے رسولوں کا آنا بند ہو چکا ہے اور اس پر نصاریٰ نے بھی کوئی اعتراض نہیں اُٹھایا کہ نہیں۔ آپ کے بعد حضرت عیسےٰؑ ابنِ مریم پھر تشریف لائیں گے اس لئے رسولوں کا آنا بند نہیں ہوا۔ رسول پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بذریعہ جبرائیل اُترنا اور اس وحی کا کتاب کی شکل میں محفوظ ہونا ضروری ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے بعد وحی نبوت بند ہو چکی ہے۔ حضرت عیسےٰ کا آنحضرت صلعم کے بعد آ کر وحی نبوت سے محروم ہونا ناقابلِ فہم ہے۔ جن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اس آیت میں ہے وہ سلسلہ بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں اور یہی سلسلہ آ کر حضرت عیسےٰؑ پر ختم ہو چکا ہے اور اب نبوت بنی اسماعیل میں چلی گئی۔ اب بنی اسرائیل کے آخری نبی کو آنحضرت صلعم کے بعد لانے کا فلسفہ خلافِ قرآن ہے۔ قرآن اس

کی تصدیق نہیں کرتا۔ آپ ان احادیث کے الفاظ کو جو نزولِ ابنِ مریم کے متعلق بیان ہوئی ہیں ظاہری معنوں پر محمول کرتے ہوئے اسی بنی اسرائیلی نبی کے منتظر ہیں اور میں قرآن کے نظریۂ حیات کے مطابق ان کی تاویل کرکے اسی اُمت کے ایک فرد کو مثیلِ مسیح قرار دیتا ہوں۔ اس زمانے میں حضرت مرزا صاحب نہ سہی کوئی اور بھی آتا تو یہی کہتا کہ مسیح ابنِ مریم فوت ہو گیا ہے اور جس مسیح کے آنے کا وعدہ تھا وہ میں ہی ہوں۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں:

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آپ کا ارشاد ہے:

"ظاہر ہے کہ جب ایک نبی دوسرے نبی کی نیابت اس میں نہیں کر سکتا اور یہ بقول آپ کے دوسرے عہد شکنی ہے تو کوئی اُمتی اس معاملہ میں کسی نبی کی نیابت کیسے کر سکتا ہے اور اس کی نیابت آنجناب کی بارگاہ میں کیسے لائق قبول ہو سکتی ہے۔ گویا آپ نظریہ کے مطابق تمام انبیاء کرام عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔"

## جواب:

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ نبی مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں ہوتا۔ اسے تعلیم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے جو وہ اپنی اُمت کو پہنچاتا ہے۔ نیابت مطاع کی طرف سے مطیع کرتا ہے نہ کہ مطیع کی طرف سے مطاع۔ اختیارات مطاع کی طرف سے مطیع کو سونپے جاتے ہیں نہ کہ مطیع کی طرف سے مطاع کو۔ اور قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں کہ کسی نبی نے اپنی طرف سے دوسرے نبی کو یہ اختیارات سونپے ہوں۔ ہاں حضرت ابنِ عباسؓ کی تفسیر اس پر روشنی ڈالتی ہے کہ یہ میثاق ان کی اُمتوں کے ذریعے لیا گیا۔ جو مطیع تھیں نہ کہ مطاع۔ چونکہ اُمتی مطیع ہوتا ہے اس لئے وہ نیابت کر سکتا ہے:

"اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمت وسطا یا اعلیٰ درجہ کی اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو یعنی ان کے پیشرو ہو اور رسول تم پر گواہ ہو یعنی تمہارا پیشرو ہو۔" (۲: ۱۴۳)

تم رسول کا نمونہ اپناؤ اور پھر لوگوں کے لئے نمونہ بنو۔ رسول کے نقشِ قدم پر چل کر دوسروں کے لئے مثال قائم کرنا ہی رسول کی نیابت ہے۔ اس لئے اُمتی نیابت کر سکتا ہے۔

میں نعوذ باللہ یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ رسولوں نے عہد شکنی کی۔ یہ تو آپ اپنی طرف سے جو تفسیر اس آیت کی بیان کر رہے ہیں اس سے نتیجہ نکلتا ہے۔ آپ قرآن کریم سے بتا دیجئے کہ حضرت عیسیٰؑ دوسرے انبیاء کی طرف سے نیابتہً اور اپنی طرف سے اصالتاً یہ میثاق پورا کریں گے۔ کیونکہ رسول کی طرف سے رسول کی نیابت کا ذکر قرآن میں مجھے نظر نہیں آتا۔

## دسواں شبہ:

"ایک بار تو حضرت عیسیٰؑ پر انجیل اُتر چکی ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم کے متعلق شہادت موجود ہے۔ اب ان پر کوئی دوسری کتاب اترنی چاہیئے، میرے ان الفاظ کا جواب آپ یہ فرماتے ہیں "افسوس ہے اس "اترنی چاہیئے" کی منطق میں نہیں سمجھا۔ کیوں اترنی چاہیئے اس کی ضرورت اور وجہ؟ شاید لفظ "ثمّ" پر نظر نہیں کی گئی۔"

## جواب:

"اترنی چاہیئے" کی منطق آپ کی سمجھ سے اس لئے بالاتر ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے بعد ایک اسرائیلی نبی کو قربِ قیامت تک زندہ رکھ کر واپس لانا اور مُہرِ ختمِ نبوت کو توڑنا چاہتے ہیں۔ کوئی نبی جو ایک بار آ کر گذر گیا ہے نہ اب واپس آ سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی کتاب نازل ہو سکتی ہے۔ اگر وہ آئے گا تو ضرور ہے کہ بابِ وحی نبوت پھر وا ہو اور اسے پھر نئے پیغامات ملیں کیونکہ اب جس زمانہ میں وہ آئے گا وہ اس کے پہلے زمانے سے جس میں وہ آ چکا مختلف ہوگا اور وہ تعلیم جو وہ پہلے لایا بے کار ہوگی۔ اس لئے اس زمانے کو اس کی ضروریات کے مطابق نئی تعلیم کی ضرورت ہوگی اور چونکہ نبی براہِ راست اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی نبوت تعلیم حاصل کرتا ہے جو ایک کتاب میں محفوظ ہوتی ہے اور جیسا کہ پہلے ہوتا آیا ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰؑ پر بھی ایک نئی کتاب اترنا لازمی ہے۔ اور اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آ کر قرآن ہی کی تعلیم دیں گے تو قرآن ایک بار آنحضرت صلعم پر اُتر چکا ہے اس لئے اب اگر وہ قرآن کی تعلیم دیں گے تو آنحضرت صلعم معلم ہوئے اور وہ متعلم۔ آپؐ استاد ہوئے اور حضرت عیسیٰؑ شاگرد۔ آپ مطاع ہوئے اور حضرت عیسیٰ مطیع۔ اور قرآن کریم ایسا کوئی اصول بیان نہیں کرتا کہ ایک نبی دوسرے نبی کا شاگرد اور مطیع ہو سکتا ہے۔ اس پر بحث "اتباع اور اطاعت" کے سلسلہ میں کر آیا ہوں۔

جی "ثمّ" پر میری نظر سرسری نہیں بلکہ بہت گہری پڑی ہے لیکن مجھے بہت افسوس ہے کہ یہ آپ کا "ثمّ" بھی حضرت عیسیٰؑ کو بجائے زندہ رکھنے کے مارتا ہے۔ لفظ "ثمّ" کے بعد جس رسول کے آنے کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلعم ہیں لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آپ اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ لیتے ہیں اور حالانکہ النبیین کے لفظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں گذشتہ انبیاء کا ذکر ہے جن میں حضرت عیسیٰؑ بھی شامل ہیں۔ کیونکہ میں ۵: ۱۴ کے حوالہ سے بتا آیا ہوں کہ یہ میثاق حضرت عیسیٰؑ کی اُمت نصاریٰ سے بھی لیا گیا جو اس کا وہ حصہ بھول گئے جس میں آنحضرت صلعم کا ذکر تھا اور یوں اکثر نے آپ کا انکار کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ رکھنے کے لئے (اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ضد اور تعصب کی وجہ سے) آنحضرت صلعم کو پس پشت ڈالنا پڑے تو ڈال دیتے ہیں۔ یہاں آپ "ثمّ" کے معنی دوبارہ لیتے ہیں حالانکہ یہاں اس کے معنی "اس کے بعد" ہیں۔

مثلاً کسی بشر کے لئے شایاں نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے۔ پھر (یعنی اس کے بعد) وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔" (۳: ۷۹)۔ "اور جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس رات کا وعدہ کیا پھر تم نے اس کے پیچھے بچھڑا بنا لیا اور تم ظالم تھے۔" (۲: ۵۱) یہاں "من بعدہٖ" کا اضافہ کرکے خود ہی "ثمّ" کے معنی بتلا دیئے ہیں۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد۔ اسکی تائید سورۃ طٰہٰ کی آیات ۸۶-۸۷ اور ۸۸ بھی کرتی ہیں۔ یہاں اگر "ثمّ" کے معنی "دوبارہ" لیکر آپ حضرت عیسیٰؑ کو لانا چاہتے ہیں تو پھر یہ عہد آنحضرت صلعم کے متعلق نہیں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہوا اور آپ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ میثاق آنحضرت صلعم کے متعلق ہے اور اسے حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آ کر پورا کریں گے اسلئے "ثمّ" کا اطلاق آنحضرت صلعم پر نہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد پر ہوتا ہے۔ اور

# اَزْوَاجِ مُطَہّرات

(مکرم جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ اسلام آباد)

زمانۂ قدیم میں دنیا بھر کے ہر ملک اور قوم میں عورت کا درجہ کمتر ا جاتا تھا۔ اور اس کو مرد کے لئے عیش و آرام پہنچانا۔ بچے پیدا ا اور گھر کا (اور کئی دفعہ باہر کا ...) کام کاج بھی اس کے فرائض شامل تھا اور بس۔

دنیا کے پہلے مذہبوں۔ مثلاً یہودیت۔ عیسائیت۔ ہندو اور ویدمت بدھ مت وغیرہ میں بھی اس کے حقوق اور حیثیت کی حفاظت نہیں ئی تھی۔ سینٹ پال (جو موجودہ عیسائیت کا بانی ہے) نے تو یہاں کہہ دیا کہ عورت ایک دروازہ ہے جس کے ذریعہ شیطان انسان اندر داخل ہوتا ہے۔ بعض نے اس کی روح نہ ہونے کا بھی ذکر ہے۔ سُقراط اور افلاطون نے بھی اپنے اقوال میں اس تذلیل ہی کی ہے۔ عرب میں بعض خاندانی لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ تے تھے۔ انگلستان میں پندرھویں اور سولھویں صدی تک بیشمار توں کو جادو گرنیاں قرار دے کر زندہ جلا دیا جاتا تھا اور کئی ملکوں اور قوموں میں عورتوں کو ورثے سے محروم کر دیا جاتا۔

بالآخر اللہ تعالےٰ کی رحمت جوش میں آئی اور محمد سول اللہ صلعم کی بعثت ہوئی۔ اور قرآن کریم میں عورت کو مرف اس کا اصل اور صحیح مرتبہ دیا گیا بلکہ دینی رنگ میں مرد کا پلہ بنا دیا۔ آپ سورۃ الاحزاب کا پانچواں رکوع اور ۳۵ ت پڑھیں جہاں مذہبی خوبیوں میں مرد کے ساتھ ساتھ عورت کا بھی ذکر ۔ پھر قرآن کریم نے عورتوں کو وراثت میں بھی حصہ دار بنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ (میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل سے حسن سلوک کرتا ہے)۔

عورت کی ماں کی حیثیت سے اتنی عزت کی کہ فرمایا ت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ پھر فرمایا طلب العلم یضۃ علیٰ کلّ مُسلم و مُسلمۃ (علم کا حاصل کرنا مسلم مرد اور عورت پر فرض ہے) آنحضرت صلعم کا اپنی ازواج سے لوک اور رہن سہن کا ذکر کرنے سے حضورؐ کی عملی گھریلو زندگی اگر تو ہی حضورؐ کی متعدد شادیوں اور ان کی اغراض و مقاصد پر ذکر کرنا مناسب اور حصولِ علم کے لئے ضروری معلوم دیتا ہے۔

## اُمّہات المؤمنین

آنحضرت صلعم کی بیبیوں کی کثرت مخالفین اسلام نے خصوصاً عیسائیوں کو بڑا اعتراض ہے۔ گو انکے ہ پیغمبروں میں بعض کی بیبیوں کی تعداد سو تک یا اس سے بھی ہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے ۲۵ برس تک تجرد کی زندگی بسر کی۔ کسی نے آپؐ کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ لےٰ عنہا ایک شریف اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور ہ تھیں۔ آپ مالدار خاتون تھیں اور تجارت کے سلسلہ میں آپ حضرت محمدؐ (رسالت ملنے سے پہلے) کو اپنے کاروبار شامل کیا تھا۔ پھر ان کی شرافت۔ دیانت اور حسنِ اخلاق سے متاثر ہوئیں کہ چالیس برس کی عمر میں حضرت محمدؐ صاحب سے آپ نکاح کر لیا۔ جبکہ حضورؐ ۲۵ برس کی عمر کے تھے۔ حضرت مرضؓ نے ہر طرح سے آپؐ کو آرام اور سکھ دیا۔ اور انہیں سے آپؐ کی متعدد اولاد بھی ہوئی۔ نبوت ملنے پر حضرت خدیجہؓ ہی آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور آپؐ کی حفاظت کرتی رہیں۔ آخرکار ٦٨ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ جبکہ آنحضرت صلعم کی عمر ۵۳ سال ہو چکی تھی۔

آنحضرت صلعم نے اپنی جوانی بھر ایک بیوی پر اکتفا کر کے اپنی زندگی کی پاکیزگی اور اپنی عصمت کا بیّن ثبوت دیا اور دکھلایا کہ انہیں کس قدر حکومت اور کنٹرول اپنے قوائے شہوانی پر حاصل ہے۔ آپؐ کو حضرت خدیجہ سے بڑی محبت تھی اور آپؐ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ بعد میں آپؐ کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں آپ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لیڈر اور رہبر تھے۔ آپؐ کو کفار مکہ کی مخالفت کا بھی سامنا تھا۔ اور آپؐ اس بات کے متلاشی تھے کہ اچھے اور طاقتور خاندانوں سے تعلق اور رشتہ داری بھی قائم کریں تاکہ ان کی مدد حاصل کر سکیں۔

پھر ہجرتِ مدینہ کے بعد آپؐ کو جنگوں سے بھی سابقہ پڑا اور آپؐ کو مختلف قبائل میں سے اپنے حلیف بھی تلاش کرنے پڑے۔ پھر جو مسلمان جنگوں میں شہید ہو جاتے تھے ان کے اہل و عیال کا بھی خیال رکھنا پڑتا تھا۔ بہت سی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے تھے اور ان کا ذریعہ معاش کوئی نہ تھا۔ پھر آپؐ نبی اور معلمِ دین بھی تھے اور گھریلو زندگی کے معاملات کو اپنے متبعین پر بھی واضح کرنا ضروری تھا۔ اس لئے حضورؐ نے ان مختلف اغراض کے ماتحت وقتاً فوقتاً متعدد شادیاں کیں۔ ان میں صرف حضرت عائشہ (بنت ابوبکرؓ) رضی اللہ عنہا باکرہ حالت میں آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں۔ باقی ازواج سب کی سب بیوہ تھیں۔ جن میں ایک مطلقہ بھی تھی۔

آنحضرت صلعم کے سب کے نکاح سوائے حضرت عائشہؓ اور سودہؓ کے صرف چار پانچ سال کے اندر محدود ہیں۔ یعنی ۳ھ سے ۷ھ تک۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اسلام کے خلاف جنگ و جدال کا سلسلہ جاری تھا۔ اور مردوں کی کمی اور عورتوں کی تعداد بڑھ جانے سے بھی یہ ضرورت پیش آئی کہ مسلم سوسائٹی کو پاک رکھنے کے لئے ایک ایک مرد کئی کئی بیویوں کا (اور اُن کی اولاد کا) متکفل ہو۔ آپؐ کی ازواج میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ مکہ میں۔ حضرت حفصہؓ جنگِ بدر میں بیوہ ہونے کے بعد یعنی ۳ھ۔ حضرت زینب بنت خزیمہ جنگِ احد (۳ھ) میں بیوہ ہونے کے بعد۔

حضرت ام سلمہؓ ۴ھ میں بیوہ ہونے کے بعد۔ حضرت زینب بنت جحش ۵ھ میں مطلقہ ہونے کے بعد۔ حضرت جویریہؓ ۵ھ میں غزوۂ بنی مصطلق میں بیوہ ہو کر۔ حضرت اُم حبیبہؓ حبش میں غالباً ۵ھ یا ٦ھ میں بیوہ ہو کر۔ حضرت صفیہؓ ۷ھ میں غزوہ خیبر میں بیوہ ہونے کے بعد۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ ۷ھ میں (ماریہ اگرچہ ایک لونڈی کی حیثیت سے ملک مصر سے آئی تھیں۔ مگر آنحضرت صلعم نے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ اور انہیں سے آپؐ کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے جو کہ چھ ماہ کی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ماریہؓ پردے میں رہیں اور کوئی شادی نہیں کی اور خلفائے راشدین جو وظیفہ ازواجِ نبیؐ کو دیتے تھے وہی ان کو بھی دیتے تھے۔) میمونہؓ بنت الحارث ۷ھ میں۔ یہ کل تعداد گیارہ بنتی ہے۔ آنحضرت صلعم کی وفات پر نو بیویاں زندہ تھیں۔ جبکہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت

زینبؓ (اُم المساکین) آپؐ کی زندگی میں ہی فوت ہوئی تھیں۔

**ایک غلط بیان** ایک انگریز مؤرخ نے (اغلباً ازراہِ کینہ و تمسخر) کہیں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے سوا جو کہ باکرہ اور خوبصورت تھیں باقی اکثر ازواج مطہرات عمر رسیدہ۔ فربہ۔ بدصورت اور سانولے رنگ والی تھیں۔ اور ایک ان میں لونڈی۔ ایک مطلقہ اور باقی بیوہ تھیں۔ اس سے بڑھ کر ازواج مطہرات کی اور کوئی ہتک نہیں ہو سکتی۔ بدقسمتی سے ہمارے چند ایک مسلمان مفسرین نے یہ ثابت کرنے کو کہ آنحضرت صلعم نے عورتوں کی جوانی اور خوبصورتی دیکھ نکاح نہیں کیا۔ بلکہ ان کی غرض ان خواتین کی شرافت اور نیکی مدِ نظر تھی تا کہ وہ رسُول کے گھر میں آکر اچھا نمونہ قائم کریں اور آنحضرت صلعم کی گھریلو زندگی اور تعلقات زن و شو کے متعلق مسائل کو مسلمان اُمت پر واضح کر سکیں۔ اور شکل و صورت جو بھی وہ تھی۔ ظاہر کرنا یہ مقصود ہے کہ آنحضرت کی شادیاں دینی اغراض کے لئے کی گئی تھیں اور ان میں نفسانی خواہشات کا کوئی دخل نہ تھا۔ مگر یہ بیان صحیح نہیں ہے۔

آنحضرت صلعم کی ایک صحیح حدیث ہے کہ

"تمہاری دُنیا کی چیزوں میں سے دو چیزیں میرے لئے مرغوب بنائی گئی ہیں۔ ایک عورت (یعنی آپؐ کی ازواج اور دوسری خوشبو۔ مگر میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔"

پھر آنحضرت صلعم سے حدیث مروی ہے کہ نکاح سے پہلے ہونے والی بیوی کو دیکھ کر پسند کر لیا کرو، کہ اس میں کوئی نقص تو نہیں ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم نے (اعتراض سے بچنے کے لئے) جان بوجھ کر عمر رسیدہ۔ فربہ۔ بدصورت اور سانولے رنگ کی عورتوں کو اپنے نکاح میں لانے کے لئے نہیں چُنا ہوگا۔ تاکہ وہ گھریلو زندگی اور دینی معاملات کو نبی کریم صلعم سے سُن کر یا دیکھ کر باہر اُمت کے مسلمانوں تک پہنچائیں۔ کیونکہ یہ ڈیوٹی تو شریف۔ قبول صورت اور جوان عورت بھی (جس طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں جن سے بہت سی احادیث مروی ہیں) احسن طریق سے ادا کر سکتی ہے۔

آنحضرت صلعم کی غرض اپنی نفسانی خواہشات کو پُورا کرنا نہ تھا۔ بلکہ اصل مقصد دینی اغراض اور ساتھ کے ساتھ مُسلم سوسائٹی کی مشکلات اور مسائل کو حل کرنا تھا۔ اور اپنی بیویوں سے محبت بھی ان کی دینی اور معاشرتی خوبیوں کی وجہ سے تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"جتنا رشک مجھے خدیجہؓ پر تھا کسی بیوی پر نہ تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلعم نے ان کا ذکر کیا تو مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا کہ وہ بڑھیا تھیں۔ اب اللہ نے آپ کو اُن سے بہتر بیوی دی ہے۔"

یہ سُن کر آپ غصہ ہوئے اور فرمایا:

"نہیں بخدا مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اُس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے میری مال سے مدد کی جب دوسروں نے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد دی۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ نادم ہوئیں اور آئندہ محتاط رہیں۔ حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں آپؐ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی اور ساری جوانی گزار دی۔ ایسی خاتون کو بوڑھی۔ فربہ۔ دانتوں سے محروم وغیرہ کہنا نہ صرف ان کی ہتک ہے بلکہ آنحضرت صلعم کی ہتک ہے۔

پھر حضرت زینب بنت جحش کے متعلق اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ وہ حسینہ جمیلہ تھیں اور آنحضرت صلعم نے ان کو ننگے سر اور ہلکے کپڑوں میں (ان کے گھر اتفاقیہ جانے پر) دیکھا تو وہ پسند آگئیں۔ (نعوذ باللہ) اور آپؐ نے زید بن حارث سے (جو کہ آپؐ کے آزاد کردہ غلام تھے) جو کہ ان کے خاوند تھے ان کو طلاق دلوا کر خود شادی کر لی۔ یہ قصہ اس لئے لغو ہے کہ حضرت زینبؓ آنحضرت صلعم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں اور آپ نے ان کو پہلے کئی دفعہ دیکھا تھا۔ زینبؓ کا بھائی اور خود زینب کی خواہش تھی (یعنی زید سے شادی سے پہلے) کہ آنحضرت صلعم اُن سے شادی کر لیں۔ مگر آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن ثابت سے ان کا نکاح کروا دیا۔ زید کو لوگ زید بن محمدؐ (یعنی آپؐ کا متبنّٰی بیٹا) کہتے تھے۔ زینب قریشیہ تھیں اور زید غلام رہ چکے تھے اس لئے دونوں کی طبیعتیں نہ ملیں اور کھچاؤ پیدا ہوگیا۔ آنحضرت صلعم نے صلح کرانے کی کوشش کی مگر اس میں ناکامی ہوئی اور آخر کار زید نے زینب کو طلاق دے دی۔ (دیکھو سورۃ الاحزاب)۔

اَب متبنّٰی بیٹا بنانا اسلام میں منع ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آنحضرت صلعم کا نکاح زینب سے ہو جائے تاکہ یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے کہ اس قسم کے بیٹے کی کوئی حقیقت نہیں اور اس کی مطلقہ بیوی سے بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اس میں مطلقہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی عیب پیدا ہوتا تھا تو وہ بھی دُور ہو گیا۔

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جویریہ بنت الحارث ایک قبول صورت اور ملیح حسینہ تھیں اور سردار بنو المصطلق کی بیٹی تھیں۔ غزوہ بنی مصطلق کے بعد بیوہ ہو کر لونڈی کی حیثیت سے ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ جویریہ نے اس سے زرِ آزادی کی ادائیگی پر اپنی آزادی کا معاہدہ کر لیا۔ اور آنحضرت صلعم سے مدد چاہی۔ آپؐ نے ان کی قیمت ادا کر کے آپ کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ اس وجہ سے دیگر مسلمانوں نے جویریہ کے قبیلے کے قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا۔ اور وہ مسلمانوں کے حامی ہو گئے۔

اسی طرح جب حضرت ام سلمہؓ جنگِ اُحد کے بعد بیوہ ہو گئیں ان کے پہلے خاوند سے ۲ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ مہاجرہ بھی تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔ ام سلمہ ایک سفید رنگ کی خوبصورت عورت تھیں۔ یہاں تک کہ انکے نکاح کے بعد حضرت عائشہ اپنی لونڈی کے ساتھ چھپ کر ام سلمہ کو (جو کہ ان کی اب سوکن بن گئی تھیں) دیکھنے گئیں کہ آیا ان کے حسن کی شہرت صحیح ہے۔ اُم سلمہ ایک بڑی متقی اور عقلمند خاتون تھیں اور ان سے بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔

حضرت صفیہؓ خیبر کے یہودی سردار حیّ بن اخطب کی بیٹی اور دوسرے یہودی سردار کنانہ بن ربیع کی بیوہ تھیں۔ ان کا خاوند غزوۂ خیبر میں مارا گیا تھا۔ بلال رضؓ ان کو (لونڈی کی حیثیت میں) رسولؐ اللہ کی خدمت میں لائے۔ وہ عالی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آنحضرت نے فرمایا ان کو حفاظت سے رکھا جائے۔ اور ان پر

چادر ڈال دی گئی۔ جس کا مطلب تھا کہ حضورؐ ان سے نکاح فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اب وہ آزاد بیوی تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے اُنہوں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند ان کی گود میں آ گیا ہے۔ سو وہ اَب پُوری ہو گئی۔

سن ۶ ھ میں آنحضرت صلعم نے سلاطین ممالک کو تبلیغی خط لکھے تھے۔ ان میں سے ایک خط حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا (یہ خط بجنسہٖ بعد میں دریافت ہُوا اور اس کی اصل نقل دیکھی جا سکتی ہے) مقوقس نے احترام کے ساتھ لیا۔ اور بعد میں حاطب کے ہاتھ اور تحائف کے ساتھ دو باندیاں (ماریہ قبطیہؓ اور ان کی بہن سیرین) بھی بھیجیں۔ مدینہ آنے سے پہلے ہی حاطب نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں۔ بعد میں آنحضرت صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔ اور ماریہؓ سے آپؐ کے فرزند ابراہیمؑ پیدا ہوئے جو کہ چھ ماہ کی عمر میں ہی فوت ہو گئے۔

ماریہؓ کے متعلق تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ وہ گوری اور خوبصورت تھیں اور قرینِ قیاس بھی ہے کہ مقوقس جو لونڈی آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجے گا وہ کالی کلوٹی جلشن نہیں ہو سکتی جو کہ ہر جگہ بہتات سے موجود تھیں۔ تحفہ تو کسی اچھی اور نایاب چیز کا ہی ہونا چاہیئے۔

ان مندرجہ بالا حالات کو بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی جوانی تو ایک چالیس برس کی بیوہ کی معیت میں گذر گئی۔ پھر جب اور شادیاں بھی کیں تو ۵۴ سال عمر ہو چکی تھی۔ اور وہ شادیاں نعوذ باللہ کسی نفسانی خواہش کے ماتحت نہیں کی گئی تھیں۔ بلکہ ان کے پیچھے کچھ دینی اغراض اور معاشرتی اور مُلکی ضروریات تھیں۔

یہ ازواجِ مطہراتؓ۔ نیکی، تقوےٰ اور خوش اخلاقی اور حُسنِ سلوک میں ممیز اور دینی باتوں کو نبی کریم صلعم سے سُن کر اور دیکھ کر اسے محفوظ کر کے اُمت تک پہنچاتی تھیں۔ پھر ان کی گھریلو زندگی اتنی سادہ کہ بعض دن فاقہ بھی گذر جاتا تھا اور بوریا پر سوتی تھیں اور جو وظیفہ بھی ملتا تھا اس کا ایک حصہ خیرات کر دیتی تھیں۔ بقول جناب الٰہی وہ اُمت کی مائیں تھیں (اسی وجہ سے وہ بعد میں نکاح نہیں کر سکتی تھیں) اور ان کے ہم پر بڑے احسانات ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان پر بے شمار رحمتیں بھیجے۔ وہ اللہ سے راضی ہوئیں اور خُدا تعالےٰ ان سے راضی ہُوا۔ اور آخرت میں نبی کریم صلعم کی معیت ان کو حاصل ہے۔

---

جیسا کہ احباب جانتے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے یہ بستی خالصتاً اپنے مشن و مقاصد۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کے اجتماعی اظہار کے لیے بنائی ہے تاکہ احباب جماعت کے مشترک عمل و مساعی سے ہم اپنی منزل کی طرف گامزن رہیں۔ اور وہ پیغام جو ہم دنیا جہان کو دے رہے ہیں اسکا عملاً بھی مظاہرہ ہو۔ اسی تفہیم کے ماتحت اس دینی بستی کو آباد کیا گیا۔ اور اس کا نام بھی قرآنی آیۃ کریمہ **واللہ یدعوا الی دارالسلام ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم** ۔ کے لفظ دارالسلام پر رکھا گیا تاکہ اس بستی میں لوگ اپنی دنیاوی اغراض و مقاصد کو ایک طرف رکھ کر محض للہ فی اللہ دینی خدمات کو سامنے رکھ کر آئیں۔ نہ صرف خود ہدایت یافتہ ہوں بلکہ دنیا جہاں کو بھی رشد و ہدایت اور صراطِ مستقیم پر چلنے کا قولاً و فعلاً پیغام دیں۔

## اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین ایدہ اللہ تعالےٰ بخیریت ہیں گذشتہ جُمعہ (۱۴/۴/۷۸) آپ نے خود پڑھایا۔ احباب کرام حضرت امیر قوم کی صحت و سلامتی کے لئے دُعا فرماتے رہیں۔ (خطبہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا)

## دارالسّلام کے شب و روز

یہ امر باعث مسّرت ہے کہ انجمن کی تعمیر کردہ احمدیہ بستی دارالسلام لاہور میں احمدی ماحول کی نشو و نما کے لئے حتی الامکان بھرپور مساعی ہو رہی ہیں۔ اس مقصد کے حصول میں احباب بھی تعاون سے کام لے رہے ہیں۔ جامع دارالسلام میں پنجوقتہ نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے علاوہ بعض احباب نماز تہجد بھی پڑھتے ہیں۔ محترم نصیر احمد فاروقی باقاعدگی سے نماز جُمعہ کا خُطبہ دیتے اور نماز کی امامت فرماتے ہیں۔ اپنے خطبات میں جناب فاروقی صاحب موصوف غلبۂ اسلام، استحکام و خدمات جماعت احمدیہ اور قرآنی تعلیمات کی بے نظیری اور سلسلہ احمدیہ کے اثر و نفوذ اور اس کے عقائدِ صحیحہ پر ایمان افروز امور بیان فرماتے ہیں۔ خواتین و احباب سلسلہ کے لئے اجتماعی دُعائیں کی جاتی ہیں۔ بچّوں کی دینی تعلیم و تربیّت کے سلسلہ میں محترم راجہ محمد افضل صاحب کی خدمات لائق قدر ہیں۔ آپ نہایت باقاعدگی، مستعدی اور خلوص و شوق کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

مرکزی انجمن، مقامی جماعت لاہور، تنظیم خواتین احمدیہ، شبان الاحمدیہ بنات الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی مختلف موقعوں پر مجالس و تقاریب کے انعقاد اور اندرون و بیرونِ ملک سے مہمان ملاقاتی حضرات کی آمد سے دارالسّلام میں رونق اور دینی ماحول کا سماں رہتا ہے اور اس طرح احباب کرام کو اپنے دینی بہن بھائیوں سے ملاقات کے بیشتر مواقع میسّر آتے ہیں جن سے باہمی تعلقاتِ محبّت و مؤدّت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں پر ادارہ تعلیم القرآن میں ایک مختصر سی کلاس بھی جاری ہے جس میں بیرونِ مُلک کے تبلیغی طلباء زیرِ تربیت ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید توسیع و اضافہ کی ابھی ضرورت ہے۔

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کی ذات بابرکات اس دینی بستی میں احمدی ماحول کی نشو و نما اور تازگی و تقویت کے لئے مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔ آپ نمازوں کی امامت فرماتے اور دارالسلام کے اہلیان کی رُوحانی صحت کے ساتھ ساتھ ان کی جسمانی صحت کا بھی خیال فرماتے ہیں۔ آپ کی زیرِ نگرانی ایک ڈسپنسری کام کر رہی ہے۔ قدرت نے آپ کو دستِ شفا عطا فرمایا ہے آپ دعاؤں اور دواؤں اور ان کی مشفقانہ دلداری سے مریضوں کا علاج فرماتے ہیں۔

دفتری امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ جماعت و غیر از جماعت سے بھی میل مُلاقات فرماتے اور ان سے دینی، جماعتی اور باہمی دلچسپی کے مختلف اُمور مسائل پر گفتگو جاری رہتی ہے۔ بیشتر لوگ آپ کی ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔ دو دن پہلے پشاور کے دو احباب کے ساتھ لاہور کے ایک معروف اہلِ قلم، جو ایک اعلیٰ معلّم و ادیب اور معروف کتب کے مصنّف ہیں ڈاکٹر صاحب کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان سے سلسلہ احمدیہ کے عقائد و خدماتِ اسلامیہ پر تذکرہ جاری رہا۔ آپ نے معزز مہمان کو بڑے وثوق و ایمان کے ساتھ اس الٰہی سلسلہ کے عقائد اور اس کی عظیم الشان بین الاقوامی خدماتِ دینیہ سے متعارف کروایا۔ اور اس کی انجام کار اپنے مقاصد میں کامیابی کا مژدہ سنایا۔ گھنٹہ بھر کی اس ایمان افروز مُلاقات سے معزز مہمان بہت محظوظ ہوئے۔ اپنا پتہ چھوڑ گئے اور آئندہ بھی روابط قائم رکھنے کی خواہش کا اظہار کر کے رخصت ہوئے۔ م۔ پ

مکتوبِ برلین

# برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ

## یکم دسمبر ۱۹۷۷ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء

(از قلم انچارج برلین مسلم مشن و امام مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس چار ماہ کی مدت کے کے دوران مشن کو سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیغام کو دُور دور تک پہنچانے کے لئے بڑے مواقع بہم پہنچائے۔ جرمنی کے مختلف شہروں سے کئی ایک بڑے بڑے گروپ نیز برلین سے مختلف کلاسوں کے طالب علم مسجد میں آئے اور انہوں نے اسلام پر لیکچر سُنے اور سوالات کرکے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ ریڈیو RIAS پر لیکچر کرنے کا موقعہ ملا جس سے سامعین کا حلقہ لاکھوں افراد تک وسیع ہوگیا۔ الحمد للہ۔

ریڈیو پر لیکچرز اور مسجد میں منعقد ہونے والے اجتماعات کا ذیل میں مختصراً ذکر کرتا ہوں، اُمید ہے احباب جماعت اور قارئین کرام کے لئے مساعی کا یہ ذکر دلچسپی کا باعث ہوگا۔ انشاءاللہ۔

### ۱۔ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یومِ ولادت

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یومِ ولادت ہم نے ۱۸ر فروری بروز ہفتہ منایا۔ احباب جمع ہوئے۔ مسلمان حاضرین نے آپؐ سے اپنی محبت اور اپنے دلی عشق کا اظہار کرتے ہوئے آپؐ پر درود کے الفاظ کو دہرایا۔ قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔ خاکسار نے آپؐ کی ذات بابرکات پر لیکچر دیا۔

مَیں نے آپؐ کی صداقت پر بحث کرتے ہوئے ان تین امور کا خاص طور پر ذکر کیا جو حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں "علاماتُ النبوّۃ فی الاسلام" کے باب کے تحت جمع کئے ہیں۔ یعنی آپؐ کے دستِ مبارک کے مَس سے قلیل چیز کا کثرت میں تبدیل ہو جانا۔ دوسرا آپؐ کی دُعاؤں کا قبول ہو جانا۔ تیسرا آپؐ کی پیشگوئیوں کا پورا ہو جانا۔ اسی سلسلہ میں مَیں نے لیکچر میں کہا:۔ یوں تو آپؐ کی صداقت پر خود قرآن شاہد ہے۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ اور اس کی ایک ایک آیت آپؐ کے منجانب اللہ ہونے پر واضح دلیل ہے۔ نیز قرآن کریم خود بہت سی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے جس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہے۔ لیکن ان حقائق کے باوجود حضرت امام بخاری نے قرآن کریم میں مندرج امور کے علاوہ چند ایسے امور کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے جن کا تعلق آپؐ کی ذات مُبارک سے ہے۔ اور بتایا ہے کس طرح آپؐ کی دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کر گئیں۔ کتنی پیشگوئیاں آپؐ کی پوری ہو گئیں اور کتنی بار کھانے پینے کی چیزیں جو قلیل مقدار میں تھیں آپؐ کے دستِ مبارک کے مَس سے کثرت میں تبدیل ہوگئیں۔

حضرت امام بخاری نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس سوال کے جواب پر روشنی ڈالتے ہوئے مَیں نے بتایا کہ قرآن کریم وحی نبوت پر مشتمل ہے۔ اس کے ذریعہ دین مکمل ہوگیا اور وحی نبوت ختم ہوگئی۔ البتہ قرآن کریم تمام نسلِ انسانی کو ایک ایسا راستہ بتاتا ہے جس پر گامزن ہوکر ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت اپنے آپ کو اخلاقی اور رُوحانی طور پر اتنا DEVELOP کر سکتے اور اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں جہاں اُن کی دعائیں قبول ہو سکتی ہیں اور انہیں مستقبل میں واقع ہونے والے امور کے بارہ میں بذریعہ خواب یا الہام اطلاع مل سکتی ہے۔

دُعاؤں کا قبول ہونا، مستقبل میں وقوع ہونے والی امور کے بارہ میں بذریعہ خواب و الہام اطلاع دیا جانا قرآن کریم میں "ولایت" کے نام سے موسوم ہے۔ قرآن کریم کے نزول کے بعد "وحی نبوت" اگرچہ ختم ہوگئی لیکن قرآن کریم میں سے ولایت کے چشمے پھوٹ پڑے اور ایسے جاری ہو گئے کہ وہ قیامت تک بہتے رہیں گے۔ اور وہ نسلِ انسانی کو ہمیشہ سیراب کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

* "اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور"۔ سورۃ ۲۔ آیت ۲۵۸
* "الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ...... سورۃ ۱۰۔ آیت ۶۳، ۶۴، ۶۵)

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے میں نے کہا ہر مؤمن "ولی اللہ" ہے ہاں البتہ ولایت کے مختلف مدارج ہیں۔ ولایت کا اُونچا درجہ وہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کثرت کے ساتھ مومن سے کلام کرتا ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے خود فرمایا رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اور اس مقام ولایت کا نام آپؐ نے "محدثیت" رکھا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ)

مقام ولایت کے سلسلہ میں مَیں نے حضرت میرزا غلام احمد کی کتاب "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۴ سے صفحہ ۱۹ تک سے بعض اقتباسات پڑھ کر سُنائے۔ جو حاضرین کے لئے بڑی دلچسپی کا موجب ہوئے۔ بالآخر احباب نے ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود پڑھ کر بھیجا۔ اور خدا کے فضل سے یہ مبارک اجتماع بخیر و خوبی سر انجام پایا۔ الحمد للہ۔ بعد میں حاضرین کو چائے پیش کی گئی۔ اور احباب کرام رات گیارہ بجے تک مشن ہاؤس میں بیٹھے رہے اور باہم گفتگو کرتے رہے۔

### ۲۔ ماہِ دسمبر ۱۹۷۷ء میں عیسائی تہوار کرسمس پر تقاریر

دسمبر کے مہینہ میں کرسمس تہوار بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس مہینہ میں عیسائی دوستوں کے جو گروپ مسجد میں آتے اُن کے سامنے حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش اور ان کے عالی مقام کے بارہ میں قرآن کریم کا نظریہ پیش کیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے دن پر بحث کرتے ہوئے بتایا گیا کہ وہ موجودہ سن عیسوی یعنی ۱۹۷۷ء سے سات سال پہلے پیدا ہوئے تھے اس کا اقرار یورپین سکالر نے کیا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں چند ایک ثبوت انہیں پیش کئے گئے۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ حضرت عیسےٰؑ دسمبر کے مہینے میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ وہ ایسے پیدا ہوئے تھے جبکہ فلسطین میں کھجور پک جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

"وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیکِ رطباً جنیا"

عیسائی محققین کی گواہی بھی اس بارہ میں پیش کی گئی۔ انہوں نے اقرار کیا کہ حضرت عیسےٰؑ بحقیقت اکتوبر کے مہینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ موجودہ مہینوں کے نام حضرت عیسےٰؑ کے زمانہ میں مروّج تھے۔ کسی انجیل نویس نے حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش کو بیان کرتے ہوئے مہینہ کا نام نہیں لیا۔ طل

نوٹ: بیرونجات سے موصول ہونے والی مبلّغین کی رپورٹیں من وعن شائع کی جاتی ہیں

البتہ اتنا ضرور کیا کہ حضرت عیسٰےؑ کی پیدائش کے دن بعض چرواہے رات کے وقت اپنی بھیڑوں کے ساتھ کھلی جگہ، کھیتوں میں موجود تھے۔ (لوقا ۲) یہ نقشہ دسمبر کے مہینہ کا نہیں ہو سکتا۔

مزید بتایا کہ :۔

۲۵ دسمبر درحقیقت وہ دن ہے جب سورج کی روشنی پھر سے بڑھنی شروع ہو جاتی ہے ۔ ۲۲ دسمبر کی رات سب سے لمبی رات ہے ۔ سورج پرست قوموں کے ہاں یہ دن "سورج دیوتا کا جنم دن" منایا جاتا تھا۔ پولوس نے سورج پرست قوموں کو عیسائیت کی طرف کھینچنے کے لئے یہ دن حضرت عیسٰےؑ کے جنم کا دن" عیسائیت میں رائج کر دیا۔

## ۳۔ ماہ مارچ ۱۹۷۸ء میں "عیسائی تہوار ایسٹر" پر تقاریر۔

"عیسائی تہوار ایسٹر" کے موقع پر مسجد میں منعقد ہونے والے اجتماعات میں حضرت عیسٰےؑ کے صلیب دیئے جانے کے بارہ میں تقاریر کی گئیں۔ اور مسلمان احباب اور عیسائی دوستوں پر قرآن کریم کا نظریہ واضح کیا گیا۔ آیات یا عیسٰی انی متوفیک (۳:۵۴) وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم (۴:۵۴) کی تفسیر کی گئی اور بتایا گیا کہ یہودیوں نے حضرت عیسٰےؑ کو صلیب پر مار دینے کا منصوبہ بنایا۔ یہ اس لئے کہ وہ حضرت عیسٰےؑ کو جھوٹا نبی اور جھوٹا مسیح خیال کرتے تھے۔ لہذا وہ انہیں توریت میں مندرج سزا دینا چاہتے تھے، اور انہیں ملعون ثابت کرنا چاہتے تھے۔ (توریت پانچویں کتاب باب ۱۸۔ آیت ۲۰ و باب ۲۱ تا ۲۳) لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں بشارت دی کہ یہودی اپنے منصوبے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔

یہ اس لئے کہ وہ سچے نبی اور سچے مسیح ہیں۔ یہودیوں نے انہیں صلیب پر تو چڑھا دیا لیکن وہ حضرت عیسٰےؑ کو صلیب پر نہ مار سکے ۔ وہ بچا لئے گئے۔ اور وہ بعد میں فلسطین سے ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے۔ وہاں سرینگر محلہ خانیار میں ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے اور وہاں دفن کر دیئے گئے۔ اس نظریہ پر کافی سوالات ہوئے۔ مسلمان احباب نے بھی سوالات کئے اور عیسائی دوستوں نے بھی۔ ہر دو اصحاب کے سامنے واضح کیا گیا کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ لہذا حضرت مسیحؑ جو خدا کے نبی تھے آپؐ کے بعد نہیں آ سکتے۔

مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی اسی طرح پوری ہوگئی جس طرح حضرت عیسٰےؑ کے زمانہ میں ایلیا کی آمد ثانی کی پیشگوئی پوری ہوئی یعنی حضرت یحیٰیؑ کی بعثت کے رنگ میں یہاں بھی حضرت عیسٰےؑ خود نہیں آئیں گے بلکہ ان کا مثیل آئے گا۔ اور جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے وہ مسلمان ہوگا۔ اُمتی ہوگا۔ وہ اُمتِ محمدیہؐ کا ایک مجدد ہے۔ جس کا نام میرزا غلام احمد ہے۔ وہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے۔

اس پر ایک عیسائی نے سوال کیا۔ کہ ہمارے عیسائی لٹریچر میں لکھا ہے کہ جب مسیح دوبارہ آئے گا تو دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا اگر میرزا غلام احمد صاحب کی بعثت سے مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی پوری ہوگئی ہے تو دنیا کا خاتمہ ہو جانا چاہیئے تھا۔ جو آج تک نہیں ہوا۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے میں نے عیسائی عالم سے سوال کیا مسیح کی دوبارہ آمد کے فوراً [illegible] دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا یا کچھ وقفہ ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا وقفہ ہوگا۔ میں نے کہا اگر وقفہ ہوگا تو خدا کے نزدیک دو تین سو سال کی مدت بڑا وقفہ نہیں۔

اسی سلسلہ میں ایک جرمن نومسلم منصور نے سوال کیا: یہ نوجوان عرصہ پانچ سال سے یونیورسٹی سٹوڈنٹ ہے اور اس نے میرے ہاتھ پر اس وقت اسلام قبول کیا تھا جبکہ یہ غالباً دسویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ حضرت عیسٰےؑ کے بارہ میں "رافع" کا جو لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ میں نے کہا یہاں رفع سے رفع فی الدرجات مراد ہے۔ لفظ رافع پر بحث کے سلسلہ میں دوسرا سوال یہ کیا گیا کہ حضرت موسٰیؑ کے ذکر میں جو یہ الفاظ آتے ہیں "ورفعنا فوقکم الطور" اس سے کیا مراد ہے؟ کیا خدا نے طور کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں پر رکھ دیا تھا؟

میں نے جواباً کہا: اس سے مراد صرف یہ ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل پہاڑ کے دامن میں کھڑے تھے۔ اور پہاڑ ان سے اونچا تھا۔ اسی سلسلہ میں میں نے صحیح بخاری سے ایک جملہ پیش کیا۔ جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہجرت کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "جب ہم یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ مکہ سے نکلے تو رات بھر چلتے رہے۔ اس سے اگلا دن بھی چلتے رہے، یہاں تک کہ دوپہر آگئی۔ پھر کیا ہوا۔ فرفعت لنا صخرۃ طویلۃ۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی نے لمبی چٹان اٹھا کر ان کے سامنے کر دی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک لمبی چٹان انہیں نظر آئی۔ جو پہلے سے وہاں موجود تھی۔ یہ بحث بھی حاضرین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوئی۔

[صحیح بخاری کتاب المناقب]

## ۴۔ ریڈیو RIAS پر تقاریر اور ان کا متن۔

(۱) پانچ مارچ بروز اتوار میری ایک تقریر مقامی ریڈیو RIAS پر نشر کی گئی ۔ یہ تقریر قریباً تین ہزار جرمن الفاظ پر مشتمل تھی اور قریباً ۱۵ منٹ تک جاری رہی۔ اس تقریر کو میں نے ماہ فروری کے وسط میں لکھا تھا اور اسے ریڈیو کے منتظمین کو بھیجا۔ ۲۷ فروری کو ریڈیو کے سٹوڈیو میں پہنچکر اسے پڑھا اور اپنی آواز کو ضبط کرایا۔ اس تقریر میں میں نے حقوق نسلِ انسانی کے موضوع پر اسلامی نقطۂ نگاہ پیش کیا اور بتایا کہ آج سے چودہ سو سال پیشتر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسلِ انسانی کے حقوق کو قائم کرنے اور اس کی حفاظت میں کیا انقلاب پیدا کیا۔ میں نے آپؐ مبارک زندگی کے بعض واقعات کو بھی بیان کیا کہ آپؐ نے کس طرح نسلِ انسانی کی توقیر اور تکریم کی اور کس طرح سوسائٹی میں کمزور اور ناتوان افراد کے حقوق کی حفاظت کا اعلان کیا۔

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس سلسلہ میں آپؐ کی مبارک زندگی سے جو واقعات ضبط کئے ہیں ان میں سے بعض واقعات کو بطور مثال پیش کیا ۔ یہ تقریر لاکھوں افراد نے سنی اور لاکھوں انسانوں کو آپؐ کی کامیاب جد و جہد کا علم ہوا الحمد للہ۔ ہمارے حلقہ میں سے بعض احباب اور دوستوں نے اس تقریر کو سن کر ٹیلیفون کیا اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اور بعض دوستوں نے دوسرے دن ملاقات کے دوران اس تقریر کا ذکر کیا اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اور بعض احباب نے اسے اپنے ہاں ریکارڈ کیا اور ہفتہ کے روز مسجد میں منعقد ہونے والے اجتماع میں ایک دفعہ پھر حاضرین کو اسے سنایا گیا الحمد للہ

(۲) گذشتہ سال ۱۱ دسمبر کو بھی میری ایک تقریر ریڈیو RIAS پر نشر کی گئی تھی ۔ اس تقریر میں میں نے اسلام کی تعلیمات کی

مخلوق کے در پر۔ چنانچہ بنی نوع انسان کے وقار و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس کو اپنا حقیقی مقام عطا کرنے کے لئے فرمایا اغیر اللّٰہ ابغیکم الٰھًا وھو فضّلکم علی العالمین کہ اے خدا کے بندو! سوچو تو سہی غور تو کرو کیا میں خالق و مالک اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لئے کوئی الگ تھلگ معبود چاہوں حالانکہ اس نے تم کو کائنات کُل کی ساری کی ساری مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔ چنانچہ اب مخلوقِ عالم میں سے وہ کونسی مخلوق ہو سکتی ہے جو تم سے افضل و اکرم ہو اور اس فضیلت و تکریم کے باعث تم اس کی عبادت و پرستش کرو۔ اور اگر تم سمجھو کہ ملائک افضل و اکرم ہیں تو بھی یہ کوئی صحیح بات نہیں ہے ملائک بھی تم سے کم تر ہیں، ان پر بھی تمہاری اطاعت واجب ہے اور وہ تمہاری اطاعت پر مامور ہیں۔ ارشاد باری ہے :۔

واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا۔
کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (بنی نوع انسان) کی فرمانبرداری کرو تو انہوں نے فرمانبرداری کی۔

کائناتِ الٰہیہ میں بنی نوعِ انسان کا یہ مقام و مرتبہ ہو۔ کہ خالقِ کائنات کے بعد وہ مخلوق کا مطاع و معبود ہو۔ کائنات کی ہر ہر شئے اسی کے لئے تسخیر کر دی گئی ہو۔ اس کے باوجود بنی نوع انسان کا اپنا حال یہ ہو کہ وہ اس مخلوق میں سے ایک ایک کو اپنا معبود و مسجود قرار دے لے اور اس کے آگے جھکے تو کیا یہ مقامِ انسانیت کی توہین و تذلیل نہیں ہے۔ بُت پرستی شجر و حجر پرستی، قمر و آفتاب پرستی۔ آب و آگ پرستی، اور آدم پرستی کو اگر ذلیل فعل قرار دیا گیا ہے تو وہ اس لئے کہ اس سے مقامِ انسانیت کی توہین ہوتی ہے، اس فعل سے اجتناب اور اپنے مقام سے آگاہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فکر کو جھنجھوڑا اور فرمایا کہ اتعبدون ما تنحتون واللّٰہ خلقکم وما تعملون — اے عقل کے مارو ذرا سوچو تو جو کچھ تم خود اپنے ہاتھوں تراشتے اور گھڑتے ہو انہی کی پُوجا پاٹ کرنے لگ جاتے ہو، یہ کہاں کی دانائی و بھلائی ہے۔ کسی کی عبادت و پرستش کرنی ہے تو اس کی کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ تمہیں عقل و فہم عطا کیا۔ اور جس نے ان چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جن کو تم توڑ پھوڑ اور کاٹ تراش کر اپنے معبود بنا لیتے ہو۔ یا جن کی طاقتوں اور مظاہروں کو دیکھ کر ان کے آگے سر جُھکا دیتے ہو۔ حالانکہ ان میں یہ طاقتیں اور قدرتیں حقیقی خالق قادر نے ہی رکھی ہیں۔

حضور صلعم نے عبد و معبود کے اس فطری مقام سے روشناس کرا کر انسان کو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر مخلوق الٰہ و معبود کی سجدہ ریزی سے آزاد کر دیا ہے۔ نہ کوئی نبی رسول اس کا معبود ہو سکتا ہے نہ کوئی ولی و فقیر اس کا قاضی الحاجات ہو سکتا۔

اس روشن۔ واضح، فطری اور قدرتی تعلیم الٰہیہ کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ کیا آج کا مسلمان توحید کے اس مقام پر قائم ہے؟ جس پر اسے حضور اکرمؐ دیکھنا چاہتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے اور میری آپ کی اور سب کی آنکھوں دیکھی بات ہے کہ آج کا مسلمان (الا ماشاءاللہ) بظاہر تو اپنی زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں صرف اور صرف اللہ واحد پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ میں عیسائیوں کی طرح مریم و مسیح پرستی نہیں کرتا۔ ہندوؤں کی طرح اصنام پرستی نہیں کرتا اور دیگر لوگوں کی طرح آب و آگ قمر و آفتاب اور حجر و شجر کو نہیں پوجتا، لیکن اس کے سینے میں ہزاروں بُت پوشیدہ ہیں۔ شرک اور مخلوق پرستی کی ایک ظاہری اور عام صورت قبر و مزار پرستی ہے۔ وہ قبروں کو سجدہ کرتا۔ ان کو پکارتا ان سے دُعائیں مانگتا اور ان کو قاضی الحاجات سمجھتا ہے۔ گویا مُسلمان اب بھی زمانۂ جاہلیت کی اس رُوحانی بیماری میں مبتلا ہے جس کے علاج کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

بُت پرستی اور شرک کی اس ظاہری صورت کے علاوہ مسلمان باطنی شرک میں بھی پیش پیش ہے۔ اس نے اپنے دل کے اندر ہزاروں بُت تراش رکھے ہیں۔ جن کا وہ سہارا لیتا ہے اور ان سے اپنی حاجات پُوری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جھوٹی آرزوؤں اور تمناؤں کے بُت ہیں۔ حسد و جلن کے بُت ہیں۔ غیظ و غضب کے بُت ہیں۔ بدخواہی و بدعملی کے بُت ہیں وغیرہم۔ بُت پرستی کا یہ مخفی طریق اور لاشعوری طریق ہے جس سے وہ خود بھی بعض اوقات بے خبر رہتا ہے۔ باطنی اور مخفی شرک کا یہ ایک نہایت باریک و لطیف اور مشکل ترین مضمون ہے۔ حضرت امام زمان علیہ السّلام نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع کو اپنی کُتب میں کئی موقعوں پر بیان فرمایا ہے۔

معزز خواتین! میں عرض کر رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا ہے۔ مخلوق پرستی انسان کے لئے باعثِ ذلت و نکبت ہے۔ مخلوق تو انسان کی اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت گذاری کے لئے پیدا کی اور بنائی گئی ہے۔ انسان کا کام تو یہ ہے کہ ان سے کام لے۔ اس بارے میں قرآن کریم کے مختلف مقامات پر واضح اشارے ملتے ہیں، کہیں ارشاد ہے اللّٰہ الذی سخر لکم البحر (اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے کام پر لگا دیا ہے) کہیں فرمایا سخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ (اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سُورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم سے کام پر لگے ہوئے ہیں)

انسان کو عزّ و شرف عطا کرنے والی خصوصیت اس کی عقل و خرد اور علم و عرفان کا عطیہ الٰہی ہے جو دوسری مخلوق کو عطا نہیں ہُوا۔ انسانی مقام کی رفعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقل و علم کی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہ علمِ کائنات و ماوراء کائنات سے بہرہ ور ہو۔ عرب کے ناخواندہ [illegible] کندۂ ناتراش ماحول میں پہلی وحی جو ایک امّی رسُول پر ہوئی وہ ہے :۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق
اپنے اس ربّ کے نام سے پڑھ جس نے (تمام کائنات کو) پیدا کیا۔

لکھنے پڑھنے کے ساتھ [illegible] ہُوا کہ انسان اشیاء کے مشاہدہ سے اپنے علم و عقل [illegible] دے۔ اور اپنے گرد و پیش پر غور و فکر کرے۔

بعثت نبویؐ کے وقت انسان اپنے آپ کو ہر مخلوق کا مخلوق سمجھتا اور ہر طاقت کا غلام خیال کرتا تھا۔ حضور صلعم نے غیر فطری

غلامی کی ان مصنوعی زنجیروں کو کاٹ ڈالا اور انسانوں کو ان کا آقا اور مطاع بنا دیا۔ اس ذہنی، فکری اور علمی انقلاب نے انسان بالخصوص مسلمانوں کو جہانگیری اور جہانبانی کا عملی درس دیا۔ انہوں نے نہ صرف روحانی رنگ میں عالمِ انسانیت کی رہنمائی کی بلکہ علمی عقلی، فکری مقام پر فائز ہو کر اقوامِ عالم کو متاثر کیا۔ تاریک دُنیا کے ان صاحبانِ علم و عرفان نے روشن دنیا کے تاریک قلب و نظر کو منوّر کیا۔ تعلیم و تحریر چند سالوں میں نہ صرف سارے عرب میں پھیل گئی بلکہ جو ممالک اسلام کے زیرِ اثر آئے وہاں بھی تعلیم عام ہو گئی۔ جگہ جگہ یونیورسٹیاں اور مختلف علوم و فنون کے مراکز قائم ہو گئے۔ علمی و فنی تحقیقات کے دروازے کھل گئے۔

دُنیا نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے انسان کی باطنی اور ظاہری ہر دو صلاحیتوں اور استعدادوں کو ترقی دی۔ جہاں آپ نے ظاہری رنگ میں علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کی ترقی و ترفع کا دروازہ کھولا تو دوسری طرف باطنی اور روحانی قدروں کی نشو و نما بھی کماحقہٗ طور پر کی۔

رُوحانی نقطہ نگاہ میں ایک حیرت انگیز انقلاب حضور صلعم کی تعلیمات کا ایک سنہری باب ہے۔ آپ نے قرآنی تعلیمات کے حوالہ سے فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ انسان کا بچہ پیدائشی پاک ہوتا ہے۔ وہ کسی جگہ کسی وقت کسی زمانے میں کسی خاندان اور کسی قوم و مذہب میں پیدا ہو وہ فطرتاً معصوم ہے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر بچہ فطرت انسانی یا سچے دین پر پیدا ہوتا ہے تاہم اس کے ماں باپ اس کو یہودی۔ عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

فطرۃ اللہ الّتی فطر النّاس علیہا۔ فطرت انسانی فطرت الٰہیہ ہے۔ انسان کے بے گناہ پیدا ہونے کا خیال انسان کے اندر بے گناہ زندگی بسر کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے۔ اگر وہ برائی سے بچتا اور نیک عملی کی زندگی بسر کرتا ہے تو یہ اس کی فطرتِ صحیحہ کا تقاضا ہے۔ اور اگر وہ نیکی چھوڑ کر برائی پر چلتا ہے تو خلافِ فطرت فعل کرتا ہے یہ خیال اس کو گناہ پر غالب آنے میں مدد دیتا ہے۔

صرف یہی نہیں حضور صلعم نے اس سے بھی بلند مقام کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ چنانچہ جہاں آپ نے فرمایا کہ انسان پیدائشی بے گناہ ہے۔ معصوم ہے، فطرتِ الٰہیہ پر قائم ہے۔ اس کی فطرت نیک ہے۔ وہاں آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر مولود ہر انسان کے بچّے میں خدا کی رُوح پھونکی جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

" اذ قال ربّک للملٰٓئکۃ انی خالق بشراً من طین فاذا سوّیتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔

یعنی جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں، سو جب میں اس کی تکمیل کر دوں اور اپنی رُوح اس میں پھونک دوں تو تم اس کے [illegible] داری کرتے ہوئے گر جاؤ "

ظاہر ہے خدا کی جس نفخ [illegible] ہے وہ حیوانی رُوح نہیں ہے جو حیوانات میں پائی جا[illegible] بلکہ یہ وہ رُوح ہے جس کا تعلق خدا کے ساتھ ہے۔

ماموریِن الٰہی، نبی و رسُول اور مجدّد و مصلح لوگ اسی رُوح

کی تطہیر و تنزیہ اور اس کی ترقی و ترفع کے لئے آتے ہیں۔ اس رُوح کی پرورش اور نشو و نما ہی انسان کی غرض و غایت ہے۔ اس میں ہی اس کی روحانی زندگی کی بقاء ہے اور اس کی تہذیب و ترقی سے لقاءِ الٰہی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

اس رُوح کی پرورش، نشو و نما اور تہذیب و ترقی کے اعلیٰ مدارج کا اظہار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیّبہ پر بڑے کھلے طور پر ہوا ہے۔ آپ نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ انسان جب روحانی مدارج کو چھونے لگتا اور اس کے آخری مقام پر پہنچ جاتا ہے تو آسمانوں کی بلندیاں بھی پستیاں بن کر رہ جاتی ہیں۔ حضور صلعم نے اس الٰہی رُوح کی تربیت و تہذیب میں جو کمال حاصل کیا وہ نہ کسی اور سے ہوا اور نہ ہوگا۔ آپؐ انسانِ کامل تھے آپؐ پر معراجِ انسانیت کی تکمیل ہوئی۔

یہ معراجِ انسانیت اور یہ مرتبہ تو کوئی دوسرا انسان حاصل نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کا ہر قول و فعل بنی نوع انسان کی تحریک و ترغیب کے لئے تھا اور اس لئے تھا کہ انسان اس قول و فعل کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے۔ آپؐ انسان تھے اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ انسانوں کے لئے ہی تھا اس لئے آپ کی تعلیم کا مقصد یہی ہے کہ آپؐ کے پاک نمونہ کی تقلید کر کے اس مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جو اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے مختص و مقرر کیا ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکیں۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کے سامنے سر جھکایا جائے اور اس کو معبود سمجھا جائے۔ خواہ وہ ظاہر ہو یا مخفی۔

ہم علم حاصل کریں اور اپنے ارد گرد کی اشیاء پر غور و فکر کریں تاکہ اللہ تعالےٰ نے جن استعدادوں سے ہمیں نوازا ہے اور جن کی بدولت ہم تمام مخلوق پر افضل و اشرف سمجھے جاتے ہیں ان کو حاصل کر کے اپنے حقیقی مقام کی طرف بڑھیں اور ہر روحانی زندگی جس کا وجود اللہ تعالےٰ نے اپنی روح سے نفخ کر کے انسان کے اندر رکھا ہے اس کی نشو و نما کی فکر کریں جو صرف اور صرف فطرتِ صحیحہ پر ہی قائم ہو کر اور وہ کر کی جا سکتی ہے۔

برائی کی راہیں نفس کو محدود کر دیتی ہیں اور اس کی ترقی میں حائل ہو جاتی ہیں۔ میری بزرگ خواتین اور عزیز بہنوں اور بچو! ہم کو ان حقیقتوں کو سمجھنا چاہیئے اور اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ ہم میں کیا کیا کمزوریاں ہیں اور کس طرح ان کی اصلاح ممکن ہے۔ پھر اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے پیارے رسُول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی پاک اور روح پرور تعلیمات پر عمل کریں اور اپنے خالق و مالک کی رضا سے حصّہ پائیں۔

وما توفیقی الّا باللہ۔

---

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــــــ مورخہ ۱۹ر اپریل ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ــــــ شمارہ نمبر ۱۶

احمدیہ جاوید آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ یوم چہارشنبہ ۱۷ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۷۸ء نمبر ۱۷

# ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

## اصل حقیقت دعا کی وہ ہے جس کے ذریعہ خدا اور انسان کے درمیان رابطہ و تعلق بڑھے

ایک معزز دوست کی درخواستِ دعا کے جواب میں فرمایا :-

"ہم آپ کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ آپ بھی اس وقت دعا کیا کریں۔ ایک تو رات کے تین بجے تہجد کے واسطے خوب وقت ہوتا ہے۔ کوئی کیسا ہی ہو تین بجے اُٹھنے [illegible] کے لئے حرج نہیں۔ اور پھر جب اچھی طرح سورج چمک [illegible] تو اس وقت ہم بیت الدعا میں بیٹھتے ہیں۔ یہ دونوں وقت قبولیت کے ہیں۔ نماز میں تکلیف نہیں سادگی کے ساتھ اپنی زبان میں اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعا کریں۔"

پھر فرمایا :-

"ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دعا میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ الصلوٰۃ ھی الدعا الصلوٰۃ مخ العبادۃ۔ یعنی نماز ہی دعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے۔ جب انسان کی دعا محض دنیوی اُمور کے لئے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں۔ لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مدِّ نظر رکھتا ہے اور ادب انکسار تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضاء کا طالب ہوتا ہے تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ اصل حقیقت دعا کی وہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا اور انسان کے درمیان رابطہ و تعلق بڑھے۔ یہی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے اور انسان کو نامعقول باتوں سے ہٹاتی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان رضائے الٰہی کو حاصل کرے اس کے بعد روا ہے کہ انسان اپنی دنیوی ضروریات کے واسطے بھی دعا کرے یہ اس واسطے روا رکھا گیا ہے کہ دنیوی مشکلات بعض دفعہ دینی معاملات میں حارج ہو جاتے ہیں۔ خاص کر خامی اور کچے پنے کے زمانہ میں یہ اُمور ٹھوکر کا موجب بن جاتے ہیں صلوٰۃ کا لفظ پرسوز معنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے ویسی ہی گدازش دعا میں پیدا ہونی چاہیئے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے جیسے موت کی حالت ہوتی ہے تب اس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے"

## نماز میں وساوس پیدا ہونے کی وجہ

"اس کی اصل جڑ [illegible] اور غفلت ہے۔ انسان خدا تعالےٰ کے عذاب سے [illegible] کہ اس میں ہو جاتا ہے تو وساوس ہوتے [illegible] دیکھو [illegible] کے وقت اور کشتی میں بیٹھ کر جب کشتی خوفناک مقام پر پڑ جاتی ہے۔ سب اللہ اللہ کرتے ہیں اور کسی دل میں وساوس پیدا نہیں ہوتے۔"

## مخالفین کی ایذا رسانی کے ذکر پر فرمایا :-

"خدا تعالےٰ کے آگے کسی کا نابود کرنا کچھ مشکل نہیں۔ لیکن جس کی طاقتیں بڑی ہوتی ہیں اس کا حوصلہ بھی بڑا ہوتا ہے لیکن ایسے آدمیوں کا وجود بھی ضروری ہے۔ اعداء کا وجود انبیاء کے واسطے بہت مفید ہوتا ہے۔ قرآن شریف کے جو تیس پارے ہیں۔ ان کے اکثر حصّہ نزول کا سبب اکثر اعداء ہی ہوئے۔ اگر سب ابوبکرؓ کی طرح امنا و صدقنا کہنے والے ہوتے تو چند آیتوں پر سلسلہ ختم ہو جاتا۔ درخت کے واسطے جیسے صاف پانی کی ضرورت ہے ویسے ہی کچھ کھاد کے لئے گندگی کی بھی ضرورت ہے۔ بہت سی آسمانی سرگرمی انہی لوگوں کی شرارت پر منحصر ہے۔ کوئی بھی نہیں جس کے اعداء نہیں ہوئے۔ نبی کے نفس کے واسطے یہ امر بہتر ہے کیونکہ اس طرح اس کی توجہ بڑھتی ہے اور معجزات تائید و نصرت زیادہ ہوتے ہیں اور جماعت کے واسطے بھی مفید ہے کہ وہ پکے ہو جاتے ہیں۔ خدا کو دیر نہیں لگتی کہ لاکھوں کروڑوں کو ایک آن میں تباہ کر دے لیکن ضرورت کے سبب مخالفین کا وجود قائم رکھا جاتا ہے۔ جس شہر میں خاموشی سی ہو اس جگہ جماعت ترقی نہیں پکڑتی۔ خدا کی حکمتوں کو ہر ایک شخص

# نمازِ جُمعہ

(از محترم جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب - اسلام آباد)

قرآن کریم میں اللہ تعالٰے سورۃ الجُمعہ میں فرماتے ہیں:-
"اے لوگو جو ایمان لائے ہو جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے۔ تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی آجاؤ۔ اور کاروبار کو چھوڑ دو - یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو..........." (آیت ۹-۱۰)

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ نماز جمعہ مکہ میں فرض ہوئی - مگر رسول اللہ صلعم نے وہاں جمعہ نہیں پڑھایا - ایک تو مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے - اور نماز جمعہ کے لئے اظہار ضروری ہے - آنحضرت صلعم نے جب مصعب بن عمیر کو انصار کی تعلیم کے لئے بھیجا تو اسے جُمعہ پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

آنحضرت صلعم جب ہجرت کے بعد مدینہ پہنچے تو نماز جمعہ پڑھائی۔ کتنے آدمی ہوں تو جمعہ فرض ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے۔ مگر دو اشخاص سے اگر نماز باجماعت ہو سکتی ہے تو جُمعہ کے لئے بھی دو آدمی کافی ہیں - جُمعہ کی نماز شہر، گاؤں اور جنگل میں بھی پڑھی جا سکتی ہے - اور نمازِ جُمعہ کے بعد بعض لوگ جو نمازِ ظہر کو دہراتے اور اس کو احتیاطی کہتے ہیں تو یہ طریق بالکل آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کے عمل کے برخلاف ہے۔

جُمعہ کا خطبہ وعظ و نصیحت کے لئے ہے۔ اس لئے جہاں عربی مادری زبان نہیں ہے وہاں قرآنی آیات اور منقولہ خطبہ کے بعد وعظ و نصیحت عربی زبان میں کرنا خطبہ کی غرض کو نظر انداز کرنا ہے - لوگوں یا مقتدیوں کی زبان میں وعظ و نصیحت کریں۔ قرآنی آیات میں بیع میں سب قسم کے کاروبار شامل ہیں - اگر نمازِ جمعہ کی پہلی اذان کی آواز نہ بھی سُنی جائے تب بھی وقتِ مقررہ پر کام چھوڑ کر اور اتنا وقفہ دے کر جس میں غسل کریں اور صاف کپڑے پہنے جا سکیں، پھر مسجد میں دوسری اذان سے پہلے ہی پہنچ جائیں تا کہ خطبہ سُن سکیں۔

## جُمعہ کی فضیلت

(۱) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بہترین دن جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے جُمعہ کا دن ہے - اسی روز حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے - اسی دن جنت میں داخل کئے گئے - اسی دن ان کا انتقال ہوا - اور قیامتِ کبرے بھی جُمعہ کے دن قائم ہوگی - جُمعہ کے دن نماز عصر اور غروبِ آفتاب کے درمیان ایک ساعت آتی ہے جس میں دُعا کی قبولیت کی اُمید ہے (ترمذی)

(۲) طارقؓ بن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نماز جُمعہ ہر مُسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنی واجب ہے سوائے پانچ اشخاص کے - غلام پر - عورت پر (اگر وہ پڑھنا چاہے تو باعثِ ثواب ہے) بچہ پر - بیمار پر اور مُسافر پر -

(۳) ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جُمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسجد میں آنے والوں کی حاضری لکھتے ہیں - جو شخص پہلے آیا اور جو بعد میں آیا وہ بعد میں (ثواب کے اعتبار سے) پھر جب امام خُطبہ کے لئے اُٹھتا ہے تو فرشتے اپنے نوشتوں کو لپیٹ لیتے ہیں (بخاری و مُسلم)

اس لئے نمازِ جُمعہ کے خطبہ سننے کو وقت پر پہنچیں - جو نمازِ جُمعہ لاپرواہی سے چھوڑ دیتا ہے۔ وہ منافق لکھا جاتا ہے -

(۴) جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جُمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام خُطبہ پڑھتا ہو - تو چاہیئے کہ وہ شخص دو ہلکی رکعتیں پڑھ لے اور پھر خُطبہ سُنے - (مسلم)

(۵) ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت کو پا لیا اس کی نماز قبول ہوگی - البتہ اس کو دوسری رکعت پڑھ کر نماز کو مکمل کرنا چاہیئے - اور جس شخص کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں وہ ظہر کی نماز پڑھے - (بخاری و مسلم) بعض فقہاء نے نمازِ جمعہ کے خُطبہ کی اہمیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ جس شخص نے نمازِ جُمعہ کا خُطبہ بالکل نہیں سُنا - اس کی نمازِ جُمعہ کی غرض فوت ہوگئی - اور وہ نمازِ ظہر پڑھے -

اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ نمازِ جُمعہ کے خُطبہ کو اتنی اہمیت نہیں دیتے اور لاپرواہی سے خُطبہ کے دوران آتے رہتے ہیں اور بعض تو محروم رہ جاتے ہیں - ایسی نماز کا کیا فائدہ جبکہ حکمِ الٰہی اور حکمِ رسولؐ اس بات پر زور دیتا ہے کہ دوسری اذان سے پہلے ہی پہنچ جاؤ تا کہ پُورا ثواب حاصل کر سکو اور فرشتوں کے نوشتوں میں ان کا نام شامل ہو سکے اور موجبِ ثواب اور حصُولِ رضائے الٰہی ہو -

نماز باجماعت کی بہت فضیلت آئی ہے - اس لئے جو نمازِ جُمعہ کو لاپرواہی سے یا غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں - ان کے دلوں پر (بقول رسول اللہ صلعم) اللہ تعالےٰ مُہر لگا دیتا ہے خصوصًا جبکہ وہ متواتر ایسا فعل کریں اور اپنی اصلاح نہ کریں - ان کے نام منافقین کی الٰہی فہرست میں لکھے جاتے ہیں - اور اس کا مواخذہ تو قیامت کے دن ہوگا - اس سے گریز ممکن نہیں - ابھی اصلاح کا وقت باقی ہے -

جُمعہ کے دن اگر تعطیل کرنی ہے تو کریں - مگر قرآن حکیم کی رُو سے کاروبار پہلے بھی جاری اور نمازِ جمعہ کے بعد میں بھی جاری رہ سکتا ہے - اس کی کوئی قید نہیں - جمعہ کے دن غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا (بلکہ خوشبو تک لگانا) سُنّتِ نبوّی ہے -

جہاں ہماری جماعتِ احمدیہ کے دو اشخاص بھی ہوں - وہاں ان کو کم از کم نمازِ جمعہ کے لئے مل کر عبادت کرنے کا انتظام کرنا چاہیئے - دفتر احمدیہ انجمن لاہور سے اپنے مقامی احمدیوں کے نام اور پتے حاصل کر سکتے ہیں اور پھر کوشش کر کے جُمعہ کے دن مل بیٹھنے اور نمازِ جمعہ باقاعدہ ادا کرنے کا بندوبست ہو سکتا ہے - جہاں ایک ہی احمدی ہو وہاں وہ اپنے گھر کی مستورات اور بچوں کو ساتھ ملا کر نمازِ جمعہ ادا کر سکتے ہیں -

والد صاحب مرحوم (ڈاکٹر بشارت احمد) اور مجھے خود بھی کئی دفعہ ایسا کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے اور اس پر عمل کیا ہے - ثواب کے ساتھ ساتھ گھر کے لوگوں کی دینی تربیت بھی ہوتی رہتی ہے - بعض حالات میں صحت کی خرابی کی وجہ سے بھی ایسے گھریلو انتظامات کرنے پڑ جاتے ہیں - اور آجکل تو مخالف عُلماء کی فتنہ انگیزی سے جو ناموافق حالات مُلک میں پیدا ہو گئے ہیں ان کی وجہ سے بھی یہ خصوصی تجویز قابلِ غور ہے *

یاد دہانی - پیغام صلح کا "مسیح موعودؑ نمبر" مئی کے آخری ہفتہ میں شائع ہوگا - مضمون نگار احباب سے اس خاص نمبر کے لئے اپنے مضامین دس مئی تک بھیجکر مشکور فرمائیں - (ادارہ)

(قسط نمبر ۴)

# مدیر پیغامِ صلح کا جواب
## مولوی محمد یوسف صاحب کے نام
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

### گیارہواں شبہ :-

اس کے تحت آپ نے بڑے لطیف اور فلسفیانہ نکتے بیان فرمائے ہیں۔ جن کا جواب میں ایک ایک کر کے عرض کرتا ہوں۔ آپ کو حضرت عیسےٰؑ کو زندہ رکھنے کے لئے بڑی تشویش ہے اور آپ ہر وہ حیلہ اختیار کرنے کو تیار ہیں جو چاہے خلافِ عقل و تجربہ ہو مگر اس سے کسی نہ کسی طرح عیسےٰؑ کو زندہ رکھنے کا جواز میسر آ جائے۔

میں نے لکھا تھا کہ :-

"یثرب کے نبی معصوم کو جنہیں ساری نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے آپ مدینہ میں مدفون سمجھتے ہیں مگر حضرت عیسےٰؑ کو جنہیں انجیل اور قرآن دونوں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانے والا رسول کہتے ہیں انہیں عرش پر زندہ سلامت سمجھے بیٹھے ہیں۔"

آپ کا اس کے جواب میں سارا اقتباس یہاں نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ میں مختصراً وہ نکات لکھ دیتا ہوں جو آپ نے اس میں اٹھائے ہیں :-

۱۔ "مسلمان حضرت عیسےٰؑ کو عرش پر نہیں بلکہ آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں۔"

۲۔ "کسی کا مدفون اور دوسرے کا زندہ ہونا نہ اول الذکر کی تنقیص کا موجب ہے نہ ثانی الذکر کی فضیلت کا۔"

۳۔ "کسی شخص کا محض آسمان پر ہونا اور دوسرے کا زمین پر ہونا نہ تو اول الذکر کی افضلیت کی دلیل ہے اور نہ مؤخرالذکر کی تنقیص کا موجب ہے۔"

۴۔ "انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں اس لئے جبرائیل کے آسمان پر ہونے سے آنحضرت صلعم کی تنقیص نہیں ہوتی۔ نہ جبرائیل علیہ السلام کا آپ سے افضل ہونا لازم آتا ہے تو حضرت عیسےٰؑ کا وجود کیوں بارِ خاطر ہے۔"

۵۔ "اگر جنّات کے آسمان پر پہنچ جانے سے کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹتا ............... تو ایک حضرت عیسےٰؑ کا نام سن کر ہی کیوں طوفان برپا ہو جاتا ہے۔"

۶۔ "کیا روحیں آسمان پر جانے سے زمین کے تمام باشندوں سے افضل ہو جاتی ہیں۔"

۷۔ جب روحیں آسمان پر جاتی ہیں ........ تو حضرت عیسےٰؑ کا تو لقب ہی رُوح اللہ ہے وہ اگر آسمان پر جائیں اور وہاں رہیں تو اس سے کیوں بدکا جائے۔"

۸۔ "نہ کسی کا زندہ ہونا معیارِ فضیلت ہے نہ آسمان پر ہونا نہ طویل العمر ہونا۔"

### جواب :-

(۱) مسلمان حضرت عیسےٰؑ کو عرش پر نہیں بلکہ آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں :- مجھے اپنے محدود علم اور تھوڑی بہت سوجھ بوجھ کی وجہ سے جو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے عطا کی ہے عرش اور آسمان میں فرق معلوم ہے۔ عرش کا لفظ میں نے آپ کے عقیدہ کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ہی استعمال کیا تھا جس کا ذکر میں بعد میں کروں گا، پہلے لفظ "آسمان" کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ قرآن کریم میں واحد اور جمع کی صورت میں "سما" اور "سمٰوات" کا لفظ بہت سے مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ آپ نے حضرت عیسےٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور اب تک وہاں زندہ رہنے کا عقیدہ قرآن کی دو آیات آلِ عمران ۵۵ اور النساء ۱۵۸ سے اخذ کیا ہے۔ ان دونوں میں الفاظ "رافعك الیّ" اور "بل رفعه الله الیه" استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں "سما" یا "سمٰوات" کے الفاظ نہ ہونے کے باوجود آپ نے "الیّ" اور "الیه" سے مراد یہ لے لی ہے کہ چونکہ اللہ تعالےٰ آسمانوں میں رہتا ہے اس لئے اس نے آسمان پر ہی اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ اس طرح آپ نے اللہ کے لئے ایک سمت اور ٹھکانا مقرر کر لیا ہے حالانکہ آپ کا ایسا کرنا اور کہنا قرآن کریم ہی کی روشنی میں درست نہیں کیونکہ :-

"وہی اللہ اور زمین میں ہے وہ تمہاری چھپی اور ظاہر باتیں جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔"
(الانعام - ۳)

وہی اللہ جب آسمانوں اور زمین میں ہے تو وہ حضرت عیسےٰؑ کو آسمان پر اٹھا کر لے جانے کے بجائے اس زمین پر بھی ان کی حفاظت فرما سکتا تھا۔ کیونکہ آپ کے نظریہ کے مطابق یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ کو مصلوب کیا جانے والا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی مخصوص ٹھکانا نہیں۔ اور وہ ہر جگہ موجود ہے

"ان الله یحول بین المرء و قلبه - اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے۔" (الانفال : ۲۴)

"وھو معکم اینما کنتم - تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔"

"اور ہم اس سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں" (ق - ۱۶)

اللہ تعالےٰ زمان و مکان کی حدود و قیود سے ماوریٰ ہے۔ اس کے لئے نہ کوئی سمت متعین ہو سکتی ہے اور نہ ٹھکانا۔

آسمان کا مطلب آپ نے "سما" سے لیا ہے۔ آیئے دیکھیں قرآن کریم میں یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے :-

"پھر آسمان کی طرف متوجّہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔"
(حٰمٓ السجدہ : ۱۱)

"وارسلنا السماء علیهم مدرارا" (الانعام : ۶)

اگر اس آیت میں سماء کے معنی آسمان لئے جائیں تو پھر معنی یہ کرنے پڑیں گے :-

"اور ہم نے ان پر آسمان زور سے مینہہ برساتا ہوا بھیجا"

لیکن سب جانتے ہیں کہ مینہہ آسمان سے نہیں بادلوں سے برستا ہے جو بلندیوں پر ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں بجائے آسمان کے بادل ہی معنی کرنے پڑیں گے ورنہ اس کا مفہوم نہیں بنتا۔

"یا تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے۔" (بنی اسرائیل - ۹۲)

آسمان ٹکڑے ٹکڑے تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ کوئی ٹھوس چیز ہو۔ سورۃ الملک ۳ میں اس طرح ارشاد ہوا ہے :-

"جس نے سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے اوپر پیدا کیا"

اب اگر "سما" کا مطلب دُھواں یا بادل لیا جائے تو ان کا باہم ایک دوسرے کے اُوپر ہونا زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ بادل اور دھوئیں کو ہوا ادھر اُدھر ہانکتی اور پھیلاتی رہتی ہے۔ اس لئے ان کی شکل و صورت قائم نہیں رہ سکتی اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی عدد استعمال ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سات دُھوئیں یا سات بادل ایک دوسرے کے اُوپر بنائے۔ یہاں سات کا عدد یہ بتاتا ہے کہ کوئی ٹھوس چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف بلندی پر واقع ہیں ان سے نظامِ شمسی کے وہ سیارے ہی لئے جا سکتے ہیں جن میں زمین بھی شامل ہے۔ اب حضرت عیسٰیؑ نہ تو دھوئیں میں ٹھہر سکتے ہیں اور نہ بادل میں، ظاہر ہے وہ کسی سیارے پر ہی اُترے ہوں گے۔ اگر وہ کسی وجہ سے وہاں پہنچ بھی گئے ہوں تو کسی سیارے کا ماحول ایسا نہیں جس میں کوئی انسان زندگی گذار سکے کیونکہ اس کا جسم زمینی ماحول میں رہنے کے لئے بنایا گیا ہے جس کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کرتی ہے:

"ولکم فی الارض مستقر و متاع الٰی حین" (البقرة: ۳۶)

اس میں تمام ذریت آدم مخاطب ہے اور حضرت عیسٰیؑ بھی انہی کی اولاد میں سے تھے خواہ آپ کے نزدیک ان کی پیدائش معجزانہ طور پر بن باپ ہی کیوں نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ آخر کار ان کی والدہ مریم تو بنت آدم تھیں اس لئے حضرت عیسٰیؑ کا مستقر بھی زمین ہی تھی اور یہیں رہ کر انہوں نے فائدہ اُٹھانا تھا۔ الاعراف ۲۴-۲۵ میں اس کی اور بھی وضاحت کر دی گئی ہے:

"اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور سامان ہے۔ کہا اسی میں جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔"

یہاں کوئی ایسی استثنائی صورت بیان نہیں ہوئی کہ حضرت عیسٰیؑ ایک عرصہ تک یہاں رہیں گے پھر آسمان پر اور اس کے بعد پھر زمین پر اتریں گے اور چالیس سال زندہ رہ کر باقی ساری دنیا کے ساتھ ختم ہو جائیں گے۔ کس قدر بعید از قرآن، بعید از عقل و فہم اور بعید از قیاس باتیں آپ محض اس لئے بناتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کو زندہ رکھا جائے۔

عرش کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا تھا کہ آپ "رفعہ اللہ الیہ" سے مطلب آسمان پر اُٹھایا جانا لیتے ہیں۔ اور الیہ کا مطلب "اپنی طرف" ہے۔ یہاں آسمان کا ذکر کہیں نہیں۔ اور چونکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اُٹھایا اس لئے اللہ کا ٹھکانا معلوم کرنا ہوگا کیونکہ حضرت عیسٰیؑ فضا اور خلا میں معلق نہیں رہ سکتے۔ انہیں پاؤں رکھنے کے لئے کوئی جگہ تو ملنی چاہئے۔ قرآن کریم اس سلسلہ میں فرماتا ہے:

"تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ ایام میں پیدا کئے ثم استوٰی علی العرش۔ پھر (یعنی اس کے بعد) وہ عرش پر متمکن ہوا۔"

ظاہر ہے کہ جب خدا عرش پر متمکن ہے تو حضرت عیسٰیؑ کو بھی وہیں اپنی طرف اُٹھانا چاہئے۔ میں آپ سے متفق ہوں کہ آسمان اور ہے اور عرش اور۔ (الاعراف: ۵۴)

ایک اور آیت بھی عرض کرتا جاؤں تو بہتر ہوگا:

"اور یقیناً ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لئے اس کے اندر روزی کے سامان رکھے بہت کم تم شکر کرتے ہو۔" (الاعراف: ۱۰)

اس میں ساری ذریت آدم مخاطب ہے۔ کیا حضرت عیسٰیؑ اس سے باہر ہیں اور اگر نہیں تو وہ کیسے آسمان یا عرش پر جا کر روزی کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

## نکات ۲ و ۳ کا جواب:

(۲) کسی کا مدفون اور دوسرے کا زندہ ہونا اول الذکر (آنحضرت صلعم) کی تنقیص کا موجب ہے نہ ثانی الذکر (حضرت عیسٰیؑ) کی فضیلت کا (۳) کسی شخص کا محض آسمان پر ہونا اور دوسرے کا زمین پر ہونا نہ تو اوّل الذکر (حضرت عیسٰیؑ) کی افضلیت کی دلیل ہے اور نہ مؤخر الذکر (آنحضرت صلعم) کی تنقیص کا موجب۔

محترم! ذرا اپنی تحریر دوبارہ پڑھئے اور سوچئے کہ آپ کیا کہہ گئے ہیں۔ آپ کے نزدیک یہ آنحضرت صلعم کی تنقیص کا موجب ہو نہ ہو لیکن میں اسے آپؐ کے حق میں گوارا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ حضرت عیسٰیؑ کو اللہ کی تعالٰی کی طرف سے انسانوں کے لئے مقرر کردہ قوانین اور اصولوں سے باہر رکھ کر انہیں زمان و مکان کی قیود سے آزاد کرکے ان میں خدائی صفات کے قائل ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

"تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو نہیں بھیجا سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے پس اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ اور ان کے ہم نے ایسے جسم نہ بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے (یعنی ان کے جسم ایسے نہ تھے کہ وہ غیر متغیر ہوں)" (الانبیاء: ۷، ۸)

آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت عیسٰیؑ آنحضرت صلعم سے پہلے تھے، مرد تھے۔ ان پر وحی نازل ہوتی تھی۔ ان کا جسم تھا اور اسے قائم رکھنے کے لئے وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور اس جسم پر ہر لمحہ تغیرات واقع ہوتے تھے۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے کہ وہ کھانا کھاتے تھے تو سورۃ المائدہ کی آیت ۷۵ پر غور فرمائیں جہاں بیان ہوا ہے کہ:

"مسیح ابن مریم صرف رسول ہے اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے اور اس کی ماں صدیقہ تھی، اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے (اور یہ اللہ تعالٰی کی سنت ہے کہ "وہ کھانے کو دیتا ہے اور اسے کھانے کو نہیں دیا جاتا" (الانعام: ۱۵)

اسے اس لئے نہیں دیا جاتا کہ انسانوں کی طرح اس کا جسم نہیں جسے کھانے کی ضرورت ہو۔ اس لئے جب آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر حضرت عیسٰیؑ آسمان پر ہیں۔ وہ انسان ہیں اور ان کا جسم ہے تو قرآن کے مطابق ان کو کھانے کی ضرورت ہے اور اگر وہ نہیں کھاتے تو وہ انسان بھی نہیں اور ان کا جسم بھی نہیں اس لئے یا تو ان کی رُوح آسمان پر ہو سکتی ہے اور یا وہ اللہ تعالٰی کی طرح ان باتوں سے بے نیاز ہیں اور اللہ تعالٰی کے ساتھ شریک فی الصفات ہیں۔ مگر آنحضرت صلعم رسول تھے۔ آپؐ کا جسم بھی تھا اور کھانا بھی کھاتے تھے۔ ساری عمر زمین پر زندہ رہے۔ جسم اطہر میں تغیر بھی واقع ہوا اور فوت ہو کر مدفون بھی ہوئے۔ کیا اس طرح آپ حضرت عیسٰیؑ کو آپؐ سے افضل اور برتر نہیں سمجھتے۔ یہاں زمین میں دفن یا آسمان پر ہونے کا سوال نہیں۔ حضرت عیسٰیؑ کو آپ آنحضرت صلعم پر صفات میں افضل سمجھ رہے ہیں۔ المائدہ کی آیت ۷۵ سے بالکل متصل آیت ۷۶ میں ہے:

"کہہ کیا تم اللہ کے سوائے اس کی عبادت کرتے ہو جس کو نہ تمہارے نقصان کا اختیار ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔"

یہاں بھی حضرت عیسٰیؑ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اوپر ان کے ہی

کھانے کا ذکر ہے۔ یعنی اگر وہ کھانا نہیں کھاتے تو خدا ہوئے اور کھاتے ہیں تو انسان اور انسان کو انسان کی عبادت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ وہ اسکو کوئی نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہاں تو عیسائیوں کو منع کیا گیا تھا کہ حضرت عیسےٰؑ کو خدا اور معبود تصوّر نہ کریں۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس کو اپنا لیا۔

حضرت عیسےٰؑ کے ساتھ ہی آپ کی ماں کا ذکر بھی ہے کہ وہ بھی کھانا کھاتی تھیں۔ اب اگر حضرت مریمؑ فوت ہو گئی ہیں (آپ ان کو زندہ تسلیم نہیں کرتے) تو اسی اُصول کے تحت حضرت عیسےٰؑ بھی فوت ہو گئے ہیں کیونکہ دونوں کے لئے شرط ایک ہی ہے کہ کھانا کھاتے تھے۔ ایک میں اگر یہ شرط پوری ہو گئی ہے تو دوسرے میں بھی پوری ہونی چاہیئے۔

۴۔ "انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں اس لئے جبرائیل کے آسمان پر ہونے سے آنحضرت صلعم کی تنقیص نہیں نہ جبرائیل علیہ السلام کا آپ سے افضل ہونا لازم آتا ہے تو حضرت عیسےٰ کا وجود کیوں بار خاطر ہے"

مولٰنا اگر قرآن کریم آپ کی اس [illegible] تائید ہو تو مجھے حضرت عیسےٰؑ کے آسمان پر جانے سے کیوں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن یہاں تنقیص اور فضیلت کا ذکر فرشتوں اور انبیاء کے ذکر میں نہیں ہوا بلکہ دو انسان رسُولوں کے ضمن میں ہوا ہے۔ آپ نے اپنی اس دلیل کی تائید میں کہ فرشتے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل نہیں ہوتے قرآن کریم کی کوئی آیت پیش نہیں کی اس کے برعکس رسُولوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر اس طرح آیا ہے :۔

"یہ وہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔" (البقرہ : ۲۵۳)

اس سے قبل کی آیت ۲۵۲ ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے "اور یقیناً تو رسُلوں میں سے ہے۔" اس لئے آنحضرت صلعم کو باقی رسولوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ آپ پہلے قومی رسولوں کے آخر میں ایک بین الاقوامی اور ساری انسانیت کے لئے رسُول بن کر تشریف لائے۔ افضلیت اور تقابل کا سوال دو ہم نوع چیزوں میں پیدا ہوتا ہے اور افضلیت بعض صفات اور خصوصیات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ چونکہ فرشتے اور انسان دو مختلف نوع ہستیاں ہیں اس لئے وہ مختلف خصوصیات اور صفات کی حامل ہیں۔ ان میں تقابل اور افضلیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت عیسےٰؑ اور آنحضرت صلعم انسان اور رسول ہونے کی وجہ سے ایک ہی صنف سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے افضلیت کا سوال ان دونوں میں پیدا ہوتا ہے فرشتوں اور انبیاء میں نہیں۔ اور میں یہ عرض کر آیا ہوں کہ آپ حضرت عیسےٰؑ کو انسانی جسم کے ساتھ آسمان پر بٹھا کر انہیں تمام انسانی ضروریات سے بے نیاز اور ناقابلِ تغیر ہستی بنا رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم انہیں ان تمام ضروریات کا محتاج سمجھتا ہے جو ایک انسان کو لاحق ہو سکتی ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی صفت ہے کہ "اَللّٰہُ الصَّمَد" اللہ ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے۔ اس لئے حضرت عیسےٰؑ کو خدائی صفات سے متصف کرتے آپ [illegible] پر فضیلت دے رہے ہیں کیونکہ آپؑ کے جسم میں [illegible] ان تغیر واقع ہوا [illegible] کی وفات طبعی طور پر واقع ہوئی اور مدینہ میں مدفون [illegible] فرشتوں کا کیا تعلق۔

۵۔ "اگر جنات کے آسمان پر جانے سے کوئی بگاڑ نہیں [illegible] ․․․․․․․․․․ تو ایک حضرت عیسےٰؑ کا نام سن کر ہی کیوں طوفان برپا ہو جاتا ہے۔"

آپ کے لئے شاید کوئی انقلاب نہ واقع ہوتا ہو میرے لئے تو زمین اور آسمان زیر و زبر ہو جاتے ہیں کیونکہ میری نگاہ میں آنحضرت صلعم کا جو مقام ہے وہ مجھے یہ باور کرانے میں مانع ہے کہ حضرت عیسےٰؑ تو خدائی صفات کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہوں اور جو کل دُنیا کے لئے قیامت تک کے لئے نبی اور رسُول بن کر آئے وہ زمین میں مدفون ہوں۔

مولٰنا! ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ کونسی آیت ہے جس کے یہ معنی آپ نے کئے ہیں کہ جن بھی آسمان پر جاتے ہیں۔ حضرت عیسےٰؑ نہ فرشتہ ہیں اور نہ جن بلکہ ایک بشر رسول ہیں اور یہ میں اُوپر عرض کر آیا ہوں کہ آپ فرشتے یا جن اور انسان کا ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے (الاعراف : ۱۲) یہاں لفظ "ابلیس" ہے۔ ابلیس ہی کو دوسری جگہ شیطان بتایا ہے (البقرہ : ۳۴-۳۶) اور انسانوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے (الاعراف : ۱۲)۔ آگ اور مٹی ایک ہی نوع سے تعلق نہیں رکھتے اس لئے ان میں ایک دوسرے پر فضیلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ مقابلہ ہو سکتا ہے۔ دوسری جگہ الحجر : ۲۷ میں ہے :۔

"اور جنوں کو ہم نے اس سے پہلے تیز آگ سے پیدا کیا"

الرّحمٰن : ۱۴، ۱۵ میں ہے :۔

"خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔"

اس نے انسان کو ٹھیکری جیسی سُوکھی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

اس طرح ناری اور خاکی مخلوق میں ایک دوسرے پر فضیلت کے لئے کونسی قدرِ مشترک ہو سکتی ہے۔

۶۔ "کیا رُوحیں آسمان پر جانے سے زمین کے تمام باشندوں سے افضل ہوتی ہیں ․․․․․․․․․․ جب رُوحیں آسمان پر جاتی ہیں ․․․․․․․․․․ تو حضرت کا تو لقب ہی رُوح اللہ ہے وہ اگر آسمان پر جائیں اور وہاں رہیں تو کیوں بدکا جائے۔"

مولٰنا آپ بڑے بڑے دقیق۔ لطیف اور باریک نکتے اُٹھا رہے ہیں ماشاء اللہ۔ مجھے آپ کی اس نکتہ آفرینی۔ نکتہ سنجی، نکتہ دانی اور نکتہ چینی پر رشک آتا ہے۔ مجھے [illegible] تو کہیں "رُوح اللہ" کا لفظ نظر نہیں آیا البتہ "وَرُوحٌ مِّنْهُ" ضرور ہے۔ یعنی اس کی طرف سے روح۔" یہ رُوح اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہر انسان میں ہے۔ "وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي" "اور جب میں اس میں اپنی روح پھونکوں" (الحجر : ۲۹) اور اسی رُوح سے اس کی زندگی قائم ہے جب یہ رُوح نکل جاتی ہے تو پیچھے ایک بے جان لاشہ رہ جاتا ہے جسے سپرد خاک کر دیا جاتا ہے۔ اور یہی آسمانوں میں جاتی ہے۔ جسم اس کے ساتھ نہیں جاتا۔ اس طرح تو آنحضرت صلعم کی روح مبارکہ بھی آسمانوں میں سب سے بلند مقام پر ہے لیکن آپؐ کا جسم اطہر مدینہ میں مدفون ہے۔ اگر "روح اللہ" سے مراد آپ یہ لیتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ کا کوئی جسم نہ تھا وہ محض رُوح ہی رُوح تھے تو یہ تاریخی طور پر غلط ہے۔ اگر آپ حضرت عیسےٰؑ کی رُوح کو آسمان پر [illegible] تو میں آپ سے بالکل متفق ہوں لیکن یہ ناممکن ہے کہ باقی لوگوں کی روحیں اُوپر جائیں لیکن حضرت عیسےٰؑ کا جسم بھی ساتھ ہی جائے۔ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسےٰؑ اپنے آپ کو "عبد اللہ" کہتے ہیں۔

"عیسےٰؑ نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور
مجھے نبی بنایا۔ اور مجھے برکت والا بنایا جہاں کہیں میں
رہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں
زندہ رہوں اور اپنی ماں سے نیکی کرنے والا اور اس نے
مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا" (مریم: ۳۰ تا ۳۲)

ان آیات کے الفاظ پر غور فرمائیے۔ آپ کو نماز۔ زکوٰۃ اور ماں سے نیکی کرنے کا حکم ہے جب تک وہ زندہ رہیں۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ اب تک زندہ ہیں اس لئے انہیں نماز بھی پڑھنی چاہیئے زکوٰۃ بھی دینی چاہیئے اور اپنی ماں سے نیکی بھی کرنی چاہیئے۔ میں یہ وقتی طور پر تسلیم کر لیتا ہوں کہ وہ آسمان پر نماز پڑھتے ہوں گے لیکن زکوٰۃ کیا فرشتوں کو دیتے ہوں گے جنہیں اس کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ زکوٰۃ تو انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہے۔ اور اگر نہیں دیتے تو وہ اللہ تعالےٰ کی حکم عدولی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

چلئے اسے بھی رہنے دیجئے لیکن آگے تو ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی حکم ہے۔ پھر آپ کی والدہ کو بھی آسمان پر زندہ ہونا چاہیئے تاکہ وہ ان سے نیکی کر سکیں مگر ان کی والدہ کے آسمان پر جانے کو آپ بھی نہیں مانتے۔ اس طرح آسمان پر رہنے میں اللہ تعالےٰ کے سارے احکامات کی حکم عدولی ہوتی ہے۔ لیکن ایک نبی کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ یہی باتیں حضرت عیسےٰؑ کے آسمان پر جانے کو روکتی ہیں۔ آپ جب تک زمین پر زندہ رہے یہ احکام بجا لاتے رہے "ما دمت حیا" کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں اور میں الاعراف ۲۴ اور ۲۵ کے حوالے سے عرض کر آیا ہوں، انسانوں کا ٹھکانا اسی زمین میں ہے اور یہیں ان کی زندگی کا سامان ہے وہ اسی میں زندہ رہیں گے اور اسی میں مریں گے اور اسی سے نکالے جائیں گے۔ اس لئے حضرت عیسےٰؑ بحیثیت انسان یہیں جیئے۔ یہیں نماز، زکوٰۃ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے کے احکام بجا لاتے رہے اور یہیں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ یہی اللہ تعالےٰ کا قانون ہے۔ اور اگر وہ آسمان پر ہیں اور زندہ ہیں تو وہ یہ احکام بجا نہ لا کر اللہ تعالےٰ کی حکم عدولی کے مرتکب ہوئے جو ایک نبی کی شان کے شایان نہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اگر وہ پھر آئیں گے تو نماز اس طرح پڑھیں گے جس طرح آنحضرت صلعم نے سکھائی۔ زکوٰۃ اس طرح دیں گے جس طرح آنحضرت صلعم نے حکم دیا۔ اس کے تحت وہ آپ کے مطیع ہو گئے جو ممکن نہیں۔ لیکن ان میں سے ایک حکم وہ پھر بھی پورا نہ کر سکیں گے کیونکہ ان کی ماں زندہ نہیں ہوگی۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

"نیک روحوں کے اعلےٰ علیین پر جانے کا عقیدہ کس کو معلوم نہیں۔"

میرے نزدیک حضرت عیسےٰؑ کی روح نیک تھی اس لئے وہ اب اعلیٰ علیین میں سے ہے اور آپ کا جسم اسی زمین میں مدفون ہے۔

جو بات آپ نے ضمناً فرمائی ہے اس کا بھی آپ کو جواب دے دوں تو بہتر ہوگا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں فرشتوں۔ روحوں، جنوں اور انسانوں میں بڑا فرق ہے۔ انسان کا ایک جسم ہوتا ہے لیکن اول الذکر غیر مرئی ہستیاں ہیں۔ انسانوں کو ہم زمین پر چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، پہنتا جانتا اور کام کاج کرتا دیکھتے ہیں۔ لیکن فرشتوں، روحوں اور جنوں کو ایسا کرتے نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت عیسےٰؑ انسان تھے۔ جب ایک انسان کو آپ دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں تو وہ تمام حاجات انسانی سے بے نیاز ہے اور یہ خدا کی صفت ہے۔ اس لئے آپ اس میں خدائی صفات کے قائل ہیں۔ عیسائی بھی حضرت عیسےٰؑ کو خدا مانتے ہیں اگرچہ اب ان کا عقیدہ بھی خود ان کے پادریوں کے ہاتھوں پاش پاش ہو رہا ہے لیکن آپ ان سے دو ہاتھ آگے بڑھ کر قائل ہیں۔ پادری اب ان کو انسان سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ بھی ترک کر رہے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے تھے۔ آپ کو یہ دیکھنا ہو تو فروری کے رسالہ TIME میں دیکھ لیجئے لیکن ان کے مقابلے میں آپ اب بھی ان کو زندہ رکھ رہے ہیں آپ ان سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ عیسائی مذہب کے بنیادی عقائد پر کس نے تبر چلایا جس کی وجہ سے آج وہ خود ہی اس سے رجوع کر رہے ہیں یہ ہے کسر صلیب کا نظارہ۔ پھر میں کیسے عیسائیت کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو سکتا ہوں۔ یہ تو آپ متاثر ہیں کہ جس عقیدہ کو عیسائی خود ترک کر رہے ہیں اسے آپ نے گلے کا ہار بنایا ہوا ہے۔

آپ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی طویل عمروں کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے:۔

"کیا اس سے یہ استدلال کرنا صحیح ہوگا کہ یہ دونوں حضرات ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے؟"

اگر آپ میرے خط کی عبارت کو سطحی نظر سے نہ دیکھتے اور ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو آپ پر بخوبی واضح ہو جاتا کہ میں نے عمر کی طوالت یا کوتاہی کو معیار فضیلت یا قرار دیا ہے اور اس پہ میں اس خط میں بھی کافی لکھ چکا ہوں۔ اگر حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کی طبعی عمریں اتنی ہی طویل تھیں جتنی آپ نے بیان کی ہیں تو تب بھی وہ اسی زمین پر رہے۔ یہیں اپنے مشن کی تبلیغ کی اور اپنی طبعی عمر پا کر یہیں فوت ہوئے اور اسی میں دفن ہو گئے کیونکہ وہ انسان تھے اور انسان کا مستقر اور ٹھکانا یہی زمین ہے۔

اگر حضرت عیسےٰؑ بھی بحیثیت انسان اللہ تعالےٰ کے قانون کے مطابق جو باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی حاوی تھا اسی زمین میں آج تک کیا بلکہ قیامت تک زندہ رہتے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ لیکن آپ نے انہیں آسمان پر چڑھا کر اتنی طویل عمر عطا کر دی ہے کہ وہ کہیں قرب قیامت ہی وہاں سے اتریں گے۔ اور قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں کہ کب واقع ہو۔ اب ان کا ماحول زمینی سے آسمانی ہو گیا ہے۔ لیکن تجربہ شاہد ہے کہ کہ اسی زمین پر جب انسان کا ماحول خشکی سے پانی میں بدل جاتا ہے تو وہ پانی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ آسمان کا ماحول زمین کے ماحول سے بالکل مختلف ہے وہاں یہ جسم جو زمین پر خشکی کے ماحول کے مطابق بنایا گیا ہے زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ قرآن یہی کہتا ہے کہ:۔

"تم اسی میں زندہ رہو گے۔ اسی میں مرو گے اور اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔"

اس لئے حضرت عیسےٰؑ آسمان پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر آپ ان کو زندہ مانتے ہیں تو ان میں انسانی نہیں خدائی صفات مانتے ہیں اور یہی صفات اور خصوصیات ہوتی ہیں جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے ممیز کرتی اور افضل قرار دیتی ہیں۔ اگر آپ عمر کی طوالت کو ہی یہ معیار قرار دیتے ہیں اور میرے الفاظ سے یہی مفہوم اخذ کرتے ہیں تو پھر تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین آنحضرت صلعم سے نعوذ باللہ افضل تھے یا آپ اب تک زندہ ہیں تو آپ سے نعوذ باللہ افضل ہیں۔ آپ جان چھڑانے کی کوشش نہ کریں۔ آپ قرآن کریم سے کوئی ایسی آیت نکال کر دکھائیں جو حضرت عیسےٰؑ کو ... تمام قوانین قدرت سے مستثنےٰ قرار دیتی ہے اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور اب تک وہیں زندہ سلامت بیٹھے ...

# خدا تعالیٰ اور آخرت پر حتمی ایمان مامورین و مجددین زمانہ کا عظیم کارنامہ ہے۔

## حضرت بانی سلسلہ مسیح موعودؑ کی زندگی کے چند ایمان افروز واقعات۔

## جہاد اشاعت و تبلیغ زمانہ کی ترقی، جماعت احمدیہ کے ایمان و عمل صالحہ کے اعلیٰ نصب العین کے حصول پر منحصر ہے۔

**خطبہ جمعہ: مؤرخہ ۷ اپریل ۱۹۷۸ء فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب — جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور**

لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکن البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتاب والنّبیّٖن........ و اولٰئک ھم المتّقون — (سورۃ البقرہ : ۱۷۷)

(مرتبہ: مولوی شفقت رسول خان)

تلاوت کر کے فرمایا: ان آیات قرآنی میں کامل مؤمن کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ قرآن حکیم فرماتا ہے یہ کوئی بڑی نیکی نہیں ہے کہ نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا جائے۔ بلکہ حقیقی نیکی ان صفات کے اپنانے میں ہی ہے جو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کے نتیجہ میں اُجاگر ہونا ضروری ہیں۔ خدا کے تمام فرشتوں جملہ انبیاء پر ایمان لانا اور خدا کی محبت میں اپنے مالوں کو، عزیزو اقرباء، مسکینوں اور مسافروں پر بانشراح صدر خرچ کرنا۔ نماز قائم کرنا ان اعلیٰ صفات انسانیہ پر دوام۔ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنا۔ خود ایفائے عہد کرنا۔ خدا کے راستہ میں جنگ کرنا مخالفوں کی طرف سے وارد ہونے والے دیگر مصائب اور قضا و قدر کی تکالیف پہنچنے پر کامل صبر و استقلال اور رضائے الٰہی پر اپنی خوشنودی کا اظہار کرنا اور راہ حق میں ثابت قدمی۔ ایسی صفات والے اصحاب ہی متقی ہیں۔

### مامورین الٰہی کے وقت مؤمنوں اور مخالفوں کے دو گروہ

جب کبھی خدا اپنا کوئی مامور یا مصلح وقت کھڑا کرتا ہے تو اس وقت انسانوں کے دو گروہ بن جاتے ہیں۔ ایک نہ ماننے والے اور دوسرے وہ جو مامور کا ساتھ دینے والے ہوتے ہیں۔ مامورین جو اصلاح کرنے آتے ہیں اس کی بنا خدا و آخرت پر ایمان ہی ہے اس لئے وہ اللہ اور آخرت پر ایمان کو کامل اور پختہ کرنے آتے ہیں جس کے نتیجہ میں پھر انسانوں میں وہ صفات پیدا ہو جایا کرتی ہیں جن کا آیات بالا میں ذکر ہوا ہے۔

مامورین خدا خود ان صفات کا کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ اور حسب الاستطاعت پھر اپنے ساتھیوں میں بھی یہی خوبیاں پیدا کرتے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ محض خوبصورت باتیں ہی نہیں کیا کرتے یا صرف اچھی باتیں لکھنے پر اکتفا نہیں کرتے کیونکہ محض قیل و قال سے دنیا میں کوئی انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انقلاب کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے کہ زندگیوں کے دھارے بدل کر نئی زندگیاں پیدا کر دی جائیں۔ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتّٰی تاتیھم البیّنۃ رسول من اللہ یتلوا صحفًا مطھرۃ فیھا کتب قیّمۃ (البیّنۃ: ۱-۳) یعنی کفار اور مشرکین بدیوں سے پاک اور نفسانی غلامی سے آزاد نہ ہو سکتے تھے جب تک ان کے پاس واضح دلیل اور روشن مثال و نمونہ نہ ہوتا اور وہ دلیل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ با برکات ہے۔

اس کفر و شرک کی ناپاکی سے صفائی و پاکیزگی اس رسول کے مقدس وجود سے ہوئی جو ان پر پاکیزہ نوشتے پڑھتا ہے۔ ان نوشتوں میں ایسی کتب شامل ہیں جو انسان کو قیام و ثبات بخشتی ہیں اور ان کو علیٰ وجہ البصیرت ایمان عطا کرتی ہیں۔ اور وہ اپنے اندر ایسے اوصاف اور خوبیاں پیدا کر لیتا ہے کہ وہ پھر کبھی کفر و شرک کی دلدل میں نہیں پھنس سکتا۔ جیسے کفار و مشرکین مکہ جو صدیوں سے جہالت کی تاریکیوں میں غرق ہو چکے تھے اس رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی روشنی سے مستفید ہو کر ظلمت کفر کی شب سیاہ سے نکل کر توحید الٰہی کی روشن راہ پر چل پڑے۔ اسی مضمون کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے زیادہ وضاحت سے ان آیات بیّنات میں بیان فرمایا ہے:-

ھو الذی بعث فی الامّیّٖن رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکّیھم و یعلّمھم الکتاب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (الجمعۃ: ۲)

اس آیت میں رسول کے تین کام بیان کئے گئے ہیں (۱) ان پر آیات پڑھتا ہے (۲) ان کا تزکیہ کرتا ہے (۳) ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی وہ محض ان کو آیات سنانے پر ہی بس نہیں کر دیتا بلکہ اپنے عملی نمونہ سے ان کا تزکیہ نفس کر کے ان پر قرآن پاک کے معارف اور حکمت کے راز کھولتا ہے جس کی وجہ سے وہ گمراہی سے نکل کر نہ صرف روشنی میں آ جاتے ہیں بلکہ وہ خود بھی دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بن جاتے ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید سچائی اور حقیقت ہے کہ کسی عمدہ اصول اور اچھی بات کی محض تشہیر اور نشر و اشاعت ہی بار آور اور مثمر بہ ثمرات حسنہ نہیں ہو سکتی جب تک ایک جماعت ان اچھے اصولوں پر خود عامل ہو کر نمونہ بن کر کھڑی نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پاکیزہ اصولوں کی نشر و اشاعت ہی نہیں فرمائی بلکہ اپنے ٹھوس عملی نمونہ کے ذریعہ ایک جماعت پیدا کی جس سے اسلام کی سچائی کا شہرہ چار دانگِ عالم میں پھیل گیا۔ یہ زمانہ پہلے سے کہیں زیادہ جہاد بالعلم والقلم کا ہے۔ لیکن یہ جہاد اُسی وقت کامیابی سے ہمکنار ہوگا جب ایک جماعت ان حکیمانہ اصولوں کی اشاعت کے علاوہ ان پر خود عامل ہو کر ایک نمونہ بن کر دنیا میں نورِ اسلام پھیلانے کا موجب ہوگی۔

ہمارے مسلمان غیر احمدی علماء بھول گئے ہیں کہ جس تلوار سے دینِ اسلام پھیلا وہ حقیقتاً اخلاقِ حسنہ نبویؐ اور صحابہؓ کی تلوار

تھی نہ کہ صرف لوہے کی۔ جس تلوار سے اسلام کو تمام ادیان پر فتح و غلبہ حاصل ہوا، وہ حضور صلعم کی اخلاقِ حسنہ کی تلوار تھی۔ لوہے کی تلوار تو محض اپنی حفاظت خود اختیاری کے لئے اُٹھائی گئی تھی۔ نہ کہ دشمن کو اپنا دین منوانے کے لئے۔

ابتدائی اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے خواہ بحیثیت فاتح اور خواہ بحیثیت تاجر یا روحانی پیشوا وہاں کے لوگوں نے دینِ اسلام کا بلند اخلاقی نمونہ دیکھ کر اسے قبول کیا تھا۔ جماعت احمدیہ کی ترقی کا راز بھی یہی ہوا کہ ہم سے قبل کے لوگوں نے اعلیٰ اسلامی اخلاقی نمونہ پیش کیا تھا۔ عقائد و تعلیم کی صحت ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمان ایک وقت علی الاعلان معترف تھے کہ جماعت احمدیہ کے افراد من حیث الجماعت اسلامی تہذیب کے حامل ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ اگرچہ احمدیوں کے معتقدات صحیح نہیں مگر ان کا عملی نمونہ عمدہ اعلیٰ اور اسلامی ہے۔

جماعت احمدیہ کی نیکی، پاکبازی اور راستبازی۔ ان کی ... ہمدردی اور خیر خواہی مخلوق۔ ان کا احکام اسلام پر عمل ایسے نمونہ تھے جو دوں کو کھینچ رہے اور کھائے چلے جاتے تھے۔ دشمن تک اس بات کے معترف تھے کہ احمدی جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ ہمیشہ صدق و راستبازی اختیار کرتا ہے۔ اس کی دو نمایاں مثالیں اس وقت میں پیش کرتا ہوں۔

## خود بانئ سلسلہ کی صدق و سچائی کی مثالیں

قادیان میں سکھوں سے زمین کے تنازعہ میں سکھوں نے حضرت اقدسؑ کے والد صاحب کے برخلاف آپ کی گواہی لکھوائی۔ چنانچہ عدالت میں حضرت اقدسؑ نے گواہی دی کہ اس تنازعہ میں سکھوں کا موقف درست ہے کیونکہ انکو خود انکے والد محترم نے ایک موقعہ پر بتلایا تھا کہ درخت سکھوں کی زمین میں ہی ہیں، نہ کہ اپنی زمین میں۔ اب جائے غور ہے کہ سکھوں کو کتنا یقین کامل حاصل تھا کہ حضرت صاحبؑ سچی گواہی ہی دیں گے۔ خواہ وہ آپ کے خاندان کے مفاد کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے قرآن کریم کی اس آیت کی کہ:۔

"کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم اوالوالدین والاقربین ———

کی کیسی زندہ و عملی تفسیر کرکے دکھائی۔

ایسا ہی میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے فرزند سے اتفاقاً تنازعہ میں ایک شخص قتل ہوگیا تو میر صاحب موصوف نے برملا اپنے فرزند کے برخلاف عدالت میں گواہی دی کہ بے شک یہ بات درست ہے کہ میرے بیٹے سے قتل کا جرم سرزد ہوگیا ہے"

ایسا ہی ڈاک خانہ کے مقدمہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے وکیل کی ہدایت کے برخلاف عدالت میں اپنے ہی برخلاف گواہی دی اور اقرار جرم کیا کہ میں نے ہی یہ خط پیکٹ میں بند کیا تھا۔ اور حضرت اقدسؑ نے خود اپنے شاگرد کو مخاطب کرتے ہوئے اس امر کی پوری وضاحت کر دی کہ:۔

ہماری بعثت کی اصل غرض محض دلائل و براہین کی فتح نہیں اصل فتح اس جماعت کی اخلاقی و ایمانی تربیت میں ہے جو صفات و اخلاق حسنہ پیدا کرنے سے وابستہ ہے؟

اگر صفات و اخلاق حسنہ ہماری جماعت میں پیدا ہو جائیں تو ہی ہماری فتح یقینی ہے۔ اس لئے آپ نے اپنی جماعت کو اخلاق و اعمالِ حسنہ پر کاربند رہنے کی بہت بڑی تاکید فرمائی ہے جس سے آپ کی مشہور کتاب "کشتیٔ نوح" بھری پڑی ہے۔ محض اظہار تفوق و برتری سے کچھ نہیں بنتا کیونکہ خدا فرماتا ہے لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب۔ محض خواہشات سے انسان منزل مقصود کو نہیں پا سکتا جب تک اس کے لئے عملی جد و جہد نہ کرے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کا یہ بھی مشہور فقرہ ہے کہ "محض رسمی اور اسمی اسلام پر ناز مت کرو" دو مشہور واقعات کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔

## جامع مسجد دہلی کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں مخالفوں سے وفات مسیح پر مناظرہ کا فیصلہ ہوا۔ مقررہ وقت پر جامع مسجد دہلی میں طرفین جمع ہو گئے۔ مگر مخالف علماء کے بھڑکانے پر عوام میں جوشِ مخالفت انتہا پر پہنچ گیا جو ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ مولانا عبدالکریم صاحب نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ سے عرض کیا "حضرت جوش حد سے بڑھ گیا ہے" کیونکہ مخالفین تہیہ کرکے آئے تھے کہ وہ آج حضرت اقدسؑ کو زندہ واپس نہیں جانے دیں گے، اس جوشِ مخالفت سے خون ان کے چہروں سے ٹپک رہا تھا۔ مولانا صاحب کی اس بات کو سُن کر حضرت اقدسؑ کی طمانیت قلب میں ذرہ بھر فرق نہ آیا اور فرمایا" مولانا صاحب! جب تک آسمان پر کوئی بات نہ ہوئے زمین پر کیسے واقع ہو سکتی ہے اور یہ مخالفین تو مُردہ ہیں زندہ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟"

حالات کی نزاکت ملاحظہ کیجئے چند لوگ مخالفین کے جم غفیر میں پھنس گئے ہیں۔ مخالفین کا منصوبہ ان کے چہروں پر نمایاں ہے۔ مگر آپ ایسے نازک موقعہ پر نرغہ میں گھرے ہوئے بھی کس یقین و اطمینان سے جان نثاروں کو تسلی دلاتے ہیں گویا کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ سراسر مخالف حالات میں ایسا خارق عادت یقین حضرت اقدسؑ کے قلب مبارک میں کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا یہ ایک واقعہ کافی نہیں کہ ہمارے قلوب اس یقین سے معمور ہو جائیں کہ واقعی یہ انسان خدا تعالےٰ سے سچا اور کامل تعلق رکھتا ہے ورنہ ایسے خطرناک جان کے خطرہ کے وقت ایسا جواب دینا کسی انسان کے بس کی بات ہو سکتی ہے؟ پھر یہ کہ اسی کے عین مطابق واقعات بھی پیدا ہو گئے؟ آپؑ بمعہ رفقاء پولیس کی محافظت میں جب اپنی گاڑی میں سوار ہونے لگے تو اسکا کوچوان موجود نہ تھا۔ اس پر پولیس کپتان نے حضرت اقدسؑ سے کہا کہ وہ اس کی بند گاڑی میں بیٹھ کر چلے جائیں۔ آپؑ جب بند گاڑی میں چلے جا رہے تھے تو مخالفین نے قدرتاً یہ سمجھا کہ کپتان صاحب جا رہے ہیں۔ اگر انہیں آپ کے جانے کا علم ہوتا تو انہوں نے مار دینے کی غرض سے پتھر جمع کئے ہوئے تھے۔ اب دیکھو واقعات پر یہ تصرف کس ذات نے اپنی قدرت سے کیا؟ نہ علم غیب پر کوئی انسان دسترس رکھتا ہے نہ ہی واقعات کو اپنی تائید و حفاظت میں کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

## ہنری مارٹن کلارک مشنری اور وارنٹ گرفتاری کا واقعہ

اسی طرح علم اور قدرتِ خداوندی کا وہ واقعہ ہے جس میں مارٹن کلارک نے عدالت میں ایک جھوٹے بیان پر حضرت اقدسؑ کے وارنٹ گرفتاری امرتسر کے مجسٹریٹ کی عدالت سے جاری کرائے۔ یہ خبر اڑتے اڑتے قادیان میں جا پہنچی اور مولانا عبدالکریم صاحب نے ہی گھبرا کر اس کا ذکر کیا تو فرمایا:۔

"مولوی صاحب لوگ دنیا کے لئے سونے کے کنگن پہن لیتے ہیں اگر ہم نے خدا کی راہ میں لوہے کے کنگن یعنی ہتھکڑیاں

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۱)

# خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا انقطاع اور وحی ولایت و محدثیت کا اجراء

## شریعت کے کامل ہوجانیکے باعث انبیاء کا سلسلہ منقطع کردیا گیا لیکن اُمت کی روحانی آبیاری کیلئے خلفاء یعنی مجددین و محدثین کا سلسلہ جاری رکھا گیا

> میرے اوپر وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت اُترتی ہے (مسیح موعود)

## حضرت مجدد زمان علیہ السلام کے عظیم الشان کارنامے اور خدمات اسلامی

(ارشادات[1] حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین ایدہ اللہ تعالیٰ)

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیٔ علیما - (سورۃ احزاب - ۴۰)

---

**اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کا جامع و نبی حکم ہے** اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑا جامع حکم دے رکھا ہے - وہ یہ ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول - احکام الہٰی کی فرمانبرداری کرنا اور ارشادات نبوی کی اطاعت کرنا تمہارا دین ہے - اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر فرمائی ہے - فرمایا ترکت فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا ابداً میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم ان پر مضبوطی سے پنجہ مارو گے تو پھر تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے - وہ چیزیں ہیں کتاب اللہ و سنتی قرآن کریم اور میری سنت - قرآن کریم پر عمل کرو اور میری سنت کی اتباع کرو - یہ تفسیر حضور سرور کائنات صلعم نے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کی خود فرمائی ہے -

**خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا** میں نے جو ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کی آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ و تفسیر احادیث میں یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا - خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کا ترجمہ فرمایا ہے لا نبی بعدی - میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا - اور فرمایا ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت - رسالت اور نبوت حتمی اور یقینی طور پر بالکل منقطع ہوگئی ہے اس کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع و ختم کر دیا گیا ہے - اس لئے کہ اب احکام الہٰی کی ضرورت باقی نہیں ہے - کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم اب تمہارا دین ہر لحاظ سے کامل ہو گیا ہے - اس کے بعد کسی قسم کے حکم و ارشاد کی ضرورت نہیں ہے - اسی بناء پر فرمایا ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت - نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی ہے - فلا نبی بعدی و لا رسول میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول - غرض قرآن اور سنت دونوں نے ایک ہی گواہی دے رکھی ہے کہ اب کوئی نبی یا رسول مبعوث نہ ہوگا -

**بلندیٔ درجات کا انحصار اعمال پر ہے** اس ضمن میں ایک اور آیت کریمہ سناتا ہوں - فرمایا :-

"رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق
(المؤمن آیت ۱۵)

خدا تعالیٰ رفیع الدرجات یعنی درجات کو بلند کرنے والا ہے بلندیٔ درجات کسی شخص یا قوم کے لئے مختص نہیں بلکہ تمام انسان جو نیک اعمال بجا لائیں ان کے درجات بلند کئے جاتے ہیں - بلندیٔ درجات کا انحصار اعمال حسنہ پر ہے - یہ اعلان ہے ساری دنیا کے لئے کہ اعمال اچھے کرو - نیک اور مطہر زندگی گذارو - تو تمہارے درجات بلند ہوں گے - خدا تعالیٰ رب العالمین ہے اس نے ساری انسانیت کو مژدہ دے رکھا ہے - کہ وہ رفیع الدرجات ہے - یہ بھی اعلان فرمایا ہے کہ وہ ذوالعرش ہے - کائنات پر اس کی حکومت ہے - دنیا کے بادشاہ دولت و ثروت کی وجہ سے فرعون بن جاتے ہیں - مگر وہ خدا تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر ایک فرعون نہیں بڑے بڑے فراعنہ عرب تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو سخت ترین اذیتوں میں مبتلا کر رکھا تھا مگر خدا کی قدرت نے ان فراعنہ عرب کی طاقت و سطوت اور جبر و تشدد پر ایسی گرفت کی کہ وہ حضورؐ کے آگے سر خم کرنے پر مجبور ہو گئے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے للہ ملک السموات والارض دنیا جہاں کی حکومت میرے ہاتھ میں ہے - واقعات عالم پر نظر ڈالیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت اس دنیا میں کام کر رہی ہے اور کوئی انسانی ہاتھ قدرت الہٰی کے کارناموں کو روک نہیں سکتا - ایک دفعہ ہالینڈ میں ایسا طوفان آیا جس کے سامنے سارے پُل اور سمندر کے روکنے کے لئے جس قدر دیواریں تھیں وہ منہدم ہوگئیں - زمین شور ہوگئی ، زندگی پر موت طاری ہو گئی - سائنسدان حیران تھے کہ یہ کیا ہوا - ہماری عقل و خرد سے یہ امر باہر ہے - ہمارے دفاع اور حفاظت کے سامان کیا ہوئے وہ نہیں جانتے کہ خدا قادر مطلق ہے - کائنات پر حکومت اس خدا ہی کی ہے -

**خدا کا کلام فرمانبردار بندوں پر** پھر آگے اس آیت میں فرمایا یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ یہاں یلقی حال اور مستقبل کا صیغہ ہے - فرمایا ہم اپنے کلام کو جو الروح ہے اور زندگی بخشتا ہے اپنے بندوں پر جو پورے طور پر فرمانبردار ہوں گے برابر نازل کرے

[1] منقول از تفہیمات احمدیہ

رہیں گے۔ اس کلام کے اتارنے کی غرض یہ ہے لینذر یوم التلاق۔ یعنی دُنیا کو خبردار کیا جائے کہ انہوں نے ایک دن خدا کے رُو برو پیش ہونا ہے اس لئے محتاط اور ہوشیار ہو جائیں اور عاقبت کے لئے زادِ راہ کی فکر کریں۔

**ختمِ نبوت کے بعد کلامِ الٰہی کا اجراء**} رُوح المعانی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہُوئے لکھا ہے فان الالقاء لم یزل من لدن آدم علیہ السلام۔ خدا تعالےٰ کا کلام حضرت آدمؑ پر اُترنا شروع ہوا اور برابر اُترتا رہا الیٰ انتہاء زمان نبیّنا صلعم۔ یہ کلام الٰہی ہمارے نبی صلعم کے زمانے کے آخر تک اُترتا رہا۔ وھو فی حکم متصل الیٰ قیام الساعۃ باقامۃ من یقوم بالدعوۃ اور یہ کلام قیامت تک اُترتا رہے گا ایسے شخص کے کھڑا کرنے سے جو دعوتِ اسلام کا کام اپنے ذمّے لے۔

نبوّت کو ختم کرنے کے بعد قوم کو زندہ رکھنے کے لئے اس آیت کریمہ میں ایک خوشخبری دی ہے کہ سلسلۂ کلام الٰہی کبھی منقطع نہ ہوگا اور ایسے لوگ آتے رہیں گے جو اللہ تعالےٰ سے وحی پاکر لوگوں کو نورِ ہدایت سے منوّر کریں گے اور علیٰ وجہ البصیرت کہیں گے کہ خدا تعالےٰ حیّ و قیوم ہے۔ اس کا رسُول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہے اس کی کتاب قرآن کریم زندہ ہے۔ اس بیان کی صداقت کے لئے رُوح المعانی نے اس کے ساتھ ہی ایک حدیث بھی پیش کی ہے لکھا ہے کما رواہ ابو داوٗد قال قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھٰذہ الامّۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنے جیسا کہ ابو داوٗد سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خداوند تعالےٰ ہر صدی کے سر پر مجدّد بھیجا کرے گا ای باحیاء ما اندرس من العمل بالکتاب والسنۃ یعنے اس مجدّد کا فریضہ یہ ہوگا کہ کتاب وسنّت پر جو عمل مٹتا رہے گا اس کو وہ دوبارہ زندہ کرتا رہے گا۔ تو رُوح المعانی نے ایک آیت کے نیچے دونوں باتیں بیان کر دی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلعم تک وحی نبوّت اُترتی رہی۔ اور دوسری یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ہر سو سال کے بعد مجدّد آیا کریں گے۔ جن پر وحی ولایت اُترا کرے گی۔

**نبوت ختم مبشّرات باقی ہیں**} ایسا ہی حدیث نبویؐ میں ہے :۔ ذھبت النبوّۃ و بقیت المبشّرات۔ نبوت ختم ہو گئی ہے اور مبشّرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا ما المبشّرات یا رسول اللہ! مبشّرات کیا ہوتے ہیں۔ فرمایا الرُّویاء الصالحۃ۔

اور دوسری حدیث میں آتا ہے: رویاء المومن جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوّۃ۔ مؤمن کا رویاء نبوّت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اُمّت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ جنہیں کشف و الہام کے ذریعہ سے مبشّرات اور پیشگوئیاں ملتی رہیں گی۔ جس سے دین کی آبیاری ہوتی رہے گی۔ دوسری حدیث میں فرمایا لم یبق من النبوّۃ الا المبشّرات نبوّت اور رسالت میں سے صرف مبشّرات باقی رہ گئے ہیں۔

**مبشّرات، ولایت و محدثیّت کے ہم معنےٰ ہیں**} اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوّت کی کچھ [illegible] باقی ہیں۔ مبشّرات اور سچی خواب نبوت کا ۱/۴۶ حصّہ ہوتی ہے لیکن اس کو حقیقی نبوت نہیں کہہ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مبشّرات ولایت و محدثیت کے ہم معنےٰ ہیں۔ نبی کے فرائض میں سے ہے کہ خدا تعالےٰ سے احکام پاکر لوگوں تک پہنچائے لیکن مجدّد و محدّث کے الہامات حجتِ شرعیہ کا حکم نہیں رکھتے۔

**اُمّتِ محمّدیہ میں سلسلۂ خلافت**} اس مضمون کی ایک اور آیت سُناتا ہوں:۔ فرمایا۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم کما استخلف الذین من قبلھم۔ یہاں خدا تعالےٰ نے مومنوں اور صالحین سے وعدہ کیا ہے (وعدہ کا لفظ اور وہ بھی خدا کی طرف سے) قابلِ غور ہے کہ ہم ان کو حکومت عطا کریں گے۔ اس آیت میں لفظ استخلاف رکھا ہے۔ اس کے اندر دونوں باتیں یعنے سلطنت کا عطا کرنا بھی ہے اور خلافت رُوحانیہ عطا کرنے کا وعدہ بھی مذکور ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلعم کے خلفاء راشدین، حضرت ابوبکر صدیق و حضرت فاروقِ اعظم اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے امورِ سلطنت کو بھی سر انجام دیا۔ اور لوگوں کی رُوحانیت کو بھی ترقی دی۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء اذا ھلک نبی خلفہ نبیؑ و سیکون فی اُمّتی خلفاء یعنے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے انبیاء تشریف لاتے تھے۔ جب کوئی پیغمبر وفات پاتا اس کی جگہ دوسرا نبی مبعوث کیا جاتا تھا لیکن میری اُمّت میں انبیاء کی جگہ خلفاء مبعوث ہُوا کریں گے۔ غرض آیات قرآنیہ و ارشاداتِ نبویہ میں دو امر نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ کہ (۱) شریعت کے کامل ہو جانے کے باعث انبیاء کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے۔ لیکن (۲) اُمّت کی روحانی بیداری کے لئے خلفاء یعنی مجدّدین و محدّثین کا سلسلہ جاری رکھا گیا ہے۔

---

# انتقالِ پُر ملال

یہ خبر نہایت افسوس سے سُنی جائے گی کہ جماعت کے نہایت ہی مخلص اور سرگرم رُکن چوہدری اللہ دِتہ موحد صاحب چندر کے منگولے (براستہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ) کی رفیقۂ حیات ۱۴ راپریل بروز جمعہ معمولی علالت کے بعد اچانک وفات پا گئیں۔

انّا للہ وانّا الیہ راجعون

مرحومہ نہایت پاکدامن اور دیندار خاتون تھیں، اور اپنے گھر میں بچے بچیوں کے لئے تعلیم القرآن کا سلسلہ جاری کیا ہُوا تھا، اور ان کی نمایاں خصُوصیّت یہ تھی کہ وہ اپنے گھر میں پہلی خاتون تھیں جس نے احمدیت قبُول کی اور پھر اپنے چھوٹے بھائی چوہدری شکراللہ خان منصور صاحب بلال پور کو (جو اس وقت طالب علم تھے) احمدیت کے اغراض و مقاصد اور پروگرام سے آگاہ کیا اور چوہدری صاحب موصوف نے تحریکِ احمدیہ کا جس عمیق نظر سے مطالعہ فرمایا اس کی جھلک ان کے رشحاتِ قلم میں ملتی ہے جو پیغام صلح کے اوراق اور ٹریکٹوں میں اور کتب کی صورت میں وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں۔

یہ بزرگ خاتون احمدیت کی والا و شیدا تھیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے اور چوہدری اللہ دِتہ موحد صاحب اور چوہدری شکراللہ خان منصور صاحب نیز جملہ عزیزان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اس صدمہ میں ہم ان کے غم میں شریک ہیں۔ (ادارہ)

مکتوبِ برلین

قسط نمبر (۲)

# برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ

## یکم دسمبر ۱۹۷۷ء تا ۳۱ / مارچ ۱۹۷۸ء

(از قلم انچارج برلین مشن و امام مولٰنا محمد یحیٰی بٹ صاحب)

### (۵) تین بڑے گروپ مسجد میں۔

(۱) جرمنی کے مختلف شہروں سے تین بڑے گروپ مسجد میں مختلف دنوں میں آئے۔ ان میں سے ایک گروپ پچاس سے زائد جرمن مرد اور جرمن عورتوں پر مشتمل تھا۔ یہ گروپ ۲½ گھنٹے تک مسجد میں ٹھہرا۔ ان کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو بیان کیا گیا۔ حضرت عیسٰے اور حضرت مریم صدیقہ کے مقام کو بیان کیا گیا۔ انہوں نے سوالات کئے۔ ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ یہ گروپ ہمبرگ سے آیا تھا۔

(۲) دوسرا گروپ جنوبی جرمنی یعنی بائرن سے آیا۔ یہ گروپ پچاس نوجوان لڑکوں اور نوجوان لڑکیوں پر مشتمل تھا۔ یہ سب نوجوان گیارہویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ان کے ساتھ انکا ہیڈ ماسٹر بھی تھا۔ یہ گروپ کیتھولک چرچ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ گروپ بھی ۲½ گھنٹے تک میرے پاس ٹھہرا۔ اُن کے سامنے اسلام سے متعلق مختلف نظریات کو بیان کیا گیا۔ انہوں نے نہایت گرمجوشی سے اسلام کی تعلیمات کے بارہ میں سوالات کئے۔ اور جوابات کو نہایت ادب اور نہایت دلچسپی سے سُنا۔ بعد میں حضرت عیسٰے کے ابن اللہ ہونے کا، ان کے صلیب پر مارا جانے اور دوبارہ جی اُٹھنے وغیرہ عیسائی نظریات پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ انہیں مسیح کی آمد ثانی کے بارہ میں بھی پیشگوئی واضح کی گئی۔ حضرت مرزا غلام احمد کی شبیہہ مبارک انہیں دکھلائی گئی۔

یہ تمام بحث نوجوانوں کے لئے نہایت ہی دلچسپی کا باعث ہوئی۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ اسلام پر بڑے اعتراضات دل میں لے کر آئے تھے۔ لیکن آج معلوم ہوا کہ یہ تمام اعتراضات اسلام کی صحیح تعلیم کو نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ نیز انہوں نے اعتراف کیا کہ انجیل سے جو حوالہ جات میں نے اُن کے سامنے پیش کئے ہیں وہ انہوں نے اپنے پادریوں سے کبھی نہیں سُنے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور طلباء نے شکریہ ادا کیا اور مسجد کی اچھی یادیں اپنے ساتھ لے گئے۔ الحمد للہ۔

(۳) تیسرا گروپ برلین شہر سے آیا تھا۔ یہ گروپ بھی رومن کیتھولک چرچ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس گروپ کا لیڈر جرمن پادری تھا۔ وہ ہر سال اپنا ایک گروپ مسجد میں لے آتے ہیں یہ گروپ ساٹھ جرمن مرد اور جرمن عورتوں پر مشتمل تھا۔ یہ گروپ ۱½ گھنٹہ تک میرے پاس ٹھہرا۔ ان کے سامنے قرآن کریم سے مختلف نظریات کو بیان کیا گیا۔ سوال و جواب کے دوران اسلام میں عورت کا مقام، اس کے حقوق، کثرت ازدواج وغیرہ مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ حاضرین نے ان نظریات کو بڑے شوق سے سُنا اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ الحمد للہ۔

- - - - - - - - - - - - - - -

### (۶) برلین سکول کی دو کلاسیں۔

برلین سکول سے دو مختلف کلاسیں مسجد میں آئیں۔ ان میں سے ہر ایک کلاس تیس چالیس طلباء پر مشتمل تھی۔ اساتذہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ ایک ایک گھنٹہ میرے پاس ٹھہرے اسلام کے بنیادی اُصول ان پر واضح کئے گئے۔ ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ طلباء نے پوری توجہ سے ان نظریات کو سنا۔ الحمد للہ

### ۷۔ جمعہ اور ہفتہ کے چھتیس ۳۶ اجتماعات مسجد میں۔

دسمبر ۱۹۷۷ء سے مارچ ۱۹۷۸ء تک ۱۸۔ اجتماعات جمعہ کی نماز کے سلسلہ میں اور ۱۸۔ اجتماعات ہفتہ کے روز درسِ قرآن کے سلسلہ میں مسجد میں منعقد ہوئے۔ مسلمان احباب اور عیسائی دوستوں نے ان اجتماعات میں شرکت کی۔ ان اجتماعات میں اسلام سے متعلق مختلف مضامین کو قرآن کی روشنی میں واضح کیا گیا۔ حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

### (۸) ایک جرمن خاتون کا قبولِ اسلام۔

ایک جرمن خاتون جو ایک عرصہ سے ہمارے ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں حصّہ لے رہی تھی۔ اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اعلان کرنے سے پیشتر اس نے حاضرین کو بتایا کہ وہ کیوں مسلمان ہو رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں اس نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو بیان کیا اور کہا کہ وہ ان اُصولوں کی صداقت پر ایمان لاتی ہے۔ اور انہیں دل سے سچا سمجھتی ہے۔ اس کے بعد میں نے اسے کہا کہ وہ کلمۂ شہادت کے الفاظ کو دہرائے۔ چنانچہ اس نے کلمۂ شہادت کے الفاظ میرے سامنے دوہرائے۔ اور حاضرین کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله۔ یوں اس جرمن خاتون نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ حاضرین نے اسے مبارک کہی اور اس کے لئے دُعا کی گئی۔ الحمد للہ۔

### (۹) چند دعوتیں

برلین کے برٹش سیکٹر کے کمانڈر میجر جنرل ریڈگریو اور ان کی اہلیہ نے ایک پارٹی میں شمولیت کی دعوت دی۔ یہ پارٹی انکے اعزاز میں دی گئی تھی۔ یہ ان کے لئے FAREWELL پارٹی تھی جو ان کی برلین سے ٹرانسفر کے موقعہ پر دی گئی تھی۔ پارٹی کے دوران جنرل موصوف نے اپنے بعض دیگر افسران سے میرا تعارف کرایا۔ اور انہیں بڑے موزوں اور تعریفی الفاظ میں میری مساعی کے متعلق بتایا۔

ایک اور دعوت میں شمولیت کی۔ یہ دعوت برلین یونیورسٹی کے پروفیسر نیکولاس اور ان کی اہلیہ کی طرف سے تھی۔ اس پارٹی میں برلین کے امریکن سیکٹر کے کمانڈر اور ٹرکی کونسل سے بھی ملاقات ہوئی۔

### (۱۰) جماعت ربوہ کے چند مبلّغین کرام کا مسجد دیکھنے کیلئے آنا۔

جماعت احمدیہ ربوہ کے چند مبلّغین کرام جو یورپ میں متعیّن ہیں مسجد دیکھنے کے لئے آ گئے۔ انہیں مسجد دکھائی گئی۔ ان کے پاس وقت بہت ہی کم تھا۔ وہ کپ چائے کے لئے بھی نہ ٹھہر سکے۔ انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ جو مسلمان حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ مسلمان رہتا ہے۔ کُفر کا لفظ جو ان کے بارہ میں استعمال کیا جاتا ہے اس سے مراد صرف کُفر دون کفر ہے۔ جیسے

حدیث شریف میں نماز نہ پڑھنے والے کے لئے "کفر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ان کی توجہ ذیل کے فقرہ کی طرف کرائی گئی :—

"جو حضرت موسٰےؑ کو تو مانتا حضرت عیسٰےؑ کو نہیں مانتا وہ کافر۔ اور جو حضرت عیسٰےؑ کو مانتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا وہ بھی کافر اور جو حضرت محمد صلعم کو مانتا ہے حضرت مرزا غلام احمد کو نہیں مانتا وہ کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

ربوہ جماعت کے مبلغین کرام نے کہا :- ہمارے نزدیک یہاں بھی کفر دون کفر ہی مراد ہے۔ بات ذرا آگے بڑھی تو "محدث" اور "نبی" کے الفاظ پر بحث چل پڑی۔ ایک صاحب نے لفظ نبی پر زور دینے کے لئے حضرت مرزا صاحب کا عربی الہام پیش کر دیا "ویقول الذین کفروا لست مرسلاً"۔ لیکن وہ صاحب شاید بھول گئے حضرت مرزا صاحب کے نزدیک محدث بھی مرسلین میں سے ہے۔

## (۱۱) نمازِ جنازہ

ایک ایرانی یونیورسٹی سٹوڈنٹ فوت ہو گیا۔ اس کے لواحقین اور دوستوں نے مجھے نمازِ جنازہ کے لئے درخواست کی۔ نماز جنازہ پڑھی گئی اور مرحوم کو اسلامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

## (۱۲) ہندوستان۔ دہلی سے کانفرنس میں شمولیت کے لئے دعوت

دہلی میں انٹر ریلیجس کانفرنس فروری کے مہینہ میں منعقد ہوئی۔ منتظمین نے مجھے بھی اس ورلڈ کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی میں نے منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور جو موضوع انہوں نے کانفرنس کے لئے تجویز کیا تھا یعنی "نسلِ انسانی کا مستقبل" اس کو سراہا اور معذرت کی کہ میں برلن میں اپنی مصروفیات کے باعث ماہ فروری میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں حصہ نہیں لے سکتا۔

## (۱۳) دفتری امور

دفتری امور کو بھی نبھایا۔ خط و کتابت۔ فروخت کتب ترسیل لٹریچر۔ حکام سے مسجد سے متعلق اہم امور کے بارہ میں ملاقات مساعی کے لئے فنڈز کا جمع کرنا۔ مہمان نوازی اور کئی ایک دوسرے انتظامیہ امور۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ان سب امور کو نبھانے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائی۔

گذشتہ سال اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مشن کو مختلف ذرائع سے ایک لاکھ اسی ہزار پاکستانی روپیہ کی کثیر رقم عطا فرمائی تھی الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔

احباب کرام مشن کی کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیں۔

## بقیہ خطبہ جمعہ مورخہ ۷ راپریل ۱۹۷۸ئ (از صفحہ ۸)

"یہاں میں تو فکر کی کیا ضرورت ہے"!
پھر ... جوشِ ایمانی سے فرمایا :—
"مولوی صاحب! خدا اپنے بندہ کو ہرگز ضائع و رسوا نہ کرے گا"

چنانچہ واقعات میں وہی کچھ ہو گیا جو آپ کے دل سے نکلا تھا۔ وا ... [illegible]

# اخبارِ احمدیہ

**سانحۂ ارتحال** بھدرواہ کشمیر سے جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب ... صدر یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں :—

"میری چھوٹی بہو عزیزہ شمیم اختر اہلیہ فرزندم عبدالحفیظ ... نائب تحصیلدار۔ یکم مارچ ۱۹۷۸ئ بوقت فجر ۵ بجے ... زچگی اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر ہم کو ... مفارقت دے گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ کی عمر ابھی اکیس برس نہ تھی اور شادی ہوئے ... دو برس چند ایام ہی گزرے تھے۔ مرحومہ اپنے پیچھے ایک بچی ... چھوڑ گئی ہے۔ میری طرف سے جملہ احباب جماعت اور بزرگان سلسلہ سے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔ مرحومہ کی تجہیز و تکفین بھدرواہ سے باہر مرحومہ کے میکے قصبہ ڈوڈہ میں ہوئی ہے۔ موسم کی ... باران و برف باری سے راستے ... [illegible] ... بھی۔ لہذا ہم میت کو بھدرواہ نہ لا سکے۔ گو بھدرواہ ... وہاں پہنچے تھے مگر میت کو بھدرواہ لانے میں دشواری تھی ... نے مرحومہ کو قصبہ ڈوڈہ کے شرقی مزار شمال میں یکم مارچ ... بجے شام سپرد خاک کر دیا۔

جنازہ میں سینکڑوں اصحاب اور احباب جماعت اور ... غیر جماعت دوستوں نے شرکت فرمائی۔ اللہ کریم ان ... اجر عظیم بخشے۔ میں تہ دل سے سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں

میری درخواست ہے کہ احباب جماعت مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں اور پسماندگان بالخصوص عزیزی عبدالحفیظ ... صبر جمیل کی دعا کریں۔ اور نو مولود بچی کی صحت و سلامتی ... ہماری کسی ... میں اس وقت آخری عمر میں ... برداشت ہے خدا صبر عطا کرے۔ اور جن ... میں مجھے یہ صدمہ ملا ہے وہ مولا کریم مجھے معاف فرمائے۔"

... عزیز احمد قریشی مرحوم جو ڈاکٹر وزیر احمد قریشی مرحوم کے ... ۱۴ ... کو کشمیر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

درخواست دعا :- قیصر نورالدین زاہد صاحب کے بیٹے ... امتحانوں میں شامل ہو رہے ہیں وہ ان سب کی کامیابی کے لئے احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔

... اگرچہ ... گئے تھے مگر آج تک نہ پہنچے ... کیسا ... تھیم یقین اور تصرف کا منبع کہاں تھا۔ بس خدا اور آخرت پر یقین ایسے ہی واقعات کو دیکھ کر جماعتِ احمدیہ کے قلوب میں پیدا ہوا ... پس ایسے محکم یقین اور عظیم علم غیب کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے اعمال میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی جس نے دشمنوں تک کو یقین دلا دیا کہ دینِ اسلام ... برحق ہے۔ اسی کے ذریعہ اشاعت ... کا عظیم کارنامہ انجام پایا۔ لہذا ہماری جماعت کا نصب العین ایمان و اعمالِ صالحہ میں ترقی کرنا ہے جس کے نتیجہ میں ہی جہاد بالقلم کا مقصد ترقی پذیر ہو سکتا ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۲۶ر اپریل ۱۹۷۸ئ
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ ... ۱۷

احمدیہ آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد پبلشر نے دفتر پیغام صلح ... احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

حدیث شریف میں نماز نہ پڑھنے والے کے لئے "کفر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ان کی توجہ ذیل کے فقرہ کی طرف کرائی گئی :-

"جو حضرت موسیٰؑ کو تو مانتا حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتا وہ کافر۔ اور جو حضرت عیسیٰؑ کو مانتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا وہ بھی کافر اور جو حضرت محمد صلعم کو مانتا ہے مگر میرزا غلام احمد کو نہیں مانتا وہ کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

ربوہ جماعت کے مبلغین کرام نے کہا:- ہمارے نزدیک یہاں بھی [illegible] کفر دون کفر ہی مراد ہے۔ بات ذرا آگے بڑھی تو "محدث اور نبی" کے الفاظ پر بحث چل پڑی۔ ایک صاحب نے لفظ نبی پر زور دینے کے لئے حضرت میرزا صاحب کا عربی الہام پیش کر دیا و یقول الذین کفروا لست مرسلا۔ لیکن وہ صاحب شاید بھول گئے حضرت میرزا صاحب کے نزدیک محدث بھی مرسلین میں سے ہے۔

## (۱۱) نمازِ جنازہ

ایک ایرانی یونیورسٹی سٹوڈنٹ فوت ہو گیا۔ اس کے [illegible] دوستوں نے مجھے نمازِ جنازہ کے لئے درخواست کی۔ نماز جنازہ پڑھی گئی اور مرحوم کو اسلامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

## (۱۲) ہندوستان۔ دہلی سے کانفرنس میں شمولیت کے لئے دعوت

دہلی میں انٹر ریلیجس کانفرنس فروری کے مہینہ میں منعقد ہوئی۔ منتظمین نے مجھے بھی اس ورلڈ کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی میں نے منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور جو موضوع انہوں نے کانفرنس کے لئے تجویز کیا تھا یعنی "نسلِ انسانی کا مستقبل" اس کو سراہا اور معذرت کی کہ میں برلین میں اپنی مصروفیات کے باعث ماہ فروری میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں حصہ نہیں لے سکتا۔

## (۱۳) دفتری امور

دفتری امور کو بھی نبھایا۔ خط و کتابت۔ فروخت کتب [illegible] لٹریچر۔ [illegible] مسجد سے متعلق اہم امور کے بارہ میں ملاقاتیں مساعی کے لئے فنڈز کا جمع کرنا۔ مہمان نوازی اور کئی ایک دوسرے انتظامیہ امور۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ان سب امور کو نبھانے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائی۔

گذشتہ سال اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے مشن کو مختلف ذرائع سے ایک لاکھ اسی ہزار پاکستانی روپیہ کی کثیر رقم عطا فرمائی تھی الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔

احباب کرام مشن کی کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیں۔

## بقیہ خطبہ جمعہ مورخہ ۷ اپریل ۱۹۷۸ء (از صفحہ ۵)

[illegible] میں تو فکر کی کیا ضرورت ہے۔"

[illegible] یمانی سے فرمایا:-

"[illegible] صاحب! خدا اپنے بندہ کو ہرگز ضائع و رسوا نہ کرے گا۔"

[illegible] میں وہی کچھ ہو گیا جو آپ کے دل سے نکلا تھا۔ وارث

# اخبارِ احمدیہ

**سانحۂ ارتحال** بھدرواہ کشمیر سے جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب نائب صدر یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں :-

"میری چھوٹی بہو عزیزہ شمیم اختر اہلیہ فرزندم عبدالحفیظ صاحب نائب تحصیلدار۔ یکم مارچ ۱۹۷۸ء بوقت فجر ۵ بجے بسلسلہ زچگی اس دار فانی سے عالم بقا کے لئے رخصت ہو کر ہم کو داغ مفارقت دے گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی عمر ابھی اکیس برس نہ تھی اور شادی ہوئے صرف دو برس چند ایام ہی گذرے تھے۔ مرحومہ اپنے پیچھے ایک بچی شیر خوار بھی چھوڑ گئی ہے۔ میری طرف سے جملہ احباب جماعت اور بزرگانِ سلسلہ سے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔ مرحومہ کی تجہیز و تکفین بھدرواہ سے باہر مرحومہ کے میکے قصبہ ڈوڈہ میں ہوئی ہے۔ موسم کی خرابی باران و برف باری سے راستے نہ صرف مسدود تھے بلکہ مخدوش بھی۔ لہٰذا ہم میت کو بھدرواہ نہ لا سکے۔ گو بھدرواہ سے کئی احباب وہاں پہنچے تھے مگر میت کو بھدرواہ لانے میں دشواری تھی۔ لہٰذا ہم نے مرحومہ کو قصبہ ڈوڈہ کے شرقی مزار شنال میں یکم مارچ کو ۵ بجے شام سپردِ خاک کر دیا۔

جنازہ میں سینکڑوں اصحاب اور احباب جماعت اور غیر جماعت دوستوں نے شرکت فرمائی۔ اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر بخشے میں تہ دل سے سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میری درخواست ہے احباب جماعت مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھیں اور پسماندگان بالخصوص عزیزی عبدالحفیظ [illegible] صبر جمیل کی دعا کریں اور نو مولود بچی کی صحت و [illegible] جاری رکھیں [illegible] اس وقت آخری عمر میں [illegible] برداشت [illegible] صبر عطا کرے۔ اور جن خطا [illegible] میں مجھے یہ صدمہ [illegible] ہے وہ مولا کریم مجھے معاف فرمائے [illegible]

[illegible] عزیز محمد [illegible] مرحوم جو ڈاکٹر وزیر احمد قریشی مرحوم کے خواہر زادہ تھے [illegible] کو کشمیر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

درخواست دعا۔ قیصر نورالدین زاہد صاحب کے بیٹے [illegible] امتحانوں میں شامل ہو رہے ہیں وہ ان سب کی کامیابی کے لئے احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔

[illegible] کئے تھے مگر آج تک [illegible] نہیں نصیب ہو گئے۔ اس [illegible] یقین اور نصرت کا منبع کہاں تھا [illegible] خدا اور آخرت پر یقین تام ایسے ہی واقعات کو دیکھ کر جماعت احمدیہ کے قلوب میں پیدا ہوا ہے ایسے محکم یقین اور عظیم علم غیب کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے افراد کے اعمال میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی جس نے دشمنوں تک کو یقین دلا دیا کہ دینِ اسلام برحق ہے۔ اسی کے ذریعہ اشاعتِ اسلام کا عظیم کارنامہ انجام پایا۔ لہٰذا ہماری جماعت کا نصب العین یہ ہے [illegible] ایمان و اعمال صالحہ میں ترقی کرنا ہے جس کے نتیجہ میں ہی ہمارا مبارک جہاد بالقلم کا مقصد ترقی پذیر ہو سکتا ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ـــــ شمارہ نمبر ۱۷

احمد [illegible] آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد پبلشر نے دفتر پیغام صلح [illegible] سے شائع کیا

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۴ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۷۸ء | نمبر ۱۸

## ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

# خدا تعالےٰ سے تعلقِ شدید کے نتیجہ میں شجاعت پیدا ہوتی ہے

## اِس لئے مؤمن کبھی بُزدِل نہیں ہوتا

میں دیکھتا ہوں کہ گرمیوں کو بھی رُوحانی ترقی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ جیسے شہر میں پیدا کیا اور پھر آپؐ ان گرمیوں میں تنہا غارِ حرا میں جاکر اللہ تعالےٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ کیسا عجیب زمانہ ہوگا۔ آپؐ ہی ایک پانی کا مشکیزہ اُٹھا کر لے جاتے ہوں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دُنیا اور اہلِ دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپؐ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپؐ اس تنہائی میں ہی پُوری لذت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو آپؐ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گذارتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کیسے بہادر اور شجاع تھے۔ جب خدا تعالےٰ سے شدید تعلق ہو تو پھر شجاعت بھی آجاتی ہے۔ اس لئے مومن کبھی بزدِل نہیں ہوتا۔ اہلِ دُنیا بزدِل ہوتے ہیں۔ ان میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی۔

اس بات کو سُن کر خدا تعالےٰ سے جس قدر تعلقات شدید ہوتے ہیں اور لوگ تنہائی اور خلوت کو پسند کرتے ہیں۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ پھر ان نبیوں اور رسولوں کے بیوی بچے کیوں ہوتے ہیں؟ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ایسا اعتراض کرنے والے نہیں سوچتے کہ ان لوگوں کی تو ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو کسی کے دروازے پر بھیک مانگنے جاوے اور ایک اس کا [illegible]ست ہو اور وہ محض اس سے ملنے کے لئے ہی گیا ہو۔ اب اگر وہ دوست اپنے دوست کے سامنے پلاؤ وغیرہ لا کر رکھ دیتا ہے تو [illegible]س میں اس کا کیا قصور ہے؟ اس دوست کو تو اس کے کھانے میں لذت آتی ہے۔ اور جو گدا ہے اس کو خشک روٹی کا ٹکڑا دیے ولا جاتا ہے۔ اگر [illegible] ٹھہرے تو پھر دھکے دے کر باہر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ معاملہ [illegible] سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے زیادہ قیام اور اس کے کھانے پینے سے [illegible] اسے ایک لذت آتی ہے۔

یہی حال ان نبیوں اور ماموروں کا ہوتا ہے۔ ان کے سامنے کچھ آتا ہے وہ ان کی نفسانی [illegible]ہشوں کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ وہ تو ساری لذت اور راحت اللہ تعالےٰ ہی کے ذکر اور شغل میں پاتے ہیں۔ اور فی الحقیقت تنہائی ہی کو پسند کرتے ہیں جہاں وہ اپنے محبوب [illegible] اپنے دل کی آرزوئیں اور تمنائیں پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس حال میں کوئی ان کو دیکھ نہ لے۔ علاوہ بریں یہ تعلقات ان کی تکمیل کے [illegible] ہوتے ہیں۔ میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ اخلاق کے سارے پہلو پورے [illegible] ہوتے جب تک ہر قسم کی حالتیں پیش نہ آئیں۔ نبیوں اور رسولوں کے شدائد اور مشکلات بھی آتے ہیں اور یہ مشکلات بھی ان کے اخلاق کی تکمیل کے لئے ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسے تمام اخلاق کا اظہار ہوا [illegible] کسی دوسرے کو یہ موقع نہیں ملا۔ مکہ معظمہ [illegible] جب تک آپؐ رہے [illegible] قسم کی تکالیف اور مشکلات کا سامنا رہا۔ جس میں آپؐ کے کمال صبر [illegible] رضا بالقضا کے پہلو کا ظہور ہوا۔ پھر جب آپؐ فاتح [illegible] کہ ایک بادشاہ کی حیثیت سے داخل ہوئے تو حالانکہ آپؐ ان سب کو قتل کر سکتے تھے اور اس قتل میں حق پر بھی تھے لیکن باوجود مقدرت کے ان سب کو معاف کر دیا جس سے آپؐ کے کمال ایثار، سخاوت، عفو اور درگذر کا ثبوت مل گیا۔

# قرآنِ پاک روشن ہدایت نامہ ہے جو تمام اہلِ عالم کیلئے ہے اور جو نسلِ انسانی کو متحد کر سکتا ہے

## حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مرکزِ وحدت نسلِ انسانی کیطرف داعی ہیں

خطبہ جمعہ : مورخہ ۱۴-۴-۷۸ - فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز - جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

(مرتبہ : مولوی شفقت رسول خان)

ان اللہ لا یخفیٰ علیہ شئی فی الارض ولا فی السمآء ھو الذی یصورکم فی الارحام [illegible] لا ھو العزیز الحکیم ○ ھو الذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب [illegible] متشٰبھٰت فاما الذین فی قلوبھم زیغ ........ وما یذکر الا اولوا الالباب ○ ( آل عمران )

فرمایا: یہ قرآن پاک تمام انسانوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ اس میں چھوٹے بڑے - مرد - عورت - بچے - بوڑھے - امیر غریب - ملازم و آقا - بادشاہ و رعایا، غرضیکہ انسان کسی حیثیت میں بھی ہو ہر ایک کے لئے ہدایت موجود ہے - راہنمائی کا سامان موجود ہے - وہ اصول و قواعد و ضوابط موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے - حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک پر عمل کیا اور ان کے عمل و نمونہ کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ جو لوگ حضور کے جانشین ہوئے اور قوم کے امام بنے ان میں بھی وہی اثر و نفوذ کار فرما تھا - اور ان کی زندگیاں بھی قرآن پاک کے احکامات پر عمل کی روشن مثال ہیں - اور انہوں نے قرآن پاک کو بیان فرمایا ہے اور اس انداز سے بیان کیا ہے جس انداز سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے - اس قرآن پاک کی بہت سی تفاسیر لکھی گئی ہیں اور ہر زمانہ میں پیش آمدہ مسائل کا حل اس میں موجود ہے - بعض مفسرین نے ایک ایک پارہ پر ایک ایک جلد کی تفسیر لکھی ہے ظاہر ہے اس کی تفسیر میں وسعت اور گنجائش ہے - گویا علم و عرفان کا ایک سمندر بیکراں موجزن ہے - جس کی تہ میں جواہر ریزوں اور موتیوں کے ذخائر موجود ہیں جو ہر غواص کو حاصل کرنے کے لئے دعوت دیتے ہیں - اور جو بھی اس بحر ذخار میں غوطہ زن ہوتا ہے دامنِ مراد کو بھر لیتا ہے لیکن وہاں کوئی کمی نہیں آتی - حضرت امیر نے انجیل شریف کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں نے انجیل شریف کا بڑے خلوص سے مطالعہ کیا ہے - اس کی دو ایک تفاسیر کی گئی ہیں جو تشنہ ہیں باوجودیکہ وہ خدا کا کلام ہے لیکن اس میں اس قدر وسعت نہیں ہے - لیکن قرآن پاک کی بے شمار تفاسیر لکھی گئی ہیں - اور جتنا بھی لکھتے جائیں گے قرآن پاک کی وسعت میں اور اضافہ ہوگا۔

اس کے اندر خدا اور اس کے بندوں کے معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے - اور انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے ایک روشن اصول موجود ہے - آیات تلاوت کردہ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک میں کچھ محکم آیات ہیں جو اصول کے طور پر منضبط ہیں اور کچھ متشابہات ہیں جن کا مفہوم و مطلب آیات محکم کی روشنی میں ہی سمجھنا چاہیئے - اس کے اندر انبیاء علیہم السّلام کا ذکر ہے اور ان تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے - خدا تعالےٰ جس طرح تمام انسانوں کی جسمانی پرورش کرتا ہے کیونکہ وہ ربّ العٰلمین ہے اور اس کی تربیت کا دائرہ تمام انسانوں پر محیط ہے بلا امتیاز [illegible] وطن سب کو اس کے جسمانی [illegible] ہے اسی طرح سے اس کی روحانی [illegible] اور یہ کتاب روحانی تربیت کا [illegible] کے لئے ہے - تورات و انجیل مقدس سب [illegible] ہدایت ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے - لیکن [illegible] قومی اور ملکی ضروریات کے مطابق تھیں - قرآن پاک ہی ہدایت و نور کا چشمہ ہے جو تمام انسانوں کے لئے کافی و وافی ہے -

آج دنیا کے تمام مصلحین، خواہ وہ پادری ہوں یا ہندو راہنما ہوں یا یہودی بزرگ ہوں چاہتے ہیں کہ انسانوں کو متحد ہونا چاہیئے اور انسانیت کو ایک نقطہ پر مرکوز ہونا چاہیئے - لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے یہ نقطہ بیان فرما دیا ہے جو تمام انسانوں کو ایک ہی مرکز پر جمع کرتا ہے کہ خدا پر جو رب العلمین ہے ایمان لایا جائے اور تمام اقوام کے انبیاء اور بزرگوں پر ایمان لایا جائے - یہی وجہ ہے کہ مسلمان سب سے صلح کرتا ہے اور سب اقوام کے انبیاء پر ایمان لاتا ہے اور کسی قوم کے بزرگ سے نفرت نہیں کرتا -

جس طرح سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانی، خوراک اور جملہ نعمہائے خداوندی سب کے لئے ہیں - اسی طرح خدا ایک ہے اور سب قوموں کا خدا ہے - اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب قوموں کے لئے ہیں - حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

کان المرسل یبعث لقومہ خاصۃً ولٰکنی بعثت لکل قوم عامّۃ -

کہ جملہ انبیاء خاص طور پر اپنی قوم کے لئے مبعوث کئے گئے لیکن میں ہر قوم کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

چونکہ اللہ تعالےٰ تمام مخلوق کا خالق ہے اور وہ اپنی مخلوق کی حقیقت سے کما حقہٗ آگاہ ہے، اس لئے اس نے ان کی وحدت قائم کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کتاب اور ایک عظیم نبی مبعوث کیا جو تمام انسانوں کو خدا تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے اور سب کو ایک نقطۂ توحید پر قائم کرتا ہے تاکہ نسلِ انسانی کی وحدت قائم ہو اور امن و سکون کی فضا پیدا ہو جائے۔

آپ نے بارش کی مثال دیتے ہوئے وضاحت فرمائی - خدا چونکہ زمین و آسمان کا واحد خدا اور بادشاہ ہے اس نے اپنی

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۳)

[illegible] سر آرٹ پریس [illegible] دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یونس پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

# مدیر پیغام صلح کا جواب

## بارھواں شبہ :-

میں نے لکھا تھا اور جو آپ نے اپنے خط میں نقل کیا ہے کہ:-

"حضرت عیسےٰؑ کو انجیل اور قرآن دونوں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانے والا رسول کہتے ہیں"

اس سے جو نتیجہ آپ نے اخذ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ اس کا جواب آپ یہ دیتے ہیں کہ :-

" وہ اُمّت محمدیہ (..........) کی طرف رسُول بن کر نہیں آئیں گے بلکہ اس اُمّت میں اس کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ .......... الغرض ان کے اس اُمّت میں تشریف لانے سے ان کی سابقہ حیثیت ہی بحال رہے گی البتہ بنی اسرائیل کے رسُول ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اُمّتِ محمدیہ کے ایک فرد بھی ہوں گے۔"

## جواب :-

آپ کی مندرجہ بالا عبارت کے رُو سے حضرت عیسےٰؑ کی دو حیثیتیں ہوں گی (۱) بنی اسرائیل کے رسول اور (۲) امت محمدیہ کے ایک فرد۔ جنابِ من وہ اگر بنی اسرائیل کی طرف ہی رسُول بن کر آئیں تب بھی آنحضرت صلعم کے بعد ایک رسول تو آ گیا۔ پھر بھی ختم نبوت کہاں رہی کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب ہی یہ ہے کہ کہ تمام نبیوں کا خاتم یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا خواہ نیا ہو یا پرانا۔ حضرت عیسےٰؑ کی اگر پہلی حیثیت برقرار رہے گی اور اس طرح آپ بنی اسرائیل کی طرف نبی بن کر یا رسُول بن کر آئیں گے تو آنحضرت کے بعد ہی تشریف لائیں گے اور پرانے نبی ہوں گے۔ ختم نبوت کی مُہر تو پھر بھی ٹوٹ گئی اگر کوئی نبی بھی کسی قوم میں بھی آپؐ کے بعد آئے گا تو نبوت جاری ہو جائے گی۔ اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ اللہ تعالےٰ کو رسول کے ساتھ رسُولوں جیسا ہی معاملہ کرنا ہوگا۔ اور وحی نبوت جاری ہو جائے گی۔ اپنے اس موقف کی تائید میں آپ قرآن کی کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں۔ جو حدیث آپ نے یہاں نقل کی ہے اس پر بحث اپنے موقعہ پر آئے گی۔

(۲) دوسرا نتیجہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے نبی یا رسول ہونے کے سبب آپ مطاع ہوں گے اور اُمّتِ محمدیہ کے ایک فرد ہونے کی حیثیت میں مطیع ہوں گے۔ میں اس سے قبل اس پر کافی لکھ آیا ہوں کہ ایک نبی بیک وقت اپنی اُمّت کا مطاع اور دوسرے نبی کا مطیع یا یوں کہیئے کہ نبی اور امتی نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت عیسےٰؑ کو آپ دونوں حیثیتیں ایک ہی زمانہ اور ایک ہی وقت میں دے رہے ہیں۔ اس کے لئے قرآن کریم سے کوئی اصول بیان کر دیں تو نوازش ہوگی۔ جو مثالیں آپ نے اس سلسلہ میں بیان فرمائی تھیں ان کے متعلق قرآن کریم کی روشنی میں مَیں نے جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کر چکا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے میرے خط سے برنباس کی انجیل کا یہ حوالہ نقل کیا ہے :-

" اے محمدؐ! اللہ تعالےٰ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو "

" جوتی کا تسمہ کھولنا کنایہ ہے خوردانہ نصرت و حمایت سے۔"

مجھے معلوم نہیں آپ نے یہ کنایہ کہاں سے اخذ کیا ہے۔ اگر آپ الفاظ "شرف"۔ "بڑا نبی" اور "اللہ کا مقدس" پر ذرا غور فرماتے تو اس سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی عظمت۔ بزرگی بڑائی۔ فوقیت اور افضلیت کا اعتراف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں لفظ "اگر" ہے جو شرط کے لئے آیا ہے۔ اگر شرط پُوری نہ ہو تو اس سے مشروط بات پوری نہیں ہو سکتی۔ اور یہ شرط پوری ہونے کے لئے قرآن سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

تیسری بات ہے کہ اگر آپ کا بیان کردہ کنایہ ہی درست تسلیم کر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا "خوردانہ نصرت و حمایت" کے ذریعے بڑے نبی بن جائیں گے۔ پہلے جب بنی اسرائیل کی طرف آئے تو چھوٹے نبی تھے لیکن اُمت محمدیہ کا ایک فرد بن کر جب آپ کے دین کی نصرت فرمائیں گے تو بڑے نبی بن جائیں گے۔ اس طرح ختم نبوت کی مُہر تو پھر بھی سلامت نہ رہی۔ وہ تو پہلے کی نسبت بھی بڑے نبی بن جائیں گے۔ اور امتی اور مطیع رہیں گے۔

میں نے اس میں تحقیق نہیں کی کہ برنباس کی انجیل کب لکھی گئی۔ آپ کا یہ فرمانا کہ :-

" اس میں ٹھیک اسلامی عقیدے کے مطابق حضرت عیسےٰؑ کا یہودیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونے سے بچایا جانا۔ زندہ سلامت آسمان پر اُٹھایا جانا اور پھر آخری زمانے میں نزول فرمانا درج ہے۔"

یہ بات تو میرے نظریہ کی تائید کرتی ہے کہ آپ نے یہ عقیدہ انجیل سے لیا ہے قرآن سے نہیں۔ کیونکہ قرآن میں اس کا جس رنگ میں آپ سمجھتے ہیں کوئی ذکر نہیں۔ آپ نے عیسائیوں سے یہ عقیدہ اخذ کر کے اسلام میں داخل کر دیا ہے اور اسے ظاہری معنوں پر محمول کر لیا ہے۔ تمام رسولوں کو تو خدا نے اسی زمین پر اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے بچایا رہا مگر نعوذ باللہ حضرت عیسےٰؑ کو یہاں بچانے کے لئے اس کے پاس کوئی ذرائع اور وسائل نہ تھے اس لئے مجبوراً آسمان پر اُٹھا کر لے جانا پڑا۔ یہ خارق عادت معاملہ بھی ان کو باقی انبیاء پر فضیلت بخشتا اور انہیں ایک امتیازی حیثیت دیتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ جتنا مجھے دُکھ اور ایذا دی گئی ہے اُتنی مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی لیکن باوجود اس کے اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی مدد اسی زمین پر کی اور مخالفین کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ آنحضرت صلعم کو کیوں آسمان پر نہ اُٹھا لیا جبکہ آپؐ افضل الرسلؐ ہیں اور خاتم النبیین بھی۔

## تیرھواں شبہ :-

اس میں آپ نے کوئی ایسی ٹھوس اور قابل تبصرہ بات نہیں فرمائی۔ میں نے بوکلت اے خاں صاحب کو جو جواب دینا تھا دے دیا ہے۔ اور میرے دلائل کا انہوں نے آج تک جواب نہیں دیا کہ

میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعے اُن تک یہ پیغام بھی پہنچایا کہ آپ میرے استفسارات کا جواب دیں مگر وہ ٹال گئے۔

اس سلسلہ میں آپ نے آنحضرت صلعم کا جو یہ قول نقل کیا ہے

الستم تعلمون ان عیسٰےؑ یاتی علیه الفنا وانا ربّنا حی لا یموت" اس پر انشاءاللہ میں تبصرہ اس وقت کروں گا جب بروئے حدیث حیات مسیحؑ کا مسئلہ زیرِ غور آئے گا ابھی تو میں قرآن کریم سے اپنی تسلّی چاہتا ہوں اس میں سے کوئی ایسی آیت پیش کر دیجئے جو آپ کے اس قول کی تائید کرتی ہو۔

جو سوالات آپ نے مجھ سے کئے ہیں کہ میں برکت اللہ خاں صاحب سے پُوچھوں وہ آپ اُن سے براہ راست پُوچھ لیجئے۔ ان کا جواب دینا ان کا فرض ہے نہ کہ میرا۔ میں تو حضرت عیسٰےؑ کو وفات یافتہ مانتا ہوں۔ یہ آپ کا اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آج تک آسمان پر زندہ ہیں اور واپس آئیں گے۔ یہ فیصلہ آپ دونوں آپس میں کر لیجئے۔ کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ اور آپ انہیں آج تک زندہ مان کر کیا حیثیت دیتے ہیں اور عیسائی کیا حیثیت۔ پھر آپ نے حضرت عیسٰےؑ کو زندہ رکھنے کا جو مقصد بیان فرمایا ہے وہ ہے "یهلك الملل کلها الا الاسلام" مگر قرآن کریم فرماتا ہے:—

" و جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون"۔

اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں پھر میری ہی طرف تمہارا لوٹ آنا ہے۔ میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا۔ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔"

یہاں تو "الملل کلها" میں عیسائی اور یہودی شامل نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے تو قیامت تک زندہ رہنا اور ایک دوسرے سے اختلاف رکھنا ہے۔ حضرت عیسٰےؑ جب تشریف لائیں گے تو جو ذمہ داری آپ ان کو اپنے عقیدہ کے مطابق سونپ رہے ہیں وہ قرآن کریم کی بس آیت کی روشنی میں پُوری نہیں کریں گے (۳: ۵۵) اس لئے ان کا اس غرض کے لئے زندہ رکھنا بھی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

آپ نے میرے اس فقرہ کو کہ:—

" کہاں ہے آپ کی نگاہ میں آنحضرت خاتم النبیین کی رفعت و عظمت؟ جب آپ کا اور عیسائیوں کا ایک ہی عقیدہ ہے تو کیا آپ خدا کے ساتھ شرک کے مرتکب نہیں ہو رہے"

"جذباتی کہا ہے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ جب آنحضرت صلعم کے بالمقابل کسی میں ایسی خصوصیات تسلیم کی جائیں جو اس میں نہیں ہیں اور ان کی وجہ سے اُسے آنحضرت صلعم پر فوقیت دی جائے تو میں بہت جذباتی ہو جاتا ہوں۔ جس رُوحانی عظمت، رفعت اور بلندی کو آپؐ نے پایا اور باوجود اس کے زمین میں دفن ہوئے وہ جب کسی اور نبی میں نہیں تو اسے کیوں خواہ مخواہ قرآن کریم کی صریح آیات کے خلاف زندہ رکھ کر آسمان پر بٹھا دیا جائے کہ وہ آ کر آپؐ کی اُمّت کی اصلاح کرے گا۔ جسے قرآن کریم "خیر امة" کہتا ہے اور تمام اُمتوں پر شہید قرار دیتا ہے جن میں حضرت عیسٰےؑ کی اُمّت عیسائی بھی شامل ہیں۔

پھر آپ پوچھتے ہیں، — " بتائیے کیا عیسٰے علیہ السّلام کے بارے میں مسلمانوں کا اور عیسائیوں کا عقیدہ واقعتہً ایک ہی ہے؟" اس کے جواب میں میں آپ کے ہی الفاظ نقل کر دیتا ہوں جو آپ نے گیارہویں شبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے انجیل برنباس کے متعلق اس طرح لکھے ہیں:—

" ہاں! یاد آیا انجیل برنباس جس سے آپ نے عیسٰےؑ کی دُعا کا اقتباس نقل کیا ہے اس میں ٹھیک اسلامی عقیدے کے مطابق حضرت عیسٰے علیہ السلام کا یہودیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونے سے بچایا جانا، زندہ سلامت آسمان پر اُٹھایا جانا اور پھر آخری زمانے میں نزول فرمانا درج ہے۔"

اب اپنے سوال کا جواب اپنے آپ سے ہی پُوچھ لیجئے:—

الغرض میں عرض کروں گا کہ اگر آپ نے میری شرط کے مطابق کہ پہلے اس مسئلہ پر قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا جائے گا۔ پھر احادیث سے بشرطیکہ وہ قرآن کریم کے مخالف نہ پڑتی ہوں اور بعد میں اجماع سلف صالحین۔ مجددین۔ اولیاءِ اُمت کے اقوال زیرِ بحث آئیں گے۔ اس بات کو آگے بڑھانا ہے تو بسم اللہ لیکن اگر آپ قرآن کریم کو چھوڑ کر ادھر اُدھر کی باتیں کر کے ٹال مٹول سے کام لینا چاہتے ہیں تو میرے نزدیک یہ تضیع اوقات ہے۔ آپ آئندہ صرف قرآن کریم کی آیات کی مدد سے میرے دلائل کو توڑیئے جب قرآن کریم سے حیات ثابت ہو گئی تو باقی ذرائع کی طرف آنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے۔ کلام الٰہی ہے اور وحی متلو ہے۔ اس کے مقابلے میں باقی اقوال کی اہمیت ویسی نہیں ہوتی جیسی اس کی آیات کی۔ والسلام

---

# اہلِ قلم احباب کی خدمت میں

مجدد صد چہاردہم، مہدئ دوران مسیح زمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کا وصال ماہ مئی میں ہُوا تھا، پیغام صلح اس موقع پر ایک خاص نمبر ہر سال شائع کرتا ہے، جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے کلام، پیغام، تعلیم، عقائد و نظریات اور دینِ اسلام کی جلیل القدر خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے احباب سلسلہ احمدیہ عالیہ حضرت صاحب موصوف کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اس سال بھی ماہ مئی میں پیغام صلح کی ایک خصوصی اشاعت حضرت مسیح موعودؑ نمبر شائع کی جا رہی ہے۔ اہلِ قلم احباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنے اپنے رشحاتِ قلم جلد از جلد ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ دس مئی تک موصول ہونے والے مضامین ہی شاملِ اشاعت ہو سکیں گے۔

## جماعتوں کے سیکرٹری

صاحبان سے بھی التماس ہے کہ وہ یوم وصال مسیح موعودؑ کی رپورٹیں بغرض اشاعت پہلی فرصت میں روانہ کر دیں۔

(ادارہ)

# صلح حدیبیہ کا واقعہ فتح مبین کیسے ثابت ہوا؟

## موجودہ دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ صلح حدیبیہ کو دوہرانا مقصود ہے، مسلمان اقوام اور جماعت احمدیہ کی ترقی آج جذبات عالیہ محبت، رحمت اور مغفرت کے اظہار سے وابستہ ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۸/۴/۷۸ فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش دامت برکاتہٗ۔ جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

انا فتحنا لك فتحاً مبيناً ۝ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تأخر و يتم نعمته عليك و يهديك صراطاً مستقيماً و ينصرك الله نصراً عزيزاً ۝ هو الذي انزل السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً مع ايمانهم و لله جنود السموات والارض و كان الله عليماً حكيماً ۝ ـــــــ (الفتح ۴۸ : ۱ تا ۴)

(مرتبہ: مولوی شفقت رسول صاحب)

فرمایا کہ یہ سورۃ فتح کی آیات ہیں اور اس سورت کا نام "فتح" اس لئے ہے کہ حقیقی فتوحات اسلامیہ صلح حدیبیہ کے بعد شروع ہوتی ہیں ۔ صلح حدیبیہ کے واقعات مختصر طور پر یوں ہیں کہ جنگ احزاب کے بعد قریباً ایک سال کی مدت گذر گئی اور حج کا موسم قریب آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیاء میں دیکھا کہ آپؐ اپنے صحابہ سمیت خانہ کعبہ کا حج کر رہے ہیں ۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو حج کے لئے تیاری کا حکم دیا اور قربانی کے جانوروں اور سواریوں کے ساتھ لینے کا ارشاد فرمایا اور جنگ کے ہتھیار اور سامان حرب ساتھ نہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ صرف تلواریں ساتھ نہ رکھنے کا فرمایا اور وہ بھی نیام میں ساتھ رکھیں تاکہ قریش کے دلوں میں یہ تشویش پیدا نہ ہو اور وہ مزاحمت کے لئے بہانہ نہ بنالیں اور تا اس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ مسلمان جنگ کی غرض سے نہیں بلکہ ان کی غرض صرف حج ہے ۔

قریش اہل مکہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مسلمان حج کرنے کی غرض سے آرہے ہیں ۔ اور یہ اہل مکہ کا مسلّمہ دستور تھا کہ عمرہ یا حج کرنے کے لئے کسی کے لئے روک ٹوک نہ تھی۔ لیکن اہل مکہ نے مسلمانوں کو روکنے کا فیصلہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا اور اہل مکہ کی طرف سفیر روانہ فرمایا اور بتایا کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں بلکہ صرف حج کے ارادہ سے آئے ہیں ۔

آپؐ کے ساتھ اس وقت صرف چودہ سو صحابہؓ کی جماعت تھی ۔ لیکن اہل مکہ نے سفیر کے اونٹ کو مار دیا۔ اور ایک دستہ مسلمانوں پر ناگہاں حملہ کرنے کے لئے بھیجا لیکن وہ مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ کی غرض جنگ و جدل نہ تھی۔

بالآخر حضرت عثمان رضؓ کو سفیر بنا کر بھیجا کیونکہ وہ معزز و محترم شخصیت تھے لیکن کفار نے انہیں گرفتار کر لیا اور ان کے بارے میں خبر مشہور ہوگئی کہ آپؓ کو شہید کر دیا گیا ہے ۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تشویش ہوئی، جنگ کے لئے تیاری نہ تھی ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیعت لی جس کو بیعت الرضوان کہا جاتا ہے۔ یہ صحابہؓ سے جان نثاری کی بیعت تھی کہ اگر کفار نے جنگ کی تو ہم اپنی جانوں کو فدا کر دیں گے ۔

اہل مکہ کی جانب سے عروہ سفیر بن کر آیا اور اس نے بات چیت کی۔ لیکن صحابہ کرام رضؓ کی فداکاری اور جان نثاری دیکھ کر جس کی نظیر اس نے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں بھی نہیں دیکھی تھی ۔ نہایت درجہ متاثر ہوا اور اس نے اہل مکہ کو بتایا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جان نثار ہیں جس کی مثال نہیں ملتی ، اس لئے اہل مکہ بھی جنگ میں متذبذب ہو گئے ۔ چنانچہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن شرائط صلح ایسی تھیں جو مسلمانوں کے لئے بظاہر باعث ذلت و تحقیر تھیں ۔ جیسا کہ یہ شرط کہ اگر مکہ والوں سے کوئی مسلمان مدینہ چلا جائے تو مسلمان واپس کر دیں گے اور جو مدینہ سے اہل کفر میں داخل ہو کر مکہ آجائے اُسے واپس نہ کیا جائے گا۔

یہ بڑی ذلت آمیز شرط تھی جو بعض صحابہؓ کو ناگوار خاطر تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ایک نہایت ہی غیور اور جسور مسلمان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کرتے ہیں۔ حضور۔ کیا ہم حق پر نہیں ؟ اور کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم حج کریں گے ؟۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ خدا تعالےٰ کے فرمان سے ہے ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمان ان شرائط سے رنجیدہ خاطر اور کبیدہ خاطر تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو ذبح کر دیا تو تمام صحابہؓ نے بھی اپنی قربانیاں کر دیں ۔ آخر اس صلح کو جو بظاہر ایک ذلت تھی "فتح مبین" کیوں کہا گیا ؟ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ليغفر لك ما تقدم من ذنبك و ما تأخر و يتم نعمته عليك تاکہ تیرے سابقہ اور آئندہ الزامات سے بریت ہو جائے اور اللہ تعالےٰ کی نعمت تمام ہو جائے ۔ یعنی جو الزامات آپ پر لگائے جاتے ہیں۔ وہ دور ہو جائیں گے ۔ اور آپؐ کی پاکیزگی ۔ طہارت اور انسانی ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق واضح اور روشن ہو جائیں گے ۔ اور جو لوگ آئندہ زمانے میں بھی آپؐ پر الزامات لگائیں گے ان سے بھی محفوظ ہو جائیں گے۔

جائے غور ہے کہ جب آپؐ صلح حدیبیہ کرتے ہیں تو آپؐ کے ساتھ صرف چودہ سو جان نثار ہیں اور جب پورے دو سال بعد مکہ فتح ہوتا ہے تو اس وقت آپؐ کے ہمرکاب دس ہزار قدوسی ہیں۔ یہ لوگ آپؐ کے پاس کہاں سے اور کیسے آ گئے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپؐ مدینہ تشریف لے گئے تو آپؐ کو جنگوں سے ہی واسطہ پڑا جس سے آپؐ کے خلاف نفرت و عداوت کے جذبات ہی بڑھے اور جب کسی کے خلاف جذباتِ نفرت برانگیختہ ہوں تو اس کی خوبیاں اور بھلائیاں نظر نہیں آتیں۔ خوبی اور اچھائی کو بھی برائی کی عینک سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے خلاف عداوت کی وجہ سے مسلمانوں کے اعمالِ حسنہ نظر سے اوجھل تھے۔

**شرائطِ معاہدہ کی کامل پابندی**

اس صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تو ان کے بارے میں اہلِ مکہ نے غور کرنا شروع کیا، اور صحیح جذبات و خیالات سے دیکھنا شروع کیا۔ ابو جندلؓ بن سہیل مسلمان ہوئے اور وہ مدینہ آئے کہ مجھے پناہ دی جائے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پناہ نہیں دے سکتا کیونکہ معاہدہ طے پا چکا ہے جس کی رو سے مکہ کے اسلام قبول کرنے والوں کو پناہ نہیں دے سکتے۔ اس بات کا بھی مسلمانوں کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ لیکن حضور صلعم نے ابو جندلؓ کو فرمایا کہ خدا تمہارے لئے کوئی راہ نجات پیدا کرے گا چنانچہ اسی طرح کے ایمان لانے والوں نے جنہیں مدینہ میں پناہ نہیں مل سکتی تھی ایک الگ آبادی قائم کر لی جو اہلِ مدینہ کی دسترس سے باہر تھی اور اہلِ مکہ کے لئے ایک تکلیف دہ صورت حال پیدا ہوگئی جس سے گھبرا کر انہوں نے خود ہی اپنی اس معاہدہ کی شق کو کالعدم قرار دینے کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ شق معاہدہ سے خارج کر دی گئی۔

**آنحضرت صلعم اور صحابہ کے اخلاق و اعمال کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوئی**

بہرحال اس صلح کے بعد لوگوں کو قریب آنے اور قریب سے اعمال و اخلاق کو پرکھنے اور جاننے کا موقع ملا تو لوگ اسلام کے گرویدہ اور شیدائی ہو گئے اور قبائل عرب نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ یوں آپؐ کے جان نثار چودہ سو سے دس ہزار تک جا پہنچے۔ دو بڑے الزام آنحضرت صلعم پر لگائے گئے ہیں۔ یہ کہ آنحضرت صلعم نے خون ناحق بہائے اور خونریزیاں روا رکھیں تا جبر و اکراہ سے اپنے دین کو پھیلائیں۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ حکومت کے رعب و داب اور شان و شوکت کے ذریعہ کی وجہ سے لوگوں کو اسلام میں زبردستی داخل کیا گیا۔ لیکن اس صلح نے واضح کر دیا کہ جنگ و جدل اور جبر و اکراہ کی وجہ سے اسلام نہیں پھیلتا بلکہ زمانہ صلح و امن میں ہی اس کی خوبیاں اور اوصاف انسانوں کو اس کا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔ معترض کہتا ہے اسلام جنگ و جبر اور تحکّم دنیادی اور دبدبہ سے پھیلا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ **اسلام محبت اور باہمی مروّت اور افہام و تفہیم سے پھلتا پھولتا ہے**

بظاہر ذلت آمیز صلح کا نام خدا تعالے کا فتح مبین رکھنا اور ایسی صلح کا واقعات میں فتح ثابت ہو جانا کیا آنحضرتؐ کے برخلاف اعتراضات جنگ و خونریزی اور دین میں جبر و اکراہ کا قلع قمع کرنے کے لئے کافی نہیں؟

**امن و صلح کی خاطر عزتِ نفس اور ظاہرا برتری کی قربانی کی اعلےٰ ترین مثال**

آنحضرت صلعم۔ مسلمان گھر بار۔ عزیز و اقارب چھوڑ کر حصول امن کی خاطر ہجرت کر گئے تھے۔ مال و جان اور وطن خدا کی محبت میں قربان کر دیئے۔ یہ عزیز ترین متاع ہے جو قربان کیا گیا لیکن اس سے بڑھ کر اور انتہائی عزیز متاع عزت و ناموس ہے کیونکہ تمام جنگ و جدل کے اسباب میں عزت و ناموس کا اہم ترین حصہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جھوٹی عزت کی خاطر جدال و قتال کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور خاندان اور اقوام تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "صلح حدیبیہ" میں اس جھوٹی عزت و وقار کی مطلق پروا نہ کی۔ کیونکہ آپ سراپا رحمت تھے اور آپ پسند نہیں فرماتے تھے کہ محض وقار کی خاطر خونریزی کی جائے۔ دنیا کی تاریخ میں شاید اور کوئی واقعہ نہیں کہ خونریزی کو ناپسند کرتے ہوئے صلح کی گئی ہو۔ اگر آپؐ صلح نہ فرماتے تو وہ لوگ جو خفیہ اور اعلانیہ اسلام قبول کر چکے تھے اور مکہ میں اقامت گزین تھے مارے جاتے اور دیگر مسلمانوں کو بھی قتل و خونریزی سے دوچار ہونا پڑتا۔ لیکن آپ کی رحمۃ للعالمینی نے یہ گوارا نہ فرمایا کیونکہ اس سے مخلوق کو تکلیف اور دکھ پہنچتا۔

**موجودہ زمانہ صلح حدیبیہ کے مشابہ ہے**

اس طرح سے جب آپؐ کے ایک خلیفہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ مجددیت کیا تو سب سے پہلے جو کتاب لکھی اس کا نام بھی "فتح اسلام" رکھا اور اس میں واضح کیا کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا طریق کار یہ نہیں ہے کہ مخالفین اسلام کو واجب القتل ٹھہرایا جائے اور اسلام کے منوانے کے لئے جبر و اکراہ سے کام لیا جائے۔ بلکہ یہ جبر و اکراہ اسلام کی عین ضد ہے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ صلح اور صلحکاری سے اپنا دین اپنے اعلیٰ اخلاق و تعلیم کے ذریعہ پیش کریں، اور اپنے علم۔ عمل۔ فعل۔ قول اور قلم سے اسلام کی حقانیت اور صداقت کو پیش کریں۔ آج کے دشمن اسلام کا نام دجال اکبر ہے۔ اس دشمنِ اسلام کے دجل و فریب کا قلع قمع تلوار سے نہیں بلکہ اسلام کی صحیح تصویر، اپنے نمونہ و تعلیم پیش کرنے سے وابستہ ہے۔ ہماری جماعت میں ایسے لوگ ہیں جو حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ مسیح موعود کیوں مانا جائے۔ اور بطور مسیح موعودؑ ان کو کیوں پیش کیا جائے۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اس نام میں یہ راز حقیقت پوشیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا مشن صلح اور آشتی سے اسلام کا دیگر ادیان پر غلبہ ہے۔ دین کی خوبیاں بیان کرو۔ علم و عمل خیر پیش کرو اور انسانوں سے نفرت نہیں محبت کرو۔ اور یہی جزو اسلام کا جزوِ اعظم ہے۔

ہمیں اسلام کی ترویج کے لئے رعب و داب اور حکومت کی ضرورت نہیں۔ یہاں اسلامی نظام کے نعرے لگ رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ مذہب حکومت کی وجہ سے قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ مومن کا سچا و اصل تعلق دِل کے ایمان سے وابستہ ہے نہ کہ انسان کے ظاہرا افعال و اقوال پر۔ دلوں کو فتح کرنے کے لئے اسلام کو صحیح رنگ میں پیش کرو۔ ہم اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا نہیں کرتے اور ڈنڈے اور جبر و اکراہ سے اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رہے کہ قانون برائیوں کو روک نہیں سکتا جب تک کہ دلوں میں ایمان پیدا نہ ہو۔ بیشک

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۱)

# وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

(از جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ اسلام آباد)

مومن مسلمانوں کے متعلق جناب الٰہی فرماتے ہیں:۔

"اور جو لوگ اپنے رب کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور ان کا حکم آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے۔ اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے ہیں...... ......" (سورۃ الشوریٰ۔ آیت ۳۸)

مسلمان قوم کی تربیت جن اصولوں پر ہوئی ان میں سے تین عظیم الشان اصول بیان ہوئے ہیں۔ یعنی نماز یا اللہ تعالےٰ کے حضور جھکے رہنا اور اصلاح نفس اور انفاق فی سبیل اللہ یا اپنی قوتوں اور اپنے مال و دولت کو مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا اور شوریٰ یعنے امور قومی کو باہمی مشورہ سے طے کرنا۔ اور احادیث نبویؐ بھی مشورہ کے متعلق صریح ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد کوئی اہم امر پیش آئے جس میں قرآن کریم کی کوئی نص صریح نہیں نہ آپؐ کا کوئی فیصلہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے نیک لوگوں کو جمع کرو اور مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو۔ اور اکیلے کی رائے سے اس کا فیصلہ نہ کرو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ عاقل ہو۔

ان قومی مشوروں میں اگر سب کی متفقہ رائے ہو جائے تو سب سے بہتر ہے۔ ورنہ کثرت رائے سے فیصلہ کرنا ہوگا۔ اس کی مثال خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ جنگِ اُحد سے پہلے آنحضرت صلعم نے کفار کے لشکر کی آمد کا سن کر صحابہ کرام سے مشورہ لیا کہ مدافعت کا کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ حضور کی اپنی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کا انتظام کرنا چاہیئے۔ مگر صحابہؓ کی کثرت رائے اس طرف تھی کہ میدان جنگ میں نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے کثرت رائے پر عمل درآمد کیا اور میدان میں جا کر جنگ کی۔

پھر آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آپؐ کے جانشین کے بارے میں انصار اور مہاجرین میں اختلاف رائے پیدا ہوا۔ وہاں اکابر صحابہؓ کی کوششوں سے مسلمانوں میں پھر اتفاق رائے اس امر پر ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے افضل ہیں اور ان کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ تعداد میں اگرچہ انصار بہت زیادہ تھے مگر وہ لوگ متقی اور دیانتدار تھے۔ اس لئے حق بات کو تسلیم کر لیا اور مہاجرین قریش میں سے خلیفہ چن لیا گیا۔

چودھویں صدی ہجری میں اس زمانہ کے مجدد اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بھی حکم قرآنی اور سنتِ نبویؐ پر عمل کیا آپ نے صدر انجمن احمدیہ (قادیان) قائم کی اور جماعت کا انتظام ان کے سپرد کیا۔ ایک موقعہ ایسا آیا کہ انجمن کے فیصلوں کو چیلنج کیا گیا۔ اس کے متعلق کتاب "مجددِ اعظمؑ" میں اس طرح لکھا ہے جو مختصراً بیان کیا جاتا ہے کہ:۔

مسجد مبارک (قادیان) کی توسیع کے سلسلہ میں صدر انجمن نے ایک نقشہ پاس کر کے حضرت اقدسؑ کے خسر میر ناصر نواب صاحب کو (جو کہ ریٹائرڈ سب اوورسیر تھے) دیا کہ اس پر عمل درآمد کریں میر صاحب موصوف ذرا سخت طبیعت اور اپنی مرضی کے آدمی تھے۔ انہوں نے انجمن کے نقشہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق مسجد بنانی چاہی۔ انجمن نے اس بات میں ان کی مزاحمت کی تو وہ انجمن پر بگڑے۔ معاملہ بڑھا تو انجمن نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں اپیل کی۔ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں جب یہ شکایت پیش ہوئی تو عین انجمن کے اجلاس کے وقت آپ خود انجمن میں تشریف لائے اور اپنے قلم سے مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر دے گئے اور وہ یہ ہے:۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔

مرزا غلام احمد عفی عنہ۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء"

یہ وہ تحریر ہے جس نے مرکزی انجمن کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین متصور کر دیا۔ اور اسی پر مولانا نورالدین صاحبؓ کی زندگی میں عمل درآمد ہوتا رہا۔ ان کی وفات کے بعد مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے خلافت پر قبضہ کرتے ہی قواعد انجمن میں ترمیم کر کے حضرت مسیح موعودؑ کی منشاء کے خلاف میاں محمود احمد صاحب کو انجمن پر حاکم مقرر کر دیا۔ اور انجمن وہ نہ رہی جو حضرت اقدسؑ نے بنائی تھی۔

حضرت مولانا نورالدینؓ کی وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے باقی ماندہ تیرہ ممبروں میں سے سات ممبر بعد میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں شامل ہو گئے۔ اور اب یہ انجمن حقیقتاً خدا کے مقرر کردہ خلیفہ (حضرت مسیح موعودؑ) کی جانشین متصور ہوگی۔ اور یہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے بموجب قومی فیصلے مجلس شوریٰ (یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس معتمدین) کے ذریعے سے اگر متفقہ رائے ہو تو فبہا ورنہ کثرت رائے سے کرے گی اور قوم پر ان فیصلوں کو تسلیم کرنا اور ان پر عمل درآمد واجب ہوگا۔

جماعت کے بعض غلطی خوردہ احباب یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ انجمن کی کثرت رائے کیا چیز ہے۔ جماعت کے مرکزی لوگوں کی رائے بھی لینی چاہیئے۔ اور ان کی اور ان کے حالی موالی کو راضی رکھنے کے لئے اس پر بھی عمل کر لینا چاہیئے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھے کہ جماعت میں انتشار اور تفریق کی طرف یہ پہلا قدم ہے۔ اس طرح ہر مالدار اور ذی وجاہت شخص اپنا دھڑا بنا کر من مانی کارروائی کرے گا۔ اور جماعت کی کثرت کو نظرانداز کر دے گا۔ اور اس طرح آنحضرت صلعم اور مسیح موعودؑ کے فرمانوں کو توڑا جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مومنانہ فراست نے یہ محسوس کیا

تھا کہ انجمن کے منتخب شدہ ممبروں میں کبھی نہ کبھی ایسے افراد بھی شامل ہوتے رہیں گے جن کا رویہ انجمن اور سلسلہ کے مفاد کے برخلاف ہوگا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے خود تحریر فرما دیا:۔

"انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں اور اگر آئندہ کوئی شخص ایسا ہو جو وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ ایک چالبازی اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے"۔

(قاعدہ ۱۳ ضمیمہ متعلق رسالہ الوصیت)

جماعت احمدیہ (لاہور) پر بھی فی زمانہ بڑا ابتلاء آیا ہوا ہے۔ اس کو "غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے" اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کے کئی ایک حقوق سلب کر لئے گئے ہیں۔ اپنے وقت پر وہ خدائے ذوالجلال والاکرام ان بندشوں کو توڑے گا اور مشکلات کو دور کر دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح اسلامی مسلک پر چلنے والی جماعت کو تا قیامت زندہ رکھنے اور اس کے مخالفین پر غالب رکھنے کا وعدہ جناب الٰہی سے مل چکا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے بموجب ہمیں صبر اور دعا سے کام لینا چاہیئے۔ اور "میرے بعد سب مل کر کام کرو" کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر پھر بھی کوئی باز نہ آئے تو پھر الٰہی وعید ہے:۔

"وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دکھ دیتے ہیں۔ پھر توبہ نہیں کرتے۔ تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے"۔

(سورۃ البروج۔ آیت ۱۰)

## خطبہ جمعہ ــــ بسلسلہ صفحہ ۲

مخلوق کی ضروریاتِ جسمانی کے لئے بارش کا نظام قائم کیا ہے۔ اسی طرح انسان کی روحانی ضروریات کے لئے روحانی بارش کا انتظام فرمایا ہے۔ اس روحانی بارش کی ترسیل کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا جو رحمۃ للعالمین ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ وہ رحمت سب کے لئے ہے۔ اور وہ سب کو ایک نقطہ پر اکٹھے کرتے ہیں تاکہ ان میں صلح و آشتی پیدا ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہا جاتا ہے جو کہ متشابہ ہے۔ اگر اس کو محکم اصول کے زیرِ اثر سمجھنے کی کوشش کی جاتی تو بات صاف ہو جاتی کہ اس سے مراد صرف مقبول بارگاہ خداوندی ہے نہ کہ فی الواقعہ خدا کا بیٹا۔ کیونکہ محکم طور پر خدا بیٹے اور بیوی اور شریک وسہیم ہونے سے پاک ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیم نہایت صاف ستھری اور شاندار ہے جو صلح و امن کی راہ دکھاتی ہے۔ حضرت امیر قوم نے اظہار افسوس کیا کہ وہی مسلمان قوم جو دوسرے انسانوں کے ساتھ مروت و ہمدردی میں ایک مثالی کردار کی حامل تھی۔ آپس میں معمولی معمولی اختلافات جیسے آمین بالجہر اور بالخفاء پر ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن جاتی ہے۔ یہ قرآن پاک سے دوری اور مہجوری کی وجہ سے ہے۔ اور ایک دوسرے پر فروعی اختلافات کی وجہ سے فتاوے کفر لگاتے ہیں حالانکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے خلاف ہے۔

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان قوم پر خدا کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ان کو صراط مستقیم پر چلایا ہے تاکہ وہ کجی اور شیخی سے بچے۔ یہ امت درمیانی یعنی امۃً وسطاً ہے اور ان میں کجی اور شیخی کو کوئی راہ نہیں ہے۔ ہمیں قرآن پاک کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیئے تاکہ خدا کا فضل و رحمت جذب کر کے خدا کے مقبول بن جائیں۔ خدا ہماری قوم کو قوتِ عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین +

مسٹر ایبٹ اپنی کتاب "اسلام اور پاکستان" میں برملا اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ کا بنیادی مقصد دلوں میں اسلام کی صداقت پر ایمان پیدا کرنا ہے اور اس جماعت نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ ایمان پیدا کر دیا ہے۔ کیا اس سے اس حدیث کی صداقت ثابت نہیں ہوتی لو کان الایمان معلق بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔

(ایک صاحب کا بیان ہے) سب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ ہماری قوم کے اخلاق و اعمال غیر اسلامی ہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ کے افراد کے قلوب میں اسلام کی کس قدر شان و شوکت ہے جس کا اظہار وہ اپنے اعمال و افعال سے کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں مجدد وقت کی تصریح کے مطابق اسلام کے احکام پر مضبوطی سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے ÷

**مولود مسعود** } مکرم جناب چوہدری فضل داد صاحب پنشنر گجرات کی صاحبزادی عزیزہ مسرت کو اللہ تعالیٰ نے دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں نو مولود کی نانی محترمہ نے مبلغ بیس روپے اشاعتِ اسلام فنڈ میں بھجوائے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ نو مولود کو صحت و سلامتی کی طویل عمر عطا فرمائے اور اپنے محترم نانا جان

## خطبہ جمعہ ــــ بسلسلہ صفحہ ۶

یہ درست ہے کہ اسلامی حکومت میں بعض معاشرتی جرائم اور بدیوں کے برخلاف تعزیر جائز و روا ہے۔ مجدد وقت نے اسلام کے نفاذ کا طریق وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور جماعت بنائی جو ایک مثالی جماعت ہونا چاہیئے اور اس نے اسلام کو قلوب اقوام میں بٹھانا شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ مسٹر فری لینڈ

۴۲

از جناب شیخ غلام قادر مرحوم و مغفور

# تعمیر قومی کے اصول

**صحابہ رضی اللہ عنہم کا حلم و عفو** — حلم و عفو اخلاقِ فاضلہ کا ایسا اہم شعبہ ہے جس پر سیادت و حکمرانی کا محل استوار رہتا ہے اور حوادثِ زمانہ اسے ہلا نہیں سکتے۔ صحابہ کرام کی اسی صفت نے عرب کی مشتعل طبیعتیں بے قابو نہ ہوئیں۔ عرب اگرچہ جاہل تھے مگر اس صفت ہمہ گیری سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے:—

اذا شئت یومًا ان تسود عشیرۃ
فبالحلم سد لا بالتسرع والشتم

ترجمہ: اگر تم کسی قبیلہ کے سردار بننا چاہتے ہو تو حلم و بردباری کے ساتھ سرداری کرو نہ غصہ اور گالی کے ساتھ۔

چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کی معزولی کا اعلان کیا تو ایک شخص نے برسرِ عام آپ کو (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو) مخاطب کر کے کہا:—

"عمر تم نے انصاف نہیں کیا اور ایک ایسے عامل کو معزول کیا جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا اور ایسی تلوار کو نیام میں کر دیا جس کو آنحضرت صلعم نے (باطل اور مفسدہ پردازوں کے برخلاف) کھینچا تھا۔ تم ایک ایسے جھنڈے کو پست کر دیا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ... تم نے قطع رحم کیا اور اپنے چچازاد بھائی پر حسد کیا۔"

یہ سن کر جانتے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا کیا ... اعادت عام کی دعوت تھا / اس نے تمہارے ... سے نوجوان کو کہا کہ:—

"تمہیں کمسنی اور قرابت کی بنا پر اپنے چچازاد بھائی کی حمایت میں غصہ آگیا۔" (اسد الغابہ)

ایک روز مسجد سے واپس لوٹ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صحابیہ روک کر کھڑی ہو گئیں۔ اور آپ کو مخاطب کر کے بولیں:—

"اے عمر رضی اللہ عنہ میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تمہیں لوگ عکاظ میں عمیر کہتے تھے۔ پھر چند دنوں کے بعد ہمارے دیکھتے دیکھتے عمر رضی اللہ عنہ ہوئے اور اب تو تم امیر المومنین ہو، پس رعیت کے ساتھ خدا سے ڈر کر معاملہ کرو اور یقین رکھو جو شخص عذابِ الٰہی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائے گا اور جو موت سے ڈرے گا اس کو ثواب کے فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا۔"

ایک شخص سن کر بولا بی بی تم نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:—

"چپ ہو کیا تم نہیں جانتے کہ یہ خولہ بنت حکیم اور عبادہ بن صامت کی بیوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی پھر عمر کو تو اور سننا چاہیئے۔"

**حقوق العباد میں مساوات** — امید اپنی قوم میں ہر دلعزیز بن نہیں سکتا جب تک قوم کے حقوق میں ہمواری اور مساوات پیدا نہ کرے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی اصول کو مدِ نظر رکھ کر خراج و زکوٰۃ کا مال سب پر برابر تقسیم کر دیتے تھے۔ بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا:—

"آپ نے تمام لوگوں کو برابر کر دیا حتیٰ کہ غلام اور آزاد میں بھی امتیاز نہیں کیا۔ حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکے فضائل ایسے نمایاں ہیں کہ وہ امتیازی سلوک کے حقدار ہیں۔"

لیکن آپ نے صاف صاف فرمایا کہ:—

"فضائل کا ثواب اللہ تعالیٰ دے گا یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات ہی بہتر ہے۔" (کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

کمیونزم کے دلدادہ غور کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ خاص مصلحت کی بناء پر فضائل کے لحاظ سے وظائف کے مختلف مدارج قائم کئے۔ تاہم ان کے دل میں یہ ناہمواری ہمیشہ کھٹکتی رہی۔ چنانچہ اپنی خلافت کے آخری دور میں خود یہ الفاظ فرمائے:—

"میں نے بعض لوگوں کو بعض پر ترجیح دی تھی۔ اس کا مقصد صرف تالیفِ قلوب تھا۔ لیکن اگر اس سال زندہ رہا تو سب کے حقوق برابر کر دوں گا۔ اور سرخ کو سیاہ پر اور عربی کو عجمی پر کوئی ترجیح نہ دوں گا اور وہی طرزِ عمل اختیار کروں گا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا۔" (یہ ہر پیچھے آنے والے خلیفہ کے لئے انتباہ تھا۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص اس موضوع پر خطبہ دیا جس میں مفصل طور پر خلیفہ اور رعایا کے حقوق و اختیارات بتائے۔ فرماتے ہیں:

"صاحبو! کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ معصیتِ الٰہی میں اس کی اطاعت کی جائے صرف تین طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے مال صالح ہو سکتا ہے (۱) حق کے ساتھ وصول کیا جائے (۲) حق میں صرف کیا جائے اور (۳) ناجائز طریقے سے اس کو خرچ نہ کیا جائے میری اور تمہارے مال کی مثال یتیم کے ولی کی مثال ہے۔ اگر میں متمول ہوں گا تو اس کے لینے سے احتراز کروں گا اور اگر محتاج ہوں گا تو بھلائی کے ساتھ اس کو بقدر ضرورت اوپر صرف کروں گا۔ میں کسی کو یہ موقعہ نہیں دوں گا کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اس کو چہرہ کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل دوں گا۔ کہ راہ حق پر آ جائے۔

مجھ پر تمہارے حقوق ہیں جن کو میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ تم مجھ سے اس کا مطالبہ کر سکو۔ میرا فرض ہے کہ میں خراج اور جزیہ کا مال جائز طریقہ سے وصول کروں۔ یہ میرا فرض ہے کہ جب مال میرے ہاتھ میں آ جائے تو اسکے مصارف صحیح میں صرف کروں میرا فرض ہے کہ تمہارے وظائف کو بڑھاؤں اور سرحد کی حفاظت کروں اور میرا فرض ہے کہ تمہیں خطرہ میں نہ ڈالوں۔"

چونکہ ان احکام کا نفاذ عمال کے ذریعہ ہی ہوتا تھا انہیں اکٹھا کیا اور اس طرح مخاطب فرمایا:—

"اچھی طرح سن لو میں نے تمہیں ظالم اور جابر بنا کر نہیں بھیجا۔ میں نے تمہیں ائمہ ... بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سے سیدھی راہ پائیں۔ پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق ادا کرو۔ نہ انکو مارو کہ وہ ذلیل ہو جائیں۔ نہ ان کی مدح و ستائش کرو کہ وہ تم سے بے باک ہو جائیں اور گستاخی پر اتر آئیں نہ انکے سامنے اپنے دروازے بند رکھو کہ قوی ضعیف کو نگل جائے۔ اپنے آپ کو ان پر ترجیح دیکر ان پر ظلم نہ کرو۔ انکے ساتھ جہالت سے پیش نہ آؤ ان کے ذریعہ سے کفار کے ساتھ جہاد کرو لیکن اس معاملہ میں ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ اگر وہ تھک جائیں تو رک ...

۲؎ لوگو تم گواہ رہو کہ میں نے امراء کو صرف اسلئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ ان پر مال غنیمت انصاف سے تقسیم کریں۔ انکے مقدمات منصفانہ طو...

برائے شبان

از مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم و مغفور

# فرض شناس باپ، عقلمند بیٹا اور نیک بیوی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بہت بڑے خلیفہ تھے۔ ان کی نیکی اور عدل کی وجہ سے ان کو عمر ثانی کہا جاتا ہے۔ جب یہ تختِ خلافت پر بیٹھے ان کو بے انتہا کام کرنا پڑا۔ سارا دن اور تقریباً ساری رات کام کرتے تھے۔ ایک رات زیادہ کام کرنے سے بہت تھک گئے۔ اور چاہا کہ دن کے وقت ذرا آرام کر لیں۔ تاکہ تازہ دم ہو کر پھر کام شروع کریں۔

ابھی لیٹے ہی تھے کہ آپ کے بیٹے عبدالمالک نے آپ سے کہا: "ابا جان! سلطنت کے بے شمار کام آپ کی فوری توجہ کے مستحق ہیں آپ کو آرام کرنا کیونکر گوارا ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ بیٹا! میں رات بھر جاگ رہا ہوں۔ اس وقت نیند آ گئی ہے تھوڑا سا سو لوں پھر ظہر کی نماز کے بعد کام کاج کروں گا۔ اس وقت سخت تھکا ہوا ہوں۔ بیٹے نے عرض کیا کہ حضور! آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آپ اس وقت تک زندہ رہیں گے؟ جب بیٹے کے یہ الفاظ سنے آپ نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اس کی تعریف کی کہ اس نے نہایت جرأت اور ایمانداری سے باپ کو ایک قیمتی مشورہ دیا ہے۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ان کو ایسا لائق اور عقلمند بیٹا عطا کیا ہے۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سلطنت کے کام کاج میں مصروف ہوئے۔ بیٹا کس قدر عقلمند اور سمجھدار تھا اور باپ کس قدر فرض شناس

بیٹو! تم جانتے ہو کہ ہمارے نبی کریم صلعم کے پہلے چار خلیفے یعنے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو خلفائے راشدین کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اگرچہ تقریباً ایک سو سال کے بعد خلیفہ بنے مگر ان کو ہی پانچواں خلیفہ تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے بھی اپنے زمانہ میں رشد و ہدایت پھیلائی۔ خود نیک اعمال بجا لائے اور لوگوں کو نیک اعمال کی ہدایت کی۔ انصاف کیا اور ہمارے نبی کریم صلعم کی شریعت کو دوبارہ قائم کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اسلام کی اصل روح اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان میں نفسانیت ذرہ نہ تھی۔ یعنے اپنی ذات پر کچھ خرچ نہیں کرتے تھے۔ بڑی تنگی سے گذارہ کرتے تھے۔ آپ کے رشتہ دار ہمیشہ آپ پر زور دیتے رہتے کہ انہیں بیت المال سے مال دیا جائے، مگر آپ ان درخواستوں کو رد کر دیتے۔ اور صاف لفظوں میں کہہ دیتے کہ بیت المال رعایا کا حق ہے۔ خلیفہ یا خلیفہ کے رشتہ داروں کا حق نہیں ہے۔ آپ بیت المال کے اموال کو خرچ کرنے میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ اگر رات کے وقت سلطنت کا کام کرتے بیت المال کا تیل استعمال کرتے، مگر جب اپنا کام کرتے تو بیت المال کا چراغ بجھا کر اپنا چراغ جلا لیتے۔ ذاتی کام کے لئے بیت المال کا چراغ جلانا بھی منظور نہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عبدالمالک بن مروان کے داماد تھے۔ عبدالمالک نے اپنی بیٹی کو ایک بڑا قیمتی ہار دیا تھا جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی

بقیہ صفحہ ۱۶

بیوی سے کہا کہ وہ تمام جواہرات اور قیمتی ہار بیت المال میں دے دے۔ کیونکہ یہ سب بیت المال سے ہی خریدے گئے تھے۔ اور یہ ناجائز تھا۔ آپ نے بیوی سے صاف لفظوں میں کہدیا کہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو وہ ان کے عقد میں نہیں رہ سکتی۔

بیوی بھی بڑی نیک تھی اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور وہ تمام جواہرات اور زیور بیت المال میں دے دیئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد عبدالمالک کا بیٹا یزید تختِ خلافت پر بیٹھا اس نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ اپنے زیورات واپس لے لے۔ مگر اس نیک دل خاتون نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں نے یہ زیورات اپنے خدا اور اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے بیت المال میں دے دیئے ہیں۔ اب جبکہ وہ اس دنیا میں نہیں میرے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ میں وہ زیورات واپس لوں۔

# مسلمان فقراء کی شانِ توکل

ابوالفتح خرمیؒ سلطان سنجر کے زمانہ میں ایک بہت بڑے عالم اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ سلطان ان کے علم و فضل اور زہد و اتقا کی وجہ سے ان کی بہت قدر کرتا تھا۔ آخر عمر میں وہ خانہ نشین ہوگئے اور یادِ خدا میں زندگی بسر کرنے لگے اور لوگوں سے میل جول بند کر دیا۔

سلطان ان کی قدر افزائی کا دلدادہ تھا۔ اس خیال سے کہ اب ان کے گذارے کی کوئی صورت نہیں ایک بڑی رقم ان کی خدمت میں بھیجی اور بمنت کہلا بھیجا کہ اس ہدیہ کو قبول فرمائیں مگر حضرت ابوالفتح نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور سلطان کو پیغام بھیجا کہ:—

"میرے سالانہ اخراجات پانچ روپے سے زیادہ نہیں۔ صبح کے وقت ایک تازہ نان اور شام کے وقت ایک تازہ نان میرا طعام ہے۔ اس وقت پندرہ روپے میرے پاس ہیں جو اگر میں زندہ رہا تو تین سال تک کافی ہوں گے۔ اور اگر اس کے بعد بھی خدا نے مجھے زندہ رکھا تو جس خدا نے اب تک روٹی دی ہے وہ پھر بھی دے گا۔ میں بادشاہ کی اس توجہ کا بہت شکر گذار ہوں۔ لیکن عطیہ کے قبول کرنے سے معذور ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں۔"

نوجوانو! دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کی حرص پوری نہیں ہوتی۔ سینکڑوں ہزاروں روپے ہونے کے باوجود پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ اور مل جائے۔ اور مل جائے۔ لیکن مسلمانوں میں ایسے بزرگ بھی گذرے ہیں جن کو دنیا اور مال دنیا کی ذرا بھی خواہش نہ تھی۔ انہیں میں سے ایک یہ بزرگ ابوالفتح خرمی تھے۔

جو لوگ خدا تعالےٰ کی محبت کی دولت سے مالا مال ہوں ان کے دل میں دنیا کے مال کی حرص نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہ اصل فقر ہے۔ اور ہمارے ہادی و پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:—

الفقر فخری۔ فقر میرا فخر ہے۔

---

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا — ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا
(مسیح موعودؑ)

# حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمودہ چند احکامات

## خصوصًا اس زمانے کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے۔

(فرنگی تہذیب کی جارحانہ یلغار نے مشرقی اقدار کے راستہ میں جس تیزی سے بارُود بچھائی ہے۔ اسکی تباہ کاریوں سے متاثر ہو کر ایک روشن ضمیر اور صاحب دل بزرگ سلسلہ کا یہ مضمون آج سے چند برس پہلے پیغام صلح میں شائع ہُوا تھا۔ اس کی افادیت اور ضرورت کے پیش نظر اس اُمید کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے شاید کہ قوم کے بچے بچیاں اسے بغور مطالعہ کر کے اپنا محاسبہ آپ کریں ——— ادارہ)

مجھے ایک مخلوط پارٹی یا پکنک (جس میں جوان مسلمان مرد اور عورتیں زیادہ تھیں) میں شمولیت کا موقع ملا۔ پارٹی کے ایک واقفکار منتظم نے مجھے خوش آمدید کہا۔ اور کچھ دیر مجھ سے باتیں کیں اور تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔ پارٹی میں سر کے پریشان بالوں والے اور زُغوں والے اور چست پتلونیں پہنے ہُوئے لڑکے اور کھلے بالوں والی اور تنگ اور چُست نیم عُریانی والے بلوز اور بیل باٹم گھٹنوں پر چُست پاجامے پہنے ہُوئے لڑکیاں آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور بجائے "السلام علیکم۔ مزاج شریف" بر وقت ملاقات کہنے کے صرف "ہائی۔ HAI" پر اکتفا کرتے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہُوا کہ بدقسمتی سے ہماری نئی پود کو اسلامی طرزِ معاشرت اور مشرقی تہذیب و آداب سے دُور کا بھی تعلق نظر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مغربی تہذیب اور معاشرت کو بلا سوچے سمجھے اپنا رہے ہیں۔

اس کی شکایت میں نے منتظم صاحب سے کی اور اظہارِ افسوس کیا۔ اس پر وہ طنزیہ ہنس ہنس کر بولے، آپ تو ان کے ظاہرا افعال اور حرکات پر اظہارِ افسوس کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو اس گروہ کے پرائیویٹ اعمال کا پتہ لگے تو خدا جانے غم سے نیند اُڑ جائے۔ اس گروہ میں ناچنا گانا۔ گھر سے رات گئے تک غیر حاضر رہنا اور بلا روک ٹوک اظہار محبت (FREE LOVE) اور شراب خوری اور دیگر منشیات کا استعمال سبھی کچھ شامل ہے۔ یہی نہیں بلکہ (یہاں انہوں نے ایک ہیپی شکل نوجوان کی طرف اشارہ کر کے کہا) ان صاحب نے تو کالج میں داخلہ لینے کے بعد اپنے والدین سے مطالبہ کیا کہ اس کو سکوٹر لے کر دیں۔ لیکن جب انہوں نے پس و پیش کیا تو برخوردار نے اپنے باپ کی پستول حاصل کر کے خودکشی کی اور زخمی ہو گیا۔ وہ تو کہو کہ بر وقت پتہ لگ گیا اور بمشکل اس کی جان بچائی جا سکی۔ بہرحال والدین نے ڈر کر اس کو سکوٹر لے ہی دیا۔

اسی طرح (یہاں اُنہوں نے ایک کھلے بالوں والی زرد رنگ اور دُبلی پتلی لڑکی کی طرف اشارہ کیا) ان صاحبزادی نے ایک لڑکے سے محبت کرنے میں ناکامی پر کہیں سے نیند آور گولیاں حاصل کر کے خودکشی کرنے کی ٹھانی۔ اس کی حالت زیادہ خراب نہیں ہوئی تھی کہ اسے ہسپتال لے جایا گیا اور اس کی جان بچائی گئی۔

میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ تمام لڑکیوں نے ہاتھوں کی اُنگلیوں کے ناخن بڑھا کر نوک دار بنائے ہُوئے تھے۔ اور خوب پوڈر، سُرخی، لپ سٹک کا استعمال کیا ہُوا تھا۔ اور لڑکیوں نے نے ریشمی قمیصیں یا سوٹ یا پتلونیں پہنی ہوئی تھیں اور کئی ایک کے ہاتھوں کی اُنگلیوں پر اکا دُکا سونے کی انگوٹھیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں زیادہ دیر اس ماحول میں نہ ٹھہر سکا اور گھر واپس آنے پر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمودات کا خیال آیا جن کا اطلاق ان مندرجہ بالا حالات پر ہوتا ہے۔ میں انہیں یہاں نقل کر دیتا ہوں تاکہ ایسے لوگوں کی اصلاح ہو سکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے آج کل کے مسلمان والدین بھی اپنے اسلامی اور دینی فرائض سے غافل ہو گئے ہیں اور بچّوں کو صحیح طور پر تربیت نہیں کرتے اور بالآخر اولاد جوان ہو کر ان کے کنٹرول سے باہر نکل جاتی ہے۔

**(۱) عورتیں باریک کپڑا نہ پہنیں** } حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ اسماء بنت ابوبکرؓ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے۔ رسُول اللہ صلعم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو مناسب نہیں کہ اس کا کوئی عضو دیکھا جائے مگر یہ اور یہ اشارہ کیا اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی طرف (ابوداؤد) اس حدیث کی رُو سے ایسا باریک کپڑا جس میں سے جسمانی عضو نظر آئیں یا ایسا بھڑک دار اور چُست کپڑا جس سے عورت کے جسم کے عضو اپنی شکل میں نظر آنے لگیں پہننا منع ہے کہ اس سے شہواتی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کے مطابق اس قسم کے لباس اور بناؤ سنگار سے مردوں کی توجہ اور خواہش کو اپنی طرف کھینچنے کا ارادہ کرنے والی عورتیں جہنمی ہیں۔

**(۲) سونا اور ریشم کا استعمال** } ابوموسےٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسُول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت میں عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ہے۔ (ترمذی۔ نسائی۔)

**(۳)** ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم میں سے ہے (احمد۔ ابوداؤد) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف اس قوم کے لباس اور وضع قطع کو اختیار کرنا ہے بلکہ ان کی طرزِ معاشرت، عادات اور رسومات کو بھی اپنا لینا ہے۔

**(۴) ابوھریرہؓ** کہتے ہیں رسُولِ کریم صلعم نے اس شخص پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس پہنے لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباسؓ سے بخاری میں اسی قسم کی حدیث آئی ہے۔ اس میں لباس کی مشابہت کے ساتھ ایک دوسرے کی وضع قطع اختیار کرنے کا ذکر ہے۔

**(۵) حضرت ابوھریرہؓ** کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: مردوں کی خوشبو وہ ہے (یعنی جس کو وہ اپنے جسم اور کپڑوں پر استعمال کر سکے) جس میں صرف بُو ہو اور ہلکا رنگ ہو۔ اور عورت کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ شوخ ہو اور ہلکی خوشبو ہو۔ (ترمذی و نسائی)

(باقی پر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

# اِسلامی منشور

۱۰ھ میں جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا تو حضورؐ نے ہزاروں مسلمانوں کو خطاب کیا یہ کلام حضور کی ایک طرح کی وصیت ہے۔ کیونکہ اس موقعہ پر الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینًا کا آخری اعلان نازل ہوا۔ ذیل میں یہ خطاب درج کیا جاتا ہے

" سب تعریف خدا کے لئے ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد اور مغفرت چاہتے ہیں۔ اس کے سامنے توبہ کرتے ہیں اور اس کے دامن میں اپنے نفس کی یورشوں اور اعمال کی کجروی سے پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو خدا ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اے خدا کے بندو میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔ اور اپنے کلام کا آغاز بھلائی سے کرتا ہوں۔" امابعد۔

" اے لوگو! میں تمہیں وضاحت کے ساتھ بتاتا ہوں کیونکہ شاید میں اس سال کے بعد اس جگہ تم سے نہ مل سکوں۔ لوگو! تمہارا خون اور تمہارا مال تمہارے لئے قیامت کے دن تک واجب الاحترام ہے۔ اسی طرح جیسے کہ یہ دن۔ یہ مہینہ۔ اور یہ شہر قابلِ احترام ہے۔ بتاؤ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ اے خدا گواہ رہنا۔ اور جس کے پاس امانت رکھی ہوئی ہو وہ اس کے مالک کو ادا کر دے۔ جاہلیت کا سودی کاروبار آج سے ممنوع قرار دیا گیا اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کی سودی رقمیں معاف کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں عامر بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں اور جاہلیت کے تمام مفاخر آج بیت لد کئے جاتے ہیں۔ صرف کعبہ کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کے عہدے باقی رہیں گے۔ لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس سر زمین میں اس کی پوجا کی جائے۔ لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنی تعمیل کرائے گا۔ آگاہ رہو کہ میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا۔ اے خدا گواہ رہنا۔ لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے ان پر حقوق ہیں۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی دوسرے کو نہ سلائیں اور تمہاری اجازت کے بغیر ایسے لوگوں کو گھر میں نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرو اور فحش کام نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو خدا نے ✗

✗ تمہیں اجازت دی ہے کہ ان سے الگ ہو جاؤ اور ان کی ہمنشینی ترک کر دو اور مناسب حد تک ان کی سرزنش کرو اور اگر وہ ایسا کرنے سے رک جائیں اور تمہاری بات مان لیں تو ان کا تم پر حق ہے کہ اپنا کھانا اور پہننا تم سے لیں۔ یاد رکھو تمہارے پاس عورتیں عاجز ہوتی ہیں اور خود کچھ نہیں کر سکتیں (حالانکہ) تم ان کو خدا کی امانت کے طور پر لیتے ہو اور اسی کے نام سے زوجیت کا عہد باندھتے ہو۔ پس انکے بارے میں اللہ سے ڈرو اور انکے لئے بھلائی سوچا کرو۔ آگاہ رہو کہ میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا اور اے خدا تو گواہ رہنا۔ لوگو! سب مومن بھائی بھائی ہیں۔ کسی مومن کے لئے اپنے بھائی کا مال اسکی مرضی کے بغیر لینا جائز نہیں۔ آگاہ رہو کہ میں نے تمہیں تبلیغ کر دی۔ میرے اللہ تو گواہ رہنا۔ اے لوگو! تمہارا ایک پروردگار اور تمہارا باپ ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ کہو! کیا میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا۔؟ ۲۴

۲۴ (اور حاضرین نے کہا) بے شک آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ (اس پر حضورؐ نے فرمایا) اے خدا گواہ رہنا۔ اور اے لوگو جو یہاں حاضر ہو میرے اس پیغام کو یا

# اخبارِ احمدیہ

—— مکرم جناب شیخ عزیز احمد صاحب وزیرآباد سے مدیر پیغام صلح کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

" آپ کی چٹھی $\frac{۴}{۷۸}$ ۱۲ بابت چندہ اخبار اور چندہ بہشتی ملی۔ میں آج ہی مبلغ ساٹھ روپیہ امدادی چندہ اخبار (پیغام صلح) منی آرڈر کر دیا ہے۔ اگر آپ کوشش کریں اور دفتر کے متعلقہ کلرک سے باقاعدہ لسٹ بنوائیں جس جس خریدار کا چندہ بقایا ہے۔ انہیں یاد دہانی کرائیں۔ تو میرا خیال ہے اخبار کو جو نقصان پہنچ رہا ہے چند دنوں میں پورا ہو جائے گا۔

آپ کو اچھی طرح یاد ہوگا حضرت امیر قوم مولنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ جماعت میں ہر وقت کوئی نہ کوئی تحریک فرماتے رہتے تھے اور خاص طور پر چندہ کے متعلق مسلسل ممبران کو یاد بھی کراتے رہتے تھے۔ اس طرح دنوں میں روپیہ جمع ہو جاتا تھا۔ آپ بھی اسی طرح باقاعدگی سے خریداران کو یاد دہانی کراتے رہیں تو انشاءاللہ تعالیٰ کافی بقایا روپیہ وصول ہو جائے گا۔"

**بقیہ صلا** حضرت نبی کریم صلعم کے فرمودات :

ان احادیث سے میرا مطلب خصوصی طور پر مسلمان عورتوں کا لمبے ناخن رکھنا ہے۔ مغربی معاشرت کی اندھی تقلید میں وہ ایسا کرتی ہیں حالانکہ کوئی سمجھدار ڈاکٹر ان کو بتلائے گا کہ چاہے کتنا ہی ان لمبے ناخنوں کو صاف رکھنے کا دعویٰ کرو۔ پھر بھی گندگی اور جرم (GERM) ان کے نیچے رہ جاتے ہیں اور یہ مضر صحت ہیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور —— مورخہ ۳ مئی ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ —— شمارہ نمبر ۱۹ جلد

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۷۸ء | نمبر ۱۹


## ملفوظات حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

# میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کے ساتھ دنیا جمع نہیں ہو سکتی۔

ہر شخص اس امر کا محتاج ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور وہ اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے جاوے۔ جب اس امر کی ضرورت ہے تو یہ شرط کیسی بیہودہ اور فضول ہے کہ روپیہ ہو یا اس قدر آمدنی ہو تو بیعت کروں گا۔ ضرورت جو ہر وقت مدِ نظر ہونی چاہیئے وہ تو حسن انجام کی ضرورت ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں کیوں ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت دل پر نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے جلال و جبروت کا دل پر اثر ہو اور اس کی ہستی پر ایمان ہو تو دل ڈر جاوے اور یہ فسق و فجور اور شرور نفسانی جس میں دنیا مبتلا ہے اس سے نجات پا جائیں اور اس کی طرف آنے میں ایسی شرط نہ لگائیں۔ ....... جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کی طرف آتے ہی نہیں۔ ان کا مقصد اور غرض تو وہ کمبخت دنیا ہوتی ہے جس کو وہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ سوز و گداز اور جلن نہیں کہ اللہ کے ساتھ تعلق ہو اور اس کی طرف دلی رجوع اور توجہ ہو جاوے۔ اگر یہ قلق اور کرب پیدا ہو تو ایسی باتیں نہ کریں۔ کیونکہ بیمار خواہ جسمانی ہو یا روحانی جب وہ اپنی مرض کو محسوس کر لیتا ہے تو وہ بے اختیار ہو کر تڑپتا پھرتا ہے اور طبیب کے کہنے پر اس قدر ایمان لاتا ہے کہ جو کچھ وہ دیدے اسے اپنی بہتری کے لئے کھا لیتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آنا تو دین کی طرف اور اس کے لئے دنیا کی شرط لگانا!!!

بعض لوگ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ ذرا دنیا کا کوئی ابتلا پیش آ جاوے تو سارا جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے اگر ایسے ہی لوگ ہماری جماعت میں داخل ہوں تو ان سے کیا فائدہ اور صحابہؓ سے کیا مقابلہ۔ صحابہؓ کی عجیب حالت تھی۔ ان کے بیوی بچے بھی تھے۔ پھر بھی ہزاروں خدا تعالےٰ کی راہ میں مارے گئے۔ اگر وہ دین کو دنیا پر مقدم نہ کر لیتے تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ اپنی جانوں کو اس طرح پر خدا کی راہ میں دے دیتے۔ لکھا ہے کہ ایک صحابی کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں اور وہ کھا رہا تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ دوسرا شہید ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے نفس کو سخت ملامت کی کہ تیرا بھائی شہید ہو گیا ہے اور تو ابھی باقی ہے۔ یہ تھی ان لوگوں کی ایمانی حالت۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کے ساتھ دنیا جمع نہیں ہو سکتی۔ ہاں خدمتگار کے طور پر تو بے شک ہو سکتی ہے لیکن بطور شریک کے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ جس کا تعلق صافی اللہ تعالےٰ سے ہو وہ ٹکڑے مانگتا پھرے۔ اللہ تعالےٰ تو اس کی اولاد پر بھی رحم کرتا ہے۔ جب یہ حالت ہے تو پھر کیوں ایسی شرطیں لگا کر ضدین جمع کرتے ہیں۔ ہماری جماعت میں وہی شریک سمجھنے چاہئیں جو بیعت کے موافق دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص اس عہد کی رعایت رکھ کر اللہ تعالےٰ کی طرف حرکت کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو طاقت دے دیتا ہے۔

صحابہؓ کی حالت کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ کیسے اللہ تعالےٰ نے ان کو پاک صاف کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو دیکھو آخر وہ اسلام میں آ کر کیسے تبدیل ہوئے۔ اسی طرح پر ہمیں کیا خبر ہے کہ ہماری جماعت میں وہ کونسے لوگ ہیں جن کے ہمارے قویٰ ویسے ہی نشو و نما پائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہی عالم الغیب ہے۔ اگر ایسے لوگ نہ ہوں جن کے قوےٰ نشو و نما پا کر ایک جماعت قائم کرنے والے ہوں تو پھر سلسلہ چل کیسے سکتا ہے۔ مگر یہ خوب یاد ......

# ایک ضروری اعلان

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء کو ۲۴ صفحات پر شائع ہوگا

اس نمبر کی تیاری کے سلسلہ میں ۱۷ مئی کے ایشوع کا ناغہ ہوگا۔

قارئین کرام مطلع رہیں - (ادارہ)

# شکریۂ تعزیت و درخواستِ دُعا

از جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب نائب صدر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ (ہند)

بھارت۔ پاکستان اور دیگر اطراف و جوانب سے احمدی غیر احمدی اور غیر مسلم احباب نے میری جواں سال۔ تعلیم یافتہ محنتی۔ سلیقہ شعار۔ مخلص و ایثار مند بہو عزیزہ شمیم اختر کی بے وقت اور اچانک موت پر مجھے اور میرے سوگوار فرزند مسٹر عبدالحفیظ صاحب نائب تحصیلدار اور اس کے بڑے بھائی بابو عبدالحی صاحب اور سارے خاندان کو خطوط اور برقی مراسلات کے ذریعے سے ماتم پرسی کرتے ہوئے اپنی ہمدردیوں کا جو وہ ہمارے تئیں رکھتے ہیں بھرپور اظہار کیا ہے اور فرزندانِ من ہر محب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنے سے قاصر اور معذور ہیں لہذا اخبار ہذا کے ذریعہ سے اظہارِ تشکر کر کے ان سب کے حق میں دُعا کرتے ہیں کہ جملہ احباب کو خدا تعالیٰ اجرِ عظیم بخشے۔

اسجگہ دوستوں اور احباب کی جانکاری کے لئے یہ عرض کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ مرحومہ شمیم اختر کی عمر ابھی پچیس برس بھی نہ تھی۔ اور شادی ہوئے بمشکل دو برس ہی گذرے تھے۔ ۲۸ر فروری ۱۹۷۸ء ۱½ بجے ایک بچے کو جنم دیا اور دِل کی کمزوری جان لیوا ثابت ہوئی اور اسی شب یعنی یکم مارچ ۱۹۷۸ء کی صبح پونے پانچ بجے داعی اجل کو لبیک کہا۔

عزیزہ مرحومہ اپنے میکے قصبہ ڈوڈہ میں تھی۔ بوجہ باران و برف باری ہم لوگ میت کو بھدرواہ لانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اگرچہ وہاں احمدی احباب کی تعداد کم تھی۔ تاہم اکثر مخلص غیراز جماعت احباب نے اس صدمہ کے موقعہ پر ہماری بہت زیادہ مدد کی اور اور ہر قسم کے اختلافات سے بالاتر ہو کر انہوں نے جس خلوص کا مظاہرہ کیا ہم سب اس کے لئے بے حد متاثر ہیں۔ نماز جنازہ میں بھی ان لوگوں نے سینکڑوں کی تعداد میں شرکت فرمائی اور کسی اختلاف کو دِل میں جگہ نہ دی۔

میں تمام احباب۔ بزرگانِ سلسلہ احمدیہ سے نہایت عجز و انکساری سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے لئے دُعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آفات سے بچائے اور سوگوار فرزندم حفیظ صاحب موصوف کو صبر و تحمل کی طاقت عطا کرے اور مرحومہ کا نعم البدل عطا ہو۔

**الیصال ثواب کے لئے عطیہ** یہ کہ عزیزم عبدالحفیظ صاحب اور ان کے بڑے بھائی بابو عبدالحی صاحب نے مقامی مسجد احمدیہ کے لئے دیدہ زیب۔ قیمتی اور پائدار فرش بطور صدقہ جاریہ مسجد میں بچھایا۔ تا اس کا ثواب مرحومہ کی رُوح کو عطا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس قربانی اور صدقہ کو قبول فرمائے اور مرحومہ کی رُوح کو ثواب حاصل ہو۔ آمین۔ فرش زائد از ایک ہزار روپیہ

**حضرت مسیح زمانؑ کی الوصیت** انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں، اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں۔ اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ ایک چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے

# شکریۂ احباب

**پیغام صلح** آپ کا اپنا اخبار ہے۔ آپ کا تعاون اسے مضبوط بنا سکتا ہے، محترم مدیر پیغام صلح کی اپیل کے جواب میں محترم میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب نے امدادی چندہ -/۱۵۰ روپیہ عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب (ڈنگہ) نے مبلغ یکصد روپیہ اور وزیر آباد کے جناب شیخ عزیز احمد صاحب اور سرگودھا کے جناب میاں محمد انور صاحب نے ساٹھ ساٹھ روپیہ مرحمت فرمائے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

علاوہ ازیں بیس کے قریب دیگر احباب نے اپنا اپنا چندۂ اخبار بھیجا ہے۔ درخواست ہے کہ سب دوست اسی جذبۂ تعاون و امداد کے ساتھ آگے بڑھیں۔

ز بذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

(ادارہ)

# آفتاب الدین ہومیوپیتھک دار الشفاء

حسبِ معمول خدمتِ خلق میں مصروف ہے

مریضوں کی تعداد روز افزوں ہے۔ آپ اپنے عطیات بھجوانے نہ بھولئے۔ ڈیڑھ ہزار مریضوں کو ہر ماہ علاج معالجہ کی سہولت مفت مہیا کرنا آپ کے عطیات کی بدولت ہی ہے۔ اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

(مہتمم آفتاب الدین ہومیوپیتھک دار الشفاء احمدیہ بلڈنگس لاہور)

ایک خصوصی انٹرویو: ابو سلمان

# احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام امریکہ کے صدر کی پاکستان میں تشریف آوری۔

## جماعتہائے بلادِ غیر سے مؤثر مربوط رابطہ رکھنے کی اشد ضرورت ہے

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام یو ایس اے کے صدر محترم ظفر عبداللہ قریباً تین ماہ کے قیام پاکستان کے بعد واپس وطن تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے بیشتر وقت لاہور میں گذارا اور بعض مختلف جماعتوں کا

بڑی لگن اور جوش و جذبہ کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔

احباب سلسلہ کو معلوم ہے کہ امریکہ میں ماسٹر محمد عبداللہ صاحب اور ان کے صاحبزادے نے رشد و ہدایت کی شمع روشن کر رکھی ہے۔ ماسٹر صاحب موصوف اعلیٰ درجہ کے آنریری مبلغ ہیں ان کے صاحبزادہ ظفر عبداللہ نے تشکیل جماعت میں اہم خدمات انجام دی ہیں اور اب جماعت رو بہ ترقی ہے۔ نئی قائم شدہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو ایس اے نہایت مفید کام کر رہی ہے۔ گذشتہ سال جماعت کے مرکز کا افتتاح ہوا۔

جناب ظفر عبداللہ صاحب

محترم ظفر عبداللہ نے ایک خصوصی انٹرویو میں بتایا کہ امریکہ کی خوبصورت ریاست کے لئے کیلیفورنیا کے چند شہروں میں ہماری جماعت کے بیشتر احباب موجود ہیں۔ خصوصاً ہیورڈ اور اوک لینڈ

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ

میں جماعت کے بہت سے دوست مقیم ہیں جو زیادہ تر فیجی سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اوک لینڈ کے شہر میں جماعت کے مرکز اور مسجد کے لئے ایک مکان خریدا گیا جس کے باقاعدہ افتتاح کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نائب صدر الحاج ڈاکٹر حضرت سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ' کو مدعو کیا گیا۔

حضرت موصوف ماہ اکتوبر کو انگلستان سے امریکہ تشریف لے گئے۔ جہاں ۱۵ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کو نئے مرکز کا افتتاح ہوا۔ اس تقریب میں ڈیڑھ سو کے قریب اصحاب نے شرکت کی۔ جن میں چند بلالی مسلمان اور کچھ غیر از جماعت احباب بھی شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر جب حضرت ڈاکٹر صاحب کو علم ہوا کہ خرید مکان کی وجہ سے مقامی جماعت پر بیس ہزار ڈالر کا قرضہ ہے تو آپ نے افتتاحی تقریر میں چندہ کے لئے اپیل کی اور چھ ہزار ڈالر کی رقم جمع ہو گئی۔ جو جماعت کے لئے بڑی خوشی کا موجب ہوئی۔ الحمدللہ۔

جناب ظفر عبداللہ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا

کہ سان فرانسسکو امریکہ کے مغربی ساحل پر واقعہ ہے۔ جس کی آبادی آٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ بیشتر آبادی عیسائیوں کی ہے جبکہ ہندو اور مسلمان بھی رہائش پذیر ہیں۔ یہ قدرتی طور پر نہایت

صاحب جب سے سان فرانسسکو تشریف لے گئے تو وہ ابتداءً اپنے مخصوص رنگ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے کاموں میں مصروف رہے، آپ نے اس سے پہلے فیجی میں سالہا سال تک خدماتِ دینیہ بہ احسن طریق انجام دیں۔ امریکہ کے بلالی مسلمانوں پر ان کا خاص اثر ہے اس تعلق کی وجہ سے انکے روحانی قائد آنریبل جناب والس ڈی محمد' ان کے بھائی جناب ہربرٹ محمد اور ان کے صاحبزادے جناب سلطان محمد پاکستان تشریف لائے اور احمدیہ مرکز لاہور میں وقت گذارا۔ وہ یہاں سے بہت متاثر ہو کر واپس گئے۔

مکرم جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب
آنریری مسلم مشنری امریکہ

نہایت مسرت کا مقام ہے کہ انہوں نے مختلف ممالک میں اپنی اپنی جماعت کے مبلغین کو جنہیں وہ امام کہتے ہیں' ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ ہماری جماعت کے ساتھ عملی تعاون کریں اور تبلیغ اسلام کی مساعی میں حتی المقدور تعاون کریں، یہ غیر متوقع واقعہ محض نصرت الٰہی سے ہوا ہے، اور اس کا سہرا ہمارے محترم ماسٹر محمد عبداللہ کے سر ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ ان بیس لاکھ انسانوں کو اسلام کی اشاعت کے لئے ہمارا معاون بنا دے تو اس سے بڑھ کر شکر کا اور کیا مقام ہو سکتا ہے۔

محترم ظفر عبداللہ نے مزید بتایا کہ ۱۹۷۵ء میں مبلغ اسلام حافظ شیر محمد صاحب خوشابی نے لنڈن کی کنونشن میں شمولیت سے واپسی پر امریکہ کا بھی دورہ کیا تھا۔ سان فرانسسکو میں جناب محمد عبداللہ صاحب کے زیر نگرانی پہلے بھی تبلیغ اسلام کا کام ہو رہا تھا۔ حافظ صاحب نے باقاعدہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کے نام سے جماعت قائم کرنے کی تحریک، کی جس کا پہلا صدر میں (ظفر عبداللہ) سیکرٹری جناب جعفر حسین صاحب اور محترم انور خان صاحب خزانچی منتخب ہوئے۔

یہ عیدالفطر کا مبارک موقعہ تھا۔ پہلا اجتماع محترم انور خان صاحب کے مکان پر ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ لاہور مرکز کے ساتھ ہمارا سلسلۂ خط و کتابت جاری ہے۔ یہ جماعت تنظیم و ترقی کے ابتدائی مراحل سے گذر رہی ہے۔ امید ہے رفتہ رفتہ یہ جماعت مضبوطی سے اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے گی۔

انہوں نے فرمایا کہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے نائب صدر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے گذشتہ سال کے دورہ نے احباب جماعت پر بڑا اچھا اثر ڈالا ہے۔ وہ لوگ حضرت ممدوح کی شخصیت اور آپ کے علم اور اخلاق کے بڑے مداح ہیں۔ حضرت موصوف نے جو لمحات ان لوگوں کے ساتھ گذارے اس سے اشاعتِ اسلام اور تبلیغ دین کا جوش و ولولہ پیدا ہوا، اس کی وجہ سے جماعتی کاموں میں باقاعدگی اور مستعدی پیدا ہو گئی ہے۔ احباب اب اجتماعات میں مستعدی سے شریک ہوتے ہیں اور جماعتی کاموں میں جوش و خروش سے حصہ لیتے ہیں۔ چندوں میں باقاعدگی پیدا ہو گئی ہے۔ نمازوں اور جمعہ کی تقریبات کا انتظام ہو گیا ہے۔ احباب جماعتی لائبریری سے بھی استفادہ کرنے لگے ہیں۔ بچوں کے لئے قرآن کلاس اور بڑوں کے لئے درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری کیا گیا ہے۔ ہفتہ وار لیکچرز کا سلسلہ الگ ہے جس میں غیراز جماعت اصحاب بھی مدعو کئے جاتے ہیں۔ باہمی اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو گئی ہے اور افہام و تفہیم کے جذبہ سے کام کرنے لگے ہیں اب زیادہ ایثار اور قربانی کا اظہار بھی ہونے لگا ہے۔

محترم ظفر عبداللہ نے فرمایا کہ ہماری دُور افتادہ جماعت کو مرکزی انجمن کے عملی تعاون اور راہنمائی کی اشد ضرورت ہے، ہمیں انجمن کے جرائد اور لٹریچر باقاعدہ اور کافی تعداد میں مہیا ہونا چاہیئے تاکہ ہم دعوت و اشاعت کا کام باقاعدگی سے آگے بڑھا سکیں۔ وہاں کی لائبریری کے لئے کتب کی ضرورت ہے۔ مخیر حضرات اس طرف توجہ دیں اور زیادہ سے زیادہ کُتب لائبریری کو عطیہ کے طور پر دیں۔ انہوں نے کہا کہ لٹریچر کی طباعت میں جدید تقاضوں اور سہولتوں سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ خوبصورت کاغذ پر اعلیٰ طباعت سے لٹریچر پیش کیا جائے تو لوگ دلچسپی سے پڑھتے اور متاثر ہوتے ہیں۔ اخبارات کو بھی زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنایا جائے۔ مردوں، عورتوں نوجوانوں اور بچوں کے لئے صفحات مختص کئے جائیں۔ مسائل سلسلہ اور سلسلہ کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ پر بھی مضامین شامل ہوں۔ جملہ مبلّغین حضرات کو قلمی خدمات کے لئے مستعد کیا جائے۔ رسائل میں ایڈیٹوریل بورڈ کا نظام جاری کیا جائے۔ اس طرح متنوع مضامین سامنے آئیں گے ریسرچ ورک پر جو احمدیت کا خاصہ ہے خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جماعتہائے بیرون پاکستان کے ساتھ خط و کتابت اور ترسیل لٹریچر کے مروجہ طریق کے ساتھ ساتھ مرکزی احباب کی آمد و رفت کے طریق کو منظم صورت دی جائے۔ اس سے جماعتوں کے احباب پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ ان کا مرکز سے شخصی رابطہ قائم ہوتا اور بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

محترم مولانا حافظ شیر محمد صاحب خوشابی اور حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے دَوروں نے اس حقیقت کو بڑے کھلے طور پر ظاہر کیا ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب آئندہ بھی وہاں تشریف لے جائیں گے۔

ظفر عبداللہ نے اپنے حالیہ قیام کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا یہ قیام میرے لئے بہت مفید رہا۔ مجھے بیشتر جماعتی امور میں رہنمائی حاصل ہوئی۔ احمدیہ بستی دارالسلام کی دینی فضا بڑی حوصلہ افزا ہے۔ اس سے ہماری جماعتی روایات کا عملی اظہار ہوتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی موجودگی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ان کی ذات سے لوگ رُوحانی اور جسمانی طور پر مستفیض ہو رہے ہیں۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں خدمت جماعت اور اسلام کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے اور انہیں کام والی لمبی عُمر عطا فرمائے۔ آمین۔

میں احباب سے درخواست کرتا ہُوں کہ جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے بارگہِ ایزدی میں رو رو کر دُعا کریں، اور اس سے نصرت و توفیق طلب کریں کہ ہم اپنے آسمانی کام تبلیغ و اشاعتِ اسلام کو زیادہ قوت اور اثر کے ساتھ انجام دے سکیں اور حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کے اندر جو اخوت و مودّت پیدا کر کے دکھائی اور جس کا بار بار اعادہ اور تاکید کی وہ اخوّت و مودّت ہم میں زیادہ سے زیادہ نمایاں ہو تا ہم باہمی قوت و طاقت کے ساتھ اپنے مقاصد کو لے کر آگے بڑھیں۔

بالآخر میں احباب کو کھلی دعوت دیتا ہوں کہ امریکہ میں تشریف لائیں تو ہمیں خدمت کا موقعہ دیں، وہاں پر کوئی کام کاج ہو تو خاکسار کو یاد کریں۔ میں حتی الامکان خدمت گذاری سے کام لوں گا۔

---

# اعلان جلسہ یومِ وصال

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ ملتان مؤرخہ ۱۹ مئی بروز جمعہ سیدنا حضرت مجدّد زمان کا یومِ وصال منا رہی ہے۔ اور اس نے ایک جلسہ کا انتظام کیا ہے جس میں مندرجہ ذیل اصحاب تقاریر فرمائیں گے۔

مولانا مرزا محمد لطیف شاہد صاحب

مولانا عبدالمنان عُمر صاحب۔

میاں بشارت احمد بقا صاحب

ملتان اور اس کے نواح میں مقیم تمام احباب و خواتینِ سلسلہ سے التماس ہے۔ کہ وہ اس تقریب میں کثرت سے شرکت فرما کر حضرت مجدد زمان سے اپنی والہانہ عقیدت اور وابستگی کا عملی ثبوت پیش فرمائیں۔ جلسہ محترم شیخ میاں نثار احمد صاحب صدر جماعت ملتان کی کوٹھی واقع 607 حی اکبر روڈ ملتان چھاؤنی میں ہوگا۔ والسلام

خاکسار۔ میاں بشارت احمد بقا۔ افسر تبلیغ

# فلسفۂ خواب و الہام

حضرت مجدّدِ اعظم مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کی بعثت کی اغراض میں یہ بھی ایک اہم غرض تھی کہ قرآن شریف کے علوم حقّہ سے جن پر جہالت کے دبیز پردے پڑ گئے تھے عام لوگوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً ان سے آگاہ کریں ان علوم حقّہ میں سے ایک علم خوابوں اور الہامات کے متعلق بھی تھا جن سے لوگ بالعموم ناواقف ہو چکے تھے۔ سو ذیل میں حضورؑ نے خوابوں اور الہامات کے متعلق جو روحانی فلسفہ بیان فرمایا ہے۔ وہ قارئین کرام کی خدمت میں ان کے غور کے لئے پیش خدمت ہے۔ یقین ہے احباب کرام اس سے ضرور فائدہ اُٹھائیں گے۔

ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض اوقات سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالےٰ سے کچھ تعلق بھی ہے لیکن کچھ بڑا تعلق نہیں اور نفسانی قالب ان کا شعلۂ نور سے جل کر نیست و نابود نہیں ہوتا۔ اگرچہ کسی قدر اس کے قریب آ جاتا ہے۔

دُنیا میں بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ کسی حد تک زہد اور عفت کو اختیار کرتے ہیں اور علاوہ اس بات کے جو ان میں رؤیا اور کشف کے حصول کے لئے فطرتی استعداد ہوتی ہے اور دماغی بناوٹ اس قسم کی واقع ہوتی ہے کہ خواب و کشف کا کسی قدر نمونہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے وہ اپنی اصلاح نفس کے لئے بھی کسی قدر کوشش کرتے ہیں اور ایک سطحی نیکی اور راستبازی ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی آمد سے ایک محدود دائرہ تک رؤیا صادقہ اور کشوفِ صحیحہ کے انوار ان میں پیدا ہو جاتے ہیں مگر تاریکی سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ان کی بعض دُعائیں بھی منظور ہو جاتی ہیں مگر عظیم الشان کاموں میں نہیں کیونکہ ان کی راستبازی کامل نہیں ہوتی بلکہ اس شفاف پانی کی طرح ہوتی ہے جو اُوپر سے تو شفاف نظر آتا ہو مگر نیچے اس کے گوبر اور گند ہو اور چونکہ ان کا تزکیہ نفس پُورا نہیں ہوتا اور ان کے صدق و صفا میں بہت کچھ نقصان ہوتا ہے اس لئے کسی ابتلاء کے وقت ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور اگر خدا تعالےٰ کا رحم ان کے شامل حال ہو جائے اور اس کی ستّاری ان کا پردہ محفوظ رکھے تب تو بغیر کسی ٹھوکر کے دُنیا سے گذر جاتے ہیں اور اگر کوئی ابتلاء پیش آ جاوے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ بلعم کی طرح ان کا انجام بد نہ ہو اور ملہم بننے کے بعد کُتّے سے تشبیہ نہ دیئے جائیں کیونکہ ان کی علمی اور عملی اور ایمانی حالت کے نقصان کی وجہ سے شیطان ان کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے اور کسی ٹھوکر کھانے کے وقت فی الفور ان کے گھر میں داخل ہو جاتا ہے وہ دُور سے روشنی کو دیکھ لیتے ہیں مگر اس روشنی کے اندر داخل نہیں ہوتے اور نہ اس کی گرمی سے کافی حصّہ ان کو ملتا ہے۔ اس لئے ان کی حالت ایک خطرہ کی حالت ہوتی ہے۔

خدا نور ہے جیسا کہ اس نے فرمایا اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ پس وہ شخص جو صرف اس کے نور کے لوازم کو دیکھتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو دُور سے ایک دُھواں دیکھتا ہے مگر آگ کی روشنی نہیں دیکھتا اس لئے وہ روشنی کے فوائد سے [محروم] ہے اور اس کی گرمی سے بھی جو بشریت کی آلودگی کو جلاتی ہے پس وہ لوگ جو صرف معقولی یا منقولی دلائل یا ظنّی الہامات خدا تعالےٰ کے وجود پر دلیل پکڑتے ہیں جیسے علماء ظاہری یا فلسفی لوگ اور یا ایسے لوگ جو صرف اپنے روحانی قوتوں کی استعداد کشوف اور رؤیا سے خدا تعالےٰ کی ہستی کو مانتے ہیں خُدا کے قرب کی روشنی سے بے نصیب ہیں وہ اس انسان کی مانند ہیں جو دُور سے آگ کا دُھواں دیکھتا ہے مگر آگ کی روشنی کو نہیں دیکھتا اور صرف دھوئیں پر غور کرنے سے آگ کے وجود پر یقین کر لیتا ہے۔ **ایسا شخص اس بصیرت سے محروم ہے جو بذریعہ روشنی حاصل ہوتی ہے۔** لیکن وہ جو اس نور کی روشنی کو دُور سے تو دیکھتا ہے مگر اس نور کے اندر داخل نہیں ہوتا اس شخص کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص اندھیری رات میں آگ کی روشنی کو دیکھتا اور اس کی رہنمائی سے راہ بھی پا لیتا ہے لیکن بوجہ دُور ہونے کے اپنی سردی کو اس آگ سے دُور نہیں کر سکتا اور نہ آگ اس کے نفسانی قالب کو جلا سکتی ہے

ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر ایک اندھیری رات میں اور سخت سردی کے وقت دُور سے آگ کی روشنی نظر آ جاوے تو صرف اس روشنی کا دیکھنا ہی ہلاکت سے نہیں بچا سکتا بلکہ ہلاکت سے وہ بچے گا کہ ایسا آگ کے قریب چلا جائے کہ جو کافی طور پر اس کی سردی کو دُور کر سکے۔ لیکن جو شخص صرف دُور سے اس [نور] کو دیکھتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ اگرچہ راہ راست کی بعض علامات اس میں پائی جاتی ہیں لیکن خاص فضل کی کوئی علامات اس میں پائی نہیں جاتیں اور اس کی قبض جو کمی توکل اور نفسانی خواہشوں کی وجہ سے ہے دُور نہیں ہوتی اور اس کا نفسانی قالب جل کر خاک نہیں ہوتا کیونکہ شعلۂ نور سے بہت دُور ہے **اور وہ رسولوں اور نبیوں کا کامل طور پر وارث نہیں ہوتا** اور اس کی بعض اندرونی آلائشیں اس کے اندر مخفی ہوتی ہیں اور اس کا تعلّق جو خدا تعالےٰ سے ہے کدورت اور خامی سے خالی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ دُور سے خُدا تعالےٰ کو اپنی دھندلی نظر کے ساتھ دیکھتا ہے مگر اس کی گود میں نہیں ہے۔ ایسے آدمی جو نفسانی جذبات ان کے اندر ہیں بعض اوقات ان کے نفسانی جذ[بات] ان کی خوابوں میں اپنا جوش اور طوفان دکھاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جوش خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ جوش محض نفسِ امّارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

مثلاً ایک شخص خواب میں کہتا ہے کہ فلاں شخص کی میں ہرگز اطاعت نہیں کروں گا میں اس سے بہتر ہوں تو اس سے نتیجہ نکالتا ہے کہ درحقیقت وہ بہتر ہے حالانکہ نفس کے جوش سے وہ کلام ہوتا ہے۔ اسی طرح نفس کے جوش سے خواب میں اور کئی قسم کے کلام کرتا ہے اور جہالت سے سمجھتا ہے کہ گویا وہ کلام خدا کی مرضی کے موافق ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اور چونکہ اس نے خدا تعالےٰ کی طرف پوری حرکت نہیں کی اور اپنی تمام طاقت اور تمام صدق اور تمام وفاداری کے ساتھ اس کو اختیار نہیں کیا اس لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی پورے طور پر تجلّی رحمت اس پر نہیں ہوتی اور وہ اس بچّہ کی طرح ہوتا ہے جس میں جان تو پڑ گئی ہے لیکن ابھی وہ مشیمہ سے باہر نہیں آ سکا اور عالمِ روحانی کے کامل نظارہ سے ہنوز اس کی آنکھ بند ہے اور ہنوز اس نے اپنی ماں کے چہرہ کو بھی نہیں دیکھا

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

# ہالینڈ مشن کی مختصر رپورٹ

د عبدالرحیم جگّو صاحب مبلغ ہالینڈ تحریر فرماتے ہیں
ے ہیں ۔ یہ خبر جب میں نے سنی تو بہت بے چین ہوا ۔ فورا
ں کے ذریعے ان کے ہاں پہنچا ۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ کیوں
ام سے منہ موڑ رہے ہیں ۔ کیا انہیں معلوم نہیں عیسائیت اب
توڑ رہی ہے ۔ بڑے بڑے عالم عیسائی پادری اب اپنے معتقدات
بیزار ہو رہے ہیں اور آہستہ آہستہ ان سے پیچھا چھڑانے کی راہیں
ں کر رہے ہیں ۔ میرے اس سوال کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہم

بیں سے بائیں:— جناب ظہور صاحب نائب صدر ۔ بیگم ڈاکٹر علی ۔ ڈاکٹر علی ۔ عبدالرحیم جگّو ۔

ب ایسے علاقے میں رہائش پذیر ہیں جہاں کسی مسلمان سے ملاقات
موقع نصیب نہیں ہوتا ۔ ہمارے اردگرد یہی عیسائی لوگ بستے ہیں
و ہر کام میں مدد کرتے ہیں اور ہماری ہر مشکل کو اپنی مشکل سمجھ کر اسے
ل کرتے ہیں ۔

ہمارے بچوں کی تعلیم و تربیت میں بہت دلچسپی لیتے ہیں ۔ وہ
چ زبان میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں جسے ہمارے بچے آسانی
سے سمجھتے اور اس سے متاثر ہوتے ہیں ۔ چونکہ آپ کی کتب عربی
اردو زبان میں ہوتی ہیں اس لئے ہمارے بچے ان سے استفادہ
ہیں کر سکتے ۔ اس طرح ہم مجبور ہیں کہ ان کے رسائل اور کتب سے
ی فائدہ اٹھائیں ۔

ان کی باتیں سن کر مجھ پر بے حد اثر ہوا ۔ میں نے اُن سے
عدہ کیا کہ میں اس سلسلہ میں ان کی ہر ممکن مدد کرنے کو تیار ہوں ۔
س کے بعد میں نے متواتر ان کے پاس آنا جانا شروع کر دیا ۔
یکن افسوس ہے کہ وہ کتابیں جو ہماری مدد کر سکتی ہیں ابھی تک
اہور میں ہی ہیں اور معلوم نہیں وہ کب ہماری ان مشکلات کو حل
کرنے میں مدد دے سکیں گی ۔ میں فی الحال ہر ویک اینڈ کو وہاں
دورہ پر جاتا ہوں ۔ یہ لوگ اب ہمارے دورہ میں دلچسپی لینے لگے
ہیں ۔ یورپ میں رہائش رکھنے والے مسلمان خاندانوں کے بچوں اور
بچیوں کی اسلامی طریقہ پر تعلیم و تربیت کے لئے اگر فوری طور پر

مناسب بندوبست نہ کیا گیا اور اس جانب توجہ دینے میں تساہل سے
کام لیا گیا تو ان کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا ۔ اس کے لئے
ایک موثر اور جامع منصوبہ بندی کی بہت ضرورت ہے ۔

## جناب ڈاکٹر علی حسین صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کی آمد

ہوا تھا اور کچھ پیغام صلح کے ذریعے بھی انہیں ہماری تبلیغی سرگرمیوں
کے متعلق علم تھا اس لئے ان کی اشد خواہش تھی کہ وہ ہالینڈ کا
دورہ کر کے ہمارے مشن کی کارروائی دیکھیں اور جماعت کے احباب
سے ملاقات کریں ۔

آپ نے ۲۱ اپریل بروز جمعہ ہمارے ساتھ نماز میں شرکت
فرمائی اور اسی دن شام کو ہماری جماعت کے ایک دینیات کورس کا
افتتاح بھی کیا ۔ اسی شام آپ نے **اسلام اور احمدیت**
پر ایک دلچسپ اور پُر از معلومات تقریر کی ۔ انہوں نے جناب
خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور اور دیگر بزرگانِ سلسلہ
کا بڑی عزت اور احترام سے ذکر کیا اور اسلام کی خدمت
کے لئے جو کام ان کے ہاتھوں سر انجام ہوا ۔ اسے بہت سراہا
ان کا قول بھی ارسال ہے ۔

**دورہ یورپ کا پروگرام** } یہاں اب چھٹیوں کے دن قریب
آ رہے ہیں ۔ ہم ایک قافلہ کی صورت
میں یورپ کے دوسرے ملکوں کا دورہ کرنے کا پروگرام بنا رہے
ہیں ۔ خیال ہے کہ برلین ۔ پیرس ۔ بلجیم اور انگلستان کا دورہ کیا جائے ۔

## فلسفۂ خواب و الہام

(بسلسلۂ صفحہ ۵)

کے رحم میں اس نے پرورش پائی ہے اور بقول مشہور کہ نیم ملّا
خطرۂ ایمان وہ اپنی معرفت ناقصہ کی وجہ سے خطرہ کی حالت میں ہے
ہاں ایسے لوگوں کو بھی کسی قدر کچھ معارف اور حقائق
معلوم ہو جاتے ہیں ۔ مگر اس دودھ کی طرح جس میں کچھ
پیشاب بھی پڑا ہو اور اس پانی کی طرح جس میں کچھ نجاست بھی
ہو اور اس درجہ کا آدمی اگرچہ بہ نسبت درجہ اوّل کے اپنی خوابوں
اور الہامات میں شیطانی دخل اور حدیث النفس سے کسی قدر محفوظ
ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کی فطرت میں ابھی شیطان کا حصّہ باقی
ہے اس لئے شیطانی القاء سے بچ نہیں سکتا اور چونکہ نفس کے
جذبات بھی دامنگیر ہیں اس لئے حدیث النفس سے
بھی محفوظ نہیں رہ سکتا ۔ اصل بات یہ ہے کہ وحی اور
الہام کا کمال صفائی ، صفائی نفس پر موقوف ہے جن
کے نفس میں ابھی کچھ گند باقی ہے ان کی وحی اور الہام میں بھی گند
باقی ہے ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
(مینجر پیغام صلح)

# اِسلام فطرتِ انسانی کا دین ہے جو علم و تہذیب کی روشنی میں ترقی کرتا جا رہا ہے۔

## حضرت مجددِ وقت اور جماعتِ احمدیہ لاہور کے عقائد و تعلیمات

## فرمودات حضرت امیرِ قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض ........
غفرانک ربنا و الیک المصیر ۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۴۰)

**دو اہم باتیں** } ان آیات میں دو بہت اہم باتوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ پہلی بات جس کا ذکر کیا گیا ہے ان آیات میں، وہ خدا تعالےٰ کی توحید ہے، دوسری اہم بات جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ وحدتِ انسانی ہے۔

**توحید معرفتِ الٰہی اور نیک عملی کا موجب ہے** }
خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں توحیدِ الٰہی پر اس لئے زور دیا ہے تاکہ انسان کا قلب اس کی معرفت سے منوّر ہو جائے اور اس کے اعمال کے اندر اخلاص اور خوبی پیدا ہو جائے ۔ اعمال میں خوبی اور اخلاص صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جبکہ انسان کو خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق عرفان میسّر آ جائے۔

**زندگی اور اس کے قیام کا سرچشمہ** } فرمایا للہ ما فی السموٰت وما فی الارض ۔ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز کو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا ہے ۔ اس کائنات کا کوئی حصہ نہیں، جس کا وہ خالق اور مالک نہیں اور اس کائنات کا کوئی حصہ نہیں جس کی وہ ربوبیت نہیں کرتا وہ سرچشمۂ حیات ہے اور وہ حیات بخشنے کے بعد قیام کا باعث ہے اور چیزوں کی نشو و نما اور تربیّت کا کفیل ہے اسی کو ان دو لفظوں میں ادا کیا گیا ہے حیّ قیّوم، وہ سرچشمہ ہے زندگی کا ۔ قیوم زندگی عطا کرنے کے بعد زندگی کے قیام اور زندگی کے ارتقاء کے جس قدر اسباب ضروری ہیں وہ وہی پیدا کرتا ہے۔

**عالمین کا ربّ** } اس مضمون کو قرآن شریف کی سب سے پہلی آیت کے اندر بھی ادا کیا گیا ہے ۔ جہاں فرمایا الحمد للہ ربّ العالمین اس کائنات کے اندر بے شمار طبقات ہیں، اس کائنات کے اندر بے شمار عالم ہیں ۔ کیڑوں مکوڑوں کا عالم ہے اور پرندوں اور چرندوں کا عالم ہے ۔ جنگلات ہیں ۔ وادیاں ہیں، خشکی ہے سمندر ہے ۔ خشکی کے تمام کے تمام جانور اور خشکی کی نباتات ۔ سمندر کے تمام جاندار، یہ تمام کے تمام عالم ہیں اور ایک عالم انسانیت کا ہے ۔ الحمد للہ ربّ العٰلمین کے اندر کائنات کے تمام عالموں کا ذکر ہے ۔ اور ایک اہم ذکر انسانیت کا ہے کہ ایک عالم انسانیت کا بھی ہے۔

**اسلام کا نچوڑ عظمتِ الٰہی اور مخلوق پر شفقت** } اور اس جملہ میں سکھایا گیا ہے کہ خدا کی توحید کے بعد خدا کی مخلوق کے ساتھ محبت کرنا اور خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا ۔ یہی ہمارے مذہب کا نچوڑ ہے ۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا ما الاسلام یا رسول اللہ ! یا رسول اللہ اسلام کس کو کہتے ہیں ۔ تو فرمایا العظمت لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ ۔ خدا کی عظمت کا دلوں میں بٹھا لینا اور اس کے احکام کی پابندی کرنا اور اس کے لئے اپنا مال صرف کرنا یہی اسلام کا نچوڑ ہے۔

**کائنات کا خالق اور موجد** } پہلی آیت للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض میں سکھلایا ہے انسان کو کہ اس کائنات کا خالق اور موجد خدا ہے اور موجد ہونے کی وجہ سے اس کا علم بڑا باریک ہے ۔ وہ ایک ایک چیز کا واقف تمہاری نیّات کا واقف اور اعمال پر جزا و سزا دینے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

**عرفانِ الٰہی قوتِ عمل کا موجب ہے** } اس عرفان کے بعد انسان کے اندر اخلاص و عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے اور انسان خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے جھکتا ہے ۔ عبادت کے لئے جھکنے سے اپنے نفس کی تہذیب کرنا اس کو مہذب بنانا اور اس کو اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا ہے۔

**پیغمبر خدا اور مومنوں کا عرفان** } اور اس کے بعد خدا کی مخلوق کی طرف توجہ کرتا ہے جیسا کہ اس کی دوسری آیت میں لکھا ہے اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون ۔ قرآن کریم نے ایک جماعت پیدا کی ہے جس کے لیڈر محمد رسول اللہ صلعم ہیں ۔ اٰمن الرسول اس لئے کہ خدا تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل عرفان بخشا ہے ۔ اٰمن الرسول ۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی پوری پابندی کرتا ہے اور محمد رسول اللہ صلعم نے ایک جماعت پیدا کی ہے والمؤمنون وہ بھی محمد رسول اللہ صلعم کی طرح خدا کے احکام کی پابندی کرتی ہے۔

**فرشتوں، کتابوں، اور رسولوں پر ایمان لانا** } اور اس پابندی کے بعد ایک اہم عرفان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کی جماعت کو حاصل ہوا وہ یہ کہ کل اٰمن باللہ و ملائکتہ وکتبہ و رسلہ ۔ پیغمبر خود اور مسلمان ہر ایک اس پر ایمان لاتا ہے کہ خدا برحق ہے اور اس کی طرف سے فرشتے پیغام لاتے ہیں، اور وہ پیغام جو وہ لاتے ہیں کتبہ آسمانی کتابوں کی شکل میں، اس پر ایمان لاتے ہیں وہ تورات ہے انجیل ہے یا ژند و ستا ہے یا وید ہے یا کوئی اور آسمانی کتاب ہے ۔ محمد رسول اللہ صلعم جس طرح سے قرآن پر ایمان لاتے ہیں ۔ اسی طرح سے ہر ایک وہ کتاب جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر

۱۴/۸/۵۹

کسی وطن میں نازل ہوئی۔ اس کو محمد رسول اللہ صلعم مانتے ہیں اور ان کی جماعت بھی مانتی ہے و رسلہ اور تمام قوموں کے بزرگوں اور بیوں کو بھی رسولِ کریم صلعم سچا تسلیم کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں، ان کی اتباع میں، ان کی قوم بھی ساری کی ساری قوموں کے پیغمبر اور ان کے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرتی ہے وہ ان کی ایمانیات کا جزو ہے۔

## توحیدِ الٰہی اور وحدتِ انسانی کا ذکر

اس طرح سے ان آیات میں خدا تعالےٰ کی توحید کا ذکر ہے اور وحدتِ انسانی کا ذکر ہے اور وحدت انسانی کو پیدا کرنے کے لئے آخری منزل کا ذکر کر دیا کہ ہم ساری کی ساری قوموں کے بزرگوں کی تعظیم کرتے ان پر ایمان لاتے اور ان کی آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں فیھا ھدًی و نور۔ ان کتابوں کے اندر بھی ہدایت اور نور ہے۔

## تمام قوموں کو ہماری محبت اور تعظیم کا پیغام

اور اس طرح سے ہم ایک پیغام بھیجتے ہیں تمام قوموں کو، محبت کا پیغام، تعظیم و تکریم کا پیغام اپنے ایمان کے جزو کا ایک حصہ اس حد تک پہنچاتے ہیں کہ یہ قومیں ہمارے خدا کی پیدا کی ہوئی قومیں ہیں۔ ان قوموں کی تربیت کے لئے آخری منزل وحی الٰہی ہے اگر ساری کی ساری قوموں کے لئے سورج اور اس کی روشنی اور اس کی حرارت پیدا کی گئی ہے اور آسمان سے سب قوموں کے لئے بارش نازل کی گئی ہے جو نباتات اور حیوانات کی اور انسان کی زندگی کا موجب ہے تو ساری کی ساری قوموں کے لئے وہ آسمانی بارش جو آسمانی کتابوں کی شکل میں مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبروں پر مختلف ملکوں میں مختلف بولیوں میں اتاری گئی اس کو بھی ہمارا پیغمبرؐ اور ہماری جماعت اور حضورؐ کی اُمت تسلیم کرتی ہے۔

## مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے والا خدا کا محبوب ہے

اور حضرتؐ نے فرمایا الخلق کلہ عیال اللہ۔ خدا کی ساری کی ساری مخلوق خدا کا عیال اور کنبہ ہے فان احبھم الی اللہ۔ خدا کے بندوں میں سے سب سے پیارا خدا کا وہ ہے انفعھم الی عیالہ جو خدا کے عیال کے ساتھ زیادہ محبت کرتا اور ان کو نفع پہنچاتا اور ان کی خدمت کرتا ہے۔ حضرت نے کتنا بڑا احسان کیا ہے انسانیت پر یہ پیغام دے کر کہ خدا ایک ہے وکان النّاس اُمّۃً واحدۃ۔ اور انسانیت بھی ایک ہے۔

## اسلام فطرت کا مذہب ہے

تمام کی تمام انسانیت کو خدا تعالےٰ نے فطرت عطا کی ہے اس فطرت کا مذہب اس کو دیا ہے تاکہ انسان اس مذہب کو رد نہ کر سکے جو چیز انسان کی فطرت کے مطابق ہوتی ہے اس کو فوراً قبول کرتا ہے اور جو مذہب یا جو بات یا نظریہ یا اعتقاد انسان کی فطرت کے مطابق نہ ہو اس کو وہ رد کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو یہ مذہب عطا کیا ہے جو ساری انسانیت کے لئے بابرکت ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہا کہ تمام پیغمبروں پر جو کتابیں اتریں ان کتابوں پر اور ان پیغمبروں پر ہم ایمان لاتے ہیں۔

## سب پیغمبروں کی ایک تعلیم

بلکہ فرمایا کہ ان پیغمبروں کی سارے کے سارے پیغمبروں کی تعلیم یہ تھی۔ وما ارسلنا من رسول من قبلك الّا نوحی الیه انه لا اله الّا انا فاعبدون مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے لئے پیغمبر آئے۔ ان کی بولیاں علیحدہ علیحدہ تھیں۔ لیکن تمام کے تمام پیغمبروں کو ایک ہی وحی کی گئی۔ انه لآ الٰه الّا انا۔ خدا واحد ہے۔ فاعبدون۔ صرف اس کی پرستش کرو اور اسی کی ہی عبادت کرو۔ اور اس سے بھی ایک قدم آگے حضرت نبی کریم صلعم کو تعلیم دی گئی فرمایا للہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض اس کائنات کا خدا اور مذہب کا عطا کرنے والا ایک ہے۔ للہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض۔ ولقد وصّینا الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم وایاکم۔ ہم نے تم سے پیشتر لوگوں کو وصیت کی اور تم کو بھی وصیت کی ان اتقوا اللہ کہ خدا کا خوف اور نیک عملی اختیار کرو۔ صرف اتنا ہی نہ کہا کہ ساری قوموں کے پیغمبروں پر اور ان کی کتابوں پر ایمان لاؤ بلکہ یہ بھی بتایا کہ چونکہ تعلیم کا سرچشمہ ایک ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیم بھی ایک ہی ہو۔ تمام پیغمبروں نے توحید کا وعظ کیا اور جن لوگوں کو حضرت سے پیشتر کتاب دی گئی۔ ان کو وصیت کی گئی ان اتقوا اللہ معلوم ہوا کہ خدا کی توحید کے سبق کے بعد شریعت کے احکام کی جو چوٹی کی بات تھی اور جو جامع تعلیم تھی ان اتقوا اللہ کہ خدا کا خوف دلوں میں بٹھاؤ اور نیک عملی کی زندگی بسر کرو۔ تمام کے تمام پیغمبروں پر یہ شریعت نازل ہوئی۔

## تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ ایک خدا، ایک انسانیت۔

اور اس سے بھی بڑھ کر آگے لکھا ہے شرع لکم من الدین ما وصّٰی به نوحًا۔ ہم نے وہی دین تم کو دیا جو نوحؑ کو دیا تھا۔ والذی اوحینا الیك اور ہم نے وہی دین آپؐ کی طرف وحی کیا ہے۔ وما وصّینا به ابراھیمؑ و موسٰیؑ و عیسٰیؑ۔ اور ہم نے وہی دین ابراہیم کو اور موسےٰ اور عیسےٰ کو دیا وہ کیا دین تھا ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه کہ دین ایک ہی ہے اور تفرقہ پیدا مت کرو۔ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلعم نے تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور تمام پیغمبروں کی وحی کا نچوڑ اپنی قوم کو سکھلایا۔ اور بتلایا کہ خدا ایک ہے اور انسانیت ایک ہے تمام پیغمبروں کی تعلیم ایک ہے اس لئے تمام کی تمام انسانیت کو ایک ہونا چاہیئے۔

## آسمانی ہدایت کے باوجود نسلِ انسانی میں اختلافات

لیکن حضرت کو یہ بھی علم دیا گیا ہے کہ باوجودیکہ پیغمبر خدا کی طرف سے آئے باوجودیکہ سب پیغمبروں کی تعلیم ایک ہی تھی۔ لیکن باوجود اس کے تفرقہ پیدا ہوا۔ اس کا علم بھی حضرت نبی کریم صلعم کو دیا گیا اختلفوا من بعد ما جاءتھم البیّنٰت آسمانی کتابیں تو اس لئے دی گئیں کہ تفرقہ پیدا نہ ہو۔ اتحاد اور محبت اور ہمدردی پیدا ہو لیکن آسمانی کتابوں کے پا لینے کے بعد بیّنات کے حاصل کر لینے کے بعد تفرقہ پیدا ہوا۔

## نسلی، وطنی اور لونی اختلافات کا علاج

اس لئے رسولِ کریم صلعم کو مخاطب کر کے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے جو کتاب آپؐ کو دی ہے وما ارسلنا الیك الکتٰب الّا لتبیّن للنّاس ما اختلفوا فیه۔ ہم نے تمہیں یہ کتاب اس لئے بھی دی ہے کہ صرف وحدت کا پرچار نہ کرو بلکہ تمام وہ اختلافات جن کی وجہ سے دنیا میں بگاڑ پیدا ہے ان کو بھی بیان کرو اور ان کو دور کرو۔ اختلافات کس قسم کے ہیں، نسلی اختلافات ہیں۔ مذہب کی وجہ سے اختلافات ہیں ان

تمام کے تمام اختلافات کی بناؤں کا ذکر قرآن شریف نے بیان کر دیا ہے اور یہ امتیاز صرف محمد رسول اللہ صلعم کو میسر ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مشرق و مغرب کا خدا ایک ہی ہے، کالے اور گورے کا خدا ایک ہی ہے اور نسل پر جو بحث کی ہے اسی نے قبائل اور نسلیں اور قومیں بنائی ہیں۔

### صرف خدا خوفی اور نیک عملی عزت کا موجب ہے

ان اکرمکم عند الله اتقاکم۔ خدا کے نزدیک صرف فلاں قوم اور فلاں قوم سے ہونا کوئی رتبہ نہیں رکھتا۔ خدا کے نزدیک وہ انسان اور وہ قوم معزز اور مکرم ہے جن کے اندر خدا خوفی اور نیک عملی کی زندگی ہو وہ خدا کے پیارے ہیں۔ رنگ پر، بولی پر، وطن پر، نسل پر ان سب چیزوں پر اللہ تعالےٰ نے خود محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے بیان فرما کر اختلافات کو مٹایا ہے اور بتلایا ہے کہ خدا کے نزدیک صرف نیک عملی کی زندگی، خدا خوفی کی زندگی عزت کا موجب ہے۔ ان الذین اتقوا والذین هم محسنون خدا ان سے پیار کرتا ہے، خدا ان کا ساتھ دیتا ہے جو خدا خوفی کی زندگی بسر کرتے ہیں والذین هم محسنون۔ اور جن کا روپیہ جن کی توجہ، جن کی محنت، یہ سب کی سب چیزیں خدا کی مخلوق پر صرف ہوتی ہیں وہ خدا کے پیارے ہیں۔

عقل ایک نور ہے ایک روشنی ہے جو دلوں کے اندر طمانیت پیدا کرتی ہے۔ اور قرآن ایک ایسا نور ہے کہ انسانی عقل کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ ہر شخص جس کی عقل بڑھتی ہے۔ جو شخص جس کا علم بڑھتا ہے وہ قرآن مجید کا عاشق ہوتا چلا جاتا ہے۔

### اسلام قابلِ فخر دین ہے

اس لئے ہم آج جتنا بھی فخر کریں اپنے پیغمبر پر جتنا بھی فخر کریں، اسلام کی تعلیمات پر۔ . . . . . . . وہ کم ہے۔ خدا نے ہم پر بہت بڑا فضل کیا ہے کہ آج کی دنیا میں ہم شرمندہ نہیں بلکہ ہم لوگوں تک اس دین کو پہنچانے میں اپنے اندر قوت پاتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ دنیا اس دین کو قبول کرے گی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اگلا زمانہ روشن تر اور کامیاب تر ہوتا چلا جائے گا۔ وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد والہ و اصحابہٖ اجمعین۔

### قرآن آخری کتاب اور محمد رسول اللہ آخری نبی ہیں

قرآن کریم میں اور حدیث شریف میں لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن کریم آخری کتاب ہے۔ اس لئے آخری کتاب ہے کہ اس کے اندر تمام کا تمام دستور العمل جو انسانیت کے لئے ضروری تھا خاص طور پر اس کے اندر نازل کر دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے محمد رسول اللہ صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ مسلمان قرآن کریم کے اس دعویٰ پر یقین کر سکتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم مسلمان اسی لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا نبوت تو ختم ہو گئی۔

### ختم نبوت کے بعد مجددین کا سلسلہ

لیکن کیا انسانوں کی اصلاح کے لئے اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے کوئی سلسلہ پیدا کیا؟ ہمارا پیغمبر ہم کو اطلاع دیتا ہے لا نبی بعدی میرے بعد پیغمبر تو کوئی نہیں آئے گا لیکن ان الله یبعث لهذه الامة علیٰ رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها نبی قطعاً نہیں آئے گا نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا وحی نبوت ختم ہو گئی لیکن اولیاء اللہ پر خدا تعالےٰ کی طرف سے وحی ولایت اترا کرے گی۔ اسی کو قرآن شریف نے دو جگہ بیان کیا۔ ایک تو اٰخرین منهم لما یلحقوا بهم میں کہ چودھویں صدی میں ایک شخص آنے والا ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کے زیر سایہ قوم کی تعلیم و تربیت کرے گا۔ اور ایک دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ ذوالعرش ہے۔ یلقی الروح من یشاء من عبادہ وہ صاحب حکومت ہے اس کو پتہ ہے کہ انسانوں کو ضرورت ہے اس بات کی کہ وقتاً فوقتاً باخدا اولیاء مجدد، محدث کھڑے کئے جائیں تاکہ ان کے اندر پھر دوبارہ زندگی پیدا کریں تو ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی رو سے ہم یقین کرتے ہیں کہ مجددین کا سلسلہ برحق ہے۔

### مجددین کی آمد کی تصدیق تاریخ سے

اس وقت تک کئی ایک مجدد ہو گذرے ہیں اور بعض مجدد ہمارے قریب کے زمانے کے ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر تو تاریخ میں ہے۔ ان کے مقبرے بھی موجود ہیں جنہوں نے اسی بناء پر مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا جنہوں نے بڑے اڑے وقت لوگوں کے دلوں میں اسلام کی خوبیاں پھر نئے سرے سے جمائیں اور وہ باخدا لوگ ہو گئے۔

### محدث کے نبی نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالےٰ ان سے کلام کرتا ہے!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحیح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ جو مجددین آتے ہیں یہ محدث ہوتے ہیں (دال کی زیر یا فتح کے ساتھ) ان کے ساتھ خدا کلام کرتا ہے۔ رجال یکلمون بغیر ان یکونو انبیاء یہ کلام وہ ہے جو خدا کے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں۔

### چودھویں صدی کا مجدد اور اس کا کام

تو ہمارے زمانے کے ایک مجدد، چودھویں صدی کے مجدد ہیں ان کا دعوےٰ اسی بناء پر ہے ان الله یبعث لهذه الامة علیٰ رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها۔ اس نے دعوےٰ کیا کہ خدا تعالےٰ نے اس لئے مجھے مبعوث کیا ہے کہ میں دجال کے دین کو بیخ و بن سے اکھاڑ دوں۔ صلیب پر موت وارد کردوں۔ چنانچہ صلیب پر موت وارد کر دی گئی۔ خود عیسائیوں کے دل متزلزل ہو گئے اور بیشمار مخلوق اپنے خدا عیسےٰ کو جس کو وہ خدا مانتے تھے اب انسان ماننے لگ گئے وہ کفارے کے قائل نہ رہے۔ بپتسمہ کے قائل نہ رہے۔ تین میں ایک خدا، ایک خدا میں تین کے قائل نہ رہے

### مغرب میں اسلام مجدد وقت کی جماعت کے ذریعہ سے پھیلا

صرف ان کے دین کو بیخ و بن سے ہی نہیں اکھاڑا بلکہ ایک جماعت پیدا کی جن کے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کیا اور ان کو حکم دیا کہ اسلام کے جھنڈے کو لے جاؤ اور مغرب کی وادیوں میں جا کر اس کو گاڑ دو۔ کیا یہ تاریخی واقعہ نہیں۔ کہ ہمارے امام کی وجہ سے آج یورپ میں ایک ہرچل گئی ہے کہ اسلام برحق ہے۔ وہ لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عیب شماری سے کام لیا کرتے تھے آج وہ ان کے مداح ہیں اور وہ اسی تعلیم کی وجہ سے جو ہمارے زمانہ کے امام نے اپنی کتابوں کے اندر لکھی اور ان کے متبعین اس سے مستفیض ہوئے۔ اور انہوں نے وہ روشنی اہلِ مغرب

کو جا کر دکھلائی کہ وہ لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئے، سینکڑوں اور ہزاروں لوگ اسلام قبول کر گئے اور وہ طالب علم جو ........ یورپ میں جا کر اسلام کا نام لینے سے جھینپتے تھے آج وہ AGRESSIVE ہو گئے اور وہ ہر ایک کے سامنے اسلام پیش کرتے ہیں اور لوگ ان کی باتوں کو سنتے ہیں۔

## سلامی دُنیا میں اسلام کے برحق ہونے کی رَو

اور ایک وہ بڑی رَو دوڑ گئی کہ اسلام برحق ہے اور اس زمانے میں بغیر تلوار کے بغیر فوجوں کے وہ یورپ کو فتح کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ کام جو اس جماعت نے کیا ہے یہ بہت بڑا کام ہے۔

## مجدّدِ وقت کی تعلیم

لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ہمارا مجدّد برحق ہے اور اس کی تعلیم صرف قرآن اور حدیث ہے۔ وہ اپنی جماعت کو دن رات اس بات کی تلقین کرتے تھے کہ تم خدا خوف بن جاؤ۔ تمہارے عمل میں صلاحیت ہو تم قرآن سیکھو حدیث سیکھو قرآن پر عمل کرو۔ حدیث پر عمل کرو۔

## مجدّدِ وقت کی پیدا کردہ فضا

انہوں نے قادیان میں ایک فضا پیدا کی کہ ہر چھوٹا بڑا خدا اور خدا کے رسول کا عاشق نظر آتا تھا۔ چھوٹا اور بڑا عبادت کی طرف دوڑا چلا جاتا تھا۔ چھوٹے اور بڑے پر خدا کی آیات کا پَرتو نظر آتا تھا۔ اس رنگ کو دیکھ کر بڑے بڑے مفکرین نے کہا کہ آج اگر ٹھیٹھ اسلام دیکھنا چاہو تو قادیان جا کر دیکھو۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک بہت بڑا کام کیا ہے اس زمانے میں مسلمان دبے ہوئے تھے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ان کو قرآن کی حقّانیت دکھلائی کہ یہ عظیم الشان کتاب ہے اور سب کچھ اس کے اندر موجود ہے اور یہ آخری کتاب ہے اور اس کے لانے والا آخری پیغمبر ہے! میں تو اس کا جوتی اُٹھانے والا ہوں۔ میں تو اس کے پاؤں کی دھول ہوں میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ صرف قرآن اور حدیث سکھلاتا ہوں اور میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ یہ الہام اور وحی ولایت قیامت تک جاری رہے گی۔ اور وحی نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک بند ہے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ انبیاء کی طرح میں معصوم نہیں، اور انہوں نے فرمایا کہ انبیاء کی وحی کی طرح میرا الہام حجتِ شرعیہ نہیں، اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے اختیار ہے کہ میں کسی الہام کو شائع کروں یا نہ کروں۔ کیونکہ میرے الہامات کے اندر احکام نہیں... احکام ہے، اسی وجہ سے پیغمبر پر فرض ہے بلّغ ما انزل الیك جو کچھ تمہارے اُوپر اتارا جاتا ہے اس کی تبلیغ کرو لیکن میرے الہامات کے اندر کوئی احکامات نہیں جن کی تبلیغ کرنے کا پابند ہوں۔

## وحی نبوّت نہیں وحی ولایت اُترتی ہے

اور انہوں نے فرمایا کہ نبی وہ ہوتا ہے جس پر جبرئیل وحی نبوّت لے کر اُترے اور جبرئیل ہی اس شخص کو عقائدِ دین سکھلائے تو انہوں نے کبھی دعوے نہیں کیا کہ جبرئیل وحی نبوّت لے کر میرے اُوپر اُترا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جبرئیل کا آنا ممتنع ہے وحی نبوّت قیامت تک بند ہے اور وحی ولایت قیامت تک جاری ہے میرے اُوپر وحی ولایت اترتی ہے...... وحی نبوّت نہیں اُترتی، اور میں نے تو قرآن و حدیث سے اپنے عقائد سیکھے ہیں، جبرئیل نے آ کر مجھے کوئی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی کوئی تعلیم کا موقع ہے کہ جبرئیل کسی شخص کو نئی تعلیم دے۔ قرآن و حدیث یہاں موجود ہے وہی میرا دین ہے اسی کو میں نے سیکھا ہے۔

پس حضرت مرزا صاحب نے جو علامات ایک نبی کے

ان پر وحی ولایت اُترتی ہے۔ اور اولیاء اللہ میں سے ہی کوئی مجدّد محدّث بنتا ہے مجھے بھی خدا تعالےٰ نے مجدّد اور محدث بنایا ہے۔

## جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد ہی قابلِ تسلیم ہیں!

یہ تعلیم جماعت احمدیہ لاہور کی ہے۔ یہ عقائد جماعت احمدیہ لاہور کے ہیں۔ اور میں نے بڑے بڑے آدمیوں کے سامنے یہ عقائد پیش کر کے دیکھا ہے۔ وہ یقین کرتے ہیں کہ یہ اسلامی عقائد ہیں اور مجدّد کا ماننا اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے۔ اس واسطے اس جماعت کے لئے یہ بھی موقع ہے بڑے فخر کا موقعہ ہے۔ کہ اس کے امام نے اس کو وہ تعلیم دی ہے جس کے اظہار کرنے اور جس کی تبلیغ کرنے میں کوئی کسی قسم کی دقّت پیش نہیں آ سکتی اور جس تعلیم کو ہر مسلمان قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔

## تعلیماتِ اسلامیہ اور جماعتِ احمدیہ کے عقائد

پس میں نے دونوں حصّے ختم کر دیئے ہیں۔ ایک حصّہ تو وہ تھا جس میں تعلیماتِ اسلامیہ کا ذکر تھا اور دوسرے حصّہ میں جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کا ذکر تھا اور میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق دے کہ ہم ان عقائد کے پابند رہیں اور وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان اعتقادات کا پرچار کرنے والے اور اس کی اشاعت کرنے والے ہوں ٭

---

# چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق کا ارشادِ گرامی

مسلمان کی تمام تر زندگی جہاد ہے۔ وہ بُرائیوں اور ناانصافیوں کے خلاف لڑتا ہے۔ اور نیکی کے حق میں تبلیغ اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ غربت، ناخواندگی اور بیماریوں کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا ایک سچے نیک اور سچّے مسلمان کا مقصدِ حیات ہونا چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آئے تو راستے میں اُنہوں نے صحابہ کرام سے فرمایا:—

”ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف جا رہے ہیں“۔

(بشکریہ نوائے وقت ۵/۲۸۔ صفحہ اوّل)

# اخبار احمدیہ

**وفات** } محترم ڈاکٹر اصغر حمید صاحب انجینئرنگ یونیورسٹی کی والدہ محترمہ ۷ رمئی ۱۹۷۸ء کو وفات پا گئیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

قبرستان میانی صاحب میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ دارالسلام اور احمدیہ بلڈنگس سے متعدد احباب جنازہ میں شامل ہوئے

اللہ تعالےٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ ہمیں اس صدمہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف سے دلی ہمدردی ہے۔

احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— مکرم خواجہ نصیراللہ صاحب سیکرٹری جماعت راولپنڈی، محترم جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں:——

مورخہ ۲۸/۴ بعد از نماز جمعہ مرکزی مسجد احمدیہ راولپنڈی میں مقامی جماعت احمدیہ کے عہدیداران کا انتخاب زیر صدارت محترم میاں بشیر احمد منٹو صاحب ہوا۔ متفقہ طور پر مندرجہ ذیل عہدیداران اور ممبران مجلسِ منتظمہ منتخب ہوئے۔

| | |
|---|---|
| ۱۔ میاں شریف احمد صاحب۔ صدر | ۴۔ مظہرالدین احمد صاحب۔ جائنٹ سیکرٹری |
| ۲۔ اقبال اے شیخ صاحب انجنیئر۔ نائب صدر | ۵۔ خواجہ عبدالسلام صاحب۔ لائبریرین |
| ۳۔ خواجہ محمد نصیراللہ صاحب۔ سیکرٹری | ۶۔ ریاض الدین احمد صاحب۔ محاسب |

## ممبران مجلسِ منتظمہ

| | |
|---|---|
| ۱۔ الحاج میاں فاروق احمد شیخ | ۶۔ اقبال اے شیخ صاحب |
| ۲۔ خواجہ محمد عبداللہ صاحب | ۷۔ میاں فخرالدین احمد صاحب |
| ۳۔ میاں بشیر احمد منٹو صاحب | ۸۔ چوہدری عبدالواحد صاحب |
| ۴۔ میاں شریف احمد صاحب | ۹۔ قاضی عبدالرشید خان صاحب ایڈووکیٹ۔ |
| ۵۔ ملک بی بخش صاحب | |

## حضرت امیرِ مرحوم کا فرمان

"جماعت کے نوجوانوں میں بیداری کے یہ آثار جو جگہ جگہ نظر آتے ہیں ہمارے لئے نہایت ہی حوصلہ افزاء ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے نوجوانوں کے اندر اپنی ذمہ داریوں کا ایک زبردست احساس پیدا ہو رہا ہے —— خدمتِ دین کی ایک عظیم الشان عمارت اس وقت تیار ہو چکی ہے اور ہم سب کو اس کی فکر کرنی چاہیئے کہ ہماری نئی نسل میں وہ جذبہ موجود ہے اور علمِ دین حاصل کرنے کی تڑپ موجود ہے کہ وہ اس عمارت کو ہمارے بعد سنبھال سکے اور نہ صرف سنبھال سکے بلکہ اس کو ترقی دے سکے۔ اگر نہیں تو ہر جگہ جماعت کو سب سے پہلے اس کو پیدا کرنے کی فکر کرنی چاہیئے —— اگر ہے، تو اس کو صحیح راہ پر لگانے اور نوجوانوں کی ہمت افزائی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہر جگہ جماعت کے بزرگوں میں یہ احساس ہونا چاہیئے کہ وہ کتنا بھی خدمتِ دین کا کام کر لیں لیکن اگر انہوں نے یہ احساس نئی نسل کے اندر پیدا نہیں کیا تو ان کا کام ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا۔" (۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۲ء)

کی لہروں سے کام لیا ہے۔ [illegible] اسباب [illegible] اٹھا کر لے جاتی ہیں۔ یہ سب پانی اور [illegible] سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

---

از محترمہ بیگم زمرد فاضل رمضان صاحبہ سیالکوٹ چھاؤنی

## قطرہ قطرہ مے شود دریا

عرصہ سے میں یہ بات تمام بہنوں کے گوشگزار کرنا چاہتی تھی مگر جیسا کہ سب کو معلوم ہے مصروفیات آج کل ہر انسان کو کچھ اتنی زیادہ ہیں کہ بس گھڑی نہیں جا سکتیں۔ مگر اس ہماہمی کے دور میں ایک معمولی سی کوشش اس طرح کامیاب ہوتی ہے کہ ۱۹۷۶ء سے انجمن کی طرف سے چندہ ماہوار کی اپیل پر کہ "ہر ممبر کی طرف سے کچھ نہ کچھ ماہوار رقم ضرور جمع کی جائے" پر عمل کرتے ہوئے مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ مئی ۱۹۷۶ء سے فروری ۱۹۷۸ء تک سیالکوٹ چھاؤنی کی جماعت کا ہر فرد یعنی بچہ، جوان، بوڑھا سب ماہوار چندہ ۸ آنے سے لے کر دس روپے تک دیتا ہے جسے میں جمع کرتی ہوں اور پھر بھائی شیخ نشاد احمد صاحب کو دیتی ہوں اور وہ انجمن کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ حقیر سی کوشش بھی تقریباً ۴½ ہزار روپے کی صورت میں کامیاب ہوئی ہے۔ انجمن کی رسید بک سے رسیدیں ممبرانِ چندہ کو دے دی جاتی ہیں اس طرح کی معمولی معمولی کوششیں انجمن کی مالی مدد اور ترقی میں معاون ہوتی ہیں۔ امید ہے دوسری جماعتوں کی بہنیں بھی ضرور ایسا کرتی ہونگی یا کرنے کی کوشش کریں گی۔ پھر پچھلے دنوں ہم نے دس مارچ کو سیرت النبیؐ کے جلسہ کا اہتمام کیا۔ تمام بہنوں اور بچیوں نے بڑی دلچسپی اور خوشی سے حصہ لیا۔ خدا ہر ایک کو اس کی جزائے خیر دے۔ ہم اپنے لوکل فنڈ سے جو ایک روپیہ ماہوار ہر بہن دیتی ہے، اس سے آنے والی بہنوں کی چائے اور کیک سے تواضع کی جاتی ہے۔ اس طرح اجتماعی جلسے بہنوں کے مل بیٹھنے اور مذہبی امور پر گفتگو کے لئے مواقع فراہم کرنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اب خیال ہے انشاءاللہ ۲۶ رمئی کو ہم حضرت مجددِ زمانؑ اور مہدیٔ دورانؑ کا یوم وصال منائیں گے۔ اس موقعہ پر حضرت صاحب کے بارے میں بہنیں اور بچیاں تقاریر کریں گی۔ تاکہ ہم اپنے سلسلہ کے بانی حضرت اقدسؑ کے بارے میں خود بھی جانیں اور ہمارے بچے بھی مستفیض ہوں۔

## اعلان جلسہ سالانہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ راولپنڈی کا سالانہ جلسہ مورخہ ۲۶ر مئی ۱۹۷۸ء بروز جمعہ مسجد مبارک واقع ۳۴-۳۳ ملت کالونی راولپنڈی میں منعقد ہوگا جس میں اکابرین سلسلہ کے علاوہ کچھ معزز خواتین بھی تقاریر فرمائیں گی۔ دور و نزدیک کے تمام احباب جماعت کو اس جلسہ میں شمولیت کی دعوت عام ہے۔ ان کے قیام و طعام کا مناسب انتظام ہوگا۔ اس لئے تمام احباب و اکابرین سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اس جلسہ کو بارونق بنانے اور اخوت و محبت کے پُرخلوص اظہار کے لئے کثرت سے شرکت فرمائیں۔ والسلام

خاکسار میاں بشارت احمد بقاؔ۔ افسر تبلیغ

## سچے مومن بن کر خدا کی نعمتوں سے دامن بھر لو

## حضرت حکیم الامۃ مولانا نورالدینؒ کا ارشادِ گرامی

اللہ تعالےٰ کے کارخانے بڑے باریک در باریک ہیں اور جو ان کارخانہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ بڑے فائدے اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ملک۔ ہمارے گھروں میں کئی ردّی چیزیں نکلتی ہیں مگر جو عقلمند ہیں ان کے نزدیک کوئی ردّی چیز نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کھلونے ردّی ٹکڑوں کے بنتے ہیں۔ پھر بعضوں نے اس نظارہ قدرت میں اور بھی غور کی ہے وہ جانتے ہیں کہ تین لاکھ کوس ایک سیکنڈ میں بجلی کی لہر جاتی ہے اسے ذریعہ خبر رسانی کا بنا لیا ہے۔ اسی طرح پانی اور

باقی کالم اول پر دیکھیں

خاں مرتضیٰ خان حسن مرحوم و مغفور ــــ (بسلسلہ تربیت شبان)

# اکبر بادشاہ کی نیک دلی

اکبر بڑا نیک دل بادشاہ تھا۔ جب اس کا باپ ہمایوں فوت ہوا تو اس کی عمر صرف چودہ برس کی تھی۔ دشمنوں نے موقعہ پاکر حملہ کر دیا۔ اکبر نے اپنے درباریوں کو بلا کر مشورہ کیا کہ اس وقت ہم چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اکثر درباریوں نے یہ رائے دی کہ اس وقت ہماری حالت بہت کمزور ہے اور دشمن طاقتور ہے۔ اس لئے ہم کو اپنے وطن میں واپس چلے جانا چاہیئے۔ اور پھر اپنی طاقت بہم پہنچا کر حملہ کرنا چاہیئے۔ لیکن بیرم خان جو اکبر کا اتالیق تھا اس نے یہ مشورہ دیا کہ ہمیں دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔

اکبر نے اسی رائے کو پسند کیا۔ پانی پت کے مقام پر اکبر اور ہیموں بقال کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ ہیموں بقال کو زبردست شکست ہوئی اور بیرم خان اس کو پکڑ کر اکبر کے سامنے لایا۔ اور کہنے لگا کہ حضور اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ اس پر اکبر نے کہا:۔

"میں تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ہاتھ خون سے رنگنا نہیں چاہتا۔"

دیکھو بیٹو! اکبر اس وقت بہت چھوٹی عمر کا تھا۔ لیکن کس قدر عقلمند اور نیک دل تھا۔ اگر کوئی اور ظالم اور بے وقوف بادشاہ ہوتا تو اس کو بڑا کارنامہ سمجھتا کہ دشمن اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ لیکن اکبر نے اس کو اپنا کارنامہ سمجھا کہ اپنے ہاتھ خون سے نہ بھرے۔

بادشاہوں کو اپنے دشمنوں سے جنگ بھی کرنی پڑتی ہے۔ ان کو سزا بھی دینی پڑتی ہے۔ لیکن نیک دل بادشاہ وہی ہیں جو لوگوں کا خون گرانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور سخت مجبوری کی حالت میں ہی جنگ کرتے ہیں۔

نیک طبع بادشاہ گرے ہوئے دشمن پر رحم ہی کرتے ہیں۔ دشمن سے بدلہ نہ لینا دشمن کو معاف کر دینا یہ بڑے لوگوں کا شیوہ ہے۔ بدلہ لینے کی خواہش چھوٹے آدمیوں کا کام ہے۔ جو لطف معافی میں ہے وہ بدلہ لینے میں نہیں ہے۔ اصلاح کے لئے سزا کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن مقصد اصلاح ہونا چاہیئے نہ کہ بدلہ لینے کی خواہش۔

استاد جو بچوں کو سزا دیتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے سدھر جائیں۔ ورنہ استاد کو بچوں سے کوئی ضد نہیں ہوتی۔ اور نہ ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ:-

جور استاد بہ ز مہر پدر

یعنے استاد کی سختی ماں باپ کی شفقت سے زیادہ اچھی ہے۔ کیونکہ اس سختی سے بچے کی زندگی سدھر جاتی ہے۔

# خدا کے ولی نرم دل ہوتے ہیں

پنجاب میں اللہ کے ایک ولی رہتے تھے۔ ان کا لنگر خانہ جاری تھا جہاں بیسیوں غریب اور باہر سے آتے ہوئے مہمان کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ لنگر خانے کے نگران نے اس ولی اللہ کے پاس باورچی کی شکایت کی یہ روٹیاں چراتا ہے۔ آپ اس کو ضرور سزا دیں۔

بجائے اس کے کہ آپ خفا ہوں آپ نے حیاء سے آنکھیں نیچی کر لیں، اور فرمایا:۔

"میاں صاحب! میں اسکو کیا سزا دوں؟ کیا یہ سزا تھوڑی ہے کہ ایک روٹی پکانے کے لئے اس کو دو دفعہ دوزخ میں جانا پڑتا ہے (یعنے جب یہ روٹی پکاتا ہے تو ایک دفعہ روٹی لگانے کے لئے اس کو تنور کی دہکتی ہوئی آگ میں جانا پڑتا ہے اور دوسری دفعہ جب روٹی اتارتی ہوتی ہے پھر اس کو تنور میں جانا پڑتا ہے) اسکو تو پہلے ہی کافی سزا مل رہی ہے۔ اب اس سے بڑھ کر کیا سزا دی جائے۔"

اسی ولی اللہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک خادمہ چوری کے چاول لے جاتی ہوئی پکڑی گئی۔ چاولوں کی گٹھڑی اس کی بغل میں تھی اور تیز تیز قدم اٹھائے جا رہی تھی۔ کسی کی اس پر نظر پڑ گئی اور شور مچا دیا کہ "چاول لے گئی چاول لے گئی۔ پکڑو پکڑو"۔ گھر میں شور مچ گیا۔ سب اوپر سے بھاگے آئے۔ وہ ولی اللہ بھی اپنے کمرہ سے باہر نکل آئے اور پوچھا کیا بات ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ:۔

"یہ عورت چاول چرا لے چلی تھی پکڑی گئی ہے۔"

آپ نے بڑی نرمی سے فرمایا:۔

"خدا کے بندوں کی فضیحت نہیں کرنی چاہیئے۔ چشم پوشی سے کام لینا چاہیئے۔ غریب ہے اس کو ضرورت ہوگی۔ آپ خود اس کو اس قدر دے دیں کہ اس کو چرانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ چھوٹے لوگوں سے اعلیٰ اخلاق کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔"

بار بار آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ قصاب گوشت اچھا نہیں دیتا۔ ایک دفعہ آپ نے قصاب کو اپنے سامنے بلوایا اور اس سے بڑی نرمی سے کہا:۔

"دیکھو میاں! یہاں مہمان آتے ہیں۔ مہمان کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور ان کو اچھی چیز دینی چاہیئے۔ تم اگر اچھا گوشت نہیں دو گے تو مہمانوں کو شکایت پیدا ہوگی۔ اگر دام کم ملتے ہیں تو بھی بتا دو تاکہ تم کو زیادہ دیئے جائیں مگر تم گوشت اچھا دیا کرو۔ تمہیں ثواب بھی ہوگا۔"

اس قدر بات سے اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اچھا گوشت دینے لگ گیا اور پھر کبھی شکایت پیدا نہ ہوئی۔

اثر سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد حبیب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــــ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۵ ــــ شمارہ نمبر ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

فون: ۵۳۷۳۷

# پیغام صلح

لاہور پاکستان

## مسیح موعودؑ نمبر

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

مدیر اعزازی خلیل الرحمٰن

نائب مدیر عبدالرؤف کھوکھر

رجسٹرڈ ایل نمبر: ۸۳۸
تار کا پتہ
تبلیغ لاہور

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے: پندرہ روپے
بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
(علاوہ محصول ڈاک)

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۹/۱۶ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۷/۲۴ مئی ۱۹۷۸ء | نمبر ۲۰-۲۱


گلے کہ روئے خزاں را گہے نخواہد دید ✦ بباغ ماست اگر قسمتت رسا باشد

وہ پھول جو کبھی خزاں کا منہ نہیں دیکھے گا - وہ ہمارے باغ میں ہے اگر تیری قسمت یاور ہو

ز آہِ زمرۂ ابدال بایدت ترسید ✦ علی الخصوص اگر آہِ میرزا باشد

تجھے ابدالوں کی جماعت کی آہوں سے ڈرنا چاہیئے - خصوصاً اگر مرزا کی آہ ہو

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ

# کرامت گرچہ بے نام و نشان است
# بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

## حضرت مسیح موعودؑ

تاریخ عالم کے مطالعہ سے ایک حقیقت بڑی واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ حکام و شاہانِ جہان کے پاس دولت اور حکومت ہوتی ہے، فوج و سپاہ ہوتی ہے اور قوت و اقتدار کے سارے سامان انہیں مہیا ہوتے ہیں لیکن ان سب کے باوجود اکثر ان کی سلطنت اور حکومت کا اثر عوام النّاس کی گردنوں سے آگے نہیں بڑھنے پاتا۔ لوگوں کی گردنیں تو ان کے سامنے خم ہو جاتی ہیں لیکن بہت شاذ و نادر ایسے شہنشاہ یا حکام ہوتے ہیں جن کی حکومت اس سے بڑھ کر دِلوں کی دُنیا تک پھیل جائے اور لوگ دل و جان سے اسے قبول کر لیں۔

ان دُنیا کے تاجداران کے مقابلہ میں ہمیں ایک ایسا طبقہ بھی ملتا ہے جو درویش ہوتے ہیں۔ دُنیا کی قوت و اقتدار کے مالک نہیں ہوتے اور نہ اس کی خواہش رکھتے ہیں مگر دنیا کے بڑے بڑے اربابِ دولت بھی ان کے بندۂ بے دام ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا کے نہیں دِین کے بادشاہ ہوتے ہیں اور روحانی حکومت اور اقتدار کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ مقربانِ الٰہی جب تک دنیا میں رہتے ہیں تو ایک دنیا کے دِلوں پر ان کا قبضہ ہوتا ہے۔ اور جب اس دُنیائے فانی سے اُٹھ کر اپنے مالکِ حقیقی کے پاس چلے جاتے ہیں تو ان کی اس حکومت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔

یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ یہ لوگ دنیا سے کٹ کر مالکِ ارض و سما کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لیتے ہیں جس کی ذات تمام طاقت و سطوت اور قدرت و عظمت کا سرچشمہ ہے۔ وہ اس مقام پر اس دنیا میں اور دوسرے جہان میں بھی فائز ہوتے ہیں جس کے متعلق ارشاد باری تعالےٰ ہے :—

اَلَا اِنَّ اَولیاءَ اللّٰہِ لَا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون
الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشریٰ
فی الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ۔

دنیا میں اسلام کی جس قدر اشاعت و ترویج ہوئی یہ سب انہیں اولیاءِ اللہ کے انفاس طیبّہ اور ان کی روحانی کرامات اور بارگاہِ الٰہی میں انکی تضرعات کی وجہ سے ہوئی۔ اسلام ایک ازلی ابدی دین ہے، ایک ہمہ گیر اور عالمگیر نظامِ حیات ہے۔ اس کو خدا تعالےٰ نے پسند کیا اور بنی نوع انسان کے لئے منتخب فرمایا اس دِین کی تعلیم و تبلیغ کے لئے ابتدائے آفرینش سے نبوّت اور رسالت کا سلسلہ جاری رہا۔ جب اس دِین کی تکمیل ہو گئی اور انسانوں کے لئے خدا کی یہ نعمت اتمام کو پہنچ گئی تو سلسلۂ رسالت و نبوّت بھی بند ہو گیا۔ تاہم دِین کی آبیاری اور تجدید دِین کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجددین کا نظام قائم کر دیا جو ہمیشہ جاری رہے گا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ :—

"ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا"

ہر صدی کے سر پر مجددین مبعوث ہوتے رہے [illegible]

اور تائید نصرت الٰہی سے تجدید و اصلاحِ اُمت کا فریضہ انجام دیا۔ وہ اس تعالےٰ کے حکم سے مبعوث ہوئے اور اپنے اپنے زمانہ میں ان کی پاک مساعی بارگاہِ ایزدی میں مقبول اور مشکور ہوئیں۔

چودھویں صدی ہجری جو قریب الاختتام ہے علم و عقل کے اعتبار سے غیر معمولی طور پر ترقی یافتہ صدی ہے۔ اس میں سائنس، فلسفہ اور لادینیت کی ترقی نے مذہب کے خلاف ایک طوفان برپا کر دیا۔ اور الحاد و زندیقیت نے مذہب سے بیزاری کو ہوا دی۔

اس پُرفتن صدی میں اللہ تعالےٰ نے ایک عظیم الشان مجدّد بھیجا جس نے مذہب کے خلاف تمام تر قوتوں کا علم و حکمت اور دلائل و براہین کے ساتھ کامیاب مقابلہ کیا اور مذاہب باطلہ کی بیخ کنی کی۔ اسلام کو ایک فاتح اور غالب دِین کے طور پر پیش کیا اور ثابت کیا کہ آج صرف اور صرف اسلام ہی ایک دِین ہے جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اور اسی دین کی پیروی پر نجات کا دار و مدار ہے۔ اس نے ایسے وقت میں جو مسلمانوں کی انتہائی مغلوبیت کا دَور تھا اسلام کے غلبہ کی بشارت دی اور یہ حقیقت ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کی آواز دُنیا کے کناروں تک پہنچ رہی ہے۔

اِسلام کے اس فتحمند جرنیل اور مجدّد اعظم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی مسعود اور مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں ہم ہر سال مجالس منعقد کرتے اور اخباروں کے خصوصی ایڈیشن شائع کرتے ہیں۔ جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم حضرت امامِ زمان علیہ السلام کے مقاصد کی یاد تازہ کریں اور اس کی روشنی میں اپنا محاسبہ کریں کہ ہم خود حصولِ مقاصد کی راہ میں کونسے مقام پر ہیں ؟ کیا کچھ ہو چکا ہے اور کیا کچھ کرنا باقی ہے ؟ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس مامور الٰہی کے مقصد کو زندہ رکھتے ہوئے اسے اور آگے بڑھا رہے ہیں۔ وہ اس نور سے نہ صرف اپنے دلوں کو روشن کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اسے دوسروں تک پہنچانے میں مصروف ہیں۔

مامورین الٰہی کی پاک زندگیاں دُنیا کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتی ہیں۔ آج میں حضرت امام زمان علیہ السّلام کی زندگی کے چند پہلو قارئین کرام کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ہم جب تک کسی بزرگ کے حالات سنتے سناتے یا پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں اتنے ہی وقت تک گویا اس کی مصاحبت سے بہرہ اندوز ہوتے اور روحانی طور پر ان کی ہم نشینی کی سعادت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔

حضرت امامِ ہمام علیہ السلام جن کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اپنا سلام بھیجا۔ آپ کی حیاتِ طیبّہ تقویٰ اور طہارت کا نمونہ تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کو فطرت سلیم اور پاکیزہ قلب عطا فرمایا تھا۔ آپ میں وہ تمام اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ موجود تھے جو مقربانِ الٰہی کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔

آپ عرفان اور معرفتِ الٰہی کی راہوں سے پوری واقفیت حاصل کر چکے تھے۔ آپ کی پاک زندگی کا ظاہر و باطن دنیا کے سامنے ہے۔ آپ ایک غیر معروف دُور اُفتادہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کے ہر فرد نے بلا لحاظ مذہب و ملّت اس بات کی شہادت دی کہ آپ پاکباز انسان تھے۔ ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ آپ نے مامور الٰہی کی حیثیت سے نمونہ بن کر دنیا میں کام کرنا تھا۔ آپ کے ذریعہ اسلام کا روشن چہرہ دُنیا پر ظاہر ہونا تھا۔ اور آپ نے تجدید دِین اسلام کا فریضہ انجام دینا تھا۔ آپ کے ذریعہ تمام ادیانِ باطلہ پر اسلام کا غلبہ مقدر تھا اور آپ کے انفاس طیبّہ کے طفیل ملّتِ اسلامیہ

(باقی بر صفحہ ۳۱)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۱۷ و ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء

# نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

## حضرت مسیح موعودؑ علاج بالقرآن کیلئے تشریف لائے تھے-

"فکرِ جدید مذہبی ذہن کو یہ چیلنج کر رہا ہے کہ قرآن سے وہ رہنمائی میسر نہیں آتی جو اس زندگی میں ترقی کرنے کے لئے درکار ہے اور فکرِ جدید نے مذہبی ذہن کے شکست خوردہ ہو جانے کے بعد اسی کے طرزِ فکر سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کیونکہ مذہبی ذہن نے اس زندگی میں کامیابی سے مایوس ہو کر اپنی اور خدا کی کامیابی کو آخرت پر ملتوی کر دیا ہے۔"

یہ ہیں وہ خیالات جن کا اظہار ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب نے "موجودہ دَور کے مسائل" کے زیرِ عنوان روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ ۳؍ مئی ۱۹۷۸ء کی اشاعتِ ملیؔ کے آخری صفحہ پر کیا ہے۔

ہمارے خیال میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے یہ خیالات صدائے بازگشت ہیں۔ قرآن کریم کے ان الفاظ کی " و قال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً" اور رسولؐ نے کہا اے میرے ربّ میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز (کی طرح) قرار دیا۔ یا یوں کہیئے کہ اسے پکڑ کر چھوڑ دیا جس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ مذہبی ذہن غور و فکر کی صلاحیتوں سے محروم ہو کر اس زندگی کے مسائل اس کی روشنی میں حل کر کے کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا اور "فکرِ جدید" کے سامنے شکست کھا گیا۔ حالانکہ یہ ایک علیم و حکیم ہستی کی طرف سے اس لئے نازل ہوا تھا کہ "طٰہٰ - ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ" کے مطابق اس کے ماننے والے کسی بھی شعبۂ زندگی میں ناکام و نامراد نہ رہیں۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اسے مضبوطی سے تھامنے والے نہ صرف علمی - فکری - معاشی - معاشرتی - سیاسی اور ثقافتی بلکہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے بھی اپنے دَور کے رہنما اور پیش رَو تسلیم کئے گئے اور ان کی فکری قیادت نے مغرب کے ظلمتکدوں میں علم و حکمت کے وہ چراغ روشن کئے جو بلا مبالغہ آج کے فکری دَور کی اساس اور بنیاد قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

اس حقیقت سے مغرب کے مفکرین بھی انکار نہیں کر سکے کہ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں صحرا سے اُبھرنے والی ایک تہذیب نو نے جو اثرات اپنے اور بعد میں آنے والے ادوار پر مرتب کئے وہ مخالفین کی ہزار کوششوں کے باوجود نہ مٹ سکے۔ مسلمانوں کا علمی اثاثہ دوسری زبانوں میں منتقل ہو کر اقوامِ غیر کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا اور اس کی روشنی میں انہوں نے اپنی تمام تر قوتوں اور ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ترقی اور عروج کی وہ منزلیں طے کر لیں کہ آج یہ روشنی مہیا کرنے والی قوم انہیں دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی اور انہیں نگاہ رشک سے دیکھ رہی ہے۔ جس سے اس کا احساس پسماندگی اور درماندگی اور شدید ہو جاتا ہے۔ شاعر مشرق نے اپنے اس درد کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ———

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

حکومت کا تو کیا کہنا کہ وہ اک عارضی شئے تھی
نہیں دُنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

یہ علم و حکمت کے موتی ہمت کے شناوروں نے کس بحرِ ذخار میں غوطہ زن ہو کر ڈھونڈھ نکالے اور ہمعصر دنیا کو ان کی آب و تاب سے چکا چوند کر دیا۔ یہی وہی بحرِ ذخار ہے جسے قرآن کہتے ہیں اور جس کے اندر بڑے واضح الفاظ میں یہ ارشادِ ربانی موجود ہے

" ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت اللہ ط ان اللہ عزیز حکیم"

اور اگر جو درخت زمین میں ہیں سب قلمیں بن جاویں اور سمندر سیاہی ہو اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً عزیز اور حکمت والا ہے۔

ان الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ علوم کی کوئی انتہا نہیں۔ ان کا حصول اور ان میں تحقیق و جستجو کے لئے ایک جذبہ - ایک لگن اور ایک عشق کی ضرورت ہے جو انسان کو ہر لمحہ بے چین اور مضطرب رکھے اور اس کے شب و روز ایک نئی جستجو اور تلاش میں بسر ہوں۔ اس کے لئے اسے غور و فکر - عقل و شعور اور فہم و تدبر کے دریچے وا کرنے ہوں گے - آنکھ کان اور قلب کو کھلا رکھنا ہوگا - جب آنکھوں پہ پردے - کانوں میں بوجھ اور دِل پہ قفل لگے ہوں تو اس وسیع و بسیط کائنات کے رازوں میں جھانکنا ممکن نہیں۔ اس کے پیچھے کار فرما حقیقت اولیٰ تک رسائی کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے آنکھوں سے محروم ایک انسان اندھیرے میں کسی چیز کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہو۔ تخلیق انسان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے :-

" انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج ق نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً - انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً۔"

ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا ہے - اسے ہم آزماتے ہیں سو اسے ہم نے سُننے والا دیکھنے والا بنایا - ہم نے اسے رستہ دکھا دیا ہے چاہے وہ شکر گذار رہے چاہے ناشکرا۔

اسے پیدا کرنے کے بعد ان تمام ذرائع سے نواز دیا ہے جن سے نہ صرف وہ خارجی دُنیا کا بلکہ اپنے اندر کی کائنات کا علم بھی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اب یہ اس کا اپنا اختیار ہے کہ انہیں کام میں لا کر وہ اپنی شخصیت کی تکمیل کرتا ہے جسے شکر سے تعبیر کیا جائے گا یا انہیں معطل رکھ کر وہ اپنے مقصد سے دُور بھٹک جاتا اور ذلت و رسوائی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا چاہتا ہے - شکر کا نتیجہ ترقی ہے اور ناشکری کا انجام ذلت و رسوائی

" لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔"

اگر شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا - لیکن اگر ناشکری کرو گے تو پھر میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

اگر انسانی مساعی دنیوی علوم حاصل کرنے اور ان سے دُنیوی فائدہ

اُٹھانے میں صرف ہوں تو اس میں بھی اللہ تو ا۔" اسکی کوششوں
لئے دوزخ ٹھہرائی ہے وہ اس میں بُرے حال میں
دھتکارا ہوا داخل ہوگا اور جو آخرت کو چاہتا ہے اور
اس کے لئے کوشش کرتا ہے جو اس کی کوشش کا حق
ہے اور وہ مومن ہے تو یہی ہیں جن کی کوشش کی قدر
کی جاتی ہے۔ ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور
ان کو بھی۔ تیرے ربّ کی عطا سے اور تیرے ربّ
کی عطا رُکتی نہیں"

(بنی اسرائیل ۱۸ تا ۲۰)

جو بھی کوشش کرے خواہ مومن ہو یا کافر اسے اپنی کوشش کا ثمر ضرور ملے گا۔ لیکن مومن کا مقصد محض دنیا نہیں ہوتا وہ آخرت بھی چاہتا ہے اور اس کے لئے بھی کوشش کرتا ہے۔ کافر کا مقصد دُنیا ہی دُنیا ہے۔ اس لئے اسے اس دنیا میں اس کی سعی کا نتیجہ مل جاتا ہے۔ جدید دَور کی سائنسی۔ صنعتی اور تکنیکی ترقی اس کی واضح مثال ہے۔

مسلمانوں یا ڈاکٹر صاحب موصوف کے الفاظ میں مذہبی ذہن نے قرآن کریم کے اس ارشاد کو پسِ پشت ڈال دیا۔ وہ کوشش نہ کی جس کا حق تھا۔ اجتہاد کے دروازے بند کرکے ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے تو کیسے ممکن تھا کہ نہ زمین تیار کی ہو۔ نہ اس میں بیج ڈالا ہو۔ نہ اس کے پھلنے پھولنے کے لئے احتیاط برتی ہو اور نہ اس کی بروقت آبیاری کی ہو لیکن اُمید یہ کی جاتی کہ پکا ہُوا پھل ان کی گود میں آ گرتا۔ اس کے برعکس اقوامِ مغرب نے تحقیق و جستجو۔ غور و فکر اور عقل و شعور سے کام لیتے ہوئے شب و روز کی عرق ریزی کے سبب دنیوی ترقی میں وہ کمال حاصل کیا کہ وہ تو ترقی یافتہ کہلائیں اور یہ ان کے مقابلے میں پسماندہ یا ترقی پذیر۔ اور اب ترقی کرنے کے لئے مغرب کے دست نگر۔

قرآن کریم مسلمانوں کی زندگی میں ایک توازن چاہتا ہے۔ اس اُمت کو اُمت وسطیٰ کہا گیا ہے اور اسے یہ حکم ہُوا کہ:-
(اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان)

"یعنی وزن کو انصاف سے قائم کرو۔ اور تول میں کمی
نہ کرو۔"

مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگی میں توازن برقرار رکھو نہ تارکِ دُنیا ہو کر رہبانیت اختیار کرو اور نہ دُنیا کی طرف اتنے جھکو کہ اپنے خالق و مالک کو بھول جاؤ۔ توازن برقرار نہ رہے تو فساد پیدا ہوتا ہے۔ انسان کی شخصیت دو حصّوں میں بٹ جاتی ہے جسے SPLIT PERSONALITY کہتے ہیں۔ ایسی شخصیت سے بوجہ اس کی بے یقینی۔ بے دلی۔ کمزور قوتِ ارادی اور بے اعتمادی کسی نمایاں کارکردگی کی توقع عبث ہوتی ہے۔ مغربی معاشرہ اپنی تمام تر مادی ترقی کے باوجود اخلاقی بحران کا شکار ہے اور مسلمان معاشرہ باوجود اسلامی نظام کا داعی ہونے کے مادی لحاظ سے پسماندہ۔ غربت۔ افلاس اور جہالت میں غرق ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نظام میں عدل قائم

رکھنے میں ناکام ہوگیا ہے۔ ان حالات میں اس کی مایوسی اور اضطراب اللہ تعالیٰ اس کی ہدایت کے لئے ہر قوم و ملک اور معاشرہ میں آسمانی روشنی نازل فرماتا رہا ہے۔ جس کے ذریعے ارتقائی منزلیں طے ہوتی رہی ہیں اور انسان کا قدم مادی اور روحانی طور پر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا ہے یہاں تک کہ یہ روشنی اور نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں اپنے انتہائی کمال کو پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ خاتم النبیین اور ساری انسانیت کے لئے رسول ٹھہرے۔ آپؐ نے اس نور کی بدولت آج سے چودہ سو سال قبل ایک متوازن معاشرہ اور نظامِ عدل قائم فرمایا جس کے اثرات تھوڑے ہی عرصہ میں ارد گرد کی تہذیبوں اور ظلمتوں میں گھرے ہوئے سماجوں پر بہت گہرے مترتب ہوئے اور وہ اس نئی تہذیب کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ ساری تاریکیاں چھٹ گئیں اور زمین اپنے ربّ کے نور کے ساتھ چمک اُٹھی۔

قانونِ فطرت کے مطابق آنحضرت صلعم اس دُنیا سے تشریف لے گئے لیکن وہ نور جو آپؐ لائے تھے ہمارے پاس قرآن کریم کی صورت میں چھوڑ گئے۔

" اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے
روشن دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح کر
دینے والا نور نازل کیا ہے" (النساء - ۱۷۴)

" اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے رُوح
بھیجی۔ تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ (یہ کہ
اس پر) ایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اسے نور بنایا
اس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں
ہدایت دیتے ہیں اور تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف
ہدایت کرتا ہے۔" (الشوریٰ - ۵۲)

" سو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس
نور (پر) جو ہم نے اُتارا اور اللہ اس سے جو تم کرتے
ہو خبردار ہے۔" (التغابن : ۸)

ہمارا روزمرہ کا تجربہ اس پر گواہ ہے کہ روشنی اور انسان کے درمیان جُوں جُوں فاصلہ بڑھتا جاتا ہے روشنی مدھم ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ تاریکی کا یہ مسافر کہیں ٹھوکر کھا کر اس طرح نہ گر پڑے کہ پھر اُٹھ نہ سکے۔

اس کی مثال قرآن کریم نے ان الفاظ میں دی ہے :-

" کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا
کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں
اور اس کے لئے جو حق سے اُترا ہے اور ان لوگوں کی
طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی
پھر ان پر لمبا زمانہ گذر گیا (اس نور سے دور
ہوتے چلے گئے) تو ان کے دل سخت ہو گئے اور

ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں"
(الحدید - ۱۶)

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بعد اس نور کی طرف واپس بلانے کے لئے اس اُمت میں آپ کے اس ارشاد کے ماتحت کہ :-

" ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا"

ایک سلسلہ مجددین قائم کیا تاکہ جو لوگ مرور زمانہ کی وجہ سے قرآن کریم سے دُور جا پڑیں انہیں واپس اس روشنی کی طرف بلایا جائے اور ان کی پیش آمدہ مشکلات کا حل اسی کامل اور اکمل کتاب سے پیش کیا جائے۔

روشنی کی ضرورت تاریکی اور ظلمت میں ہوتی ہے اس لئے یہ مجددین بھی ایسے زمانے میں تشریف لاتے رہے ہیں جب ہر طرف تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوتی تھی - اسی سلسلۂ مجددین کی ایک کڑی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی تھے - جس دور میں آپ پیدا اور مبعوث ہوئے اس کا نقشہ ہم جناب نذیم کوہلی صاحب کے الفاظ میں جو انہوں نے "شہدائے بالاکوٹ" کے زیر عنوان تحریر کئے ہیں مختصراً پیش کرتے ہیں :-

"اُنیسویں صدی کے اوائل کا دور مذہبی - سیاسی - اقتصادی معاشرتی - تمدنی اور اخلاقی اعتبار سے مسلمانان ہند کے بدترین ادبار و زوال کا دور تھا - شاہجہان آباد دہلی میں مغلیہ اقتدار دم توڑ رہا تھا مگر مغل سلاطین و شاہزادگان مصروف عیش و نشاط تھے - امراء کے سینوں میں ایمان کی حرارت کی بجائے شراب و بدکاری کی شقاوت بھری ہوئی تھی .......... ان کے شب و روز رقص و سرود کی محفلوں اور شعر و نغمہ کی مجلسوں میں گذرنے لگے -

سیاسی ادبار و انحطاط کے اس بدترین دور میں مسلمان مذہبی اعتبار سے بے حد گمراہیوں کا شکار تھے ان کی اکثریت ایسے مشرکانہ عقائد و نظریات کی حامل تھی جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا - بہت سے "حرام" خود ہی حلال کر لئے گئے تھے - اور بہت سے "حلال" حرام قرار دے دیئے گئے تھے - مسجدیں بے آباد تھیں - دینی مدرسے اُجڑ چکے تھے علماء نے مصلحت اندیشی کا جامہ اوڑھ کر حق گوئی کا فرض ترک کر دیا تھا -"

۶ رمئی ۱۸۳۱ء کو حضرت سید احمد شہید مجدد صد سیزدہم کی بالاکوٹ میں شہادت کے تقریباً چار سال بعد حضرت مرزا غلام احمد صاحب پیدا ہوئے جن کے لئے چودھویں صدی کا مجدد ہونا مقدر تھا - مسلمانوں کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء میں ان کی رہی سہی طاقت بھی ختم ہو گئی - ان کی سیاسی قوت ختم کرنے کے بعد ان کے دل و دماغ سے رہی اسلام کو بھی ختم کرنے کے لئے پادریوں نے مذہبی محاذ پر یورش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام پر کوئی تین ہزار کے قریب اعتراضات مخالفین کی طرف سے شائع کئے گئے اور جن کا تشفی بخش جواب نہ ملنے پر ہزاروں مسلمان عیسائیت کی گود میں چلے گئے - ان مایوس کن حالات میں غیرت خداوندی جوش میں آئی اور " انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" کے وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو قرآن کی طرف بلانے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بطور مجدد اور مسیح موعود مبعوث کیا گیا کیونکہ ان مہلک اور اخلاقی امراض کے موثر علاج اور تدارک کے لئے کسی مسیحا کی ہی ضرورت تھی اور چونکہ قرآن کریم "شفاء لما فی الصدور" ہے اس لئے یہی صحت بخش نسخہ مسیحاء وقت کے ہاتھ میں دیا گیا کہ وہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج کریں - چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

" میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے - اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقائق و معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ .......... کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں - ایک مجدد کھلے کھلے دعوے کے ساتھ آتا ؟" -

(برکات الدعا)

بیکسے شد دین احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم بیدار نیست

دین کی حالت - مسلمانوں کی بے حسی اور اغیار کے حملوں نے آپ کو دن رات بے چین و مضطرب کر رکھا تھا - آپ کا آخری سہارا وہی ذات تھی جس نے احیائے دین کے لئے آپ کو اس پُرفتن اور گمراہی و ضلالت میں ڈوبی ہوئی صدی میں مبعوث فرمایا وہی ایک طاقت اور قوت تھی جو ان پریشان کن حالات اور مقاصد میں آپ کی مدد کر سکتی تھی - اس لئے آپ نے فرمایا :-

اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

اس "گریۂ اسحار" نے ارض و سما میں ایک طوفان اور تلاطم برپا کر دیا - آخر یہ سب کچھ کس لئے تھا - کیا آپ اپنی قوم سے کسی صلہ کے متمنی تھے - دل کا یہ درد پانی بن کر آنکھوں کی راہ کیوں بہتا رہا کیا آپ کو سیاسی اقتدار یا مال و دولت کی تمنا تھی - خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ تھا - آپ نے نہ کوئی بنگلے بنائے - نہ تجوریاں بھریں اور نہ کوئی حکومت قائم کرنے کی خواہش کی - صرف ـــ غم نے آپ کو چین نہ لینے دیا اور وہ تھا مسلمانوں کی زبوں حالی اور بے چارگی اور غیروں کے ان پر ظلم و ستم - آپ ان کے اس غم کو مسرت - بے یقینی کو یقین - اپنے اوپر بے اعتمادی کو اعتماد - ضعیفی کو قوت - انتشار کو اجتماع - فراق کو وصال - رنج کو راحت بے اطمینانی کو اطمینان اور اضطراب کو سکون میں بدلنے کے لئے بے قرار تھے -

آپؑ نے ان کے مرض کی تشخیص کر لی تھی اور آپ کے پاس اس کی دوا بھی تھی جس سے وہ کلی طور شفاء پا کر اپنی منزل کی طرف پھر رواں دواں ہو سکتے تھے - وہ دوا کیا تھی - صرف قرآن جو خود ہی یہ فرماتا ہے کہ :-

سینوں میں ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت۔"
(یونس : ۵۷)

عین اس سے پہلے ع۵۶ میں یہ الفاظ ہیں :—
"هو يحيي و يميت و اليه ترجعون"
"وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف
تم لوٹائے جاؤ گے۔"

زندگی کے اسی چشمہ سے سیراب کرنے آپ تشریف لائے تھے اور یہی مردہ قوم میں جان ڈالنے کا تیر بہدف نسخہ تھا۔

بنی اسرائیل ع۸۲ میں بھی قرآن کو شفاء کہا گیا ہے :—
"ہم قرآن سے وہ کچھ اتارتے ہیں ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين" جو مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے" لیکن ولا يزيد الظلمين الا خسارا۔ مگر جو اس سے دور رہتے ہیں وہ اپنے اوپر ظلم کرنے کی وجہ سے نقصان اٹھاتے ہیں۔"

اسی قرآن کی روشنی میں آپ نے اس عظیم الشان فتنہ کی نشاندہی کی جس کا ذکر سابقہ صحف، قرآن کریم اور احادیث میں بار بار آیا ہے یعنی فتنہ دجال اور یاجوج ماجوج۔ آپ نے اپنی قوم کو بڑے واضح دلائل سے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ جو قوم آج تم پر مسلط ہے یہ وہی قوم ہے جس سے ماموزین الٰہی ڈراتے چلے آئے ہیں۔ یہ بڑے مکر و فریب سے اپنے باطل نظریات کی شکر میں ملفوف بظاہر خوشرنگ اور خوش ذائقہ گولیاں بہلا پھسلا کر تمہارے گلے سے نیچے اتارنے کی کوشش کر رہی ہے اگر تم نے اپنی ناسمجھی اور نادانی سے انہیں کھا لیا تو یہ جسد ملت میں فساد پیدا کرنے کا سبب بنیں گی اور تم میں گوناگوں امراض کے مقابلے کی سکت باقی نہ رہے گی مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی بلکہ الٹا یہ قوم آپ ہی کے مخالف اور درپے آزار ہو گئی جو انکا ایمان بچانے کے لئے آیا۔ الٹا اسے ہی (نعوذ باللہ) کافر ملحد اور دجال کے نام دیئے گئے جس کا اظہار آپ اپنے ایک فارسی شعر میں اس طرح کرتے ہیں :—

جانم گداخت از غم ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

اور ایک اردو شعر میں فرماتے ہیں :—

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

کاش آپ کی قوم آپ کے مقام کو شناخت کر لیتی اور اور آپ کے کہے پر کان دھرتی تو مسلمانانِ عالم آج ایک ایسی قوت ہوتے کہ ان کی طرف کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ٹیڑھی نظر سے دیکھنے سے قبل دو دفعہ تو ضرور سوچ لیتی۔

آپ تو صرف یہ چھوڑا ہوا قرآن ان کے ہاتھ میں دینے کے لئے آئے تھے کہ ان کی نکبت و ادبار - سیاسی پستی اور دنیوی اور اخروی نجات کا علاج صرف اسی میں ہے۔ آج بھی اگر یہ اس منزل پر واپس آ جائیں جہاں سے بھٹک گئے ہیں تو اقوامِ عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں ؛

صنعت گرِ فطرت کا ازل سے ہے یہ دستور
بیدار ہوں نمرود تو آجاتا ہے ماموُر
تا دیدہ و دِل حق و صداقت سے ہوں معمور
قائم ہو زمانے میں خداوند کا منشور

اس دَور میں خالق کی نظر تجھ پہ پڑی ہے
دستارِ مسیحائی تیرے سر پہ سجی ہے

تم خالقِ اکبر کی نیابت کا نشاں ہو
تم احمدِ مُرسل کی صداقت کا نشاں ہو
محبوبِ مسلماں ہو کہ جان بخشِ جہاں ہو
تم مہدئ دَوراں ہو مسیحائے زماں ہو

یہ تاجِ مسیحائی فقط تیرے لئے ہے
یہ دَورِ شہنشاہی فقط تیرے لئے ہے

قائم تھا سدا قوم کا سینے میں ترے غم
دُنیا پہ کیا دین کو ہر آن مقدّم
بیدار ہُوا "قم" کی صدا سے ترے عالم
اونچا ہوا اسلام کے اقبال کا پرچم

احمد کے جو خادم ہو تو اسلام کے فرزند
باطل کے مقابل پہ سدا صورت الوند

جب عام تھا تثلیث پرستی کا ترانہ
بے دینی و الحاد کا خُوگر تھا زمانہ
مدفون تھا توحید کا مدّت سے خزانہ
ابلیس کا اس دَور میں عالم تھا شہانہ

تُو نے رخِ اسلام سے اِک نُور دکھایا
یورپ میں کلیسا کے چراغوں کو بجُھایا

جنت کے لئے آج ہو تم باعث تزئیں
بھولیں گے نہیں ہم تیرے پیغام و فرامیں
عظمت کا تری گرچہ ہو منکر، کوئی کم بیں
زائل نہیں ہونے کی تری عظمت و تمکیں

لاریب تیری شان زمانے میں نہیں کم
ہر قلب جو بھرتا ہے محبت کا تری دم

# حضرت مسیح موعود کی صداقت کا زبردست ثبوت

(از مکرم و محترم جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب)

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

(بنی اسرائیل ۱۷-۸۱)

"اور کہو حق آگیا اور باطل ہلاک ہو گیا بے شک باطل ہلاک ہونے والا ہی تھا۔"

اللہ تعالےٰ کی ہستی کے جو اظہر من الشمس ثبوت ہیں ان میں اہم ترین ثبوت۔ وحی و الہام ہے جو وہ نازل فرماتا ہے تاکہ اپنی مخلوق خصوصًا انسان کو علم بخشے کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے اور کس رستہ پر چل کر وہ اپنے مقصد پیدائش کو پا سکتا ہے اور کون سے غلط راستے ہیں جن سے اسے بچنا چاہیئے۔ یہ زمین اور انسان کی زمینی زندگی کیوں بنائی گئی ہے، اور سماوات یا انسان کی موت کے بعد اس کی آسمانی زندگیاں کیا ہونگی۔ انسان کی ذمّہ داریاں کیا ہیں اور کس طرح وہ ان سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ ان ذمّہ داریوں کو پورا کرنے سے کس طرح انسان کی زندگی اس دنیا میں ہی جنتی بن سکتی ہے، اور نہ پورا کر سکنے سے جہنمی۔ یوم حساب سے انسان کس طرح سرخرو ہو سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس بات کا ثبوت کہ وہ وحی و الہام واقعی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے وہ زبردست علم غیب ہوتا ہے جو اس وحی و الہام کا امتیازی نشان ہوتا ہے۔ اس علم غیب سے وہ معرکۃ الآراء پیشگوئیاں کی جاتی ہیں جو جب کی جاتی ہیں تو ناممکن نظر آتی ہیں اور اسی لئے دشمنانِ حق استہزاء کرتے ہیں۔ اور وہ پوری ہو بھی نہیں سکتیں جب تک کہ ان کی تائید میں اللہ جلّشانہٗ کی زبردست قدرت اور غلبہ شامل حال نہ ہو۔ اور جب وہ پوری ہوتی ہیں تو سب کو لاجواب کر دیتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی مانے یا انکار پر اپنی ضد میں اڑا رہے۔

قرآن کریم اس قسم کی پیشگوئیوں سے پُر ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے مٹھی بھر ساتھی جب نہایت مغلوبیت، کمزوری بے بسی میں مکّہ میں دشمنوں کے ہاتھوں سخت اذیتیں اور دُکھ اُٹھا رہے تھے اور دشمن جو ان کو بالکل ختم کرنے پر تُلا ہوا تھا اپنی کثرت، غلبہ اور طاقت کی وجہ سے ناقابلِ تسخیر تھا اس وقت کی نازل شدہ سورتیں بڑے جلال اور تحدّی سے یہ پیشگوئیاں کر رہی تھیں کہ یہ دشمن مغلوب اور ہلاک ہو جائیں گے اور اِسلام، محمد صلعم اور آپؐ کے ساتھی دینی اور دُنیوی دونوں رنگ میں غالب آئیں گے اور اسلام دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا۔ آج ہم جانتے ہیں کہ یہ پیشگوئیاں جو اللہ تعالےٰ کی قدرت اور غلبہ اور جلال کی مدد کے بغیر پوری نہ ہو سکتی تھیں چند سالوں میں ایسی خوبی سے پوری ہوئیں کہ ان کی نظیر نہیں ملتی۔

## عیسائی اقوام کا عروج

جو لمبی مدت والی پیشگوئیاں قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے کیں ان میں سب میں اہم وہ ہیں جو اس زمانہ میں عیسائی اقوام کے دنیاوی عروج اور اس کے ساتھ عیسائیت کے فروغ کے متعلق ہیں۔ ان میں مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ عیسائی اور عیسائیت مسلمانوں اور اسلام پر سخت یورش کریں گی۔ سو اُنیسویں صدی عیسوی میں جب عیسائی اقوام ساری دُنیا پر چھا گئیں تو اُنھوں نے اپنی سلطنت اور غلبہ کو قائم رکھنے کے لئے منجملہ اور باتوں کے محکوم قوموں کی ہمدردی اور تعاون حاصل کرنے کے لئے انہیں اپنے مذہب میں داخل کرنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ صرف ایک مذہب تھا جس کی حقانیت اور معقولیّت عیسائیت کے رستہ میں روک تھی بلکہ عیسائیت کے لئے مہلک ہو سکتا تھا۔ اور وہ تھا اِسلام۔

اس لئے عیسائیت نے اسلام پر زہر آلود تیروں اور برچھیوں سے اُنیسویں صدی عیسوی میں خطرناک حملہ کیا جس کی پشت پناہی اس وقت کی عیسائی حکومتیں اپنی سلطنت کی تمام تدابیر سے کر رہی تھیں۔ مخبر صادق صلعم نے دجّال کے اس فتنہ کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے سب میں خطرناک وقت بتایا۔ اور ساتھ ہی حضوؐر صلعم نے یہ خوشخبری دی کہ وہی وقت مسیح موعود کے ظاہر ہونے کا ہوگا جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس مذہبی جنگ میں سینہ سپر ہو کر نہ صرف اسلام کو عیسائیت پر فتح دے گا بلکہ دوسرے مذاہب پر بھی اتمام حجّت کرے گا۔

قرآن پاک نے بھی اس خطرناک وقت کی پیشگوئی ان الفاظ میں فرمائی ہوئی تھی:۔

"یریدون لیطفؤا نوراللہ بافواھھم، واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون ۝ ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدےٰ و دین الحق لیظھرہٗ علے الدین کلہٖ ولو کرہ المشرکون ۝

(الصّف ۶۱-۸و۹)

یعنے عیسائی اقوام چاہیں گی کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا گو کافر کتنا ہی بُرا منائیں۔ وہی تو اللہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک اسے کتنا ہی ناپسند کریں۔

ان آیاتِ مبارکہ میں عیسائیوں کے اسلام پر اعتراضات سے خطرناک حملہ کرنے، مگر اسی وقت اللہ تعالےٰ کے اسلام کے کمالات کو ظاہر کرنے، اور وہ ہدایت جو دُنیا سے کھوئی گئی تھی اور وہ حق جو نابود ہو چکا تھا اسے اسلام کے غلبہ سے دوبارہ قائم کرنے کی معرکۃ الآراء پیشگوئیاں کی گئی ہیں۔ وہ کیسے پوری ہوں گی؟

## مسیح موعود

مفسّرینِ قرآن نے لکھا ہے کہ یہ غلبۂ اسلام مسیح موعود کے ہاتھوں سے ہوگا۔ سو دجّال انیسویں صدی میں ظاہر ہو گیا اور اس نے اسلام پر خطرناک حملہ کر دیا۔ اسے ابتدائی کامیابی بھی ہوئی کہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عیسائی ہو گئے، اور جو بے دین ہو گئے ان کی تعداد تو بہت زیادہ تھی۔ تو وہ مسیح موعود جس کے آنے کی پیشگوئی خود قرآن کریم کی اسی سورۃ میں تھی کہ جس طرح پہلے عیسیٰ ابن مریم نے پکارا تھا من انصاری الی اللہ۔ اسی طرح دوبارہ مسلمانوں کو عیسےٰ ابن مریم کا بروز یعنے مسیح موعود پکارے گا تو مؤمنوں کو چاہیئے کہ اس کی آواز پر لبیک کہیں، اور دوسری طرف مخبرِ صادق صلعم کی احادیث

اس خطرہ کے وقت میں مسیح موعود کے ظاہر ہونے کا پتہ دے رہی تھیں تو وہ مسیح موعود کہاں ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ اور اس کے رسُول کی اور پیشگوئیاں تو پُوری ہو گئیں اور اسلام اور مسلمانوں کے ایمان پر دجّال اپنے مہلک ہتھیاروں سے حملہ آور ہو کر تباہی مچانے لگا مگر جس مسیح موعود نے آن کر بچانا تھا وہ پیدا نہ ہُوا۔ نہیں۔ اللہ اور اس کے رسُولِ پاکؐ کی کوئی بات نعوذ باللہ غلط نہیں ہو سکتی۔ یقین اس خطرہ کے وقت میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدّد اور مسیح موعود بنا کر بھیجا۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے وہ زبردست خدمتِ اسلام کی جس کی پیشگوئیاں قرآن پاک میں اور احادیث میں کی گئی تھیں۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں جس نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہو۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں جس نے عیسائیت اور اس کے خوشہ چین اور مذہب کے حملوں کا دندان شکن جواب دیا ہو۔ آپ ہی وہ مردِ خدا ہیں جن کے ہاتھوں سے کسرِ صلیب کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور آپ ایک جماعت بنا کر چھوڑ گئے جس نے اس کام کو جاری رکھا۔ ان تاریخ کے حقائق میں کسی شک و شُبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے مریدوں کی تحریرات جن کی عیسائی عقائد پر براہِ راست یا بالواسطہ بحث مثلاً قرآن کریم انگریزی ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ سے تمام دُنیا میں پھیلی، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ عیسائی عُلماء و فضلاء نے آج حضرت مرزا صاحب کی کی ہوئی کسرِ صلیب کو اپنا لیا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

## جھُوٹ کھُل گیا

قربان جایئے قرآنِ مقدّس کے جس نے آج سے چودہ سو سال قبل جبکہ اس وقت کے عیسائی اپنے مذہب کے تمام عقائد کو بالکل سچا اور دُنیا کے لئے نجات کا واحد راستہ سمجھتے تھے یہ فرمایا:۔

"وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً ○ ما لھم بہٖ من علمٍ ولا لاٰبآئھم ط کبرت کلمۃً تخرج من افواھھم ط ان یقولون الا کذباً ○ (الکھف ۱۸: ۴-۵)

یعنے یہ کتاب انہیں ڈرانے کے لئے (بھی) آئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا۔ انہیں اس کے متعلق کچھ بھی عِلم نہیں اور نہ ان کے بڑوں کو تھا۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں وہ **جھُوٹ** کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اس زبردست انکشاف کی تصدیق اس صدی کے شروع میں (یعنے قریباً تیرہ سو سال بعد) یوں شروع ہوئی کہ بعض عیسائی محققین نے یہ فتوےٰ دیا کہ سینٹ پال جو موجودہ عیسائی عقائد کا بانی مبانی ہے وہ جھُوٹا انسان تھا۔ (دیکھو ینابیع المسیحیت مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم) مگر بات یہیں ختم نہیں ہوئی۔ گئے سال ساؤتھ ہیمپٹن یونیورسٹی کے تین پروفیسروں اور دینیات پڑھانے والوں یعنے پروفیسر روٹ ریورنڈ ڈیوس اور ریورنڈ ویکھم نے ۸ر جولائی ۱۹۷۷ء کو لنڈن کے جریدہ "چرچ ٹائمز" کو (جو عیسائی مذھبی دُنیا میں اسی پایہ کا ہے جیسا کہ غیر مذھبی امور میں لنڈن ٹائمز) ایک خط لکھا جو اس میں چھپ کر مشہور ہُوا اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"جنابِ عالی۔ ہمارا ایمان ہے کہ:۔

(۱) (عیسائی) علمائِ دین، خصوصاً وہ جو یونیورسٹیوں میں پڑھاتے ہیں، ان کا فرض ہے کہ وہ کھُلم کھُلا عیسائیت کے بنیادی اصُولوں کے متعلق سوال اُٹھائیں اور یا تو اُنہیں ثابت کریں اور یا شہادت اور معقولیت کی روشنی میں ان کے **جھُوٹ** کو ظاہر کریں۔

(۲) عیسائی مذہب میں اپنی کوئی خاص اصلیت (CONTENT) نہیں اور اس نے رائج تمدّنی حالات سے نشو و نما پائی ہے۔

(۳) عیسائی مذہب کا عیسائی صحیفوں یا روایات کی جو تشریح کلیسا نے کی ہے اس سے خاص تعلق نہیں۔

(۴) عیسائی مذہب جناب یسوع کی پوزیشن کو واضح نہیں کرتا کہ وہ کون تھے، انہوں نے کیا کہا یا وہ کن تجربات میں سے گذرے۔

(۵) جناب یسوع کے متعلق یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا تھے جو انسانی شکل میں متمثّل ہو کر آئے یا وہ کلمۃ اللہ تھے تو یہ ان کی سچی حیثیت کو نہیں بتاتا بلکہ یہ محض کہنے کا ایک طریق تھا کہ وہ اہم انسان تھے۔

(۶) **خدُا کا بیٹا نہیں، نہ کبھی تھا، اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔**

(۷) یہ عقیدہ کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے یہ اناجیل کے مصنّفین نے واقعات کی **جھُوٹی** تشریح کر کے گھڑا ہے۔

(۸) مندرجہ بالا عقیدہ افسانوی یا تمثیلی قسم کا ہے جو اس زمانہ کے انسان کے سمجھ ہی نہیں آ سکتا۔ اور اسے ترک کر دینا چاہیئے۔

(۹) خُدا کے انسان کی شکل میں ظاہر ہونے کے **جھُوٹے** افسانے نے انسان کی آزادی کو گھٹا دیا ہے۔

(۱۰) یہ جھوٹا افسانہ ایک خاص سماجی طبقہ کے احساس نے پیدا کیا اور اس کی وجہ سے ایک طبقہ دوسرے طبقہ کا استحصال کر سکتا ہے۔

(۱۱) عیسائی اعتقادات کو سچا بتانا مذھبی نا روا داری کو بڑھاتا ہے۔

(۱۲) یہ عقیدہ کہ عیسےٰ خُدا کا بیٹا تھا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی ہتک کرتا ہے۔

(۱۳) یہ من گھڑت افسانہ کہ خُدا انسان کے جسم میں داخل ہو کر آیا خدا کے مادی اشیاء و قیود سے آزاد ہونے کے خلاف ہے اور اسی سے غلط تصوّر پیدا ہوتا ہے کہ خدا انسان کی شکل کا ہے۔"

مندرجہ بالا ترجمہ میں لفظ جھُوٹ جلی الفاظ میں مَیں نے اس لئے لکھا ہے کہ قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے جو فرمایا تھا کہ یہ عقیدہ جھُوٹا ہے اور جس کا اعتراف آج خود عیسائی علماء نے کیا ہے۔ یہ قرآن کریم کے عالم الغیب کے کلام ہونے کا ایک قطعی ثبوت ہے۔

مندرجہ بالا اعترافات، اور وہ بھی عیسائی مذہب کے عُلماء اور دینیات پڑھانے والوں کی قلم سے، عیسائیت کے غلط اعتقادات کو ہمیشہ کے لئے ختم کرتے ہیں۔

## ابھی اور سُنئے

عیسائیت کے غلط عقائد سے بے زاری صرف ان تین فضلاء تک محدود نہیں۔ جون ۱۹۷۷ء میں ایک کتاب انگلستان میں چھپی جس کے نام کا ترجمہ یوں ہے "خدا کے انسان کی شکل میں ظہور کا فرضی افسانہ"۔ اس کے مصنف آکسفورڈ، کیمبرج اور برمنگھم جیسی مشہور یونیورسٹیوں کے سات پروفیسر دینیات یعنے عیسائی مذہب کو پڑھانے اور نئے پادری تیار کرنے والے اساتذہ ہیں۔ اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) مسیح نے اپنی زندگی میں کبھی خدائی کا دعوےٰ نہیں کیا۔

(۲) وہ بہت اعلےٰ انسان تھا مگر اس میں خدا کا حلول ہرگز نہ تھا۔

(۳) اسے وفات کے بعد چند عناصر پرست خیالات سے متأثر ہو کر خدائی کا درجہ دیا گیا۔

(۴) مسیح کا موجودہ عیسائیت سے کوئی تعلق نہ تھا اگرچہ وہ ابتدائی

ہستی ہے۔ مسیح نے تثلیث کے عقیدہ کی کبھی تعلیم نہیں دی اور نہ مر کر قبر سے تین دن بعد جی اُٹھنے کی وغیرہ وغیرہ۔

مقامِ غور ہے کہ ان اہم اعلانات کے بعد اور وہ بھی عیسائی مذہب کو پڑھانے والے سات پروفیسروں اور اساتذہ کے قلم سے جو آکسفورڈ، کیمبرج اور برمنگھم جیسی مشہور و معروف یونیورسٹیوں میں نئے پادری تیار کرنے پر مقرر ہیں، عیسائیت کا کیا باقی رہا!

## رومن کیتھولک فرقہ

مندرجہ بالا اعلانات پروٹسٹنٹ فرقہ کے علماء کے ہیں جو کہ نسبتاً وسیع القلب لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ قدامت پسند یا کٹر عیسائی رومن کیتھولک لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا کیا حال ہے؟ مشہورِ عالم امریکن ہفتہ وار رسالہ "ٹائم" کے ۲۴ر مئی ۱۹۶۸ء کے پرچہ کے ٹائٹل پیج پر سرخی چھپی "امریکہ کے رومن کیتھولک فرقہ میں پھوٹ" اور اس کے ساتھ تصویر تھی صلیب کی جو دو ٹکڑے ہو گئی تھی! اندر اصل مضمون کی ابتداء ایک امریکن بوڑھی خاتون کے بیان سے شروع ہوتی ہے کہ "کاش میں جلد مر جاؤں تاکہ رومن کیتھولک مذہب پر مروں" گویا یہ مذہب اب چند دنوں کا مہمان ہے۔

رومن کیتھولک مذہب کو عیسائیت کا گڑھ بتاتے ہوئے جس سے عیسائی مذہب کی حفاظت کی ضمانت تھی مضمون نگار لکھتا ہے:—

"یہ قلعہ اب ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ دوسری ویٹیکن کونسل (ویٹیکن جناب پوپ کا مرکز ہے۔ ناقل) جو ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ اس سے پہلے رومن کیتھولک مذہب امریکہ میں، کم سے کم باہر والوں کو، ایک مینار نظر آتا تھا جو ان لوگوں کی نشاندہی کرتا تھا جو عیسائیت کے امیر ترین اور اپنے خیال میں مذہبی ترین لوگ تھے۔ جب متذکرہ بالا کونسل ۱۹۶۵ء میں جاکر ختم ہوئی تو امریکہ کے رومن کیتھولک مذہب کے مزاج میں ایک فتور پیدا ہو چکا تھا۔ بند کھڑکیاں کھل گئیں، دیواریں دھڑام سے گر گئیں اور زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ اس مذہب میں رہنا کئی لوگوں کے لئے ایک تلخ تجربہ ہو گیا۔ اور اگلے دس سال میں نقصانات بہت ہوئے۔ ننوں نے کانونٹ چھوڑ دیئے، پادریوں نے اپنے عہدے اور معمولی لوگوں نے اپنے عقائد اور عبادات کو چھوڑ دیا۔"

رسالہ "امریکن کیتھولک" کو انٹرویو دیتے ہوئے آرچ بشپ جوزف برنارڈین نے، جو امریکہ بشپ صاحبان کی کانفرنس کے صدر ہیں، کہا کہ:—

"بہت سے لوگ اپنے آپ کو اچھا رومن کیتھولک سمجھتے ہیں اگرچہ ان کے عقائد اور دستور کلیسا کی سرکاری تعلیمات سے متضاد ہیں۔ یہ آج کے کیتھولک ہونے کا نیا تصور ہے۔"

"ٹائم" رسالہ اپنی رپورٹ کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:—

"قریباً ۳۵ ہزار ننوں نے کانونٹوں کو الوداع کہا ہے اور دس ہزار پادریوں نے جن میں ایک ہونہار بشپ بھی شامل ہے اپنے عہدے چھوڑ دیئے بلکہ بعض نے تو کلیسا کو ہی چھوڑ دیا ہے۔ کچھ تو شادی کرنے کے لئے علیحدہ ہوئے اور کچھ بیزار ہو گئے یا اپنا ایمان کھو بیٹھے ہیں اور باقیوں نے یہ کہا کہ وہ خدا اور انسانیت کی خدمت دنیا میں پڑ کر بہتر کر سکتے ہیں۔"

## یورپ کا حال

مندرجہ بالا حال تو امریکہ کے رومن کیتھولک پادریوں، ننوں دوسرے رومن کیتھولک لوگوں کا حال ہے، مگر کوئی کہہ سکتا ہے بس اس کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے اور علوم کی روشنی میں عیسائیت کے غلط عقائد ٹھہر نہ سکے۔ رومن کیتھولک مذہب کا منبع یورپ ہے جہاں قدامت پسندی زیادہ ہے، وہاں کیا حال سو وہاں بھی انقلاب آ رہا ہے۔ اسی مشہورِ عالم رسالہ "ٹائم" کے مؤرخہ ۲۷ر فروری ۱۹۶۸ء میں (یعنی آج سے کوئی تین ماہ قبل) مضمون چھپا جس کی سرخی تھی "یسوع کی خدائی کی نسبت نزاع"۔ یہ مضمون تو بہت لمبا ہے۔ اس کے چند اقتباسات اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں:—

"یہ عقیدہ کہ یسوع مسیح خدا بھی تھا اور انسان بھی، رومن کیتھولک مذہب کی پندرہ صدیوں سے اساس ہے۔ مگر پچھلے دس سال میں بعض رومن کیتھولک دینی رہنماؤں کو کلیسا کے عمائد کے اس عقیدہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ پرانے عیسائی عقائد بہت منجمد اور خیالی ہیں۔ انہوں نے یسوع کی خدائی پر زیادہ زور دے کر اس کی انسانیت کو بھلا دیا ہے۔ ان خیالات کو بلند آواز سے کہنے والے لوگوں کے پیش پیش ایک پادری اور دینیات کے اُستاد ہانس کنگ نامی ہیں جو ٹیوبنگن یونیورسٹی (جرمنی) میں ہیں۔"

"اس بحث کو محض ایک مشہور آدمی کا کلیسا کے عمائدین سے اختلاف نہیں سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ کنگ ایک بین الاقوامی گروپ کے فرد ہیں جو کہ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ کیتھولک کلیسا کو یسوع کی پوزیشن پر جرأت کے ساتھ نظرثانی کرنا چاہیئے۔ یہ لوگ اب کھلم کھلا وہ باتیں کہہ رہے ہیں جو اس سے قبل اچھے پادری کبھی برملا نہیں کہتے تھے۔ شروع میں یہ بحث دینیات کی دقیق کتابوں میں یا ناممکن الحصول رسالوں میں تھی۔ اس بارہ میں تشدد سے بحث ہالینڈ، جرمنی اور خود روم میں کے کلیساؤں کے بند دروازوں کے پیچھے تھی۔ مگر ۱۹۷۴ء میں یہ بحث برسرِ عام آ گئی جب کہ پروفیسر کنگ نے اپنی کتاب "کرائسٹ سائن" لکھی جو جلد ہی جرمنی میں سب سے زیادہ بکنے والی مذہبی کتاب بن گئی۔"

اس کتاب میں کنگ نے کلیسا کی ابتدائی تاریخ میں تمام عیسائی دینی رہنماؤں کی کانفرنس کے فیصلوں کو دوہرایا جو انہوں نے عیسائیت کے ابتدائی ایام میں ملحد خیالات کے خلاف دیئے جو اس وقت کی عیسائیت میں پھوٹ ڈالنے کا خطرہ پیدا کر رہے تھے۔ ان فیصلوں میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ یسوع انسان تھا نہ کہ کسی قسم کا خدا انسان کی شکل میں۔"

"پروفیسر کنگ نے اپنے اُوپر الزامات کے جواب میں ایک اور کتاب لکھی جس کا نام ہے "حق کے سوا کچھ نہیں"۔ اس میں انہوں نے اس خیال کو دوہرایا ہے جو کہ اس زمانہ میں کئی عیسائیت کے عالموں کا ہے کہ یسوع نے کبھی بھی اپنے

لئے خُدا کا ازلی و ابدی بیٹا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور جو ابتدائی صحیح عقائد تھے وہ بعد میں یُونانی تصوّرات (دربارہ انسان و قدرت) میں اُلجھ کر بگڑ گئے۔"

"اُدھر امریکہ میں رچمنڈ یُونیورسٹی کے پروفیسر دینیات رابرٹ ایلی کو اپنے محکمہ سے تبدیل کر دیا گیا اس بناء پر کہ اس نے ایک جلسہ میں کہا کہ **یسُوع نے کبھی بھی خُدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ وہ خُدا کا بیٹا ہے۔** مگر اب اگلے ماہ اس یُونیورسٹی کے بورڈ میں یہ معاملہ پیش ہو رہا ہے کہ پروفیسر ایلی کو دوبارہ دینیات کے محکمہ میں لگایا جائے (جو بتاتا ہے کہ عام طور پر بھی رومن کیتھولک خیالات میں کیا تبدیلی آ رہی ہے۔ ناقل)

" رومن کیتھولک مفکرین میں مسیح کے متعلق نیا تصوّر یونیورسٹی آف نجمیگن (ہالینڈ) میں ظاہر ہُوا جب ۱۹۷۶ء میں آنجہانی اینسفریڈ ہلسباش نے یہ اعلان کیا کہ "کلیسا کو اب آئندہ یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ خُدائی اور انسانیت ایک ہستی میں جمع ہو سکتی ہے۔" اس کی تائید اسی یونیورسٹی کے پروفیسر شونن برگ نے کی جس کی کتاب "مسیح" کے متعلق کینیڈا کے دینیات کے فاضل برنارڈ لونارگن نے بعد میں کہا کہ اس کتاب کا منطقی نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ **یسُوع انسان تھا اور صرف انسان تھا۔** اسی طرح ہالینڈ کے اہم آزاد خیال ایڈورڈ شیلبک کی کتاب کی پہلی جلد اس سال انگلستان میں چھپنے والی ہے۔ اس میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ **یسُوع ایک انسان تھا جو بتدریج خدا کے نزدیک ہوتا چلا گیا"**

"فرانس میں تو حال کی بعض تصانیف میں اس سے بڑھ کر باتیں کہی گئی ہیں مثلاً "انسٹیٹیوٹ کیتھولک" پیرس کے جیکس پوہیر نے کہا کہ یہ **ایک احمقانہ بات ہے کہ خُدا انسان بن جاتا ہے۔ خُدا تو صرف خُدا ہی رہ سکتا ہے اور کچھ دوسرا نہیں بن سکتا۔** فرانس ہی کے کین کے دینیات کے مطالعہ کے مرکز کے فادر پییر ماری بود نے لکھا ہے کہ ابتدائی کلیسا کے اکابرین نے اپنے بنیادی باپ یسُوع کو قتل کر کے اپنے کلیسا کی تکمیل کی۔

اسی طرح ریورنڈ فادر میشیل پنچان جو کہ رسالہ "یسوع" کے ایڈیٹر ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ اُنہوں نے یسُوع کی پرستش کی بُت پرستی سے نجات پائی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ یسُوع نے اپنے آپ کو آخری یا کامل نہ بتایا تھا۔

"سپین میں میڈرڈ کے پاسٹورل انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر جوزے ریمان گیریرو نے ۱۹۷۶ء میں ایک کتاب لکھی "دوسرا یسوع" اور رسالہ "ٹائم" کے نمائندہ کو بتایا کہ **یسُوع در اصل ایک انسان تھا جسے خدا نے منتخب کیا تھا اور بھیجا تھا۔** اسی طرح بارسلونا کے دینیات کے سکول جوزے ایگنا شیو گونزا لیز فاؤس کو اصرار ہے کہ **جب تک یسُوع اس دُنیا میں تھا اسے خود بھی علم نہ تھا کہ وہ خُدا ہے اور اس میں انسانی کمزوریاں جیسے شک یا ناواقفیّت موجود تھیں۔"**

(اسی طرح کے خیالات اور بھی سپین کے کئی پروفیسروں اور دینیات کے فضلاء نے ظاہر کئے ہیں۔ جن کی تفصیل اس مضمون کو بہت لمبا کر دے گی۔ یاد رہے کہ روم۔ سپین فرانس اور ان سے اُتر کر جرمنی اور ہالینڈ رومن کیتھولک مذہب کے گڑھ تھے جہاں سختی سے ان پر اب تک لوگ قائم تھے۔ مگر اب نہیں رہے۔ ناقل)۔

## تاریخی انقلاب

اُوپر کے تمام اقتباسات سے یہ عیاں ہے کہ نہ صرف پروٹسٹنٹ فرقوں بلکہ قدامت پسند اور کٹّر عیسائی رومن کیتھولک فرقہ کے علماء اور فضلاء عیسائیت کے بنیادی عقیدہ یعنی یہ کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا یا اس میں خدائی کا حلول تھا اس کو ردّ کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی تثلیث کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مسیح خدا کا بیٹا نہ تھا تو سارا کفارے کا گورکھ دھندا بھی ختم ہو گیا۔ اور اب تو بعض عیسائی محققین خود لکھ رہے ہیں کہ مسیح صلیب پر فوت نہ ہُوا تھا اور زندہ اتار لیا گیا تھا۔ اور بعض نے تو حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے اس نظریئے کو بھی چھاپا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے زندہ اتارے گئے اور بعد میں کشمیر تشریف لے گئے۔ اب مجھے بتائیے کہ عیسائیت کا کیا باقی رہا؟

یہ زبردست آسمانی تائید ہے۔ حضرت مسیح موعود کی کہ چودھویں صدی جس کے آپ مجدد تھے ختم نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلعم نے جو آپ کے کارہائے نمایاں میں سے اہم ترین کام بتایا تھا یعنی کسرِ صلیب وہ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت اور غلبہ سے پورا کر کے دکھا دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ آپ کے دل میں جو درد تھا کہ مسیح کے خدا کا بیٹا ہونے کا جھُوٹ جو عیسائی اقوام کے دُنیاوی غلبہ کی وجہ سے دُنیا بھر میں پھیل گیا تھا دفع ہو اور اسلام دُنیا میں پھیلے وہ تو آپ کی تمام تحریروں اور اشعار سے ظاہر ہے۔ ان کو لکھنے لگوں تو یہ مضمون ایک پُوری کتاب بن جائے۔ ایک واقعہ لکھتا ہُوں جس سے آپ کے اس جوش اور غالب جذبہ کا پتہ لگتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کا کوئی مرید دوپہر کے وقت میں جب آپ گھر میں آرام فرما رہے تھے دروازہ پر پکارنے لگا "حضرت ذرہ تکلیف فرما کر باہر تشریف لادیں میں ایک بڑی خوشخبری لایا ہُوں۔" حضرت

مسیح موعودؑ فوراً باہر تشریف لائے تو اس مرید نے آپ کے کسی نمائندے (غالباً حضرت مولانا محمد احسن صاحب امروہوی) کی جو مباحثے کے لئے گئے ہوئے تھے اس مناظرہ میں کامیابی کی خبر دی، تو حضرت مسیح موعودؑ بے اختیار بول اُٹھے "ہم تو سمجھے کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے۔" بڑی "خوشخبری" آپ کے لئے۔ یہی ہو سکتی تھی!

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری

حضرت مسیح موعودؑ کے دل کی تڑپ، راتوں کی گریہ و زاری اور ہر روز کی جد و جہد کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیکھا اور آپ کے ذریعہ سے عظیم الشان پیشگوئیاں اس وقت کیں جب کہ عیسائیت پر نہ صرف ہر عیسائی کو پختہ ایمان تھا بلکہ وہ عیسائیت کو دُنیا میں پھیلانے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کر رہا تھا۔ صرف اسلام ہی اس کے رستہ میں روک تھا بلکہ اس کے لئے مہلک خطرہ بن سکتا تھا۔ اس لئے اسلام اور بانیٔ اسلام صلعم پر خطرناک حملے ہو رہے تھے۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی زبان اور قلم سے جو باتیں نکلیں وہ تعداد میں اتنی ہیں کہ ایک جگہ لکھی نہیں جا سکتیں۔ ان میں سے چند کی جھلک آپ کو دکھاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:—

"عیسائیوں کے حملے اسلام پر اس صدی میں بہت تیزی کیساتھ ہوتے ہیں۔ ان کی زبان درازی اور چھیڑ چھاڑ بہت بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک دم میں ان کی مخالفانہ کارروائیوں کا فیصلہ کر دیتا مگر وہ اپنا فیصلہ روزِ روشن کی طرح دکھانا چاہتا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اس مذہب کی حقیقت دنیا پر کھل جاوے........ میں خدا تعالیٰ کی تائیدوں اور نصرتوں کو دیکھ رہا ہوں جو وہ اسلام کے لئے ظاہر کر رہا ہے۔ اور میں اس نظارہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو موت کا اس صلیبی مذہب پر آنے والا ہے۔"

(الحکم مؤرخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۵ء)

"اس وقت دنیا بہت تاریکی میں پھنسی ہوئی ہے۔ اور اس کو مُردہ پرستی (یعنی حضرت مسیح کو خدا ماننے) نے ہلاک کر ڈالا۔ لیکن اب خُدا نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ دُنیا کو اس ہلاکت سے نجات دے اور اس تاریکی سے اس کو روشنی میں لاوے۔ یہ کام بہتوں کی نظروں میں عجیب ہے مگر جو یقین رکھتے ہیں کہ خدا قادر ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔"

"بظاہر عیسائی مذہب کی اشاعت اور ترقی کے جو اسباب ہیں وہ اسباب پرست انسان کو کبھی یقین نہیں دلاتے کہ اس مذہب کا استیصال ہو جاوے گا۔ لیکن ہم اپنے خدا پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے ہم کو اسی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور میرے ہاتھ پر مقدر ہے کہ میں دنیا کو اس عقیدہ سے رہائی دُوں۔ پس ہمارا فیصلہ کرنے والا یہی امر ہوگا۔ یہ باتیں لوگوں کی نظر میں عجیب ہیں مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا خُدا قادر ہے۔" (الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء)

"میری بڑی دُعا اور آرزو یہی ہے کہ میں اس باطل کا استیصال دیکھ لوں جو خُدا کی مسند پر ایک عاجز انسان کو بٹھایا جاتا ہے اور حق ظاہر ہو جاوے میں اس جوش اور درد کو جو مجھے اس حق کے اظہار کے لئے دیا گیا ہے بیان کرنے کے واسطے الفاظ نہیں پاتا.......... مجھے بشارت دی گئی ہے کہ یہ عظیم الشان بوجھ جو میرے دل پہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہلکا کر دے گا اور ایک حیّ و قیوم خدا کی پرستش ہونے لگے گی۔ وہ خدا جو ہماری ہزاروں دُعائیں قبول کرتا ہے کبھی ہو سکتا ہے کہ وہ دُعائیں جو کہ اس کے جلال اور آنحضرت صلعم کی بزرگی کے لئے ہم کرتے ہیں قبول نہ کرے؟ نہیں وہ قبول کرتا ہے اور کرے گا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جس قدر عظیم الشان مرحلہ اور مقصد ہو اسی قدر وہ دیر سے حاصل ہوتا ہے...... لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت قریب آ رہا ہے اور اس کی خوشبودار ہوائیں آ رہی ہیں۔ اور مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُن دُعاؤں کو جو میں عرصہ دراز سے کر رہا ہوں قبول کر لیا ہے۔"

(ملفوظات احمدیہ جلد ششم صہ ۴۴۸/۴۴۹)

"در اصل اب عیسویت سے دست برداری دنیا میں شروع ہو گئی ہے اور اس مذہب کو جلا دینے والی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ آگ کا دستور ہے کہ وہ اوّل ذرّہ سی شروع ہو کر پھر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے یہی حال اب عیسائیت کا ہوگا۔"

(البدر۔ یکم فروری ۱۹۰۵ء)

"یاد رکھو کہ جھوٹی خدائی یسوع کی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ عیسائیوں کے سعادت مند لڑکے سچے خدا کو پہچان لیں گے اور پرانے بچھڑے ہوئے وحدہٗ لاشریک سے روتے ہوئے آملیں گے۔ یہ وہ [illegible] کہتی ہے جو میرے اندر ہے۔ جس قدر کوئی سچائی سے لڑ سکتا ہے لڑے پر یہ وعدے مبدل نہیں ہونگے۔"

(کتاب سراج منیر مصنفہ ۱۸۹۷ء)

## مسلمان بھائیوں سے اپیل

میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ للہ ٹھنڈے دِل سے اپنے تنہائی کے وقت میں سوچیں کہ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایک جھوٹے انسان تھے؟ یہ سچ ہے کہ جس طرح اصل مسیح کو ان کے ماننے والوں نے غلو کر کے

ی سے خدا بنا دیا حضرت مرزا صاحب کو جو مجدد اور مسیح موعود تھے ان کے ماننے والوں میں سے ایک جماعت نے نعوذ باللہ نبی بنا دیا۔ مگر جس طرح عیسائی آج حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کو چھوڑ بیٹھے ہیں میں اپنے جماعت ربوہ کے بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے غلط عقیدہ کو بھی چھوڑ دیں۔ کیا ان میں عیسائیوں جیسی جرأت ایمانی نہیں؟

مسلمان بھائیوں اور جماعت ربوہ کے احباب کی غلط فہمی کی بنیاد یہ ہے کہ یہ سچ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں ان کے لئے لفظ نبی یا رسول کبھی کبھار آیا۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے حکم سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا تو مسلمان علماء نے الزام لگایا کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے کیونکہ احادیث میں مسیح موعود کے لئے لفظ نبی آیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب ایک جھوٹے انسان یا مفتری ہوتے تو آپ کے لئے آسان تھا کہ اپنے الہامات اور احادیث نبویؐ کی بناء پر سچ مچ نبی بن بیٹھتے جس طرح کہ بہاءاللہ اور دوسرے متنبیوں (نبوت کا جھوٹا دعوےٰ کرنے والوں) نے کیا۔ آخر آج بھی تو جماعت ربوہ کے لاکھوں افراد انہیں نبی مانتے ہی ہیں۔ تب بھی مان لیتے۔ مگر چونکہ آپ ایک صادق انسان تھے آپ نے وہ طریق اختیار کیا جو ایک سچے مسلمان کا ہو سکتا ہے۔ آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ نعوذ باللہ خدا کی وحی اور الہام غلط ہو سکتا ہے یا نعوذ باللہ نعوذ باللہ احادیث نبویؐ غلط ہو سکتی ہیں۔ اور اگر آنے والا مسیح موعود سچ مچ کا نبی ہونا تھا تو آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کہاں باقی رہتی؟ تو ان تمام وجوہ سے حضرت مرزا صاحب نے بار بار یہ توجیہہ کی کہ احادیث نبویؐ میں اور مرزا صاحب کے اپنے الہامات میں لفظ نبی مجازی اور لغوی معنی میں آیا ہے یعنے وہ انسان جو اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر پیشگوئی کرے۔ آپ نے صاف فرمایا سمیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ یعنے اللہ کی طرف سے مجھے نبی کا نام مجازی طریق پر دیا گیا ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ اسی لئے آپ نے فرمایا:—

"ہم بھی مدعی نبوت کو کافر، کاذب، خارج از دائرہ اسلام سمجھتے ہیں"

یا "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

## وحی و الہام

یہ بھی غلط فہمی عام ہے کہ وحی و الہام اب بند ہیں۔ یہ سچ ہے کہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین یعنی آخری نبی تھے۔ قرآن کریم آخری اور کامل کتاب ہے۔ اس لئے وحی نبوت یا وحی رسالت اب بند ہے۔ مگر وحی ولایت تو اب بند نہیں۔ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ غیر نبیوں کو بھی وحی ہوتی ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو یا حضرت مریم کو یا حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں پر وحی آنے کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ اور مؤمنوں کے لئے آیا ہے کہ لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا۔ یا حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات جس کی تشریح حضور نبی کریم صلعم نے یوں فرمائی کہ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ یعنے ایسے انسان اسلام میں پیدا ہوتے رہیں گے جن سے اللہ تعالےٰ کلام فرمائیگا بلا اس کے کہ وہ نبی ہوں۔

اسلام میں اللہ تعالےٰ کا اپنے خاص بندوں سے کلام کرنا تو اسلام کے واحد سچا مذہب ہونے کا ثبوت ہے کہ آج صرف اسی پاک مذہب میں خدا مل سکتا ہے۔ ہمیں تو اس بات پر فخر کرنا چاہیئے نہ کہ اس امتیازی نشان سے انکار کرنا۔

بہر حال ہمیں یعنے جماعت احمدیہ لاہور کو خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے جو وعدے قرآن پاک میں کئے تھے یا اپنے نبی صلعم کی زبانِ مبارک سے احادیث نبویؐ میں کئے تھے یا اپنے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی زبان سے ہم تک پہنچائے تھے وہ پورے ہو گئے۔

عیسائیت بطور مذہب اب ختم ہو رہی ہے۔ اس کا ثبوت وہ تحریریں اور حوالے ہیں جو عیسائی علماء اور فضلاء کے جن میں سے کچھ میں نے اس مضمون میں لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ اس تاریخی انقلاب کے بعد مغرب میں اسلام کے پھیلنے کے جو الٰہی وعدے ہیں ان کے پورا ہونے میں ہم سے جو بن پڑے وہ خدمت کر سکیں۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم

بقول حضرت مسیح موعود؂

اس دیں کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

آمین

# اخبار احمدیہ

— مکرم جناب عزیز احمد صاحب نے ٹرینیڈاڈ سے بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ ان کی صحت کچھ اچھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ علاج کے لئے نیویارک تشریف لے جا رہے ہیں۔

سلسلہ کے شب بیدار احباب سے مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں اس مخیر، ایثار پیشہ اور صاحب دل، مخلص انسان کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں جلد از جلد صحتِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ احمدیہ ہاؤس لندن کی خرید کے لئے سب سے زیادہ رقم جناب عزیز احمد صاحب موصوف نے ہی عطا فرمائی تھی۔

— مکرم و محترم جناب میاں غلام حمید رقیم صاحب بتحریر فرماتے ہیں کہ:—

"عزیزم شیخ محمد عارف عبداللہ مینیجر حبیب بنک گوجرانوالہ (فرزند رشید شیخ محمد عبداللہ مرحوم و مغفور) کی شادی کی تقریب کی خوشی میں ان کی والدہ محترمہ نے مبلغ یکصد (-/۱۰۰) روپیہ برائے اشاعت اسلام عطا فرمائے ہیں"

شیخ محمد عارف عبداللہ جناب ماسٹر فقیراللہ مرحوم و مغفور کے پوتے ہیں۔ احباب کرام سے التماس ہے کہ وہ اس شادی کے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کی دعا فرمائیں۔

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
(چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

جناب چوہدری شکر اللہ خان صاحب منصور ایڈوکیٹ

# میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں!

عرصہ ہُوا ہمارے ایک عزیز و محترم دوست نے مجھ سے استفسار کیا تھا کہ میں نے اس مشورہ پر کیوں غور نہیں کیا جو ہفتہ وار اخبار "ایشیا" کے مدیر نے احمدیوں کے بارے میں بھٹو حکومت کی آئینی ترمیم پاس ہونے پر جماعتِ احمدیہ لاہور کے اہلِ قلم و فکر افراد کو مخاطب کر کے اخبار مذکور کے پرچہ مؤرخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۴ء میں لکھا تھا۔ مدیر موصوف کا یہ مشورہ بالفاظ ذیل تھا۔

(۱) "ہم لاہوری پارٹی کے اہلِ فکر و قلم سے گزارش کریں گے کہ وہ مرزا صاحب کی وکالت کرنے اور صفائی پیش کرنے کی سعیٔ لاحاصل اور شغل فضول سے باز آجائیں اگر وہ مسلمانوں میں شامل رہنا چاہتے ہیں اور قیامت میں اُمتِ محمدیہ میں اُٹھنا چاہتے ہیں تو صرف اس اسلام پر اکتفا کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور اشخاص و افراد کے چکر میں پڑ کر خراب نہ ہوں"

میں ہنگامہ خیز وقت میں فوری جواب ضروری نہ سمجھا اور پھر اسے بھول گیا۔ کچھ عرصہ بعد دوست موصوف نے یاد دہانی کراتے ہوئے بطور تائید مزید پھر اپنی طرف سے ایک مشورہ بمفہوم ذیل دیا:-

(۲) "اب تک مرزا غلام احمد کے ساتھ وابستگی رکھنے، انہیں مامور من اللہ ماننے۔ ان کی تائید و حمایت کرنے۔ ان کی طرف لوگوں کو دعوت دینے سے کیا فائدہ حاصل ہُوا۔ مسلسل ناکامی اور ناکامرانی کا منہ دیکھنا پڑا۔ زندگی کی خوشحالی۔ ترقی اور فلاح کے مواقع مفقود ہوئے۔ خواہ مخواہ مسلمانوں کی عداوت و نفرت خریدنے، بار بار قتل و غارت اور لوٹ مار کا شکار ہونے۔ بائیکاٹوں، تفرقوں کا نشانہ بنتے رہنے کے آلام و مصائب جھیلے جانا دانشمندی نہیں ہے"

اس دوسرے مشورہ کا بھی بوجہ عدم صحت اور عدیم الفرصت ہونے کے میں بر وقت کوئی جواب نہ دے سکا۔ اب تھوڑا عرصہ ہُوا ہمارے عزیز و محترم دوست نے تیسری بار مشورہ دیتے ہُوئے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ:-

"جب جمہور مسلمان مرزا صاحب کے دعوے کو غلط اور جھوٹا قرار دے کر RIGECT کر چکے ہیں تو آپ کے سامنے عام مسلمانوں کا ہمخیال نہ ہو جانے بلکہ مرزا صاحب کو اپنے دعوے میں سچا مانتے چلے جانے کی مجبوری کیا ہے؟"

ان سب مشوروں اور سوالوں میں جذباتِ خیر خواہی اور ہمدردی پنہاں ہیں۔ یہ آخری سوال بہت اہم ہے۔ نیز ان کے اصرار کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ ہم اپنے دوست موصوف کی خواہش کو پورا کریں۔ پہلے ہر دو مشوروں متذکرہ بالا پر مختصر اظہار خیال کے بعد میں اپنے دوست کے آخری سوال کا جواب ذرا تفصیل سے لکھوں گا۔ تا میری مجبوری کی وجوہات مکمل طور پر واضح ہو جائیں۔ اور خود انہیں بھی غور و فکر کا موقعہ میسر ہو۔

## الجواب بمشورہ اوّل:-

ہم اپنے بہی خواہ عزیز و محترم دوست کے مشکور ہیں کہ انہوں نے یہ مشورہ ہمیں پھر یاد دلایا۔ اور مدیر موصوف کے بھی ہم ممنون ہیں کہ انہوں نے اس وقت ہمیں یاد کیا۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے مشورے کو نامکمل رکھا اور نا تمام چھوڑ دیا ورنہ ہم اس پر ضرور غور و فکر کرتے۔ ان پر لازم تھا کہ اس مشورہ کے ساتھ وہ یہ بھی بتلاتے کہ

اسلام کونسا ہے

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے؟ کیونکہ انہیں خود یہ بھی اعتراف ہے کہ:-

(۱) "اس وقت کے مسلمانوں کو لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کی اقسام بے شمار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ سانپوں کی قسمیں گن سکتے ہیں مگر مسلمانوں کی اقسام شمار نہیں ہو سکتیں"

(دعوتِ اسلام) از امین احسن اصلاحی)

(۲) "پنجاب میں جو اسلام رائج ہے اس کا ۹/۱۰ حصہ کفر سے آیا ہے

ہر کفر کہ کہنہ شد مسلمانی شد

(خدام الدین۔ لاہور ۱۶ اگست ۱۹۷۴ء)

اندریں صورت مدیر ایشیا پر فرض تھا کہ وہ اس اسلام سے آگاہ کرتے جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے

تا کہ ہم ان کے مشورہ پر غور و فکر کر سکتے۔ اگر اب بھی بلکہ جب بھی وہ ہمیں بتلانے کی تکلیف اُٹھائیں ہم بطیب خاطر ان کے مشورہ پر غور و فکر کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن وہ ذرا بتلائیں تو سہی کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کونسا اسلام لائے تھے۔ کیا وہ اسلام

مولانا مودودی والا ہے یا غلام احمد پرویز والا
اہلِ سنت والا ہے یا اہلِ تشیع والا
اہلِ قرآن والا ہے یا اہلِ حدیث والا
دیوبندیوں والا ہے یا بریلویوں والا
اولیاء صوفیاء والا ہے یا موجودہ خشک علماء دین والا
علماء طریقت والا ہے یا علماء شریعت والا
پیروں سجادہ نشینوں والا ہے یا نیچریوں سوشلسٹوں والا؟

پس مدیر صاحب موصوف کو چاہئے تھا کہ وہ اس بارے ہماری مکمل رہنمائی فرماتے۔ صرف اس قول سے کہ:-

صرف اس اسلام پر اکتفا کریں جو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے

ہم کیونکر سمجھ سکتے تھے اور سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے مدیر صاحب کی مراد کیا ہے؟ سُنئے:-

ما مسلمانیم از فضلِ خدا + مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست + بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب + نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(حضرت مرزا غلام احمدؑ)

ہمارے نزدیک یہی اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور اسی پر ہم اکتفاء کرتے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم مولویانِ پاکستان اسلام کسے کہتے ہیں۔ ان کے مفروضہ اسلام کے مطابق ہم مسلمان نہ ہوں تو نہ ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کی رُو سے بروزِ قیامت اُمّتِ محمدیہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب سے پہلے اُٹھیں گے۔ وہاں فیصلے خدا اور خدا کا رسولؐ کریں گے۔ انسانی اسمبلیوں اور چودھویں صدی کے مولوی صاحبوں کے اختیارات اور پراپیگنڈے کا وہاں نام و نشان نہ ہوگا۔

## مشورہ دوم

جیسا کہ ہمارے عزیز دوست موصوف لکھتے ہیں ہمیں کھُلا اعتراف ہے کہ دُنیائے انسان کے موجودہ عام رجحان کے پیشِ نظر ان کا مشورہ بالکل صحیح، مفید اور مناسب ہے۔ اس پر عمل کر جانے سے ہم دنیا کے اُن سب مصائب اور آلام سے نجات پا جائیں گے جن کا ذکر اُنہوں نے اپنے مشورہ میں کیا ہے۔ لیکن انہیں یہ بھی تسلیم ہوگا کہ ان کے اس مشورہ پر عمل صرف اسی صورت میں ممکن اور مناسب ہے جب حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ ماموریت من اللہ میں سچا نہ سمجھا جائے۔ اگر آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہوں جیسا کہ ہمارا یقین اور ایمان ہے تو اس صورت میں ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ متذکرہ مصائب و آلام کے بارے اُس اسلام کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے کیا تعلیم ہے؟ ارشادِ خداوندی فی القرآن ملاحظہ ہو:۔

(۱) یٰآیھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصٰبرین۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولٰکن لا تشعرون۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃٌ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولٰئک علیھم صلوٰتٌ من ربھم ورحمۃٌ واولٰئک ھم المھتدون۔
(سورۃ توبہ)

(۲) زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوٰۃ واللہ عندہ حسن المآب۔
(سورۃ آلعمران)

(۳) قل متاع الدنیا قلیلٌ والاٰخرۃ خیرٌ لمن اتقٰی۔ (پ ۵۔ ع ۱۴)

ہمارے دوست غور کریں حق اور سچ کی تائید و حمایت میں مصائب و آلام کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کی یہ تعلیم و ہدایت ہے۔ پس ہمارا کردار سعیٔ لاحاصل اور شغلِ فضول نہیں جیسا کہ مدیر ایشیا کا کہنا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کی متابعت ہے۔ اگر انسانی زندگی اسی دنیا کے پچاس یا ستر سال تک محدود ہو اور "الاخرۃ" کا وقوع محض افسانہ ہو تو پھر بھی ہمارے دوست کے اس مشورہ کا کچھ وزن ہو سکتا ہے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔ اس دنیا کی زندگی عارضی اور بعد الموت ابدی بتائی گئی ہے۔ بتلائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کی تعلیم و ہدایت متذکرہ بالا کو کیونکر پس پشت ڈال دیں۔ اور اگر یہ دلیل ہو کہ قلیل کو کثیر کا ہمخیال ہونا چاہیئے کہ کثرت کا جادۂ صواب پر ہونا مسلّم ہے تو یہ دلیل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کے ساتھ مطابقت نہیں کھاتی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:۔

ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوبٌ لا یفقھون بھا ولھم اعینٌ لا یبصرون بھا ولھم اٰذانٌ لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اولٰئک ھم الغافلون۔ (پ ۹)

یعنی جنوں کی اور انسانوں کی کثیر تعداد دوزخ کو بھرنے والی ہوگی۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ:۔

ولا اکثر الناس لا یشکرون ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون ولٰکن اکثر الناس لا یؤمنون ولٰکن اکثرھم یجھلون

یعنی انسانوں کی کثرت ہمیشہ راہِ راست سے بھٹکی ہوئی ہوتی ہے۔

لاتبعتم الشیطٰن الا قلیلاً

صرف تھوڑوں نے شیطان کی پیروی نہ کی۔ پس ہمارے بہی خواہ دوست غور و فکر کریں اور ہمیں بتلائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کی ان ہدایات کے سامنے ہم ان کے مشورہ کو کیونکر قبول کریں۔

اگر حق و باطل۔ صحیح اور غلط میں تمیز و تفریق کئے بغیر دنیاوی مفادات اور مصائب و آلام سے بچ جانے کی خاطر جمہور کی متابعت لازم ہوتی ہے تو سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام حضورؐ کے تھوڑے ہی سالوں بعد تمام آلِ رسولؐ کے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کا خون افواج یزید بن معاویہ کی تلواروں۔ نیزوں اور تیروں کے ذریعے یوں بے دریغ بہا کر مقامِ کربلا کی یاد تا ابد ہرگز قائم نہ کر جاتے ؎

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

## آخری سوال کا جواب

ہمارے عزیز و محترم دوست کا یہ سوال کہ جمہور مسلمانوں کی مخالفت اور دنیاوی زندگی کا کوئی مفاد وابستہ نہ ہونے کے باوجود میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعوئے ماموریت من اللہ میں سچا ماننے پر مجبور ہوں۔ دراصل ان کے سارے مشوروں کا لُبِ لباب اور ماحصل مطلب ہے۔ اس لئے میں اس بارے اپنی مجبوری کی چند وجوہات انہیں سُنا دیتا ہوں اور اُمید رکھتا ہوں کہ وہ خود بھی انصاف اور معقولیت کے ساتھ ان پر غور و فکر کر کے میری مجبوری اور اپنے متعلق کوئی فیصلہ کریں گے۔

## پہلی وجہ

ہمارے دوست کو انکار نہیں ہوگا کہ موجودہ زمانہ دراصل "انکارِ خدا" کا زمانہ ہے۔ یہ ایک امرِ واقعہ ہے جو سب پر عیاں ہے۔ نصف دنیائے انسان خدا کی ہستی سے اعلانیہ منکر ہے۔ دنیا کے دیگر نصف انسانوں میں اکثریت ان کی ہے جنہوں نے ایک انسان کو خدا بنا رکھا ہے۔ دوسرے نصف انسان جو مسلمان کہلاتے ہیں اگرچہ زبانی طور پر خدا کی ہستی کا

اقرار کرتے ہیں مگر عملی طور پر وہ بھی انکاری ہیں۔ اس بارے میں ان کے اعتقادات میں تزلزل اور خیالات میں تذبذب ہے انہیں در حقیقت یقین نہیں کہ خدا کی کوئی ہستی اب بھی زندہ موجود ہے جیسا کہ ان کے اعمال اور کردار سے نمایاں طور پر مسلم الثبوت ہے۔ ایسے زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام یہ آواز بلند کرتے ہیں کہ

اے دنیا کے انسانو! یقین کرو کہ
خدا کی ہستی برحق ہے جو ہمیشہ کی
طرح اب بھی زندہ موجود ہے
جس کا یقینی اور یقینی ثبوت یہ ہے کہ
وہ مجھ سے ہمکلام ہو رہا ہے

اور اس نے مجھے خود اس غرض سے کھڑا کیا ہے کہ میں اس کی ہستی کی زندہ موجودگی پر انسانوں کے ایمان کو پھر سے قائم کر دوں۔

اور فرمایا کہ جس کسی کو شک ہو وہ میرے پاس آئے اور اس کا ثبوت لے۔ میں خدا کی ہستی کا زندہ موجود ہونا دکھلا سکتا ہوں سمجھا سکتا ہوں اور بتلا سکتا ہوں۔ اس غرض کو آپ نے جس کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا وہ آپ کے علم کلام اور سوانح حیات سے عیاں ہے۔ ہمارے دوست اس کا ذرا مطالعہ کرکے تو دیکھیں۔

بلا شک مغربی علوم و تہذیب کے مادہ پرستانہ علمی اور عقلی دلائل کی بے پناہ یلغار کے خطرناک طور پر گمراہ کن طوفان کے ساتھ ساتھ نیچریت، دہریت، اشتراکیت ایسی نظریاتی تحریکوں کی طرف سے انکارِ خدا اور انکارِ دین کے اس زمانہ میں

حضرت مرزا غلام احمد کا وجود
ہی وہ نمایاں ثبوت ہے جو یقین دلاتا اور ایمان پیدا کرتا ہے کہ
خدا کا وجود ہمیشہ کی طرح
اب بھی زندہ موجود ہے

ورنہ اس وقت اگر حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دے کر الگ کر دیا جائے تو ہستیٔ باری تعالےٰ کے بارے میں انسانوں کے ذہنوں اور ایمانوں میں جو بے یقینی اور تزلزل واقع ہو چکا ہے اسے مٹانے اور دور کرنے کے لئے کوئی یقینی اور قطعی دلیل ہمارے پاس موجود نہیں رہتی۔ پرانے قصے سائنس کے مشاہدات اور تجربات کے اس زمانہ میں مفید یقین و اطمینان نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے جو حضرت اقدس مرزا صاحب نے فرمایا ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف اور میں عافیت کا ہوں حصار

خدا کی زندہ ہستی پر یقین اور ایمان پیدا کر دینا صرف مامورین الٰہی کا کام ہے کسی غیر مامور سے یہ کام ہرگز سرانجام نہیں پا سکتا پس میں مجبور ہوں کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچا مانوں۔

**دوسری وجہ** ہم چاہیں گے کہ ہمارے دوست آج سے ایک صدی قبل کے ملکی سیاسی اور دینی حالات پر نظر ڈالیں جب ... ماؤں کی حکومتیں یکے بعد دیگرے گر چکی تھیں۔ دنیا پر مغربی طاقتوں کا تسلط ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں انگریز حکمران بن چکے تھے جو عیسائیت کے پیروکار تھے۔ ان کے ساتھ

عیسائی پادریوں کا جم غفیر امڈ آیا جنہوں نے مغربی علم و فلسفہ اور سائنسی تجربات و مشاہدات پر مبنی دلائل کے ساتھ دینِ اسلام پر اس دعوے کے ساتھ حملے شروع کر دیئے کہ وہ اس دین کی تکذیب و تغلیط کرکے اہلِ اسلام کو عیسائیت کے حلقہ بگوش بنا دیں گے۔ مغربی علوم و فلسفہ کی اس یلغار نے ہندوستان کے قدیم مردہ مذہب میں بھی ایک حرکت پیدا کر دی۔ اس میں بھی مختلف تحریکیں آریہ سماج۔ برہمو سماج۔ دیو سماج وغیرہ امڈ کھڑی ہوئیں۔ ان سب نے بھی اپنے حملوں کا نشانہ اسلام ہی کو بنایا۔ مزید برآں مغربی جدید خیالات اور نظریات نے بعض ملحدانہ تحریکات نیچریت اشتراکیت وغیرہ کو بھی جنم دیا۔ ان سب کو بھی اپنے علمی و عقلی دلائل و اعتراضات کا مدمقابل صرف دینِ اسلام ہی نظر آیا دیکھنے والے حیرت سے دیکھتے ہیں کہ ملک میں مختلف ادیان و تحریکات کے درمیان علمی عقلی دلائل و اعتراضات کے ہتھیاروں کی ایک جنگ برپا ہے۔ اور اس مذہبی جنگ کے میدان میں سب دیگر مذہبوں اور تحریکوں کے پیروکار صرف اسلام ہی کے خلاف صف بستہ ہیں۔ ادھر ان سب حملوں کا نشانہ جو مسلمان تھے ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جس کا ثبوت مولانا حالی کا مرثیہ، اور علامہ اقبال کی نظمیں شکوہ اور جواب شکوہ کی صورت میں اب تک موجود ہے۔

عوام مسلمان تو خیر عوام تھے ہی علماء دین بھی اپنی عملی اور علمی حالت کے باعث دشمنانِ اسلام کے مقابلہ سے قاصر و عاجز تھے۔ جس سے مسلمانوں پر بے بسی اور مایوسی کی حالت تھی۔ جیسا کہ اس زمانہ کے ایک مشہور مسلمان اخبار "الوکیل" امرتسر کے اداریہ میں غالباً مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے رقم ہے :۔

"وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورش میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام شمع عرفانِ حقیقی کو سرِ راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔" (مئی ۱۹۰۸ء)

ضعف اور بے بسی کے ان حالات میں مایوسی کی فضاؤں اور پریشانی کی گھٹاؤں کو چیرتی ہوئی قادیان کے گمنام گاؤں سے ایک عظیم الشان کتاب چھپ کر شائع ہوئی جس نے بقول مولانا عبداللہ العمادی ایڈیٹر اخبار "الوکیل" امرتسر غیر مسلموں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے۔" (۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

خود جس کے متعلق صاحب تصنیف حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے فرمایا :۔

"سب طالبانِ حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراهين الاحمديه على حقيقة كتاب الله القرآن والنبوة المحمدية" ہے یہ ہے جو دینِ اسلام کی سچائی

کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیقت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر وضاحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل طور پر معقول طریق سے ملزم و لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے۔" (دیباچہ کتاب مذکور صلا)

چنانچہ کتاب مذکور کے ساتھ اسی مقصد کے حصول میں اتمام حجت کی خاطر ایک اشتہار عام چھپواکر سب مخالفینِ اسلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ جو منقولہ ذیل ہے :-

" میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب و ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجت شائع کرکے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے ہیں شہاد اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین و دلائل میں جو ہم نے درباره حقیقت قرآن مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کرکے لکھیں ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کرکے دکھاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ لائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیئے تھا ظہور میں آگیا میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دونگا۔"

تائید الٰہی سے لکھی جانے والی اس کتاب کے دلائل و براہین پر آپ کو پختہ یقین اور ایمان تھا کہ شاید یہ پیشگوئی بھی لکھدی کہ :-

" اور حقیقت میں یہ کتاب طالبانِ حق کی ایک بشارت اور منکرانِ دینِ اسلام پر ایک حجتِ الٰہی ہے کہ جس کا جواب قیامت تک ان سے میسر نہیں آ سکتا اور اسی وجہ اس کے ساتھ ایک اشتہار بھی انعامی دس ہزار روپیہ کا شامل کیا گیا ہے تا ہر یک منکر اور معاند پر جو اسلام کی حقیقت سے انکاری ہے اتمام حجت ہو اور اپنے باطل خیال اور جھوٹے اعتقاد پر مغرور اور فریفتہ نہ رہے۔" (مقدمہ ص۹۳)

یہ کتاب ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک لکھی گئی اور شائع ہوئی اور آج ۱۹۷۸ء کا سال ہے۔ یہ پوری صدی کا عرصہ شاہد ہے کہ کوئی مخالف اس کے جواب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا۔ مخالفین و منکرین اسلام کے سب بلند بانگ دعاوی باطل۔ اذہان شل اور قلمیں ٹوٹ گئیں۔ بقول مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر کرزن گزٹ دہلی :-

" اس نے (یعنی مرزا صاحب نے) مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں رکھ دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔"

(کرزن گزٹ - یکم جون ۱۹۰۸ء)

لہٰذا کیا سچ آپ نے فرمایا : ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

خدمتِ اسلام کا یہ عظیم کارنامہ اسلام کی چودہ صدیوں میں بےنظیر ہے جو ہمیشہ یاد رہے گا۔

" یہ کتاب اس زمانہ اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔"

(رسالہ اشاعت السنۃ - مولوی محمد حسین بٹالوی)

" اس تصنیف نے کم ازکم ہندوستان کی حد میں دُنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے۔"

(اخبار "الحکم" امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

پس ہمارے دوست انصافاً غور کریں۔ یہ متحدیانہ چیلنج - جملہ منکرین مخالفین کو اتنے بڑے انعام کے ساتھ دعوتِ مقابلہ اور اس مقابلہ میں کامیابی کی پختہ یقین اور محکم ایمان کے ساتھ پیشگوئی میرے نزدیک صرف اسی مردِ مومن کا حصہ ہے جو خدا کی طرف سے تائید یافتہ اور اس کا موعود ہو۔ پس آپ کو اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچا ماننے کی بھی مجبوری ہے۔ (باقی - باقی)

## صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ اختیار کرو (کلمات طیبات حضرت مسیح موعودؑ)

" نہ کسی سے لڑو نہ جھگڑو۔ جو لوگ گالیاں دینے والے ہوں انکے پاس سے چپکے سے گذر جاؤ۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً۔ خدا کے سچے مخلص بن جاؤ۔ خدا بے خبر نہیں اسکو ہر بات کی خبر ہے۔ جہاں دو ہوتے ہیں وہاں تیسرا خدا ان کو دیکھتا ہے اور جہاں تین ہیں اس جگہ چوتھا خدا بھی موجود ہے۔ اگر تمہارے نفسانی جوش غالب رہیں اور تم بھی دوسروں کی مانند بدزبانی کرو اور یہی خواہش کرو کہ ہمارے ارادے پورے ہو جائیں تو پھر تم میں اور دوسروں میں کیا فرق ہوگا۔ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ مخالف شرمندہ ہو جائے۔ نیکی کے ساتھ دوسروں کو شرمندہ کرو اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ یقیناً سمجھو کہ جو شخص ہر ایک حملہ کے وقت صبر کرتا ہے اور انتقام کو خدا پر چھوڑتا ہے خدا اس پر نظر رکھتا ہے اور اس کو ضائع نہیں کرتا۔ دنیا اگر تم پر ہنسی کرے تو بے شک کرے۔ تم دنیا کی ہنسی کی پرواہ نہ کرو اور یاد رکھو کہ خدا پرانا نہیں ہو گیا اور نہ بڈھا ہو کر پیرِ فرتوت ہو گیا ہے بلکہ وہ وہی قادر و توانا خدا ہے۔ جو موسےٰ کے وقت میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا۔ اس کی طاقتوں میں کچھ فرق نہیں آگیا۔ یاد رکھو کہ جو کچھ میں نے کہا ہے جو اس پر عمل نہ کرے وہ میری جماعت میں نہیں۔ اللہ تعالےٰ دین کی حکمت عملی کو خوب جانتا ہے۔ بہت لوگ شکایت کے رنگ میں خط لکھتے ہیں کہ ہم فلاں مسجد سے نکالے گئے۔ ایسے موقعہ پر صبر کرنا چاہیئے۔ اگر تم دشمنوں سے مار کھاتے ہو تو صحابہؓ کی طرف نظر کرکے دیکھو۔ ان کے خون گرائے گئے تھے دیکھو انسان خدا کو کس طرح راضی کر سکتا ہے۔ اس کی رضامندی کی راہ کے واسطے

جناب مرزا محمد لطیف شاہد صاحب

# حضرت مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں قرآن جواہرات کی تھیلی ہے۔ ہر زمانہ، ضرورت، موقعہ و محل کے مطابق جو بھی حالات دنیا پر وارد ہوں گے اور جس علاج کی ضرورت ہوگی اگر انسان تدبر سے کام لے تو جواب مل جاتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے:۔

ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه یصدون۔ مثلاً کے معنے لغت میں یہ لکھے ہیں مثل:۔ الشبہ والنظیر۔ مانند۔ نظیر یعنے مثیل کے ہیں۔ آیہ مبارکہ کے معنے یہ ہیں کہ جب ابن مریم کا مثیل بھیجا جائے گا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کہلانے والے لوگ اس پر تالیاں بجائیں گے۔

بخاری شریف میں لکھا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتیٰ لا یقبله احد"۔

ترجمہ: ضرور ابنِ مریم تم میں نازل ہوں گے۔ وہ حکم ہوگا۔ عادل ہوگا۔ پس وہ صلیب کو توڑے گا[۳] اور مال کو تقسیم کرے گا لیکن کوئی اس مال کو قبول نہیں کرے گا۔

پھر دوسری حدیث میں ابنِ مریم کے لئے امامکم منکم[۴] (بخاری) کے الفاظ ہیں۔ وہ ابن مریم تمہارا امام ہوگا۔ اور مسلم نے ابنِ مریم کی حدیث جو کنز العمال میں وارد ہے۔ اس میں ابن مریم کے ساتھ فامّکم کے الفاظ ہیں۔ یعنے وہ ابن مریم تمہاری امامت کرے گا۔

[۳] خنزیر کو قتل کرے گا
[۴] اور لڑائی کو موقوف کر دے گا

اور ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

"کیف تھلك امّة انا فی اوّلھا والمسیح فی اٰخرھا" (مشکوٰۃ) وہ قوم یعنی امت اسلام کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کے ابتداء میں میں ہوں اور آخر میں مسیح ہوگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امّتِ محمدیہ پر ایک دور ایسا آنے والا تھا کہ مسلمانوں کی مذہبی۔ سیاسی۔ اقتصادی۔ روحانی حالت نہایت کمزور ہو جاوے گی۔ اور دوسری طرف غیر مسلم خصوصًا عیسائی اسلام پر خطرناک حملے کر رہے ہوں گے۔ قرآن مجید نے یاجوج ماجوج اور حدیث میں دجّال کے لفظ سے ان کے خطرناک حملوں کا ذکر فرمایا ہے:۔

آج سے دو صدیوں کے حالات آپ کے سامنے ہیں کہ کس زور سے یہ لوگ اسلام پر حملے کر رہے تھے۔ ان کے ارادے بڑے مذموم و ناپاک تھے۔ یہ ان حملوں میں یہاں تک بڑھے کہ انہوں نے علی الاعلان کہہ دیا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب خانہ کعبہ سے ربّنا المسیح ابن اللہ کی تعلیم کا وعظ شروع کر دیا جاوے۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کا ہر رنگ میں انحطاط شروع ہو چکا تھا۔ دوسری طرف عیسائیت کثرت سے پھیل رہی تھی اور ان کا سب سے موثر حملہ اسلام پر تھا۔ اور بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنے عقیدہ میں سر داخل کیا ہوا تھا بگاڑ پیدا ہو جائے گا اس کی اصلاح کرنے کے لئے تشریف وہ لائیں گے۔

جیسا کہ خدا تعالےٰ کا قانون ہے اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا۔ جب دنیا میں روحانی طور پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس تاریکی کو دور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور آتا ہے۔ جب اس قسم کے حالات اہلِ اسلام پر وارد ہو چکے تھے اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

آپ نے زبردست دلائل کے ساتھ اسلام کی صداقت کو دُنیا کے سامنے پیش کیا اور جملہ ادیانِ باطلہ کے مقابلہ میں ابتداءً ایک لاجواب کتاب براہین احمدیہ تصنیف فرمائی۔ ہر مذہب کے لیڈر کو مقابلہ کے لئے بلایا۔ خاص طور پر آپ نے عیسائیوں کو چیلنج دیا۔ ایک ہندی مذہب جو صدیوں سے اپنی طبعی عمر پوری کر چکا تھا مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر وہ بھی مختلف ناموں کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے مقابلہ میں آ گیا اور حیرانی کی بات ہے کہ علماء ان کے مقابلہ سے بھی عاجز آ گئے اور مسلمانوں نے ہندو دھرم قبول کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام نے ان کو بھی للکارا اور آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ ہر چیز کو قرآن مجید سے پیش کر کے زبردست دلائل کے ساتھ ان کے نظریات کا بطلان ثابت کرتے تھے۔

اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی تھی۔ کہ اسلام کی حقانیت قرآن مجید کی صداقت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و مصدوق زبردست اور ٹھوس دلائل سے ثابت کیا جاوے۔

آپؑ نے ان امور کو ثابت کرنے کے لئے عقلی اور نقلی تین صد دلائل دیئے اور نہایت تحدی اور شان و عظمت سے اپنے دعوےٰ کو ثابت کیا۔ اور یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی ان تین صد دلائل میں سے ایک دلیل کو بھی توڑ دے تو میں دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

آپ نے زبردست دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ حضرت مسیح ابنِ مریم ابن اللہ نہیں تھے۔ وہ دوسرے رسولوں کی طرح ایک رسول تھے۔ اور عقلی و نقلی و واقعاتی شہادتوں اور دلائل سے ثابت کیا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے قرآن مجید۔ احادیث۔ تاریخ سے بڑے زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ حضرت عیسٰےؑ فوت ہو گئے ہیں۔

آپ نے اوپر ابنِ مریم کی حدیث میں مسیح موعودؑ کی ایک نشانی یہ پڑھی ہے کہ وہ روحانی مال تقسیم کرے گا بلکہ اتمامِ حجت کے لئے دنیوی مال بھی تقسیم کرے گا۔ لیکن کسی میں دلیل سے اس کو قبول کرنے کی جرأت اور طاقت نہیں ہوگی۔

غور فرمائیں! آپ آج سے اکیاسی سال قبل ایک انعامی

چیلنج مسلمانوں کی خدمت میں پیش فرماتے ہیں - اور یہ چیلنج آج بھی قائم ہے - فرماتے ہیں :-

"کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ نہیں پایا جاتا - اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں ........

اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح تو کیا وضعی (جھوٹی - ناقل) حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسٰےؑ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے ........ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تاوان دے سکتے ہیں - اور توبہ کرنا اپنی تمام کتابوں کو جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا -"

(کتاب البریہ حاشیہ ص۲۲۵)

علماء کا توفّیٰ کے لفظ پر بڑا زور تھا - کہ اس کے معنے پورا بھرنا - لینا - کے ہیں - کرتے ہیں -

آپ نے ایک ہزار روپیہ کا انعام مقرر فرمایا، کہ جب توفّیٰ کا لفظ باب تفعل میں سے ہو - اللہ فاعل ہو - ذی روح مفعول ہو (جیسا قرآن مجید میں حضرت عیسٰےؑ کے بارے میں ہے) تو سوائے وفات کے کوئی اور معنے ہوں تو ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا - یہ انعام بھی آج تک قائم ہے -

پھر اہل تثلیث پر زبردست دلائل عقلی و نقلی و تاریخی سے ثابت کیا کہ حضرت عیسٰےؑ ابن مریم صلیب سے زندہ اُترے تھے - پھر آپ نے ثابت کیا جیسا کہ قرآن مجید نے واوینھما الی ربوۃ ذات قرار و معین میں خبر دی گئی تھی - آپ نے فلسطین سے ہجرت کی - پھر آپ مختلف مقامات پر گم شدہ بھیڑوں سے ملتے انہیں تبلیغ کرتے - اور جس مقام پر سب سے زیادہ یہود آباد تھے یعنے کشمیر، وہاں پہنچکر آباد ہو گئے - اور تبلیغ کرتے رہے - یہاں تک کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہو کر روضہ بل محلہ خانیار سری نگر میں مدفون ہوئے -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی معرکۃ الآراء کتاب "مسیح ہندوستان میں" تحریر فرماتے ہیں :-

"اس پیشگوئی میں (یکسر الصلیب) یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعودؑ کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی - تب انجام ہوگا - اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی - لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے -"

قارئین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے ایک ایک لفظ پر غور کریں! اب جو واقعات رونما ہو رہے ہیں اور جو جو شہادتیں مل رہی ہیں وہ آپ کی صداقت پر ایک زندہ ثبوت ہیں -

پھر حضور فرماتے ہیں :-

"حضرت مسیح مصلوب نہیں ہوئے - نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہیئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے - بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سری نگر محلہ خانیار میں ان کی قبر ہے -"

(مسیح ہندوستان میں)

قارئین کرام! کس طرح ذی شعور و فکر والے حق کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور حالات بڑی سرعت کے ساتھ صداقت کے قریب آ رہے ہیں (اخبار نوائے وقت ۲۰ جنوری ۱۹۵۵ء ص۲ کالم ۳) میں بی بی سی ریڈیو اسٹیشن لندن سے ایڈن یونیورسٹی کی ایک لیکچرار کی تقریر نشر ہوئی تھی - جس میں انہوں نے کہا :-

"حضرت مسیح واقعی ایک انسان گذرے ہیں - لیکن یہ سب ڈھونگ ہے کہ وہ خدا اور کنواری ماں کے بیٹے ہیں - یا وہ وفات کے بعد آسمان پر اٹھ گئے -"

الحمد للہ! کتنا بڑا ثبوت ہے - ؎

والفضل علیٰ ما شھدت بہ الاعداء

پھر تواتر سے مختلف قسم کے انکشافات ہو رہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے زندہ اترے ہیں - اور جیسا ان کے نام میں مخفی ہے کہ وہ سیاحت کریں گے - اور اپنی گم شدہ بھیڑوں کو جو کہ فلسطین سے جلا وطن کر دی گئی تھیں ان کو تلاش کر کے اپنا پیغام پہنچائیں گے -

**تاریخی شہادت** } عیسائیت کے ایک پرجوش مبلغ جناب پادری برکت اللہ صاحب ایم اے اپنی کتاب "تاریخ کلیسائے ہند ص۱۵۷ میں فرماتے ہیں :-

"حال ہی میں شمالی ہند سے اس قسم کی صلیبیں ملی ہیں صلیبیں کشمیر کی قدیم قبروں میں پہاڑوں کی وادیوں میں سے دستیاب ہوئی ہیں - ان کی بناوٹ، نقش و نگار اور الواح کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صلیبیں نسطوری ہیں اور قبریں بھی نسطوری عیسائیوں کی ہیں - یہ امور ثابت کرتے ہیں کہ یہاں قدیم صدیوں میں جا بجا کلیسائیں قائم تھیں اور وہاں نسطوری عیسائی آباد تھے -"

اوپر حضرت مسیح موعودؑ کا حوالہ آپ مطالعہ فرما چکے ہیں جس میں حضور فرماتے ہیں کہ :-

"مسیح موعودؑ کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی -"

**کفن مسیح کے بارے میں جدید تحقیقات** } اب تمام عالم عیسائیت میں نہایت زور شور سے تحقیقات ہو رہی ہیں - آئے دن مقالے لکھے جا رہے ہیں اور ماہرین نہایت محنت و تحقیق سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ :-

ا - یہ کفن کی چادر جس میں جو شخص لپیٹا گیا تھا، وہ زندہ ہی لپیٹا گیا تھا، نہ کہ فوت ہونے کی حالت میں لپیٹا گیا تھا - صرف یہی ایک دلیل کفارہ کے بطلان کے لئے کافی ہے -

ب - جس شخص کی یہ شبیہہ ہے اس کے سر کے بال لمبے تھے - تاریخ گواہی دیتی ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے سر کے بال لمبے تھے -

ج - جس شخص کی یہ شبیہہ ہے اس کے چہرے کے خدوخال فلسطینی

یہودیوں سے ملتے جُلتے ہیں۔

ت۔ ہاتھوں اور پاؤں میں سوراخ کے نشان نہایت واضح ہیں ہڈیوں کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا۔

ٹ۔ شبیہہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے اور جسم کا بھرا ہوا ہونا یہ بتلاتا ہے کہ یہ شخص زیادہ عرصہ تک صلیب پر نہیں رہا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ وہ تین گھنٹے سے زیادہ وقت تک صلیب پر نہیں رہے)

و۔ کفن کا جو کپڑا ہے وہ دو ہزار سال کا پرانا ہے۔ اور ایسے کپڑے اس زمانہ میں دمشق میں تیار ہوتے تھے اور وہاں کے لوگ اس کو استعمال کرتے تھے۔

اس قسم کی اور بہت سی آراء ہیں جو اپنی تحقیق کے بعد شائع کر رہے ہیں۔ اور وہ سب کی سب ثابت کرتی ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام صلیب سے زندہ اُترے تھے۔ اب کوئی شک رہ جاتا ہے کہ حضرت عیسٰے" کے بارے میں عیسائیت کے جتنے عقائد ہیں وہ غلط ہیں، اس سے ان کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ اور ان کا سارا تانا بانا فرضی ہے۔

اسی طرح لندن میں گذشتہ سال ستمبر ۱۹۷۷ء واقعہ صلیب کے بارے میں تحقیقات کرنے والوں کی ایک کانفرنس ہوئی۔ جس میں مقالے پڑھے گئے۔ اور یہ ثابت کیا گیا کہ یہ کفن حضرت مسیح ؑ کا ہے۔ اور جب آپ اس میں لپیٹے گئے تو زندہ تھے۔ اور الٰہی نوشتوں میں یہ مقدر تھا کہ یہ راز اور حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد ظہور پذیر ہو۔ آپ فرماتے ہیں :۔

" پس ضرور ہے کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعودؑ دُنیا میں نہ آتا اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہُوا۔ ہر ایک آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے کیونکہ خدا کا مسیح آ گیا۔ اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی پیدا ہو...... ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی جو چیز آسمان پر چمکتی ہے وہ زمین کو بھی ضرور منوّر کرتی ہے۔ مبارک وہ جو اس روشنی سے حصّہ لے۔"

(مسیح ہندوستان میں)

کتنا بڑا انقلاب ہے جو برپا ہو رہا ہے۔ سعید لوگ اب اس حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

ہمارا یہ ایمان ہے انشاءاللہ اسلام ساری دُنیا پر غالب آئیگا۔

حضور فرماتے ہیں :۔

"میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا (شرک ناقل) اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہوگی۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ اب وہ دن نزدیک آتے جاتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خُدا کا پتہ لگے گا۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہو جائیں مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔"

جب زبردست دلائل سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ حضرت عیسٰے ابنِ مریم فوت ہو گئے ہیں۔ ابن اللہ نہیں (حقیقی معنوں میں) اور آسمان پر نہیں تشریف لے گئے۔ تب حقیقت میں کسرِ صلیب ہوگی جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں :۔

"یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا ...... کوئی ان میں سے عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا...... اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسٰے اب تک آسمان سے نہ اُترا........ عیسٰی کا انتظار کرنیوالے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔" (تذکرۃ الشہادتین)

## حضرت مسیح موعودؑ نے

جس رنگ میں کسرِ صلیب فرمائی ہے اب یورپ کے دانشور اس کا برملا اظہار کر رہے ہیں۔

ہالینڈ کا ایک اخبار لکھتا ہے :۔

"اب کہ جو حملہ یورپ پر کیا گیا ہے وہ رُوحانی ہے، اور دلوں پر حملہ ہے۔ ظاہری حملہ نہیں۔ کیا عیسائیت میں روحانی طاقت ہے ۔۔۔؟"

ایک مضمون کا عنوان ہے :۔

" اسلامی ہلال یورپ کے اُفق پر"

اس کے نیچے لکھتے ہیں :۔

"یورپ کا نوجوان طبقہ عیسائیت سے بیزار ہو رہا ہے.......... اور یہ نوجوان ادھر مائل ہو رہے ہیں........... جس کا طاقت ور انجمن جماعتِ احمدیہ ہے۔"

## پس ہم لوگ خوش قسمت ہیں

جن کو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کو پہچاننے کی سعادت عطا کی! ہمیں اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے۔ اور کسرِ صلیب! جس مامور کے ذریعہ وقوع پذیر ہو رہا ہے اس کے دامن کے ساتھ حقیقی رنگ میں وابستہ ہونے کی سعی کرنی چاہیئے۔ مولیٰ کریم ہم سب کو ایسا ہی بننے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین

مکرم جناب میاں بشارت احمد بقا صاحب بی اے۔ لاہور

# حضرت مسیح موعودؑ اور جہاد

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مخالف و معاند علماء نے بے شمار الزامات میں سے ایک بھاری الزام یہ ہے کہ حضور نے جہاد کو منسوخ قرار دیا۔ یہ الزام یا تو کسی غلط فہمی کی بناء پر عائد کیا گیا ہے یا محض آپ کے خلاف عوام میں نفرت پیدا کرنے کی غرض سے۔ جو شخص حضور کی کتب اور دوسری تحریرات کا پوری دیانت امانت سے مطالعہ کرے گا۔ وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے۔

اسرائیلی روایات میں مذکور تھا کہ مسیح حضرت داؤدؑ کے تخت کا وارث ہوگا اور اسرائیلیوں کو دنیا کی بادشاہت جس سے وہ اپنی مسلسل نافرمانیوں اور بدکاریوں کے باعث محروم ہو چکے تھے۔ وہ دوبارہ حاصل کرکے دے گا۔

چنانچہ انجیل میں آیا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے حواریوں نے تلواریں خرید لیں اور سمجھ لیا کہ داؤد کا وارث مسیح فی الواقعہ رومیوں سے حکومت اور بادشاہت چھین لے گا۔ مگر حضرت مسیح نے انہیں بتایا کہ میں دنیا کی نہیں بلکہ آسمان کی بادشاہت دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

یہودی چونکہ آپ کے جانی دشمن تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک دفعہ آپ سے سرعام یہ دریافت کیا۔ کہ کیا ہم تیری اطاعت کریں یا قیصر روم کی۔ اس سوال سے مقصد ان کا یہ تھا۔ کہ اگر ہمیں کہتا ہے کہ میری اطاعت کرو۔ تو ہم شور مچادیں گے۔ کہ دیکھو یہ شخص قیصر کا باغی ہے۔ اور اگر کہے کہ قیصر کی اطاعت کرو تو ہم کہہ دیں گے یہ کیونکہ داؤد کے تخت کا وارث اور مسیحا ہو سکتا ہے۔

مگر خدا کے اس پاک نبی نے ان کے سوال کا بڑا پرحکمت جواب عطا کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس سکّہ ہے مجمع میں سے ایک شخص نے سکّہ دیا۔ آپ نے سکہ عوام کو دکھاتے ہوئے پوچھا اس سکّہ پر کس کا چہرہ ہے۔ جواب ملا کہ قیصر کا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا حق خدا کو دو اور قیصر کا حق قیصر کو دو۔ یعنی دین کے معاملہ میں میری تابعداری کرو اور دنیا کے معاملہ میں بادشاہِ وقت کی اطاعت کرو۔

حضرت مرزا صاحب کی ساری زندگی مسلسل جہاد سے عبارت تھی۔ اس لئے یہ کہنا حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے کہ آپ نے جہاد کو منسوخ کر دیا۔ حضرت مسیح ناصری کے ساتھ چونکہ آپ کو مماثلت تامہ تھی۔ اس لئے جیسے حالات پہلے مسیح کو پیش آئے ویسے ہی حالات زیادہ شدت کے ساتھ آپ کو بھی پیش آئے۔ چنانچہ اُمتِ محمدیہ میں بھی یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ آنے والا مسیح ابنِ مریم بزورِ شمشیر اسلام کو دنیا میں غالب کریگا اور کافروں کی بیخکنی کر دے گا۔ گویا خود مسلمانوں کے ہاں بھی ایک خونی مسیح کا انتظار تھا۔

لیکن جب حضرت مرزا صاحب نے دعوئے مسیحیت کیا تو آپ نے غلبۂ اسلام کے لئے تلوار نہ اُٹھائی اور حکومتِ وقت کے نظامِ باطل کی قوت بازو سے بیخکنی کے لئے اعلانِ جنگ نہ کیا بلکہ ان کی توقعات کے برخلاف آپ نے حکومتِ وقت کی اطاعت دنیاوی امور میں ضروری قرار دی۔ اس پر اشد ترین مخالف علماء نے جن کے سرغنہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی صاحب تھے۔ حکومت کے ہاں یہ خبر پہنچائی کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح محمدیؐ ہونے کا دعویدار ہے۔ ہمارے اعتقاد کے مطابق ہونے والا مسیح تلوار کے زور سے دنیا کی تمام باطل حکومتوں کو تہ و بالا کر دے گا اور روئے عالم پر اسلام کی بادشاہت پھیلاوے گا۔ اس لئے یہ شخص جو مسیح ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ دراصل حکومت برطانیہ کا دشمن ہے۔ اور موقع کی تلاش میں ہے کہ کب اس کا تختہ اُلٹ دے۔ لہٰذا حکومت کو اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور اس کی سرگرمیوں پر نہ صرف کڑی نظر رکھنی چاہیئے بلکہ اس کو گرفتار کرکے پابند سلاسل کر دیا جائے اور ساتھ ہی اپنی وفاداری اور غیر مشروط اطاعت کا حکومت کو یقین دلایا۔ اور پھر اپنی اس وفاداری کا صلہ بھی حکومت سے طلب کیا۔

چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حکومت نے جڑانوالہ کے علاقہ میں اراضی کے مربعے عطا کر دیئے۔ جب حکومت کو یہ ناپاک مخبری کی گئی تو اس کا ماتھا ٹھنکا اور وہ فی الواقعہ جماعت احمدیہ کو مشکوک نگاہ سے دیکھنے لگی۔ کیونکہ تھوڑا عرصہ قبل مہدی سوڈانی سے جنگ ہوئی تھی۔ اور انگریزوں کو سوڈان میں شدید جانی نقصان پہنچا تھا۔ حکومت نے دیکھا۔ کہ یہ جماعت بڑی منظم ہے۔ اور اپنے پیرو مرشد پر جان نچھاور کرنے سے دریغ نہیں کرتی اور اس میں بڑے بڑے انگریزی خواں تعلیمیافتہ افراد شامل ہیں۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کی جمعیت بالکل منتشر اور بے جان ہے۔ اس لئے وہ اس مخبری کو نظر انداز نہ کر سکی۔

جب حضرت مرزا صاحب کو اصل صورتِ حال سے آگاہی ہوئی۔ اور معاند علماء کی اس مخبری کا علم ہُوا۔ تو آپ نے اس موقع پر ایک رسالہ موسومہ بہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد تحریر فرما کر شائع فرمایا۔

یہاں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تاریخ کو سامنے رکھ کر جہاد فی الاسلام کا مطلب و مفہوم جہاد بالسیف سمجھ لیا جو سرتاسر غلط تھا۔ جہاد بالسیف دراصل جہاد کی ایک قسم تھی۔ جسے قرونِ اولےٰ میں مسلمانوں نے بجبر و اکراہ اختیار کیا تھا۔ اگر کفار اور معاندین اسلام مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے تلوار نہ اُٹھاتے۔ تو مسلمان کبھی بھی اس طریق جہاد کو اختیار نہ کرتے۔ کفار نے جب دیکھا۔ کہ سوشل بائیکاٹ اور دوسری اذیتوں سے مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے تلوار اُٹھائی تاکہ انہیں تہ تیغ کرکے رسول اللہ صلعم کے لائے ہوئے دین کا خاتمہ کر دیں۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے اور حفاظت خود اختیاری کے لئے تلوار اور تیر و تفنگ چلاتے رہے۔ مسلمان بھی اپنی حفاظت کے لئے اس حربہ کو اختیار کئے رہے۔ لیکن جب دشمنوں نے دین کی خاطر تلوار چلانا بند کر دیا اور اسلام کے خلاف علمی رنگ میں نبرد آزما ہوئے۔ تو مسلمان بھی مجبور ہوئے کہ وہ بھی قلم کے ذریعے اس نئی طرز جنگ کا دفاع کریں۔ کیونکہ جہاد بالسیف کی ان میں قطعاً سکت نہیں رہی تھی۔ روئے عالم پر یاجوج ماجوج کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ اور تمام اسلامی ممالک ان اقوام کی حربی اور سیاسی قوت سے مغلوب ہو چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے

دلوں سے اسلام کے چراغ بجھانے شروع کر دیئے۔ علمی رنگ میں اسلامی تعلیمات پر اعتراضات کی بھرمار بوچھاڑ کر دی۔ جس کی بڑے بڑے ذی وجاہت علماء تاب نہ لا سکے۔ اور مسلمان دھڑا دھڑ عیسائیت کی آغوش میں جانے لگے۔

اب ظاہر ہے کہ جب مسلمان سارے عالم میں اقوام یورپ کے سیاسی تسلّط کے نیچے آ گئے تو پھر وہ ان فاتح اقوام کے خلاف جہاد بالسیف کا تصوّر بھی نہ کر سکتے تھے۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں دین کی محبت ہوتی اور وہ اسلامی اخلاق و کردار کے بدستور مالک ہوتے تو اسلام کے لئے ان میں جذبۂ جہاد موجود ہوتا۔ تو پھر انہیں کون مغلوب کر سکتا تھا۔ اور کون ان کی فرمانروائیوں کا خاتمہ کر سکتا تھا اور کون ان کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈال سکتا تھا۔ یہ تمام نحوستیں، بلائیں اور ذلتیں ان پر اس لئے وارد ہوئیں کہ وہ اپنے عظیم اسلاف کے خصائل و افعال سے تہیدست ہو کر جسدِ بے جان ہو گئے تھے۔

ایسے وقت میں مسلمانوں کو جہاد بالسیف کے لئے اکسانا، گویا قوم کو موت کی دعوت دینا تھا۔ اور یہ آواز اُٹھانے والے یقیناً ملّتِ اسلامیہ کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ کے جیّد اور مستند علماء ہند نے مسلمانوں کی اسی میں خیریت سمجھی کہ سرکارِ انگریزی سے مسلمانوں کی وفاداری اور اطاعت گذاری کا واشگاف الفاظ میں اظہار کیا جائے۔ کیونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ہولناک مناظر ان کی نظروں کے سامنے تھے، جن کی تفصیل آج بھی پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خانصاحب آف بھوپال نے فرمایا کہ:۔

"ہندوستان کے بلاد دارالسلام ہیں نہ کہ دارالحرب اور غدر ۱۸۵۷ء میں جن مفسدوں نے انگریزی حکومت کا مقابلہ کیا تھا وہ فساد تھا نہ جہاد۔"

(ترجمان وہابیہ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۲ھ)

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ جلد ۲ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۸ پر لکھا کہ:۔

"مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے اصل معنی جہاد کے لحاظ سے بغاوت ۱۸۵۷ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اس کو بے ایمانی و عہد شکنی وفساد و عناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اس کی معاونت کو معصیت قرار دیا۔"

بخوف طوالت یہاں صرف ان چند مستند علماءِ اسلام اور اسلامی اداروں کا ذکر کر دینا کافی ہوگا جنہوں نے سرکارِ انگریزی سے وفاداری اور اطاعت کی مسلمانوں کو تلقین کی۔ اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا جائز قرار نہ دیا۔ وھو ھذا:۔

مسلمانانِ اہلحدیث بحوالہ رسالہ اشاعۃ السنۃ۔ مولانا ظفر علی خان مالک و ایڈیٹر اخبار زمیندار۔ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ شیعہ مجتہد سید علی الحائری، مولوی محمد اسحاق صاحب مفتی شہر پٹیالہ۔ حضرت سید احمد بریلویؒ۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ۔ مولانا سید احمد رضا خان بریلویؒ۔ مولانا شبلی نعمانیؒ۔ سر سید احمد خان۔ مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء وغیرہ وغیرہ۔

حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے شاگردِ رشید شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے انگریزوں کے خلاف جنگ نہ کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی:۔

"سرکار انگریزی گو منکرِ اسلام ہے۔ مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی ............ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سُنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلافِ رسولِ مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرادیں۔"

(سوانح احمدی۔ صفحہ نمبر ۷۱ تا ۷۲)

یہ ارشاد اور فتوےٰ تیرھویں صدی ہجری کے مجدّد کا ہے۔ چودھویں صدی ہجری کے مجدّد نے یہ اعلان فرمایا:۔

"ہم گورنمنٹ کو بلند آواز سے اطلاع دیتے ہیں، کہ اس زمانہ میں جنگ اور جہاد سے دینِ اسلام کو پھیلانا ہمارا عقیدہ نہیں ہے ........... کیا اس گورنمنٹ انگریزی میں ہم امن اور عافیت سے زندگی بسر نہیں کرتے کیا ہم حسب مرضی دین کی اشاعت نہیں کر سکتے کیا ہم دینی احکام بجالانے سے روکے گئے ہیں۔ ہرگز نہیں"

(اتمام الحجۃ)

اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"سو اگرچہ ہم مذہب کے لحاظ سے اس گورنمنٹ کو بڑی غلطی پر سمجھتے ہیں۔ اور ایک شرمناک عقیدہ میں گرفتار دیکھتے ہیں۔ تاہم ہمارے نزدیک یہ بات سخت گناہ اور بدکاری میں داخل ہے۔ کہ ایسے محسن کے مقابل پر بغاوت کا خیال بھی دل میں لاویں۔"

چونکہ آپ کا جہاد انگریزوں کے مذہب کے خلاف تھا۔ ان کی حکومت کے خلاف نہیں تھا۔ اس لئے آپ نے اس جہاد میں وہ جرأت اور پامردی اور جارحیّت دکھائی کہ انسان اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا اسی کتاب اتمام الحجۃ میں آپ نے دُنیا بھر کے عیسائیوں کو یوں خطاب فرمایا:۔

"اے مُردوں کے پرستارو! زندہ خدا موجود ہے۔ اگر اس کو ڈھونڈو گے پاؤ گے۔ اگر صدق کے پیروں کے ساتھ چلو گے تو ضرور پہنچو گے۔ یہ نامَردوں اور مخنّثوں کا کام ہے کہ انسان ہو کر اپنے جیسے انسان کی پرستش کرنا۔ اگر ایک کو باکمال سمجھتے ہو تو کوشش کرو کہ ویسے ہی ہو جاؤ نہ یہ کہ اس کی پرستش کرو۔"

اور حضرت ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات ستودہ صفات کو ان کے سامنے ان الفاظ میں پیش فرمایا:۔

"مگر وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا۔ اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس کے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دُنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم انبیاء۔ امام الاصفیا ختم المرسلین۔ فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

تیرھویں اور چودھویں صدی کے مجدّدین کے ان حوالوں سے جہاد کی اصل صورت سامنے آ جاتی ہے۔ یعنی جن دیار و امصار میں جہاد بالسیف کی شرائط معدوم ہوں وہاں وہ مقطوع العمل ہوتا ہے اور جہاں وہ شرائط پائی جاتی ہوں۔ وہاں اختیار نہ کرنا بُزدلی اور

سفاہت ہے۔

رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں آپ نے قارئین کو سکھوں کے زمانہ کی یاد دلائی کہ وہ مسلمانوں کے لئے کیسا اذیت ناک اور پُر آشوب زمانہ تھا۔ کیا مجال تھی کہ کوئی اونچی آواز سے اذان دیتا اور پھر سکھوں کے نیزوں اور برچھیوں سے بچ رہتا۔ کسی مسلمان کی عزت مال اور جان ان کے ہاتھوں سے محفوظ نہ تھی۔ مگر انگریزوں کی عملداری آئی تو ان کے جور و ستم اور وحشت و بربریت سے مسلمانوں کو نجات ملی اور انہیں امن و عافیت نصیب ہوئی اور لامحالہ ایسی صورت میں مسلمانوں کو سرکار انگریزی کا احسان مند اور شکر گذار ہونا چاہیئے تھا۔ اب انہیں اپنے فرائض مذہبی میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہوئی۔ اب ایسے پُر امن ماحول میں جس جہاد کی ترویج اسلام کے لئے ضرورت تھی۔ وہ آپ نے اختیار کیا اور عمر بھر اسی میں مصروف رہے اور اپنی جماعت کو بھی اس جہاد کے لئے وقف کر دیا۔

اس لئے یہ اعلان کہ :-

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اس زمانہ کے حالات کے عین مطابق تھا۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے اس کی متعدد وجوہات بیان فرمائیں۔ مثلاً آپ نے حدیث نبویؐ دربارہ یضع الحرب کو پیش فرمایا یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو جنگوں کا التوا کریگا / پھر خود مسلمانوں کی زبوں حالی، قوت و شوکت اور سلطنت سے محرومی اور اخلاقی پستی، نا اتفاقی، حُبِ دُنیا اور خدا تعالیٰ سے دُوری کا ذکر فرمایا۔ اور یہ نتیجہ نکالا کہ :-

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

جب حضرت مرزا صاحب اور آپ کے ہمعصر جید علماء کا موقف ایک تھا تو پھر یہ کہنا کہاں تک جائز اور درست ہے کہ آپ نے جہاد کو منسوخ کر دیا۔ حالانکہ محض قتال کو موقوف فرمایا تھا۔ جس کی ٹھوس وجوہات موجود تھیں۔ جن علماء کے نزدیک انگریزوں کی کافرانہ عملداری دارالحرب تھی تو ان کا فرض تھا کہ وہ جہاد بالسیف کے لئے کمرِ ہمت باندھتے۔ مسلمانوں کی جمعیت اکٹھی کرکے دارالحرب کو دارالسلام بنانے کے لئے سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آتے۔ ایک حضرت مرزا صاحب کے کہنے سے تو ان کے رستہ میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوگئی تھی۔ بلکہ وہی تو مناسب وقت تھا کہ ان کے فتویٰ کو باطل ثابت کرنے کے لئے عملی قدم اُٹھاتے۔

بات دراصل یہ ہے کہ زبان چلانا بہت آسان ہوتا ہے۔ مگر عمل کرکے دکھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ :-

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

یعنی خدا کے نزدیک یہ بات نہایت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے علمائے اسلام کے راستے مسدود نہیں کر دیئے تھے۔ وہ اپنی جگہ آزاد اور با اختیار تھے اور مسندِ امامت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں ضرور اُٹھنا چاہیئے تھا اور سلطنتِ برطانیہ کی صف لپیٹ دینی چاہیئے تھی۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے کافی عرصہ کے بعد ایک تنظیم دعوتِ اسلام لیکر اُٹھی اور اس نے ہر نظامِ باطل کو بزورِ شمشیر کچلنا روحِ اسلام کے عین مطابق بیان کیا۔ مگر آج تک اپنے اس پروگرام پر عمل نہ کر سکی۔

کیا یورپ اور امریکہ اتنا احمق ہے کہ اپنے اسلحہ خانہ سے مسلمان حکومتوں کو اسلحہ فراہم کرے۔ جسے وہ انکے نظامہائے باطل کو ختم کرنے پر استعمال کریں۔ آج کوئی مسلمان مُملک اس حیثیت میں نہیں ہے کہ اقوامِ مغرب میں سے کسی ایک سے ٹکر لے سکے۔ دُور نہ جایئے جزیرہ نما عرب میں یہودیوں کی ایک ریاست دھونس اور دھاندلی سے قائم ہوئی ہے اُسے امریکہ نے جدید ترین اسلحہ سے لیس کر دیا۔ اب تک اس چھوٹی سی ریاست کے ساتھ عرب ممالک کی دو خوفناک جنگیں ہو چکی ہیں دونوں بار انہیں ناکامی ہوئی ہے۔ آج بھی یہودی انہیں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اور جو چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں۔

ان حالات میں ان مسلمان علماء کے لئے درسِ عبرت ہے جو حضرت مرزا صاحب پر تنسیخ جہاد کا الزام لگاتے نہیں تھکتے۔ یہ مسلمانوں کے سیاسی زوال اور اقوامِ مغرب کے عروج و کمال کا زمانہ ہے۔ یاجوج ماجوج کی مادی قوتیں بے پناہ ہیں۔ ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے اپنے مسلسل جہاد سے ان اقوام کے مذہب کا عملاً خاتمہ کر ڈالا ہے۔ ان کے مصنوعی خُدا کی موت ثابت کر دی ہے۔ اس کی قبر کی نشاندہی کر دی ہے۔ گرجے ویران ہوگئے ہیں عوام عیسائیت سے متنفر ہو چکے ہیں اور آج یورپ کے محققین بھی برملا بول اُٹھے ہیں کہ مسیح صلیب پر ہرگز نہیں مرا بلکہ کشمیر میں عمرِ دراز گذار کر فوت ہوگیا تھا۔ خدا نے اپنے مامور کو مظفر و منصور کیا اور اُسکے جہاد میں برکت عطا کی۔ اگر آج بھی کوئی شخص قتال کو ہی اصل جہاد قرار دیتا ہو تو اس کو مجددالوقت کا یہ چیلنج قبول کرنا ہوگا۔

. . . . . . . . . . . . . . . . .

آج برما کے مسلمانوں پر جو بیت رہی ہے وہ ساری دنیا کے سامنے ہے لیکن سوائے زبانی احتجاج کے اور کوئی عملی قدم اُٹھانے کی جرأت نہیں کی جاتی۔

واقعات اس اعلان کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ جنگ و جدال سے مسلمان اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکے۔ بلکہ ہر محکوم مُلک نے آزادی مذاکرات کے ذریعے حاصل کی ہے۔ پاکستان نے دو بار دینی جوش اور جذبہ سے ہندوستان سے خوفناک جنگیں لڑیں۔ انکے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہم نے ہر بار کچھ گنوایا ہے۔ کچھ حاصل نہیں کیا۔ اور اگر کچھ حاصل ہوا تو مذاکرات اور گفت و شنید کے ذریعے حاصل ہُوا۔ خدا کے مامور کا ہاتھ زمانہ کی نبض پر ہوتا ہے۔ وہ اپنے زمانہ کی جُملہ بیماریوں کا اصل معالج ہوتا ہے۔ اور جو دَوا وہ تجویز کرتا ہے شفا اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ وقت مسیحا تھا۔ اگر اس کی سربراہی اور اطاعت قبول کر لی جاتی تو یقیناً مسلمانانِ عالم کے دن پھر جاتے اور وہ اقوامِ عالم میں بڑی عزت و احترام سے دیکھے جاتے۔

اب ان تمام حالات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاد کو قطعاً منسوخ قرار نہیں دیا بلکہ وہ خود مجسّم جہاد تھے۔ چونکہ جنگیں ختم ہو چکی تھیں اس لئے دین کے لئے جنگ و جدال کی ضرورت نہ رہی تھی۔ لہٰذا جہاد بالسّیف کو ملتوی کرنے کا فتویٰ اور حکم صادر فرمایا اور جس طرح جہاد کی اسلام کو ضرورت تھی اس کو رائج کیا اور اس میں عدیم المثال کامیابی حاصل کی۔

---

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بغض کی پرواہ نہیں + دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہم کو سہار
جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں + ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولا کریم + پس نہ بیٹھو میری راہ میں اے شریرانِ دیار

(مسیح موعودؑ)

مکرّم جناب فخرالدین احمد صاحب۔ راولپنڈی

# اُمّتِ محمدیہؐ کا مسیحِ موعودؑ

## وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
## مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

اپریل ۱۹۷۸ء کے آخری ہفتے افریقہ کے اسلامی ملک سینیگال کے دارالحکومت ڈاکر میں اسلامی مملکتوں کے وزراء خارجہ کا اجلاس منعقد ہُوا۔ اس موقعہ پر اسلامی مُلکوں کو درپیش مسائل پر غور وخوض کیا گیا اور متعدد قرار دادیں منظور کی گئیں۔ ان میں سے ایک قرار داد میں کہا گیا کہ سال ۱۹۸۰ء کو پندرھویں صدی ہجری کے آغاز کا سال منایا جائے۔"

سبحان اللہ! چودھویں صدی ہجری اختتام کو پہنچ گئی مگر عامۃ الناس اس صدی کے مجدّد کو شناخت نہ کر سکے۔ اس پُرفتن صدی میں اس مسیح موعود کو شناخت نہ کر سکے جس کی بشارت مخبرِ صادقؐ نے دی تھی۔ اس مامور کے نزول کے آثار احادیث اور دینی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ بھی ایک ایک کر کے پُورے ہو گئے۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ مسیح موعودؑ آیا۔ اس نے ببانگِ بلند اپنی آمد کا اعلان کیا۔ ارضی و سماوی گواہوں کو پیش کیا۔ مگر بہت کم لوگوں نے اس کی باتوں پر کان دھرا۔ مسیح موعود جو اُمتِ محمدیہ کا مہتم بالشان مامور تھا۔ جس کو سلام پہنچانے کے لئے ہادیٔ برحق نبیٔ آخرالزمان صلعم نے سختی سے تاکید کی تھی۔ صدی کے ختم ہونے پر بھی شناخت نہیں کیا گیا۔ اگر دیکھا جائے تو جس قدر شواہد اس صدی میں مسیح موعودؑ کے ظہور کے لئے پائے جاتے ہیں وہ کسی پہلے مامور کے لئے کم ہی ظاہر ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدّدِ صدی چہاردہم اور مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب شہادت القرآن میں اپنی تائید میں جو شہادتیں پیش کی ہیں وہ قابلِ ملاحظہ ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ایمان بڑھتا ہے۔ کہ خدا کی باتیں کس صفائی سے پُوری ہوئیں۔

حضرت نبی کریم صلعم نے اُمّتِ محمدیہؐ کی ایک خصوصیت یہ بھی فرمائی ہے کہ اس اُمّت کا اوّل مَیں ہوں اور آخر میں مسیح موعودؑ۔ اب یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ اس مامور کو شناخت کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بلکہ اُلٹا یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سب مجوسی عقائد ہیں کہ چودھویں صدی میں کوئی مسیح موعود بھی آئے گا۔

صرف پیشگوئیوں اور آثار کی بات نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا اس مسیح موعود کے ہاتھوں فی الواقع وہ عظیم الشان کارنامے بھی وقوع میں آئے جن کے لئے مسیح موعودؑ کا آنا ضروری تھا۔ اب دیکھئے مسیح موعود کا سب سے اہم کام دجّال اور دجالی قوتوں کا تدارک اور غلبۂ اسلام کے لئے جہاد تھا۔

آپ نے ان دونوں مہمات میں کیا کچھ کیا اور اس میں کس حد تک کامیاب ہوئے اس کی تفصیل تاریخِ عصرِ حاضر کی ورق گردانی سے ملے گی۔ دجّال کا ظہور اور خروج تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں ہُوا۔ یورپ کی عیسائی حکومتیں اسلام پر حملہ کرنے کے لئے دجّال کو ہر ممکن مالی۔ اخلاقی اور مادی امداد دے رہی تھیں۔ اور اس کے مقابل پر اسلام ایک مردِ بیمار کی طرح بیکس دبے بس تھا جیسا کہ حضرت امام الوقتؑ مرثیہ خواں ہیں:۔

> ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
> دینِ احمدؐ بیکس و بیمار ہمچو زین العابدین

دجّال کے لشکر میں علوم نقلی و عقلی میں ماہر ڈاکٹر اور فاضل تھے اور اس کے مقابل میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جو کسی یُونیورسٹی تو کُجا کالج اور سکول کے فارغ التحصیل بھی نہ تھے۔ گویا ایک طرف آزمودہ کار سوار جو جدید آلاتِ حرب سے لیس اور دوسری طرف ایک پیادہ جس کے پاس بجز تائیدِ ایزدی کے کوئی تیر و تفنگ نہیں۔ اس کے دل میں یقین محکم ہے کہ وہ صفِ اعدا کو بحجّت پامال کر دے گا اور یہ دجالی لشکر میدانِ مقابلہ سے بھاگ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ دجّالی لشکر نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے لشکریوں کو حکم دے دیا کہ آئندہ کسی احمدی سے دینی مناظرہ یا مُباحثہ نہ کیا جائے۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ ۱۸۵۱ء میں غیر منقسم ہندوستان میں ۹۲-۹۱ عیسائی تھے۔ تیس برس بعد ان کی تعداد ۴۱۷۳۷۲ ہو گئی۔ ۱۸۹۱ء کے بعد تو مسیحی مناد عیسائی مشنری یورپین اور ہندوستانی جگہ جگہ مشن قائم کر چکے تھے چنانچہ ۱۸۹۳ء میں امرتسر کے مقام پر اہلِ اسلام اور مسیحی مشنریوں کے مابین ایک مباحثہ پندرہ دن تک جاری رہا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ایم ڈی۔سی۔ ایم (ایڈنبرا) ایم آر اے ایس ایم۔ ایس۔ ضلع امرتسر کے میڈیکل مشنری انچارج تھے۔ یہ مباحثہ انہیں کی کوششوں سے طے پایا تھا۔ انہوں نے اس مباحثہ کو جنگِ مقدّس کا نام دیا تھا۔

اس مباحثے میں جری اللہ حضرت امام الوقت نے جس رنگ میں اسلام کو زندہ مذہب اور حضرت نبی کریم صلعم کو زندہ نبی اور قرآن مجید کو زندہ اور کامل شریعت کے طور پر پیش کیا اور جس طرح پادریوں کو شکست فاش دی ان سے مسیحی طبقے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے مباحثہ کے دوران کرنل انطاف علی خاں رئیس کپور تھلہ پہلے سے ہی بپتسمہ لے چکے تھے) اور مسیحی مناظروں کی طرف بیٹھتے رہے مباحثہ ختم ہونے پر اسلام لے آئے۔ یہ حضرت امام الوقت کی فتح کی ایک بیّن دلیل تھی۔ اسی پر بس نہیں۔ ۱۸۹۴ء میں یعنی مباحثے کے اگلے سال۔ انگلستان سے شائع ہونے والی" اینئیل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی اینگلیکن کمیونین" کے صفحہ ۶۴ پر لارڈ بشپ چالس جان ایلی کوٹ ان گلوسٹر نے کہا:۔

> "اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نظر آ رہے ہیں.....
> ...... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمد (صلعم) کا مذہب ہماری نگاہ میں غیر پسندیدہ ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلعم) کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا

کہ ہم سے بعض ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں"

کسرِ صلیب کا اس سے زیادہ اعتراف کیا ہو سکتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ ملک میں حضرت اقدس کی معرکۃ الآرا، تصانیف نے دین سے بے خبر لوگوں کو ایمان میں پختگی عطا کی بلکہ بہت سے مغربی فلسفے سے مرعوب مسلمان پھر سے آغوشِ اسلام میں لوٹ آئے۔

حضرت امام الزمان نے تجدید دین کے لئے بھی قابلِ ذکر خدمات انجام دیں۔ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے قرآن کریم کی بعض آیات کو دوسری آیات کا ناسخ ٹھہرایا جاتا تھا۔ ایسی آیات کی تعداد تین سو اور پانچ کے درمیان تھی۔ یہ امام الزمان کا کمال ہے کہ آپ نے دعوے کیا کہ خدا کے آخری کلام کی کوئی آیت تو کجا ایک نقطہ بھی منسوخ نہیں۔ یوں آپ نے قرآن کریم کو ایک زندہ اور کامل آسمانی کتاب ثابت کیا۔

پیروں اور مریدوں میں بیعت لینے کا بڑے عرصہ سے دستور چلا آتا ہے۔ حضرت امام الزمان بھی بیعت لیتے تھے۔ مگر اس بیعت کا رنگ جدا تھا۔ مریدوں کو شرک سے بچنے۔ راضی بقضا رہنے۔ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس کی بجائے قرآن شریف کی حکومت بکلی اپنے پر قبول کرنے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد لیتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو عام پیروں کی طرح کوئی صفاتی نام الٰہیہ ورد کرنے یا کوئی مخصوص وظیفہ یا ریاضت کم ہی بتاتے تھے۔ ہاں بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ادا کرنے حتی الوسع نمازِ تہجد کے پڑھنے۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی تلقین کرتے تھے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایسے خادمِ دین کو فراموش کر دیا جائے اور اس کی جماعت کو غیر مسلم ٹھہرایا جائے۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں آپ نے دہلی سے جو اشتہار شائع کیا اس میں آپ نے اپنے عقائد کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:-

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائک کا منکر۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرئیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ پر ختم ہو گئی ........ اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اوّل الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو

مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔"

یہی نہیں بلکہ اسی سال ۲۳ اکتوبر کو دہلی کی جامع مسجد میں آپ نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا:-

"دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے۔ معجزات کا انکاری ہے اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے۔ یہ سارے الزامات دروغ اور باطل محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب توضیح المرام اور ازالہ اوہام سے جو ایسے اعتراضات نکالے گئے ہیں یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔"

ہاں آپؑ کی تحریرات میں لفظ نبی اور رسول بھی پایا جاتا ہے۔ مگر یہ لفظ اسی طرح آپ نے استعمال کئے ہیں جیسا کہ اس امت میں گذرنے والے علماء دین۔ اولیاء اللہ نے۔ مثلاً مولٰنا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ امام الزمان اپنے عہد کا نبی ہوتا ہے:-

او نبیٔ وقتِ خویش است اے مرید
تا ازو نورِ نبی آید پدید
مکر کن در کارِ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

مولٰنا اشرف علی تھانوی التنبیہ الطربی کے ص۱۰ پر فرماتے ہیں:-

"ولایت کے بعض شعبوں کو بعض لوگ نبوت تعریفی کہتے ہیں"

مولٰنا محمد شفیع مفتی دیوبند محی الدین ابن عربی کی بعض عبارات کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"کمالات نبوت آپ کی امت کے افراد میں بہ نسبت امم سابقہ کے بھی زیادہ موجود ہیں ان کا انکار نہ علمائے ظاہر کرتے ہیں نہ صوفیائے کرام"

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کا قول ہے:-

"انبیاء کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں نبوت کا لقب دیا گیا ہے۔"

نبی کسی امر کے ظہور سے قبل اطلاع دینے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح رسول بھیجے ہوئے کو کہتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جن دنوں پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم بھارت سعودی عرب کے دورے پر تشریف لے گئے تو عربی جرائد اور اخباروں نے ان کی تصاویر کے نیچے "رسولِ ھندی" کے الفاظ لکھے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی ایک غیر مسلم فلاسفر کے لئے "بغیر کتاب کے رسول" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سے چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کیا۔ ان کو آنے والے عظیم الشان واقعات کے بارے میں قبل از وقت خبر دی جاتی رہی۔ اس لحاظ سے آپکی تحریروں میں لفظ نبی استعمال کیا گیا ہے۔ مگر مجازی طور پر ہے نہ حقیقت میں۔ چنانچہ آپ کی کتابوں میں متعدد مقامات پر یہ وضاحت پائی جاتی ہے کہ آپ نے جو لفظ نبی اختیار کیا ہے وہ یہی ہے جس کے پانے اور باقی رہنے کا ذکر آئمہ سلف نے بھی کیا ہے اور جس کے جواز کے مخالف علماء

بھی قائل ہیں۔ اس سے مراد صرف ولایت اور محدثیت ہے۔ حقیقۃ الوحی میں آپ فرماتے ہیں :-

"میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے سوا کچھ نہیں۔"

الحکم میں آپ کا یہ اعلان جنوری ۱۹۰۴ء میں شائع شدہ موجود ہے :-

"میں کسی نبوت کا دعوےٰ نہیں کرتا۔"

اپنی وفات سے صرف ایک دن پہلے آپ اعلان فرماتے ہیں :-

"میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا نہ نماز علیحدہ بنائی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کی طرف سے ہے جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اسے نبی کہا جاتا ہے۔"

ایک ایسے دینی رہنما کو جس نے زندگی بھر دینِ اسلام کی خدمت کی اعدائے اسلام کے اعتراضوں اور نکتہ چینیوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ خدا پرست شاگرد پیدا کیے۔ انہوں نے خدمتِ دین کی خاطر گھر بار چھوڑے دنیاوی عہدے اور منصب چھوڑے۔ اسلام کے دائرہ سے باہر رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔ وہ رہنما تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہیں۔ ہم اسلامی عقائد کے پابند ہیں۔ اسلامی عبادات پر عمل پیرا ہیں۔ ہمارا کلمہ۔ ہماری نماز۔ ہمارا حج۔ ہمارا روزہ اسلامی شریعت کے مطابق ہے۔ ہم قرآن کریم کو خدا کی مکمل اور آخری کتاب مانتے ہیں اور اس کا کوئی حکم۔ کوئی آیت کوئی نقطہ بھی منسوخ نہیں مانتے۔ انکو کس طرح غیر مسلم کہا جا سکتا ہے۔ خدا کی کتاب تو اعلان کرتی ہے

ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا

کہ جو لوگ اسلامی اصولوں پر کاربند ہیں انہیں یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں۔ (النساء)

ہادیٔ اسلام صلعم خبردار کرتے ہیں :-

من صلیٰ صلوتنا واستقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذالک المسلم۔

مگر ختم نبوت کا پروانہ بٹنے کے مدعی۔ قال اللہ و قال الرسول سے منہ موڑ لیں اور دنیاوی اغراض کی خاطر کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والوں۔ نماز پڑھنے والوں۔ روزے رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے کشاں کشاں باہر لے جائیں۔ یہ رسولِ عربی اور ہادیٔ اسلام صلعم سے محبت نہیں ان کی اتباع نہیں۔ ان کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے والوں۔ دینِ اسلام کا بول بالا کرنے والوں مجاہدوں کو اپنے پیشوا کی دامنِ رحمت میں جگہ پانے دو۔ آنحضرت صلعم نے ان پاک نفوس کو آخرین منھم کا لقب دیا ہے۔ خداوند کریم نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ دنیوی اغراض کی خاطر مسلمانوں کی تکفیر نہ کرنا۔ بیشک اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

مسلمانانِ عالم کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کیونکر اسلام کے دائرے سے باہر رکھا جا سکتا ہے خاص طور پر جبکہ خدا تعالیٰ اور اس کے محبوب ہادیٔ اسلام نے تکفیرِ اہل قبلہ سے سختی سے منع کیا ہو۔ ارکان اسلام تو نبیٔ آخرالزمان نے صاف صاف بتلا دیئے تھے ان میں کمی بیشی شریعت ہی کر سکتی ہے جو اب امر محال ہے اس لئے ہر گروہ اور ہر فرد مشخصہ معلومہ ارکانِ اسلام پر کاربند ہے وہ مسلمان ہے اور جب تک وہ نبیٔ آخرالزمان صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ اذان میں ان کے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتا ہے اور

۳۴

۳۴

علی الاعلان شہادت دیتا ہے وہ مسلمان ہے۔

ما مسلمانیم از فضل خدا + مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیرالرسل خیرالانام + ہر نبوت را بروشد اختتام

# مکتوبِ امریکہ

ہیورڈ یو۔ ایس۔ اے سے جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب اپنے مکتوب بنام ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

۱- اپنی صحت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"خاکسار کی طبیعت میں کوئی نمایاں فرق نہیں پڑا۔ اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ دوائی کا اثر بہت بُرا پڑنے کی وجہ سے دماغ بھی متاثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر نے تین ماہ کے بعد طبی مشورہ کے لئے آنے کو کہا ہے۔ دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دُور فرما دے (آمین)

۲- اخبار پیغام صلح کی مالی کمزوری کی تفصیلات اخبار میں پڑھ کر بہت افسوس ہوا اس میں دس پرچوں کی مفت اشاعت کے لئے ہر ایک ممبر جماعت سے اپیل کی گئی ہے۔ دس پرچوں کا سالانہ چندہ -/150 روپے ہوتا ہے اور میرے چندہ کے حساب میں -/150 روپے۔ آپ -/150 روپیہ خاکسار کے فنڈ سے ادا کر دیں۔ مشکور ہوں گا۔

۳- حضرت مولانا عبدالحق مرحوم کے تمام مضامین جو پیغام صلح میں شائع ہوئے ہیں یا غیر طبع ہوں ان کو کتابی صورت میں شائع کیا جاوے اگر مولانا دوست محمد صاحب کی صحت اچھی ہو تو یہ کام ان کے سپرد کیا جاوے جو ایڈٹ کرنے کی خاص قابلیت رکھتا ہو۔ اس فنڈ میں خاکسار ایک ہزار روپیہ (-/1000) دے گا۔

۴- حضرت مولانا کی کتاب محمد ان ورلڈ سکرپچرز کو دوبارہ ایڈٹ کر کے اور اختصار سے کام لے کر اعلیٰ کاغذ پر چھپوایا جائے بہتر یہ ہوگا کہ اس کی طباعت کا انتظام انگلینڈ میں کیا جاوے۔ اس کے لئے خاکسار -/400 ڈالر دے گا۔

۵- بیگم الفت عزیز احمد کی تصنیف گریٹ ریلیجز آف دی ورلڈ حال ہی میں پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔ خداوند کریم نے اس بہن کے قلم میں بڑی طاقت بخشی ہے اور اس کتاب کی تیاری میں کافی مطالعہ کتب اور محنت کی ہے۔ اس کتاب کو اچھے کاغذ پر دوبارہ طبع کرایا جائے اور ٹائپ بھی ذرا بڑا ہو۔ یہ کتاب تیار ہونے پر خاکسار اس کی ایک ہزار جلد خرید کر اس کی اشاعت امریکہ اور انگلینڈ میں کریگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

اگر اس کتاب کی دس ہزار جلدیں طبع کرائی جاویں تو خرچ کم پڑے گا۔ ایک ہزار جلدوں کی خاکسار نے ذمہ داری لی ہے باقی ۹ ہزار جلدیں خریدنے کے لئے جماعت کے دس پندرہ بزرگ پیدا ہو جاویں تو کتاب کی وسیع اشاعت کا جلد بندوبست ہو سکتا ہے۔

نوٹ : ادارہ پیغام صلح اپنے قارئین اور جماعت کے تمام بزرگوں دوستوں اور خواتین سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ موصوف کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔ آپ اعزازی طور پر امریکہ میں اسلام اور احمدیت کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا وجود ہمارے لئے بڑا باعث برکت

از جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب اسلام آباد۔

# حضرت مسیح موعودؑ کا حُسنِ سلوک

جناب الٰہی حضور نبی کریم صلعم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں :۔
ترجمہ :۔"سو اللہ کی رحمت سے تو ان کے لئے نرم ہے
اگر تو سخت کلام ۔ سخت دل ہوتا تو تیرے ارد گرد
سے بکھر جاتے ۔ پس ان کو معاف کر اور ان کے
لئے بخشش مانگ اور معاملات میں ان سے مشورہ
لے ۔" (سورۃ آلعمران۔ آیت ۱۵۸)

غلام اپنے آقا کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے ۔ آنحضرت صلعم کے اخلاقِ حسنہ کا تو کیا ہی کہنا ۔ ان کا تو خلقِ عظیم تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ بھی آنحضرت صلعم کے نقشِ قدم پر چلتے تھے ۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں حضورؑ کے حُسنِ اخلاق اور حُسنِ سلوک کے مناظر دیکھنے میں آتے تھے ۔ ان میں سے بہت کچھ حضرت مسیح موعودؑ کی مختلف سوانح عمریوں میں لکھے گئے ہیں اور ان کے پرانے مریدین زبانی بھی سنایا کرتے تھے ۔ ان میں سے دو[۲] واقعات کا ذکر میں یہاں کرتا ہوں جو کہ والد مرحوم (حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب) نے اپنی تصنیف "مجدد اعظم" میں بھی شامل کئے ہیں ۔

میرا ان واقعات سے ایک طرح ذاتی تعلق بھی ہے، کہ ۱۹۰۶ء میں جب والد مرحوم لمبی رخصت لے کر قادیان میں بمعہ اہل و عیال گئے تھے تو میں خود (بعمر سات سال) انکے ہمراہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کی روز مرّہ زندگی کو دیکھنے کا مجھے بھی شرف حاصل ہوا تھا۔ والد صاحب بیان کرتے ہیں :۔

(۱) "۱۹۰۶ء میں جب لمبی رخصت لے کر قادیان حاضر ہوا تو برسات کا موسم تھا۔ سخت گرمی تھی اور بہت بڑا کنبہ میرے ساتھ تھا۔ رتھوں میں (جو حضرت مسیح موعودؑ نے بھجوائی تھیں) بٹالہ سے ۵ بجے شام کو روانہ ہوئے ۔ مگر بیلوں کی سست رفتاری کی وجہ سے رات گیارہ بجے ہم قادیان پہنچے (خود حضرت مسیح موعودؑ نے) دارالبرکات میں ہمیں اتارا۔ چھوٹے چھوٹے بچّے ساتھ تھے جن کا گذارہ دودھ پینے پر تھا ۔ میں اسی وقت قادیان کے ایک احمدی شیر فروش کی دکان پر گیا جو وہاں اکیلی دکان تھی ۔ میں جا کر کھڑا ہی ہوا تھا جو ایک شخص اس کا سارا دودھ خرید کر لے گیا ۔ مجھے بڑی مایوسی ہوئی ۔ بھاگا ہوا جائے قیام پر پہنچا تو معلوم ہوا وہ دودھ حضرت صاحب نے ہمارے لئے ہی خرید کیا تھا۔ چنانچہ وہ سارا دودھ ہمارے ہاں پہنچ چکا تھا۔"

## حضرت اقدسؑ کی مہمان نوازی کے ایمان افروز نمونے۔

"بات یہ ہوئی کہ جیسے ہی ہم لوگ قادیان پہنچے اور حضرت اقدسؑ کو پتہ لگا کہ چھوٹے چھوٹے بچّے ساتھ ہیں ۔ آپ کو فوراً خیال ہوا کہ انہیں دودھ کی ضرورت ہوگی۔ اسی وقت حضرت صاحب نے خاص طور پر آدمی دوڑایا کہ جتنا بھی دودھ ملے سب لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آیا۔

............ اسی طرح انہی ایام میں ایک صبح کو ہم لوگ جو اُٹھے تو موسلا دھار بارش ہو رہی تھی ......... ہمارا کھانا لنگر سے آتا تھا۔ وہاں بھی بارش کی وجہ سے کچھ پک نہ سکا۔ کسی کی ہمت ہی نہ پڑتی تھی کہ گھر سے سر باہر نکالے۔ کہ اتنے میں دیکھتا کیا ہوں کہ دادی (حضرت صاحب کی ایک خادمہ) بھیگتی بچرتی چلی آ رہی ہے ۔ ہاتھ میں دیگچی ۔ اس میں دودھ ۔ مصری اور ڈبل روٹی علیحدہ ۔ کہنے لگی کہ حضرت صاحب کو جب پتہ لگا کہ اب تک بارش کی وجہ سے لنگرخانہ میں کچھ پک نہیں سکا تو خود اُٹھ کر دودھ اور ڈبل روٹی بھجوائی کہ بچّوں کو تو کچھ کھانے کو ملے ۔ بعد میں کھانا تیار ہوتا رہے گا ۔"

حضرت اقدسؑ کی مہمان نوازی کا ایک اعلیٰ نمونہ ۔

(۲) "اس قیام قادیان کے دوران میری اہلیہ[۱] کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی جس کی وجہ سے وہ کئی دن عورتوں کی نماز باجماعت میں شامل نہ ہو سکیں، جو زنان خانے میں ہوا کرتی تھی ۔ ذرا طبیعت درست ہوئی تو حضرت اقدسؑ کے زنان خانے میں گئیں ۔ حضرت بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ جب آپ کی طبیعت پہلے سے ناساز تھی تو قادیان نہ آنا چاہیئے تھا۔ جب یہاں نماز وغیرہ میں شمولیت نہ ہو سکی تو آنا نہ آنا برابر ہو گیا۔ حضرت اقدسؑ نے سُنا تو فرمایا کہ الاعمال بالنّیات (اعمال نیت پر منحصر ہیں) جب دین سیکھنے اور ترقی رُوحانیت کے لئے وہ قادیان آئی ہیں تو اس کا اجر تو خدا کے ہاں لکھا گیا ۔ انسان بیماری سے لاچار ہوتا ہے ۔ اگر نمازوں وغیرہ میں شامل نہ ہو سکیں تو کچھ ہرج نہیں ۔ خدا دِل اور نیّت کو دیکھتا ہے ۔ وہ قادیان آنے کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ بیماری میں آنے پر تو اجر زیادہ مترتب ہوگا۔ پس جو ہُوا خوب ہُوا ۔ اسی میں بہتری تھی ۔" میری بیوی (مرحومہ) کہتی تھیں کہ خدا کے مامور واقعی تسلّی دہندہ ہوتے ہیں وہ کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتے ۔"

مولانا عبدالکریم صاحب (مرحوم) تحریر فرماتے ہیں کہ :۔
"حضرت اقدسؑ نے بابا[illegible] قسم کھا کر فرمایا کہ ہم ہر ایک شئے سے محض خدا تعالےٰ کے لئے پیار کرتے ہیں ۔ بیوی ہو ۔ بچے ہوں ۔ دوست ہوں، سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔"
یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ :۔
"جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیاز مندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادمِ دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔" پھر حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔

"حتی الوسع اپنے لئے اچھے دوستوں کا انتخاب کرنا چاہیئے لیکن جب کسی کے ساتھ دوستانہ تعلّقات قائم ہو جائیں تو پھر ان تعلّقات کا نبھانا بھی ضروری ہوتا ہے ۔ اور صرف اس وجہ سے کہ دوست کی طرف سے کوئی عملی کمزوری ظاہر ہوئی ہے ۔ یا اس کے اندر کوئی کمزوری پیدا ہوگئی ہے۔ تعلّقات کا قطع کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ ایسے وقت میں دوستی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہمدردی اور خیر خواہی کے رنگ میں دوستانہ نصیحت اور دُعا سے اسکی مدد کی جائے ۔"

[۱] راقم الحروف کی والدہ

# ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ (مرزا صاحب) جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے

(مولوی سراج الدین مرحوم)

## حضرت مسیح موعودؑ کی متقیانہ زندگی پر مخالفینِ سلسلہ کی شہادت

(جناب راجہ عبدالمجید صاحب چھہ کسی ملتان)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مؤرخہ ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۴ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق یکم پھاگن سمت ۱۸۱۸ بکرمی بروز جمعہ پیدا ہوئے - آپ توام پیدا ہوئے - پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کے بعد آپ پیدا ہوئے۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فصوص الحکم صفحہ ۸۸ پر لکھا ہے کہ :-

"آخری مولود جو بنی نوع انسان میں پیدا ہوگا - جو اللہ تعالیٰ کے اسرار کا حامل ہوگا - اور اس کے بعد کوئی ایسا لڑکا اس قسم کا پیدا نہ ہوگا - وہ خاتم الاولاد ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کی بہن ہوگی اور وہ اس کے بعد پیدا ہوگا اور اس کا سر اس کی بہن کے پاؤں کے پاس ہوگا۔"

والدین نے آپ کا نام غلام احمد رکھا۔ آپ نے اپنی تعلیم چھ سات سال کی عمر میں شروع کی - پہلے مولوی فضل الٰہی صاحب سے قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولوی فضل احمد سیالکوٹی سے عربی کی تعلیم حاصل کی - کوئی اٹھارہ سال کی عمر میں سید گل محمد شاہ سے علم نحو - منطق اور حکمت کا علم حاصل کیا - مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں حضرت صاحب کے مخالف ہوئے وہ آپ کے ہم مکتب تھے - وہ اپنی اشاعۃ السنۃ جلد ۷ میں مرزا صاحب کے بچپن اور تعلیمی زندگی پر یہ شہادت دیتے ہیں :-

"حضرت مرزا صاحب مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں - ہمارے معاصرین میں ایسے واقف کم نکلیں گے - مؤلف براہین احمدیہ ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب تھے - اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط و کتابت و مراسلت جاری رہی - اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں، مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے.....
..... - اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے کہ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔"

مولوی محمد حسین مخالف ہوئے اور کفر کا فتوےٰ تیار کرتے پھرتے تھے تب بھی حضرت صاحب کے چیلنج کرنے پر آپ کی قبل از دعویٰ زندگی پر کوئی اعتراض نہ کر سکے اور نہ کوئی عیب لگا سکے۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے سیالکوٹ میں بحیثیت اہلمد ملازمت اختیار کی - یہاں آپ چار سال رہے اور ان چار سالوں میں جن لوگوں سے آپ کی راہ و رسم اور ملاقات رہی ان میں سے ایک شمس العلماء مولوی سید میر حسن بھی تھے - جو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب ۱۸۶۴ء میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا - چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول اور لغو سے مجتنب اور محترز تھے - اس واسطے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہے آپ پسند نہ فرماتے تھے۔"

پھر ایک اور خط بطور تتمہ کے جو شیخ یعقوب علی تراب نے شائع کیا لکھتے ہیں :-

"حضرت مرزا صاحب ........ جب کچہری سے تشریف لاتے تھے تو قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے - بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے - ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔"

مولوی سراج الدین صاحب مالک اخبار "زمیندار" جو مولینا ظفر علی خان صاحب کے والد تھے بطور شہادت لکھتے ہیں :-

"مرزا غلام احمد صاحب ........ سیالکوٹ میں محرر تھے - اس وقت آپ کی عمر ۲۲ - ۲۴ سال کی ہوگی - اور ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے - کاروبار ملازمت کے بعد کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا - عوام سے کم ملتے تھے۔"

تیسرے گواہ اسی زمانہ کے پادری بٹلر صاحب ہیں - وہ اکثر مرزا صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے - چونکہ انگریز تھے دوسرے پادریوں کو ناگوار گذرا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ آپ کی اور مشن کی ہتک ہے آپ وہاں نہ جایا کریں تو انہوں نے نہایت میٹھی سے جواب دیا:

"یہ ایک عظیم الشان آدمی ہے تم اس کو نہیں سمجھتے - میں سمجھتا ہوں۔"

اور جب پادری صاحب واپس ولایت جانے لگے تو مرزا صاحب سے کچہری میں ملنے گئے - اور جب ڈپٹی کمشنر نے آنے کی غرض پوچھی تو پادری صاحب نے کہا :-

"میں مرزا غلام احمد کو ملنے آیا ہوں"

ملازمت کے دوران میں آپ کی راستبازی دیانت و امانت تقوٰی طہارت اور نیک روش نے ہر دوست و دشمن سے خراج تحسین حاصل کیا - ۱۸۶۸ء میں اپنے والد بزرگوار کے حکم پر ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپس قادیان تشریف لے آئے اور زمینداری کے کام میں ان کی مدد اور معاونت کرنے لگے۔

آپ کو صحبت صادقین کا بڑا شوق تھا - میاں شرف دین صاحب ایک بزرگ سمہ شریف میں تھے - سیالکوٹ میں نقشبندی سلسلہ کے ایک بزرگ تھے - ان بزرگوں سے ملتے رہتے تھے۔

مولوی عبداللہ غزنوی پہلے امرتسر میں اور پھر خیردی میں رہتے تھے - صاحب الہام بزرگ تھے - آپ کو حضرت کے متعلق الہام ہوا تھا کہ وہ یعنی مرزا صاحب منجانب اللہ مامور ہونے والے

میں ۔ اور انہوں نے اپنی وفات سے پہلے کئی لوگوں کو بتلایا کہ :۔
"ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا ۔ مگر
میری اولاد اس سے محروم رہ گئی ہے"

حضرت مرزا صاحب کے والد ۱۸۷۶ء میں فوت ہوئے تو ان کو خیال گذرا ۔ کہ آمدنی کے کئی ذرائع جو والد کی زندگی سے منسلک تھے ختم ہونے کی وجہ سے تنگی ہو گئی یا کیا کیا ابتلا آویں تو الہام ہوا ۔ الیس اللہ بکاف عبدہ ۔ کیا اللہ تعالےٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ۔ وہ بعض اوقات حضرت مرزا صاحب سے کہہ دیتے تھے ۔ کہ کام تو کچھ کرتے نہیں سارا وقت اخبار اور کتابیں پڑھتے رہتے ہیں ۔ اس عرصہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آپ کی ضروریات پوری کرتا رہا ۔ زندگی کے اسی دور میں منکرین الہام پر اتمام حجت کی غرض سے غیر مسلموں اور منکرین الہام کو یقین دلانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے بولتا ہے آپ نے یہ طریق اختیار کیا کہ جب کوئی خبر بذریعہ الہام آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ملتی آپ قادیان کے آدمیوں کو بلا کر سنا دیتے تھے ۔ ایسے نشانات حضرت صاحب کی کتابوں میں درج ہیں ۔ ان ہی آدمیوں میں سے ایک ملاوا مل نامی تھا ۔ جس کو بیس برس کی عمر میں تپدق ہوا ۔ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر اکثر حضرت صاحب کے پاس دعا کے لئے جاتا تھا ۔

اس کی عاجزی اور بے بسی دیکھ کر حضرت صاحب نے دعا کی ۔ تو الہام ہوا ۔

"ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ سلامتی والی ہو جا"

اسی وقت یہ الہام کئی ہندوؤں کو اور اس ہندو کو جس کے لئے دعا کی تھی ۔ سنا دیا گیا ۔ چنانچہ اس الہام کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ہی وہ شفا پا گیا ۔ ایسے کئی نشانات حضرت صاحب کی کتابوں میں درج ہیں ۔ ۱۸۷۸ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف شروع کی اور اس کی پہلی دوسری جلد ۱۸۸۰ء میں تیسری جلد ۱۸۸۲ء میں اور چوتھی ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئیں ۔ اسکے ساتھ ہی ایک اشتہار شائع کیا ۔ اور دس ہزار روپیہ اس کو دینا کیا جو محمد رسول اللہ اور قرآن کریم کی حقانیت کے دلائل پیش کردہ توڑ کر دکھا دے ۔

اس وقت تک اس کی کئی ایڈیشن چھپ کر تقسیم ہو چکی ہیں ۔ لیکن آج تک کسی غیر مذہب کے عالم کو توفیق نہیں ملی کہ اس میں دیئے ہوئے دلائل کو توڑنے کے لئے قلم اٹھا دے ۔ براہین احمدیہ پر کئی ریویو لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ تیرہ سو سال میں آج تک کسی مسلمان نے ایسی کتاب نہیں لکھی ۔ یہ کتاب موجودہ زمانہ میں ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی ۔ اور ساتھ ہی اس کے مصنف نے جملہ فرقہائے مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ دعوےٰ کیا ہے کہ جس کو وجود الہام میں شک ہے وہ ہمارے پاس آکر تجربہ کر لے ۔

اسی کتاب میں حضرت مرزا صاحب نے مجدد صدی چہاردہم ہونے کا دعوےٰ کیا ۔ دعوےٰ کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ ایسا موقعہ فراہم کیا کہ لاہور کے فہمیدہ طبقہ کے چند لوگوں نے تمام مذاہب کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز کی جس میں تمام مذاہب کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں ۔

اس کانفرنس کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی ۔ جس کو حضرت صاحب نے منظور کر لیا ۔ یہ کانفرنس لاہور میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہونی قرار پائی ۔ اور چھ صاحبان موڈریٹر مقرر ہوئے ۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو حضرت مرزا صاحب نے تمام لاہور میں بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ میرا مضمون تمام مضامین پر غالب رہے گا ۔ کانفرنس ہوئی اور مرزا صاحب کا مضمون سب سے بالا رہا ۔ مخالف اخبارات نے بھی تسلیم کیا کہ مرزا صاحب کا مضمون بالا رہا ۔ سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بھی صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ مرزا صاحب کا مضمون سب سے بالا رہا ۔

بعض مخالفِ اسلام علما کو بھی یہ کہتے سنا گیا کہ اگر یہی اسلام ہے جو مرزا صاحب نے بیان کیا ہے تو اسلام سچا مذہب ہے ۔ کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے بلکہ مخالف اور موافق ہر ایک نے تسلیم کیا کہ مرزا صاحب کا مضمون بالا رہا اور یوں اس جلسہ میں مرزا صاحب نے اسلام کو سب مذاہب پر غالب کر دکھایا ۔ جس کی مسلمانوں کو مبارکباد دی گئی ، کہ اسلام کی فتح ہوئی ۔

جب آپ نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا تو علمائے ہند نے کفر کا فتوےٰ لگایا کہ یہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے اور بڑی مخالفت کی ۔ اس کے جواب میں حضرت مرزا صاحب نے ہر طریق سے اپنی زندگی میں اپنے مخالفین کو یقین دلانے کی سعی کی کہ وہ رسول کریم صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور مندرجہ ذیل بیانات سے مخالفین پر اتمام حجت کیا ۔ فرماتے ہیں ۔ ؎

(۱) ما مسلمانیم از فضل خدا + مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام + ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست + بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب + نزد ما کفر است و خسران و تباب

(۲) ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں + دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب + کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

(۳) من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب + ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(۴) مورخہ ۲۳؍ ۱۰؍ ۱۸۹۱ء جامع مسجد دہلی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :۔
"...... تمام امور میں میرا مذہب وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے ........ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ؑ کی ختم نبوت کا قائل ہوں ۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہے اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔ ایسا ہی ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر کا قائل ہوں

(۵) مؤرخہ ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء :۔
"تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے ۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں ۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں ۔ میرا یقین کہ وہی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی ۔"

ایسے اعلانات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی کہے کہ مرزا صاحب نے

# مردِ لاہُوتی[1]

(ابوالاسرار رمزی - جودھپور - بھارت)

قرآں کے مضامین کا مخزن تھا دماغ اسکا — الحاد کی آندھی میں روشن تھا چراغ اُسکا

شیطان کی راہوں میں بارود بچھا دی ہے — طُغیان کے جنگل میں اِک آگ لگا دی ہے

پھیلایا تراجم سے "اللہ کا دیں" اس نے — یُورپ میں فروزاں کی "قندیلِ یقیں" اس نے

تبلیغ کی دُنیا میں سرگرم مساعی تھا — مِلّت کا نگہباں اسلام کا داعی تھا

چیلنج دیا اس نے دُنیا کے مذاہب کو — ڈنگل میں ہرایا ہے ہر قوم کے راہب کو

تردید میں لکھے ہیں مضمون عجیب اس نے — تثلیث پرستوں کی توڑی ہے صلیب اس نے

وہ "بِشپ اسد"[2] جا کر مسکن میں پکڑتا تھا — "زنجیرِ دلائل" سے دُشمن کو جکڑتا تھا

اُٹھتا تھا دھواں بن کر افسونِ کلیسائی — مبہوت سوالوں میں تھی انجمن آرائی

تھے دیر و کلیسا بھی شرمندۂ رُسوائی — کترا کے نکلتا تھا ہر آریہ عیسائی

جو اس کی کتابیں گنجینۂ حکمت ہیں — تریاقِ ضلالت ہیں لبریزِ صداقت ہیں

مُدّت میں کہیں آتے ہیں مردِ لاہُوتی
جو بڑھ کے بدل دیتے ہیں نقشۂ طاغُوتی

[1] حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام۔ [2] برٹش کے عہدِ حکومت میں لیفرائے ڈوئی آتھم کا تعاقب کیا۔

---

نبوّت کا دعوےٰ کیا ہے خواہ وہ ان کا مخالف ہو یا موافق یعنی ماننے والا (قادیانی جماعت) دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلطی خوردہ ہیں۔ ایسے صاف صاف اعلانات کے ہوتے ہوئے جن میں دعوےٰ نبوّت سے انکار اور رسول کریم صلعم کو خاتم النبیّین ماننے کا اقرار موجود ہو یہ کہے جانا کہ یہ شخص نبوّت کا مدّعی ہے، غلطی ہی تو ہے۔

انسان کو انسان زبان سے یا تحریر سے ہی بتلا سکتا ہے کہ اس کے کیا عقائد ہیں۔ اور اسلامی شریعت میں بھی تحریر اور تقریر پر ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ صرف اللہ ہی سینوں کی باتیں جاننے والا ہے۔ واللہ علیم بذات الصدور۔

اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا فرمان کے مطابق حضرت مرزا صاحب کے دل اور سینے کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کسی انسان کو کچھ علم نہیں۔ لیکن انسانوں کے لئے تو یہی حکم ہے کہ قسم پر اور زبان پر اعتبار کریں۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں بار بار قسمیں کھا کر اور خداوند کریم کو گواہ کرکے بے شمار دفعہ اعلانات کئے ہیں کہ وہ مدعی نبوّت نہیں یعنی دعوےٰ نبوت سے انکار اور رسول کریم صلعم کے خاتم النبیّین ماننے کا اقرار موجود ہے۔ ان کی طرف دعوےٰ نبوّت منسوب کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

مخالفت میں جب انسان حد سے زیادہ بڑھ جاوے تو اس کو حق بھی ناحق نظر آنے لگتا ہے۔ حضرت صاحب کے زمانہ کے فہمیدہ، پڑھے لکھے لوگ ان کو اسلام کا پہلوان کہتے تھے یہ بھی کہتے تھے کہ مرزا صاحب نے لاہور میں اسلام کی عزت رکھ لی۔ اس سے زیادہ ان کے مسلمان ہونے کا کیا ثبوت ہے۔

---

## کلام الامام

### حمد باری تعالےٰ

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدأ الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے تیرے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

کیا عجب تُونے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

### قرآن کریم کی تعریف میں

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

---

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

## ختم المرسلینؐ کے حضور نذرانۂ عقیدت

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

---

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے میری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہی پلایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

---

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است ٭ خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
میرے جان و دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں — اور میری خاک آلِ محمدؐ کے کوچہ پر قربان ہے۔

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش ٭ در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است
میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا اور عقل کے کانوں سے سنا — ہر جگہ محمدؐ کے حسن کا شہرہ ہے

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم ٭ یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است
معارف کا یہ دریائے رواں جو میں مخلوقِ خدا کو دیتا ہوں — یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدیؐ است ٭ ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است
یہ میری آگ محمدؐ کے عشق کی آگ کا ایک حصہ ہے — اور میرا پانی محمدؐ کے مصفا پانی میں سے لیا ہوا ہے

میں ایک ایسی جماعت کا قیام ہونا تھا جو زمانِ خداوندی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون کی مصداق ہو۔ جس نے اپنی بے لوث قربانیوں اور مساعیٔ جمیلہ سے اکنافِ عالم اِلیٰ توحید و رسالت کا پیغام پہنچانا تھا۔ چنانچہ آپ کا بچپن، آپ کی جوانی اور آپ کا بڑھاپا "لنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ" کے مصداق تھے چنانچہ آپ نے دعویٰ ماموریت کے بعد فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون کے تحت اپنی زندگی کو اپنے دعوے کی صداقت کے لئے بطور چیلنج دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس چیلنج کا جواب دنیا میں آج تک کوئی نہ دے سکا۔

بچپن کا زمانہ کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے لیکن اس زمانہ میں بھی حضرت امام زمان "مسیتڑ" مشہور تھے۔ آپ اپنے وقت کا اکثر حصہ مسجد میں دعاؤں، عبادات اور ریاضت اور ذکر و فکر میں گذار دیتے۔ دراصل قدرت آپ کو ایک عظیم آسمانی فریضہ کے لئے تیار کر رہی تھی۔ جو آپ کے سپرد ہونے والا تھا۔

حضرت صاحبؑ خود فرمایا کرتے تھے کہ بچپن سے ہی میرے دل سے آواز نکلتی تھی کہ عیسائیوں کا مقابلہ کیا جائے گویا کسرِ صلیب کا کام آپ کی فطرت میں ہی ودیعت کیا گیا تھا۔ اس وقت عیسائیت کے صلیبی فتنہ سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی فتنہ نہ تھا۔

حضرت صاحب جوں جوں جوانی میں قدم رکھتے گئے توں توں تبتل اور انقطاع الی اللہ کا جذبہ ترقی کرتا گیا۔ آپ دعاؤں اور عبادات میں زیادہ شغل فرمانے لگے اور ساتھ ہی ساتھ ایک سعادتمند فرزند کی حیثیت سے اپنے والد بزرگوار کے دنیوی کاموں میں ہاتھ بھی بٹاتے رہے اور والد صاحب کے اشارہ پر سیالکوٹ میں ملازمت بھی کی۔ لیکن چونکہ دل محبوبِ حقیقی سے لگا ہوا تھا اس لئے ملازمت چھوڑ دی۔ اس دوران حضرت صاحب نے اپنے والد صاحب کو خط لکھا جس میں یہ شعر رقم فرمایا:۔

عمر بگذشت و نماندست جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

آپ کی دنیا سے دُوری اور عشقِ خدا اور رسولؐ ان امُور کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ زُہد و اتقا اور عرفانِ الہٰی کے بلند مقام پر کھڑے تھے اور دنیاوی منفعتوں سے آپ کو کوئی سروکار نہ تھا۔ راہِ الہٰی پر قدم مارنا اور اسوۂ حسنۂ نبویؐ پر چلنا ہی آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ آپ فرماتے ہیں ؎

سینہ مے باید تہی از غیر یار + دل ہمی باید پُر از یادِ نگار
جاں ہمی باید براہِ او فدا + سر ہمی باید بپائے او نثار
ہیچ دانی چیست دینِ عاشقاں + گویمت گر بشنوی عشاق وار
از ہمہ عالم فرو بستن نظر + لوحِ دل شستن ز غیرِ دستدار

عشقِ الہٰی اور عشقِ رسولؐ کے ساتھ ہی حضرت صاحب کو قرآن کریم سے بے انتہا عشق تھا۔ اور آپ نے کلامِ الہٰی کی خوبیوں اور محاسن کے گیت بار بار گائے ہیں۔ آپ نے صرف شاعری نہیں کی عملی رنگ میں بھی اس کا نمونہ دکھایا ہے۔

قرآن کریم سے تعلق کا یہ حال ہے کہ آپ نے ایک حمائل شریف دس ہزار بار پڑھی۔ کوئی مضمون لکھنے سے پہلے قرآن کریم اوّل تا آخر مطالعہ فرماتے۔ حضرت امام زمان کے عشقِ قرآن کی شہادت علامہ اقبال نے بھی دی ہے۔ حضرت امیر مولانا محمد علیؒ نے ایک بیان میں فرمایا:۔

"ایک مرتبہ مجھے ایک بہت بڑے شخص یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کرنے والے بہت لوگ نظر آتے ہیں لیکن قرآن کریم کے ساتھ عشق کرنے والے صرف مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔"

حضرت مسیح موعود وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی مدح میں اشعار کہے ہیں۔

آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ عشق تھا وہ محتاج بیان نہیں آپ فنا فی الرسول تھے اپنے آقا و مطاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انتہار درجہ کی غیرت اپنے دل میں رکھتے تھے۔ آپ کا ساری دنیا سے برسرِ پیکار ہونا عشقِ رسول کے تحت ہی تھا۔ چنانچہ ایک مقام پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یوں گویا ہیں۔ ؎

تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

آپ کی محفل و مجلس میں ذکرِ حبیب صلعم ہوتا تو آپ کا چہرہ مُبارک روشن ہو جاتا۔ حضور صلعم کی ذاتِ اقدس کے بارہ میں آپ نہایت غیور تھے۔ آپ کو حضور صلعم کے خلاف ایک لفظ بھی سُننا گوارا نہ تھا۔ آپ اپنے مریدوں کو بھی تلقین فرماتے کہ جہاں سید الرسل خیر البشر صلعم کا بے ادبی سے ذکر ہو اس مجلس سے اُٹھ جایا کرو۔ آریوں نے حضرت سرورِ عالم صلعم کے خلاف بدزبانی کی تو حضرت کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک چشمۂ معرفت جیسی ضخیم کتاب لکھ کر ایک ایک اعتراض کا شافی جواب پیش نہ کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے لئے درد و اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

آپ نے جہاں ملتِ اسلامیہ کی دین و عقائد کے رنگ میں تجدید اور اصلاح فرمائی وہاں اسلام کی بے نظیر خدمت بھی کی۔ غیر مذاہب کے جو عُلماء اسلام پر چڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے ان کا دلائل و براہین سے مقابلہ کیا اور انہیں اس میدان میں عاجز کر دیا۔ نہ صرف ان کا بطلان ان پر ظاہر کیا بلکہ اسلام کا غلبہ ثابت کر دکھایا۔ آپ نے آریوں۔ عیسائیوں۔ سناتن دھرمیوں۔ سکھوں۔ یہودیوں وغیرہ ہم تمام مذاہب کے ساتھ چومکھی لڑائی لڑی اور جلسہ مذاہب اعظم میں اسلام کی فتح کا عَلَم بلند کیا۔

تجدیدِ دین اور اصلاحِ قوم کا کام مجددین وقت کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے زمانۂ ماموریت اور سابقہ مجددین کے ادوار میں نمایاں فرق ہے۔ اور اس لئے انکے کام میں بھی نمایاں فرق ہے۔ سابقہ مجددین کرام نے صرف ملتِ اسلامیہ کی رہبری اور اصلاح کی۔ انہیں ادیانِ غیر سے مقابلہ درپیش نہ تھا نہ اس وقت سائنسی اور تکنیکی ترقی نے مذہب کے خلاف کوئی فتنہ پیدا کیا تھا۔ لیکن چودھویں صدی ہجری میں سائنس و فلسفہ نے خاص طور پر مذہب پر پے درپے حملے کئے۔ دہریت اور زندیقیت عام ہونے لگی۔ خدا کا انکار برملا ہونے لگا اور دین سے بیزاری کا اظہار عام ہونے لگا۔ مادیت اپنی زہریلی دلفریبیوں کے ساتھ انتہار کو پہنچ گئی۔ ایسے حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے مذہب کی جو حمایت اور خدمت کی وہ انہیں تمام سابقہ ماموریں کرامؑ سے ممتاز کرتی ہے۔

مسلمانوں میں زندہ خدا۔ زندہ قرآن اور زندہ رسولؐ پر

زندہ ایمان پیدا کیا۔ اور حیّ و قیوم خدا کے وجودِ حقیقی کا مشاہدہ کرایا۔ نہ صرف خود مکالمہ اور مخاطبہ الٰہی کا شرف پایا بلکہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو بھی اس کے برحق ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا اور ان میں سے کئی بزرگ خود بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوئے۔ زندہ خدا پر زندہ ایمان حضرت امام زمان علیہ السلام کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپ کی زندگی کے بے شمار ایسے واقعات ہیں جن میں خدا تعالیٰ کے نشان دنیا نے دیکھے۔ جلسۂ مذاہب عالم ۔ عربی تصنیف میں مقابلہ کا چیلنج ۔ قتلِ لیکھرام ۔ شمس و قمر کا کسوف و خسوف ۔ ڈوئی کی موت وغیرہ وغیرہ مشہور واقعات ہیں اور ہزاروں دیگر نشانات ہیں جو حضرت صاحب کی صداقت کے ثبوت ہیں اور ان سے زندہ خدا کی زندہ قدرتوں کی شہادت ملتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ختم نبوت کا حقیقی اور واضح تصور پیش کیا اور فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین و خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔ ان کی آمد ثانی بجسد عنصری ناممکن ہے۔ میں ان کی تمثیلی صورت میں آیا ہوں۔ حضرت مسیح ناصری صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور ہجرت کر کے طویل سیاحت کے بعد بالآخر کشمیر میں پہنچے جہاں طبعی موت پا کر سرینگر محلہ خانیار میں مدفون ہوئے آپ نے عیسائیت کے خدا ابن خدا یسوع مسیح کو مار کر اسلام کی بے نظیر خدمت کی ہے۔ اگرچہ شروع شروع میں بڑی مخالفت ہوئی لیکن اب اکثر علمائے اسلام اور دیگر اہل علم و فکر اصحاب وفات مسیح کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔

جرمنی کے مشہور فلاسفر A-FABER — KAISER نامی گرامی صحافی اور تقابلِ ادیان کے بڑے سکالر ہیں۔ انہوں نے جرمن زبان میں ۱۹۷۶ء میں ایک کتاب لکھی جس کا ۱۹۷۷ء میں انگریزی میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ "JESUS DIED IN KASHMIR" (حضرت مسیح ناصریؑ کشمیر میں فوت ہوئے) لندن سے شائع ہوا ہے۔ یہ کتاب لاکھوں لاکھ فروخت ہوئی۔ اس نے اس مسئلہ پر عیسائی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا ہے۔

مؤلف موصوف نے مدلل طور پر ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری صلیبی زخموں کے ٹھیک ہونے کے بعد اپنی والدہ مریمؑ اور اپنے حواری تھامس کے ساتھ مشرق کی طرف چلے گئے۔ جہاں انہوں نے بڑھاپے میں طبعی موت پائی اور وہ سری نگر کے قریب روزبل کے کوچے کے تہ خانہ میں دفن کئے گئے۔ مؤلف موصوف نے بڑی شرح و بسط سے واضح کیا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ نہ صلیبی موت مرے نہ مر کر دوبارہ جی اٹھے بلکہ کشمیر میں رہائش پذیر ہوئے۔ وہاں ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔ وہاں صاحبِ اولاد ہوئے۔ سری نگر کے ایک باشندے صاحبزادہ بشارت سلیم کے پاس آج بھی ایک مکمل شجرۂ نسب موجود ہے جس کے مطابق اس کا تعلق حضرت مسیح ناصریؑ سے جا ملتا ہے۔

کشمیر میں حیاتِ مسیح کے بارے میں تحقیق کرنے پر جس امر نے محقق موصوف کو آمادہ کیا وہ بائبل کے ایسے لاتعداد سوالات ہیں جن کا وہاں کوئی جواب نہیں ملتا۔ مثلاً یہ کہ حضرت مسیح اپنی پیدائش اور بارہ [12] سال کی عمر کے درمیانی عرصہ میں کہاں رہے۔ پھر تیرہ [13] اور انتیس [29] سال کی عمر کے عرصہ میں آپ کہاں رہے؟ پلاطوس نے حضرت مسیح کو صلیب دینے کے لئے جمعہ بعد از دوپہر کا خاص وقت کیوں مقرر کیا؟ اگر حضرت مسیحؑ کا رفع آسمانی ہو چکا تھا تو پھر اس پتھر کو جس سے قبر ڈھکی ہوئی تھی دور ہٹانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وغیرہ وغیرہ۔ جرمن سکالر لکھتا ہے کہ جب حضرت مسیح کو صلیب سے اتارا گیا وہ تا حال زندہ تھے اس کے مطابق مردہ شخص کے زخموں سے صرف خون بہتا ہے لیکن اس کے برعکس جب رومی افسر نے برچھے کے ساتھ حضرت مسیح کے پہلو کو چھیدا تو پانی ملا خون جلدی سے بہنے لگا۔ پھر حضرت مسیح کو نہ کسی گہری قبر میں لٹایا یا دفن کیا گیا بلکہ ایسی خانقاہ میں رکھا گیا جہاں ہوا کا گذر بآسانی ہوتا تھا اور جہاں طبیب ان کے زخموں کا علاج بھی کرتے رہے۔

سکالر موصوف ایک خط کا حوالہ بھی دیتا ہے جو ۱۹۵۹ء میں ایک جرمن ڈاکٹر برنا نامی نے پوپ جان کو لکھا جس میں اس کفن مسیح کے تجزیہ کا ذکر ہے۔ جو حضرت مسیح کو صلیب سے اتارنے کے بعد ان کی نعش کو لپیٹنے کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ اس کفن پر جو جسمانی رطوبت، زخموں کے نشان اور جسم کی ظاہری وضع قطع کا خاکہ نقش ہے اس سے صاف عیاں ہے کہ اس کفن میں پڑا ہوا شخص مردہ نہ تھا۔ محقق موصوف کے مطابق افغانستان اور کشمیر کے رہنے والے بیشتر لوگ اسرائیلی نژاد ہیں چنانچہ کشمیر کے علاقہ لیمرل کے لوگ آج بھی اپنے آپ کو بنو اسرائیل کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے مزار کی تکریم کرتے اور سرینگر کے شمالی علاقہ میں مزار موسےٰ کی بھی پرستش کرتے ہیں۔

اس جرمن سکالر نے اس موضوع پر خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم کی کتاب JESUS IN HEAVEN, ON EARTH سے بھی استفادہ کیا ہے مزید برآں ممتاز احمد فاروقی صاحب کی تالیف "THE CRUMBLING OF THE CROSS" کا بھی ذکر کرتا ہے بلکہ وہ اپنی کتاب کا ایک الگ باب "احمدیہ تحریک لاہوری نکتۂ نظر سے" کے عنوان سے باندھتا ہے۔ جس میں جماعت احمدیہ لاہور کے تبلیغی مراکز کا ذکر تا او پتہ جات فراہم کرتا ہے تا لوگ وہاں سے مزید معلومات فراہم کر سکیں۔ اگرچہ احمدیہ تحریک نے جس نے حضرت مسیحؑ کے تعلق کشمیر پر مسلسل زور دیا ہے) فاضل موصوف کی تالیف میں پیش آمدہ مشکلات کے حل اور ممکن پیچیدگیوں کے سلجھاؤ میں بڑا اہم اور وسیع کام سرانجام دیا ہے۔ اس کے باوجود وہ لکھتا ہے کہ میری یہ تالیف کوئی احمدی پمفلٹ نہیں ہے بلکہ ان مختلف امور و واقعات کے سلسلہ میں تحقیق و تدقیق کی ذاتی کوشش ہے جو حیات مسیح کے پُر اسرار پہلوؤں پر روشنی ڈالتی اور واضح کرتی ہے۔

اس خوبصورت اور فکر انگیز تحقیقی تصنیف اور دیگر کتب سے حضرت مسیح کے بارے میں جو انکشافات ہو رہے ہیں اور ان کی زندگی کے سربستہ رازوں سے جو پردہ اٹھ رہا ہے وہ جہاں عیسائیت کے باطل عقائد کی قلعی کھول رہے ہیں، وہاں اُن سے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی اس بدیہی شہادت کی صداقت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کسی تحقیق و مطالعہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف اپنے علیم و خبیر اور حیّ و قیوم رب سے الہام پا کر پہلی بار دنیا کو بتایا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کشمیر میں دفن ہیں۔ وہ صلیب پر نہیں مرے بلکہ وہ طبعی عمر پا کر فوت ہوئے ہیں۔ ان کا رفع آسمانی جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا۔ یہ الہام اور اس الہام کی صداقت میں جو تحقیقات اور انکشافات آج ہو رہے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام خدا کے مامور تھے اور اس زمانہ میں بنی نوع انسان کی روحانی فلاح و بہبود کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ وہ انسان کتنا خوش قسمت ہے جو اس مامور الٰہی کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرے اور اس کا ہو کر اس کے مقصد کو پورا کرنے میں لگا رہے۔ اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ ہے اشاعت و تبلیغ اسلام۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو جو اس کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے راستے پر گامزن ہوں اور اللہ پاک اس بندے کے درجات بلند کرے آمین

# میں وہی ہوں جو اصلاح خلق کے لئے وقت پر بھیجا گیا

## کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

**خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا** کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں ہے تو سب کچھ ہیچ ہے ۔ اور اگر وہ باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے ۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعوے کرتا ہے ۔ لیکن قدم صدق نہیں رکھتا ۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے ۔ جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے ۔ اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے ۔ جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں۔ پس اگر تم ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں ۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو ۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی صورت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو ۔ اور تھوڑے ہی دنوں تک تم ہلاک کئے جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خوش ہوگا ۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر با برکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے ۔ اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر با برکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا ۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے ۔ اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے ۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو ۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو ۔ تاکہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے ۔ کینہ پروری سے پرہیز کرو ۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو ۔ نا معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ ۔

یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا ۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا ۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا پھولے گا ۔ اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا ۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے ۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا ۔ وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا ۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی ۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے ۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی ۔ وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے ۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا

# روئداد جلسہ احمدیہ ویمن ایسوسی ایشن

## لندن - یو - کے

{از محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ سیکرٹری}

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ سیکرٹری احمدیہ ووِمن ایسوسی ایشن لندن مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کے اپنے مکتوب میں تحریر فرماتی ہیں کہ: "احمدیہ ووِمن ایسوسی ایشن کی پہلی میٹنگ کی رپورٹ آپکی خدمت میں بھیج رہی ہوں۔ بعد ملاحظہ آپ اسکو اخبار پیغام صلح میں شائع ہونیکے لیے دیدیں۔ نیز اس کا انگریزی ترجمہ کروا کر اخبار لائٹ میں بھی چھپوا دیں۔ شکریہ"

اللہ کے فضل سے تیس اپریل ۱۹۷۸ء کو وہ مبارک دن آ ہی گیا۔ جب ہماری احمدیہ ووِمن ایسوسی ایشن کی پہلی جنرل میٹنگ احمدیہ ہاؤس ووکنگ میں منعقد ہوئی۔ یوں تو ایسوسی ایشن کچھ عرصہ پہلے معرض وجود میں آ گئی تھی اور پریذیڈنٹ - سیکرٹری - خزانچی - سب عہدوں کے لئے ممبر چن لئے گئے تھے۔ نیز ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بھی لے لئے گئے تھے۔ لیکن تیس اپریل (۱۹۷۸ء) کو پہلا جنرل اجلاس ہوا۔ اور ۴ بجے سہ پہر تک کوئی چالیس کے قریب خواتین معہ مرد عزیزوں اور بچوں کے احمدیہ ہاؤس میں جمع ہوگئیں۔

تقریب کا آغاز باجماعت نماز کے بعد تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ جو حضرت ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے فرمائی۔ اس کے بعد بیگم اختر عزیز احمد صاحبہ صدر نے خواتین کو خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ اس ایسوسی ایشن کو بنانے کا تصور بہت عرصہ سے ان کے اور دیگر کئی خواتین کے خیال میں تھا۔ لیکن بعض وجوہ سے اس کی تشکیل میں تاخیر ہوتی رہی۔ گذشتہ موسمِ سرما میں جب وہ پاکستان گئیں تو وہاں کی تنظیم احمدیہ خواتین نے بھی اس خیال کی تائید بہت خوشی سے کی اور یہ کہ بطور ان کی برانچ کے بھی وہ اس کا خیر مقدم دل سے کرتی ہیں۔

پھر صدر صاحبہ نے حضرت ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب سے درخواست کی کہ وہ اسلام میں عورت کے مقام اور اس کے کام پر روشنی ڈالیں۔ ڈاکٹر صاحب کی فاضلانہ تقریر کے بعد خاکسار سیکرٹری نے تمام ممبرز کو مبارک باد دی کہ خدا کے فضل سے آج تنظیم جماعت کے سلسلے میں ان کا شمار بھی ہوگیا۔ اور یہ کہ ہم اب اس کی ابتداء میں ہفتہ میں ایک گھنٹہ خدا کے لئے کام کرکے کریں گے۔ جیسے سلائی - کڑھائی - بُنائی یا مربہ - اچار - چٹنی بنانا جو بھی ہنر کسی کو آتا ہو۔ اور سال بعد اس کی فروخت سے جو آمدنی ہو وہ برائے اشاعتِ اسلام احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کو دی جائے۔ اور کچھ نہ کچھ پمفلٹ کی اشاعت کا کام بھی کیا جائے۔ نیز لندن مشن کے لئے اگر عملی کام اور توجہ کی ضرورت ہو تو ممبرز اپنے آپکو والنٹیئر کے طور پر پیش کریں گی۔

اس کے بعد دعا ہوئی۔ اور بعد اذاں چائے کے ساتھ شیرین نمکین پکوان سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ بعد میں خواتین آپس میں مل کر تبادلۂ خیالات کرتی اور فوٹو لیتی رہیں۔

قواعد و قوانین ایسوسی ایشن حسب ذیل ہیں :—

(۱) چندہ ممبر شپ ایک پونڈ سالانہ - طالبات سے پچاس پنس سالانہ عطیہ جات دلی شکریہ کے ساتھ لئے جائیں گے۔

(۲) ایگزیکٹیو کمیٹی کے ممبرز کی آدھی تعداد کی حاضری تجاویز کی منظوری کے لئے کافی سمجھی جائے گی۔

(۳) ایسوسی ایشن کی ممبر شپ کے لئے احمدی ہونا ضروری ہے۔ لیکن بطور مہمان کے ہر مذہب اور قوم کے افراد کو خوش آمدید کہا جائیگا۔

(۴) احمدیہ جماعت یو۔کے کی طرح اس ایسوسی ایشن کا تعلق بھی احمدیہ جماعت یو۔کے کی وساطت سے مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان سے ہوگا۔

### نام عہدہ داران ایسوسی ایشن

بیگم اختر عزیز احمد صاحبہ (پاکستان) - صدر

مسز عائشہ اسماعیل صاحبہ (گیانا) نائب صدر

بیگم رضیہ فاروقی (پاکستان) سیکرٹری

مسز رفعت سعادت احمد - (پاکستان) خزانچی

### ممبرز ایگزیکٹو کمیٹی

(۱) مسز جمیلہ خان - (ٹرینیڈاڈ) (۵) مسز رشیدہ علی۔ (گیانا)

(۲) مسز ریحانہ اسمٰعیل - (گیانا) (۶) مسز زبیدہ خان - (ٹرینیڈاڈ)

(۳) مسز ماریہ علی - (گیانا) (۷) مسز صبیحہ سعید پاشا - (پاکستان)

(۴) مسز فرزانہ علی - (پاکستان) (۸) مسز شاہدہ عزیز (پاکستان)

### ڈپٹی مشیر

حضرت ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لندن مشن

قارئین کرام سے التجا ہے کہ وہ اس ایسوسی ایشن کی بقا اور استحکام کے لئے دعا فرمائیں۔

---

## دعوتِ عمل

ابوالاسرار رمزی جودھپور (بھارت)

عمل کے واسطے بخشی ہے خالق نے حیات ہمیں + یہ دنیا ہے مہیا کر تو سامانِ نجات اس میں

کر ایسا کام جس سے قوم کا معیار اونچا ہو + بڑھیں علم و ہنر انسان کا کردار اونچا ہو

پھر اپنے کھیت کو سیراب کر زمزم کے پانی سے + اُگیں گے خلد میں پودے تری اس جانفشانی سے

تو اپنے فرض کو پہچان اے مردِ کہستانی + تجھے سونپا گیا ہے دہر میں کارِ جہانبانی

ہر اک قطرہ میں جوشِ زندگی کی شان پیدا کر + پھر اپنے قلزمِ خاموش میں طوفان پیدا کر

پہاڑوں کو ہلا دے بحر کو زیر و زبر کر دے! + ہوا کو روک دے تو بجلیوں کو بے اثر کر دے!!

کمندیں آسماں پر پھینکنے کے ڈھنگ پیدا کر!

تو سورج کی شعاعوں سے ہزاروں رنگ پیدا کر!!

---

## قارئین کرام اصلاح فرمالیں

پیغام صلح مسیح موعود نمبر مجریہ ۱۷ و ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء۔

| مضمون | صفحہ | کالم | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|
| ڈاکٹر سعید احمد صاحب | ۲ | ۱ | ۲۵ | والآخرۃ | وفی الآخرۃ |
| مقالہ | ۳ | ۲ | ۱۱ | کلمۃ | کلمات |
| شکراللہ خان [illegible] صاحب | ۱۴ | ۱ | ۲۴ | یشعرون | تشعرون |
| 〃 | 〃 | ۱ | 〃 | لنبلونك | ولنبلونكم |
| 〃 | 〃 | ۱ | 〃 | سورۃ توبہ | البقرہ ۱۵۳-۱۵۷ |
| 〃 | 〃 | ۱ | ۲۸ | صلوٰۃ | صلوٰت |
| 〃 | 〃 | ۱ | ۳۳ | الحیٰوۃ | الحیٰوۃ الدنیا |
| 〃 | 〃 | ۲ | ۱۳ | ولا اکثر الناس | ولکن اکثر الناس |

ادارہ اس سہوِ کتابت پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

از جناب شیخ نثار احمد صاحب۔ سیالکوٹ

# مسیح موعودؑ کے زمانہ کی علامات اور نشانیاں پوری ہو چکیں اور آنے والا مسیح اپنے وقت پر ظاہر ہو گیا

اس امر پر سب قوموں کا اتفاق رائے ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کا زمانہ چودھویں صدی تھا۔ ۱۹۰۰ء میں امریکن مشن کی کتاب Our Lords Return میں یہ مژدہ سنایا گیا کہ ہم اس وقت مسیح کے زمانہ میں ہیں اور عیسائیوں کے علماء نے لکھا کہ مسیح کی آمد کا زمانہ ۱۸۷۲ء کے بعد شروع ہوگا اور ۱۹۰۰ء کو اس عظیم واقعہ کے لئے نہایت موزوں اور پختہ وقت قرار دیا۔ اور مسیح نے جو اس زمانہ کی نشانیاں یہ بیان فرمائی تھیں کہ قومیں ایک دوسرے کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ سلطنت سلطنت کے خلاف برسرِ پیکار ہوگی۔ غلّے اور خوراک کی قلت ہوگی۔ جگہ جگہ زلزلے آئیں گے۔ وغیرہ۔ احادیث میں بھی اس زمانہ کی علامات بیان ہوئی ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کی کتب میں بھی کلجگ (تاریکی کا دور) کی نشاندہی موجود ہے۔ اور ان کے ایک بہت بڑے عالم نے جو علم نجوم میں بھی دسترس رکھتے تھے لکھا کہ نہکلنکی اوتار امام مہدی دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اس نے اپنی کتاب کا نام چیتونی رکھا جس کے معنے ہیں آگاہ کرنا۔ (warning) اور قرآن میں ارشاد ہوا ہے وما کنّا معذبین حتّٰی نبعث رسولا۔ گو اللہ تعالےٰ کسی کو بغیر حجت کے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا اور خدا کے مامور حجت بالغہ کے لئے ہی مبعوث ہوتے ہیں اور دعوت الی اللہ کا حق ادا کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس زمانہ میں یہ سب نشانیاں پوری ہو چکی ہیں یا نہیں یقیناً ہوئیں اور حضرتِ انسان تو قرآن کے اس فرمودہ من یفسد فیہا ویسفک الدّماء کے یہ جانشین زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا اپنی بدبختی پر مُہر ثبت کر دی ہے۔ عبرت کے کیا کیا مواقع پیدا ہوئے۔ کتنی تباہیوں کا سامنا ہُوا۔ کیا حق کے سامنے گردنیں جُھکی ہیں۔ اس کا جواب الّا ماشاءاللہ نفی میں ہے۔

The world Book Encyclopedia میں لکھا ہے کہ world war I سے پہلے کبھی اتنی عالمگیر جنگ نہیں ہُوئی جس میں قوموں کی اتنی کثیر تعداد شامل ہوئی ہو اور سپاہی جو مارے گئے اور زخمی ہوئے ان کی تعداد 37,000,000 ہے۔ اور سول آبادی میں اموات کی تعداد پچاس لاکھ تھی، اور ان میں ۸۰ فیصدی کی یہ حالت خوراک کی قلت۔ بیماری اور فضا کے مہلک اثرات سے عدم بچاؤ کی وجہ سے تھی۔ Spain میں انفلوئنزا کی وبا سے لاکھوں جانیں تلف ہوئیں۔ اموات کے ساتھ ساتھ زلزلے بھی تھے جو ہراس کا موجب ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں اٹلی میں 30000 نفوس اس کا شکار ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں چین میں 180000 اموات ہوئیں۔ ۱۹۲۳ء میں جاپان میں 143000 لوگ زلزلوں کی نذر ہوئے۔ جنگوں اور ان آفتوں کے بعد اقتصادی بدحالی پیدا ہوئی اور ہر قوم میں بدامنی کی فضا نے جنم لیا جس کے نتیجہ میں دوسری عالمگیر جنگ ہوئی۔ اندازہ لگایا گیا ہے

کہ دو کروڑ بیس لاکھ افراد مارے گئے اور زخمیوں کی تعداد تین کروڑ چالیس لاکھ تھی۔ یہ اعداد و شمار Watch Tower Bible Tract Society نیویارک کے ایک مطبوعہ ٹریکٹ 'The Truth That leads To Eternal life' سے لئے گئے ہیں اور یہ ٹریکٹ دنیا کی ۱۰۱ زبانوں میں 84000000 کی تعداد میں شائع ہُوا۔ جس کے مزید حوالے اس مضمون میں آئیں گے۔

جہاں تک خوراک کی قلت کا سوال ہے آج دنیا کا ½ حصہ فاقہ کشی میں مبتلا ہے۔ کئی حصوں میں قحط کا دور دورہ ہے جس کا ذکر اکثر اخبارات میں آتا رہتا ہے۔ امریکہ سے ایک کتاب ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی جس میں لکھا گیا کہ یہ حالت ایک ہی سمت بڑھ سکتی ہے اور وہ ہے تباہی کی سمت۔ آج اگر یہ قومیں خوراک کی کمی سے دوچار ہیں تو کل شدید قحط میں مبتلا ہوں گی۔ اور اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ۱۹۷۵ء تک سول نافرمانی۔ ملٹری ڈکٹیٹر شپ۔ افراطِ زر۔ مواصلات کی کمی۔ بدامنی کا دور دورہ ہو جائے گا اور آج یہ باتیں صحیح ثابت ہو چکی ہیں۔ اور آخری زمانہ کی پیشگوئی میں لاقانونیت کا بھی ذکر ہے۔

ان نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں کہ لوگ خود پرست ہو جائیں گے اولادوں پر Control نہیں رہے گا۔ خدا کی بجائے خواہشات اور دنیاوی راحتوں کے پرستار ہو جائیں گے۔ نیکی مفقود ہوگی۔ شریر اور شریر ہو جائیں گے۔ اور قرآن پاک نے تو ۱۴۰۰ سو سال پہلے یہ warning ایک مختصر جملے میں دے دی ہوئی ہے۔ ظہر الفساد فی البرّ والبحر۔ اور لوگوں کو ہی اس کا ذمہ دار قرار دیا کہ یہ آپ کی اپنی کرتوتوں کا ہی نتیجہ ہوگا۔

آج اس میں کیا شک باقی رہ گیا ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ دور جرائم۔ منشیات اور VIOLENCE کا دور ہے اور اک خوف کی فضا طاری ہے۔ عام لوگوں میں بھی اور لیڈروں میں بھی۔ مسیح کی آمد کی نشانیاں، تو ساری پوری ہو گئیں لیکن جس کا انتظار تھا وہ تو نہ آیا، ہاں ایک رجلِ عظیم نے ببانگ دہل چار دانگ عالم میں اعلان کیا کہ عیسےٰ علیہ السلام تو طبعی موت سے وفات پا گئے اور مسیح موعود میں ہوں اور مجھے اُمتِ محمدیہ کا فرد ہونے کا فخر حاصل ہے اور امامکم منکم کا وعدہ بھی یہی تقاضا کرتا ہے۔

آپ نے دنیا کو ان آنے والی آفتوں سے ڈرایا لیکن لوگوں نے از راہ تمسخر کہا تو یہ کہ مرزا صاحب کے پاس صرف زلزلے ہی رہ گئے ہیں۔ لیکن یہ علامات تو پہلے سے ہی مقدر تھیں اور آپ خدا سے علم پا کر یہ تبشیریں قبل از وقت بیان کر دیتے تھے اور آپ نے ہر رنگ میں حجت قائم کی۔ آپ نے فرمایا

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمین
صبح کر دے گی اُنہیں مثلِ درختانِ چنار

مضمحل ہو جائیں کے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشان
آسماں حملہ کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار
یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار

کیا یہ یورپ اور جنگِ عظیم کا نقشہ نہیں جو قبل از وقت بیان کیا گیا - اسی طرح زلزلوں کے متعلق آپ کی پیشگوئیاں ہیں۔ خسوف و کسوف کے عظیم الشان نشان کے متعلق آپ نے ۱۶ برس پہلے یہ پیشگوئی فرمائی کہ یہ نشان میری صداقت میں ظاہر ہونے والا ہے اور اس کا وقت بھی بتا دیا۔

کیا کسی کو قدرت کے کاموں کے متعلق کوئی اختیار ہے کہ انکے رُونما ہونے سے پہلے بتا دے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خبر دے اور پھر اس یقین کے ساتھ اعلان کر دیا جائے کہ ایسا ضرور ہو کر رہے گا - آسمان سے نشانوں کی بارش ہوئی اور زمین نے پکار پکار کر گواہی دی کہ :-

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ اس داعی کو مان لینے سے اسلام کی برتری ہے اور اسلام کے واحد مدِّ مقابل کی اس میں زبردست شکست تھی کہ ان کے معتقدات کی بنیادیں گر جاتی ہیں۔ لیکن وہ بھی مخالفین کے ساتھ مل کر عبث انتظار میں شامل ہو گئے۔

حق پرست بھی ہوتے ہیں - اہلِ ہنود کے ایک فاضل عالم کی حق گوئی کی داد دیں جس نے کہا کہ مرزا غلام احمد نے تینوں موعود اوتاروں مسیح۔ کرشن اور مہدی کا دعوے کر کے محمدؐ کی غلامی کا ہی دم بھرا ہے اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے ملا ہے اسی خاتم الانبیاء کی وساطت سے ہی ملا ہے - اس میں جیت تو مسلمانوں کی ہی تھی اور سرداری محمدؐ کی ہی قائم رہتی ہے۔ تو مسلمانوں نے اتنی بڑی کامیابی کو کیوں ٹھکرایا اور اتنے بڑے محسن کی مدد نہ کی - اس کا جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے غلبت علینا شقوتنا - ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی۔

اور جن کے پیچھے چل کر ان کے پیشوا کو آسمان سے لانے کی انتظار میں ہیں ان کی اپنی کتابوں میں تو اس کے برعکس لکھا ہوا ہے - مذکورہ بالا بائبل سوسائٹی کی کتاب :-

The Truth that leads to Eternal life

میں یہ مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں :-

"Jehova God did not leave his son dead in the grave but raised him to life on the third day. He was not given human life again. He was made alive in the spirit." (1 Peter 3:18)

Page 52.

کیسے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ جسمانی زندگی نہیں بلکہ رُوحانی زندگی دی گئی - پھر اس کتاب میں ایک سوال کیا گیا :-

will this be a visible Physical Return? Page 81.

اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے :-

Jesus would not visibly return he himself made clear saying: "A little longer and the world will behold me no more, but you will behold me because I live and you will live" (John 14:19) So christ's return does not mean that he returns as a man to life on earth. P. 81.

گویا عیسٰے علیہ السلام نے اپنی اور حواریوں کی زندگیوں کو ایک ہی سطح پر رکھا ہے اور روحانی زندگی قرار دیا ہے - اور زمین پر واپس آنے کو قطعاً خارج از حقیقت قرار دیا ہے۔

غرض تو تزکیہ نفس ہے جس کا کامل اجر آخرت میں ہے - اور حضرت امام زمان نے بھی لوگوں کو اسی کی طرف متوجہ کیا ہے اور فرمایا :-

"دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی - اس لئے کہ نوعِ انسانی نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور سارے دل اور تمام خیالات اور تمام ہمت سے دنیا پر ہی گر گئے"

اور فرمایا کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے - ایک ایک حرف آپ کی پیشگوئی کا پورا ہوا - فاعتبروا یا اولی الابصار -
اور مذکورہ ٹریکٹ میں انجیل کا یہ حوالہ دیا گیا ہے :-

As Jesus foretold "this good news of the Kingdom will be preached in all the inhabited earth for a witness to all the nations and then the end will come" (Mathew 24:14)

P. 93

اب یہ بھی حقیقت ہے کہ ساری قوموں کے لئے ایک ہی پیغمبر ہوا جو خاتم الانبیاء کہلایا اور اس زمانہ کے امام نے اسی کو پیش کیا اور فرمایا :-

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ **قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں**

"مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔"

کیا یہ اسلام کی تعلیم نہیں اور جو دعاوی اس امام نے کئے ان کی صداقت ظاہر ہو رہی ہے۔ ۱۸۹۰ء میں آپ پر الہاماً ظاہر کیا گیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام در اصل وفات پا چکے ہیں اور ۱۸۹۸ء میں مسیح کے کفن میں دلچسپی کا آغاز ہوا جب اٹلی کے ایک وکیل کسی نہ کسی طرح اس کفن کا فوٹو لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اور آج کم و بیش ۸۰ سال کے بعد یہ تحقیق اس نہج پر پہنچی ہے کہ اس کپڑے کی عمر کی تعین کی جا رہی ہے۔ اور یہ اتنا سنسنی خیز تجربہ ہے کہ ماہر جس نے یہ تجربہ کرنا ہے اس نے بیان دیا ہے کہ اس کفن کے دو ٹوک فیصلہ کا وقت آ گیا ہے۔ ہاں یا نہ کے نتائج بڑے ہولناک اور مہیب ہوں گے۔ اور اس ماہر نے اخباروں کے نمائندوں کو کہا کہ:-

"آپ کے سوالوں سے جان چھڑانے کے لئے ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس Test report کو پیش کرنے کے بعد میں جان سے ہاتھ دھو لوں تاکہ قبل از وقت افشا نہ ہو۔"

بہر حال جس تحقیق کا آغاز ۱۸۹۸ء میں ہوا وہ ۱۹۷۸ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔ ان ۸۰ سالوں میں حیرت انگیز انکشافات ہوئے ہیں۔ جن کی اب توثیق باقی ہے۔ لیکن اس تحقیق کے آغاز سے بھی ۸ سال پہلے پسماندہ گاؤں کے رہنے والے ایک درویش نے اس راز سے پردہ اٹھایا۔ کیا یہ حیرت انگیز نہیں اور خدا کی ہستی کا بڑا زبردست ثبوت نہیں جس نے اپنے بندہ کو اس سے آگاہ کیا اور آپ نے اپنے منصب کے متعلق فرمایا ہے کہ:-

"حجج عقلیہ اور آیاتِ سماویہ اور دعا سے گویا فتنۂ تثلیث اور دہریت کو فرو کرنا ہے اور یہ سب کچھ تدریجاً ہوگا کیونکہ خدا تعالےٰ کے سارے کام تدریجی ہیں کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں۔"

اس دعوے اور تحقیق نے ہمارا ایمان بڑھایا ہے اور مزید انکشافات اس کا موجب ہو گئے۔

واللّٰہ غالبٌ علےٰ امرہٖ ولٰکن اکثر النّاس لا یعلمون۔ کیا سچ ہے۔

اللہ تعالےٰ توفیق بخشے کہ ہم حق کو قبول کرنے والے ہوں۔

وما علینا الا البلاغ

---

مفت روزہ "پیغامِ صلح" خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

---

# حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ بزبانِ شاعر

(۱) پوچھو نہ کچھ خلوص کا موسم کدھر گیا
وہ کاروانِ شوق جہاں سے گذر گیا

(۲) خود غرضیوں کا خول چڑھائے ہوئے ہیں لوگ
میرے شہر میں جذبہ و احساس مر گیا

(۳) اب دیکھئے کہ قافلے والوں کا کیا بنے
ہر ایک دل سے آج وہ عزمِ سفر گیا

(۴) ہر قلب بے سکون ہے ہر روح بے قرار
گرچہ بشر کو دیکھئے تو چاند پر گیا

(۵) اس طرح ریزہ ریزہ ہوئے زندگی کے خواب
آئینہ جیسے ہاتھ سے گر کر بکھر گیا

اس کے لئے یہ رنگِ جہاں کوئی شئے نہیں
جو زندگی کی دھوپ میں جل کر نکھر گیا

(بشکریہ روزنامہ "امن" مجریہ ۱۰ رمئی ۱۹۷۸ء)

# جلسہ یومِ وصال

مورخہ ۱۹ رمئی ۱۹۷۸ء بروز جمعہ مقامی جماعت احمدیہ کے زیرِ اہتمام جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کا یومِ وصال منایا گیا۔ مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اسی موضوع پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور بعد نماز جمعہ مکرم عبدالحفیظ صاحب بٹ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے اپنے رنگ میں حضرت مجددِ زمانؑ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

جلسہ کے اختتام پر مشروبات سے سامعین کی تواضع کی گئی۔

**جامع احمدیہ دار السلام لاہور** میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام حضرت مسیح موعودؑ کے یومِ وصال کے سلسلہ میں مورخہ ۲۶ رمئی ۱۹۷۸ء قبل نماز جمعہ ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس سے مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب اور پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب نے خطاب کیا۔

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ ملفوظات زاہد منجوعہ نے پڑھ کر سنائے۔ مکرم جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اسی موضوع پر خطبہ ارشاد فرمایا۔

بعد نماز جمعہ حاضرین کی ٹھنڈے مشروبات سے تواضع کی گئی۔

تقاریر موصول ہونے پر بعد میں شائع کر دی جائیں گی۔

---

**بقیہ** از صفحہ ۹

(۸) عالما فزا ... روز و کسب باہم فسانہ از جوشِ نفس
زاہداں غافل سراسر از ضرورتہائے دیں

(۹) ہر کسے از بہرِ نفسِ دون طرفے گرفت
طرفہ دیں خالی شد و ہر دشمنے جست از کمیں

(۱۰) ایں دو فکر دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

(۱۱) اے خدا زود آ و بر ما آب نصرتہا ببار
یا مرا بردار یا رب زیں مقامِ آتشیں

ہمارے دوست کے لئے مقامِ غور و فکر ہے۔ (باقی باقی)

مکرم جناب چوہدری شکر اللہ خان منصور ایڈووکیٹ

# میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعویٔ ماموریت من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں

(قسط نمبر ۲)

<u>تیسری وجہ</u> مامور ربانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی معرکۃ الآراء عظیم و بے نظیر کتاب "براہین احمدیہ" میں مندرجہ ان علمی و عقلی دلائل جو صداقت اسلام کے اثبات اور غیر الاسلام ادیان و مذاہب کی تغلیط و تردید میں تھے مخالفین اسلام میں سے کوئی شخص ان کا جواب نہ دے سکا۔ دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ حسب اصول منصفانہ ؎

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ ہدیٰ یہی ہے

یہ مخالفین اسلام حق کو قبول کر کے ناحق کو چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔ لیکن ان لوگوں نے بباعث ضد و تعصب دینِ اسلام کی بلا دلیل تکذیب اور اپنے دینِ باطل کی بلا وجہ تصدیق پر اصرار جاری رکھا تو حضرت اقدس مرزا صاحب نے انہیں ایک اور طریق فیصلہ کی طرف دعوت دی۔ جسے آپ نے "خدائی فیصلہ" کے اسم سے موسوم کیا۔ خدائی فیصلہ کی یہ دعوت بذریعہ ایک اشتہار بعنوان

"اللہ اکبر ضربت الذلۃ علیٰ کل مخالف"

دی گئی۔ جس میں جملہ پادریوں۔ ہندوؤں۔ آریوں۔ برہموؤں۔ سکھوں، دہریوں نیچریوں وغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :۔

"چونکہ اس زمانہ میں مذاہب مندرجہ عنوان تعلیم قرآن کے سخت مخالف ہیں اور اکثر ان کے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے اور قرآن شریف کو ربانی کلام تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے رسول کریم کو مفتری اور ہمارے صحیفہ پاک کتاب اللہ کو مجموعہ افتراء قرار دیتے ہیں اور ایک زمانہ دراز ہم میں اور ان میں مباحثات میں گذر گیا اور کامل طور پر ان کے تمام اعتراضات کا جواب دے دیا گیا اور جو ان کے مذاہب اور کتب پر اعتراضات عائد ہوتے ہیں وہ شرطیں باندھ باندھ کر ان کو سنائے گئے اور ظاہر کر دیا گیا کہ ان کے مذہبی اصول اور عقاید اور قوانین جو اسلام کے مخالف ہیں کیسے دور از صداقت اور جائے ننگ و عار ہیں مگر پھر بھی ان صاحبوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور نہ اپنی شوخی اور بدزبانی کو چھوڑا آخر ہم نے پورے پورے اتمام حجت کی غرض سے یہ اشتہار آج لکھا ہے۔"

(منسلکہ آئینہ کمالات اسلام)

مقصدِ اشتہار کے اس بیان کے بعد آپ نے تحریر فرمایا:۔

"صاحبو! تمام اہلِ مذاہب جو جزا سزا کو مانتے ہیں اور بقاء روح اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ صدہا باتوں میں مختلف ہیں مگر اس کلمہ پر سب اتفاق رکھتے ہیں جو خدا موجود ہے۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسی خدا نے ہمیں یہ مذہب دیا ہے اور اسی کی یہ ہدایت ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے اور کہتے ہیں کہ اس کی مرضی پر چلنے والے اور اس کے پیارے بندے صرف ہم لوگ ہیں اور باقی سب مورد غضب اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالےٰ سخت ناراض ہے پس جبکہ ہر ایک کا دعوےٰ یہ ہے کہ میری راہ خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہے اور مدارِ نجات و قبولیت فقط یہی راہ ہے و بس ......... تو پھر فیصلہ نہایت آسان ہے اور ہم اس کلمہ مذکورہ میں ہر ایک صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں ہمارے نزدیک بھی یہ سچ ہے کہ سچے اور جھوٹے میں اسی دنیا میں ایسا مابہ الامتیاز قائم ہونا چاہیئے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہو۔" (اشتہار مذکور)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر مذہب کا دعوےٰ ہے کہ مدارِ نجات و قبولیت وہی مذہب ہے اور اسی پر چلنے والے بندے مقبولِ خدا ہیں۔ اور سب کے سب مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے بعض پیشواؤں اور مقتداؤں کو نجات و فلاح یافتہ اور خدا کے مقبول بندے قرار دیتے ہیں۔ پھر اس دعوےٰ کا ثبوت کیا اور کیونکر ہو۔ وہ مابہ الامتیاز کیا ہو جو سچ اور جھوٹ کے درمیان نمایاں فرق و تمیز قائم کر کے ایک کو یقینی طور پر سچا اور دوسروں کو قطعی طور پر جھوٹا ثابت کر دے یہ مابہ الامتیاز صرف ایک ہی ہے جو قول فیصل یا فیصلہ کن معیار کا حکم رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص جس سے پیار کرتا ہے۔ اسے اپنی محبت اور قبولیت سے نوازتا ہے۔ اور محبت و قبولیت سے نوازنا یہ ہے کہ وہ

(ا) اس مقبول کی تائید و حمایت کرتا ہے
(ب) اس کے ساتھ ہمکلام بھی ہوتا ہے
(ج) اس کی باتیں بھی مانتا ہے۔

ورنہ نجات و قبولیت کا سوا اس کے اور کوئی ثبوت ممکن نہیں۔ لہذا حضرت اقدس مرزا صاحب نے تحریر فرمایا :۔

"سو یہ طریق نظری ہے اور نہایت بدیہی جو دیہات کے ہل چلانے والے اور جنگلوں کے خانہ بدوش بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں یہ ہے کہ اس جنگ و جدل کے وقت میں جو تمام مذاہب میں ہو رہا ہے اور اب کمال کو پہنچ گیا ہے اسی سے مدد طلب کریں جس کی راہ میں یہ جنگ و جدل ہے جبکہ خدا تعالےٰ موجود ہے اور درحقیقت اسی کے بارے میں یہ سب لڑائیاں ہیں تو بہتر ہے کہ اسی سے فیصلہ چاہیں۔"

(اشتہار مذکور)

پھر خود اپنا دعوےٰ پیش کرتے ہوئے فرمایا :۔

"اب واضح ہو کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور دوسرے مذاہب کو سراسر باطل اور دروغ کا پتلا خیال کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلےٰ مرتبہ

مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دُعاؤں کا مجھے حاصل ہُوا ہے کہ بجز سچے نبی کے پَیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دُعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مل نہیں سکتا اور کلام الٰہی جو دوسرے ظنّی طور پر اس کو مانتے ہیں مَیں اس کو سُن رہا ہُوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دُنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ

**بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو مِلا ہے۔** اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔"

(اشتہار مذکور)

پھر یہ دعوےٰ بیان کر کے سب مخالفین اسلام کی حتمی خدائی فیصلہ کے لئے دعوت مقابلہ دیتے ہوئے لکھا:۔

"اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے۔ اس کے لئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر **وہ امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دُعاؤں کے قبول ہونے میں** میرا مقابلہ کر سکا تو مَیں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کر دوں گا یا جس طور سے اس کی تسلّی ہو سکے اس طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلّی دُوں گا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ مَیں ہرگز فرق نہ کروں گا اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں۔ مَیں دِل سے چاہتا ہُوں اور اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ مَیں سچ کہتا ہُوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے مَیں اس کو قبول کر لُوں گا۔ مَیں ہرگز عذر نہ کروں گا۔ اگر مَیں جھُوٹا ہُوں تو بہتر ہے کہ کسی سزا سے ہلاک کیا جاؤں اور اگر مَیں سچّا ہُوں تو چاہتا ہوں کہ کوئی ہلاک شدہ میرے ہاتھ سے بچ جائے"

(اشتہار مذکور)

پھر عیسائی پادریوں کو مقابلہ پر اُٹھ کھڑے ہونے کے لئے اُکساتے اور غیرت دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"اے حضرات پادری صاحبان جو معزز اور ممتاز ہو آپ لوگوں کو اللہ جلشانہٗ کی قسم ہے۔ جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرّہ اس صادق انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسٰے مسیح ہے تو مَیں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ ..... اگر حق تمہارے ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہی ہے تو پھر تمہاری فتح ہوگی اور اگر وہ خدا نہیں ہے اور ایک عاجز و ناتواں انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالےٰ میری سُنے گا اور میرے ہاتھ پر وہ امر ظاہر کر دیگا جس پر آپ لوگ قادر نہیں ہو سکیں گے"

(اشتہار مذکور)

اور بغرض اتمام حجّت مزید فرمایا:۔

"اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں موجود نہیں ہیں تو آؤ اسلام لانے کی شرط پر یکطرفہ خدا تعالےٰ کے کام دیکھو۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیشرو اور اپنی قوم میں معزز تر شمار کئے جاتے ہیں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل پر آوے اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کرے کہ مَیں کوئی ایسا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا ایمان لے آؤں گا اور اسلام قبول کر لوں گا۔ مجھ سے کسی نشان کے دیکھنے کی درخواست کریں اور چاہیئے کہ اپنے وعدہ کو بہ ثبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنی چار عیسائی چار مسلمان اور چار ہندو مؤکد بہ قسم کر کے بطور اشتہار کے چھپوا دیں اور ایک اشتہار مجھ کو بھیجدیں اور اگر خدا تعالیٰ کوئی عجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو بلا توقف اسلام کو قبول کر لیویں اور اگر قبول نہ کریں تو پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ مَیں اپنے خدا سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبال نازل کرے جیسے جذام یا نابینائی یا موت اور اگر یہ دُعا منظور نہ ہو تو پھر بھی مَیں ہر ایک تاوان کا جو تجویز کی جائے سزاوار ہوگا۔" (اشتہار مذکور)

اقتباس بالا میں عیسائیوں کا ذکر تھا آریوں سے کہا:۔

"یہی شرط حضرات آریہ صاحبان کی خدمت میں بھی ہے اور اگر وہ اپنے وید کو خدا تعالےٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور ہماری پاک کتاب کلام اللہ کو انسان کا کلام خیال کرتے ہیں تو وہ مقابل پر آویں اور یاد رکھیں کہ وہ مقابلہ کے وقت نہایت رُسوا ہوں گے۔ ان میں دہریت اور بے قیدی کی چالاکی سب سے زیادہ ہے مگر خدا تعالےٰ ان پر ثابت کر دے گا کہ میں ہُوں۔ اور اگر مقابلہ نہ کریں تو یکطرفہ نشان بغیر کسی بیہودہ شرط کے مجھ سے دیکھیں اور میرے نشان کے منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اگر ایسا آریہ جس نے کوئی نشان دیکھا ہو بلا توقف مسلمان نہ ہو جائے تو میں اس پر بد دُعا کروں گا اور اگر وہ ایک سال تک جذام یا نابینائی یا موت کی بلا میں مبتلا نہ ہو تو ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے مَیں تیار ہوں۔"

(اشتہار مذکور)

عیسائیوں اور آریوں کے علاوہ دیگر مذاہب والوں کو بھی یہی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اور باقی صاحبوں کے لئے بھی یہی شرائط ہیں۔ اور اگر اب بھی میری طرف منہ نہ کریں تو اُن پر خدا تعالیٰ کی حجت پُوری ہو چکی۔" (اشتہار مذکور)

خُدائی فیصلہ کی اس پُرہیبت دعوت مقابلہ نے مخالفین اسلام کی سب قیل و قال اور زبانی جمع خرچ پر پانی پھیر دیا۔ واقعات شاہد ہیں اور خدا گواہ ہے۔ کہ ان میں سے کوئی ایک فرد بھی حسب اشتہار میدان مقابلہ میں اترنے کی جُرأت نہ کر سکا اور نہ یکطرفہ نشان کے مطالبہ کی ہمّت پا سکا۔ دین اللہ اسلام پر باطل ادیان و مذاہب کی موج در موج حملہ آور افواج کی گھٹاؤں سے مطلع صاف ہو گیا۔ صداقتِ اسلام

کا نور اپنی کمال آب و تاب کے ساتھ چمکنے لگا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی فتح و کامرانی کے جھنڈے بلند سے بلندتر ہو کر لہرانے لگے۔ قرآن کریم کی سچائی اور عظمت ہر ایک پر روشن ہو گئی۔ خدائی فیصلہ کی یہ دعوتِ مقابلہ ایک معجزہ تھا جس کا ذکر حضرت اقدس مرزا صاحب نے بالفاظِ ذیل فرمایا تھا:۔

" اب اے مسلمانو سنو اور غور سے سنو کہ اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے جس قدر پیچیدہ افتراء اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُرمکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے اس راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچین قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کاروائیاں کہ جب تک ان کے سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُر زور ہاتھ نہ دکھائے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس و گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالےٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا۔ اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے۔" (رسالہ فتح اسلام)

خدائی فیصلہ کی دعوتِ مقابلہ کا یہ معجزہ وہ آسمانی پتھر تھا جس نے نہ صرف سحرِ فرنگ کو توڑا بلکہ اس سحر کے کاسہ لیس تمام مذاہب اور تحاریک کے جادو کو چکنا چور کر دیا۔ کس قدر یقین خیز اور ولولہ انگیز حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا وہ کلام ہے جو آپ نے دُنیا کے جملہ مذہبوں کے پیروکاروں کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرمایا:۔

ے ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اور یہ
اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
دنیا کی سب دُکانیں ہم نے ہیں دیکھی بھالیں
آخر ہوا یہ ثابت دارالشفا یہی ہے

دنیا میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے ہرگز
پی لو تم اس کو یارو آبِ بقا یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

صداقتِ اسلام اور اپنی سچائی پر کس بلا کا یقین اور کس غضب کا ایمان ہے۔ آپ کا ہر ارشاد بالکل سچ ہے کہ:۔

" سو اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔" (فتح اسلام)

اور اس معجزہ نے الحاد و دہریت کے اس زمانہ میں دین اللہ اسلام کی صداقت پر خود اس زمانہ کے لوگوں کے ہاتھوں آسمانی مہرِ تصدیق ثبت کرا دی۔ ہمارے عزیز و محترم دوست انصافاً سوچیں اور غور کریں۔ کیا خدمتِ اسلام کا یہ کارنامہ عظیم و عدیل کسی مولوی یا مولانا۔ کسی عالم یا علامہ کسی مفتی یا قاضی اور کسی پیر یا سجادہ نشین کا کام ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اور کیا اپنی سچائی اور کامیابی پر یہ اٹل یقین اور محکم ایمان کسی مفتری کے دل میں قائم ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ کام یہ یقین اور ایمان صرف ایسے شخص سے ظہور میں آ سکتا ہے جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ ہو اور وہ مامورِ خدا ہو۔ اس کے خلاف دُنیا جہان کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ لہٰذا میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعویٰ ماموریت من اللہ میں سچا ماننے پر خود کو مجبور پاتا ہوں۔

**چوتھی وجہ** قرآن کریم میں ارشادِ الٰہی ہے:۔

(ا) ان الدین عند اللہ الاسلام۔ یعنے اللہ کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔

(ب) ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ۔ یعنے غیر اسلام کسی دین کی پیروی خدا کو مقبول نہیں۔

(ج) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنے اگر اللہ کے محبوب بننا چاہتے تو میری (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی) اتباع کرو۔ اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف سے قرآن کریم میں یہ تین دعوے لوگوں کے سامنے رکھے گئے ہیں۔

(۱) اللہ تعالےٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔
(۲) اسلام کے سوا کسی اور دین و مذہب کی پیروی اللہ تعالےٰ قبول نہیں کرتا۔
(۳) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا محبوبِ خدا بن جاتا ہے۔

لیکن جیسا کہ ظاہر ہے تمام دیگر مذاہب کے پیروکار بھی دعوے اپنے پیشواؤں کے متعلق کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح یہ یقین اور تسلی ہو اور کیونکر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچے کہ قرآن کریم میں مندرجہ دعوے سچے اور دیگر مذاہب کے یہ دعویٰ باطل ہیں۔ مولویوں، پادریوں اور پنڈتوں کی ظن و قیاس پر مبنی دلیل آرائی یقین خیز اور اطمینان بخش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ازل سے ہر مذہب کا پیروکار اپنے اپنے حق میں ظنی اور قیاسی دلیلوں کا انبار لئے پھرتا ہے۔

دوم — سائنسی علوم — مادہ پرستانہ فلسفہ اور مغربی تہذیب و تمدن کے باعث موجودہ زمانہ میں طبائع انسانی یقین و ایمان کے لئے تجربہ و مشاہدہ کو چاہتی ہیں۔

سوم — پرانے واقعات کے قصے اور کہانیاں موجودہ زمانہ کے انسانوں کے لئے بے اثر اور بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں۔

کیونکہ ہر مذہب کے پیروکاروں نے ایسے قصے اور کہانیاں بنا رکھی ہیں۔ اسی وجہ سے اس زمانہ کے لوگوں کا مسلم ہوں یا غیر مسلم خدا کی ہستی پر ایمان متزلزل اور دین کی سچائی سے برگشتہ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ ان کے اعمال و افعال سے ظاہر ہے۔ اس لئے حق و باطل میں تمیز و تفریق اور قرآنی دعووں کی سچائی پر یقین و ایمان پیدا کرنے کے لئے زمانہ حال کسی تازہ معجزہ کو چاہتا تھا۔ یہ تازہ معجزہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود نے مہیا کر دیا :—

"اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے" (فتح اسلام)

اس معجزہ نے قرآنی دعووں کی صداقت دیگر مذاہب کے دعووں کی بطالت پر یقین و ایمان کو علم الیقین سے عین الیقین پر اور عین الیقین سے اٹھا کر حق الیقین پر پہنچا دیا۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ۔ آپ نے قرآن کریم کے دعووں کی حقیقت کے ثبوت میں اور غیر الاسلام ادیان و مذاہب کے دعووں کے ابطال میں جس یقین و ایمان، شجاعت، قوت اور استقامت سے خود کو جملہ مخالفین بالخصوص عیسائی پادریوں کے سامنے پیش کیا قابلِ ملاحظہ ہے :—

"میں پھر ہر یک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دینِ حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جن سے ہمارے نابینا علما بے خبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذاہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ

قرآن شریف

اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے جو موسےٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسےٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے اور اسی کامل انسان پر علومِ غیب کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذاہب مردے اُن کے خدا مردے اور خود وہ تمام پیرو مردے ہیں اور خدا تعالےٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں ہرگز ممکن نہیں!

اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے۔ اور مردار کھانے میں کیا لذت!! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسےٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا آج وہ

## ایک مسلمان

کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ کیا ایک مردہ کفن میں لپیٹا ہوا؟ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مشتِ خاک۔ کیا یہ مردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرہ آؤ! ہاں لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور اس سڑے گلے خدا کو میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو" (ضمیمہ انجام آتھم)

مخالفین اسلام بوجہ باطل پرست ہونے کے وہ جرأت و جسارت کہاں سے لاتے جو اس معجزہ کے سامنے آتے بلکہ مقابلہ سے گریز کر کے قرآنی دعووں کی سچائی پر یقین کو پختہ اور ایمان کو محکم کر دیا۔ ان میں سے بعض نے چاہا کہ شوخی اور بد زبانی میں اضافہ کر کے اس معجزہ کے اتمام کو زائل کر دیں مثلاً پنڈت لیکھرام پشاوری۔ عبداللہ آتھم امرتسری اور ایگزینڈر ڈوئی آف امریکہ مگر ذلت و خواری کے ساتھ ہلاک ہو کر قرآن کریم کی حقیت اور حضرت مرزا صاحب کی سچائی کے ابدی نشان بن گئے۔ آپ کا یہ ارشاد بلاشک بیانِ حقیقت ہے ؎

مے درخشم چوں قمر تابم چوں قرص آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند

پس ہمارے معزز و محترم دوست غور کریں تو انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں جھوٹا قرار دینا گویا قرآن کریم کے دعووں کی سچائی کے ایسے کامل ثبوت سے ہاتھ دھونا ہے جس کی تردید کرنے سے تمام غیر الاسلام ادیان و مذاہب کے پیروکار عاجز و قاصر ہیں۔ اور جس کا بالفاظ دیگر یہ مطلب ہوگا کہ یقین کو ظن کے ساتھ۔ ایمان پختہ کو تذبذب کے ساتھ اور حقیقت کو محض گمان و قیاس کے ساتھ بدل دیا جائے۔ میرے نزدیک ایسا کرنا عقل و خرد اور حق و راستی کے منافی ہے لہذا میں آپ کو اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچا ماننے پر مجبور ہوں۔ میں کیونکر اسے جھوٹا سمجھوں جس نے کہا :—

؎ مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

اور جس کا درد مند دل اپنے زمانہ کے اہلِ اسلام کی حالت پر یوں نوحہ خواں ہوا :— ؎

(۱) مے سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں
بر پریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمیں

(۲) دینِ حق را گردش آمد صعبناک و سہمگیں
سخت شورے اوفتاد اندر جہاں از کفر و کیں

(۳) آنکہ نفسِ اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب
مے تراشد عیبہا در ذات خیر المرسلیں

(۴) آنکہ در زندانِ ناپاکی ست محبوس و اسیر
ہست در شانِ امامِ پاکبازاں نکتہ چیں

(۵) تیر بر معصوم میبارد خبیث بد گہر
آسماں را مے سزد گر سنگ بارد بر زمیں

(۶) ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدیں

(۷) مردمِ ذی مقدرت مشغول عشرتہائے خویش
خرم و خنداں نشستہ با بتانِ نازنیں

(باقی برصفحہ ۵ کالم ۲ دیکھئے)

(از مکرم جناب چوہدری محمد انور ملتھی صاحب - لاہور)

# اسلام کی ترقی اور اس کا دیگر ادیانِ عالم پر غلبہ اب جماعت احمدیہ لاہور کے لٹریچر سے وابستہ ہے خدا اس کی تائید میں اپنا قوی ہاتھ دکھانے کو ہے۔

قرآن کریم میں جہاں بہت سی ایسی خوبیاں اور کمالات ہیں کہ یہ فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہے۔ اپنے اندر شامل مضامین کو جامع اور اکمل رنگ میں پیش کرتا ہے۔ ہدایت دینے میں بے نظیر ہے اور دعوےٰ رکھتا ہے کہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں اس جیسی ایک سورت بنا سکے، وہاں یہ وصف بھی اس کو حاصل ہے کہ بے شمار پیشگوئیاں قیامت تک کے لئے اس میں موجود ہیں

ان پیشگوئیوں میں سے بہت سی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں پوری ہو گئیں جبکہ کئی کی صداقت سینکڑوں سال بعد ظاہر ہوئی۔ کچھ پیشگوئیاں ایسی بھی ہیں جن کے ظہور کا زمانہ سلف صالحین نے بالاتفاق مسیح اور مہدی کا زمانہ قرار دیا ہے۔ جس کی بابت لکھا ہے کہ اسلام اس دور میں بڑی ترقی کرے گا اور دیگر ادیان عالم پر اسے غلبہ نصیب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور پر اس طرح فخر اور انبساط کا اظہار فرمایا ہے:—

"میری اُمت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس کی ابتداء میں میں خود ہوں اور اس کے آخر میں مسیح"

بہت سے لوگوں کے نزدیک مسیح اور مہدی الگ الگ شخصیتیں ہیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا مھدی الا عیسیٰ (یعنی عیسےٰ ہی مہدی ہیں) فرما کر اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ اس حدیث کی تصدیق حضرت نعمت اللہ ولیؒ کے ایک شعر سے بھی ہوتی ہے۔ جو یوں ہے۔ ؎

مہدیٔ وقت و عیسےٰ دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم

خاکسار اس مضمون میں قرآن کریم کے دو ایسے مقامات کا ذکر کریگا جہاں پر ایک ہی مفہوم کی ان پیشگوئیوں کو بیان کیا گیا ہے جو مسیح و مہدی کے وقت میں آنے والی تبدیلی کے متعلق ہیں۔ سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:—

"یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب ؕ کما بدانا اول خلق نعیدہ ؕ وعدًا علینا ؕ انا کنا فعلین ۝ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون ۝ (الانبیاء ۲۱ - ۱۰۴ - ۱۰۵)

ترجمہ:— جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جس طرح تحریروں کا طومار لپیٹ لیا جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے پہلی پیدائش شروع کی اسے پھر بنائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے۔ ضرور ہم یہ کرنے والے ہیں اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے۔"

آسمان کو لپیٹنے سے مراد انقلاب عظیم ہے اور کما بدانا اول خلق نعیدہ سے بظاہر قیامت ہے۔ لیکن اس سے اس انقلاب عظیم کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے جب کفر کی صف لپیٹ کر اس کی جگہ حق کو قائم کیا جائے گا جیسا کہ نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں) ملک عرب میں دیکھا گیا۔ اس اشارہ کو اس آیت میں کھول کر بیان کیا گیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ زمین کے وارث اس کے صالح بندے ہوں گے۔ الارض سے مراد تمام زمین بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث نبویؐ ہے:—

"ان ربی زوی لی الارض فاریت مشارقھا و مغاربھا و ان تلک امتی سیبلغ ما زوی لی منھا و اعطیت الکنزین الاحمر و الابیض۔

میرے رب نے زمین کو میرے لئے سکیڑ دیا اور اس کی مشرقی اور مغربی زمینیں مجھے دکھائی گئیں اور میری اُمت کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے دکھائی گئی اور مجھے دو خزانے دیئے گئے۔ ایک سُرخ اور ایک سفید۔ سُرخ خزانے سے مشرقی اقوام اور سفید خزانے سے مغربی اقوام جو سفید رنگ کی ہیں مراد ہیں جو اسلام میں داخل ہوں گی۔ اس میں صاف بشارت ہے۔ کہ جس طرح مشرق میں اسلام پھیلا مغرب میں بھی پھیلے گا۔

ایک اور سورۃ التکویر میں ارشاد ہوتا ہے:—

"اذا الشمس کورت ۝ و اذا النجوم انکدرت ۝ و اذا الجبال سیرت ۝ و اذا العشار عطلت ۝ و اذا الوحوش حشرت ۝ و اذا البحار سجرت ۝ و اذا النفوس زوجت ۝ و اذا الموءدۃ سئلت ۝ بای ذنب قتلت ۝ و اذا الصحف نشرت ۝ و اذا السماء کشطت ۝ و اذا الجحیم سعرت ۝ و اذا الجنۃ ازلفت ۝ (التکویر ۸۱ - ۱ تا ۱۳)

ترجمہ:— جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور دریا خشک کر دیئے جائیں گے اور جب لوگ باہم ملا دیئے جائیں گے اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کس گناہ پر قتل کی گئی اور جب صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی اور جب بہشت قریب لائی جائیگی۔

ان آیات میں بہت سے امور غیبی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ سورج کی تکویر اور ستاروں کا جھڑ جانا اس نظام عالم کا درہم برہم ہونا ہے۔ مگر مجازاً اس سے مراد نظام روحانی میں ایک خلل عظیم کا واقعہ ہونا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں علم اُٹھا لیا جائے گا اور تاروں کا جھڑ جانا اصحابی کالنجوم کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی علمائے دین کی حالت خراب ہو جائے گی۔ سورج کے لپیٹ لئے جانے اور تاروں کے جھڑ جانے میں پہلے نظام روحانی کی صف کا لپیٹ لیا جانا اور اس کی جگہ نیا نظام قائم کیا جانا مراد ہے۔ جس کے نشانات یہ ہوں گے کہ پہاڑ چلا دیئے جائیں گے۔ یعنی ایسے بڑے بڑے لوگ جو دین کی ترقی میں روک بنتے ہوں گے۔ راستہ سے ہٹا دیئے جائیں گے۔ اونٹنیاں بے کار کر دی جائیں گی یعنی سواری کے لئے تیز رفتار گاڑیاں ایجاد ہو جائیں گی۔ وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔ آج کل مختلف ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں چڑیا گھر جو بنے ہوئے ہیں وہاں وحشیوں کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ دریا خشک کر دیئے جائیں گے اس سے موجودہ زمانے کے ہیڈ ورکس اور عظیم ڈیموں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جن کے ذریعہ انسان نے دریاؤں کے پانی کو زمینوں کی آب پاشی کے لئے

اپنی مرضی کے رُخ پر ڈال دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں دریاؤں کے پُرانے راستوں پر پانی نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے۔

لوگ باہم ملا دیئے جائیں گے۔ اس سے دنیا کے ذرائع رسل و رسائل اور مواصلات کے نظام میں ترقی مراد ہے۔ جس کی بدولت دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں۔ اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کس گناہ پر وہ قتل کی گئی۔ اس سے جہاں ایسی رسوم کا مٹایا جانا مراد ہے۔ جن میں انسان کو بے گناہ مارا جاتا ہو وہاں اس سے ۱۹۷۴ء کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود معلوم ہوتا ہے۔ جب ایک جماعت[1] کا روحانی رنگ میں قتل ہُوا جس کے نتیجہ میں اس کی تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں سرگرمیاں متاثر ہوئیں۔ جب صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے سے مطلب یہ ہے کہ اخباروں رسالوں وغیرہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوگی جس سے مختلف قسم کے علوم کی ترقی میں مدد ملے گی۔

آسمان کی کھال اتارنے کے معنے ہیں اس زمانے میں حقائق کا انکشاف ہوگا۔ دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ یعنی انسان میں حرص و ہوا بہت بڑھ جائے گی۔ اور بہشت قریب لائی جائے گی سے مراد وہ تبدیلی ہے جو انسانی طبائع میں حرص و ہوا کے نتائج دیکھ کر آئے گی۔

سورۃ الانبیاء اور سورۃ التکویر کی مذکورہ بالا آیات میں جس انقلاب عظیم کی خبر دی گئی ہے۔ اس کی تائید میں مجدد صدی چہاردہم حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ؒ (جنہوں نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا بھی دعوےٰ کیا) مختلف تحریرات ہیں جو ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

"میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان نہ رہ گیا ہو۔

اس اثناء میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کی رُوح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرّہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان ہو گئی تھی۔ میرے ربّ نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ بالکل اس میں محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوّت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی اُلوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزّت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطانِ جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنّا باقی رہی میری اپنی عمارت گر گئی اور ربّ العٰلمین کی عمارت نظر آنے لگی۔ اور اُلوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اس کی طرف کھینچا گیا پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا جس میں کوئی میل نہیں تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس میں اس شئے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے۔ اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے۔ اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ اُلوہیت میرے رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا اور اللہ تعالےٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضاء میرے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے اعضاء ہیں اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہُویّت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب میرا کوئی شریک اور منازع روک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالےٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب اور تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں ......."

(کتاب البریہ۔ صفحہ ۷۸-۷۹)

"ایک کشفی رنگ میں میں نے دیکھا کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے۔ اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعوےٰ کیا حالانکہ اس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا

---

[1] بعض اوقات رؤیا میں ایک قوم یا گروہ کو عورت یا بچّی کی صورت میں متشکل کر کے بھی دکھایا جاتا ہے۔ عرصہ ہوا خاکسار نے ایک رؤیا میں دیکھا سات آٹھ سال عمر کی بیس پچیس لڑکیاں ایک جگہ اکٹھی ہوئی ہیں۔ خاکسار خیال کرتا ہے۔ یہ آپس میں مل کر کھیلیں گی مگر وہ بجائے کھیلنے کے آسمان کی طرف دیکھنا شروع کر دیتی ہیں اور پھر مسلسل دیکھے جاتی ہیں ان کے چہروں سے اضطراب اور پریشانی ٹپکتی ہے۔ ایک ان لڑکیوں میں سے علیحدہ ہو کر اور نظریں نیچی کر کے قریب ایک کنوئیں کی طرف بڑھتی ہے۔ وہ کنوئیں کے کنارے جھک کر اس کے اندر جھانکنا چاہتی ہے۔ خاکسار نے اس موقعہ پر اسے ڈانٹا ہے۔ اور پیچھے ہٹ جانے کو کہا ہے۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئی ہے۔ اس رؤیا میں بچیوں کی صورت میں مختلف اسلامی ممالک کی اقوام کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا گیا۔ اقوام اسلامی ممالک گوناگوں مسائل سے دوچار ہیں۔ ان مسائل کے حل کے سلسلہ میں دنیا کی موجودہ بڑی بڑی طاقتوں کے رویے کا انہیں تجربہ ہو گیا ہے۔

ان بڑی طاقتوں کے رویّہ سے بدظن ہو کر اب وہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل کی طرف نظریں اُٹھائے ہُوئے ہیں۔ وہ بچّی جو کنوئیں کی طرف بڑھی ہے وہ پاکستانی قوم کی موجودہ حالت کی ترجمانی کرتی ہے کنوئیں سے مراد گمراہی و تباہی ہوتی ہے۔ جس سے بچنے کی سبیل خدا تعالےٰ نے پیدا کر دی ہے۔ اس کی وضاحت آگے آئے گی۔

[2] اگر کوئی دیکھے کہ وہ خدا بن گیا ہے، تو اس کی تعبیر ہوگی کہ اس شخص کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت ملی۔

کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔" (چشمۂ مسیحی صفحہ ۵۸ ۔ حاشیہ)

" میں ہر دم اسی فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے ۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے ........ میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولا اور میرا قادر و توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے ۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے ۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مریگا خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسٰے اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں ۔ سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی معبودانہ زندگی کو موت کا مزا چکھا دے ۔ سو اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں ۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا ۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور باقی وہی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہوں گے اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں ۔

قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ[1] کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے وہ وقت قریب ہے ۔ کہ خدا کی سچی توحید جسکو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی ۔"

(الاشتہار مستعیناً بوحی اللہ القہار ۔ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

" و اجعل لی غلبۃً فی الدنیا والدین " (الہام)

ترجمہ :۔ اور دُنیا اور دِین میں مجھے غلبہ دے ۔

" و اوحٰی الیّ ربّی و وعدنی انّہٗ سینصرنی حتّٰی یبلغ امری مشارق الارض و مغاربہا و تتموّج بحور الحق حتّٰی یعجب النّاس حباب غواربہا ۔"

(لجۃ النّور صفحہ ۶۷)

---

[1] اب سے سات آٹھ ماہ قبل خاکسار نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ ایک تلوار آسمان پر ظاہر ہوئی ہے جس کا کوئی دستہ یا ہتھیلی نہیں اسے دیکھ کر خاکسار تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ یہ کیسی تلوار ہے جس کا کوئی دستہ ہی نہیں ۔ اسی اثناء میں اس کا دستہ بھی بن جاتا ہے ۔ اور تلوار کی مکمل شکل نظر آنے لگتی ہے ۔ اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر اس انقلاب کے لئے پوری تیاریاں ہو گئی ہیں جو خدا تعالیٰ اپنا ہاتھ دکھا کر لانے کو ہے ۔

---

ترجمہ : میرے رب نے میری طرف وحی بھیجی اور وعدہ فرمایا کہ وہ مجھے مدد دے گا یہاں تک کہ میرا کلام مشرق و مغرب میں پہنچ جائے گا ۔ اور راستی کے دریا موج میں آئیں گے یہاں تک کہ اس کی موجوں کے حباب لوگوں کو تعجب میں ڈالیں گے ۔

" انی ملکت المشرق والمغرب " (الہام)

میں مشرق اور مغرب کا مالک ہوا

اس انقلاب کی بنیاد چونکہ ایک کتاب[2] THE NEW WORLD ORDER (نیا نظام عالم) کے ذریعہ پڑنی خدا تعالےٰ کو منظور تھی اس لئے[1] مصنف کتاب ہذا کو ہی اس تبدیلی کی ایک جھلک باطنی واردات کے تحت دکھائی گئی اس کا ذکر مصنف کی سوانح حیات الموسوم "مجاہد کبیر" کے صفحہ ۳۸۳ پر آتا ہے ، لکھا ہے :۔

" ایک دن درد کی وجہ سے سخت کرب کی حالت میں تھا کہ ایک غنودگی کی حالت طاری ہوگئی اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں گویا مکہ معظمہ میں ہوں اور وہ مقامات پر بہت ہی بلندی پر کئی کئی جھنڈے لہرا رہے ہیں اور میں انکے بیچ دوڑ رہا ہوں کبھی ایک طرف کے جھنڈوں کی طرف جاتا ہوں کبھی دوسری طرف کے جھنڈوں کی طرف اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک مقام پر جو جھنڈے ہیں وہ ارکان حج کے مختلف جھنڈے ہیں اور دوسرے مقام پر جو جھنڈے ہیں وہ یورپ اور امریکہ کے بعض ممالک کے جھنڈے ہیں ۔ گویا یہ جھنڈے یہاں خانہ کعبہ کو سلامی دینے کے لئے لائے گئے ہیں ۔"

"دی نیو ورلڈ آرڈر" بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی مُلکی [illegible] بارے ۲۶ مارچ و یکم جولائی ۱۹۴۸ء کی تقاریر کا ماخذ ہے [illegible] حضرات کو یاد ہوگا قائد اعظمؒ کی محولہ بالا تقاریر کے مفہوم متعلق [illegible] سے بڑا اختلاف چلا آ رہا ہے اور ان تقاریر کے [illegible] مفہوم کی بناء پر یہاں سوشلزم ، سیکولرازم جیسے غیر اسلامی نظریات نے جڑ پکڑ لی ہے ۔ (باقی ــــ باقی)

---

[1] حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریرات میں الفاظ "ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں" "نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا" نیز "خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے ۔" واضح طور پر کتاب "دی ورلڈ آرڈر" کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ۔

[2] کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" مولانا محمد علی مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تصنیف ہے جو اُنہوں نے فروری ۱۹۴۴ء میں شائع کی ۔

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا ۔
(چیف ایڈیٹر : ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۶۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ـــــ شمارہ نمبر ۲۲

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ۱۱۱/۲۳
25/T گلبرگ نمبر 2
لاہور

جلد ۶۵ یوم چہارشنبہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۷ جون ۱۹۷۸ء نمبر ۲۳

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردھم علیہ السلام

## اے سننے والو! سنو کہ خدا تعالیٰ تم سے کیا چاہتا ہے

"پس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ وہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہلِ کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اوپر ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا مظہر ہے۔ تمام محامد حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبداء ہے تمام فیضوں کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شئے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا۔ اور متّصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں۔ اور اسکے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اور تمام روح اور انکی طاقتیں اور تمام ذرّات اور انکی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں۔ اسکے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی قدرتوں اور نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے۔ اور اسکو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں انکو دکھلاتا ہے۔ اسی وہ شناخت کیا جاتا اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اس کا کام ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے"

(الوصیت صفحہ ۹ ـ ۱۰)

# "چوہدری ظہور احمد میموریل لائبریری"

قبل ازیں اخبار میں یہ ذکر آچکا ہے کہ ہماری جماعت کے مخیّر بزرگ چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم نے "دارالسلام" [illegible]

تو اسے خزانہ انجمن میں جمع کرا دیا جائے۔ لیکن اس سے قبل ہی دسمبر ۷۷ء میں مرحوم وفات پا گئے۔ بعدازاں انکے فرزندانِ رشید نے اپنے والد بزرگوار کی موعودہ رقم ادا کر دی اور ساٹھ ہزار روپیہ پر منافع شامل کر کے کُل ۰۰ ـــ 1,03,860 کی رقم خزانہ انجمن میں جمع ہو چکی ہے۔ تعمیر لائبریری کے لئے انجمن نے قبل ازیں ایک لاکھ تئیس ہزار روپے کا تخمینہ خرچ منظور کیا تھا اور مسجد "دارالسلام" سے جانب غرب ملحقہ قطعہ اراضی عمارت لائبریری کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔

انجمن کی مجلسِ منتظمہ نے اپنے اجلاس مؤرخہ ۱۲/۵/۷۸ میں اس لائبریری کا نام "چوہدری ظہور احمد میموریل لائبریری" منظور فرمایا ہے۔ اور یہ اس لحاظ سے نہایت مناسب ہے کہ اس گرانقدر عطیہ کے علاوہ چوہدری صاحب مرحوم و مغفور نے عمر بھر انجمن کی مختلف النوع خدمات انجام دیں اور بالخصوص "دارالسلام" کی اراضی کے حصول میں ان کی مساعی کا بہت دخل ہے۔

مجوزہ عمارت کی تعمیر پر انجمن کو صرف بیس ہزار روپے کے قریب صرف کرنا ہوگا۔ لیکن قارئین کرام میں سے اگر دیگر احباب و خواتین بھی تعمیر لائبریری کے لئے عطیات بھجوائیں تو یہ ایک خیر جاریہ اور عنداللہ اجرِ عظیم کا موجب ہوگا۔ والسلام

مسعود بیگ ۔ جنرل سیکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

## اخبار احمدیہ:—

جناب شیخ عبدالعزیز صاحب جہلم سے مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ :—

"آپ کا نوازشنامہ ملا۔ آپ کا ملفوف ملنے سے قبل چند ہی منٹ ہوئے ہوں گے کہ مکرم پروفیسر صاحب (محمد فاضل) بیمار پُرسی کر کے رشید صاحب کے مکان میں چلے گئے۔ آجکل واہ سے جہلم آئے ہوئے ہیں۔ میری صحت

۴۴

۴۴ کے لئے بکثرت دعائیں فرما رہے ہیں۔ تقریباً ایک ماہ کے انگریزی علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا تھا۔ برادرم پروفیسر صاحب کے فرمانے پر دیسی علاج شروع ہے۔ مگر ابھی تک کوئی فرق نہیں پڑا۔ دعا فرمائیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

# بیرونِ مُلک مختلف لائبریریوں کو ترسیل لٹریچر کا پروگرام

مرکزی انجمن کی طرف سے، بذریعہ دارالکتب اسلامیہ تبلیغ اسلام کے پروگرام کو تقویت پہنچانے کے لئے غیر ممالک کی لائبریریوں اور دیگر علم دوست حضرات کو ان کے ڈیمانڈ کرنے پر جو لٹریچر بھیجا جاتا ہے "پیغام صلح" میں اس کی ہفتہ وار رپورٹ شائع کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام اپنی مرکزی انجمن کی تبلیغی جد و جہد سے باخبر رہیں۔ اس سلسلہ

(۱) انگریزی ترجمۃ القرآن ۔ از حضرت مولانا محمد علیؒ
(۲) دی ٹیچنگز آف اسلام از حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔
(۳) محمد دی پرافٹ ۔ از حضرت مولانا محمد علیؒ
(۴) مینول آف حدیث از 〃 〃 〃 〃 〃 ۔
(۵) ریلیجن آف اسلام ۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۔
(۶) لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ ۔ از حضرت مولانا محمد علیؒ

نمبر شمار۔ نام لائبریری اور پتہ :—

۱۔ سنٹرل لائبریری ـــ ریز ماؤنٹ وایا ڈکٹ ایبرڈین۔
۲۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ ہارپر سٹریٹ بیڈ فورڈ۔
۳۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ پیراڈائز برمنگھم۔
۴۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ پرنسوز وے بریڈ فورڈ یارکس۔
۵۔ پبلک لائبریری ـــ نارتھ سٹریٹ کیتھلے۔ ویسٹ یارکس۔
۶۔ کاؤنٹی لائبریری ـــ ہیڈ کوارٹر ولٹن سٹریٹ ایلس بری۔
۷۔ پبلک لائبریری ـــ پرنس البرٹ روڈ کریو چیشائر۔
۸۔ کاؤنٹی لائبریری ـــ ہول روڈ چیس ٹیکس۔
۹۔ پبلک لائبریری ـــ لون ایساف ریکسہم۔ کلائڈ۔
۱۰۔ کاؤنٹی لائبریری ـــ سٹیشن روڈ، ٹرڈار۔ کارنوال۔
۱۱۔ ریفرنس لائبریری ـــ بیلی لین، کونٹری۔
۱۲۔ پبلک لائبریری ـــ ٹولی ہاؤس، کیسل سٹریٹ، کارلائیزل۔
۱۳۔ سنٹرل لائبریری ـــ کالج گرین، برسٹل، لو کے۔
۱۴۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ بیلیگریو سٹریٹ، ریڈنگ۔ برکس۔
۱۵۔ سنٹرل لائبریری ـــ وکٹوریہ سکوئر۔ مڈلز برو
۱۶۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ ڈمبارٹن روڈ۔ کلائڈ بنک، ڈمبارٹن شائر۔
۱۷۔ پبلک لائبریری ـــ ۸ ایلانڈر داک۔ کنبر نالڈ۔ گلاسگو۔
۱۸۔ سنٹرل لائبریری ـــ دی وارڈک، ڈربی۔
۱۹۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ سینٹ جیمس روڈ۔ ڈڈلے ویسٹ۔
۲۰۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ البرٹ انسٹی ٹیوٹ۔ البرٹ سکوئر۔ ڈنڈی۔
۲۱۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ ایگزینڈرا آرکیڈ، ایسٹ مکلرائیڈ۔
۲۲۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ شیلول روڈ۔ گلو چیسٹر، ایسیکس۔
۲۳۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ وکٹوریہ ایونیو، ساؤتھ اینڈ آن سی۔ ایسیکس۔
۲۴۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ کیسل سٹریٹ، ایکسیٹر، ڈیون۔
۲۵۔ 〃 〃 〃 〃 ـــ ڈریک سرکس، پلائی متھ، ڈیون۔

منیجر دارالکتب اسلامیہ

از مکرم جناب پروفیسر مرزا حبیب الرحمان صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور

# رضائے الٰہی کے حصول کے ذرائع

خداوند تعالےٰ نے حضرت آدم کو علم سکھایا اور وہ علم دیا جو فرشتوں کے نصیب میں نہ تھا۔ لیکن باوجود حکم خداوندی کے حضرت آدم شیطان کے بہکاوے سے بھی نہ بچ سکے۔ اس کے پھسلانے سے بدی کے درخت کا پھل کھا لیا۔ اور جنت سے نکال دیئے گئے۔ اس لغزش پر حضرت آدم کے دل میں بڑا گہرا احساس پیدا ہوا۔ کیونکہ وہ رضائے الٰہی سے محروم ہو گئے۔ اب روئے، دعائیں مانگیں، بار بار گڑگڑائے کہ اے ہمارے رب میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا اور اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں فرمائے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

سالہا سال گذرنے کے بعد اس مالک حقیقی نے جس کا تسلط اور جس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر ہے حضرت آدم کی دعا قبول فرمائی۔ اس واقعہ میں نسلِ آدم کی دنیاوی زندگی کا راز مضمر ہے۔ انسان جوان ہوتا ہے۔ اس سے بہت سی لغزشیں ہوتی ہیں۔ جوں جوں عمر بڑھتی ہے ایسی نازیبا حرکات کرتا چلا جاتا ہے جو خداوند کریم کو ناپسند ہوتی ہیں۔ نیز قرآنی تعلیم کے خلاف ظہور میں آتی ہیں گویا نافرمانی پر نافرمانی کرتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا عامۃ المسلمین کے بچاؤ اور ان کی نجات کے لئے فرمایا کہ اپنے نفسوں کو ہر آلائش سے پاک صاف ہر عیب سے منزہ کرو۔

پاکیزگی قلب کے لئے نماز کا حکم دیا کہ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے انسان برائیوں سے بچ سکتا ہے اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کر سکتا ہے۔ فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ خوب یاد رکھئے کہ انسان کی نجات کا یہی راستہ ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کی نماز یا عبادت ہے جس سے بدی اور بے حیائی کا یکقلم خاتمہ ہو جائے۔ اس دور زندگی میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ کثیر التعداد لوگ ڈاڑھی رکھے ہوئے ہیں مسجدوں میں نماز ادا کرتے ہیں قرآن کریم بھی پڑھتے ہیں۔ درس دیتے اور دوسروں کے وعظ بھی سنتے ہیں لیکن میدانِ عمل میں احکام الٰہی کو روندتے چلے جاتے ہیں۔

پھر تقدیر کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اپنی بداعمالیوں کو چھپاتے ہیں نادم نہیں ہوتے۔ یا کھلم کھلا اپنی زیادتیوں اور بے راہ رویوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کی نماز محض ایک ورزش ہے۔ ظاہری بناوٹ سے کام لیتے ہیں جس کا ثواب اور اجر نہیں ملے گا۔ یاد رہے کہ جب تک نماز پڑھنے والے کے سینہ اور دل میں خداوند کریم کا سچا خوف پیدا نہیں ہوتا وہ بدی یا بے حیائی کی بات سے رک نہیں سکتا۔

ایسے حضرات کا ایمان باللہ اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ شیطان کا تو فوراً ان پر غالب آ جاتا ہے۔ پھر ایسے افراد بھی ہیں کہ جب ان پر ابتلائیں آتی ہیں تو انسانوں کو خوش کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ اس کی حق دار تو وہ عظیم الشان ہستی تھی کہ اس سے خوف کھاتے۔ ڈرتے اور سجدوں میں گر کر دعائیں مانگتے تاکہ بدی اور ان کے بیچوں بیچ ایک پردہ حائل ہو جاتا جس سے برائی کا دل لبھا لینے والا منظر آنکھوں کے سامنے سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو جاتا لیکن نہیں دنیا کے دلکش نظاروں۔ حسینانِ جہاں کی دلنواز حرکات میں بدمست ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح خدائے عزّ و جل سے دور بہت دور ہو جاتے ہیں۔ ہم مسلمان کہلاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ لیکن وقت آنے پر اپنے خویش واقارب، اپنی اولاد کے بچاؤ کے لئے جھوٹ بول دیتے ہیں۔ عوام کو خوش کرنے کے لئے دوسروں کی چغلی اور غیبت کر بیٹھتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ بہتان طرازی سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ اپنے فائدے کے لئے غریبوں اور بے کسوں کے مالوں پر بے سوچے سمجھے ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ بعض اوقات ہوا و ہوس کے جوش میں بے حیائی کے افعال کر بیٹھتے ہیں۔ دشمنی میں ابھر کر دوسروں کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ رحم اور عفو جیسی اعلیٰ نیکیوں سے دل عاری ہو جاتا ہے۔ طعن و تشنیع ہنسی مذاق اور گالی گلوچ ہماری زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔

یہ کوئی رازِ پنہاں نہیں۔ عینی مشاہدات ہیں۔ کچھ دولت کے نشہ میں۔ کچھ مذہب کی آڑ میں۔ کچھ حسینانِ جہاں کی خوشنودی کی خاطر ایسی ایسی ناخوشگوار حرکات کر بیٹھتے ہیں کہ شیطان بھی متحیر ہو جاتا ہے۔ اس کا مداوا کیا ہے؟ غور سے سُن لیجئے:۔

مسلمان یہ مانتے ہیں کہ قرآن مجید خداوند تعالےٰ کا کلام ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کی وساطت سے ہمیں نصیب ہوا۔ اس کو محض پڑھ لینا یا سُن لینا ہی کافی نہیں۔ اس کے معانی اور معارف پر پورا عبور ہونا ضروری ہے لیکن سب سے بڑھ کر اس روحانی کتاب پر مسلسل اور صحیح عمل کرنا مومنین کا فرضِ اوّلین ہے۔ یہ وہ بے نظیر کتاب ہے کہ جس نے عرب جیسی وحشی قوم کو تحت الثریٰ کی پستیوں سے نکال کر دلپذیر بلندیوں تک پہنچا دیا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسی ضابطۂ راہنمائی کو مسلمانوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اس کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنا بے سود سمجھا جاتا ہے۔ محض ریشمی غلافوں میں اسے لپیٹ کر اور چوم کر طاقچوں پر رکھ دیا جاتا ہے۔

شومئ قسمت سے مسلمان قوم صدہا روحانی امراض کا شکار ہو رہی ہے۔ عرب ہو یا عجم سب نے قرآن کی تعلیم کو ترک کر رکھا ہے۔ اخلاق پست ہیں۔ خداوند کریم کا تصوّر بہت عامیانہ اور سطحی ہے۔ مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو چکے ہیں۔ دلوں پر مُردنی چھا رہی ہے اور روح نے فرنگی تہذیب کا جامہ پہن رکھا ہے۔ انسانوں کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ ہمارا خدا دنیا پر بسنے والی مخلوق کے رازِ پنہاں کو خوب جانتا ہے۔ وہ خدا ہمارے خفیہ افعال سے لاعلم نہیں۔ ہمارا ہر عمل قلمبند ہوتا جا رہا ہے۔ دھرتی پر جس قدر درخت اور پودے ہیں ہمارا خدا ان کے پتوں کے ہلنے اور زمین پر گرنے کا بھی کامل علم رکھتا ہے۔ ہمارا خدا صرف یہی کہتا ہے کہ "ہو" تو ہر کام بلا توقف ہو جاتا ہے۔ وہ بڑی عظیم الشان ہستی ہے جس کے سامنے ہم سب انسانوں نے قیامت کے دن حاضر ہونا ہے۔

اگر مکتی و نجات کے خواہاں ہو تو اس کی کتاب قرآن کریم کے احکام پر پوری تن دہی اور وفاداری سے عمل پیرا ہو جاؤ۔ یہ ہمارا فرضِ اولین ہے۔ احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونے سے ہمیں اور ہماری اپنی ذات کو ہی فائدہ اس دنیا میں اور آخرت میں ملے گا۔ ہم اس دنیائے عالم میں عزت، مسرت۔ بےفکری اور امیرانہ زندگی بسر کرنے کے اہل ہو جائیں گے۔ جو لوگ نگار غموں۔ مصائب اور امراض کہنہ میں مبتلا ہیں یہ جان لیں کہ ان سے خداوند کریم ناخوش ہے۔ اس کا علاج واحد یہی ہے جو ہمارے مجددِ وقت اور مسیح موعودؑ نے کھول کر بتایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"نماز پڑھو اور اپنے دل کو خدا کے آگے مکمل طور پر جھکا دو

اپنے سروں کو جن پر آپ کو ناز ہے سجدوں میں گرا کر اپنے گناہوں - اپنی کوتاہیوں، اپنی بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کو بار بار دہرا کر - گڑ گڑا کر اور رو کر تسلیم کرو اور معافی مانگو"۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ :-

"مت سمجھو کہ یہ دعائیں چند دنوں یا چند ہفتوں یا چند سالوں تک محدود ہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ تا دمِ حیات نالہ و فریاد کو جاری رکھو۔ نہایت خضوع و خشوع - انہماک اور خود فراموشی اور محویت سے آنسو بہا کر اپنے تاریک قلب کی سیاہیوں کو دھو ڈالو - ایسا کرنے سے تم خداوند تعالےٰ کی خوشنودی - اس کی رضا - اس کی رحمانیت اور رحیمیت کے حامل ہو جاؤ گے - یہ ہے نماز پڑھنے کا راز جس سے عامۃ المسلمین ناواقف یا دانستہ غفلت شعار ہیں"۔

قرآن کریم میں خدائے وحدہٗ لاشریک سورۃ الحجر میں فرماتا ہے :-

فسبح بحمد ربك وكن من السّٰجدين۔
واعبد ربك حتّٰى يأتيك اليقين۔

ترجمہ: سو اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا رہ اور سجدہ کرنے والوں میں رہ - اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھ پر موت آ جائے۔

ہم ان آیات اور اس جیسی اور آیات کو پڑھتے ہیں - لیکن عمل نہیں کرتے کتنے لوگ ہیں جو اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں - جہاں تک میرا اندازہ اور تجربہ ہے۔ پانچ فی صد سے زیادہ نمازی نہ ہوں گے جو دن رات خداوند تعالےٰ کی تسبیح کرتے ہوں - اس عبادت کے طریق کو لوگوں نے ترک کر رکھا ہے - حالانکہ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے بچنے کے لئے یہ ایک نہایت ہی زود اثر ضابطہ ہے۔

یاد رکھئے کہ تسبیح سے نماز کا کوئی تعلق نہیں۔ نماز میں تسبیح ضرور ہے۔ لیکن نماز اور تسبیح دو علیحدہ قسم کی عبادات ہیں۔ تسبیح اُٹھتے - بیٹھتے - چلتے پھرتے - کھاتے - پیتے - لیٹے ہوئے اور فرائض کی ادائیگی کے موقعہ پر کی جا سکتی ہے - ایسا کرنے سے انسان میں پاکیزگی قلب پیدا ہوتی ہے - بعد میں فرمایا سجدہ کرنے والوں میں رہ - یعنی نماز قائم رکھ۔ اب سجدہ سے کیا مراد ہے؟ وہی سجدہ جو ہم اپنی نمازوں میں کرتے ہیں - ہمارے سجدے رسمی ہیں - ان میں خود فراموشی - محویت - انہماک خشوع و خضوع کے عناصر مفقود ہیں - یہی وجہ ہے کہ ہمارے چہرے عبادت کے اثرات سے محروم ہیں - (الّا ماشاء اللہ)

اگر نماز صحیح رنگ سے پڑھی جائے - خداوند تعالےٰ کا تصور دل میں جاگزیں ہو - جو الفاظ منہ سے ہم بروقت نماز نکالتے ہیں ان کے معانی سے دل آشنا ہوں۔ دُنیا و مافیہا کی آلودگیوں اور خیالات سے رُوح بالکل بے تعلق ہو - ارحم الرّاحمین کا رعب وجبروت ہمارے دل و دماغ پر غالب ہو - ایسی عبادت کرنے سے چہروں پر روحانیت کے اثرات ہویدا ہوتے ہیں - خود چہرہ بتلا دیتا ہے کہ آدم کا بیٹا - تقویٰ و طہارت - اتقاء و پرہیزگاری اور ایمان باللہ کا کس حد تک حامل ہے - اگر انسان کے دل میں کسی قسم کی آلائش - کسی قسم کا دنیاوی جذبہ موجود ہے - سجدوں میں گر کر بھی اس کی سب دعائیں جلد قبول نہیں ہوں گی - سب دعاؤں کی قبولیت کے لئے دل و دماغ کو ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے منزہ اور مبرا ہونا چاہیئے - نیز معدہ کو حرام مال سے پاک و صاف کرنے کی سخت تنبیہ بیان کی گئی ہے -

ذرّہ بھر بھی بے اعتنائی ہوئی دعاؤں کے دروازے کچھ عرصہ کے لئے بند - جس قسم کی عبادت کرنے کا ذکر اُوپر آ چکا ہے - ایسی عبادت کرنے کا حکم ہے یہاں تک کہ انسان موت کا شکار ہو جائے۔

خدا کے لئے ہمیں اپنی حالت پر غور کرنا چاہیئے کہ ہم خدا کے احکام سے کس قدر دوری اختیار کرتے چلے جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں لیکن رسم کی ادائیگی کے طور پر - تسبیح ہم کرنا جانتے ہی نہیں اُلٹی سیدھی باتوں میں مشغول ہو کر وقت یونہی گذار دیتے ہیں یا نیند سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ وہ نماز جو صحیح رنگ میں پڑھی جاتی ہے جو خداوند تعالےٰ کا سچا خوف دل میں پیدا کرتی ہے - یقیناً دنیاوی جذبات کو روند ڈالتی ہے۔ صرف خدا ہی تو ہے جو ایک نمازی کو رات کی تاریکیوں میں اپنے بسترِ استراحت سے علیحدہ کر دیتا ہے - اور وہ باوضو ہو کر وحدہٗ لاشریک کے آستانہ مبارک پر گر جاتا ہے اور گڑ گڑا کر اپنی کوتاہیوں اور معائب کی معافی مانگتا ہے۔ نیز اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے نم دیدہ آنکھوں سے استدعا کرتا ہے کہ اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ یہ ہے زندگی کا راز سربستہ جس کے لئے خداوند تعالےٰ نے انسان اور جنّوں کو پیدا کیا۔ لیکن تلاشِ روزگار میں اور دنیاوی وقار کے حصول کے لئے اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے چلے جاتے ہیں - ہم عاقبت کو بھول چکے ہیں - لہٰذا ہم روحانی موت کے پنجے میں گرفتار ہیں۔

انسان کا نفس اس کے لئے گناہوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اسی نفس امّارہ کے کچلنے کے لئے خداوند کریم نے انسانوں میں نیکی ایثار - قربانی اور تقویٰ پیدا کرنے کے لئے نمازِ تہجد تجویز فرمائی ہے۔ یہی نفس امّارہ انسان میں تمرّد - خود پسندی - خود بینی اور شہوت پرستی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ بعض اوقات حصول اقتدار و ناموس کے لئے شیطان دولت مند لوگوں کے اندر ایسے نہ مٹنے والے جذبات پیدا کر دیتا ہے کہ جس سے فسادات اور عداوت کے دروازے کھل جاتے ہیں - انسان اپنی دولت کے نشہ میں مست یہ سوچنے سے قاصر ہو جاتا ہے کہ اس نے ایک دن خدا تعالےٰ کے ہاں حاضر ہونا ہے - وہاں ان فسادات اور عداوتوں کی جواب دہی کا فیصلہ ہوگا - نرمی مصالحت عفو - رحم اور انصاف جیسے جذبات جھگڑا و فساد کرنے والے کے اشتعال کو نہیں مٹا سکتے - اس کے پیشِ نظر اس امر کی ضرورت ہے کہ نمازِ تہجد کو لوگ اپنا شعار بنائیں - خدائے لم یزل کے آگے گر کر آنسوؤں کے سیلاب سے اپنے گناہوں - اپنے طاغوتی جذبات اور نفسِ امّارہ کو ایسا دھو کر صاف کر ڈالیں جیسے دھوبی میلے کپڑوں کی میل نکال کر ان کو چمکا دیتا ہے -

یاد رہے کہ جب کیچڑ اور غلاظت سطح پر ہو تو اس پر سُورج کی کرنیں پڑنے سے سب جراثیم مٹ جاتے ہیں یہاں تک کہ سیاہ کیچڑ بھی سُوکھ جاتا ہے - لیکن دلدل کا سیاہ کیچڑ بہت گہرا ہو تو اسی سُورج کی کرنیں اس میں زیادہ جراثیم پیدا کر دیتی ہیں - تہجد کی نماز ایسے غلیظ - سیاہ بدبودار جراثیم پیدا کرنے والے دل کو منزہ و پاک کر دیتی ہے - القصّہ یہ کہ ہمارے لئے عمل کی ضرورت ہے - بہت سُن چکے بہت پڑھ چکے

اب اعلائے کلمۃ اللہ کا دَور شروع کیا جائے - خوفِ خدا کا جذبہ بدرجہ اتم اپنے اندر پیدا کیا جائے - پاک صاف دل سے رحماء بینھم کے اوصاف پیدا کیجئے - جن سے قومی ترقی کا راز وابستہ ہے - ایسی حالت ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے جس کا ذکر شاعر نے اپنے شعر میں کیا ہے - سہ

جناب چوہدری شکراللہ خان صاحب منصور۔ ایڈوکیٹ۔

# مَیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچّا ماننے پر کیوں مجبور ہُوں!

(قسط نمبر ۳)

---

<u>پانچویں وجہ</u> پہلی چار وجوہات سے عیاں ہے کہ دین اللہ اسلام کی خدمت کا جو اہم اور عظیم کارنامہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے وجود مبارک سے سرانجام پایا اس کی مثال گذشتہ تیرہ صدیوں میں کہیں نظر نہیں آتی۔ آپ نے علمی و عقلی دلائل۔ روحانی برکات۔ آسمانی نشانات اور خدائی فیصلوں کے ذریعے سب مخالفین اسلام کو مغلوب اور لاجواب کر کے کلام خداوندی ھوالّذی ارسل رسُوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّه کی سچائی کا روشن نظارہ دنیا کو ایک بار پھر دکھلا دیا اور ثابت کر دیا کہ:۔

ا۔ اس وقت دنیا میں خُدا کا کامل۔ سچّا اور زندہ دین صرف اسلام ہے۔

ب۔ تمام دیگر مذاہب سراسر غیر معقول اور قطعی باطل ہیں۔

اس زمانہ کے مشہور مسلم پریس اور اکابرین کے اعترافات کے چند نمونے جان لینے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ مولانا عبداللہ العمادی ایڈیٹر اخبار "الوکیل" امرتسر مرزا صاحب کی وفات پر ایک اداریہ سپُردِ قلم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادُو وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسّمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مُٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔ یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہِ خاک پنہاں کر دی ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے اسے امتدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھلا جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جُدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصُوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھُلم کھُلا اعتراف کیا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعوے تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں اہلیت تھی۔ یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعدادات ذوق مطالعہ اور کثرتِ مشق کا۔ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔"

(مئی ۱۹۰۸ء)

۲۔ میرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر اخبار کرزن گزٹ دہلی جو آپ کے مخالفین میں سے تھے یکم جُون ۱۹۰۸ء کے کرزن گزٹ میں لکھتے ہیں:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے اسلام یا پیشوایانِ اسلام یا اصولِ اسلام کو گالیاں دیں کوئی معقول جواب نہ اب تک دیا اور نہ دے سکتے ہیں۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا لکھنے والا نہیں۔"

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمۃ القرآن شائع کردہ منجانب مالک کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی کے دیباچہ نویس صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ:۔

"اس زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لوں گا ولایت کے انگریزوں سے بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ حضرت عیسٰیؑ کے آسمان پر بجسمِ خاکی زندہ موجود اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون

کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور اس کی جماعت سے کہا عیسےٰ جس کا نام تم لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسےٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں اس ترکیب سے اس نے نصرانیت کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی اور اس کی کل جماعتوں کو عاجز کر دیا۔"

یہ آراء اور اعترافات آپ کے موافقین کے نہیں بلکہ آپ کے دعاوی کے مخالفین کے ہیں۔ ان حالات میں چاہیئے تھا مسلم علماء آپ کے مشکور و ممنون ہوتے۔ آپ کی تائید و حمایت کرتے تاکہ اسلام کی فتح و کامرانی کے جھنڈے بلند سے بلند تر ہوتے چلے جاتے۔ لیکن افسوس کہ سُنتِ الٰہیہ تدیمیہ یا حسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن۔ آپ کی مخالفت بلکہ شدید مخالفت اختیار کی۔ اس مخالفت کو یہاں تک بڑھاتے چلے گئے کہ ان دشمنانِ اسلام کی امداد اور اعانت شروع کر دی جس کے خلاف حضرت مرزا صاحب اسلام کی صداقت کے اثبات کے لئے صف آراء تھے۔ آپ نے ان علماء کو علمی عقلی اور نقلی دلائل سے سمجھانے کی کوشش کی اور روحانی برکات اور آسمانی نشانات کی طرف توجہ دلائی۔ ؎

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیقِ من استادہ اند

مگر ان علماء نے یہی واویلا جاری رکھا کہ یہ شخص کافر۔ کذاب۔ دجّال اور دشمنِ اسلام ہے۔ تب حضرت اقدس نے ان علماء کو بھی ایک آخری اور قطعی خدائی فیصلہ کی طرف دعوت دی۔ فرمایا:۔

"سو مجھ کو اس پہلو سے بکلّی نومیدی ہوئی کہ وہ منقولی بحث مباحثہ کے ذریعے سے ہدایت پا سکیں۔ پس خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ میں دوسرا پہلو اختیار کروں جو اصل بنیاد میرے دعوے کی ہے یعنی اپنے سچے ملہم ہونے کا ثبوت۔" (اشتہار مباہلہ منسلکہ انجام آتھم)

پھر فرمایا:۔

"سو اب چونکہ تکذیب اور تکفیر ان کی انتہاء تک پہنچ گئی اس لئے وقت آ گیا کہ خدائے قدوس اور علیم اور خبیر کے ہاتھ سے جھوٹے اور سچے میں فرق کیا جائے۔"
(اشتہار مذکور)

اور فرمایا:۔

"اب بھی اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اور فیصلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ان الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو میں شائع کر چکا ہوں مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں اس طرح پر کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کروں کہ میں درحقیقت اس کے شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور درحقیقت اس نے مجھے چہاردہم صدی کے سر پر بھیجا ہے کہ تا میں اس فتنہ کو فرد کروں کہ جو اسلام کے مخالف سب سے زیادہ فتنہ ہے اور اسی نے میرا نام عیسےٰ رکھا ہے۔ کسرِ صلیب کے لئے مجھے مامور کیا ہے لیکن نہ کسی جسمانی حربہ بلکہ آسمانی حربہ سے۔ اور یہ سب اس کا کلام ہے اور وہ خاص الہامات اس کے جو اس وقت میں مخالف مولویوں کو سناؤں گا ان میں سے بطور نمونہ چند الہامات اس جگہ لکھتا ہوں۔ ان میں سے بعض الہامات بیس سال کے عرصہ سے ہیں جو مختلف ترتیبوں اور کمی بیشی کے ساتھ بار بار القاء ہوئے ہیں۔" (اشتہار مذکور)

اس کے بعد آپ نے بہت سے عربی کے اور کچھ فارسی کے اور اُردو کے الہامات درج کر کے لکھا:۔

"اب اے مخالف مولویو اور سجادہ نشینو! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئۃ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار یا پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہو گی تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے ........ اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں۔ تا جو راستی کا دشمن ہے تباہ ہو جائے اور جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے۔" (اشتہار مذکور)

اور آگے فرمایا:۔

"سو اب اُٹھو اور مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ تم سُن چکے ہو کہ میرا دعوے دو باتوں پر مبنی تھا۔ اوّل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہاماتِ الٰہیّہ پر۔ سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میرے بنائے دعوے کا دوسرا شق باقی رہا۔ سو مَیں اس ذاتِ قادر غیوّر کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار ردّ نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسری بناء کو تصفیہ کے لئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔"
(اشتہار مذکور)

اس کے بعد آپ طریق مباہلہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور یوں ہو گا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دُعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افتراء ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گذرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آ جائے۔ تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں اور ایسے مفتری کو مرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدائے علیم و خبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں اور تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دُکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی

کو اندھا کر دے۔ اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج
اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ
یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل
کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر اور جب
میں یہ دُعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔

ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر ایک شخص
جو مباہلہ کے لئے حاضر ہو جناب الٰہی میں [illegible] کرے
مفتری اور کافر اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہام
تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افتراء ہے تو اس
اُمت مرحومہ پر یہ احسان کر کہ اس مفتری کو ایک سال
کے اندر ہلاک کر دے تا لوگ اس کے فتنہ سے امن
میں آ جائیں اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے
ہے اور یہ تمام الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں
تو ہم پر جو اس کو کافر اور کذاب سمجھتے ہیں دکھ اور
ذلت سے بھرا ہُوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر
اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو
مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی
کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال
پر آفت نازل کر۔ اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت
پر۔ اور جب یہ دُعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق
کہیں کہ آمین۔" (اشتہار مذکور)

پھر ایک اور امر کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔
" اور یاد رہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کذاب اور مفتری
تو جانتا ہو مگر کافر کہنے سے پرہیز رکھتا ہو۔ تو اس کو
اختیار ہوگا کہ اپنی دعائے مُباہلہ میں کذاب اور مفتری
کا لفظ استعمال کرے جس پر اس کو یقین دلی ہو۔"

(اشتہار مذکور)

اور اس مباہلہ کے نتیجہ میں فیصلہ کا معیار بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔
" اور اس معاملہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا
یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جانبری
کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں
گے اور میں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا اور
ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور
مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہیئے اور پھر اس کے بعد
میں دجّال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں اور
اس لائق ہوں گا کہ ہمیشہ کے لئے لعنت کے ساتھ ذکر
کیا جاؤں اور اپنے مولیٰ کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھونگا
اور میری پیروی کرنے والا یا مجھے اچھا یا صادق سمجھنے
والا خدا کے قہر کے نیچے ہوگا پس اس صورت میں میرا
انجام نہایت ہی بد ہوگا جیسا کہ بد ذات کاذبوں کا انجام
ہوتا ہے۔

لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفات
بدنی سے بچا لیا۔ اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب
الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر ایک ان میں سے
کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا اور میری بد دعا نہایت
چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو دنیا پر ظاہر ہو جائے گا
اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اُٹھ جائے گا۔ میں
دوبارہ کہتا ہوں کہ میں نے پہلے اس سے کبھی کلمہ گو
کے حق میں بد دُعا نہیں کی اور صبر کرتا رہا مگر اس روز
خدا سے فیصلہ چاہوں گا اور اس کی عصمت اور عزت کا
[illegible]

ہیں جو اس چودھویں صدی کا وہ عظیم الشان معجزہ ہے جس کی نظیر
اور کہیں نہیں ملتی۔ لکھتے ہیں:۔
" میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دُعا کا اثر صرف
اس صورت میں سمجھا جائے گا جب تمام وہ لوگ جو
مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان
بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں اگر ایک بھی
باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار
یا دو ہزار ہوں اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔"

(اشتہار مذکور)

پھر ایک اور شرط تحریر کی:۔
" میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے کہ اشخاص مندرجہ ذیل
میں سے کم سے کم دس آدمی حاضر ہوں۔ اس سے کم نہ
ہوں۔ اور جس قدر زیادہ ہوں میری
خوشی اور مراد ہے کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط
ہو جانا ایک ایسا کھُلا کھُلا نشان ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں
رہ سکتا۔" (اشتہار مذکور)

چنانچہ اس کے ساتھ آپ نے ملک کے تمام نامی گرامی مولویوں۔
پیروں اور سجادہ نشینوں کے نام درج کر کے بالمقابل میدان مباہلہ میں
آنے کے لئے ان سب کو غیرت دلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:
"گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت
اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں
حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا
کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو!
برائے خدا تم سب کہو کہ آمین" (اشتہار مذکور)

اور پھر لکھا:۔
" اب میں پھر اپنے کلام کو اصل مقصد کی طرف رجوع
دے کر مولوی صاحبوں کا نام ذیل میں درج کرتا ہوں جن
کو میں نے مباہلہ کے لئے بلایا ہے

اور میں پھر ان سب کو اللہ جلّشانہ کی قسم دیتا
ہوں کہ مباہلہ کے لئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد
میدانِ مباہلہ میں آویں اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر اور
تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے"

(اشتہار مذکور)

(باقی ـــــ باقی)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مکرم جناب مولنا بشیر احمد منٹو صاحب۔راولپنڈی

# اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔

اسلام کے پیش نظر اخلاق کی علمی و نظری حیثیت نہیں بلکہ عملی ہے۔کیونکہ اس کا منشا انسان کو صرف اخلاق کا علم بخشنا نہیں بلکہ اسے فضائل اخلاق کا حامل بنانا اور رذائل اخلاق سے عملاً بچانا ہے، انبیاء علیہم السلام نے اہلِ فلسفہ کا رنگ کبھی اختیار نہیں کیا، لوگوں کو ہمیشہ اللہ تعالےٰ کو اپنا معبود و محبوب بنانے کی دعوت دی۔ مؤمن کی نشانی یہی قرار دی کہ وہ اپنے پروردگار سے اشد درجہ کی محبت رکھتا ہے - ان کی نظر میں مرکزی چیز اللہ تعالےٰ کی خوشنودی تھی۔ ہر وہ بات اچھی ہے جسے وہ اچھا کہے اور وہ بُری ہے جسے وہ بُرا کہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی کے مطابق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا:-

"اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھنے والے ہو تو چاہیئے کہ میری پیروی کرو (کیں تمہیں محبت الٰہی کی حقیقی راہ دکھا رہا ہوں) اگر تم نے ایسا کیا تو صرف یہی نہیں ہوگا کہ تم اللہ سے محبت کرنے والے ہو جاؤ گے بلکہ خود اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔"

مومن کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ اسے دیکھے یا نہ دیکھے مگر اللہ تعالےٰ اسے ضرور دیکھتا ہے، ہر جگہ اور ہر حالت میں، روشنی میں بھی اور تاریکی میں بھی، اس لئے وہ ہر ایسی بات سے احتراز کرے گا جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہو - اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہے گا - پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے، اور سمندر اپنا رُخ پھیر دے تو پھیر دے۔ مگر اس کی شان سے یہ بات بعید ہوگی کہ جو عہد محبت اس نے اپنے پروردگار سے باندھا ہے اس میں کسی طرح کا بھی کوئی فرق پڑ جائے۔

قرآن مجید میں عہد کی پابندی کا بار بار ذکر آیا ہے اور اسے ایک بڑی نیکی قرار دیا ہے۔تمام عہدوں میں سے سب سے پہلے انسان پر اس عہد کو پورا کرنا واجب ہے جو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ہوا ہے۔یہ وہ فطری معاہدہ ہے جس کی طرف انبیاء علیہم السلام ہمیں توجہ دلاتے رہے۔ اسی کو صراطِ مستقیم کہا گیا۔ اس سے انحراف کا نتیجہ گمراہی اور اللہ تعالےٰ کے غضب کا مورد ہوتا ہے۔

ہماری فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کو بھی عبادت کا مستحق نہ جانیں۔ اسی کے ذکر سے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ سچا مومن وہی ہے جس کی رُوح خدا پرستی سے معمور رہتی ہے۔ اس میں صرف ایمانی استقامت ہی نہیں ہوتی، استقامت عمل بھی ہوتی ہے - جو عہد وہ ایک بار باندھتا ہے اس پر مرتے دم تک قائم رہتا ہے۔جس خوبی اور بھلائی کے کام کو وہ اختیار کر لیتا ہے اس کو ہمیشہ اور ہر حال میں کرتا ہے۔ مداومت اس کا طغرائے امتیاز ہوتا ہے۔

حق کی راہ میں مشکلات کا پیش آنا اور اس میں مردانِ خدا کی استقامت کی آزمائش اللہ تعالےٰ کا وہ اصول ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم رہے گا اور جب تک اس میں کوئی شخص یا کوئی قوم پوری نہیں اُترتی، کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ حضرت رسولِ اکرمؐ کا اُسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔کونسی ایذا ہے جو انہیں نہیں دی گئی اور کونسی گستاخی ہے جو ان سے روا نہیں رکھی گئی۔ مگر ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی - وہ فقرہ جس کو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے جواب میں کہا تھا اس کی تاثیر اس وقت تک کم نہ ہوگی جب تک سورج اور چاند آسمان پر چمکتے رہیں گے۔ فرمایا:-

"چچا اگر یہ کافر سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیں اور چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو بھی میں اس دینِ حق سے باز نہ آؤں گا یہاں تک کہ اللہ اس کو غالب کر دے یا میں اس راہ میں جان دے دوں۔"

اصحاب رسول اللہ نے بھی ان کی متابعت میں ایثار و قربانی کا جو نمونہ پیش کیا وہ رہتی دنیا تک بے مثال رہے گا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ نے اپنی سنّت ارشاد فرمائی ہے کہ جب لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں، فسق و فجور بڑھ جاتا ہے اور عدل و انصاف کی پرواہ نہیں رہتی تو وہ کسی نیک بندے کو مامور کر دیتا ہے کہ وہ ان روحانی مُردوں میں زندگی پیدا کر دے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم سے قبل لوگوں کی ہدایت کے لئے ایسے وقتوں میں انبیاء آتے رہے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے پر چونکہ دین تکمیل کو پہنچ چکا تھا اور نبوّت کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اس لئے انبیاء کی جگہ اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء میں سے ایسے صادقوں کو بھیجتا رہا ہے جو دین کی تجدید اور ترو تازگی کے لئے کوشش کرتے رہے ہیں۔ چودھویں صدی ہجری اسلامی تاریخ میں بدترین صدی مانی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ انہیں مسلمان کہلاتے ہوئے بھی شرم آتی تھی، سیاسی طور پر وہ یورپین اقوام کے غلام ہو چکے تھے۔ علمی اور مالی لحاظ سے بھی وہ بالکل تہیدست تھے جو کچھ اپنے بزرگوں سے حاصل کیا تھا وہ سب کھو چکے تھے اور اس پر دوسرے قابض ہو چکے تھے۔ مایوسی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اپنے تئیں ایک مغلوب اور مخذول قوم سمجھنے لگے تھے۔

قوّت عمل زائل ہو چکی تھی اور جد و جہد کی اُمنگ جاتی رہی تھی۔ مسلمانوں کی غفلت اور جمود کی ایسی حالت میں کہ دشمنانِ اسلام کے پیہم تازیانے بھی ان کو جگا نہ سکے تھے۔صرف ایک دل تھا جس میں اشاعتِ اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی اور وہ دل **میرزا غلام احمد** صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ بقول مولوی عبداللہ العمادی یہ وہ شخص تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو تیس برس تک بیدار کرتا رہا اور جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ گیا جس نے اس کے کام کو جاری رکھا۔ دنیا کے ہر حصہ میں اسلام کی منادی کی، مسجدیں تعمیر کیں اور ہزاروں آدمیوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا۔ دشمنانِ اسلام کی جارحیت میں وہ زور نہ رہا جو پہلے تھا۔ مسلمانوں کی دماغی کیفیت بھی بدل گئی اور وہ سمجھنے لگے کہ اسلام واقعی اللہ کا دین ہے اور یہ **غالب** ہو کر رہے گا۔

حضرت مرزا صاحب نے انبیاء علیہم السلام کی متابعت میں اللہ تعالےٰ کی توحید کا بھولا ہوا سبق مسلمانوں کو پھر سے پڑھایا، اور غیر مسلموں کو بھی اسی کی دعوت دی، اس زندگی کو موت کے مترادف سمجھا جس میں اللہ تعالےٰ سے رشتہ منقطع ہو گیا ہو اور ایسے کام میں

معاونت کرنے سے انکار کر دیا جس میں اس کا ذکر نہ ہو۔ لدھیانہ میں ٹمپرنس سوسائٹی نے ایک دفعہ حضرت صاحب کو منشیات کے خلاف تقریر کرنے کی دعوت دی مگر قدغن یہ لگا دی کہ وہ اس اسلام اور پیغمبر اسلام کا ذکر نہ کریں۔ صرف اخلاقی پہلو کو مدِ نظر رکھیں۔

حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ایسی تقریر کرنے سے انکار کرتا ہوں جس میں اس محسن کا ذکر نہ ہو جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ ان تمام برتنوں کو توڑ ڈالیں جو شراب کے بنانے، پینے یا پلانے کے استعمال میں آتے تھے اور ایسی توبہ کروائی کہ ایک بار چھوڑنے کے بعد اس دخترِ رز کو پھر کبھی منہ نہ لگایا

حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس دُنیا سے رخصت ہوئے ستر برس گذر چکے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ حیّ و قیّوم ہے اور جو کام ہمیں سونپا گیا ہے وہ حضرت صاحب کا نہیں بلکہ اللہ کا ہے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کے اس برگزیدہ بندہ کی جماعت میں شامل ہوتے وقت جو عہد ہم نے کیا تھا اسے کما حقہٗ پُورا کر رہے ہیں، میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ حالات نامساعد ہیں اور مخالفتوں کا ہجوم ہے مگر یہ تو ہمارے ایمان اور اخلاص کی آزمائش ہے۔ بجائے اس کے کہ ہماری ہمتیں پست ہوں، ہمیں پہلے سے بھی زیادہ عزم کے ساتھ اس کام کو جاری رکھنا چاہیئے۔ سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت میں اخوت کا جذبہ بیدار ہو اور اس کے لئے ہر ممکن ایثار سے کام لیا جائے۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ کبھی بھی اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتا، شرط یہ ہے کہ ہم بھی اپنے عہد کو پُورا کریں۔ موجودہ وقت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم سب ایک ہو جائیں اور نہایت عاجزی اور فروتنی کے ساتھ اللہ کے آگے جھک جائیں اور جو وعدے ہم نے امامِ زمان علیہ السلام سے کئے ہیں انہیں پُورا کرنے کا تہیّہ کر لیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ ہمارے قول اور فعل میں تضاد نہیں۔

---

## ولادت باسعادت

بیگم مسعودہ عبداللہ سیالکوٹ چھاؤنی سے لکھتی ہیں کہ خُدا تعالےٰ نے انہیں جڑواں نواسے عطا کئے ہیں اس خوشی میں اُنہوں نے پچاس روپے عطیہ اشاعتِ اسلام کے لئے بھجوایا ہے اور دُعا کے لئے درخواست کی ہے کہ اللہ تعالےٰ ان بچوں کو صحت اور زندگی کے ساتھ خادمِ دین بنائے۔ آمین۔

## اعتذار

یہ خبر ہمیں بہت عرصہ پہلے ملی تھی لیکن ادارہ سے اسے شائع کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ بنا بریں ہم اس کوتاہی کے لئے اپنی معزز بہن محترمہ بیگم زمرد فاضل رمضان صاحبہ اور خبر نگار سیالکوٹ چھاؤنی سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

(اخبار احمدیہ۔ بقیہ صفحہ ۲) میں دُعا کی درخواست ہے۔ کافی کمزور ہو چکا ہوں۔ چلنے پھرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ایک افسوسناک خبر یہ ہے کہ برادرم غلام رسول صاحب لیبیا میں پچھلے سال اپنی لڑکی کے پاس گئے تھے۔ ایک ماہ کے بعد وہیں فوت ہو گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب کرام سے انکے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

---

# حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کے عقائد

## ان کی اپنی زبانی

(ابو سلمان ایم اے)

● خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلِ سنّت والجماعت مانتے ہیں۔ اور کلمہ طیبّہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں۔ اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں۔ اور میں نبوّت کا مُدعی نہیں بلکہ ایسے مُدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (آسمانی فیصلہ)

● وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان کو زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر افتراء کرتا ہے۔ (رسالہ دین الحق صفحہ ۶۶)

● آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوّت پر ایمان رکھتا ہوں اور وہ نبوّت نہیں بلکہ وہ ولایت جو زیرِ سایہ نبوّت محمدیہؐ اور بہ اتباع آنجنابؐ اولیاء کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض نبوّت کا دعوےٰ اس طرف بھی نہیں۔ صرف ولایت اور مجدّدیت کا دعوےٰ ہے۔ (مجموعہ اشتہارات حصّہ دوم صفحہ ۱۰۴)

● میں عامۃ النّاس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جلشانہٗ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الٰہ الا اللہ میرا عقیدہ ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خُدا تعالےٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن حکیم کے حروف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خدا تعالےٰ کے نزدیک کمالات۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسُول کے خلاف نہیں۔

(بیان حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ صاحب)

● دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں مثلاً ملائکہ۔ لیلۃ القدر اور معجزات کا انکار وغیرہ، یہ الزامات سراسر باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ (تقریر واجب الاعلان)

● افتراء کے طور پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوّت کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنّت کے قائل ہیں۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۸۲)

● میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا۔ (انجام آتھم حاشیہ۔ صفحہ ۲۷)

● آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیہ کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلعم پر نبوّت

از مکرم جناب چوہدری محمد انور ملتھی صاحب

# اسلام کی ترقی اور اسکا ادیانِ عالم پر غلبہ اب جماعت لاہور کے لٹریچر سے وابستہ ہے

## خدا اس کی تائید میں اپنا قوی ہاتھ دکھانے کو ہے۔

(قسط نمبر ۲)

بات سے اختلاف ہو، ایسے لوگوں کی تسلی کے لئے کتاب "مجاہد کبیر" سے جو ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی اور جس کا حوالہ اُوپر آ چکا ہے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کو پڑھنے کے بعد یہ اندازہ کر سکیں گے کہ بانیٔ پاکستانؒ اور دیگر بڑی بڑی ان کی ہمعصر شخصیتیں جماعتِ احمدیہ لاہور کی اسلام کے لئے خدمات کو کیا اہمیت دیتی ہیں اور وہ خود کس قدر اس جماعت کے لٹریچر سے استفادہ کرتی تھیں۔ اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

"مسلمانوں کا کوئی جلیل القدر لیڈر ایسا نہ تھا جو احمدیہ بلڈنگس چل کر مولانا سے ملنے نہ جاتا۔ علامہ اقبال۔ سر فضل حسین۔ چوہدری شہاب الدین۔ سر محمد شفیع۔ سر عبدالقادر اُس زمانے کے سر برآوردہ رہنما سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو مولانا سے گہری عقیدت تھی اور ہر ایک قومی معاملہ میں آپ سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ مشہور تحریک خلافت کے لیڈر مولانا محمد علی جوہر ایک دفعہ احمدیہ بلڈنگس مولانا کو ملنے آئے۔ مولانا نچلی منزل میں اپنے دفتر میں تھے اندر داخل ہوتے ہی مولانا جوہر نے انہیں بغلگیر کر کے کہا مولانا آپ کے نام سے بڑا فائدہ اُٹھا رہا ہوں۔ جہاں کہیں اندرون ہند و بیرون ہند جاتا ہوں لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ہی وہ محمد علی ہوں جس نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ جو علمی دُنیا میں بین الاقوامی شہرت کا شاہکار بن گیا ہے۔ مولانا جوہر بڑے صاف گو آدمی تھے محض مولانا سے گہری عقیدت کا جذبہ ہی انہیں احمدیہ بلڈنگس کھینچ لایا تھا اس عقیدت کی شہادت مولانا عبدالماجد دریا بادی نے بھی مولانا کے انگریزی ترجمۂ قرآن پر تبصرہ کرتے ہوئے دی ہے۔

قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ بھی اس وقت سے مولانا کے ملنے والوں میں سے تھے جبکہ وہ محض مسٹر جناح تھے اور کانگرس کے چوٹی کے لیڈروں میں سے تھے مگر ان ایام میں بھی اسلامی ہندوستان کے بھی ایک جلیل القدر لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ لاہور آئے تو مولانا نے ان کے احترام میں چاء پارٹی کا انتظام کیا۔ جس میں لاہور کے سر برآوردہ مسلمان مدعو تھے۔ پارٹی اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں ایک شامیانے کے نیچے ہوئی۔ مولانا نے ایک مختصر سی تقریر میں ہی انجمن کی اسلامی خدمات کی طرف توجہ دلائی۔ ان دنوں شدھی کی تحریک زور پر تھی اور انجمن نے اس کے خلاف بھی بڑا کام کیا تھا۔ مولانا نے اپنے عقائد بھی بیان کئے اور بتایا کہ فرقہ بندی سے بالا تر ہو کر اشاعتِ اسلام میں لگ جانا ہی دراصل سلسلہ احمدیہ کی اصلیت ہے۔ اس تقریر کا نہایت عمدہ اثر ہوا بعد میں جہاں آپس میں باتیں کر رہے تھے تو جناح صاحب مولانا کو ایک طرف کر کے ان سے اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ میں[1] بھی ساتھ کھڑا سُن رہا تھا جناح صاحب نے انجمن کے کاموں کی تعریف کی اور متعصب مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کا افسوس کرتے رہے۔ گفتگو انگریزی میں تھی۔ ایک فقرہ جس سے مولانا کی بے تکلفی ٹپکتی تھی اب تک میرے کانوں میں گونج رہا ہے:

BE AGGRESSIVE IN YOUR PREACHINGS. —

بہت مدت بعد جب قائدِ اعظم محمد علی جناح نے مسلمانانِ ہند کے مطالبہ پاکستان کی قیادت ہاتھ میں لی تو وہ مولانا کی دعوت پر ان کی کوٹھی واقع مسلم ٹاؤن میں ایک چاء پارٹی پر تشریف لائے۔ انجمن کے ممبروں کو بھی مولانا نے مدعو کیا تھا قائدِ اعظم نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں آپ نے انجمن کی خدمات کو سراہتے ہوئے ایک واقعہ بیان کیا جو انجمن کے اخبار "لائٹ" سے تعلق رکھتا تھا آپ نے بتایا کہ ایک گفتگو کے دوران وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے مجھ سے کہا کہ تمہارے اس تازہ بیان نے کہ ڈیموکریسی ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے۔ ملک میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ آپ کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ کس طرح ایسے اچھے نظام کی مخالفت کرتے ہیں۔ قائدِ اعظم نے بیان کیا کہ میں نے وائسرائے کو کہا کہ میں آپ کو ایک اخبار بھیجوں گا پہلے وہ آپ پڑھ لیں۔ چنانچہ میں نے لائٹ کا وہ پرچہ جس میں اس موضوع پر مضمون تھا کہ پارلیمانی جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے۔ وائسرائے کو بھیج دیا۔ انہوں نے اگلے ہی روز مجھے وہ اپنے نوٹ کے ساتھ واپس بھیجا اور لکھا کہ اب آپ کی پوزیشن مجھے سمجھ آگئی ہے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ حق بجانب ہے۔ یہ واقعہ بیان کر کے قائدِ اعظم نے کہا آپ کی انجمن بہت اعلیٰ کام کر رہی ہے۔ آپ کا "لائٹ" میرے پاس آتا ہے۔ میں ایک سیاسی آدمی ہوں اور سیاسی مضامین کے لئے یہ اخبار پڑھتا ہوں مگر اس کے ساتھ ہی مذہبی مضامین بھی پڑھتا ہوں اور اس کی باقاعدہ فائل رکھتا ہوں۔ آپ نے کہا میرے پاس بیرونی ممالک سے بھی اسلام کے متعلق خطوط آتے ہیں۔ باہر کے لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں اس لئے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے لکھتے ہیں۔ میں ایسے خطوط مناسب جواب کے لئے آپ کی انجمن کے پاس بھیجدیتا ہوں۔"

(صفحہ نمبر ۳۸۸ و ۳۸۹)

کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" جس کے کئی غیر ملکی زبانوں میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں اندرون پاکستان اور باہر بڑی بڑی لائبریریوں میں موجود ہے۔

---

[1] مولانا محمد یعقوب خان مرحوم سابق ایڈیٹر "لائٹ"۔

پڑھے لکھے حضرات ان لائبریریوں سے یہ کتاب حاصل کر کے اور مطالعہ کر کے دلی تسلی پا سکتے ہیں۔ اگر بانیٔ پاکستان کی ذاتی لائبریری میں شامل کتب کی جانچ پڑتال کی جائے تو وہاں مصنف[1] کی دوسری کتب کے علاوہ یہ کتاب بھی ملے گی۔ اس کتاب میں یورپی اقوام کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں بتایا گیا ہے۔ کہ دُنیا میں جو دو عالمگیر جنگیں ہوئیں اور جن میں انہیں خاص طور پر سخت تباہی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کی بڑی وجہ ان کی اسلام دشمنی۔ ہوا و ہوس کی بندگی اور عیسائی اعتقادات ہیں۔ اور یہ جو کچھ ہوا ہے۔ اس کی بابت پہلے سے قرآن کریم میں پیشگوئی موجود ہے۔

ان اقوام پر واضح کیا گیا ہے۔ کہ اگر وہ صحیح معنوں میں امن و آشتی کی خواہشمند ہیں۔ تو انہیں اپنی موجودہ روش کو ترک کرنا ہوگا اور اسلام کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جو امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ اگر انہوں نے اپنے رویے اور عادات کو نہ بدلا تو پھر اور بھی زیادہ مہیب اور خطرناک صورتِ حال سے انہیں دو چار ہونا پڑے گا۔ کتاب میں مغربی اقوام کے روحانی، معاشی، جنسی اور سیاسی عوارض کے علاج کے لئے اسلام کا نظامِ حیات پیش کیا گیا۔

ہو سکتا ہے۔ کچھ ذہنوں میں یہ سوال اُبھرے کہ جس انقلاب کا ذکر کیا گیا ہے اور جس کے متعلق حضرت اقدس مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

"خدا میرے ہاتھ پر ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔"

وہ ان کی اپنی زندگی میں نہیں آیا۔ اس سلسلے میں خاکسار کو یہ عرض کرنا ہے کہ ماموریں کی پیشگوئیاں بعض اوقات متبعین کے ذریعے پوری ہو جاتی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں ملنے کی بشارت ملی مگر وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوئے۔

عوام کے دیرینہ مطالبہ کے تحت موجودہ حکومت بھی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں ہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہوگی کہ پاکستان میں اسلامی نظام رائج ہو جائے اور اس کے قیام کا مقصد پورا ہو، گزشتہ اکتیس برس میں برسرِ اقتدار آنے والی مختلف حکومتوں کی جانب سے بھی ایسے عزائم کا اظہار کیا جاتا رہا مگر کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا کہ وہ یہ کام کر سکے اور ایسا خدا تعالےٰ کی گہری حکمت کے تحت ہوا۔ اس میں اس کا خاص راز اور مصلحت پوشیدہ تھی۔ گو موجودہ حکومت اسلامی نظام کے نفاذ کے معاملہ میں بڑی مخلص نظر آتی ہے۔ اور اس کا ارادہ ہے۔ کہ کم از کم تعزیری قوانین جاری کر جائے اور بقیہ کام آنے والی منتخب سویلین حکومت کے سپرد کر دے۔ تاہم خاکسار کی رائے میں صحیح معنوں میں اسلامی نظام کا نفاذ یہاں جبھی ممکن ہوگا جب لوگوں میں خود اسلامی قوانین و احکامات کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ و شوق پیدا ہو جائے گا اور اس حقیقت کا احساس ہو جائے گا کہ اسلامی تعلیم و احکامات پر عمل کرنے میں ان کی اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی مضمر ہے۔ محض قوانین و احکامات اسلامی جاری کرنے سے مثبت و مفید نتائج حاصل نہ ہو سکیں گے۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے باوجودیکہ سنگین جرائم کے مرتکب افراد کو بڑی سخت اور عبرتناک سزائیں مل رہی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں جرائم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ طرح طرح کی اخلاقی۔ سماجی، معاشرتی برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ مغربی تہذیب نے بھی اپنا گہرا اثر ڈالا ہے۔ اصلاح کی توقع محض قوانین و احکامات جاری کرنے سے نہیں بلکہ لوگوں کے اپنے اندر تقوےٰ اور خداخوفی کے اوصاف پیدا کرنے سے کی جا سکتی ہے۔ ایسے اوصاف اسی طرح لوگوں میں پیدا ہو سکتے ہیں جب انہیں پوری طرح یقین ہو کہ ایک ہستی (یعنی خدا) زندہ و موجود ہے۔ جو ہر آن و ہر لمحہ ان کے اقوال و افعال پر نظر رکھتی ہے۔ اور ایک دن انہیں اس ہستی کے سامنے جواب دینا ہے۔ ایسا یقین و ایمان کہ وہ ہستی موجود ہے اور انسان کے اقوال و افعال پر نگاہ رکھتی ہے۔ خُدا تعالےٰ کے فرستادوں کے پاس بیٹھنے یا ان کے علم الکلام سے استفادہ کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ ان سے ہم کلام ہو کر اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ عمیق اور باریک باتوں کی بابت علم عطا کرتا ہے اور آئندہ کی خبریں انہیں دیتا ہے۔ ایسے درجے کے یقین و ایمان کی امید ان لوگوں سے کیونکر کی جا سکتی ہے۔ جو خیال کرتے ہیں کہ مدت دراز سے خدا تعالےٰ نے انسانوں سے کلام کرنا بند کر دیا ہے۔ اور جن کے ہاں دین فقط قصے اور کہانیوں کا نام ہے۔

ہر وقت نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
قصوں کے معجزات کا ہوتا ہے کب اثر

پھر ایک اور بات جس کا ذکر کرنا یہاں از حد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ آئین پاکستان میں سنہ ۱۹۷۴ء کی ایک ترمیم کی رُو سے تو یہاں کوئی مسلمان ہی نہیں رہا۔ جس ملک میں کوئی مسلمان ہی نہ ہو وہاں نظامِ اسلام کے نفاذ کے کیا معنے۔ ہماری رائے میں اولین ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے اس مُلک کی غالب آبادی کو پھر سے مشرف باسلام کیا جائے اور وہ اس طرح کہ آئین میں مسلمان کی ایسی تعریف درج کی جائے جو قرآن و حدیث کے موافق ہو۔ سنہ ۱۹۷۴ء میں کی گئی ترمیم کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر غیر مشروط ایمان نہ رکھتا ہو۔ اگرچہ مسلمان کی ایسی تعریف قرآن کریم، احادیث نبویؐ یا سلف صالحین کے کسی قول سے نہیں ملتی۔ اور نہ کبھی ماضی میں کسی کو ایسے فقرے کے اقرار کرانے سے مسلمان کیا گیا جو آئین پاکستان میں شامل کیا گیا ہے۔ تاہم اگر اس کو درست مان لیا جائے تو اس کے مطابق پاکستان میں کوئی مسلمان نہیں رہتا۔ جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت ربوہ تو مذکورہ ترمیم کے ذریعے پہلے ہی غیر مسلم قرار دے دی گئی ہیں باقی لوگ بھی کیسے مسلمان اپنے آپ کو کہلا سکتے ہیں جبکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہزاروں سال سے زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قیامت سے پہلے (غالباً چودھویں صدی ہجری میں جس کے صرف ڈیڑھ دو سال باقی رہ گئے ہیں[1]) بعد سب انبیاء (بشمول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے آخر میں دنیا میں تشریف لائیں گے اور اصلاح اُمتِ محمدیہ کا کام سرانجام دیں گے جو عقیدہ نصوص صریحہ قرآنیہ اور احادیث نبویؐ کے خلاف ہے۔ کیا قرآن کریم کے الفاظ خاتم النبیین کی تشریح کرتے

---

[1] کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کے موجودہ حیثیت میں منظر عام پر آنے سے مختلف ممالک دُنیا خصوصًا یورپی ممالک پر جو اثرات پڑیں گے ان کے متعلق باطنی واردات کے تحت خاکسار بہت کچھ دیکھ چکا ہے۔ یورپی ممالک کی نسبت عالم رؤیا میں ایک دفعہ اس طرح دیکھا کہ ایک ستارہ آسمان کے مشرقی اُفق سے ٹوٹا ہے۔ جو چمکتا ہوا بعد میں اس سمت کو گیا ہے جس سمت میں یورپی ممالک ہیں۔ ستارے کے زمین پر گرنے سے زبردست آواز پیدا ہوئی ہے۔

[1] روزنامہ "نوائے وقت" مؤرخہ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۷۸ء میں شائع شدہ ایک خبر کے مطابق سنہ ۱۹۸۰ء میں پندرھویں صدی ہجری کا آغاز ہو جائے گا۔

ہوتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا انا خاتم النبیین لانبی بعدی (میں انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں) کیا ان کی حدیث لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعهما الا اتباعی (اگر موسیٰؑ اور عیسےٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کرنی پڑتی) سے وفاتِ مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ اگر وہ ہزاروں سال سے زندہ ہیں اور انبیاءِ عالم کی نسبت اس قرآنی اصول سے بالاتر ہیں جو یوں بیان کیا گیا ہے:—

و ما جعلنٰھم جسداً لا یاکلون الطعام
و ما کانوا خالدین۔

لیکہم نے ایسے جسم نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور
نہ وہ غیر متغیر ہوں۔

تو حضور نبی کریم صلعم نے کیوں فرمایا:—

انّ عیسےٰ عاش مائۃ وعشرین سنۃ
(عیسےٰؑ ایک سو بیس سال زندہ رہے)

جب قرآن کریم اور احادیث نبوی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کی خبر دیں اور تاریخ بھی اس کی شہادت دے[1] تو اس حقیقت سے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اختلاف کرنا کہاں تک جائز ہے۔

دراصل لوگوں کو حیات مسیح کی بابت مغالطہ اس طرح ہوا ہے کہ آنے والے شخص کی نسبت عیسےٰ ابنِ مریم کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہیں ان الفاظ سے حقیقت میں مماثلت مقصود تھی یعنی موعود شخص میں ویسی خوبیاں اور اوصاف ہونگے جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں موجود تھے۔ علاوہ ازیں اسے قریباً اتنا عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آنا تھا جتنا عرصہ بعد حضرت موسےٰؑ کے حضرت عیسےٰؑ دنیا میں تشریف لائے تھے اور قرآن کریم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی گئی ہے۔ جیسے کہ قرآنی آیت انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ سے ظاہر ہے۔ مشہور فلسفی اور شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے اس موضوع پر یوں اظہار خیال کیا ہے:—

ابنِ مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے
ہیں صفاتِ ذاتِ حق حق سے جدا یا عین ذات
آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کی صفات

جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا کے ذریعے علم پاکر آنے والے مسیح اور مسیح ناصری کے الگ الگ حلیے بیان فرمائے ہیں تو پھر کونسا امر اس موقف کو ماننے میں مانع رہ جاتا ہے کہ آخری زمانے میں اُمت محمدیہ کی اصلاح کے لئے جس شخص نے آنا تھا وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا مسیح ناصری نہیں بلکہ اس اُمت میں سے ہی کوئی شخص ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ الفاظ حدیث اِمامکم منکم بھی تقاضا کرتے ہیں۔ اصلاح امت کا کام جیسے کہ شاعر مشرق کے اشارے سے ترشح ہوتا ہے۔ ایک مجدد کو کرنا تھا جسے مسیح کا نام بوجہ خوبیوں میں مماثلت کے بھی پانا تھا اور جس کے ہاتھوں کسر صلیب اور عیسائی لوگوں کی اصلاح کا کام بھی ہونا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے اور تجدیدِ دین کی خاطر مجددین کی بعثت ایک مسلم عقیدہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جو بارھویں صدی ہجری میں تجدیدِ دین کے لئے کھڑے کئے گئے۔ ان کی یاد میں ہر سال اجتماعات ہوتے ہیں چودھویں صدی ہجری میں جس شخص نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا وہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مسیح اور مہدی ہو کر جس شخص نے آنا تھا وہ وہی ہیں۔ ان کا دعوےٰ تھا کہ خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور آئندہ کی خبریں ان کو دیتا ہے۔

۱۹۷۴ء میں آئین پاکستان میں ترمیم کرکے آپ کے پیروکاروں کو اس خیال کے تحت غیر مسلم قرار دیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نعوذ باللہ نبی ہونے کا دعوےٰ کیا تھا اور اس طرح وہ اور انکے پیروکار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکر ہو گئے۔ یہ ایک سراسر جھوٹا الزام ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب پر لگایا گیا ہے وہ تو فرماتے ہیں:—

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب + ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم
ہست او خیر الرسل خیر الانام + ہر نبوت را بروشد اختتام

بھلا ایسا شخص خود مدعی نبوت ہو سکتا ہے جو یہ اعلان کرے کہ:

"میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مجموعۂ اشتہارات صفحہ ۲۲۳)

اور یہ لکھے کہ:—

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے کہہ سکتا ہے۔ کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔"

(انجام آتھم۔ صفحہ ۲۷)

یہ سب مولوی لوگوں کا جھوٹ اور افتراء ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا۔ اس بارے میں حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کی چند تحریرات ذیل میں مشاہدہ ہوں۔ فرماتے ہیں:—

"ان لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔" (حمامۃ البشریٰ ص۸)

"افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔" (کتاب البریہ ص۱۸۱)

"اگر یہ اعتراض ہو کہ ہم نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین" (انوار الاسلام ص۲۴)

(باقی باقی)

[1] قدیم تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ہندوستان آئے تھے اور زندگی کے آخری ایام انہوں نے یہاں گذارے۔ فوت ہونے پر انہیں سری نگر (کشمیر) میں دفن کیا گیا۔ اس شہر کے محلہ خانیار میں ان کی قبر ہے جو شہزادہ نبی کی قبر کے طور پر مشہور ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور —— مؤرخہ ۷ رجون ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ —— شمارہ نمبر ۲۳

(احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۷ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۷۸ء | نمبر ۲۴

## ملفوظات حضرت مجدد صد چہار دہم علیہ السلام

# عمدہ انسان وہ ہے جو خدا تعالےٰ کی مرضی کے مطابق چلے۔

## سب سے پہلے دِلوں کی تطہیر کرو

ہر نبی اور رسول کا آخری زمانہ اس کے سلسلہ کی نصرت کا وقت ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کا پہلا بہت سا حصّہ مصائب اور تکالیف میں گذرا تھا۔ اور فتوحات اور نصرت کا زمانہ آپ کی عمر کا آخری حِصّہ ہی تھا۔ ہم بھی اپنی عمر کا بہت سا حصّہ طے کر چکے ہیں۔ اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب خُدا کے وعدوں کے پُورا ہونے کے دن ہیں۔ ہماری حالت وہ ہے کہ عدالت میں مدّت سے کسی کا مقدمہ پیش ہے اور اب فیصلہ کے دن قریب ہیں۔ ہمیں مناسب نہیں کہ اور طرف توجّہ کر کے فیصلہ میں گڑبڑ ڈال دیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب اِسی فیصلہ کو دیکھ لیں۔ اس مُلک میں جو جماعت تیار ہوئی ہے ابھی تک وہ بھی بہت کمزور ہے۔ بعض ذرا سے ابتلاء سے ڈر جاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے انکار کر دیتے ہیں اور پھر بعد میں ہم کو خط لکھتے ہیں کہ ہمارا انکار دِلی نہیں ہے۔ گو ایسے لوگ اس آیت کی ذیل میں آجاتے ہیں من کفر باللہ من بعد ایمانہ الّا من اُکرہَ و قلبہٗ مطمئنٌ بالایمان۔ تاہم جن کے دلوں میں حلاوتِ ایمانی پُورے طور سے بیٹھ جائے وہ ایسا فعل نہیں کر سکتے۔ فی الحال موجودہ معاملات میں ہی توجّہ اور دُعا کی بہت ضرورت ہے اور ہم خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ اب معاملہ دُور جانے والا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم دنیا میں تقوےٰ اور نیکی کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارا دار و مدار خدا تعالےٰ کے حکم پر ہے۔ انسان کی اپنی کی ہوئی بات میں اکثر ناکامی ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر خدا تعالےٰ چاہے گا تو اس مُلک میں طالب اسلام پیدا کر دے گا۔ جو خود ہماری طرف توجّہ کرے گا۔ اب آخری زمانہ ہے۔ ہم فیصلہ سننے کے انتظار میں ہیں۔ ہاں سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ میں اپنی جماعت کے سب لوگوں کو توجّہ دلاتا ہوں کہ یہ دن بہت نازک ہیں۔ خُدا سے ہراساں و ترساں رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ... کیا ہوا برباد ہو جائے۔ اگر تم دوسرے لوگوں کی طرح ہو گئے تو خُدا تعالےٰ تم میں اور ان میں کچھ فرق نہ کرے گا۔ اور اگر تم خود اپنے اندر نمایاں فرق پیدا نہ کرو گے تو پھر خدا تعالےٰ بھی تمہارے لئے کچھ فرق نہ رکھے گا۔ عمدہ انسان وہ ہے جو خدا تعالےٰ کی مرضی کے مطابق چلے۔ ایسا انسان ایک بھی ہو تو اس کی خاطر ضرورت پڑنے پر خُدا تعالےٰ ساری دنیا کو بھی غرق کر دیتا ہے۔ لیکن اگر ظاہر کچھ اور ہو اور باطن کچھ اور تو ایسا انسان منافق ہے اور منافق کافر سے بدتر ہے۔ سب سے پہلے دِلوں کی تطہیر کرو۔

مجھے سب سے زیادہ اسی بات کا خوف ہے ... جیت سکتے ہیں اور نہ کسی اور قوت سے۔"

### نیکی کے ساتھ

"نہ کسی سے لڑو نہ جھگڑو۔ ... چپکے سے گذر جاؤ۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً۔ خدا کے سچّے مخلص بن جاؤ۔ خدا بے خبر نہیں اسکو ہر بات کی خبر ہے۔ جہاں دو ہوتے ہیں وہاں تیسرا خدا ان کو دیکھتا ہے اور جہاں تین ہیں اس جگہ چوتھا خدا بھی موجود ہے۔ اگر تمہارے نفسانی جوش غالب رہیں اور تم بھی دوسروں کی مانند بد زبانی کرو۔ اور یہی خواہش کرو کہ ہمارے ارادے پورے ہو جائیں تو پھر تم میں اور دوسروں میں کیا فرق ہوگا۔ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ مخالف شرمندہ ہو جائے۔ نیکی کے ساتھ دوسروں کو شرمندہ کرو اور اپنے

# ہماری جماعتی زندگی کے شب و روز

بہت سے احباب نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ انہیں انجمن کی کارگذاری اور جماعتی زندگی کے بارے میں تازہ حالات سے آگاہ رکھا جائے اور بعض مخلصین خود خط لکھ کر دریافت احوال کرتے ہیں - بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ "ماہوار خبرنامہ" جو چند سال قبل شائع ہوا کرتا تھا دوبارہ شروع کیا جائے - ان سب احباب کی فرمائش کی تعمیل میں ایک مختصر ماہوار رپورٹ پیغامِ صلح کے ذریعہ احباب تک پہنچتی رہے گی اور یہ وسط ماہ کے قریب شائع ہونے والے پرچہ میں شامل ہوا کرے گی - انشاء اللہ العزیز -

**۱- تبلیغ بلادِ غیر کی مختصر کیفیت** { ہمارے بیرونی مشنوں کی کارگذاری کی رپورٹ وقتاً فوقتاً "پیغامِ صلح" میں طبع ہوتی رہتی ہے - چنانچہ جرمن مشن کی سہ ماہی رپورٹ ۲۶ر اپریل کی اشاعت میں اور ہالینڈ مشن کی رپورٹ ۱۰ر مئی کی اشاعت میں طبع ہو چکی ہیں - ان پر اس قدر اضافہ مناسب ہوگا کہ مولانا عبدالرحیم جگو صاحب نے ڈچ ترجمۃ القرآن کی اشد ضرورت کا جو اظہار کیا ہے اس پر انجمن خصوصی توجہ دے رہی ہے - اور بہت جلد یہ ترجمہ جو انڈونیشیا کے مرحوم عالم مسٹر سودیود نے ۱۹۳۴ء میں شائع کیا تھا اس کی تیسری ایڈیشن شائع کرنے پر غور کر رہی ہے - تاخیر کی ایک وجہ یہ ہے کہ ڈچ زبان میں لفظی تبدیلیاں ہوئی ہیں - جیسے امریکہ میں انگریزی الفاظ کے ہجے بدلے گئے ہیں اسی طرح ڈچ زبان میں بھی تبدیلی آئی ہے - اور ہماری کوشش یہ ہے کہ اس تبدیلی کو ملحوظ رکھا جائے - تاکہ نئی ولندیزی نسل کو یہ ترجمہ غیر مانوس نہ لگے - ٹیچنگز آف اسلام کا ڈچ ترجمہ اس سے قبل شائع ہو چکا ہے - ہالینڈ مشن کی ضروریات کے مطابق وہاں بھیجا جاتا ہے اور قریباً آٹھ ہزار کی تعداد میں رسائل اور کتابچے بھی ڈچ زبان میں شائع کر کے باقساط ہالینڈ بھیجے جا رہے ہیں - انگلستان میں ہمارے مبلغین کی مساعی جمیلہ سے ہر شعبہ میں کام ہو رہا ہے اور باقاعدہ نماز جمعہ، درس قرآن کریم، بچوں کی تربیتی کلاس، لیکچروں، مفت تقسیم کے ٹریکٹوں کی اشاعت اور جماعتی استحکام کی طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے - اس وقت تک انگلستان میں باقاعدہ بیعت شدہ احمدیوں کی تعداد ۸۵ تک پہنچ گئی ہے اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے - تنظیم خواتین احمدیہ نے بھی عملی کام شروع کر دیا ہے - مسٹر زاہد عزیز (مانچسٹر) نے انگلستان کی ۴۴۴ لائبریریوں کی فہرست مہیا کی ہے کہ ان میں انجمن کا لٹریچر بھجوایا جائے - چنانچہ بڑی لائبریریوں میں چھ اور دوسری میں چار کتب کا سیٹ بھیجا جا رہا ہے - اور اس وقت تک ۵۰ سیٹ بھیجے جا چکے ہیں - جو ڈاک خانہ کے قواعد کے مطابق وقفہ سے بھیجنے پڑتے ہیں - بعض مخلص حضرات صرف مفت تقسیم کتب کے لئے روپیہ دیتے ہیں - ان کے عطیات کے علاوہ پچیس ہزار روپیہ انجمن نے اس غرض کے لئے مخصوص کیا ہے ----- ہماری مغربی نصف کرہ کی جماعتیں بھی خدا کے فضل سے سرگرم عمل ہیں اور انکی رپورٹیں مرکز میں موصول ہوتی ہیں - البتہ ہمارے محترم اور مخلص بزرگ عزیز احمد ... بیمار ہیں - مولانا محمد عبداللہ صاحب سیرت رسولِ مقبول ... کے انگریزی اور ہسپانوی زبان میں ترجمہ کی اشاعت کا انتظام کر رہے ہیں ----- بھارت میں ... کے احباب اور بمبئی میں عبدالرزاق صاحب نئے جوش اور ولولہ کے تحت مصروف عمل ہیں اور تراجم قرآن و اشاعتِ کتب کے سلسلہ میں بہت سے ... احباب کی دعاؤں کے محتاج ہیں - انڈونیشیا - فیجی اور کیلے فورنیا کی جماعتیں بھی مصروفِ عمل ہیں اور تبلیغ و اشاعتِ دین کا مفید کام کر رہی ہیں -

مفید منصوبوں پر کام ہو رہا ہے -

**۲- تبلیغ اندرون پاکستان** { شعبۂ مفت اشاعت اور دعوت و ارشاد کی طرف سے جنوری ۱۹۷۸ء لغایت آخر مئی بارہ نئے ٹریکٹ شائع ہوئے ہیں جو تمام جماعتوں کو بھیجے گئے ہیں - اس عرصہ میں اندرون ملک سے ۱۴۷ اور بیرونی ممالک سے ۱۱۰ تبلیغی خطوط موصول ہوئے جن کی تعمیل میں 6782.65 روپے کی مالیت کی کتب مفت اشاعت سے دی گئیں - جن میں انگریزی ترجمۃ القرآن ۳۵، بیان القرآن ۷، اسلامی اصول کی فلاسفی ۵۰، ٹیچنگز آف اسلام ۳۳، ریلیجن آف اسلام ۱۵، اور دیگر مطبوعاتِ انجمن جن میں حضرت اقدسؑ کی بہت سی کتب شامل ہیں مفت تقسیم کی گئیں - گذشتہ ماہ بہت سی جماعتوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے یومِ وصال پر جلسوں کا اہتمام کیا -

**۳- اشاعتِ کتب حضرت مسیح موعودؑ** { حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی اشاعت پر انجمن ابتدا ہی سے توجہ دیتی آئی ہے اور "سلسلہ تصنیفات احمدیہ" کے آٹھ حصوں میں حضرت اقدسؑ کی ۵۵ کتب شائع ہوئی تھیں جن میں سے سات کتابوں کے انگریزی تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں -

۱۹۷۴ء میں مجلس معتمدین نے حضرت اقدسؑ کی کتب کو جدید طرز پر آفسٹ اور خوبصورت شکل میں شائع کرنے کی ہدایت فرمائی اور ایک جامع منصوبہ بنایا گیا - لیکن ابتدائی مراحل، صحتِ کتابت اور اوّل ایڈیشن سے مقابلہ کرنے میں بہت وقت صرف ہوا اور ۱۹۷۶ء میں ۱۴ کتب اور ۱۹۷۷ء میں سات کتب شائع ہو سکیں - امسال جلسہ سالانہ تک انشاء اللہ گیارہ مزید کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوں گی - جن کی کتابت قریب الاختتام ہے -

باقی کام بحمدہ تعالےٰ حسب معمول جاری ہیں - دورانِ سال بعض رکاوٹوں کی وجہ سے کارگذاری پر اثر پڑا لیکن گذشتہ چھ ماہ میں انجمن کی آمد جملہ مدات کی خاطر خواہ رہی - الحمد للہ اب رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں - احباب کرام سے دعاؤں اور تعاون کی درخواست ہے -

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے اور احمدیہ بلڈنگس و دارالسلام اور لاہور کے دیگر حصوں میں بفضلہٖ ہر طرح خیریت ہے - والسلام

خاکسار - مسعود بیگ - جنرل سیکرٹری - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

## اخبارِ احمدیہ :

**درخواستِ دعا:** جناب محمود احمد صاحب بہاولپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار محترم عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ ریلوے گارڈ کی ٹریفک کے ایک حادثہ کے نتیجہ میں شدید چوٹیں آنے کے علاوہ بائیں کولہے کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی ہے - مقامی ہسپتال (بہاولپور) میں ایک بڑے اپریشن کے ذریعہ پلیٹ لگا کر انکی ہڈی تو جوڑ دی گئی ہے اور تکلیف بھی کم ہو گئی ہے مگر ابھی انہیں کچھ عرصہ بستر پر رہنا پڑے گا - مزید براں (۲) میرے بڑے بچے مسعود احمد کا بھی ایک چھوٹا اور ایک بڑا اپریشن حال ہی میں ہوا ہے - جس کا حتمی نتیجہ ابھی سامنے نہیں آیا، کہ کس حد تک تکلیف دور ہو گئی ہے - (۳) میری اہلیہ اور خاکسار کو بھی کچھ عارضوں کا سامنا ہے - میں ان دکھوں، حادثوں اور پریشانیوں میں اپنے سب بیدار بزرگان سلسلہ سے خصوصی استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں میرے والد بزرگوار عبدالعزیز صاحب، میرے بچے مسعود احمد خاں کی جلد صحت یابی کے لئے توجہ فرمائیں نیز خاکسار اور میری اہلیہ کے لئے بھی دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں -

**پیغامِ صلح:** ان جسمانی تکالیف اور پریشانیوں میں جناب عبدالعزیز صاحب اور ان کے

مکرم جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب - اسلام آباد

# وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

(القرآن)

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۱ میں جناب الٰہی فرماتے ہیں کہ:-
"فتنہ قتل سے بڑھ کر سخت ہے"

فتنہ - عذاب اور دکھ وغیرہ دینے کے معنی میں آتا ہے - اور یہ قتل سے اس طرح بڑھ کر سخت ہے کہ قتل سے تو ایک شخص واحد کی جان جاتی ہے - اور فتنہ سے ساری قوم اور معاشرہ پر بُرا اثر پڑتا ہے اور اس کے نتیجے میں فساد اور قتل و غارت پیدا ہو سکتا ہے - اور کچھ نہیں تو لوگوں کے خیالات اور اعمال کو بگاڑ دیتا ہے - اور ان کی عاقبت خراب کر دیتا ہے۔ قرآن شریف میں ان دُکھوں اور تکلیفوں پر اس لفظ کا استعمال ہوا ہے جو کفّار اور منافقین - مومنین کو دیتے رہے - کیونکہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں جو مخالفین کو ایک آنکھ نہیں بھاتے - اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اسی آیت میں مومنین کو حکم دیا ہے :-

"اور ان (مخالفین) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو"

اور پھر سورۃ التوبۃ - آیت ۵۵ میں جناب الٰہی فرماتے ہیں (منافقین کے متعلق) :-

"اور ان کے مال تجھے تعجب میں نہ ڈالیں اور نہ ان کی اولادیں - اللہ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ ان کی وجہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔"

اور پھر متنبہ کیا ہے :-

"اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں اور وہ تم میں سے نہیں ہیں - بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو ڈر رہے ہیں"

پھر فرمایا ہے :-

"اور ان میں سے وہ بھی ہے جو صدقات کے بانٹنے میں تجھے طعنے دیتا ہے - سو اگر ان میں سے ان کو دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں - اور اگر ان میں سے ان کو نہ دیا جائے فوراً غصّہ سے پھر جاتے ہیں۔"

پھر اللہ تعالےٰ نے بتلایا ہے کہ :-

"(تم منافق بھی) ان کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہو چکے - وہ تم سے طاقت میں زیادہ اور مال اور اولاد میں بڑھ کر تھے - تم بھی ان کی طرح تھوڑی دیر فائدہ اُٹھا لو اور بے ہودہ باتوں میں لگے رہو یہاں تک کہ خدائی پکڑ آ جائے۔"

**منافق کی شناخت** عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس شخص میں چار باتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک بات پائی جائے اس میں نفاق کی ایک جھلک ہو گی جب تک کہ وہ ان باتوں کو یا اُن میں سے جو بات اس میں پائی جائے اس کو ترک نہ کر دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں :-

(۱) امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔
(۲) بات کرے تو جھوٹ بولے۔
(۳) عہد کرے تو توڑ دے۔
(۴) اور کسی سے لڑے تو گالیاں بکے۔

**منافقین کی تباہ کاریاں** تاریخ اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں ملیں گی :-

(۱) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عُمر فارُوقؓ کے زمانے میں مسلمانوں کی کامیابیاں اور فتوحات دیکھ کر کفّار اور منافقین جل مرتے تھے - حضرت عثمانؓ کا زمانۂ خلافت آیا تو ایک نو مسلم نما یہودی عبداللہ بن سبا (جس کے متعلق میں ایک مضمون اخبار پیغام صلح میں پہلے چھپوا چکا ہوں -) نے خفیہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کیا اپنے مال و دولت اور ایجنٹوں کے ذریعے - قاہرہ، دمشق، کوفہ - یمن اور مدینہ میں خلیفۂ وقت کے برخلاف پروپیگنڈہ کرکے مسلمانوں میں بد دلی اور پھوٹ ڈلوائی اور بالآخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے - اور مسلمانوں کی آپس میں لڑائیاں کروا دیں - اور اسلام کو سخت نقصان پہنچایا - اور اس کا بد اثر کسی نہ کسی رنگ میں اب تک چل رہا ہے -

(۲) تاریخ احمدیت میں بھی اس کی مثال ملتی ہے - مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں احمدیت کے اسلامی عقائد اور مسئلوں کو معقول رنگ میں پیش کرنے کی وجہ سے (کتب اور لیکچروں کے ذریعے سے) - مسلمانانِ ہند کا سمجھدار تعلیمیافتہ طبقہ جماعتِ احمدیہ کی خدماتِ اسلامیہ اور تبلیغی کوششوں کو اچھی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا - اور کئی ایک لوگ دل ہی دل میں ہمارے خیالات کو اپنانے لگے تھے کہ ۱۹۱۴ء کے ماہ مارچ سے میاں بشیر الدین محمود احمد اور ان کی انصار اللہ پارٹی نے تکفیر اہلِ قبلہ اور اجرائے نبوت کے غالیانہ عقائد کی تشہیر کرکے جماعت احمدیہ کے دو ٹکڑے کر ڈالے اور جماعت احمدیہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا اور اس کی ساکھ ختم کر دی -

ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا کام خدا کے فضل سے اچھا چل رہا تھا اور ترقی کر رہا تھا - یہاں بھی ۱۹۵۱ء میں حضرت امیر مرحوم کی وفات سے پہلے اور بعد میں جماعت میں گڑبڑ پیدا ہوئی - جس سے جماعت کے مفاد کو نقصان پہنچا - سب سے تکلیف دہ اور رنجدہ امر یہ پیدا ہُوا کہ جماعت کے بعض بانی اور اوّلین ممبروں کی اولادیں آہستہ آہستہ سلسلہ سے دُور ہوتی گئیں اور ان کی دلچسپی جاتی رہی - ان کو واپس لانے کے لئے ہماری طرف سے کماحقّہٗ کوشش نہیں کی گئی -

پھر ملک کے پولیٹیکل حالات بدلے - اور بعض مولوی صاحبان کے شر انگیز پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر ستمبر ۱۹۷۴ء میں حکومتِ وقت نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا - اور ان کے کئی ایک مذہبی حقوق چھین لئے گئے - اور اس زمانے میں فسادات ہوئے اس میں احمدیوں کے اموال - مکانات کو نقصان

...ن کا نقصان بھی پہنچایا گیا - اس فتنے سے ڈر کر کوئی ایک کروڑ ان احمدی مرد و زن بھی سلسلۂ احمدیہ سے پھر گئے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہماری جماعت کے احمدی حضرات اس سے سبق سیکھتے اور اپنے اندرونی جھگڑوں اور اختلافوں کو ...کر ایک جان ہو جاتے اور اپنی حالت کو سنوارتے اور مخالفین مقابلے میں ایک سیسہ پلائی دیوار بن جاتے - اور نفسانی خواہشات ۔ خود غرضیوں اور من مانی کارروائیاں کرنے سے باز رہتے جماعت کے مفاد کی حفاظت کرتے اور ان کو ترجیح دیتے۔ قرآنی تو صاف ہے :۔

" نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

(سورۃ المائدہ ۵ - ایت ۳)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جماعت کو آزمانا چاہتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ الگ ہو جائے ۔ ہمیں صبر اور دعا کے ساتھ ان مشکلات تکلیفوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے ۔ یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مسیح موعود کے صحیح مسلک پر چلنے والی جماعت کو تا قیامت قائم رکھے گا اور ان کے مخالفین پر غالب رکھے گا - جو لوگ فتنہ پرداز ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق - (سورۃ البروج)

یعنی وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دکھ دیتے ہیں - پھر توبہ نہیں کرتے - تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے۔

...سورۃ الھمزہ میں ارشاد ہوتا ہے :۔

" تباہی ہے ہر عیب لگانے والے طعن کرنے والے کے لئے جو مال جمع کرتا ہے - اور اسے شمار میں لاتا ہے - وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ رکھے گا - ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا - اور تجھے کیا خبر ہے حطمہ کیا ہے ؟ - اللہ تعالےٰ کی جلائی ہوئی آگ جو دلوں پر چڑھتی ہے - وہ ان پر لمبے لمبے ستونوں میں بند کر دی جائے گی ۔"

مطلب یہی بتانا ہے کہ مالِ دنیا کی محبت آخر کار انسان ...ہاں پہنچاتی ہے اور دوسروں کی عیب شماری لازماً دِل کے اندر ایک آگ بھڑکاتی ہے۔

...ریں دُعا ہے :۔

اللّٰھم انصر من نصر دین محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم واجعلنا منھم
اللّٰھم اخذل من خذل دین محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم ولا تجعلنا منھم۔

---

...حمد ... : الک - مبلغ -/1278 روپے چندہ ماہوار اور ...لات ... وصول ہوا جو خزانہ انجمن میں داخل کرا دیا گیا ہے۔

دُعا ہے اللہ تعالےٰ ہمارے احباب کے دلوں میں سلسلہ کی سچی محبت ...بھی اخوت پیدا کرے - اور ہماری جماعت پورے اتحاد اور اتفاق کے ...ن دگنی رات چوگنی ترقی کرے - آمین

# مُلتان میں جلسہ یوم وصال

رپورٹ ———— بشارت احمد بقا - بی اے

جماعت احمدیہ مُلتان نے ۱۹ رمئی ۱۹۷۸ء بروز جمعہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ میں جلسہ کا اہتمام کیا تھا - جس میں حسب اعلان شائع شدہ در پیغام صلح مندرجہ ذیل احباب نے بطور مقررین شرکت فرمائی۔

(۱) محترم مولانا عبدالمنان عُمر صاحب
(۲) " " مرزا محمد لطیف صاحب مبلغ انجمن
(۳) " " محمد علی صاحب مبلغ ڈیرہ غازی خاں
(۴) " " میاں بشارت احمد بقا - بی اے

مُلتان میں گرمی پورے جوبن ہے - لیکن الحمد للہ کہ ہمارے احباب نے سخت گرمی کی کچھ پروا کئے بغیر جلسہ میں کثیر تعداد میں شرکت فرمائی اور جلسہ ہر لحاظ سے بڑا کامیاب اور با رونق رہا - جلسہ محترم شیخ میاں نثار احمد صاحب صدر جماعت مُلتان کی رہائش گاہ میں ہوا - جس میں احباب کے آرام کا خاص طور پر خیال رکھا گیا - بہاول پور - وہاڑی - مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان سے بھی احباب تشریف لائے تھے۔

نمازِ جمعہ مولوی محمد علی صاحب نے پڑھائی اور ایک نہایت عمدہ خطبہ ارشاد فرمایا - نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی جلسہ کی کارروائی محترم میاں فاروق احمد شیخ صاحب کی صدارت میں شروع ہوئی - تلاوت قرآن پاک حافظ نور محمّد صاحب نے کی اور ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ مولوی کریم بخش رند صاحب نے پڑھ کر سُنائے۔

ان کے بعد محترم مولانا محمد لطیف صاحب مبلغ انجمن نے حضرت مسیح موعودؑ کے پاک مشن، حضور کی صداقت اور بے نظیر کامیابیوں پر نہایت ہی عالمانہ تقریر فرمائی جس سے سامعین جلسہ خوب مستفید ہوئے۔

انکے بعد خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ اور جہاد کے موضوع پر تقریر کی - اور احباب کو بتایا کہ حضور نے جہاد کو ہرگز منسوخ نہیں فرمایا - بلکہ جس قسم کے جہاد کی زمانہ کو ضرورت تھی اس کو بڑی شدّ و مد سے جاری فرمایا - اور اس جہاد کی برکت سے خدا تعالےٰ نے حضور کو وہ کامیابیاں عطا فرمائیں کہ غیروں نے بھی انہیں فتح نصیب جرنیل کا خطاب دیا۔

خاکسار کے بعد محترم مولانا عبدالمنان صاحب عُمر نے بھی حضرت مسیح موعود کے اخلاق حسنہ اور حضور کے مشن کے اصل مقصد پر ایک فاضلانہ تقریر فرمائی - اختتام پر صدر جلسہ نے اپنے صدارتی خطاب میں کچھ مشاہیر اسلام کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آراء شہادت حقہ سے پڑھ کر احباب کو سنائیں اور فرمایا کہ ہم اللہ کے فضل سے حق پر ہیں - ہمیں مخالفت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال دینے چاہئیں - بلکہ خوب مردانہ وار اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیئے - خدا تعالےٰ یقیناً ہمیں اس وقت تک ضائع نہیں کرے گا - جب تک ہم اپنے دامن کو حضرت مجدد زمان کی ذات سے خوب باندھ کے رکھتے ہیں۔

یہ مبارک جلسہ پونے سات بجے شام بفضل تعالےٰ بخیر و خوبی انجام پذیر ہُوا اور تمام احباب نیا ایمان اور تازہ ولولہ لیکر خوشی خوشی رخصت ہوئے کچھ ایسے احباب بھی تشریف لائے تھے - جو ۱۹۷۴ء کے بعد منقطع ہو چکے تھے - ان کی تشریف آوری سے منتظمین جلسہ کو خاص طور پر بڑی خوشی ہوئی - ہمارے وہ بھائی بھی طمانیت قلب محسوس کرتے تھے - اور حضرت بانیٔ سلسلہ سے ان کی کھوئی ہوئی محبت و عقیدت پھر جاگ اُٹھی - ۴۴

(باقی کالم اوّل کے نیچے)

جناب چوہدری شکراللہ خان منصور صاحب - ایڈووکیٹ

# میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعویٰ ماموریت من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں!

## قسط نمبر (۴)

مُلک کے جُملہ مولوی صاحبان - علماء حضرات - پیر اور سجّادہ نشین صاحبان حضرت مرزا صاحب کے سخت مخالف ہو گئے تھے - کافر و کذّاب - مفتری اور لعنتی - ملعون اور دجّال وغیرہ گالیاں دینا شب و روز ان کا وطیرہ بن گیا تھا جسے وہ کارِ ثواب سمجھتے تھے - مرزا صاحب کی مخالفت کرنا عوام مسلمانوں کو ان کے خلاف بھڑکانا اور مشتعل کرنا ان کے نزدیک ایک جہاد کا درجہ رکھتا تھا جو وہ ایک کافر و کذّاب کے خلاف سرانجام دے رہے تھے - اس زمانہ میں گویا ایک طوفان تھا جو ان بے شمار علماء نے حضرت اقدس کے خلاف برپا کر رکھا تھا جس کی صدائے بازگشت ایک صدی کے قریب گذرنے پر ابھی تک جاری ہے - حتیٰ کہ پاکستانی ایوانِ حکومت تک اس میں ملوّث ہو گئے ہیں - مگر حیرت کا مقام یہ ہے کہ مذکورہ بالا "خدائی فیصلہ" جو یقینی قطعی اور ہمیشہ کیلئے اسے ختم کرنے والا ہوتا کسی بھی مولوی، عالم - پیر یا سجّادہ نشین نے آپ کے بالمقابل میدانِ مباہلہ میں آنے کی جرأت نہ کی - حالانکہ آپ نے بالتصریح اور بالوضاحت یہ اقرار لکھ دیا کہ آپ کے بالمقابل میدانِ مباہلہ میں آنے والے افراد میں سے خواہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ کوئی

ایک بھی

موت سے یا مذکرہ بالا عذابوں سے بچ رہا تو وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنا کذّاب اور مفتری ہونا لکھ دیں گے اور اس صورت میں انہیں سچّا ماننے والا ہر شخص قہر اور عذابِ الٰہی کے نیچے ہوگا - پس ہمارے محترم و عزیز دوست سوچیں کہ اس سے بڑھ کر صاف - سیدھا - آسان کھُلا اور یقینی اور قطعی طریقِ فیصلہ اور کیا ہو سکتا ہے - حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی طرف سے یقین و ایمان سے بھرپور اور شوکت و ہیبت سے لبریز یہ دعوت اور مخالف مولویوں کی طرف سے یہ بزدلانہ اور یقین و ایمان سے متزلزل کھُلا فرار ایک

الٰہی معجزہ

تھا جو ماسوا مامور من اللہ کے کسی دوسرے سے ظاہر نہیں ہو سکتا - لہٰذا میں مجبور ہوں کہ آپ کو اپنے دعوےٰ مامور من اللہ میں سچّا مانوں

**چھٹی وجہ** حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا زمانہ کوئی دُور نہیں ہے - ان دنوں ایک حیرت خیز معجزانہ نظارہ ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے - حضرت مرزا صاحب کی طرف سے جب یہ اعلان ہوتا ہے کہ اس وقت دُنیا میں خدا کا کامل - سچّا اور زندہ دین صرف اسلام ہے اور دوسرے تمام مذاہب غیر معقول اور سراسر دروغ بیفروغ ہیں اور کہ ؎

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے + اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بتایا + اب آسمان کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

تو تمام دیگر مذاہب کے پیروکار پادری - پنڈت - ودوان اور دانشور آپ کے خلاف بڑے جوش سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں - ایک طرف عیسائی پادری علمی، عقلی دلائل کے ساتھ آپ کے خلاف جنگ آزما ہیں - دوسری جانب ہندو مت کی مختلف تحریکیں، آریہ سماج برہمو سماج اور دیو سماج بالمقابل صف آراء ہیں - سکھ مذہب والے سناتنی - مادہ پرست - نیچریت - دہریت کے دلدادہ بھی آپ ہی کو جھٹلانے اور شکست دینے پر اپنا سارا زور صرف کر رہے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی لڑائی کا ایک وسیع میدانِ جنگ ہے جس میں تمام دشمنانِ اسلام دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے مسلح حملے کر رہے ہیں - ادھر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں کہ تنہا ان سب کے مقابل کھڑے ہیں بلکہ ان سب کو مغلوب اور لاجواب کر رکھا ہے - پھر حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے مختلف فرقوں شیعہ اہلِ سنّت - اہلِ حدیث - اہلِ قرآن وغیرہ سب کے علماء بھی اس جنگ میں پیچھے سے آپ کے خلاف کُودے ہوئے ہیں - آپ کو جھٹلانے مٹانے میں اپنی پوری قوّتیں صرف کر رہے ہیں - گویا سارے زمانہ نے آپ کے خلاف ایک طوفانِ بلاخیز اُٹھا رکھا ہے - اس طوفان بلاخیز کے بالمقابل آپ جس قوّت اور استقامت - جس کامل یقین اور ایمانِ محکم کے ساتھ عمر بھر کھڑے رہ کر کامرانی سے ہمکنار ہوئے ہیں وہ ایک معجزہ ہے - اس وقت کے ایک مشہور اخبار نویس نے لکھا :-

> "بحیثیت مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا ....... اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں - مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا -"
>
> (کرزن گزٹ - دہلی - مئی ۱۹۰۸ء)

ہمارے عزیز و محترم دوست انصافاً بتلائیں کہ ایسی قوت و استقامت ایسے یقین و ایمان پر مبنی یہ کردار اور کام کیا کسی مکّار اور مفتری کا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں - کسی مکّار اور مفتری کی ایسی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہ مل سکے گی - ہاں مامورینِ الٰہی کی یہ شان ضرور ہے - پھر ان حالات میں ایک مکّار اور مفتری کو ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ اپنے حامی اور ساتھی پیدا کرے - یہ عقلِ سلیم کا تقاضا ہے اور اس غرض کے لئے ایسی سہولتیں اور آسانیاں ان کے سامنے رکھے جو ان کے لئے باعثِ کشش ہوں - لیکن حضرت مرزا صاحب اپنے ماننے والوں سے مالی اور جانی قربانیاں مانگنے کے علاوہ فرماتے ہیں -

> "یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہر طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں - خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا - دیکھو میں یہ کہکر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ - خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو - دُعا کرو تا تمہیں طاقت ملے - جو شخص دُعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا - بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے -
>
> جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور

آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے۔ قمار بازی سے۔ بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو قرآن کے خلاف نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ برتاؤ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور ان کا ہمنشین ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۷، ۱۸)

میرے علم اور میری عقل و دانش کے مطابق یہ تعلیم و ہدایت اور اپنے ماننے والوں کے لئے ان صفات و شرائط کی پابندی کسی جھوٹے۔ مکّار اور مفتری کا حوصلہ اور کام نہیں ہمارے دوست خود سوچ اور سمجھ لیں۔ انہیں جھوٹے مدعیوں میں کوئی ایسی مثال نہیں ملے گی۔ اگر ملے گی تو سچے مدعیان، ماموریت من اللہ میں ملے گی۔ لہذا میں آپ کو اپنے دعوے میں سچا ماننے پر مجبور ہوں۔ (باقی ——— باقی)

## اخبار احمدیہ

**دو شادیاں** } مورخہ ۴/۶/۸۸ بروز جمعرات چک ۸۱ جنوبی سرگودہا میں عزیزہ طلعت محمودہ بنت چوہدری سردار علی صاحب کا نکاح ہمراہ عزیز ضیاء اللہ صاحب ولد چوہدری اللہ دتہ صاحب مرحوم بعوض ۲۰۰ روپے حق مہر اور عزیزہ سعدیہ تبسم بنت چوہدری سردار علی صاحب کا نکاح ہمراہ عزیز سلیم اللہ صاحب ولد چوہدری اللہ دتہ صاحب مرحوم بعوض ۲۰۰ روپے حق مہر پڑھا گیا۔ ہر دو بچیوں کا خطبۂ نکاح خاکسار نے پڑھا۔
میں نے خطبۂ نکاح کی غرض و غایت اور میاں بیوی کے حقوق و فرائض اور دیگر ذمہ داریوں کو قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں واضح اور

ص ۳۵

مکرم جناب شیخ اللہ بخش صاحب سیکرٹری جماعت بدوملہی۔

# بدوملہی میں جلسۂ یوم وصال

۲۶ مئی ۱۹۸۸ء، بروز جمعہ، مسیح موعودؑ کے وصال کا دن تھا۔ اس موقعہ پر مکرم چوہدری عبدالحق صاحب کی صدارت میں بدوملہی میں ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں جناب ماسٹر ممتاز احمد صاحب ایم اے نے شانِ مسیح موعود پر تقریر فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بروزِ کامل کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالی۔ اور تفصیل سے بتایا کہ کس طرح حضورؑ کے فیض صحبت اور برکت سے اسلام کی حقانیت، زندہ خدا، زندہ کتاب اور زندہ رسول پر لوگوں کا ایمان تازہ ہو گیا اور ان کے سینے نورِ یقین سے بھر گئے اور وہ نیکی و دینداری، حق پرستی و شرافت، امانت و دیانت اور دیگر اخلاقِ حسنہ میں اپنے ہمعصروں میں ممتاز ہو گئے۔ ان کے بعد جناب ماسٹر اللہ بخش صاحب ایم اے نے حضرت مسیح موعودؑ کے عشق رسولؐ کے موضوع پر تقریر کی اور حضور صلعم کی شانِ اقدس میں حضرت صاحب نے جو نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے اس کے چند نمونے پیش کئے۔

**چاہ بسّے والا** میں ۳ جون ۱۹۸۸ء کو **یوم وصال** حضرت مسیح موعودؑ منایا گیا۔ اس موقعہ پر مکرم ماسٹر ممتاز احمد صاحب نے حدیث مجدد کے موضوع پر اپنی تقریر میں بتایا کہ حضرت صاحب نے اسی حدیث کی بنیاد پر چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ مقررنے حضرت مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں خاص طور پر ذکر کیا۔ نیز بتایا کہ حضرت مجدد زمان نے فرمایا ہے کہ:۔

اس زمانہ کا حصنِ حصین میں ہوں۔ اگر درندوں سے بچنا چاہتے ہو تو میری طرف آؤ۔

> ؎ دوڑ کر میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
> ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

آخر میں دُعا ہوئی اور جلسہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔

---

ص ۳۵ مفصل طور پر بیان کیا۔ جس کا سامعین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اور یہ مبارک تقریب نہایت سادہ اور پُر وقار طور پر عمل میں آئی اور دُعا پر ختم ہوئی۔

اس مبارک تقریب کی خوشی میں بچیوں کے والد محترم چوہدری سردار علی صاحب نے دو صد روپے انجمن کو بمد عطیہ اشاعت قرآن کریم عنایت فرمائے۔ اور اسی طرح دولہا چوہدری سلیم اللہ صاحب اور دولہا چوہدری ضیاء اللہ صاحب کی طرف سے 50/50 روپے انجمن کو بمدِ اشاعتِ قرآن کریم دیئے گئے۔ جزاھم اللہ تعالےٰ۔

بزرگانِ و احباب جماعت دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ ان ہر دو رشتوں کو ہر طرح اور ہر لحاظ سے دونوں خاندانوں کے لئے باعث خوشی اور باعثِ برکت بنائے۔ آمین۔

خاکسار۔ محمد علی مبلغ ڈیرہ غازی خاں

---

ہفت روزہ پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

«مطالعہ مذاہب»

# تخلیقِ آدم کے مذہبی نظریئے

(ڈاکٹر خورشید عالم ترین۔ سرینگر)

دُنیا کے تقریباً سب مذاہب ابوالبشر (آدمؑ) کی پیدائش کو خاکی قرار دیتے ہیں۔ پہلا انسان مٹی سے کیونکر تخلیق ہوا؟ اس بارے میں ہر مذہب ایک جُداگانہ نظریہ پیش کرتا ہے۔ آج کے مقالہ میں انہی نظریات کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ بابلی تہذیب کا شمار دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں ہوتا ہے۔ بابلی عقیدہ کے مطابق خداوند بعل (GOD BEL) نے اپنی گردن اڑا دی۔ باقی دیوی دیوتاؤں نے بعل کے خون کو جمع کر کے مٹی کے ساتھ ملا دیا۔ اسی خون آلود کیچڑ سے ابوالبشر تخلیق ہوا۔ بابلی عقیدہ کی رُو سے پہلا انسان باغ (جنّت) میں رکھا گیا۔ اور شیطان نے اسے جنّت سے نکلوا ڈالا۔ شیطان جنّت میں سانپ بن کر داخل ہوا تھا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بابلیوں کا یہ عقیدہ بائبل کی کتاب پیدائش سے بہت پہلے کا ہے۔

۲۔ قدیم مصری عقیدہ کے مطابق پہلا انسان دریائے نیل کے کیچڑ سے بنایا گیا۔ سُورج دیوتا (KHNOUMOU جو سب دیوتاؤں کے جدِّ امجد تھے) نے ابوالبشر کا قالب کمہار کے پہیئے کی مدد سے تیار کیا۔

۳۔ برما کے (KARNES) قبیلہ کا نظریہ یہ ہے کہ پہلا مرد مٹی سے پیدا کیا گیا اور پہلی عورت اس کی پسلی سے نکالی گئی۔ البتہ پیدائش کی نوعیت کے متعلق یہ قبیلہ خاموش ہے۔

۴۔ سائبیریا کے قدیم تاتاریوں کا عقیدہ ہے کہ پہلا انسان مٹی سے پیدا کیا گیا۔ لیکن اس کے ہمراہ اس کی بی بی پیدا نہیں کی گئی۔ چنانچہ وہ اس وسیع کائنات میں اکیلا بھٹکتا رہا۔ شیطان نے مرد کے اسی سُونے پن کا فائدہ اُٹھایا۔ ایک روز جبکہ ابوالبشر گہری نیند میں تھے شیطان نے چپکے سے ان کی پسلی کو چھُو لیا۔ چھونے کی دیر تھی کہ پسلی کی ہڈی بڑھنے لگی۔ بالآخر کٹ کر زمین پر گر پڑی۔ اس ہڈی سے خود بخود پہلی عورت کی تخلیق ہو گئی۔

۵۔ برٹش بورنیو کے ساحلی قبائل کی کہانی بڑی عجیب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے اوّل بار ابوالبشر کو پتھر سے بنایا۔ لیکن اس میں نقص یہ رہا کہ وہ بات کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔ پھر خدا نے انسان کو لوہے سے بنایا لیکن پہلے والا نقص برقرار رہا۔ بڑی جدوجہد کے بعد انسان کو مٹی سے تخلیق دے کر اس نقص پر قابو پانے میں خداوند کامیاب ہو گیا۔

۶۔ سماٹرا کے نیاس قبائل کے ہاں "LUOZAHO" دیوتائے اکبر ہے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ "لوزاہو" کی نظر پانی میں جا پڑی۔ اسے پانی میں اپنا عکس (ظل) نظر آیا۔ وہیں ایک مٹھی کیچڑ نکال انسان کو پیدا کر دیا۔ چنانچہ ہر انسان خدا کا ظل ہے۔

۷۔ چٹاگانگ کے (KUMIS) قبیلہ کا نظریہ یوں ہے۔ خدا نے دن بھر محنت کر کے مٹی کے دو انسانی پُتلے تیار کئے۔ رات ہوئی خدا سو گیا۔ خدا کو سوتا دیکھ کر سانپ چپکے سے پُتلوں کے پاس آیا اور انہیں نگل گیا۔ جب صبح خدا نے آنکھ کھولی تو اپنی ساری محنت کو اکارت پایا۔ لیکن سانپ جا چُکا تھا۔ مجبوراً خدا نے دوبارہ مشقت اُٹھائی اور نئے پُتلے تیار کر لئے۔ رات کو پہلے والا ماجرا پھر رونما ہو گیا۔ کئی بار یہی چکر چلتا رہا۔ خدا بہت پریشان ہوا۔ بارہ گھنٹے سے کم عرصہ میں انسانی قالب تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ ادھر خدا کو بھی نیند بنا چارہ نہ تھا۔ بڑے غور و فکر کے بعد خُدا نے کُتا پیدا کیا۔ اس طرح انسانی تخلیق انجام پا سکی۔ آج بھی اگر کہیں انسان مرنے لگتا ہے تو کتے بھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس قبیلہ کے عقیدہ کے مطابق خُدا آجکل سو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ سانپ (موت) کمال بے خوفی سے سرگرم عمل ہے۔ وگرنہ انسان تو فطرتاً غیرفانی ہے۔

۸۔ ہندوستان کے (KORKUS) قبیلہ کے نزدیک بھگوان شیوجی نے مٹی سے دو مورتیاں بنائیں۔ ایک مرد کی ایک عورت کی۔ مورتیاں بن کر تیار ہی ہوئیں کہ راجہ اندر کے برق رفتار گھوڑوں نے انہیں اپنے ٹاپوں سے مسل ڈالا۔ شیوجی نے دوبارہ مورتیاں بنائیں مگر بھگوان اندر کے گھوڑوں نے انہیں پھر کچل ڈالا۔ متعدد بار ایسا ہی ہوتا رہا۔ بالآخر تنگ آ کر شیوجی نے کُتا پیدا کیا۔ کتے کے سامنے اندرجی کے گھوڑوں کی ایک نہ چل سکی۔ اس قبیلہ کے نزدیک پہلے مرد کا نام "مُلہ" اور پہلی عورت کا نام "مُلائی" ہے۔

۹۔ ناگ پُور (بھارت) کے "مُنڈا" قبیلہ کے نزدیک پہلا انسان سُورج دیوتا نے پیدا کیا۔ سُورج دیوتا نے دو پُتلے بنائے۔ لیکن پروں والے نامعلوم گھوڑے (یاد رہے اس زمانہ میں گھوڑوں کے پَر بھی ہوا کرتے تھے) نے دونوں کو توڑ ڈالا۔ سُورج دیوتا نے پُتلوں کو از سرِ نو بنایا، گھوڑے نے آ کر پھر مسمار کر دیا۔ بالآخر سورج دیوتا نے ایک مکڑا حفاظت پر مامور کر دیا۔ مکڑے نے جال بُن کر پُتلوں کو نظر سے اوجھل کر دیا۔ اس طرح پیدائش انسان کو تکمیل نصیب ہو سکی۔

۱۰۔ روس کے (CHEREMISS) قبائل کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسانی قالب کو مٹی سے تشکیل دیا اور خود رُوح لانے کے لئے آسمان پر چلے گئے۔ انسانی قالبوں کی رکھوالی کتے کے ذمہ تھی۔ مگر شیطان کمال درجہ کا عیار نکلا۔ اس نے سرد آندھی کو زور و شور سے شروع کر دیا۔ کتے کے جسم پر ان دنوں بال نہ ہوا کرتے تھے۔ بیچارا سردی کے مارے ٹھٹھرنے لگا۔ یاں کتے نے شیطان کو انسانی قالبوں کے قریب قطعاً نہ آنے دیا۔ شیطان نے بالوں (FUR) کا لالچ دے کر کتے کو پھانس لیا۔ اور مٹی کے قالبوں کے قریب آ گیا۔ شیطان نے اُن پر تھوکا اور انہیں ناپاک بنا ڈالا۔ واپسی پر خُدا نے انسانی قالبوں کی یہ ناپاکی دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن بے سُود۔ شیطان کی اس حرکتِ ناہنجار سے خدا کو بے حد صدمہ ہُوا۔ لیکن وہ بے بس تھا۔ تھک ہار کر خدا نے انسانی قالب کے بیرون کو اندرون سے بدل دیا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کا اندرونہ آج بھی نجاست آلود ہے۔

۱۱۔ میکسیکو کے (MICHOACAN) قبائل کا عقیدہ ہے کہ خُدا نے پہلے مرد اور عورت کے قالب مٹی سے بنائے۔ لیکن دھونے پر وہ اپنی ہیئت برقرار نہ رکھ سکے اور ٹوٹ پھُوٹ گئے۔ اس کے بعد خدا نے انسانی قالب کو راکھ سے بنایا۔ لیکن پہلے والی دقت دُور نہ ہو سکی۔ آخر کار خدا نے انسانی قالب لوہے سے بنایا۔

۱۲۔ دینِ مانی، جو چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں اپنے عروج

پر تھا، کی رُو سے ابوالبشر کو خدا نے نہیں بلکہ شیطان نے پیدا کیا ہے۔ شیطان کسی طرح آسمان سے نور چرانے میں کامیاب ہوگیا۔ اسی نور سے اس نے انسان تخلیق کیا۔ چونکہ اس نور کی پرورش آسمانی دیوتاؤں کے ہاتھوں ہوئی تھی لہذا مانوی عقیدہ کے مطابق یہ سماوی نور ظلمت (شیطان) پر مزدورِ غالب ہو کر رہے گا۔ مانوی عقیدہ میں حوّا سر تا پا ایک شیطانی عطیہ ہے۔ شیطان نے حوّا آدم کے حوالے اس وقت کی جب وہ حوّا سے جی بھر کے لطف اندوز ہو چکا تھا۔ شیطان اور حوّا کے ناجائز تعلق سے ہی ہابیل اور قابیل کا جنم ہوا۔ آدم اور حوّا کے ملاپ نے سیت (SETH) کو جنم دیا۔ آسمانی نور سیت ہی کی بدولت دنیا میں پھیلا۔

۱۲-۱- "زردشتی مذہب یعنی پارسی مذہب میں نسلِ انسانی کا آغاز ایک جوڑے سے ہوا جس میں مرد (MASHYA) اور عورت (MASHYOI) کہلائی۔ جوڑے کی ابتدا ایک درخت سے شروع ہوئی۔ چالیس سال کے بعد نباتاتی حالت چھوٹتی ہے اور درخت مرد اور عورت کی شکل میں منتقل ہو جاتا ہے۔" (محمد اِن ورلڈ سکرپچرز (انگریزی) جلد ۳ صفحہ ۱۷۹۔ از حضرت علامہ عبدالحق صاحب ودیارتھی مرحوم و مغفور۔

۱۳- جین مت خالق کائنات کے تصور سے بکلی عاری ہے — جینیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ دُنیا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گی۔ رُوح دنیا میں بار بار آتی ہے۔ ہر رُوح کو کم از کم چوراسی لاکھ جون (قالب) بدلنے پڑتے ہیں۔ کبھی اسے انسانی قالب ملتا ہے۔ کبھی کیڑے مکوڑوں کا، کبھی پارسا بنتی ہے اور کبھی ابلیس۔ رُوح کو مادی قالب اس کے خیالات و افعال کے مطابق ملتا ہے یہ دنیا رُوح کی بدولت ہی قائم ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ ہر آتما (رُوح) اپنی جگہ پرماتما (خدا) ہے —

۱۴- بُدھ مت کے بارے میں قدیم سے یہ اختلاف ہے کہ آیا وہ خدا کو مانتا ہے یا نہیں۔ بُدھ مت میں خالق کائنات کا نہ تو اقرار ہے اور نہ انکار۔ در اصل بدھ مت کو تخلیق عالم جیسے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس مذہب کا مطمحِ نظر صرف اس قدر ہے کہ کسی طور انسان رنج و آلام سے مُکت (آزاد) ہو جائے۔ دیگر مسائل میں پڑنا اس کے نزدیک تضیع اوقات ہے۔

۱۵- ویدک لٹریچر میں تخلیق کائنات کے متعلق متعدد بیانات ہیں۔ ایک دَور ایسا تھا۔ جب ویدک دھرم والے بھی اس کائنات کا عدم محض سے وجود میں آنا مانتے تھے۔ جب آگے چل کر رَد و کد ہوئی تو خدا، مادہ اور رُوح تینوں ازلی و ابدی ہو گئے ویدک دھرم ماننے والوں کی ایک خاصی تعداد وحدت الوجود کی بھی قائل ہے۔ یعنی یہ تصور رکھتی ہے کہ جس طرح آفتاب کی شعاعیں مختلف مقامات پر منعکس ہو کر بہت سارے عکس پیدا کر دیتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح پرماتما بھی مختلف جیووں (قالبوں) میں منعکس ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ ساری کائنات محض "مایا" (دھوکا) ہے۔ ایک اور نظریہ یوں ہے:—

"... وجود و عدم دونوں معدوم تھے۔ ایک تاریک ... تھا۔ خدائے واحد اس خلا میں خاموشی کے ساتھ سانس لیتا تھا۔ تب اس کے اندر خواہش پیدا ہوئی۔ یہ وجود اور عدم کی سرحد تھی اور ساری تخلیق کا سبب

لیکن وہ بیان جو عوام میں زیادہ مقبول ہوا یہ تھا کہ قدیم موجود ہستی نے پانی پیدا کیا۔ جس کے اندر طلائی انڈا تیرتا تھا۔ وہ (خدا) اس کے اندر داخل ہو گیا اور اس سے پہلی مخلوق برہما کی شکل میں پیدا ہوئی۔ تب برہما نے دیوتاؤں۔ جنت۔ زمین۔ آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ستارے اور انسان کو پیدا کیا۔"

("INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTHRE" P. 2, 3۔ از ڈاکٹر تاراچند بحوالہ مذاہب اور تخلیق کائنات۔ ص ۱۴ از سید حامد علی طبع اوّل)

عصر حاضر کے ویدک ریفارمر سوامی دیانند جی کے عقیدہ کے مطابق ایشور نے ابتدائے آفرینش میں یک وقت بہت سارے جوان مرد اور جوان عورتیں پیدا کر دیں۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش از سوامی جی)

۱۶- منو سمرتی ہندو دھرم کے عقائد و معتقدات کی مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کا پہلا باب پیدائش عالم سے متعلق ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ شروع میں خدا اکیلا تھا۔ اس کو خواہش ہوئی کہ وہ اپنے بدن سے خلقت پیدا کرے۔ خدا نے پہلے پانی پیدا کیا پانی میں بیج ڈالا جو طلائی انڈے کی شکل اختیار کر گیا۔ اس طلائی انڈے سے برہما جی آپ سے آپ پیدا ہو گئے۔ برہما جی نے زمین۔ آسمان۔ سُورج۔ چاند۔ غرض اس کائنات کی ہر چیز کو بنایا۔ پھر دُنیا کی ترقی کے لئے اپنے منہ سے برہمن بازو سے چھتری۔ ران سے ویش اور پاؤں سے شودر کو پیدا کیا۔ ان چاروں میں برہمن افضل ہے اور شودر ارذل ہے۔ چونکہ یہ تفاوت ازلی ہے۔ لہذا اس سے مفر نہیں۔

۱۷- "دیوی بھگوت پران" ہندوؤں کے بہت سارے فرقوں کے ہاں مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ دُنیا "شری" نام دیوی نے بنائی ہے۔ جب دیوی کو یہ خواہش ہوئی کہ وہ دُنیا کو پیدا کرے تو اس نے اپنی ہتھیلی گھسی۔ اس میں ایک چھالا نمودار ہوگیا اسی سے برہما جی پیدا ہوئے۔ دیوی نے برہما جی سے کہا کہ تو مجھ سے بیاہ کر۔ برہما جی نے یہ کہہ کر کہ "آپ تو میری ماں ہیں" صاف انکار کر دیا۔ یہ سن کر دیوی کو سخت غصہ آ گیا اور اس نے فوراً اپنے جلال سے برہما کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور پھر پہلے کی طرح ہتھیلی کو گھس کر دوسرا لڑکا وشنو پیدا کر لیا۔ وشنو مہاراج نے بھی ماں سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ دیوی نے اسے بھی بھسم کر ڈالا۔ پھر تیسرا لڑکا مہادیو پیدا کیا۔ دیوی نے اسے بھی بیاہ کرنے کو کہا۔ مہادیو نے جواباً عرض کیا:—

"حضور میں آپ سے شادی نہیں کر سکتا۔ اگر آپ نے میرے تئیں شادی کا ارادہ فرمایا ہے تو آپ کسی اور عورت کی شکل میں آیئے۔"

دیوی کو یہ بات معقول نظر آئی اور اس نے ایسا ہی کیا۔ مہادیو کی سفارش پر برہما اور وشنو کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ ان کے لئے دو عورتیں الگ سے پیدا کی گئیں۔ انہی نے آگے یہ کائنات وغیرہ تخلیق دی۔

"شیو پران" کی رُو سے برہما جی اور وشنو جی دونوں نے مل کر ساری خلقت کو مہادیو کی چتا کی راکھ سے پیدا کیا۔

۱۸- بائبل میں تخلیق آدم کا ذکر کتاب پیدائش میں کیا گیا ہے۔ یہ بیان حسب ذیل ہے:

"خدا نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اور زمین ویران اور سنسان تھی۔ اور گہراؤ کے اُوپر اندھیرا تھا۔ اور خُدا کی رُوح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی۔ اور خُدا نے کہا روشنی ہو جا اور روشنی ہو گئی ......... خُدا نے روشنی کو دن کہا اور تاریکی کو رات ......... اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے درمیان فضا ہو تاکہ پانی، پانی سے جُدا ہو جائے ......... اور ایسا ہی ہُوا ...... خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کا پانی ایک جگہ جمع ہو کہ خشکی نظر آئے اور ایسا ہی ہوا ...... خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور بیج دار بوٹیوں کو اور پھلدار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلیں اور جو زمین پر اپنے آپ ہی بیج اُگائیں اور ایسا ہی ہُوا ......... خُدا نے کہا کہ فلک پر نیّر ہوں کہ دن کو رات سے الگ کریں ......... سو خُدا نے دو بڑے نیّر (سُورج اور چاند) بنائے ......... خدا نے کہا کہ پانی جانداروں کو کثرت سے پیدا کرے اور پرندے زمین کے اُوپر فضا میں اُڑیں ......... پھر خُدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں ...... اور خُدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ..... نر و ناری ان کو پیدا کیا۔"

(پیدائش باب اوّل آیت ۱ تا ۲۷)

اس بیان میں رات و دن کا وجود سُورج کی پیدائش سے پہلے بتایا گیا ہے، جو صحیح نہیں ہو سکتا۔ دوئم یہ کہ پہلے کائنات اور اس میں پائی جانے والی سب مخلوق کو پیدا کیا۔ اس کے بعد آدم کی پیدائش واقع ہوئی۔ اب اسی کتاب کے دوسرے باب کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:۔

"جس دن خداوند خدا نے زمین و آسمان کو بنایا۔ اور زمین پر اب تک کھیت کا کوئی پودا نہ تھا اور نہ میدان کی کوئی سبزی اب تک اُگی تھی۔ کیونکہ خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا۔ نہ زمین جوتنے کو کوئی انسان تھا ...... (تب) خداوند خُدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھُونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔ اور خداوند خدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا ...... خداوند خُدا نے کہا کہ آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں میں اس کے لئے ایک مددگار اس کی مانند بناؤں گا۔ اور خُداوند خُدا نے کل دشتی جانور اور ہوا کے کل پرندے مٹی سے بنائے ..... پر آدم کے لئے کوئی مددگار اس کی مانند نہ ملا۔ اور خداوند خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا۔ اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک کو نکال لیا اور اس کی جگہ گوشت بھر دیا۔ اور خداوند خُدا اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا۔ اور آدم نے کہا یہ تو اب میری ہڈیوں میں سے ایک ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے۔ اس لئے وہ ناری کہلائی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی۔"

(پیدائش باب ۲۔ آیت ۴ تا ۸۔ اور ۱۸ تا ۲۳)

ان آیات میں آدم کی پیدائش پہلے ہے اور دیگر جانداروں کی بعد میں۔ یہ سرگذشت پہلی روداد سے سراسر اُلٹ ہے۔ عیسائی معتقدات کے مطابق آدم ۲۳ اکتوبر ۴۰۰۴ ق م بروز جمعہ بوقت ۹ بجے صبح پیدا ہوئے (دیکھو برٹرنڈ رسل کی کتاب "مذہب اور سائنس" (انگریزی) ص ۵۱ طبع ۱۹۴۹ مطبوعہ لندن) گویا آدم کی پیدائش کو صرف چھ ہزار برس کا عرصہ ہوا ہے۔ حالانکہ سائنسدانوں کو اس سے ہزاروں سال پہلے کے ڈھانچے دستیاب ہو چکے ہیں۔ (باقی ــــ باقی)

---

# دار الکُتب اِسلامیہ

## احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

دار الکُتب اِسلامیہ ہماری تحریک کا ایک نہایت اہم اور مؤثر ذریعہ تبلیغ ہے۔ اسی کے ذریعے ہم مغرب کے سامنے اِسلام کا جدید نقطۂ نظر اور تصوّر رکھ سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے علم کلام میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ ممالک غیر کو اس سے روشناس کرانے کے لئے ہم نومبر ۱۹۷۷ء سے لے کر اپریل ۱۹۷۸ء تک پہلی ششماہی میں امریکہ، نائجیریا، سیرالیون، گیانا، گھانا، ٹرنی ڈاڈ، سعودی عرب، نیوزی لینڈ، فلپائن، جرمنی اور آسٹریلیا میں ایک لاکھ پچیس ہزار کی کتابیں بھیج چکے ہیں۔

ہمارے خلافت ۱۹۷۴ء کی تحریک اس لحاظ سے درپردہ رحمت ثابت ہوئی ہے کہ پڑھے لکھے اور سنجیدہ طبقہ نے سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے کے لئے تحقیق و جستجو شروع کر دی ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں بے شمار اصحاب نے اس بارے میں ہم سے رابطہ قائم کیا جن میں پروفیسر رابرٹسن ۔ ڈاکٹر آرمن شوپن ۔ پروفیسر کینل ۔ ٹی سعید، پروفیسر میری رائٹ بولڈ، آرمیبا ناڈ، ڈاکٹر سپیروس سرداس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ سب امریکہ، یورپ، آسٹریلیا اور سعودی عرب کے مشہور عالم اور محقق ہیں۔

کتابیں ایک غیر جانب دار ذہن کو بہت متاثر کرتی ہیں ان کے پڑھنے سے اسے آہستہ آہستہ ہمارے نظریات سے اتفاق ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ انہیں قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہم اپنے لٹریچر کی ترسیل اور اس کی فروخت میں اضافہ کے لئے اپنی طرف سے پُوری کوشش کر رہے ہیں لیکن اسے بطریق احسن انجام دینے کے لئے ہمیں آپ کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔

ہمارے کُتب خانہ میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولنا محمد علیؒ صاحب مرحوم و مغفور کی مکمل تصنیفات موجود ہیں۔ ہمارے دوستوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہمیں مفت اشاعت کے لئے عطیات ارسال کرتی ہے۔ حال ہی میں ہم نے یُوکے کی ایک سو پچاس (۱۵۰) لائبریریوں میں اپنی کتابوں کے ۱۵۰ سیٹ مفت بھیجے ہیں۔ ابھی ہمیں ایسے ہی اور سیٹ مفت بھیجنے ہیں۔ اگر آپ ہمارے ساتھ اس کام میں شریک ہو جانا چاہتے ہیں تو ہمیں ضرور اطلاع دیں۔ ایک سیٹ کی قیمت ۰۰ـــ229 روپے ہے اور اس پر ڈاک خرچ 15/13 روپے۔ اس سلسلہ میں آپ کی مدد سے ہماری حوصلہ افزائی ہوگی۔ بحیثیت معطی آپ کا نام اس سیٹ پر لکھا جائے گا۔ اور اس سے آپ کو مطلع کیا جائے گا۔

(میاں) فضل احمد
افسر شعبۂ تصنیف و تالیف

---

**درخواستِ دُعا:** محترمہ بیگم صاحبہ قاضی عبدالجبار صاحب انگلینڈ میں بیمار ہیں۔ آپ بڑی مخلص نیک اور سلسلہ کی فدائی خاتون ہیں۔ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب [illegible]

از مکرم جناب چوہدری محمد انور ملتی صاحب۔

# اسلام کی ترقی اور اسکا دیگر ادیانِ عالم پر غلبہ اب جماعتِ احمدیہ لاہور کے لٹریچر سے وابستہ ہے۔ خدا اس کی تائید میں اپنا قوی ہاتھ دکھانے کو ہے۔

(قسط نمبر ۳)

حضرت مرزا صاحب کو جیسا کہ اوپر کی تحریرات سے واضح ہے نبوت کا کوئی دعوےٰ نہ تھا۔ انہیں صرف یہ دعوےٰ تھا کہ خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ الہام اور وحی ان پر نازل کرتا ہے اس سے مولوی لوگوں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کر دیا ہے۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے جس وحی کے نزول کا دعوےٰ کیا تھا وہ وحی نبوت نہ تھی بلکہ وحی ولایت تھی جو اولیاء اللہ امتِ محمدیہ پر پہلے بھی نازل ہوتی رہی ہے۔ مولوی لوگ چونکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص سے کلام کرنا بند کر دیا ہے اس لئے وہ ہر ایسے شخص کو جو اپنے اوپر وحی کے نزول کا دعوےٰ کرے مُدّعی نبوت سمجھتے ہیں۔ افسوس ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض پڑھے لکھے حضرات بھی بغیر کسی ذاتی تحقیق کے محض مولوی لوگوں کی اتباع میں بے سروپا باتیں حضرت مرزا صاحب کے متعلق کرتے ہیں۔ ہر شخص کو اپنے قول و فعل کے لئے خدا کے حضور جواب دینا ہے۔ قیامت کے دن جب خدا تعالےٰ پوچھے گا کہ کیوں انہوں نے اس شخص کو قبول نہ کیا جس کے ماننے کے متعلق ان کے نبی نے تاکید کی تھی اور کہا تھا کہ وہ راستے کی مشکلات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس کے پاس پہنچیں اور اسے ان کا سلام پہنچائیں اور پھر جس کی آمد کی تصدیق خود اسے آسمان سے ایک نشان[1] دکھا کر کی تو کیا یہ لوگ یہ عذر پیش کر دیں گے کہ ان کے مولوی صاحبان نے مُدّعی کو جھوٹا قرار دیا تھا اور کیا ایسا عذر ان کا خدا تعالےٰ کے ہاں قبول کر لیا جائے گا یقیناً نہیں۔ ہر اس شخص پر جو کچھ سوجھ بوجھ رکھتا ہے۔ لازم ہے کہ وہ خود شرح صدر سے تحقیق کرے اور دیکھے کہ مخالف مولوی حضرات نے حضرت مرزا صاحب پر الزامات لگاتے ہوئے کس قدر ظلم اور ناانصافی سے کام لیا ہے۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ وہ الزام جو مخالفینِ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا صاحب پر دیتے چلے آرہے ہیں اور جن کی بناء پر انہوں نے بغیر کسی استثناء کے جماعتِ احمدیہ لاہور کے افراد کو بھی ۱۹۷۴ء میں کی گئی ترمیم کے ذریعہ غیر مسلم قرار دیا ہے۔ اس کا

[1] منجملہ دوسرے نشانات کے ایک نشان ظہورِ مہدی کے متعلق حدیث نبویؐ میں یہ موجود ہے کہ رمضان کے مہینے میں ان تین راتوں میں سے پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا جن میں یہ ہوا کرتا ہے اور سورج کو ان تین دنوں میں سے درمیانی دن کو گرہن ہوگا جن میں سورج گرہن ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء بمطابق ۱۳۰۰ھ میں رمضان کے مہینے چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگا اور اس طرح آسمان نے ظہورِ مہدی کی گواہی دی۔

جواب پہلے سے کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" (دنیا نظامِ عالم) میں آچکا ہے۔ اس میں لکھا ہے:۔

To revert to the original subject that God even now speaks to the elect: there is a clear saying of the Holy Prophet Muhammad: "Surely there were among those before you people to whom God spoke but they were not prophets; if there be such a one among my people, it is "Umar" (Bukhari 62:6). This shows that though there would be no prophet after the Holy Prophet Muhammad, yet God will speak to the elect among Muslims. Not only because speaking is an attribute of the Divine Being just as hearing and seeing are His attributes, but also because it is through His word that real conviction comes to the heart that God exists, and it is through such elect that a vital faith in God is restored. They are the renewers of the faith of the masses. Such elect are specially spoken of as rising at the commencement of every century:

"Surely Allah will raise up for this community (of Muslims) at the commencement of every century one who will renew their religion" (Abu Daud 36:1).

Such a person is called a mujaddid or a reviver, in the terminology of Islam, and he not only revives faith in God but also removes errors which have crept up among Muslims, and sheds new light on the great religious truths of Islam in the new circumstances

Mirza Mahmud of Qadian, a son of the founder of the Movement, not only claimed prophet-hood for the Founder of the the Movement but went further to declare the whole Muslim world to be out-side the pale Islam. The other section which established its headquarters at Lahore rejected both these doctrines as being against the teachings of the founder of the Movement, and laid its basis on two principles that there was to be now prophet, old or new, after the Holy Prophet Muhammad and that no one who beleived in the prophet-hood of Muhammad could be called a Kafir. with these two cardinal principles, the Lahore Ahmadis formed themselves into an association known as the Ahmadiyya Anjuman Isharat Islam, Lahore. (Para 2)

چونکہ خدا تعالےٰ کو اس کتاب کے ذریعے اس زمانہ کے باطل نظریات کی بیخکنی کرنا اور اسلام کے سچّے اور حقیقی چہرہ نیز بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے صحیح مقام سے دنیا کو روشناس کرانا منظور تھا اس لئے بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مرزا صاحبؒ اور مولانا محمد علی مرحوم مصنّف کتاب ہذا کو پہلے سے اشارۃً کتاب کی بابت بتا دیا گیا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب کو الہام ہوا :—

"انّی فی الکتاب مسطور"۔ میرا ذکر چھپا ہوا ایک کتاب میں آ رہا ہے۔ (کتابی الہامات)

اخبار بدر مؤرخہ ۲ر فروری ۱۹۰۷ء میں ان کا ایک رؤیا شائع ہوا ہے جس میں یہ فرماتے ہیں :—

"مجھے ایک کتاب دکھلائی گئی اس پر لکھا تھا الائف"[1]

---

[1] الائف جو انگریزی لفظ ہے۔ اس کے معنے ہیں زندگی یا حیات۔ اس لفظ کی اصل BACK GROUND کیا ہے اس کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی ایک ابتدائی کتاب "فتح اسلام" کے صفحہ نمبر ۲۶ پر دیئے گئے حاشیہ میں درج اس عبارت کا حوالہ مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں حضرت صاحب فرماتے ہیں :—

"خدا تعالےٰ نے مجھے بشارت بھی دی کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا جو لوگ خدا تعالےٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اُٹھاؤں گا۔ پس میری اس دوبارہ زندگی سے مراد میرے مقاصد کی زندگی ہے۔

which the Muslim community is called upon to face. The Mujaddid of the fourteenth Century of Hijra was Mirza Ghulam Ahmad of Qadian, the founder of the Ahmadiyya Movement the latest revivalistic movement in Islam - who appeared at the commencement of this 14th century A.H, i.e, about the year 1882 C.E (Pages 60-61)

اس کے علاوہ اس کتاب کے دیباچہ میں اپنی جماعت کا تعارف کراتے ہوئے مصنّف نے ان دو بنیادی مسائل پر بھی بحث کی ہے جن پر تنازع کے نتیجے میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی جماعت ۱۹۱۴ء میں دو حصوں میں بٹ گئی اوّل یہ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ سکتا اور دوم یہ کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ایمان رکھتا ہو کیا اسے کافر کہا جا سکتا ہے دیباچہ سے اصل عبارت یہاں پیش کی ہے :—

" If the ideas presented in these pages are in any way helpful to bring about a betterment of the human race, the credit for this service to humanity does not go to the author but to the selfless and devoted band of co-workers who have made possible the disimination of these ideas. It is for this reason that I wish to add a few words about the Ahmadiyya Anjuman Ishaat Islam, Lahore. In the year 1914 there was a split in the ranks of the Ahmadiyy community, the followers of Mirza Ghulam Ahmad of Qadian, The Mujaddid of the fourteenth century of Hijra, on two questions of vital importance not only to the movement but to Islam itself, whether a prophet could appear after the Holy Prophet Muhammad and whether a person who believed in the Holy Prophet Muhammad could be called a Kafir. The Qadian section led by its present head,

مولانا محمد علی مرحوم کو بھی کتاب کے متعلق ایک رؤیا کے ذریعے ہی علم دیا گیا۔ ان کا یہ رؤیا کتاب "مجاہد کبیر" (سوانح حیات مصنف) کے صفحہ ۳۸۲ پر شائع کیا گیا ہے۔ قارئین حضرات یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ مولانا مرحوم کو جب یہ کتاب دکھلائی گئی تو اس پر قریبًا وہی نام تھا جو حضرت مرزا صاحب پر ظاہر کیا گیا تھا۔ مولانا مرحوم فرماتے ہیں:-

"۹ اور ۱۰ر فروری ۱۹۴۷ء کی درمیانی رات بعض ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے میری طبیعت پر بے حد صدمہ تھا۔ اسی حالت میں خیال گذرا کہ ایک صدمہ بھی انسان کی زندگی کو ختم کر سکتا ہے۔ سوا تین بجے کے قریب میں دیکھتا ہوں کہ ایک چھپی ہوئی کتاب جو میری تصنیف ہے میرے سامنے لائی گئی اس کا نام تھا "LIFE ASSURANCE"۔

خاکسار جب اس یقین کا اظہار کرتا ہے۔ کہ خدا تعالٰے کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کے ذریعے دنیا کو اسلام کے سچے اور اصل چہرہ سے آشنا کرانا چاہتا ہے نیز اس کا ارادہ ہے کہ باطل نظریات کا قلع قمع کر دے تو وہ مبالغہ سے کام نہیں لیتا بلکہ ایسا اظہار علیٰ وجہ البصیرت کرتا ہے اس امر کا اظہار اس نے آج سے آٹھ سال قبل ۹ر مارچ ۱۹۷۰ء کے ایک مضمون میں کر دیا تھا[1]۔ جو پیغام صلح میں ۷ر مئی ۱۹۷۰ء کو شائع ہوا اس میں یہ الفاظ تھے:-

"کسی دل میں ہماری ان باتوں کی بابت شک ہو تو وہ اس خدا سے پوچھ لے جس کے قبضۂ قدرت میں یہ کائنات ہے کہ کیا یہ سب کاروبار اس کی اپنی طرف سے نہیں"

۲۴ر مارچ ۱۹۷۱ء کے ایک اور مضمون میں جو پیغام صلح میں ۱۴ر اپریل ۱۹۷۱ء کو چھپا خاکسار نے لکھا تھا:-

"پاکستان کے قائم ہونے اور اس کے قائم و دائم رہنے یعنی بقا کا سلسلہ احمدیہ سے گہرا تعلق ہے۔ ابھی تک چونکہ جماعت کے لٹریچر سے استفادہ نہیں کیا گیا ملک بحرانی صورت سے دوچار ہے۔ جس دن کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کی موجودہ اہمیت و حیثیت عام لوگوں پر آشکارا ہو گئی اسی دن ہر عقلمند شخص پکار اُٹھے گا کہ پاکستان بچ گیا۔"

ہماری ان باتوں سے ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر اسلام کی حقیقی اور سچی تعبیر جماعت احمدیہ لاہور کے لٹریچر میں موجود ہے اور آسمان و زمین کا مالک خدا دنیا کو اس سے متعارف کرانا چاہتا ہے اور وہ قادر و توانا بھی ہے تو پھر کیوں اس جماعت کو بھی دوسرے فریق کی طرح ۱۹۷۴ء میں ذلت و رسوائی اُٹھانی پڑی، کیوں نہ خدا نے اس وقت اس جماعت کی مدد کی تو اسی کے متعلق گذارش ہے کہ اس میں بھی کچھ مصلحت الٰہی تھی۔ اس جماعت کے لوگوں کو تین چار سال پہلے کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کی شکل میں ایک مبنی بر رحمت چیز ملی تھی جس کی اہمیت و حیثیت جماعت کے افراد پر مضبوط دلائل کے ذریعے واضح کی گئی تھی مگر اس سے کسی نے فائدہ نہ اُٹھایا۔ جب کوئی قوم یا گروہ خدا کے مبنی بر رحمت نشانوں کی پروا نہ کرے تو پھر خدا تعالٰے کیونکر ایسے لوگوں کی پرواہ کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں خدا تعالٰے کو اپنے فرستادہ سے کی ہوئی باتیں بھی تو پوری کرنی تھیں۔ خدا تعالٰے اپنے پاک الہام میں جو حضرت اقدس مرزا صاحب کو ہوا فرماتا ہے کہ:-

"کہ تو مغلوب ہو کر یعنی بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر غالب ہو جائے گا اور انجام تیرے لئے ہوگا اور ہم وہ تمام بوجھ تجھ سے اُتار لیں گے جس نے تیری کمر توڑ دی۔ خدا تعالٰے کا ارادہ ہے کہ تیری توحید، تیری عظمت، تیری کمالیت پھیلا دے۔ خدا تعالٰے تیرے چہرہ کو ظاہر کر دے گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا عنقریب اُسے ایک مُلکِ عظیم دیا جائے گا۔ (..........) اور خزائن اس پر کھولے جائیں گے۔"

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۵)

اس وعدہ کو بار بار دُہرایا گیا ہے، مزید طوالت سے بچنے کی خاطر ہم حضرت مرزا صاحب کے درج ذیل الہام پر اکتفا کرتے ہیں:-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مُدعا یہ ہے۔ کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں ......... میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھے اُٹھاؤں گا۔ دنیا ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسے قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

اُوپر بیان کردہ پیشگوئیوں میں الفاظ "زور آور حملے" اس خطرناک صورت حال کی نشاندہی کر رہے ہیں جو عنقریب پیدا ہونے والی ہے۔ کچھ روز پہلے جب خاکسار نے سونے سے پہلے ان الفاظ کی طرف توجہ کی تو رات کو ایک رؤیا میں ایک مہیب اور خوفناک جنگ کا منظر دکھایا گیا۔ ممکن ہے ان حملوں یا اس کی قدرت نمائی سے مراد کچھ دوسری آفات بھی ہوں جیسے زلزلے اور سیلاب وغیرہ۔ کچھ رؤیا ماضی میں خاکسار نے جو دیکھے ہیں ان میں ایسے آفات کا نقشہ بھی اسے دکھایا گیا ہے۔ تاہم مستقبل قریب کا وقت بتا دے گا کہ خدا تعالٰے کا ان الفاظ سے کیا مطلب تھا۔ خداوند کریم اپنے مخلص اور نیک بندوں کو آئندہ ایام میں محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

---

[1] ۹ر مارچ ۱۹۷۰ء کے مضمون کو لکھے ابھی پندرہ روز ہی ہوئے تھے کہ ایک دُمدار ستارہ مشرقی افق پر نمودار ہو گیا جسے ایک ماہ سے زائد عرصہ تک دنیا بھر کے لوگوں نے دیکھا۔ اس ستارے سے ان خوفناک واقعات کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جو عنقریب دنیا میں ظاہر ہونگے اور بعد جن کے ایک انقلاب روحانی متوقع ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی دمدار ستاروں اور شہب ثاقبہ کی نسبت ایک تحریر ہے بھی جو ان کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۱۹-۱۲۰ میں موجود ہے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۱۴ر جون ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۲۴

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۷۸ء | نمبر ۲۵

# کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

## طبّ ماتحت حکمِ خدا

### دعاؤں میں خارق عادت اثر — حکمتِ ایمانیاں

فرمایا: یہ سب ظنّی باتیں ہیں۔ علاج وہی ہے جو خدا تعالےٰ اندر ہی اندر کر دیتا ہے۔ جو ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ علاج یقینی ہے وہ اپنے مرتبہ اور حیثیت سے آگے بڑھ کر قدم رکھتا ہے۔ بقراط نے لکھا ہے کہ میرے پاس ایک دفعہ ایک بیمار آیا۔ میں نے دیکھتے حالات کے حکم لگایا کہ یہ ایک ہفتہ کے بعد مر جائے گا۔ تیس سال کے بعد میں نے اسکو زندہ پایا۔

بعض ادویہ کو بعض طبائع سے مناسبت ہوتی ہے۔ اسی بیماری میں ایک کے واسطے ایک دوا مفید پڑتی ہے اور دوسرے کے واسطے مضر رساں ہوتی ہے۔ جب بُرے دن ہوں تو مرض سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اگر مرض سمجھ میں آجائے تو پھر علاج نہیں سوجھتا۔ اس واسطے مسلمان جب ان علوم کے وارث ہوئے تو انہوں نے ہر امر میں ایک بات بڑھائی نبض دیکھنے کے وقت سُبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا کہنا شروع کیا۔ اور نسخہ لکھتے وقت ھوالشّافی لکھنا شروع کیا۔ ........

میرا مذہب بیماریوں کے دُعا کے ذریعہ سے شفاء کے متعلق ایسا ہے کہ جتنا میرے دل میں ہے اتنا میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ طبیب ایک حد تک چل کر ٹھہر جاتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے مگر اس کے آگے خدا تعالےٰ دُعا کے ذریعہ سے راہ کھول دیتا ہے۔ خدا شناسی اور خدا تعالےٰ پر توکل اسی کا نام ہے کہ جو حدیں لوگوں نے مقرر کی ہوئی ہیں ان سے آگے بڑھ کر رجا پیدا ہو۔ ورنہ اس میں تو آدمی زندہ ہی مر جاتا ہے۔ اس جگہ سے اللہ تعالےٰ کی شناخت شروع ہو جاتی ہے۔ مجھے ایسے معاملات میں مولوی رومی کا یہ شعر بہت پسند آیا ہے۔ ؎

اے کہ خواندی حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

عام لوگوں کے نزدیک جب کوئی معاملہ یاس کی حد تک پہنچ جاتا ہے خدا تعالےٰ اندر ہی اندر تصرفات شروع کرتا ہے اور معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔

دُعا کے واسطے بہت لوگوں کے خطوط آتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے جو دُعا کے واسطے لکھتا ہے دُعا کرتا ہوں۔ لیکن اکثر لوگ دُعا کی فلاسفی سے ناواقف ہیں اور نہیں جانتے کہ دُعا کے ٹھیک ٹھکانہ پر پہنچنے کے واسطے کس قدر توجہ اور محنت درکار ہے۔ در اصل دُعا کرنا ایک قسم کی موت کا اختیار کرنا ہوتا ہے۔ ........ دُعاؤں میں جو رُو بخدا ہو کر توجہ کی جاوے تو پھر ان میں خارق عادت اثر ہوتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دعاؤں میں قبولیت خدا تعالےٰ کی طرف سے آتی ہے اور دعاؤں کے لئے بھی ایک وقت جیسے صبح کا ایک خاص وقت ہے اس وقت میں جو خصوصیت ہے وہ دوسرے اوقات میں نہیں۔ اسی طرح پر دُعا کے لئے بھی بعض اوقات ہوتے ہیں جبکہ ان میں قبولیت اور اثر پیدا ہوتا ہے۔

عام انسان صدموں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ انبیاء علیہم السلام ہی کے قلب ہوتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے صدمات اور مشکلات کو برداشت کرتے ہیں اور ذرہ بھی نہیں گھبراتے۔

بعض مقام ایسے ہوتے ہیں کہ تقریر سے دل تسلی پکڑتا ہے۔ لیکن بعض مقام ایسے ہوتے ہیں کہ محض اللہ تعالےٰ کی رحمت ہی کام کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے کام میں صدہا مخفی اسرار ہوتے ہیں جن کو انسان کبھی سمجھ لیتا ہے اور کبھی نہیں۔ انسان کو چونکہ آخرت کے ذخیرہ کی ضرورت ہے اور بعض اوقات انسان کے افعال ایسے نہیں ہوتے جو آخرت میں کام دیں اس لئے اللہ تعالےٰ قضا و قدر سے اس کا تدارک کر دیتا ہے۔ جس طرح پر انسان روزہ رکھتا ہے تو اس روزہ کے ساتھ سحری بھی ہے اور اس میں اس کو اجازت ہے کہ جو چاہے سو کھائے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ہفتم)

اے خدا زود آ دبرما آبِ نصرت ہا ببار + یا مرا بردار یا رب زیں مقام آتشیں
(مسیح موعودؑ)

مقامی خبریں

# ایک تعارفی تقریب

## دارالسّلام (نز دیو کیمپس) کے نئے ناظم صاحب سے مُلاقات

چوہدری محمد حیات صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز (پنجاب) حال ہی میں دارالسّلام کے نئے ناظم مقرر ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنا چارج سنبھال لیا ہے۔

چوہدری صاحب موصوف گجرات کے ایک مخلص۔ ایثار پیشہ اور باعمل احمدی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور بہترین اوصاف کے مالک ہیں۔ محکمہ تعلیم میں آپ کا روشن کردار پورے محکمہ کی نیک نامی کا باعث اور اپنے ماتحتوں کے لئے مثالی نمونہ رہا ہے۔ ہم انکو خوش آمدید کہتے اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں دارالسّلام میں اپنے ان اوصاف حمیدہ کے بھرپور اظہار کا موقع عطا فرمائے۔

مؤرخہ ۷ جون ۱۹۷۸ء بروز جمعہ بعد نماز عصر ناظم صاحب موصوف نے اپنے دفتر میں ایک تعارفی تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں دارالسلامؔ کے احباب نے شرکت کی۔ اس خوش کُن تقریب میں آپ نے احباب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:—

"میں یہ جذبہ لے کر آیا ہُوں کہ دارالسّلام میں بیٹھ کر اسلامی نمونہ اور خالص احمدی روایات کے احیاء کے لئے جد وجہد کروں اور اس سلسلہ میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دام برکاتہٗ کا ہاتھ بٹاؤں۔ لیکن میں اپنے فرائض کی ادائیگی احباب کے تعاون و اشتراک کے بغیر نہیں کر سکتا۔ مَیں پہلے آپ کا **خادم** ہوں اور ناظم بعد میں۔ مجھے آپ کے اجتماعی سکون و اطمینان اور انجمن کے مفادات کے تحفظ کے لئے کام کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں احباب کی ہر مفید رائے میرے کام آئے گی۔"

آپ نے فرمایا:—

"ہمیں یہاں پر باہمی اخوت و مؤدت اور بھائی چارے کی اُن جگمگاتی مثالوں کو دہرانا ہے۔ جن کا حضرت صاحب کے زمانہ کی تاریخ میں ذکر موجود ہے، ایثار و محبت کی وہ طرح ڈالنی ہے جس سے یہ بستی اپنے اصلی معنوں میں جنّت نشان دارالسلام بن سکتی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پُورا پُورا خیال رکھنا ہے۔"

احباب کرام نے ناظم صاحب کے ان خیالات پر تعجب خیز خوشی کا اظہار کیا اور انہیں اپنے مکمّل تعاون کا یقین دلایا۔ بعد میں احباب کی تواضع چائے بسکٹ سے کی گئی۔ سیکرٹری (نشر و اشاعت) ویلفیئر سوسائٹی دارالسلام

---

## دُعائے صحت

مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ ریلوے گارڈ کے ٹریفک کے ایک حادثہ میں زخمی ہو کر ہسپتال میں داخل ہونے کی خبر گزشتہ شیوع میں دی جا چکی ہے۔ آپ کے تازہ مکتوب سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی تکلیف بدستور ہے۔ وہ بزرگانِ سلسلہ اور احباب جماعت سے دُ[illegible] ہیں۔

---

## دارالسّلام میں درسِ قرآن کریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی روایات میں درس قرآن ایک ممتاز مقام کا حامل ہے۔ حضرت امیر مرحوم مولنٰا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف خصُوصی توجہ دی، سلسلہ کی اس روشن اور تابندہ روایت کو حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب دام برکاتہٗ نے ربوٹ آباد کے بعد دارالسلام لاہور میں بھی زندہ رکھا ہے۔ آپ جامع احمدیہ دارالسلام میں بروز ہفتہ، سوموار، منگل اور جمعرات کو بعد نماز مغرب تا قبل نماز عشاء درس قرآن کریم دیتے ہیں۔ اسی طرح جامع احمدیہ مُسلم ٹاؤن میں اتوار اور بُدھ کو قبل نماز مغرب مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب درس قرآن کریم دیتے ہیں۔

قرب وجوار کے احباب سے التماس ہے کہ وہ ان قرآنی مجالس میں بمع عیال شریک ہو کر علمِ قرآن سے مستفید ہوں۔

## پنج ہزاری جماعت

(بسلسلہ صفحہ ۵)

کچھ نیک طبع سخی احباب کچھ رقم مدد کے لئے بھی دے دیں گے۔ مگر یہ کافی نہیں۔ اس لئے کچھ عملی اقدامات کرنے پڑیں گے:—

(۱)۔ تمام ممبران مجلس معتمدین کو مجبور کیا جائے کہ وہ اخبار خریدیں اور اسی طرح باہر کی جماعتوں کے سیکرٹری اور چیئرمین اور دیگر اراکین کو بھی باقاعدہ خریدار ہونا لازمی ہے۔ اور دوسروں کو خریدار بنانا بھی۔

(۲)۔ دفتر کے رجسٹر سے تمام اخبار کے پُرانے خریداروں اور کھاتے پیتے احمدیوں کو ایک سرکلر (دستخط شدہ سیکرٹری انجمن) بذریعہ ڈاک بھیجا جائے کہ وہ چندہ دے کر (چاہے سہ ماہی طریق پر ادا کریں) خریدار بنیں۔ انجمن کا ایک سفری مبلغ ہر جماعت کے مقام پر جائے اور ذاتی طور پر اپیل کرے۔ بیرونِ مُلک جماعتوں سے بھی خریدار پیدا کئے جائیں۔

(۳)۔ بیرونی ممالک کو جماعتوں کی تسلیم شدہ لائبریریوں کو ایک ایک پرچہ مفت بھیجا جا سکتا ہے۔ پھر احباب جماعت کو چاہیئے کہ یہ اخبار غیر از جماعت لوگوں کو بھی پڑھنے کو دیں۔

(۴)۔ بعض احمدی دوست شکایت کرتے سُنے گئے کہ انہوں نے چندہ اخبار دیا ہے۔ مگر اخبار وقت پر نہیں آتا یا آتا ہی نہیں۔ دفتر انجمن کو اس کی تحقیق کر کے یہ شکایت دُور کرنی ضروری ہے۔

---

## عطیہ

محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری عبداللہ خاں مرحوم و مغفور (مُسلم ٹاؤن لاہور) نے مبلغ ۵۰/- روپے کا عطیہ اپنے بھائی ملک نصراللہ خان صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے "آفتاب الدین احمد فری دارالشفاء" کو ارسال فرمایا ہے۔

احباب کرام مرحوم ملک صاحب کے لئے دُعائے مغفرت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالےٰ محترمہ بیگم صاحبہ کے اموال میں برکت ڈالے۔ آمین۔ (سیکرٹری دارالشفاء)

مکرم جناب پروفیسر مرزا حبیب الرحمان صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور

# ہم کدھر جا رہے ہیں

## کامیاب زندگی کا راز

اللہ تعالےٰ واسع ہے - اس کی وسعت کا اندازہ اہل بصیرت نہیں لگا سکتے- وہ محیط ہے- اس کے احاطہ کو فہم و فراست رکھنے والے نہیں قیاس میں لا سکتے- وہ قریب ہے اتنا قریب کہ اس کا قرب ہماری سمجھ سے بالا تر ہے - جو اشخاص بے محابا اللہ عزّ و جلّ کے خلافِ حکم اعمال کرتے ہیں اور پھر ندامت کے آنسو نہیں بہاتے وہ متکبر- متمرّد اور سرکش ہیں - سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قد افلح من تزکّٰی - وذکر اسم ربّہ فصلّٰی-
بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا- والاٰخرۃ خیرٌ وّ ابقٰی-

معانی:- "وہی کامیاب ہوتا ہے جو اپنے آپ کو پاک کرتا ہے اور اپنے ربّ کے نام کو یاد کرتا ہے - پس نماز پڑھتا ہے بلکہ تم دُنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو- حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی چیز ہے-"

مالک حقیقی نے صراحتہً انسانی زندگی کا راز بیان فرما دیا ہے- سب سے اوّل یہ کہ انسان تمام برے گندے اور فحش جذبات سے اجتناب کرے- تمام گناہوں سے پرہیز کرے- حرام مال سے اپنے معدہ کو پاک کرے- غرضیکہ ہر عیب سے ہر معصیت سے اپنے آپ کو منزّہ کرے اس کے بعد مولائے کریم کی تسبیح صبح و شام ہر لمحہ کرتا رہے - پھر نماز کو اپنا شعارِ زندگی بنالے اور اس طرح قائم کرے کہ اس کے قلب کے پردے منوّر ہو جائیں - اس کے چہرہ پر نورانیت کے آثار نمایاں ہوں- دُنیا کی آلائشوں اور اس کی بدعنوانیوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دے- دِل میں خوفِ خدا پیدا کرے- نفس کے حیوانی جذبات اور ہوا و ہوس کو قطعاً خیر باد کہہ دے- یہ اس لئے کہ خوشنودیٔ باری تعالےٰ حاصل کرکے آخرت میں فردوس بریں کی بلندیوں کا حامل ہو جائے-

## سادگی اور صبر کی تعلیم عملی رنگ میں

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بھوک کی شدّت کو دیکھ کر رو پڑیں - اور عرض کیا کہ حضور حق تعالےٰ شانہٗ کی درگاہ میں روزی کی وسعت کے لئے دُعا کیوں نہیں مانگتے-

حضورؐ نے فرمایا عائشہ اس ذات باری تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میں خدائے وحدہٗ لاشریک سے دُعا مانگوں کہ سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلا کریں تو میری دُعا فوراً قبول ہو جائے- لیکن مجھے اپنے فقر پر فخر ہے - اَلفقر فخری- جب تک زندہ ہوں بھوکا رہنے کو پیٹ بھرنے پر ترجیح دیتا رہوں گا-

خداوند تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ رسُولوں کے لئے اسی فقر کو پسند فرمایا ہے- دنیاوی تکالیف و مصائب پر صبر کرنا- دُنیا کی لذّات اور راحتوں سے اجتناب کرنا ہی عظیم الشان رسُولوں کا شیوہ رہا ہے مجھے بھی اسی طرح کا حکم دیا گیا ہے- باری تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل-

"آپ بھی اسی طرح صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسُولوں نے صبر کیا-"

فرمایا مجھے اسی حکم کی تعمیل کرنے میں لذّت محسوس ہوتی ہے-

نبی کریم صلعم کے زمانہ میں بڑی بڑی فتوحات ہوتی رہیں - خود تو فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے- اپنے معمولی حجرے میں سکونت اختیار کی- نہایت سادہ لباس زیب تن فرمایا- خوراک کیا تھی ستّو اور کھجوریں اور جَو کی روٹی - یہ بھی باقاعدہ میسّر نہ آتی تھی - لیکن آپ نے صحابہ کرامؓ کو مالا مال کر دیا- ان کو عالی مرتبہ عہدوں پر فائز کیا- دُنیاوی لحاظ سے ان کے درجات بلند کئے- کسی کو گورنر تجویز کیا کسی کو کمانڈر بنا دیا- اپنے لئے وہی درویشانہ زندگی کو ہمیشہ پسند فرمایا- اور غربت کو ثروت پر ہمیشہ ترجیح دی-

آپؐ نے مسلمانوں کو پستی سے نکال کر بلندیوں کی طرف سرفراز فرمایا- عرب کے اکھڑ جنگلی بدوؤں کو اخلاق ، انسانیت اور نورِ علم سے ایسا منوّر کیا کہ وہ پارس بن گئے-

## سبحانہٗ تعالےٰ کی خوشنودی کی راہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلعم نے ان کو یمن کا حاکم تجویز فرما کر وہاں روانہ کیا تو فرمایا کہ عیش و عشرت کی زندگی سے پرہیز کرنا- اس لئے کہ خدا کے برگزیدہ بندے ناز و نعمت کی زندگی کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے- دنیوی آلائشیں تقویٰ اور طہارت کو فنا کر دیتی ہیں- یہ مسلک تو ہمارے آقائے نامدار حضرت نبی کریم کا تھا- لیکن آج مادہ پرست دُنیا حصول زر میں اس قدر منہمک ہے کہ مذہب کے اُصولوں سے برگشتہ ہو کر ناز و نعمت کی زندگی کو ہی اپنا نصب العین سمجھ رہی ہے- مال و زر کی پرستار ہے - اس کے بغیر اہلِ دنیا کا مقصد حیات بے سُود - ان کی کوشش بے کار سمجھی جاتی ہے - امارت کے ولولہ نے ان کے دِلوں کو اس قدر تنگ و تاریک کر دیا ہے کہ نیکی کا خیال اور خلقِ خدا کی خدمت کا جذبہ ان کے لئے ایک بے حقیقت شئے بن کر رہ گیا ہے- ایثار نفسی اور قربانی کا مادہ تو درکنار- خود غرضی - مطلب برآری اور نفس پرستی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہیں-

جو شخص اپنی زندگی کو خُدا کی رضا کے لئے وقف کرتا ہے اس سے یہ حضرات بے رُخی سے پیش آتے ہیں- عوام یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے متقی دنیا کمانے کی اہلیت نہیں رکھتے نیز مال و زر حاصل کرنے کے راز سے نا آشنا ہیں لہذا وہ دِین کی اشاعت کے لئے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں-

مال و زر کی پرستش کرنے والوں کے دِل و دماغ پر ایسی مردنی چھا جاتی ہے کہ اُن کے دِل میں یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ یہ دنیا چند روزہ ہے- جلدی فنا ہو جانے والی ہے- مولائے حقیقی کی رضا حاصل کرنے اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرنے سے ہی حقیقی نجات میسّر آ سکتی ہے-

خدا کے بندے عیش و عشرت کی زندگی کو لات مار کر رضائے الٰہی کی خاطر سادہ زندگی بسر کرتے ہیں- اپنے نفس کو طمع و لالچ - مال کی محبت سے پاک و صاف کرکے آخرت میں اعلےٰ درجات حاصل کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں - دن بھر خلق خدا کی خدمت میں مشغول نظر آتے ہیں - رات کو خداوند تعالےٰ کے آستانۂ مبارک پر گر کر سجدوں میں اپنی مغفرت اور نجات کی دعائیں مانگتے ہیں-

## حضرت عمرؓ کی سادہ زندگی اور کپکپا دینے والا رُعب

حکومت کے نشے میں انسان تزک و احتشام اور جاہ و جلال کا بے حد متمنّی ہو جاتا ہے۔ فاخرہ لباس پہننا بے حد ضروری سمجھتا ہے۔ رہائش میں شان و شوکت کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ سواری ہو تو شاندار اور نمود و نمائش والی۔ غذا ہو تو رنگا رنگ کی لیکن مرغن اور لذیذ۔ حالانکہ اسلامی طریق زندگی اس شان و شوکت کے بالکل برعکس ہے۔

عیسائیوں کا ایک وفد حضرت عمرؓ سے ملاقات کرنے کے لئے آیا۔ وفد کے نمائندے ادھر ادھر گھومتے رہے کہ کہیں خلیفۂ وقت کا محل نظر آ جائے۔ جب تلاش کرنے سے کسی محل کا پتہ نہ چلا تو ان عیسائیوں نے کسی صحابی سے یہ دریافت کیا کہ آپ کے خلیفہ کہاں رہتے ہیں۔ صحابی نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے خلیفہ حضرت عمرؓ فلاں درخت کے سائے تلے قیلولہ فرما رہے ہیں۔ وفد اس درخت کے پاس پہنچا تو دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

حضرت عمرؓ مٹی پر بغیر کسی بستر بچھائے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ نصرانی یہ سمجھ کر کہ اتنا عظیم الشان خلیفہ جن کی فتوحات نے ایک عالم میں تہلکہ مچا رکھا ہے کسی شاندار محل میں رہتے ہوں گے۔ اس وفد میں سے ایک کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے:۔

"دنیا کو مسخر کرنے والا حاکم اعلیٰ اس قدر سادگی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ یقیناً ایسا انسان ایک دن دنیا کو تاخت و تاراج کر کے اپنے قبضہ میں لے لیگا"

جب حضرت عمرؓ سے ملاقات کی تو اس درویش صفت خلیفہ کو دیکھ کر نصرانیوں پر رُعب طاری ہو گیا۔

## دِل میں شجاعت اور سینے میں محبّتِ الٰہی کی تڑپ

صحابہ کرام دن بھر محنت کیا کرتے۔ سادہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتے۔ آلامِ دنیوی پر صبر و شکر کرتے۔ ان کا قلب نورِ ایمان سے ایسا منوّر تھا کہ سوائے خداوند تعالیٰ کے کسی بڑے سے بڑے انسان سے ہرگز نہ ڈرتے تھے۔ خوفِ خلق ان کے اعتقادات اور ایمان کو متزلزل نہ کر سکا۔ راتوں کو ایک پہر کھڑے ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ اپنے مسلمان مومن بھائیوں سے محبت، رواداری، خلوص اور ہمدردی سے پیش آتے۔ جب وہ مومنین تنہائی میں رحمان کے سامنے عبادت میں مشغول ہوتے تو وہ رحمت والا اپنے نور کا سایہ ان کے چہروں پر ڈال دیتا جس سے ان کے چہرے عبادت کی کثرت سے خوبصورت اور بارُعب بن جاتے۔

کفار کے ٹڈی دل لشکروں کو چند مسلمان آسانی سے پسپا کر دیتے۔ نہایت دلیری اور شجاعت سے میدانِ جنگ میں نکلتے۔ دل میں یہ تڑپ ہوتی کہ خدا کی راہ میں لڑ کر شہادت کا درجہ حاصل کرنا ہے۔ اس زمانے کے مسلمان اپنے عمل اور فعل سے رُوحانیت کے اسی بلند درجے تک پہنچ چکے تھے کہ انہیں شمشیرِ براں کی چمک دمک میں فردوسِ بریں کے دلکش، رُوح پرور اور سرور انگیز مناظر نظر آتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور ضرار بن ازورؓ بڑے اعلیٰ پایہ کے سپاہی تھے۔ انہوں نے اپنے ایمان کے زور سے کفارِ مکہ پر ایسا رُعب جما رکھا تھا کہ مشرک سرداروں کو دیکھتے ہی بدحواس ہو جاتے لرزہ بر اندام ہو جاتے۔

---

## بیسویں صدی کے مُسلمان اور ان کے قائدین کے افعال

اس زمانہ میں تصویر کا رُخ بالکل بدل چکا ہے۔ مسلمانوں کے معاشرہ میں عبادات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ آج کا مسلمان خدا کی یاد سے غافل ہے۔ ایثارِ نفسی اور قربانی کے جذبے سے قطعی نا آشنا ہے۔ اوصافِ حمیدہ سے بالکل محروم نظر آتا ہے۔ نہ کردار اچھا ہے نہ افعال پسندیدہ ہیں۔ افعالِ شنیعہ کا ارتکاب کرنے میں گونا گوں مصروف ہے۔ بدیوں کو بدی نہ سمجھتے ہوئے ان کا خیر مقدم کرتا ہے۔ نجاست۔ بے حیائی۔ فحش حرکات اور بے دینی کے کاموں میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے احکام سے اس قدر دُور ہو چکا ہے کہ شیطان انہیں دیکھ کر تالیاں بجاتا ہے۔

مسلمانوں کا بیشتر حصہ نماز سے غافل ہے۔ اور جو نماز پڑھتے ہیں تو بے رُخی اور بے توجہی سے سلام پھیر کر اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ ایک طرف اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ کمزور ہے تو دوسری طرف خدمتِ خلق کا ولولہ محض لفظوں تک محدود ہے۔ ذرا سی بات پر غیظ و غضب اور دنگا فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان مسلمانوں کے راہنما یہ سمجھے بیٹھے ہیں جنت الفردوس کے حقدار ہیں تو ہم ہی ہیں۔ جس کو چاہیں جنت میں جانے کی سند پیش کر دیں اور جن کو چاہیں دائرہ اسلام سے خارج کر کے غیر مسلم اقلیت بنا دیں۔ دلوں پر دُنیاوی ہوس کا بھوت سوار ہے کہ حاکم بننے کے لئے کرسیوں کی تلاش میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

کفار کو مسلمان بنانا ان کے بس کی بات نہیں۔ اور نہ ہی اس نیک کام کے یہ اہل ثابت ہوئے ہیں۔ ہاں متقی پرہیزگار مسلمانوں پر کفر کا فتوے لگانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اور اس طرۂ امتیاز پر ایسے خوش و خورم نظر آتے ہیں گویا زندگی بھر کی عبادت کا ثوابِ دارین حاصل کر لیا۔

یاد رکھو یہ ہے وہ فریب کارانہ تحریک جس کی کامیابی پر شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوا کر چٹیل اور پتھریلے میدانوں میں لا پھینکا تھا۔ اب بھی وقت ہے کہ علماءِ دین اُن سب دیندار، پابند صوم و صلوٰۃ اور تہجد گذار اور ختم نبوّت پر پختہ ایمان رکھنے والوں کی تکفیر سے پاک و صاف ہو کر مسلمانانِ پاکستان میں شامل کریں اور ان کا خیر مقدم کریں۔

ہم دِل کی گہرائیوں سے یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے مالکِ حقیقی علمائے دِین کے دل و دماغ سے وہ سیاہ پردے ہٹا دے۔ ان کی آنکھیں کھول دے تا وہ ختم نبوّت پر ایمان لانے والے مؤمنین سے بغل گیر ہو کر انہیں اپنا بھائی سمجھیں اور اس طرح ثوابِ دارین حاصل کریں۔ آمین ۔

---

## انتقال پُرملال

یہ خبر احباب جماعت کے لئے نہایت دکھ کا موجب ہوگی کہ مرحوم و مغفور شیخ محمد یوسف صاحب گرتھی صاحب کی اہلیہ محترمہ ۶ر جون ۱۹۷۸ء کو انتقال فرما گئیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحومہ نہایت دِیندار اور خود دار خاتون تھیں اور جماعت کے پرانے بزرگ مستری محمد سلیمان ساماتری مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ مستری صاحب مرحوم سلسلہ احمدیہ اور جماعت کے سرگرم رُکن رکین تھے۔ اور ان کی اولاد کو سلسلہ احمدیہ سے والہانہ وابستگی ورثہ میں ملی تھی۔ مرحومہ اس کا قابلِ تقلید نمونہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے صاحبزادگان بشیر احمد۔ تنویر احمد۔ ظہیر احمد اور

جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ اسلام آباد

# پنج ہزاری جماعت

۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ کو جناب الٰہی کی طرف سے ایک کشف دکھایا گیا تھا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۹۷، ۹۸۔ حاشیہ) میں حضور فرماتے ہیں:۔

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا۔ مخاطب کر کے کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر وہ چُپ رہا۔ اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رُخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سُن کر بولا۔ کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں۔ پر اگر خدائے تعالےٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔"

تاریخ احمدیت نے ثابت کر دیا کہ وہ منتخب شدہ پنج ہزاری جماعت وہ احمدی جماعت کے افراد تھے جنہوں نے ۱۹۱۴ء کے اختلاف جماعتِ احمدیہ کے بعد مولانا محمد علی صاحبؒ اور ان کے رفقاء کا ساتھ دیا۔ اور جو جماعت کہ بعد میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے روپ میں صفحۂ دنیا پر نمودار ہوئی۔ جو اشاعتِ اسلام اور خدماتِ دینیہ اس مختصر سی جماعت نے سرانجام دیں اس کی ایک دنیا گواہ ہے تکفیر اہلِ قبلہ کے رد اور ختمِ نبوت کے حق میں جو لٹریچر اس جماعت نے پیدا کیا وہ مستند ہے۔ مگر بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ بعض مخالف علماء کے غلط اور شر انگیز پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر ایک ملکی قانون کے ماتحت اس سچی اسلامی اور تبلیغی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ ہماری اپیل تو اب خدائی عدالت میں دائر ہے۔

**احمدیہ جماعت لاہور سے خطاب** ہماری جماعت پر ۱۹۷۴ء اور اس کے بعد بڑا ابتلاء آیا۔ اور جانی اور مالی نقصان بھی اُٹھانا پڑا۔ اور ہمارے کئی ایک اسلامی۔ اقتصادی اور معاشرتی حقوق بھی معطل کر دیئے گئے۔ ہم میں سے بعض کمزور ایمان لوگ الگ بھی ہو گئے۔ مگر جو اپنے عہد بیعت پر سچے دل سے قائم ہیں ان سے میری اپیل ہے کہ اس ابتلاء کی وجہ سے ہمیں ہمت نہیں ہار دینی چاہیئے۔ اور یاد رکھیں ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے پاک بندوں کو

مگر ہمیں اخلاص اور محبت سے اور ہمت اور استقلال سے اپنی صفوں کو درست کرنا چاہیئے اور مل کر کام کرنا چاہیئے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہدایت کی تھی۔ صرف انگلی میں (احمدیت کا) خون لگا کر آپ کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے جدوجہد کرنی ہوگی۔

**قومی اخبار کی ضرورت** دین کی اشاعت اور تبلیغی کاموں کے لئے اور جماعت کی حالت اور دوستوں کی خیر خیریت دریافت کرنے اور مخالفین کے حملوں سے باخبر رہنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ایک قومی اخبار ہو تو آپ کی جماعت کا واحد اخبار ہفتہ وار پیغام صلح لاہور ہے۔

جولائی ۱۹۱۳ء سے جب یہ جماعتی اخبار لاہور سے جاری ہوا تو اس کو مولانا نورالدینؒ صاحب کی سرپرستی حاصل تھی۔ پھر ۱۹۱۴ء میں اختلاف جماعت نمودار ہونے کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وجود میں آتے ہی یہ اخبار انجمن کی ملکیت اور اس کا آرگن قرار دے دیا گیا۔ اس اخبار نے اپنی ۶۴ سالہ زندگی میں اسلام کی اور احمدیت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اس کے صفحات پڑھنے سے عیاں ہو جاتی ہیں۔

اس کے ذریعہ سے بزرگان اور علمائے دین کے قلم سے ایسے ایسے بلند پایہ اور علمی مضامین صفحۂ قرطاس پر لکھے گئے ہیں کہ جن پر غیر از جماعت علماء نے بھی خراجِ تحسین ادا کیا ہے۔ ہمارے لئے تو وہ اسلام اور احمدیت کی انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ اگر اس کی اشاعت زیادہ تر ہماری جماعت میں ہی محدود رہی۔

آپ نے ۲۹؍ مارچ ۱۹۷۸ء کے اخبار پیغام صلح میں ادارہ پیغام صلح کی طرف سے ایک دردمندانہ اپیل پڑھی ہوگی۔ اور اگر پڑھی ہے تو میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ نے ان احباب کو بھی مطلع کر دیا ہوگا جن کے پاس یہ اخبار نہیں جاتا۔ مختصراً کوائف یہ ہیں کہ سال ۷۷۔۱۹۷۶ء کے دوران میں اخبار کی کل آمدنی ۱۳۱۲۶۷ روپے اور خرچ ۳۶۲۵۱۰۷ روپے ہوا۔ اور دفتر میں صرف ۸۷ حضرات کا چندہ وصول ہوا۔ یہ تلخ حقیقت اس پنج ہزاری جماعت (؟) کے لئے نہ صرف تکلیف دہ بلکہ قابلِ شرم ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ ہماری لاپرواہی۔ دین اور جماعت کے معاملات سے عدم توجہی کا عملی ثبوت ہے۔ ہم میں سے سب سے زیادہ قصوروار وہ دوست ہیں جو کہ اخبار برابر وصول کرتے ہیں۔ مگر اس کا سالانہ چندہ ادا نہیں کرتے۔ آخر وہ بجلی۔ گیس۔ پانی کے بل ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک کھاتے پیتے اصحاب۔ انکم ٹیکس اور پراپرٹی ٹیکس بھی ادا کرتے ہوں گے۔ اور بچوں کو سینما شو دکھانے اور انکا آئس کریم کھلانے پر بھی روپے خرچتے ہوں گے۔ اور بعض شوقین مزاج اور مغربی تعلیم اور تہذیب سے آراستہ جنٹلمین سینما میگزین۔ لٹریری ڈائجسٹ۔ "ٹائم" اور نیوز ویک رسالہ جات دس دس روپے یا اس سے بھی زیادہ خرچ کر کے ہر ہفتے یا ہر ماہ حاصل کرتے ہوں گے اور پھر پڑھ کر پھینک دیتے ہوں گے۔ مگر ایک قومی اور مذہبی ہفتہ وار اخبار کے لئے ان کی جیب سے پندرہ روپے سالانہ نہیں نکل سکتے۔ پھر انا للہ پڑھنے کا مقام ہے۔

وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیاوی دولت۔ مال و اولاد جوانی اور صحت آنی جانی چیزیں ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر ہونا ہوگا۔ اور باقیاتِ صالحات ہی کام آسکیں گی۔ ؎

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اخبار کی اشاعت اور چندہ دینے والے خریداروں کی تعداد بڑھانے کے لئے صرف اخبار میں قارئین پیغام صلح سے اپیل کرنی ہی کافی نہیں

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

# خبر نامہ لندن

رپورٹ: ——— جناب چوہدری مسعود اختر صاحب، احمدیہ ہاؤس لندن

مکرم چوہدری مسعود اختر صاحب نائب امام یوکے مشن نے اپنی ماہ مئی ۱۹۷۸ء کی تبلیغی اور جماعتی سرگرمیوں کی تاریخ وار رپورٹ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دام برکاتہ چیئرمین تبلیغ بلادِ غیر کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

جناب ظفر عبداللہ صاحب صدر جماعت امریکہ لندن میں قیام پذیر ہیں ان کے ساتھ جماعتی معاملات پر گفتگو ہوتی رہی:—

**۴ مئی ۱۹۷۸ء :—**

نارتھ لندن میں بچوں کی قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

**۵ مئی ۱۹۷۸ء :—**

نمازِ جمعہ جناب ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب امام لندن مشن نے پڑھائی مکرمی ظفر عبداللہ صاحب بھی شامل ہوئے۔ اس سے پیشتر جناب ظفر عبداللہ صاحب کے ساتھ ان کی بیگم صاحبہ اور بچوں کو ٹرین پر سوار کرنے کے لئے گیا۔ وہ گلاسکو اپنے عزیزوں سے ملنے کے لئے گئی ہیں۔ جناب ظفر عبداللہ صاحب نے ہالینڈ جانے کا پروگرام بنایا ہے۔ اور ہمیں بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ صدر اور سیکرٹری یوکے جماعت سے مشورہ کے بعد ہم لوگوں نے ان کی خواہش کے مطابق جناب ظفر عبداللہ صاحب کے ساتھ ہالینڈ جانے کا پروگرام بنا لیا اور شام ۸ بجے کی ٹرین سے لندن روانہ ہو گئے۔ رات جہاز میں ہی کٹ گئی اور صبح جہاز ہالینڈ کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ وہاں سے بذریعہ ٹرین ہالینڈ کے وقت کے مطابق کوئی صبح دس بجے ہیگ ریلوے اسٹیشن پہنچے چونکہ جماعت ہیگ کو بذریعہ تار اپنے پہنچنے کی اطلاع کر دی گئی تھی اس لئے جناب نور محمد سردار صاحب صدر جماعت ہیگ ان کے نائب صدر صاحب۔ نائب خزانچی صاحب۔ جناب اے حسینی صاحب ممبر ایگزیکٹو جماعت ہیگ۔ جناب مولانا حسن صاحب امام مسجد ہیگ اور جناب حبیب اللہ صاحب (جن کو تمام جماعت خالو کے نام سے پکارتی ہے) ریلوے اسٹیشن پر ہمیں لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جناب حسینی کے گھر ہمارے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا۔

**۶ مئی ۱۹۷۸ء :—**

کا تمام دن مختلف احباب جماعت ہالینڈ اور جناب نور سردار صاحب سے جماعتی معاملات پر گفتگو میں گذرا۔ نماز مغرب مسجد ہیگ میں جاکر سب نے باجماعت ادا کی۔

**۷ مئی ۱۹۷۸ء :—**

جماعت ہالینڈ نے جناب ظفر عبداللہ اور ہمارے لئے سیر کا انتظام [illegible] حسینی صاحب ہمیں مختلف علاقوں کی سیر کراتے رہے۔

**۸ [illegible] :—**

ہیگ مسجد میں ایک میٹنگ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں راقم الحروف۔ جناب ظفر عبداللہ صاحب اور جناب ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب نے تقاریر کیں۔ جناب ظفر عبداللہ صاحب نے امریکہ میں سانفرانسسکو جماعت کے سینٹر کی رسم افتتاح کی فلم بھی دکھائی۔ ان کی تقریر کا موضوع جماعتی یک جہتی تھا۔ جناب ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب نے ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کی۔ بعد ازاں جناب مولانا عبدالرحیم جگو صاحب اور اوترخت کے صدر جناب ایوب صاحب نے بھی جو خاص طور پر اپنے احباب کے ساتھ اس میٹنگ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے تھے تقاریر کیں۔ ایک نوجوان نے اور جناب خالد حبیب اللہ صاحب نے نظمیں پڑھیں اور جناب نور سردار صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے اور پیسٹری سے کی گئی۔ باجماعت نماز ادا کی گئی اور دعائے خیر کے ساتھ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

**۹ مئی ۱۹۷۸ء :—**

اوترخت میں جناب ایوب صدر جماعت احمدیہ اوترخت نے اپنے ہاں تقریب پر مدعو کیا۔ مولانا علی بخش صاحب جو روٹرڈم سے معہ اپنی بیگم صاحبہ اور صاحبزادے کے ہیگ کی میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے تشریف لائے تھے ان کو اصرار تھا کہ ہم لوگ کچھ دیر روٹرڈم میں بھی ان کے ہاں ٹھہریں۔ لہذا پروگرام یہ بنا کہ ہم لوگ صبح ہیگ سے روانہ ہو کر دوپہر کو روٹرڈم کچھ دیر کے لئے ٹھہریں گے اور وہاں سے جناب ایوب ہمیں اوترخت لے جائیں گے۔ حسب پروگرام ہیگ سے ہمیں مولانا علی بخش صاحب کے صاحبزادہ صاحب روٹرڈم لے گئے۔ وہاں کوئی تین گھنٹے کے قریب ٹھہرے دوپہر کا کھانا بھی وہیں کھایا گیا۔ مولانا نے دیگر احمدی احباب کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ سرینام سے ایک دوست تشریف لائے ہوئے تھے۔ جماعت سرینام کے حالات وہ بتاتے رہے۔ دینی مسائل پر باتیں ہوتی رہیں۔ اور پھر سرینام سے آئے ہوئے دوست کی خواہش پر جناب ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب نے اپنی ہیگ والی تقریر وہاں دوبارہ کی تاکہ وہ اس کا ٹیپ تیار کر کے ساتھ سرینام لے جا سکیں۔ اسی اثناء میں جناب ایوب ہمیں لینے کے لئے آ گئے۔ روٹرڈم کے احباب سے رخصت ہو کر جناب ایوب صاحب کے ہمراہ ان کے گھر اوترخت میں پہنچے جہاں مولانا جگو صاحب معہ احباب کے موجود تھے۔ پہلے مولانا جگو صاحب نے تصاویر تیار کیں۔ اس کے بعد احباب سے اسلامی مسائل اور جماعتی معاملات پر گفتگو ہوتی رہی۔ رات کا کھانا وہاں ہی کھایا گیا۔ نماز باجماعت ادا کی گئی اور رات کو تقریباً گیارہ بجے وہاں سے روانہ ہوئے۔ جماعت اوترخت کو جو چرچ حکومت کی طرف سے سنٹر بنانے کے لئے عارضی طور پر دیا گیا تھا وہ گرا دیا گیا ہے اس لئے جماعت نے اپنے لئے ایک اور مکان سنٹر کے لئے خریدا ہے۔ اس میں جناب ایوب کی کوششیں اور قربانی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ہیگ واپسی سے پہلے وہ ہمیں اس سنٹر میں لے گئے۔ وہاں عبادت گاہ کے طور پر استعمال کی اجازت بھی ان کو مل گئی ہے۔ ہمارے یہ جوان دوست بہت پُرجوش احمدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین اور جماعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے آمین۔ رات تقریباً دو بجے کے قریب ہیگ پہنچے۔ جناب مولانا جگو صاحب نے بھی بہت تکلیف اٹھائی اور ہیگ چھوڑنے کے لئے ہمارے ساتھ تشریف لائے۔

ایک بات کا ذکر رہ گیا۔ جناب عبدالرزاق صاحب خزانچی جماعت ہیگ کی اہلیہ اور صاحبزادیاں ۸ تاریخ کی میٹنگ میں شامل نہ ہو سکیں۔ جناب رزاق نے بتایا کہ وہ علیل ہیں۔ ۹ تاریخ کی صبح ہم لوگ ان کے گھر ان کی خیریت پوچھنے کے لئے گئے۔ وہ حسب سابق نہایت تپاک سے ملیں (اور باوجود بیماری کے اپنی

زندہ دلی سے محفل کو زعفران بناتی رہیں) کوئی گھنٹہ بھر ان کے پاس بیٹھنے کے بعد ہم لوگ واپس حسین صاحب کے گھر آ گئے۔

**۱۰ مئی ۱۹۷۸ء :-**

آج صبح ڈاکٹر صاحب اور راقم الحروف ٹرین سے واپس انگلستان کے لئے روانہ ہو کر شام سات بجے کے قریب لندن پہنچ گئے۔ جناب ظفر عبداللہ صاحب وہاں سے ایمسٹرڈم گئے اور دوسرے دن بذریعہ ہوائی جہاز وہاں سے سیدھے گلاسکو چلے گئے۔

**۱۱ مئی ۱۹۷۸ء :-**

نارتھ لندن میں بچوں کی قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

**۱۲ مئی ۱۹۷۸ء :-**

نماز جمعہ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لندن مشن نے پڑھائی۔ جناب ظفر عبداللہ صاحب رات ۹ بجے کے قریب معہ بال بچے گلاسکو تشریف لے آئے

**۱۳ و ۱۴ مئی ۱۹۷۸ء :-**

جناب ظفر عبداللہ صاحب کے ساتھ گذارے۔ ۱۴ مئی کو ین قرآن شریف کی کلاس جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے لی۔

**۱۵ مئی ۱۹۷۸ء :-**

جناب ظفر عبداللہ صاحب آج واپس امریکہ تشریف لے گئے راقم الحروف ان کو الوداع کہنے کے لئے ہوائی اڈہ تک ساتھ گیا۔

**۱۸ مئی ۱۹۷۸ء :-**

نارتھ لندن میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

**۱۹ مئی ۱۹۷۸ء :-**

نماز جمعہ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لندن مشن نے پڑھائی۔ جناب عبداللہ سعید صاحب آج چار بجے شام کی فلائیٹ سے لندن تشریف لا رہے تھے۔ جناب محمد فیض خان صاحب۔ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور راقم الحروف ایئرپورٹ پر ان کو لینے کے لئے گئے۔ کچھ اور لوگ بھی ان کو لینے کے لئے موجود تھے۔

جناب عبداللہ سعید صاحب مع بال بچوں کے تشریف لائے تو ہم لوگ ان کے ساتھ ہوٹل تک گئے۔ کچھ دیر وہاں اُن سے بات چیت ہوتی رہی۔ ان کے پروگرام کا پتہ کیا اور ان کو ۲۱ تاریخ کو احمدیہ ہاؤس میں ہونے والی انجمن خواتین کی یوم مسیح موعودؑ کی میٹنگ میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔

**۲۰ مئی ۱۹۷۸ء :-**

جناب فیض خان صاحب اور مسز جمیلہ خان صاحبہ جناب عبداللہ سعید صاحب اور ان کے اہل خانہ کو سیر کے لئے لے گئے۔ دیگر شاپنگ کے لئے بھی ان کے ساتھ گئے۔

**۲۱ مئی ۱۹۷۸ء :-**

احمدیہ ہاؤس میں انجمن خواتین احمدیہ کے زیر اہتمام یوم مسیح موعود کی تقریب منعقد ہوئی جس میں خواتین معہ اپنے فیملی ممبران تشریف لائیں۔ راقم الحروف نے حضرت مسیح موعودؑ نے تجدید دین کا جو فریضہ ادا کیا اس پر مختصر الفاظ میں روشنی ڈالی اور بتایا کہ وہ تمام امور جن پر قدامت پسند علماء نے حضرت مسیح موعود کی مخالفت کی آج دنیا میں بطور اصول کے تسلیم کر لئے گئے بلکہ ان پر عمل ہو رہا ہے۔ وہ جہاد کا تصور ہو۔ یا قتل مرتد کا بطلان۔ مسیحؑ کی وفات ہو یا وحی ولایت کا جاری ہونا

اس کے بعد بیگم عزیز احمد صاحبہ نے جناب عبداللہ سعید صاحب کا تعارف کرایا مزید تعارف بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ سیکرٹری انجمن خواتین نے کرایا اور ان سے تقریر کے لئے درخواست کی گئی۔ جناب عبداللہ سعید صاحب نے فرمایا کہ اپنی ملازمت کی وجہ سے ان کا احمدیت سے تعلق لٹریچر یا اخبارات و رسالہ جات پڑھنے تک ہی رہا ہے۔ ہاں جب کبھی بھی عملی طور پر جماعت یا احمدیت کے لئے کچھ کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا موقعہ ان کو ملا ہے وہ اس سے محروم نہیں رہے اور احمدیت سے ان کا یہ رشتہ اٹوٹ ہے۔ کیونکہ احمدیت حق ہے اور حق سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ انہوں نے ان تکالیف کا ذکر کیا جو جماعت کو بیرونی اور اندرونی حالات سے درپیش ہیں اور امید ظاہر کی کہ استقامت اور صبر سے مشکلات کا مقابلہ کر کے نہ صرف مرکزی انجمن بلکہ U.K جماعت بھی اپنی مشکلات پر قابو پا لے گی۔ ان کی تقریر کے بعد حاضرین کی تواضع انجمن خواتین نے چائے سے کی۔ کی کلاس کے حضرات صبح احمدیہ ہاؤس آ گئے اور ان کی کلاس یہاں لی گئی۔

**۲۵ مئی ۱۹۷۸ء :-**

نارتھ لندن میں بچوں کی قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

**۲۶ مئی ۱۹۷۸ء :-**

نارتھ لندن میں ہمارے مخلص بھائی نور دین صاحب مقیم ہیں۔ کچھ عرصہ سے ان کے بچے بیمار تھے۔ ہم دونوں ان کی تیمارداری کے لئے گئے۔ اللہ کے فضل سے بچے رو بصحت ہیں۔ جناب نور دین صاحب بیرسٹری کے پہلے سال کا امتحان دے رہے ہیں۔ احباب سے ان کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ دیگر ان کی والدہ صاحبہ کینیڈا میں علیل ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی درخواست دعا ہے۔ ہمارے یہ بھائی بہت مخلص ہیں اور بہت محنت اور لگن سے کام کر رہے ہیں۔ ان کے لئے بزرگان سلسلہ خاص دعائیں کریں۔

نماز جمعہ آج ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے احمدیہ ہاؤس میں پڑھائی۔ شام کے وقت ایسٹ لندن میں مسز جمیلہ خان کے ہمراہ احمدی گھرانوں میں گئے۔

**۲۷ مئی ۱۹۷۸ء :-**

چونکہ ۲۸ کو مانچسٹر جانے کا پروگرام بنا ہے اسلئے ین آج قرآن شریف کی کلاس کو اطلاع دی گئی۔ وہ تمام احمدیہ ہاؤس میں آ گئے اور احمدیہ ہاؤس میں کلاس لی گئی۔

**۲۸ مئی ۱۹۷۸ء :-**

مسز جمیلہ خان صدر جماعت یوکے اور جناب شاہد عزیز صاحب سیکرٹری یوکے جماعت کے ساتھ مانچسٹر گئے اور جناب زاہد عزیز صاحب کے گھر چند منٹ ٹھہرنے کے بعد واپس لندن آ گئے۔ چونکہ مانچسٹر جانے کا پروگرام اچانک ۲۷ تاریخ کو بنا تھا اس لئے احباب کو اطلاع نہ دی جا سکی۔

اس ماہ کے پچاس پرچے U.K میں یونیورسٹی پروفیسروں لائبریریوں سفارت خانوں اور مختلف ممالک کے رہنے والے پانچ مسلمانوں کو بھجوائے گئے۔ علاوہ ازیں لٹریچر کینیڈا۔ گیانا۔ نائیجیریا۔ انڈونیشیا۔ فیجی۔ تائیوان۔ ہالینڈ۔ سویڈن۔ سرینام اور ٹرنی ڈاڈ بھجوایا گیا۔ ہماری جماعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہر ماہ اسلامی موضوعات میں سے کسی ایک موضوع پر ایک پمفلٹ شائع کرتی ہے۔ تعداد تین چار ہزار تک ہوتی ہے۔ جس کی تقسیم دستی اور بذریعہ ڈاک یوکے میں کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں مبذریعہ بالا

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

# پشاور میں جلسہ یوم وصال مسیح موعودؑ

رپورٹ: ——— محمد الرحمن صاحب سیکرٹری جماعت پشاور

مؤرخہ ۲-۶-۷۸ بروز جمعہ یوم وصال کے سلسلہ میں ایک اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور شاخ پشاور منعقد ہوا۔

جلسے کا افتتاح مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبلغ پشاور نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبلغ پشاور کی آواز میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص اثر رکھا ہے۔ سامعین پر گہرا اثر ہوا اس کے بعد سٹیج سیکرٹری کی درخواست پر مولوی صاحب نے ہی حضرت صاحب کا منظوم کلام خوش الحانی سے سامعین کو سنایا۔ یہ منظوم کلام نہایت ہی مناسب حال تھا۔

اس کے بعد راقم الحروف (محمد الرحمان سیکرٹری جماعت پشاور) نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی ضرورت پر ایک مضمون پڑھا۔ جن حالات میں مسیح موعود کی آمد کا اتنی شدت سے انتظار تھا ان پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ مسلمان ہر لحاظ سے نہایت ادبار کی حالت میں تھے۔ اس وقت برصغیر ہندوستان کی حکومت ایک غیر ملکی قوم کے ہاتھ میں تھی۔ جہاں اس نے سیاسی فوقیت اور حکومت حاصل کر لی تھی وہاں اس بات کو بھی بھانپ لیا تھا کہ جب تک اس قوم کی (ہندو پاک) اکثریت عیسائیت کی آغوش میں نہ آئے اس وقت تک یہاں پر اطمینان سے حکومت کرنا مشکل ہے۔ اس مقصد کے لئے اپنے ساتھ پادریوں کے غول کے غول لایا اور انہیں تمام ملک میں پھیلا دیا۔

ان پادریوں کا نشانہ خاص طور پر مسلمان تھے۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے قریباً دس لاکھ مسلمان عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے۔ جس سے ان پادریوں کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ چنانچہ مشہور پادری مسٹر جان ہنری بیروز نے (”عیسائیت کے عالمی اثرات“) کے زیر عنوان ایک لیکچر میں عیسائیت کی عظیم الشان فتوحات پر فخریہ اعلان کیا اور کہا کہ:—

”اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر ضوفگن ہے، تو دوسری طرف فارس کے پہاڑ کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگ مگ جگ مگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ۔ دمشق اور تہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق اور صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔“

(بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

اور پھر یہی پادری اپنے لیکچرز میں کہتا ہے:—

”وہ تمام ترقی جو عیسائیت کو انیسویں صدی میں نصیب ہوئی ہے وہ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہے۔“

(بیروز لیکچرز صفحہ ۲۳)

نیز مقرر نے پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن کی تقریر کا ایک حوالہ بھی پیش کیا جو انہوں نے ۱۸۸۵ء میں کی تھی۔ گورنر نے کہا کہ:—

”جس رفتار سے معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔“

(دی مشنز بائی آرک کلارک مطبوعہ لندن صفحہ ۲۳۴)

عیسائیت کی اس قدر ترقی اور غلبہ کو دیکھ کر مسلم علماء اور آئمہ مساجد لوگوں کے کثیر ارتداد۔ مسلمانوں کے الحاد اور بے دینی کو دیکھ کر مایوس ہو رہے تھے اور کشتی اسلام کو بچانے کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے اپنی مشہور مسدس حالی میں اسلام کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے وہ نہایت ہی مایوس کن ہے فرماتے ہیں:—

رہا دین باقی نہ اسلام باقی + اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

پھر فرماتے ہیں:—

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر + جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر + ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل + ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

اسی طرح کے تمام آپ کے اشعار سنائے جن کے اندر اسلام کے انحطاط کا رونا رویا گیا تھا۔

پھر میں نے مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم۔اے کا حوالہ آپ کی کتاب ”مسلمانوں کا عروج و زوال“ سے پڑھ کر سنایا:—

”اب حالت بالکل دگرگوں ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں پر ادبار اور انحطاط کا تسلط ہے اور علم و عمل کے ہر میدان میں وہ سب سے پیچھے نظر آتے ہیں کہیں جہالت و نادانی کا دور دورہ ہے اور کسی جگہ دوسری اقوام کی تقلید کا سودا۔ اسلامی انفرادیت بہر حال اس قدر مضمحل ہو چکی ہے کہ آجکل کے مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی پہلے مسلمانوں کا جانشین یا ان کے منصب و عظمت کا وارث کہنا اپنی ہنسی خود آپ کروانے کے مترادف ہے۔“

اس طرح اسلام کے دوسرے مفکر بھی نہایت مایوس تھے۔ عیسائیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ مسلمان بحیثیت مجموعی مایوس نظر آتے تھے کوئی دس لاکھ کے قریب مسلمان عیسائیت کی آغوش میں جا چکے تھے ہاں اس وقت اسلام کا ایک حقیقی خیر خواہ بھی تھا جو کہ دنیا سے الگ تھلگ اپنے خدا کا ہو چکا تھا۔ ایک سینہ تھا جو اسلام کے لئے بریاں ہوا۔ جس کا ذرہ ذرہ زبان حال سے کہہ رہا تھا۔ ؎

ایں دو فکر دین احمدؐ مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت۔ قلت انصار دین

ہاں ایک روح نے تڑپ کر پکارا اور یہ پکار آستانۂ الوہیت تک جا پہنچی۔ ؎

دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا۔ ہم پر رات ہے
اے میرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار

قضل کے ہاتھوں اب اس وقت کہ میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریاددں کو سُن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار

اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے اس وعدہ کے مطابق إنا نحن نزلنا الذکر و إنا له لحافظون۔ آپ کو تجدید دین کے لئے مبعوث فرمایا اس وقت آپ کو یہ الہام ہوا:۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد ۔ پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار
خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔"

الہامات اس وقت کے مامور من اللہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے تھے۔ آپ نے بڑی تحدّی سے فرمایا کہ اسلام زندہ مذہب ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔
آپ نے فرمایا:۔

"خداوند تعالےٰ نے اس احقر العباد کو اسی زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشانِ آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع فرما دے اور اپنی حجت اُن پر پوری کرے۔ غرض خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعتِ دین کے اور دلائل اور اتمام حجت کے محض اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو عطا فرمائے ہیں وہ اُمم سابقہ سے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائے اور جو کچھ توفیقات غیبیہ اس عاجز کو دی گئی ہیں ان میں سے کسی کو نہیں دی گئیں و ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔" (براہینِ احمدیہ ص۵۲۵)

پھر فرمایا:۔

"میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔"
(تذکرہ۔ ص۹۱)

پھر آپ نے فرمایا کہ:۔

"خداوند تعالےٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ میری نصرت فرمائے گا یہاں تک کہ میری دعوت اور میرا سلسلہ مشارق و مغارب میں پھیل جاوے گا۔"

اور آپ نے فرمایا:۔

"إنی مهين من اراد اهانتك"۔ میں ان کو ذلیل و خوار کروں گا جو تیری یا تیرے سلسلے کی اہانت کے درپے ہوں گے۔"

اب میں اپنی تقریر مختصر کرتا ہوں۔ ہم نے خود کئی بار تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے کہ جس نے حضرت صاحب کی اہانت کی کوشش کی وہ خود ذلیل و خوار ہُوا۔

بڑے بڑے مقتدر لوگ دیکھے گئے کہ جنہوں نے آپ کی یا آپ کی جماعت کی ذلت کی کوشش کی وہ خود ذلیل و خوار ہو کر لوگوں کے لئے ایک عبرت کا نشان بن گئے۔

راقم الحروف کے بعد جناب کیپٹن عبدالواجد صاحب نے اپنی تقریر شروع کی۔ فرمایا کہ اسلام پر غیر مذاہب کے حملے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں میں ہوتے رہے ہیں لیکن دورِ حاضر میں اسلام پر جو حملے ہوئے نہ صرف فلسفہ بلکہ سائنس اور عقلیت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے اپنے ایسے مسلّمات سے بھی عیسائی مشنریوں۔ آریہ سماجیوں برہمو سماج وغیرہم نے فائدہ اُٹھایا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اس وقت کے مسلمان مفکرین تو منقار زیرِ پر تھے۔ ان سے اس یلغار کا قطعاً مقابلہ نہ ہو سکتا تھا۔ علماء اپنے حجروں میں خاموشی کو عافیت کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں مسلمان لاکھوں کی تعداد میں حلقہ بگوشِ عیسائیت ہو گئے تھے۔ چونکہ عیسائیت کی پشت پناہی پر حکومت کی بے حد و حساب دولت بھی تھی۔

دولت میں کشش بہت ہوتی ہے۔ مسلمان آریہ سماج کے دام میں بھی گرفتار ہو گئے۔ سائنس نے بے شمار لوگوں کو دہریہ بنا دیا اور عیسائیت کے فلسفۂ کفارہ نے انسانوں کو برائیوں کا فری لائسنس دے دیا۔ علمائے اسلام کا مرغوب مشغلہ باہمی تکفیر تھا۔ ان کا سب سے بڑا شاہکار مسئلہ علم غیب اور امکانِ کذبِ باری تعالیٰ[1] تھا۔ وہ دیگر مذاہب کے حملوں کی طرف توجہ ہی نہیں دے سکتے تھے۔ ایسے وقت اگر کسی نے مدافعت کی تو[2] صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمدؒ تھے۔

آپ نے اللہ تعالےٰ سے علم پا کر تمام باطل مذاہب کے خلاف نہ صرف مدافعت کی بلکہ تمام باطل مذاہب کے طلسم دھواں ہو کر اُڑ گئے اور اسلام کا روشن چہرہ نہ صرف پاک و ہند بلکہ یورپ و امریکہ میں چمکا۔

مکرم کیپٹن صاحب کی تقریر اس قدر علم و عرفان سے لبریز تھی کہ قارئین پیغام صلح تک اسے مکمل صورت میں بھیجنا چاہیئے۔ اس کے لئے میں جناب کیپٹن عبدالواجد خان صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی تقریر کا مکمل متن پیغام صلح میں اشاعت کے لئے بھیجدیں۔

آپ کے بعد صدر جلسہ جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب نے اختتامی تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ بعض دوستوں نے اس یوم کی اہمیت کو نہیں سمجھا، باوجود سیکرٹری جماعت کے اعلان کے کہ سب احباب جماعتہائے پشاور اکٹھے ہو کر یوم مسیح موعودؑ منائیں اور حضرت صاحب کی پاک تعلیم سے استفادہ کریں۔ مگر یہاں جس قدر تعداد ہونی چاہیئے اس قدر نہیں۔ میں نے حضرت صاحب کا زمانہ بھی دیکھا ہے چنانچہ میں نے ابتداء کی چند کلاسیں وہاں پر پڑھی ہیں۔ اس وقت حضرت صاحب کا آخری دور تھا مگر وہ روحانی لذات میں آج تک نہیں بھول سکا۔ وہ کوئی معمولی شخصیت نہ تھے بلکہ آپ نے دنیا کو ایک ایسا علم دیا جس نے اسلام کو دیگر تمام ادیان عالم پر فائق کر دیا۔ آپ کے حلقہ میں بیٹھنے والے لوگ چلتے پھرتے فرشتے تھے۔ انہوں نے اسلام کو صحیح رنگ میں دنیا میں پیش کیا۔ ایسے انسان کا یوم وصال منانے میں تساہل سے کام لینا ناقابلِ معافی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ حضرت صاحب کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن رہیں اور اس میں بھائی چارہ کا ثبوت دیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضرت صاحب کے مشن پر چلنے کی توفیق بخشے۔ اس کے بعد شرکائے جلسہ کی تواضع چائے بسکٹ اور نمک پاروں سے کی گئی۔

---

[1] نعوذ باللہ۔

[2] (پرانے زمانہ میں اس مسئلہ پر مسجد وزیر خاں میں ایک بار ہنگامہ بھی ہوا تھا)

جالینوس کے قلم سے

# ضبطِ سخن کر نہ سکا
## گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

بہ مضمون کافی عرصہ پہلے موصول ہوا تھا۔ اس کی اشاعت میں تاخیر و تعویق پر ہم فاضل مضمون نگار سے معذرت خواہ ہیں۔ اب اسے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ قارئین کرام اسکے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں۔ (ادارہ)

—— گو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی حیات و ممات کا مسئلہ ایک قصۂ پارینہ ہو کر رہ گیا ہے مگر اب بھی کبھی کبھی بعض نام نہاد عُلماء کی جناب سے صدائے باز گشت سُننے میں آتی ہے۔ چونکہ یہ عُلماء کرام اپنے ماضی کی نفی کسی صورت کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ نہیں پاتے۔ اسلئے باوجود برہان مل جانے کے بھی حضرت عیسٰے علیہ السلام کو "الآن کما کان" آسمانوں میں زندہ جاننے پر بضد ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی کراچی کے مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب کا "درسِ قرآن" ہے جو روزنامہ جنگ کی ۱۸ر جون ۱۹۷۷ء کی حالیہ اشاعت میں نظر سے گذرا ہے۔ قارئین کرام کے لئے یہ دلچسپی کا باعث ہوگا کہ مشرق وسطیٰ میں بھی کراچی کی طرح اخبار "جنگ" کراچی روز کے روز پڑھنے کو مل جاتا ہے۔

—— حضرت عیسٰے علیہ السلام کا اللہ تعالےٰ کے غیر متبدل قانونِ قدرت کے مطابق اپنی طبعی موت فوت ہو جانا اس قدر عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ ان کا اعادہ نہ تو مفید ہو سکتا ہے اور نہ ہی قارئین کرام کے لئے کوئی نئی چیز ہوگا۔

—— در اصل حق تو یہ تھا کہ جب دلائل و براہین سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور آیت "و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل" نے اور پھر حضرت ابوبکرؓ کا حضور کے وصال کے معًا بعد خطبہ دے کر اس غلط فہمی کو دُور کر دینا کہ گویا حضور کا وصال نہیں ہوا بلکہ آپ سابقہ تمام انبیاء کی طرح خدا کے ہاں تشریف لے گئے ہیں اور سابقہ انبیاء کے متعلق "قد خلت" کی تفسیر میں اللہ تعالےٰ کا "افائن مات او قتل" کہہ کر یہ بتا دینا کہ یا وہ سب طبعی موت اگلے جہان تشریف لے جا چکے ہیں یا قتل کے ذریعہ۔ علماء کو چاہیئے تھا کہ ایک غلط عقیدہ سے توبہ کرتے اور اللہ تعالےٰ کے حکم قرآنی "کل نفس ذائقة الموت" کے تحت حضرت عیسٰے علیہ السلام کو بھی قانونِ الٰہی کے مطابق زندگی کے ادوار سے گذر کر اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس چلا جانا قبول کر لیتے۔ مگر "زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد" ان عُلماءِ کرام نے حکمِ قرآنی کو قبول نہ کرتے ہوئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ مانتے چلے جانا اپنی اَنا کا مسئلہ بنا لیا۔ اور ان کی زندگی کو اس قدر اہمیت دے دی کہ جو ان کو زندہ نہ مانتے اسکے اہلِ اسلام ہونے میں ان علماءِ کرام کو شبہ ہو گیا۔ اور کوئی بعید نہیں کہ اگر علماء کرام کے جی میں آئے تو فتنہ و فساد کے ذریعہ اور لاقانونیت کے بل بوتے پر حکومت کو مجبور کر دیں کہ وہ اپنے آئین میں یہ بات بھی شامل کرے کہ جو شخص حضرت عیسٰے علیہ السلام کے دو ہزار برس سے زندہ رہتے چلے آنے پر ایمان نہیں لاتا اسے اہلِ اسلام کی صف سے خارج سمجھا جائے۔

—— اب آیئے مولانا تھانوی کے علم کے معراج کی طرف۔ آپ "اذ قال الله يا عيسى انى متوفيك و رافعك الى" کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں:—

"جبکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے عیسٰےؑ بے شک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (سردست) میں تم کو اپنی طرف اُٹھا لیتا ہوں۔"

مولانا نے "سردست" کا لفظ بریکٹ میں لا کر اللہ تعالےٰ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو وفات نہ دے سکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ پہلے میں تجھ کو وفات دینے والا ہوں اور وفات کے بعد جس قسم کا رفع ہوا کرتا ہے تیرا رفع کرنے والا ہوں مگر مولانا کو یہ منظور نہیں ہے اور وہ اس ترتیب کے تار و پود کو "سردست" کے لفظ سے بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں ہاتھ کی صفائی جو کس چابک دستی سے مولانا نے دکھائی ہے۔ اب مولانا سے یہ پوچھ کر گردن زدنی ہونے کو کس کا دل چاہتا ہے کہ "سردست" اس آیت قرآنی کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ کیا اسی کے متعلق اللہ تعالےٰ نے تو بیان نہیں فرمایا:——

"يحرفون الكلم عن مواضعه" ——— اور "وضع الشئ فى غير محله" یہی تو ہے

ڈاکٹر اقبال نے انہیں علماء کرام کی شان میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

"خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں"

—— مولانا فرماتے ہیں:——

"اُمتِ مسلمہ کا متواتر احادیث کی روشنی میں اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں۔"

سب سے بڑی پرابلم تو یہی ہے کہ اُمتِ مُسلمہ کے وہ سینکڑوں آئمہ کرام اور لاکھوں افراد جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کو اپنی طبعی موت فوت ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف رفع ہو جانے کے قائل ہیں وہ مولانا کے نزدیک اہلِ اسلام میں سے نہیں ہیں۔ تو آخر وہ کیا ہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر اُمتِ مسلمہ کا جو اجماع ہوا اور جس میں خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکرؓ نے بآوازِ بلند یہ اعلان کیا کہ حسب آیت قرآنی آج تک بشمول حضور علیہ السلام کے کوئی نبی اور رسول زندہ نہیں رہا ہے۔ کیا مولانا اسے اجماع اور اتفاق نہیں مانتے اور "انگریزوں" کو خوش رکھنے کے لئے ان کے خداوند خدا کو زندہ رکھنے پر بضد ہیں۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ایک دو ہزار سال دیرینہ اور پارینہ نبی کو زندہ رکھتے چلے جانے میں ہمارے خدا کا، ہمارے اسلام کا، ہمارے دِین کا، ہماری شریعت کا، ہمارے قرآن کا اور اُمتِ مُسلمہ کا کونسا مفاد وابستہ ہے اور ہمارے پیارے نبی (فداہ نفسی ابی و امی) سے وہ کونسا کاج سنوارنا رہ گیا تھا۔ جو کاج حضرت عیسٰے علیہ السلام کو آ کر سنوارنا ہے اور اس کامل اور مکمل دِین میں وہ کونسی کمی رہ گئی تھی جسے بنی اسرائیل کی طرف خاص کر بھیجے جانے والا نبی آ کر پوری کرے گا۔ کیا قرآن کریم نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے متعلق یہ کہکر کہ:—

"و رسولا الى بنى اسرائيل"

ان کی JURISDICTION متعین نہیں فرما دی اور یہ واضح نہیں کر دیا کہ وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے مخصوص کر کے بھیجا گیا اور اُمتِ مسلمہ اور دِینِ اسلام سے اس کا کیا تعلق ہے۔ ہمارے نبی صلعم آخری اور کامل نبی تو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا

وجود ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ آپ کے بعد ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے اور جبکہ خود حضورؐ نے بھی فرما دیا ہو کہ:۔

"انا خاتم النبیین لا نبی بعدی"

میرے آنے پر نبیوں کا آنا بند کر دیا گیا ہے۔ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یعنی نہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی کہیں پر بھی دکھا گیا نبی واپس لایا جا سکتا ہے۔ کیا حضورؐ کے اس قول کو مولانا تھانوی "وما ینطق عن الھوی" کے تحت نہیں مانتے اور یہ ان ھو الا وحی یوحی کی تفسیر میں نہیں فرمایا گیا جو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

—— مولانا فرماتے ہیں:۔

"اوّل تو متوفّی کے معنے عرف عام میں اگرچہ موت کے لئے جاتے ہیں لیکن حقیقتاً اس کے معنے موت کے نہیں ہیں بلکہ پورا وصول کر لینے کے ہیں۔"

مولانا صاحب سے بادب گذارش ہے کہ کیا موت کی صورت میں پورا وصول نہیں کیا جاتا۔ رُوح اور جسم دونوں کو وصول کر لینا تو پورا پورا وصول کرنے میں آ سکتا ہے اور اگر صرف رُوح کو چھوڑ کر جسم کو وصول کیا جاوے تو یہ تو ادھورا وصول کرنا کہلائے گا۔ کیا خیال ہے جناب کا؟ پورا پورا وصول کرنے کا مزہ تو تب ہے کہ نہ رُوح رہے اور نہ جسم دونوں چیزیں وصول کر کے اپنے اپنے مقام پر پہنچا دی جائیں۔

—— مولنا فرماتے ہیں:۔

"اسلام کے بعض جھوٹے دعویداروں نے اپنی فاسد اغراض کی تکمیل اور انگریزوں سے مرعوبیت کی بناء پر لچر تاویلیں کی ہیں۔"

حیران کُن امر ہے کہ انگریز تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خداوند خدا مانتے ہیں اور ان پر موت وارد ہونے کے عقیدہ کو کُفر گردانتے ہیں۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ جو لوگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کی مانند موت وارد ہونے سے (اب تک) مستثنیٰ اور مبرّا مانتے ہیں وہ انگریزوں سے مرعوب ہیں یا جو لوگ انگریزوں کے خداوند خدا کے وفات پا جانے کے قائل ہیں وہ ان سے مرعوب ہیں۔ میرے پیارے مولانا صاحب آپ لوگ انگریزوں کے خدا کو زندہ رکھ کر انہیں یہ موقعہ دیتے ہیں کہ وہ یہ کہتے پھریں کہ زندہ نبی کی پیروی ایک وفات یافتہ نبی سے بہتر ہے اور واقعۃً ایسا ہوا بھی ہے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو آسمانوں اور زمینوں میں زندہ مانا جائے۔ ایسے نبی کو جو آسمانوں میں زندہ تھا اور خدا تعالےٰ نے اس کی زندگی میں افضل الانبیاءؐ کو مبعوث فرمایا اور اس نے آسمانوں سے اُتر کر اس کی نصرت کرنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی زندہ ماننے کا ہمیں کس قدر ثواب مل سکتا ہے۔

—— مولنا نے سورۃ مائدہ کی آیت قرآنی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

"رہی یہ بات کہ سُورۃ مائدہ کے آخری رکوع میں قیامت کا ایک منظر اور بارگاہ خداوندی میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیشی اور سوال و جواب کے ضمن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول "فلما توفیتنی" جب تو نے مجھ کو وفات دے دی بیان کیا گیا ہے۔"

اس مقام پر اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"اللہ تعالےٰ قیامت کے روز حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تُو نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام اس سے لاعلمی کا اظہار کریں گے کہ مجھے تو علم ہی نہیں کہ میری قوم گمراہ ہو گئی تھی۔ میں تو تا زندگی انہیں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا درس دیتا رہا مگر جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان پر نگران تھا میں اس کے بعد سے لاعلم ہوں۔"

اب مولانا سے کون دریافت کر سکنے کی جُراُت کرے کہ جب عیسٰی علیہ السلام کو خُدا نے پُورا پورا وصول کر لیا اس کے بعد آپ کی قوم گمراہ ہو گئی اور انہیں اور ان کی ماں کو اپنا معبود بنا لیا اور پھر قربِ قیامت میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام بارِ دگر اس عالمِ فانی میں تشریف فرما ہوئے اور اپنی قوم کو اپنی عبادت کرتے پایا تو پھر روز قیامت اس سے لاعلمی کا اظہار کیوں کریں گے یہ کیوں نہ کہیں گے کہ جب تُو نے مجھے پورا پورا وصول کر لیا تھا تو وہ ضرور گمراہ ہو گئے تھے۔ مگر دوبارہ جا کر میں ان کو صحیح کر آیا تھا اب وہ خیریت سے ہیں اور بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ قیامت کے روز جب سچ اور جھوٹ کی پہچان ہوگی ایک حقیقت سے انکار بحضور خداوندی کیا ایک نبی کو زیب دیتا ہے؟

مولنا مزید فرماتے ہیں:۔

"دوسری دلیل ان کے اس دعوے کی ان کے زعمِ باطل کے اعتبار سے عقلی ہے اور وہ یہ کہ جسد عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے اور اس جہل مرکّب اور باطل دعوے کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے معراج کے قصّہ میں رکیک تاویل کی ہے۔ اور معراجِ جسمانی کا انکار کیا ہے۔"

"آج کے سائنسی دَور میں تو اس قسم کا خیال بہت ہی مضحکہ خیز ہے انسان کے بنائے ہوئے راکٹ اور مصنوعی سیارے اگر مریخ پر پہنچ سکتے ہیں اور راکٹ اور چاند گاڑی کے ذریعہ اگر آدمی چاند کی سطح پر پہنچ چکا ہے جو زمین سے کروڑھا میل کے فاصلہ پر ہے۔"

مولنا کو تو یہ معلوم ہی ہے کہ معراج مصطفویؐ اس مادی جسم کے ساتھ نہیں بلکہ ایک نوری جسم کے ساتھ ہُوا تھا جو خاص معراج کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضور کو عطا فرمایا تھا اور یہ جسدِ عنصری بقول حضرت عائشہ صدیقہؓ گھر میں موجود تھا۔ اور پھر حضور تو ایک لمحہ مختصر کے لئے وصال الٰہی کے لئے تشریف لے گئے تھے اور پھر واپس تشریف لے آئے۔ شام کا کھانا تناول فرما کر گئے اور صبح کا ناشتہ گھر آ کر کیا۔ مگر دو ہزار سال سے بغیر کھائے پیئے اور بغیر حوائجِ ضروریہ کے ایک شخص کو نہ جانے کس قدر بلندی پر اور کہاں پر بٹھائے رکھنے میں کیا مفاد ہے۔

اگر مولانا کے نزدیک اُمتِ مُسلمہ کی اصلاح بغیر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نہیں ہو سکتی تھی تو خدا تعالےٰ انہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی تو قادر ہے۔ کیا ویسا ہی وجود خُدا تعالےٰ کے لئے پیدا کر لینا آسان نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ اس سے بھی بہتر پیدا کر سکتا ہے میں مولانا سے سائنس کے حوالے سے نئے ماڈل کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ گو اُنہوں نے اپنے درس قرآن میں سائنس کا حوالہ دیا ہے۔

راکٹ اور چاند گاڑی کے ذریعہ انسان کا بلندیوں پر جانا مولنا کا سائنس سے نابلد ہونے پر دال ہے۔ یہ لوگ زمین سے آکسیجن لے کر جاتے ہیں اور جس خول کو پہن کر جاتے ہیں وہ زمینی خول ہوتا ہے۔ فضائے آسمانی میں اگر اس خول سے نکل جائیں تو آنِ واحد میں ریزہ ریزہ

ہو کر بلندیوں میں بکھر کر رہ جاویں۔ کسی سائنسدان سے پوچھئے کہ کیا کوئی بنی آدم کسی دوسرے کرّے میں بغیر آکسیجن کے زندہ رہ سکتا ہے اور کیا اپنے جسم کے اردگرد خول چڑھانے کے بغیر کسی دوسرے کرّے میں زندگی کا تصوّر اور امکان موجود ہے۔ آپ یہی جواب پائیں گے کہ قانونِ قدرت کے تحت جس کو کسی ماں نے اس جنّتِ ارضی پر جنم دیا ہے وہ کسی دوسرے کرّے میں زندہ نہیں رہ سکتا سوائے اس کے کہ یہاں سے زندگی کے سامان لے کر جائے اور جب وہ انتظام ختم ہو جائے تو واپس آ جاوے۔

سائنس کی باتوں کا علماء کو حوالہ دینا زیب نہیں دیتا کہ وہ انکی "اپروچ" سے باہر ہیں۔ ایک عالم نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ یہ:۔

"انگریز کافر لوگ چودھویں رات کے مکمل چاند پر اُترنے میں کامیاب ہو گئے ہیں مزہ تو جب تھا کہ پہلی رات کے چاند پر اُتر کر دکھاتے، نہ جگہ ہوتی نہ اُتر سکتے۔"

حیران کن امر تو یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو "ولن تجد لسنة الله تبديلا" کے برخلاف اللہ تعالےٰ کا اپنے قانون سے مستثنیٰ قرار دینا اس کی ذاتِ بزرگ و برتر کو زیب ہی نہیں دیتا جبکہ کروڑہا سالوں سے وہ پیدا کرتا اور مارتا چلا آ رہا ہے اور ایک سے ایک بہتر پیدا کر رہا ہے تو دوہزار سال قبل کے ایک نبی کو بغیر کسی مفاد کے زندہ رکھنا شانِ خداوندی کے خلاف ہے۔ وہ جب چاہے اپنے کسی پروگرام کی تکمیل کے لئے بہتر سے بہتر انسان پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے کیا چیز مشکل ہے۔ کیا وہ اپنے قانون کے مطابق اپنے کسی پروگرام کو پورا کرنے پر قادر نہیں ہے اور قانونِ ازلی اور ابدی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک نبی کو بگڑی ہوئی اُمّت کی اصلاح کے لئے زندہ رکھتا چلا آ رہا ہے کیا بعید ہے کہ جب بقول مولنا صاحب حضرت عیسٰے علیہ السلام آ کر نبوّت کا دعوےٰ کریں تو اُمّتِ مسلمہ کے علماء برحق ان کے سامنے "لا نبی بعدی" کی حدیث پیش کر دیں اور ان کی اپنی قوم "بنی اسرائیل" اپنی [illegible] حالت کے تحت ان کی نبوّت کی متحمل نہ ہو سکے۔

مولانا [illegible] تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:۔

"[illegible] کو قتل کر کے پھانسی پر چڑھا دیا جس میں [illegible] علیہ السلام کی شکل و شباہت پیدا کر [illegible]"

کیسی [illegible] مولانا ایک بے گناہ کو قتل اور صلیب دیئے جانے کا عمداً فعل [illegible] تعالےٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ کس قدر مجبور ہے کہ سوائے اس کے اپنے عدل و انصاف کے خلاف ایک بے گناہ کو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی شکل دے کر پھانسی دلوائے اسے اور کوئی بچاؤ کا رستہ نظر نہیں آتا۔ جب بقول مولنا حضرت عیسٰے کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا تو پھانسی پر چڑھایا جانا کیا ضروری تھا جب "ملزم" ہی لاپتہ ہو گیا تو پھانسی دیئے جانے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا بلکہ ایسے میں تو "کیس" کو داخل دفتر ہو جانا چاہیئے تھا۔

آخر میں مولنا سے دریافت کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ "فلما توفیتنی" سے پورا پورا وصول کرنا آپ نے مراد لیا ہے اور وہ بھی زندگی کی صورت میں اور یہی فلما توفیتنی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے بروز قیامت ادا ہوگا تو اس کے معنے بھی یہی ہوں گے کہ "جب تو نے مجھے زندہ آسمان پر اُٹھا لیا تھا تو تُو ہی ان پر نگران تھا" یا اس کے معنے یہ ہوں گے کہ جب تو نے مجھے اپنے پاس بُلا لیا تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں وارد ہوا ہے:۔

"فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ قیامت کے دن میں حوضِ کوثر میں کھڑا ہوں گا کہ چند لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو میں آواز دوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ تجھے کیا خبر کہ تیرے بعد انہوں نے دین میں کیا کیا نئی باتیں نکالیں اور رد و بدل کر لیا تھا تو میں اس وقت وہی جواب دوں گا جو خدا کے نیک بندے عیسٰےؑ کو دیتا ہے کہ جب تک میں ان میں رہا ان کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ مگر جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان کا نگران تھا۔"

اب وہی فلما توفیتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی کہنا ہوگا۔ مولنا تھانوی ارشاد فرمائیں کہ یہاں کیا مراد لیا جائے گا۔

غیرت کی جا ہے عیسٰیؑ زندہ ہوں آسمان پر
مدفون ہوں زمیں میں شاہِ جہاں ہمارے

# خبرنامہ لندن

(بسلسلہ صفحہ ۷)

میں مقیم احمدی اور غیر احمدی حضرات کو بھی سو سو دو دو سو پمفلٹ بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ ہمارے اس لٹریچر کو مقبولیت عام حاصل ہے اور ہمیں نائیجیریا۔ گیانا سرینام۔ امریکہ وغیرہ سے مزید پمفلٹ بھجوانے اور دیگر لٹریچر فراہم کرنے کی مانگ احمدی اور غیر احمدی حضرات سے موصول ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح لٹریچر چھپوانے کی لاگت کے لگ بھگ ڈاک پر خرچہ اُٹھ جاتا ہے۔

(ہمیں اس بات کا دُکھ ہے کہ پاکستان میں اور خود یُوکے میں چند حضرات بے جا رقم پراپیگنڈہ کے پمفلٹ شائع کرنے اور بذریعہ ڈاک احمدی حضرات تک پہنچانے میں ضائع کر رہے ہیں۔ اگر ان کو واقعی اسلام اور احمدیت سے محبت ہے تو اپنی رقم اور کوششیں احمدیت اور اسلام کی تبلیغ پر کیوں خرچ نہیں کرتے۔ یہ منفی رویہ نہ تو ان کے لئے سُود مند ہوگا نہ ہی تحریکِ احمدیت اور جماعت کو اس سے کوئی فائدہ ہوگا۔ کارواں جب چل نکلتے ہیں تو ان کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ہاں پیچھے بیٹھ رہنے والوں اور کیڑے نکالنے والوں کی قسمت میں محض اس کارواں کی گرد ہوتی ہے)

یورپ اور خود یُوکے میں تاریخ ایک ورق پلٹ رہی ہے اسلام کے متعلق ایک نئی سوچ ایک نئی جستجو کا آغاز ہے اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے زیادہ محنت اور لگن سے کام کرنے کی ضرورت ہے (بجائے کسی ایک فرد کا پراپیگنڈا کرنے کے) اسلام اور احمدیت کا پراپیگنڈا کرنے کا وقت ہے۔ اللہ کے فضل سے یُوکے جماعت اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرنے کی اہل ہے اور کر رہی ہے۔ ہمیں مرکز کے بزرگوں کی دعائیں اور مرکزی جماعت کے لٹریچر اور دیگر علمی معاملات میں رہنمائی کی ضرورت ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ———— مؤرخہ ۲۱ جون ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ———— شمارہ نمبر ۲۵

سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یار پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

ترجمان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

# پیغام صلح

لاہور

مدیر اعزازی خلیل الرحمٰن

نائب مدیر عبدالرؤف کھوکھر

پاکستان

فون نمبر: ۵۳۷۴۷

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۷۸ء | نمبر ۲۶


ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

من نبیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و زخداوند منذرم

## ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## آج جس قدر مذاہب موجود ہیں ان میں کوئی بھی مذہب بجز اسلام کے ایسا نہیں جو اعتقادی اور عملی غلطیوں سے مبرا ہو

وہ سچا اور زندہ خدا جس کی طرف رجوع کرکے انسان کو حقیقی راحت اور روشنی ملتی ہے جس کے ساتھ تعلق پیدا کرکے انسان اپنی گناہ آلود زندگی سے نجات پاتا ہے۔ وہ **اسلام** کے سوا نہیں مل سکتا۔ یہی پہلا زینہ ہر قسم کی روحانی ترقیوں کا ہے۔ اگر اس کی توفیق مل جاوے۔ تو پھر خدا

**اس کا اور وہ خدا کا ہو جاتا ہے** ۔ یہ سچ ہے کہ جب ایک شخص محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے کسی قسم کی نفسانی اغراض کے بغیر ایک قوم سے قطع تعلق کرتا ہے اور خدا ہی کو راضی کرنے کے لئے دوسری قوم میں داخل ہوتا ہے تو ان تعلقات قومی کے توڑنے میں سخت تکلیف اور دکھ ہوتا ہے مگر یہ بات خدا تعالےٰ کے نزدیک بڑی قابل قدر ہے اور یہ ایک **شہادت** ہے جس کا بڑا اجر اللہ تعالےٰ کے حضور ملتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے :—

**ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ**

یعنی جو شخص ایک ذرہ برابر بھی نیکی کرتا ہے اسے بھی ضائع نہیں کرتا بلکہ اجر دیتا ہے۔ تو پھر جو شخص اتنی بڑی نیکی کرتا ہے اور خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے ایک **موت** اپنے لئے روا رکھتا ہے اسے اجر کیوں نہ ملے؟

جو شخص خدا تعالےٰ کے لئے اپنے تعلقات توڑتا ہے وہ **فی الحقیقت** ایک موت اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ اصل موت بھی ایک قسم کا قطع تعلق ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے لئے ان تعلقات کو توڑتا جو اپنی قوم اور خویش و اقارب سے ہوتے ہیں خدا تعالےٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔ بسا اوقات یہ روک بڑی زبردست روک انسان کو خدا تعالےٰ کی طرف آنے کے لئے ہو جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ دوستوں کا ایک گروہ ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی اور دوسرے رشتہ دار ہیں ان کی محبت اور تعلقات نے اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کی ہوئی ہے۔ کہ وہ **اسلام** کی صداقت اور سچائی کو تسلیم کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بجز اس کے نجات نہیں۔ لیکن ان تعلقات کی بنا پر اقرار کرتا ہے کہ وہ راہ جس پر میں چلتا ہوں خطرناک اور گندی راہ ہے مگر کیا کریں جہنم میں پڑنا منظور مگر ان قومی تعلقات کو کیونکر چھوڑ دیں۔

ایسے لوگ یہ نہیں جانتے کہ یہ صرف زبان سے کہنا تو آسان ہے کہ جہنم میں پڑنا منظور۔ اگر اس اس دکھ درد کی کیفیت معلوم ہو تو پتہ لگے۔ ایک آنکھ میں ذرا درد ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کس قدر تکلیف ہے۔ پھر جہنم تو وہ جہنم ہے جس کی بابت قرآن شریف میں آیا ہے :—

**لا یموت فیہا ولا یحیی**

ایسے لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اس کا تو فیصلہ آسان ہے۔ وہ یہیں دیکھ لے کہ کیا وہ دنیا کی بلاؤں پر صبر کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو پھر یہ کیونکہ سمجھ لیا کہ عذاب جہنم کو برداشت کر لیں گے۔ (ملفوظات احمدیہ جلد ہشتم)

اے خدا تو بہ ہدیٰ از مستری رحمت براد + گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبین

# اخبار احمدیہ

## انچارج دستکاری

### محترمہ صفیہ جاوید صاحبہ کا پیغام جملہ احمدی بہنوں کے نام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ بہنوں کے بھرپور تعاون سے گذشتہ چند سالوں سے **سالانہ جلسہ کی نمائش دستکاری نہایت کامیاب رہی۔** خواتین سلسلہ کے اس دینی جذبہ اور شوقِ خدمتِ سلسلہ کو دیکھتے ہوئے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بیرونجات کی جماعتوں کی تجویز پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ آئندہ ہر شہر کی جماعت کی خواتین اپنی دستکاری بطور جماعت پیش کریں۔ تاکہ اس نیک کام میں ایک دوسرے سے مسابقت کا جذبہ اور شوق اس نمائش کو مزید بہتر، پُرکشش اور نفع بخش بنا سکے۔ سالِ رواں میں (انشاء اللہ تعالیٰ) اس فیصلہ پر عمل درآمد ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ تمام جماعتیں اسی منصوبے کے تحت کام کر رہی ہوں گی، یا اب کرنا شروع کر دیں گی۔ اور طالبات تو خصوصاً موسمِ گرما کی تعطیلات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی دستکاری کی تیاری میں مصروف ہوں گی **اس سلسلہ میں یہ عرض ہے** کہ تعداد کی کمی کی وجہ سے بعض مقامات کی خواتین کے لئے الگ انتظام کرنا شاید ممکن نہ ہو۔ تو ایک علاقے کا الگ گروپ بھی بن سکتا ہے۔ مثلاً پشاور۔ ایبٹ آباد اور راولپنڈی کے نواحی علاقہ کی بہنیں ان جماعتوں سے منسلک ہو سکتی ہیں ہر شہر اور علاقے کی سیکرٹری یا صدر صاحبہ تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کی **انچارج دستکاری** سے رابطہ قائم کر کے اپنے عملی منصوبوں اور کارکردگی سے مطلع کریں نیز اس سلسلہ میں رہنمائی بھی حاصل فرمائیں۔

### حلقہ لاہور کی خواتین سے درخواست

ہے کہ وہ رضاکارانہ طور پر تعاون کریں اور عملی کام کرنے کے لئے اپنے نام پیش کریں۔ تاکہ موسمِ گرما کی تعطیلات میں اس کام کو شروع کیا جا سکے۔

**خط و کتابت کا پتہ :-**

مسز صفیہ جاوید۔

۴۵ ۔ احمد پارک ۔ ڈاک خانہ فیروز پور روڈ ۔ لاہور

---

محترم خواجہ محمد نصیراللہ صاحب راولپنڈی سے اپنی دوسری تفصیلی رپورٹ (۱/۱/۷۸ تا ۱۵/۵/۷۸) میں تقسیم لٹریچر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں "یکم جنوری ۱۹۷۸ء سے ۱۵/۵/۷۸ تک (۴½ ماہ میں) میں نے ۱۲۵۵ افراد میں ۳۳۰۰ کی تعداد میں پمفلٹ دستی اور بذریعہ ڈاک تقسیم کئے ہیں۔

---

### درخواستہائے دُعا :-

(۱) مکرم چوہدری فضل حق صاحب چکار (آزاد کشمیر) سے اطلاع دیتے ہیں کہ :-

رہبر پور کے ہمارے چوہدری فضل الٰہی صاحب چند ارضی و سماوی مصائب میں مبتلا ہیں۔ اس دُور دراز علاقہ میں وہ تنہا احمدی ہیں اور مخالف حالات میں بڑے صدق اور استقامت سے مصائب برداشت کر رہے ہیں، وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کی خدمت میں دردِ دل سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کے مصائب دُور فرماوے اور اپنے فضلِ خاص سے ان کی مشکل کشائی فرمائے۔

(۲) مکرم مرزا گل عباس صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پوسٹ آفس (نوابشاہ سندھ) صاحب فراش ہیں، اور احباب جماعت کی دعاؤں کے محتاج ہیں۔ جملہ احباب سے التجا ہے کہ اس قیمتی وجود کو اپنی نیم شبی دعاؤں میں یاد رکھیں، اللہ تعالےٰ انہیں صحتِ کاملہ و عاجلہ سے سرفراز فرمائے، آمین۔

**سانحۂ ارتحال** } یہ خبر جماعت کے لئے دُکھ کا موجب ہوگی کہ مکرم بزرگ حکیم شیخ عبدالغنی صاحب (راولپنڈی) ... کو انتقال فرما گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم جماعت کے نہایت قیمتی بزرگوں میں سے تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور عزیز و اقارب کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

احباب جماعت جنازہ غائبانہ پڑھ کر دعائے مغفرت فرمائیں۔ ان کے صاحبزادگان کا پتہ حسب ذیل ہے :-

شیخ عبدالرشید و شیخ عبدالقدوس صاحبان
پسرانِ حکیم شیخ عبدالغنی صاحب مرحوم و مغفور
A-A/184 کوچہ میاں نبی بخش مرحوم۔ پرانا قلعہ راولپنڈی

---

## جلسہ یومِ وصال مسیح موعودؑ

### زیر اہتمام شبان الاحمدیہ بھدرواہ کشمیر (بھارت)

محترم بشارت احمد گنائی سیکرٹری نشر و اشاعت شبان الاحمدیہ بھدرواہ اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۶ مئی ۱۹۷۸ء بعد نماز جمعہ شبان الاحمدیہ بھدرواہ کے زیرِ اہتمام جناب چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کنٹریکٹر کی صدارت میں جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم جناب خادم غلام محمد صاحب نے فرمائی۔ ازاں بعد تقاریر ہوئیں۔ اس سلسلے میں نوجوانانِ تنظیم شبان الاحمدیہ بھدرواہ مسٹر بشارت سلیم سیکنڈ ایئر۔ مسٹر بشارت احمد صاحب گنائی ۔ نثار احمد صاحب گنائی ۔ محمد ایوب و بشارت اقبال، ظفراللہ اور ایک چھوٹے بچے نے بھی تقاریر، مکالمے، نعت پیش کئے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی سیرت و شخصیت کو نہایت عمدگی کے ساتھ واضح کیا گیا۔

صبح ۹ بجے سے ۱۲ بجے دن تک سارے قصبے اور ملحقہ مضافات میں سلسلۂ عالیہ احمدیہ کا فری لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

اشتہار پہلے ہی روز سارے قصبہ اور ملحقہ مضافات میں جگہ جگہ دیواروں پر چسپاں کر دیئے گئے تھے منادی جلسہ بھی کی گئی۔ لوگوں نے لٹریچر لینے پڑھنے اور عقائد و اعمال احمدیت کے بارے میں

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۲)

# زکوٰۃ

(از جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب - اسلام آباد)

پانچ ارکانِ اسلام میں سے ایک زکوٰۃ ہے - سورۃ البقرہ کی تیسری آیت میں ہی متقین کے متعلق - ایمان بالغیب اور قیام صلوٰۃ کے بعد حکم ہے مما رزقنٰھم ینفقون (اور جو ہم نے (اللہ نے) ان کو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں- (یعنی خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرتے ہیں)

پھر بار بار قرآن کریم میں قیامِ نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے - اور یہ واجب ہے - اور جو زکوٰۃ واجب ہونے کی صورت میں یہ حق (اللہ کا) ادا نہیں کرتے یا اس میں گڑبڑ کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں عذابِ الیم ہے -

دوسری جگہ قرآن کریم میں سورۃ التوبہ میں آتا ہے :-

"...... اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں
اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو
دردناک دکھ کی خبر دو"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مال کو پاک کرنے کے لئے زکوٰۃ فرض کی گئی ہے - یعنی مال کی وہی محبت بری ہے جب انسان اللہ کی راہ میں کچھ صرف نہ کرے - آنحضرت صلعم کی خدمت میں جب کبھی کوئی زکوٰۃ کا مال پیش کرتا تھا (جو کہ بیت المال میں جمع ہوتا تھا) تو آپ اس شخص اور اس کے اموال میں برکت کے لئے دُعا فرمایا کرتے تھے - ویسے احادیث سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت صلعم اور اولاد محمدؐ کے لئے صدقہ اور زکوٰۃ کھانا جائز نہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم البتہ ھدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور اس کے عوض میں بھی کچھ دیتے تھے - (یہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے)

## زکوٰۃ کا مصرف

قرآن کریم میں (سورۃ التوبہ آیت ۶۰) میں آتا ہے :-

"صدقات صرف ناداروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور کارکنوں کے لئے جو ان صدقات پر مقرر ہیں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلوب ضروری ہے - اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے اور مسافر کے لئے - یہ اللہ کی طرف سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے -"

صدقات سے مراد یہاں خاص مالِ زکوٰۃ ہی ہے - کیونکہ یہی صدقات بیت المال میں جمع ہوتے تھے اور انہی کی تقسیم میں آٹھ مدات رکھی گئی ہیں - پہلے فقراء یعنی نادار لوگ - دوسرے مساکین جو کہ بالکل نادار تو نہ ہوں مگر بغیر امداد اپنی روٹی کمانے کے قابل نہ ہو سکیں - مثلاً اہلِ حرفہ کے لئے خاص اوزار - طالبعلموں کے لئے حصولِ علم ۲ مہیا کرنا - کئی ایک شریف لوگ جن کی آمدنی کافی نہ ہو اور بال بچے دار ہوں - سوال کرنے سے گریز کرتے ہوں - ایسے اشخاص کی مدد کرنا بھی اس مد میں شامل ہے -

پھر زکوٰۃ جمع کرنے والے عاملین کا خرچ دینا (تنخواہ وغیرہ) پھر مؤلفۃ القلوب (یعنی غریب نومسلمین - یا جو لوگ مائل بہ اسلام ہوں ان کی حصول تعلیم اسلام کے لئے) پھر غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے - فدیہ وغیرہ دے کر - پھر قرضداروں کا قرض ادا کرنے یا جن پر جرمانہ ہو گیا ہو اس کو ادا کرنے کے لئے - اور سب سے بڑھ کر فی سبیل اللہ یعنی جہاد کے لئے خواہ وہ جہاد قلمی ہو یا سیفی -

خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو مالِ زکوٰۃ لینا جائز ہے وہ غنی ہو - کیونکہ وہ مخالفینِ اسلام کے مقابلے میں خرچ کرتا - آٹھویں مسافر کے لئے، کیونکہ اپنے گھر سے باہر وہ بھی بعض وقت مدد کا محتاج ہو جاتا ہے -

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ زکوٰۃ اکٹھی کرتے وقت جو رقم زکوٰۃ کے لئے لینی ثابت ہو - اس کا ایک تہائی یا ایک چوتھائی زکوٰۃ دینے والے کے پاس چھوڑ دو تاکہ وہ مستحق فقراء وغیرہ میں اس کو تقسیم کر سکے - باقی رقم قومی بیت المال جمع کرانی ضروری ہے - جہاں سے حکومت خود مناسب طریق سے موقعوں پر خرچ کرتی ہے -

بیت المال میں زکوٰۃ کے جمع کرانے کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب (آنحضرتؐ کی وفات کے بعد) خلیفہ چنے گئے تو اطرافِ عرب میں کئی ایک بدو قبیلوں نے زکوٰۃ مرکز کو دینے سے انکار کر دیا - وہ اپنی خود ہی اپنی مرضی سے خرچ کرنا چاہتے تھے مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر اونٹ کے گھٹنے باندھنے کی رسی تک بھی جو مرکزی بیت المال میں جمع کرانی ہو، کسی نے نہ بھیجی تو میں جنگ کر کے لوں گا" چنانچہ آپ نے مختلف فوجی دستے اطرافِ ملک میں بھیجے جو ... لڑ کر کے باغی قبیلوں کو راہ راست پر لائے -

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج کل مسلمانوں میں اس کا رواج کم رہ گیا ہے - حالانکہ بہت سے قومی اور معاشرتی معاملات کی مدد سے حل کئے جا سکتے ہیں - ویسے زکوٰۃ جمع کرنے کا ماہ رجب (ہجری) اختیار کیا گیا ہے -

## نصاب زکوٰۃ

سونا اور چاندی ہمیشہ سے لوگ جمع کرتے آئے اور اس سے نہ صرف ملک کے سکے ہی بنائے جاتے ہیں جو جن میں کام آتے ہیں بلکہ عورتوں کے زیور بھی اس سے بنائے جاتے ہیں - مگر فی زمانہ کاغذی بنک کے نوٹ وغیرہ بھی سکوں کے میں آئیں گے - ہیرے اور جواہرات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کو سونے اور چاندی کی اشیاء کی طرح کاٹنا یا تقسیم کرنا مشکل ہے - زکوٰۃ کے لئے ۵۲ تولہ چاندی یا ۷½ تولہ سونا جس پر مہینے جمع کئے گزر جائیں اس پر ۲½ فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہو گی - یعنی اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ - اگر زیور ہوں تو میں سے قیمتی پتھر یا نگ وغیرہ نکال کر قیمت لگائیں -

جمع شدہ تجارت کے مال پر بھی (چاندی کی قیمت کے حساب سے) زکوٰۃ ہے - زرعی زمین یا مکانات کی سالانہ آمدنی (رقم پر ضروری اخراجات مثلاً مرمت مکان وغیرہ نکال کر) زکوٰۃ گنی اسی طرح مویشی کے ریوڑ پر (بکریاں - بھیڑیں اور گائے بھینس) ان کی تعداد ایک خاص حد سے بڑھ جائے تو زکوٰۃ دینی پڑتی جو کہ حساب سے جانور کی صورت میں بھی دی جا سکتی ہے - ان سب باتوں کی تفصیل کسی فقیہہ یا عالم دین سے پوچھی جا سکتی ہے -

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم اوّل)

# اپنے نفوس کا محاسبہ کرتے رہو اور دلوں میں ایک تازہ تبدیلی پیدا کرو۔

## خطبہ جمعہ: فرمودہ حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض و ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشآء و یعذب من یشآء واللہ علیٰ کل شیئٍ قدیرہ ــــــــ (سورۃ البقرہ۔ آخری رکوع)

(مرتبہ: مولوی شفقت رسول خاں)

فرمایا کہ: ان تمام آیات میں مسلمانوں کو تلقین فرمائی ہے کہ اس کتاب کا نازل کرنے والا اس کائنات کا خالق ہونے کی وجہ سے اس کائنات کا صحیح اور کامل علم رکھتا ہے۔ خلق کلّ شیئٍ و ھو بکل شیئٍ علیم۔ چونکہ خدا تعالےٰ تمام موجودات کا خالق ہے اس لئے اس کی تمام جزئیات اور ضروریات کو مفصل طور پر جانتا ہے جس خالق نے یہ تمام کائنات پیدا کی ہے اسی نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اسی لئے وہ انسان کی حالت مکمل طور پر جانتا ہے۔ اس لئے انسان کی ہدایت و راہنمائی کے لئے یہ پاک کتاب نازل کی ہے تاکہ وہ اپنی زندگی اس کے مطابق گذار کر ہدایت یافتہ اور خدا رسیدہ بن سکے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یہ آسمانوں اور زمین کی کائنات جس سے تم انسان نفع حاصل کر رہے ہو۔ اس کے ہم مالک ہیں اور اس کائنات کی جزئیات تک کا ہم کو علم ہے۔ اسی علم و قدرت کی بناء پر یہ نظام کائنات چل رہا ہے اور ان کی انواع و اقسام کی برکات سے تم فائدہ حاصل کر رہے ہو یہ سب کچھ برکات و انعامات اس لئے ہیں کہ تمام کائنات اپنے خالق و مالک کی پوری پوری فرمانبرداری کرتی ہے ــ ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض ــــ وللہ یسجد ما فی السمٰوات وما فی الارض۔ اس لئے انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے خدائے بزرگ و برتر کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کرے کیونکہ اس کے احکام کی فرمانبرداری میں انسان کی فلاح و بہبود اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے اور خدا کے احکام پر عمل کر کے انسان اپنی مقصد پیدائش کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ہمارا علم تمہاری نیات اور تمہارے اعمال پر پورے طور پر حاوی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تم کس حد تک ہماری تعلیمات پر کاربند ہوتے ہو۔

و ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ۔ یعنے اللہ تمہارے دلوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ جو تم چھپاتے ہو۔ اور یہ بھی کہ تمہارے ارادے اور مقاصد کیا ہیں۔ تمہارے اعمال و دعاوی خدا کے سامنے ہیں اور ان سے تمہارے مقاصد کیا ہیں وہ بھی خدا سے پوشیدہ نہیں۔

یاد رکھو خدا کے حضور اس سے زیادہ ذلیل کوئی فرد نہیں جس کے قول و فعل میں تضاد ہو اور اظہار و اخفاء میں اختلاف ہو۔ کیونکہ کبر مقتًا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون یعنی وہ شخص جس کے کلام میں مکاری اور عیاری ہے وہ غضب الٰہی کا نشانہ ہے۔ وہ فریب کاری سے مخلوق خدا کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ خدا ارادوں کے سرچشمہ کا علم رکھتا ہے۔

ھم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس لئے ہم ان تمام وساوس۔ خطرات اور خیالات سے واقف ہیں جو اس کے دل پر گذرتے ہیں۔ اور ہم تو اس کے رگِ حیات سے بھی قریب تر ہیں ۔ ولقد خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس بہ نفسہٗ و نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔

خدا کا علم محاسبہ اور ان کا قانون مراضامن ہے اس کی مخلوقات کی بہتری اور بہبودی کا اور ان کے قائم رکھنے کا۔ مبارک ہے وہ جو قرآن پاک کی اس تلقین کو دل میں جگہ دے اور دل کا تزکیہ کرے۔ اور اپنے اعمال کے اندر صلاحیت پیدا کرے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں اور اپنے اعمال کی پڑتال کرتے رہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو خدا ہم سے خوش ہوگا اور نیک اعمال کی توفیق ہمارے شاملِ حال ہوگی۔

اس بات کی طرف حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:ــــ

من حاسب نفسہٗ فی الدنیا لم یحاسبہ اللہ یوم القیامۃ۔

یعنی جو شخص دنیا کی زندگی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے گا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کا محاسبہ نہ فرمائیگا۔ اس کے بعد محاسبہ کی غرض و غایت بیان فرمائی:ــــ

فیغفر لمن یشآء و یعذب من یشآء۔

یعنی وہ لوگ جن کے ارادوں میں سعادت مندی اور جن کے اعمال میں صلاحیت ہے ان کے متعلق مشیت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے مغفرت ہو۔ اور جن کے ارادوں میں ناپاکی ہے اور جن کے اعمال میں بدکرداری ہے ان کے لئے سزا ہے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی تعلیمات سے اپنی قوم کو عرفان اور استقامت کی راہ پر چلایا اور اسی طرح ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی اپنی قوم کو اسی راہ پر چلاتے تھے اور جماعت میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں۔

چاہیئے کہ وہ جماعت جس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ وہ عزمِ صمیم سے اپنے اندر تازہ تبدیلی پیدا کریں اور جناب الٰہی میں استغفار کریں کہ ہماری تقصیروں اور کوتاہیوں کو معاف فرما، اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے دین کی خدمت کے لئے ہمت اور سرگرمی دکھائیں۔

آمین یا ربّ العالمین

ہفت روزہ پیغام صلح۔ خود پڑھنے کے بعد دوسرے احباب تک پہنچائیں۔

# تبلیغی خط و کتابت ــــ ترسیل لٹریچر

## "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

مرتبہ: چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

---

تبلیغ و اشاعت اسلام، احمدیہ تحریک کا بنیادی اور اوّل و آخر مقصد ہے۔ اس غرض کے لئے ہماری انجمن نے بہت سے منصوبے شروع کر رکھے ہیں۔ جن میں اکناف عالم میں جماعتوں کے قیام، تبلیغی مشنوں کا اجراء، مبلغین کو بیرون ملک بھیجنا، اسلام اور علوم و وسائل اسلامیہ پر لٹریچر کی تصنیف و تالیف اور تقسیم و اشاعت کے علاوہ خط و کتابت کا سلسلہ بھی شامل ہے جو انجمن اور افراد کے مابین تعارف و تعلق کا مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔ بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ اس قلمی تعارف و تعلق نے جماعت بندی کا باب کھولا اور افراد نے جماعت کی صورت میں انجمن کے مقاصد کو آگے بڑھایا اور دست و بازو بنے۔

کچھ عرصہ پہلے افراد اور انجمن کے درمیان یہ مراسلت پیغام صلح میں بھی شائع ہوا کرتی تھی جو احباب کے لئے دلچسپی کا موجب تھی۔ یہ سودمند سلسلہ پھر سے شروع کیا جا رہا ہے۔

ــــ (ادارہ) ــــ

ــــ گیانا کے محترم محبوب خان لکھتے ہیں:۔

"مکتوب گرامی ملا۔ باعث مسرت ہوا۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ہر قسم کا اسلامی لٹریچر حاصل کر کے میں از حد خوشی محسوس کرتا اور ہمیشہ اس کا خیر مقدم کرتا ہوں، نہ صرف میں اس سے مستفید ہوتا ہوں بلکہ اس کو وسیع پیمانہ پر تقسیم بھی کرتا ہوں، حال ہی میں یہاں پر مسلم نوجوانوں کا ایک "اسلامک سٹڈی سرکل" بنا ہے۔ جس کے اجتماعات میرے غریب خانہ پر باقاعدگی سے منعقد ہوتے ہیں۔ اندریں صورت تقسیم لٹریچر کے سلسلہ میں میں آپ کی مؤثر خدمت سرانجام دے سکتا ہوں ــ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جس قدر بھی لٹریچر ارسال فرمائیں گے اس کا بہتر طور پر استعمال ہوگا۔ گیانا کے قرب و نواح کے بیشتر مقامات کے نوجوان اس سرکل کے رکن ہیں۔ وہ بڑے ذوق و شوق اور باقاعدگی سے اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ نوجوان اس لٹریچر میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ احباب کو ہماری دعائیں اور سلام پہنچا دیں۔"

---

ــــ ریاست اویو نائیجیریا کے جناب عبدالغنی رقمطراز ہیں:ــ

"مجھے اپنے ایک دوست کی معرفت آپ کا پتہ ملا۔ بفضلہ تعالیٰ میں مسلمان ہوں۔ از راہ کرم آپ اپنی کتب ارسال فرما کر شکر گزاری کا موقعہ دیا کریں تاکہ میں انہیں جمعہ کے دن لوگوں میں تقسیم کر سکوں۔ اگر آپ کے پاس انگریزی قرآن کریم ہو تو وہ بھی مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔"

ــــ جواب: آپ کے خط کا شکریہ۔ ہم نے آپ کا پتہ خط و کتابت محفوظ کر لیا ہے۔ ہم آپ کو اسلامی لٹریچر بغرض مفت اشاعت ماہ بہ ماہ ارسال کرتے رہیں گے۔ سردست لٹریچر جس میں انگریزی قرآن کریم۔ زندہ نبی کی زندہ تعلیم (انگریزی) اور اسلام اور عیسائیت شامل ہیں ارسال ہے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کے میدان میں آپ کی مساعی لائق قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔ اس نیک مقصد میں آپ کی کسی بھی طور خدمت کرتے ہوئے ہمیں ہمیشہ دلی مسرت ہوگی۔

محترم مسعود اختر نائب امام انگلستان احمدیہ مشن کے مطابق عبدالغنی صاحب کو وہاں سے بھی مختلف پمفلٹ بھجوائے گئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہم نائیجیریا میں جناب ڈاکٹر قریشی صاحب کو ہر ماہ پمفلٹ بھجواتے ہیں۔ اب عبدالغنی صاحب کے ذریعہ بھی لٹریچر تقسیم ہوگا تو لوگوں کو اسلام اور ہماری جماعت سے واقفیت بڑھے گی۔ اس طرح مزید لٹریچر کی مانگ وہاں سے آنے کی توقع ہے۔ انجمن کو مستقبل قریب میں وہاں مشن کھولنے پر غور کرنا چاہیئے۔

---

ــــ مشرقی رنگون۔ برما سے کرم الدین بن حاکم جی لکھتے ہیں:ــــ

"میں "الکٹ لاج، تھیو سافیکل سوسائٹی برما" کا پہلا تا حیات صدر ہوں۔ یہ سوسائٹی ایک اسلامی تہذیبی پس منظر کی مالک ہے۔ میں نے برما کے مقام ادیار میں تھیو سافیکل اسلامی ایسوسی ایشن کی ایک اسلامی شاخ بھی بنائی ہے۔ یہ شاخ کریسنٹ لاج کے نام سے مشہور ہے۔

بیرونی زر مبادلہ کنٹرول قوانین کے تحت ہم اس وقت خرید کتب کے لئے بیرون ملک رقم فراہم نہیں کر سکتے۔ اندریں صورت آپ ہمیں اسلامی لٹریچر مفت ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔ یہاں کا مسلم و غیر مسلم نوجوان طبقہ آج کل "صوفی ازم" میں خاص طور پر دلچسپی رکھتا ہے۔"

ــــ جواب: خط کے ساتھ ان کو انگریزی ترجمہ قرآن کریم۔ لونگ تھاٹس۔ ٹیچنگز آف اسلام۔ اسلام اینڈ کرسچینٹی۔ سورسز آف کرسچینٹی اور دوسرا لٹریچر بھجوایا گیا۔

---

ــــ گھانا سے مسٹر ادریس ٹیبلو لکھتے ہیں:ــ

"میں آپ کی خدمت میں اپنا حقیر عریضہ ارسال کر کے مقام عزت حاصل کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ بفضلہ تعالیٰ بصحت و سلامت ہوں گے۔ محترم برادر اسلام! اگرچہ ہم جسمانی طور پر ایک دوسرے سے بہت دور ہیں لیکن ہم روحانی اور مذہبی طور پر ایک ہیں۔ میں عمر کے اٹھارویں سال میں ہوں۔ میں سال چہارم کا طالب علم ہوں۔ اگرچہ میرے نصاب میں قرآن کریم شامل ہے لیکن یہ میرے پاس نہیں ہے۔ میں مالی طور پر بھی تنگدست ہوں۔ میرے والد بزرگوار وفات پا چکے ہیں جبکہ میری والدہ ماجدہ اپنی غربت و افلاس کی وجہ سے قرآن کریم خرید کر نہیں دے سکتی۔ اس کے باوجود ذات باری تعالیٰ اور دین اسلام کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ یہ معاملہ میں از خود حل نہیں کر سکتا اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ قرآن کریم عطا کر کے میری للہ فی اللہ امداد فرمائیں تاکہ میں قرآنی تعلیمات سے بہرہ ور ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو افضال و برکات سے متمتع فرمائے۔

— جواب: آپ کے مکتوبِ گرامی کا شکریہ۔ ہمیں یہ پڑھ کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ درجہ چہارم کے طالب علم ہیں اور آپ قرآن کریم کے مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ کو حسبِ خواہش قرآن کریم معہ انگریزی ترجمہ بھیجا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تفہیم قرآن کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور عمل کی استعداد بخشے۔ اس کے علاوہ مسلم پریئر بک۔ پرافٹ آف اسلام۔ اسلامک سوشل جسٹس اور فہرست کتب بھی ارسال ہیں۔ ان سے آپ اسلامی تعلیمات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ مستفیض ہو سکیں گے۔ اُمید ہے آپ آئندہ بھی خدمت کا موقعہ دیں گے، اور ہمیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

---

— یو ایس اے سے مسٹر تسبین عبدالملک لکھتے ہیں:—

”میں نے آپ کے کچھ لٹریچر مطالعہ کیا ہے۔ یہ بہت مفید اور معلوماتی سرمایہ ہے۔ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کا امیر رابطہ ہوں۔ ہم مالی طور پر کمزور ہیں۔ اسلامی کتب و لٹریچر کے سلسلہ میں جہاں کہیں سے ہماری مدد ہو سکے ہم اس کے خواہاں ہیں۔ اگر ممکن ہو تو اسلامی لٹریچر ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں تاکہ یہ ہمارے مسلم بھائیوں کی تعلیم و تدریس کے کام آ سکے۔ جو کچھ بھی آپ ارسال کر سکیں آپ کی عنایت ہوگی اور ہم نہایت شکر گزار ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور اپنے سایۂ رحمت میں رکھے“

— جواب: ہمیں یہ دِلی مسرت ہوئی ہے کہ آپ مسلمانوں کے امیر ہیں اور آپ کو ہمارے اسلامی لٹریچر کی ضرورت ہے۔ اسلام اور مذاہب عالم پر ہمارے پاس اس وقت جو لٹریچر موجود ہے وہ ارسال خدمت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ اور ہمارے دوسرے مسلم بھائی اس کے مطالعہ سے اسلامی تعلیمات کے بارے میں مفید معلومات حاصل کر سکیں گے۔ ان کتب کے مطالعہ کے بعد حسب طلب مزید کتب و لٹریچر ارسال ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اُمید ہے آپ سلسلہ مراسلت جاری رکھیں گے اور کارِ لائقہ سے یاد کریں گے۔ اسلام کی ترقی اور ترویج کے لئے نیم شبی دعائیں کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام

---

— ریاست نائیجیریا (مغربی افریقہ) سے الحاج صالح ابوبکر تحریر فرماتے ہیں:—

”آپ کی خدمت میں میرا یہ خط لکھنا میرے لئے از حد خوشی و مسرّت کا موجب ہے از راہ کرم مجھے ایسنس آف اسلام، رائیٹس دے آف اسلام۔ انگریزی ترجمہ قرآن اور سٹوری آف پرافٹس وغیرہ اور چند ایسی کتب ارسال فرمائیں جو میرے مطالعہ اور اسلامی تعلیمات کے حصول میں ممد و معاون ہوں۔ اُمید ہے آپ اثباتی توجہ فرما کر ممنون کریں گے۔“

— جواب: آپ ہمارے اسلامی لٹریچر کے مطالعہ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ امر ہمارے لئے باعث مسرّت و اطمینان ہے۔ ہم آپ کو خدمت میں ہسٹری آف پرافٹس۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ اسلامک سوشل جسٹس۔ فہرست کتب اور دیگر لٹریچر ارسال کر رہے ہیں۔ آپ ان کا مطالعہ فرمائیے اور ہمیں حاصل مطالعہ سے مطلع فرمائیے۔ انشاء اللہ ان کے مطالعہ سے اسلامی تعلیمات کے بارے میں آپ کی معلومات میں بہت اضافہ ہوگا۔ یہاں ہم آپکو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ اس سلسلہ میں ہم صرف اسی قسم کا لٹریچر تیار کرتے ہیں۔ جہاں تک نصابی کُتب کا تعلق ہے وہ ہمارے ہاں طبع نہیں ہوتیں۔ تاہم آپ ہمیں ہر ممکن خدمت کے لئے تیار پائیں گے۔ اُمید ہے آئندہ بھی سلسلہ مراسلت جاری رکھیں گے۔ والسلام

— لیبیا سے حاجی جمیرد مصطفےٰ لکھتے ہیں:—

”جنابِ محترم! سلام مسنون۔ مجھے اپنے ایک دوست سے پتہ چلا ہے۔ میں نائجیریا سے تعلق رکھتا ہوں اور لیبیا یونیورسٹی میں اسلامیات کا طالب علم ہوں۔ مجھے اپنے مطالعہ کے سلسلے میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے انگریزی قرآن کریم اور دیگر اسلامی کتب ارسال فرمائیں۔ دعا ہے اللہ تبارک و تعالےٰ مسلمانانِ عالم کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو خدمتِ دینِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔“

— جواب: اخی فی الاسلام۔ آپ کا مکتوبِ گرامی پیشِ نظر ہے۔ ہمیں یہ پڑھ کر دلی مسرت حاصل ہوئی ہے کہ آپ کے محترم دوست نے ہمارا پتہ آپ کو دیا اور آپ نے ہمیں یاد کیا۔ ہم آپ اور آپ کے دوست کے شکر گزار ہیں۔ اُمید ہے آپ اپنی دعاؤں میں ہمیں برابر یاد رکھیں گے۔ انگریزی قرآن کریم کے مطالعہ کی دلچسپی کے پیش نظر رعایتی ہدیہ پر ارسال کیا جا سکتا ہے تاہم کتب — اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی، دُعا اور کامیابی کے حقیقی راستے۔ اسلامی سوشل جسٹس اور فہرست کُتب بھجوائی جا رہی ہیں۔ ان کا مطالعہ فرمائیے۔ یقیناً آپ محظوظ ہوں گے۔ حاصل مطالعہ سے ہمیں بھی مطلع فرمائیں۔ اُمید ہے آئندہ بھی آپ ہمیں خدمت کا موقعہ دیتے رہیں گے۔

— گھانا سے مصبان ادریس لکھتے ہیں:—

”میں یہ عریضہ بہ زبان عربی آپ کی خدمت میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ میں اسلامیہ سکول کا طالب علم ہوں، میری مالی حالت کمزور ہے اور دینی کتب خریدنے سے معذور ہوں۔ قرآن کریم اور دوسری کتابیں عنایت کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ میں آپ کے جواب کا شدید انتظار کروں گا۔“

— جواب:— آپ کے خط کا شکریہ۔ ہمیں یہ معلوم کر کے ازحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ ہماری مطبوعات میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ کتب — اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی، مسلم پریئر بک، اسلامی سوشل جسٹس اور فہرست کتب ارسال ہیں۔ ان کا مطالعہ فرمائیے اور اپنے تاثرات سے ہمیں مطلع فرمائیے۔ ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ بعد از مطالعہ یہ کُتب اپنے دوسرے احباب کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ امید ہے آپ ہمیں مزید خدمت کا موقعہ دیں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اور تفہیم دین کی توفیق عطا فرمائے۔

— گھانا ہی سے جناب موسیٰ لکھتے ہیں:—

”میں یہ چند سطور لکھتے ہوئے از حد خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ کے لئے دُعا گو ہوں، تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے آپ کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ قرآن کریم عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور اس نیک کام میں وسعت پیدا ہو۔ امید ہے کہ آپ ہمارے ہاں کے مسلمان بھائیوں

کی اسلامی تعلیم اور دینی رہنمائی کے لئے ممکن اقدام کریں گے اور مناسب حال دینی لٹریچر بھجوا کر شکر گذاری کا موقعہ دینگے۔"

جواب:۔ آپ کی یاد آوری کے لئے ہم آپ کے شکر گذار ہیں۔ اور آپ کی دعائیں بھی شامل حال ہیں۔ ہمیں یہ پڑھ کر خوشی حاصل ہوئی ہے کہ آپ ہماری اسلامی مطبوعات کو پسند کرتے اور جہاد اسلام کے میدان میں ہماری قلمی کوششوں کی قدر کرتے ہیں۔ آپ بھائیوں کی قدر دانی سے ہماری حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور خدمتِ دین کی راہ میں استقامت میسّر آتی ہے ہم آپ کی فرمائش پر اپنی چند کتب آپ کی خدمت میں ارسال کر رہے ہیں۔ وصولی سے مطلع فرمائیں۔ حسب ضرورت دیگر لٹریچر بھی آپ کو ملتا رہے گا۔ کیا اچھا ہو کہ آپ اپنے عزیز و احباب کو بھی اس مطالعہ میں شریک کریں۔ ہمیں آپ کی خدمت کرتے ہوئے دلی مسرت حاصل ہوگی۔ آپ کے خط کی ہمیں انتظار رہے گی۔

---

**شمالی گھانا سے جناب زکریا تحریر فرماتے ہیں:۔**

"جناب مکرم! تفسیر قرآن مرحمت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ میں دینِ عالم انسانیت کا مطالعہ کروں۔ اور مختلف لائبریریوں میں گھوم پھر کر قرآن کریم اور دوسری اسلامی کتابوں کا مطالعہ کروں۔ لیکن حالات اجازت نہیں دیتے اور وقت نہیں ملتا کہ وہاں جا سکوں۔ میں تئیس سال کی عمر میں ہوں۔ قرآنی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس راہ میں میری مدد کرکے ممنون فرمائیں۔"

جواب: آپ کا خط پا کر دلی مسرت حاصل ہوئی۔ آپ کا جذبہ در مطالعہ دینِ اسلام نہایت نیک اور فطری ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو کامیاب و کامران فرمائے اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی بخشے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کے طور پر ہم آپ کو قرآن کریم کا تحفہ ارسال کر رہے ہیں اور ساتھ ہی دوسری اسلامی کتب بھی آپ ان کو وصول کرکے یقیناً خوش ہوں گے۔ ممکن ہو تو اپنے ساتھیوں کو بھی ان کا مطالعہ کروائیں۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کی تعلیمات سے آگاہی ہم سب کے لئے ضروری ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اسلام سے محبّت رکھتے اور اس سے اپنی زندگی کو سنوارتے اور دوسروں کے لئے رشد و ہدایت کا موجب بنتے ہیں۔ کار لائقہ سے یاد فرماتے رہیئے۔ والسلام

---

**تبرکات: ــــــ بقیہ از کالم ۲**

ایسے لوگوں کو خواہ وہ جماعت کے اندر ہوں یا باہر، کہ جب تک طائفۃ من الذین معک راتوں کو اٹھ کر رونے والا ایک گروہ اس جماعت کے اندر موجود ہے اس وقت تک یہ جماعت اپنی رُوحانی قوّت کے ساتھ دنیا کو فتح کرتی رہے گی۔

(۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء)

---

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بغض کی پرواہ نہیں + دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہم کو سہار
جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں + ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولا کریم + پس نہ بیٹھو میری راہ میں اے شریرانِ دیار

(مسیح موعودؑ)

---

## تبرکات

# حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال

- دُعا کے بعد جلدی جواب تو عموماً اچھا نہیں ہوتا۔ توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ ۵ ۲/۹۸
- خدا تعالےٰ کا بظاہر تلوّن بھی رحمت ہے۔ ۵ ۲/۹۸
- دُنیا کی دولت، سلطنت اور شوکت رشک کا مقام نہیں ہے بلکہ رشک کا مقام دُعا ہے۔ ۲۲ ۲/۹۸
- یہ مُلک بہت ہی قابلِ رحم ہے۔ اسلام صرف رسمی طور پر رہ گیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے بڑا احسان کیا ہے جو اپنا نذیر اس مُلک میں بھیجا۔ ۲۳ ۲/۹۸
- مرید و مرشد کے تعلقات ایسے ہوتے ہیں کہ ماں باپ اولاد کو اتنا عزیز نہیں جانتے جتنا مُرشد مرید کو جانتا ہے۔ ماں باپ جسمانی تربیت اور تعلیم کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مگر مرشد مُرید کی رُوحانی پیدائش کا موجب ہوتا ہے اور اس کی اندرونی تعلیم و تربیت کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔ بشرطیکہ راستباز ہو۔ ۲۴ ۲/۹۸

---

# حضرت مولنا نور الدین علیہ الرّحمۃ کا ارشاد

**ضرورت وحدت** } میں اس لئے بھی کھول کر تم کو سُنانا چاہتا ہوں کہ کوئی قوم سوائے وحدت کے نہیں بن سکتی، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کوئی انسان سوائے وحدت کے انسان نہیں بن سکتا۔ کوئی محلّہ سوائے وحدت کے محلّہ نہیں بن سکتا۔ اور کوئی سلطنت وحدت کے بغیر سلطنت نہیں بن سکتی۔ دیکھو میری آنکھ تو کہتی ہے کہ یہ زہر ہے اور ہاتھ کہے کہ مجھے آنکھ کی پرواہ نہیں اور وہ اُٹھا کر وہ زہر کھا لیتا ہے۔ تو اس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اسی طرح گھر کی بات ہے کہ اگر بچہ اپنے مربّی، اپنے ماں باپ کی بات نہیں سُنتا تو اس کی تعلیم و تربیت کا ستیاناس ہو جائے گا۔ اسی طرح محلّہ، مُلک اور سلطنت کا حال ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر سے میں نے مرزا صاحب سے سُنا ہے کہ اھدنا میں نا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سوائے جماعت کے اللہ تعالےٰ سے بعض خاص فضل کوئی انسان نہیں لے سکتا۔

---

# ارشاد حضرت امیر مولنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

**بشارت** } کوئی بڑی سے بڑی مخالفت اس جماعت کو گرا نہیں سکتی۔ جیسا مجھے یہ یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو کوئی بڑی سے بڑی مخالفت ہلا نہیں سکی۔ اتنا ہی مجھے یہ یقین ہے کہ **کوئی شخص اس جماعت کو گرا نہیں سکتا جب تک ایسے لوگ اس جماعت میں موجود ہیں جن کے آنسو رات کو بہتے ہیں۔** اس وقت تک اس جماعت کو کوئی نہیں ہلا سکتا۔ اور میں سُنانا چاہتا ہوں۔

(باقی کالم اوّل کے نیچے)

# حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ذہنی انقلاب

(از قلم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور)

جب بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے تو پانی کا کچھ حصہ تو دریا کی شکل میں بہہ نکلتا ہے اور کچھ حصہ زمین میں جذب ہو کر نیچے نیچے تہ زمینی رَو کی شکل میں بہتا ہے۔ اسی سے مختلف مقامات پر چشمے پھوٹتے ہیں۔ کنوؤں میں پانی نکلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر نظر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ چشموں کا پانی اپنی جگہ علیحدہ ہے اور کنوؤں کا پانی علیحدہ ہے۔ لیکن ایک اہلِ علم اور حقیقت کا جاننے والا یہ جانتا ہے کہ یہ سب اس بارش کا نتیجہ ہے جو زمین کے پردہ میں بہتا ہوا مختلف چشموں اور کنوؤں کو پانی مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح جب کسی رسول یا مامور کے ذریعہ آسمان سے ہدایت روحانی کی بارش کا نزول ہوتا ہے اور دنیا کے لئے شریعت یا ہدایت کے رنگ میں ایک انقلاب برپا ہونے لگتا ہے۔ تو ایک تو وہ ہدایت روحانی تحریر اور لٹریچر اور زبانی وعظ و تلقین کے ذریعہ جس کے حامل اس پر ایمان لانے والے یا مخلصین کا گروہ ہوتا ہے دریا کی طرح دنیا میں پھیلتی ہے اور دوسری طرف تہ زمینی رَو کی طرح باطنی رنگ میں تمام عالم میں ایک ذہنی انقلاب ظہور پذیر ہونے لگتا ہے جو بظاہر تو آسمانی ہدایت سے براہ راست تعلق رکھتا نظر نہیں آتا۔ لیکن حقیقت میں وہ وہی روحانی بارش ہوتی ہے۔ جو ایک ذہنی انقلاب کے رنگ میں مختلف قلوب پر اثر انداز ہوتی ہے۔

جو طبائع بوجہ اپنی غفلت یا تکبر و نخوت کے بظاہر اس رسول یا مامور پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتیں وہ بھی SUB CONSCIOUS سب کانشس طور پر ان خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں اور اپنی اپنی جگہ وہی بولیاں بولنے لگتی ہیں جو وہ رسول یا مامور بلانا چاہتا ہے اور یہ ایک سچے مذہب کی روحانی فتح ہوتی ہے۔ مثلاً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب توحید کے لئے آواز بلند کی تو نہ صرف یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ذریعہ جو دین اسلام تمام دنیا میں پھیلا اس نے بتوں کو نیست و نابود کر دیا بلکہ ان قوموں نے بھی جو آپ پر ایمان نہ لائیں اس توحید کا اثر لیا کہ مختلف مشرک قوموں میں بھی ایسے آدمی پیدا ہونے لگے جنہوں نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی۔ مثلاً عیسائیوں میں مارٹن لوتھر۔ ہندوؤں میں بابا گورو نانک۔ رام موہن رائے۔ کیشپ چندرسین۔ دیانند سرسوتی وغیرہ وغیرہ یہ سب اسی آسمانی بارش کی تہ زمینی رَو (UNDER CURRENT) تھی جس نے بت پرستی کو فنا کا جام پلایا اور ہر ملک میں اس کی عزت و احترام کو دلوں سے مٹانا شروع کر دیا۔

قومی برتری کے سوال کو مٹا کر عالمگیر اخوت و حریت انسانی کا پیغام بھی آنحضرت صلعم کا لایا ہوا ہے۔ اس کی بنیاد اسلام کے آنے کے ساتھ پڑی اور اس کی تہ زمینی رَو کا تقاضا ہے کہ کافر قوموں کے دلوں میں اس کا احترام اور عزت ہے، اور آخر ٹھوکریں کھا کر دنیا اس امر کی طرف آ رہی ہے۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روحانی بارش میں ہمیں نظر آتی ہیں۔ آپ کے خدام میں حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ جب اسی روحانی بارش کو دوبارہ تازہ کیا گیا تو نہ صرف یہی ہوا کہ اس آسمانی بارش کے دریا لٹریچر اور تصانیف اور آپ کے خدام کے ذریعے بہہ نکلے بلکہ تہ زمینی رَو کے رنگ میں وہی بات معاندین اور مخالفین کے مونہوں سے بھی نکلنے لگی۔ جو آپ دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ مثلاً آپ کا بڑا مقصد کسرِ صلیب تھا۔ وفاتِ مسیح کا مسئلہ نہ صرف مریدین نے مانا بلکہ معاندین کے دلوں میں بھی گھر کر گیا۔

حیاتِ مسیح کے مسئلہ کو جس طرح زوال ہوا وہ قابلِ صد عبرت ہے۔ اب اس کا کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ مسیحیت کی تردید میں آپ نے نہ صرف زبردست لٹریچر پیدا کیا بلکہ ذہنوں میں ایک ایسا انقلاب آ گیا کہ عیسائیت خود بخود نظروں سے گر گئی۔ خود عیسائی ممالک میں اس کی کوئی عزت و احترام باقی نہ رہا۔ وہ مذہب مر گیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پھر آپ نے تحریر و لٹریچر سے نہ صرف اسلام کے غلبہ کی بشارت دی اور دلائل سے اسے مضبوط اور واضح کیا اور مریدوں کے دلوں میں اس عقیدہ کو راسخ کیا بلکہ ایسا ہوا کہ ایک ہوا چل گئی اور آپ کے مخالفین و معاندین کے دلوں میں بھی تمام ادیان پر اسلام کی برتری اور فضیلت اور صداقت پر اعتماد پیدا ہو گیا اور وہی لوگ جو کل تک عیسائیت اور آریہ سماج۔ مادیت و دہریت سے مرعوب تھے آج بغیر کسی دلیل اور وجہ کے مطمئن نظر آتے ہیں کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے جو اُن سے مٹ نہیں سکتا۔ وہ عمل نہیں کرتے۔ اسلام کی خدمت و تبلیغ سے بالکل خالی ہیں۔ لیکن دل مطمئن ضرور ہیں۔

غرضیکہ ایک ذہنی انقلاب پیدا ہو گیا ہے جس کا بظاہر اگرچہ احمدیت سے تعلق نہ بھی نظر آتا ہو لیکن ذرا غور و تعمق سے دیکھو تو صاف معلوم ہوتے لگتا ہے کہ پسِ پردہ وہی رَو ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ دنیا میں پھیلی اور قلوب کو سب کانشس طور پر متاثر کر رہی ہے۔

آج ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے اشعار پڑھے جاتے ہیں جن میں وطنیت اور قومیت کو مسلمانوں اور نوع انسان کی حریت و مساوات کے لئے زہر ہلاہل بتایا گیا ہے بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ یہ ڈاکٹر اقبال کا پیدا کردہ تخیل ہے لیکن حقیقت میں اس چشمہ کا منبع بھی وہی قادیانی روحانی بارش ہے۔

آج چالیس برس[ل] سے زیادہ عرصہ ہوا جب میں نے ایک مرتبہ مولانا نورالدین مرحوم سے عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسٰی کے نزول کے متعلق جو آئینہ کمالات اسلام میں پیشگوئی تحریر کی ہے جس میں ان کی آمد کو ایک جلالی رنگ میں بیان فرمایا ہے وہ کب ہوگا۔ فرمانے لگے اسلام، قومیت و وطنیت کا دشمن ہے وہ تمام قومی تنافر و تباغض اور فخر و مباہات کو مٹا کر ایک عالمگیر اخوت انسانی کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ یورپ میں وطنیت اور قومیت کی پرستش ہوتی ہے اور اسلام اس بت کو توڑتا ہے۔ پس یورپ کی وطنیت و قومیت اسلام کے اس فعل کو برداشت نہیں کر سکتی اس لئے آج سے بہت عرصہ کے بعد وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم کو جب اپنی مادی طاقت سے روکنا چاہے گی۔ تو اس وقت جو بھی آئے گا وہ کوئی مجدد ہو یا مامور یا مسیح یا مصلح موعود ہو اسے جلالی رنگ میں ہی آنا چاہیئے تاکہ اسلام سے وطنیت و قومیت کی اس ٹکر کا مقابلہ کرے۔

یہ وہ پہلی آواز تھی جو میں نے قادیان میں آج سے بہت عرصہ پہلے سنی کہ اسلام وطنیت و قومی برتری کا دشمن ہے۔ اقبال نے یہ ترانہ اس کے بہت عرصہ بعد گایا۔ درحقیقت یہ اسی آواز کی صدائے بازگشت ہے جو قادیان سے اُٹھی تھی، اور اسی روحانی بارش کی تہ زمینی رَو تھی جس سے اقبال کا قلب متاثر ہوا۔ جو قادیان میں نازل ہوئی۔ ظاہر بینوں کو نظر یہ آیا کہ یہ بات اقبال کو سوجھی۔ لیکن حقیقت آشنا لوگ جانتے ہیں کہ یہ پانی قادیان سے حضرت مسیح موعودؑ اور مولانا نورالدینؒ کے طفیل اقبال کو ملا۔ قادیان میں اقبال سے بہت عرصہ پہلے یہ مسئلہ حل ہو چکا تھا ہاں اس نثر کو نظم کرنے والا ڈاکٹر اقبال مرحوم تھا۔ عداوت اور تعصب نے نثر کو بھلا دیا اور خوش عقیدگی نے نظم کو یاد کرا دیا۔

ل یہ مضمون آج سے ۳۶ برس پہلے کا ہے۔

## ارشادات ربانی

# ایمان کی علامات

## اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

— "مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف محسوس کرتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھاتی ہیں۔ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے۔ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں یہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے ہاں بڑے درجے اور بخشش اور عزت والا رزق ہے۔" (الانفال)

— وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے انہیں پناہ دی، اور مدد دی، یہ ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں۔ اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ تم پر ان کی یاری کا کوئی حق نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔ اور اگر تم سے دین کے متعلق مدد چاہیں۔ تو تم پر مدد دینا فرض ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ مدد ان لوگوں کے خلاف ہو جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے۔

— اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور وہ جنہوں نے پناہ دی اور مدد دی یہی سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کا رزق ہے۔ اور جو بعد میں ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی، اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم میں سے ہی ہیں۔

— محمد اللہ کا رسول ہے۔ اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ پر قوی، آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کی نشانیاں ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہیں۔ یہ ان کی مثال توریت میں ہے۔ ان کی مثال انجیل میں کھیتی کی طرح ہے۔ جو اپنی سوئی نکالتی ہے۔ پھر اسے مضبوط کرتی ہے۔ سو وہ موٹی ہوتی ہے۔ پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے کھیتی کرنے والوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے۔ اللہ نے ان میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے کرتے ہیں بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔ (الفتح)

— جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے ہاں عظیم ترین مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہی بامراد ہوں گے۔ ان کا رب ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے۔ ان کے لئے ان میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہوں گی۔ انہی میں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

---

## ارشادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم

# باہمی خیر خواہی

## اور احترام اختیار کرو

— حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، نماز کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ کے دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر ——— ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں، تو آپؐ نے مجھ پر یہ شرط لگائی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے گا۔

— حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔

— حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب ایک شخص اسلام لائے اور اس کا اسلام اچھا ہو۔ تو اللہ تعالےٰ اس سے ہر ایک برائی کو دور کر دیتا ہے جو وہ کر چکا۔ اور اس کے بعد بدلہ ہے نیکی کا بدلہ اس سے دہ چند، سات سو گنا تک۔ اور برائی کا بدلہ اس کی مثل ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ اس سے درگذر کرے۔

— حضرت احنف بن قیس سے روایت ہے کہ میں نکلا کہ اس شخص کی مدد کروں۔ تو مجھے ابوبکرہؓ ملے اور کہا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا اس شخص کی مدد کروں گا۔ کہا لوٹ جا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب دو مسلم اپنی تلواروں کے ساتھ مقابلے پر آجائیں۔ تو قاتل و مقتول آگ میں ہوں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! قاتل تو ہوا مقتول کا کیوں یہ حال ہوگا۔ فرمایا وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

— حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔

**ایک اللہ اور رسولؐ اسے سب سے زیادہ پیارے ہوں۔ دوسرے کسی بندے سے خالص اللہ کے لئے دوستی رکھے۔ تیسرے جب اللہ**

تعالیٰ نے اس سے کفر چھڑا دیا اتنا برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالا جانا۔

— حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپؐ کے گرد صحابہ کی جماعت تھی۔ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے۔ اور چوری نہ کرو گے اور زنا نہ کرو گے۔ اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے۔ اور اپنے سامنے اور پیچھے کوئی بہتان نہ باندھو گے۔ اور اچھی بات میں نافرمانی نہ کرو گے۔ پس پھر جو کوئی اس اقرار کو پورا کریگا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ پھر دنیا میں اس کو سزا مل جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے پھر اللہ اس کی پردہ پوشی کرے تو وہ اللہ (بخاری)

از جناب سید ناصر احمد صاحب مانچسٹر

# معجزۂ شقّ القمر

## جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں

شقّ القمر کے معجزہ کے بارہ میں اب تک مختلف توضیحات کی جاتی رہی ہیں۔ بعض نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونا قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ چاند تو ہر لمحہ گردش میں رہتا ہے اس لئے اگر اس موقعہ پر واقعی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے تو لازمی بات ہے کہ دونوں ٹکڑوں کو بالکل الگ ہو جانا چاہیئے تھا۔ مزید یہ کہ اس نظارہ کو کچھ لوگوں نے چند لمحوں کے لئے دیکھا۔ اب تک اس معجزہ کی صحت کے بارہ میں عقلی دلیل یہ دی جاتی رہی کہ اس خاص موقعہ پر کوئی زبردست زلزلہ قسم کا حادثہ چاند کی سطح پر پیش آیا ہوگا۔ لیکن اس حادثہ کی نوعیت اور اثرات کے متعلق کوئی ثبوت مہیا نہ تھے۔

کچھ عرصہ ہُوا روزنامہ اخبار ملّت لندن میں چاند کی سطح پر آج سے آٹھ سو سال پیشتر ایک شہابیہ کے چاند کی سطح سے ٹکرانے کے متعلق سائنسی تحقیقات پر مبنی ایک دلچسپ مضمون نظر سے گذرا۔ اس مضمون کو پڑھ کر میرا ذہن فوری طور پر معجزہ شق القمر کی طرف گیا۔ اس مضمون میں ایک عیسائی پادری کے روزنامچہ کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ آج سے آٹھ سو سال پیشتر اس نے چاند کو چند لمحوں کے لئے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔

پادری مذکور کی اس ڈائری کے مندرجات کی بناء پر ایک سائنسی ادارہ نے چاند کی سطح اور اس کی حرکات کا خصوصی مطالعہ شروع کیا اور اس سلسلہ میں امریکی خلائی مرکز کی امداد بھی حاصل کی۔ اس ساری تحقیق کی تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ اس تحقیق کی روشنی میں اب یہ بات نہایت وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ شق القمر کے معجزہ کے وقت چاند درحقیقت دو ٹکڑے نہ ہوا تھا بلکہ انسانی نظر کو اس وقت ایسا ہی نظر آیا۔ روزنامہ ملّت (لندن) مجریہ ۵ کا تراشہ ملاحظہ فرمایئے لکھتا ہے :۔ چاند پر لرزہ طاری ہے۔۔۔

"امریکہ کے خلائی محققین نے انکشاف کیا ہے کہ چاند پر لرزہ طاری ہے اور یہ سلسلہ آٹھ سو برس سے جاری ہے۔ امریکی جریدہ سائنس نے حال ہی میں چاند کی اس کیفیت کا دلچسپ پس منظر بیان کیا ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ چاند کا یہ لرزہ آٹھ سو برس پہلے ایک بہت بڑے شہابیہ سے تصادم کے باعث پیدا ہوا اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس وقت دوربین ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود یہ زبردست تصادم زمین پر نہ صرف دیکھا گیا بلکہ اس کی یادداشت بھی محفوظ کر لی گئی۔

یہ یادداشت کنٹربری کی خانقاہ کے ایک راہب گروارز کے روزنامچہ میں ملی ہے۔ اس نے ۱۸ر جون ۱۱۷۸ء (موجودہ کیلنڈر کے مطابق ۲۵ر جون) کو اپنا یہ مشاہدہ قلمبند کیا کہ نیا چاند اچانک دو ٹکڑے ہوتا نظر آیا ہے۔ جس جگہ شگاف پیدا ہوا وہاں سے ایک بہت بڑا شعلہ بلند ہوا جس نے چاروں طرف انگاروں کی بارش کر دی۔

اس روزنامچہ کے مطالعہ کے بعد نیویارک یونیورسٹی کے ماہرِ فلکیات جوک ہارٹنگ کو خیال آیا کہ اس راہب نے کہیں چاند کی سطح پر کسی شہابیہ کو تو گرتے نہیں دیکھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ اگر واقعی یہ کوئی شہابیہ تھا تو سطح زمین سے دُوربین کے بغیر نظر آنے کے لئے اس کا قطر کم از کم چالیس کلومیٹر ہونا چاہیئے تھا۔ ہارٹنگ نے مزید غور کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ گروارز نے اصل میں شہابیہ نہیں بلکہ اس کے گرنے سے گرد و غبار کا جو بادل اُٹھا تھا اس کا مشاہدہ کیا۔ یہ بادل کوئی ایک سو کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہوگا۔ اور اس کا سایہ نئے چاند پر اس طرح پڑا کہ دو ٹکڑے الگ الگ نظر آئے اور اس جگہ چاند کی سطح پر ایک بہت بڑا گڑھا بھی بن گیا ہوگا جس کی چوڑائی دس کلومیٹر سے زیادہ ہونی چاہیئے۔

یہ نظریہ بھی خلائی جہازوں کی ایجاد تک ثبوت کا محتاج رہا۔ بات دراصل یہ ہے کہ نئے چاند کا روشن حصّہ اس قدر نہیں ہوتا ہے کہ دُوربین کے ذریعہ اس کے نقوش کا مفصل مطالعہ نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ہارٹنگ نے اس مقام پر جس گڑھے یا دہانے کی پیشگوئی کی تھی وہ دُوربین سے نظر نہیں آیا۔ البتہ جب خلائی جہازوں نے چاند پر انسان اتارنے کی تیاریوں کے سلسلے میں پہلے پہل چاند کے گرد چکر لگائے تو پتہ چلا کہ واقعی اس جگہ ایک بہت بڑا دہانہ موجود ہے جس کا قطر بیس کلومیٹر ہے۔ ایک خلائی جہاز نے اس کی تصویریں بھی کھینچیں اور اس دہانے کا نام سولھویں صدی کے ایک اطالوی فلسفی کے نام پر برونو رکھا گیا ہے۔ اس غریب کو سائنسی تحقیق کے جرم میں کلیسا نے زندہ جلا دیا تھا۔

دہانے کا سراغ تو مل گیا مگر اس امر کی تصدیق باقی تھی کہ یہ دہانہ آٹھ سو برس قبل شہابیہ کے گرنے سے پیدا ہوا تھا۔ اس مقصد کے لئے فرانس میں گراسے کی رصدگاہ کے دو ستارہ شناسوں نے تحقیق شروع کی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ اگر چاند اتنے بڑے تصادم سے دو چار ہوا تھا تو اس پر لرزہ طاری ہونا چاہیئے تھا۔ ان کے حساب سے لرزش کی یہ لہر تین سال میں مکمّل ہونی چاہیئے۔ اور اس عرصے میں چاند پچاس گز تک ہلنا چاہیئے۔ اتنی معمولی حرکت کا حساب لگانا تو آسان تھا مگر اسے ریکارڈ کیسے کیا جائے۔ اس میں فرانسیسی محققین کو امریکہ سے مدد ملی۔ وہاں لیزر شعاع کے ذریعے سے چاند کی حرکت کی پیمائش کی گئی تو پتہ چلا کہ چاند واقعی جیلی کے ایک بھاری بھرکم لوتھڑے کی طرح لرز رہا ہے اور یہ لرزش آٹھ سو برس سے جاری ہے۔"

(روزنامہ ملّت (لندن) ۵ر مئی ۱۹۷۸ء)

## جلسہ یوم وصال مسیح موعودؑ۔ بھڈواہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

خلافِ معمول دلچسپی لی اور توجہ کا مظاہرہ کیا۔

جلسہ میں علاوہ دیگر مہمانوں کے جماعت کے تمام افراد (ذکور و اناث) شامل ہوئے اور سب نے جلسہ کو کامیاب کرانے میں بھرپور تعاون کیا۔

مسٹر بشارت سلیم۔ بشارت احمد خصوصی طور سے شکریہ کے مستحق اور دُعاؤں کے حق دار ہیں کہ اُنہوں نے کئی روز کی محنت سے جلسہ کامیاب کرانے کی سرتوڑ کوشش کی تھی۔ اللہ تعالےٰ ان کی عمر، صحت، ایمان و ایقان میں برکت دے اور انہیں سلسلۂ احمدیہ کا زیادہ سے کام کرنے کی توفیق عطا ہو۔

گاہے گاہے باز خواں

# دُعا کا اعجاز

وایوب اذ نادیٰ ......... انا ربکم فاعبدون ـــــــ (انبیاء)

ایکہ گوئی گر دُعا ہا را اثر بودے کجاست + سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

حضرت مجدد وقت مسیح موعودؑ نے جہاں اور رنگوں میں تجدید دین کا کام کرکے ہم مسلمانوں پر احسانِ عظیم کیا ـ وہاں دُعا کی حقیقت سے بھی ہمیں از سرِ نو شناسا کیا ـ اگرچہ دُعا فطرتِ انسانی کا ایک جزو ہے ـ اور قانونِ قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے اسے لازمی اور ضروری ٹھہرایا ہوا ہے ـ اور ہر تدبیر کا پہلا مرحلہ ہی دُعا ہے ـ اور دُعا اور تدبیر کا باہم رشتہ صحیفۂ فطرت کی گواہی سے ثابت ہے ـ مصیبت کے وقت انسانی طبائع جہاں تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں وہاں طبعی جوش سے دُعا اور عاجزانہ التجا کی طرف جھکنے پر بھی مجبور ہو جاتی ہیں ـ تاہم بہت تھوڑے لوگ ہیں جو دُعا کی طاقتوں اور قدرتوں کے متعلق پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں ـ

کروڑوں انسان دعائیں کرتے ہیں لیکن ایسی دُعاؤں کی حیثیت رسم اور عادت سے زیادہ کچھ بھی نہیں ، بعض اوقات جلسے کئے جاتے ہیں کہ کسی مہم کے لئے دُعا کی جائے اور سب خیال اور سب مذہب کے لوگ یکجا ہوکر کامیابی کے لئے دُعا کریں ـ ایسی دُعاؤں کی حیثیت سب جانتے ہیں ـ بعض پیروں اور مُرشدوں کو دُعاؤں کے لئے خطوط لکھے جاتے ہیں اور تاریں دی جاتی ہیں ـ اور بعض خوش عقیدہ مرید یہاں تک بھی خیال کرتے ہیں کہ بس تار کے حروف کاغذ پر لکھنے کے ساتھ ہی مشکل حل ہونی شروع ہو گئی ـ اور پھر وہ رسمی دُعائیں بھی کثرت سے ہوتی ہیں جو اکثر مساجد میں نمازوں کے بعد مولوی لوگ ہاتھ اُٹھا کر کرتے ہیں ـ

ہمارے وطن میں کوئی مرجاتا ہے تو ایک رسمی دُعا بھی کی جاتی ہے جو ایک ڈرامے کی حیثیت رکھتی ہے ـ لیکن یہ سب حقیقی دُعا کی رسم ہے ـ جو محض ایک ظاہری صورت ہے ـ اور معنے سے خالی ہے ـ **وہ دُعا جو بندے کو اپنے خدا کے قریب کر دیتی ہے ـ وہ دُعا جس سے ایمان پیدا ہوتا ہے ـ وہ دُعا جو حقیقی خوشحالی اور اطمینانِ قلب بخشتی ہے ـ وہ دُعا جو قبولیت کے آثار اپنے اندر رکھتی ہے ـ اور کبھی رد نہیں کی جا سکتی** اگر اپنی ظاہری صورت میں اس کا قبول ہوتا ـ اور مُدعا جس کے لئے کی جائے حاصل ہوتا حکمتِ خداوندی کے خلاف ہو تو اس کی قبولیت دوسرے رنگوں میں ثابت ہوکر دُعا کرنے والے کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہے ـ وہ **دُعا جو فوراً دل کو ایک ٹھنڈک بخشتی ہے اور بظاہر مصائب اور مشکلات کے بھنور میں گھرا ہوُا اور درد و کرب میں مبتلا انسان ایسا محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ ایک جنّت** میں ہے ـ اور وہ دُعا جو قوت اور ہمت عطا کرتی ہے ـ وہ دُعا کوئی اور ہی دعا ہے ـ جس کی قبولیت کی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے ـ هو الذى انزل السكينة فى قلوب المؤمنين ليزدادوا ايمانًا مع ايمانهم ولله جنود السموات والارض ـ وكان الله عليمًا حكيمًا ـ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل کی تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں ترقی کریں اور اللہ تعالےٰ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے ـ

اصلی چیز جس کی طلب انسانی فطرت کو ہے دل کی تسکین اور خوشحالی ہے ـ ورنہ کون نہیں جانتا کہ دنیا کی کوئی دولت ، کوئی حکومت بذاتِ خود کسی خوشحالی کا ذریعہ نہیں بن سکی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب انسانی قلب سکینت یافتہ ہو پھر دنیا کی مصائب اور مشکلات کے اندر رہ کر بھی انسان حزن اور خوف سے آسودہ رہ سکتا ہے اور یہی لا خوف عليهم ولا هم يحزنون کا مقام ہے ـ اور یہی جنّت ہے جو اسی زندگی سے شروع ہوتی ہے ـ اس آیت هو الذى انزل کا نزول ایسے موقعہ پر ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی سخت قسم کی مشکلات میں مبتلا تھے جب ان کی تعداد کم تھی اور ان کے مخالفوں کی کثرت تھی ـ جب وہ سخت ناداری اور تنگی میں تھے ـ لیکن ایسی حالت میں ان کے پاس وہ دولت تھی جو دشمن کے پاس نہ تھی اور وہ سکینتِ قلب کی دولت تھی ـ اور وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ وہ کس قدر خوشحال ہیں ـ ان کے ظاہری حالات اور ان کے دلوں کی دنیا کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا ـ یہ چیز ان کے ازدیاد ایمان کا ذریعہ تھی اور یہ خدا کی حکمت پر مبنی تھی ورنہ وہ تو زمین اور آسمانوں کے جنود کا مالک ہے اور کامل قدرت اور کامل علم کا مالک ہے ـ اس کے ہر فعل میں بڑی حکمت ہوتی ہے یہ سب باتیں وہ عارف جانتے تھے اور حق کی آخری فتح پر ان کا کامل یقین تھا ـ

در اصل یہی وہ کیفیت ہے جو دنیا کی کوئی دولت ، سلطنت اور کامیابی پیدا نہیں کر سکتی **یہ چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے ـ اور سچی دُعا اور صرف سچی دُعا وہ راستہ ہے** جس کے ذریعہ اس کا نزول ہو سکتا ہے ـ

جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ـ اس کے ساتھ ہی بنی آدم کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے ـ ان سب حالات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان سب کو مصائب کا سامنا پیش آیا ـ علاوہ ان تکالیف کے جن میں وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ شامل تھے اور بوجہ بشر ہونے کے تمام بشری دُکھ درد اور عسر یسر ان کے حصے میں بھی تھا ـ انہیں ایک اور قسم کی مشکلات پیش تھیں جن کا تعلق انکے منصب کے ساتھ تھا ـ

اصلاح کا کام بڑا ہی مشکل ہے ـ انسان کا بچہ بگڑ جاتا ہے تو باوجود غیر معمولی اثر اور تعلق کے انسان اس کی اصلاح نہیں کر سکتا ـ خدا کے فرستادوں کو ایک دو کی نہیں بلکہ قوم کی اور جہان کی اصلاح کا کام سونپا جاتا ہے ـ وہ محسن بن کر آتے ہیں اور قوم ان کے ساتھ دشمنوں کا سا سلوک کرتی ہے ـ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سب لوگ ایک زبردست ہتھیار کے ساتھ مسلح کئے جاتے ہیں جس کی بدولت وہ اپنی مشکلات پر فتح پاتے ہیں اور وہ اصلاح کے کام میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ان کا دشمن بالآخر مغلوب اور نامراد ہوتا ہے ـ

وہ ہتھیار جو ان کو دیا جاتا ہے وہ دُعا ہی کا ہتھیار ہے۔ آخر وہ دُعا ہی تھی جو قوم سے مایوس ہو کر ایک اللہ کے بندے کے درد مند دل سے ان الفاظ میں نکلی :-

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔

جو طوفان بن کر آئی۔ یہاں تک کہ پہاڑ بھی پانی کی سطح کے نیچے آ گئے۔

حضرت موسٰے علیہ السلام کو ایک جابر اور قاہر بادشاہ پر دُعا کے ذریعہ سے ہی فتح حاصل ہوئی اور سرکش فرعون بمع اپنے لاؤ لشکر کے موجوں کا لقمہ بنا۔ یہ حضرت عیسٰیؑ کی دُعا ہی کا اثر تھا کہ یہودی رومیوں کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہوئے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خواری اور ذلت ان پر طاری ہو گئی۔ اور خود حضرت مسیح کے متبعین کے لئے دنیا کی زندگی کا ہر روز عید کا دن بنا یا گیا۔ ایک انسان ہاں دُنیا کے سب سے عظیم الشان انسان کی اندھیری راتوں اور سالہا سال کی تمازت کی تنہائی کی دُعاؤں کا ہی ثمرہ تھا کہ دُنیا کا سب سے بڑا روحانی انقلاب ہُوا اور لاکھوں مردہ قومیں زندہ ہوئیں اور خدا کی رحمتوں کے دریا بہہ نکلے۔ وہ رحمۃ للعالمین بن کر آیا اور سوائے چند اشد ترین دشمنوں کے جو اپنی شقاوت کا شکار ہو گئے۔ عرب قوم اس رحمت کے فیض سے سیراب ہو گئی۔ ہاں یہ چند شقی بھی اس کی بد دُعا کا شکار ہوئے جو اس نے بدر کے میدان میں ایک چھپر کی ریت کو اپنے آنسوؤں سے تر کر کے کی۔

یہ چند نمونے ان عظیم الشان دعاؤں کے ہیں جن کا تعلق قوموں اور ملکوں تک اثر انداز ہے۔ ہماری رہنمائی کے لئے بعض بندگانِ حق کی ذاتی مشکلات کے لئے دعاؤں کے نمونے بھی قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک ان آیاتِ مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ جس سے میں تقریر شروع کی۔ یہ آیات میری جان میں ایک روشنی پیدا کر دیتی ہیں۔ میں اس کو برقی رَو بھی نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کی کیفیت بیان کر سکتا ہوں۔

کئی سال پہلے میں نے ڈاکٹری کا آخری امتحان دیا تھا۔ امتحان سے پہلے میں ایک لمبا عرصہ بیمار رہا اور میری تیاری نامکمل تھی۔ میں اس کمی کو محسوس کرتا تھا۔ میں عشاء کی نماز کے بعد دوستوں سے دُعا کی استدعا کی، انہوں نے اس انداز سے جواب دیا کہ میری رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ اور میرے دل میں اضطراب پیدا ہو گیا، اور میں تنہائی میں چلا گیا اور دُعا کی گویا میں مٹ ہی گیا۔ اور انہی دنوں دوبارہ عصر کے وقت جمعہ کے دن نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کی غرض سے جب قرآن کریم کھولا تو سورۃ انبیاء نکلی اور وہی میں نے پڑھنی شروع کی اور جب میں ان آیات پر پہنچا جو میں نے تلاوت کی ہیں تو میں تڑپ اُٹھا۔ اور ایسی دعا کی توفیق ملی کہ عمر بھر نہ بھولوں گا اور معاً مجھے اس کی قبولیت پر تسلی سی ہو گئی۔ میرے ایک چچا اہل اللہ میں سے تھے۔ جس روز میرا امتحان شروع ہوا تو ان کا خط آیا کہ فکر نہ کرو مجھے رات کو تمہارے متعلق الہام ہوا ہے کہ ایدناہ بروح القدس۔ روح القدس کی تائید کا سُننا تھا کہ سا

## زکوٰۃ — بسلسلہ صفحہ ۳

واضح ہو کہ زکوٰۃ جمع شدہ فالتو دولت پر ایک خاص مدت یعنی (بارہ مہینے) گذر جانے پر دی جاتی ہے۔ اور یہ غرباء اور محتاج مسلمانوں کی ضروریات کو پوری کرنے پر خرچ ہوتی ہے۔

فیکٹری اور کارخانوں میں ضروری اخراجات نکال کر جو منافع سالانہ ہو اس پر ۲½ فیصد کے حساب سے) زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ واضح رہے کہ گورنمنٹ کا انکم ٹیکس بالکل ایک جداگانہ چیز ہے۔ اسی طرح پراپرٹی ٹیکس بھی۔ اس کی ایک شرح ہر حکومت اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق لگاتی ہے۔ وہ آمدنی پر ٹیکس ہے اور اس سے جمع شدہ رقم کو گورنمنٹ ملکی ضروریات پر خرچ کرتی ہے۔ چاہے اس کا زیادہ حصّہ گولہ بارود کی شکل میں دھوئیں میں یا جنگ کرنے میں لگا دے۔ مگر زکوٰۃ ایک صدقہ اور خیرات کا رنگ رکھتی ہے اس لئے انکم ٹیکس کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

جہاں اسلامی اور مُلکی بیت المال موجود نہ ہو۔ وہاں پر کوئی مذہبی جماعت یا فرقہ اپنا بیت المال بنا سکتا ہے۔ بفضلہ ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا اپنا بیت المال ہے۔ اس لئے ہر احمدی ممبر کو جس میں مستورات بھی شامل ہیں۔ اپنی زکوٰۃ حساب سے بیت المال میں جمع کرانی چاہیئے۔ خدا کی نظروں میں بھی قبول ہو گی۔

## تبلیغی جد و جہد

خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب راولپنڈی سے اطلاع دیتے ہیں کہ مندرجہ ذیل لٹریچر فری بک پوسٹ کیا گیا۔ از ۲۸/۳/۷۸ تا ۱۵/۵/۷۸ -

کاپیاں

۱۔ ستن کرلا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ از مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم : ۳۰
۲۔ ہمارے عقائد ۔ ۔ ۔ ۔ " " " " " " : ۵۰
۳۔ اسلامی مساوات اور حالاتِ حاضرہ " " " " " " : ۱۵
۴۔ تفسیر سورۃ فاتحہ ۔ ۔ " " " " " " : ۲۵
۵۔ قرآن کریم کی بیان کردہ سائنس (اُردو) " " " " " " : ۳۰
۶۔ قرآن کریم کی بیان کردہ سائنس (انگریزی) " " " " " " : ۳۰
۷۔ اسلامی اصول کی فلاسفی ۔ ۔ ۔ ۔ : ۱۰
۸۔ کسر صلیب۔ از میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ : ۵
۹۔ آئین پاکستان اور مسلمان فرقہ احمدیہ ۔ ۔ ۔ ۔ : ۱۵
۱۰۔ شہادتِ حقہ۔ مرتبہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ۔ ۔ : ۱۰
۱۱۔ ضرورت فرقان اور اُمت کو اس کے ملنے کی بشارت اور اس کے نمونے۔ (از مولانا شیخ عبد الرحمٰن مصری صاحب ۔ ۔ : ۱۰۰
۱۲۔ احباب جماعت ربوہ کے لئے لمحۂ فکریہ۔ از مولانا شیخ عبد الرحمٰن مصری صاحب : ۱۰۰
۱۳۔ مسیح اور مہدی کے زمانے کی علامات حصہ دوم۔ از مولانا شیخ عبد الرحمٰن مصری صاحب : ۶۰
۱۴۔ حضور کے خلاف مقدمات دائر ہونے کے متعلق پیشگوئیاں اور ان سے بری ہونے کی بشارتیں ۔ ۔ " " " " " : ۱۰۰
۱۵۔ مسیح اور مہدی کے زمانے کی علامات حصہ سوم۔ " " " " " : ۵۰
۱۶۔ رحموں اور زمین اور آسمان پر نصرت الٰہی کا ثبوت ۔ ۔ ۔ " " " " " : ۵۰
۱۷۔ حضورؑ کی دُعاؤں کے متعلق حتمی تاثیریں۔ " " " " " : ۱۰۰
۱۸۔ جہاد فی الاسلام اور علماء و زعماء پاکستان از ملک الٰہی بخش صاحب راولپنڈی : ۴۰
۱۹۔ علامہ اقبال مرحوم اور بانی سلسلہ احمدیہ۔ از ڈاکٹر اللہ بخش صاحب : ۵۰
۲۰۔ تحریک احمدیت اور غلام احمد پرویز۔ از چوہدری شکر اللہ خان صاحب منصور۔ ایڈووکیٹ ۔ ۔ ۔ : ۵۰

کل میزان ۔ ۔ ۔ : ۹۲۰

ہفت روزہ "پیغام صلح" لاہور ـــــ مورخہ ۲۸ جون ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ـــــ شمارہ نمبر ۲۶

سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یار پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۸ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۷۸ء | نمبر ۲۷

# کلمات طیبات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

## جماعت کو نصیحت

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر شاید تم نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے، پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خُدا کو سرچشمۂ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے، کیا خُدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہُنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصوّر کرکے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے، کیونکہ وہ اس بات کو بھُول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔

ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حُسن اور جمال اور قوّت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سُناتا ہے **وہ بھی متکبّر ہے** اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مُدّت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں، کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کرکے دُعا مانگنے میں سُست ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ قوّتوں اور قُدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔

سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالےٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو، ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے، اس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھتا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے اور وہ جو خدا **کے مامور اور مُرسل کی پورے طور پر اطاعت** کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور **وہ جو خدا تعالےٰ کے مامور و مُرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے**

سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پا جاؤ۔

### خدا تعالےٰ کی طرف جھکو

اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے، تم اپنے خدا سے ڈرو، پاک دل ہو جاؤ، اور پاک ارادہ، اور غریب اور مسکین بے شر، تا تم پر رحم ہو۔

(نزول المسیح صفحہ ۲۴-۲۵)

تبلیغی خط و کتابت

# بلادِ غیر میں ترسیل لٹریچر

## میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا

(الہام حضرت مسیح موعود)

مرتبہ چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

پر التفاتی توجہ فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ مجھے عربی متن معہ انگریزی ترجمہ کی ضرورت ہے۔ میں سکول میں زیرِ تعلیم ہوں۔ چند ہفتوں میں ناظرہ قرآن کریم ختم کر لوں گا۔ اور اکتوبر تک اس سکول سے فارغ ہو جاؤں گا۔ مجھے ہمیشہ سے عربی زبان سے دلچسپی رہی ہے اور میں عربی زبان کا اُستاد بننا چاہتا ہوں۔ اس زبان کی تعلیم و مطالعہ کے لئے آپ کا تعاون چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ میری رہنمائی فرمائیں گے۔"

الجواب۔ عزیز القدر، ہمیں یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی کہ آپ عربی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اس زبان کی خدمت کا عزم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور حصولِ دین کا وافر موقع عطا فرمائے۔ یہ امر بھی ہمارے لئے باعثِ مسرت ہے کہ آپ ہماری اسلامی مطبوعات خصوصاً قرآن کریم کے مطالعہ میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

آپ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک آپ نے عربی و انگریزی زبان پر اس قدر عبور حاصل نہیں کیا ہے کہ قرآن کریم ایسی تفسیر کو پڑھ اور سمجھ سکو کیونکہ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کی زبان قدرے مشکل ہے آپ کو کچھ پلے نہ پڑے گا۔ لہذا آپ ان زبانوں کو سیکھنے کے لئے مقامی ذرائع سے کام لیں اور دستیاب کتب کا مطالعہ کریں۔ جب آپ کو اس قدر دسترس ہو جائے کہ بڑی کتب کا مطالعہ کر سکیں تو ہمیں یاد کریں۔ ہم یقیناً آپ کو کتب ارسال کریں گے۔ ہمارا کام ہی اسلامی کتب کی تقسیم و اشاعت ہے۔

سرِدست ہم چھوٹی چھوٹی کتب جو آپ باسانی پڑھ سکیں۔ آپ کو بھجوا رہے ہیں۔ امید ہے ان سے آپ اسلام کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کر سکیں گے۔ گاہے گاہے اپنے احوال سے ہمیں مطلع فرماتے رہیں۔

**جنوبی افریقہ** سے مسٹر مکبلا آدم جی رقمطراز ہیں:۔

"اخی فی الاسلام۔ سلام مسنون۔ آپ کی خدمت میں یہ خط لکھتے ہوئے میں از حد فخر محسوس کرتا ہوں، آپ میرے اسلامی بھائی و بزرگ ہیں۔ مجھے اپنے ایک دوست سے یہ بات سُن کر از حد خوشی حاصل ہوئی کہ آپ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا آسمانی فریضہ ادا کر رہے ہیں اور اس کی فلاح و بہبود کے خواہاں ہیں۔ اس لئے میں آپ کو ہدیۂ تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ آپ کو خدمتِ دین کی بیش از بیش قوت و ہمت عطا کرے اور اللہ تعالےٰ آپ کی انجمن کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر پیغام اکنافِ عالم میں پہنچانے کے لئے زیادہ سے زیادہ موقعہ دے۔ میں اسلامیات کا طالب علم ہوں، آخری امتحان کی تیاری کر رہا ہوں جو قریبی وقت میں ہو رہا ہے۔

قرآن کریم ہماری نصابی کتب میں اہم حیثیت رکھتا ہے۔ امتحان کے دوران اپنے جوابات میں قرآنی حوالہ جات سے جس قدر کام لیا جائے اسی قدر اعلیٰ حیثیت سے امتحان پاس کرنا ممکن ہے۔ ممتحن توقع رکھتا ہے کہ امیدوار اپنے نکتۂ نظر کی وضاحت کے لئے قرآن و حدیث نبوی کے حوالے دے۔ آپ سے درخواست ہے کہ مجھے قرآن کریم معہ ترجمہ و تفسیر مرحمت فرمائیں۔ علاوہ ازیں دینی کتب بھی جو میرے کام آسکیں، بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اگر آپ مجھے اپنے ہاں بُلا کر اپنی زیرِ تربیت دینی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت بخشیں، تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ ایسے متقی اور دینِ اسلام کے لئے درد رکھنے والے بزرگوں کے زیرِ سایہ علم حاصل کر کے اور آپ کی صحبتِ صالح سے متمتع ہو کر میں اپنے مسلمان بھائیوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت اور دینِ اسلام ہر ممکن تبلیغ کر سکوں گا۔ اُمید ہے جواب باصواب سے جلد مطلع فرمائیں گے۔"

الجواب:۔

آپ کا خط باعثِ مسرت و انبساط ہوا اور دل کو تقویت حاصل ہوئی کہ خدمت دینِ متین کے لئے اللہ تعالےٰ آپ ایسے نوجوانوں کو مستعد کر رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

قرآن کریم کا ہدیہ پانچ پونڈ ہے۔ تاہم چونکہ آپ طالب ہیں اس لئے نصف ہدیہ پر آپ کو مہیا ہو سکے گا۔ چند دینی کتب ارسال ہیں۔ اُمید ہے آپ کو امتحان میں کام آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نہ صرف اس دنیاوی امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔ بلکہ وہ امتحان جس میں سے ملّتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو گذرنا ہے۔ اس میں بھی بامراد ہونے کی توفیق دے۔ آپ کا خدمتِ دینِ اسلام کا جذبہ نہایت قابلِ قدر ہے۔ یہ گذرگاہ بڑی کٹھن اور دشوار گذار ہے۔ لیکن باعزم اور بلند حوصلہ فردِ جماعت کے لئے آسان تر۔ اللہ تعالےٰ آپ کے اس جذبہ کی قدر کرے اور اپنی جناب میں قبولیت کا درجہ دے۔ ہم آپ کی ہر مناسب خدمت کے لئے تیار ہیں۔ اپنی تعلیم جاری رکھئے۔ آپ سے سلسلۂ خط و کتابت جاری رہے گا۔ انشاءاللہ۔

**گھانا** کے ایک سیکنڈری سکول سے مسٹر ادریس رکھتے ہیں:۔

"مجھے دینِ اسلام کے بارے میں بنیادی باتیں معلوم کرنے کا ازحد شوق ہے۔ عبادات میں چند باتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مجھے کچھ سمجھ نہیں ہے۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ ایسی کتب جن سے تحصیل علم دین میں مدد ملتی ہو مرحمت کر کے شکر گذار فرمائیں۔ ان کی قیمت سے بھی مطلع فرمائیں۔ یہ کتب انگریزی و عربی زبان میں ہونی چاہئیں۔ اُمید ہے آپ ضرور توجہ فرمائیں گے۔"

الجواب: ہمیں آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

# واقعۂ صُلح حُدیبیہ اور اسلامی نشأۃ ثانیہ

## فرمودہ قرآن حمید کے مطابق صُلح حُدیبیہ فتح مبین کیونکر ثابت ہُوئی

### مسیحی دُنیا کے باطل اعتراض کہ دینِ اسلام کی ترقی و فروغ کا راز اس کی ظاہری طاقت و حکومت میں ہے کا مکمل و مسکت جواب

[گذشتہ ماہ مئی میں راقم الحروف کو راولپنڈی کے جلسہ "یوم مسیح موعودؑ" پر مدعو کیا گیا۔ اس موقعہ پر جن خیالات کا اظہار خاکسار نے کیا ان کا خلاصہ کم و بیش درجِ ذیل ہے ——— ڈاکٹر اللہ بخش]

انا فتحنا لك فتحًا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك.....

(سورۃ الفتح)

سُورۃ الفتح میں صلح حدیبیہ کو دینِ اسلام کی فتح مبین قرار دیا ہے حالانکہ شرائطِ صلح میں ناجائز اور غیر منصفانہ طور پر مسلمانوں کے برخلاف صریح زیادتی برتی گئی تھی۔ اس پر بعض اصحاب خیال کرتے ہیں کہ فتح مبین میں فتح مکّہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بظاہر فتح مکّہ ہی فتح مبین دکھلائی دیتی ہے نہ کہ صلح حدیبیہ۔ مگر واقعات شہادت دیتے ہیں کہ فتح مکّہ کی داغ بیل بھی صلح حُدیبیہ سے ہی پڑی تھی۔ کیونکہ اس صُلح کے ڈیڑھ برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام کی تعداد چودہ سو سے ترقی کر کے دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ سوچنے کی بات ہے کہ فتح مکہ کیونکر صلح حدیبیہ کے باعث ہی ہوئی۔ تاریخ اور آنحضرت صلعم کے فرمودہ سے بالکل واضح ہے کہ صلح حدیبیہ کو ہی قرآن کریم نے فتح مبین کا نام دیا ہے۔ تو پھر غور طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ کن وجوہ سے یہ نام دیا گیا؟ اس صلح کے واقعات سے تو ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کے جذباتِ غیرت اس کے برخلاف واقع ہوئے تھے چنانچہ صلح کے بعد تمام کو یہ صلح ناگوار خاطر تھی۔

پہلی شرط کے مطابق، مسلمانوں کو عمرہ کے دینی فریضہ کی ادائیگی سے روک دیا گیا تھا۔ جو صریح ناانصافی اور روایاتِ قریش کے برخلاف بات تھی۔ پھر دوسری شرط یہ تھی کہ کفار میں سے جو مسلمان ہو جائیں تو انہیں مسلمان اپنے ہاں پناہ نہ دیں گے بلکہ کفار کو واپس کریں گے مگر اس کے برعکس جو مسلمانوں میں سے کفار کے پاس جانا چاہیں تو مسلمان مجبور ہوں گے کہ انہیں کفار کو واپس لوٹائیں۔

اب یہ شرط صلح کس قدر بے انصافی و جنبہ داری پر مبنی تھی! پھر شرائط طے ہو جانے پر ابو جندلؓ جو مسلمان ہو چکے تھے اور کفارِ مکّہ کے تختۂ ظلم کے مشق بنے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اپنی حالتِ زار کو پیش کرتے اور آپؐ کی پناہ میں آنے کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ معاہدۂ شرائط پر دستخط ہو چکے تھے آپؐ صلعم اُنہیں کفار کو واپس لوٹا دیتے ہیں۔

یہ ایک ایسا دردناک نظارہ دیکھنے میں آیا کہ مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے جذبات کی ترجمانی حضرت عمرؓ نے کی۔ دریافت کیا کہ کیا ہم حق پر نہیں؟ ارشاد نبوی ہُوا کہ ہم ضرور حق پر ہی ہیں، پھر سوال کیا، کیا آپؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم حج کریں گے تو جواب ملا، کہا تھا مگر یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔

جب قربانیوں کے بعد مدینہ واپس جا رہے تھے تو راستہ میں ہی سُورۃ الفتح نازل ہُوئی اور آنحضورؐ نے حضرت عمرؓ کو طلب فرما کر خوشخبری دی تو اس وقت بھی حضرت عُمرؓ نے حیرت سے دریافت کیا کہ یا رسُولؐ اللہ کیا یہی صُلح فتح مبین ہے؟ تو ارشاد ہوا بے شک یہی صلح فتح مبین ہے۔

## صُلح حُدیبیہ کیسے اور کیونکر فتح مُبین ثابت ہُوئی

جب خداوند باری تعالےٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین کا نام دیا تو اس کے ساتھ ہی اس پر دلیل بھی دی۔ قرآن کریم کا سارا اسلوبِ بیان ہی ایسا ہے کہ جب کوئی امر یا اصُول بیان فرماتا ہے تو ساتھ ہی دلیل بھی موجود ہوتی ہے تاکہ پڑھنے والے کے ذہن پر بوجھ نہ پڑے اور وہ ایمانی مجبوری کے باعث ہی اسے تسلیم نہ کرلے بلکہ تاریخی واقعہ یا علمی دلیل بھی ساتھ ہی دے دی جاتی ہے اور یہ ایک ایسا نمایاں امتیاز قرآن کریم کے کلام کو حاصل ہے جس میں کوئی دوسرا کلام اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔ تو اس مقام پر صلح حُدیبیہ کا نام جو فتح مبین رکھا تو ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دے دی یعنی یہ کہ اس صلح کے واقعہ میں ان تمام وساوس و اعتراضات کا جواب آ جاتا ہے جو مخالفین و معاندین آنحضرت صلعم کی ذاتِ اقدس پر کرتے ہیں یا آئندہ کسی زمانہ میں کرنے والے ہیں۔ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك۔ کے مقدس الفاظ میں اسی دلیل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مطہر و اقدس پر عظیم ترین اعتراض

کفارِ مکّہ کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض آنحضرت صلعم کی ذات پر یہ تھا کہ نعوذ باللہ آنحضور صلعم کا مقصد تحریکِ دینِ اسلام سے اپنی بڑائی و عظمت قائم کرنا ہے نہ کہ خدمتِ خلق و اصلاحِ قوم۔ جیسے کہ دوسری جگہ اسے ان الٰہ یذا یراد فرمایا ہے یرید ان یتفضل علیکم۔ یعنی مقصد سردار بننا یا بڑائی حاصل کرنا ہے۔ اور مدینہ منورہ میں پے درپے تین جارحانہ حملوں اور ان میں ناکامی کے بعد تو کفارِ مکّہ نے اس بہتان تراشی کی مہم کو اور بھی تیز کر دیا تھا۔

دل سے تو وہ جانتے تھے کہ ہم جس شخص کو اس کی جوانی میں صادق و امین کا لقب دے چُکے ہیں اور جسے ہم خود دو مرتبہ ہر قسم کا دنیاوی لالچ اور سرداری کا چکمہ دے کر بھی آزما چکے ہیں وہ نفسانی اعتراض سے بکُلّی پاک ہے۔ مگر اب جبکہ جنگوں کی دشمنی اور عداوت سے جذبات مخالفت اُبھر چکے تھے، اس بہتان کو کفارِ مکّہ زیادہ کامیابی سے استعمال کر رہے تھے۔ پس اس وسوسہ و اعتراض کا کامل دفعیہ کرنا مقصود تھا۔

- - - - - - - - - - - - - -

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خالصتاً خدا کی خوشنودی و رضا کے طالب تھے نہ کہ اپنی عزتِ نفس کے

صلح حدیبیہ کے واقعہ سے ہمارا تعلق [illegible]
اور میرا جینا، سب خدائی رضا کی خاطر ہے"۔
یا یوں فرمایا:۔

"وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ دیکھو یہ تمہارا صاحب اپنی خواہش نفس یا مرضی کے تحت کوئی کلام نہیں کرتا بلکہ وہ کلام تو خدا تعالےٰ کی جانب سے وحی ہوتی ہے نہ اس کے اپنے نفس سے"۔

## اب سوال یہ ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ سے کیسے خدا کی خوشنودی ثابت ہوتی ہے؟

دنیا میں انسانی نفس بہت قسم کی تحریکوں سے متاثر ہوتا ہے کبھی دولت و مال کی خواہش سے، کبھی عہدہ و سرداری کی خواہش سے مگر سب سے بڑا نفسانی جذبہ عزتِ نفس اور ناموری و شہرت کا جذبہ ہے۔ عزتِ نفس ایک ایسا جذبہ ہے کہ اس کی خاطر خاندان اور قومیں باہم کٹ مرتی ہیں۔ صدیوں تک عزت و وقار کی خاطر عداوتیں گھر کر جاتی ہیں اور جماعتیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

صلح حدیبیہ میں حقیقتاً جو سوال درپیش تھا وہ عزتِ نفس کا آڑ لا تھا۔ کفارِ مکہ کب یہ برداشت و گوارا کر سکتے تھے کہ جس شخص کو انہوں نے اپنے وطن سے در بدر کر کے نکال دیا اسے اپنے اندر آ کر بیت اللہ کی زیارت کا موقعہ دیں؟ یہ ان کی غیرت جاہلیت کے غلط جذبہ کی بات تھی جیسے کہ قرآن کریم نے بھی اسی سورۃ میں یوں ادا فرمایا ہے:۔

اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ۔

کفار مکہ نے آپؐ کو جو فریضۂ دینی سے روکا تو اس کا باعث ان کی جاہلیت کی غلط غیرت کا تقاضا ہوا۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کفار کی جاہلیت کی غیرت کے برخلاف آنحضرت صلعم کونسا رویہ اختیار کریں؟ آپؐ تو حق پر تھے، آپؐ حکم خداوندی ایک دینی فریضہ بجا لانے کے لئے آئے تھے۔ صحابہ کرام رضؓ سے بیعت رضوان یا مرنے مارنے کا پختہ عہد لے چکے تھے ادھر کفار از راہ بےجا و نامنصفانہ ضد کے حائل ہو رہے تھے۔ تو اگر آپؐ ایسی شرائط جو آنحضورؐ کے جاں نثاروں کو ناگوار اور نامنصفانہ تھیں قبول نہ کر کے جنگ کی ٹھان لیتے تو آنحضورؐ پر کوئی حرف نہ آتا مگر معاملہ ایسا صاف و عیاں نہ ہوتا۔ مخالفین یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے کہ اگر ایک طرف کفار نے ضد کی تو دوسری طرف ان کے مقابل آنحضور صلعم نے بھی شرائط صلح کو اس لئے تسلیم نہ کیا کہ آپؐ کے مدِنظر بھی اپنی نفسانی عزت تھی؟ حضرت عمر رضؓ کے دو سوالوں اور آنحضور صلعم کے جوابات سے واضح ہے کہ باوجود اپنے آپ کو حق پر یقین کرنے اور باوجود حج کے اشارہ خداوندی ہونیکے بظاہر برخلاف آنجنابؐ جو کچھ اقدام فرما رہے تھے وہ خدائی منشاء کے عین ماتحت تھا نہ کہ نفسانی خواہش کے اقتضاء سے۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ اسی آپ کے اس فقرہ سے خاموش ہو گئے جب آپؐ [illegible] کی خواہش کی اسی طرح پھر ہرگز رضامند نہ ہو سکتا تھا۔

ایک طرف صحابہ کرام سے آپ جنگ کا عہد لے چکے تھے۔ دوسری طرف آپؐ کا اقدام ایک دینی فریضہ کی ادائیگی سے متعلق تھا جسے روکنے کا حق کسی طرح کفار کو نہ پہنچتا تھا تیسری طرف شرائط صلح منصفانہ نہ تھیں بلکہ کفار کا غلبہ جتلا رہی تھیں۔ چوتھی یہ بات کہ ایسی شرائط سے اپنی جان نثار قوم ناراض ہو رہی تھی۔ پس ان سب کے برخلاف ایسی شکست آمیز صلح کو تسلیم کر لینے کی بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ آپؐ کو خدا تعالےٰ نے ایسا حکم دیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ خدا تعالےٰ کے احکامات حکمت پر مبنی ہوا کرتے ہیں اور اس صلح کی حکمت جو بیان کی گئی وہ یہ تھی کہ جنگ کی صورت میں مکہ میں بے گناہ مسلمان مارے جاتے۔ نیز صلح حدیبیہ کے بعد خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن العاص ایسے فاتحین مسلمان ہو کر اسلام کی نصرتِ عظیم کا موجب بنے اور کثیر کفار مکہ داخل [illegible] ہوئے یہ سب کچھ نہ ہوتا۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ کفار مکہ کا باطل اعتراض کہ آنحضرتؐ کا مقصد دین اسلام کی سربلندی سے اپنے نفس کی خواہش عزت کو پورا کرنا ہے کہاں باقی رہ جاتا ہے؟ عزتِ نفس کی برقراری کا وقت اس سے بڑھ کر اور کونسا ممکن تھا جو صلح حدیبیہ میں پیش آیا؟ پھر جب آنحضورؐ نے ایسے نازک موقعہ پر اپنے نفس کی خواہش کے برخلاف خدائی حکم پر عمل کیا تو یہ امر بکلی ثابت ہو گیا کہ آنجناب کے اقدامات کسی نفسانی تحریک کی بجائے خدائی خوشنودی کے حصول کے لئے ہوتے ہیں۔ درحقیقت صلح حدیبیہ کے واقعہ میں یہی امر دنیا پر ثابت کرنا منظور تھا کہ آنحضرت صلعم جو کچھ کرتے ہیں وہ تمام کاروائیاں خدا کی رضامندی کے لئے کرتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے انسانی خواہشات و جذبات پر تو موت وارد ہو چکی ہے۔ جب واقعات سے یہ ثابت ہو گیا کہ آنجنابؐ کا نفس حقیقتاً خدا کی رضا کے لئے فنا ہو چکا ہے تو اب یہ اعتراض کہ آنحضورؐ نے دین کا علم اپنی کسی نفسانی خواہش کی تسکین کی خاطر بلند کیا تھا بالکل بے ہودہ بہتان بن کر رہ جاتا ہے۔ نہ آنجنابؐ کو اپنی عظمت بڑائی منظور تھی، نہ حکومت و طاقت کا حصول آپ کا مقصد تھا نہ ہی کوئی اور نفسانی خواہش کی تسکین کا سامان کرنا۔ بلکہ ان سب کو قربان کر کے اور ان پر حقیقی موت وارد کر کے آنحضورؐ خدائی فرمان و رضا جوئی کے طالب تھے۔ اس میں مسلمان قوم کو بھی یہ سبق دینا مطلوب تھا کہ اب عنقریب جو آپ کو حکومت و طاقت ملنے والی ہے تو تمہیں بھی چاہیئے کہ آنجنابؐ کی کامل و مقدس پیروی میں تم بھی اپنے نفسانی جذبات پر موت وارد کرو کیونکہ یہی تو اصل غرض دینِ اسلام کی ہے
ع
اسلام چیست کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

## دجّال کا سب سے بڑا اعتراض اسلام اور آنحضرتؐ کے برخلاف کیا ہے؟

ابتداء میں مَیں نے یہ کہا تھا کہ صلح حدیبیہ سے مقصد آنحضورؐ کی ذات کو تمام اعتراضات سے پاک ثابت کرنا تھا اور جب اس صلح سے ثابت ہو گیا کہ نفسانی جذبات کی تحریک آنحضورؐ کے باطن پاک سے کلیتہً مرجلی ہیں تو پھر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نفسانی جذبات کی بناء پر تمام اعتراضات باطل و بہتانِ عظیم ہیں۔ مگر اس مضمون کا دوسرا حصّہ یہ ہے کہ آخری زمانہ میں بھی جب دجّال اکبر کی طرف سے یہی اعتراض دوہرایا جائے گا تو اس کا دفاع یا جواب بھی صلح حدیبیہ کی طرز سے دینا ضروری ہوگا جب دجّال یہ اعتراض کرے جیسے اس زمانہ میں اس کی طرف سے ہُوا کہ دین اسلام کی ترقی و فروغ دنیاوی حکومت و طاقت کا طالب اور نفسانی جذبات کی تحریک سے باعث ہوتا ہے۔ تو ایسے نازک وقت میں بھی مسلمانوں کو صلح حُدیبیہ کا نمونہ پیش کرنا ضروری ہو گیا۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بجائے غیر اقوام کے کفر و ظلم پر چیں بہ جبیں ہونے کے اپنے دامن میں جھانکی نگاہ مناسب ہے کہ خود مسلمانوں کے باطن نفسانی جذبات سے کہاں تک پاک و صاف ہو گئے ہیں؟ چنانچہ نشأۃِ ثانیہ اِسلامیہ کا جو علمبردار اس زمانہ میں منجانب اللہ کھڑا ہُوا اس نے بھی مسلمان قوم کو اسی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی پہلی کتاب فتح اسلام میں ہی فرماتے ہیں:۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے، وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی وہ موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔"

مگر بحیثیت قوم آج ایک مسلمان اپنے نفسانی جذبات پر موت وارد کرنے کی بجائے ان کی پوری پوری تسکین کا سامان چاہتا ہے۔ پھر دین کے خالص جذبہ سے متاثر ہو کر ٹھوس و بے لوث خدمت کی بجائے اس کے اندر اپنی عظمت و بڑائی اور ناموری و شہرت اور عزّت و ناموس کی برقراری کے ادنےٰ جذبات موجیں مار رہے ہیں۔ باطنی زندگی جس اندرونی موت جذبات کا تقاضا کرتی ہے وہ آج ایسی قربانی نہ صرف دینے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس کا قائل بھی ہونا نہیں چاہتا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے تو اپنے پیروؤں کے لئے اپنی الوصیّت میں اس کی مزید وضاحت یوں فرمائی ہے کہ اپنی کارروائیوں میں تمہارے مدِّنظر نہ اپنی فتح و شکست ہو، نہ ہی اپنی کامیابی و ناکامی، بلکہ فرمایا

کہ وہ شکست جس سے خُدا خوش ہو اس فتح سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو اور وہ ذلّت جو خدا کی خوشنودی کا موجب ہو اس عزّت سے بہتر ہے جس سے خُدا کا غضب بھڑکے۔ چنانچہ اس تمام مضمون اور طریقِ کار کو جو صلح حُدیبیہ کے عظیم واقعہ سے حاصل ہوتا ہے یُوں بھی ایک فقرہ میں آپ نے ادا کیا ہے:۔

"تم سچے ہو کر بھی جھوٹوں کی مانند تذلّل اختیار کرو۔"

## جماعتِ احمدیہ باطنی مجاہدۂ نفس کئے بغیر جہاد زمانہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

جو احباب حضرت مسیح موعودؑ کی پیروی کے مُدّعی ہیں وہ غور کریں کہ آپ نے ان کے لئے کیا لائحہِ عمل بتلایا اور کیا نصائح بیان فرمائی ہیں اور وہ کہاں تک آپؑ کے ان معیاروں پر پُورا اترنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان باطنی مجاہدانہ مساعی میں کامیابی کا انحصار تو محض فضل ربّی پر منحصر ہے مگر انسان کا سعی و جہد بجا لانا اور اپنی اندرونی اصلاحِ نفس کے مجاہدانہ اقدام میں منہمک ہو جانا تو بہر حال اس کے فرائض میں سے ہے۔

لازم ہے کہ کفار کے مقابل عاجزی و تذلّل اختیار کرنا تو بہت عظیم مرتبہ ہے۔ ہم آپس میں دیکھیں کہ ہم ایک دوسرے کے برخلاف اختلاف کے وقت کہاں تک خدا کی رضا کے طالب ہوتے ہیں اور کہاں تک ہمارے اندر اپنی فتح و کامیابی کے نفسانی جذبات کام کرتے ہیں۔ جب ہم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ منجانب اللہ ایک تحریک ہے تو کیا اسی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم ہر اقدام اور رائے دہی کے وقت خدا تعالےٰ کی رضا یا انصاف و حق کے تقاضوں کو مدِّنظر رکھیں؟ اگر بالفرض ہمارے مدِّنظر خدا کی خوشنودی کی بجائے اپنے نفسانی جذبات کی تسکین ہے جو کبھی شہرت و ناموری کی صورت میں وسوسہ انداز ہوتی ہے یا کبھی اپنے ذاتی مفاد کو مقدّم کرتی ہے یا وہ جتھہ داری سے تقویّت پاتی ہے تو پھر اس صورت میں نہ ہم نے تحریک کو خدائی یقین کیا نہ ہی حضرت بانی سلسلہ کی الوصیّت پر عمل کیا ہے بلکہ اپنے نفسانی جذبات کے خوش کرنے کے سامان کئے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے جو انجمن جماعت کے کاروبار انجام دینے کی غرض سے تشکیل کی تھی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"چونکہ یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دُنیادارانہ طریق سے اجتناب کرنا چاہیئے اور اس کے تمام معاملات انصاف پر مبنی اور صاف صاف ہونا چاہئیں۔"

نیز فرمایا کہ:۔

"میرے بعد جب تک خُدا کی طرف سے کوئی رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب مِل کر کام کرو۔"

پھر فیصلہ جات کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ:۔

"جس امر کا فیصلہ ہو جائے یعنی اس میں کثرت رائے انجمن کی ہو جائے اسے صحیح سمجھنا چاہیئے اور اس پر عملدرآمد کیا جائے۔"

ایسا ہی انجمن کے ممبران کی نسبت یہ ارشاد کرتے ہیں کہ:۔

"وہ نیک طبع اور دیندار ہوں۔ دنیا کی ملونی ان میں ہرگز نہ ہو۔"

یہاں تک اس پر زور دیا کہ فرمایا کہ:۔

"اگر کسی ممبر کی نسبت بعد میں معلوم ہو کہ وہ نیک و پارسا طبع نہیں یا اس کی اغراض میں نفسانی ملونی ہے یا وہ ایک چالبازانسان ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کریں اور اس کی بجائے اور مقرر کریں۔"

اب یہ تمام امور ایسے ہیں جو منشاء بانیؑ سلسلہ کے فرمودات

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

مکرم جناب چوہدری شکر اللہ خان صاحب ایڈوکیٹ

# میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو

## اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں

(بسلسلہ اشاعت ۱۴ر جون ۱۹۷۸ء)

---

**ساتویں وجہ** "خدا ہے" **یا** "خدا نہیں ہے" ان دو قسم کے باہم متضاد خیالات و نظریات میں دنیائے انسان اس وقت منقسم ہے۔ خدا کی موجودگی ماننے والوں کو اختصاراً "مذہب پرست" اور منکرین خدا کو "مادہ پرست" کہتے ہیں۔ مذہب پرستوں میں تمام مذاہب مختلفہ کے پیروکار اور مادہ پرستوں میں ملحد۔ دہریئے۔ نیچری۔ کمیونسٹ وغیرہ سب شامل ہیں۔ تمام مذاہب بالخصوص اسلام کی بنیاد مندرجہ ذیل تین مذہبی صداقتوں پر استوار ہے:-

(۱) مامورین من اللہ دنیا میں آتے رہے ہیں جنہیں نبی و رسول کہا جاتا ہے۔

(۲) ان مامورین کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہمکلام ہوتا رہا ہے جسے وحی کہا جاتا ہے۔

(۳) اس وحی کے ذریعے اللہ تعالےٰ انسانوں کو ان کی ہدایت و راہنمائی کے اصول و احکام دیتا رہا ہے جنہیں کتاب یا شریعت یا دین کہا جاتا ہے۔

**لیکن** منکرینِ خدا یعنے مادہ پرست ان سب امور سے انکاری ہیں۔ ان کے دعوے کے رُو سے یہ سب باتیں جنہیں مذہب پرست صداقتیں کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں سراسر جھوٹے افسانے اور خود غرضوں کی بناوٹ ہیں۔ اور دلیل ان کی یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان کا کوئی ثبوت پایا نہیں جاتا۔ تجربہ اور مشاہدہ ان باتوں کی تصدیق نہیں کرتا۔ **محض** وہمی۔ خیالی اور ظنّی باتوں کو ماننے چلے جانا بے معنی اور غیر معقول بات ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے خدا پرست یا مذہب پرست لوگ بھی اپنے اقوال و عقائد سے منکرینِ خدا یا مادہ پرستوں کے اس دعوے اور استدلال کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے اسے تقویت پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے علاوہ

(ا) تمام دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ خدا نے ہزاروں سالوں سے کسی انسان کو مامور بنانا اور اس سے ہمکلام ہونا بند کر دیا ہوا ہے۔

(ب) عیسائیوں کا کہنا ہے کہ خدا دو ہزار سال سے یہ کام ترک کر چکا ہوا ہے۔

(ج) مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ خدا نے چودہ سو سال سے ایسا کرنا چھوڑ دیا ہوا ہے۔

یعنے خدا نے صدیوں سے نہ کسی انسان کو مامور کیا ہے اور نہ کسی سے ہمکلام ہوا ہے۔ خدا پرستوں یا مذہب پرستوں کا یہ عقیدہ اور نظریہ صاف طور پر منکرین خدا مادہ پرستوں کے دعوے اور استدلال کی تائید و تصدیق ہے۔ کیونکہ جب ہزاروں سالوں سے کسی کو مامور نہیں بنایا اور نہ کسی سے کلام کیا ہے تو پھر کس طرح مانا اور یقین کیا جائے کہ صدیوں پہلے وہ ایسا کام کیا کرتا تھا۔

اندریں حالات مذہب پرستوں کی یہ متصوّر کردہ صداقتیں کسی یقین پر مبنی نہیں بلکہ محض خیالی اور ظنّی باتیں ہوں گی اور ظنّ حسب القرآن کوئی شے نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا:-

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ (یونس-آیت ۳۶)

عمل کا انحصار یقین کامل پر ہے۔ یہی غیر یقینی حالت وہ اصل سبب ہے جس کے باعث دنیا کے انسان آج مذہبی ہدایتوں اور اصولوں کے خلاف عمل کرنے سے قطعاً پرہیز نہیں کرتے۔ ہر قسم کے گناہوں اور بدعملیوں کا ارتکاب پُورے عروج پر ہے۔ کیونکہ دلوں میں خوف خدا مفقود ہے۔ روزِ جزا و سزا کا معاملہ ان کے ذہنوں میں مشکوک ہے۔ خوف خدا صرف یقین کامل سے پیدا ہوتا ہے۔ مادہ پرستوں کے دلائل اور استدلال اور مذہب پرستوں کی طرف سے اس کی تائید نے لوگوں کو یقین کامل سے محروم کر رکھا ہے۔ جب کسی کو یقین ہو کہ اس پیالہ میں زہر ہلاہل ملا ہوا ہے۔ اسے وہ پی نہیں سکتا۔ جب کسی کو یقین ہو کہ اس سوراخ میں زہریلا سانپ ہے تو وہ اس میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔

**پس** ہمارے عزیز و محترم دوست سوچیں کہ ان حالات میں کیا ضروری نہیں تھا کہ اس زمانہ میں بھی سابقہ زمانوں کی مانند کوئی ایسا معجزانہ تجرباتی ثبوت مہیا ہو جو شک وشبہ اور ظن و گمان کو یقین کامل سے بدل دے۔ سو یہ ثبوت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود باجود نے مہیا کر دیا، جب آپ نے ساری دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا:-

۱۔ آپ کو خدا نے مامور کر کے کھڑا کیا ہے — اور

۲۔ خدا آپ کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔

جیسا کہ وہ پہلے زمانوں میں اپنے ماموروں کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ اور فرمایا کہ جس کسی کو شک ہو آپ کے پاس آ کر آزمائش کرے اور بہت سے وہ الہامات اور کلامِ الٰہی کے نمونے اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں لکھ کر شائع کر دیئے اور فرمایا کہ یہ نعمت الٰہی اور مرتبہ آپ کو

(ا) محض حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور متابعت سے حاصل ہوا ہے — اور

(ب) یہ کہ سوائے اسلام کے کسی دوسرے دین و پیشوا کی پیروی و متابعت سے کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ آج صرف اسلام ہی زندہ مذہب اور صرف نبیٔ اسلام ہی زندہ رسُول اور قرآن کریم ہی زندہ کتاب ہے۔ باقی تمام مذاہب مردے اور ان کے پیشوا مردے ہیں۔

**پس** اب اگر حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعوے میں سچا مان لیا جائے تو

(۱) اسلام کی سچائی پر یقین پُختہ

(۲) محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پر ایمان محکم اور

(۳) مذہبی صداقتوں منقولہ بالا پر یقینِ کامل

پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر آپ کو کاذب اور مفتری قرار دے کر انکار کر دیا جائے تو پھر ہمارے پاس

(۱) خدا کی اب بھی زندہ موجودگی

(۲) نبیوں۔ رسولوں کے سلسلہ کی سچائی اور

(۳) ان کے ساتھ خدا کے ہمکلام ہونے

یعنی مندرجہ بالا صداقتوں پر یقین کے لئے کوئی کامل ثبوت نہیں رہتا صرف وہم ۔ خیال اور ظن و گمان کے سمندر میں غوطے کھاتے چلے جانا ہوگا ۔ لہذا ہمارے عزیز و محترم دوست کے سامنے آپ کو اپنے دعویٰ میں سچا ماننے کے لئے یہ مجبوری ہے ۔

**آٹھویں وجہ** حضرت بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک اہم پیشگوئی جو اہل اسلام میں حدیث مجدّد کے نام سے مشہور و معروف ہے صحیح ابو داؤد میں بالفاظ ذیل درج ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ

[illegible]

مثلاً :۔

(ا) اسلام کی چودہ صدیوں تک تمام آئمہ اور علمائے اسلام اسے صحیح مانتے چلے آئے ہیں۔

(ب) تمام حفاظ حدیث اس کی صحت پر متفق رہے ہیں۔

(ج) حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی رح نے گیارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بارہویں صدی میں اور حضرت سید احمد بریلوی رح نے تیرھویں صدی میں اس حدیث کے مطابق مجدّد ہونے کے دعوے کئے جنہیں مسلمانوں نے تسلیم کیا۔

(د) پھر چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدّد ہونے کا دعوےٰ کیا ۔ یہ صدی قریباً ختم ہے اور کوئی دوسرا دعویدار کھڑا نہیں ہوا ۔ حضرت مرزا صاحب کا اپنے اس دعوے میں سچا ہونا دین اللہ اور اسلام کی صداقت اور مخبر صادق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر کامل شہادت ہے ۔ پس آپ کو اپنے دعویٰ میں سچا ماننے کی یہ بھی ایک بڑی مجبوری ہے ۔ ہمارے محترم و عزیز دوست خود غور فرمائیں کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے بعد چودھویں صدی کے مخالف علماء کا اس حدیث کی صحت و صداقت سے انکار کرنا ۔ اسے جھوٹی اور بناوٹی قرار دینا اور یہ کہنا کہ ختم نبوّت کے بعد اب ہر قسم کا دعوےٰ ممنوع ہے ۔ جو کوئی شخص بھی کوئی سا دعوےٰ کرے وہ جھوٹا ہے محض حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ضد ۔ بغض اور عناد کی وجہ سے ہے ۔ اور تیرہ صد سالہ تاریخ اسلامی کے منافی ہونے کی وجہ سے بالکل غیر معقول، بے بنیاد اور بے سند خود ساختہ خیال ہے ۔ اور اسلام اور بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچائی کے ایک بہت بڑے ناقابلِ تردید ثبوت کو ردّ کر دینے کے مترادف ہے ۔

**نویں وجہ** حضرت بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک اور پیشگوئی احادیث میں درج ہے اور وہ یہ ہے کہ اُمّت پر جب دینی گمراہی اور ذہنی حالی وارد ہوگی تو اس کی ہدایت و راہنمائی کے لئے ایک مہدی منجانب اللہ ظاہر ہوگا ۔ اس مہدی کی سچائی کے ثبوت میں دو زبردست علامات کا ذکر کیا گیا ہے ۔

اوّل منجانب اللہ ظاہر ہونے والا مہدی پیدائش کے وقت توام پیدا ہوگا ۔ پہلے لڑکی پیدا ہوگی اور پھر لڑکا

وہ مہدی ہوگا ۔ (فصوص الحکم از شیخ اکبر)

دوم مہدی کی سچائی کی دوسری علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے وقت میں ایک ہی ماہ رمضان میں چاند کو اس کی تیرھویں تاریخ پر اور سورج کو اس کی اٹھائیسویں تاریخ پر گرہن لگے گا ۔ جیسا کہ حافظ لکھوکے والے نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے

تیرھویں چن ستیویں سورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضان دے لکھیا اک روایت والے

یہاں ستیویں غلطی سے لکھا گیا ہے اصل اٹھیویں ہے ۔ یہ دو علامتیں حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی تصدیق و تائید

[illegible]

علیہ وسلّم کی طرف سے سچّا تسلیم کر کے حضرت مرزا صاحب کو دعوے میں صادق مان کر دین اللہ اسلام کی صداقت اور بانئ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچائی پر اپنے یقین و ایمان کو پختہ کر لیا؟ اور مخالفین اسلام کے سامنے بطور ایک برہان قاطعہ اور حجت کاملہ کے دکھلایا جائے ۔ میں اپنے یقین و ایمان کے مطابق صورت ہی کو درست اور قابلِ قبول جانتا ہوں ۔ ہمارے دوست محترم اپنے متعلق خود سوچ لیں ۔

**دسویں وجہ** میں نے حضرت مرزا صاحب کے سوانح حیات علم کلام کا ایک طویل عرصہ تک بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے ۔ یہ کسی بحث و تمحیص و مناظرہ کی خاطر نہیں بلکہ تحقیق حق و باطل لئے تھا ۔ بلاشک آپ نے اپنے دعوے کو مختلف ناموں اور اصطلاحات سے موسوم کیا مگر ان سب کا لُبِ لباب یہ تھا کہ **"آپ خدا کی طرف سے مامور ہیں اور وہ آپ کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے"** یہ تھا آپ کا اصل دعوے جسے آپ نے علم کلام کے موضوع کے مطابق مجدّد ۔ محدّث ۔ مثیل مسیح یا مسیح موعود ۔ مہدی ۔ جزوی نبی ۔ مجازی نبی ۔ لغوی نبی ۔ بالقوۃ نبی ظلی نبی وغیرہ اصطلاحات خاصہ سے موسوم کیا ۔ اب اگر آپ اپنے اصل دعوے یعنی

مامور من اللہ ہونے اور ہمکلام الٰہی

میں سچے ہوں تو اس دعوے کو خواہ کسی بھی نام سے نامزد کر دیا جائے کوئی غیر مامور شخص اس پر معترض ہونے کا حق و اختیار نہیں رکھتا ۔ ہاں اصل سوال قابلِ غور یہ ہے کہ آپ نے اپنے اس دعوے اور دعوے کے ان ناموں کی بناء پر

ا ۔ دین اللہ اسلام کے متعلق
ب ۔ حضرت بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق
ج ۔ کتاب اللہ قرآن کریم کے متعلق

کیا شہادت دی ؟ ۔ آپ کی زندگی کے تمام شب و روز اور علم کلام کے تمام صفحات شاہد ناطق ہیں کہ آپ اپنے ان دعاوی سے یہ ثابت کرتے رہے کہ اب دنیا میں زندہ دین صرف اسلام ہے زندہ نبی صرف نبئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم ہے اور زندہ کتاب صرف قرآن کریم ہے ۔ انسانی فلاح و بہبود کا حصول صرف اس

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

# وہ خالقِ کائنات اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے

## جس نے انسان کی جسمانی ربوبیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کیلئے قرآن کریم جیسی بے نظیر کتاب نازل کی

خطبہ جمعہ: مؤرخہ ۲۳ جون ۱۹۷۸ء - فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء و انزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ انداداً و انتم تعلمون ............ فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی و قودھا الناس والحجارۃ ج اعدت للکافرین ○ (البقرۃ ۲: ۲۱ تا ۲۴)

(مرتبہ: مولوی شفقت رسول خان)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تمام انسانوں سے خطاب کیا ہے کہ اے انسانو! چونکہ تمہیں بھی اور تمہارے آباء و اجداد کو بھی جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں - جس نے پیدا کیا ہے - اسی لئے اطاعت کا اور عبادت کا حق صرف خدا کے لئے ہے - جیسے خدا تمام جہانوں کا خدا ہے - جیسا کہ الحمد للہ ربّ العالمین سے واضح ہے - اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

کلّ نبی بعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی کل قوم عامۃ -

ہر نبی اپنی ہی قوم کے لئے مبعوث ہوا لیکن خدا نے مجھے تمام اقوام عالم کے لئے مبعوث فرمایا ہے -

اسی طرح یہ کتاب بھی بلا تفریق رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود و قیود سب کے لئے خدا تعالیٰ کا پیغام آخرین ہے اور سب کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے -

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انسانوں پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ تمہارے بقاء اور احیاء کے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور بادل سے پانی نازل کر کے اس سے تمہارے لئے انواع و اقسام کے پھل پیدا کئے اور ان کو تمہارے لئے سامانِ خورد و نوش بنایا - تمہیں چاہیئے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ - اور یہ کتاب اگر تمہیں اس کے منجانب اللہ ہونے میں شک و شبہ ہو تو اس کی ایک سورت کی مانند کوئی سورت بنا لاؤ اگر تم اپنے شک میں صادق ہو - لیکن اگر ایسی سورت بنا کر نہ لا سکو اور تم ہرگز نہ لا سکو گے تو پھر خدا کے عذاب سے ڈر جاؤ اور اس آگ سے اپنا بچاؤ کر لو جو منکرین کے لئے تیار کی گئی ہے -

یہ چیلنج ہر زمانے میں قائم رہا ہے اور قائم ہے اور قائم رہے گا - اور انسانوں کا ایسی سورت بنا کر پیش نہ کرنے میں اظہارِ عجز قرآنِ پاک کی صداقت اور خدا کا کلام ہونے کی بیّن اور روشن شہادت ہے - جب انسانوں کا خالق وہی ایک ذات ہے جو اس کو پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو زندہ اور قائم رکھنے کے لئے رزق مہیا کرتا ہے تو کس قدر حیرت کی بات ہے خدا کو چھوڑ کر کسی اور کی پوجا اور عبادت کی جائے -

وہ خدا خالق ہے اور ہمارے اندرون اور بیرون سے پوری طرح آگاہ ہے - اس لئے ہمیں آگاہ کرتا ہے - اگر تم گھر میں ہو یا باہر مکان میں ہو یا دکان میں یا بازار میں ہو یا کارخانہ میں خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو - اور خدا کے دیئے ہوئے حلال و طیب رزق سے کھاؤ - اور خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ اور خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے دلوں میں خدا کا ڈر پیدا کرو - تقویٰ کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہر وقت خدا سامنے رہے اور اس کے عذاب کا خوف ہو اور اسکے انعامات کی توقع رہے - اور انسان یہ خیال کرے کہ خدا اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے - اس لئے ہر عمل میں خدا کا ڈر اور تقویٰ غالب رہے -

مسلمان خدا کی توحید پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا - لیکن عیسائی تین خدا مانتا ہے - اور مسیح ابن مریم کو جو خدا کا ایک فرستادہ تھا اور خدا کا رسول تھا خدا کا بیٹا کہتا ہے - یہ خدا کی ناقدری ہے - کیونکہ مسیح نے کچھ پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود مخلوق ہے -

اللہ تعالیٰ نے مسیح کو بھی اور اس کی ماں کو بھی اور انسانوں اور زمین و آسمان کو پیدا کیا تو وہی ایک ہستی ہے جس کی اطاعت اور عبادت کی جانی چاہیئے - اور اس کے ماسوا کی پوجا اور عبادت جہنم کا ایندھن بنا دے گی - اور خدا کی ذاتِ واحد پر ایمان لانے اور خدا کے احکام کے مطابق تقویٰ کی زندگی بسر کرنے والوں کے لئے خدا کی طرف بشارت اور خوشخبری ہے و بشر الذین امنوا و عملوا الصالحات ان لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار -

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت پیدا کی اور انکے اندر تقویٰ اور خدا خوفی پیدا کی اور وہ لوگ جہاں بھی گئے - ان کو لوگوں نے نیک پایا اور ان کی تکریم و تعظیم کی - وہ مشرق میں گئے تو کامیاب ہوئے اور مغرب میں گئے تو کامران ہوئے -

اسی طرح ہمارے زمانے میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جماعت پیدا کی وہ جہاں بھی گئے عزّت و احترام کی نظر سے دیکھے گئے اور لوگوں نے ان کو ہر طرح نیک اور بلند اخلاق پایا اور خدا خوفی کا پیکر پایا اور انہوں نے مغرب اور مشرق میں اسلام کا نام بلند کیا اور دنیا ان کے سامنے جھک گئی - اس لئے چاہیئے کہ ہم ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اور حضرت امام و مجدّد صد چہاردہم اور ان کے ساتھیوں کے نقشِ قدم پر چل کر اور خدا کے احکام و فرامین کے مطابق زندگی بسر کریں تاکہ خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو اور خدا کے انعامات کے وارث ٹھہریں - اور دنیا کے کناروں تک خدا کی توحید کو پھیلا دیں اور جو انسان خدا سے دور کفر اور شرک کی دلدلوں میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو توحیدِ خدا کا جاں بخش پیغام دیں - یاد رکھو وہ خدا سب انسانوں کا خدا ہے - وہ ربّ المشرقین و المغربین ہے - اور یہ نبی آخر الزمان اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے نبی ہے -

اور یہ کتاب قرآن حکیم تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے - اس پیغام خداوندی کو تمام انسانوں تک پہنچانا ہماری جماعت کا فرض اوّلین ہے - جیسا کہ امامِ وقت نے فرمایا ہے کہ ان کی ماموریت کا مقصد خدا کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہے - اس نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی

از خان مرتضیٰ خان حسن مرحوم و مغفور ـــــــــ بحوالہ شباب

# ایک فاتح مسلمان بادشاہ کا مفتوح شہنشاہِ رُوم سے فیاضانہ سلوک

الپ ارسلان سلجوقی خاندان کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت بحیرہ کیسپین سے لے کر باسفورس تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ شہنشاہ روم نے اس پر حملہ کیا مگر الپ ارسلان نے اس کو شکست فاش دی۔ ہزاروں رومی قیدی بن کر گرفتار ہوئے۔ لیکن فیاض اور نیک دل الپ ارسلان نے اپنے نبی صلعم کی مثال پر عمل کرتے ہوئے ان کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا بلکہ ان کو اپنے پاس سے روپیہ دے کر ان کے وطن مالوف میں بخیر و عافیت پہنچا دیا۔ الپ ارسلان کا یہ ایک ایسا فیاضانہ سلوک تھا کہ بادشاہ رُوم کا سر ہمیشہ کے لئے اس کے سامنے جُھک جاتا اور وہ اس کا تہِ دل سے شکر گذار ہوتا۔ مگر بجائے شکر گذار ہونے کے ایک دوسری جنگ کی تیاری کر دی اور شکست کا داغ دھونے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔

الپ ارسلان نے اس کو بہت سمجھایا کہ جنگ و جدل اچھی چیز نہیں۔ ہزاروں لاکھوں بے گناہوں کا خون بہہ جاتا ہے اور بڑی تباہی آتی ہے۔ صلح جیسی کوئی چیز نہیں۔ امن عامہ اس بات کو چاہتا ہے کہ ہم صلح صفائی سے رہیں اور ناحق کی خونریزی سے پرہیز کریں۔ مگر مغرور شاہ روم نے ایک نہ سُنی اور الپ ارسلان کے پیغام امن و صلح کو اس کی کمزوری پر محمول کیا۔ اور جب اس کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ روم جنگ کئے بغیر نہیں رہے گا تو لاکھوں انسانوں کے قتل و غارت کے تصوّر سے اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

الپ ارسلان نیک دل انسان تھا۔ تخت سے نیچے اُترا اور اپنا سر فرش زمین پر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کی کہ "اے بادشاہوں کے بادشاہ! اے احکم الحاکمین! اے وہ کہ جس کو سب طاقتیں حاصل ہیں۔ مَیں تیرے دروازے پر اپنے عجز کا اظہار کرتا ہوں اور اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں۔ دشمن مجھے اور میری قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں تیری امداد۔ تیری نصرت اور تیری تائید کا طالب ہوں۔"

اس دُعا کے بعد اس کے دل میں ایک خاص طاقت اور اس کی رُوح میں ایک خاص جوش پیدا ہو گیا۔ اپنی فوج کو مخاطب کر کے ایک نہایت حوصلہ افزا تقریر کی اور ان سے کہا کہ:-

"اے بہادرانِ اسلام! اے برادرانِ ملت! دشمن ہمارے تباہ کرنے کے درپے ہے۔ اس نے ہماری بربادی کے لئے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور وہ ہم سے اپنی پہلی شکست کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ خونریزی نہ ہو لیکن بد اندیش دشمن اپنے بُرے ارادوں سے باز نہیں آتا۔ تم نے پہلے بھی اپنی بہادری و وفاداری کے جوہر کئی ایک سخت موقعوں پر دکھائے ہیں اور بڑے بڑے کڑے امتحانوں میں تم کامیاب ہوئے ہو۔ اب پھر ایک امتحان کا موقعہ آ گیا ہے۔ ہم دشمن کے مقابلہ میں لاکھ کمزور ہوں مگر خدا کی نصرت اور اس کی تائید سے ہم دشمن کے چھکے چھڑا سکتے ہیں۔ تم پُورے عزم و استقلال سے مقابلہ کرو اور دیکھو خدا ہماری کس طرح سے مدد کرتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی بزدلی ظاہر کرے یا جنگ سے دل چرائے وہ اس وقت الگ ہو جائے۔ مجھے بہادروں کی ضرورت ہے جو اپنی جانیں میدانِ جنگ میں دے دیں مگر دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ نہ دکھائیں۔"

اس تقریر نے جادُو کا اثر کیا اور اسلامی لشکر میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے عزم کیا کہ کچھ ہو دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور اس کو شکست فاش دے کر ہی چھوڑیں گے۔ بالآخر میدانِ کارزار گرم ہُوا۔ دونوں فوجیں بڑی بے جگری سے لڑیں۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ مگر بہادرانِ اسلام کے سامنے عیسائی لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ میدانِ جنگ سے دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور بے شمار مال غنیمت بھی حاصل ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے ایک کمزور اور قلیل فوج کو ایک بہت بڑی فوج پر غلبہ عنایت کیا۔ یہ اس کے فضل کا کرشمہ تھا اور الپ ارسلان کی دُعا کا نتیجہ۔ خدا جب چاہتا ہے تو وہ تھوڑوں کو بہتوں پر غالب کر دکھاتا ہے۔ اور جو کچھ اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً۔ بالکل سچ ہے۔

جنگ ختم ہوئی اور مغرور و متکبر شہنشاہ روم گرفتار ہو کر الپ ارسلان کی خدمت میں لایا گیا۔ مناسب تو یہ تھا اور قواعد و ضوابط جنگ تو یہ چاہتے تھے کہ ایسے بدکُن دشمن کا سر فوراً اڑا دیا جاتا۔ مگر اسلامی اخلاق جنگی قواعد پر غالب آ گئے۔ جب شہنشاہ روم سامنے آیا الپ ارسلان اپنے تخت سے نیچے اُتر آیا۔ چند قدم آگے بڑھا اس سے مصافحہ کیا اور بڑی عزت سے اس کو اپنے پہلو میں تخت پر بٹھایا۔ کئی دن تک اس کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور ہر طرح سے خاطر و مدارات کیں۔ بجائے قیدی ہونے کے بادشاہ محسوس کرتا تھا کہ گویا وہ ایک شاہی مہمان ہے۔

ہمارے رسول اللہ صلعم بھی گرے ہوئے دشمن پر بہت مہربانی فرمایا کرتے تھے اور آپ کے صحابہ کا بھی یہی طرز عمل تھا۔ ہمارے صحابہ کا تو یہ طریق تھا کہ خود بھوکے رہتے مگر قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔ یہ تھے اسلامی اخلاق اور اس کا مظاہرہ الپ ارسلان کر رہا تھا۔ ایک دن باتوں باتوں میں الپ ارسلان نے بادشاہ سے پُوچھا:-

"تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟" بادشاہ نے جواب دیا:-

"اگر تم ظالم ہو تو مجھے مار ڈالو گے۔ اگر تم میں مشیخت ہے تو تم اپنی مشیخت کے جذبہ کو مجھے اپنی قید میں رکھ کر تسکین دے سکتے ہو اور اگر تم عقلمند اور فیاض ہو تو مجھے رہا کر دو اور میری محبت اور دائمی وفاداری کو حاصل کر لو۔"

الپ ارسلان نے کہا:-

"فرض کیجئے کہ معاملہ برعکس ہوتا ہے یعنے اگر میں آپ کی قید میں ہوتا تو آپ مجھ سے کیا سلوک روا رکھتے۔"

نادان بادشاہ نے جواب دیا کہ:-

"اگر آپ میری قید میں ہوتے تو میں آپ کو خُوب پٹواتا"

اس جواب کی نامعقولیت میں تو کیا شک تھا۔

مگر الپ ارسلان کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ بلکہ ایسا نامعقول جواب سُن کر مسکرا دیا اور کہنے لگا کہ تمہارا مذہب تمہیں اسی قسم کے سلوک

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

# کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی

## دُنیا میں بڑے بڑے باریک علم ہیں

## جو اِن علوم کو حاصل کرتے ہیں وہ مرجعِ خلائق ہوتے ہیں

ارشادات حضرت مولینا نورالدین علیہ الرحمۃ

بندے دو قسم کے ہوتے ہیں - ایک بڑے زیرک - باریک بات کو پہنچنے والے - دوسرے بالکل موٹی عقل کے اُجڈ - وہ ان باریک بینوں اور سخن شناسوں کے متبع ہوتے ہیں - پھر یہ بھی دو قسم کے ہیں - ایک وہ جو دین کی باریک در باریک باتیں جانتے ہیں - دوسرے وہ جو دنیا کی باریک در باریک باتیں جانتے ہیں اور دنیا کے باریک بین انگریز ہیں - کیا سلطنت کا طرز ہے - کیا تجارت وصنعت و حرفت میں کمال ہے -

تم میں جس قدر بیٹھے ہیں کوئی تم میں سے ہے جس نے سال بھر میں انگریزوں کو کچھ نہ دیا ہو - ہرگز نہیں - آخر اس کی کیا وجہ ہے - یہی کہ ان کو کمانے کا علم آتا ہے اور انہیں دنیا میں کمال حاصل ہے - دیکھو سلطنت کی ہے تو کیسی زبردست ؟ پھر کسی اور فن کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو اس میں بھی حد ہی کر دی ہے -

میں ایک طبیب تھا اس حالت میں میں نے عجیب عجیب تماشے دیکھے ہیں - ایک پنساری تھا جموں میں وہ بڑے اخلاص سے بڑی محبت سے میرے لئے چنے لایا - میں تو اس وقت کتاب پڑھ رہا تھا - نکما بیٹھنے کی میری عادت نہ تھی اور مطالعہ کے وقت مجھے بہت استغراق ہوتا ہے - اس لئے میں بغیر دیکھے وہ دانے کھا گیا حتیٰ کہ چند دانے کھانے کے بعد آگ لگ گئی تب میں نے دیکھا کہ چنوں میں جمال گوٹے کے دانے مل گئے ہیں - مجھے بڑی تکلیف ہوئی - اس پنساری کو میں نے بلایا - وہ گھبرا گیا اور منت سماجت کرنے لگا - میں نے کہا کہ تسلی رکھ، میں تجھے گرفتار نہیں کراؤں گا - مگر یہ سب غفلت کا نتیجہ ہے -

ہمارے ہاں کوئی علم نہیں جس سے معلوم ہو کہ فلاں دوائی فلاں دوائی کے ساتھ ملا کر نہ رکھنی چاہیئے بلکہ نزدیک بھی نہیں لے جانی چاہیئے - مثلاً ہینگ اور افیون - ہینگ اور مشک دونوں اکٹھی ہوں تو دونوں کا ستیاناس ہو جائے گا - سرکہ اور شہد ایک دوسرے کے پاس نہیں چاہئیں - مگر کیا کیا جائے ہمارے ملک میں یہ علم نہیں، نہ کوئی پڑھتا ہے - جب حالت یہ ہو تو لوگ خاک ہماری خدمت کریں -

اب دیکھو انگریزوں میں دواؤں کا کیسا انتظام ہے - ہر قسم کی دواؤں کے لئے مختلف رنگ کی شیشیاں ہیں - کسی کا بدھن کانچ کا ہے کسی کا لکڑی کا - میں نے ایک دوائی منگوائی جو ربڑ کی شیشی میں تھی - میں نے تعجب کیا - ایک شخص نے مجھے کہا کہ اگر آپ اسے کانچ یا چینی کی شیشی میں رکھیں تو سوراخ کر کے نکل جائے گی - پھر شیشیوں پر سرخ لیبل لگاتے ہیں اور کالے حرفوں سے لکھتے ہیں - زہر ہسپتال میں الگ رکھنے کا حکم ہے جس کی چابی آفیسر کے پاس ہوتی ہے - دیکھو کیسی احتیاط ہے - اب ان اصفیٰ اور اعلیٰ دواؤں کو چھوڑ کر ہماری دواؤں کو کوئی کس طرح لے - میں نے سنگ بصری گاڈ دنی - کافور بھیم سینی - ان دواؤں کو جب منگوایا نئی ہی نکلیں - بڑے بڑے طبیبوں سے میں نے کہا، وہ کہتے ہیں کون تحقیقات کرے - اور اتنا روپیہ کون خرچ کرے - میری غرض اس تمام بیان سے یہ ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے باریک علم ہیں، جو ان علوم کو حاصل کرتے ہیں وہ مرجع خلائق ہوتے ہیں - اسی طرح دین کے باریک علوم ہیں جو نبیوں کو آتے ہیں - انبیاء کے بڑے بڑے معجزے ہوئے - پہلی قوموں کے نبیوں کو ایسے معجزے دیئے گئے - جن کو موٹی عقل والے سمجھ سکیں - پھر ہمارے بادشاہ کو سب کچھ دیا جس کا بھاری معجزہ قرآن ہے کہ جس قدر کسی کا باریک فہم ہو اس سے نفع اٹھائے اور پھر موٹی عقل والا بھی برابر فائدہ اٹھا سکتا ہے -

حضرت موسےٰؑ کے سانپ پر تو آج کل شبہ کرتے ہیں کہ وہ کس طرح بن گیا مگر ہماری سرکار صلعم کا معجزہ ایسا ہے کہ ہر زمانہ میں اس کا معارضہ کسی سے نہیں ہو سکتا -

و اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا پر غور کرو کسی انسان کو کچھ سکھلایا جب اسے سکھلایا تو تمام لوگوں کو حکم دیا کہ اسکی فرمانبرداری کرو - یہ ہمارا تعلیم یافتہ ہے - یہاں تک کہ فرشتوں کو کہا کہ تم بھی فرمانبرداری کرو - وہ سعید الفطرت تھے تابع ہو گئے - مگر ابلیس تابع نہ ہوا - اس نے انکار و استکبار سے کام لیا اور ہم نے آدم کو حکم دیا کہ تو اور تیرا ساتھی آرام سے رہو - پھر انہیں کسی چیز سے منع کر دیا - جیسے ہماری سرکار صلعم کو بعض درختوں سے ممانعت تھی -

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ٹوکری لایا - جس میں لہسن پیاز اور گندنا تھا - آپؐ نے فرمایا یہ کیا چیز ہے - اسے اٹھاؤ میں تو اسے نہیں کھاتا - اس طرح میں نے نماز پڑھی میرے ساتھ ایک ایسا شخص کھڑا ہو گیا جو حقہ پی کر آیا تھا - میرا دل اس کی بدبو سے متلی کرنے لگا - نماز کے بعد میں نے اس سے کہا کہ مہربانی فرما کر آپ اس حالت میں گھر میں نماز پڑھ لیا کریں - غرض آدم کو ایک درخت سے منع کیا - ایک موذی جانور اس کے پیچھے پڑ گیا - بحالت نسیان اس نے برراہ کیا تو جس مزے میں تھا وہ مزا جاتا رہا - لوگ غلطیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں معاف کر دو حالانکہ معاف کرنے والا تو اللہ ہے - ایک شخص آتشک یا سوزاک لایا ہے اب وہاں میری معافی کیا کر سکتی ہے - اللہ ہی فضل کرے تو شفا دے - جن لوگوں نے فضولیاں کر کے دکھ اٹھایا وہ مجھے آ کر کہتے ہیں کہ معاف کر دو - معاف تو کر دیا مگر اس فضولی کا اثر تو جب جائے کہ وہ فضولی چھوڑ دیں -

ابلیس اسے کہتے ہیں جو اپنی ذات میں شریر ہو اور جب اس کی وہ شرارت دوسروں تک اثر انداز ہو تو وہ شیطان کہلاتا ہے - اس نے پھسلانا چاہا اور اللہ نے آدم اور حوا کو اس حالت سے نکال کر دوسری میں کر دیا اور فرمایا کہ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں - میں نے دیکھا ہے کہ بعض کو بعض سے عداوت ضرور ہوتی ہے -

پاخانہ کے کیڑے کے پاس اگر کستوری رکھ دو تو وہ مر جائیگا - اسی طرح بعض لوگ پاک تعلیم سے چڑتے ہیں - میں یہاں کھڑا وعظ کر رہا تھا - ایک کہنے لگا جو نصیحت کرتے ہو کوئی اس پر عمل بھی کرتا ہے - پس نصیحت بیکار ہے مسلمان تھا ڈر گیا -

اسی طرح ایک شخص نے مجھ سے کہا آپ کے درس میں اس لئے نہیں آتا کہ وہاں جن گناہوں کا لڑکوں کو علم نہیں ہوتا وہ بھی ہو جاتا ہے - میں نے اسے بھی کہا کہ پہلا اعتراض تیرا قرآن پر ہے کیونکہ اس میں گناہوں کا ذکر ہے - غرض بعض بعض کے خلاف ہیں اور یہ مخالفتیں

(باقی بر صلا کالم ۲)

مکرم چوہدری فضل داد صاحب پنشنر گجرات

# ایک دردمند دل کی پکار

## ہماری زندگی کا مقصد اشاعت اسلام ہے

**احمدی قومی خصوصیات۔** اس مقصد کے حصول کے لئے مالی جانی قربانیاں کرنا (۲) پابندیٔ شریعت اور شعائرِ اسلامی کی عزت (۳) تبلیغ مذہب میں وسعت قلبی۔ مسلمانوں سے محبت (۴) مذہب اسلام کی عزت و توقیر ــــ جملہ افراد قومی کاموں میں دلچسپی لیں، اور انہیں ذاتی کاموں پر مقدم کریں۔ جماعت کو بڑھانے کی فکر اور اپنے عزیزوں، رشتہ داروں میں سلسلہ کی تبلیغ ــــ کوئی انسان یا کوئی قوم ایک خاص غرض کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔ تو خواہ وہ کوئی سا کام کرے وہی کام اس کے مقصد کے حصول میں معاون بن جاتا ہے۔ لیکن کوئی کام زندگی کا مقصد صرف منہ سے کہہ دینے سے نہیں بنتا۔ اس کے حصول کے لئے ایک ایسا جذبۂ عشق و محبت پیدا ہونا چاہیئے جو اسے دست در کار و دل با یار کا مصداق بنا دے۔ اس کے حصول میں اگر ہزار مشکلات، مصائب بھی نظر آئیں تو اس کے عزم و ہمت کے سامنے ان کی کوئی وقعت نہ ہو۔

یہ بھی یاد رکھئے۔ کوئی مقصد بھی حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے حصول کی طرف قدم اٹھایا جا سکتا ہے جب تک اس کے لئے قربانیاں نہ دی جائیں۔ اگر فی الحقیقت ہم نے اپنی زندگیوں کا مقصد اشاعت و تبلیغ اسلام قرار دے لیا ہے۔ تو اس مقصد کے حصول کے لئے ہم قربانیاں بھی کر کے دکھائیں خواہ وہ قربانیاں جان کی ہوں یا مال کی۔ کوئی شخص حق کو دوسروں تک پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود اس کا عمل اس حق پر نہ ہو۔ دوسرے دلوں پر اثر وہی بات کرتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے اور ہم میں سے ہر ایک شخص کی یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ اس کی بات کا دوسروں پر اثر ہو وہ پہلے اپنے اعمال میں اس کا اثر پیدا کرے۔ دوسروں پر اثر ڈالنے کا مرتبہ بعد میں آتا ہے۔

**ہم** قرآن کریم کے سامنے دنیا کو جھکا سکتے ہیں۔ مگر اس وقت۔ جب پہلے ہماری گردنیں اس کے سامنے عاجزی سے جھک جائیں۔ ہم ذاتی کمزوریوں سے بچنے کے لئے کوشش کریں اور مرکز کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں کیونکہ جماعتی زندگی بہت بڑی الٰہی نعمت ہے۔ کسی حالت میں بھی اس سے علیحدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جس قدر جماعت مضبوط ہوگی اور ترقی کرے گی اسی قدر خدمتِ اسلام کا کام ترقی کرے گا۔

**برادرانِ اسلام۔** پاکستان کی موجودہ حالت کا نقشہ سامنے لایئے۔ آپ کراچی سے پشاور اور لاہور سے کوئٹہ۔ جہاں چلے جائیں۔ سفر میں حضر میں۔ شہروں میں دیہات میں۔ دفتروں میں بازاروں میں۔ محفلوں میں گھروں میں۔ کسی جگہ چلے جایئے۔ کسی سے بات کیجئے۔ آپ کو بالعموم ہر شخص نالاں و گریاں دکھائی دے گا۔ علیحدگی کی گھڑیوں میں اپنے موجودہ معاشرہ کو نظر میں لایئے۔ رشوت۔ ملاوٹ۔ قتل و غارت ڈاکہ زنی۔ مسلمان کو مسلمان قتل کر رہا ہے۔ پھر علماء قوم کا حال دیکھئے۔ لیڈران قوم کی زندگی پر نظر ڈالئے۔ دور نہ جایئے اپنے گریبان میں نظر ڈالیے اور خدا لگتی کہیے کیا آپ کے قول و فعل میں یکسانیت ہے؟

ایک احمدی کے لئے جو دنیا سے مومنانہ انجام اور عمل کے ساتھ رخصت ہونا چاہتا ہے اس کا اولین فرض ہے کہ شرائط بیعت کی پیروی کرے۔ میرے احمدی بزرگو! اگر مغرب کو حلقہ بگوش اسلام بنانا چاہتے ہو

ــــ قرآن مجید کی فتح کے متمنی ہو

ــــ اگر دجال کی عبرت ناک شکست کے خواہاں ہو

ــــ اگر تمہاری آرزو ہے کہ آفتاب اسلام سے ظلمتکدہ عالم منور ہو جائے

ــــ اگر مسلمان را مسلمان باز کردند کا نظارہ دیکھنے کی تڑپ ہے۔

ــــ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو کر حاضر ہونا چاہتے ہو،

تو آؤ بنیانٌ مرصوص بن جاؤ۔ جماعت کو اپنا شعار بناؤ۔ وسیع تر قومی مفاد کی خاطر اپنے ذاتی اختلافات بھول جاؤ۔ جماعتی اتحاد کو ایک زندہ اور توانا حقیقت بنا دو۔ اتفاق اور یکجہتی کی نعمتوں سے سرفراز ہو کر آگے بڑھو۔

آیئے ہم بارگاہ رب العزت میں بحیثیت قوم نماز تہجد میں سجدہ ریز ہو کر گڑگڑائیں تا وقتیکہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں اور اپنی بے بسی و بے کسی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اپنی ماضی کی نا فرمانیوں اور فروگذاشتوں پر نظر ڈالیں اور نہایت عاجزی، انکساری سے خدا کے حضور التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات و مصائب کا خاتمہ فرما دے۔

ان دلوں کو خود بدل دے اے میرے قادر خدا
تو تو رب العالمیں ہے اور سب کا ہے شہریار
اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار

---

## رابطہ اجلاس مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے مقامی احباب سے قریبی رابطہ قائم کرنے ان کے مسائل جاننے اور ان کی آپس میں باہمی ملاقات کا سلسلہ پیدا کرنے کی غرض سے ایک جامع منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت اجتماعی اور حلقہ وار اجلاس ہائے رابطہ جات کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔

ماہ جولائی ۱۹۷۸ء کے دوران مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق ان حضرات نے احباب کے لئے بطور میزبان فرائض انجام دینے کی پیشکش فرمائی ہے:

۱۰ر جولائی ۱۹۷۸ء:۔ محترم ڈاکٹر وحید احمد صاحب۔
9 - 37 سی پارک روڈ گلبرک۔ III لاہور

۱۷ر جولائی ۱۹۷۸ء:۔ محترم عبدالغفور ثاقب صاحب۔
امپروومنٹ ٹرسٹ کالونی A/4 جنک نگر۔ سمن آباد لاہور

۲۴ر جولائی ۱۹۷۸ء: محترم ملک اعزاز الٰہی صاحب۔
A – 35 سی مین گلبرگ لاہور۔

ہر سہ اجلاس بروز سوموار بوقت ½۵ شام شروع ہوں گے۔ جملہ احباب لاہور سے عموماً اور حلقہ متعلقہ کے احباب سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ ان اجلاس ہائے میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر باہمی اخوت و یگانگت کا عملی نمونہ پیش کریں۔

الداعی الی الخیر: چوہدری عبداللطیف۔ چیئرمین رابطہ کمیٹی مقامی جماعت۔ لاہور

نوٹ: اجلاس ہائے کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں موسم کے مطابق مشروبات پیش کئے جائیں گے۔

ہیں اور ہم ایسا ہی تسلیم بھی کرتے ہیں لیکن ان کو کہاں تک عمل میں لانے میں کوشاں ہیں؟ یہ ہماری نیات و باطنی ارادوں پر منحصر ہے۔

حضرت اقدسؑ کی انجمن کے ممبر پاک طینت، دیندار حق گو اور انصاف پسند اصحاب ہونا چاہئیں وگرنہ جیسے آپ نے خود فرمایا دُنیا دارانہ ملونی رکھنے، نا انصاف، سیاسی طرز طریق اختیار کرنے والے، آپ کے حقیقی طور پر وارث نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ انجمن خُدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اسے یعنی اس کے ممبروں کے مدِّنظر خدا کی خوشنودی و رضا مندی ہونی چاہیئے نہ کہ اپنی ذاتی بڑائی و عظمت کا قائم کرنا یا کسی طرف داری و جنبہ داری کے ماتحت کوئی رائے دینا۔

ان تمام ہدایات پر عمل پیرائی کا یہی وقت ہے کیونکہ مخالفین کے مقابل صف آرائی میں کامیابی کا انحصار اسی امر پر ہے کہ ہم اپنے اندر اتحاد و اخوّت اور یک جہتی اور ہمدردی و خیر خواہ کے جذبات کی کس قدر فراوانی ہے۔

دینی تنظیموں کی کامیابی کا سارا انحصار اس امر پر ہی ہوا کرتا ہے کہ اس کے ممبران کے درمیان اعلیٰ صفات کس درجہ پر نشو و نما پا رہی ہیں۔ یہی اصل سبق صُلح حدیبیہ سے دینا مراد ہے کہ دُشمن کے مقابل محاذ آرائی بھی اس قدر اہم امر نہیں جس قدر یہ اہم ہے کہ خدائی جماعت نے اپنے باطن کو کہاں تک نفسانی جذبات کی تحریک سے پاک و صاف کر لیا ہے۔

ع ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خُدا

## ایک فاتح مُسلمان بادشاہ کا ...... حُسنِ سلوک

(بسلسلہ صفحہ ۹)

کی تعلیم دیتا ہے مگر ہمارا مذہب اس کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ میں آپ کا قیدی نہیں ہوں۔ اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں باوجود تمہاری ان بے ہودگیوں کے تم سے وہی سلوک کروں گا جس کی تعلیم ہمارے نبی کریم صلعم نے دی ہے

اس کے بعد الپ ارسلان نے بادشاہ کو کمال فیاضی سے پُوری پُوری آزادی دے دی اور وہ خوش و خرم اپنے وطن چلا گیا۔ الپ ارسلان کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا کہ اس نے ایک ایسے خطرناک دشمن سے ایسا اعلیٰ سلوک کیا۔

یہ وہ برکات ہیں جو اسلام دنیا میں لے آیا یہ الگ بات ہے کہ دنیا کے لوگ ان برکات کی قدر نہ کریں اور اسلام اور بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہ مخواہ بدنام کر رہے ہیں۔

## بلادِ غیر میں ترسیلِ لٹریچر

بسلسلہ صفحہ ۲

ہے کہ آپ اسلام کی تعلیم کے بارے میں بنیادی امور جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے آپ کو ہماری رہنمائی کی ضرورت ہے۔ حسب طلب چند کتب ارسال ہیں۔ جن کے مطالعہ سے آپ یقیناً مستفید ہوں گے۔ فہرست کتب بھی شامل ہے۔ ان میں جو جو کتب درکار ہوں ہمیں لکھئے۔ اُمید ہے آپ ہمیں یاد کرتے رہیں گے۔ والسلام ★★★

## میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعوے مامور من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں

بقیہ

پر کاربند ہوتے۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے اور قرآن کریم پر چلنے میں مضمر ہے۔ قرب الٰہی کا حصول محبوبِ خدا بن جانے کا مقام جو اصل مقصد پیدائش انسانی کا ہے صرف حضرت نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے وابستہ ہے تمام غیرالاسلام سراسر گمراہی اور دروغ بے فروغ ہیں۔ خدا کا سچا۔ کامل اور زندہ دین اب دنیا میں صرف اسلام ہے۔

ع مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

یہ ہے وہ شہادت جو اپنے دعوے اور دعوے کے ان ناموں کی بناء پر آپ نے اپنی عمر کی ابتداء سے انتہاء تک دی ہے۔ کوئی شخص جس نے آپ کی سوانح حیات کو جانا ہے اور آپ کی تحریرات اور علم کلام کو پڑھا ہے اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ تمام دیگر مذہبوں کے پیرو کاروں کو آپ نے ساکت و لاجواب کر دیا۔ اور ان کے سامنے اسلام کی صداقت اور فضیلت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دکھایا۔

میرے محترم دوست بتلائیں کہ میں کیونکر ان حقائق و واقعات صحیحہ سے انکار کر دوں۔ کس بناء پر مرزا صاحب کے دعوے کو جھٹلا دوں۔ کیا اسلام کی سچائی سے انکار کر دوں۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں۔ لہٰذا میں حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعوے مامور من اللہ میں سچا ماننے پر مجبور ہوں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ (باقی ــ باقی)

## کسبِ کمال کُن کہ عزیزِ جہاں شوی

(بسلسلہ صفحہ ۱)

کا نتیجہ ہے اس لئے ہے کہ اب بڑے ہوشیار ہو کر لوگ گذارہ کریں۔ آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے اور اس پر فضل ہوا اور اللہ نے حکم دیا کہ اب جب کبھی ہماری ہدایت پہنچے جو اس کے تابع ہوگا اس پر کسی قسم کا خوف و حزن طاری نہ ہوگا۔ اور جو حکم کی خلاف ورزی کرے گا اسے نقصان پہنچے گا۔ تم سب دل میں سوچو کہ تمہارا جی چاہتا ہے کہ تمہیں غم ہو خوف ہو۔ غموں اور خوفوں سے بچنے کا ایک ہی علاج ہے۔ وہ یہ کہ ہدایت کی اتباع کرو۔ اگر نہیں کرو گے تو دُکھ اٹھاؤ گے۔

سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یوسف پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــ مؤرخہ ۵ر جولائی ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ ــ شمارہ نمبر ۲۷

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۵ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء | نمبر ۲۸

# ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

## جماعت میں باہمی اتفاق و محبت کی ضرورت

### میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں، اول خدا تعالیٰ کی توحید اختیار کرو، دوسرے آپس میں محبت و ہمدردی ظاہر کرو

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے۔ کہ باہم اتحاد ہو، برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں۔

میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازیگر نے دس گز کی چھلانگ ماری ہے۔ دوسرا اس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی وہ ضرور ہوگی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک

**بعض امراض کا قلع قمع نہ کیا جاوے مرض دفع نہیں ہوتا میرے وجود سے انشاءاللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔**

باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے۔ رعونت ہے خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے، جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے۔ مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا۔ جو اپنا علاج نہ کرے گا۔ (ملفوظات جلد اول۔ صفحہ ۹۳-۹۷)

ان دلوں کو خود بدل دے اے میرے قادر خدا + تو تو رب العٰلمین ہے اور سب کا شہریار
(حضرت مسیح موعود)

مکرم جناب پروفیسر مرزا حبیب الرحمٰن صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور

# حقائق سے چشم پوشی جرم ہے

## نفسِ امّارہ انسانی اخلاق کو کمزور کر کے انسانوں کو خُدا سے دُور کر دیتا ہے

(قسط اوّل)

جب انسان اپنے آپ کو نفسِ امّارہ کے حوالے کر دیتا ہے تو اس کے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ انسان مکمل طور پر شیطان کے قبضہ میں پابہ زنجیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہر بڑے سرکش انسان پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ جس کے اشارہ پر وہ اُدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے ہر لمحہ دُوری اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ تب ایسے انسانوں میں نیکی کرنے کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ بدی کا بھوت ان پر ایسا سوار ہو جاتا ہے کہ وہ بدی کو نیکی سمجھ کر اپناتے ہیں۔ اور ایسی زندگی میں لُطف محسوس کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ صورت جس کی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہے:-

"ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ۔

ترجمہ: اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مُہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔"

انسان کا دِل مُردہ ہو جاتا ہے۔ ان میں بہت عیوب پیدا ہو جاتے ہیں جن کو وہ محسوس تک نہیں کرتا۔ سچ ہے جب انسان کے ذہنی حصار ٹوٹنے لگتے ہیں تو ان کے اخلاقی حصار بھی مسمار ہو جاتے ہیں۔ وہ غلط باتوں کو سُنتے ہیں تو ان پر یقین کر لیتے ہیں۔ کوئی چھان بین نہیں کرتا۔ کوئی تردد نہیں کرتا جن سے باتوں کی تہ تک پہنچ سکیں۔ مستزاد اس پر طرّہ یہ کہ جذباتیت کا ایسا غلبہ طاری ہو جاتا ہے کہ نہ ٹھنڈے دل سے ہی نہ ہی سکون سے وہ سوچ سکیں کہ کہنے والے کی باتوں میں کس قدر حقیقت کا عنصر موجود ہے۔ اس کے برعکس غلط اور بے سروپا باتوں کو ہوا دے کر انکو سنسنی خیز بنا دیتے ہیں۔ اور ایسا حظ محسوس کرتے ہیں کہ گویا برکاتِ ربانی کا نزول اُن پر ہو رہا ہے۔

## دُنیاوی محبّت خدمتِ خلق کا جذبہ مفقود کر دیتی ہے

نیکی کرنے یا بے بس اور مظلوم انسانوں کی ڈھارس باندھنے کی قوتِ عمل کا جذبہ ایسے انسانوں میں قریب قریب مفقود ہو جاتا ہے۔ وہ مظلوم کی آہوں کو سُنتا ہے لیکن بے توجہی سے گذر جاتا ہے۔ وہ غریب بے بس کے ساتھ ناجائز سلوک ہوتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن فرعونیت کے جذبے میں ڈوبا ہُوا آنکھیں بند کئے غائب ہو جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مفلس لوگوں کو پیٹ بھرنے کے لئے روٹی میسّر نہیں آتی۔ وہ دیکھتا ہے کہ ان کے کپڑے چیتھڑوں سے بھی [illegible] ہیں۔ لیکن اپنے بنک بیلنس کو بڑھانے کی فکر میں رات دن مصروف رہتا ہے۔ اس کو اس بات کا علم ہے کہ بیکسوں کے رات کاٹنے کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ لیکن وہ اپنے محلوں میں ایئرکنڈیشن اور ہیٹر لگاتے اور غالیچے بچھانے کی فکر میں ہی ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔

## عزم بالجزم اور عملی قوت کا انحطاط

ہم فہم و فراست کے مالک تو ہیں لیکن عمل پسند نہیں۔ ہم زبانی طور پر غربا، مساکین۔ یتیموں اور بیواؤں سے ہمدردی کرنے کے عادی تو ہیں لیکن ان کے مصائب اور دُکھوں کے دُور کرنے سے بالکل بے رغبت اور لاپرواہ ہیں۔ ہم نے برسرِاقتدار حکومت اور حزبِ اختلاف کو آپس میں گالی گلوچ دیتے سُنا۔ ان کو ہاتھا پائی کرتے ہوئے دیکھا۔ لیکن قوم کے اہم مسائل کا حل۔ قوم کی بہبودی کا جذبہ ان کی تقریروں تک ہی محدود رہا۔ قوم کی مسکنت و غربت کو مٹانے کی تجاویز پر کبھی عمل پیرا ہوتے ہوئے نہیں پایا۔

روز مرّہ زندگی کی کھانے کی چیزوں کی قیمتیں بڑھتی چلی جائیں تو حکومت ان کو عین منشائے الٰہی کے مطابق سمجھ کر بے بسی کا جامہ پہن لیتی ہے۔ کوئی عملی قدم نہیں اُٹھاتی کہ عوام الناس کی مصائب و مشکلات کا جائزہ لے کر ان کے لئے امداد کا ہاتھ بڑھائے۔ وہ حکومت جو قراقرم میں مشکل اور کٹھن راستے فلک بوس پہاڑوں کو کاٹ کر بنا سکتی ہے کیا اس قابل نہیں کہ سائلوں۔ بھکاریوں۔ محتاجوں کو بھیک مانگنے سے ہٹا کر ان کو ان کی روزی کا سامان مہیا کر دے۔ وہ حکومت جو تربیلا ڈیم جیسی اہم سکیموں کو عملی جامہ پہنا سکتی ہے اس قابل نہیں کہ ملک سے فاحشہ عورتوں۔ شراب نوشی اور جوئے بازی کا یک قلم خاتمہ کر دے۔ قوتِ ارادی اور عمل کی ضرورت ہے۔

ہم اور ہمارے سیاستدان اور ہمارے انجنیئر سب دانشمند ہیں اور کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی مردِ مجاہد خدمت خلق کے جذبہ سے معمور قائد (ہمارے قائد محمد علی جناح کے بعد) پیدا نہیں ہوا جو قربانی کا مجسمہ اور راہبر کامل ثابت ہو۔ جو بغیر کسی ریزولیشن پاس کرنے کے۔ بغیر میٹنگ میں وقت ضائع کرنے کے۔ بغیر دفاتر کے کاغذی گھوڑے دوڑانے کے مُلک و ملّت کو ایسی بلندیوں پر لے جائے کہ دُنیا عش عش کر اُٹھے۔ یہ اہم کام الہ دین کے چراغ کی مدد سے نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا کام کرنے کی اہلیت صرف اسی شخص میں ہو سکتی ہے جو قوتِ عمل کا مالک ہو۔ جو اخلاق حسنہ کا مجسمہ۔ ایثار و قربانی کے جذبہ میں سرشار ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہوئے مُلک کو چار چاند لگا دے تاکہ عزت باقی رہے تاکہ ملک سے فاقہ مستی اور بیماریوں کا قلع قمع ہو۔ تاکہ جہالت اور غنڈہ گردی نیست و نابود ہو جائے۔

## دین میں دھڑا بندی

اب ذرا دین کے میدان کی طرف نظر کیجئے۔ جگہ جگہ دھڑا بندی کے اکھاڑے قائم ہیں۔ کام کرنے کی اہلیت تو ہے لیکن بدنصیبی ہے تو یہ کہ اخلاق حسنہ سے ہم لوگ جزواً عاری ہو رہے ہیں۔ پڑھے لکھے حضرات، تنگ دِلی کی باتوں، غلط عقائد اور بے حقیقت مسائل میں ایسے اُلجھاؤ ڈال دیئے جاتے ہیں کہ وہ بے بنیاد باتوں سے متاثر ہو کر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اپنے ذہن رسا سے کام

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

# قرآنِ حمید میں غذاؤں کا ذکر

## علم الاغذیہ کی روشنی میں

وان لکم فی الانعام لعبرۃ ؕ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین ۔ الخ ۔ (سورۃ النحل - ۶۶)

سورۃ النحل کی تین آیات ۶۶ تا ۶۸ میں تین قسم کی غذاؤں کا ذکر ہے دودھ پھل اور شہد ۔ موجودہ علم الاغذیہ نے بھی تین قسم کے بنیادی عناصر کو غذا کا جزو قرار دیا ہے ۔ پروٹین (PROTEINE ۔ ) یا لحمی جزو ۔ دوئم شکر اور نشاستہ اور سوئم روغنی اجزاء جسم کی نشو و نما اور جسم کے لئے بدل ما یتحلل کا کام دیتے ہیں ۔ شکر، نشاستہ اور روغنی اجزاء جسم کو حرارت اور حرکت دینے کے کام آتے ہیں ۔ ان تین عناصر کے علاوہ حیاتین VITAMINS جو اگرچہ قلیل مقدار میں بکار ہوتے ہیں ۔ تاہم ان کی کمی یا عدم موجودگی کے باعث ذہنی و بدنی نشو و نما کما حقہ نہیں ہو سکتی ۔ نیز بعض اہم امراض پیدا ہو جاتی ہیں ۔ انسانی عمر کو بھی غذا کی نسبت سے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ بیس سال کی عمر تک جب جسم پرورش پاتا اور بڑھتا ہے چالیس پچاس برس کی عمر تک جب صحت اور قوتیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں اور پچاس کے بعد کی عمر جب اعضاء میں کمزوری و زوال پذیری شروع ہو جاتی ہے ۔ اس تقسیم عمر سے ظاہر ہے کہ پہلی عمر میں زیادہ تر ایسی اغذیہ کی ضرورت ہے جو جسم کی نشو و نما اور بڑھنے میں ممد ہوں ۔ جن میں پروٹینز کا جزو ۷ فیصد ہونا چاہیئے ۔

دوسرے حصہ عمر میں بحالی و قیام صحت و قوت کے لئے دوسری قسم کی غذاؤں کی زیادہ ضرورت ہے ۔ اور تیسرے حصہ عمر میں لطیف، سادہ اور قدرتی قسم کی غذاؤں کا عنصر زیادہ مفید ہے ۔ چنانچہ قرآن کریم نے بھی ان آیات میں ایسی تین بنیادی غذاؤں کا ذکر ضروری سمجھا ہے جو مکمل، لطیف اور سادہ ہونے کے علاوہ قدرتی بھی ہیں ۔ تاکہ بچپن، بیماری و کمزوری اور بڑھاپے میں بھی کام آسکیں ۔ دودھ ایک مکمل غذا ہے ۔ اس میں علاوہ متذکرہ بالا تین بنیادی اجزائے حیاتین (VITAMINS) بھی اس میں شامل ہوتے ہیں بشرطیکہ اسے جوش دے کر اُبالا نہ گیا ہو ۔ البتہ معمولی طور پر گرم کرنے میں کوئی ہرج نہیں ۔ اس قسم کے دودھ کو جو ۸۰° سے کم درجہ پر گرم کیا گیا ہو اور جس میں حیاتین بدستور موجود ہوتے ہیں پاسچورائزڈ (PASTEURISED) کا نام دیا گیا ہے ۔ پس پہلی غذا جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے، ایک مکمل، لطیف اور قدرتی غذا ہے ۔ دوسری غذا یعنی پھل ایسے ہیں کہ جو دو صورتوں میں یعنی تازہ اور خشک ہونے کی صورت میں ہمیں میسر آتے ہیں ۔ تازہ پھل اور سبزیاں صحت و توانائی کے لئے اس لئے ضروری ہیں کہ ان میں حیاتین بکثرت ہوتے ہیں جو پکے ہوئے کھانوں میں جل جاتے ہیں ۔ حیاتین عمر کے ہر حصہ میں ضروری ہیں ۔ اگرچہ مقدار میں یہ اجزاء بہت قلیل ہوتے ہیں تاہم جسم پر اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت اہم و ضروری ہیں ۔ ان کی کمی یا عدم موجودگی سے بچپن میں ذہن یا جسم کی خاطر خواہ نشو و نما نہیں ہو سکتی ۔ اعصاب اور ہڈیوں کی بعض بیماریاں نیز بعض جلدی امراض ۔ آنکھ کی بیماریاں مثلاً بیری بیری (BERI BERI) ریکٹس (RICKETS) وغیرہ ۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ اندھاپن، حیاتین کے نہ ملنے کے باعث لاحق ہو جاتی ہیں اور جب مناسب قسم کی حیاتین بطور دوائی دے دی جائیں تو ان کا اثر شفاء جادو کی مانند جلد ظہور پذیر ہو جاتا ہے ۔ خشک پھلوں میں علاوہ شکر (FRUCTOSE) اور حیاتین کے روغنی اجزاء بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو عمر کے دوسرے حصہ میں حرکت و حرارت کے قیام کیلئے ضروری ہیں ۔

**قرآن کریم میں پھلوں کے استعمال کا ذکر، علم الاغذیہ کی تحقیق، غذا میں حیاتین کی ضرورت کے مطابق ہے**

پروٹینز اور حیاتین کے اجزاء کی ضرورت و اہمیت کوئی نصف صدی کی تحقیق سے ثابت ہوئی ہے ۔ اس کا علم پہلے زمانوں میں نہ تھا ۔ پس یہ بات قرآن کے منجانب اللہ علم پر کس قدر واضح دلیل ہے کہ غذا کے ان دو اہم اجزاء کا ذکر اس کتاب پاک نے کر دیا ۔ بعض مقامات پر تو لحمی اور تازہ نباتی غذاؤں کا ذکر اکٹھا کر دیا ہے جیسے سورۃ الطور کی آیت ۲۲ میں یہ الفاظ آتے ہیں وامددنٰھم بفاکھۃ ولحم مما یشتھون، ہم انہیں پھلوں اور گوشت سے جو وہ چاہیں بکثرت دیں گے ۔ سورۃ المؤمنون میں تینوں غذاؤں کا ذکر کیا ہے ۔ یعنی پھل دودھ اور گوشت کا ۔ (دیکھو آیات ۱۸ تا ۲۰)

پہلے زمانوں میں دودھ اور گوشت کے بارہ میں تو تجربی علم تھا کہ وہ انسانی غذا کا ضروری جزو کس لئے ہیں ۔ اگرچہ بعض قومیں لحمی غذا کی اہمیت سے ناواقف تھیں، مگر پھلوں اور تازہ سبزیوں کو بطور غذائیت کے استعمال کا علم تو کہیں بھی نہ تھا ۔ پھلوں کا استعمال محض لذت اور ذائقہ کے باعث کیا جاتا تھا ۔ مگر موجودہ غذائی سائنس نے یہ امر حتمی تجربات کے ذریعہ ثابت کر دیا ہے کہ پھلوں میں حیاتین اور جملہ معدنیات کے ضروری اجزاء موجود ہوتے ہیں ۔ نشو و نما اور صحت و قوت کی برقراری کے لئے مکمل و متوازن غذا کا روزانہ جزو ہمیشہ ہونا ضروری ہے ۔

دوسرے مقامات میں جہاں پھلوں اور نباتاتی غذاؤں کا ذکر ہے مفصلہ ذیل ہے :-

(۱) سورۃ عبس ۔ آیات ۲۴ تا ۳۲ ۔ جس کی ابتداء اس طرح کی ہے کہ انسان اپنی غذا کی طرف غور کرے کہ ہم نے پانی سے مختلف اقسام کے پھل و اناج پیدا کئے جو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے لئے غذا مہیا کرتے ہیں ۔

(۲) سورہ واقعہ آیات ۳۱ تا ۳۳ جہاں الفاظ وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ آتے ہیں ۔ نہ صرف غذا میں پھلوں کا جزو لازمی ہے بلکہ کثرت کے ساتھ اور ہمیشہ ۔ کیونکہ مکمل حیاتین کی حاجت ہر مرتبہ پڑتی ہے ۔

(۳) سورہ ص آیت ۵۱ ۔ یدعون فیھا بفاکھۃ کثیرۃ وشراب

(۴) سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۴۱ ۔ اولٰئک لھم رزق معلوم فواکہ وھم مکرمون ۔

(۵) لھم فیھا فاکھۃ ولھم ما یدعون ۔ سورۃ یٰس آیت ۵۷

(۶) فیھما فاکھۃ ونخل ورمان ۔ فیھما من کل فاکھۃ زوجٰن ۔ (سورۃ الرحمٰن)

تیسری غذا کا ذکر ان آیات میں شہد کا کیا ہے ۔ شہد جو پھولوں کے رس سے چوس کر شہد کی مکھی بناتی ہے، خالصتاً لطیف، زود ہضم اور مقوی شکر کی ایک قسم ہے ۔ جن تین غذاؤں کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے ۔ یہ تینوں قدرتی غذائیں نہایت لطیف، سادہ اور زود ہضم شکل میں ہیں ۔ اور عمر کے ہر حصے میں مفید صحت و طاقت ثابت ہوئی ہیں ۔

(باقی ــــ باقی)

# قرآن کی ان چند آیات میں قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ بیان کیا گیا ہے

## ایمان باللہ اور مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی سے سیرت و کردار پیدا ہوتا ہے

خطبہ جمعہ - مؤرخہ ۳۰ جون ۱۹۷۸ء - فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز - جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ ......... خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ——— (البقرۃ - الرکوع الاوّل) ———

(مرتبہ :- شفقت رسول خان)

الٓمّٓ کا مفہوم اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ ہے۔ یعنی میں خدائے علیم و خبیر ہوں اور میں نے اس عظیم الشان الکتاب کو علم کی بنا پر نازل کیا ہے اور اس کے رہنمائے انسانیت ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یعنی اس کتاب کے مندرجات اصول و فروع و قواعد و ضوابط انسان کی ہدایت کے لئے علم پر مبنی ہیں اور سائنٹیفک اور علمی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے یقینی طور پر انسان فلاح و کامرانی۔ نجات و کامیابی کی منزل مقصود کو[1] حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اتقاء کے بلند مقام پر فائز المرام ہے۔ اور نجات و فلاح صرف ان کے لئے مخصوص ہے جو تقویٰ شعار اور متقی ہیں۔ اور ہدایت کی راہیں ان کے لئے ہی منور ہوتی ہیں جو تقویٰ اللہ کو مشعل راہ بناتے ہیں۔ یعنی خدائے تعالیٰ کو جو غیب در غیب پردوں میں نہاں اور پوشیدہ ہے۔ اپنے خیال و نگاہ میں ہمہ وقت حاضر و موجود پاتے ہیں۔ انسان کی ہر حرکت خواہ گھر میں ہو یا بازار میں، دکان میں ہو یا کارخانہ میں، وطن میں ہو یا پردیس میں۔ اس خدائے علیم و بصیر سے پوشیدہ و اوجھل نہیں بلکہ وہ علیم بذات الصدور ہے۔

جب انسان اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے یعنی مقامِ اتقاء کو حاصل کر لیتا ہے تو اس کو ہر جگہ عزت و احترام حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ خدا اس کو عزت و عظمت عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی خدا اور رسول اور مومنوں کو عزت حاصل ہے۔ اور اس یقین سے کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور ہمارے اعمال کا نگران ہے۔ مومن کے اندر اعلیٰ اوصاف اور عمدہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور برائیوں سے اور بدیوں سے رستگاری حاصل ہوتی ہے۔ اور اس یقین کی روشنی سے جب مومن کے دل و دماغ روشن ہوتے ہیں تو وہ اپنے مالک و خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے اور نماز کو قائم کرتا ہے جو اس کے اندر فروتنی، خدا خوفی کے جذبات کو اور پائدار بناتی ہے اور برائیوں، بدیوں اور فواحش سے مجتنب کر دیتی ہے۔ اور اس کے اندر جذباتِ محمودہ کو پیدا کر دیتی ہے۔ جس سے اپنے اس مال کو جو مال و منال خدا نے اسے دیا ہے انسانی ہمدردی پر خرچ کرتا ہے اور دوسرے انسانوں کی جو اس مال سے محروم ہیں کفالت کرتا ہے اور اس طرح وہ خدا اور مخلوقِ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔

اس حقیقت کا اظہار وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ کی روشن آیات کر رہی ہیں۔ خدا نے تمام انسانوں میں اتحاد و پیدا کرنے کے لئے اور ان کو وحدتِ نسلِ انسانی کے نقطہ پر مرکوز کرنے کے لئے کس قدر شاندار اصول بیان فرمایا ہے اور متقیوں کا ایک نشان قرار دیا ہے کہ جملہ مذاہبِ عالم کے رہنماؤں کی کتب پر ایمان لایا جائے کہ وہ منجانب اللہ تھیں اور اس کتابِ عظیم پر بھی یقین کیا جائے کہ یہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی جانب سے نازل شدہ ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ یعنی اس حقیقت کا اعتراف مومن کے لئے لازمی ہے کہ جو کچھ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر توریت و انجیل کی صورت میں یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی جانب اُتارا گیا تھا وہ خدا کی طرف سے تھا اور رہنمائے انسانیت تھا اور اب یہ کتاب ان سب حقائق و معارف کی حامل ہے اور یہی اب انسانی رہنمائی کے لئے کافی و وافی ہے۔ اور تمام اقوامِ عالم کے انبیاء کا اقرار اور ان کے خدا کے فرستادہ ہونے پر ایمان اور ان کی کتب پر یقین اتحاد کی بنیاد ہے۔

آج کا انسان انسانی اتحاد کی راہوں کا متلاشی نظر آتا ہے اور دنیا کے مفکر و دانشور ان نکات کی تلاش میں سرگرداں ہیں جو انسانوں کو متحد کر سکیں۔ لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل انسان کے اتحاد کی محکم اور مضبوط بنیاد کا واضح اظہار فرما دیا ہے اور مومن کے لئے اس پر یقین رکھنا اور ایمان لانا ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔

اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو انسان ایک ہی برادری میں منسلک ہو جائے۔ اور فرمایا کہ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ اور متقی بننے کے لئے یہ یقین بھی ضروری ہے کہ جزا و سزا اعمال حسنہ و سیئہ کے لئے اسے خدائے تعالیٰ کے حضور آخرت میں پیش ہونا ہے۔ یہ یقین و ایمان انسان کے اندر مزید اعمالِ حسنہ سے وابستگی پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے اور انسان برائیوں سے قطعی طور پر کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور عمدہ ترین اور پسندیدہ ترین اعمال و افعال بجا لاتا ہے تو ہدایت کی مکمل راہیں اس پر کھول دی جاتی ہیں اور وہ فلاح پانے والا اور مقبولِ خدا بن جاتا ہے۔ یعنی جب انسان ایمان بالغیب میں پختہ ہو کر نماز قائم کرنے والا اور اموال سے زکوٰۃ دینے والا اور انبیاء اور کتب پر ایمان لانے والا اور آخرت میں یقین رکھنے والا بن جاتا ہے تو وہ ہی متقی ہے اور وہی اس کتاب سے فی الحقیقت ہدایت و رہنمائی حاصل کرتا ہے اور پھر یقیناً وہ فائز المرام ہو جاتا ہے۔ اور فلاح و کامیابی اس کا ورثہ بن جاتی ہے۔ تباہی اور بربادی اور ناکامی کا اس سے دُور کا بھی واسطہ نہیں رہتا۔ لیکن جو لوگ اس کتاب سے انکاری ہیں تو ان کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان نبی کا خوف دلانا یا نہ ڈرانا یکساں ہے کیونکہ وہ ان قوتوں ہی سے محروم ہیں جو کسی انسان کو صحیح راہ کی جانب مائل کر سکتی ہیں۔ یعنی ان کے دل و دماغ اور کان کفر کی شدت سے مُہر زدہ ہیں۔ اب نہ وہ سوچ سکتے ہیں اور نہ ہی سچائی کو سننے کی تاب و تواں رکھتے ہیں اور آنکھوں پر بھی کفر و انکار کا پردہ

(باقی بر ص ۱۲ کالم ۲)

[1] (۱) ۔۔۔ مبنی بر قرآن سے عمل پیرا ہونے سے ہی انسان گوہر مقصود نجات کو

از قلم مکرم ملک الٰہی بخش صاحب وارن - راولپنڈی

# شاعر اور مامور من اللہ میں فرق

اقبال بڑا اُپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے ۔ گفتار کا غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا (اقبال)

حال ہی میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال کی صد سالہ برسی کی تقریبات کے سلسلہ میں کئی ماہ تک اخبارات میں ان کی خدمات کو سراہنے کے لئے مضامین لکھے گئے۔ بعض نامہ نگار یا مدیر حضرات اپنے مضامین کو زیادہ مقبول اور مؤثر بنانے کے لئے علامہ اقبال کے مذہبی معتقدات کے ضمن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی کے عقائد کا تکذیبی رنگ میں تذکرہ کرنا بھی کارِ ثواب سمجھتے اور ان کو مُدعی نبوت۔ منکرِ جہاد۔ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور مداح و مددگار قرار دے کر کافر لکھتے رہتے ہیں اور اس طرح خلاف حقیقت الزامات لگا کر قارئین اخبارات کے لئے وہ اپنے زعم میں ان کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں مگر یہ ان کی گمراہی کا باعث بھی بن سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم نہ صرف ایسے بے بنیاد الزامات کے ازالہ کے لئے بلکہ اظہارِ حق و صداقت کے لئے "شاعر اور مامور من اللہ میں فرق" کے عنوان سے کچھ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

مگر اس سے کسی شاعر کے خلاف لکھنا یا شعراء کی اہمیت سے اختلاف کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک شاعر اور مامورِ الٰہی کے کام اور مقام کا تعین کرنا اور مضمون نگار حضرات کے اعتراضات کی تردید کر کے عوام کو صحیح واقعات سے آگاہ کرنا مطلوب ہے۔ تاکہ وہ اس بارہ میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔ اور یہ اس لئے بھی اہم ہے کہ لوگ خود تو عموماً احمدیہ لٹریچر پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے مطالعہ سے ان پر حقیقت حال منکشف ہو جائے۔ کیونکہ فی الحال ان کی معلومات کا ذریعہ بلکہ انحصار تو زیادہ تر مخالفین کی کتابوں یا اخبارات میں ایسے حوالوں پر ہوتا ہے جو کاٹ چھانٹ کے بعد ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں جو ان کے حسب منشاء ہوں۔ اور ایسے حوالے نقل کرنے سے در اصل ان کا مُدعا کسی غلط عقیدہ کی تردید کرنا یا احقاقِ حق نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر فی الحقیقت ان کی نیت نیک ہو اور حوالوں کے نقل کرنے سے اصلاحِ حال مقصود ہو تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مکمل حوالے نقل کئے جائیں۔ تاکہ سیاق و سباق عبارت کے مطابق قارئین خود بھی صحیح مفہوم اخذ کر سکیں۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی ناقابلِ فہم ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی تحریرات میں فروعی باتوں کے متعلق تو لوگ حوالے پیش کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے دعوے کے بنیادی دلائل دربارہ وفات مسیح اور نزول مسیح موعود جیسے متنازعہ مسائل کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ اور اگر حدیثِ مجدد کو مانتے ہیں تو نہ ہی اس حدیث کی صداقت ثابت کرنے کے لئے صدی ہٰذا میں کسی مجدد کے مبعوث ہونے کا پتہ دیتے ہیں بلکہ ان بنیادی مسائل کو یکسر فراموش اور نظرانداز کر کے صرف دعوئے نبوت منسوب کرنے پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ جس کی مصلحت تو وہ خود جانتے ہوں گے۔ لیکن ہماری ناقص رائے میں اگر نامہ نگار اور مدیر حضرات حضرت کے دعویٰ کے بنیادی دلائل کو براہینِ قاطعہ سے غلط ثابت کر دیں تو دعوئے نبوت خود بخود باطل ثابت ہو جائے گا۔

مگر علماء یا دوسرے حضرات ان امور کا شاید اس لئے ذکر نہیں کرتے کہ مجدد اور مسیح موعود ہونے کے حق میں حضرت مرزا صاحب کے دلائل ایسے قوی اور ناقابل تردید ہیں کہ ان سے گریز کرنا ہی راہِ نجات سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ صراطِ صواب تو نہیں ہے بلکہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ شاید وہ روایات کے برخلاف مسیح موعودؑ اور حدیثِ مجدد پر ایمان ہی نہیں رکھتے کہ ان کے مطابق نہ وہ حضرت مرزا صاحب کو صادق مانتے ہیں اور نہ کسی اور ایسے بزرگ کا پتہ دیتے ہیں جس نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہو۔ شاید وہ حدیثِ مجدد کو باطل ہی سمجھتے ہیں کہ آج کل کے علماء ہوں یا زعماءِ حکومت، اقتدار کو اپنا پہلا اور آخری نصب العین بنا کر راہِ صواب سے بھٹک رہے ہیں۔ چاہیئے تو یہ کہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد "لِمَ تقولون ما لا تفعلون" سے ڈر کر پہلے خود نظامِ مصطفیٰ کو اپنائیں پھر اولیٰ لوگوں کو کہیں۔

پس حضرت مرزا صاحب قادیانی کے خلاف لکھنے والے حضرات سے ہماری التماس ہے کہ اگر فی الواقع وہ مذہبی جذبہ کے تقاضا سے ان کے اقوال اور دلائل کو باطل سمجھ کر تردید کرتے ہیں تو حق یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ ان کے دعوے کے بنیادی دلائل کو زیرِ بحث لا کر باطل ثابت کر دیں تاکہ نزاع ہی ختم ہو۔ ورنہ اب تو ان کا رویہ پادریوں کے اس رویّہ کے مشابہ ہے۔ جو حضور صلعم کے ظہور کے بارہ میں اپنی کتب توریت اور انجیل میں اپنے نبیوں کی پیشگوئیوں خصوصاً حضرت مسیحؑ کی بشارت کو جو قرآن میں بالفاظ "یاتی من بعدی اسمہٗ احمد" مذکور ہے واضح بنیادی دلائل اور حجت قرار دے کر آنحضرت صلعم کو ان پیشگوئیوں کا مصداق تسلیم کر لیں مگر وہ اس بے بنیاد نکتہ چینی کے بہانہ سے قبول نہیں کرتے کہ حضور صلعم نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں تھیں عورتوں کے حقوق سلب کئے تھے۔ اور تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا تھا وغیرہ۔

کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ رویّہ حق بجانب ہو سکتا ہے کہ اصل کو چھوڑ کر فروعی اُمور پر بحث کی جائے؟ نہیں تو اپنے مسلمان بھائیوں پر حیرت ہے کہ دُعائے خلیل اور نویدِ مسیحا کہکر حضرت مسیحؑ کی بشارت مذکورہ بالا کا مصداق تو حضور صلعم ہی کو مانتے ہیں لیکن اس بشارت کے الفاظ "من بعدی" (میرے بعد) کی اہمیت کو بالائے طاق رکھ کر حضرت مسیحؑ کو اب تک زندہ مانتے ہیں جو در اصل تو ان کی وفات کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ پیشگوئی کے ان الفاظ کے مطابق حضرت احمد صلعم کا ظہور تو حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد ہونا تھا نہ کہ پہلے۔ جو ہو چکا، تو درحقیقت حضرت مسیحؑ فوت شدہ ثابت ہو گئے۔

غرض اولاً مرسلینِ الٰہی کے ضمن میں یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ ان کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے:-

"اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَھْوٰۤی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ" (البقرۃ - ۸۷)

یعنی مرسلین الٰہی کا ہمیشہ انکار کیا جاتا ہے خواہ وہ نبی ہوں یا مجدد۔ جس پر خود ذاتِ باری تعالےٰ نے بھی:-

یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ (۳۶ - ۳۰)

(بندوں پر افسوس کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا مگر وہ اس سے ہنسی کرتے ہیں۔)

فرما کر اظہارِ افسوس کیا۔ کیونکہ مرسلینِ ربانی کہنہ رسومات، بدعات اور مروجہ غیر اسلامی عقائد کو ترک کرنے اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلوب پر زور دیتے ہیں جو ان کو ناپسند ہوتا ہے جبکہ شعراء اپنے اشعار میں مسلمانوں کی عظمت اور شوکتِ رفتہ یا اقتصادی

خستہ حالی اور سیاسی پستی کا بیان تو کرتے ہیں۔ چنانچہ مسدس حالی جواب، شکوہ اور شاہنامۂ اسلام تو لکھے گئے لیکن ان کی پستی کے مداوا کے لئے کوئی عملی اقدام بطور نمونہ پیش نہ کیا حالانکہ عوام تو نمونہ کے خواہاں اور محتاج ہوتے ہیں۔

شعراء کے متعلق ربّ جلیل کا ارشاد ہے جو ان پر صادق آتا ہے **اِنّھم یقولون ما لا یفعلون**۔(۲۰-۲۳۶) شاعر جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل کرکے نہیں دکھاتے۔ مگر مامورانِ الٰہی جو کچھ کہتے ہیں وہ انسانوں کی روحانی اور اخلاقی فلاح اور اصلاح کے لئے ضروری ہوتا ہے اور جو ہر خاص و عام کی وسعت کے مطابق قابلِ عمل بھی ہوتا ہے۔ جس پر وہ خود عمل کرکے نمونہ بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر شعراء کا بیشتر کلام تو عموماً بلند فلسفیانہ تخیل پر مبنی ہوتا ہے۔ جن میں کچھ حقیقت تو ہوتی ہے تاہم ان پر خود شعراء بھی عمل نہیں کر سکتے۔ جیسے کہ خود علامہ اقبال نے بھی اس امر کا برملا اعتراف اپنی نظموں میں کیا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ان کا یہ شعر اس صداقت کی پوری پوری وضاحت کرتا ہے :۔

اقبال بڑا اُپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

تو پھر ایسے اقوال کے متعلق تو یہی کہا جا سکتا ہے **لِمَ تقولون مالا تفعلون**۔ یعنی ایسی باتیں نہ کہنا چاہئیں جن پر کہنے والا خود بھی عمل نہ کرتا ہو۔ اور ایسے اشعار زیادہ تر دماغی عیاشی اور ذہنی انبساط کا موجب ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شاعر نے کہا تھا :۔

پشہ سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب قصدِ خون کو آئے تو پہلے پکار دے

اب اس میں حقیقی جرأت اور شجاعتِ مردانہ کا کتنا بڑا سبق اور دل آویز خیال ہے۔ مگر عوام سے کسی نے یا خود شاعر نے اس پر شاید ہی کبھی عمل کیا ہوگا خود ہمارے شاعر مشرق نے بھی ایک مومن کو توکل علی اللہ کا یہ سبق دیا کہ :۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اب یہ اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان رکھنے والوں کے لئے کیسا دلکش درس ہے۔ یعنی ایک مومن تو فتح و شکست کے لئے صرف غیبی امداد پر بھروسہ کرتا ہے لیکن کافر صرف ظاہری اسباب پر۔ مگر آج کل کے مسلمانوں میں سے تو کوئی بغیر کافی آلاتِ حرب کے میدانِ کارزار میں کبھی نہیں اُترے گا۔ کیونکہ یہ اسوۂ رسولؐ کے بھی خلاف ہے بلکہ پاکستان میں جماعتِ اسلامی بھی جو بزعم خود صالحین کی جماعت ہے اور جو دوسرے مسلمانوں کو یوں تو اسمی و رسمی مگر ووٹ کے لئے حقیقی مسلمان کہتی ہے۔ خود سامان حرب و ضرب سے اس قدر ترساں اور لرزاں ہے کہ اسرائیل کے خلاف آلاتِ حرب لے کر بھی جہاد کرنے کے لئے نہ خود آمادہ ہے نہ اپنے ہموطنوں اور دوسرے غیر ملکی مسلمانوں کو ترغیب دیتی ہے۔

سو علامہ اقبال کا خیال اگرچہ بہت بلند ہے بایں عصرِ حاضر کے انوں کے لئے ناموزوں اور ناقابلِ عمل ہے۔ جن کے متعلق علامہ نے یوں کہا تھا :۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلم نابود + ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود + یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
طرحدار بے زر ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں + اُمتی باعثِ رسوائیٔ پیغمبر ہیں

شاید ایسے ہی موقعہ کے لئے علامہ نے کہا تھا :۔

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

اور علامہ فلسفی شاعر تھے۔

اگر دست سلیمانی نباشد + چہ خاصیت دہد دست سلیمانی ؟

تو ایسے حالات میں کامل الایمان مسلمان کہاں سے آئیں جو اس شعر کو عملی جامہ پہنائیں۔ جو فی الوقت علامہ اور جماعتِ اسلامی کے نزدیک کالعدم ہیں۔ مگر مامورِ زمان حضرت مرزا صاحب آف قادیان نے ایسی اعلیٰ صفات کی حامل جماعت بنائی جسے ۱۹۱۱ء میں خود علامہ نے ٹھیٹھ سیرتِ اسلامی کی پابند تسلیم کیا تھا۔ پس ایک شاعر اور مامور من اللہ میں کس قدر واضح فرق ہے۔

پس کوئی شاعر بلکہ علامہ خود بھی مسلمانوں کی ترقی کے لئے عملاً کچھ نہ کر سکے البتہ اشعارِ ذیل میں حالیہ مسلمانوں کی غفلت کے وجوہ یوں بیان کر دیئے :۔

ہر کوئی مستِ مے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے!
حیدری فقر ہے نہ دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے
وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یعنی مسلمانوں کی نکبت و ادبار کے اسباب معلوم کر لینے کے بعد ان کی روحانی بحالی کے لئے کچھ عملی کارروائی نہ کر سکے۔ تو ان کا کلام ایک خوبصورت وعظ بن کر رہ گیا۔

علامہ سے پہلے مولنا حالی بھی اپنی مسدس میں اسلام اور مسلمانوں کا ایک گونہ مرثیہ لکھ کر بالآخر حضور صلعم سے امداد کے لئے یوں ملتجی دعا ہوئے تھے :۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

کیونکہ

فریاد ہے کشتیٔ اُمت کے نگہباں + بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

یہ اس لئے کہ

رہا دین باقی نہ اسلام باقی + اِک اسلام کا رہ گیا نام باقی

لہذا :

بگڑی کچھ ایسی ہے کہ بنائے نہیں بنتی + ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ خدا ہے

اب مولانا حالی نے بھی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے مسدس تو لکھ دی۔ لیکن کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ بلکہ ان پر تو علامہ اقبال کا یہ قول اطلاق پاتا ہے کہ :۔

"عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ"

یعنی مسلمانوں کی زبوں حالی کو خدا کا حکم قرار دے کر مولانا رضا بہ قضا ہو گئے۔ حالانکہ ان کے اپنے اس قول کے مطابق کہ :۔

"ہندوستان میں ......... عیسائی مشنریوں کی مناظروں اور رسالوں میں زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی ...... بانیٔ اسلامؐ کے اخلاق اور ذات پر انواع و اقسام کی نکتہ چینیاں کرتے تھے چنانچہ ناواقفیت اور افلاس کے سبب بہت سے مسلمان ان کے دام میں آ گئے۔"

(حیاتِ جاوید صفحہ ۲۳۲)

تو ایسی صورت میں حکم خدا پر راضی ہونے کا بہانہ بنانے کی بجائے اس کی تردید کے لئے کوئی عملی اقدام بھی اشد ضروری تھا جو اس لئے نہ کر سکے کہ وہ صرف شاعر تھے، مامور من اللہ نہ تھے۔

اب اگرچہ شعراء نے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے جو مساعی کیں وہ عنداللہ لائق جزا اور عندالمسلمین قابلِ شکریہ ہیں۔ تاہم وہ چونکہ مامور نہ تھے اس لئے مسلمانوں کے سدھارنے کے لئے خود تو عملاً کچھ نہ کر سکے بلکہ اشعار لکھ دینے کو ہی کافی خدمتِ اسلام سمجھا۔ لیکن ان سے پہلے عین تقاضئے وقت اور حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے مامور حضرت مرزا صاحب قادیانی نے برملا یہ کہہ کہ

خفتگانِ دیں مرا از آسماں طلبیدہ اند
آمدم وقتے کہ دلہا خوں از غم گردیدہ اند

غیر مسلموں سے مدافعتِ دین متین کے لئے نبرد آزما ہو گئے۔ تو چاہئے تھا۔ کہ یہ روشن دماغ شعراء نہ صرف خود ان کے معاون بن جاتے بلکہ عوام کو بھی شامل ہونے کی ترغیب دیتے تو وہ دو گنا جزاء کے مستحق ہو جاتے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب ان سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کی بیکسی اور خستہ حالی کے متعلق اپنے درد کا یوں اظہار کر چکے تھے:۔

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے بر کار خود بہ دینِ احمد کار نیست
ہر کسے غمخوارئ اہلِ اقارب مے کند
اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

اور اس لئے:۔

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

واضح رہے کہ شعراء بھی انصارِ دین بن سکتے تھے جو بدقسمتی سے نہ بن سکے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اپنے مطاع و محبوب رسول مصطفےٰ سے یہ التجا کی تھی کہ:۔

اے سید الورےٰ وقت نصرت است + در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند

اس لئے وہ اسلام کی حمایت اور مسلمانوں کی روحانی فلاح اور ترقی کے لئے عملی اقدام پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ برکات الدعا میں اعلان کیا کہ:۔

"اللہ تعالےٰ نے اس چودھویں صدی میں مجھے مامور کر کے دین متین کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تاکہ اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلعم کی عظمتیں ظاہر کروں اور ان تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ آور ہیں ان نوروں۔ برکات۔ خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔"

تاکہ ان کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے۔ لہذا قرآن کریم کے متعلق کہا:۔

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا، ہمارا چاند قرآں ہے

اور یہ اس لئے کہ:۔

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

اور کہا کہ مسلمانوں کی محرومی اور بدعملی قرآن کریم کے احکام اور اسوۂ رسول پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ لہذا سب سے پہلے قرآن اور اسوۂ رسول صلعم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اب یہ عین ممکن ہے کہ علامہ اقبال نے بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے مذکورہ اقوال سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ ع تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر۔ بلکہ مولینا حالی نے بھی ان کے الفاظ "اے سید الورےٰ وقت نصرت است" سے استفادہ کر کے یہ کہا ہو کہ:۔

ع "اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے"

غرض یہ تو ظاہر ہے کہ شعرا حضرات کو اسلام اور مسلمانوں کی بے بسی اور بدحالی کا پورا احساس تو تھا جس کی وجہ سے اپنے اشعار میں اس کے وجوہ اور اسباب پُر زور پیرایہ میں بیان کر دیئے مگر اصلاحِ حال کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ بلکہ کسی نے مسدس۔ کسی نے شکوہ اور جواب شکوہ۔ شاہنامہ اسلام لکھ کر شائع کر دینا ہی کافی سمجھا جن کو سن کر عوام زبانی داد و تحسین دینے کے لئے واہ واہ۔ مرحبا اور مکرر کے نعرے بلند کرتے۔ اور بلاشبہ قوم کو اس کے نقائص اور کمزوریوں سے آگاہ کرنا بھی خدمتِ اسلام ہے بایں شعراء کے کلام کا اثر تو سریع الزوال ہوتا ہے جس سے عملی اور دائمی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر ان کے برعکس مامور من اللہ حضرت مرزا صاحب قادیانی مسلمانوں کی روحانی بدحالی سے آگاہ ہو کر سب سے پہلے ان کی روحانی ترقی اور تزکیہ نفس کے لئے کوشاں ہوئے تو قوتِ عمل کے لئے اپنے مریدوں سے **دس شرائط بیعت** کا عہد لیتے تھے جو شائع شدہ ہیں اور جو پاک اور مطہر زندگی کے لئے بہترین ہدایات ہیں جو کوئی مصلح اپنے متبعین کو حصولِ قربِ الٰہی کے لئے دے سکتا ہے۔ سو جو کوئی بھی احمدی ہو یا غیر احمدی ان پر عمل کرے گا وہ ہی ان سے فلاح پائے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مدافعت اور حمایت اسلام کے لئے خود ہی کمربستہ ہو گئے، اور معترضین کے خلاف نہ صرف مدافعانہ بلکہ حملہ آورانہ محاذ قائم کر کے غیر متوقع کارنامے انجام دیئے جن کے حق ہونے کی تائید نہ صرف تاریخی واقعات کی شہادت سے ہوتی ہے بلکہ حق گو مخالفین اور اکابرین کے اعلانات ذیل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے جن کو جھٹلانا تاریخ کو باطل قرار دینے کے مترادف ہو گا۔ قارئین کی آگاہی کے لئے چند حوالے یہ ہیں:۔

(۱) سید حبیب لاہوری مخالف مگر حق گو نے اپنی مخالفانہ کتاب تحریک قادیان ص ۳۱ پر لکھا تھا:۔

"مسلمانوں کو بہکانے کے لئے عیسائی اسلام اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا............ آخر مرزا غلام احمد میدان میں اُترے اور پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوئے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ ......... مرزا صاحب نے مخالفین کے دانت کھٹے کئے۔ وہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب اسلام مسیحی اور آریہ مبلغین کے طعن اور تشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔"

(۲) مدیر کرزن گزٹ دہلی (جو مخالف تھا مگر محقق) نے لکھا تھا:۔

"ہم اعتراف کرتے ہیں کہ بڑے سے بڑے آریہ یا پادری کی مجال نہ تھی کہ مرحوم کے مقابلے میں منہ کھول سکتا .......... اس کا لٹریچر اپنی شان میں نرالا ہے اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔"

(۳) مدیر علیگڑھ گزٹ:۔

"مرحوم نے عیسائیوں، آریوں اور دہریوں کے خلاف شمشیرِ قلم خوب چلایا۔ بے شک مرحوم اسلام کا بڑا پہلوان تھا۔"

(۴) مولانا ابوالکلام آزاد:۔

"مرزا صاحب کی یہ خصوصیت کہ مخالفین اسلام کے خلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض انجام دیتے رہے ........ وہ وقت لوح قلب سے ہرگز نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا کہ جب اسلام دشمنوں کی یورش میں گھرا ہوا تھا........ تو نہ صرف لاکھوں مسلمان (عیسائیوں اور برہمو سماجیوں) کے خطرناک حملہ سے بچ گئے بلکہ عیسائیت کا طلسم دھواں بن کر اڑنے لگا۔"

(۵) شمس العلماء سید ممتاز علی۔ لاہور:۔

"مرزا صاحب مرحوم ........ پاک زندگی کا نمونہ تھے ...... آپ کی رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی کا کام کر رہی تھی۔"

(۶) چوہدری افضل حق صدر جماعت احرار نے اپنی کتاب فتنۂ ارتداد صـ۲۴ پر حق گوئی سے کام لے کر یہ لکھا تھا کہ:۔

"آریہ سماج کے وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا...... دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت ...... پیدا نہ ہوئی (یعنی خود ان کی جماعت احرار بھی۔ ناقل) ہاں ایک دل (مرزا غلام احمد۔ ناقل) مضطرب ہو کر اٹھا اور اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔"

اب جماعتِ احرار کے لئے جو سخت مخالف ہے یہ لمحۂ فکریہ ہونا چاہیئے کہ ایسے پہلوان اسلام کو جس نے بقول صدر جماعت احرار جسدِ بے جان اسلام میں جان ڈالی۔ کیوں صادق تسلیم نہ کیا جائے۔ جس نے علاوہ ازیں لاہور کے جلسۂ اعظم مذاہب منعقدہ ۱۸۹۶ء میں ایک عظیم الشان معرکہ یوں سر کیا تھا کہ اللہ تعالےٰ سے عرفان اور استعانت کر قرآن کریم کے ایسے معارف اور فضائل بیان کئے اور اسلام کی ایسی خوبصورت تشریح اور تصویر پیش کی تھی کہ ہر مذہب و ملت کے اکابرین ان حقائق سے متعارف ہو کر ایسے متاثر ہوئے کہ سب نے بالاتفاق خود ہی اسلام کے اعلےٰ اور بالا ہونے کی سند لکھ دی (دیکھو رپورٹ جلسہ مرتبہ ایک ہندو لیڈر بہ حیثیت صدر مجلسِ انتظامیہ) کیا یہ نادر کارنامہ نہیں جو حضرت مرزا صاحبؑ نے انجام دیا اور جو ان کے صادق یا مامور اور مجدد ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ انہوں نے تو مسلمانوں کی عزت بچائی تھی۔ کیونکہ اگر ان کا مضمون نہ ہوتا تو دوسرے نمبر پر منصفوں کی رائے میں ایک غیر مسلم کا مضمون تھا جو اوّل قرار دیا جاتا جس سے مسلمانوں پر ذلت اور ندامت کا ٹھپہ لگتا جس سے حضرت مرزا صاحب نے بچا لیا۔ کیا مسلمانوں پر یہ عدیم المثال احسان نہیں؟ مگر بیشتر مسلمان ناشکر گذار ہیں کہ ان کو کاذب اور کافر کہتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الالباب۔

اصلاح خلق اور اشاعت اسلام کے لئے حسب ارشاد الٰہی

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٓئک ھم المفلحون۔ (۳-۱۰۴)

تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا کام کرنے کے لئے مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو احکامِ قرآن اور اسوۂ رسولؐ کی خود متابعت کرکے دوسروں کے لئے نمونہ بن سکے اور وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ اسلئے ایسی جماعت بنانا ضروری ہوتا ہے۔ اور مبلغین کو اسلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیم سے آگاہ کرنا اور بحث و مباحثہ کے لئے تیار کرنا بھی ضروری شرط ہے جو نہ صرف تعلیم اسلام کے محاسن کا علم حاصل کرتے ہیں بلکہ دوسرے مذاہب کے حسن و قبح سے بھی آگاہ کئے جاتے ہیں۔ ؎

باطل سے مقابلۂ حق + ہر فرد کا کام تو نہیں ہے

مگر کوئی شاعر نہ ایسی جماعت بنا سکا اور نہ ہی مبلغین کی تربیت کے لئے کوئی ادارہ قائم کر سکا۔ البتہ مامور من اللہ حضرت مرزا صاحب نے ایسی جماعت بنائی جس کے ممبر پیغامِ اسلام لے کر اکنافِ عالم میں پہنچ گئے اور کامیاب ہوئے۔ لیکن کوئی شاعر بھی ایسا نہ کر سکا۔ البتہ علامہ اقبال نے ایک مثالی اسلامی جماعت بنانے کا صرف تصور ضرور پیش کیا تھا۔ مگر وہ بھی جماعت نہ بنا سکے۔ ہاں مگر یہ تصرفِ الٰہی خود ہی جماعت احمدیہ کو ٹھیٹھ سیرت اسلامی کی پابند قرار دے کر اس کی تعریف کر دی اور اپنے ذہن میں اپنی جماعت کے تصور کو بیان کرتے وقت اس کی مثال بھی جماعتِ احمدیہ کی ہی دی۔ کیونکہ ان کے علم میں اور کوئی ایسی جماعت ہی نہ تھی جو ان کے اعلےٰ معیار پر پوری اترتی۔ لہٰذا علامہ جیسے بیدار مغز شاعر کے لئے تو یہی صراط صواب ہوتا کہ بجائے نئی جماعت کا نقشہ پیش کرنے کے اسی جماعت کے ممبر بن جاتے اور تائید اسلام کے لئے اس کی حمایت کرتے۔

(۴) حضرت مرزا صاحب نے قرآن اور اسوۂ رسول صلعم پر عمل کیا اور خدا سے علم و عرفان پا کر لاہور میں ادیانِ عالم کی کانفرنس میں اسلام کے محاسن ایسے مدلّل اور دلکش پیرایہ میں بیان کئے کہ ہر مذہب و ملت کے حاضرین متاثر اور معترف ہو کر بیک زبان بول اٹھے کہ اسلام سب مذاہب سے اعلےٰ اور بالا رہا ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے مضمون کے اعلےٰ ہونے کا اس قدر محکم یقین تھا کہ انعقاد جلسہ سے پہلے اشتہار دے دیا تھا کہ میرا مضمون سب سے بالا ثابت ہوگا جو ایسا ہی ہوا۔ اور اس طرح خود غیر مذاہب سے اسلام کی فوقیت اور فضیلت کی سند حاصل کر لی جو ایک نادر مثال ہے اور حضرت مرزا صاحب کی خدماتِ اسلامیہ کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت۔

مقالے تو دوسرے علماء نے بھی پڑھے۔ مگر بدقسمتی سے وہ ایک غیر مسلم کے مقالہ سے بھی ادنےٰ ثابت ہوئے۔ کیا کسی شاعر نے کبھی کوئی ایسا معرکہ سر کیا؟ اور اکابرین ملت سے ایسی سندِ تحسین اور آفرین حاصل کی جیسی حضرت مرزا صاحب نے حاصل کی؟

مگر علامہ اقبال نے مولانا روم اور دوسرے شعراء اور مفکرین خصوصاً مغربی فلسفی نظریات سے استفادہ کیا۔ اور بعض کے اقوال کے جواب میں اشعار کہے۔ چنانچہ پیامِ مشرق میں گوئٹے کا جواب دیا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعوےٰ بھی تھا کہ

تا مرا رمزِ حیات آموختند + آتشے در سینہ ام افروختند
حق رموزِ ملک و دیں برمن کشود + نقش غیر از پردۂ چشمم ربود

یعنے مجھ پر زندگی۔ دین اور حکمرانی کے راز کھولے گئے۔ جس سے میرے سینہ میں ایک آگ بھڑکا دی ہے۔ (باقی ـــ باقی)

## ایک تقریب

مؤرخہ ۸؍ جولائی ۱۹۷۸ء - دارالسلام لاہور میں مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور نے سرینام سے آنے والے دو معزز مہمانوں کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ جس میں احباب و خواتین جماعت نے شرکت کی۔ اس تقریب کی مکمل روئداد آئندہ اشاعت میں ہدیۂ قارئین کرام ہوگی۔ (انشاء اللہ)

نہیں لیتے۔ جذباتیت کے بھنور میں سرگرداں ہو کر کفر سازی کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ہمارے عالم اپنے آباء و اجداد کے عقائد پر ایسے راسخ ہو چکے ہیں کہ ان میں تبدیلی کرنا گویا کفر و شرک کے مترادف خیال کرتے ہیں۔ نہ غور سے دماغی آنکھ سے دیکھتے ہیں نہ دل کے کانوں سے دوسروں کے معقول اصولوں کو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ ان حضرات میں سے بعض غلط اصولوں اور فریب کاری کی باتوں کا خوب پرچار کرتے ہیں۔ اور انہیں فیوض یزدانی تصور کرتے ہیں اور عوام الناس کو بے معنی اور فضول باتوں میں لگا کر مذہب کی آڑ میں فسادات کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام مسلمان بھائیوں کی اخلاقی حالت قابل رحم ہے۔ اسوۂ حسنہ سے بہت دور بد اخلاقی کے بازار میں ہنگامہ آرائیاں کی جاتی ہیں۔ اور ان بد اخلاقیوں کو مذہب کا جامہ پہنا دیا جاتا ہے پھر ایمانی قوت اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ ایسے ہنگاموں کو عین دینِ الٰہی کا ضروری جزو قرار دیتے ہیں۔

## عذابِ جہنم سے بے نیاز طرح طرح کی بدیوں میں مدہوش ہیں

ماہ مئی و جون کی آگ برسانے والی گرمی آپ نے دیکھی اور جھیلی ہے۔ سورج کی جھلس دینے والی کرنوں نے کرۂ ارضی میں آتش افشانی کا سماں پیدا کر رکھا تھا۔ اس تپتی دھوپ اور تڑپا دینے والے سورج کی حدت کی وجہ ہی تو ہے کہ کئی کمزور اشخاص SUN STROKE کی بیماری سے جان بحق ہو گئے۔ کیا اجسام کو پگھلا دینے والی گرمی اور تمازت کو بھی دیکھ کر دوزخ کی آگ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ آگ ہزار گنا زیادہ تپش انگیز ہوگی۔ اس آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

آپ خدا کی خدائی کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ اس کے احکام پر پورے طور پر عمل پیرا کیوں نہیں ہوتے۔ کیا ہوگا جب یہ زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔ زمین اپنے اندر کا مال و متاع باہر نکال دے گی۔ وہ گھڑی سخت مصیبت اور اضطراب کی ہوگی۔

کاش ہم کچھ سبق حاصل کریں اور موجودہ جون کی گرمی اور اس کی حرارت سے علیم حکیم کا خوف دلوں میں پیدا کریں۔ ہمارے دل و دماغ پر طاغوت کا اثر غالب ہے۔ ہم اسی طرح جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں۔ ہم غیبت کرنے اور الزام تراشی کی وبا میں اسی طرح مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ہم اپنی جیبوں کو بھرنے کے لئے ناجائز ذرائع آمدنی کی تلاش میں کوشاں ہیں۔ ہم بھائی کا خون بہانے اور اسے دکھ دینے میں ذرا بھر بھی خوف نہیں کھاتے۔ احکام الٰہی کی کس قدر نافرمانی ہو رہی ہے۔ ہم جانوروں کی طرح سفلی جذبات کے غلام بن چکے ہیں۔ اور اسی کو دنیا کی عیش و عشرت کا راز تصور کرتے ہیں۔ ہم اپنے غصہ کو دبانا اور گالی گلوچ سے اجتناب کرنا جانتے ہی نہیں۔ آخر خدائے برتر کے ہاں ہمارا کیا حشر ہوگا؟ ہم مسلمان کہلاتے ہیں لیکن اکثر افعال میں کافروں سے بدتر نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن برائی کے کاموں میں بھی بے دھڑک مبتلا پائے جاتے ہیں۔ کونسی وہ **گھڑی ہوگی جب ہم اپنے اندر اصلاح اور نیکی کے اوصاف پیدا کرنے میں اپنے آپ کو تیار کریں گے۔**

ذرا سوچ بچار سے کام لیجئے۔ موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ نہیں کہہ سکتے کہ کب روح اس قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔

## اعلائے کلمۃ اللہ سے عدم تعاون اور اختلاف کی صورت میں ہنگامہ آرائیاں

ہمارے اندر دھڑا بندی کی مرض تیزی سے کارفرما ہے۔ ہم آپس میں اختلاف کو ہوا دے کر اپنے اندر نفاق کا بیج بو رہے ہیں۔ ہم اپنے مشتعل جذبات کی رو میں تیز رفتاری سے بحر ظلمات کی طرف بہتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی خدا کا بندہ نہیں پوچھتا کہ ایسی ہنگامہ آرائی کا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ غنی حمید خدا سے دور بھاگتے ہوئے صحرائے لق و دق میں بادیہ پیما ہیں۔ ہم مومن کہلاتے ہیں۔ لیکن ربانی احکام کو روندتے ہوئے چلے جاتے ہیں اختلافات کی صورت میں (گو مخالفین حق بجانب ہی ہوں) ہمیں باری تعالیٰ کے حضور سجدوں میں گر کر دعا مانگنی چاہیئے، تاکہ رحیم و کریم خدا بگڑے ہوئے حالات اپنی بے پناہ رحمت کی بدولت ایسے درست کر دے کہ ہمارا اخلاقی حصار پھر سے گہری بنیاد پر استوار ہو جائے اور ہم رُحماء بینھم کے مصداق ٹھہریں۔

قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے۔ ہم جانتے ہیں کہ رب العلمین کے آگے گڑگڑانے اور خشوع و خضوع کرنے سے انسانی زندگی کی مشکلات، حزن و ملال اور شدید قسم کی بیماریوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے دل پتھر ہو چکے ہیں۔ دنیاوی آلائشوں اور حصول اقتدار میں ہم ایسے الجھ رہے ہیں کہ خدائے عزوجل کے حضور جھکنے کو ہم بہت بڑا بوجھ اور مشقت آمیز کام خیال کرتے ہیں۔ دل دنیاوی جاہ و جلال اور تزک و احتشام میں اٹکے ہوئے ہیں۔ خدا کے جبروت، اس کے خوف اور اس کی لازوال طاقتوں سے ہم غفلت اختیار کر چکے ہیں۔ اس کے غضب سے پوری طرح آشنا نہیں ہیں۔ یا آشنا ہونے کی کوشش نہیں کرتے۔ الا ماشاء

## اس عارضی دنیا اور اس کی محبت سے نکل کر آخرت کے بے بہا خزانوں کے حصول کیلئے مساعی جمیلہ سے کام لیجئے

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم اپنے عیبوں کو ٹٹولیں اور ان کو رضائے الٰہی کی خاطر اپنے اندر سے دھتکار کر باہر نکال دیں۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہوگی اگر اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہم اپنے آپ کو فوری طور پر ہر گناہ سے مبرا و منزہ کر لیں سابقہ گناہوں اور بے عنوانیوں کی معافی کے لئے سربسجود ہو کر غنی حمید خدا کے حضور سچے دل سے توبہ کریں۔ نہ معلوم کل تک بھی ہم زندہ ہیں یا نہیں۔

ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ کس تیزی کے ساتھ انسانوں کی موتیں واقع ہو رہی ہیں جو صبح ہم سے بات چیت کر کے گیا نہایت صحت کی حالت میں تھا خبر ملی ہے کہ عصر کے بعد اس کی موت واقع ہو گئی۔ لہٰذا ہر لمحہ جو ہم کو دیا گیا ہے اس میں ہمیں اپنی آئندہ زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہر قسم کا حیلہ، ہر قسم کی تدابیر میدانِ عمل میں لانی چاہئیں۔ دنیاوی کارکردگی اور دوڑ دھوپ کا جائزہ لیجئے۔ خداوند تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین اٹل ہیں۔ جس طرح دنیا کے قوانین کی پابندی سے تعمیری نتائج مرتب ہوتے ہیں اسی طرح قوانین خداوندی کو عملی تجربات کے ذریعہ پرکھا جائے۔ علم و بصیرت اور غور و فکر کی رو سے سمجھا جائے۔ ان کی خلاف ورزی سے نہ صرف تخریب عمل میں

ہے بلکہ نتیجہ بھی جہنّم ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا اس وقت مبتلائے عذاب ہے۔ جب تک انسان قرآن کریم کے احکام پر عمل نہیں کرتا انسانیت تباہیوں سے نہیں بچ سکتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ توبہ کیجئے۔ تائب ہو جائیے۔ آخرت کے دن کا فکر کیجئے۔ وہ دن دل کو دہلا دینے والا دن ہوگا۔ سینوں کو چاک چاک کر دینے والی گھڑی ہوگی۔ اس دن ایسی گھبراہٹ ہوگی کہ ہوش گُم ہو جائیں گے۔ علم و حکمت متزلزل ہو کر رہ جائیں گے۔ ہم غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔

آج سے ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اپنی جذباتیت، حصول شوکت اور دنیاوی لالچ کی تمناؤں اور آرزوؤں کو رضائے الٰہی کی خاطر خیرباد کہہ کر فوراً ترک کر دیں۔ تا قیامت کے دن خداوند تعالےٰ کے حضور سرخرو ہوں۔

جب ہم اپنے اندر پاکیزہ قلب اور پاکیزہ رُوح پیدا کر لیں گے۔ جب ہم غرباء پروری اور قربانی کا ٹھوس جذبہ میدانِ عمل میں ظاہر کرتے چلے جائیں گے۔ جب ہم غفور الرحیم کے آگے اپنے حضور قلب سے اپنی دنیاوی خواہشات کو قربان کر کے جھک جائیں گے تو مولائے برحق ہمیں اپنی رحمت کے لازوال خزانوں سے کلسو فوز کر دے گا یہ اس کا وعدہ ہے۔

آخرت کے دن ہمیں بلند درجات عطا فرمائے گا۔ اور ہم جنت میں اپنی رُوحانی صلاحیت کے مطابق ایسے ایسے مقامات حاصل کریں گے جن کے مقابل اس دنیا کی بہترین اور شاندار آرامگاہیں ہیچ ہوں گی۔ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہمیں کچھ عرصہ ابتلاؤں میں پڑنا ہوگا۔ اقبالؔ نے کہا ہے۔

ہوئے مدفون دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو بن کر گہر نکلے

سُچے لعل و گہر بننے کے لئے ہمیں شور انگیز موجوں کے تھپیڑے برداشت کرنے ہوں گے۔ صبر و استقلال کو ہمیشہ لبیک کہتے ہوئے خدائے تعالےٰ کی غیر فانی قوتوں پر مکمل بھروسہ رکھنا ہوگا۔ پھر یہی فلک ستم شعار ہمارے لئے رحمتوں اور مسرتوں کا پیغام لانے والا بن کر ہم پر فرحت بخش اور رُوح پرور پھول نچھاور کرے گا۔ اور ہم اپنے تقویٰ و طہارت۔ اتقاء و پرہیزگاری کی بدولت ہی کہکشاں بلندیوں تک پرواز کریں گے۔ آخرت کے دن حسین نظارے دیکھیں گے نیز اعلےٰ ترین نعماءِ جنت سے اس قدر محظوظ ہونگے کہ خدائے برتر کے آگے شکرگذاری کے طور پر جھک جائیں گے۔

---

# اس ہفتہ کا رابطہ اجلاس

- تاریخ ـــــــ :ـ ۱۷ر جولائی ۱۹۷۸ء
- وقت ـــــــ :ـ ۵½ بجے شام
- میزبان ـــــــ :ـ جناب عبدالغفور ثاقب صاحب۔ امپرومنٹ ٹرسٹ کالونی۔ A-4 جنگ نگر سمن آباد۔ لاہور۔

الدّاعی: چیئرمین رابطہ کمیٹی، مقامی جماعت احمدیہ۔ لاہور۔

---

# نمایاں کامیابی ـــــ دو اعزاز

یہ خبر جماعتی حلقوں میں خوشی سے سُنی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص ممبر محترم کرنل حنیف اختر صاحب ملتی کو گذشتہ دنوں بلوچستان یونیورسٹی کے ایل ایل بی کے امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے پر دو گولڈ میڈل انعام کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ ایک میڈل یونیورسٹی کی طرف سے جبکہ دوسرا قاضی عیسےٰ گولڈ میڈل ہے جو کہ بیگم قاضی عیسےٰ کی طرف سے اپنے شوہر نامدار کی یادگار کے طور پر قانون کے امتحان میں اوّل آنے والے طالب علم کو دینے کا اعلان کیا ہے۔ خوش قسمتی سے کرنل صاحب موصوف پہلے شخص ہیں جن کو یہ گولڈ میڈل دیا گیا ہے۔

کرنل صاحب بدوملہی ضلع سیالکوٹ کے ایک مخلص اور دیرینہ احمدی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور چوہدری سید احمد صاحب مرحوم و مغفور کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا تعلیمی ریکارڈ شروع سے ہی نہایت شاندار رہا ہے۔ آپ نے مڈل سکول سے بی اے تک ہر امتحان میں نہ صرف فسٹ ڈویژن حاصل کی بلکہ وظیفہ بھی لیتے رہے۔

آپ نے بی اے آنرز (عربی) میں بھی گولڈ میڈل حاصل کیا تھا۔ جس کے بعد آپ کو فوج میں کمشن مل گیا۔ ۱۹۵۹ء میں جب آپ کیپٹن تھے مصر میں ایک عربی کورس (جس میں متعدد ممالک کی طرف سے منتخب کردہ دیگر افسران بھی شریک ہوئے) میں شمولیت کے لئے حکومتِ پاکستان کی طرف سے آپ کو چُنا گیا، آپ نے اس کورس کے جملہ شرکاء میں بھی اوّل پوزیشن حاصل کی۔

مصر سے واپسی پر حکومت کی طرف سے فوج کے عربی ترجمان کے طور پر آپ کا تقرر کیا گیا۔ یاد رہے آپ نے بلوچستان یونیورسٹی سے ایل ایل بی کا حالیہ امتحان بھی اپنی فوجی ملازمت کے سلسلہ میں کوئٹہ میں قیام کے دوران ہی پاس کیا ہے۔

اس خوشی کے موقعہ پر کرنل صاحب نے مبلغ پچاس 50/- روپے خزانۂ انجمن میں ارسال فرمائے ہیں۔

ہماری دُعا ہے کہ خُدا تعالےٰ کرنل صاحب کو مزید کامرانیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

ـــــــ شیخ اللہ بخش بدوملہی

---

# حضرت مسیح زماںؑ کی الوصیّت

انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں، اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں۔ اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ ایک چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے۔

# تبلیغ بلادِ غیر

## مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا

(اِلہام حضرت مسیح موعودؑ)

مرتبہ :۔ چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

**گھانا سے مسٹر شہاب ادریس لکھتے ہیں :۔**

"میں یہ عریضہ بصد مسرت آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ بفضلہٖ تعالےٰ آپ بخیریت ہوں گے ۔ میں آپ کی مساعیٔ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے بارے میں ایک مدّت سے سُنتا چلا آ رہا ہوں ۔ آپ راہِ حق میں جو جہاد کر رہے ہیں، اس کا معترف ہوں اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو ۔ مَیں بڑی مدّت سے متمنّی تھا کہ آپ سے تحریری طور پر مخاطبت کی خوشی حاصل کروں ۔ لیکن پتہ خط وکتابت نہ ہونے کی وجہ سے مراسلت نہ ہو سکی۔

اتفاق کی بات ہے کہ پچھلے دنوں ایک دوست سے ملاقات ہوئی، وہ کتابوں کا ایک بڑا بنڈل اُٹھائے ہوئے تھے ۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا، کہ اس میں اسلامی کتب ہیں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان نے مجھے تحفۃً ارسال کی ہیں۔ مَیں نے ان سے آپ کا ایڈریس لے لیا ہے ۔ اب انشاءاللہ آپ سے خط وکتابت جاری رکھوں گا ۔ مہربانی فرما کر مجھے بھی اسلامی اور دینی معلوماتی کُتب اور انگریزی ترجمۃ القرآن مرحمت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں، شکر گذار ہوں گا۔"

**جواب :**

آپ کے مکتوب سے مجھے بھی از حد خوشی حاصل ہوئی ہے ۔ انجمن کی اسلامی خدمات کو آپ نے سراہا ہے ۔ اس سے بہت حوصلہ افزائی ہوئی ہے ۔ دُعاؤں کا شکریہ ۔ چند اسلامی کُتب آپ کی خدمت میں ارسال ہیں ۔ چونکہ آپ سے مراسلت جاری رہے گی ۔ حسب طلب دیگر کُتب بھی آپ کو ملتی رہیں گی ۔ انشاءاللہ ۔ اُمید ہے نہ صرف آپ ہی ان کُتب کے مطالعہ سے فائدہ اُٹھائیں گے بلکہ اپنے عزیز و احباب کو بھی پڑھنے کے لئے دیں گے ۔ ہماری مطبوعات کی فہرست بھی ارسال خدمت ہے ۔ خدمتِ اشاعتِ اسلام اُمتِ مُسلمہ کا آسمانی فریضہ ہے ۔ اُمید ہے آپ اپنے حلقہ میں ممکن سہولتوں سے یہ فریضہ ادا کرتے رہنے کی بھرپور کوشش کریں گے ۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

**نائیجیریا سے جناب کلاڈلی رقمطراز ہیں :۔**

"محبیّ فی اللہ ! چونکہ آپ اللہ تعالےٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے کام و مقاصد کو دنیا جہان میں پیش کر اور پھیلا رہے ہیں اور اس کی رضا کی راہوں پر چل رہے ہیں، اس پر میں آپ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں ۔ اور بارگہِ ایزدی میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو منعم علیہم میں سے بنائے اور اور اپنے افضال و برکات سے حصہ دے ۔ آمین ۔

وہ لوگ جو مالی طور پر کمزور ہیں اور دینی کُتب نہیں خرید سکتے ۔ وہ آپ کی ارسال کردہ کُتب ، ہاتھوں ہاتھ لیتے اور بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کرتے ہیں ۔ جس سے نہ صرف ان کو اسلام کے بارے میں ذاتی طور پر معلومات حاصل ہوتیں، اپنے دین کی افادیت و اہمیت سے بھی انہیں آگاہی ہوتی ہے ۔ مجھے بھی فی الحقیقت ان کُتب کی اشد ضرورت ہے ۔ اُمید ہے کہ آپ مجھے اسلامی کُتب للہ فی اللہ بھجوا کر شکر گذاری کا موقعہ دیں گے ۔ اور سلسلۂ خط و کتابت بھی جاری رکھیں گے ۔ والسلام ۔"

**جواب :**

اخی فی الاسلام ! خدا اور رسول صلعم کے جس کام میں ہم لگے ہوئے ہیں، وہ ایک فریضہ ہے جس سے عہدہ برآء ہونے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ اس کام میں اسلام کے لئے درد و غیرت رکھنے والے احباب و خواتین بڑے ایثار و قربانی کا ثبوت دے رہے ہیں ۔ ان کی دلی تمنا ہے کہ خدا اور رسول کا پسندیدہ دین اسلام اکنافِ عالم میں پھیل جائے ۔ تا عالمِ انسانیت مادی و رُوحانی فلاح و بہبود حاصل کر سکے ۔ چنانچہ سُود و زیاں سے بے نیاز یہ انجمن اپنے تمام تر ذرائع اور وسائل کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروف ہے، اس لئے اس کام میں اگر ہماری کوئی کامیابی ہے تو وہ محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہے ۔ آپ کی دعاؤں کا شکریہ ۔

خدمتِ دینِ اسلام کا کام ہر جگہ اور ہر لمحہ ممکن ہے ۔ آپ بھی انفرادی طور پر اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے بالفعل اس کی خدمت کر سکتے ہیں ۔ امید ہے اس فریضہ سے آپ بھی عہدہ برآء ہونے کی کوشش کریں گے ۔

آپ کو اسلامی لٹریچر بھیجا جا رہا ہے امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے آپ مستفید ہوں گے ۔ ہماری انجمن ایک ماہوار انگریزی رسالہ "دی لائٹ" شائع کر رہی ہے ۔ اس میں اسلام و دیگر مذاہب کے بارے میں بیش قیمت مواد درج ہوتا ہے ۔ آپ اس کا حق خدمت ادا کر سکیں تو آپ کے نام جاری کر دیا جاوے گا ۔ سب احباب کو السلام علیکم پیش کریں ۔ یقین ہے کہ ہمارا سلسلۂ مراسلت جاری رہے گا ۔ انشاءاللہ العزیز ۔

**گھانا سے مسٹر حسن لکھتے ہیں :۔**

"میں ایک مسلم نوجوان ہوں اور دینیات سے دلچسپی رکھتا ہوں یہاں پر فی الحال کوئی ایسے وسائل نہیں ہیں جن سے فائدہ اُٹھا کر میں دینیات کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کر سکوں ، لیکن میرا دل یہ کہتا ہے کہ آپ میری مقصد براری میں یقیناً کام آ سکتے ہیں ۔ چنانچہ میں آپ کے تعاون سے مزید علمِ دین حاصل کرنے کا خواہاں ہوں ۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ اسلامی لٹریچر ارسال کرتے رہیں ۔ میں ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کروں گا ۔ اگر آپ انگریزی ترجمۃ القرآن عنایت فرمائیں تو نوازش ہوگی ۔"

**جواب :**

محترم برادرم ! آپ کا خط ملا ۔ الحمد للہ ۔ خوشی ہوئی کہ آپ نوجوان ہیں اور اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں ۔ نوجوان قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں ۔ اُمتِ مسلمہ میں آپ ایسے نوجوان ہوں تو اس کی خوش نصیبی ہے ۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو، تفہیم دین کی توفیق دے اور اس کی برکات کو دوسروں تک پہنچانے کی ہمت بخشے ۔ اس راہ میں انجمن آپ کی ہر ممکن خدمت کرتی رہے گی ۔ اور اپنے وسائل سے آپ کو مستفید ہونے کے مواقع فراہم کرے گی ۔

چند اسلامی کتب ارسالِ خدمت ہیں ۔ آپ ان کے مطالعہ سے یقیناً خوش ہوں گے ۔ امید ہے کہ لائقہ سے آئندہ بھی یاد کرتے رہیں گے ۔ والسلام ۔

**جنوبی افریقہ سے مسٹر نوئے ہارون لکھتے ہیں :-**

"میں ایک مقامی جامعہ کا طالب علم ہوں۔ آپ مجھے وقتاً فوقتاً مختلف لٹریچر ارسال فرماتے رہتے ہیں۔ اس کو میں پسند کرتا ہوں۔ ایک دوست کے پاس آپ کا ارسال کردہ انگریزی ترجمۃ القرآن دیکھا۔ مجھے بہت ہی پسند آیا۔ اور اس کو حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ یہ قرآن کریم مرحمت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ امید ہے دعاؤں میں یاد رکھیں گے اور جواب سے مطلع فرمائیں گے۔"

جواب :- آپ دعاؤں میں یاد رکھ رہے ہیں اور جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تحصیل علم کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔ تحصیل علم مسلم مرد عورت پر فرض ہے۔ ہماری دعا ہے کہ آپ اس فریضہ کی ادائیگی میں کما حقہٗ پورا اتریں۔ علم اللہ تعالیٰ کی برکات و افضال کا ایک حصہ ہوتا ہے حصول علم کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت کے علاوہ دردبھری دعاؤں کی بھی ضرورت ہے۔ اُمید ہے آپ اپنی کامیابی کے لئے دعا سے بھی کام لیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلم مومن کی دعاؤں کو آج بھی سنتا ہے، ان کا جواب دیتا اور ان کو قبول فرماتا ہے۔

عزیزم محترم! مسلمان دُنیا جہان کے کسی بھی علم سے مستفید و مستفیض ہو، نہایت نیک بات ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ علم دین اسلام سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ فی الحقیقت یہی ایک علم ہے جو سارے علموں پر حاوی ہے اور جو دنیا اور آخرت ہر دو زندگیوں میں کام آنے والا ہے جبکہ اس کے علاوہ دیگر تمام علوم اس دنیا کے لئے ہیں اور اس دنیا میں ہی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اپنی رضا کی وادیوں پر چلنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ چند کتب ارسال ہیں۔ حاصل مطالعہ سے آگاہ کیجئے۔ آئندہ بھی آپ کو مزید لٹریچر وقتاً فوقتاً ارسال ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ

---

**یونگا دگاتا سے مسٹر ادریس صادق لکھتے ہیں :-**

"محترم مکرم! اگرچہ میں مسلم ہوں اور مسلم خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ لیکن افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ مجھے دین اسلام کی تعلیمات حاصل کرنے کا موقعہ اب تک نصیب نہیں ہوا۔ مجھے اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات بھی حاصل نہیں ہیں۔ میں بالکل کورے کا کورا ہوں۔ کیونکہ مجھے بچپن سے ہی یورپین سکول میں داخل کر دیا گیا تھا۔ جہاں اسلام کے بارے میں اچھائی و برائی کی کوئی بات نہیں کی جاتی۔ میں اب اسلامی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں آپ کے تعاون کا خواہاں ہوں، لہٰذا اسلامی کتب، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور قرآن کریم بھجوا کر مہربانی فرمائیں۔ ان کا مطالعہ میرے لئے نہایت ہی مفید مطلب ہوگا۔"

**جواب :-**

عزیز محترم! آپ مسلم ہیں اور مسلم خاندان سے تعلق ہے اس کے باوجود آپ اسلام سے واقف نہیں اس لئے کہ آپ کو انگریزی طرز تعلیم کے مدرسہ میں داخل کروا دیا گیا۔ اس لئے دین اسلام سے کلیتہً بے بہرہ ہیں۔ یہ کہانی صرف ایک مسلم فرد ادریس صادق کی نہیں بلکہ نہ جانے کتنے مسلم بچے بچیوں، لڑکے لڑکیوں اور نوجوانوں کی کہانی ہے۔ مخالفِ اسلام طاقتیں اور مذاہب ہمیشہ سے اسلام دشمنی کے باریک سے باریک حربے استعمال کر رہے ہیں۔ جن میں سے ایک نام نہاد یورپین ٹائپ سکولوں کا قیام ہے۔ جہاں مسلمان بچوں کو نہ صرف اپنے دین سے بے بہرہ رکھا جاتا بلکہ اس سے برگشتہ اور باغی بھی کیا جاتا ہے کاش احساس پیدا کریں جہاں انہیں اسلامی قدروں سے بھی روشناس کروایا جائے۔ بہرحال آپ کو لٹریچر بھجوایا جا رہا ہے جس میں آپکو اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل ہوں گے۔ آپ ان کا مطالعہ کیجئے۔ بعدازاں آپ کو مفید مطلب اور بھی کتب فراہم کی جائیں گی۔ سردست ترجمہ و تفسیر قرآن کا مطالعہ آپ کے لئے مشکل ہوگا۔ تاہم آئندہ مناسب وقت پر آپکو یہ تفسیر بھی مہیا کر دی جائے گی۔ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہے تو ہمیں خوشی ہوگی۔

---

## خطبہ جمعہ — بسلسلہ صفحہ ۴

پیدا ہوا جس سے وہ دیکھنے سے بھی محروم ہیں۔ اور یہ تھوڑے اگر درست ہوں تو انسان درست فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بیکار ہو چکے ہوں تو اب اُن پر نہ وہ دل و دماغ روشن کرنے والی آیات نور پیدا کر سکتی ہیں اور نہ سچائی کے خوش کُن نغمے اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی اُن سچائی کے حامل لوگوں کی زندگی نظر آتی ہے کہ انسان غلط اور صحیح میں تمیز کر سکے۔

اب ایسے انسانوں کو فلاح و رشد نصیب ہو تو کیونکر ظاہر ہے کہ جب ایسے لوگ جو ان قویٰ کی رہنمائی سے محروم ہو چکے ہیں، راہِ راست سے بھٹک کر برائی اور بدی کی دلدل میں پھنس گئے جس کی پھسلن ان کو وادی جہنم تک پھسلا دے گی اور وہ خدا کے غضب اور اس کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا ہے :-

انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون ○ ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم۔

یعنی بلاشبہ یہ عظیم کتاب متقی کے لئے رہنمائے رشد و فلاح اور منکر کے لئے ایک آگاہ کرنے والی کتاب ہے کہ اس کے انکار و کفر سے اس کا انجام کیا ہوگا یعنے منکر کو خدا کا معتوب ہونا پڑیگا اور مبتلاءِ عذاب عظیم ہونا پڑے گا۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مؤرخہ ۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ نمبر ۲۸

بہار آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء | نمبر ۲۵

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## ہماری غرض بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو اس خدا کی طرف رہنمائی کریں جسے ہم نے خود دیکھا ہے

خدا تعالیٰ کا غیب میں ہی ہونا انسان کے لئے تمام تلاش اور جستجو اور کل تحقیقاتوں کی راہوں کو کھولتا ہے۔ جس قدر علوم اور معارف انسان پر کھلے ہیں گو وہ موجود تھے اور ہیں۔ لیکن ایک وقت میں وہ غیب میں تھے۔ انسان کی سعی اور کوشش کی قوت نے اپنی چمکار دکھائی اور گوہر مقصود کو پا لیا۔ جس طرح پر ایک عاشق صادق ہوتا ہے۔ اس کے محبوب اور معشوق کی غیر حاضری اور آنکھوں سے بظاہر دور ہونا اس کی محبت میں کچھ فرق نہیں ڈالتا۔ بلکہ وہ ظاہری ہجر اپنے اندر ایک قسم کی سوزش پیدا کر کے اس پریم بھاؤ کا اور بھی ترقی دیتا ہے۔ اسی طرح پر مورتی لے کر خدا کو تلاش کرنے والا کب سچی اور حقیقی محبت کا دعویدار بن سکتا ہے۔ جب کہ مورتی کے بدوں اس کی توجہ کامل طور پر اس پاک اور کامل حسن ہستی کی طرف نہیں پڑ سکتی۔ انسان اپنی محبت کا خود امتحان کرے اگر اس کو اس سوختہ دل عاشق کی طرح چلتے پھرتے بیٹھے اٹھتے غرض ہر حالت میں بیداری کی ہو یا خواب کی اپنے محبوب کا ہی چہرہ نظر آتا ہے اور کامل توجہ اسی طرف ہے تو سمجھ لے کہ واقعی تجھے خدا تعالیٰ سے ایک عشق ہے اور ضرور ضرور خدا تعالیٰ کا پرکاش اور پریم میرے اندر موجود ہے۔ لیکن اگر درمیانی امور اور خارجی بندھن اور رکاوٹیں اس کی توجہ کو پھرا سکتی ہیں۔ اور ایک لحظ کے لئے بھی وہ خیال اس کے دل سے نکل سکتا ہے تو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کا عاشق نہیں اور اس سے محبت نہیں کرتا۔ اور اسی لئے وہ روشنی اور نور جو سچے عاشقوں کو ملتا ہے اسے نہیں ملتا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں آکر اکثر لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور خدا کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ نادانوں نے اپنی محبت کا امتحان نہیں کیا اور اس کا وزن کئے بدوں ہی خدا پر بدظن ہو گئے ہیں۔ پس

میرے خیال میں خدا تعالیٰ کا غائب میں رہنا انسان کی سعادت اور رشد کو ترقی دینے کی خاطر ہے اور اس کی روحانی قوتوں کو صاف کر کے جلا دینے کے لئے تاکہ وہ نور اس میں پرکاش ہو ہم جو بار بار اشتہار دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو تجربہ کے لئے بلاتے ہیں بعض لوگ ہم کو دکاندار کہتے ہیں کوئی کچھ بولتا ہے کوئی کچھ۔ غرض ان بھانت بھانت کی بولیوں کو سن کر جو ہر ملک میں جو اس دنیا پر آباد ہے۔ یورپ امریکہ وغیرہ میں اشتہار دیتے ہیں۔ اس کی غرض کیا ہے۔ **ہماری غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ تاکہ لوگوں اس خدا کی طرف رہنمائی کریں جسے ہم نے خود دیکھا ہے۔** سنی سنائی بات اور قصہ کے رنگ میں ہم خدا کو دکھانا نہیں چاہتے **بلکہ ہم اپنی ذات اور اپنے وجود کو پیش کر کے دنیا کو خدا تعالیٰ کا وجود منوانا چاہتے ہیں۔** یہ ایک سیدھی بات ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف جس قدر کوئی قدم اٹھاتا ہے خدا تعالیٰ اس سے زیادہ سرعت اور تیزی کے ساتھ اس کی طرف آتا ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک معزز آدمی کا منظور نظر عزیز اور واجب التعظیم سمجھا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے والا اپنے اندر ان نشانات میں سے کچھ بھی حصہ نہ لے گا؟ جو خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور بے انتہا طاقتوں کا نمونہ ہوں۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول)

---

دیکھ دل اپنے دل کو عرش رب العلمیں + قرب اتنا بڑھ گیا جس سے اترا مجھ میں یار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم + اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
(مسیح موعودؑ)

# انتہائی بے سروسامانی کے وقت انقلاب عالم کی قرآنی واضح پیشگوئیاں۔ خدا تعالیٰ کے وجود اور قدرت نمائی و اعجاز کے بیّن نشانات۔

## خدا تعالیٰ کا ازلی قانون ہے کہ اس کی نگاہ انسانی نیّات و اعمال پر ہے جس کے مطابق جزا و سزا ملتی ہے۔

**خطبۂ جمعہ:** مؤرخہ ۷ر جولائی ۱۹۷۸ء۔ فرمودہ حضرت ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

ولا تحسبنّ اللہ غافلاً عمّا یعمل الظالمون ۵ انّما یؤخّرھم لیوم تشخص فیہ الابصار ۵........
........ یوم تبدّل الارض غیر الارض والسّمٰوٰت و برزوا للہ الواحد القھّار ........... ھٰذا
بلاغٌ للنّاس و لینذروا بہ و لیعلموا انّما ھو الٰہٌ واحدٌ ولیذّکّر اولوا الالباب ۵ (سورۃ ابراھیم ۱۴ : ۴۲ تا ۵۲)

(مرتبہ: مولوی شفقت رسول خان)

ان آیات کے اندر ذکر ہے کہ خدا بندوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے جو اس کے احکام و قوانین کا انکار کرتے ہیں تو ان کے انکار کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ اور جو اس کے قوانین اور احکام و اوامر کی فرمانبرداری کرتے ہیں ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ سے نوازا جائے گا۔ تاریخ انسانی کو پیش کرکے اس سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ تاریخ عالم پر نظر کرو۔ کیا پہلی قوموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ نہیں ہوا؟ پھر قرآن پاک کے منکرین پر حجت کی ہے کہ پہلے لوگ بھی اپنے مال و دولت۔ شوکت و حشمت اور کثرت کی بناء پر اپنے غلبہ کے داعی تھے۔ اور حق کو مٹانے کے لئے ایسی زبردست مکر و منصوبہ بازیاں کیں کہ ان سے پہاڑ بھی ہل جائیں۔ لیکن خدا نے اپنے رسولوں سے ان کے ساتھ کئے گئے وعدے پورے کئے اور ان کو باطل پر غلبہ اور قوت حاصل ہوئی۔ کیونکہ خدا عزیزٌ ذوانتقام بھی ہے۔ **"ایک دن آئے گا کہ زمین اور آسمان بدل جائیں گے اور تمام لوگ خدا کے حضور حاضر ہوں گے"** کے واضح الفاظ میں یہ پیشگوئی فرمائی ہے اور قبل از وقت فرما دیا ہے کہ ان منکرین کے جمیع ذرائع مخالفت کے باوجود زمین و آسمان بدل کر رکھ دیئے جائیں گے اور کفّار کو خدا کی بارگاہ میں ندامت سے گردنیں جھکائے حاضر ہونا پڑے گا۔ اور منکرین کا بُرا حشر ہوگا۔ یہ عبرت کا مقام ہے تاکہ لوگ خدا سے ڈر جائیں **اور یقین کریں کہ خدا موجود ہے۔**

لیکن یہ اہل علم کے لئے ہی پیشگوئی ہے مگر یہ نقشہ جو منکرین کا کھینچ کر دکھایا گیا ہے اس کو خود منکرین اور مخالفین اسلام نے بھی تسلیم کیا ہے۔ تاریخ میں یہ مرقوم ہے کہ اہل عرب کے اقوال و افعال کیا تھے اور حضورؐ کی دعوت الی الحق کی مخالفت میں انہوں نے کتنا زور اور قوت صرف کی۔ لیکن انجام کار ان کی خدا کے حضور گردنیں جھک گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد پہلے ملک عرب اور پھر جمیع عالم کی کیسی کایا پلٹ ہوئی! اور کیسا انقلاب عظیم برپا ہوا!!

یہ خیال سوفسطائی و باطل ہے کہ یہ کامیابیاں اور کامرانیاں اور انقلاب محض اتفاقی چیز ہے بلکہ قرآن کریم نے اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ ہم زمین و آسمان بدل دیں گے۔ زمین سے مراد انسان کا دل اور آسمان سے مراد اس کا ماحول ہے۔ اور تبدیلی زمین و آسمان سے مراد دلوں کا اور ماحول کا تبدیل ہو ... اور ... نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ایک شخص خدا کی طرف سے کھڑا ہوتا ہے اور لوگ اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ لیکن بالآخر اس شخص کی سچائی ثابت ہو کر رہتی ہے۔

خدا کی ہستی اور خدا کی صفات یونہی نظر نہیں آ جاتے بلکہ اس کا وجود اس کی قدرت کے نشانوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب انسان خدا کے زبردست نشانوں کو جو انسانی دسترس سے بالاتر ہوتے ہیں دیکھ لیتا ہے تب وہ خدا کی ہستی اور اس کی قدرت کو پہچان لیتا ہے اور ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

تبدیلیاں دو قسم کی ہوتی ہیں بیرونی اور اندرونی **اور اندرونی تبدیلی قلب و روح میں تبدیلی** و انقلاب کا نام ہے۔ یہ انقلاب اس بزرگ ہستی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو اپنے اعمال و افعال کے نمونہ سے ایک معاشرہ پیدا کرتا ہے اور پھر اس سے ... متاثر ہو جاتی ہے۔ ایسا انقلاب پیدا کرنا صرف مامور من اللہ ہی کا کام ہے اور یہ اسی کی بدولت برپا ہوتا ہے۔ مخالفین اسلام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایسے عظیم پیدا کردہ انقلاب کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔

چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مصنّف نے اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تمام مذہبی شخصیّتوں سے کامیاب ترین شخصیت ہوئے ہیں۔

اسی طرح ولیم میور لکھتا ہے کہ حضور انقلاب اسلام لانے میں اس وجہ سے کامیاب ہوگئے کہ آپؐ مکی زندگی میں ایک ایسا معاشرہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے جو اعلیٰ ترین اخلاق و آداب و معاشرت کا کامل نمونہ تھا حالانکہ آپ **کے ساتھ صرف ۳۱۳ آدمی کھڑے ہوئے تھے۔** ان کے پاس حکومت اور طاقت نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود انہیں غلبہ اور حکومت حاصل ہوئی۔ **اگرچہ** حکومت اور طاقت حاصل کرنا ان کا مقصد بھی نہیں تھا کیونکہ اس سے قبل بھی اہل عرب نے مکہ میں آنحضورؐ کے سامنے دو مرتبہ حکومت کی پیشکش کی تھی۔ لیکن آپؐ نے تمام دنیاوی لالچوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ کفّار چاہتے تھے کہ آپؐ ان کے بتوں کی مذمّت نہ کریں تو وہ لوگ انہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے۔ لیکن آپؐ مداہنت اور منافقت کے قطعاً قائل نہیں تھے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے آنجناب کو کامیابی اور غلبہ عطا کیا۔

چنانچہ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ وہی بےکس و بےبس گروہ جن کو وطنوں سے در بدر کیا گیا۔ نیز نئی پناہ گاہ میں زبردست افواج کے ذریعہ ملیامیٹ کرنا چاہا، وہی پاک گروہ بدر و فتح مکہ کے ایام میں

باقی برصفحہ ۱۰ کالم ۲

# نوجوان طبقہ میں دینی قدریں بحال کرنے سے ہی جماعتی مستقبل روشن ہو سکتا ہے۔
## آج جماعت کے اندر محبت و مؤدت کے تعلقات کو ترقی دینا اشد ضروری ہے
### مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کے رابطہ اجلاس سے حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب دامت برکاتہٗ کا خطاب

جناب ۔۔۔ عبداللطیف صاحب چیئرمین رابطہ کمیٹی مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور نے ایک انٹرویو میں مقامی
جماعت مختلف سرگرمیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے مقامی احباب
جماعت کرنے، ان کے مسائل و معاملات جاننے ان کو ہر ممکن طریق سے حل کرنے اور ان کی آپس میں باہمی
ملاقات کا ۔۔۔ غرض سے ایک پروگرام بنایا ہے۔ جس کے تحت اجتماعی اور حلقہ وار اجلاس ہائے رابطہ جات کا سلسلہ
شروع کیا گیا ۔۔۔ ائی میں لاہور کے تین مختلف حلقوں گلبرگ ۳، سمن آباد ۔۔۔ گلبرگ میں رابطہ اجلاس منعقد ہو رہے ہیں
جن میں مرکزی ۔۔۔ مقامی جماعت کے عہدیداران، شبان الاحمدیہ کے ممبران اور متعلقہ احباب حلقہ شامل ہو رہے ہیں۔
اجلاس ۔۔۔ یہ سلسلہ نہایت مبارک و مستحسن ہے اور سودمند اثرات و نتائج کا حامل بھی۔ اس کا کامیاب تجربہ چند سال پہلے
بھی کیا گیا تھا ۔۔۔ کے افراد میں قریبی اور گہرے تعلقات جہاں جماعتی زندگی کے لئے از بس ضروری ہیں وہاں جماعت کے مقاصد کو
آگے بڑھا ۔۔۔ نہایت مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ امید ہے جملہ جماعتیں بھی اس طرف اثباتی توجہ دیں گی اور احباب سے قریبی تعلقات
کو محبت و مودت، ہمدردی و خیر خواہی اور صلاح و فلاح کی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے مزید اقدام کریں گی۔ بانیٔ جماعت حضرت مسیح
موعودؑ نے جماعتی تعلقات کی پختگی اور پائیداری کی اہمیت پر بڑا اور بار بار زور دیا ہے اور اس رشتہ کو خونی رشتہ سے بڑھ کر قرار
دیا ہے۔ مقامی جماعت لاہور مبارکباد کی مستحق ہے کہ وہ اس اہم پہلو پر توجہ دے رہی ہے اور باہمی اخوت اور بھائی چارے کو
مستحکم کرنے کے لئے عملی اقدام کر رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی مساعی کو بار آور کرے۔

مؤرخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۷۸ء بروز سوموار بعد نمازِ عصر حلقہ گلبرگ ۳ لاہور میں محترم ڈاکٹر وحید احمد صاحب کی میزبانی میں ان کی قیام گاہ پر ایک رابطہ اجلاس حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہٗ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ احباب ایک دوسرے سے کھل مل گئے اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلۂ خیالات کیا۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے صدر محترم چوہدری نذر رب صاحب نے تعارفی تقریر میں رابطہ پروگرام پر روشنی ڈالی۔ مقامی حالات کے پیشِ نظر احباب نے مختلف تجاویز پیش کیں اور ان پر غور و خوض ہوا۔ جناب حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہٗ نے صدارتی تقریر فرمائی جس میں رابطہ اجلاسوں کی افادیت و اہمیت پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ آپ کی تقریر کا مکمل متن ہدیۂ قارئین کرام کیا جاتا ہے۔ اس تقریب کے آخر میں معزز میزبان نے حاضرین کی موسم کے مطابق پُرتکلف تواضع فرمائی۔ ——— (ابو سلمان ایم اے) ———

### مکرم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب دامت برکاتہٗ کی تقریر کا متن

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔ و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً ——— و اولٰئک ھم المفلحون۔
(اٰل عمران ۱۰۱ تا ۱۰۳)

برادرانِ عزیز! میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۃ شریفہ آل عمران کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ یہ آیاتِ کریمہ، جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبہ جمعہ میں بھی بتایا تھا، ہماری مجالس اور تقریبوں میں کثرت سے پڑھی جاتی تھیں اور پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن وہ کام جو ہم نے آج سے ساٹھ ستر سال پہلے شروع کیا تھا، اس کام کی طرف عالمِ اسلام کو اب توجہ ہوئی ہے اور ہمیں اس بات کی از حد خوشی ہے کہ یہ مبارک کام دنیائے اسلام نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ہماری مساعی اور ہماری ایثار و قربانی اور ہماری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

فروغِ نورِ عشق اُو، در بام و قصرِ ما روشن
مگر بلند کسے آنرا کہ میدارد بصیرت را

ابھی ابھی کراچی میں پہلی ایشیائی مسلم کانفرنس منعقد ہوئی جو کل ہی ختم ہوئی ہے۔ اس کانفرنس میں بھی ان آیاتِ کریمہ کی تلاوت کی گئی اور اس پر عمل پر زور دیا گیا۔ اور آپ نے ٹیلی ویژن پر اس کانفرنس کے پروگراموں کو دیکھا سنا ہوگا۔ وہاں پر کتبوں کی شکل میں جگہ جگہ یہ آیت کریمہ اعتصموا بحبل اللہ جمیعًا لکھی ہوئی تھی۔ ہمیں دلی خوشی ہے کہ جس امر کی طرف اس صدی کے مامور نے بہت پہلے دنیا کو بالخصوص اسلامی دنیا کو توجہ دلائی تھی، اب اسی کی طرف توجہ ہو رہی ہے، اور جو کام ہم نے اس لاہور شہر سے ساٹھ ستر سال پہلے شروع کیا تھا، عالمِ اسلام بڑی توجہ اور سنجیدگی سے اس طرف متوجہ ہوا ہے۔ اس صدی کے مامور

کے کام کو جس قبولیت کے ساتھ عالمِ اسلام نے اپنے ہاتھوں میں لیا ہے، وہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہے، یہ الگ بات ہے اور یہ IRONY OF FATE ہے کہ اسی جماعت کو جس نے اس بات کی ابتداء کی اور جس مقصد کو دنیائے اسلام اب اپنانے کی کوشش کر رہی ہے، مسترد کیا جا رہا ہے۔

اگر آپ نے ان کی پریس کانفرنس سنی ہوں اور اخبارات کا مطالعہ کیا ہو، تو آپ کو یہ بات نظر آئے گی، کہ انہوں نے اسلام کے لئے اور اُمّتِ مسلمہ کی بقاء کے لئے جن خطرات اور فتنوں کی نشاندہی کی ہے اس میں سرِ فہرست بقول ان کے "قادیانی ازم" یا "احمدی ازم" ہے۔ بہرحال یہ تو الگ بات ہے۔ لیکن ہمارے لئے اس وقت جو سوچنے کی بات ہے وہ یہ ہے کہ خود ہمارے اندر اگر کچھ سستی اور کمزوری پیدا ہو گئی ہو تو اس کا کیا علاج ہے؟

ان تلاوت کردہ آیاتِ کریمہ کا تھوڑا سا مفہوم ان نوجوانوں کے لئے جو یہاں اس تقریب میں موجود ہیں، اور جن کے سامنے ان آیات کا مفہوم شاید مستحضر نہ ہو اور دیگر احباب کی یاد دہانی کے لئے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ان آیاتِ کریمہ میں ان اُصولوں کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے جو دُنیا میں اسلام اور اُمّتِ اسلامیہ کے لئے کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اور جن کے بغیر دنیائے اسلام کوئی اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل نہیں کر سکتی۔ ان میں سب سے پہلا اُصول یہ ہے فرمایا:۔

"یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔

یعنی اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، جو تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے، اس پر پورا اُترو، اور تم پر موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم کو وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار پائے۔"

اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب ہے اور اس وقت میں اور آپ مخاطب ہیں، قرآن کریم نے ہمیں ہمارے ایک انفرادی فرض کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ یہ کہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ اپنی سوسائٹی اور اپنی اُمّت و قوم کا ایک صحیح و صالح اور فعال فرد بننے کے لئے وہ تقویٰ کی راہ اختیار کرے اور حتی الوسع اس کا حق ادا کرے۔

**تقویٰ** کا لفظ آپ نے بارہا سُنا ہے اور اس کی تفسیر و تشریح بھی سنتے سناتے رہتے ہیں۔ اس کے معنی مختصراً یہ ہیں، کہ ہم پر جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اور جو اس کی مخلوق کے حقوق ہیں ان کو ہم تمام تر پوری قوتوں اور استعدادوں سے کام لے کر پورا کریں اور جس قدر قرآن کریم کے اوامر و نواہی ہیں، ان کی پابندی کریں اور خدائے بزرگ و برتر سے ڈرتے رہیں، اور اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ بالآخر ہم نے اپنے اعمال و افعال کی باز پُرس کے لئے بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونا ہے۔ چنانچہ قوم و جماعت کے ایک ایک فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی اصلاح کرے اور ہر مقام اور وقت پر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب تم پر موت آئے تو تمہیں متقی پائے۔ موت اچانک ہی آ سکتی ہے۔ جب وہ آئے تو وہ تمہیں نیک کام میں مصروف پائے اور اس حال میں کہ تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اور تم اس کے حضور فرائض ادا کر رہے ہو۔

اس لحاظ سے سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ہم نے اپنے اپنے طور پر اپنی اپنی اصلاح کرنی ہے۔ ہم لوگ جو یہاں پر بیٹھے ہیں ہمیں اس بات کو اپنے ذہنوں میں رکھنا چاہیئے۔ اپنی اولاد کو اس کی تلقین کرنا چاہیئے۔ اور اپنے گھروں اور اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں اور احباب میں اس کی تلقین کرنی چاہیئے۔ اگر انفرادی اصلاح نہ ہوگی تو دوسرا قدم نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ دوسرے قدم اور اصول کے طور پر فرمایا:۔

"اعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔

تم اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ مل کر اکٹھے ہو کر اس کو پکڑو، تفرقہ مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کی رسّی مسلمہ طور پر قرآن کریم ہے:۔

القرآن حبل اللہ المتین ممدودۃ من السماء الی الارض۔ (الحدیث)

قرآن کریم ہی اللہ تعالیٰ کی وہ رسّی ہے جو بڑی مضبوط ہے جو ٹوٹتی نہیں ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکائی گئی ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو عطا کی گئی ہے۔ اس رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا ہے۔ اجتماعی طور پر بحیثیت ایک جماعت اس کو مضبوطی سے تھامنا ہے، اور آپس میں تفرقہ نہیں کرنا ہے، اختلاف ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اختلاف کو تو رحمت کہا گیا ہے کیونکہ طبائع میں اختلاف ہوتا ہے۔ ہر ایک فرد کی فکر اور سوچ میں اختلاف ہوتا ہے اختلاف ہی سے آخرکار ایک اعلیٰ بات نکل آتی ہے۔ نیت اچھی ہو تو اختلاف بہت اچھی چیز ہے۔ نیت درست نہ ہو تو اختلاف سے بڑھ کر موت اور ہلاکت نہیں۔ **تفرقہ** یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا علیحدگی اختیار کرنا، جماعت سے بغاوت کرنا، غداری کرنا، یہ سب اقدامِ سوء ایسے ہیں جو جماعت کو کمزور کرنے کا باعث ہیں۔ اس سے جماعت و قوم قائم نہیں رہ سکتی۔

**جماعت** کے قیام کے لئے اور اس کے استحکام کے لئے حُسنِ نیت پر مبنی اختلاف اچھا ہے اور مفید ہو سکتا ہے وہاں تفرقہ نہیں ہے۔ یہ دوسری ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی جماعت نہیں بنتی اور نہ قائم رہ سکتی ہے۔ فرمایا کہ قرآن کریم ایک نعمت ہے۔ تم اس نعمت کو یاد کرو کہ جس کے آنے سے اور جس کے حصول سے تم آج ایک جماعت اور اُمّت بن گئے ہو۔ اس آیت کریمہ کے خصوصی مخاطبین وہ لوگ ہیں جن کی زبان میں اور جن کے زمانے میں قرآن کریم نازل ہُوا۔ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ خُون کے پیاسے تھے۔ **فالف بین قلوبکم۔** اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ تم میں اُلفت پیدا کر دی۔ اور تم جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے آج ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے بن گئے۔ اور ایک عظیم الشان بے مثال نئی برادری اور بھائی چارے کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اور ایسا تعلقِ محبت و مؤدت پیدا ہُوا کہ خونی رشتے پیچھے رہ گئے۔ اور ان سے بڑھ کر زیادہ پیار اور زیادہ محبت اور زیادہ قرب کے تعلقات قائم ہو گئے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم تو پہلے ہی آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اور قریب تھا کہ تم اس میں گر کر ہلاک ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر رحم فرمایا اور تم کو اس نے آگ میں گرنے کی ہلاکت سے بچا لیا۔

**قرآن** کریم نے یہ انقلاب پہلے بھی پیدا کیا ہے۔ اور آج بھی اس پر عمل کر کے بھائی چارے کو فروغ دینا ضروری ہے۔ اس کے اندر محبت و مؤدت کے تعلقات کو ترقی دی جائے۔ تیسری

حقیقت جو کسی جماعت اور قوم کے قیام اور اس کے استحکام کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں اور دوسری قوموں کو جو ابھی تک اس نعمت سے بہرہ مند نہیں ہوئیں، اس نعمت کی طرف ان کو بلایا جائے۔ اور اس سے فیض یاب ہونے کی ان کو ترغیب و تحریص کی جائے:۔

ولتکن منکم اُمّۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔
تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے۔ اور برائیوں سے منع کرے۔

یہاں خیر سے مراد دین اسلام ہے۔ دنیا میں سب سے بڑی خیر دین اسلام ہے۔ جو لوگ من حیث الجماعت ایسا کام کریں گے، اولئک ھم المفلحون، صحیح طور پر کامیاب ہونے والے لوگ یہی ہوں گے۔

ہماری جماعت کا روزِ اوّل سے یہی دعوےٰ ہے۔ یہ نہایت ہی اصلاح یافتہ جماعت تھی یہ بات کہ ——— "یہ نہایت ہی اصلاح یافتہ جماعت ہے" ——— مجھے کہتے ہوئے ذرا تامّل اور ہچکچاہٹ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اب ہم ایسے نہیں ہیں۔ میں ذرا جسارت کرکے اور اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس جماعت کو کچھ امتیازی خصوصیات حاصل ہیں، ہمیں اس بات کا کھلے دل سے اعتراف کرنا چاہیئے کہ اب ہم میں بے حد کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور انفرادی طور پر بھی ہم میں کمزوریاں در آئی ہیں، جو نہ ہونی چاہئیں۔

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت کا اخلاقی کردار بہت اچھا ہے۔ یہ امتیاز ضرور باقی ہے۔ لیکن جس قسم کی دینداری، جس قسم کی خدا خوفی یا جس قسم کے تقوےٰ کا معیار و مقام ہمارے پیش رو بزرگوں کا تھا۔ وہ اب ہم میں باقی نہیں رہا۔ اس طرف ہمیں واپس آنے کی اشد ضرورت ہے اور خصوصاً اپنے نوجوان طبقہ کو اس طرف واپس لانے کی انتہائی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہمارا مستقبل کسی طرح بھی روشن اور درخشندہ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں بدقسمتی سے ہمارے اندر اختلافات بھی پیدا ہو گئے ہیں اور وہ اپنی حد سے نکل کر تفرقہ کی حد میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس خطرے کو اس کے غیر محسوس بُرے انجام کو اپنے ذہنوں میں رکھنا چاہیئے اس تفرقے سے للہ فی اللہ باز رہنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور اپنے بھائی بندوں کو حتی المقدور ساتھ رکھنے کی سعی کرنی چاہیئے اگرچہ موجودہ حالات ایسے ضرور ہیں جن کو دیکھ کر بظاہر بیدلی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ایسے آثار بھی ہیں، جو نہایت ہی پُر اُمید ہیں اور حوصلہ افزا بھی۔

مجھے یہاں ایبٹ آباد سے لاہور آئے ہوئے چوتھا سال جا رہا ہے، اس عرصہ میں میں نے یہاں بھلائی اور اچھائی کی طرف قدم اُٹھتا ہوا دیکھا ہے۔ ملک کے اندر بھی اور باہر بھی جہاں کہیں کام نہیں ہو رہا تھا اب وہاں ہو رہا ہے۔ بہر حال میں پُر اُمید ہوں اور بے دلی اور مایوسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت ہمیں جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے قلب اور سینے کے اندر جھانک کر دیکھیں۔ اگر ہم نے اس جماعت کے ساتھ وفا کرنی ہے۔ اور اگر ہم اس کو ایک ایسی جماعت سمجھتے ہیں تو ہمیں مایوس ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ تاہم بے دلی کے ساتھ جو بے حسی ہوتی ہے یہ بہت خطرناک ہوتی ہے۔ کہ ہم محسوس ہی نہ کریں کہ ہمارا فرض کیا ہے اور ہم نے کیا کرنا ہے۔ آج ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم باہمی اُلفت و مودّت کو بحال کریں۔

مجھے جس بات سے بے دلی ہوتی ہے، جو ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ بے دلی واقعات پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ ۱۹۷۴ء کے واقعات کے بعد ہمیں ایک بالکل مختلف جماعت ہونا چاہیئے تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسے اسباب ہیں کہ ہم نے ۱۹۷۴ء کے ابتلاء اور مصائب اور اس کے دُکھ درد سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ ہم اپنے آپ کو اس مقام پر نہیں پہنچا سکے جس مقام پر کہ اللہ تعالےٰ بھی مصائب کے نازل کرتے وقت توقع کرتا ہے لعلھم یرجعون۔ کہ لوگ رجوع کریں۔ جو غلط باتیں ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ تو بعض واقعات سے ہماری بے حسی عیاں ہے۔ اس بے حسی کو دُور کرنے کی بہرصورت ضرورت ہے

آپ کی آج کی یہ تقریب نہایت مبارک ہے اور اس طرف ایک نہایت ہی مبارک قدم ہے۔ ویسے درحقیقت یہ پہلا قدم نہیں۔ میں ایبٹ آباد میں ہی تھا کہ یہ سلسلہ "باہمی رابطہ در احباب" لاہور کی مقامی جماعت نے شروع کیا تھا۔ ہم اخبار میں روئیداد پڑھتے رہتے تھے، اور ہمیں یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ لاہور کی جماعت فعال و متحرک ہے۔ اور اس وقت ایک اچھا کام اس سے ہو رہا تھا۔ دوسری جماعتوں میں بھی اس سے حرکت پیدا ہوتی تھی۔ جو کچھ تحریکات یہاں ہوتی تھیں، ان کا اثر ہم پر بھی ہوتا تھا، اور ایک "سمر سکول" نام سے تربیتی کورس کا اہتمام ایبٹ آباد میں ہوا تھا۔ جو ہمارے لئے نہایت ہی ایمان افروز اور رُوح پرور تھا۔ اس کے نتائج بہت ہی مبارک تھے۔

چنانچہ اگر مرکز سے کوئی تحریک اُٹھتی ہے، تو باہر کی جماعتوں پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے اور اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے۔ سمن آباد کے کسی صاحب کی قیام گاہ پر اسی قسم کی تقریب ہوئی وہاں سمر سکول کی تجویز سامنے آئی۔ اس طرف توجہ پیدا ہوئی۔ چنانچہ تعطیلات گرما میں نوجوانوں کے لئے چند ہفتوں کا تربیتی کورس جاری کیا گیا۔ اس وقت مقامی جماعت لاہور کے عہدیداران کی حیثیت سے جو لوگ کام کر رہے تھے انہوں نے اس سلسلہ میں بڑا کام کیا۔ نتائج کے اعتبار سے یہ نظام بہت خوب رہا۔ یہ نہایت ہی مفید سلسلہ تھا۔ کسی مرحلہ پر یہ دھاگہ ٹوٹ گیا۔

اس لحاظ سے آج کا دن بڑا ہی مبارک دن ہے کہ اس ٹوٹے ہوئے دھاگے کو پھر آپ نے اُٹھایا ہے اور نئے سرے سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ پہلا قدم ہے۔ میں تو اسے پہلا قدم ہی کہوں گا۔ الحمدللہ۔ اس راستے پر آپ پھر چل پڑے ہیں۔ کام وہی مؤثر و مبارک ہوتے ہیں جو استقلال اور استقامت کے ساتھ جاری رکھے جائیں الاستقامت فوق الکرامت استقامت تو کرامت سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔

آپ نے جو اب سلسلہ شروع کیا ہے اس کو آپ ترقی دینے کی کوشش کریں۔ اس کو ابتداء ہی سمجھنا چاہیئے۔ ابتداء ہمیشہ تھوڑی اور چھوٹی ہوتی ہے۔ اگر اس پر مسلسل کام کیا جاتا رہے تو بہت بڑی بات ہے۔ یہاں اس مجلس میں جتنے احباب و نوجوان موجود

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

از قلم ملک الٰہی بخش صاحب وارن۔ راولپنڈی

# شاعر اور مامور من اللہ میں فرق

## (قسط نمبر ۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اقبال کو یہ ملکہ تو عطا فرمایا تھا کہ وہ مسلمانوں کی بدحالی کے اسباب اور حقائق کو اپنے کلام میں نہایت موثر پیرایہ میں بیان کر سکیں۔ مگر دیگر امور میں ان کا تخیل اور فلسفہ اتنا بلند نہ تھا کہ وہ خود اپنے اقوال پر عمل کر کے انہیں دوسروں کے لئے قابل عمل بنا سکے جس سے لوگ استفادہ کرتے جیسے علامہ کے متذکرہ بالا شعر سے ظاہر ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسوۂ رسول جس کی لعیت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"
اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم
اللہ و یغفر لکم ذنوبکم۔
"اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو
تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے"۔

حضور نبی کریم صلعم بہت ریاضت اور عبادت کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ان کی کامل اتباع کرنے والوں کو تو فنافی اللہ اور فنافی الرسول کے درجات حاصل ہوتے ہیں۔ علامہ کو اور نہ کسی اور شاعر کو ایسا درجہ پانے کا دعوےٰ تھا۔ البتہ مامور من اللہ حضرت مرزا صاحب نے عبادت اور چلہ کشی کے ذریعہ فنافی الرسول کا مقام حاصل کر لیا تھا۔

علامہ موصوف کا ایک شعر ہے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اب یہ شعر تو فنافی اللہ (انا الحق کہنے والوں) اور فنافی الرسول بزرگوں کے حسب حال ہے جو ان پر تو اطلاق پا سکتا ہے مگر شعراء پر نہیں۔ کیونکہ اگر علامہ نے فی الواقع اپنی خودی کو اس قدر بلند کر لیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر تقدیر نافذ کرنے سے قبل ان کی رضاء کو دریافت کرتا تو علامہ کو یقیناً نادر موقعہ میسر آتا کہ وہ مسلمانوں کی بہبود اور روحانی بحالی کے لئے وہ سب کچھ حاصل کر لیتے جس کی محرومی کا وہ بارگاہ ایزدی میں شکوہ کرتے رہے۔

مگر ایک شاعر تو صرف خیالات کا صحرا نورد ہوتا ہے جس کی تمام باتیں قابلِ عمل نہیں ہوتیں۔ اگر علامہ کو خودی کا وہ مقام حاصل ہوتا جس کی تلقین وہ دوسروں کو کرتے رہے تو وہ مسلمانوں میں اتحاد اور وحدت کے فقدان کا یوں تاسف اور مایوسی کا اظہار نہ کرتے کہ "کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک"۔ یہ اس لئے کہ وہ خود وحدت پیدا کرنے کے لئے کوئی عملی اقدام نہ کر سکے۔ پھر دراصل فرقوں اور قوموں کو نیک اور ایک بنانا شعراء کا منصب نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ :-

؎ کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

یہ کتنا بلند اور مبنی برحقیقت خیال ہے اور مسلمانوں کے علامہ تو ... مومن تھے۔ کاش وہ اپنے فرمودہ کے مطابق ... ... آلاتِ حرب اور ضرب لے کر ہندی مسلمانوں کا ایک لشکر جرار تیار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد کے مطابق برطانیہ کے خلاف جنگ کر کے ان سے حکومت لے لیتے۔ اور اس طرح حکمِ جہاد پر بھی عامل ثابت ہوتے اور حضرت کے منع اور التوائے جہاد کے فتوے کی عملاً تکذیب بھی کر دکھاتے۔ مگر ایسا قدم صرف ان کے اپنے قول:-

"... ستان دراصل ہمارا ہی ایک عظیم فریضہ انجام دے رہا ہے۔ جسے ہم غیر موافق حالات میں خود ادا نہ کر سکے۔ اس کے زیر سایہ مسلمانوں کی تعداد نہیں بلکہ برطانوی سلطنت کی ترویج نے اسے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت بنا دیا ہے"۔

(بحوالہ پیغام صلح مارچ ۱۹۷۵ء)

کے خلاف ہوتا بلکہ بے تیغ وستان جہاد کرنا اللہ کے حکم اور اسوۂ رسول کے بھی خلاف ہوتا جو اگرچہ حضور صلعم مسلمہ طور پر بڑے مومن تھے تاہم بے تیغ لڑنے کی بجائے وہ جنگوں کے لئے سب وسائل جو بہت کم میسر تھے ہمتِ مرداں مددِ خدا کے مقولہ پر عمل کرتے ہوئے تیاری ضروری سمجھتے تھے ہاں مگر نتیجہ کے لئے انحصار نصرتِ الٰہی پر کرتے تھے۔

علامہ موصوف کو عاشق رسول ہونے کا بھی دعوےٰ تھا۔ چنانچہ کہا تھا: ؎ ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست (پیام مشرق)

یعنی تمام کرۂ ارض عاشق رسول کے دامن کے ایک گوشہ میں ہوتا ہے۔ بایں خود علامہ موصوف ایک عاشق رسول، مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور احیائے اسلام کے لئے عملاً کچھ نہ کر سکے ... مساجد کے خطیبوں کی طرح ان کے اشعار بھی ایک وعظ ہی بن کر رہ گئے۔ یعنی مدعی عشق رسول ہو کر خود بھی شعر مذکورہ کے مطابق انعام نہ پا سکے۔

ہاں البتہ ان کے اشعار دل نشین ہوتے ہیں جو انہی کا حصہ ہے مگر ان کے فلسفیانہ الفاظ اور خیالات تو صرف تعلیمیافتہ طبقہ کے لئے مذاکرات وغیرہ میں ہی کام آ سکتے ہیں۔ گو ان پر عمل وہ بھی نہیں کرتے لہٰذا عوام کو تو ان سے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں مگر شعراء کے برعکس مامورین من اللہ کی تعلیم ہر خواندہ و ناخواندہ عوام کے لئے مفید اور قابلِ عمل ہوتی ہے۔ جس سے ہر طبقہ کے لوگ فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

۵۔ حضرت مرزا صاحب ایک مامور من اللہ، مکالمہ، مخاطبہ الٰہیہ کو ہستی باری تعالیٰ کا یقینی ثبوت قرار دیتے تھے۔ جو اس دہریت کے زمانہ میں اشد ضروری تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر غیب کا علم حاصل کیا جس کی بناء پر پیشگوئیاں کیں۔ مثلاً لیکھرام آریہ۔ عبداللہ آتھم پادری اور امریکن ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق تو موت کی قہری اور تقسیم بنگال منسوخ ہونے۔ زارِ روس کے المناک انجام اور ترکی حکومت کے بارہ میں پہلے ان کی شکست اور پھر فتح کی سیاسی پیشگوئیاں کیں جو حق ثابت ہوئیں، تو اس سے ہستی باری تعالیٰ کا استدلال کیا۔ مگر کسی شاعر بلکہ خود ہمارے حکیم الامت نے کبھی بھی کوئی قہری یا سیاسی پیشگوئی نہ کی۔ اس لئے کہ وہ شاعر ہی تھے مامور من اللہ نہ تھے۔

۶۔ مامور من اللہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے زمانہ میں جہادِ سیفی کو مسلمانوں کی تباہی کا موجب جان کر اسے صرف اس لئے ملتوی قرار دیا تھا کہ ... ظاہر ہیں خود نشاں کہ یہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رُعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی
ہر وقت جھوٹ، سچ کی تو عادت نہیں رہی
دِل مرگئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اپنی تمام تر توجہ اور مساعی جہاد بالقرآن جسے اللہ تعالےٰ نے جِھَادًا کَبِیرًا فرمایا ہے پر صرف کر دی۔ اور تعلیم قرآن اور اسلام کی صداقت اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے ہندوؤں اور عیسائیوں سے کامیاب مباحثے اور مباہلے کئے اور فتح پاکر بقول مولوی نور محمد قادری :—

" نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ ان کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اس نے ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی۔"

چنانچہ ان کے حسب فرمان اشاعتِ قرآن کے لئے انگریزی اور دیگر زبانوں میں اس کے ترجمے کراکر شائع کئے۔ خود حضرت مرزا صاحب نے بابا گرو نانک صاحب کے چولا کا عکس چھاپ کر جس پر قرآنی آیات مرقوم ہیں یہ ثابت کیا کہ وہ مسلمان تھے۔ اور سکھوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ مگر کسی شاعر نے آج تک کوئی ایسی خدمت انجام نہیں دی۔

خود علامہ نے بھی جہادِ سیفی نہ کیا اور نہ ہی کسی شاعر نے' بلکہ جہاد بالقرآن بھی نہ کیا۔ البتہ حضرت مرزا صاحب پر یہ بے بنیاد الزام لگاتے رہے کہ اُنھوں نے جہاد منسوخ کیا تھا جس کی تردید اشعار منقولہ بالا میں اُوپر کر دی ہے اور پھر درحقیقت تو نہ صرف حضرت مرزا صاحب نے بلکہ اس وقت کے بیشتر مسلم اکابر مثلاً سر سیّد احمد وغیرہ نے بھی بہ تقاضائے حالات اس زمانہ میں جہادِ سیفی صرف ملتوی کیا تھا مگر اس کے لئے موردِ الزام صرف مرزا صاحب کو بنایا گیا۔ مگر صداقتِ اسلام کے لئے کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکے صرف اس کا وعظ کرتے رہے جو غیر مؤثر رہا اور قوم کو سیاسی یا رُوحانی کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا۔

۷۔ مامور من اللہ حضرت مرزا صاحب نے ہستی باری تعالےٰ ثابت کرنے کے لئے ملحدین اور غیر مسلموں کو کرامات دکھانے کی دعوت دی اور اس غرض کے لئے ہزاروں کی تعداد میں اشتہار شائع کئے کہ اگر طالبانِ حق ایک سال کے لئے میرے پاس آکر رہیں تو مَیں اُنہیں ایسے خارق العادات آسمانی نشان دکھلاؤں گا جس سے ہستی باری تعالےٰ کا یقینی ثبوت مل جائے گا۔ اور اگر کوئی معجزہ نہ دکھا سکوں تو حسب استطاعت دو سو روپے یا کم و بیش ماہانہ جرمانہ یا ہرجانہ ادا کروں گا۔

؎ آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

مگر کسی شاعر نے اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ کی ہستی ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسا عملی قدم نہیں اُٹھایا۔

۸۔ **مامور من اللہ** حضرت مرزا صاحب نے سب سے پہلے اللہ تعالےٰ سے علم اور عرفان پاکر آیت اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ اقوامِ مغرب مراد لے کر ان کو دجّال قرار دیا اور اپنے زمانہ میں ریل۔ دُخانی جہاز اور سورج اور چاند وغیرہ کے خاص تاریخوں میں واقع ہونے والے گرہن کو ظہورِ دجّال کی علامات قرار دے کر مسلمانوں کو فتنۂ دجّال سے بروقت آگاہ اور متنبّہ کیا۔ جو کسی شاعر نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ البتہ علامہ اقبال نے حضرت مرزا صاحب کے دلائل سے متعارف اور متاثر ہو کر یہ ضرور کہا تھا کہ :—

؎ کھُل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مُسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ ینسلون

۹۔ حضرت مرزا صاحب نے جب تیس آیاتِ قرآنی کی بناء پر وفاتِ مسیحؑ ثابت کرکے حیاتِ مسیح کے ماننے والوں کو لاجواب کر دیا تو علماء نے اس مسئلہ کو قطعاً ترک کرکے ان پر کفر کا فتویٰ اس لئے داغ دیا کہ وہ مُدّعی نبوت ہیں اس لئے حیاتِ مسیح کا آپ بھولے سے بھی ذکر نہیں کرتے۔ اگر بفرضِ محال حضرت مرزا مُدّعی نبوت تھے تو یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ مگر حیاتِ مسیح کا مسئلہ تو قائم ہے اس کے متعلق کیوں چُپ سادھ لی ہے اور کیوں وفاتِ مسیح کی تیس آیات قرآنی کو غلط ثابت کرکے حیاتِ مسیح ثابت نہیں کرتے۔

## قرآن حمید میں غذاؤں کا ذکر — سلسلہ ۹

سال میں ایک ماہ روزے رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ ایسی مشق سے نفسانی جذبات بالخصوص لذتِ ذہن پر قابو پانے کا سبق انسان سیکھے۔

قرآن کریم نے سورۃ النحل کی ان تین آیات میں جو تین سادہ لطیف اور قدرتی بُنیادی غذاؤں کا ذکر کیا ہے تو ان میں انسان کے لئے مفصلہ ذیل عبرت کے سامان موجود ہیں :—

۱۔ سادہ لطیف اور قدرتی غذائیں مثلاً پھل اور دودھ یا ئین کے طاقت بخش جوہروں سے بھرپور اور زُود ہضم ہونے کے باعث روغنی، لذیذ اور بھنے ہوئے کھانوں سے زیادہ مفید ہیں بالخصوص بیماری اور کمزوری کی حالتوں میں۔

۲۔ لذتِ کام و دہن کی تسکین فائدہ مند ہونے کی بجائے مثبت طور پر مضرِ صحت و توانائی ہے۔

۳۔ موٹاپا جس کا باعث روغنی و میٹھی غذاؤں کی کثرت ہے، طاقت و توازن کی بجائے اعضائے رئیسہ کے لئے کمزوری اور بیماری کی علامت ہے۔

غذاؤں کے متعلق موجودہ تحقیقاتی علم کی روشنی میں قرآن کریم کی اس حکیمانہ تعلیم کی بھی خوب وضاحت ہو جاتی ہے کہ انسان جن اشیاء کو جذباتی طور پر لذیذ سمجھتا اور ان سے آزادانہ محبت لو لگاتا ہے وہ درحقیقت اس کے لئے انجام کار مفید ثابت نہیں ہوتیں بلکہ اس قسم کی شدید دنیاوی محبتیں نہ صرف اس کی رُوح کے لئے بلکہ انسان کے جسمانی نظامِ صحت کے لئے بھی یقیناً مضر ثابت ہوتی ہیں۔

چنانچہ جو لوگ دنیا کے مال و دولت یا اولاد و دیگر محبوب چیزوں کی محبت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں، ان کو زندگی میں ان کی جدائی سے سخت صدمات لاحق ہوتے ہیں جن کا مہلک اثر دِل و دماغ پر پڑتا ہے۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور (یعنی دنیا کی زندگی ایک دھوکہ و فریب ہے) کے حقیقت پسندانہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دُنیا کے ہموم و غموم جب انسانی دِل و دماغ پر مسلّط ہو جاتے ہیں تو اس کی صحت و توانائی پر کیسے مضر اثرات پیدا کرتے ہیں ایک دیگر الگ و نہایت دلچسپ موضوع ہے۔

ہفت روزہ پیغام خود پڑھنے کے بعد دوسرے احباب تک پہنچائیں
منیجر

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔

# قرآن حمید میں غذاؤں کا ذکر

## علم الاغذیہ کی روشنی میں

(قسط نمبر ۲)

---

**رزق اور ہدایت آسمانی بارش اور وحی کے محتاج ہیں** قرآن کریم نے نہ صرف ان تین قسم کی غذاؤں کا ذکر ان آیات میں کیا ہے جو بچپن سے لے کر بڑھاپے کی عمر تک، نیز کمزوری و بیماری کی حالت میں بنیادی طور پر نہایت مفید، لطیف، صحت بخش اور طاقتور ہیں بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے نہ صرف تمہیں خلق کیا ہے بلکہ تمہارے جسم کی پرورش کا سامان بھی اپنی جانب سے کارخانہ قدرت میں کر رکھا ہے۔ تم خود اپنے تمام علم و سائنس میں ترقی کے باوجود اپنی غذا کو نہیں بنا سکتے۔

چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا: و رزقکم من الطیبات ہم نے اپنی طرف سے تمہاری پرورش کے لئے نہایت لطیف و عمدہ غذائیں پیدا کر دی ہیں اور پھر فرمایا: لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی (طٰہٰ) ہم تم سے رزق طلب نہیں کرتے بلکہ اس معاملہ میں تم ہی ہمارے محتاج ہو۔ عاقبت کا رزق متقیوں کے لئے ہے۔ نہ صرف دودھ اور پھلوں سے انسان کے رزق کا سامان کیا بلکہ نباتات کی روئیدگی کا انحصار بھی آسمانی بارش پر ہی ہے۔

جب بارش چند سال نہ ہو تو زمینی پانی بھی خشک ہو جاتے ہیں اسی لئے ان آیات سے قبل جن میں رزق کا ذکر ہے بارش کا ذکر آیت ۶۵ میں واللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا میں کیا ہے۔ دوسری جگہ اسی مضمون کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں ادا کیا ہے و جعلنا من الماء کل شیء حی۔ ہر جاندار شے کی خلقت ہی تمام پانی کی محتاج ہے اور اس کا بالآخر انحصار آسمانی بارش پر ہی ہے۔ گویا بتلانا یہ مقصود ہے کہ اگر تمہاری جسمانی زندگی کا انحصار کارخانہ قدرت میں رزق کے مہیا کرنے پر ہماری طرف سے کیا گیا ہے تو تقویٰ کے لئے جو انسانی روح کے لئے بطور غذا ہے، کیا ہم نے تمہیں بے بس و محروم چھوڑ دیا ہے؟ اگر جسمانی رزق کے لئے بارش کی ضرورت ہے تو روحانی غذا بنانے پر بھی کوئی قدرت نہیں رکھتے یعنی یہ تم اپنی عقل و فہم سے اپنے لئے روحانی ہدایت بنا سکتے ہو۔

**سورۃ نحل** کی مذکورہ بالا آیات میں تین قسم کی لطیف غذاؤں اور ان کا ان کا محتاج ہونے کا ذکر کر کے ایک اور معرفت کے نکتہ کو بیان کیا ہے۔ چارہ سے جانور کے پیٹ میں خون کے ذریعہ دودھ بنتا ہے۔ گویا ادنیٰ نباتاتی زندگی کے اعلیٰ قسم کی غذا میں تبدیل ہونے کا سامان کیا گیا ہے جس کے بنانے پر انسان قطعاً کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

دوسرا پھر پھلوں کا جب صحیح استعمال کرتا ہے تو نہایت عمدہ غذا حاصل کرتا ہے۔ لیکن انہی پھلوں کو غلط طور پر گلا سڑا کر شراب بنا لیتا ہے تو غذا کے بجائے انسان زہر کو استعمال کرتا ہے۔ قدرت نے تو ایسے پھلوں کی شکل میں اعلیٰ درجہ کا رزق صحت و طاقت کی برقراری کی خاطر مہیا کیا تھا مگر اس نے اپنی جہالت سے اپنے لئے مضر صحت و توانائی بلکہ باعث ہلاکت چیز یعنی شراب میں تبدیل کر لیا۔

**سلسلہ دین و مذہب اور تحریف کتب سماوی** کنایۃً ان آیات میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہم نے تو سلسلہ دین اور نزول کتب آسمانی تمہاری بہبود و اصلاح اور باہمی محبت و اتحاد کے لئے نازل کئے۔ مگر یہ تمہاری اپنی پیدا کردہ بدقسمتی ہے کہ تم ان سے بجائے روحانی غذا حاصل کرنے کے انہی کو محرف و مبدل کر کے باعث فساد و عداوت بنا لیتے ہو۔

دو غذائیں یعنی دودھ اور پھل ایسی ہیں جو رکھنے سے خراب ہو جاتی ہیں۔ اور پھلوں سے تو شراب انسان خود اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے۔ لیکن تیسری غذا شہد ایسی ہے جو بگڑنے اور خراب ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔ بلکہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی پھل ڈال دیا جائے تو وہ بھی گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ شہد کی غذا کے ساتھ الفاظ فیہ شفاء للناس کا اضافہ کیا ہے۔

## GLUCOSE کا فیہ شفاء للناس اور موجودہ طبی تحقیق

دودھ، پھل اور شہد میں جس قسم کی لطیف غذا کے عنصر کا ذکر ہے وہ شکر کی ایک لطیف صورت گلوکوز GLUCOSE ہے۔ جب کوئی شخص بہت کمزور و بیمار یا بے ہوش ہو یا وہ منہ سے غذا کھانے کے ناقابل ہو تو اس کے بچاؤ کی صورت موجودہ طبی طریق میں گلوکوز بذریعہ انجکشن دینا از حد مفید ثابت ہوئی ہے اور یہ طریق کار عام طور پر اب مروج و مقبول بن چکا ہے۔ حالانکہ شہد یا گلوکوز کی ایسی اعلیٰ شفابخش خاصیت سے دنیا پہلے بے خبر پڑی تھی۔ اس طبی انکشاف سے کیا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا؟ قرآن کریم کے لئے بھی بعینہٖ یہی الفاظ آئے ہیں۔ و شفاء لما فی الصدور۔ (سورۃ یونس: ۵۷) اور ھو للذین امنوا ھدًی و شفاء (سورۃ حم) جملہ مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ یہاں شہد کو قرآنی آیت سے مشابہ قرار دیا ہے۔ جس طرح شہد کی مکھی فطرتی ہدایت کے ماتحت شہد بنانے پر قادر ہے اسی طرح قرآن حمید آسمانی وحی کے ذریعہ قلب محمدی پر نازل کیا گیا ہے۔ یہ مشابہت نہایت لطیف و موزوں اس لئے بھی ہے کہ عرصہ گذر جانے کے باعث دودھ اور پھلوں کے رزق کی مانند پہلی آسمانی کتب بگاڑ دی گئی ہیں لیکن شہد کی مثل، قرآنی ہدایت ہمیشہ کے لئے نہ صرف خود محفوظ موجود ہے بلکہ جو کوئی اس محفوظ کلام سے حقیقی تعلق لگائے وہ خود بھی ابدی زندگی پانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس مضمون کا ذکر سورۃ طٰہٰ کے ابتدائی اور آخری رکوع میں کیا گیا ہے۔ ابتدائی رکوع میں یہ اصول بیان کیا کہ ہم نے جو یہ کامل ہدایت تم پر نازل کر کے اسے ہمیشہ کے لئے محفوظ کرنے کے لئے سامان بھی کر دیئے کہ جس سے نہ تو اس کلام میں تحریف لفظی ممکن ہے اور نہ ہی اس میں تحریف معنوی و باطنی راہ پا سکتی ہے۔ تو اس سے یہ نتیجہ ظاہر ہے کہ آپ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوں گے بلکہ آپ کے لئے ابدی و دائمی روحانی زندگی مقدر کر دی گئی ہے۔ نیز آپ کی اس سورۃ کے آخری رکوع میں پھر اس طریق کار کی پوری وضاحت کر دی کہ قرآن پر کس طرح عمل پیرا ہونے سے دائمی زندگی ملتی ہے۔ چنانچہ وہاں ارشاد ہوتا ہے:—

لا تمدن عینیك الیٰ ما متعنا به ازواجًا منهم زهرة الحیوٰة الدنیا لنفتنهم فیه و رزق ربك خیر و ابقیٰ (طٰهٰ - ۱۳۱)۔

اپنی للچائی ہوئی نگاہیں دُنیا کی زندگی کے سامان رزق و تعیش کی طرف نہ کر جو ہم ان میں سے مختلف اشخاص کو دیتے ہیں نہ کیونکہ اس سے ہماری غرض تو انہیں آزمایش میں ڈالنے کی ہے بلکہ تیرے رب کا رزق بہتر اور ہمیشہ کے لئے رہنے والی شئے ہے۔ اپنے اہل کو نماز پر قائم رہنے کا حکم دے اور خود بھی اس پر قائم ہو۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے بلکہ ان کے برعکس یہ تو ہم ہی ہیں جو تمہیں رزق دیتے ہیں اور انجام کار (رزق) تقویٰ کا ہی بہتر ہے۔

## آسمانی لباس اور ابدی رُوحانی رزق

قرآن کریم میں نہ صرف حیات کے لئے جسمانی بارش کا ذکر فرمایا بلکہ حضرت آدم کے ذکر میں آسمانی لباس کا ذکر بھی کیا ہے:—

"قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوٰاتکم وریشًا۔" (الاعراف: ۲۶)

اور ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا تا تم اس سے اپنی عریانی کو ڈھانک سکو اور تمہارے لئے زینت کا موجب ہو۔

طٰہٰ کی ان آیات میں روحانی رزق کا ذکر فرمایا ہے جو رُوحِ انسانی کے لئے ایک ابدی غذا کا کام دیتا ہے۔ قرآن کریم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ جسمانی و ظاہری نظامِ زندگی کا ذکر کر کے پھر رُوحانی حیات کو اس کے متوازی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ جہاں جسمانی غذاؤں کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی رُوحانی غذا (تقوےٰ) کا بھی ذکر کیا۔ ایک مقام پر فرمایا:—

"یاایها الرسل کلوا من الطیّبات و اعملوا صالحًا۔ (المومنون: ۵۱)

اے رسُولو! پاک رزق سے کھاؤ اور اعمالِ صالح بجالاؤ۔

اور ان آیات سورۃ طٰہٰ میں فرمایا کہ ہم تجھ سے رزق طلب نہیں کرتے بلکہ اُلٹا ہم ہی تو تمہارے لئے رزق کا سامان کرتے ہیں جو غذاؤں اور تقوےٰ کی صورت میں ہم دیتے ہیں۔

تقوےٰ کے رزق سے انسان تب ہی نفع اندوز ہونے کے قابل ہوتا ہے جب جسمانی رزق و سامانِ آرائش سے اگرچہ فائدہ اُٹھائے مگر للچائی ہوئی اور حریصانہ نگاہوں سے اس کی طرف اس کے دل میں ہوا و ہوس کے جذبات پیدا نہ ہوں۔ پس قرآن کریم کے غلبہ و کامیابی کی بشارت اس شرط سے وابستہ ہے کہ اس کے حقیقی پیرو شل مادہ پرست لوگوں کے محض دُنیاوی سامانِ رزق و عیش پرستی کے طالب ہی نہ ہوں۔ اگر دائمی زندگی درکار ہے تو عارضی زندگی کے سامانوں پر فریفتہ ہونے کو ترک کرنا ضروری ہے۔ ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ کے الفاظ جو سورۃ طٰہٰ کے شروع میں فرمائے تو اس کی حتمی کامیابی کے طریق کار کی وضاحت اس سورۃ کے آخری رکوع میں اس طرح فرما دی کہ قرآن کریم کے پیروؤں کو دُنیاوی حرص و طمع اور ادنےٰ جذباتِ ہوا و ہوس سے پاک رہنا ہوگا۔

## غذاؤں کے استعمال میں اعتدال

قرآن کریم کے جامع و کامل ہدایت نامہ ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ جہاں اس نے یہ تعلیم دی کہ نہ تو کوئی چیز کارخانۂ قدرت میں بیکار پیدا کی گئی ہے اور نہ ہی انسانی فطرت میں کوئی جذبہ یا صفت بے معنی رکھا گیا ہے، البتہ ہر شئے کے استعمال اور ہر فطرتی جوہر کے اظہار کے لئے مناسب حدود اور مواقع ہیں۔ انسان کی اصل دانشمندی اور حقیقی فلاح اسی میں مضمر ہے کہ جہاں وہ کسی شئے کو بیکار نہ سمجھے وہاں اس کے صحیح محل و موقعہ اور اندازہ و قدر کی شناخت کر کے اس کے مطابق اسے استعمال میں لائے۔ غذاؤں کے استعمال کا مسئلہ بھی اسی اصول کے تحت آتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس بارہ میں یہ اصول بیان فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ کھاؤ پیو مگر حدِ اعتدال سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔

حدِ اعتدال سے تجاوز دو طرح پر لازم آتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ غذا استعمال کر کے اعضاءِ ہضم پر اس قدر بوجھ ڈالا جائے کہ زود یا بدیر وہ بیمار و کمزور پڑ جائیں۔ دوئم حدِ اعتدال کی شرط یہ ہے کہ حلال طریقوں سے کمایا ہُوا رزق کھایا جائے جس سے اخلاقی اقدار بھی برقرار رہیں اور تقوےٰ کی راہوں پر فرق نہ پڑے۔ کسی ایک وقت میں بسیار خوری سے بیمار ہو جانا تو معمولی تجربہ سے ہر انسان پر روشن ہے۔ مگر بعض غذائیں ایسی ہیں جن کا ضرورت سے زیادہ استعمال کافی عرصہ تک کرنے کے بعد مضرِ صحت نتائج پیدا کرتا ہے۔

آج کل چونکہ شکم سیری، تنعم پسندی اور لذیذ کھانوں کا استعمال کثرت سے کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف مشینوں کے استعمال کے باعث جسمانی حرکت اور ورزش میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ اس لئے بیماریوں کی آج کل کثرت ہے۔ جن میں خون کے دباؤ کی زیادتی، موٹاپہ پن، ذیابیطس اور ان کے نتیجہ میں دِل و دماغ کی امراض، زیادہ عام ہو رہی ہیں۔ ایک عام انسان کے لئے پہلے وقتوں میں جسمانی کام کی کثرت اور غذاؤں کی نسبتاً قلت ہوتی تھی، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ بھوک لگنے پر انسان کھاتا اور سادہ و قدرتی غذا بقدرِ حاجت استعمال کرتا تھا۔ اس لئے صحت و تندرستی زیادہ دیر تک قائم رہتی۔ لیکن اَب کھانے کے لئے چار پانچ اوقات مقرر ہیں جب انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے ایک اوسط آدمی کو واسطہ پڑتا ہے۔

اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ادھیڑ عُمر کے بعد کھانا اس لئے کھایا جانا ضروری ہے کہ کھانے کا وقت آگیا ہے نہ اس لئے کہ کھانے کی ضرورت یا بھوک لاحق ہے۔ پھر جب غذا بجائے سادہ و قدرتی ہونے کے مختلف طریقوں سے لذیذ تیار کی گئی ہو تو لذتِ طعام پر قابو پانا مُشکل امر بن جاتا ہے۔

آنحضرت صلعم کے زمانہ کا ذکر ہے جب آپؐ مدینہ منورہ میں تھے تو ایک حکیم صاحب کو خیال ہُوا کہ وہاں جا کر حکمت کریں۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ طیبہ میں بود و باش اختیار کر لی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مدینہ سے واپس چلے گئے، تو دریافت پر کہا کہ مدینہ کے مسلمان بہت کم بیمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ صحت کے اس بنیادی اُصول کو مدِ نظر رکھتے ہیں یعنی بھوک لگنے پر کھاتے ہیں اور کام کاج کثرت سے کرتے ہیں۔

## غذاؤں میں توازن و اعتدال سے عام اِنسانی زندگی میں میانہ رَوی اختیار کرنے کا سبق۔

یوں تو تعلیم فرقان میں ہر معاملہ کے بارہ میں اعتدال، میانہ رَوی اور توازن کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسے فرمایا: واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ ہر معاملہ میں توازن یا اعتدال کو مدِ نظر رکھا کرو اور اس میں کمی بیشی نہ ہونے دو۔ مگر غذا کے بارہ میں تو جہاں کہیں ذکر آیا ہے وہاں ساتھ ولا تسرفوا کا جملہ بھی بڑھا دیا گیا ہے۔

پھر جسمانی غذا کے ساتھ ساتھ رُوحانی رزق یعنی تقوےٰ کے حصول کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ بسیار خوری کی مضرت رسانی اور خورد و نوش معاملہ میں زیادتی کی عادت کو حدِ اعتدال پر لانے کے لئے اسلام نے

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

# اخبار احمدیہ

## انتقال پُرملال

احباب جماعت کو یہ خبر پڑھ کر از حد افسوس اور رنج ہوگا کہ محترم مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے چھوٹے بھائی مرزا منظور احمد بیگ صاحب کا ۱۵ر جولائی ۱۹۷۸ء کو رات کے ۱۰ بجے میو ہسپتال لاہور میں انتقال ہوگیا ہے۔

انّا للہ و انّا الیہ راجعون

مرحوم ایک عرصہ سے جگر اور گردہ کی تکلیف پر مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ گذشتہ ہفتہ اُن کو بہتر علاج کے لئے لاہور لایا گیا تھا، مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ ثم انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ میت کی تجہیز و تکفین 516/ح پودن نگر۔ سیالکوٹ شہر میں کی گئی۔

ہمارے اس قیمتی بھائی کی وفات سے جماعت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ وہ بڑی خوبیوں اور اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ خوش خلق ملنسار اور اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز تھے۔ دوستوں پر جان چھڑکتے تھے۔ ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں ڈی اے سی ایم رہے تھے۔ اور قبل از وقت وہاں سے ریٹائرمنٹ لے کر زمینداری میں ہمہ وقت جت گئے تھے۔ کیونکہ زمینداری انہیں بہت مرغوب اور پسند تھی۔ محنت و مشقت میں ہمیشہ خوشی محسوس کرتے تھے۔

جماعت سے والہانہ محبت تھی۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ مرحمت کرے اور جملہ عزیز و اقارب اور دوستوں کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں جناب مرزا مسعود بیگ صاحب اور مرزا مقبول احمد بیگ صاحب اور ان کے جملہ خاندان سے اس صدمہ جانکاہ میں گہری ہمدردی ہے اور ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔

احباب جنازۂ غائبانہ پڑھ کر دُعائے مغفرت فرمادیں۔

## سانحۂ ارتحال

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہیگ (ہالینڈ) کے صدر جناب نور محمد سردار صاحب کے خسر محترم کے انتقال کی اطلاع آئی ہے۔

جامع احمدیہ دار السلام میں بعد نمازِ جمعہ (۱۴ر جولائی ۱۹۷۸ء) مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ اس صدمہ میں جناب نور محمد سردار صاحب صدر جماعت ہیگ سے ہمیں دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالےٰ مرحوم کے جنت میں درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

مرکزی جماعتوں سے بھی مرحوم کے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔

## اس ہفتہ کا

### رابطہ اجلاس

- تاریخ : ۲۴ر جولائی ۱۹۷۸ء
- وقت : سوموار ۵½ بجے شام
- میزبان : محترم ملک اعزاز الٰہی صاحب

پتہ :

53-اے، مین گلبرگ۔ لاہور

الدّاعی الی الخیر :

چیئرمین رابطہ کمیٹی، مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور

## بقیہ خطبہ

از صفحہ ۳

کس قدر زبردست کامیابی سے فتحیاب ہوئے؟ کس طرح کفارِ عرب مجبور و مقہور ہوکر آنحضرت صلعم کے سامنے سرنگوں ہوئے!! کس طرح بتوں کے پرستار خدائے واحد کے روبرو جھک گئے!!!

اس زمانے میں خدا نے ایک عظیم الشان شخصیت کو کھڑا کیا کہ تجدید دین کا فریضہ ادا کرے۔ اور آپ نے اسلامی نظریات کو بغیر کسی مداہنت اور منافقت کے پیش کیا اور ایک جماعت قائم کی اور ان کے اندر روحانی انقلاب پیدا کیا کہ یہی کامیابی کی کنجی ہے۔ مگر ۱۹۱۴ء کے تفرقہ اور بعض اور وجوہ سے جماعت کے اندر سے اتحاد ختم ہو گیا۔ اگر ہم مجددِ وقت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ایک متحد معاشرہ کی تکمیل کرتے تو ہمیں یقینی کامیابی حاصل ہوتی۔ لیکن ہم دلوں کے باہمی نظام کو تبدیل کرنے کے خیال کو یکسر بھول گئے۔ چاہیئے یہ تھا کہ ہم کلیتہً اس مقصد کے حصول میں لگ جاتے اور اپنی اصلاحِ قلب و روح کرتے اور اس تبدیلی میں کمال پیدا کرتے کیونکہ :—

کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی

ہمیں چاہیئے کہ غور و فکر کریں اور اعمال کو خالص دینی بنیادوں پر مضبوطی سے استوار کریں۔ یہاں آج مسلمانوں کے قول اور فعل میں تضاد ہے کیونکہ **مسلمان قوم کے اعمال سے اسلام کا اظہار نہیں ہوتا**۔ بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں بھی ہمارے قول و فعل میں تضاد نہیں پایا جانا چاہیئے۔ اگر ۲۴ نقشہ تعلیمِ اسلام کے مطابق نہ ہو تو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

خدا کو محض دعوے سے خوش نہیں کیا جا سکتا بلکہ عمل سے اس کا اظہار ہو تاکہ انسان خدا کے انعامات حاصل کر سکے۔ قول و عمل میں تضاد ایک دجالی صفت ہے اور یہ دجالی فلسفہ ہے۔ خدا کا ایک ہی قانون جاری و ساری ہے اس کے مطابق جزا سزا مترتب ہوگی۔ ہمیں چاہیئے کہ خدا کی جزاء کے حصول کے لئے اپنے اعمال کو خالص کریں۔ خدا تعالےٰ ہمیں اپنے اعمال میں خلوص کی توفیق دے۔ آمین۔

تبلیغی خط وکتابت

# بلادِ غیر میں ترسیل لٹریچر

## "میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کِناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

مرتبہ:- چوہدری محمد حیات صاحب۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

---

**تامل (افریقہ) سے محمود سلیمان لکھتے ہیں:-**

"جناب محترم! میں نے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے طبع شدہ ترجمۃ القرآن الکریم کا مطالعہ کیا، مجھے اس تفسیر سے بڑی دلچسپی ہے اور بار بار پڑھنے کو دِل چاہتا ہے۔ میں سال چہارم کا طالب علم ہوں، اور تفسیر قرآن میرے نصاب کا ایک اہم حصّہ ہے۔ یہ انگریزی تفسیر قرآن دیکھنے کے بعد اب دوسری کوئی تفسیر قرآن نظر میں نہیں جچتی، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ ایک دوست کے پاس ہے جبکہ میں اسے ہمہ وقت اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں از راہِ کرم یہ تفسیر عنائت فرما کر شکر گذاری کا موقعہ دیں۔"

**جواب:-**

عزیزم سلیمان: تفسیر قرآن سے آپ کی دلچسپی بے جا نہیں ہے۔ الحمد للہ، یہ وہ شاہکار ہے جو بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ جس کو حضرت امام وقتؑ کے ایک نہایت شیدائی حضرت مولنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف کیا۔ یہ تالیف بیشتر تفسیری خوبیوں کی حامل ہے جس نے مسلم و غیر مسلم طبقہ کے دِلوں کو روشن کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ مفسر موصوف کے درجات بلند فرمائے۔

ہم آپ کی خواہش پُوری کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں چند دیگر اسلامی کتب بھی ارسال ہیں۔ آپ ان کا مطالعہ کیجئے۔ فہرست کتب میں سے جس کتاب کی ضرورت ہو ہمیں لکھئے۔ ہم ہر ممکن خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ امید ہے آپ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہیں گے۔

---

**نائیجیریا سے تاجدین عزیز لکھتے ہیں:-**

"مجھے یہ عریضہ لکھتے ہوئے از حد خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ اُمید ہے آپ اور دیگر احباب بخیریت ہوں گے اور خدماتِ دینیہ میں بہ توفیق الٰہی ہمہ تن مصروف بھی۔

جناب مکرم! مجھے انگریزی عربی تفسیر قرآن کریم بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اس کا جو بھی ہدیہ ہوگا میں بخوشی ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہمارے ہاں ایسی تفسیر دیکھنے میں نہیں آتیں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر قرآن کے بار بار مطالعہ سے مجھے علمِ قرآن کو سمجھنے کا زیادہ سے زیادہ موقعہ ملے گا۔

**جواب:-**

محترم عزیز القدر! آپ کے مکتوب گرامی کا شکریہ۔ الحمد للہ۔ ہم بخیریت ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور آپ ایسے بھائیوں کی پُر خلوص دُعاؤں کے طفیل دِین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے کام میں اپنے تمام تر ذرائع کے ساتھ مصروف ہیں۔ خدا کرے کہ دِین اسلام جو عالمِ انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا دِین ہے، جو ہمہ گیر اور عالمگیر ہے، اور جو قیامت تک کے لئے ہے۔ وہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلد از جلد اکنافِ عالم میں پھیل جائے۔ یہی ہماری دُعا ہے اور یہی ہماری دلی تڑپ ہے اور اسی مقصد کے لئے ہی ہماری جماعت بڑے جذب و ذوق اور خلوص و لگن کے ساتھ ایثار و قربانی کا بھرپور اظہار کر رہی ہے۔ آپ بھی ہماری اس دُعا، تڑپ اور کام میں شریک ہو جائیے، تا منشاءِ الٰہی پُورا ہو اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاں سُرخرو ٹھہریں۔

تفسیر قرآن ارسالِ خدمت ہے اور چند دوسری کتب بھی۔ مزید کار و بار لائق سے یاد فرمائیں۔

---

**مغربی افریقہ سے مسٹر علی محمد اپنے خط میں لکھتے ہیں:-**

"اخی فی الاسلام۔ السلام علیکم۔ میں تلاوت و مطالعہ قرآن کریم میں دلچسپی رکھتا ہوں، میرے ابّا جان نے مجھے ناظرہ پڑھایا ہے۔ وہ اس کے معانی و مطالب اور مفہوم بتانے سے معذور ہیں کہ وہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔

چونکہ میں عربی انگریزی زبانیں جانتا ہوں اس لئے مجھے اُمید واثق ہے کہ میں آپ کی ارسال کردہ تفسیر قرآن سے حتی الامکان بہت کچھ سمجھ سیکھ سکوں گا اور اپنے حلقہ احباب میں بھی علمِ قرآن کی تحصیل کی ترغیب و تحریص پیدا کر دوں گا انشاء اللہ میں آپ کے اثباتی جواب کا بڑی شدت سے انتظار کروں گا۔ اُمید ہے کہ تحصیل علمِ قرآن میں آپ میری ضرور مدد فرمائیں گے۔"

**جواب:-**

محترمی! قرآن کریم کی تلاوت و مطالعہ بڑے چھوٹے ہر مسلمان پر فرض ہے۔ صرف تلاوت و مطالعہ ہی نہیں بلکہ اس کی تعلیمات کو سمجھنا، اس پر عامل ہونا اور دوسروں کو سمجھانا اور ان پر عمل کرنے کی تحریک کرنا ہم سب کا فریضہ ہے۔ حقیقت میں ہر مسلمان شخص کا یہی ایک اوّل و آخر مقصد ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ یہ مقصد عزیز آپ کے پیشِ نظر ہے۔ ہم دُعا گو ہیں، اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق دے، اور آپ کا حامی و ناصر ہو، آپ پر خدمتِ دین کی راہیں کھولے اور اس کے لئے اوقاتِ دراز عطا فرمائے۔

ہم آپ کو اسلامی لٹریچر ارسال کر رہے ہیں، اس کا مطالعہ خود بھی کیجئے، اور دوسرے دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ خدمتِ دِین اسلام ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے، اس راہ میں ہم جس قدر آپ کی خدمت کر سکیں گے ہمیں خوشی ہوگی۔ امید ہے آپ ہمیں یاد کرتے رہیں گے۔ ہم اسلامی موضوعات پر دیگر کتب بھی طبع کرتے ہیں۔ فہرست کتب ارسال ہے۔ حسب ضرورت طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں ایک ہفتہ وار اخبار انگریزی "دی لائٹ" بھی شائع ہوتا ہے جس میں "اسلامی تعلیمات" اور اسلام کی صداقت، حقانیت اور مدافعت پر بڑی آسان زبان میں مضامین ہوتے ہیں۔ اگر آپ اس جریدے کو اپنے نام جاری کروائیں تو آپ کے لئے مفید ہوگا۔

---

**ریاست لیگوس (افریقہ) سے جناب شعیب لکھتے ہیں:-**

"دعا ہے کہ دِین اسلام کی خیرات و برکات سے ہم متمتع ہوتے رہیں۔ آمین۔

جناب محترم! میں مسلم ہوں، اور اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلہ میں میری رہنمائی و رہبری فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ مجھے مسنون دُعاؤں پر مشتمل کتاب کی بھی ضرورت ہے۔ امید ہے گا ہے گاہے مجھے

اسلامی لٹریچر ملتا رہے گا۔"

## جواب :

ہمیں خوشی ہے کہ بہ توفیق الٰہی آپ مسلمان ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے پسندیدہ دین — اسلام — کے حامل خاندان میں پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ اس کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

محترم برادرم! ہمارا اور آپ کا صرف مسلمان کہلانا ہی کافی نہیں، بلکہ مسلمان کی جو ذمہ داری ہے اس کو کما حقہٗ پورا کرنا ضروری ہے۔ اور وہ ہے دینِ اسلام پر عمل اور اپنے قول و فعل سے اس کی تبلیغ و اشاعت۔

ہمیں خوشی ہے کہ آپ کو اپنے پیارے دین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے۔ ہم ہزار جان و دل سے آپ کی اس راہ میں خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ہمارا کام ہی یہی ہے۔ آپ جب بھی کارِ الفقہ سے یاد فرمائیں گے آپ ہمیں حاضر پائیں گے۔ حسب طلب کتب ارسال ہیں۔ آپ ان سے یقیناً مستفید ہوں گے۔ آپ کا نام ہم نے نوٹ کر لیا ہے۔ ہم آپ کو گاہے گاہے تازہ لٹریچر ارسال کرتے رہا کریں گے۔ آپ اپنی نیم شبی دعاؤں میں اللہ تعالےٰ سے غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں کرتے رہیں تا اسلام کا روشن چہرہ اکنافِ عالم پر ظاہر ہو اور بنی نوع انسان اس کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر قلب و نظر کے سکون و سلامتی سے متمتع ہوں۔

---

ریاست اوپو (نائیجیریا) سے محترم عبداللہ اسحاق لکھتے ہیں:-

"اللہ تعالےٰ اپنی برکات آپ اور مجھ پر نازل فرمائے۔ مجھے آپ کی ارسال کردہ کتب وصول ہوگئی ہیں۔ آپ کا ازحد شکریہ ان کا میں نے بغور مطالعہ کیا ہے اور بہت مفید پایا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو بھی یہ کتب دے رہا ہوں، اور وہ بہت خوشی سے ان کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

ترجمہ و تفسیر قرآن پاک پاکر گویا مجھے نئی زندگی مل گئی ہے جزاک اللہ۔ مجھے اس کے مطالعہ سے روحانی سکون حاصل ہوتا ہے اور علم میں بیش قرار اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے مفسرؒ کی اوّل و آخری زندگی پر اپنی عنایات کی بارش فرمائے۔ اور آپ حضرات جو اس کی تقسیم و اشاعت پر اموال و اوقات صرف کر رہے ہیں اس کا اجرِ عظیم بخشے۔ آمین

اپنے ایک دوست کا پتہ ارسال ہے انہیں بھی کتب دینیہ ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو خدمتِ دین کے مواقع زیادہ سے زیادہ دے۔ اس راہ میں میں ایک کمزور عقل و علم دین کے کام آسکتا ہوں تو حاضر ہوں۔

## جواب :

ہمیں خوشی ہے کہ مطلوبہ کتب بھیجکر ہم آپ کی خدمت کر سکے ہیں۔ اور یہ کہ ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے مفید ثابت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اسلامی تعلیمات کی تفہیم و عمل کا وافر موقعہ عطا فرمائے اور اسکی خدمت کی راہیں کھولے۔ آپکی دعاؤں کا شکریہ۔ آپ حضرات کی دعائیں ہمارے خدمتِ دین و اسلام کے کام کو آسان کرنے میں بہت ممد ہیں اور ہمارے راستہ کے روشن چراغ ہیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ آپ کا دینِ اسلام کو سمجھنا اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس کو سمجھانا اور ان کو عمل کی ترغیب دلانا ہی ایک طرح سے ہمارا ساتھ دینا ہے۔ جب کبھی آپ یہ کام کر رہے ہوں گے گویا آپ ہمارے ساتھ ہوں اور ہمارے کام میں ہی شریک ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے ؏

---

# مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کے رابطہ اجلاس

(بسلسلہ صفحہ ۵)

ہیں وہ اپنے دِل میں یہ عزم کر لیں کہ یہ ایک اچھا کام ہے اور الٰہی کام ہے، جماعت کی بھلائی کا کام ہے اور ہم نے ضرور کرنا ہے اور بالفعل دوسرے کو بھی آمادۂ عمل کریں تو یہ سلسلہ ترقی کر سکتا اور برگ و بار لا سکتا ہے اس کے ثمرات سے آپ لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو نیک کاموں میں مسابقت کی توفیق نصیب فرمائے۔

میں ان الفاظ پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان تقریبات کو مبارک ثابت کرے جن کی آپ نے آج ابتداء کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان پر عمدہ نتائج مرتب فرمائے اور ہماری حقیر کوششوں کو قبولیت کا شرف بخشے اور ان میں برکت دے۔ آمین ؏

---

# قرارداد تعزیت

کارکنان دفاتر انجمن کا ایک اجتماع زیر صدارت جناب چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری و ناظم دارالسلام آج صبح ½ ۱۱ بجے مرکزی دفتر میں ہوا، جس میں جماعت کے رکنِ رکین مرزا منظور احمد بیگ صاحب پودن نگر، سیالکوٹ شہر کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا اور مرحوم کے سلسلہ سے والہانہ لگاؤ اور جماعت کی خاموش خدمت۔ طبیعت میں سنجیدگی، حلیم الطبعی، نیکی اور بالغ نظری کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ نیز یکجائی طور پر دعائے مغفرت کی گئی کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور انکے اہل و عیال اور لواحقین بالخصوص محترم جناب مرزا مسعود بیگ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن اور مرزا مقبول احمد بیگ صاحب سے دلی ہمدردی کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

فیصلہ کیا گیا کہ قرارداد کی نقول مرحوم و مغفور منظور احمد بیگ صاحب کی بیگم صاحبہ، جناب مرزا مسعود بیگ صاحب، مرزا مقبول احمد بیگ صاحب اور اخبار پیغام صلح کو بھیجی جائیں۔

جلینا مرنا جہاں کا ہے دستور + دل ہے مجبور آنکھ بھی مجبور
کس کو یارا ہے ہست و بود یہاں + آج دنیا سے اُٹھ گیا منظور

(چوہدری) محمد حیات۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

---

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — ۱۹ر جولائی ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ نمبر ۲۹

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۰

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## دُنیا قیامت تک مجدّدوں کی محتاج ہے

### اور مجدد چاہتا ہے کہ انسان میں ایک تبدیلی ہو۔ نیا دل ہو، نئی رُوح ہو

یہ حدیث کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد تجدید دین کے لئے آتا ہے مخالفوں کے نزدیک کیسی ہی ہو مگر ہم کہتے ہیں کہ جب قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے۔ تو پھر اس سے انکار کے کیا معنے؟ ہر چیز تجدید کی محتاج ہے۔ پس نئی صدی بھی حق رکھتی ہے کہ نئے اہل دل پیدا کرے جو حکمت اور صداقت کی تخم ریزی کریں۔ بعد ما اھلکنا القرون الاولیٰ۔ تجدید ہی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جیسا گذشتہ زمانہ میں مجددوں کی ضرورت تھی۔ دنیا قیامت تک اسی طرح مجددوں کی محتاج ہے۔ انبیاء علیہم السلام مجدد ہوتے تھے اور مجدد کثرت سے آتے تھے۔ مگر یہ ضروری امر ہے کہ تجدید سے مراد صرف چند کلمے کہنے والوں کی جماعت نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا تو جلال چاہتا ہے۔ پس مجدد چاہتا ہے کہ انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہو۔ نیا دل ہو، نئی رُوح ہو۔ اس لئے میری ہمیشہ آرزو ہے کہ ہماری جماعت ایسی ہو کہ خواہ وہ جوان ہوں یا بڈھے اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریں۔ کہ گویا وہ ایک نئی دُنیا کے انسان ہوں۔ اور جب جماعت اس حالت پر پہنچے گی تو پھر فوق العادت ترقی ہوگی۔ پس ہر ایک تم میں سے نیا انسان بننے کی کوشش کرے۔ کیونکہ تم نے ایک مجدد کو قبول کیا ہے۔

پس یاد رکھو کہ مخالفوں پر غالب آنے کے واسطے تقویٰ ضروری ہے۔ اور اس کے لئے اس زمانہ میں بہتر طریق یہی ہے کہ ہمارے پاس رہیں۔ سب سے پہلے مولوی نورالدین صاحب نے اس راز کو سمجھا ہے۔ اور وہ محض خدا کی رضا مندی کے واسطے اور دین کو حاصل کرنے کے واسطے یہاں آ کر جنگل میں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے بہت بڑی قربانی کی ہے۔ اپنی جائدادیں اور املاک چھوڑیں۔ اور ایک جنگل کی رہائش اختیار کی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مولوی صاحب جیسی قابلیت اور لیاقت کا آدمی اگر لاہور یا امرتسر میں رہتا تو بہت بڑا دنیوی فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ اور کئی بار لاہور اور امرتسر والوں نے چاہا بھی کہ وہ وہیں آ کر رہیں۔ مگر انہوں نے کبھی یہاں کے رہنے پر دوسری جگہ کی آمدنی اور فوائد کو ترجیح نہیں دی۔ اللہ تعالےٰ ان کو اس کی بہتر جزاء دے۔ اس قسم کے لوگ ہوں اور ایسی روح اور یقین یہاں لے کر آئیں۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ بعض احباب ہمارے ہر سال دُنیا سے رخصت ہوتے جاتے ہیں۔ یہ کس کو معلوم ہے کہ اگلے سال کون ہوگا۔ اور کس کو طلبی کا حکم آ جائے گا۔ پس اس سے پیشتر کہ انسان دُنیا سے رُخصت ہو اس کو ضروری ہے کہ وہ خدا سے صلح کر لے۔ اور یہ سچی بات ہے کہ کسی شخص کو فیض الٰہی نہیں پہنچتا جب تک کہ اس کو خدا کے فرستادہ کے ساتھ سچی محبت نہ ہو۔ اور اس محبت کا ثبوت اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی اطاعت اختیار کرے۔

بڑی عظیم الشان بات ہے کہ انسان اخلاق کو حاصل کرے اور تقویٰ اختیار کرے۔ اس کے لئے صادقوں کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اس لئے میرے پاس رہنے کی فکر کرو۔ ان دنوں کو غنیمت سمجھو اور رسول اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بناؤ۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

# جنوبی امریکہ سے دو معزز مہمانوں کی احمدیہ مرکز لاہور میں آمد

## مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام دعوتِ استقبالیہ

رپورٹ ——— ابو سلمان ایم اے

گذشتہ دنوں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) سرینام (جنوبی امریکہ) کے دو نہایت مخلص اور معزز مہمان جناب یعقوب محمد ایوب صاحب اور ان کے صاحبزادے جناب طاہر محمد یعقوب صاحب احمدیہ مرکز لاہور میں تشریف لائے۔ اپنے سہ روزہ قیام لاہور کے دوران انہوں نے حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب دامت برکاتہٗ، دیگر بزرگانِ سلسلہ اور احبابِ جماعت سے ملاقات کی۔ مرکزی انجمن کے دفاتر اور اداروں کا معائنہ کیا، دارالسلام کا دورہ کیا اور زیرِ تعمیر منصوبوں کو دیکھا۔

گرامی قدر مہمانوں نے نمازِ جمعہ دارالسلام مسجد میں ہی ادا کی۔ بعد ازاں مرکزی انجمن کے سینئر نائب صدر محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے ساتھ مجلس فرمائی جو کافی دیر تک جاری رہی، جس کے دوران اندرون و بیرونِ ملک تبلیغی سرگرمیوں اور معاملات کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا گیا۔

معزز مہمانوں کا قیام لاہور کے معروف ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل میں رہا۔ وہ عالمی دورہ پر ہیں اور مختلف ممالک میں احبابِ جماعت سے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

گرامی قدر مہمانوں کی لاہور میں تشریف آوری کے موقعہ پر مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کی طرف سے ان کے اعزاز میں مؤرخہ ۸ جولائی ۱۹۷۸ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر جامع احمدیہ دارالسلام میں ایک دعوتِ استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا، جس کی صدارت محترم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے فرمائی اور مرکزی انجمن لاہور کے مقامی احباب و خواتین نے شرکت کی۔

اس موقعہ پر صدر مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور محترم چوہدری نذیر صاحب نے تقریب ہٰذا کی غرض پر روشنی ڈالی۔ جس کے بعد محترم میاں بشارت احمد بقا صاحب نے مرکزی انجمن کی نمائندگی کرتے ہوئے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور اُن کی اپنے روحانی مرکز لاہور میں آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا کہ مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور نے جنوبی امریکہ سے آنے والے گرامی قدر مہمانوں کے اعزاز میں استقبالیہ کا اہتمام کیا ہے۔ اگرچہ یہ فرض درحقیقت مرکزی انجمن کا تھا تاہم مقامی جماعتِ لاہور نے بڑی فراخدلی اور خندہ پیشانی سے اس فرض کو اپنے اوپر لے لیا ہے جس کے لئے مرکزی انجمن ان کی بڑی شکر گذار ہے۔ اِس اظہارِ تشکر کے بعد جناب میاں صاحب نے مہمانوں کا تفصیلی تعارف کروایا۔

اس موقعہ پر جناب یعقوب محمد ایوب صاحب نے بڑے دلچسپ پیرائے میں قبولیت احمدیت کی ایمان افروز داستان بیان کی[1] کہ انہوں نے احمدیت کس طرح قبول کی، قبولِ احمدیت سے قبل ان کی کیا حالت تھی اور بعد میں کیا تبدیلی آئی۔

اس مٹھی بھر جماعت نے خدمتِ دین کے سلسلہ میں دنیا میں وہ شاندار کام کر دکھایا جس کی نظیر ڈھونڈنا ممکن نہیں ہے۔

آپ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ممکن ہے آپ لوگوں کو یہاں پاکستان میں بیٹھے ہوئے یہ اندازہ اور احساس نہ ہو کہ ہماری جماعت کے گرانمایہ لٹریچر کی بدولت دُنیا میں کس قدر ذہنی انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا اگر صحیح اندازہ لگانا مقصود ہو تو مغربی ممالک میں جا کر دیکھئے۔

آپ نے کہا ہمیں اپنی قلت تعداد کو نہیں بلکہ اس قلت کی قوتِ کار کو مدِّنظر رکھنا چاہیئے۔ چونکہ جناب یعقوب محمد ایوب صاحب کی تقریر جملہ احبابِ جماعت کی دلچسپی اور تقویتِ ایمان کا باعث ہوگی، لہٰذا اسے ٹیپ کر لی گئی اور اس کا مکمل متن شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔

جناب یعقوب محمد ایوب صاحب

جناب طاہر محمد یعقوب صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ وہ پہلی دفعہ اپنے روحانی مرکز لاہور آ کر بے حد خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ میری دیرینہ خواہش تھی کہ وہ مقام دیکھوں جو اس نور کا منبع ہے جس سے آج چار دانگِ عالم میں روشنی ہی روشنی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج خدا تعالےٰ نے میری یہ آرزو پوری کر دی۔

جناب طاہر محمد ایوب صاحب

آپ نے مزید کہا کہ لاہور مرکز میں آنا ہمارے لئے سعادت کا موجب ہے اور بزرگوں کی زیارت اور احباب سے ملاقات ہمارے لئے باعثِ عزت ہے۔ اور جب ہم یہاں سے کل رخصت ہو رہے ہونگے تو اپنے ساتھ بڑی حسین و خوشگوار یادیں لے کر جائیں گے جو ہماری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہوں گی۔

آخر میں صدرِ مجلس محترم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب نے معزز مہمانوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آج ان محترم بھائیوں کی ہمارے درمیان موجودگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حضور سے وعدہ تھا کہ میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ گو اس کی ابتدا حضرت صاحب کے زمانہ میں ہی ہو چکی تھی لیکن آج ہم نے اپنی زندگیوں میں ہی نورِ اسلام کو اکنافِ عالم میں خصوصی طور پر مغربی کناروں میں پہنچتے دیکھ لیا ہے۔ جہاں پہلے نہیں پہنچا تھا۔ اس ماموری الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ تھا یہ نور اس زمانہ کا مامور پھر سے دنیا میں لایا اور حضرت صاحب نے اپنی جماعت کو تسلّی بھی دی تھی کہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام اللہ تعالےٰ کا کام ہے اور یہ اس جماعت کے ذریعہ ہوگا ——— اس کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

[1] مکمل تقریر صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

# پاکستان میں تین اہم بین الاقوامی ملی کانفرنسوں کا انعقاد۔

## تینوں کانفرنسوں میں اتحاد، اصلاح اور اشاعت اسلام کے عزائم کا اعادہ
## مسلم ملت کیونکر احمدیت کے احیاء کردہ اصولوں کی جانب آرہی ہے۔

**خطبہ جمعہ:** مؤرخہ ۱۴ جولائی ۱۹۷۸ء۔ فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ادام اللہ فیوضہ۔ در جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون ٥ ...... ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ٥ ...... ولا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاء ھم البینٰت و اولئک لھم عذاب عظیم ٥

(آل عمران: ۱۰۲ تا ۱۰۵)

مرتبہ: مولوی شفقت رسول خاں

ان آیات میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ "اے مومنو! خدا کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ اور تمہیں ایسی حالت میں موت آئے کہ تم سچے مسلمان ہو۔ اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور خدا کی نعمت کا شکر ادا کرو اس سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اس نے تمہارے اندر الفت و محبت پیدا کر دی اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اس نے تمہیں آگ سے نجات دی۔ اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو معروف کا حکم دینے والی ہو اور نہی عن المنکر کرنے والی ہو۔ اور خیر کی طرف دعوت دینے والی ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے فرقے بنا لئے اور کھلے احکام کتاب آ جانے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کی راہ پر چلنے لگے۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

اس ملک پاکستان میں اس وقت تک تین بین الاقوامی مسلم کانفرنسیں ہو چکی ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں سربراہان مملکت ہائے اسلامی کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں اسلامی ممالک کے سربراہوں نے شرکت فرمائی اور اتحادِ اسلامی کی ندا کو نمایاں طور پر بلند کیا۔ دوسری طرف ۱۹۷۷ء میں راولپنڈی میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس منعقد ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانے کے لئے اجتماعی طور پر غور و خوض ہوا۔ مغرب میں تبلیغ اسلام پر زور دیا گیا۔

اور اب حال ہی میں کراچی میں رابطہ مؤتمر عالم اسلامی کے زیر اہتمام پہلی اسلامی ایشیائی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مختلف مشرقی ممالکِ اسلامیہ کے زعماء و علماء نے شرکت کی۔ ان تینوں کانفرنسوں میں جو چیز قدر مشترک ہے اور جو نمایاں اور واضح ہے وہ:۔

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا"

کی آیت قرآنی کو بطور ماٹو پیش کرتا ہے۔

سربراہی کانفرنس میں جگہ جگہ پر دروازوں اور دیواروں کو اس آیت مقدسہ کی عبارت سے مزین کیا گیا تھا۔ اسی طرح جو روئداد کانفرنس اخبارات میں چھپی ہے اس میں یہی ماٹو پیش کیا گیا ہے کہ تمام ممالکِ اسلامیہ اتحاد و یکجہتی کے سلک میں منسلک ہو جائیں اور ایک ہو جائیں۔ یہ ایک نہایت ہی مبارک اور عمدہ بات ہے کہ مسلمان اتحادِ باہمی کی طرف آ رہے ہیں۔ غور طلب یہ بات ہے کہ یہ ماٹو سب سے پہلے کس جماعت کی طرف سے پیش کیا گیا۔ کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ اور اتحاد و اتفاق بین المسلمین قائم ہو جانا چاہیئے۔ اگر ایسی جماعت کوئی ہے جس نے یہ اصول مسلمانوں کے سامنے رکھا تو وہ صرف جماعتِ احمدیہ لاہور ہی ہے جو گزشتہ پچھتر سال سے یہ ندا بلند کر رہی ہے۔ اور اب مسلمانوں کا اتحاد کی جانب متوجہ ہو جانا کیا یہ **اسی جماعت کے نظریہ کی ہی ندائے بازگشت نہیں ہے؟**

حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب نے زندگی کا کثیر حصہ اسی نظریہ کی تشہیر و اشاعت میں گذارا کہ مختلف اسلامی فرقے اتحاد باہمی پیدا کریں اور تفرقہ نہ کریں۔ قریباً چالیس برس قبل کا ذکر ہے جناب مولانا موصوف مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے جو لاہور آئے ہوئے تھے، ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور ان سے درخواست کی کہ قرآن پاک کی ان آیات پر عمل ہونا چاہیئے اور ہر کلمہ گو کو مسلمان یقین کرتے ہوئے اتحاد و اتفاق کی فضا مسلمانوں میں پیدا کرنی چاہیئے۔ چونکہ مولانا کفایت اللہ صاحب مرحوم حضرت مولانا صدرالدین صاحب سے متعارف نہیں تھے۔ اس لئے وہ پہلے تو اس بات کو تسلیم کرتے رہے اور ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ مگر ایک دوسرے شخص نے مولانا کفایت اللہ صاحب کو بتایا کہ یہ صاحب تو مرزائی ہیں۔ اور صرف اپنے مفاد کے لئے آپ کو یہ بات منوا رہے ہیں کہ انہیں مسلمان سمجھا جائے۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ بات تو ٹھیک ہے کہ ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھا جائے۔ لیکن ہمارے پاس مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایک ہی تجربہ ہے یعنی یہ کہ ان کی اصلاح کے لئے کفر کے فتویٰ کا حربہ استعمال کیا جائے۔

غالباً مولانا شبلی نے ایک مولوی صاحب سے اپنی بات چیت کا بیان اشعار میں لیا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ جماعت احمدیہ اہل مغرب کو نہایت کامیابی سے اسلام کی دعوت دے رہی ہے۔ مگر اس کے برعکس آپ مولوی صاحبان کیا کام کر رہے ہیں؟ مولانا شبلی نے ان کا جواب طنزیہ انداز میں اس شعر کی صورت میں موزوں کیا ہے:

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

لیکن اب پوری طرح سے یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ سابقہ حکومت ایک لامذہب حکومت تھی اس کے باوجود اس نے اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد کی۔ کیونکہ اس کو یقین تھا کہ تمام ممالکِ اسلامیہ کی پشت پناہی سے ہی ملکی سیاسی ترقی اور کامیابی ممکن ہے۔

چنانچہ جناب کرنل قذافی سربراہ لیبیا نے اس موقعہ پر ہاتھ بلند:

فرما کر کہا تھا کہ قوتنا اتحادنا۔ قوتنا اتحادنا۔ ہماری طاقت کا راز ہمارے اتحاد میں پوشیدہ ہے۔ اور گزشتہ برس کی راولپنڈی میں منعقدہ کانفرنس میں بھی اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ یورپ میں تبلیغ اسلام ہونی چاہیئے۔ لیکن اس خیال سے قریباً ایک صدی پیشتر جماعت احمدیہ لاہور یہ فریضہ تبلیغ اسلام یورپ میں نہایت کامیابی سے سر انجام دے رہی ہے اور یورپ میں مساجد تعمیر کر چکی ہے لارڈز اور با اثر شخصیتوں تک کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا ہے۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کا یہ واضح ترین موقف ہے کہ جملہ مسلمان یا کلمہ گو متحد ہو کر ہی تبلیغ و اشاعتِ اسلام کریں۔ ہمیں اس بات پر بے حد خوشی ہے کہ اب مسلمان اس طرف آ رہے ہیں۔

## حضرت عیسٰیؑ کے بارہ میں موجودہ معتقدات رکھتے ہوئے مسلمان کہاں تک مغرب میں تبلیغ اسلام میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟

لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے بھائی یورپ میں کن خطوط پر تبلیغ اسلام کریں گے۔ اور اسلام کی کونسی صورت پیش کریں گے۔ اگر یہ نظریہ پیش کریں گے کہ حضرت عیسٰےؑ ابن مریم زندہ آسمان پر رونق افروز ہیں اور الآن کما کان ہیں۔ اور وہ آسمان سے اتر کر اصلاح فرمائیں گے اور عجیب اور محیر العقول معجزات کا اظہار کریں گے کہ وہ زندہ ہی نہیں بلکہ وہ مردوں کو زندہ کرنے والے۔ پرندے بنا کر ان میں روح پھونکنے والے ہیں اور وہی زمین پر دوبارہ آ کر اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کا کام کرنیوالے ہیں اور اسلام کو بہ جبر تلوار منوائیں گے۔

یہی حضرت عیسٰےؑ کے مقابلے میں حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب آسمان پر چڑھنے اور اترنے کی درخواست کی گئی تو حضورؐ نے فرمایا ھل کنت الا بشراً رسولا۔ میں تو چونکہ ایک بشر رسول سے بڑھ کر اور کچھ نہیں اس لئے میرے لئے آسمان پر چڑھنا اور پر اُترنا ممکن نہیں ہے؟ اگر ہم اس انداز سے اسلام کو پیش کریں گے تو یقیناً عیسائی لوگ ہم سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ بجائے اس کہ ہم اسلام لائیں آپ زندہ اور زندگی بخش ابن اللہ کو مان لیں یعنی عیسائیت اختیار کر لیں تا کہ نجات پا سکیں کیونکہ جو زندہ ہے اس کا کام بھی زندہ ہے۔

اسی قسم کے نظریات سے اہلِ عیسائیت میں دلیری اور جرأت پیدا ہوئی ہے کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں زندہ دین اور زندہ نبی پیش کرتے ہیں اور اسلام کے نبی کو مردہ کہتے ہیں اور اسلام کو ناقابلِ عمل دین خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحبؒ نے اپنے شعر میں فرمایا ہے :-

مسیحِ ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفونِ یثرب را ندادند ایں فضیلت را

کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کو خود اسلام کے خلاف قوت دی ہے۔ تا کہ وہ اسلام کے خلاف دلیر بن جائیں۔

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

ہمارے مسلمان بھائی اگر اہلِ یورپ کو اسلام پیش کریں اسلام کے متعلق غلط تصور کے بجائے۔ اور اسلام کی خوبیوں کا پرچار اور تبلیغ کریں کیونکہ اسلام ... خوبیوں ہی خوبیوں کا حامل ہے۔ معاشرت و ... تہذیب و شائستگی۔ انسانی عظمت و کردار، اخلاقیات اچھائیوں اور حسنات ہی کا مجموعہ ہے۔ لیکن اگر وہ اس تبلیغ کو

مفید ترین اور مؤثر ترین بنانا چاہتے ہیں تو حضرت مجدد صدی چہاردہم مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے تبلیغ یا غلبۂ اسلام کا سہل اور مؤثر راستہ کھول دیا ہے، جنہوں نے اسلامی اتحاد کے بنیادی اصول کی وضاحت کر دی ہے۔ اور دشمنانِ اسلام کے خلاف تیاری کرنے کا حربہ عطا کر دیا ہے۔

ایم اے کے برودی نے بھی کانفرنس سے خطاب کیا تھا۔ وہ خطاب روزنامہ نوائے وقت اور مشرق وغیرہ میں چھپ چکا ہے۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ جب تک مسلمان اپنی اصلاح نہیں کرتے وہ اپنی مشکلات پر قابو نہیں پا سکتے۔ لیکن اپنی اصلاح بڑی کٹھن اور مشکل بات ہے۔ عمل کے لئے بھاری قربانی کی ضرورت ہے۔ تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ حسنِ عمل اور پاکی کے بغیر آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ اور آج جو چیز نایاب ہے وہ پاکیٔ باطن ہی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر بیعت کنندہ پر زور دیا کہ وہ باطنی اصلاح کرے۔ مگر اصلاح صرف باتوں سے بات نہیں ہو سکتی۔

چونکہ اسلام ایک سچا دین ہے۔ اور جو جماعت اس سچائی کی حامل ہو اور اس کی تبلیغ کی داعی ہو اس پر لازم و واجب ہے کہ وہ جماعت بھی سچی ہو۔ کیونکہ اسی بنیاد پر ہی سچائی پھیل سکتی ہے۔ اور قول و عمل میں تضاد ہو تو کوئی بھی معقول انسان اس انسان کی بات پر کان نہیں دھرتا۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے :-

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔

یعنی ایسی جماعت ہو جو خود نیک بن کر لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم کرے اور برائیوں سے روکنے والی ہو۔

اگر خود کوئی جماعت پاکباز نہ ہو اور اپنا پاکیزہ نمونہ پیش نہ کر سکے تو ایسی جماعت قوم کی اصلاح نہیں کر سکتی۔ جماعت کے کارناموں کی اصل وجہ اس کے افراد کی پاکی و اصلاح باطن کی قوت ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا مطالعہ کیجئے تو حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے وہ اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے والے تھے۔ اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل نمونہ کو اپنے اندر دکھلانیوالے تھے۔ اس لئے جہاں گئے کامیاب و کامران ہوئے۔ اس صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھی بھی اسلام کے اصولوں پر عامل تھے۔ ان کی صفائی باطن کا نتیجہ تھا کہ ہمیں ان کی صحبت میسر آئی تو جب ہم لوگ نماز کے لئے نکلتے تھے تو لوگ انگلیاں اٹھاتے تھے کہ یہ لوگ گو ہمارے نزدیک بعض اعتقادات میں گمراہ ہیں لیکن یہ نیک اور اسلام پر عمل کرنے والے لوگ ہیں۔

حضرت مرزا صاحبؒ نے اصلاح عقائد پر اور تعلیم اسلام پر عمل کرنے پر زور دیا ہے۔ اور ہم بھی اپنے عقائد و تعلیم کی سچائی کو پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک مبارک بات ہے۔ لیکن جب تک ہم اپنے اعمال کو اسلام کی کسوٹی پر نہیں پرکھیں گے اور ایک نمایاں فرق کا ظہور نہ ہو تو کوئی اعلیٰ کارنامہ سر انجام نہیں دے سکتے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اور دوسرے لوگوں میں کوئی نمایاں فرق نظر نہیں آتا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی حسن علی صاحب نے بھاگلپور سے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو لکھا کہ آپ کا علم بہت بڑا ہے۔

پھر آپ نے مرزا صاحب کی بیعت کیوں کی ؟ ۔ مولانا نورالدین صاحب نے جواب دیا کہ مجھ میں ایک کمزوری تھی، وہ کمزوری ان کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے دور ہوئی جس کو میں خود بخود دور نہ کر سکا پھر یہ شعر کہا ؎

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

مولوی حسن علی صاحب صرف علم سے مرعوب تھے۔ لیکن انہیں عمل کا سبق یاد نہ تھا۔

آج مسلم قوم کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ امامِ وقت کے اصولوں کو اپنائیں۔ ورنہ وہ مٹ جائیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے امامِ وقت کو مبعوث کیا۔ جس نے قوم کو پھر سے زندگی اور تابندگی کے اصول یاد دلائے جن کے سہارے کے بغیر غیر مسلم اقوام کو تبلیغ نہیں کی جا سکتی۔

فری لینڈ ایبٹ صاحب امریکہ کے ایک پادری نے لکھا ہے کہ آج عام مسلمان علماء بھی عیسائیت کے مقابلہ کے لئے ساخت احمدیہ ہی کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے قوم کو جو ہتھیار اسلام کے دفاع اور تبلیغ کے لئے دیئے ہیں وہ صحیح اور درست اور مؤثر ہیں۔ اور مسلمان علماء بھی ان اصولوں کو اختیار کر رہے ہیں۔ مگر ایبٹ صاحب کے نہایت سچے مقولہ کی بجائے میں یہ کہتا ہوں کہ واقعات شاہد ہیں کہ مسلمان احمدیت کے اصولوں کو اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ ایک نیک و مبارک فال ہے بشرطیکہ ملت کے اقدامات تقریروں اور جلسوں سے ترقی کر کے عملی زندگی میں گھر کر جائیں۔

**اتحاد و اخوت اور اصلاحِ افراد کے اصول کو اپنانا** کامیابی اور فلاح کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ بنیادی اصول ہی اشاعتِ اسلام میں معاون ہوں گے۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ نے ان اصولوں کی وضاحت کے لئے کتابوں پر کتابیں لکھی ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں ضرور کھولے گا اور وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے۔ آج حضرت مرزا صاحب کی تحریکات کا نتیجہ ہی ہے کہ مسلمان نہ صرف تبلیغ اسلام کے کام کی طرف متوجہ ہوئے ہیں بلکہ مسلم قوم کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

اسلام ایک مضبوط قوت ہے۔ ہمیں اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ **ان آیات میں باہمی مخالفت کو آگ کا گڑھا قرار دیا ہے۔** جس سے اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی نجات ہو سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ میں ۱۹۱۴ء میں اختلاف رونما ہوا لیکن مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے قبل ہمیشہ تفرقہ کی آگ کو بھڑکنے نہ دیا اور لوگوں نے کہا کہ آپ ہمیشہ آگ کو دبا دیا کرتے ہیں۔ تو آپ فرماتے کہ یہ صحیح بات ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سبق سیکھا ہے کہ آگ کو بار بار دبا دینا ہی مفید ہے۔ چنانچہ تفرقہ کی آگ کو بھی میں بار بار دبا دیتا ہوں۔ یاد رکھو اتحاد و یکجہتی ہی میں ترقی اور خوشحالی کا راز پوشیدہ ہے ❖

## ایک ضروری تصحیح

۱۹ جولائی کے شمارہ کے سرورق پر نمبر ۲۹ کی بجائے نمبر ۲۵ چھپ گیا ہے۔ قارئین کرام درست فرمائیں۔ —(ادارہ)

—— ادارہ اس سہوِ کتابت پر معذرت خواہ ہے ——

# مکتوب سندھ

(از محمد اکبر مرزا)

—— مارشل لاء ضابطہ 115 مجریہ ۱۹۷۲ء اسلامی شرع کے خلاف نہیں ؟

—— غیر اسلامی دفعات منسوخ کی جائیں!

قابلِ توجہ صدر پاکستان و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر

مارشل لا ضابطہ مذکورہ بالا کے نفاذ کے بعد ملکیت زرعی اراضی کا زیادہ سے زیادہ رقبہ پندرہ ہزار پیداواری انڈکس یونٹس مقرر کیا گیا۔ جن مالکان کے پاس مقررہ حد سے فاضل اراضی تھی وہ بلا ادائیگی معاوضہ بحق سرکار ضبط کر لی گئی۔ ضابطۂ مذکورہ کی زد میں اکثر وہ آبادکار صوبہ سندھ متاثر ہوئے جنہوں نے حکومتِ سندھ سے اراضی خرید کی تھی۔ بنجر اراضیات کو آباد کیا۔ محنت کی۔ فصلات حاصل کیں۔ بچت آمدنی سے اور زمین خرید کی۔ حتیٰ کہ بعض خوش قسمت آبادکاروں نے ہزار ایکڑ تک زمین خرید کر لی۔

ضابطہ مذکورہ کے تحت ایسے آبادکاروں سے بلا معاوضہ زمین بحق سرکار ضبط کر لینا خلافِ شرع اسلام ہے۔ ۱۴ سو سال گذر گئے ہیں، تاریخ اسلام ایک ایسی مثال بھی پیش نہیں کر سکتی جب کسی حکومت نے کسی بے گناہ شہری کی ذاتی ملکیت اس طرح بلا معاوضہ ضبط کر لی ہو۔

جنرل ایوب مرحوم کے دورِ حکومت میں مارشل لا ضابطہ ۶۴ نافذ کیا گیا، جس کے ماتحت ۳۶ ہزار پیداواری انڈکس یونٹس زیادہ سے زیادہ زرعی زمین رکھنے کی اجازت تھی۔ مندرجہ حد سے فاضل اراضی حکومت نے معاوضہ دے کر اپنے قبضہ میں کر لی تھی۔ یہ اقدام عین آئینِ اسلام کے اندر تھا۔

موجودہ حکومت کو لازم ہے ایسی بلا معاوضہ ضبط شدہ اراضیات کا معاوضہ سابق مالکان کو ادا کرے، یا پھر ضابطہ مذکورہ کی دفعات ۲۶-۲۷-۲۸ سالم منسوخ کر کے متاثرہ سابق مالکانِ اراضی کو حق دیا جائے کہ وہ عدالت عالیہ سے اپنے شرعی حقوق محفوظ کرائیں ❖

## تقریب نکاح اور عطیہ

عزیزم افوار احمد فرزندِ رشید جناب ماسٹر اصغر علی صاحب کا نکاح ہمراہ عزیزہ ام سلمیٰ بنت مولوی محمد علی صاحب مبلغ ڈیرہ غازی خان بعوض مبلغ ۵ ہزار روپیہ حقِ مہر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے بعد نماز جمعہ جامع احمدیہ دارالسلام میں پڑھا۔ عزیزم افوار احمد ایک صالح اور دیندار نوجوان ہیں، خدمتِ خلق کا جذبہ بدرجہ اتم رکھتے ہیں، اور آجکل بیرون ملک ملازمت کر رہے ہیں۔

اس خوشی میں دولہا کے والد مکرم ماسٹر اصغر علی صاحب نے یک صد بیس 20/1 روپے لندن کی کسی لائبریری میں ایک سیٹ کتب بھیجنے کے لئے خزانہ انجمن میں جمع کرائے ہیں۔ جزاھم اللہ۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے بابرکت اور مثمر بہ ثمراتِ حسنہ بنائے — ادارہ پیغامِ صلح کی طرف سے جناب ماسٹر صاحب کو مبارک باد ❖

تقریر:- محترم یعقوب محمد ایوب صاحب

# میں صرف اور صرف آپکی جماعت کی تبلیغی مساعی سے حقیقی مسلمان بنا ہوں۔ آپکے لٹریچر نے بیرونی ممالک میں مخلص جماعتیں قائم کردی ہیں یہ سب کچھ آپ لوگوں کی قربانیوں، محنت، آپکے علم اور مالی ایثار کی وجہ سے ہے۔

## جامع احمدیہ دارالسلام میں جناب محترم یعقوب محمد ایوب صاحب کی تقریر دلپذیر

صاحب صدر جناب ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب، معزز خواتین و حضرات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میں آپ سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور اپنی بہت بڑی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے یہ عزت بخشی ہے۔ کہ میں یہاں پر حاضر ہو کر کچھ باتیں آپ کی خدمت میں عرض کروں سفر پر روانگی سے پہلے میں نے اپنے احباب کو مدعو کیا تھا اور اپنے احمدی دوستوں کو بتایا تھا کہ میں شاید اپنے سفر کے دوران اپنے مرکز لاہور میں بھی جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ دعا کی کہ خدا تعالےٰ آپ کو پاکستان لے جائے اور وہاں مرکز کے بزرگوں کو ہمارا ہدیہ سلام پیش کر دینا۔ چنانچہ یہ خوش کن موقعہ غنیمت جان کر میں اپنے سرینام کے سب احمدی خواتین اور احباب کی طرف سے آپ سب خواتین و احباب کو پُر خلوص سلام پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ لوگ کھلے دل کے ساتھ ان کا سلام قبول فرمائیں گے اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں گے۔

مجھے دنیا کا سفر کرتے ہوئے آج ایک ماہ اور پانچ دن ہو چکے ہیں۔ میں سرینام سے نیویارک، نیو جرسی، بوسٹن اور شکاگو گیا۔ شکاگو میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں بلیک مسلم نامی تحریک کا صدر دفتر ہے علیجا محمد کی وفات کے بعد ان کے بیٹے والس محمد نے راہنمائی اپنے ہاتھ میں لی تو انہوں نے کہا کہ اسلام میں سیاہ و سفید اور زرد رنگوں کا کوئی امتیاز نہیں، چونکہ ہم سب مسلمان ہیں۔ لیکن چونکہ ہم حبشی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس سے سیدنا حضرت بلال حبشی رض متعلق تھے۔ جنہوں نے نہایت نامساعد حالات میں اسلام قبول کیا۔ اس راہ میں انہوں نے دکھ درد کے ہزاروں عذاب برداشت کئے۔

وہ اسلام میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے مکہ و مدینہ میں اذان دی۔ ان کی نسبت سے ہم اب اپنے آپ کو بلالی مسلمان کہلائیں گے۔ ہمارے سردار نے عرب میں اذان دی تھی ہم انکے فرزند ہیں لہٰذا ہم اسلام کی اذان دنیا کے کناروں تک پہنچائیں گے۔ بہر حال شکاگو بلالی مسلمانوں کا اہم مرکز ہے۔ وہاں سے ہم سان فرانسسکو گئے۔ ماسٹر عبداللہ صاحب کے ساتھ تین دن قیام رہا۔ وہاں سے ہونولولو دو دن قیام کے بعد فیجی پہنچ گئے۔ وہاں پر حافظ شیر محمد صاحب خوشابی سے ملاقات ہوئی۔

فیجی میں احمدیوں کی کثیر تعداد ہے۔ وہ بڑے اچھے اور دیندار لوگ ہیں احمدی افکار اور نظریات پر صدق دل اور پختگی سے قائم ہیں ان کی سرگرمیاں بڑی مفید اور زبردست ہیں۔ آج کل وہ لوگ ایک مسجد کی تعمیر میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے ساتھ میرا بیٹا طاہر سول انجنیئر ہے اس نے تعمیر کے مرحلہ میں مفید مشورے دیئے۔ جس کے لئے احباب نے شکریہ [illegible] ہے۔

وہاں سے جاپان اور کوریا گیا۔ تھائی لینڈ جانا چاہتا تھا۔ یہ مجبوری کہ ویزا نہ مل سکا۔ پھر ہانگ کانگ اور جکارتا جانا ہوا۔ جکارتا میں ہمارے کافی احمدی بھائی قیام پذیر ہیں اور اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ ہماری آمد سے بہت خوش ہوئے کہ ہم جنوبی امریکہ سے آئے ہیں۔ وہ یہ بات معلوم کرکے کہ ہم مرکز میں بھی جا رہے ہیں انہوں نے رشک بھری نظروں سے کہا کہ مرکز میں احمدی بزرگوں سے ہمارا سلام عرض کر دیں۔ چنانچہ ان کی طرف سے بھی آپ کو سلام پیش کرکے یہ فریضہ بھی ادا کرتا ہوں۔

وہاں سے سنگاپور اور بنکاک گئے۔ پھر کلکتہ بنارس اور دہلی جانا ہوا۔ کشمیر میں عبدالعزیز صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ایک رات ان کے ساتھ گذاری۔ حضرت عیسےٰؑ کے مزار کی بھی زیارت کی اور فاتحہ خوانی کی۔ آگرہ بھی دیکھا اور فتح پور سیکری بھی جانا ہوا۔ پھر کراچی آ گئے اور آج آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ کل ہم جدہ جائیں۔ عمرہ ادا کریں گے اور بعد ازاں مصر اور یورپ چلے جائیں گے۔ جس طرح ہانگ کانگ میں میرا کاروبار ہے اسی طرح یورپ میں بھی ہے۔

میرے اس سفر کی تین اغراض ہیں، سیر و سیاحت، دوستوں سے میل ملاقات اور کاروبار۔ پاکستان میں میرا کوئی کاروبار نہیں ہے یہاں پر صرف آپ حضرات کی ملاقات کے لئے آیا ہوں یہاں میرا نہ کوئی رشتہ دار ہے البتہ فاضل رمضان کی وجہ سے اب میری رشتہ داری ہو گئی۔ مگر سب سے بڑھ کر رشتہ داری آپ حضرات سے ہے اور یہ رشتہ داری اسلام اور احمدیت کی وجہ سے ہے یہ رشتہ داری بہت بڑی رشتہ داری ہے۔ فرمایا انما المؤمنون اخوۃ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ افسوس اس برادری کے باوجود ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو قتل کرنے کے لئے بھی تیار ہے۔ اس طرح ارشاد انما المؤمنون اخوۃ کا کیا احترام رہ گیا۔ احمدی ہونے کے لحاظ سے آپ ہمارے بھائی ہیں اور ایک احمدی دوسرے احمدی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حضرات! یہ بات کہ ہم میں احمدیت کس طرح پہنچی اور میں کس طرح احمدی ہوا یہ بڑی دلچسپ داستان ہے۔ ۱۹۲۹ء کی بات ہے برصغیر ہند سے ایک پنڈت مہتہ جیمنی جی سرینام گیا۔ سیاست کے لحاظ سے تو وہ کانگرسی تھا۔ مذہب کے لحاظ سے آریہ سماجی۔ آریہ سماج کو فروغ اور ترقی دینے کے لئے اس پنڈت نے وہاں پر ایک انجمن بنائی جو آج تک وہاں پر موجود ہے۔ یہ پنڈت پہلا شخص ہے جس نے وہاں پر مذہبی انجمن کی بنیاد رکھی۔ ان کی دیکھا دیکھی سناتن دھرمیوں نے بھی ایک انجمن قائم کی جس کا نام سناتن دھرم ہے۔

مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ ہندو لوگ تو اپنی انجمنیں بنا رہے ہیں اور اپنے مذہب کا کاروبار ایک انجمن کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کو بھی خیال ہوا کہ ہم کو بھی ان کے مقابلہ میں ایک انجمن بنانی چاہیئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے مل جل کر ایک انجمن بنائی جس کا نام "اسلامیہ انجمن سرینام" رکھا۔ میں بھی اس کا ممبر ہوں۔ اس وقت وہاں پر کوئی فرقہ واری کی بات نہ تھی۔ نہ شیعہ تھا نہ سنی، نہ کوئی اور۔ انجمن قائم ہونے کو تو ہو گئی۔ لیکن مسلمان وہی تھے جو تعزیہ نکالتے تھے، ڈھول بجاتے تھے۔ نذر و نیاز دیتے۔ مرگ ہو جاتی تو مسجد میں چلے جاتے تھے۔ کبھی کبھی مولود شریف کی مجالس بھی منعقد کر لیتے تھے، اور اسلام کی خدمت و اشاعت کا کوئی معقول انتظام نہ تھا اور نہ کر پاتے تھے۔ نہ قرآن کا بیان، نہ حدیث کا دور۔ ہمارے ملک میں قرآن شریف صرف اس وقت پڑھا جاتا تھا جب کسی

کے ہاں مرگ ہو جائے - ایسے موقعہ پہ لوگ قرآن خوانی کرتے اور مردے کو بخش دیتے -

ہمارے ہاں ایک صاحب سردار کرامت علی ہوتے تھے مسلمانوں نے ان کو اپنا لیڈر بنا لیا تھا - مسلمانوں کے اندر اگر کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو وہ ان کے درمیان فیصلہ کرا دیتے - چنانچہ وہ صاحب اس انجمن کے امیر بنے جبکہ ایک اور صاحب اصغر علی نامی اس کے صدر چنے گئے - اب مشکل یہ تھی کہ انجمن کا کام کیسے چلایا جائے - کوئی مبلغ مولانا ہم میں نہیں تھا - نہ کوئی درس دینے والا نہ تعلیم دینے والا - تو خیال آیا کہ ہندوستان سے کوئی مولوی مبلغ بلا لیا جائے - ان دنوں ہمارے ہاں لاہور سے ایک اخبار آتا تھا جس کا نام تھا پیسہ اخبار - اس کے ایڈیٹر محبوب عالم تھے - یہ اخبار ایک صاحب عبدالاحد صاحب کے نام جاری تھا - اس اخبار میں کبھی کبھی انجمن حمایت الاسلام کے بارے میں لکھا ہوتا تھا کہ یہ انجمن مسلمانوں کی تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں بڑا مفید کام کر رہی ہے - چنانچہ ہم نے باہم مشورہ کرکے اس انجمن کو خط لکھا - جس میں اس سے مدد طلب کی گئی تھی -

تعجب کی بات ہے کہ خط تو ہم نے لکھا انجمن لاہور کو مگر جواب آیا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے - ہم نے سمجھا کہ شاید ہم نے پتہ غلط لکھا ہوگا - ہم احمدیہ انجمن کے بارے میں کوئی اچھا تاثر نہ رکھتے تھے - اس کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۲۴ء کی بات ہے - ٹرینیڈاڈ میں لنڈن سے ایک مبلغ فضل کریم درانی صاحب آئے - ان کو ٹرینیڈاڈ والوں نے بلایا تھا - وہ احمدی مبلغ تھے - ایک مولوی رکن الدین صاحب ہوتے تھے - وہ امیر کبیر آدمی تھے - سرینام مسلمانوں نے ان کو ایک خط لکھا جس میں کہا گیا کہ ان مبلغ صاحب کو ہمارے پاس بھی بھیجدیں - انہوں نے ہمیں جو جواب دیا - اس میں لکھا "کہ اس مولوی صاحب سے اللہ تعالےٰ پناہ دے - وہ شیطان مردود ہیں - انہوں نے یہاں آکر ہمارا خانہ خراب کر دیا ہے - وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں وہ بن باپ پیدا نہیں ہوئے ہیں - اس نے حضرت مریم پر الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں - حالانکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں وما قتلوہ وما صلبوہ وہ نہ قتل ہوئے نہ صلیب دیئے گئے ایسے بے دین آدمی کو اپنے ہاں نہ بلائیں - چنانچہ ہمارے بزرگوں نے فضل کریم درانی صاحب کو نہ بلایا - اور اسی میں اپنی خیر سمجھی - میں اس وقت ایک عیسائی سکول میں زیر تعلیم تھا - وہاں ہمیں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی تھی اور اسلامی عقائد سے متنفر اور برگشتہ کیا جاتا - ہمیں بتایا جاتا کہ حضرت عیسےٰؑ خدا کے بیٹے ہیں - ان کے ماننے میں تمہاری نجات ہے - جب تک تم حضرت عیسےٰؑ پر ایمان نہ لاؤ گے - دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتے - علاوہ ازیں اسلام میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ آسمان پر زندہ ہیں - وہ خدا کے قریب اور اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں - جبکہ تمہارا نبی محمد رسول اللہ صلعم زمین میں دفن ہے اور ان کا مزار مدینہ میں ہے - جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے وہ ناپاک ہوتا ہے، تمہارے رسول ایک انسان سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت عیسےٰؑ روح القدس سے پیدا ہوئے حضرت مریم میں روح پھونکی گئی - وہ پاک ہیں - ظاہر ہے ان دونوں پیغمبروں میں فرق ہے اور تمہارے پیغمبر کے مقابلہ میں حضرت عیسےٰؑ کی فضیلت بڑھ کر ہے -

اور جب ہم اپنے بزرگوں سے یہ بات پوچھتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہاں بات تو ٹھیک ہے - وہ آسمان پر زندہ ہیں - اور خدا کے قریب بیٹھے ہیں وہ واپس زمین پر آئیں گے اور تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے - چنانچہ ہم پر عیسائیت کا اثر تھا - اپنے باپ دادا کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے ہم دم نہ مار سکتے تھے ورنہ میں تو اس وقت عیسائی ہو گیا ہوتا - تاہم حالت یہی تھی کہ آج نہیں تو کل ضرور اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاؤں گا -

اس وقت ہمارے پاس احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خط پہنچا - انہوں نے لکھا کہ انجمن حمایت اسلام کے توسط سے ہمیں آپ کا خط ملا ہے - ہم آپ کی ہر خدمت کے لئے تیار ہیں - ہم آپ کو لٹریچر بھی روانہ کر رہے ہیں - آپ ان کا مطالعہ کریں - مزید یہ کہ آپ کو کس قسم کا مبلغ چاہیئے - اردو عربی جاننے والا یا انگریزی اور سنسکرت جاننے والا - ہم ہر قسم کا عالم و مبلغ بھیج سکتے ہیں - تاہم آپ لکھیں کہ آپ کے پاس اس مبلغ کے لئے کیا انتظام ہے -

لٹریچر میں سے مجھے بھی چند کتب مل گئیں - ان میں وفات مسیح، دعوتِ اسلام اور مسلمان بھائیوں سے اپیل - ان کتابچوں سے مجھے اسلام اور عیسائیت کے بارے میں پہلی دفعہ حقیقی معلومات حاصل ہوئیں - حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں میں نے بار بار پڑھی - مجھے بھی مخالفِ اسلام لوگوں سے بحث و مباحثہ میں مزا آنے لگا - میں نے اس لٹریچر سے دلائل وحقائق اچھی طرح یاد کر لئے تھے - مجھے یہ حقیقت سامنے آئی کہ عیسائی لوگ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں - میں مسلمان بھائیوں سے مباحثہ کرتا -

مزید براں میں نے سوچا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مجھے مزید تعلقات قائم کرنے چاہئیں - کیونکہ اس کے عقائد ونظریات صحیح ہیں - چنانچہ میں نے مسلسل رابطہ رکھا - کتب منگوائیں اور ان کا مطالعہ کیا - میں آج یہ کہتا ہوا کوئی شرم محسوس نہیں کرتا کہ میں صرف اور صرف اس جماعت کی وجہ سے ہی حقیقی مسلمان بنا ہوں اور اسلام کا سچا راستہ پایا ہے -

آج میں انجمن حمایت اسلام کے دفتر بھی گیا - وہاں بعض اصحاب سے ملاقات ہوئی - اور سارا ماجرا سنایا - میں نے ان سے کہا کہ حیرانگی کی بات ہے کہ یہاں پر احمدیت کا نام سننا گوارا نہیں کیا جاتا - یہاں پر آپ لوگ اس تحریک اور اس جماعت کی عزت نہیں کرتے آپ لوگ باہر ملکوں میں جائیں اور جائزہ لیں کہ وہاں پر احمدیت کی کتنی عزت و قدر ہے - اور ایک کثیر تعداد نے احمدیت کے زیر اثر اسلام کی سیدھی راہ پائی ہے -

خواتین و حضرات! میں یہ بات بیان نہیں کر رہا یہ حقیقت ہے - آپ باہر جائیں تو آپ کو پتہ چلے - آپ کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بڑے بڑے مبلغوں کا کام دیتی ہیں - وہاں اگرچہ کوئی مبلغ نہیں پہنچا تاہم لٹریچر نے وہاں پر مخلص جماعتیں قائم کر دیں - یہ سب کچھ آپ لوگوں کی قربانیوں، آپ کی محنت، آپ کے علم اور آپ کے مالی ایثار کی وجہ سے ہے - اور آپ کے جوش اور لگن اور دعاؤں کی وجہ سے یہ لٹریچر دنیا کے کناروں تک پہنچ گیا ہے - الحمد للہ - اللہ تعالےٰ اس جماعت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا -

میں آج سے آٹھ سال پہلے بھی مرکز میں آیا تھا - جامع احمدیہ بلڈنگس میں میں نے تقریر کی تھی - یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے وہاں اس

مقام پر کھڑے ہو کر تقریر کرنے کا موقعہ ملا تھا جہاں میرے
پیر و مرشد حضرت امیر مرحوم تقریر فرمایا کرتے تھے - میں نے دل
میں سوچا کہ اللہ تعالٰے نے مجھے یہ عزت عطا کی ہے -

"مسلمانوں سے اپیل" پمفلٹ میں میں نے پڑھا تھا کہ اس
ادارے کو قائم ہوئے چالیس سال ہو گذرے ہیں - از ابتداء ... اور
دوسرے لوگ اس کو مٹانے کی از حد کوشش کر رہے ہیں لیکن
اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے یہ ادارہ روز بروز ترقی کر رہا ہے
اس پمفلٹ میں ایک تھوہڑ کے پودے کی مثال دی تھی کہ تھوہڑ
کے درخت سے میٹھا پھل پیدا نہیں ہو سکتا - چنانچہ حضرت مسیح
موعودؑ کو لوگ کافر کہتے ہیں - ان کے ساتھ بیٹھنے والے لوگوں
کے دلوں میں یہ خیال کس طرح آ گیا کہ اسلام کی آواز دنیا کے کناروں
تک پہنچائی جائے - آج بھی احمدی بھائی شب و روز اس دھن میں
لگے ہوئے ہیں کہ اسلام کو اکنافِ عالم میں پھیلایا جائے اور اس کے
لئے اپنا مال و دولت وقت اور عمر کی قربانی دے رہے ہیں -
اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ دشمن اسلام ہوتے تو
یہ اپنا وقت اور مال اور اپنا علم و زندگی کیسے اس راہ میں لگاتے
اگر حضرت مسیح موعودؑ کو لوگوں نے کافر و بے دین کہا تو یہ تو
تاریخ کی ایک حقیقت ہے کہ اُمت کے لوگوں نے ایسے بزرگوں
کے ساتھ ایسا ہی ناروا سلوک کیا ہے -

کونسا ایسا بزرگ ہے کہ اس پر کُفر کا فتوےٰ نہ لگا ہو -
حضرت امام ابوحنیفہؒ کو قید کیا گیا - ان کی قبر اکھاڑ کر وہاں
کتا گاڑ دیا گیا - چاروں کے چاروں آئمہ دین کے ساتھ مسلمانوں
نے ایسا ہی افسوسناک اور شرم آفرین سلوک کیا - حضرت امام بخاریؒ
کو جلا وطن کر دیا گیا - چنانچہ جب کبھی اللہ تعالٰے کا فرستادہ دنیا
میں آتا ہے تو زمانے کے لوگ اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے
رہے - ارشادِ قرآنی - کہ "افسوس ان لوگوں پر کہ جب کبھی ہمارے
فرستادہ دنیا میں آئے تو ان کا مذاق اڑایا گیا - ہمارے لئے تسلی
کی باعث ہے اور دلوں کو سہارا دینے والی ہے -

۱۹۳۱ء کی بات ہے میں نے ایک خواب دیکھا کہ مرکز پہنچا
ہوں میں نے مسجد کے صحن اور اس کے اندر لوگوں کو بیٹھے ہوئے
دیکھا - جن کو حضرت امیر مرحوم درس قرآن دے رہے ہیں -
میں آٹھ سال پہلے مرکز میں آیا تو خواب میں دیکھا ہوا سارا محل وقوع
جانا پہچانا معلوم ہُوا - میں خواب میں دیکھے ہوئے راستہ کی طرف
سے مسجد میں جانا چاہتا تھا جبکہ فاضل صاحب مجھے دوسرے راستہ
کی طرف سے لے جانا چاہتے تھے - پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اگرچہ
پہلے مسجد میں جانے کا یہ بھی راستہ تھا - لیکن اب اس راستہ کو
بند کر دیا گیا ہے -

میں موقعہ پر گیا تو خواب کے دیکھے گئے حالات کے عین
مطابق تھی - صرف فرق یہ تھا کہ اب یہ دروازہ بند تھا - تو خیر
میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امیر مرحوم نے مجھے دیکھ کر
اپنی طرف بلا لیا - میں اُن کے قریب بیٹھ گیا - اُنہوں نے دریافت
فرمایا کہ آپ کیسے آئے ہیں - میں نے عرض کی کہ میں آپ کی خدمت
میں کچھ باتیں پوچھنے آیا ہوں - وہ یہ کہ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت
عیسٰےؑ آسمان سے جب زمین پر اُتریں گے تو وہ صلیب کو توڑیں گے
اور خنزیروں کو قتل کریں گے - اس کا کیا مطلب ہے ،

انہوں نے جواب دیا کہ صلیب کو توڑنے سے مراد عیسائیت کے
عقائد کا ابطال اور تردید ہے اور خنزیر کو قتل کرنے کا مقصد
مشرک و بُت پرست مذہب کا پول کھولنا ہے - اور اس کی قوت
کو ختم کرنا ہے -

آج اس زمانہ میں عیسائی اور آریہ سماج دو ایسی قومیں ہیں
جو دشمنِ اسلام ہیں - ان کو نیست و نابود کرنے کے لئے حضرت
مسیح موعودؑ آئے ہیں اور یہی ان کا کام ہے جو وہ کر گئے -
جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرے دل میں مزید تقویت
آ گئی - ایمان مضبوط ہوا اور احمدیت کی حقانیت و صداقت میرے
دل میں گھر کر گئی - پھر مجھے اللہ تعالٰے کی توفیق سے اس کی خدمت
کا موقعہ بھی ملا - یہاں کے مولوی نورانی صاحب ہمارے ملک
میں گئے تھے - اس نے احمدیوں کو وہاں پر بُرا بھلا کہا - میں اُن سے
بات کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا چونکہ مجھے احمدیت کی صداقت
پر یقین تھا اس لئے میں ان سے مرعوب نہ ہُوا - میں ان کے ہر
غلط اعتراض کا دلائل کے ساتھ جواب دیتا تھا - میں نے غیر احمدی
عالم کو سچی اور حقیقی بات سُنانے میں کبھی بھی عار محسوس نہیں کی -
میں کھلے دل اور دماغ کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان
سے بات کر لیتا تھا - اور یہ سب کچھ حضرت امیر مرحوم کی دُعا
کی برکت کی وجہ سے ہے -

میرے بزرگ بھائیو! آپ یہاں پر ہیں اور آپ کو اندازہ نہیں
ہے کہ آپ حضرات کے کام اور نام کا دنیا میں کس قدر اثر ہے -
ایک کتاب "آئینہ احمدیت" ہے جو مولنا دوست محمد صاحب کی تالیف
ہے - یہ کتاب احمدیت پر ایک انسائیکلو پیڈیا ہے - یوں تو احمدیہ
جماعت کی ایک ایک کتاب سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہے
لیکن آئینہ احمدیت ایک خاص مقام کی حامل ہے - اس کے اندر مخالفین
اور دشمنانِ احمدیت کے ایک ایک سوال اور اعتراض کا مدلل و
مسکت جواب شامل ہے - اس کتاب کی ہمارے ہاں بڑی قدر و
منزلت ہے - ہم لوگ اس کو پڑھتے ہیں یاد کرتے ہیں - اور مخالفین
سے گفتگو کرتے ہیں - یہ سب کچھ آپ حضرات کی ہمت، قربانی
اور علم کی وجہ سے ہے -

حضرات! آپ کا بہت وقت میں نے لے لیا ہے - اور میں
نے کافی کچھ آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے - لیکن سچ پوچھئے
کہ ابھی تک میرا دل بھرا نہیں ہے - میں تھکا بھی نہیں ہوں - دل
چاہتا ہے کہ میں آپ سے باتیں یوں جاری رکھوں - نماز مغرب
کا وقت بھی قریب ہے - میں آپ کو اپنے ملک کے احمدی
بھائیوں کے بارے میں سب کچھ عرض کرتا ہوں - ۱۹۷۴ء کے
واقعات نے جہاں پاکستان میں احمدیوں کو متاثر کیا ہے وہاں
باہر کے لوگوں پر اس کا اثر ہوا ہے - جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں
خدا اور اس کے رسُول کے پیغام اور تعلیمات کو دُنیا کی مختلف
زبانوں میں ترجمہ کر کے طبع و تقسیم کرتے ہیں - دنیا کے ان مقامات
پر مساجد کی تعمیر کرتے ہیں جہاں اللہ اکبر کی آواز سُنائی نہیں
دیتی تھی ایسی محبِ اسلام اور عاشقِ دینِ متین جماعت کو کافر و
بے دین کہنا محلِ نظر ہے - اس کے برعکس وہ لوگ جنہوں نے
اپنی اذان بدل دی ہے اپنا کلمہ بدل دیا ہے - ایسے لوگ اپنے
آپ کو مسلمان کہتے ہیں - حیف اور تعجب کا مقام ہے -

میں نے کلکتہ، اجمیر اور فتح پور سیکری میں مساجد و مزاروں
پر غیر اسلامی اور غیر قرآنی اور سنتِ نبوی صلعم کے خلاف عمل دیکھا

ہے۔ وہاں مزاروں کی پرستش ہوتی دیکھی ہے۔ مَیں نے ایک آٹھ سالہ بچے کو دیکھ کر مزار کے سجادہ نشین سے پُوچھا کہ کیا یہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس نے کہا کہ یہ مرادیں مانگ رہا ہے۔ نماز نہیں پڑھ رہا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ نماز نہیں پڑھتے۔ کیا آپ اس کے اندر یہ دُعا نہیں پڑھتے کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین کہ ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف اور صرف تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے مدد چاہنا اور مرادیں مانگنا تو شرک کی بات ہے۔

تو اللہ تعالےٰ نے ایسے مقامات پر بھی کلمۂ حق کہنے کی جُرأت عطا فرمائی۔ میں نے کہا کہ یہ بزرگ خواجہ صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور ان کی اُمّت میں سے تھے حضور صلعم نے تو یہ فرمایا کہ انا بشر مثلکم کہ میں تم جیسا انسان ہوں۔ فرق یہ ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالےٰ کا پیغام لاتا ہوں۔ میں نہ فرشتہ ہوں نہ غیب کا علم جانتا ہوں اور نہ تمہیں کچھ دے سکتا ہوں نہ تمہارے باغ جائیداد میں کچھ اضافہ کر سکتا ہوں۔ اگر حضور صلعم کی یہ حیثیت ہے تو خواجہ صاحب تو آپؐ سے ادنےٰ مقام پر ہیں۔ ان سے مرادیں مانگنا چہ معنی! تو ایسے مشرک لوگ تو مسلمان ہیں اور وہ لوگ جو خدا اور رسُول کا نام دنیا میں بلند کر رہے ہیں اور دینِ اسلام کی تعلیمات کی اشاعت کر رہے ہیں وہ بے دین ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مَیں عرض کر رہا تھا ہمارے مُلک میں بھی ۱۹۷۴ء کے حالات اثر انداز ہوئے ہیں تاہم اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ وہ سنبھل گئے۔ وہاں پر ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم احمدی ہیں۔ احمدی عقائد پر پابند ہیں۔ لیکن جماعت کا کوئی بھی نام رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ دوسرے جو اکثریت میں ہیں یہ کہتے ہیں کہ احمدیت برحق ہے۔ خواہ ہم پر لاکھوں دکھ درد وارد ہوں، ہم ان کو برداشت کریں گے۔ ہم احمدی ہیں اور احمدی رہیں گے اور جس اصول پر قائم رہنا ہے تو اس کا نام بھی لینا ہے۔ اگر نام نہیں لینا تو اس اصُول کو بھی نہیں اپنانا ہے۔ وہاں پر ۹ر تاریخ ماہ حال کو ریفرنڈم ہو رہا ہے۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ احمدیت کا بول بالا کرے۔ وہاں پر ہزاروں کی تعداد میں ہم احمدی بھائی ہیں۔ سرینام میں جماعت کی سترہ شاخیں ہیں۔ ہر شاخ میں سکول ہے۔ تربیت گاہ ہے۔ جماعت کی مختلف تنظیمیں — احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن، احمدیہ گرلز ایسوسی ایشن وغیرہ جوش و خروش سے کام کر رہی ہیں۔ ہم اس یقین سے پُر ہیں کہ اسلام کا دنیا میں بول بالا احمدیت کے ذریعہ سے ہی ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے اکناف عالم قرآنی نور سے منوّر ہوں گے۔ والسلام

## طاہر محمد ایوب صاحب کی تقریر

جناب صدر مکرّم اور معززّ خواتین و حضرات!
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

جس قدر میرے ابّا جان نے بیان فرمایا ہے۔ میں اس قدر اور اتنا کچھ تو بیان نہیں کر سکوں گا۔ تاہم آپ سے مل کر جو احساسات میرے ذہن میں اُبھرے ہیں ان کا اظہار ضروری ہے۔ ہم کئی ہفتوں سے محو سفر ہیں اور مختلف جماعتوں میں گئے اور احباب سے ملے ہیں۔ ہمیں اپنے احمدی بھائیوں سے مل کر اجنبیت کا احساس تک نہیں ہوا۔ یہاں بھی یہی صورت ہے۔ مرکز میں آنا ہمارے لئے سعادت کا موجب ہے اور بزرگوں کی زیارت اور احباب سے مُلاقات ہمارے لئے باعثِ عزت ہے۔

ہمارے احباب نے ہماری جو قدردانی کی ہے اس سے ہم بہت متاثر ہوئے ہیں اور پُر خلوص مہمانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

صحبت احباب میں گذارے ہوئے لمحات ہماری زندگی کا انمول سرمایہ ہیں۔ آغاز سفر پر مرکز میں آنے کے بارے میں یہی سوچا گیا تھا کہ ہم نے وہاں جانا ہے کہ اسلام کا حقیقی نور ہمیں وہاں سے مِلا ہے۔ پھر یہ کہ ہم اجانے پہچانے احباب سے ملیں گے۔ اور جماعت کے ان حضرات سے بھی تعارف و تعلّق کا موقعہ ملے گا جن سے ہم اپنی پہلی آمد پر نہ مل سکے تھے۔

اللہ تعالےٰ کا ہم پر یہ فضل و کرم ہے۔ الحمد للہ۔ کہ ہماری ہر سہ خواہشیں پُوری ہوئیں۔ یہاں اس اخوّت و مودّت کے پُر خلوص اجتماع میں ہم اپنے بزرگانِ دین اور احباب و نوجوانانِ جماعت سے مل سکے ہیں۔ اور ان کے چہروں سے بھی شناسائی ہوئی ہے۔ ہم آپ کے لئے دُعاگو ہیں اور آپ سے ملتمس ہیں کہ آپ ہماری دینی فلاح و کامرانی کے لئے دُعا فرمائیں۔ لاہور مرکز ہم دُور اُفتادہ احمدی لوگوں کے لئے بڑی قدر کا حامل ہے۔ اور جب ہمیں دُعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے تو یہاں مستجاب الدعوات بزرگوں کی نیم شبی دعائیں ہمارے کام آتی ہیں۔ ہم آپ خواتین و حضرات کی خدمات دینیہ سے از حد متاثر ہیں کہ ایک لمبے عرصہ سے نشیب و فراز سے بڑے ایثار و صبر سے گذرتے ہوئے اپنے عظیم مقصد — تبلیغ و اشاعت اسلام میں منہمک ہیں۔ زمانے کی کسی سردو گرمی نے آپ کو مقصد سے غافل نہیں کیا۔ ۱۹۷۴ء کا المیہ شدید تر المیہ ایسا تھا کہ بڑی بڑی قومیں، تحریکیں اور ادارے اس قسم کے المیہ کا شکار ہو کر حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔ لیکن شکر کا مقام ہے۔ اور اس جماعت کے برحق ہونے کا نشان ہے کہ یہ جماعت اس سانحہ سے اپنے صبر و استقامت اور بڑی قربانی اور ایثار و استقلال کے ساتھ گذری۔ نہ صرف اپنا وجود برقرار رکھا بلکہ نامساعد حالات میں اپنے مقصد کو آگے ہی آگے لے جا رہی ہے یہ امر اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ جماعت کے اندر مودّت ہے۔ یکجہتی، اتحاد و اتفاق کی قدریں موجود ہیں اور نظم و نسق پایا جاتا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر الہٰی ہاتھ اس جماعت کے اُوپر ہے۔ مرکز کے اندر یہ قوّت و استحکام بیرونِ پاکستان جماعتوں کے لئے بڑی تقویت کا باعث ہیں۔ یہ مودّت، یہ یکجہتی، یہ نظم و نسق منجملہ ان بنیادوں میں سے ہے جن پر احمدیت کی بنیاد ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آئندہ بھی اپنے مستقبل کو خوش آئند بنانے میں ان بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے گی اور جماعت کے کاموں کو علم و عمل کے ذریعہ پہلے کی نسبت زیادہ بہتر اور زیادہ وسیع پیمانہ پر جاری رکھا جائیگا۔ اور اسکا دائرہ کار دُنیا بھر پر محیط کیا جائے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔

کل صبح ہم اگلی منزل کے لئے یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ بظاہر مجھے اُمید ہے کہ مستقبل قریب میں آپ حضرات سے جلد ملاقات ہو اگر دُعا اور آرزو یہی ہے کہ آپ کا قُرب ہمیں میسّر رہے اور آپ سے ملاقات کے مواقع جلد از جلد حاصل ہوتے رہیں، لیکن سفر کی دُور رکاوٹ ہے۔ تاہم اس اُمید پر کہ ہم ضرور ملیں گے۔ آج اس وقت تک کے لئے آپکو خیر باد کہتا ہوں اور السلام علیکم عرض کرتا ہوں اور دُعاگو ہوں کہ ہماری جماعت جس مشکل اور کٹھن دور سے گذر رہی ہے، اسکی مشکلات و مصائب کو برداشت کرنے کی توفیق میسّر ہو۔

# برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی کی رپورٹ

## از یکم اپریل تا ۳۰ جون ۱۹۷۸ء

مشنری انچارج برلین مسلم مشن و امام مولانا محمد یحیٰی بٹ صاحب

برلین مسلم مشن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس تین ماہ کی مدت کے دوران خدمت اسلام بجا لانے کے بڑے مواقع بہم پہنچائے۔ کئی ایک اجتماعات مسجد میں منعقد ہوئے جن میں سینکڑوں جرمن عیسائی دوستوں نے اور سینکڑوں مسلمان احباب نے جو مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے ہیں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک بار جرمن عیسائی دوستوں نے راقم الحروف کو اپنے حلقہ میں اسلام پر تقریر کرنے کی دعوت دی۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کو حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعودؑ علیہ السلام کی ایک اردو کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور پھر اپنے فضل سے مسودہ کو ٹائپ کرانے کے اسباب پیدا کر دیئے۔ الحمد للہ۔

ان تمام امور کا ذیل میں مختصراً ذکر کرتا ہوں جو انشاءاللہ احباب کرام کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

### ۱۔ حضرت میرزا غلام احمد مجدد زمانؑ کی ایک کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ

دین اسلام کی خوبصورتی کو اور عیسائی مشنریوں کے اسلام پر اعتراضات کے مدلل جوابات کو حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام نے اپنی کئی ایک کتابوں میں لکھا ہے۔ ان تحریرات کو پڑھنے سے نہ صرف دل میں اطمینان پیدا ہوتا ہے بلکہ پڑھنے والے کا دل نور اسلام سے منور بھی ہو جاتا ہے۔

ان کتب میں سے ایک کتاب وہ بھی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب میں لکھی تھی۔ اس کتاب کی افادیت کو مدّنظر رکھتے ہوئے خاکسار نے اس تمام کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ کر دیا ہے اور اسے ٹائپ بھی کرا لیا ہے۔ اب یہ ترجمہ طبع کرانے کے لئے بالکل تیار ہے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس خدمت کو بجا لانے کی توفیق عطا فرمائی۔

### ۲۔ جرمن عیسائی دوستوں پر مشتمل ایک بڑا گروپ مسجد میں۔

حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کو اسلام کے مبارک پیغام کو جرمن عیسائی دوستوں کے سامنے پیش کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ مسجد میں ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں (۷۰) ستر عیسائی دوستوں نے شرکت کی۔ ان جرمن مردوں اور خواتین کے سامنے میں نے اسلام سے متعلق نو (۹) نکات کو بیان کیا۔ اس کے بعد ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ الحمد للہ۔ یہ اجتماع بخیر و خوبی سر انجام پایا۔

اس اجتماع میں آل چرچز آرگنائزیشن کے سیکرٹری بھی موجود تھے۔ سیکرٹری صاحب ہر سال دو بار ایسے بڑے بڑے گروپ مسجد میں لاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات سے عوام کو روشناس کرایا جائے۔ یہ گروپ دو گھنٹے سے زائد وقت تک میرے ہاں ٹھہرا۔

### ۳۔ برلین سکولز کے طلباء مسجد میں۔

اس بڑے گروپ کے علاوہ برلین سکولز کے طلباء بھی چار مختلف دنوں مسجد میں آئے۔ ان طلباء کے ساتھ ان کے اساتذہ بھی تھے۔ طلباء کے سامنے اسلام کے بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا۔ اور ان کی طرف سے کئے گئے سوالات کا بھی انہیں جواب دیا گیا۔ طلباء کے یہ چار گروہ ہر بار ڈیڑھ دو گھنٹہ تک میرے ہاں ٹھہرے۔

### ۴۔ ہالینڈ سے جماعت احمدیہ لاہور کے احباب کا برلین مسجد کی زیارت کیلئے آنا

ہالینڈ سے جماعت احمدیہ کا ایک گروپ جو پچاس احباب پر مشتمل تھا برلین مسجد کی زیارت کے لئے آیا۔ احباب مسجد سے ملحق مکان میں ٹھہرے۔ کچن اور تمام کمرے احباب کے استعمال کے لئے وقف کر دیئے گئے اور انہیں ہر ممکن سہولت پہنچانے کی پوری کوشش کی گئی۔

احباب کے برلین آنے سے مسجد میں رونق پیدا ہوگئی۔ برلین مسلم مشن کی تبلیغی مساعی سے احباب کو آگاہ کیا گیا۔ اور اس کی تاریخ کو بیان کرتے ہوئے حضرت امیر مولانا صدرالدین کی خدمات کو بھی بیان کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود کے دعوے اور ان کے مشن یعنی خدمت اسلام اور اشاعت اسلام کی اہمیت کو بھی احباب پر واضح کیا گیا۔ کئی ایک اور مسائل بھی زیر بحث آئے۔ احباب نے خود بھی ایک پروگرام تیار کیا ہوا تھا لہذا اس پروگرام کے تحت احباب نے برلین شہر کی سیر بھی کی۔ احباب نے برلین مسلم مشن سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے مشن کو ۲۳۴/۷ مارک اور ۱۲۵/ گلڈن بطور عطیہ دیئے۔ جزاھم اللہ

### ۵۔ کیتھولک چرچ سے دعوت۔

برلین میں ایک کیتھولک چرچ کے پادری نے مجھے اپنے حلقہ میں اسلام پر تقریر کرنے کی دعوت دی۔ تیس (۳۰) کے قریب جرمن دوستوں نے اس میں شرکت کی۔ یہ حلقہ اچھے پڑھے لکھے افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سے بعض جرمن دوست اسلامی ممالک میں قیام کر چکے تھے، اور وہاں کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ میں دو گھنٹہ تک اس حلقہ میں ٹھہرا۔ چرچ کے اس حلقہ تک پہنچنے کے لئے میں نے زمین دوز گاڑی پر سفر کیا اور اس سفر پر بھی دو گھنٹے خرچ ہوئے۔

اسلام سے متعلق مختلف نظریات کو میں نے اس حلقہ میں جرمن دوستوں میں پیش کیا۔ بعد میں ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ یوں یہ سوال و جواب کا سلسلہ بڑے دوستانہ ماحول میں سر انجام پایا۔ پادری صاحب مجھے بحیثیت امام پہلے سے جانتے تھے۔ وہ کئی بار اپنے حلقہ … سے بعض دوستوں کو مسجد میں لا چکے تھے۔ انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا اور حاضرین نے تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

### ۶۔ برلین میں یہودی عیسائی اور مسلمان علماء کا اجتماع۔

برلین میں آل چرچز آرگنائزیشن کے سیکرٹری نے ایک اجتماع

منعقد کیا۔ اور اس میں یہودی عیسائی اور مسلمان علماء کو دعوت دی۔ اس اجتماع میں ایک سو سے زائد عیسائی دوستوں نے حصّہ لیا۔ یہ اجتماع آل چرچز آرگنائزیشن کی سالگرہ منانے کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا تھا۔ اس اجتماع میں ہر نمائندہ نے اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو حاضرین پر واضح کیا۔ اس اجتماع کی رپورٹ مقامی اخبار میں بھی شائع ہوئی۔ میں نے حاضرین کو مسجد میں ہونے والے اجتماعات میں شرکت کی بھی دعوت دی۔ چنانچہ اس اجتماع میں سے بعض عیسائی دوست ہمارے ہفتہ وار اجتماعات میں شامل ہوتے رہے۔

## ۷۔ جرمن پادری اُستاد کا مسجد میں آنا اور اُن سے گفتگو۔

مغربی جرمنی سے ایک جرمن پادری استاد اپنے برلین میں قیام کے دوران دو بار مسجد میں آئے اور ہر بار دو گھنٹے سے زائد مسجد میں ٹھہرے۔ اسلام سے متعلق نظریات کے بارہ میں انہوں نے گفتگو کی اور بالخصوص حضرت مسیح علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے بارہ میں سوالات کئے۔ پہلی بار وہ اکیلے مسجد میں آئے۔ دوسری بار وہ اپنے ساتھ ایک اور پادری دوست کو بھی ساتھ لائے۔ حضرت مسیح کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی اس سلسلہ میں میں نے انہیں حضرت میرزا غلام احمد صاحب مجدّد زمان کے دعوےٰ سے روشناس کرایا۔ پادری صاحبان کو حضرت کی شبیہ مبارک دکھائی اور اس سلسلہ میں جو ٹریکٹ میں نے لکھا ہے، اس کی ایک ایک کاپی تحفتہً انہیں دی۔

اس سلسلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر اور ان کے صلیب سے بچائے جانے کے نظریات پر ان سے گفتگو کی گئی۔ یہ تمام گفتگو بڑے دوستانہ ماحول میں سرانجام پائی۔ پادری صاحبان نے بحث کی خاطر نہیں بلکہ اسلامی نظریات کو سمجھنے کی خاطر یہ تمام گفتگو کی۔ بالآخر وہ جرمن لٹریچر خرید کر اپنے ساتھ لے گئے۔

## ۸۔ مسجد میں جمعہ اور ہفتہ کے دن منعقد ہونے والے اجتماعات۔

مسجد میں جمعہ اور ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات بھی خدا کے فضل سے منعقد ہوتے رہے۔ ان میں مسلمان بھائیوں اور عیسائی دوستوں نے شرکت کی۔ جمعہ کے دن بعض دفعہ عیسائی دوستوں کی تعداد بیس سے زائد ہو گئی اور مسلمان بھائیوں کی تعداد اکثر دفعہ تیس (۳۰) سے زائد ہو جاتی رہی۔

جمعہ کے اجتماعات میں مختلف عرب ممالک سے آئے ہوئے افسران جو برلین حکومت کی طرف سے کسی کورس کی خاطر مدعو تھے جمعہ کی نماز میں شرکت کرتے رہے۔ حکومت خود انہیں ٹرانسپورٹ کی سہولت بہم پہنچاتی رہی۔ ایسے اجتماعات میں قرآن کریم سے مختلف مضامین کو حاضرین کے سامنے جرمن اور انگریزی زبان میں بیان کیا گیا۔

ہفتہ کی شام کو جو اجتماعات منعقد ہوتے رہے ان میں بھی جمعہ کے دن شریکِ عبادت ہونے والے احباب حصّہ لیتے رہے۔ ہفتہ کے دن بھی مختلف آیات قرآنی اور اسلام سے متعلق مختلف مضامین کو احباب و دوستوں کے سامنے بیان کیا گیا۔ ان اجتماعات میں حصّہ لینے والوں میں سے تیونیشیا کی ایک مالدار فیملی قابلِ ذکر ہے۔ اس فیملی کا تیونیشیا اور یورپ میں بڑا کاروبار ہے۔ مالدار ہونے اور وسیع کاروبار ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ نے اس فیملی کے مردوں اور عورتوں کو اسلام سے محبت عطا کی ہے۔ یہ وہی فیملی ہے جس نے مسجد کو نئے خوبصورت قیمتی قالین تحفتہً دیئے تھے۔

محترم جناب علی صاحب، ان کا کاروبار تیونیشیا میں ہے۔ جب برلین آتے ہیں تو مسجد میں ضرور آتے ہیں۔ ماہ جون میں آئے جمعہ کی نماز میں شرکت کے علاوہ ہفتہ کی شام کو بھی آتے رہے۔ اس دفعہ اپنی اہلیہ کو بھی ساتھ لائے۔ ان کے بھائی سعید صاحب جو برلین میں کاروبار کرتے ہیں وہ تو ہر جمعہ کو آتے ہیں۔ اپنے بھائی علی کے ساتھ ہفتہ کے دن بھی آئے۔ وہ بھی اپنی اہلیہ کو ساتھ لائے۔ چار گھنٹے میرے ہاں ٹھہرے۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات، آمدِ ثانی کے بارہ میں سوالات کرتے رہے۔ انہیں حضرت میرزا غلام احمد مجدّد زمان کے نظریات سے اور ان کے دعوےٰ مسیح موعودؑ سے آگاہ کیا گیا۔ بڑے شوق سے اس تمام گفتگو کو سنتے رہے۔ اور مسائل کو سمجھنے کے لئے سوالات بھی کرتے رہے۔

ان کے تیونیشیا واپس چلے جانے کے بعد جناب سعید صاحب ہفتہ کی شام کو ایک دفعہ تیونیشیا کے ایک پروفیسر منجی صاحب کو اپنے ساتھ لیتے آئے اور مجھے کہا کہ حضرت مسیحؑ سے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی، اسی سلسلہ میں یہ پروفیسر صاحب آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر موصوف نے توفّی۔ رفع کے الفاظ اور آیت وما قتلوہ وما صلبوہ کے بارہ میں مجھ سے سوالات کئے۔ ان الفاظ و آیت پر روشنی ڈالتے ہوئے میں نے حضرت میرزا غلام احمد مجدّدِ زمان کے دعوےٰ سے بھی انہیں آگاہ کیا۔ پروفیسر صاحب نہایت ہی ادب سے حضرت مجدّد زمان کا نام اپنی گفتگو میں دہراتے رہے۔ حضرت عیسےٰؑ کی آمدِ ثانی و قبر مسیح کے بارہ میں بھی ان سے گفتگو ہوئی۔ یہ تمام گفتگو عالمانہ انداز میں ہوتی رہی۔ اور شام سات بجے سے شروع ہو کر رات بارہ بجے تک جاری رہی۔ حاضرین بھی بڑی دلچسپی کے ساتھ اس گفتگو کو سنتے رہے۔ الحمد للہ۔

## ۹۔ جرمن نوجوان کا قبولِ اسلام۔

ایک جرمن نوجوان نے جو ایک عرصہ سے ہمارے ہفتہ وار اجتماعات میں حصّہ لے رہا تھا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ مسلمان ہونے کا اعلان کرنے سے پیشتر اسے لٹریچر پڑھنے کے لئے دیا گیا۔ قرآن کریم کے مختلف حصص کا اسے مطالعہ کرنے کو کہا گیا اور اسے ہر بدھ کے دن ایک گھنٹہ اسلام کی تعلیمات پر لیکچر دیا گیا۔ اس کے سوالات کا اسے جواب دیا گیا۔ اسے نماز کے الفاظ عربی زبان میں یاد کروائے گئے۔ نماز پڑھنے کا طریق اسے سکھلایا گیا۔ بالآخر اسے کہا گیا کہ وہ اسلام پر ایک مقالہ لکھے جس سے معلوم ہو سکے کہ اس نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو سمجھ لیا ہے۔ نیز یہ بھی لکھے کہ اس نے عیسائی تعلیمات میں اور اسلام کی تعلیمات میں کونسا بنیادی فرق دیکھا ہے۔

چنانچہ ایک ہفتہ کی شام وہ یہ مقالہ لکھ کر لے آیا۔ حاضرین کے سامنے اسے پڑھا۔ پھر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے مختصراً اسلام کی بنیادی تعلیمات کو ایک دفعہ پھر حاضرین کے سامنے بیان کیا اور نوجوان موصوف کو کلمۂ شہادت دہرانے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس نے میرے ساتھ کلمۂ شہادت

اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

کو دہرایا اور یوں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ حاضرین نے اسے مبارکباد دی اور اس کے لئے دعا کی گئی۔ اس کا اسلامی نام بشیر احمد رکھا گیا۔

## ۱۰۔ خط و کتابت۔

(۱) مسجد سے متعلق نہایت ضروری امور

کے بارہ میں افسران سے خط و کتابت کی گئی۔ افسران نے ہماری مشکلات کو سُنا اور نہایت دوستانہ سلوک کیا اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے مسجد کے ساتھ پوری معاونت کی۔ اسی سلسلہ میں مذہبی امور کے وزیر صاحب کو ایک ضروری خط لکھا اور ملاقات کرکے وزارت کے ڈائرکٹر کو مشکلات سے آگاہ کیا۔

(۲) کئی ایک خطوط لٹریچر کے سلسلہ میں موصول ہوئے۔ ان دوستوں کو لٹریچر بھیجا گیا اور خطوط لکھے گئے۔

(۳) ڈاکٹر برنا جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں مدلّل کتاب لکھی ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرے، کی طرف سے خط ملا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے ان حالات کے بارہ میں جو دُنیا کی نظر سے پوشیدہ ہیں مزید تحقیق کر رہے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ اس سلسلہ میں اگر میرے پاس کوئی انفارمیشن ہو تو میں انہیں بہم پہنچاؤں۔

چنانچہ اس خط کے جواب میں مَیں نے انہیں حضرت مرزا غلام احمد مجددِ زمان و مسیح موعودؑ کے دعوے سے اور ان کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے نام سے موسوم ہے آگاہ کیا۔ اور لکھا کہ مَیں انہیں اس کتاب سے ضروری حصص جرمن زبان میں ترجمہ کر کے بھیج دوں گا۔ نیز کتاب "JESUS IN HEAVEN ON EARTH" سے بھی انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے جواباً لکھا کہ "مسیح ہندوستان میں" کا انگریزی ترجمہ ان کے پاس ہے۔ اس کتاب سے انہوں نے اپنی پہلی کتاب کے لکھنے میں بڑا مواد حاصل کیا تھا۔ البتہ کتاب "JESUS IN HEAVEN ON EARTH" ان کے پاس نہیں۔ اس پر مَیں نے ڈاکٹر برنا کو یہ کتاب خرید کر اپنی طرف سے بطور تحفہ بھیجدی۔

**۱۱۔ کینیڈا سے دعوت۔** کینیڈا کی مُسلم سوسائٹی نے اپنے اجتماع میں شمولیت کی دعوت دی۔ لیکن برلین میں مشغولیت کے باعث مسلم سوسائٹی کے اس اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے کینیڈا نہ جا سکا۔

**۱۲۔ ریڈیو RIAS پر تقریر۔** ریڈیو RIAS پر تقریر کرنے کی دعوت ملی ہے۔ انشاء اللہ یہ تقریر ۱۳ر اگست کو بروز اتوار نشر کی جائے گی۔

**۱۳۔ رمضان کے مُبارک مہینہ کی آمد۔** رمضان کا مبارک مہینہ قریب آ رہا ہے۔ اس ماہ میں روزہ رکھنے کے اوقات کا چارٹ تیار کرنے کے لئے محکمۂ موسمیات کو خط لکھا اور اطلاعات موصول ہو جانے پر چارٹ کو مرتب کیا گیا۔ برلین میں ماہ رمضان انشاء اللہ ۵ر اگست کو شروع ہوگا اور ۲ر ستمبر تک ۱۹۷۸ء تک جاری رہے گا۔ ۲۰ر اگست کو انشاء اللہ لیلۃ القدر منانے کے سلسلہ میں قرآن کریم کے نزول کی ۱۴۱۱ویں برسی مسجد میں منائی جائے گی۔ اور ماہ رمضان کے مبارک مہینہ کے ختم ہو جانے کے بعد ۳ر ستمبر کو انشاء اللہ عید الفطر منائی جائے گی۔

**۱۴۔ نمازِ جنازہ۔** ایک خاتون جو ترکی سے آئی تھی برلین میں وفات پاگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی بیٹی اور ان کی بہن میرے پاس آئیں اور مجھے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کہا۔ یہ بھی کہا کہ اس دن قبرستان میں ان کے دوست حلقہ سے جرمن فیمیلیز بھی آئیں گی۔ لہٰذا خواہش ظاہر کی کہ مَیں اس دن حاضرین کے سامنے ایک مختصر سی تقریر کروں۔ مَیں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد میں حاضرین کو خطاب کیا اور اپنی تقریر میں "موت کے بعد کی زندگی" کے اسلامی تصوّر کو بیان کیا۔ نیز نماز جنازہ میں مرحومہ کے لئے دُعا کی گئی، اس کا ترجمہ بھی حاضرین کو سنایا۔ یہ تقریر دس منٹ تک جاری رہی۔

**۱۵۔ انتظامیہ امور و مہمان نوازی مسید و مشن سے متعلق**

تمام انتظامیہ امور کو بھی نبھایا گیا۔ زائرین مسجد، دوست اور احباب کی مہمان نوازی کی گئی۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام پندرہ امور کو جن کا ذکر مختصراً مندرجہ بالا الفاظ میں کیا گیا ہے سر انجام دینے اور دینِ اسلام کی خدمت بجا لانے کی اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائی۔ احباب سے گزارش ہے کہ وہ مشن کی کامیابی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ والسلام۔

---

## جنوبی امریکہ سے دو معزز مہمانوں کی آمد

(بسلسلہ صفحہ ۲)

نے مہمانوں کے حق میں دُعائے خیر کی۔

تقریب کے اختتام پر مقامی جماعت احمدیہ کی طرف سے حاضرین کی تواضع پُر تکلف چائے سے کی گئی۔ اگلے روز اتوار کو احباب نے محترم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی اقتداء میں معزز مہمانوں کو صحت و سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا۔

---

از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ

## جماعت احمدیہ لاہور کی فتح مندی کا یقین

"جتنا مجھے یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی بڑی سے بڑی طاقت ہلا نہیں سکی اتنا ہی مجھے یقین ہے کہ کوئی شخص اس جماعت کو گرا نہیں سکتا جب تک ایسے لوگ جماعت میں موجود ہیں جن کے آنسو راتوں کو بہتے ہیں...... اور میں سنانا چاہتا ہوں (ایسے شکوک کو نکالنے) لوگوں کو خواہ وہ جماعت کے اندر ہوں یا باہر کہ جب تک طائفۃ من المتّقین مضطر راتوں کو اُٹھ کر رونے والا ایک گروہ اس جماعت کے اندر موجود ہے، اسوقت تک یہ جماعت اپنی روحانی قوت کے ساتھ دُنیا کو فتح کرتی رہے گی۔"

(خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۸ر نومبر ۱۹۲۱ء)

---

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور ملک دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷ سے شائع کیا۔

(چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۲۶ر جولائی ۱۹۷۸ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

# پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

مدیر اعزازی خلیل الرحمن

نائب مدیر عبدالرؤف کھوکھر

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۶ شعبان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۱


## ملفوظات حضرت مجددِ صدِ چہاردہم علیہ السلام

### اشاعتِ مذہب کا طریق

میرے نزدیک اشاعتِ مذہب کا بہترین طریق یہی ہے کہ وہ مذہب

**اپنی خوبیوں اور حسن کی وجہ سے خود ہی اندر چلا جاوے**

اور اس کے لئے بیرونی کوشش نہ کرنی پڑے۔ مثلاً بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ اپنی روشنی کی وجہ سے خود بخود نظر آتی ہیں۔ جیسے سورج چاند ستارے وغیرہ۔ اور ایک وہ چیزیں ہیں جو ان روشنیوں کے بغیر نظر ہی نہیں آسکتی ہیں۔ مثلاً چرند پرند وغیرہ کو ہم نہیں دیکھ سکتے جب تک روشنی نہ آوے۔ پس سچا مذہب اپنی روشنی اور حقانیت و صداقت کے نور سے خود بخود شناخت ہو کر روحوں میں اترتا جاتا ہے اور دلوں کو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے کہا تھا **تعلیم ایک بڑا نشان ہے**۔ جس مذہب کے ساتھ تعلیم کا نشان نہیں ہوتا اس کے دوسرے نشان کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ آسمانی تعلیم اپنے اندر ایک روشنی اور نور رکھتی ہے۔ وہ انسانی طریقوں سے بالاتر ہوتی ہے۔

ایک انسان جب بکلی مر جاوے اور گندی زندگی سے نکل آوے۔ اس وقت وہ خدا میں زندگی پاتا ہے۔ اور سچے مذہب کا نشان محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کے فضل کے سوا یہ کس کا کام ہے کہ گندی زندگی سے مر کر نئی زندگی پاوے۔ یہ اس خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے جس نے دنیا کو زندگی بخشی ہے۔ وہ انسان کو مبعوث کرتا ہے پہلے اس کو یہ زندگی عطا کرتا ہے۔ وہ بظاہر دنیا میں ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ اس دنیا کا انسان نہیں ہوتا۔ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے ہوتا ہے۔ پھر خدا [illegible] اس کے مناسب حال تعلیم اس کو دیتا ہے۔ جس کو اسی مناسبت کے لوگ سیکھتے ہیں۔ اس میں گند۔ نفس پرستی۔ ظلم اور شہوانی خواہشات کو پورا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ پاک باتیں ہوتی ہیں جو انسان پر ایک موت وارد کر کے اس کو ایک نئی زندگی عطا کرتی ہیں۔ جس سے اس کو گناہ سوز فطرت مل جاتی ہے۔ وہ ہر ایک قسم کی ناپاکی اور گند سے نفرت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ میں زندگی کرنے میں راحت اور لذت پاتا ہے۔ پس میرے نزدیک مذہب اپنی اشاعت کا آپ ہی کفیل ہے۔ اس کے لئے کسی جسم کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کی صداقت کے اظہار کا ذریعہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے لے کر آتے ہیں۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ اول صفحہ ۲۸۳)

### بسلسلہ رمضان المبارک — وجہ تسمیہ رمضان

فرمایا:۔ رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے خدا تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے۔ صوفیوں نے اس مہینہ کو تنویر قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے۔ اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ اور مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھتا ہے۔ (فتاوی احمدیہ صفحہ ۱۴۵)

### جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۷۸ء

تاریخہائے جلسہ، ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھئے۔ ۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائشِ دستکاری ہوگی۔

# [ہم]اری جماعتی زندگی کے شب و روز

## [انجم]ن کی کارگذاری کی ماہانہ رپورٹ وسط جون تا وسط جولائی ۱۹۷۸ء

**تبلیغ بلادِ غیر** — جرمن مشن کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں چار افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے، دو خواتین اور دو مرد۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک (تفصیلی رپورٹ پیغام صلح ۲۸-۲۶ میں الگ شائع ہو چکی ہے) ہالینڈ میں ایک ہندو خاتون نے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے اور ہالینڈ کے ایک شہر HAARLEM میں جماعت کے قیام کی صورت ہو رہی ہے۔ سرینام (جنوبی امریکہ) سے جماعت کے ایک معتمد بزرگ جناب یعقوب ایوب صاحب اپنے صاحبزادہ سمیت لاہور تشریف لائے اور تین روز قیام فرمایا۔ آپ نے حضرت امیر ایدہ اللہ۔ جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور جماعت کے دیگر احباب سے ملاقات کی اور مقامی جماعت لاہور نے ان کے اعزاز میں عصرانہ کا اہتمام کیا اور تمام احباب سے انہیں متعارف کرایا۔ موصوف ہمارے جانے پہچانے دوست فاضل رمضان صاحب کے والد بزرگ وار ہیں۔ سلسلہ کے متعلق ایک کتاب جسے مولنا جگو صاحب نے ڈچ زبان میں مرتب کیا ہے اس کی طباعت کا اہتمام کیا گیا اور نصف کتاب اس عرصہ میں چھپ چکی ہے بلادِ غیر سے جو خط و کتابت ہوتی ہے اس کی تفصیل الگ چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری احباب تک پہنچا رہے ہیں۔

**تبلیغ اندرونِ ملک** — لاہور میں ایک دوست سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ مفت اشاعت لٹریچر کے ۵۲ پیکٹ زیرِ تبلیغ اصحاب کو بھیجے گئے۔ حضرت امیر مرحوم و مغفور کا مؤلفہ ٹریکٹ "نماز اور ترقی کی تین راہیں" دوبارہ طبع ہوا۔ محترم مولنا مصری صاحب کے تحریر کردہ دو ٹریکٹ "حضرت نبی کریم صلعم کے فیوض روحانی کے جاودانی چشمے" اور "لفظ ظالم' ظلوم اور جہول کی حقیقت" شائع ہوئے۔ یہ حضرت اقدسؑ کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" سے ماخوذ ہیں۔ "نظام مصطفےٰ" پر ایک کتابچہ پریس میں زیرِ طباعت ہے جو چند دن تک انشاءاللہ احباب کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ "بیان القرآن" کے چار سیٹ مستحقین کو مفت اشاعت سے دیئے گئے۔

**اخبارات** — شعبۂ اخبارات کے انتظامی ڈھانچہ میں قابلِ ذکر اصلاح کی گئی اور اخبار پیغام صلح کے بقایاجات چندہ اور عطیہ برائے اخبار کے طور پر دو ہزار روپے کی رقم وصول ہو چکی ہے اور انشاء اللہ اس مرتبہ بجٹ کے مطابق متوقع آمد پوری ہو جائے گی۔ چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری کے تدبر اور کاوش سے یہ مستعدی پیدا ہوئی ہے۔ اخبار لائٹ کی طرف ابھی توجہ نہیں دی گئی۔

**بکڈپو** — اس عرصہ میں قریباً بیس ہزار روپے کی کتب باہر بھیجی گئی ہیں۔ لندن کی لائبریریوں کے لئے نوّے سیٹ اس ماہ بھیجے گئے۔ گذشتہ ماہ صرف پچاس سیٹ بھیجے گئے تھے۔ سیٹوں کی تقسیم کے لئے بہت سے احباب و خواتین نے رضاکارانہ طور پر عطیہ جات جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی خدمت میں ارسال فرمائے ہیں۔ ہمارے ایک مخیّر زمیندار بھائی چوہدری علی محمد صاحب (نمبردار دھاڑی ضلع ملتان) نے دس ہزار روپیہ ارسال فرمایا ہے۔ پانچہزار لندن مشن کے لئے اور پانچہزار روپیہ انگریزی ترجمۂ قرآن کی تقسیم کے لئے۔ فجزاہ اللہ خیرا

**تحصیل** — ... ماہوار کی وصولی حسب منشا ہوئی ہے۔ جس کیلئے احبابِ جماعت [illegible]

# بیرونِ ملک مختلف لائبریریوں کو ترسیل لٹریچر کا پروگرام

مرکزی انجمن کی طرف سے بذریعہ دارالکتب اسلامیہ تبلیغ اسلام کے پروگرام کو تقویت پہنچانے کے لئے غیر ممالک کی لائبریریوں اور دیگر علم دوست حضرات کو ان کے طلب کرنے پر لٹریچر بھیجا جاتا ہے پیغام صلح میں اس کی [illegible] وار رپورٹ شائع کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام بھی [illegible] انجمن کی تبلیغی جدوجہد سے باخبر رہیں۔ اس سلسلہ کی [illegible] رپورٹ ہدیۂ قارئین کرام ہے۔

مشل لائبریری ——— نارتھ سٹریٹ، گلاسکو۔ یو کے۔
سنٹرل لائبریری ——— کیسل سٹریٹ، ڈیون، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— ڈیک سیرس، پلائی موتھ، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— لینڈس ڈاؤن، برن ماؤتھ، ڈارسیٹ
〃 〃 〃 ——— جارج بیراج IV برج، ایڈن برگ۔ یو کے۔
〃 〃 〃 ——— گاڈ زاڈ، سٹریٹ، ہملٹن، لینارک شائر، یو کے
〃 〃 〃 ——— البین سٹریٹ، ہل، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— میسل روڈ، انفیلڈ، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— وار میموریل گارڈن، کرکرڈی۔
〃 〃 〃 ——— 12۔ مین سٹریٹ، 8 ای ڈی۔
کاؤنٹی لائبریری ——— کاؤنٹی ہال، درہم۔ یو کے۔
〃 〃 〃 ——— بیسنگ سٹاک۔ ہنٹز، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— گلڈ ہال۔ پیرس۔ ساؤتھ، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— سیوک سنٹر، ساؤتھ ایلٹن، ہنٹز، یو کے
〃 〃 〃 ——— ونچیسٹر، ہنٹز، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— ہرٹ فورڈ، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— سپرنگ فیلڈ، میڈسٹون، کینٹ۔
سٹی لائبریری ——— فورگیٹ سٹریٹ، ورسیسٹر، یو کے
پبلک لائبریری ——— چرچ سٹریٹ، پرانسٹن۔
〃 〃 〃 ——— سوتیٹ روڈ، گرینگ ماؤتھ، سٹائرلن۔
〃 〃 〃 ——— برن سوک روڈ، گلاڈیسٹر، یو کے
〃 〃 〃 ——— جان فراسٹ سکوئر، نیو پورٹ، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— ٹیکنل بلڈنگس، ایورنیس، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— لنڈن روڈ، ڈیفری شائر، یو کے۔
〃 〃 〃 ——— کینٹر بری، کینٹ
〃 〃 〃 ——— ڈاور کینٹ
〃 〃 〃 ——— لنڈنڈو۔ گائنڈ۔
〃 〃 〃 ——— کیسڈر منسٹر
〃 〃 〃 ——— ڈل انسٹیٹیوٹ۔ آئر شائر۔ (باقی برصفحہ ۱ کالم ۲)

ہمارے شکریہ اور عنداللہ اجرِ عظیم کے مستحق ہیں۔ زکوٰۃ کی مد میں اس وقت تک تیس ہزار روپے وصول ہوئے ہیں لیکن یہ وصولی سال گذشتہ کی نسبت کم ہے۔ اس لئے ان خواتین و احباب کی خدمت میں جنہوں نے ابھی تک زکوٰۃ کی رقم ارسال نہیں فرمائی مکرر التماس ہے کہ زکوٰۃ کا قومی بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے اور وہ رمضان المبارک میں اپنی زکوٰۃ کی رقم بھجوا کر زیادہ ثواب حاصل کریں۔ والسلام

معالکرام ؛ مسعود بیگ مرزا جنرل سیکرٹری

مکرم جناب علامہ شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

# جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے ایک بھائی کا سوال اور اس کا جواب

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام تریاق القلوب کے صفحہ ۱۴۰ پر فرماتے ہیں:-

"اس الہام میں نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا۔ اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی۔ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا۔"

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد جو اس بیوی سے پیدا ہوئی وہ مریم کی طرح پاک اولاد تھی۔ اس پر آپ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ اور اس عبارت کے مطلب سے اطلاع دیں۔ جواب کے لئے لفافہ ارسالِ خدمت ہے۔ نام مصلحتاً نہیں لکھا۔

## الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادرم محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ میرا کارڈ آپ کو مل گیا ہوگا اس کارڈ میں میں نے مختصر طور پر آپ کے سوال کا جواب دے دیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ تفصیلی جواب بعد میں دوں گا بعض خاص موانع کی وجہ سے تفصیلی جواب بھیجنے میں تاخیر ہوگئی۔ سو اب ذیل میں تفصیلی جواب پیش ہے۔ میں نے کارڈ میں لکھا تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اپنے الہامات کو ترجیح دیتے ہیں اور انہیں کی اہمیت کے قائل ہیں، اپنے اجتہاد کو اس بارے میں کوئی اہمیت نہیں دیتے چنانچہ تریاق القلوب کے صفحہ ۱۴۱ کے حاشیہ پر بشیر اوّل کی وفات پر اعتراضات پر فرمایا:-

"ہاں ہم نے اپنے اجتہاد سے ظنی طور پر یہ خیال ضرور کیا تھا کہ شاید یہی لڑکا مبارک موعود ہو۔ لیکن اگر اس نادان معترض کے اعتراض کی بنیاد صرف ہمارا ہی خیال ہے جو الہام کے سرچشمہ سے نہیں بلکہ صرف ہمارے ہی غور و فکر کا نتیجہ ہے تو سخت جائے افسوس ہے کیونکہ وہ اس خیال کی شامت سے اسلام کی اونچی چوٹی سے ایسا نیچے کو گرے گا کہ صرف کفر اور ارتداد تک ہی نہیں ٹھہرے گا بلکہ نیچے کو ڈھکتا ڈھکتا دہریت کے نہایت عمیق گڑھے میں اپنے بدبخت وجود کو ڈال دے گا......"

آگے فرماتے ہیں:-

"اب جبکہ اجتہادی غلطی ہر ایک نبی اور رسول سے بھی ہوئی ہے تو ہم بطریق تنزل کہتے ہیں کہ اگر ہم سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی بھی تو وہ سنتِ انبیاء ہے اور اس بنا پر حملہ کرنا سراسر حماقت اور نادانی ہے۔ لیکن اگر ہمارا کوئی ایسا الہام پیش کر سکتے ہو جس کا یہ مضمون ہو کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ضرور پہلے ہی حمل سے وہ بابرکت اور آسمانی موعود پیدا ہو جائے گا اور یا یہ کہ دوسرے حمل میں پیدا ہوگا اور بچپن میں نہیں مرے گا تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ وہ الہام پیش کرو تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد"

پھر فرماتے ہیں صفحہ ۱۴۳ حاشیہ:-

"ثبوت تو یہ دینا چاہیئے کہ وہ لڑکا جو تین کو چار کرنے والا ہو اس کے آنے کی خبر بحیثیت الہام الٰہی کے اشتہار ۷ راگست ۱۸۸۷ء میں دی گئی ہے۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

"اگر میں نے کسی اشتہار میں کوئی کلمہ اجتہادی طور پر لکھا ہو اور ایسا خیال ظاہر کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہو سکتا"

امید ہے مندرجہ بالا حوالوں سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ حضورؑ کا اجتہاد حجت نہیں صرف الہام الٰہی کے الفاظ حجت ہیں۔ آپ نے اپنے خط میں جو یہ لکھا ہے:-

"اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائیگی"

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ کے الہامی الفاظ نہیں جو حجت ہوں لیکن میں ثابت کروں گا کہ یہ الفاظ حضورؑ کے اجتہاد کا نتیجہ بھی نہیں۔ جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضورؑ کے اجتہاد کے غلط ہونے کی دو مثالیں پیش کر دوں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گذرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا، اور وہ یہ ہے: کہ بِکْرٌ وَّ ثَیِّبٌ۔ جس کے یہ معنے ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے۔ کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا۔ پورا ہوگیا۔ اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں۔ اور بیوہ سے الہام کی انتظار ہے۔"

(تذکرہ۔ صفحہ نمبر ۳۷ و ۳۸)

**دوسری مثال** مصلح موعود کے ظہور کے متعلق جو الفاظ الہام پر حضورؑ پر نازل ہوئے ان کی رو سے حضورؑ نے پہلے ان الہام کا مصداق اپنے لڑکے بشیر اوّل کو سمجھا لیکن یہ بھی حضورؑ کا غلط نکلا۔ پھر اپنے چوتھے لڑکے مبارک احمد کو اس پیشگوئی کا مصداق سمجھا اور اس کی بنیاد حضورؑ کے اس [illegible] پر تھی کہ ایک تو وہ تین کو چار کرنے والا تھا دوسرے اس کا دو شنبہ کو ہوا اس سے آپ نے یہ سمجھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا بھی ہے۔ اور دو شنبہ مبارک دوشنبہ مبارک کے الہامی الفاظ کا مصداق بھی ہے۔ مگر حضورؑ کا یہ اجتہاد بھی صحیح نہ نکلا کیونکہ وہ [illegible] برس کی عمر میں فوت ہوگیا۔ اب میں آپ کے ان الہامات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو آپ نے تریاق القلوب کے صفحہ ۱۴۰ سے لئے ہیں لیکن یہ الہامات صفحہ ۱۳۹ سے شروع ہوتے ہیں:-

"اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت

آدم - یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّۃ

"اس کے یہ معنے ہیں کہ اے آدم جس سے نئے سرے سے اسلام کے نوروں کی بنیاد پڑے گی۔"

یعنے ایک عظیم الشان تجدید ہوگی اور برکات ظاہر ہوں گے اور فیج اعوج کے زمانہ کی غلطیاں اور غلط تفسیریں کاٹ کر پھینک دی جائیں گی اور ایک جماعت اسلام کی حمایت کے لئے اس سے قائم ہوگی ۔ تو مع اپنی زوجہ کے بہشت میں داخل ہو۔ اس لحاظ سے الہام میں میرا نام آدم رکھا گیا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ نئے معارف اور نئے حقائق اور نئی زمین اور نیا آسمان اور نئے نشان ہوں گے اور نیز یہ کہ مجھ سے ایک نیا خاندان شروع ہوگا سو اس نے ایک نئے خاندان کے لئے مجھے اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا۔"

اس بارے میں مزید فرمایا :-

"اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ نے میرا نام عیسٰی ہی نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انتہا تک جس قدر انبیاء علیہم السلام کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے۔ چنانچہ براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام آدم رکھا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم ........

اور اس مختصر فقرہ میں یہ پیشگوئی پوشیدہ ہے کہ جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی۔ ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز ظاہری نسل بھی تمام دنیا میں پھیلے گی۔"

دونوں نسلوں کے پھیلنے کی پیشگوئی کی بنیاد صرف حضورؑ کے اجتہاد پر ہی مبنی نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی بنیاد اس الہام پر ہے جس کا ذکر ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں ہے، اب دیکھ لو کہ یہ پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی ہے۔ کیا حضورؑ کی روحانی اور جسمانی نسل یعنے دونوں نسلیں دنیا میں پھیلی ہیں یا نہیں کیا دونوں نسلیں پھیلتی جا رہی ہیں یا نہیں۔

حضورؑ کے اس الہام کی تشریح میں جو یہ الفاظ ہیں اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا۔ لفظ مبارک کی تشریح حضورؑ نے اپنی کتاب چشمۂ معرفت کے صفحہ ۲۳۵ اور صفحہ ۲۸۴ پر مندرجہ ذیل کی ہے :-

"پس وہ برکت جس کا دوسرے لفظوں میں نام کثرت نسل ہے۔" "مگر وہ نادان نہیں جانتا کہ اس میں کیا حرج ہے بلکہ کثرت ازدواج کثرت اولاد کا موجب ہے جو ایک برکت ہے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؑ کثرت نسل کو ہی مبارک قرار دے رہے ہیں۔ پس یہ بیوی حضورؑ کے لئے صرف ان معنوں میں مبارک ہوگی کہ حضورؑ کی نسل کثرت سے اس بیوی کے ذریعہ وجود میں آئیگی۔ جو آئی اور آ رہی ہے اور حضورؑ کا وجود اس بیوی کے لئے ان معنوں ایک تھا نہ [illegible] نے ان کو خوش رکھنے کے لئے اپنی تمام

ساعی صرف کر دیں اور ان کی زندگی کو ہر لحاظ سے خوشگوار بنایا کہ حضورؑ یہ بات کس طرح لکھ سکتے تھے کہ آدم کے ساتھ جو حضورؑ کو تشبیہہ دی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بیوی سے جو اولاد ہوگی وہ سب کی سب مریم کی طرح نیک اور پاکیزہ ہوگی، کیا حضورؑ نے آدم کی اولاد کا قصہ قرآن شریف میں نہیں پڑھا تھا کہ آپ ایسا لکھتے۔ کیا حضرت آدم کے دو لڑکوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہیں جن میں سے اگر ایک مقبول الٰہی تھا تو دوسرا راندۂ درگاہِ الٰہی تھا اور کیا اگر ایک پاک تھا تو دوسرا ناپاک نہ تھا اور کیا اگر ایک نیک نہ تھا تو دوسرا بد نہ تھا۔ کیا اگر ایک متقی تھا تو کیا دوسرا غیر متقی نہ تھا اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس بد باطن لڑکے نے محض حسد کی وجہ سے اپنے بے گناہ بھائی کو قتل کر دیا۔ کیا ان اوصاف کی موجودگی میں آپ اس لڑکے کو مریم کی طرح پاک قرار دیں گے؟ ظاہر ہے کیا آدم کی اولاد میں سے ایک کے ایسا ناپاک ہونے کی موجودگی میں حضورؑ محض آدم کے ساتھ تشبیہہ دیئے جانے کی وجہ سے اس بیوی سے اپنی تمام اولاد کو مریم کی طرح پاک قرار دے سکتے تھے، سوچو اور غور کرو۔ دیکھو اسی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۴۳ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں :-

"اور مجدد موعود کی پیشگوئیاں اسی جگہ بطور دلیل کے کام نہیں آ سکتیں کیونکہ ہر ایک لڑکا جو میرے گھر میں اس بیوی سے پیدا ہوا موعود ہے۔"

حضورؑ کی اس عبارت سے عیاں ہے کہ حضورؑ نے اس بیوی سے پیدا ہونے والے اور زندہ رہنے والے تینوں لڑکوں کے متعلق صرف اتنا ہی فرمایا ہے کہ وہ موعود ہیں۔ یعنی ان کی پیدائش کی خدا تعالےٰ کی طرف سے خبر پوری ہوتی رہی۔ اب ایک عجیب بات آپ کو نظر آئے گی کہ موجودہ تینوں لڑکوں میں سے کسی ایک کے متعلق بھی الہامات میں ان کی طہارت اور پاکیزگی اور باطنی کمالات کے بارے میں ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ صرف ان کی پیدائش کے ذکر پر ہی الہامات میں اکتفا کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل جو دو لڑکے یعنی بشیر اول اور مبارک احمد جو بچپن میں ہی فوت ہوگئے ان کے باطنی کمالات اور ان کی طہارت اور پاکیزگی کا ذکر الہامات میں کیا گیا ہے۔ لیکن زندہ رہنے والے تینوں لڑکے اس ذکر سے محروم نظر آتے ہیں۔ میں آپ کی توجہ حضورؑ کے اس خط کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو حضور نے ۸ر جون ۱۸۸۶ء کو حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ کو لکھا جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے :-

"شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین، کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا۔ کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس باب میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب

اولاد ہوگی - اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین ان میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا - وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا - اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں - مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے - اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی - اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے - جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے - تو یہی سمجھا جاتا ہے - واللہ اعلم بالصواب"

اگرچہ حضورؑ نے دوسرے خط میں فرمایا ہے کہ جب تک صریح الہام میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجھے دوسری شادی کرنے کا ارشاد نہیں ہوگا میں دوسری شادی نہیں کروں گا - مگر اس سے مندرجہ بالا خط میں جس واضح الہام کا ذکر ہے وہ تو غلط نہیں ہو سکتا وہ تو قائم ہے اور قائم رہے گا اور اس کا پورا ہونا لازمی ہے سر دست میں اس کی تشریح نہیں کرتا - اگر آپ کو ضرورت محسوس ہوئی تو میں اس الہام کی تشریح بھی کر دوں گا اور بتا دوں گا کہ وہ اپنے وقت پر ضرور پورا ہوگا اور کس طریق سے پورا ہوگا اس کی بھی وضاحت کر دوں گا - اب میں ذیل میں دوسرے الہامات یا مریم اسکن انت و زوجك الجنة کا صحیح مفہوم بیان کرتا ہوں - تا معلوم ہو کہ الہام کے الفاظ یا مریم سے آپ نے مریم جیسی پاک اولاد کس طرح مراد لی، الہام میں تو حضورؑ کو ہی مریم قرار دیا گیا ہے اور حضورؑ کے ہی مریمی حالت سے عیسوی حالت میں منتقل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے - جس کی تفصیل حضورؑ کی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۸۳ و ۸۴ پر درج ہے جو یہ ہے :-

"لیکن اس جگہ شاید بعض نادانوں کو یہ اشکال پیش آوے کہ اگرچہ یہ تو صحیح مسلم اور بخاری میں آچکا ہے کہ آنے والا مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا اور قرآن شریف میں بھی سورۃ نور میں منکم کا لفظ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر ایک خلیفہ اسی اُمت میں سے ہوگا اور آیت کما استخلف الذین من قبلھم بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر غیر معمولی نہیں ہوگا بلکہ جس طرح صدر زمانہ اسلام میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسےٰ ہیں جیسا کہ آیت کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا سے ظاہر ہے ایسا ہی آخر زمانہ اسلام میں دونوں سلسلوں موسوی اور محمدی کا اوّل اور آخر میں تطابق پورا کرنے کے لئے مثیل عیسےٰ کی ضرورت تھی جس کی نسبت حدیث بخاری امامکم منکم اور حدیث مسلم امکم منکم وضاحت سے خبر دے رہی ہیں - مگر اسی اُمت میں سے عیسےٰ بننے والا ابن مریم کیونکر کہلا سکے وہ تو مریم کا بیٹا نہیں ہے حالانکہ حدیثوں میں ابن مریم کا لفظ آیا ہے - پس یاد رہے کہ یہ وسوسہ جو نادانوں کے دلوں کو پکڑتا ہے قرآن شریف میں سورۃ تحریم میں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا ہے - جیسا کہ سورۃ تحریم میں اس اُمت کے بعض افراد کو مریم سے مشابہت دی گئی ہے اور پھر اس میں عیسےٰ کی رُوح کے نفخ کا ذکر کیا گیا ہے جس میں صریح اشارہ کیا گیا ہے کہ اس اُمت میں سے کوئی فرد اوّل مریم کے درجہ پر ہوگا اور پھر اس مریم میں نفخ رُوح کیا جائے گا تب وہ اس درجہ سے منتقل ہو کر ابن مریم کہلائے گا - اور اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ اگر یہی سچ ہے تو پھر تمہارے الہامات میں بھی اس کی طرف کوئی اشارہ ہونا چاہیئے تھا - اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ آج سے ۲۵ برس پہلے یہی تصریح میری کتاب براہین احمدیہ حصص سابقہ میں موجود ہے اور نہ صرف اشارہ بلکہ پوری وضاحت سے کتاب براہین احمدیہ حصص سابقہ میں ایک لطیف استعارہ کے رنگ میں مجھے ابن مریم ٹھہرایا گیا ہے چاہیئے کہ اوّل وہ کتاب ہاتھ میں لے لو اور پھر دیکھو کہ اس کی اوائل میں اوّل میرا نام خدا تعالےٰ نے مریم رکھا ہے اور فرمایا ہے یا مریم اسکن انت و زوجك الجنة - یعنی اے مریم تو اور تیرے دوست جنت میں داخل ہو - پھر آگے چل کر کئی صفحوں کے بعد جو ایک مدت پیچھے لکھے گئے تھے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے یا مریم نفخت فیك من لدنی روح الصدق - یعنے اے مریم میں نے تجھ میں صدق کی رُوح پھونک دی پس یہ رُوح پھونکنا گویا رُوحانی حمل تھا کیونکہ اس جگہ وہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو مریم صدیقہ کی نسبت استعمال کئے گئے تھے جب مریم صدیقہ میں رُوح پھونکی گئی تھی تو اس کے یہی معنے تھے کہ اس کو حمل ہو گیا تھا جس حمل سے عیسےٰ پیدا ہوا پس اس جگہ بھی اسی طرح فرمایا کہ تجھ میں رُوح پھونکی گئی گویا یہ ایک رُوحانی حمل تھا - پھر آگے چل کر آخر کتاب میں مجھے عیسےٰ کرکے پکارا گیا کیونکہ بعد نفخ روحانی مریمی حالت عیسےٰ بننے کے لئے مستعد ہوئی جس کو استعارہ کے رنگ میں حمل قرار دیا گیا پھر آخر اسی مریمی حالت سے عیسےٰ پیدا ہو گیا - اسی رمز کے لئے کتاب کے آخر میں میرا نام عیسےٰ رکھا گیا اور کتاب کے اوّل میں مریم نام رکھا گیا - اب شرم اور حیا اور انصاف اور تقویٰ کی آنکھ سے اوّل سورۃ تحریم میں اس آیت پر غور کرو جس میں بعض افراد اس اُمت کو مریم سے نسبت دی گئی ہے اور پھر مریم میں نفخ رُوح کا ذکر کیا گیا ہے جو اس حمل کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے عیسےٰ پیدا ہونے والا ہے - پھر بعد اس کے براہین احمدیہ حصص سابقہ کے یہ تمام مقامات پڑھو اور خدا تعالےٰ سے ڈر کر توقف کرو کہ کس طرح اس نے پہلے میرا نام مریم رکھا اور پھر مریم میں نفخ رُوح کا ذکر کیا اور آخر کتاب میں اسی مریم کے رُوحانی حمل سے مجھے عیسےٰ بنا دیا" دیکھو کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم - صفحہ ۸۳-۸۴ -

اسی مضمون کو دہراتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یہ حضرت مریم کو اس وقت وحی ہوئی تھی کہ جب ان کا لڑکا عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوا تھا اور وہ کمزور ہوئی تھیں اور خدا تعالےٰ نے اس کتاب براہین احمدیہ میں میرا نام بھی مریم رکھا - اور مریم صدیقہ کی طرح مجھے

بھی حکم دیا کہ کن من الصالحین الصدیقین دیکھو صفحہ ۲۴۲ براہین احمدیہ پس یہ میری وحی یعنی ھزّی الیک اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صدیقیت کا جو حمل تھا۔ اس سے بچہ پیدا ہُوا جس کا نام عیسےٰ رکھا گیا اور وہ کمزور رہا صفات مریمیہ اس کی پرورش کرتی رہیں اور جب وہ اپنی طاقت میں آیا تو اس کو پکارا گیا یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک الیّ دیکھو صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ یہ وہی وعدہ تھا جو سورۃ تحریم میں کیا گیا۔ اور ضرور تھا کہ اس وعدہ کے موافق اس اُمّت میں سے کسی کا نام مریم ہوتا۔ اور پھر اس طرح پر ترقی کرکے اس سے عیسےٰ پیدا ہوتا اور وہ ابن مریم کہلاتا۔ سو وہ میں ہوں۔ وحی ھزّی الیک مریم کو بھی ہوئی اور مجھے بھی مگر باہم فرق یہ ہے کہ اس وقت مریم ضعف بدنی میں مبتلا تھی۔ اور میں ضعفِ مالی میں مبتلا تھا۔" (نزول المسیح۔ صفحہ ۱۶۳)

طرح حضورؑ کے الہامات میں جو حضورؑ کو مریم قرار دیا ہے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:—

"یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنّۃ۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنّۃ۔ نفخت فیک من لدنّی روح الصدق۔ اے آدم۔ اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنّت میں یعنی نجاتِ حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے سچائی کی رُوح تجھ میں پھونک دی ہے۔

اس آیت میں بھی رُوحانی آدم کا وجہ تسمیہ بیان کیا گیا۔ یعنی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بلا توسط اسباب ہے ایسا ہی روحانی آدم میں بلا توسط اسباب ہے۔ ایسا ہی روحانی آدم میں بلا توسط اسباب ظاہریہ نفخ رُوح ہوتا ہے۔ اور یہ نفخ رُوح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے۔ اور پھر بطور تبعیت اور وراثت کے بعض افراد خاصہ اُمتِ محمدیہ کو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۶۹)

اور جگہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے الہامات میں مجھے جو مریم قرار دیا ہے اس میں کیا حکمت تھی فرماتے ہیں:—

" اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سُنایا تھا۔ اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے۔ اور وہ اس زمانہ کا ہے۔ جبکہ خدا نے پہلے مجھے مریم کا خطاب دیا۔ اور پھر نفخ رُوح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہُوا تھا۔" (کشتی نوح)

"یعنی پسر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ درد زہ تنہ کھجور کی طرف [illegible] یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور [illegible] سے واسطہ پڑا۔ جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا۔ جنہوں نے تکفیر و توہین کی۔ اور گالیاں دیں۔ اور ایک طوفان برپا کیا۔ تب مریم نے کہا۔ کہ کاش میں اس سے پہلے مرجاتی۔ اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ یہ اس شور

کی طرف اشارہ ہے۔ جو ابتداء میں مولویوں کی طرف سے بہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعوے کی برداشت نہ کرسکے۔ اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا تب اس وقت جو کرب اور قلق ناسمجھوں کا شور و غوغا دیکھ کر میرے دل پر گذرا۔ اس کا اس جگہ خدا تعالےٰ نے نقشہ کھینچ دیا ہے۔" (کشتی نوح ص ۴۷) (تذکرہ صفحہ ۱۰۰-۱۰۱)

## عبارت زیرِ بحث کا صحیح مفہوم۔

اب میں ذیل میں اس عبارت کا صحیح مفہوم بیان کرتا ہوں جس سے غلط طور پر یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضورؑ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مریم کی طرح پاکیزہ اولاد کا وعدہ دیا گیا ہے اور وعدہ ظہور میں بھی آچکا ہے یعنی پورا ہوگیا ہے۔ اس عبارت میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں جن پر غلط استدلال کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۱ اور ۲ مریم کی طرح ۳ اس سے ۴ پاک اولاد +

لفظ اور کو اس عبارت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے جو الہام یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ کی تشریح میں حضورؑ نے لکھی ہے اور جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے" کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا۔" حالانکہ اس لفظ اور اس کا جوڑ خود الہام یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ کے ساتھ ہے۔ یعنی پہلے الہام کی تشریح ختم کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اور مجھے الہام "یا مریم اسکن انت وزوجک الجنّۃ ہوا۔ اور مریم کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ میں مریم کی طرح ایک عرصے تک سورۃ تحریم کے فیصلے کے مطابق مریمی حالت میں پرورش پاتا رہوں گا۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ جس طرح مریم صدیقہ کے اندر رُوح صدق پھونکی گئی جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہوگئیں جس سے اس کو حضرت عیسےٰ جیسی پاک اولاد عطا کی گئی، ٹھیک اسی طرح مجھ میں بھی مریمی حالت کے کمال تک پہنچنے کے بعد روح صدق اور رُوحِ صدیقیت پھونکی گئی جو رُوحانی حمل کہلاتی ہے جس کے نتیجہ میں حضرت عیسےٰؑ جیسی پاکیزگی اور طہارت میرے اندر پیدا ہوگئی۔ گویا بالفاظِ دیگر میری مریمی حالت میں بھی عیسیٰ جیسی پاک اولاد پیدا کر دی گئی۔ یعنی مجھے عیسٰیؑ کی پیشگوئی کا مصداق بنا دیا گیا۔ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا کہ مجھے مریمی حالت سے عیسوی حالت میں منتقل کر دیا جائے گا وہ وعدہ میرے وجود میں پورا ہوگیا یعنی مجھے عیسےٰ کا مثیل بنا دیا گیا۔ سو الفاظ (مریم کی طرح) کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح مریم صدیقہ میں رُوح صدق پھونکنے بعد عیسےٰ جیسا پاک انسان انہیں دیا گیا۔ اسی طرح مجھے بھی روح صدق کے بعد عیسےٰؑ جیسا پاک نشان بنا دیا گیا۔

عبارت میں لفظ (اس سے) مراد (مریمی حالت) سے ہے اس لفظ سے نئی بیوی ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ خود مریمی حالت ہی مراد ہے۔ اس عبارت میں اولاد کا جو لفظ جمع کے صیغہ میں آیا ہے۔ اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ اولاد کے لفظ کو مفرد کے معنوں میں بھی استعمال کرتے ہیں جیسا کہ صفحہ ۱۳۹ پر فرماتے ہیں:—

" جیسا کہ الہام موصوفہ بالا میں آیا ہے تو میرا شکر کر اس لئے کہ تو نے خدیجہ کو پایا یعنی تو خدیجہ کی اولاد کو پائیگا"

اب ظاہر ہے کہ حضورؑ نے خدیجہ کی ساری اولاد کو تو نہیں پایا اور نہ پانا تھا بلکہ خدیجہ کی اولاد میں صرف ایک لڑکی کو ہی پانا تھا اور پایا اسی طرح چشمۂ معرفت میں حضورؑ نے صفحہ ۳۴ و ۱۳۳ و ۱۴۱ پر اولاد کا لفظ صرف ایک بیٹے کے مفہوم میں ہی استعمال کیا ہے۔

پس حضرت اقدس کا اس عبارت میں لفظ پاک اولاد سے مراد آپ کا عیسوی حالت میں منتقل ہونا ہی مراد ہے جو واحد پر دلالت کرتا ہے۔ آگے حضورؑ کے یہ الفاظ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ یعنی جس طرح مریم کو عیسٰے کی پیدائش کا وعدہ دیا گیا ایسا ہی مجھے بھی وعدہ دیا گیا کہ تو مریمی حالت سے عیسوی حالت کی طرف منتقل ہو جائے گا سو یہ وعدہ بھی خدا نے مجھے عیسٰےؑ بنا کر پورا کر دیا۔

حضورؑ کی تشریح میں جو لفظ (”اس سے“) آیا ہے۔ اس سے حضورؑ نے بھی وہی مراد لی ہے جو میں نے اوپر بیان کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

”اور خدا تعالٰے نے اس کتاب براہین احمدیہ میں میرا نام بھی مریم رکھا اور مریم صدیقہ کی طرح مجھے بھی حکم دیا کہ وکن من الصالحین الصدیقین دیکھو صفحہ ۲۴۲ براہین احمدیہ پس یہ میری وحی یعنی ھزّی الیک اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صدیقیت کا جو حمل تھا۔ اس سے بچہ پیدا ہوا جس کا نام عیسٰے رکھا گیا۔ اور جب تک وہ کمزور رہا صفاتِ مریمیہ اس کی پرورش کرتی رہی اور جب وہ اپنی طاقت میں آیا تو اس کو پکارا گیا یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ دیکھو صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ یہ وہی وعدہ تھا جو سورۃ تحریم میں کیا گیا۔ اور ضرور تھا کہ اس وعدہ کے مطابق اس اُمت میں سے کسی کا نام مریم ہوتا۔ اور پھر اس طرح پر ترقی کر کے اس سے عیسٰے پیدا ہوتا۔ اور وہ ابنِ مریم کہلاتا۔ سو وہ میں ہوں۔ وحی ھزّی الیک مریم کو بھی ہوئی اور مجھے بھی مگر باہم فرق یہ ہے کہ اس وقت مریم ضعفِ بدنی میں مبتلا تھی اور میں ضعف مالی میں مبتلا تھا۔“ (نزول المسیح ص۱۶۳)

عبارت کے یہ الفاظ :-

”اور ضرور تھا کہ اس وعدہ کے موافق اس امت میں سے کسی کا نام مریم ہوتا اور پھر اس طرح ترقی کر کے اس سے عیسٰی پیدا ہوتا۔ اور وہ ابنِ مریم کہلاتا۔“

یعنی حضورؑ کے مندرجہ بالا الفاظ کیا عبارت زیرِ بحث میں جو لفظ (اس سے) آئے ہیں اس کے اصلی مفہوم کو صاف طور پر واضح نہیں کرتے کہ اس سے مراد حضورؑ کی نئی بیوی نہیں بلکہ مریمی حالت اس سے مراد ہے پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

”پھر بعد اس کے براہینِ احمدیہ حصص سابقہ کے یہ تمام مقامات پڑھو اور خدا تعالٰے سے ڈر کر خوف کرو کہ کس طرح اس نے پہلے میرا نام مریم رکھا اور پھر مریم میں نفخِ رُوح کا ذکر کیا اور آخر کتاب میں اس مریم کے رُوحانی حمل سے مجھے عیسٰے بنا دیا (دیکھو براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔ صفحہ ۸۳ - ۸۴)

حضورؑ نے اس عبارت میں بھی لفظ (”اس سے“) کے معنے واضح کر دیئے ہیں، یعنی بتلا دیا ہے کہ لفظ ”اس“ سے مراد نئی بیوی نہیں بلکہ نفخ اور صدق والا روحانی حمل مراد ہے۔

اس حقیقت کو واضح کرنے کے بعد کہ حضورؑ کی مراد نئی بیوی سے نہیں بلکہ نفخ روح صدق سے روحانی حمل مراد ہے اور پاک اولاد سے خود حضورؑ کا اپنا وجود ہی مراد ہے نہ کہ نئی بیوی سے پیدا ہونے والی اولاد مراد ہے۔ ہمارے جو دوست حضورؑ کی عبارت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ نئی بیوی سے پیدا ہونے والے لڑکے اسی طرح پاک ہوں گے جس طرح مریم صدیقہ پاک تھیں۔ ان کے استدلال کی غلطی اس سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؑ نے بعد میں چار لڑکوں کی پیدائش کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس سے بھی زندہ رہنے والے تین لڑکوں کی پاکیزگی کا قطعًا کوئی ذکر نہیں کیا صرف ان کی پیدائش کی پیشگوئی کو ہی عظیم الشان نشان قرار دیا ہے۔ چنانچہ صفحہ نمبر ۱۱۳ کے حاشیہ پر فرمایا ہے :-

”اور مجرد موعود کی پیشگوئیاں اس جگہ بطور دلیل کے کام نہیں آ سکتیں کیونکہ ہر ایک لڑکا جو میرے گھر میں اس بیوی سے پیدا ہُوا موعود ہے۔“

حضورؑ نے الہام یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ میں جو لفظ زوجک کا آیا ہے اس سے مراد بیوی نہیں لی بلکہ اس سے رفقا مراد لئے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ حضورؑ نے چونکہ عیسٰےؑ کا مثیل بننا تھا اور عیسٰےؑ کے مثیل ہونے کی وجہ سے چونکہ لوگوں نے حضورؑ کی بیعت میں داخل ہو کر حضورؑ کے رفقا کہلانا تھا۔ اس لئے حضورؑ نے الہام میں رفقاء مراد لئے ہیں۔

برادرم محترم میں نے آپ کے سوال کا جواب وضاحت سے دے دیا ہے۔ امید ہے اس سے آپ کی تسلی ہو جائے گی اور حقیقت بھی کھل کر سامنے آ جائے گی۔ لیکن باوجود اس کے اگر آپ کو اس حقیقت کے سمجھنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس ہو تو لکھ بھیجیں میں انشاءاللہ خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے اس ہچکچاہٹ کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ والسلام۔

---

# ھالینڈ میں تبلیغِ اسلام

جناب مولنا جگو صاحب کی تازہ ترین رپورٹ ملاحظہ فرمائیے :-

”رمضان شریف کی آمد آمد ہے اور تبلیغی مساعی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک اور شہر HAARLEM میں جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جناب عطاءاللہ صاحب کے مکان پر ایک میٹنگ کا اہتمام کیا گیا اور خاکسار نے معراج شریف، شب برأت اور روزہ کے مسائل پر خیالات کا اظہار کیا اور وہاں پر تنظیم جماعت کے خطوط متعین کئے گئے۔ انشاءاللہ تعالٰے جلد ہی یہ شاخ بھی فعال سنٹر کی صورت اختیار کرے گی۔

ایک ہندو خاتون (کالیکا) نے اسلام قبول کیا، جس کا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا۔ مرکز سے جو لٹریچر بزبان ڈچ بھیجا جاتا ہے وہ باقاعدگی سے پہنچ رہا ہے اور اس سے ہماری تبلیغی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رکھیں۔

جناب عطاءاللہ صاحب نہایت مخلص اور مضبوط احمدی ہیں مرکز سے بھی ان سے حوصلہ افزا خط و کتابت ہونی چاہیئے۔

(عطاءاللہ صاحب کو خط لکھا گیا ہے جس میں انکی خدمات کو سراہا گیا ہے۔)

---

**ولادت باسعادت** میاں عبدالرشید خان صاحب پشاور سے اطلاع دیتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے ان کو نواسہ عطا فرمایا ہے جس کی خوشی میں مبلغ یک صد روپیہ انجمن کے خزانہ میں تبلیغ کی مد کے لئے جمع کیا ہے۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالٰی اس کی عُمر دراز کرے نیک وصالح بنائے اور دین کی خدمت کی توفیق بخشے آمین = پیغامِ صلح مبارک باد پیش کرتا ہے اور دُعا ہے کہ اللہ تعالٰی نومولود کو عمر وصحت اور دینی و دنیوی نعمتیں عطا کرے۔ آمین۔

تبلیغی خط و کتابت

# "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

کی پبلسٹی یعنی قرآن کریم کی ترسیل کے لئے انتہائی تشکر گذار ہوں۔ اس قدر انمول تحفہ عنایت فرمانے پر میں آپ کے لئے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم بخشے۔ آپ بھی میرے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائیں کہ وہ تفہیمِ قرآن کی مجھے طاقت و ہمت اور عقل و فکر دے۔ تاکہ میں دینِ اسلام کی تعلیمات کو اچھی طرح سمجھ سکوں، اور ان کے مطابق عمل کر سکوں۔ قرآن کریم کے علاوہ مزید جس قدر لٹریچر آپ کی طرف سے مجھے پہنچے گا میں خود بھی اس کا مطالعہ کروں گا اور اپنے چھوٹے بہن، بھائیوں اور اپنے دوستوں کو بھی دوں گا۔ اُمید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے تازہ لٹریچر ارسال کرتے رہیں گے۔"

جواب:

آپ کا خط ملا۔ دعاؤں کا شکریہ۔ قرآن کریم کی ترسیل سے ہم نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اپنا فرض ادا کیا ہے، ہم آپ کے لئے دعا گو ہیں، ہمیں اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ آپ تعلیمات قرآنی سے بہرہ مند ہو کر اس کے نور کو دوسروں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے۔ ہم آپ سے برابر رابطہ رکھیں گے۔ حسب ضرورت آپ کو لٹریچر بھی پہنچتا رہے گا انشاء اللہ العزیز۔ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور دوستوں کو ہماری دعائیں پہنچا دیں۔

---

تانزے نیا سے جناب اسیاقِ ماکا لکھتے ہیں:

"جنابِ عالی! آپ کا عنایت نامہ مؤرخہ ۲۸ر جنوری ۱۹۷۸ء پیشِ نظر ہے۔ اس کے مطابق خاکسار کو اسلامی کتب تا حال موصول نہیں ہوئیں۔ درحقیقت میرا پہلا پتہ خط و کتابت تبدیل ہو گیا ہے اور اب دوسری جگہ چلا گیا ہوں۔ میرا نیا پتہ نوٹ فرما لیجئے۔ میں انگریزی ترجمۃ القرآن ہدیۃً حاصل کرنا چاہتا ہوں اس کے حق خدمت ادائیگی کے بارے جلتی جلد ممکن ہو مطلع فرمایئے۔ مطالعہ قرآن کے لئے میں بڑا مشتاق ہوں۔ [illegible] ملی تھیں جو بڑی مفید مطالعہ ہیں۔ ان کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھ کر شکریہ کا موقعہ دیں۔"

جواب:

محترم برادرم! ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو لٹریچر اب تک نہیں ملا۔ نہ ملنے کی وجہ آپ کے مکتوب سے ظاہر ہے۔ تاہم یہ جس کو بھی ملا ہے اس نے ضرور فائدہ اُٹھایا ہوگا، ہماری غرض بھی یہی ہے کہ ہر فردِ بشر کے ہاتھ میں کسی نہ کسی طرح اسلام کی تعلیمات پہنچ جائیں تا اسلام کی سچائی اور صداقت کے نور سے عالمِ انسانیت کے دِل منور ہوں اور یہ سرزمین جنت کا نشان بن جائے۔ ہم نے آپ کا نیا پتہ نوٹ کر لیا ہے۔ اور آپ کو اسلامی لٹریچر بھیجا جا رہا ہے۔ اس لٹریچر سے اپنے احباب کو بھی مستفید ہونے کا موقع دیں۔

آپ ہمیں قرآن کریم کا معلومہ ہدیہ چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں ارسال فرما دیں۔ ہم آپ کو ارسال کر دیں گے۔ قرآن کریم خیر و فلاح کا مرقع ہے اور متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ ہر عقلمند اس کے تابع ہوتا ہے جو اسلام پر بیش بہا مضامین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا مطالعہ اسلامی ذہن رکھنے والوں کے لئے بڑا ضروری ہے۔ آپ کو نمونہ کے طور پر ایک پرچہ ارسال ہے۔ اس کے باقاعدہ خریدار بن جائیں تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

---

گیانا (جنوبی امریکہ) سے محترم الحاج محمد رسول تحریر فرماتے ہیں:

"میرے تحریری طور پر باعث زحمت ہونے کی یہ غرض ہے کہ مجھے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کی اشد ضرورت ہے۔ ملکی قانون کے پیشِ نظر ہم اپنے ملک سے باہر نقدی نہیں بھجوا سکتے۔ اس لئے میں براہِ راست ہدیہ ارسال کرنے سے معذور ہوں، مجبور ہوں۔ تاہم مجھے تفسیر مذکور کی امتیازی خصوصیات کی وجہ سے بہرصورت ضرورت ہے۔ اور اس کے حوالوں سے مجھے اپنا تالیف کا کام آگے بڑھانا ہے۔ اس لئے آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی ممکن صورت ایسی پیدا کریں گے کہ میں آپ کو رقم بھجوا سکوں اور آپ مجھے تفسیر قرآن کریم (اگر ہمارے ملک میں آپ کے مبلغ حضرات کام کر رہے ہوں تو ان کو توجہ دلائیں) ان کو میں ادائیگی کر دوں گا اور بصورت دیگر کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی مخیر مسلم بھائی مجھے تحفۃً ارسال فرما دیں۔ جو ہمیشہ کے لئے صدقہ جاریہ کا کام دے گا کہ میں مطالعہ کے وقت اس بھائی اور اس کے اہل و عیال کے لئے دعائے خیر کرتا رہوں گا۔ بہرحال میری خواہش ہے کہ میں ذاتی طور پر اس کا ہدیہ ادا کروں کہ میں مالی استطاعت رکھتا ہوں۔ مگر ملکی ممانعت کی وجہ سے مجبور محض ہوں۔ اُمید ہے جواب باصواب سے مطلع فرمائیں گے۔"

جواب:

بعد سلام مسنون التماس ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ کاشف احوال [illegible] ارسال کر رہے ہیں۔ جس میں اسلام پر بیش قیمت تصانیف آپ کے مطالعہ اور تالیف و تصنیف کے کام میں یقیناً فائدہ دیں گی۔ انشاء اللہ العزیز۔ اسلامی کتابوں کی ایک فہرست بھی شامل ہے۔ ہمارے بلاد غیر میں تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔ ان کو بھی آپ کا پتہ دے دیا گیا ہے۔ بالخصوص گیانا میں ہماری ایک بھاری جماعت خدمتِ دینِ اسلام میں مصروف ہیں۔ آپ ان سے تعلق پیدا کریں۔ وہ آپ کے تصنیف و تالیف کے کاموں میں بہت مفید ثابت ہوں گے۔ اسلام پر ہماری مطبوعات کے مطالعہ سے آپ یقیناً مستفید ہوں گے۔ ہماری خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں۔ کارِ لائقہ سے یاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

---

# خطبۂ استقبالیہ رمضان المبارک

موجودہ معاشرے میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ قومی اور ملی تقریبات ہوں یا جلسے اور اجتماعات، ان میں "مہمانِ خصوصی" کی عزت افزائی کے لئے خطبۂ استقبالیہ دیا جاتا ہے جس میں مہمان موصوف کے محاسن اور اس سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ ماہِ رمضان جس کی عزت و احترام، اور قدر و منزلت مسلمانوں کے دلوں میں پائی جاتی ہے۔

آج سے کچھ دنوں کے بعد ان کے ہاں مہمان آنے والا ہے۔ اس مہمان کی عظمت اور اس کی خیر و برکت کے پیشِ نظر ہم ایک خطبۂ استقبالیہ ناظرینِ پیغامِ صلح کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جسے آنحضرت صلعم نے رمضان المبارک سے کچھ دن پہلے شعبان کے آخری عشرہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ اس کا ترجمہ درجِ ذیل ہے :۔

"اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینے کا نزول ہو رہا ہے، جس کی ایک رات ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ اس مہینے میں جس نے کسی نفلی نیکی کا کام کیا، اس کا درجہ خدا کے ہاں اس شخص کے برابر ہوگا جس نے ان دنوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں کوئی فرض ادا کیا۔ اور جس نے اس میں کسی فریضہ کو ادا کیا اس نے گویا دوسرے دنوں ستر فریضے ادا کئے۔ ماہِ رمضان صبر کا مہینہ ہے۔ جس کا نتیجہ جنت ہے اور یہ باہمی حسنِ سلوک اور احسان و مروّت کا مہینہ ہے۔ اس میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے (یعنی روزہ دار مومن کو رزقاً حسناً سے وافر حصہ ملتا ہے۔ اور قیامت میں بھی اسے روحانی غذا سے وافر حصہ ملے گا) جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور آگ سے نجات ملے گی اور روزے دار کی طرح اسے ثواب ملے گا۔ جس نے دودھ کی تھوڑی سی لسّی یا کھجور یا پانی سے کسی کا روزہ افطار کروایا تو ایسے شخص کو بھی اللہ تعالیٰ ثواب سے محروم نہیں کرے گا۔ اور جس نے ٹھنڈے پانی، شربت یا دودھ سے پیٹ بھر کر کسی کی افطاری کروائی، اسے اللہ تعالیٰ میرے حوضِ کوثر سے اس قدر سیراب کرے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس کی حاجت نہ رہے گی۔

ماہِ رمضان کا پہلا حصّہ رحمت اور درمیانی بخشش اور آخری حصّہ جہنم سے آزاد ہونے کا موجب ہے۔ اس مہینے میں جس نے اپنے خادم کے کام کے بوجھ میں کسی حد تک تخفیف کی تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور جہنم کے عذاب سے نجات دے گا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح)

بشکریہ مولوی احمد یحییٰ صاحب مسلم ٹاؤن لاہور

# مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کا رابطہ اجلاس

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور نے احباب سے رابطہ کا جو پروگرام جاری کر رکھا ہے اس کے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہونے لگے ہیں تعلق اخوت بڑھنے اور انفرادی و اجتماعی معاملات میں بھی باہمی دلچسپی کا اظہار ہونے لگا ہے۔

پروگرام کے مطابق اس ہفتے میں مؤرخہ ۲۴ر جولائی سوموار ۵½ بجے شام محترم ملک اعزاز الٰہی صاحب کی میزبانی میں ان کی قیام گاہ واقع مین گلبرگ میں رابطہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں گلبرگ، دارالسلام کالونی، لاہور چھاؤنی، احمدیہ بلڈنگس، گارڈن ٹاؤن اور مغلپورہ کے احباب نے شرکت فرمائی۔ جن میں مرکزی مقامی جماعت کے عہدیداروں کے علاوہ محترم میاں فضل احمد صاحب، میاں اعزاز الٰہی صاحب، ڈاکٹر مبارک احمد صاحب اور آڈیٹر انجمن سید سلطان علی شاہ صاحب کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ان تقریبات میں نوجوان ذوق و شوق سے شامل ہونے لگے ہیں۔ اس خوش کن موقعہ پر حاضرین آپس میں کھل مل گئے۔ ایک دوسرے سے ملاقات کی اور جماعتی اور انتظامی امور پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ ماہِ رمضان میں مقامی جماعت کی سرگرمیوں کا پروگرام وضع ہوا اور اس پہلو پر خصوصیت سے توجہ ہوئی کہ اس قسم کی تقریبات کے بارے میں احباب کو اطلاع مؤثر طریق پر دی جائے اور ان کی آمد و رفت کے لئے آسانیاں پیدا کی جائیں۔

تقریب کے اختتام پر محترم میزبان موصوف نے احباب کی تواضع ماحضر سے کی۔ مقامی جماعت محترم میاں اعزاز الٰہی صاحب کی شکرگذار ہے کہ انہوں نے احباب کو اپنے ہاں مدعو کیا اور نہایت خوش دلی سے ان کا استقبال کیا اور ان سے ملاقات کی۔

## پتہ نوٹ فرمائیں

مکرم معظم جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کچھ عرصہ کے لئے ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں۔ ایبٹ آباد میں ان کا پتہ حسب ذیل ہے احباب نوٹ فرمائیں :۔

مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب
"دارالسعید" جیل روڈ۔ لڈر ملک پورہ
ایبٹ آباد۔ (ضلع ہزارہ)

## ضرورت باورچی

مرکزی مہمان خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس (لاہور) کے لئے ایک احمدی ماہر باورچی کی ضرورت ہے۔ تنخواہ تین صد روپیہ ماہوار ہوگی۔ کھانا اور رہائش مفت۔

امیدوار کی عمر ۳۰ – ۳۵ برس ہونی چاہیئے۔

المعلن: (شیخ) فضل الرحمٰن۔ مہتمم احمدیہ مہمان خانہ مرکزی انجمن۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور ۷

# قارئین پیغام صلح کا شکریہ

مؤرخہ ۱۵ر اور ۲۹ر مارچ ۱۹۷۸ء کے شماروں میں ایڈیٹر صاحب پیغام صلح جناب پروفیسر خلیل الرحمان صاحب کی جانب سے قارئین کے نام ایک دردمندانہ اپیل شائع ہوئی تھی۔ جس میں ممبران مجلس معتمدین اور جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کو اپنی اپنی جماعت کے چندہ پیغام صلح کے بقایا جات صاف کرنے پر پُرزور توجہ دلائی گئی تھی۔ اور جماعت کے صاحب ثروت اور مخیّر حضرات سے یہ درخواست بھی کی گئی تھی کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم ۱۰ پرچوں کا سالانہ چندہ ادا کر کے اس کی مفت اشاعت میں مدد فرمائے۔ اس اپیل کو اسسٹنٹ سیکرٹری و نگران اخبارات جناب چوہدری محمد حیات صاحب نے اپنی بہتر اور مؤثر کوششوں سے مزید عملی رنگ دیا اور قارئین پیغام صلح کو فرداً فرداً ذاتی خطوط لکھ کر توجہ دلائی۔ ان خطوط کا جو حوصلہ افزا جواب موصول ہوا۔ قارئین درج ذیل رپورٹ سے اس کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اس سلسلہ میں ہماری بہنوں کی امداد بھی قابلِ رشک ہے۔

ادارہ ہفت روزہ پیغام صلح قارئین حضرات کا نہایت شکر گزار ہے کہ انہوں نے انجمن کے اسسٹنٹ سیکرٹری محترم چوہدری محمد حیات صاحب' جو شعبۂ اخبارات کے انچارج بھی ہیں' کے مخلصانہ و دردمندانہ خطوط پر اثباتی توجہ دیتے ہوئے اپنے قومی اخبار کو مالی سہارا دے رہے ہیں جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

چوہدری صاحب موصوف نے گذشتہ ماہ اخبارات کا چارج سنبھالنے کے بعد ان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا اور ان کے نظامِ اشاعت و تقسیم کی اصلاح، ان کی صوری و معنوی افادیت میں اضافہ، اور خریداری بڑھانے کے لئے مؤثر اقدام کئے اور فرداً فرداً احباب کو تحریراً توجہ دلائی کہ پیغام صلح ان کا اپنا قومی اخبار ہے جو سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے عقائد حقّہ اور افکار صحیحہ کی تشہیر و تبلیغ اور ان کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے وقف ہے۔ نیز دینِ اسلام کی اشاعت و مدافعت، تقابلِ ادیان اور علوم دینیہ کی تحقیق اس کا ایک تاریخ ساز کردار ہے۔

جماعتی اخبار کی حیثیت سے انجمن اس پر ایک خطیر رقم خرچ کرتی ہے اور ایک مدّت سے یہ اخبار بڑے بھاری سالانہ خسارہ پر چل رہا ہے لہٰذا آپ اپنی جماعتی ذمہ داری کا احساس فرماتے ہوئے اپنے اخبار کو اپنی مدد آپ کے اصولوں پر سہارا دیں۔ آپ اس کی خریداری قبول فرمائیں۔ سالانہ چندہ کی بروقت ادائیگی فرمائیں۔ اہل ثروت احباب اخبار فنڈ میں عطیات دیں۔ مبلغین حضرات اور جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان چندہ اور عطیات کی فراہمی میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ علاوہ ازیں چوہدری صاحب موصوف نے بڑی محنتِ شاقہ سے چندہ کے پرانے ریکارڈ کو دیکھا جانچا اور سالہا سال کے بقایا جات جمع کر کے خریداران کو حساب بے باق کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

الحمد للہ اس اپیل کا احباب پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ ان کی طرف سے جہاں نئے خریداری کی پیشکش ہو رہی ہے وہاں سالانہ چندہ اور سابقہ بقایا جات کی ادائیگی بھی کی جا رہی ہے۔ عطیات بھی آ رہے ہیں۔ مبلغین اور سیکرٹری صاحبان حسبِ اُمید فراہمی عطیات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ماہِ رواں میں اس اپیل کے جواب میں بڑے حوصلہ افزا جوابات آئے ہیں۔ ایڈ دیسٹ، ڈاکٹر اسعر حمید، راجہ عبدالمجید، بیگم چوہدری عمر دین مرحوم اقتاب محمد کراچی، چوہدری غلام باری صاحب اوکاڑہ، مرزا عبدالحق ایڈوکیٹ سرگودھا، انچارج خلافت لائبریری ربوہ اور چوہدری بشیر احمد چک $\frac{2}{4L}$ اوکاڑہ صاحبان شامل ہیں۔ جزاھم اللہ۔ ادارہ ان اصحاب کا شکر گزار ہے اور اپنے دیگر کرمفرماؤں سے بھی نہایت دردمندانہ التماس کرتا ہے کہ وہ اخبار ہذا کو مالی سہارا دینے کے لئے اپنے سالانہ چندہ کے ساتھ بقایاجات چندہ حسبِ سہولت بالاقساط ارسال فرمائیں اور ادارہ کی مالی امداد کے جو جو بھی اقدام ممکن ہیں وہ للہ فی اللہ کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ مالی استحکام کے ساتھ ہی ادارہ آپ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکتا ہے۔ والسلام۔

(ادارہ پیغام صلح)

# تعزیتی قرارداد

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

جماعتِ احمدیہ راولپنڈی کا ایک خصوصی اجلاس ۲۶ر جولائی ۱۹۷۸ء کو منعقد ہوا۔ جس میں یہ قرارداد پاس کی گئی کہ جماعت ہذا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کی عظیم شخصیت مرزا منظور احمد بیگ صاحب کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ان کی موت سلسلہ کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ گو اُن کا وجودِ مسعود اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا ہے مگر ان کی عظیم قربانیاں بے لوث خدمات اور ایمان افروز شخصیت تمام جماعت کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گی۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ مرحوم انجمن کے بہت بڑے ستون تھے۔ بلکہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایک ادارہ تھے۔ ہر ایک نیک تحریک پر لبیک کہنے والے، اسے تقویت دینے والے، اور پروان چڑھانے والے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے رُوحِ رواں تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہماری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُنکی رُوح کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے خاندان کو بالخصوص اور تمام جماعت کو بالعموم اس جانکاہ صدمہ کو برداشت کرنے کی ہمّت دے اور صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ خواجہ محمد نصیر اللہ سیکرٹری جماعت راولپنڈی

# بیرونِ ملک مختلف لائبریریوں کو ترسیل لٹریچر۔ (بسلسلہ ...)

" " " " ——— بلیک بورن۔ لینکس۔

" " " " ——— مارکیٹ سکوئر، لینکس۔

" " " " ——— فری سکول لین۔ لینولا۔

" " " " ——— آسٹلے پارک روڈ، بٹ ہال۔

" " " " ——— پرنس الگزنڈرا واک۔

" " " " ——— کوئین سٹریٹ، بلیک پول، لینکس

ہیرس لائبریری ——— مارکیٹ سکوئر، پریسٹون۔ لینکس

لیورپول سٹی لائبریری ——— ولیم براؤن سٹریٹ، لیورپول۔

از مکرم چوہدری مسعود اختر صاحب نائب امام

# لندن کی ڈائری

ماہ جون ۱۹۷۸ء کے دوران ہفتہ وار مجوزہ پروگرام کے مطابق احمدیہ ہاؤس میں نمازِ جمعہ پڑھانے کے علاوہ کلبرن، ساؤتھ فیلڈ اور احمدیہ ہاؤس میں باقاعدہ درسِ قرآن کی کلاسوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مختلف الخیال لوگوں میں لٹریچر تقسیم کیا گیا یا ارسال کیا گیا۔ احباب جماعت سے قریبی رابطہ رکھنے کی غرض سے ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ قائم رہا۔ مختلف مذہبی اور سماجی تقریبات میں شرکت کرنے کے لئے دعوت ملی۔ جہاں پر موقعہ کے لحاظ سے اپنی جماعت کا نقطۂ نظر واضح طور پر پیش کیا گیا۔ محترم ڈاکٹر نظیر الاسلام باقاعدگی سے خطبہ جمعہ دیتے رہے البتہ ایک موقعہ پر آپ کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے یہ فرض خاکسار نے ادا کیا۔

ماہ جون کی چند تقریبات خاص اہمیت کی حامل تھیں۔ جن میں محترم ڈاکٹر صاحب اور مجھے خصوصی طور پر خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔ ان میں سے ایک تقریب UNITED ISLAMIC ASSOCITION کی طرف سے ۱۷ر جون بروز ہفتہ قرآن خوانی کے سلسلہ میں منعقد کی گئی تھی۔ یہ ایسوسی ایشن مغربی کرۂ ارض کے احمدیوں کی تنظیم ہے جو کہ اپنا ایک رسالہ THE MESSAGE بھی شائع کرتی ہے۔ ایسوسی ایشن کی طرف سے ہمیں خطاب کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر صاحب خانہ MR & MRS M. EDUN نے بہت سے لوگوں کو مدعو کیا ہوا تھا۔ جن میں سے اکثریت کا تعلق گیانا سے ہے ہماری جماعت کے جناب مجید علی صاحب اور مسز ریحانہ اسمٰعیل کے علاوہ جناب نصیر الدین اسمٰعیل اور ان کی بیگم صاحبہ بھی شامل ہوئے۔ ہمارے ایک دوست جناب یوسف محمد صاحب جو مندرجہ بالا ایسوسی ایشن کے نہایت فعال رکن ہیں اور تحریک احمدیہ لاہور سے بہت متاثر ہیں۔ انہوں نے ہمیں اس محفل میں شرکت کے لئے دعوت دی تھی اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تقریر کا موضوع حیات بعد الموت تھا اور آپ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات سے ثابت کیا کہ انسان کی موت اصل میں ایک تبدیلی ہے۔ جس کے بعد بھی انسانی حیات اپنا سفر جاری رکھتی ہے اور EVOLUTION کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ تقریر نہایت مدلل اور پُر تاثیر تھی۔

آپ کے بعد راقم الحروف نے اپنی تقریر میں حاضرین کو فلاح کے لئے اتقا کی شرط کے متعلق اور مسلمانوں پر تبلیغ دین کے فریضہ کے متعلق قرآن شریف کے حوالہ جات سے ثبوت دیا۔ بعد میں حاضرین نے جن کی تعداد ۶۰ کے لگ بھگ تھی۔ جناب ڈاکٹر صاحب سے مختلف سوالات پوچھے۔ اس موقعہ پر ایسوسی ایشن کے جناب ALLI نے ہفتہ یکم جولائی کو ہونے والی معراج النبیؐ کی تقریب میں شمولیت اور تقریر کرنے کی دعوت دی۔ لیکن چونکہ ۱۸ر جون کو ہم SLOUGH میں انجمن خواتین احمدیہ کی ایک تقریب میں مدعو تھے۔ اس لئے معذرت چاہی۔

اس ماہ کی دوسری اہم تقریب جس میں ہم نے شرکت کی اور خطاب کیا وہ ۱۸ر جون بروز اتوار انجمن خواتین احمدیہ کی طرف سے SLOUGH میں جناب عزیز احمد صاحب کے مکان پر منعقد کی گئی تھی اس تقریب میں بکنگھم شائر کے علاقہ کے ایک انگریز سکول ٹیچر اور ان کی بیگم صاحبہ، ایک انگریز میاں بیوی SLOUGH کے رہنے والے اور TRINIDAD کے ایک جج صاحب معہ اپنی بیگم صاحبہ خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جس کے بعد بیگم اختر عزیز احمد صاحب صدر انجمن احمدیہ خواتین یوکے نے معزز مہمانوں کا تعارف کرایا۔

سب سے پہلے جناب جج صاحب (ٹرینیڈاڈ) نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان اگر اللہ کو تلاش کرے تو اللہ کو ضرور پا لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنی زندگی کے تجربات بھی بیان کئے۔ بعدہٗ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے قرآن کریم کی آیات سے جج صاحب کے مضمون پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ کس طرح قرآن شریف تمام مذاہب کا ایک ہی SOURCE سے جاری ہونا بتاتا ہے۔ کس طرح تمام ادیان کے بانیوں کی صداقت پر مہر ثبت کرتا ہے اور کس طرح انسان اور اللہ میں براہ راست تعلقات استوار کرتا ہے۔ تقریر کے اختتام پر بیگم صاحبہ عزیز احمد نے حاضرین کی پُر تکلف چائے سے تواضع کی جس کے بعد گروپ فوٹو لئے گئے۔ غیر آدمی اور انگریز مشیر کار کو محمد دی پرافٹ کی ایک ایک کاپی اور POSITIN OF WOMEN IN ISLAM پمفلٹ دیا گیا۔

تیسری تقریب ۲۴ر جون ۱۹۷۸ء بروز ہفتہ شام کے وقت نارتھ لندن میں مقیم ہمارے فیجی کے ایک احمدی بھائی جناب افتخار اقبال صاحب کی طرف سے تھی۔ جناب افتخار اقبال صاحب نے اپنے ہاں فیجی کے دوستوں کو مدعو کیا ہوا تھا۔ حاضرین میں ملائیشیا کے ایک عیسائی بھی شامل تھے۔ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے موقع کی مناسبت سے کہ افتخار احمد صاحب نے یہ مجلس اپنے والد کی برسی منانے کے لئے ترتیب دی تھی۔ حیات اور موت کے موضوع پر ایک مدلل تقریر فرمائی جو بہت پسند کی گئی۔ بعد ازاں مختلف سوالات کے جواب دیئے گئے۔ آخر میں افتخار صاحب نے جملہ حاضرین کو پُر تکلف کھانا کھلایا۔ جناب افتخار اقبال صاحب آج کل بیرسٹری کا امتحان دے رہے ہیں۔ آپ بہت پُر جوش احمدی مسلمان ہیں اور جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی حاضرین مجلس میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

اس ماہ کے دوران ہمارے معزز بھائی مجید علی صاحب کینیڈا تشریف لے گئے اور کافی تعداد میں لٹریچر بھی ساتھ لے گئے جس کو وہاں پر تقسیم کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ آپ کینیڈا اور امریکہ میں مقیم احمدیوں سے رابطہ پیدا کریں گے تاکہ تقسیم لٹریچر کے لئے ان علاقوں میں کوئی باقاعدہ اور مستقل انتظام ہو سکے۔

اس کے علاوہ نائیجیریا، تائیوان، انڈونیشیا، کینیڈا، گیانا وغیرہ کو بھی لٹریچر ارسال کیا گیا۔ نیز لائٹ کے سو پرچے برطانیہ میں مختلف لائبریریوں کو بھیجے گئے۔ محمد دی پرافٹ کی ایک کاپی TOOTING پبلک لائبریری میں رکھوائی گئی۔ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کو مسلمانوں اور انگریز عیسائیوں کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ جن کا باقاعدہ جواب دیا جاتا ہے۔

وایح نادر بائبل کے ایک پادری اور ان کی بیگم صاحبہ تقسیم لٹریچر کے لئے آئے تو ڈاکٹر صاحب نے انہیں اندر بلا کر مختلف موضوعات مثلاً حیات بعد الموت، انسان کی زندگی کی غرض، ہستی باری تعالیٰ وغیرہ پر گفتگو فرمائی اور ان کو محمدؐ اینڈ کرائسٹ، لونگ تھاٹس کی

ایک ایک کاپی اور ISLAMIC CENCEPT OF DEITY
OBECT OF اور POSITION OF WOMEN IN ISLAM
MANS LIFE وغیرہ پمفلٹ بھی دیئے گئے۔

شروع جولائی میں ایک نو مسلم انگریز ڈاکٹر جے ایم۔ وانس تشریف لائے۔ موصوف میڈیسن کے پروفیسر ہیں، اور مصر، عراق، شام اور افریقہ کے بہت سے ممالک کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر رہ چکے ہیں۔

آپ بڑی عمدہ عربی زبان بولتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ آپ کی بیگم صاحبہ ایک ترک مسلمان تھیں۔ ڈاکٹر موصوف نے ہمیں کچھ عرصہ پہلے لکھا تھا کہ:۔

"مجھے قرآن کریم اور MUSLIM PRAYER BOOK کی کاپیاں درکار ہیں، اس سلسلہ میں لاہور کی انجمن نے آپ کا پتہ دیا ہے۔ علاوہ ازیں میں کچھ اور معاملات پر بھی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتائیں میں کب آؤں"

جناب ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب نے جواب لکھدیا، تو ان کا فون آیا کہ ہم بدھ کے روز آئیں گے۔ ہم لوگوں نے دوپہر کا کھانا ان کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ وہ تشریف لائے تو پہلے کھانا پیش کیا گیا، کھانے کے دوران مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ان سے ہوتا رہا۔

ڈاکٹر وانس صاحب نے حضرت امیر مرحوم کی انگریزی تفسیر قرآن کریم LIVING THOUGHTS - RELIGION OF ISLAM وغیرہ پڑھی ہیں، جن سے آپ بہت متاثر ہیں۔ خصوصاً انگریزی ترجمہ قرآن کریم سے۔ کیونکہ آپ نے یوسف علی صاحب کا ترجمہ بھی پڑھا ہے۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ یہ ترجمہ POETICAL ہے جبکہ حضرت امیر مرحوم کا ترجمہ آسان اور سمجھ آنے والا ہے۔ آپ ہمارے پاس دو تین گھنٹے ٹھہرے اور ایسے گھل مل گئے جیسے برسوں کی ملاقات ہو۔ بوقت روانگی ہم نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ ہماری ایک میٹنگ میں خطاب فرمائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کے بہت سے دوست ان کی طرح خاموشی سے افریقہ اور مشرق وسطےٰ کے مختلف ممالک میں اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ ہم نے ان کو ہر قسم کے لٹریچر کے ذریعہ تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اللہ کے فضل سے ہماری جماعت کے پاس نہایت عمدہ لٹریچر انگریزی، عربی اور اردو زبان میں موجود ہے جس کی بیرونی دنیا میں بڑی طلب ہے اور ضرورت اس کو پھیلانے کی ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے ڈاکٹر صاحب کو MOHAD THE PRAPHET اور MUSLIM PRAYER BOOK اور LIVING THOUGHTS کی ایک ایک کاپی پیش کی۔

اس کے علاوہ کچھ پمفلٹ اور لائٹ اخبار کی چند کاپیاں بھی مطالعہ کے لئے دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب حمامۃ البشریٰ، تحفہ بغداد اور الاستفتاء کی ایک ایک کاپی بھی دی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف سے انشاء اللہ رابطہ قائم رکھا جائے گا۔

# ایک صدمۂ عظیم

## جناب الحاج عزیز احمد صاحب ٹرینیڈاڈ

(جزائر غرب الہند) سرینام، اور گیانا (جنوبی امریکہ) کی احمدی جماعتوں کے روح رواں جن کی صحت عرصہ سے ناقابلِ اطمینان تھی ۲۹ر جولائی کو صبح چار بجے انتقال فرما گئے۔

## اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

سلسلۂ عالیہ احمدیہ سے جناب عزیز احمد صاحب کی پُرخلوص وابستگی اور اسکے مؤقف کے لئے ایثار اور شہری خدمات انمٹ ہیں) اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے ان کی مالی قربانیوں کی تو مثال نہیں ملتی۔ لندن میں جماعت کی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے لئے آپ کی تحریک پر ہی انجمن نے وہاں پر جگہ خریدنے کی منظوری دی اور اس کے لئے آپ نے قریباً تیرہ ہزار پونڈ کا گرانقدر عطیہ "احمدیہ ہاؤس لندن" کی خرید کے لئے مرحمت فرمایا۔

آپ ۱۹۶۴ء میں انجمن کی گولڈن جوبلی میں شمولیت کے لئے طویل سفر کرکے مرکز میں آئے اور اپنے خیالات اور ارادوں سے جماعت کے حوصلے بلند فرمائے۔ بعد ازاں جون ۱۹۷۲ء میں آپ نے ایک بار پھر مرکز میں آکر بزرگانِ سلسلہ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ آپ کو حضرت امیر ایدہ اللہ سے والہانہ محبت تھی اور آپ ہی کی تحریک پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۱۹۷۰ء میں جنوبی امریکہ اور جزائر غرب الہند کی جماعتوں کا دورہ فرمایا تھا اور دو مرتبہ جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے انہی کی تحریک پر مغربی نصف کرہ کا دورہ کیا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ نیز ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ احباب جنازہ غائبانہ پڑھ کر دعائے مغفرت فرماویں۔

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یونس پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲ر اگست ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۱

چوہدری محمد حیات صاحب ناظم

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
(حضرت مسیح موعودؑ)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۲

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## صلحکاری کے ساتھ زندگی بسر کرنا انسانیت کے لئے ازبس ضروری ہے

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان صرف اپنی طبعی حالت میں یعنی اس حالت میں کہ جب انسان عقل سے بے بہرہ ہو صلح کے مضمون کو سمجھ نہیں سکتا۔ اور نہ جنگجوئی کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے۔ پس اس وقت ایک عادت موافقت کی اس میں پائی جاتی ہے وہی صلحکاری کی عادت کی ایک جڑھ ہے۔ لیکن چونکہ وہ عقل اور تدبّر اور خاص ارادہ سے اختیار نہیں کی جاتی۔ اس لئے خُلق میں داخل نہیں کی۔ بلکہ خلق میں تب داخل ہوگی کہ جب انسان بالارادہ اپنے تئیں بے شر بنا کر صلحکاری کے خُلق کو اپنے محل پر استعمال کرے اور بے محل استعمال کرنے سے مجتنب رہے۔ اس میں اللہ جلشانہ یہ تعلیم فرماتا ہے:۔

و اصلحوا ذات بینکم۔ الصلح خیر۔ و ان جنحوا للسلم فاجنح لہا۔ عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ و اذا مرّوا باللغو مرّوا کراما۔ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ۰

ترجمہ:۔ آپس میں صلحکاری اختیار کرو۔ صلح میں خیر ہے۔ جب وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ۔ خدا کے نیک بندے صلح کاری کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور اگر کوئی لغو بات کسی سے سنیں جو جنگ کا مقدمہ اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور پر طرح دے کر چلے جاتے ہیں۔ اور ادنے ادنے بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے۔ یعنے جب تک کوئی زیادہ تکلیف نہ پہنچے اس وقت تک ہنگامہ پردازی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ اور صلحکاری کے محل شناسی کا یہی اصول ہے کہ ادنے ادنے باتوں کو خیال میں نہ لاویں۔ اور معاف فرماویں۔ اور لغو کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے سو واضح ہو کہ عربی زبان میں لغو اس حرکت کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص شرارت سے ایسی بکواس کرے۔ یا بہ نیت ایذا ایسا فعل اس سے صادر ہو کہ در اصل اس سے کچھ ایسا حرج اور نقصان نہیں پہنچتا۔ سو صلحکاری کی یہ علامت ہے کہ ایسی بیہودہ ایذا سے چشم پوشی فرماویں۔ اور بزرگانہ سیرت عمل میں لاویں۔ لیکن اگر ایذا صرف لغو کی مد میں داخل نہ ہو۔ بلکہ اس سے واقعی طور پر جان یا مال یا عزت کو ضرر پہنچے تو صلحکاری کے خُلق کو اس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اگر ایسے گناہ کو بخشا جائے۔ تو اس خُلق کا نام عفو ہے جس کا انشاءاللہ تعالےٰ اس کے بعد بیان ہوگا۔ اور پھر فرمایا کہ جو شخص شرارت سے کچھ یاوہ گوئی کرے تو تم نیک طریق سے صلحکاری کا اس کو جواب دو۔ تب اس خصلت سے دشمن بھی دوست ہو جائے گا۔ غرض صلحکاری کے طریق سے چشم پوشی کا محل صرف اس درجہ کی بدی سے ہے جس سے کوئی واقعی نقصان نہ پہنچا ہو صرف دشمن کی بیہودہ گوئی ہو۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

---

**بعثت کی اصل غرض** "میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے ......... اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو۔ اصلاح اور تقویٰ کے راستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔

از قلم جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب۔ لاہور

# غلط فہمی کا ازالہ

نواب محمد احمد خاں کے قتل کے مقدمہ میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں جو اپیل زیر سماعت ہے اس کی ایک روئیداد جو روزنامہ نوائے وقت لاہور میں چھپی ہے اس میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ میں قادیانی ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ جناب چیف جسٹس آف پاکستان کو خط لکھ کر اس غلط فہمی کو دور کراؤں۔ جناب چیف جسٹس صاحب نے میرے خط کو کھلی عدالت میں سُنا کر میری تشفی کر دی ہے جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔ مگر اس کی رپورٹ جو ۳۰ر جولائی کے نوائے وقت میں آئی اس سے پھر غلط فہمی کا امکان تھا۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بارہ میں مَیں نے جو مکمل خط و کتابت کی ہے وہ اپنی جماعت کے اخبار میں چھپواؤں تاکہ ہماری جماعت کے احباب کے دلوں میں کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ بعض احباب نے مجھ سے پوچھا بھی ہے کہ میں نے اس بارہ میں کیا کارروائی کی ہے۔

## میرا خط بنام چیف جسٹس صاحب آف پاکستان
(انگریزی سے ترجمہ)

لاہور

۲۰ جولائی ۱۹۷۸ء مائی ڈیئر چیف جسٹس۔

میں آپ کو براہ راست مخاطب کرنے کی اس لئے جرأت کر رہا ہوں کہ میں نہیں چاہتا کہ یہ معاملہ مشتہر ہو جب تک کہ آپ میری درخواست پر غور نہ فرمالیں۔ جس کے بعد میں آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آپ جو کارروائی مناسب سمجھیں کریں۔

لاہور کے روزنامہ نوائے وقت کے ۱۹ر جولائی ۱۹۷۸ء کے پرچہ میں ایک کالم چھپا ہے جس کی سُرخی ہے "سپریم کورٹ میں" اس کالم میں عوام کی دلچسپی کی خبریں ہوتی ہیں جو دورانِ سماعت اپیل در مقدمۂ قتل نواب محمد احمد خان عدالت میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ میں اس کی کٹنگ ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔

(خبر یہ چھپی ہے کہ) اپیل کنندہ کے سینیئر وکیل مسٹر یحیٰی بختیار نے میرے متعلق (ضمناً) یہ کہا کہ میں قادیانی ہوں۔ اس پر حکومت پاکستان کے سینیئر وکیل مسٹر اعجاز بٹالوی نے اس الزام کی تصحیح کی (ہائی کورٹ میں دورانِ سماعتِ مقدمہ) مسٹر مسعود محمود سے یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا وہ، میں اور چوہدری عبداللہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے ممبر ہیں جس پر مسٹر مسعود محمود نے اپنے متعلق تو انکار کیا مگر باقیوں کے متعلق کہا کہ انہیں علم نہیں۔ اس پر (سپریم کورٹ کے) ایک آنریبل جج نے کہا "مگر ہر شخص جانتا ہے کہ این۔ اے فاروقی قادیانی ہے۔"

میں مؤدبانہ طور پر لکھتا ہوں کہ **میں قادیانی نہیں ہوں**

**مگر میں یقیناً جماعتِ احمدیہ لاہور کا ممبر ہوں۔**

ہماری جماعت نے عرصہ ۶۴ سال یعنی ۱۹۱۴ء میں زیرِ قیادت حضرت مولانا علی صاحب (جن کا انگریزی ترجمہ و تفسیرِ قرآن مجید اور جن کی کتاب ریلیجن آف اسلام عالمگیر شہرت حاصل کر چکی ہیں) اور خواجہ کمال الدین صاحب (جو ووکنگ مسلم مشن کی وجہ سے مشہورِ عالم ہیں) قادیانی جماعت سے انہی دو امور کی وجہ سے علیحدگی اختیار کی تھی جن کی وجہ سے ۱۹۷۴ء میں مسلمانوں کے دلوں میں ہیجان پیدا ہوا تھا یعنی یہ کہ:۔

(۱) قادیانی حضرات حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی طرف دعوئ نبوت منسوب کرتے تھے۔

(۲) قادیانی حضرات ان لوگوں کو جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتے کافر کہتے تھے۔

اور ہم نے پچھلے ساٹھ سال قادیانی حضرات سے مباحثہ اور تردید میں گذارے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے دعوئ نبوت نہیں کیا اور آپ نے خود ایک بار سے زیادہ یہ فرمایا کہ ان کے انکار کی وجہ سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہو جاتا۔ ہماری علیحدگی اور مقابلہ کی وجہ سے ہم نے قادیانی حضرات کی ناراضگی کو مول لیا۔

مندرجہ بالا حقائق کی وجہ سے پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت میں میرا قادیانی کہلایا جانا اور اس کی توثیق (کہ ہر شخص اسے جانتا ہے) میرے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے جس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی ہے۔ اور جس کی وجہ سے میرے دوستوں اور عام پبلک میں میرے متعلق غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ عوام الناس میں یہ غلط فہمی ہے کہ وہ دونوں جماعت قادیان و لاہور کو ایک ہی سمجھتے ہیں مگر اکثر تعلیمافتہ اور باخبر لوگ ان دونوں جماعتوں کے درمیان جو بنیادی اور اصولی اختلافات ہیں ان سے واقف ہیں۔ اس لئے خصوصاً بعد اس کے کہ مسٹر اعجاز حسین بٹالوی نے میرے متعلق غلط فہمی کی تصحیح کر دی تھی، ایک آنریبل جج کا فرمانا کہ "ہر شخص جانتا ہے کہ این۔ اے فاروقی قادیانی ہے"۔ اس نے میری پوزیشن کو بہت غلط کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آنریبل جج موصوف کو صحیح پوزیشن کا علم نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہ حقیقت باقی رہتی ہے کہ میرے متعلق غلط تاثر نہ صرف سپریم کورٹ کے ریکارڈ میں چلا گیا ہے بلکہ پریس میں بھی چھپ کر مشتہر ہوا ہے۔

میں اس لئے آپ سے مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ وہ کارروائی کریں جو آپ مناسب سمجھتے ہیں تاکہ میرے نام پر سے قادیانیت کا داغ سپریم کورٹ کے ریکارڈ اور پریس میں سے دور ہو۔ میں مشکور ہوں گا۔

آپ کا مخلص این۔ اے۔ فاروقی

---

جناب چیف جسٹس صاحب آف پاکستان نے نہایت مہربانی کی کہ کھلی عدالت میں میرا خط پڑھ کر سُنایا جس سے میری صفائی ہو گئی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ مگر اس واقعہ کی جو رپورٹ ۳ر جولائی کے "نوائے وقت" لاہور میں چھپی اس میں پھر ایک ایسا فقرہ تھا جس سے کہ غلط فہمی کا امکان تھا۔ چنانچہ میں نے اُسی روز ایڈیٹر نوائے وقت کو ایک خط لکھا جس کا متن مندرجہ ذیل ہے:۔

## خط

لاہور۔ ۳۰ر جولائی ۱۹۷۸ء

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب "نوائے وقت"

السلام علیکم۔ آپ کے آج بتاریخ ۳ر جولائی کے پرچہ میں "سپریم کورٹ میں" کے عنوان کے ماتحت میرے متعلق دوبارہ ایسی خبر چھپی ہے جس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ میں نے جناب چیف جسٹس آف پاکستان کے نام خط میں جو اپنی پوزیشن کو واضح کیا ہے تو اس میں لکھا ہے کہ میں "مرزا غلام احمد کو آخری نبی نہیں مانتا" جس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نبی تو مانتا ہوں مگر آخری نبی نہیں۔

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

از مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔

# ارکانِ وعباداتِ اسلام میں رازِ حیات پنہاں ہیں۔

موجودہ تہذیب کے بعض فریفتگان نے اس ماہ میں کھانے پینے کی ایسی پابندی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام نے بعض گزشتہ ازمنہ کی توہم پرستانہ رسومات کو باقی رکھ کر زندگی کو مشقت آمیز بنا دیا ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ دینِ اسلام میں خدا تعالیٰ کی ذات کا تصوّر ایک بھیانک دیوتا کی مانند ہے کہ جو انسان پر تکالیف وارد کر کے خوش ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ رمضان میں کھانے پینے اور سونے کے اوقات میں تبدیلی کر کے مسلمانوں کے لئے ایک ریاضت کا سامان پیدا کیا ہے۔ لیکن موجودہ طبّی سائنس کی تحقیق سے بھی یہی حقیقت عیاں ہوئی ہے کہ سہل انگاری، عافیت کوشی، تن آسانی اور خورد و نوش کی غلامی میں نہ تو صحت و توانائی مضمر ہے اور نہ ہی اعلیٰ صلاحیتوں اور قویٰ کی نشو و نما کا سامان ان میں ہے۔ جہاں تک انسان کو دُکھ میں ڈال کر خدا کے خوش ہونے کا توہم پرستانہ سوال ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم میں ایسا کوئی نظریہ حیات موجود نہیں۔ چنانچہ کئی آیات میں یہ ذکر آتا ہے کہ جو انسان خدا کا ذکر یا شکر بجا لاتا ہے یہ اس کے اپنے نفس کی بہتری کے لئے ہی ہے ان اللہ لغنی عن العٰلمین۔ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ جو کوئی بھی مجاہدہ یا ریاضت و مشقت بجا لائے تو اس کا فائدہ خود اسی کو پہنچے گا۔ کیونکہ خدا کی ذات غنی اور حمید ہے۔

## قوّتِ برداشت کے مطابق مجاہدانہ زندگی کا خوگر ہونا اعلیٰ مقامات کے حصول کے لئے لازم پڑا ہے

روزہ میں یہی سبق انسان کو سکھلانا منظور ہے، چنانچہ اس فریضہ کی ادائیگی کی طرف جہاں توجہ دلائی ہے وہاں یہ بھی اجازت دی ہے کہ بیمار اور مسافر دوسرے ایّام میں ان کو پورا کریں اور جو لوگ دائم المریض یا ضعیف ہوں وہ غرباء کو کھانا کھلانے کا فدیہ ادا کریں۔ یہ استثنائی صورتیں کس لئے جائز رکھیں؟ صرف اسی لئے کہ قوّتِ برداشت سے بڑھ کر آزمائش میں ڈالنا منظور نہیں۔ چنانچہ حدیث میں صحابہ کرام سے مروی ہے کہ سفر کی صورت میں ہم میں سے بعض روزہ رکھتے اور بعض نہ رکھتے تھے لیکن ایک دوسرے سے تعرض نہ کرتے تھے، اس سے ثابت ہے بیماری اور سفر میں روزہ کی صعوبت کو برداشت کرنے کو فرد کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ افراد کے قویٰ مختلف ہیں اور اس امر کا جانچنا کسی مفتی یا مولوی کے اختیار پر چھوڑنے کی بجائے فرد کی اپنی دیانتدارانہ فرض شناسی پر منحصر کیا گیا ہے۔ لیکن انسانی فطرت میں یہ کمزوری ہے کہ وہ مشقت سے بچنے کے لئے بعض وقت خواہ مخواہ عذر تراش لیتا ہے۔ اسی لئے جہاں بیماری، سفر اور ناقابلِ برداشت صورتوں میں قرآن کریم نے رعایات دی ہیں اور جن کے جانچنے کو فرد کی اپنی صوابدید پر چھوڑا ہے وہاں ہی یہ بھی فرما دیا کہ دیکھو روزہ رکھنا افضل و بہتر ہے۔ و ان تصوموا خیرا لکم۔ مطلب یہ نکلا کہ رعایات سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ گے تو ہمارا کچھ نقصان نہیں، نقصان تمہارا اپنا ہی ہے کیونکہ روزہ رکھنے میں جملہ قسم کے فوائد ہیں، نہ صرف اخلاقی و روحانی فوائد ہیں بلکہ جسمانی فوائد بھی ہیں۔ کاش تمہیں ان کا علم ہو، ان کنتم تعلمون۔

## کھانا اور سونا قویٰ کی نشو و نما کے لئے ہے نہ کہ بجائے خود مقصود بالذّات

جن اصحاب کا یہ نظریہ ہے کہ زندگی کی غرض کھانے اور سونے سے بڑھ کر اور کچھ نہیں، ان کے نزدیک ہماری زندگی حیوانات کی حیات کے مانند ادنیٰ رہتی ہے، لیکن اہلِ علم و تجربہ احباب اس امر کو خوب جانتے ہیں کہ کھانا اور سونا مضمحل قویٰ کو از سرِ نو طاقت بخشنے کے طریق ہیں، تا کہ انسان پھر سے تازہ دم ہو کر زندگی کے اعلیٰ مشاغل کا حصول کر سکے۔ اگر یہ امر صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ انسان کا اپنی حدِّ استطاعت کے مطابق کھانے اور سونے پر قدرت رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اسلام کے نزدیک زندگی حظ و لذائذ اور آرام طلبی کا نام ہرگز نہیں جیسے کہ مغرب زدہ سوفسطیانہ نظریہ ہے بلکہ حیات تو اعلیٰ سے اعلیٰ مقاماتِ ترقّی کے حصول کا نام ہے۔ جس کے لئے سفلی و ادنیٰ جذبات پر قابو و قبضہ پانا نہ کہ اُن کا مغلوب بن جانا لازم پڑا ہے۔

## موجودہ تہذیب کی بعض بڑھتی ہوئی امراض

اس تہذیب کی بعض خصوصیات کے باعث آج کل بعض امراض کی کثرت ہے۔ مثلاً خون کے دباؤ کی زیادتی، خون کی نالیوں کا سکڑنا، اور ان وجوہ سے دل اور دماغ کی شدید امراض، موٹاپا اور ذیابیطس۔ آج کی طبّی سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ یہ سب بڑھتی ہوئی امراض کھانے کی زیادتی اور حرکت کی کمی کے باعث واقع ہوتی ہیں۔ پھر جدید طِبّ کے نزدیک کھانے کی مقدار کا معیار نہ تو لذّتِ دہن سے متعلق ہونا مناسب ہے اور نہ ہی بھوک پر یا پیٹ بھر کر کھانے پر منحصر ہونا چاہیئے بلکہ کھانے کی مقدار اور قسم کا انحصار کام کی مقدار و اعضاء کی صحت سے کرنا چاہیئے۔ جو لوگ کم حرکت کرتے ہوں ان کی غذا مقدار میں کم اور سادگی میں زیادتی کے معیار سے ہونی چاہیئے۔ آج کل کی تہذیب و تمدّن نے ان معیاروں کو یکسر تبدیل کر کے کھانے کی مقدار میں زیادتی اور سادگی میں کمی اور حرکتِ اعضاء کو قریباً مفقود کر دیا ہے۔ اس لئے ان امراض کی کثرت واقع ہو گئی ہے۔ اعضاء کے تھکنے اور کمزور ہونے کی حالت میں آرام کا زیادہ کرنا تو ضروری ہے، کیونکہ ان کی

صحت و توانائی ان کے فعل کرنے پر ہی منحصر ہے ۔ اسی لئے معالج دل ، اور ذیابیطس کے مریضوں کو ان کی حد برداشت کے اندر حرکت جاری رکھنے کی ہدایت دیتے ہیں ۔ مگر یہ خیال قطعاً صحیح ثابت نہیں ہوا کہ کمزوری کا علاج کثرت غذا سے ممکن ہے ۔

قرآن کریم نے جسمانی صحت کے اس اصول کو بھی ان الفاظ میں بیان فرما دیا ہے : لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا ۔ کسی نفس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا درست نہیں اور یہی بات مختلف اعضاء انسان کی استطاعت کے مطابق بوجھ ڈالنے کے بارہ میں بھی صحیح ہے ۔ علم طب میں جملہ پرہیزیں چاہیے ، وہ غذا سے متعلق ہوں یا حرکت سے ، اسی عظیم اصول سے مستنبط ہوتی ہیں ۔

## روزہ رکھنا افضل امر ہے

بیماری و سفر و معذوری میں رعایات کا جہاں ذکر فرمایا اور ان کی تفصیل بیان کرنے کی بجائے ان کا معیار ، فرد کی اپنی صوابدید پر چھوڑا ، تو وہیں قرآن کریم نے یہ بھی ذکر فرما دیا کہ یہ رعایات تو ہم نے تمہیں ناروا مشقت و محنت سے بچنے کے لئے بے شک دی ہیں ۔ لیکن اگر ان کے بہانہ سے تم روزوں سے بچنے کا جواز نکال لو تو یاد رکھو اس صورت میں نقصان تمہارا اپنا ہی ہے ۔ کیونکہ ایسی ریاضت سے ہماری ذات کو تو قطعاً کوئی فائدہ نہیں البتہ تم اپنا ہی نقصان کرنے والے ہوگے ۔ کیونکہ اپنی ادنیٰ خواہشات پر قابو نہ پاکر اور ان کی غلامی اختیار کرکے تمہاری جملہ اخلاقی اور روحانی و معاشرتی بلکہ جسمانی قوتیں کمزور پڑ جائیں گی ۔ تم ترقی کی منازل حاصل نہ کر سکو گے ۔ پھر اگلی ہی آیت میں یہ ارشاد بھی فرمایا :- یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۔ تم روزہ رکھنے کی مشقت سے گھبراتے اور بچنے کی کوشش کرتے ہو لیکن تمہارا یہ خیال کہ ہم تمہیں مصائب میں ڈالنا پسند کرتے ہیں یہ نہیں بلکہ ہم تو تمہارے لئے آسانی کی راہ ہی پسند کرتے ہیں ۔ مگر ترقی کی منازل طے کرنے کے لئے قانونِ خداوندی یہی واقع ہوا ہے کہ ریاضت و مشقت کی راہوں سے گذرا جائے ۔ جب سفلی جذبات کا غلبہ ہو ان پر قبضہ و قابو نہ پایا جائے تو ظاہر ہے کہ اعلیٰ اخلاقی و روحانی درجات کا حصول کیونکر ممکن ہے ۔

## روحانی و اخلاقی بلندیوں کے حصول کا روزہ سے تعلق

سورۃ بقرہ کے تیئسویں رکوع میں صیام کا ذکر ہے ۔ اسی رکوع میں دو اور عظیم اسباق کی جانب توجہ دلائی ہے ۔ ہمدردی بنی نوع انسان اور خدا سے تعلق ۔ بھوک و پیاس کی شدت کو محسوس کرکے لازماً اپنے کمزور غرباء کی مصائب کا احساس پیدا ہونا لازم ہے جس کے لئے فدیہ اور فطرانہ کی تحریکات رکھی گئی ہیں ۔

روحانی ترقی کے لئے اسی رکوع میں رمضان میں قرآن کے نزول کی ابتداء بتلائی گئی ہے اور پھر بندہ سے خدا کے عالی تعلق کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے :-

” و اذا سألك عبادی عنی فانی قریب
اجیب دعوۃ الداع اذا دعان “

اگر ہو کہ خدا کو کہاں تلاش کریں تو ہم تو انسان کے قریب ہیں صرف ہمیں پکارنے کی یا ہماری طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے ۔ ہم یقیناً پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتے ہیں ۔

ان صریح الفاظ پر وہ اصحاب غور کریں جو یہ کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ تکلم الہٰی کا سلسلہ بند ہوچکا ہے ، مگر خدا یہ فرماتا ہے کہ ہم تو بندہ کے اس قدر قریب ہیں کہ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتے ہیں ۔ کہاں یہ نظریہ کہ اب خدا کا بندوں سے کلام بند و ختم ہوگیا ہے اور کہاں فرقانی نظریہ کہ ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی پکار یا دعا کا جواب دینا ہمارے ذمہ ہے !

## خدا اور بندوں سے تعلقات محبت

اس فرقانی بیان سے عیاں ہے کہ روزوں کی عبادت و ریاضت کا اصل مقصد محبت الٰہی میں ترقی اور ہمدردی خلقِ مخلوق میں اضافہ کرنا مراد ہے ۔ اگر نفس پرستی کے جذبہ کے باعث اموال ، کھانے ، پینے ، پہننے ۔ آرائش و زیب و زینت کے طور طریقوں سے سچی محبت لگا لی جائے تو اس کا لازماً نتیجہ خدا کی محبت اور خدمتِ خلق میں کمی پر منتج ہوگا ۔ لہٰذا مؤخرالذکر مقاصد میں ترقی کا تقاضا یہی ہے کہ نفسانی لذات میں کم سے کم تر دلچسپی کا اظہار و لگاؤ ہو ۔ چنانچہ ماہِ صیام کی سالانہ مشق اسی سبق کی یاد دہانی کے لئے ہے ۔ دنیا سے کمتر مگر خدا اور مخلوق سے برتر تعلق قائم کرو ۔ کھانے پینے کی لذات بلکہ جائز ضروریات سے کسی حد تک دستبرداری سے یہ سبق حاصل ہو کہ جب جائز و حلال سے فائدہ اٹھانے پر پابندی اور ان سے حد امکان تک اجتناب ضروری ہے تو ناجائز اور حرام مال سے علیحدگی اور دستبرداری کس قدر ضروری و لازم پڑی ہے ۔ چنانچہ روزوں کے ذکر کے خاتمہ پر اسی سبق کو قرآن مجید میں دہرایا گیا ہے جب یہ فرمایا کہ لا تاکلوا اموالکم بالباطل ۔ حرام و ناجائز ذرائع سے ایک دوسرے کے اموال مت کھاؤ ، کیونکہ تمہیں تو کسبِ حلال پر بھی قبضہ اور کنٹرول کی مشق کرائی گئی ہے ۔ اسی طرح جس دل میں دنیا کی محبت یعنی حرص و طمع سرایت کر چکی ہو وہاں خدا کی حقیقی محبت نہیں بس سکتی ۔ اس لئے روزوں کے ذکر میں خدا سے سچے تعلق کا ذکر فرمایا کہ اگر میرے بندوں کو میری تلاش اور مدد کی حاجت ہو تو ان کے لئے میری ذات اس کے قریب ترین واقع ہوئی ہے بشرطیکہ سچی و صحیح تلاش و پکار ہو تو میں ضرور اس کا جواب دیتا ہوں ۔ مگر ایسی پکار کے لئے یہ ضروری ہے کہ کھانے پینے اور سونے کی طرف سے کم توجہی ہو ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یکسوئی یکطرفہ ہوتی ہے ۔ خدا کی جانب یکسوئی متقاضی ہے کہ غفلت و شکم پری نہ ہو ۔

## روزہ داروں کی عملی حالت

اعلیٰ معتقدات اور عمدہ عبادات و ریاضات کے سچے فلسفے سے تو کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ۔ مگر ان سے انکار اور ان پر بے یقینی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ وہ اصحاب جو ظاہرا طور پر ان معتقدات و ارکان کو بجا لاتے ہیں ان کی زندگیوں میں ان کی روح مفقود نظر آتی ہے تو اس وقت ہماری قوم کی حالت بدقسمتی سے ایسی ہی واقع ہوئی ہے ۔ ہر سال جوش و خروش سے ماہِ صیام کی جملہ تقریبات اہتمام سے منائی جاتی ہیں ، یہ عمدہ بات ہے لیکن جہاں تک حرام مال کمانے کا سوال ہے وہاں ہم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ۔ اسی طرح خدا سے حقیقی محبت اور لو لگانے سے نہ صرف غفلت ہے بلکہ اس کا انکار کیا جا رہا ہے ، ہر جگہ اصل مقصد حصول اقتدار و حکومت ہے

---

تبلیغی خط وکتابت

# "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

الہام حضرت مسیح موعودؑ

مرتبہ :- چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

نائجیریا میں ایک تعلیمی ادارہ کے چیف امام حسینی حسن صاحب لکھتے ہیں :—

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مسلمات و مسلمون کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کرتا ہوں۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ سب بخیریت ہوں گے۔ الحمدللہ۔

میں تحریری طور پر باعث زحمت ہو رہا ہوں۔ اُمید ہے آپ ناراض نہیں ہوں گے۔ میں اپنے ہاں تبلیغ و اشاعت دینِ اسلام کا الٰہی فریضہ اپنے ذرائع و وسائل کے ساتھ سرانجام دینے کی از حد کوشش کر رہا ہوں۔ اس راہ میں جہاں آپ حضرات کی پُر خلوص دُعاؤں کی ضرورت ہے۔ وہاں آپ کی اخلاقی اور مادی امداد بھی درکار ہے تاکہ میں اس فریضہ سے حتی الامکان پورے طور پر عہدہ برآ ہو سکوں۔ لہٰذا آپ دینِ اسلام اور تعلیماتِ اسلامیہ پر زیادہ سے زیادہ کتب و لٹریچر ارسال کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ ان سے نہ صرف میں خود دینِ اسلام کے بارے میں تازہ معلومات حاصل کر سکوں گا بلکہ اپنے مسلم بہن بھائیوں کو بھی اسلام کے بنیادی عقائد و تعلیمات سے روشناس کرا سکوں گا تاکہ وہ سمجھ سوچ سکیں کہ ہمارا دینِ اسلام برحق ہے۔ اس کی تعلیمات ربانی اور فطری ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ میں تفصیل سے ان کو بھی بتا سکوں کہ اسلام مذاہبِ عالم سے افضل و اکمل ہے۔ اور یہ کہ دیگر مذاہب بالخصوص عیسائیت کے مروّجہ عقائد و نظریات سراسر باطل اور غیر فطری ہیں۔ تاکہ ہمارے مسلمان بھائی عیسائیت سے مرعوب و مغلوب نہ ہوں۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے ہاں عیسائیت اپنے دجل و فریب کے بھرپور ساز و سامانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ اور وہ اپنی سحر آفرینی کے ساتھ یہ باور کرانے کی ہر ممکن سعی کر رہی ہے کہ عیسائیت ایک اعلیٰ مذہب ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں اسلامی قوتیں نہایت کمزور رہی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عیسائیت سُرعت سے پھیلتی نظر آتی ہے۔ اس بارے میں میں بڑا فکرمند ہوں۔ اندریں صورت آپ سے امداد کا طالب ہوں۔ یہاں پر دوہرا کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلا کام یہ ہے کہ مسلم طبقہ کو دلائل و حقانیت کے ساتھ اس یقین پر پختہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام برحق ہے۔ یہ مذاہبِ عالم سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خود پسندیدہ اور آخری دین ہے یہ ہمہ گیر اور عالمگیر دین ہے۔

دوسرا کام ہے عیسائیت کی یلغار کو روکنا۔ یہ اسی طرح ممکن ہے کہ اس بناوٹی مذہب کے غلط اور جھوٹے عقائد و نظریات سے مسلم طبقہ کو آگاہ کرکے اس کے سحر کو توڑا جائے۔ اور ردِّ عیسائیت کا مؤثر ذریعہ اختیار کیا جائے تاکہ عیسائیت کی قوتیں کمزور پڑ جائیں۔ یہاں پر ہم مسلم لوگوں کو جس مشکل مسئلہ کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم قرآن کے متن کو صرف ناظرہ ہی پڑھ سکتے ہیں ان کے مطالب و مفاہیم نہیں سمجھ سکتے۔ صورت حال یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات اور اس کے اوامر و نواہی سے ہم لوگ بالکل ناآشنا ہیں جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اسلام ایک مشکل اور ناقابلِ فہم مذہب نظر آتا ہے۔

اس کے برعکس عیسائی مشنری عیسائیت کو ایک آسان اعلیٰ اور قابلِ فہم مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں اور عیسائی مقامی زبانوں میں ترجمہ شدہ انجیل دریا دلی کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں۔ جن کی زبان آسان اور جس کی طباعت دیدہ زیب ہوتی ہے۔ اندریں صورت آپ سے التماس ہے کہ عربی انگریزی میں زیادہ سے زیادہ اسلامی کتب ارسال فرمائیں۔ میں عام طور پر مختلف مدارس میں چکر لگاتا رہتا ہوں اور وہاں کے طلباء اور اساتذہ سے مل کر ان کو اسلامی تعلیم دیتا ہوں اور ان کو اسلام کے عقائد سمجھاتا ہوں تاکہ کوئی غیر مذہب شخص ان کو اپنے دینِ اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ مجھے دینی لٹریچر کے ساتھ ساتھ قرآن معہ ترجمہ و تفسیر بھی ارسال فرمادیں جو عربی و انگریزی میں رقم ہو۔ تو مجھے تبلیغی سلسلہ میں بہت آسانی ہو جائے گی اور اس کے حوالوں کے ساتھ اپنی بات دلیل سے پیش کر سکوں گا۔ علاوہ ازیں میرے مالی ذرائع بھی محدود ہیں۔ اگر آپ میری مالی امداد فرما سکیں تو مجھے اپنے تبلیغی دوروں کے اخراجات برداشت کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ میں اپنے سکول کا چیف امام ہوں۔ اور اس سال کے آخر میں یہاں سے فارغ ہو رہا ہوں۔ میں جوان سال ہوں اور عمر بھر خدمت و اشاعت اسلام کا عزم صمیم رکھتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم۔ والسلام۔

## الجواب :—

انجمن ہذا کے ایک اخبار کے ذریعہ ہم آپ کا سلام خواتین و حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ الحمدللہ ہم آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہیں۔ آپ کا مکتوب ہمارے لئے باعث زحمت نہیں موجب صد مسرت ہوا ہے۔ اس لئے کہ آپ دینِ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ ایک آسمانی فریضہ ہے جو ہر مسلم مؤمن مرد و عورت پر لازم ہے۔ ہماری پُر خلوص دُعائیں آپ کے شاملِ حال رہیں گی اور ہر ممکن تعاون کرتے رہیں گے کہ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ ہم عندالطلب آپ کو زیادہ سے زیادہ لٹریچر بھجواتے رہیں گے۔ امید ہے کہ آپ اس سے مستفید و مستفیض ہوں گے۔

آپ نے درست کہا ہے کہ اسلام ایک دینِ فطرت ہے۔ جو دینِ الٰہی اور بنی نوع انسان کے لئے تا قیامت رشد و ہدایت کا موجب ہے۔ یہ آخری اور اکمل دین ہے۔ اس لئے اس کی تبلیغ و اشاعت کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے پیشِ نظر ہر مسلم مرد و عورت کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام میں قولاً و فعلاً حصہ لینا چاہئے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ایک طرف تو مسلم طبقہ کو اپنے دین سے سچی اور حقیقی آگاہی کی ضرورت ہے دوسری طرف باطل مذاہب بالخصوص عیسائیت کے دجل کے ابطال اور تردید کی ضرورت ہے۔ ہمیں

آپ کے تجزیہ سے کُلی اتفاق ہے۔ اور اس دوسرے کام کی حقیقت و اہمیت سے باخبر ہیں۔ یہ باخبری ہمیں اس زمانہ کے امام ہمام ... طا کی ہے، جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس دجل و فریب کے دَور میں ایک طرف تو مجدد بنا کر بھیجا گیا کہ بھولے بھٹکے مسلمانوں کو اسلام کا صحیح راستہ دکھائے اور ان کے عقائد کی تصحیح و تجدید کرے۔ دوسری طرف ان کو مسیح موعود بتایا کہ وہ مذاہب باطلہ یعنی عیسائیت وغیرہ کی بیخکنی کرے، ان کے باطل عقائد کا ابطال کرے۔ چنانچہ ان ہر دو میدانوں میں اس رجلِ عظیم نے فتح نصیب جرنیل ہونے کا عملی ثبوت فراہم کیا۔ ردّ عیسائیت میں اس مامور وقت کی خدمات، اسلامی خدمات کے باب میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس امامِ زمان نے مہدویت و مسیحیت کا عظیم کام نہایت خوبی سے ادا کیا۔ اور اس کو جاری رکھنے کے لئے ایک جماعت بنائی۔ چنانچہ یہ جماعت اپنے امام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایثار و خلوص کے ساتھ، مال و اسباب کے ساتھ اور دعاؤں اور آرزوؤں کے ساتھ، علم و قلم کے ساتھ خدماتِ اسلام میں مصروف ہے اور اکنافِ عالم تک اس کا دائرہ کار وسیع ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء۔

صداقتِ اسلام اور ردّ عیسائیت پر مبسوط لٹریچر آپ کو پہنچتا رہے گا۔ ہماری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اس کی کتابت و طباعت عمدہ طریق پر ہو اور اشاعت کے جدید تقاضے سامنے رکھے جائیں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ مطلب برآری سے کام لیں۔ اور اس راہ میں آپ کی استقامت ایک وقت لائے گی اور انشاء اللہ ضرور آئے گی کہ آپ جاء الحق و زھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

آپ کا تعلق تعلیم و تدریس سے ہے۔ اس تعلق سے اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کا موقع آپ کو حاصل ہے۔ یاد رکھئے اسلام نہ صرف فکری اور نظریاتی دین ہی ہے بلکہ ایک عملی اور فعلی دین ہے۔ اس پر کلیتہً عمل ہوا ہے اور عمل کے ثمرات سے بنی نوع انسان کو متمتع کیا گیا ہے۔ آج بھی اسلام کی خیرات و برکات کا اظہار عملاً کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہمارا مشورہ ہے کہ جہاں آپ اسلام کی تعلیمات قولاً پیش کر رہے ہو وہاں آپ کا اپنا عمل بھی اس کا مصدق و مؤید ہو۔ تب ہی آپ خدمت و اشاعتِ اسلام کا حق ادا کر سکیں گے۔

جہاں تک مالی تعاون کا تعلق ہے، اس کا تعلق انجمن ہٰذا کی پالیسی سے ہے۔ اس کے ذرائع و وسائل نے اجازت دی تو آپ کی جائز مالی مدد بھی ممکن ہے۔ آپ کا یہ مطالبہ انجمن کے متعلقہ شعبہ میں پہنچانے کی کوشش کی جائے گی اور فیصلہ سے آپ کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ اگر آپ دین کی خدمت کا عزم مصمم رکھتے ہیں اور ضرور رکھتے ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں بھی ظاہر کیا ہے تو اس راہ کی دشواریوں اور مشکلات کا مقابلہ بھی کرنا سیکھئے۔ اگر ہماری طرف سے مالی تعاون کی ضرورت پیدا نہ ہو سکے تو اُمید ہے آپ اللہ تعالےٰ کے کام کو آگے بڑھانے میں اپنے ذرائع کو استعمال میں لاتے رہیں گے۔ یہ اللہ کا کام ہے۔ ... نے آپ سے کام لینا ہے تو آپ کے لئے سامان بھی خود ہی ... گا۔ اور غیب سے آپ کی مدد ہوتی رہے گی۔ ہمارے مامور ... کی حقیقتیں بہت ملتی ہیں اور ہم نے اپنی جماعت میں ... بھی ایسے نظارے کم نہیں دیکھے۔

... تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ وہ آپ کی ضرورتوں کا خود متکفل ہو۔ والسلام

---

**اِرقا (نائجیریا)** سے مسٹر یونس یوسف لکھتے ہیں:۔

"مہربانی فرما کر ترجمہ و تفسیر انگریزی قرآن کریم اور اسلامی لٹریچر بھجوا کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ مجھے ایک دوست سے آپ کا پتہ ہاتھ لگا ہے اور ان سے چند کتابیں لے کر پڑھی ہیں۔ میں نے ان کو تعلیماتِ اسلامیہ بہرہ ور ہونے کے سلسلہ میں بہت ہی مفید پایا ہے۔ اُ ... ہے اثباتی توجّہ دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔"

**الجواب:**

آپ کا مکتوب ملا۔ آپ کو لٹریچر پسند آیا۔ ہم خوش ہیں کہ ہماری محنت کام آئی۔ انجمن ہٰذا نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے اسلام پر حقیقی اور صحیح اسلام پر تحقیقی اور ایمان افروز لٹریچر شائع کر رہی ہے۔ اس لٹریچر نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی ہے۔ اس میں ہماری عقل و فکر کا حصہ نہیں۔ بلکہ اس مامورِ وقت کے انفاس طیبہ اور اس کے تعلیم کردہ عقائد و نظریات کا دخل ہے جس نے اس دَور میں دعویٰ مہدویت و مسیحیت کیا اور اسلام کی صداقت و حقانیت کو دلائل و براہین کے ساتھ پیش کیا اور مذاہب باطلہ کا ردّ عقل و علم، فلسفہ و منطق اور سائنس کے ہتھیاروں سے کیا۔

آپ کو چند کتب ارسال ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں اور حاصل مطالعہ سے ہمیں بھی آگاہ فرمائیں۔ اور دیگر احباب کو بھی مطالعہ کا موقع دیں۔ حصول تفسیر قرآن کے لئے اگر آپ مالی ایثار سے کام لیں اور چند روپے ہدیہ کے طور پر بھجوا دیں گے تو آپ کا یہ مالی جہاد آپ کے لئے صدقہ جاریہ کا کام دے گا۔ فہرست کتب میں سے پسندیدہ کتب کا آرڈر ملنے پر فوری تعمیل کی جائے گی۔

علاوہ ازیں ہمارے ہاں سے ہفتہ وار اسلامی جرائد بھی شائع ہوتے ہیں۔ جن میں اسلام پر مبسوط علمی اور تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ان کا مطالعہ آپ کے لئے مفید رہے گا۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم آپ کا نام خریداروں میں شامل کر لیتے ہیں۔ مزید کارِ لائقہ سے یاد فرمائیں۔

---

# غلط فہمی کا ازالہ

## بسلسلہ صفحہ ۲

میں نے جناب چیف جسٹس کے نام اپنے خط میں ایسے کوئی الفاظ لکھے ہی نہیں تھے۔

میں جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھتا ہوں جس کے ممبر جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی صدق دل سے مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں۔ اور ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

مہربانی فرما کر میرے اس خط کو نمایاں جگہ چھاپ کر اس غلط فہمی کو جو میرے متعلق پیدا ہو گئی ہے دُور فرمائیں۔ میں مشکور ہوں گا۔

خاکسار

ایں۔ اے۔ فاروقی

---

سلہ نوائے وقت میں یہ خط چھپ تو گیا ہے مگر نمایاں جگہ پر نہیں۔

# رمضان المبارک کا مجاہدہ ——— گریۂ شب

## قلب کی پاکیزگی کا مشکل ترین مرحلہ

حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

**زبان کو قابو میں رکھنے کا مجاہدہ** رمضان کے ایک مجاہدہ کو تو ہر ایک مسلمان جانتا ہے یعنی دن کے وقت بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا اور قوائے حیوانی اور شہوانی کو مغلوب کرنا۔ مگر جہاں تک دوسرے مجاہدہ کا سوال ہے جس کا تعلق رات سے ہے۔ یعنی شب بیداری، عبادت اور دُعا۔ اس کی بہترین صورت وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پائی جاتی ہے۔ یعنی پچھلی رات اُٹھنا اور تنہائی میں تہجد کی نماز پڑھنا اور ایک داعی الی الاسلام جماعت کے لئے بالخصوص اس کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ دُعا جو اس کی اصل غرض ہے اس کا بہترین وقت پچھلی رات ہے۔ اور اس کی بہترین صورت تنہائی ہے۔

گو عامۃ المسلمین کے لئے نماز تراویح اور قرآن کریم کا سُننا ایک حد تک اس مجاہدہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اس مضمون میں میں ایک اور مجاہدہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا تعلق انسان کی زبان سے ہے کیونکہ جیسا کہ حدیث نبوی سے ثابت ہے زبان کو اپنے قابو میں رکھنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا قوائے حیوانی اور شہوانی کو قابو میں رکھنا۔ اور جو انسان ان دو چیزوں پر حکومت حاصل کر لے وہ فی الحقیقت اسی دنیا میں جنت میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من یضمن لی مابین لحییه وما بین رجلیه اضمنت له الجنة۔ جو شخص مجھے اپنی زبان اور قوائے شہوانی کی ضمانت دے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ زبان کے ناجائز استعمال سے جس قدر فساد دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اس سے کم نہیں جو قوائے شہوانی کے ناجائز استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جہاں بہت لوگ زنا کے عیب سے صرف اس لئے محفوظ رہ جاتے ہیں کہ اسے عام طور پر ایک بھاری گناہ سمجھا جاتا ہے۔

بعض وقت بڑے بڑے لوگ بھی زبان کے ناجائز استعمال سے نہیں بچ سکتے اور جھوٹ، غیبت اور افتراء کا ارتکاب ان سے اس لئے ہوتا رہتا ہے کہ اسے نہ وہ خود بڑی اہمیت دیتے ہیں اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ان سے اسی قدر نفرت کریں جس قدر نفرت ایک زنا کا ارتکاب کرنے والے سے کرتے ہیں حالانکہ شارع علیہ السلام نے ان دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

رمضان میں زبان کے ناجائز استعمال سے بچنے کی اسی قدر تاکید ہے جس قدر کھانے اور پینے سے بچنے کے لئے۔ صحیح بخاری میں ارشادِ نبوی ان الفاظ میں موجود ہے من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه۔ جو شخص جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانے اور پینے کو چھوڑے۔ تو جس قدر یہ ضروری ہے کہ انسان روزہ رکھ کر کھائے نہیں، پیئے نہیں اسی قدر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے۔ اگر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یقیناً جھوٹ بولنے سے بھی وہ باقی نہیں رہ سکتا اور روزہ فی الحقیقت اسی کا ہوتا ہے جو جھوٹ بولنے سے اسی طرح بچتا ہے جس طرح کھانے پینے سے۔ جس طرح وہ نہایت جوانمردی سے ایک قطرہ پانی کا اپنے حلق سے نیچے گذرنے نہیں دیتا خواہ کتنی ہی سخت پیاس اسے کیوں نہ لگی ہو۔ اسی طرح چاہیئے کہ ایک لفظ جھوٹ کا اس کی زبان پر نہ آئے خواہ اس سے اسے کتنی ہی دولت ملتی ہو، مگر افسوس یہ ہے کہ لوگ بعض وقت جھوٹ بولنے کا اپنے آپ کو اس قدر عادی کر لیتے ہیں کہ بلا ضرورت بھی جھوٹ بول دیتے ہیں۔

جس طرح روزے میں جھوٹ بولنے سے بچنے کی تاکید ہے اسی طرح غیبت سے بچنے کی بھی تاکید ہے۔ گو غیبت میں انسان صحیح طور پر اپنے بھائی کی کمزوریوں کا ذکر کرے۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ غیبت اتنا ہی قبیح فعل ہے جتنا جھوٹ بولنا۔ گو عام طور پر اچھے لوگ جو جھوٹ سے نفرت کرتے ہیں غیبت کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں اور اپنے دل کو یوں تسلی دے لیتے ہیں کہ ہم نے جھوٹ تو نہیں بولا۔

اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اس قدر قابلِ نفرت فعل قرار دیا ہے کہ اسے اپنے بھائی کا مُردہ گوشت کھانے کے برابر کہا ہے۔ کیا روزہ دار مُردار کھا سکتا ہے اور وہ بھی انسانی مُردار۔ اگر نہیں تو یقیناً غیبت سے اسی طرح بچنا ضروری ہے جس طرح مُردار کھانے سے۔

پھر ایک حدیث میں فرمایا الصیام جنة فلا یرفث ولا یجهل روزہ ڈھال ہے۔ یعنی ایسا ہتھیار ہے جس سے انسان اپنے اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔ پس روزہ دار کو نہ چاہیئے کہ فحش کلامی کرے یا جاہلانہ باتیں کرے۔ تو علاوہ جھوٹ، افتراء اور غیبت وغیرہ کے ایسی باتوں سے بھی بچنا چاہیئے جن میں شہوانی امور کا ذکر ہو۔ اور ٹھٹھہ مذاق، بیہودہ یا لغو باتوں سے بھی بچنا چاہیئے کیونکہ یہ جہالت کی باتیں ہیں اسلام ان کو پسند نہیں کرتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں زبان کو پورے طور پر اپنے قابو میں رکھنا ضروری ہے بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ اگر دوسرا شخص اس سے جھگڑا بھی کرے یا گالی دے تو بھی روزہ دار اپنے غصّہ کو دبائے اور اشتعال کی حالت میں بھی زبان سے کوئی بُرا لفظ نہ نکالے۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا ان امرؤ قاتله او شاتمه فلیقل انی صائم مرتین۔ اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا اسے گالی دے تو وہ دو دفعہ اسے ضرور یہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں۔ یہ کس قدر بلند مقام ہے جس پر اسلام روزہ دار کو پہنچانا چاہتا ہے اور یہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ روزہ میں صرف بھوک اور پیاس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روزہ میں ہر ایک شہوانی خیال، ہر ایک لغو بات، ہر قسم کے ہنسی ٹھٹھے، ہر قسم کی گالی گلوچ ہر قسم کے جھگڑے سے بچنا ضروری ہے۔

ایسے ہی روزہ دار کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ لخلوف فم الصائم اطیب عند الله تعالیٰ من ریح المسك۔ روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ فی الحقیقت یہ وہی خوشبو ہے جو ہر قسم کے جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، ناپاک باتوں، ہنسی ٹھٹھے کی باتوں سے بچنے سے پیدا ہوتی ہے۔ مگر روزہ میں زبان کا جہاد

صرف اسی حد تک محدود نہیں کہ انسان ہر قسم کی بُری باتوں سے بچے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ان ایام میں ذکرِ الٰہی میں زیادہ مصروف رکھا جائے کیونکہ روزہ کی اہم غرض اللہ تعالےٰ کی رضا اور قرب کا حصول ہے۔ اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے اور ہر قسم کی ناپاک باتوں کو چھوڑنا صرف پہلا مرحلہ ہے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ صرف ایک زمین کو بیج کے لئے تیار کرنے اور اس کو جھاڑیوں وغیرہ سے صاف کرنے سے مشابہ ہے اور ذکرِ الٰہی وہ بیج ہے جس سے نفسِ انسانی کی نشو و نما ہوتی ہے۔ تو روزہ کی تکمیل ذکرِ الٰہی سے ہوتی ہے۔

## ذکرِ الٰہی کی سب سے بہترین صورت نماز ہے

رمضان المبارک میں چاہیئے کہ ہر شخص اپنے آپ کو نماز کا پورا پورا پابند کرے اور حتی الوسع نماز با جماعت ادا کرے۔ نماز میں خضوع خشوع کی حالت پیدا کرے۔ تہجد کی عادت ڈالے۔

## رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت

پھر قرآن کریم کی تلاوت اور بالخصوص اس کے مفہوم کو سمجھ کر تلاوت بہترین ذکرِ الٰہی ہے۔ جسے میسر ہو احادیث نبویؐ کو بھی پڑھے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی طفیل یہ خوبی کی باتیں انسان کو میسر آتی ہیں درود بھیجنا بھی ذکرِ الٰہی میں شامل ہے۔ کیونکہ درود در اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپؐ کے دین کی قبولیت کے لئے دُعا ہے۔

## درود شریف بامفہوم پڑھنا چاہیئے

درود شریف کو اس کے اس مفہوم کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت کو دنیا میں پھیلا دے اور دُنیا ان فیوض سے متمتع ہو جو آپؐ کے دامن سے وابستہ ہیں۔

## دعوت الی الاسلام کی بُنیاد اسی ماہ میں رکھی گئی

پھر جہاں آپؐ کی قبولیت کے پھیلانے کے لئے انسان دُعا کرتا ہے، چاہیئے کہ اس کے لئے اس بابرکت مہینے میں بالخصوص کوشش بھی کرے یعنے اسلام کی طرف بلائے جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ دعوت الی الاسلام کی بُنیاد اسی ماہ میں رکھی گئی کیونکہ اسی ماہ میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ اور تبلیغِ اسلام کے کام کی بنیاد اس مہینے میں رکھی جائے گی اللہ تعالےٰ اسے ضرور بابرکت فرمائے گا۔

## حضرت مسیح زمانؑ کی الوصیت

انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں، اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں۔ اور اگر کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ چالاک ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے

# رمضان المبارک کی راتوں میں

## ربوبیت الٰہی کے لئے دُعا

از حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ ربّ العالمین۔ اے خدا کہ تیری ربوبیت اس کائنات کے ذرہ ذرہ پر حاوی ہے تو نے انسانوں کو ان کی جسمانی ربوبیت کے بہتر سے بہتر سامان عطا فرمائے ہیں تو اب اس اپنی مخلوق کو جو تجھ سے دُور جا پڑی ہے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہو کر اپنی ہلاکت کی طرف دوڑی جا رہی ہے۔ اپنے قرآن کے ذریعہ سے ربوبیت فرما کر اُن کو اپنے در پر جھکنا سکھا اور ان کے دِلوں کو اس لذّت سے آشنا کر جو تیرے دَر پر گرنے سے مِلتی ہے۔ اے خُدا جس نے محمد رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں کو وہ بے نظیر کامیابی عطا فرمائی کہ ان کے ذریعہ سے مُلکوں اور قوموں کی کایا پلٹ دی اور اُنہیں پست ترین مقام سے اُٹھا کر بلند ترین مقام پر پہنچایا۔ تو آج ہماری اور ہماری جماعت کی ربُوبیت فرما کر اسے قرآن کو دُنیا میں پہنچانے اور اسلام کو دُنیا میں پھیلانے میں کامیابی کے بلند مینار پر کھڑا کر دے اور ہمارے ہاتھوں سے اپنے دِین کی تبلیغ کی وہ بُنیاد رکھوا، جس پر قیامت تک عمارت بنتی چلی جائے اور ہر مُسلمان کو توفیق عطا فرما کہ اس کے دِل میں اس مقام تک پہنچنے کی تڑپ پیدا ہو۔

---

از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ

# جماعت احمدیہ لاہور کی فتح مندی کا یقین

"جتنا مجھے یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی بڑی سے بڑی طاقت ہلا نہیں سکی اتنا ہی مجھے یقین ہے کہ کوئی شخص اس جماعت کو گرا نہیں سکتا جب تک ایسے لوگ جماعت میں موجود ہیں جن کے آنسو رات کو بہتے ہیں...... اور میں سنانا چاہتا ہوں (ایسے شک کرنیوالے) لوگوں کو خواہ وہ جماعت کے اندر ہوں یا باہر کہ جب تک طائفۃ من الذین معک راتوں کو اُٹھ کر رونے والا ایک گروہ اس جماعت کے اندر موجود ہے، اسوقت تک یہ جماعت اپنی روحانی قوت کے ساتھ دُنیا کو فتح کرتی رہے گی"

(خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۸ر نومبر ۱۹۴۱ء)

---

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفی وجود + پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہر یار

# روزے کے مسائل

(۱) روزہ کا اصل مقصد تقویٰ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ پس روزہ میں جھوٹ بولنا ۔ گالی دینا ۔ غیبت کرنا ۔ بدنظری اور حرام خوری روزہ کے مقصد کو فوت کر دیتی ہیں۔

(۲) جب تک رمضان کا چاند نظر نہ آئے یا شہادت نہ مل جائے پہلی روزہ رکھنا جائز نہیں۔

(۳) رمضان کے فرض روزہ کی نیت اس سے قبل شام سے ہونی چاہیئے ۔ کہ کل صبح روزہ رکھنا ہے ۔ سوائے اس حالت کے کہ چاند دیکھنے کی خبر نہ آئی ہو ۔ نفلی روزہ کے لئے اس کی ضرورت نہیں ۔ صبح اُٹھ کر بھی نیت ہو سکتی ہے ۔

(۴) مسافر اور بیمار کے لئے روزہ کا التواء جائز ہے ۔ مسافر جب گھر پہنچے یعنی مقیم ہو جائے تو فوت شدہ روزوں کے بدلے رمضان کے بعد روزے رکھ لے اور بیمار جب تندرست ہو ۔ تب فوت شدہ روزوں کو پورا کرے ۔

(۵) سفر کے لئے کوئی خاص شرط نہیں ہے ۔ جب سفر کے لئے گھر سے نکلے وہ مسافر سمجھا جائے گا ۔ اس طرح بیماری کے لئے کوئی خاص ٹمپریچر یا بیماری کے معیار کی ضرورت نہیں البتہ معاملہ کو خدا سے صاف رکھے اور بہانہ بازی سے کام نہ لے ۔ اور جب وجہ معذوری دُور ہو جائے تو قضا شدہ روزے رکھ لے ۔

(۶) اگر ایسا بیمار ہو جس کی صحت کی دُرستی کے لئے ایک لمبا عرصہ درکار ہے یا اُمید صحت نہیں یا ایسا کمزور ہے جس کے لئے روزہ رکھنا مضرِ صحت ہے ۔ یا ایسا بوڑھا ہے جس کے روزہ رکھنے سے اس کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے ، یا حاملہ عورت ہے یا دُودھ پلانے والی عورت ہے ایسے لوگ روزہ نہ رکھیں اور ہر ایک قضا شدہ روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں ۔ لیکن مسکین کو کھانا کھلانا انہیں لوگوں کا فرض ہے جو مسکین کو کھانا دینے کی طاقت رکھتے ہوں ۔ جو خود مسکین ہیں اور فدیہ نہیں دے سکتے ۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا کے مطابق ہر طرح معافی کے نیچے ہیں ۔

(۷) روزہ میں غلطی سے اگر کوئی چیز منہ میں ڈال لی جائے یا نگل لی جائے یا کُلی کرتے وقت سہواً غلطی سے پانی حلق میں اُتر جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔

(۸) کسی خوشبو یا بدبو ۔ گرد و غبار کے ناک یا مُنہ میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔

(۹) آنکھ میں سُرمہ ڈالنے ۔ نہانے ۔ سر میں تیل لگانے ۔ آنکھ یا کان میں دوا ڈالنے ۔ آئینہ دیکھنے ۔ قے آ جانے نکسیر پھوٹنے خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔

(۱۰) حکم ہے کہ افطار میں جلدی کرو اور سحری کھانے میں تاخیر کرو ۔ صحابہؓ سے روایت ہے سحری کھانے اور نماز فجر کے شروع ہونے کے درمیان میں اتنا وقفہ ہوتا تھا جس میں چالیس آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں ۔ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے غلطی سے اذان جلدی دے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے گھروں پر جاؤ اور ان کو اطلاع دو کہ ابھی سحری کھا سکتے ہو ۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے ۔

(۱۰) رمضان کی راتوں میں قیام کرنا خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے ۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر بدقسمت کون ہوگا جس نے رمضان کو پایا اور خدا سے گناہ نہ بخشوائے ۔ آپ پچھلی رات قیام کرتے تھے اور گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور دو دو رکعت کی نیت باندھتے تھے ۔ گیارھویں یعنی آخری رکعت علیحدہ پڑھتے تھے ۔ یہی آخری رکعت وتر کہلاتی ہے ۔ کیونکہ یہ رکعت ساری رکعتوں کو طاق کر دیتی ہے ۔

چونکہ آج کل ہمارے مُلک میں عشاء کی نماز کے آخر میں تین رکعت پڑھ لیتے ہیں ۔ اس لئے آخر شب صرف آٹھ رکعت پڑھنی کافی ہیں ۔ پہلی شب میں بیس رکعتیں اور تین رکعت وتر کا پڑھنا حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوا ۔ لوگ مسجد میں بعد نماز عشاء بیٹھے باتیں کر رہے تھے آپ نے ایک حافظ قرآن کو مقرر کیا ۔ وہ انہیں بیس رکعت پڑھاوے اور اس میں قرآن سناوے ۔ اس طرح قرآن سُننے کا ایک موقع پیدا کر دیا ۔ لیکن سُنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں قیام ہے ۔

(ماخوذ)

# قرارِ داد تعزیت

جملہ ممبرانِ جماعت سیالکوٹ چھاؤنی متفقہ طور پر جناب مرزا منظور بیگ صاحب کی ناگہانی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے ۔ دنیاوی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ دینی جذبہ اور عمل سے بھی سرشار تھے جو کہ بالعموم کم یاب ہے اور خوش نصیبوں کا ہی حصّہ ہے ۔ مرحوم نے نہایت با اُصول زندگی گذاری ہے ۔ اور ہمیشہ بے لاگ حق گوئی سے کام لیا یہ امر پسماندگان کے لئے موجب تسلّی ہونا چاہیئے کہ ہمارے اس بھائی نے یہ نیک نمونہ چھوڑا ہے ۔

یہ ایک قومی نقصان تو ہے اور سابقہ صدمات میں اضافے کا موجب ہُوا ہے ۔ لیکن مشیّت ایزدی بہر حال مقدم ہے ۔ اور سرِ تسلیم خم ہی کرنا پڑتا ہے ۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام دے اور آخرت کی خوشیوں سے نوازے ، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے ۔ آمین ثم آمین ۔ اس ضمن میں حضرت امام زمانؑ سے بہتر اظہارِ خیال ممکن نہیں ۔

ے

ایں سرائے زوال و موت دفناست

ہر کہ بنشست اندریں برخاست

ثم انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

شریکِ غم ۔ نثار احمد

برائے جماعت سیالکوٹ چھاؤنی

از جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی

# ایک عظیم قومی نقصان

۲ر اگست ۱۹۷۸ء کا دن ایک المناک حادثہ اور رحلت کا سانحہ لے کر آیا۔ ہماری جماعت کی ایک قابل اور نہایت دلکش ہستی یعنی پرنسپل عبدالرحمٰن صاحب ایم۔اے بی ٹی ایک حادثہ کا شکار ہو کر اس عالمِ ناپائدار سے اچانک رخصت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وفات کے وقت مرحوم ایبٹ آباد پبلک سکول کے پرنسپل تھے اور سرکاری کام پر دو دن کے لئے لاہور آئے ہوئے تھے۔ مرحوم ورزشی انسان تھے اور چونسٹھ سال کے لگ بھگ عمر کے باوجود جب لاہور آتے تو سردی ہو یا گرمی بائیسکل پر سوار ہو کر اپنے کام کاج کرتے تھے۔ اس دن بھی وہ حسبِ معمول بائیسکل پر اپنے کام کاج کے لئے نکلے۔ وہ قذافی سٹیڈیم سے فیروز پور روڈ پہنچے تو باوجود اس کے کہ انہوں نے دائیں طرف مڑنے کے لئے اپنا ہاتھ نکالا ہوا تھا ایک تیز رفتار بس نے انہیں ٹکر مار کر بیہوش کر دیا اور وہ اسی حالت میں جنرل ہسپتال میں رحلت فرما گئے۔ ان کی میت کو اگلے روز دارالسلام کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ تدفین کے وقت بعد ازاں ۴ر اگست کو نمازِ جمعہ کے بعد لاہور کے احباب نے پڑھی۔ بیرونی جماعتوں سے بھی درخواست ہے کہ اگر انہوں نے ابھی تک نمازِ جنازہ غائبانہ نہ پڑھی ہو تو اب پڑھ کر مرحوم کی روح کے لئے مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش کے لئے حضورِ باری تعالیٰ میں التجا فرمائیں۔

مرحوم ۲۵ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو حاجی میاں نبی بخش صاحب کے گھر سکھائن نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو تحصیل پسرور میں ہے۔ تعلیم کا شوق بچپن سے تھا اور بالآخر اسلامیہ کالج لاہور سے تاریخ کے مضمون میں ایم۔اے اور ٹریننگ کالج لاہور سے بی ٹی پاس کر کے ایچیسن کالج لاہور میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

تعلیم کے علاوہ انہیں کھیلوں سے بہت دلچسپی تھی۔ چنانچہ وہ دورانِ تعلیم پنجاب یونیورسٹی اتھلیٹکس ٹیم کے کپتان مقرر ہوئے اور پنجاب کی اتھلیٹکس ٹیم کے ممبر بن کر تمام ہندوستان کی کھیلوں کے مقابلہ میں اترے۔ آدھے میل کی دوڑ میں ان کا ریکارڈ عرصہ تک قائم رہا، بلکہ ایک میل کی دوڑ میں بھی کامیاب ہوئے۔ بالآخر تمام برِ صغیر کی اولمپک ٹیم میں شامل کئے گئے مگر وہ ٹیم دوسری جنگِ عظیم شروع ہو جانے کی وجہ سے بیرونِ ملک نہ جا سکی۔

مرحوم تعلیم کے ممتاز ماہرین میں سے تھے۔ قریباً بیس سال ہوئے جبکہ وہ ایچیسن کالج میں تھے۔ تو ان سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے جو طالب علم نکلے وہ راجے مہاراجے اور نوابوں کے علاوہ برِ صغیر کے اہم عہدے دار اور ہر طرز زندگی نمایاں ہستیاں تھیں۔ ایک وقت میں پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں ان کے قریباً تیرہ سابق شاگرد وزیر تھے۔ مگر ان کو نمایاں کامیابی ایبٹ آباد کے پبلک سکول کے پرنسپل کی خدمات سر انجام دینے میں ملی۔ اس سکول کا چارج انہوں نے جس وقت لیا تو وہ نامکمل تھا۔ نہ تو عمارت کا کام مکمل تھا نہ عملہ کے انتخاب یا طلباء کے داخلے ہوئے تھے۔ اس لئے اس پبلک سکول کی نشوونما اور کامیابی کا سہرا مرحوم کے سر پر ہے۔ وہ ان کا بچہ تھا اور آج جوان ہے جو پاکستان کے ممتاز ترین سکولوں میں سے ہے۔ علاوہ تعلیم کے اور جسمانی صحت کے لئے کھیلوں کے انتظامات کے اس سکول میں مذہبی ماحول نمایاں کامیابی سے پیدا کیا گیا۔ بچوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا خاص انتظام تھا اور مرحوم کو اس کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔

اگر مرحوم ڈسپلن کو سختی سے قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے (یہاں تک کہ دوسرے تعلیمی اداروں کی بدنظمی کا وہاں بالکل اثر نہ پیدا ہونے پایا) تو دوسری طرف مرحوم تمام طلباء سے محبت اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے جس کی وجہ سے تمام طلباء ان کی عزت اور ان سے محبت کرتے تھے۔ حکومت کو بھی مرحوم کے جوہروں کا ایسا احساس تھا کہ باوجود اس کے وہ پنشن کی عمر سے گزر چکے تھے حکومت نے انہیں مجبور کر کے پرنسپل کے عہدے سے علیحدہ نہ ہونے دیا۔

وہ جسمانی صحت اور دماغی روشنی کے ابھی بھی مالک تھے۔ ہر وقت خوش رہتے اور دوسروں کو خوش رکھتے تھے۔ اور اسی لئے ان کے احباب کا حلقہ وسیع ترین تھا۔ اُن کے گھر کے دروازے ہر آن مہمانوں کے لئے کھلے رہتے تھے اور مہمانوں کے آنے سے اُن کی اپنی خوشی دوبالا ہو جاتی تھی۔ ان سے مل کر ان کی خاطر و مدارات کر کے وہ نہایت مسرور ہوتے تھے۔ اور جہاں تک خلقِ خدا کی خدمت کا کام ہے اس سے وہ کبھی بھی نہ تھکتے تھے۔ آج ایک دنیا ان کی بے وقت موت پر رو رہی ہے مگر وہ خود موت کے بعد بھی اپنے چہرہ پر مسکراہٹ لئے ہوئے یہاں سے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بھی ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

ان کی وفات پر ٹیلیفون، تار اور خطوط کے ذریعہ تعزیت اور ہمدردی کے پیغامات اس قدر آئے ہیں کہ ان کا فرداً فرداً جواب دینا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ہمدرد اور محبت کرنے والے انسانوں کا بھلا کرے۔ اس سلسلہ میں جناب صدر مملکت پاکستان نے جو برقی پیغام تعزیت و ہمدردی بھیجا ہے اس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے جس سے مرحوم کی وفات سے جو عظیم قومی نقصان ہوا ہے اس کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ صاحب صدر نے مرحوم کی بیوہ بیگم عبدالرحمٰن کو مخاطب کر کے لکھا ہے:۔

"میں نہایت گہرے رنج و الم سے پروفیسر عبدالرحمٰن کی ایک سڑک کے حادثہ میں وفات کی خبر کو سُنا ہے۔ ان کی اچانک وفات سے ہم نے ایک ممتاز ماہرِ تعلیم، ایک محترم استاد اور دیرینہ کھلاڑی کو کھو دیا ہے۔ انہوں نے جو ہماری دو نمایاں درسگاہوں یعنی ایچیسن کالج لاہور اور پبلک سکول ایبٹ آباد کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ ہمیشہ محبت اور احترام کے ساتھ یاد کی جایا کریں گی۔ ان کی وفات کا سوگ ان کے شاگردوں، ان کے رفقائے کار اور ان کے دوستوں کے وسیع حلقہ میں گہرے صدمہ سے منایا جائے گا۔ اس پُر از غم موقعہ پر میں اپنی دلی ہمدردی اور خلوص بھری تعزیت آپ کی خدمت میں

آپ کے بچوں کو اور تمام خاندان کے سوگوار ممبروں کو بھیجتا ہوں۔ میں دلی جوش سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کی روح کو اپنی جوار رحمت میں ہمیشہ کی تسکین اور راحت عطا فرمائے اور آپ کو توفیق دے کہ آپ اس ناقابلِ تلافی نقصان کو ہمت اور صبر سے برداشت کر سکیں۔ آمین۔

صدرِ پاکستان "

جناب گورنر صاحب صوبہ سرحد نے بھی اپنے تار میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:—

" مرحوم کی وفات سے پاکستان نے ایک عظیم ماہرِ تعلیم کو کھو دیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ ان کے شاگرد تمام دنیا میں ان کی بے وقت موت پر سوگ منائیں گے۔ ان کی کوششیں جن سے کہ ایبٹ آباد پبلک سکول اپنے موجودہ اعلےٰ معیار پر پہنچا ہوا ہے وہ دیر تک یاد کی جایا کریں گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کی روح کو ابدی راحت اور تسکین عطا فرمائے اور آپ سب کو ہمت دے کہ اس سانحہ کو صبر سے اور راضی برضا رہ کر برداشت کر سکیں۔

(چیف جسٹس) عبدالحکیم خان۔ گورنر "

کسی نے کیا سچ کہا ہے:—

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

---

# جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

**تاریخہائے جلسہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھیے۔ ۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی۔**

---

# میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا

## بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
## قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

[(سرینام جنوبی امریکہ) کے بزرگ مہمانوں کی دعوتِ استقبالیہ میں صدر مجلس حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب دامت برکاتہ کی صدارتی تقریر ——— مرتبہ ابو سلمان ایم اے۔]

سورۃ شریفہ النور کی آیات کریمہ ——— اللہ نور السمٰوات والارض ...... واللہ بکل شیئٍ علیم۔ کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:—

محترم بھائی یعقوب محمد ایوب صاحب اور طاہر محمد یعقوب صاحب ہم آپ کے نہایت ہی شکر گذار ہیں کہ آپ لوگ اتنے دور دراز ملک سے یہاں تشریف لائے ہیں، کسی دنیاوی غرض سے نہیں بلکہ اپنے دینی مرکز میں آئے ہیں، اور آپ کو محض اپنے دینی بھائیوں کی ملاقات مطلوب تھی۔ وہ مرکز جہاں سے یہ نور یہ روشنی اسلام کی اور دینِ حق کی۔ احمدیت کی صورت میں آپ تک پہنچی۔ محض یہ کشش آپ کو یہاں لائی ہے۔ اور یہ نور اس زمانے کا مامور پھر سے دنیا میں لایا۔ اس نے فرمایا تھا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔ تو آپ لوگوں کے یہاں تشریف لانے سے اور ایسے دیگر اصحاب جو اکنافِ عالم کے دور دراز علاقوں سے گاہے گاہے یہاں تشریف لاتے ہیں تو حضرت مجددِ زمانؑ کی پیشگوئی ایک روشن اور ایمان افروز حقیقت بن کر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

ہم نے اپنی زندگیوں میں ہی نورِ اسلام کو خصوصیت سے زمین کے مغربی کناروں تک بھی پہنچتے دیکھ لیا ہے۔ جہاں وہ پہلے نہیں پہنچا تھا۔ اس مامورِ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہی وعدہ تھا اور حضرت صاحب نے اپنی جماعت کو تسلی بھی دی تھی۔ تبلیغ و اشاعت اسلام اللہ تعالےٰ کا اپنا کام ہے اور یہ اس جماعت کے ذریعہ ہوگا۔ اور اس نے یہ بھی فرمایا کہ میں تو صرف ایک بیج ڈالنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ بیج ایک بڑا درخت بنے گا۔ پھلے گا اور پھل پھول لائے گا اور کوئی نہیں جو اس کام کو روک سکے۔ ہمارے مہمان بھائیوں کی تقریروں سے بھی اس بیان کی صداقت کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کے وعدے کس طرح پورے ہوئے اور ان کی بتائی ہوئی باتیں کس طرح سے تھوڑے عرصہ میں ہی سچی ثابت ہوئیں۔ یہ بیج کس طرح سے اس وطن سے چلا گیا اور اس کے لئے کیا اسباب جمع ہوئے اور کیسے لاہور کے مرکز سے وہ روشنی آپ تک پہنچی۔ میں اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ آپ کی تشریف آوری سے ہم بہت خوش ہیں اور آپ کے شکر گذار ہیں۔ آپ کی ایمان افروز باتیں سن کر سب حاضرین کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ اس نے ہمیں اپنے اس کام کے لئے چن لیا موقعہ اور توفیق بخشی ہے۔ ورنہ ہماری کوشش تو بہت ہی قلیل ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہوا ہے۔ حضرت صاحب خود بھی یہی فرمایا ہے:—

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اے ہمارے بھائی! اللہ تعالےٰ تجھے تو دین کی نصرت کا اجر دینا چاہتا ہے۔ مفت میں بڑا اجر دینا چاہتا ہے۔ ورنہ یہ تو اللہ

(باقی بر صفحہ ... کالم نمبر ۱)

# میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا

(بسلسلہ کالم نمبر ۲ صفحہ ۲۴)

تعالیٰ کی تقدیر ہے اور یہ پوری ہو کر رہے گی۔ ہر صورت میں یہ ظاہر ہو کر رہے گا۔ تو ہم اس کو ظاہر ہوتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں۔ اس میں ہماری کوشش تو بہت ہی قلیل ہے ہم اس کوشش کو بڑی اہمیت نہیں دیتے۔

آؤ ہم مل کر دعا کریں کہ جو تاریخ ماہ حال کو سرینام میں جو ریفرنڈم ہونے والا ہے، جس کے بارے میں ہمارے محترم بھائی یعقوب محمد ایوب صاحب نے ذکر کیا ہے، اس انتخاب میں احمدیت کا بول بالا ہو۔ ایسی کامیابی ہمارے لئے بڑی تقویت کا موجب ہوگی۔ اجتماعی دعاؤں میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ لوگ آئندہ انفرادی طور پر بھی ایک دو روز یہ دعا جاری رکھیں کہ اس ریفرنڈم میں ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالےٰ فتح نصیب کرے اور ہم اچھے نتیجے کی خبر سنیں۔ وما ذالک علی اللہ العزیز۔

# اوقات سحری و افطاری رمضان المبارک
## ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء

| نام ایام | رمضان المبارک | اگست ۱۹۷۸ء | منتہائے سحر (منٹ) | منتہائے سحر (گھنٹہ) | وقت افطار (منٹ) | وقت افطار (گھنٹہ) |
|---|---|---|---|---|---|---|
| پیر | ۱ | ۷ | ۴۹ | ۳ | ۵۷ | ۶ |
| منگل | ۲ | ۸ | ۵۰ | ۳ | ۵۶ | ۶ |
| بدھ | ۳ | ۹ | ۵۱ | ۳ | ۵۵ | ۶ |
| جمعرات | ۴ | ۱۰ | ۵۲ | ۳ | ۵۴ | ۶ |
| جمعہ | ۵ | ۱۱ | ۵۳ | ۳ | ۵۳ | ۶ |
| ہفتہ | ۶ | ۱۲ | ۵۴ | ۳ | ۵۲ | ۶ |
| اتوار | ۷ | ۱۳ | ۵۴ | ۳ | ۵۱ | ۶ |
| پیر | ۸ | ۱۴ | ۵۵ | ۳ | ۵۱ | ۶ |
| منگل | ۹ | ۱۵ | ۵۷ | ۳ | ۵۰ | ۶ |
| بدھ | ۱۰ | ۱۶ | ۵۸ | ۳ | ۴۹ | ۶ |
| جمعرات | ۱۱ | ۱۷ | ۵۹ | ۳ | ۴۸ | ۶ |
| جمعہ | ۱۲ | ۱۸ | ۰ | ۴ | ۴۷ | ۶ |
| ہفتہ | ۱۳ | ۱۹ | ۱ | ۴ | ۴۶ | ۶ |
| اتوار | ۱۴ | ۲۰ | ۲ | ۴ | ۴۴ | ۶ |
| پیر | ۱۵ | ۲۱ | ۲ | ۴ | ۴۳ | ۶ |
| منگل | ۱۶ | ۲۲ | ۳ | ۴ | ۴۲ | ۶ |
| بدھ | ۱۷ | ۲۳ | ۴ | ۴ | ۴۱ | ۶ |
| جمعرات | ۱۸ | ۲۴ | ۵ | ۴ | ۴۰ | ۶ |
| جمعہ | ۱۹ | ۲۵ | ۶ | ۴ | ۳۹ | ۶ |
| ہفتہ | ۲۰ | ۲۶ | ۷ | ۴ | ۳۸ | ۶ |
| اتوار | ۲۱ | ۲۷ | ۷ | ۴ | ۳۷ | ۶ |
| پیر | ۲۲ | ۲۸ | ۸ | ۴ | ۳۶ | ۶ |
| منگل | ۲۳ | ۲۹ | ۹ | ۴ | ۳۴ | ۶ |
| بدھ | ۲۴ | ۳۰ | ۱۰ | ۴ | ۳۳ | ۶ |
| جمعرات | ۲۵ | ۳۱ | ۱۰ | ۴ | ۳۲ | ۶ |
| جمعہ | ۲۶ | یکم ستمبر | ۱۱ | ۴ | ۳۱ | ۶ |
| ہفتہ | ۲۷ | ۲ | ۱۳ | ۴ | ۳۰ | ۶ |
| اتوار | ۲۸ | ۳ | ۱۴ | ۴ | ۲۹ | ۶ |
| پیر | ۲۹ | ۴ | ۱۴ | ۴ | ۲۸ | ۶ |
| منگل | ۳۰ | ۵ | ۱۵ | ۴ | ۲۷ | ۶ |

### روزہ رکھنے کی نیت
وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

### روزہ افطار کرنے کی نیت
اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔

(بشکریہ مشرق ۴ر اگست ۱۹۷۸ء)

---

[illegible] سے زیادہ بزرگ

[illegible] زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

# قرآن کریم کے پڑھنے سے
## انسان کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے

حضرت امیر مرحوم نے فرمایا:

"اس کا انحصار اس توجہ پر ہے جس سے انسان اس خدا کے کلام کو پڑھتا ہے...... قرآن کریم کے بے بہا علوم کے خزانے قیامت تک جاری رہیں گے۔ یہ ایسا سمندر ہے جس کا دروازہ کسی انسان کے لئے بند نہیں۔ مگر اس کے اندر سے قیمتی اشیاء کو حاصل کرنے کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم کس قدر جد و جہد ان کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔

میں اپنے احباب کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا کی مشکلات کا حل قرآن کریم سے کرنے کی کوشش کریں۔ ان مشکلات پر غور کرو اور پھر قرآن کریم پر غور کرو۔ بطور اصول اس بات کو مدِنظر رکھو کہ دنیا کی مشکلات کا حل خدا پر ایمان میں ہے۔ اور خدا پر ایمان جس قدر قرآن کریم سے پیدا ہوتا ہے اور کسی چیز سے پیدا نہیں ہوتا......

قرآن کا صحیح علم اس وقت خصوصیت سے آپ کی جماعت پر کھولا گیا ہے ——— اور یہ برکت درحقیقت اس وجود کی ہے جس کے قدموں میں بیٹھ کر یہ قرآن کا علم ہمیں حاصل ہوا۔ اس نے ہمیں صحیح راستہ پر ڈالا۔ صحیح علم کے لئے دماغی توازن ضروری ہے۔ اور یہ خدا کا فضل ہے کہ اس جماعت کا دماغی توازن قائم ہے۔ اور اسی لئے حضرت صاحب کا علمی ورثہ اس چھوٹی سی جماعت میں ہے۔ اور ایک بڑی جماعت نے ایک طرف تو غلو کیا اور دوسری طرف پیری مریدی کے باعث اس کا دماغی توازن قائم نہ رہا اور یہ شکایت خود ان کے قائد کو ہے کہ ان کی جماعت کا دماغی توازن درست نہیں......

آپ لوگ قرآن کریم کو پڑھیں۔ سوچ کر اور غور سے پڑھیں۔ خدا تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کسی کو وہ علم دے دے جس سے مخلوق کو فائدہ پہنچے........

دوسرا کام قرآن کریم کو پہنچانا ہے۔ جس میں تم میں سے ہر ایک چھوٹا ہو یا بڑا شامل ہو سکتا ہے۔ کام جو چاہو کرو۔ مگر زندگی کی غرض یہی ٹھہراؤ۔"

(مجاہد کبیر۔ صفحہ ۳۰۷)

---

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۹ر اگست ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۳۲

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۳

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## تاثیراتِ روزہ و حضرت مسیح موعودؑ کا التزام صوم

ایک مرتبہ ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر ملک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کرکے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندانِ نبوت ہے، اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجا لاؤں۔ میں نے رؤیا مذکورہ بالا کے موافق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا التزام کیا۔ اس اثناء میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔ بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔

ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسین و علی رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی۔ غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب طوالت ہے اور علاوہ اس کے انوارِ روحانی تمثلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقتِ تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے تھے۔ جن میں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوتی جیسا کہ اس کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔

میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور روزہ کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا۔ اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھ سے ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔ اس سے باہر نکل۔ اس طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ ماں باپ کی طرح رحم کرکے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے۔ مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں۔ اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔

انسان کو واجب ہے کہ اپنے آپ پر شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے۔ کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے، اور خدا کی شفقت جنت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں خود گرنا چاہتا ہے اسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا ہے۔ اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ اسلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اس کا انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمت کی فکر خود کرتے تو واللہ یعصمک من الناس کی آیت نازل نہ ہوتی حفاظتِ الٰہی کا یہی سر ہے۔ (فتاوی احمدیہ)

---

فراموشت شد اے قوم احادیث نبیؐ اللہ
کہ نزد ہر صدی کے مصلح [illegible]

# روزہ کے فوائد اور برکات

## ایمان کے بڑھانے اور اخلاقِ فاضلہ پیدا کرنے والا مہینہ

فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

**رمضان کے فضائل** } یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ٥ (تا آخر رکوع)

اس رکوع میں روزے کا حکم ہے اور روزے کے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے متعلق بڑی مفصل ہدایات دی ہیں۔ اور اپنے عمل سے اس قدر زور اس پر دیا ہے اور اتنے فضائل بیان فرمائے ہیں کہ جن کی انتہا نہیں۔ فرمایا اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء و فتحت ابواب الرحمت۔ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا چاند دیکھتے تو بلال رض کو حکم دیتے کہ اعلان کر دے کہ ان یقوموا کہ رات کو قیام کریں اور دن کو روزے رکھیں۔

**غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ** } ایک دفعہ رمضان میں فرمایا کہ یہ مہینہ بڑا مبارک ہے۔ یہ شھر الصبر ہے۔ یہ محنت۔ مشقت اور صبر سکھاتا ہے۔ یہ شھر المواساۃ ہے اس میں غریبوں کے ساتھ ہمدردی سکھائی گئی ہے۔ روزہ رکھو اور غریبوں کی بھوک محسوس کرو۔ اور ان کے ساتھ ہمدردی کرو اور انکو کھانا دو۔

**روزہ میں اللہ تعالےٰ پر ایمان** } فرمایا من صام رمضان ایمانا و احتسابا۔ جو شخص رمضان کے مہینہ میں روزے رکھے گا یہ یقین کرکے کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری بہتری کے لئے اس کا حکم دیا ہے اور یہ شریعت کے زبردست ارکان میں سے ہے۔ اللہ نے حکم دیا ہے اور اس کے پیغمبر نے تاکید کی ہے یہ ایماناً ہے۔ اور احتسابا یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ اس کے اندر بڑی بہتریاں ہیں۔ بڑی بھلائی کی باتیں ہیں۔ صرف اس لئے نہیں کہ خدا کا حکم ہے۔ بلکہ یہ عرفان بھی ہو کہ یہ ہمارے فائدہ کے لئے ہے۔ یہ دونوں باتیں ایک وقت میں ہوں کہ ایمان کی لذت کو محسوس کرتے ہوئے اور اس کے فوائد پر یقین رکھتے ہوئے روزہ رکھے تو فرمایا غفر لہ ذنبہ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑا اعلان ہے۔ اپنی قوم کو بلند کرنے کے لئے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ تم پاکیزہ ہو جاؤ۔

**روزہ بدیوں سے بچانے کے لئے ہے** } پھر فرمایا الصوم جنۃ۔ روزہ ایک ڈھال ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ جھوٹ سے ہمیں بچاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر بھی نہیں چھوڑتا تو خدا کو کیا حاجت ہے کہ وہ کسی کو بھوکا رکھے۔ من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ یہ بڑی زبردست عبادت ہے قوم کو بنانے کے لئے۔ اپنی خواہشات پر قابو پانے کے لئے روزہ بڑا زبردست ہتھیار ہے۔ چاہیئے کہ روزہ رکھ کر ہماری زبان پاک ہو جائے۔ غیبت سے ہر قسم کی بُری باتوں سے۔

**موجودہ زمانہ کی ایک بڑی لعنت** } اور سب سے بڑی لعنت جو موجودہ زمانہ کی سوسائٹی میں پائی جاتی ہے اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔ نوکروں کو گالی دینا اس زمانہ میں بہت عام ہو چکا ہے۔ اس سے باز آ جاؤ۔ اپنے بچوں کو گالی دینے سے باز آ جاؤ۔ اکرموا اولادکم اپنی اولاد کی عزت کرو۔ رسول اللہ صلعم نے اس شخص کو بہت پسند کیا ہے جو اپنے مملوک سے کہے کہ لاؤ تمہارا بوجھ ہلکا کر دوں یعنے اس کا کچھ کام خود کر دے۔

**یورپ کی بربادکن تہذیب اور روزہ** } یورپ کی ان تہذیبوں میں جو انسان کے اخلاق کو برباد کرنے والی ہیں، ایک بڑا زبردست حملہ ہمارے کان پر، ہماری آنکھ پر کیا گیا ہے۔ کان اور آنکھ کے ذریعہ یہ سوسائٹی انسان کے اخلاق کو تباہ کرکے رکھ دیتی ہے۔ اس کا زہر ہماری آنکھ اور ہمارے کان کے ذریعہ سے دل تک پہنچتا ہے۔ اور اگر دل پر اثر کر جائے تو انسان کے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ ہمارے کان اور ہماری آنکھ اس تہذیب کا اثر ہمارے دل تک نہ پہنچائے۔ روزہ کے ذریعہ سے ان کی حفاظت کرنا مسلمان کو سکھایا ہے۔ پس چاہیئے کہ روزہ ایک رسم کے طور پر نہ رکھا جائے بلکہ وہ ولولہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں پیدا کیا اس کو اپنے اندر لے کر روزہ رکھو۔ (اس لئے فلم بینی، فحش گانوں کے سننے سے بچا جائے اور قرآن پاک اور اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے اور اس کو سنا جائے۔)

**روزہ کا طریق شروع سے آج تک سب ممالک میں ایک ہے۔**

بے شک آج سے چودہ سو سال پہلے روزہ کا جو حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور جس طرح عرب میں اس وقت لوگ روزہ رکھتے تھے آج بھی اسی طرح سے دنیا کے سب ملکوں میں رکھے جاتے ہیں۔ (یہ اسلام کے دین میں یکسانیت کی دلیل ہے)

**مسلمان کے لئے فخر** } کس قدر فخر ہے ایک مسلمان کے لئے کہ چودہ سو سال گذر جاتے ہیں۔ آج بھی وہی مذہب ہے۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔ روسی بھی اسی طرح روزہ رکھتے ہیں جس طرح عرب یا شامی یا چینی اور ہندوستانی مسلمان۔ روس میں ہمارے ایک دوست تھے۔ انہوں نے بتایا کہ بالکل وہی طرز روزہ رکھنے کی ہے جو دوسرے اسلامی ممالک میں ہے۔

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۱)

مکرم جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ اسلام آباد

# جماعتِ احمدیہ کا کام اور اس کی اہمیت

جناب الٰہی قرآن کریم میں فرماتے ہیں :۔

(۱) ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ (اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں۔ اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (آلعمران۔ ۱۰۳)

(۲) یاایھاالذین اٰمنوا اتقوااللہ وکونوا مع الصّٰدقین (اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کا تقویٰ کرو۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (التوبہ۔ ۱۱۹)

(۳) ........ و تعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ واتقوااللہ۔ انّ اللہ شدید العقاب۔ (اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ بیشک اللہ (بدی کی) سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔ (المائدہ ۔ ۳)

(۴) ترجمہ:۔ اور ان (منافقین) میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہم کو اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور صدقہ دیں گے۔ اور ہم ضرور نیکو کاروں میں سے ہوں گے۔ پھر جب اس نے ان کو اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور پھر گئے اور وہ اعراض کرنے والے ہیں۔ سو اس نے ان کو اس کی سزا دی (یہ دی کہ) ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اس دن تک کہ وہ اُسے ملیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی جو اس سے وعدہ کیا تھا اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ (سورۃ التوبہ۔ ۷۵ تا ۷۷)

(۵) حدیثِ نبویؐ:۔ جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔

**مجدّد چودھویں صدی ہجری**} حضرت مرزا غلام احمد صاحب (قادیانی) کی پیدائش ۱۸۳۵ء کے قریب ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار اپنے علاقہ کے رئیس شمار ہوتے تھے۔ اس لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تعلیم و تربیت (زمانے کے لحاظ سے) اچھی ہوئی۔ مگر آپ کا رجحان طبیعت بچپن سے ہی مذہب اور عبادت اور ذکرِ الٰہی کی طرف تھا۔ اور خدمتِ دین کا شوق تھا۔ بالآخر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں مجدّد دینِ اسلام مقرر فرمایا۔

حضور نے ۱۸۸۵ء میں ایک اشتہار کے ذریعے اس کا اعلان فرمایا۔ مگر لوگوں سے بیعت لینے کی اجازت الٰہی آپ کو دسمبر ۱۸۸۸ء میں ملی۔ (جبکہ آپ کو الہام ہوا۔ قرآنی آیت (جو حضرت نوحؑ کے متعلق نازل ہوئی تھی) اس کا ترجمہ یہ ہے :۔

" خدا پر بھروسہ کر اور ہماری آنکھوں کے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر۔"

کشتی سے مراد جماعت تھی۔ اور بیعت کے متعلق الہام ہوا۔ ترجمہ:" بے شک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔"

یہ وہ آیت قرآنی ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔

**جماعت کی ضرورت**} قرآنی حکم کے ماتحت خدمتِ دین اور اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنانے کا ارادہ حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی مفید مستقل کام بغیر جماعت کا نظام قائم کئے نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری جماعتوں سے تمیز کرنے کو اس کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ (جو آنحضرت صلعم کے جمالی نام احمدؐ کی مناسبت سے تھا) رکھا۔ آپ کو ایک شعر الہام ہوا تھا :۔

بر تر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(اپنے نام غلام احمد کی طرف اشارہ ہے)

۱۸۹۰ء میں حضرت مرزا صاحب پر خدا کی طرف سے انکشاف ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو مسیح موعود (بموجب حدیث آنحضرت صلعم) آنے والا ہے وہ تو (مرزا صاحب) ہے۔ اس اعلان کے بعد احمدیت کے برخلاف ملک بھر میں مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کفر کے فتوے لگائے گئے۔ یہ لمبی کہانی ہے جو سلسلہ کے لٹریچر میں پڑھی جا سکتی ہے۔

اکتوبر ۱۹۰۰ء میں آپ دہلی تشریف لے گئے تھے۔ وہاں ایک مولوی صاحب اور چند مسلمان طلباء نے سوال کیا کہ ہم لوگ نمازیں پڑھتے ہیں قرآن اور رسُول کو مانتے ہیں۔ آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا جسے مختصراً یہاں بیان کیا جاتا ہے :۔

" انسان جو کچھ اللہ تعالےٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے سب موجب معصیت ہو جاتا ہے۔ ایک ادنیٰ سپاہی سرکار کی طرف سے کوئی پروانہ لے کر آتا ہے تو اس کی بات نہ ماننے والا مجرم قرار دیا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے۔ مجازی حکام کا یہ حال ہے تو احکم الحاکمین کی طرف سے آنے والے کی بے عزتی اور بے قدری کرنا کس قدر عدول حکمی اللہ تعالےٰ کی ہے۔ خدا تعالےٰ غیور ہے۔ اس نے اپنی مصلحت کے مطابق عین ضرورت کے وقت بگڑی ہوئی صدی کے سر پر ایک آدمی بھیجا۔ تاکہ وہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے۔ اس کے تمام مصالح کو پاؤں کے نیچے کچلنا ایک بڑا گناہ ہے........ اسلام کے برخلاف جو کچھ شائع ہوتا ہے اگر سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک بڑا پہاڑ بنتا ہے۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ گویا ان میں جان ہی نہیں۔ اور سب کے سب مر گئے ہیں۔ اس وقت اگر خدا بھی خاموش رہے تو پھر کیا حال ہوگا۔ خدا کا ایک حملہ انسان کے ہزار حملوں سے بڑھ کر ہے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اس سے دین کا بول بالا ہو جائے ..... خدا کا مذہب جبر کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام نے کبھی پہلے

بھی پیش دستی نہیں کی۔ جب بہت ظلم صحابہؓ پر ہوا تو دشمنوں کو دفع کرنے کے واسطے (جہادِ سیفی) کیا گیا۔ خدا کی حکمت کے ماتحت کسی کی دانائی نہیں۔ ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اس معاملہ میں دُعا کرے اور دیکھے کہ اس وقت اسلام کو کیا ضرورت ہے یا نہیں۔ جسم پر غالب آنا کوئی شئے نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دِلوں کو فتح کیا جائے۔ میں نے کوئی بات قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف نہیں کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔“ (مجددِ اعظم صہ ۱۰۳۹)

## خدا کے خلیفہ کی جانشین

حضرت اقدسؑ کی زندگی کے حالات پڑھنے ہوں تو مجددِ اعظم (ہر سہ جلد) ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت اقدسؑ نے اپنی زندگی کے آخری حصّہ میں ایک صدر انجمن احمدیہ (قادیان) کی بنیاد رکھی۔ اور بعد میں یہ لکھ کر دے گئے

## کہ انجمن خُدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔

اور حضورؑ کی وفات کے بعد ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا اور انجمن کے فیصلے کثرت رائے سے ہوں گے (دیکھو مجددِ اعظم صہ ۱۰۷۲)
مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اسی پر عملدرآمد رہا۔ ان کی وفات کے بعد میاں محمود احمد صاحب نے اختیار سنبھالتے ہی یہ سب نظام درہم برہم کر دیا۔ اور خلیفہ کو مطاع الکل بنا دیا گیا۔ جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح مسلک پر چلنے والے اصحاب نے لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد ڈالی۔ واضح رہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے چودہ ممبر تھے۔ مولانا نورالدینؓ کی وفات کے بعد تیرہ باقی ماندہ ممبروں میں سے سات (نصف سے زائد) لاہور انجمن سے وابستہ تھے۔ جماعت لاہور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتی تھی اور ختم نبوت (صلعم) پر سختی سے یقین رکھتی تھی۔ اور ہمیشہ اس کا یہی وطیرہ رہا۔

مسلمانوں میں صائب الرائے لوگ لاہوری جماعت کو نہ صرف مسلمان بلکہ خادمِ اسلام اور مبلغ اسلام جماعت سمجھتے تھے۔ مگر عرصہ بعد مخالفین سلسلہ احمدیت نے زور پکڑا اور مخالف علماء کے بھڑکانے سے دونوں جماعتوں (ربوہ اور لاہور) کے برخلاف ایجی ٹیشن بڑھتی گئی۔ اور پولیٹیکل چالوں کے ماتحت بالآخر ۱۹۷۴ء میں قانوناً ان دونوں جماعتوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ اور یہ قدغن جاری ہے۔

ے نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی میرے صیاد کی ہے

ہمارا ایمان ہے کہ احکم الحاکمین خُدا وقت آنے پر اپنا جلال اور انصاف دکھلائے گا اور حق بحق دار رسید پر عمل ہوگا۔

ے قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اسکا بھید نہ پائے

## جماعت کی موجودہ حالت

اس قانونی کارروائی سے جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں پر مختلف اثرات ظاہر ہوئے ہیں:۔

(۱) کچھ لوگ جن کا ایمان کمزور تھا وہ مقامی اور سوشل حالات سے گھبرا کر اور ڈر کر جماعت سے الگ ہو گئے۔ اگر سمجھانے اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے پر بھی وہ اپنے فعل سے پشیمان نہیں تو ان کا معاملہ خُدا کے ساتھ ہے۔ ہاں اگر اُن میں بعض دشمنانِ سلسلہ سے مل کر سلسلہ کی مخالفت پر اُتر آئیں تو اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک فرمان ہے جو کہ آپ نے ڈاکٹر عبدالحکیم کے ارتداد پر اور پھر سلسلہ کی مخالفت کرنے پر فرمایا تھا:۔

”اس لئے میں اپنی تمام جماعت کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس سے بکُلّی قطع تعلق کر لیں۔ اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں ایسا شخص ہرگز میری جماعت میں سے نہیں ہوگا۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین آمین آمین۔“

(۲) کچھ جماعت کے افراد نے دوغلی چال چلی۔ ایک طرف غیر احمدی مسلمانوں میں اپنا وقار رکھنے کو ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ دوسری طرف احمدیوں سے ملنے پر جتلایا کہ وہ تو صحیح مسلک پر قائم ہیں۔ بعض نے اخبارات میں اپنی برئیت کے سلسلہ میں اشتہارات تک بھی دیدیئے۔ یہ منافقت ہے اور ایسے لوگ خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ اُن سے بچ کر رہنا چاہیئے۔

(۳) کچھ جماعت کے افراد (ان میں گورنمنٹ اور پبلک انسٹی ٹیوشنز کے ملازمین زیادہ ہیں) جنہوں نے چُپ سادھ لی ہے۔ اپنے عقائد کو مشتہر نہیں کرتے۔ اور انجمن احمدیہ کو چندہ دینا اور اس کے کاموں میں دلچسپی لینا بھی چھوڑ دیا ہے۔ ان کو اپنے روزگار یا سوشل تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ وہ کس حد تک مجبور ہیں اور ان کی اصل ذہنی حالت کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ممکن ہے حالات موافق ہونے پر وہ پھر سے سنبھل جائیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

(۴) پھر اُن مؤمنین اور متقین کا گروہ ہے جن کا ایمان پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ وہ کھلے بندوں جماعت کے کاموں میں (جو کہ اشاعت اسلام اور خدمتِ دین ہے) حصّہ لیتے ہیں۔ اور جو صبر اور دُعا سے کام لیتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی برکت اور رحمت کو جماعت کے لئے کھینچیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## تلاشِ گم گشتہ

کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک اس کے افراد باہمی اتحاد و سلوک اور نظام کے ساتھ کام نہ کریں۔ اور جس مسلک پر ان کو لگایا گیا ہے۔ اس پر صبر اور دُعا اور استقلال سے گامزن نہ ہوں۔ حضرت اقدس نے ”الوصیت“ میں فرمایا ہے:۔

”اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو۔ **سب میرے بعد مل کر کرو۔**“

خود حضرت اقدس نے انجمن (احمدیہ) کو اپنا جانشین قرار دیا ہے۔ اور شوریٰ سے تمام امور طے کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جو فیصلہ ہو اس پر تمام نیک نیت اور سنجیدہ مزاج احمدی مردوں اور عورتوں کو عمل کرنا ہی کامیابی اور فلاح کی راہ ہے۔ اشاعتِ اسلام

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۲)

سرگرمیوں اور تحریکات کے بارے ضرور لکھتے رہیئے۔ قابلِ اشاعت تحریرات ہم شکریہ کے ساتھ اپنے رسائل میں شامل کرتے رہیں گے — انشاء اللہ۔ والسلام۔

---

**گھانا جنوبی افریقہ** سے مس نالی مولوی لکھتی ہیں :—

" محترم القدر! السلام مسنون۔

میں گھانا ایسے دُور دراز علاقہ سے تحریری طور پر باعث زحمت ہوں۔ امید ہے آپ خیریت سے ہونگے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو خدمتِ دینِ اسلام کا زیادہ سے موقعہ عطا فرمائے۔ گذارش آنکہ مجھے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کریم از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی ضرورت ہے۔ میں اس کا ہدیہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں طالبہ ہوں قرآن کریم میرے نصاب کا حصہ ہے۔ دو تین ماہ بعد میں گھانا سے باہر چلی جاؤں گی۔ مجھے قرآن کریم اس سے پہلے موصول ہو جائے تو بہتر ہے۔ اُمید ہے فوری توجہ دے کر شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔ اللہ تعالےٰ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔ اور حضرت امیر مولانا صدرالدین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو کام والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ ان کی خدمت میں میرے نیاز پہنچا دیں۔

**الجواب :—**

ہم آپ کی زحمت فرمائی کے شکر گذار ہیں۔ آپ کی دُعا کا شکریہ۔ حسب طلب ترجمہ و تفسیر قرآن ارسال ہے۔ امید ہے آپ کو بروقت مل جائے گا۔ حضرت مولانا محمد علی رحؒ نے اپنی شاہکار تفسیر قرآن کے ذریعہ اسلام کو اکنافِ عالم میں متعارف کروایا ہے۔ ان کی یہ خدمات بارگہ الہٰی میں ضرور مقبول و مشرف ہونگی اور حضرت ممدوح کی بلند درجات کی باعث بھی۔ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں آپ کا سلام پیش کر رہے ہیں۔

آپ کو چند اسلامی کتب بھی ارسال کی جا رہی ہیں۔ حاصل مطالعہ سے مطلع کریں۔ کوئی کارِ خدمت ہو تو ہمیں ضرور یاد کیجئے۔

---

**ریاستہائے متحدہ** امریکہ سے امیر آف کمیونیکیشن جناب حسین عبدالملک لکھتے ہیں :—

" السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب گرامی ملا پڑھ کر دل کو رُوحانی سرور حاصل ہوا۔ مجھے آپ ایسے حضرات پر رشک آتا ہے کہ آپ بڑی ایثار و قربانی اور استحکام و استقامت کے ساتھ خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ مجھے آپ کی ارسال کردہ کتُب موصول نہیں ہوئیں۔ مشرقی دُنیا کے ایسے مسلمان بھائیوں کے پتہ جات خط و کتابت ارسال کرکے شکریہ کا موقعہ دیں، جو مجھ سے قلمی رابطہ قائم کرنے کے خواہاں ہوں یا ان کو میرا پتہ مرحمت فرما دیجئے۔ میں اپنے ملک کے اخبارات کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ ان میں سے میرے مشرقی مسلم بھائیوں کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں اور غلط بیانیاں ہوتی ہیں۔ میں نے قرآن کریم میں پڑھا ہے کہ اپنے مسلم مومن بھائیوں کے بارے میں کافروں کی الزام تراشیوں پر کان نہ دھرو بلکہ مومنوں کی فلاح و بہبودی کی فکر کرو۔ میں آئندہ قریبی سالوں میں حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انشاء اللہ، اللہ تعالےٰ مجھے اس کی توفیق بخشے۔

میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مسلم بھائیوں کے کچھ پتہ جات حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس سفر میں ان کی رہنمائی مجھے حاصل رہے اور ان سے صحیح صحیح معلومات حاصل ہوسکیں، جو میرے علم میں اضافہ کا موجب ہوں۔ اگر مشرق سے کوئی مسلم بھائی سیر و تفریح کی غرض سے میرے وطن آنا چاہیں تو مجھے ان کی خدمت کرتے ہوئے از حد خوشی ہوگی اور میں ان کے سفر کو خوشگوار، دلچسپ اور معلومات افزاء بنانے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالےٰ آپ کے اشاعت و تبلیغ کے نیک کام میں برکت ڈالے۔ ادارہ کے بزرگان کی خدمت میں میرے نیاز پیش کر دیں۔ والسلام۔

**الجواب :—**

آپ کو ہمارے خط سے خوشی حاصل ہوتی ہے یہ آپ کی کرم نوازی ہے۔ خدماتِ دینیہ کے لئے ایثار و قربانی کا یہ جذبہ و ذوق اس زمانہ کے مامورِ الٰہی کا پیدا کردہ ہے۔ اس مامور نے الٰہی منشاء و رضا کے تحت اُمت مسلمہ میں سے ولتکن منکم امۃ الخ کی اتباع میں ایک جماعت بنائی اور جماعت نے اسلام کی راہ میں ہر قسم کی ایثار و قربانی کے نہایت شاندار مثالیں قائم کی ہیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ہم اسی ایثار و قربانی کی بدولت اسلام کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ خدا کرے! آپ کی دعائیں قبول ہوں اور ہمیں خدمت دینِ اسلام کا زیادہ سے زیادہ موقعہ ملے۔ ہم آپ کو کتُب بھجوادی ہیں۔ ترسیل ڈاک میں کچھ وقت لگتا ہے بے فکر رہیئے انشاء اللہ آپ کو مل جائیں گی۔ ہم مشرقی دنیا سے تعلق رکھنے والے مسلم بھائی آپ سے خط و کتابت کرتے ہوئے دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اُمید ہے آپ قلمی رابطہ برقرار رکھیں گے۔ مغربی پریس نے اسلام اور اُمت اسلامیہ کے بارے میں کبھی کلمہ خیر نہیں کہا۔ اطلاعات کے تمام ذرائع سے اہلِ مغرب نے اسلام دُشمنی کا بھرپور اظہار کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں۔ تاہم اس صدی میں مغرب کی اسلام دشمنی کا جس نے کما حقہٗ مسکت و مدلل جواب دیا وہ صرف اور صرف احمدیہ جماعت ہے۔ اس نے عقل و علم، مذہب و سائنس اور فلسفہ و حکمت اور دعاوی کے تمام وسائل کے حوالہ سے اسلام کی مدافعت و حفاظت کی اور اس کی صداقت و حقانیت کا سکہ بٹھایا اور دینِ اسلام کی عظمت دیگر مذاہب عالم پر ثابت کی۔ الحمدللہ بتوفیقہٖ تعالےٰ اب بھی یہ جماعت اپنے اس مقدس مشن کو سنبھالے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو فریضۂ حج کی سعادت عطا فرمائے۔ اس مبارک موقعہ پر آپ اسلام کے غلبہ اور اُمت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بعد ازاں آپ پاکستان تشریف لا کر ہمیں میزبانی کی عزت بخشیں تو ہماری حوصلہ افزائی ہوگی۔ یہاں آپ مشرقی بھائیوں سے ملاقات کر سکیں گے۔ اور آپ کی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ یہاں کے احباب آپ سے مل کر نہایت خوش ہوں گے۔ اپنے پروگرام سے ضرور مطلع فرمائیں۔ آپ کی پُر خلوص دُعاؤں کا شکریہ، بزرگانِ جماعت کی خدمت میں آپ کے سلام پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو رہی ہے ؛

گاہے گاہے باز خواں.....

# اخلاقِ نبویؐ کی ایک نمایاں خصوصیت

## تعمیرِ قومی کا راز ——— اپنوں کی قدردانی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی لاتعداد دلربا خصوصیات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضورؐ اپنوں کی بڑی قدر دانی کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خدا تعالےٰ کی صفت شاکر سے اپنے تئیں رنگین کر رکھا تھا۔ جس طرح خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی سعی کی قدردانی کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ستودہ صفات ذات جو صفت الشاکر کی مظہر اتم تھی بندگانِ الٰہی کی سعی کی قدر دانی کر کے ان کو اپنے جذبۂ عشق و محبت میں محو کر دیتی تھی۔

حضورؐ کا اعتقاد تھا کہ وہ شخص جو بندگانِ الٰہی کی سعی یا احسان کی قدر دانی نہیں کرتا گویا وہ خدا تعالےٰ کے انعامات کی قدر دانی نہیں کرتا۔ فرمایا لا یشکر اللّٰہ من لا یشکر النّاس۔ حضورؐ نے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ جیسا کہ حضورؐ ہر اُس بات پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔ جو ان کی زبانِ مبارک سے نکلتی تھی۔ یا جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ان کے عمل کا ذکر شروع کیا جاتا ہے جو خود ہی اس مضمون کو واضح کرتا ہے اور مزید دلچسپی کا موجب ہے۔

ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صرف بڑے آدمیوں ہی کی قدردانی نہیں کی بلکہ حضورؐ نے چھوٹے آدمیوں کی بھی قدردانی کی صہیب و بلالؓ، سلمانؓ وغیرہ غیر وطنیوں میں سے تھے۔ مسافر و بیکس تھے۔ زیدؓ اور یاسرؓ اگرچہ عرب تھے لیکن بہت کم حیثیت تھے۔

زید تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دام دے کر خریدا ہوا تھا۔ جن کو انہوں نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؐ نے انکو آزاد کر دیا۔ زیدؓ پر حضورؐ کے کرموں کا بڑا اثر تھا۔ اور عشق و محبت میں یہاں تک ترقی کر گئے تھے کہ جب ان کے والد اور دوسرے رشتہ داروں نے حضرت کے حضورؐ میں آکر درخواست کی کہ زید کو اجازت مرحمت فرمائیے کہ وہ ہمارے ساتھ اپنے وطن میں چلا جائے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں اس کو پورا اختیار دیتا ہوں اگر وہ چاہے تو اپنے بزرگوں کے ساتھ وطن چلا جائے۔

اس پر زیدؓ نے کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم جو محبت میرے ساتھ رکھتے ہیں اور جو احسانات میرے اُوپر کرتے ہیں وہ ماں باپ کی محبت اور کرم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ اس لئے میں حضورؐ کی خدمت میں رہنے کو ماں باپ کے ساتھ چلا جانے پر ترجیح دیتا ہوں۔ حضورؐ نے اس کے صلہ میں زیدؓ کے متعلق فرمایا کہ زیدؓ میرے اہلِ بیت میں سے شمار ہوگا۔ حضورؐ جو فرماتے تھے وہ صرف دل خوش کُن الفاظ نہ ہوتے تھے بلکہ ہر ایک شخص یقین کرتا تھا کہ یہ حقیقت ہوتی ہے۔

چنانچہ حضورؐ نے اپنے شاہی خاندان کی لڑکی اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کی شادی زیدؓ سے کر دی۔ پھر ان کے کمالات کی قدر دانی یہاں تک کی کہ ان کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور ان کے بیٹے اسامہؓ کو بھی فوج کا کمانڈر مقرر فرمایا۔ فتح مکّہ کے دن اسامہؓ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ حضورؐ کے ساتھ ایک ہی اونٹنی پر سوار تھے۔

بلالؓ کی شکل و شباہت کا نقشہ لفظ حبشی سے سامنے آجاتا ہے وہ مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کے سفید رنگ عربوں کی نظر میں نہ جچتا تھا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم نے ان کو مؤذّن مقرر کرنے کے علاوہ اپنے گھر کے تمام امور کا اختیار دے رکھا تھا اور بلالؓ کی نسبت فرمایا انی اسمع دق نعلیک بین یدی فی الجنۃ کہ تو جنّت میں میرے آگے آگے چلے گا اور یہ امر ایسا یقینی ہے کہ میں تیرے پاؤں کی آہٹ سُن رہا ہوں۔

سلمان فارسیؓ سے اس قدر محبّت فرماتے تھے کہ ایک دن اُن کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ آخری زمانہ میں سلمانؓ کی نسل سے ایک انسان پیدا ہوگا۔ اگر ایمان ثریّا پر بھی اُٹھ گیا ہوگا تو لنا لہ رجل من ابناء فارس۔

الغرض حضور تمام غریب الوطنوں اور غریب مزاج انسانوں سے محبّت کرتے تھے، اور اسی کرم کی تائید میں ایک آیت شریفہ اُتری ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ۔ ان غرباء کو اس آیت کے نزول نے اور بھی معزز کر دیا اور وہ فخر سے اس بات کا ذکر کرتے تھے کہ ہمارے حق میں یہ آیت اُتری اور فخر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے تعلقات کا یوں ذکر کرتے تھے:۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقعد معنا حتی تمس رکبتنا رکبتیہ وکان یقول معکم المحیا و معکم الممات۔ یعنی حضورؐ ہم میں مل کر بیٹھا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ لگ جاتے تھے حتیٰ کہ ہمارے گھٹنے حضورؐ کے گھٹنوں سے مَس کرتے تھے۔ اور حضورؐ فرماتے تھے میرا مرنا اور جینا تمہارے ہی ساتھ ہوگا۔

اسی طرح حضورؐ کے کرم اور طبیعت کے حسن کی بات سُنئے۔ حضرت انسؓ نے حضورؐ کی دس سال خدمت کی۔ وہ کہتے ہیں حضورؐ نے اس دس سال کے عرصہ میں مجھے کسی امر پر ملامت نہیں کی اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا اور میری خدمت کی وجہ سے میری والدہ کا احترام کرتے تھے اور میرے چھوٹے بھائی سے محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرا بھائی آیا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھا ما فعل النغیر۔ تیری چڑیا کا کیا حال ہے؟ اس سے اس کا دل باغ باغ ہوگیا۔ اور خود ہمارے دلوں پر کیفیت طاری ہوگئی۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی حضورؐ نے ان کو بھلایا نہیں ان کی سہیلیوں کی بھی قدر کرتے تھے۔ ان کو گوشت وغیرہ بطور تحفہ بھیجتے رہتے تھے۔ اس پر حضرت عائشہؓ رشک کرتی تھیں اور ایک دفعہ کہنے لگیں کہ میں ابوبکرؓ کی لڑکی ہوں باکرہ، نوجوان، سیرت و صورت میں ہر طرح ترجیح کے قابل ہوں لیکن آپ مری ہوئی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ خدیجہؓ نے مجھے اس وقت مانا جبکہ میرا ماننے والا کوئی نہ تھا اور مال سے اس وقت میری مدد کی جبکہ میں نادار تھا۔

یہ وفا اور قدر دانی جو ایک وفات یافتہ خاتون کے متعلق بھی حضرتؐ کے اعمال سے ظاہر ہوتی تھی زندوں کے اعتماد کو بڑھاتی اور ان کی گرویدگی کو دوچند کر دیتی تھی۔ خود حضرت عائشہؓ کی جو قدر دانی حضورؐ نے کی وہ تمام مسلمانوں پر عیاں ہے۔ حضرت عائشہ کی ہمشیرہ اسماءؓ بنت ابوبکرؓ کا بھی بڑا احترام کرتے تھے۔

اُمّہات المؤمنین میں سے ہر ایک کی گواہی ہے کہ حضورؐ اس قسم کے شوہر تھے کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔ اگر قریشی بیویاں خوش ہیں تو مصر کی مریمؓ جو پہلے عیسائی تھیں وہ بھی خوش ہیں، اور خیبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

فون: ۵۳۷۳۷

# پیغامِ صلح

لاہور
پاکستان

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

- رجسٹرڈ ایل نمبر: ۸۳۸
- تار کا پتہ
- تبلیغ لاہور

سالانہ چندہ
- پاک و ہند سے: پندرہ روپے
- بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
(علاوہ محصول ڈاک)

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۴


## ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## لَا تَايْئَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

### دُعا، گناہوں سے باز رکھنے میں تریاق کا کام دیتی ہے

گناہ کرنے والا اپنے گناہ کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دُعا سے ہرگز باز نہ رہے۔ دُعا تریاق ہے۔ آخر دُعاؤں سے دیکھ لیگا کہ گناہ اسے کیسا بُرا لگنے لگتا ہے۔ جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دُعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات سے منکر ہو جاتے ہیں۔ یہ توبہ کی حقیقت ہے اور یہ بیعت کی جزو کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ جب وہ بیعت کرتا ہے اور ایسے کے ہاتھ پر جسے اللہ تعالیٰ نے وہ تبدیلی بخشی ہو۔ تو جیسے درخت میں پیوند لگانے سے خاصیت بدل جاتی ہے، اسی طرح سے اس پیوند سے بھی اس میں وہ فیوض اور انوار آنے لگتے ہیں۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ سچا تعلق ہو۔ خشک شاخ کی طرح نہ ہو۔ اس کی شاخ ہو کر پیوند ہو جاوے۔ جس قدر یہ نسبت ہو گی اسی قدر فائدہ ہو گا۔ بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی۔ ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی وقت حصہ دار ہو گا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے۔ منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے آخر بے ایمان رہے۔ ان کو سچی محبت اور اخلاص پیدا نہ ہوا اس لئے ظاہری لا الٰہ الا اللہ ان کے کام نہ آیا۔ تو ان تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔ اگر ان تعلقات کو وہ نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے۔ محبت اور اخلاص کا تعلق بڑھانا چاہیئے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ اس انسان کے ہم رنگ ہو۔ طریقوں میں اور اعتقاد میں نفس لمبی عمر کے وعدے دیتا ہے۔ یہ دھوکا ہے۔ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہیئے اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہیئے۔

اس زندگی کے کل انفاس اگر دنیاوی کاموں میں گذر گئے تو آخرت کے لئے کیا ذخیرہ کیا۔ تہجد میں خاص کر اٹھو۔ اور شوق سے ادا کرو۔ درمیانی نمازوں میں بباعث ملازمت کے ابتلاء آ جاتا ہے۔ رازق اللہ تعالیٰ ہے نماز اپنے وقت پر ادا کرنی چاہیئے۔ ظہر و عصر کبھی کبھی جمع ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ضعیف لوگ ہوں گے۔ اس لئے یہ گنجائش رکھ دی۔ مگر یہ گنجائش تین نمازوں کے جمع کرنے میں نہیں ہو سکتی۔ جبکہ ملازمت میں اور دوسرے امور میں لوگ سزا پاتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے تکلیف اٹھا دیں تو کیا خوب ہے۔ جو لوگ راستبازی کے لئے تکلیف اور نقصان اٹھاتے ہیں وہ لوگوں کی نظروں میں مرغوب ہوتے ہیں اور یہ کام نبیوں اور صدیقوں کا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے دنیاوی نقصان اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے ذمہ نہیں رکھتا پورا اجر دیتا ہے۔ (البدر جلد ۷ صفحہ ۵ تا ۸)

---

## حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

### دوستوں سے ایک ضروری بات

رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہونیوالا ہے۔ احادیث میں اس کی بڑی تعریف آئی ہے اس عشرہ میں لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ ان ایام کو سب دوست قربِ الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے استعمال کریں۔ اور بڑی کثرت سے وہ دُعائیں کریں جو قرآن کریم میں سکھائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔

### خوب یاد رکھیں

جو شخص قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔ گویا وہ خدا کے وجود اور اسلام کی صداقت کا ایک ثبوت بن جاتا ہے۔ بے شک ان ایام میں دنیوی مقصد کے لئے بھی دعائیں کرو۔ لیکن

### سب سے زیادہ

رضاء الٰہی۔ قربِ الٰہی کے حصول اور غلبۂ اسلام کے سامانوں اور خدمتِ دین و اشاعت قرآن کریم کی توفیق کے لئے دُعائیں مانگو۔

از جناب الحاج ممتاز احمد فاروقی صاحب اسلام آباد

# رَبِّ اِنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ

ماہ جولائی ۱۹۷۸ء کے شروع میں کراچی میں رابطۂ مؤتمر عالم اسلامی کے زیر اہتمام پہلی اسلامی ایشیائی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں مختلف مشرقی ممالکِ اسلامیہ کے زعماء و علماء نے شرکت کی۔ اس مجلس کی کارروائیوں کی رپورٹ اخبارات۔ ریڈیو اور ٹی وی سے تمام ملک میں پیش کی گئی۔ اس کانفرنس کے ہال میں جابجا قرآنی آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا" کو بطور ماٹو (MATTO) لکھ کر لگایا گیا تھا۔

بڑی دھواں دھار تقریریں ہوئیں اور کئی ایک ریزولیوشن پاس کئے گئے اور اُمّت مسلمہ کی بقا کے لئے جن خطرات اور فتنوں کی نشاندہی کی گئی۔ اس میں سرفہرست بقول ان کے "قادیانی ازم" یا "احمدی ازم" ہے۔ اس کے متعلق جو ریزولیوشن پاس کیا گیا اس کی تفصیل بعض اخباروں میں بھی دی گئی۔ راولپنڈی سے طبع ہونے والے ۱۵ر جولائی ۱۹۷۸ء کے روز نامہ "جنگ" نے اپنے صفحہ اوّل پر اس کو درج کیا۔ میرے بھی پڑھنے میں آیا۔

ستمبر ۱۹۷۴ء میں قانوناً دونوں احمدی جماعتوں (ربوہ اور لاہور) کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تھا۔ احمدیہ انجمن اشاعت لاہور بھی ہی رہ گئی کہ ہم لوگ تو ۱۹۱۴ء سے کہتے چلے آتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔ اور اب کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آئے گا۔ اور ہم لوگوں نے بار بار کہا اور لکھا کہ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی۔ مجدد صد چہاردہم (ہجری) ہیں۔ اور آپ کو مسیح موعود اور مہدی معہود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا۔ مگر آپ کا مذہب ان کے ایک الہامی شعر کے مطابق۔ (اپنے نام غلام احمد کی مناسبت سے):—

برتر گمان و وہم سے احمد (صلعم) کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد مولوی نورالدین صاحب کے زمانے میں مسلمانوں میں صائب الرائے۔ تعلیم یافتہ اور سنجیدہ مزاج رکھنے والے بہت سے ایسے اشخاص تھے جو جماعت احمدیہ (قادیان) کو ایک خادمِ اسلام اور مبلغ اسلام جماعت مانتے تھے۔ خود ڈاکٹر اقبال نے ۱۹۱۱ء میں اپنے علیگڑھ کے ایک لیکچر میں کہا تھا کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی زندگی کا مشاہدہ کرنا ہو تو وہ قادیان کی جماعت میں نظر آئے گا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کی وفات کے بعد بیشمار اسلامی اخبارات اور مذہبی اور دنیاوی لیڈروں نے آپ کو نہ صرف مسلمان تسلیم کیا بلکہ حضرت اقدسؑ کی اسلامی خدمات کو سراہا۔

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ کے دو حصے ہو گئے۔ میاں بشیرالدین محمود احمد نے اپنے غالیانہ عقائد کے ماتحت تکفیر مسلمین۔ اور نبوت کے اجراء کا فتنہ کھڑا کیا۔ مگر حضرت اقدسؑ کے قریبی اصحاب میں سے کئی ایک نے (جن میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے باقیماندہ تیرہ ممبروں میں سے سات ممبر بھی شامل تھے) لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور قائم کی۔ اور انہوں نے ردِ تکفیر اہل قبلہ۔ اور ختم نبوت (آنحضرت صلعم) کے متعلق تقریر اور تحریر سے اپنے عقائد کا اعلان کیا۔ اور ثابت کیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا بھی یہی مذہب تھا۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے لاہور کی انجمن کے شروع کے سالانہ جلسوں میں لاہور مسلم اکابرین۔ مثلاً ڈاکٹر محمد اقبال (شاعرِ مشرق) شیخ عبدالقادر بیرسٹر (رسالہ مخزن کے ایڈیٹر)۔ غلام محی الدین قصوری۔ سر فضل حسین۔ عبدالمجید سالک (ایڈیٹر اخبار انقلاب) وغیرہم کو کسی نہ کسی وقت شامل ہو کر لیکچر سنتے دیکھا۔ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب (مترجم قرآن کریم) جماعت کے امیر قوم سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔

واضح ہو کہ **۱۹۱۴ء سے جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔** یہ کس قدر ظلم ہے کہ ایسی خادمِ اسلام جماعت کو علمائے دنیا کے پراپیگنڈا سے مرعوب ہو کر بھٹو کی گورنمنٹ نے قانوناً غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اب اسلامی ایشیائی کانفرنس نے جو ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ اس میں احمدیہ جماعت لاہور کو بھی دشمن اسلام جماعت قرار دیا گیا ہے۔ حج تو پہلے ہی بند کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کے قبرستان استعمال نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ مسجد بنانے پر بھی اعتراض ہوتا ہے۔ حالانکہ سورۃ کہف میں اصحاب کہف کے مسکن پر بھی مسجد بنانے کا ذکر ہے اور یہ واقعہ قبل از اسلام کا ہے۔ مگر اسلامی کانفرنس کے ریزولیوشن میں تو سماجی۔ اقتصادی۔ ثقافتی معاشی اور معاشرتی غرضیکہ مکمل بائیکاٹ کی تحریک کی گئی ہے:—

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھُٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

سینکڑوں مسلمان عیسائی ہو گئے۔ بعض ہندو بھی ہو گئے۔ مگر ان کا بائیکاٹ نہیں ہوا۔ برق گری تو بے چارے احمدیوں پر۔

اس مضمون کی سرخی میں حضرت نوحؑ کی وہ دعا ہے جو آپ نے بے بس ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور مانگی تھی۔ ربّ انی مغلوبٌ فانتصر۔ (اے میرے ربّ میں مغلوب کر دیا گیا ہوں (اور مظلوم ہوں) تو میری مدد کو آ") پھر جب خدائی مدد طوفان نوحؑ کی شکل میں آئی تو حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کے سوا سب کا صفایا کر دیا گیا۔

پھر جب حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر ہجرت کر رہے تھے اور دشمن تعاقب میں قریب آ گیا تو ان کے ساتھی گھبرا گئے کہ "اے موسیٰؑ ہم پکڑے گئے"۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کلا ان معی ربی سیھدین۔ (ہرگز نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ ہمیں بچا لے گا) پھر کیا ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کشفی رنگ میں اپنی جماعت پر ابتلاء آنے کی خبر دے دی گئی تھی۔ آپ نے جہاں اپنی جماعت سے دعائیں کیں ہیں۔ ان میں ایک الہامی دعا بھی شامل ہے:—

"............ اے ازلی ابدی خدا۔ میری مدد کو آ
زمین فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی ہے"

(تذکرہ صفحہ ۴۶۲-۴۶۳-سوئم ایڈیشن)

پھر حضرت نوحؑ والی دعا بھی بتلائی گئی:—

"ربّ انی مغلوبٌ فانتصر"

(تذکرہ - صفحہ نمبر ۹۱)

حضرت اقدس لکھتے ہیں :-

"حیرت کی بات ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور باغ کی طرف جاتا ہوں اور میں اکیلا ہوں۔ سامنے سے ایک لشکر نکلا جس کا یہ ارادہ ہے کہ ہمارے باغ کو کاٹ دے۔ مجھ پر اس کا کوئی خوف طاری نہیں ہوا۔ اور میرے دل میں یقین ہے کہ میں اکیلا ہی ان سب کے واسطے کافی ہوں۔ وہ لوگ اندر باغ میں چلے گئے اور ان کے پیچھے میں بھی چلا گیا۔ جب میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سب کے سب مرے پڑے ہیں۔ **اور ان کے سر اور ہاتھ اور پاؤں کاٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی کھالیں اُتری پڑی ہیں۔** تب خدا تعالےٰ کی قدرتوں کا نظارہ دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں رو پڑا کہ کس کا مقدور ہے کہ ایسا کر سکے۔ فرمایا اس لشکر سے ایسے ہی آدمی مراد ہیں۔ جو جماعت کو مرتد کرنا چاہتے ہیں اور ان کے عقیدوں کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے باغ کے درختوں کو کاٹ ڈالیں۔ خدا تعالےٰ اپنی قدرت نمائی کے ساتھ ان کو ناکام کرے گا اور ان کی تمام کوششوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ فرمایا یہ جو کچھ دیکھا گیا ہے کہ ان کا سر کٹا ہوا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اُن کا تمام گھمنڈ ٹوٹ جائے گا۔ اور ان کے تکبر اور نخوت کو پامال کیا جاوے گا۔ اور ہاتھ ایک ہتھیار ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان دُشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ ہاتھ کے کاٹے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے پاس مقابلہ کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔ اور پاؤں سے انسان شکست پانے کے وقت بھاگنے کا کام لے سکتا ہے لیکن ان کے پاؤں بھی کٹے ہوئے ہیں۔ جس سے مراد یہ ہے کہ ان کے واسطے کوئی جگہ فرار نہ ہوگی۔ اور یہ جو دیکھا گیا ہے کہ ان کی کھال بھی اُتری ہوئی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ان کے تمام پردے فاش ہو جائیں گے۔ اور ان کے عیوب ظاہر ہو جائیں گے۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۲۸)

؎ قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اسکا بھید نہ پاوے

(الہامی شعر حضرت اقدسؑ)

# "فطرانہ عید سعید"

## اس سال اڑھائی روپیہ فی کس ہوگا

عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے گھر کے ہر فرد کی طرف سے فطرانہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی بچہ اسی دن پیدا ہو تو اس کا فطرانہ بھی ادا کرنے کا حکم ہے اس دفعہ بھی اڑھائی روپیہ فی کس فطرانہ مقرر کیا گیا ہے۔ تمام احباب اپنی اپنی جماعتوں کے سیکرٹری اور محاسب صاحبان کو عید سے پہلے مقررہ شرح کے مطابق فطرانہ ادا کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

افسر تحصیل

# انگلستان میں تعمیر مسجد کی تجویز

ہمارے مرحوم و مغفور بزرگ جناب عزیز احمد صاحب (ٹرینیڈاڈ) نے چند سال قبل تحریک فرمائی تھی کہ انگلستان میں کسی موزوں جگہ پر جماعت احمدیہ لاہور مسجد تعمیر کرے جس کے لئے قطعہ زمین وہ خرید کر دیں گے اور تعمیر کے اخراجات میں بھی معتدبہ حصہ لیں گے۔ لیکن فوری طور پر مشن کے قیام کے لئے ایک تعمیر شدہ مکان لندن میں خرید لیا گیا اور یہ تجویز زیر غور رہی۔

اب ہماری لندن کی جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ ۶۸/۷/۲ میں فیصلہ کیا ہے کہ تعمیر مسجد کے منصوبہ کو دوبارہ ہاتھوں میں لیا جائے اور "مسجد فنڈ" کے لئے رقوم جمع کرنے کا کام شروع کر دیا جائے۔ اس اجلاس میں جو احباب و خواتین موجود تھے انہوں نے اسی وقت چھ صد پاؤنڈ کے وعدے لکھوا کر اس کی ابتدا کر دی اور اڑھائی صد پاؤنڈ مزید جمع ہو گئے اور یہ سلسلہ انشاءاللہ جاری رہیگا اور معقول رقم جمع ہو جانے پر قطعہ زمین خریدا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

تمام احباب اور جماعت ہائے سے جو بیرونی ممالک میں ہیں یا پاکستان میں ہیں درخواست ہے کہ وہ اس کارِ خیر میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں اور دل کھول کر خانۂ خدا کی تعمیر کے لئے اپنے اموال خرچ کریں۔ بیرونی جماعتیں براہ راست اپنے عطیات امام لندن مشن یا سیکرٹری یو کے جماعت کے نام "احمدیہ ہاؤس 56 لانگلے روڈ۔ ٹوٹنگ۔ لندن SW17" کے پتہ پر ارسال فرماویں اور پاکستانی احباب عطیہ جات محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام پر ارسال فرماویں۔

المعلن

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

# سپاسِ تعزیت

برادر عزیز منظور احمد بیگ مرحوم و مغفور کی وفات پر بہت سے احباب جماعت اور ہمارے کرم فرماؤں کی طرف سے تعزیتی خطوط اور ہمدردی کے پیغامات موصول ہوئے ہیں اور بعض جماعتوں نے تعزیتی قرار دادیں بھی ارسال کی ہیں۔ مرحوم کے اہل و عیال اور برادرانِ اکبر ان تمام احباب کے بے حد سپاس گذار ہیں اور ان کی ہمدردی کے لئے دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور مزید دعاؤں کے خواستگار ہیں۔ فرداً فرداً احباب کی خدمت میں خطوط نہیں لکھے جا سکے اس لئے بذریعہ "پیغام صلح" دوستوں کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ فجزاھم اللہ خیرا۔

مسعود بیگ۔ مسلم ٹاؤن لاہور
مقبول احمد بیگ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

# حقائق رُوحانیہ کا انکار یا اُنکو مادیت سے وابستہ و محدود کرنا۔ افراط و تفریط کی راہیں ہیں

## رُوحانی و مادی اُمور میں حقیقی تعلق و ہم آہنگی

## حضرت مجدد دوران کا معرکتہ الآرا بیان جس میں اُنہوں نے اُمور رُوحانیہ پر اپنی ذاتی شہادت و تجربہ کو پیش فرمایا

خُطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۱ راگست ۱۹۷۸ء مطابق ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ۔ فرمودہ حضرت ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ۔ جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربّی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً (سورۃ بنی اسرائیل)

تجھ سے رُوح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں کہدیجئے کہ رُوح کا معاملہ خُدا کے حکم سے ہے اور اس بارہ میں تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔

روح اور روحانی امور کے متعلق منکرین نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سوال کرتے تھے بلکہ آج کے زمانۂ علم و سائنس میں بھی روحانی اُمور سے انکار بشدت کیا جا رہا ہے۔ اس کا اصل باعث یہ ہے کہ موجودہ زمانہ مادی علوم کی ترقی کا زمانہ ہے۔ جس کا انحصار انسانی حواسِ ظاہری اور عقلی استدلال پر قائم ہے۔ لیکن اُمورِ رُوحانیہ کا تعلق مادی عالم کی بجائے ایک دیگر عالم یعنے رُوحانی عالم سے ہے جس کے لئے روحانی حواس کا ارتقاء بکار ہے۔

پس جب مادی علوم کے ماہرین اور ظاہری حواس کے محققین جن کو روحانی میدان میں کوئی دسترس حاصل نہیں ان کا انکار کر دیتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نابینا انسان سُورج کی روشنی کا منکر ہو۔ مگر ان لوگوں کے بر خلاف وہ لوگ ہیں جو رُوحانی حقائق کو تسلیم تو کرتے ہیں لیکن ان کی حقیقت کو بوجہ ظاہر پرستی کے مادیت تک محدود سمجھ لیتے ہیں۔ جب روحانی امور کو تسلیم کرنے والے ان اُمور کو مادی شکل میں محدود کر لیتے ہیں حالانکہ یہ ان کی سراسر اپنی غلطی یا نافہمی کی بناء پر ہوتا ہے تو منکرین روحانیت کے انکار کے لئے ایک اور دلیل اُنکے ہاتھ آ جاتی ہے اور وہ یہ یقین کر لیتے ہیں کہ جس طرح قائلین نے محض اپنے تصوّر سے انہیں مادی شکل دے رکھی ہے اسی کے مطابق جملہ رُوحانی اُمور محض توہم پرستانہ عقائد کا مجموعہ ہیں اور حقائق نہ ہونے کے باعث کسی صورت بھی قابلِ قبول نہیں۔

### اُمورِ رُوحانیہ کی تین صورتیں

اس آیت سے اگلی آیت میں قرآن کریم کے نزول کا ذکر ہے بلکہ وہ عالمگیر و بے مثل چیلنج منکرین کو دیا گیا ہے جو آج تک کسی کو قبول کرنے کی جُرأت نہیں ہو سکی۔ قل لئن اجتمعت الانس والجنّ علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیرا۔

کہدو اگر ان امور رُوحانیہ میں سے نزول کلامِ الٰہی کے بارہ میں تمہیں یہ شک ہے کہ قرآن کریم کسی بشر کا کلام ہے نہ کہ فرشتہ جبرائیل کے ذریعہ نازل شدہ خداوند عالم کا کلام تو پھر تم سب جنّ و انس اکٹھے ہو کر اس جیسا کلام بنا دو۔

تمہارا موقف یہ ہے کہ کوئی کلام خدا تعالےٰ کی طرف سے بصورت الفاظ کسی فرشتہ کے ذریعہ، قلب مقدّس و مطہر رسُول اللہؐ پر نازل نہیں ہوتا بلکہ یہ تمام بیان ایک بشر یعنی محمد رسول اللہؐ کے ذہن سے نکلا ہوا ہے تو پھر تم پر لازم ہے کہ اس کلام کی مثل بنا کر دکھلاؤ۔ کیونکہ جو کلام ایک انسان بنا سکتا ہے، اس جیسا کلام تمام انسان مل کر کیوں بنانے پر قدرت نہیں رکھتے۔ پس اگر باوجود تمام شدید مخالفانہ جدّ و جہد کے قرآن کی مثل کوئی کلام بنانے سے تم سب عاجز ہو تو کیا یہ امر یقینی نہیں کہ یہ بے مثل کلام منجانب اللہ ہی ہے؟

رُوحانیت اور علمِ غیب کی ایک صورت خُدا کے کلام کا کسی منتخب بندہ پر نزول ہے اور امورِ رُوحانیہ میں ایک قسم رُوحانی اُمور کی یہی کلامِ الٰہیہ کے نزول کی ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا نزل بہ الروح الامین علےٰ قلبك بلسان عربي مبین۔ قرآن کریم کو خدائے رب العلمین کی جانب سے رُوح الامین نے تیرے قلب پر عربی زبان میں نازل کیا ہے۔

یہاں سورۃ الشعراء میں نہایت وضاحت سے یہ فرمایا کہ فصیح عربی زبان میں یہ کلام حضرت جبرائیل نے تیرے قلب پر نازل کیا ہے۔ دوسری جگہ سورۃ شوریٰ میں اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے وکذالك اوحینا الیك روحا من امرنا۔ یقیناً ہم نے ہی اپنے کلام یعنی رُوح کو تجھ پر نازل فرمایا ہے۔

یہاں واضح طور پر کلامِ الٰہی کو خدائی رُوح کا نام دیا گیا ہے۔ اسی کے مانند انسان کے قلب میں ایمان و نیکی کے جو خیالات و جذبات موجزن ہوتے ہیں انہیں خدائی رُوح سے تشبیہ دی گئی ہے نفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ سٰجدین۔ جب کسی بشر میں میری طرف سے نفخ رُوح ہو تو تم اس کی فرمانبرداری میں لگ جاؤ۔ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ۔ پھر ہم اپنی رُوح نفخ کرتے ہیں اور تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل بناتے۔

ملائکہ کو حکم ہے کہ وہ اس انسان کامل کی اطاعت کریں جس میں کامل طور پر خدائی رُوح جلوہ گر ہو چکی ہو۔ پھر ایسی رُوح کو نئے حواس عطا کئے جاتے ہیں جن سے اسے اُمورِ رُوحانیہ کا علم ہوتا

جو دوسرے عالم سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور یہی کامل رُوح خُدا تعالیٰ سے کامل تعلق پکڑ کر فنا فی اللہ کا رنگ اختیار کر لیتی ہے نیز اسی روحانی حیات سے حیات بعد الموت کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ پس منکرین کے اس سوال میں کہ رُوح کیا شئے ہے در اصل تین امور روحانیہ سے متعلق سوالات ہیں (۱) نزول کلام خدا کی حقیقت کیا ہے؟ (۲) انسانی جسم میں مادی اعضا سے الگ رُوح اور اس کی کیفیت کیا ہے؟ (۳) یہ کہ حیات بعد الممات میں رُوحانی اُمور کی حقیقت کیا ہے؟

## حضرت مسیح موعودؑ کے لیکچر "تعلیم اسلام کی فلاسفی" میں رُوحانی معارف کے حقائق۔

۱۸۹۶ء میں بعض اکابرین علمائے لاہور نے یہ تجویز کیا کہ پانچ بنیادی امورِ دینیہ کے بارہ میں سوال بنا کر جملہ مذاہب کے چوٹی کے علماء کو ان سوالوں کے جوابات دینے کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ جو سوالات تجویز ہوئے، ان میں یہ بھی تھے :—

(۱) انسان کے جسمانی اخلاقی اور رُوحانی پہلوؤں کا باہمی تعلق۔

(۲) حیات بعد الممات میں نعم و آلامِ نار کی حقیقت۔

(۳) حصولِ علم کے ذرائع۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ان سوالات [illegible] ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے جوابات سے بہتر اور کسی نے نہیں دیئے۔ آپ عالم روحانی کے بارہ میں نہ صرف صحیح صحیح معلومات رکھتے تھے بلکہ آپ ان کوچوں سے فی الواقعہ آشنا تھے۔ آپ کے فرمودات نہ صرف از قبیل کوشیدن بلکہ از قبیل جوشیدن ہیں۔ کیونکہ آپ کو وہ باطنی حواس دیئے گئے تھے جو اس غیر مرئی غیر مادی عالم کے حقائق سے واقفیت حاصل کر سکتے تھے اس لئے ان باطنی معاملات میں آپ کا دیا ہوا علم اپنے ذاتی تجربہ و مشاہدہ کا علم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سوالات کے جوابات لکھ کر جب اپنے احباب کو سُناتے اور ایک صاحب نے رائے دی کہ اس سے بہتر مضمون چاہئے تو اس پر رُوحانی توجہ کرنے سے آپ کو خدا تعالےٰ نے یہ علمِ غیب دیا کہ :—

### "مضمون بالا تر رہا"

چنانچہ آپ نے اس خدائی علم غیب کی بات کو قبل از لیکچر شائع کر دیا۔ قابلِ غور بات ہے کہ ابھی میدانِ مذاکرہ قائم نہیں ہوا نہ ہی کسی انسان کو یہ علم ہے کہ دوسرے صاحب نے ان سوالات پر کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ادھر ایک مرید کو کھٹکا ہے کہ معلوم نہیں وہاں کیسے کیسے عالی مضامین پڑھے جائیں گے۔ مگر آپ اپنے خدائی علم کے تحت سارے ملک میں یہ اشتہار شائع کر دیتے ہیں کہ "ہمارا مضمون ہی غالب رہے گا"

پھر امر واقعہ میں اس علم غیب کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ نہ صرف جُملہ جج صاحبان، بلکہ جُملہ سامعین اور جُملہ اخبارات نے متفقہ طور پر علانیہ یہ رائے دی کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا مضمون ہی غالب رہا۔ اور مسلمانوں نے تو یہ کہا کہ **حضرت مرزا صاحبؑ نے اس مذاکرہ میں اسلام کی لاج رکھ لی کیونکہ اگر آپ کا مضمون نہ ہوتا تو ایک غیر مسلم کا مضمون اوّل نمبر پر قرار دیا جاتا۔** دیگر مسلمان علماء میں سے از روحانی اُمور پر کماحقہٗ توضیح کی توفیق کسی کو نہ مل سکی۔ اس کی وجہ عیاں ہے جیسے عرض کیا گیا آپ کے رُوحانی حواس بیدار تھے اور رُوح خدا تعالےٰ سے تعلق کے باعث کامل روشن تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ زمانہ حال کے منکرین امورِ رُوحانیہ کے مقابل آپ اپنے ذاتی تجربہ و شہادت کو بہترین طور پر بیان نہ کرتے۔ کیا ہی سچی بات ہے کہ اس غیر مادی عالم کی کیفیات کا صحیح علم وہی شخص بتلانے پر قادر ہو سکتا ہے جو خود اس عالم کا شاہد و بینا ہو۔ چنانچہ جو کوئی امورِ رُوحانیہ قرآنیہ کا صحیح علم و معرفت چاہے اُسے حضرت اقدسؑ کے دامنِ فیوض سے وابستہ ہونا لازم ہے۔

آپ نے اپنے اس بیان میں اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ انسانی رُوح باہر سے نہیں آتی بلکہ اسی جسم کے اندر سے اس کا ارتقاء ہوتا ہے۔ اس کی مثال آپ نے یہ دی ہے کہ جیسے دو پتھروں کے رگڑنے سے جو آگ نکلتی ہے وہ باہر سے نہیں آتی بلکہ پتھر کے اندر ہی مخفی موجود ہوتی ہے اور پھر رگڑنے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس کی دیگر مثالیں مقناطیسی کشش اور بجلی کی رو میں، نیز ایٹمی توانائی سے دی جا سکتی ہیں۔ پھر آپ نے جسم اور رُوح کے گہرے تعلق کو اس طرح ظاہر کیا ہے کہ جب روحانی کیفیت وارد ہو تو جسم پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً رنج و غم میں مبتلا شخص کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں اس کے برعکس اگر جسمانی رنگ میں (خواہ تکلّف سے ہی) خوشی کا اظہار ہو تو رُوح میں بھی خوشی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں جیسے تکلفاً ہنسنے سے باطن میں بھی خوشی کا پیدا ہونا لازم ہے۔

آج کل کی طبی تحقیقات نے تو جسم اور رُوح کے اس باہمی تعلق کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ اب یہ امر مسلم ہے کہ بعض روحانی یا ذہنی کیفیات سے جسمانی امراض پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً غم و فکر کرنے سے معدہ میں زخم پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی جسمانی عوارض سے ذہنی یا روحانی امراض پیدا ہوتی ہیں۔

## بدی اور نیکی یعنی اخلاق کی تعریف

آپ کے اس بیان میں ایک اور مشکل نکتہ کا نہایت سہل حل بتلایا ہے۔ مدتوں فلاسفر اس امر میں سرگرداں رہے کہ نیکی کی تعریف کیا ہے اور بدی کیا چیز ہے؟ حضرت اقدسؑ نے اپنے اس مضمون میں اس نکتہ معرفت کو نہایت آسانی و خوبی سے حل کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسان کو بعض صلاحیتیں دی گئی ہیں، جب ان کا استعمال برمحل و موقعہ اور صحیح مقدار میں ہو تو وہ نیکی ہیں لیکن جب کسی قوت کا استعمال بے محل و بے موقعہ یا ناجائز بطور اسراف کیا جائے تو وہی بدی بن جاتی ہے۔

اب اس تعریف کی رُو سے یہ لازم آتا ہے کہ انسانی صلاحیتوں کا برمحل صحیح مقدار میں استعمال نیکی ہے مگر ان کا بے محل و بے محابہ استعمال کیا جانا نقصان دہ ہے۔ تو اس طرح نیکی و بدی کے اختیار کرنے میں انسان کے نہ صرف ارادہ و عمل کا دخل ہے بلکہ اس کے علم و تمیز سے یہ بھی متعلق ہے۔ جب اضطراراً کوئی شخص کوئی فعل بجا لائے جس میں نہ اس کے علم و عقل کا دخل ہے نہ ہی اس کے ارادہ و مرضی کا تو ایسے اضطراری فعل کو اخلاق کہنا درست نہیں بلکہ اخلاق کا اطلاق اسی انسانی فعل پر ہوتا ہے جو عقل و تمیز کی ہدایت کے تحت انسان کی مرضی و ارادہ سے ظاہر ہو۔ اور یہ رُوحانی زندگی کی ابتداء ہے جس سے رُوحانی ارتقاء کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو بالآخر جنّت و دوزخ کے حقائق پر منتج ہوا ہے۔

نیز حضرت مسیح موعودؑ نے بالوضاحت اس امر کو بیان فرما دیا ہے کہ دوزخ و جنّت کے رُوحانی اُمور اسی دُنیا سے شروع ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ نہایت واضح نہیں ہوتے۔ مگر ان کا احساس اسی دُنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ نیز کامل مؤمن کی جنّتی زندگی اسی دنیا میں اُسے مل جاتی ہے

البتہ ان رُوحانی حقائق کا پُورا پُورا انکشاف حیات ما بعد الموت میں ہی ہوگا۔ مادی حواس سے انسان رُوحانی امور کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ ان کے لئے رُوحانی حواس یا قویٰ کی ضرورت ہے جو جب کسی انسان کامل میں کماحقہٗ ترقی پذیر ہو جاتے ہیں تو وہ کامل شخص ان روحانی حقائق کا شاہد و بینا بن جاتا ہے۔ اس کے نزدیک دوسرے غیر مرئی عالم کے حقائق اس عالم کے مادی حقائق سے بھی زیادہ یقینی و قابل وثوق ہوتے ہیں۔ ایسے ہی کامل یقین کا یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ نہ صرف خود مرد کامل مومن کے اپنے قلب صافی پر ان امورِ روحانیہ کا یقین محکم ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے سامعین اور مصاحبین کے قلوب کو بھی ایسے ہی یقین کامل سے سرشار کیا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے اس لیکچر میں دوسرے عالم رُوحانی کی جو کیفیات جنت و دوزخ بیان فرمائی ہیں وہ اس قدر مبنی بر حقیقت اور سرور و کیف سے بھری ہوئی ہیں کہ اس سے زیادت تصوّر میں نہیں آ سکتی۔ یہاں صرف ایک دو نمونے بطور مثال دیئے جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں دُنیا کی محبّت و آز کو آگ جہنّم سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ چنانچہ صاف صاف الفاظ میں یُوں ارشاد ہوا۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ جو شخص مال دنیا سے ایسی محبت لگاتا ہے کہ وہ یہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ مال و دولت اسے ہمیشگی کی زندگی عطا کرنے والا ہے اور وہ اپنے جمع شدہ مال کو گنتا رہتا ہے اور ایسے کرنے میں سرور محسوس کرتا ہے، تو یہ در اصل اس کی فاش غلطی ہے۔ جب جُدائی یا موت کا وقت اس کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب اسے کوئی طاقت اس کے پیارے جمع شدہ مال سے وابستہ رکھ نہیں سکتی تو یہ وہ گھڑیاں ہوتی ہیں جب اس کے دل پر حسرت و حرمان کی آگ کے شعلے موجزن ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس مقام پر نہایت وضاحت سے اُمور رُوحانیت یعنی دلوں کے حرمان و حسرت کو نار سے مشابہت دی ہے جس سے واضح یہ کرنا ہے کہ رُوحانی حقائق مادی اُمور نہیں مگر انہیں مادی الفاظ میں بیان کر کے ان حقائق کی حقیقت سے آگاہ کرنا مراد ہے۔ اسی طرح باہمی تنازعہ و تفرقہ کو قرآن کریم نے صاف الفاظ میں نار سے تشبیہہ دی ہے جہاں فرمایا:۔

"ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔
خدا کی نعمت کو یاد کرو کہ کس طرح تمہیں اخوت روحانیہ میں منسلک کر دیا۔ تو تم مثل بھائیوں کے رشتہ محبت میں منسلک ہو گئے اور کیا تمہیں یہ بات بھول گئی ہے کہ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے پھر تمہیں اس سے نجات دی؟"

اب اس آیت میں جہاں تفرقہ و تنازعہ کو جہنم کی آگ قرار دیا ہے اس سے نجات دلانے کی نعمت کو پیش کیا تو وہیں رُوحانی اخوت و محبت کے سلسلہ میں منسلک ہونے کو نعمت عظمیٰ یا جنتی زندگی سے تشبیہہ دی ہے۔

کیا ایسی واضح تشبیہات و تمثیلات کے ہوتے ہوئے جن کا انکار کوئی کٹر سے کٹر لفظ پرست شخص بھی نہیں کر سکتا ابھی یہ ماننے میں تامل ہے کہ امور رُوحانیہ جہاں غیر مرئی حقائق ہیں وہاں وہ غیر مادی بھی ہیں۔ ان روحانی امور کو درحقیقت خدائی کلام ہی کماحقہٗ بیان کر سکتا ہے اسی لئے رُوحانی امور کی شہادت اور حقیقت پر قرآن کریم نے اللہ تعالےٰ کے اپنے کلام کی گواہی کو پیش فرمایا ہے۔ ہاں یہ امر بھی بکلّی صحیح و درست ہے کہ ان رُوحانی حقائق پر جہاں کلام اللہ کی شہادت گواہ ہے وہاں ان اشخاص کی ذاتی گواہی جن پر خدائی کلام نازل ہوتا ہے بھی زبردست شہادت کا کام دیتی ہے لیکن جیسے کہ بیان ہُوا عالم رُوحانی کی جو جو کیفیات کامل مومنین اپنی ذاتی رؤیت و سماعت کی بناء پر بیان فرماتے ہیں وہ ان کے حواس رُوحانیہ کے ذریعہ انہیں حاصل ہوتے ہیں نہ کہ ان کے ظاہری جسمانی و مادی حواس کے ذریعہ۔ بلکہ حقیقی امر تو یہ ہے جس سے ابھی دُنیا بے خبر پڑی ہوئی ہے کہ ایسے کاملین مومنین کے مادی حواس جب ان پر رُوحانی کیفیات نازل ہوتی ہیں معطل ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ امرِ واقعہ ہے کہ نزولِ وحی یا مکاشفہ رحمانی کے وقت وہ شخص جس پر ایسی حالت وارد ہو ایک دوسرے عالم میں منتقل ہونے کی وجہ سے اپنے جسمانی یا مادی حواس سے کھویا جاتا ہے۔ یہ حالت ایسے گہرے استغراق اور محویت کی حالت ہُوا کرتی ہے کہ گویا وہ شخص دُنیا و ما فیہا سے بکلّی کھویا گیا اور بے تعلق ہو گیا ہے۔ جب تک ظاہرا حواس مختل و بےکار نہ ہو جائیں تب تک قوائے رُوحانیہ کی بیداری ممکن نہیں۔

احادیث میں یہ ذکر آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آنجناب کی حالت متغیّر ہو جاتی، جیسے مادی عالم سے کُلیتہً انقطاع ہو چکا ہے اور اگر آنحضورؐ کا سر کسی صحابیؓ کی ران پر ہوتا تو وہ بوجھ کے باعث محسوس کرتا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے گی۔

ایسی حالت انسان پر تب ہی وارد ہوتی ہے جب اس کے ظاہری حواس اور اعصاب اس کی رُوح سے کامل قطع تعلق کر لیں جسے غشی کی حالت قرار دیا جا سکتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے مادی محققین جن کو رُوحانیت کے عالم سے کچھ تعلق واسطہ نہیں جب ایسی حالت کے وُرود کا ذکر احادیث میں پڑھتے ہیں تو وہ اپنی جہالت و ناواقفی کی بناء پر اسے ذہنی مرض قرار دے لیتے ہیں جس کی پُر زور تردید قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے جیسے سورۃ نون کے ابتداء میں فرمایا:۔

"نٓ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون وان لک لاجرا غیر ممنون وانک لعلیٰ خلق عظیم"۔
یعنی یہ منکرین امورِ رُوحانیہ تیرے پر وارد حالت وحی و کشف کو بھی ذہنی مرض قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ تیرے لئے جو اجرِ عظیم یعنی کامیابی و فتح عظیم مقدر ہے کیا یہ بات کسی کے ذہنی مرض کی نشاندہی کرتی ہے یا کیا جن جن اخلاق عالیہ پر تو قائم و دائم ہے کیا ایسے اخلاق بھی کسی ایسے مریض انسان سے ظاہر ہو سکتے ہیں؟

---

**بچوں کی تربیت ——— بقیہ صفحہ ۱۱**

اور شعور ذمہ داری میں بدل جائے گا۔

اس احساس کے علاوہ دو چیزیں اور ہیں جن سے بچے اثر پذیر ہوتے ہیں، ایک تو والدین کا ذاتی نمونہ اور دوسرے تعلیم۔ بچے والدین کو صوم صلوٰۃ کے پابند راست گو اور دیانت دار پاتے ہیں ان کے ننھے قلوب میں بھی انہی خصوصیات کو پیدا کرنے کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

مکرم چوہدری شکر اللہ خان صاحب منصور رضا ایڈوکیٹ

# مَیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو اپنے دعویٰ ماموریت من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں

(گزشتہ سے پیوستہ)

## دعوےٰ نبوّت کے الزام کی بُنیاد

جیسا کہ میں دسویں وجہ میں لکھ چکا ہوں حضرت مرزا صاحبؑ کا اصل دعوےٰ یہ تھا کہ:-

(ا) آپ منجانب اللہ خدمت اسلام
کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔ اور

(ب) خدا تعالےٰ آپ کے ساتھ بکثرت
ہمکلام ہوتا ہے۔

اور اس منصب کو آپ نے مجدّد اور محدّث کے ناموں سے موسوم کیا۔ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت اور آئمہ و بزرگانِ دینِ اسلام کے اقوال سے مسلّم ہے کہ اولیاء اللہ و محدّثین اُمّت کو مکالمہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور چونکہ مکالمہ الٰہیہ کا یہ شرف نبوّت کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اس لئے حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی بعض تحریروں میں ولایت اور محدثیت کو جزوی نبوّت۔ نبوّتِ ناقصہ ظلّی نبوّت۔ مجازی نبوّت اور لغوی نبوّت وغیرہ اصطلاحات سے موسوم کیا اور اسی بناء پر بحیثیّت محدّث اپنے بعض اقوال میں جزئی۔ ناقص۔ ظلّی۔ مجازی اور لغوی نبوّت وغیرہ اصطلاحات سے موسوم کیا۔ اور اسی بناء پر بحیثیّت محدّث اپنے بعض اقوال میں جزئی۔ ناقص۔ ظلّی۔ مجازی اور لغوی معنیٰ اور مفہوم میں اپنے لئے نبی کا نام یا لفظ استعمال کیا۔ اس استعمال کو مخالف علماء نے دعوےٰ نبوّت کے الزام کی بنیاد بنایا اور اب تک بنا رکھا ہے۔ حالانکہ عوام الناس کو نہیں مگر ان عُلماء کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف سے نبی کے لفظ کا یہ استعمال حقیقی یا اصلی طور پر نہیں جس سے دعویٰ نبوّت مراد ہو بلکہ ایسے جزئی۔ ناقص۔ مجازی اور لغوی معنیٰ و مفہوم میں ہے جس میں گزشتہ آئمہ و بزرگانِ اسلام ہمیشہ سے استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔

## مخالف عُلماء کا جدید مؤقف

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے حضرت اقدسؑ نے علماء وقت سے بعض ایسے عقائد میں اختلاف کیا جو اسلام کے بنیادی اُصولوں سے متعلق نہیں تھے مگر علماءِ وقت ان کے بڑی پختگی سے قائل تھے۔ اس بناء پر ان کے دِلوں میں حضرت مرزا صاحبؑ کے لئے مخالفت۔ بغض و تعصّب کے جذبات پیدا ہوئے۔ جنہیں انہوں نے آپ کے خلاف کاذب اور کافر ہونے کے فتوے عائد کر کے تسکین دی۔ ان فتاوے کے ثبوت میں آپ کو نبوّت کا مُدّعی قرار دیا۔ اور دعویٰ نبوّت کا یہ الزام ثابت کرنے کے لئے ختم نبوّت کے متعلق ایک جدید مؤقف و نظریہ اپنایا۔ جو یہ ہے کہ:-

"جو شخص کسی بھی قسم کا یا کسی بھی معنیٰ
اور مفہوم میں نبی ہونے کا اقرار کرتے
یا دوسرے کو ایسا سمجھے وہ ختم نبوّت
کا منکر۔ نبوّت کا مُدّعی ہے اور اس
وجہ سے کافر۔ غیر مُسلم۔ اُمّتِ محمدیّہ
سے خارج ہے۔"

یہ نظریہ بالکل بے سند ہے۔ چودھویں صدی کے علماء کا خود ساختہ ہے۔ اور

(۱) محض حضرت مرزا صاحبؑ کو مُدّعی نبوّت
بنانے کے لئے اختراع کیا گیا ہے۔

(۲) تمام گذشتہ آئمہ۔ اولیاء اور بزرگانِ اسلام
کے عقائد و اقوال کے برخلاف ہے۔ اور

اس چودھویں صدی کے علماء کا خاص الخاص کارنامہ ہے جسے اس صدی کا گرما گرم۔ تازہ بتازہ

بالکل اچھوتا اور نیا نظریہ

کہنا چاہیئے۔ ہمیں اس کا کھلا اعتراف ہے اور ہمارے دوست کو بھی غالباً یہ اعتراف ضرور کرنا پڑے گا۔

## خطرناک نتائج

مجھے یہ اعتراف کرنے میں ہرگز کوئی عذر نہیں کہ علمائے موصوف کا ختم نبوّت کے بارے متذکرہ بالا "نیا عقیدہ" اگر صحیح ہے تو بلاشک حضرت مرزا صاحبؑ اور ان کے احمدی مرید

(۱) ختم نبوّت کے مُنکر اور نبوّت کے
مُدّعی ٹھہریں گے اور

(۲) اس بناء پر کافر غیر مُسلم۔ خارج از
اسلام قرار پائیں گے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس نئے عقیدہ کی مار اور ضرب کاری صرف حضرت مرزا صاحب اور ان کے مُرید احمدیوں تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ تیرہ سو سال گذشتہ میں پیدا ہونے والے تمام اولیاء۔ صوفیاء اور علماء اسلام اور ان کے جملہ معتقدین اس نئے عقیدہ کی تلوار بے نیام کے وار سے بے دریغ اور بے غور سے زخمی اور شکارِ بسمل بن جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اُن سب کو بھی

ختم نبوّت کا کھلا منکر

ہونے کی وجہ سے کافر۔ غیر مُسلم اور خارج از اسلام قرار دینا پڑے گا۔ کیونکہ وہ سب کے سب بھی چودھویں صدی کے ان علماء کے مقرر کردہ اس "گناہ اور قصور" میں حضرت مرزا صاحبؑ کے ساتھ پُورے شریک ہیں بلکہ

اوّلین گناہگار اور قصوروار

وہی بزرگ ہیں جو حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے گذرے اور مرزا صاحب نے ان کی متابعت کی۔ ہمارے دوست کو اگر پہلے معلوم نہیں تو اب سُن لیں۔

## (۱) حضرت مولانا رومؒ۔

مولانا موصوف اپنی مشہور مثنوی میں جس کے بارے کہا گیا ہے :— ؎

مثنویٔ مولویٔ معنوی + ہست قرآں در زبان پہلوی

پیر کو وقت کا نبی کہتے ہیں ؎

چوں بدادی دستِ خود در دستِ پیر
بہر حکمت کو علیم است و خبیر

- - - - - - - - - - - -

او نبیٔ وقت خویش است اے مرید
زانکہ نور نبی آید پدید
(دفتر پنجم)

## (۲) صاحب بحر العلوم

یہ صاحب مولانا روم کے اس شعر کی کہ :۔

مکر کن در کار نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

اس شعر میں نبوت سے مراد "مرتبہ ارشاد" ہے۔ یہ نبوت اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی جنہیں "الانبیاء الاولیاء" کہا جاتا ہے یعنی "امتی نبی"۔ اس مقام کو "نبوت مطلق" کہا جاتا ہے۔ اور یہ نبوت اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے جس کا مطلب خدا کی طرف سے "اخبار غیبیہ" پر اطلاع پانا ہے۔" (بحر العلوم دفتر پنجم)

## (۳) حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ

آپ فرمایا کرتے تھے :۔

"اوتی الانبیاء اسم النبوۃ و اوتینا اللقب"

یعنی انبیاء کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں نبوت کا لقب

اور یہ کہ :۔

"ان الحق تعالیٰ یخبر ذاتی سر اتونا بمعانی کلامہ و کلام رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم"

یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام کے معانی سے خبر دیتا ہے۔ اور :۔

"و یسمی صاحب ھذا المقام من انبیاء الاولیاء"

یعنی اس مقام والوں کو "انبیاء الاولیاء" (امتی نبی۔ ناقل) کا نام دیا گیا ہے اور :۔

"فغایتہ نبوتھم التعریف بالاحکام الشریعۃ حتیٰ لا یخطئو فیہا لا غیر"

یعنی ان کامل افراد امت "انبیاء الاولیاء" کی نبوت کی غایت یہ ہے کہ احکام شریعت کو سمجھیں یہاں تک کہ اس معاملہ میں خطا نہ ہو اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

(الیواقیت والجواہر از امام شعرانیؒ)

## (۴) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ

آپ نے فرمایا :۔

"و اما النبوۃ التشریع والرسالت فمنقطعہ فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا نبی بعدہ مشرعاً"

یعنی نبوت و رسالت تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ پس آپ کے بعد شریعت والا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور

"الا ان اللہ لطیف العباد و ابقی لھم النبوۃ العامۃ التی لا تشریع فیہا"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی کر کے نبوت عامہ جس میں شریعت نہ ہو ان میں باقی رہنے دی ہے۔

(فصوص الحکم)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

"فالولایۃ النبوۃ العامۃ و النبوۃ التی بھا التشریع النبوۃ الخاصۃ۔"

(فتوحات مکیہ)

یعنی ولایت نبوت عامہ ہے۔ اور شریعت والی نبوت، نبوت خاصہ۔ اور اسی کتاب میں دوسری جگہ حضرت سید عبد القادر جیلانی کے قول کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"و ان اراد رضی اللہ عنہ بالانبیاء ھنا انبیاء الاولیاء اھل النبوۃ العامہ۔" (فتوحات مکیہ)

یعنی حضرت عبد القادر جیلانی نے اس جگہ انبیاء سے انبیاء الاولیاء مراد لی ہے جو نبوت عامہ کے اہل ہوتے ہیں۔

## (۵) حضرت امام سید عبد الوہاب الشعرانیؒ

بحوالہ شیخ اکبر :۔

آپ نے دو احادیث کا ذکر کر کے ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عالم رؤیا میں دودھ کی صورت میں پایا اور دوسری یہ کہ جس نے قرآن کو حفظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کر دی گئی لکھا :۔

"فقد قامت بھذا النبوۃ بلا شک"

پس نبوت اس کے ساتھ قائم ہوئی۔

اور رؤیا کو اجزائے نبوت قرار دے کر امت کے لئے اس کا باقی رہنا لکھ کر فرمایا :۔

"فان مطلق النبوۃ لم یرتفع و انما ارتفع النبوۃ التشریع"

(الیواقیت والجواہر)

یعنی "مطلق نبوت" نہیں اٹھائی گئی صرف شریعت والی نبوت اٹھائی گئی ہے۔

## (۶) صاحب تفسیر روح المعانی

اس تفسیر میں لکھا ہے :۔

"ان النبوۃ عامہ و خاصہ۔ والذی لا ذوق لھم فیھا ھی الخاصۃ اعنی النبوۃ التشریع و اما النبوۃ العامہ فھی مستمرۃ ساریۃ فی اکابر الرجال غیر منقطعہ۔"

یعنی نبوت دو قسم کی ہے۔ نبوت عامہ اور نبوت خاصہ۔ وہ نبوت جس میں ہمارے لئے کوئی ذوق اور حصہ نہیں وہ نبوت خاصہ ہے یعنی نبوت تشریع مگر نبوت عامہ وہ اکابر رجال امت میں جاری و ساری ہے اور منقطع نہیں ہوئی۔

## (۷) جناب مولانا اشرف علی تھانوی صاحب

یہ مولانا لکھتے ہیں :۔

"رسالت اور نبوت یعنی نبوت تشریع اور رسالت تشریع تو منقطع ہو جاتی ہے اور ولایت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ اس کے

بعض شعب کو بعض نبوت تعریفی کہتے ہیں
یعنی اخبار عن الحقائق الغیبیہ"
(التنبیہ الطربی ص ۱۰۹)

اور پھر ایک دوسری کتاب میں حضرت شیخ اکبر کے اقوال کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

(۱) "پس معلوم ہوا کہ جس وحی کو شیخ باقی اور عام کہہ رہے ہیں وہ بمعنی الہام ہے جو اولیاء کو ہوتا ہے۔ شیخ اپنی اصطلاح میں اس کو وحی کہتے ہیں اور یہ اصطلاح لغت کے موافق ہے......... اسی طرح جس نبوت یا رسالت کو عام کہتے ہیں وہ بھی بمعنی لغوی ہے یعنی اخبار و تبلیغ نہ بمعنی حقیقی جس کو شیخ نبوت تشریع سے تعبیر کرتے ہیں۔"

(۲) "دیکھئے اس عبارت میں مطلق تبلیغ کو رسالت فرما دیا جیسا کہ بناء بر لغت بعض تفاسیر پر ملائکہ کو جن فرما دیا گیا ....... دیکھئے اس قول میں نبوت کو تمام مخلوقات کے لئے کیسے ثابت فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی بتلا دی کہ اخبار عن الشئ"

(۳) "جس طرح جن پر ملائکہ کا اطلاق اور ملائکہ پر جن کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح شیخ اپنی اصطلاح میں جو لغت کے قریب ہے نبوت و رسالت اور وحی کو معنی عام پر اطلاق کرتے ہیں........ پس جیسے اس عبارت میں عبد کے لئے الہیت کا حکم کر دیا بناءً علی الاصطلاح الخاص"

(۴) "شیخ اپنی اصطلاح میں مطلق الاخبار عن العلوم کو نبوت عامہ کہتے ہیں اور اس نبوت کے احکام مثل نبوت مشہورہ کے نہیں حتیٰ کہ اس کے علوم بھی قطعی نہیں ہوتے۔"
(الحل الحقوم لحقل فصوص الحکم)

## (۸) مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صدر جمعیتہ العلماء ہند دہلی۔

یہ مولانا دسویں صدی کی ایک کتاب "مجالس الابرار" کے حاشیہ پر حسب ذیل نوٹ لکھتے ہیں :-

"محدثین دال کی زبر سے محدث کی جمع ہے محدث اسے کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام خاص الہام کے ذریعے سے آئے۔ یہ لوگ بعض علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ کے نبی اور بعض کے نزدیک اعلےٰ درجہ کے ولی ہوتے ہیں۔"

## (۹) شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی۔

یہ مولانا اپنی کتاب الشہاب ص ۴ پر فرماتے ہیں :-

"شیخ اکبر نے اپنی خاص اصطلاح میں ولایت اور محدثیت کو نبوت غیر تشریعی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔"
(منقول از ٹریکٹ موسومہ "حضرات صوفیاء کرام و مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ کے خلاف مرزائیوں کا بہتان و افتراء" منجانب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور)

## (۱۰) جناب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند آپ لکھتے ہیں :-

"شیخ (محی الدین ابن عربی) نے ان دونوں عبارتوں میں ٹھیک اس عقیدہ کا اظہار فرمایا ہے جو جمہور امت اور تمام طائفہ صوفیاء کرام کی زبان سے آپ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا عہدۂ جلیلہ کسی کو عطا نہیں ہو سکتا بلکہ جس چیز کا نام عرف شرع میں نبوت ہے وہ بکلی منقطع ہو چکی ہے۔ البتہ کمالاتِ نبوت آپ کی امت کے افراد میں بہ نسبت امم سابقہ کے بھی زیادہ موجود ہیں۔ اس کا انکار نہ علمائے ظاہر کرتے ہیں اور نہ صوفیائے کرام۔ نیز ان عبارتوں سے شیخ کے اس کلام کی مراد بھی حل ہو گئی جو فتوحات کے بعض دوسرے مقامات میں درج ہے کہ نبوت بغیر تشریع کے باقی ہے۔ کیونکہ اس کلام کو ان عبارتوں کے ساتھ جوڑنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے کمالات نبوت اور مبشرات اور ولایت کو نبوت بغیر تشریع فرمایا ہے۔ ان عبارتوں میں یہ صاف اعلان کر دیا کہ جو نبوت بغیر تشریع ہو وہ نبوت نہیں کہلاتی بلکہ نبوت کا اطلاق اس وقت درست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوت جن میں تشریع بھی داخل ہے مکمل موجود ہوں۔ اس لئے اس عبارت کا حاصل تقریباً وہی ہوا جو کہ ایک حدیث کا مضمون ہے، جس میں ارشاد ہے کہ سچا خواب اجزائے نبوت میں سے ہے مگر کسی کے نزدیک اس کو نبوت نہیں کہتے۔ اسی طرح شیخ کے کلام میں جب ایک طرف یہ تصریح موجود ہے کہ تشریع اجزائے نبوت میں سے ہے اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ نبوت بغیر تشریع باقی ہے تو اس کا حاصل سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ کامل نبوت باقی نہیں بلکہ اجزائے نبوت باقی ہیں۔ جن کو نہ شرعاً نبوت کہا جا سکتا ہے اور نہ عرفاً اور نہ خود شیخ اکبر کی اصطلاح میں۔ کیونکہ وہ خود فرما چکے ہیں کہ جب تک جزو تشریع ساتھ نہ ہو اس وقت تک نبوت کا اطلاق جائز نہیں۔ یہاں سے مرزائیوں کے اس فریب کی بھی قلعی کھل گئی جو انہوں نے شیخ اکبر کے

کلام کی آڑ لے کر مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ شیخ اکبر غیر تشریعی نبوت کی بقاء کے قائل ہیں کیونکہ ابھی خود شیخ کی زبانی معلوم کر چکے ہیں کہ غیر تشریعی نبوت نبوت نہیں بلکہ بعض اجزائے نبوت ہیں۔ الغرض جن کی بقاء کے وہ قائل ہیں وہ نبوت نہیں اور جو نبوت ہے اس کی بقاء کے وہ قائل نہیں۔ اور یہی تمام اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اسی پر ایمان واجب ہے۔" (ختم نبوت حصہ سوم صہ ۳۱-۳۲)

نوٹ: یہاں مرزائیوں سے مولانا کی مراد قادیانی جماعت (ربوائی) کے لوگ ہیں جو کامل اور حقیقی نبوت کے بقا کے قائل ہیں اور اسی امر کے ثبوت میں شیخ اکبر کے قول کو پیش کیا کرتے ہیں جو فی الواقعہ غلط استدلال ہے۔ شیخ اکبر کا یہ قول ان کی تائید نہیں کرتا (ناقل)

## (۱۱) مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ لاہور

یہ مولانا لکھتے ہیں:—

"شیخ محی الدین ابن عربی کی یہی مراد ہے کہ نبوت ختم ہو گئی اور نبوت کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں۔ شیخ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ختم ہو گئی البتہ اس کے کچھ اجزاء اور کمالات اور مبشرات باقی ہیں جیسا کہ ذهبت النبوة و بقيت المبشرات سے ظاہر ہے۔ اور نبی اور نبوت کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ نبوت کے اجزاء جن میں تشریعی احکام بوحی ملکی بھی داخل ہے علی وجه الکمال والتمام متحقق نہ ہوں اور تشریعی احکام بوحی ملکی نبی اور مقام نبوت کے لئے لازم ہے۔ بغیر تشریع کے نبوت متحقق نہیں ہو سکتی۔ نبوت کا اصل دار و مدار تشریع پر ہے۔ جب تشریع نہ ہو تو نبوت بھی نہیں بلکہ وہ اجزائے نبوت ہیں جن کو اصطلاح صوفیاء میں ولایت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا شیخ اکبر کی طرف یہ نسبت کرنا کہ وہ غیر تشریعی نبوت کی بقاء کے قائل ہیں بالکل غلط ہے۔ ان کے نزدیک تشریع نبوت کا جزوِ لاینفک ہے۔ بغیر تشریع کے ان کے نزدیک نبوت ہی متحقق نہیں ہو سکتی.....

..... ولایت اور شریعت دونوں نبوت و رسالت کے دو شعبے ہیں اس لئے شیخ اکبر نے شعبۂ ولایت کو غیر تشریعی نبوت کے عنوان سے تعبیر کیا ہے اولیاء اُمت پر نبوت کے شعبہ ولایت کا انعکاس ہوا جس کو شیخ اکبر نبوت غیر تشریعی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔"

(مسک الختام فی ختم النبوة صفحہ ۶۱-۶۲-۶۹)

حضرت مرزا صاحب کے مخالف چودھویں صدی کے ان علماء کے متذکرہ نئے عقیدہ اور نظریہ کی حقیقت کے انکشاف اور اس سے پیدا شدہ اُلجھن کو صاف کر دینے کے لئے مسلمہ بزرگان اسلام اور علماء حضرات کے اقوال و تحریرات کے منقولہ بالا حوالوں کی گیارہ مثالیں کافی ہیں۔

ان سب اقوال اور تحریرات میں بالاتفاق مانا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ وہ نبوت جو انبیاء کو حاصل ہوتی تھی بلا شک قطعی اور غیر مشروط طور پر بعد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے ختم اور منقطع ہو گئی۔ اب کوئی شخص عہدۂ جلیلہ نبوت کے ساتھ دنیا میں نہیں آ سکتا مگر

(۱) ایک قسم کی نبوت ختم نہیں جسے

۱۔ مطلق نبوت
۲۔ نبوت عامہ
۳۔ نبوت تعریفی
۴۔ نبوت لغوی
۵۔ نبوت بغیر تشریع

کہا جاتا ہے اور جو ولایت و محدثیت ہی کے دوسرے نام ہیں۔ اس نبوت سے مراد صرف

۱۔ مرتبۂ ارشاد
۲۔ اخبارِ غیبیہ پر اطلاع
۳۔ اخبار عن العلوم
۴۔ تعریف بالاحکام شریعت
۵۔ اخبار عن الحقائق غیبیہ
۶۔ اخبار و تبلیغ
۷۔ اخبار عن الشئی

ہوتی ہے نہ کہ حقیقی اور کامل نبوت۔ لہٰذا بلحاظ نبوتِ انبیاء یہ نبوت نہیں بلکہ غیر نبوت ہوتی ہے۔

(۲) ختم نبوت کے بعد افرادِ کاملۂ اُمت کے لئے بعض اجزاء و کمالاتِ نبوت اور مبشرات یعنی اخبار عن الحقائق الغیبیہ و العلوم اللہ تعالیٰ نے باقی رکھے ہیں۔ اور جن افرادِ اُمت کو یہ اجزاء و کمالاتِ نبوت کے حصول کا شرف عطا ہوتا ہے انہیں محدّث کہا جاتا ہے۔ اور

(۳) ان اجزاء و کمالات کے معنی و مفہوم میں لغوی طور پر محدّث پر "نبی" کے نام یا لفظ کا استعمال اور

۱۔ ادنیٰ درجہ کا نبی یعنی "ناقص نبی"
۲۔ "الانبیاء الاولیاء یعنی اُمتی نبی"
۳۔ غیر تشریعی نبی

کی اصطلاحات کا اطلاق کیا جانا جائز و صحیح ہے کیونکہ اس سے ختم نبوت کا انکار یا دعویٰ نبوت لازم نہیں آتا۔ بلکہ صرف ولایت اور محدثیت کا دعویٰ ہی مراد ہوتا ہے۔

**شاہکارِ بطالت۔** اب ہمارے محترم و عزیز دوست حضرت مرزا صاحب کے مخالف علماء کے متذکرہ "نئے عقیدہ" اور نظریہ پر غور کریں جو یہ ہے کہ

وہ کسی بھی قسم کا یا کسی بھی معنی و مفہوم میں

نبی ہوتے یا کسی کو ایسا نبی سمجھے کا اقرار
ختمِ نبوّت کا انکار اور دعوئے نبوّت
کا ارتکاب ہے جس سے وہ شخص کافر
غیر مسلم ۔ خارج از اُمّت محمدیہ ہو جاتا ہے"
علمائے وقت کا یہ عقیدہ بڑی بڑی اہم خصوصیات کا حامل ہے۔ مثلاً:-

(۱) یہ چودھویں صدی کی نئی ایجاد ہے ۔
(۲) کلام اللہ قرآن کریم کی کسی آیت اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر مبنی نہیں ہے۔
(۳) اسے اپنانے میں کسی صحیح شرعی اصول کو مدِ نظر نہیں رکھا گیا۔
(۴) جوش و خروش میں سوچے سمجھے بغیر بڑی عجلت سے اختیار کر لیا گیا۔
(۵) اور بغرض خاص یعنے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اور اُن کے مرید احمدیوں کو غیر مُسلم خارج از اُمّت قرار دینے کے لئے وضع کیا گیا۔

اور انہی خصوصیات کے باعث یہ "نیا عقیدہ" ان تمام مسلّمہ علمائے اسلام اور علماء حضرات کو اپنی لپیٹ میں لے کر حضرت مرزا صاحبؑ اور ان کے مرید احمدیوں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے ۔ کیونکہ ان اقوال و عقائد اور تحریرات میں بھی وہی کچھ پایا جاتا ہے جو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں لکھا ہے ۔ ایک ذرّہ برابر فرق نظر نہیں آتا ۔ بس اب

(۱) یا تو موجودہ علماء کے اس "نئے عقیدہ" کو غلط قرار دیا جائے ۔
(۲) اور یا مسلّمہ بزرگانِ اسلام و علماء حضرات موصوفہ بالا کو حضرت مرزا صاحبؑ اور احمدیوں کے ساتھ غیر مسلم، خارج از اُمّت ٹھہرا دیا جائے۔

ہمارے دوست بتلائیں کہ ہم کونسی راہ اختیار کریں ۔ ہمارے یقین و ایمان کے مطابق آئمہ ۔ اولیاء ۔ صوفیاء اقوال منقولہ کی بناء پر ختم نبوت کے منکر یا نبوّت کے مدّعی ہرگز قرار نہیں دیئے جا سکتے اور نہ غیر مسلم اور خارج از اُمّت ۔ اس لئے ہم یہی کہہ سکتے اور مان سکتے ہیں کہ جو عقیدہ ان بزرگوں کو ان اقوال منقولہ کی بناء پر ختم نبوّت کے منکر یا نبوّت کے مدّعی ٹھہرائے وہ شاہکار بطالت ہے ۔ اور اسی بناء پر ہم یہ مانتے اور یقین کرتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو ختم نبوّت کا مُنکر یا نبوّت کا مدّعی قرار دینا غلط ہے بلکہ ظُلم اور زیادتی ہے ۔ کیونکہ آپ کے اقوال و تحریرات میں نبوّت یا نبی کے لفظ کا استعمال بھی بالکل اسی معنی و مفہوم میں ہے جس میں ان بزرگانِ اسلام موصوف نے اپنے اقوال و تحریرات میں کیا ہے ۔ اور ایسے استعمال کو جائز اور درست قرار دیا ہے ۔ آخر انصاف حق پرستی بھی کوئی شئے ہے کہ نہیں ؟

(باقی ——— آئندہ)

## درخواستِ دُعا

جماعت کی نہایت ہی محترم اور مخلص خاتون محترمہ آمنہ نعیم صاحبہ بنت خانبہادر میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور (جھنگ صدر) آج کل صاحبِ فراش ہیں اور وہ بزرگانِ جماعت سے دُعا کی خواستگار ہیں ۔ جملہ احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس مبارک مہینہ میں اس قابلِ قدر خاتون کی صحت کاملہ اور عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دُعا فرمادیں ۔

# بچّوں کی تربیّت کا فریضہ

## تربیّت کے متعلق چند باتیں

(ایک درویش کے قلم سے)

دنیا میں زندہ قومیں اپنے بچّوں اور نوجوانوں کی تربیّت پر جتنی توجّہ صرف کرتی ہیں ۔ ہر شخص جو تاریخِ اُمم سے واقف ہے بخوبی جانتا ہے کہ جس قوم میں بچّوں کی تعلیم و تربیّت کا فقدان ہے اور نوجوانوں کی صحیح رہنمائی نہیں کی جاتی ۔ وہ قوم دنیا میں کارہائے نمایاں نہیں کر سکتی ۔ اور نہ اپنے نقوش پیچھے چھوڑ سکتی ہے ۔ اور نہ جریدۂ عالم پر اپنا دوام ثبت کر سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ خداوند تعالیٰ کی منتخب شدہ جماعت ہے ۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے وجود سے ایک قوم کی رستگاری وابستہ نہیں بلکہ اقوامِ عالم کی رستگاری وابستہ ہے ۔ ایسی جماعت کو اپنے بچوّں اور نوجوانوں کی تربیّت کی طرف جتنی توجّہ مبذول کرنی چاہیئے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اگر آج تک اس طرف کسی خاص اہتمام سے توجّہ نہیں ہوئی تو ہمارے اس تساہل اور تغافل کو آنے والی نسلیں کبھی فراموش نہیں کر سکتیں ۔ اگر ہم باہر اپنی انفرادی اور اجتماعی تبلیغ سے پھیلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے سواد اور حلقہ کے اندر آئندہ نسل کو مضبوط کرنا چاہیئے ۔ وہ قوم جو باہر سے بڑھتی ہے اور اندر سے گھلتی ہے ۔ اسے کسی شاندار مستقبل کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

لیکن خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے بزرگ موجود ہیں جن کی نظروں سے یہ فریضہ اوجھل نہیں ۔ جس قوم کے افراد میں اپنی اولاد کے تحفظ اور تربیّت کے متعلق یہ رجحانات اور قلوب میں یہ کیفیّات ہوں ۔ وہ قوم اپنی ہستی سے شش جہات عالم میں ایک زلزلہ ڈال سکتی ہے ۔ اور دنیا میں ایک تغیّر عظیم پیدا کر سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ چند ایک زندہ خصوصیات اور اخلاقی محاسن کی حامل ہے ۔ اور اس جماعت نے حضرت امام عصرِ حاضر کی تربیّت سے ایک ایسا گروہ پیدا کیا ہے جو اپنی سرشت میں خالص اسلامی ہے ۔ لیکن ان خصوصیات اور اخلاقی محاسن کی بقاء کے لئے آئندہ نسل کی تربیّت اشد ضروری ہے ۔ اور ان اغراض و مقاصد کا قیام جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منتہائے مقصود ہے مقتضی ہے کہ تربیّت اولاد کو شوق اور اہتمام سے بروئے کار لایا جائے ۔

وہ اساتذہ جنہوں نے بچّوں کی نفسیات کا نظرِ غائر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بچّے ماحول اور تعلیم و تربیّت سے نہایت شدّت کے ساتھ اثر قبول کرتے ہیں ۔ بچّوں کی مثال پگھلے ہوئے لوہے کی سی ہوتی ہے انہیں جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں ۔ خورد سالی میں وہ جتنی باتیں سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں ان کے نقوش تا دمِ مرگ ان کے قلب و دماغ پر قائم رہتے ہیں ۔ دنیا بدل سکتی ہے ۔ لیکن وہ نقوش نہ بدل سکتے ہیں اور نہ مٹ سکتے ہیں ۔ ہمارے دوست اور بزرگ اگر بچپن سے ہی اپنے بچّوں کو اس امر کا شعور دلائیں کہ وہ احمدی ہیں اور انہوں نے دُنیا کے کونہ کونہ میں اپنی مساعی جمیلہ سے اسلام کا پیغام پہنچانا ہے تو ان کے بچّوں کے اندر اوائل سے ہی ایک احساس فرض پیدا ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ یہی احساس ایک زبردست قوتِ ارادی

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

تبلیغی خط و کتابت

# "مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

مرتبہ :- چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

---

**سیرالون** (مغربی افریقہ) سے محترم عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں:—

"آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھتے ہوئے مجھے از حد خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ اس لئے بھی کہ میں اپنے احمدی بزرگ سے تحریری طور پر مخاطبت کی خوشی حاصل کر رہا ہوں۔ میں سیرالون کی احمدی جماعت کا ادنیٰ رکن ہوں۔

مجھے اسلام اور سلسلہ کے بارے تازہ لٹریچر بھجوا کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ ساتھ ہی فہرست کتب بھی۔ میں آپ کی عنایت کا منتظر رہوں گا۔ والسلام۔

**الجواب :—**

محترم برادرم، عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی دلی عنایت اور محبت و اشفاقِ بزرگانہ کا دلی شکریہ۔

جہاں ہمیں دلی خوشی ہے کہ آپ احمدی جماعت کے فرد ہیں وہاں آپ کے لئے بھی یہ امر باعثِ صد مسرت و افتخار ہے کہ آپ اس جماعت کے رکن ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کئے ہوئے ہے، جو اپنی علمی قلمی، مالی اور وقتی ایثار سے شمع اسلام کو اکنافِ عالم میں فروزاں کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمتِ دین کی بیش از بیش توفیق بخشے۔

حسبِ طلب تازہ لٹریچر معہ فہرست کتب ارسال ہے۔ غلبۂ اسلام اور اُمّتِ رسولِ اکرم صلعم کی فلاح و صلاح کے لئے خصوصی دعائیں جاری رکھیں۔ اُمید ہے آپ گاہے گاہے اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ والسلام۔

---

**فلپائن** سے مسٹر ولسن لکھتے ہیں:—

"جنابِ مکرم! میں بالخصوص معروف مفکرین کے بیش قیمت مضامین پڑھنے میں گہری دلچسپی لیتا ہوں۔ تقریباً سات سال قبل میں کالج سے فارغ ہوا تھا۔ لیکن ابھی تک میں تشنہ ہوں اور اہلِ قلم مفکرین کے لٹریچر کا مطالعہ دل و جان سے کرتا ہوں۔ دورانِ مطالعہ صوفی اِزم کے بارے میں مجھے مختصر سا لٹریچر دیکھنے کا موقعہ ملا۔ میں نے ایک کہانی پڑھی جس کا عنوان "پرندوں کا رقص" تھا۔ اس کہانی میں صوفی حضرات کی زندگی اور ان کے روحانی ارتقاء کا ذکر ہے اس وقت سے اس موضوع پر مجھے بہت زیادہ رغبت پیدا ہو چکی ہے۔ تاہم مجھے اس سلسلہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل نہیں ہیں۔ متواتر آٹھ سال سے میں اس میں سرگرداں ہوں۔ اب جبکہ مجھے آپ کا پتہ ملا ہے میں نے بلا تاخیر آپ کو خط لکھا ہے۔

میں ایک مفلس انسان ہوں، ان کتب کا حصول میرے لئے انتہائی مشکل ہے۔ پہلی مشکل یہ ہے کہ یہاں کے مقامی کتب فروش ایسی کتابیں رکھتے ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ میں خرید نہیں سکتا۔ اگر مجھے اس موضوع پر علمی دسترس حاصل ہو جائے تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کی روشنی دوسروں تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا اور ان کو اس پر چلنے کی ترغیب و تحریک بھی کروں گا۔

از راہِ کرم مجھے اپنے ادارے کا رکن بنا لیجئے۔ میں پُر امن ذرائع، اخوت اور محبت کے ذریعہ سے اس مسلک کی تبلیغ کروں گا۔ بالآخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

**الجواب :—**

عنایت نامہ ملا۔ شکریہ — ہم نہایت خوش ہیں کہ ہمیں آپ جیسے ایک اہلِ علم مفکر صاحب سے تعارف ہوا۔ تعلیم و مطالعہ کا سلسلہ مہد سے لحد تک جاری رہتا ہے۔ مشاہیرِ عالم بالخصوص متعلق بہ دین و مذہب کی تصانیف کے مطالعہ سے انسان کو حق و صداقت کی راہیں نظر آتی ہیں۔ ہم آپ کو اس صدی کے رجلِ عظیم کے ایک شاگرد رشید حضرت مولانا محمد علیؒ کی شاہکار کتب کا سیٹ ارسال کر رہے ہیں۔ ان عظیم مفکر کو پڑھ کر یقیناً آپ محظوظ ہوں گے۔ رشد و ہدایت اور رہبری و رہنمائی کی ان گنت راہیں سوجھائی دیں گی۔ آپ نے صوفی ازم کے مطالعہ میں دلچسپی ظاہر کی ہے اور اس کا لٹریچر طلب کیا ہے۔ ہمارے ہاں سے ایک ہفت روزہ انگریزی رسالہ "دی لائٹ" شائع ہوتا ہے۔ جو ایک طویل عرصہ سے اسلام کی ایمان افروز اور لائق تحسین قلمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس میں معروف اسلامی علماء و مفکرین کے رشحاتِ قلم شائع ہوتے ہیں۔

آج کل صوفی ازم پر بھی اس ہفت روزہ میں مضمون شائع ہو رہا ہے۔ ایک کاپی ارسال ہے۔ آپ اس ہفت روزہ کو اپنے نام جاری کروا لیں تو آپ کے لئے مفید مطلب ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے محققین و علماء اسلام کے مطالعہ کا موقعہ ملے گا۔

یاد رہے، ہم اسلام کے سوا اور کسی ازم کے قائل نہیں۔ ہمارا اوّل و آخر ازم صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ وہ اسلام جو آج سے چودہ سو سال پہلے سید الرسل خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اور جس پر چل کر صحابہ کرامؓ نے اسلامی برکات و افضال سے دنیا کو متمتع کیا۔ اس اسلام کی نشر و اشاعت اور خدمت و تبلیغ ہمارا کام ہے۔ لہٰذا اسلام کے بارے میں جس قدر لٹریچر کی آپ کو ضرورت ہو ہم اپنے وسائل کے مطابق آپ کو مہیا کرتے رہیں گے اور آپ سے توقع رکھیں گے کہ آپ نہ صرف خود حقیقی اسلام پر عمل کریں گے بلکہ اپنے عملی نمونہ کی روشنی سے دوسروں کی تاریک راہیں منور کر دیں گے۔ ہم آپ کو اپنے ادارہ کا رکن بناتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اُمید ہے آپ ہمارے ادارے کی روایات — تبلیغ و اشاعت اسلام کو زندہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مؤرخہ ۲۳ راگست ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ نمبر ۳۴



احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۰ • تار کا پتہ • تبلیغ لاہور

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

رحمت اللہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ
# پیغام صلح
لاہور
پاکستان

مدیر (اعزازی) خلیل الرحمٰن
نائب مدیر عبدالرؤف کھوکھر

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے:۔۔۔ پندرہ روپے
بیرونی ممالک سے:۔۔۔ ایک پونڈ
(علاوہ محصول ڈاک)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۵


## مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ارشادات عالیہ

# آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے؟

مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے۔ جو زندہ مذہب ہے۔ اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذاہب والے اور ہمارے اندرونی مخالف بھی عاجز ہیں اور میں ہر ایک مخالف کو دکھا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسٰی کے معجزہ سے بڑھ کر۔ اور عیسٰیؑ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔ میں بار بار کہتا ہوں۔ اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔ اور اسی کامل انسان پر علوم غیب کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مردے، ان کے خدا مردے اور خود وہ تمام پیرو مردے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں،

اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے۔ اور مردار کھانے میں کیا لذت۔ آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے؟ اور کس قوم کے ساتھ ہے وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسٰی کا طور ہے۔ جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا۔ آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے کیا تم سے کسی کو شوق نہیں رہا، کہ اس بات کو پرکھے، پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے

(ضمیمہ انجام آتھم۔ صفحہ ۳۳۱)

## عید مبارک

## فطرانہ عید فنڈ اور مسجد فنڈ

عید سے پہلے پیغام صلح کا صرف یہی ایک پرچہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے ہم بصدق دل تمام قارئین کرام کی خدمت میں

## عید مبارک
## عرض کرتے ہیں

نیز انہیں یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اس عید کے موقعہ پر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر صدقۂ فطر واجب قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر عید کے دن نماز عید سے پہلے کوئی بچہ بھی پیدا ہو تو اس کا صدقہ دینا ماں باپ پر واجب ہے یہ فطرانہ نماز عید سے پہلے ادا ہونا چاہیئے۔ اور فطرانہ و دیگر فنڈز کی تمام رقوم جمع کر کے خزانہ انجمن میں داخل کی جانی چاہئیں اس برس بھی $2\frac{1}{2}$ روپیہ فی کس فطرانہ مقرر ہوا ہے۔

اس کے علاوہ عید فنڈ اور مسجد فنڈ کی مدات بھی ہیں۔ اس خوشی کے موقعہ پر ان مدات میں دوست جو کچھ دینا چاہیں دے کر ثواب حاصل کریں۔ امید ہے جملہ جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان محصلین اور مبلغین کرام عید کے دن فطرانہ، عید فنڈ اور مسجد فنڈ جمع کرنے کا خاص طور پر انتظام کریں گے۔

—ادارہ

جناب مولوی احمد گل صاحب فاضل دیوبند۔

# رمضان کے روزے اور عید الفطر

## دونوں خدا کے قرب کا ذریعہ ہیں

ماہ رمضان کے بعد اسلام نے عید الفطر کی تقریب مقرر کی ہے۔ رمضان میں مسلمان بھوکے پیاسے رہ کر خدا کے حکم اور اس کی رضا کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں۔ اس کے معاً بعد شوال المکرم کی پہلی تاریخ کو بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر اس امر پر شکر بجا لاتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ انہیں رمضان کے فیوض و برکات سے نوازا گیا اور کہ جو روزوں کی صورت میں ان کے ذمے فریضہ عائد ہوتا تھا، انہوں نے اسے پورا کر دیا۔

## ماہِ رمضان

صوم یعنے روزہ، اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ صوم کے معنے رکنے، چپ رہنے اور ترک کرنے کے ہیں۔ یعنے صائم کھانے پینے، جنسی اور شہوانی جذبات سے اپنے آپ کو روکنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس جذبے کے ماتحت مسلمان صبح سے غروب آفتاب تک **بھوکے پیاسے** رہ کر اور جذبات نفسانی پر قابو پا کر اپنی زندگی میں **روحانی انقلاب** پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ روزہ صرف یہی نہیں کہ کھانے پینے سے اجتناب کیا جائے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ بعض جائز خواہشات سے بھی رکا جائے۔ یہ دونوں ابتدائی امور سے متعلق ہیں اور اپنے اندر مادیت کا رنگ رکھتے ہیں۔

روزے کی اصل غرض یہ ہے کہ بُرے اخلاق اور نازیبا افعال سے کنارہ کشی کی جائے اور اپنی زندگی کو خدا کے حکم کے ماتحت گذارا جائے۔ **لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث۔** روزہ، صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ لغو اور بے ہودہ امور سے رکنا اس کی اغراض میں شامل ہے۔

اگر جھوٹ، غیبت، عیب بینی اور گالی گلوچ سے زبان پاک رہے تو بُرے خیالات اور غلط تصورات سے دل اور دماغ بھی محفوظ رہے گا اور اسی طرح ہاتھ پاؤں، آنکھیں اور دیگر انسانی اعضاء حدِ اعتدال پر رہ کر اپنا اپنا کام بجا لائیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ انسان اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت کھانے پینے وغیرہ سے بھی مقررہ وقت تک پرہیز کرے تو ایسا شخص درحقیقت روزے دار ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے روزہ تکمیل پا کر قرب الٰہی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

جو لوگ ان امور کی پابندی نہیں کرتے ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

**من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ ان یدع طعامہ و شرابہ۔**

یعنے جو روزہ دار جھوٹ اور عمل باطل کو نہیں چھوڑتا، اسے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تنبیہہ ایسے اشخاص کے لئے ہے جو روزہ رکھنے، بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ نفس امارہ کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے طرح طرح کے ناواجب افعال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ روزے کی غرض اور اس کی علتِ غائی سے کلیتہً بے خبر ہیں۔ روزے کی غرض تزکیہ نفس ہے جو خواہشات کو دبانے، قوتوں کو ممنوع باتوں سے روکنے اور جذبات کے ایثار سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے **لعلکم تتقون** کہہ کر اس کا مقصد اور علتِ غائی واضح کر دی ہے۔ گویا روزہ تقوےٰ کا سرچشمہ ہے جس سے نفس کشی اور خدا ترسی کا جوہر پیدا ہوتا ہے۔ بدی کی طاقتیں مغلوب ہو کر نیکی کی قوتیں نشو و نما پاتی ہیں۔ حیوانی خواہشات پر غالب آنے سے بہیمیت کی رگ کٹ جاتی ہے اور پھر **حقوق اللہ** اور **حقوق العباد** کے ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

روزہ، جہاں ضبط نفس کا مؤثر ذریعہ ہے وہاں ہمدردی، ایثار اور مساوات کا سبق بھی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں غرباء کی غربت اور تنگدستی کو سامنے رکھ کر خیرات و صدقات کو کام میں لایا جاتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپؐ رمضان کے علاوہ بھی خیرات و صدقات کرتے تھے مگر اس مہینے میں آپؐ کا یہ عمل تیز تر ہو جاتا تھا۔ اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے اس عمل کو اس مہینے میں آندھی سے تشبیہہ دے کر آپؐ کی فیاضی کو بطور نمونہ پیش کیا ہے۔

اس مہینہ کو قبولیت دعا اور قربِ الٰہی سے خاص تعلق ہے۔ یہ تعلق دراصل اسی سبب سے ہے کہ انسان کی روح روزہ کی وجہ سے صفائی حاصل کر کے قربِ الٰہی کی طرف پرواز کرتی ہے۔ ایسی حالت میں جب انسان کی روح سفلی خواہشات یا آلائشوں سے پاک صاف ہو، عبادت میں ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے اور دل میں بھی خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلی رات کی عبادت کو خاص طور پر افضل ٹھہرایا ہے۔ اس وقت جسمانی غذا ہضم ہو جاتی ہے اور روح زیادہ انہماک کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے۔ ایسی حالت میں جو دعا کی جائے اسے اللہ تعالےٰ بہت جلد سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ رمضان کے ذکر میں **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** کے الفاظ کو لانا صاف بتاتا ہے کہ ماہِ رمضان، قبولیتِ دعا کا اور قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

## عید الفطر

عید الفطر دنیائے اسلام میں بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہے۔ اس موقعہ پر جہاں مسلمان ایک دوسرے کو گلے لگا کر اخلاص و محبت کے جذبات کے ساتھ اخوتِ اسلامی کا نمونہ پیش کرتے ہیں وہاں اپنی قوم کے مفلس اور غریب بھائیوں کو فطرانہ دے کر عید کی خوشی میں شریک ہونے کا بھی موقعہ دیتے ہیں۔

**فطرانہ** کی اہمیت اس امر سے بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ رمضان میں خیرات اور صدقات کو ہر ایک کی مرضی، استطاعت اور حالات پر چھوڑا ہے۔ لیکن **صدقۃ الفطر** کو سنتِ مؤکدہ اور ضروری قرار دے کر ہر مسلمان کو خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بڑا، اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ قوم کے ناداروں اور بے سہاروں کو نمازِ عید سے پہلے ان کا حق ادا کر دے۔

**عید الفطر** کا دن ایک بہت بڑے مجاہدہ کے نتیجے کا مظہر ہے۔ متواتر تیس دنوں میں بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھانا اور جملہ خواہشاتِ نفسانی سے مجتنب رہنا فی الحقیقت انسان کے لئے جو کھانے پینے کا کیڑا ہے، بہت بڑی قربانی اور بہت بڑا مجاہدہ ہے۔

**عید الفطر** کا تہوار اس خوشی کی تقریب میں منایا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے ایک بہت بڑے **مجاہدہ** کی تکمیل کی ہمیں توفیق دی اور اپنے حضور **سجدۂ شکر** بجا لانے کی قوت بخشی جس سے ہم ایک بڑے فریضہ سے عہدہ برآ ہوئے۔

**الغرض** رمضان المبارک کی طرح **عید الفطر** بھی مسلمانوں کے لئے **خدا تعالےٰ کے قرب** اور حصولِ رحمت کا ذریعہ ہے۔

---

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــ (لاہور) ــــــ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۷۸ء

# لنڈن کس کا گھر ہمارا یا ........؟

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را
مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفونِ یثرب را ندادند ایں فضیلت را

(حضرت مسیح موعودؑ)

(مدیر)

روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی ۱۹ اگست ۱۹۷۸ء میں "لنڈن میں حیات مسیح کانفرنس کے دو روزہ انعقاد کی رپورٹ" شائع ہوئی ہے۔ باوجود صد کوشش اس رپورٹ پر ہمیں رپورٹر کا اسم گرامی کہیں نظر نہیں آیا۔ معلوم نہیں اُنہوں نے اپنا نام ظاہر کرنے میں کیا مصلحت سمجھی ہے۔ شاید یہ وجہ ہو کہ کہیں ہماری رپورٹنگ کی قلعی نہ کھل جائے کیونکہ اس میں سوائے چند شرکاء کے اسماء کے کوئی ایسی ٹھوس بات یا دلیل نہیں جس سے معلوم ہوتا کہ مقررین نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں حضرت مسیحؑ کو زندہ ثابت کرکے تا قیامت آسمان پر بٹھا دیا ہے۔ اگر کچھ ہے تو صرف اس قدر کہ فلاں فلاں شریک ہوئے اور فلاں فلاں نے تقریریں کیں۔

حیاتِ مسیح کانفرس کا پس منظر یہ ہے کہ جون ۱۹۷۸ء میں جماعتِ احمدیہ ربوہ نے لندن میں وفاتِ مسیح کانفرنس منعقد کی جس میں مختلف ممالک سے وفود شامل ہوئے اور ایک وفد پاکستان سے بھی اس میں شرکت کے لئے پہنچا۔ اس کانفرنس کی نوعیت اس لحاظ سے بہت اہم تھی کہ عیسائیت کے گھر لنڈن میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جس کی تصدیق آج بڑے بڑے مغربی مفکرین۔ نقاد اور محققین کر رہے ہیں۔ وفاتِ مسیح ثابت کرکے عیسائیت کی پہلے سے ہی کھوکھلی بنیادوں پر کھڑی عمارت کو منہدم کرکے مسیح محمدیؑ کے مشن کسرِ صلیب کی تکمیل اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور ختم نبوت ثابت کی جائے۔

لیکن ہم سے اختلاف رکھنے والے حضرات یہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ جس اسرائیلی نبی کو وہ دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر اس غرض سے بٹھائے ہوئے ہیں کہ وہ قرب قیامت نزول فرما کر ان کی نجات کا باعث ہوگا۔ اس کی وفات ثابت کرکے اسے زمین میں دفن کر دیا جائے۔ اور ان کی ان تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا جائے جو اُنہوں نے بانیٔ تحریک احمدیت کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے اس وقت تک جاری کر رکھی ہیں اور اس میں ناکام ہو کر تشدّد کے ذریعے انکے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا ہے۔

انہیں اب یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ اگر حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوگئی جیسا کہ مغرب کی علمی دنیا میں اس تحقیق کی طرف رجحان پایا جاتا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب اپنے دعوئ مسیحیت میں صادق ثابت ہوتے ہیں اور جس جماعت کو وہ روزِ اوّل سے نیست و نابود کرنے کے لئے کوشاں رہے ہیں اس کی سچائی ایک دنیا پر روشن ہو جائے گی، اور انصاف پسند دُنیا انہیں ان ناانصافیوں ستم رانیوں اور جور و جفا کے لئے مطعون کرے گی جو ختم نبوت کے نام پر اُنہوں نے آج تک احمدیوں سے روا رکھی ہیں۔ یہی وہ اثر تھا جس کے زائل کرنے کے لئے حیات مسیح کانفرنس منعقد کی گئی۔ اس میں منتظمین کانفرنس کو کہاں تک کامیابی ہوئی ہے وہ تو اس رپورٹ سے ہی ظاہر ہے لیکن جوں جوں تفصیلات ہمارے سامنے آئیں گی اس پر مزید روشنی پڑے گی۔

اس رپورٹ کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے:ــــ

"قادیانی پاکستان میں ناکام ہونے کے بعد اپنی سرگرمیوں کا مرکز اپنے جائے پیدائش (لندن) لے جا رہے ہیں۔"

اور مولوی چنیوٹی کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ:ــــ

"انگریزوں کا خود کاشتہ پودا پھر اپنے وطن واپس آرہا ہے"۔

ہمیں انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہونے کا طعنہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے انگریزوں کی حکومت کی تعریف کی۔ ان کی رواداری، صلح جوئی، عدل و انصاف اور مُلک میں امن و امان قائم کرنے کی کوششوں کو سراہا۔ صرف حضرت مرزا صاحبؑ نے ہی یہ نہیں کہا بلکہ اگر خوفِ طوالت دامنگیر نہ ہوتا تو ہم ان رہنماؤں۔ علماء اور مشائخ کے نام لے لے کر اور ان کی تحریروں سے اقتباسات پیش کرکے یہ بتاتے کہ اُنہوں نے انگریز کی تعریف میں کتنی مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں خطابات اور انعامات سے نوازے گئے۔

مگر اس کے برعکس حضرت مرزا صاحب کو اس کے بدلے میں نہ کوئی خطاب ملا۔ نہ جاگیر عطا ہوئی نہ انعام و اکرام کی بارش ہوئی اور نہ ہی ان کے لئے کوئی محل تعمیر کرایا گیا۔ اگر کچھ ملا تو یہ کہ ساری عُمر عیسائی پادری انہیں عدالتوں میں گھسیٹتے پھرے اور اس وقت کے علماء اور آریوں نے انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر ان کے خلاف گواہیاں دیں اور مِل کر جلوس نکالے۔ ان کی ساری عُمر عیسائیوں کے خُدا کو مارنے اور ان کے عقائد کو باطل ٹھہرانے میں گذری۔ جبکہ مسلمان علماء عیسائیوں کے عقائد کو سہارا دینے کے لئے مسیح کو زندہ ثابت کرنے میں لگے رہے۔

آخر حضرت مرزا صاحبؑ انگریزی حکومت کی تعریف کیوں نہ کرتے۔ آج ان کے گھر لندن میں ان کے خُدا مسیح کو وفات شدہ ثابت کرنے کے لئے کانفرنس منعقد کی گئی۔ لیکن ان کی وسعت قلبی اور انصاف کی داد دیجئے کہ وہ اس کی اجازت دیتے اور اپنے خلاف دلائل سُننے کا حوصلہ رکھتے ہیں جس کی یہاں کسی کو ہمت نہیں۔

انگریزوں اور دوسری مغربی اقوام کو دجّال اور یاجُوج ماجوج ثابت کیا لیکن کسی نے اُف تک نہ کی۔ عیسائی مذہب کے خلاف "سچائی کا اظہار"۔ حجۃ الاسلام۔ جنگِ مقدس۔ نُورالحق۔ انوارالاسلام۔ ضیاالحق۔ انجام آتھم نورالقرآن۔ معجزات یسُوعؑ۔ انجیلی و مسیح محمدیؑ۔ خدا کی لعنت اور کسر صلیب۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ مسیح ہندوستان میں۔ شائع کیں اور مباحثہ اور مباہلہ کے چیلنج دیئے مگر انگریز حکومت نے آپ کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھایا۔ لیکن "یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری" اگر حضرت مرزا صاحبؑ نے کچھ کہا بھی تو صرف اپنے دفاع میں۔ اس لئے کہ بعض علماء نے آپ کے خلاف یہ جاسوسی کی کہ مرزا غلام احمد مہدی ہونے کا مُدعی ہے۔ یہ جب اپنی جمعیت تیار کرے گا تو مہدی سوڈانی کی طرح تمہارے خلاف علم بغاوت بلند کر دے گا، تاکہ اس طرح انگریز کو بھڑکا کر حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف قدم اُٹھانے پر مجبُور کیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو اپنی صفائی میں کچھ کہنا اور لکھنا پڑا۔

آپ کا دعویٰ مجددیت ۱۸۸۵ء کا اور دعویٰ مہدویت ۱۸۹۱ء کا ہے۔ اس چھ سات سال کے درمیانی عرصہ میں کیا کوئی ایسا اشتہار یا کتاب

موجود ہے جس میں انگریز کی تعریف کی گئی ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ خود ہی جاسوسی کر کے ان سے اپنی صفائی میں کچھ کہلوایا اور پھر خود ہی یہ الزام لگا دیا کہ چونکہ اس نے انگریز کی تعریف کی ہے اس لئے یہ انگریز کا "خود کاشتہ پودا ہے"۔ اہلِ انصاف کے لئے یہ سارے واقعات اس کی نفی کرتے ہیں۔ اگر کوئی معلوم کرنا چاہے تو ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں شائع ہونے والے رسالہ اشاعۃ السُّنّۃ کا ایڈیشن دیکھ لے جس میں حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف باغی ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ اور گورنمنٹ کو یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ ان کو فوراً گرفتار کر لے۔

انگریز گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودا ہونے کے الزام کی نسبت سے ہی رپورٹر صاحب نے لنڈن کو ہمارا گھر بتایا ہے۔ لیکن یہ صاحب "گھر" کی تعریف بھول گئے۔ گھر تو وہ مقام ہے جہاں ہم خیال۔ ہم عقیدہ۔ ہم مشرب۔ ہم نوالہ و ہم پیالہ ایک دوسرے سے مخصوص رشتوں میں منسلک چند افراد رہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہیں۔ گھر کی اس تعریف کے مطابق لنڈن ہمارا گھر نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم ساری عمر انگریز کے مذہب کے خلاف برسرِ پیکار رہے اور ہیں۔ لیکن حیاتِ مسیح کانفرنس منعقد کرنے والے اس لحاظ سے اُن کے ہم خیال۔ ہم عقیدہ اور ہم مشرب ہیں کہ یہ بھی حضرت عیسےٰؑ کو زندہ بجسدِ عنصری ماننے اور ان کے آنے کے منتظر ہیں اور انگریز بھی۔ اس لئے یہ گھر آپ کو مبارک ہو اور آپ ہی کا رہے۔ کیونکہ یہ ایسی قدر مشترک ہے جو دونوں کو آپس میں ملائے ہوئے اور ایک ہی لڑی میں منسلک کئے ہوئے ہے۔

احمدیوں کی طرف سے وفاتِ مسیح پر پیش کردہ دلائل کو توڑنے اور حیاتِ مسیح ثابت کرنے کا دعویٰ ایسا ہی باطل ہے جیسا روزِ روشن میں یہ کہنا کہ آسمان پر سورج نہیں چمک رہا۔ ان کے پاس لے دے کے یہی ایک دلیل ہے کہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم (النساء ۱۵۲) اور اس سے اگلی آیت میں الفاظ ہیں بل رفعہ اللہ الیہ۔ یعنے نہ حضرت عیسےٰؑ قتل ہوئے اور نہ مصلوب۔ اللہ نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ ان کے نزدیک جو نہ قتل ہو اور نہ صلیب دیا جائے اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔ یعنی کوئی انسان طبعی موت نہیں مر سکتا۔ حالانکہ سب لوگ نہ قتل ہوتے ہیں اور نہ مصلوب لیکن طبعی موت مرتے رہتے ہیں۔

قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ پر طبعی موت بھی وارد نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلعم نہ قتل ہوئے نہ مصلوب لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ زندہ ہیں کیونکہ ہر سال ہزاروں انسان آپؐ کے مزارِ اقدس پہ حاضری دیتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ آپؐ یہاں مدفون ہیں۔ وہ زمانہ بڑا قریب آ رہا ہے کہ عیسےٰ مسیحؑ کو خدا ماننے والے اپنی تحقیقات کی روشنی میں خود ہی پکار اُٹھیں گے اور پکار رہے ہیں کہ مسیحؑ ایک انسان تھا۔ انسانوں کی طرح جیا اور مر گیا۔ آپ کتنے ہی جتن کریں اس گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہ دے سکیں گے۔

مسلمانوں کی نجات عیسےٰؑ کی آمدِ ثانی سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت کے ہی کسی فرد سے وابستہ ہے جو آپؐ کے رنگ میں رنگین۔ آپؐ کے عشق میں مخمور۔ آپؐ کی محبت میں سرشار اور دیوانہ اور آپؐ کے ہی چشمۂ فیض سے پینے اور پلانے والا ہو۔ اور وہ اس زمانہ میں سوائے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے کوئی نہیں ÷

## جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

برادرانِ جماعت جلسہ ۲۶، ۲۷، ۲۸، اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھیئے۔
۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی ÷

## بارگاہِ ربّ العزّت میں ایک عاجزانہ دُعا

"میں فقیر ہوں۔ پناہ کا متلاشی، میں فریاد کرنے والا اپنے قصوروں کا معترف ہوں اور ذلیل گناہ گار کی طرح دُعا کرتا ہوں۔ میرے آنسو تیرے لئے بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم نڈھال ہے، ناک تیرے آستانہ پر رگڑی جا رہی ہے۔ اے پروردگار تو میرے ساتھ مغفرت اور رحمت کا سلوک فرما۔

(ماخوذ)

## قراردادِ تعزیت

جناب اے رحمٰن صاحب پرنسپل پبلک سکول ایبٹ آباد کے ٹریفک کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہونے کی خبر سُن کر احباب جماعت کراچی کو سخت صدمہ ہُوا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ جماعت کراچی اس حادثاتی موت پر اپنے دلی رنج و غم اور دُکھ کا اظہار کرتی ہے مگر

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

مرحوم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور کے داماد تھے۔ قابلِ رشک خوبیوں کے مالک اور قابلِ قدر ہستی تھے۔ وہ ایک خوش خلق، با اخلاق اور باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ اور اپنے حلقہ میں از حد مقبول تھے۔ انہوں نے اپنی کاوشوں سے پبلک سکول ایبٹ آباد کی بنیاد رکھی اور اسے نہایت، اعلےٰ پیمانہ پر پہنچا کر چلا رہے تھے۔ ان کی بے وقت اور ناگہانی وفات سے قوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

قرار پایا کہ قراردادِ تعزیت کی نقول محترمہ بیگم رحمٰن صاحب مرحوم کے فرزندان اور جناب این اے فاروقی کو ارسال کی جائیں۔ نیز ایک کاپی پیغام صلح میں برائے اشاعت ارسال کی جائے۔

میاں رحیم بخش برائے جماعت کراچی

## ایک ضروری اعلان

(۱)۔ جو دوست بھی کسی وجہ سے مسجد مبارک راولپنڈی میں ٹھہرنا چاہیں وہ اپنے شہر کے مقامی صدر جماعت یا سیکرٹری صاحب کا تعارفی خط ضرور ہمراہ لائیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ واقعی یہ دوست ہماری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔
(۲)۔ کمرے خالی ہونے کی صورت میں رہائش مل سکے گی۔
(۳)۔ کمرے خالی نہ ہونے کی صورت میں مسجد میں سونا چاہیں تو وہ ہر وقت حاضر ہوگی۔
(۴) کھانے پینے کا بندوبست خود کرنا ہوگا۔
(۵) آنے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے۔

المُعلن: خواجہ محمد نصیر اللہ
سیکرٹری جماعت راولپنڈی

مکرم جناب چوہدری شکر اللہ خان منصور ایڈووکیٹ -

# میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعوی ماموریت من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسلمہ آئمہ - اولیاء - صوفیاء اور علمائے اسلام کے اقوال و تحریرات منقولہ بالا میں نہایت صفائی - وضاحت اور یقین کے ساتھ ان کا یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ

(۱) انبیاء کی طرح کی نبوت یعنے تشریعی یا حقیقی یا کامل نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی - اب کوئی نئی نبوت کے اس معنی و مفہوم کے رُو سے دنیا میں نہیں آ سکتا - لیکن

(۲) بعض اجزائے نبوت یا کمالات نبوت یعنے مکالمہ الٰہیہ - مبشرات اور اخبارِ غیب کا منجانب اللہ علم افرادِ کاملہ اُمت کے لئے باقی ہے -

(۳) ان اجزاء و کمالاتِ نبوت کی وجہ سے ولایت اور محدثیت مطلق نبوت - عام نبوت - غیر تشریعی نبوت - مجازی نبوت - لغوی نبوت وغیرہ اصطلاحات کے نام سے موسوم ہوتی ہے -

(۴) انہی اجزاء و کمالات کے معنے و مفہوم میں محدث پر نبی کے نام یا لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور سے ناقص نبی - لغوی نبی - مجازی نبی - تعریفی نبی کہتے ہیں -

(۵) نبی کے نام کے ایسے اطلاق سے ختم نبوت کا انکار یا دعویٰ نبوت کا ارتکاب مُراد نہیں ہوتا کیونکہ اس سے مراد صرف مکالمۂ الٰہیہ یا اخبارِ غیبیہ کا علم یعنے مبشرات ہیں۔

ہمارے دوست پر واضح ہو کہ بالکل یہی عقیدہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریروں اور اقوال میں بیان کیا ہے - اور بالکل اسی معنی اور مفہوم میں محدثیت پر نبوت کے لفظ کا اور اپنے متعلق نبی کے نام یا لفظ کا اپنے بعض اقوال میں اطلاق کیا ہے - گویا آپ نے ان بزرگانِ اسلام کی حرف بہ حرف نقل اور متابعت کی ہے - لیکن ضد و تعصب اور بغض و عناد کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ چودھویں صدی کے یہ علماء حضرت مرزا صاحب کو تو ختم نبوت کا منکر اور دعویٰ نبوت کا مرتکب قرار دیتے ہیں مگر ان بزرگانِ اسلام کو جن کی نقل اور پیروی میں حضرت مرزا صاحب نے وہی کچھ لکھا جو اُنہوں نے لکھا - اس قصور اور الزام سے بالکل بری اور پاک صاف قرار دیتے ہیں - وہ بزرگ اور آئمہ ایک قسم کی نبوت ختم نبوت کے بعد باقی مان کر - کہہ کر اور لکھ کر اور محدث کو ایک قسم کا نبی قرار دے کر ختم نبوت کے منکر نہیں بنتے اور نہ کافر - غیر مسلم خارج از اسلام ہوتے ہیں مگر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جب بالکل یہی بات کہتے ہیں تو فوراً کافر - غیر مسلم خارج از اسلام ہو جاتے ہیں العجب ثم العجب - کیا اسے انصاف حق پرستی اور دیانت داری کہتے ہیں؟ ہمارے دوست کے لئے مقامِ غور ہے - ان کے دل میں شاید یہ شک گذر رہا ہو کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کہاں ایسا لکھا ہے؟ انہیں یقین نہ آ رہا ہو کہ حضرت مرزا صاحب نے فی الواقعہ اس بارے میں وہی کچھ کہا اور لکھا ہو جو اُن بزرگانِ سلف نے لکھا - ان کے دل میں یہ وہم جاگزیں ہو سکتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو علمائے وقت یہ صریح غیر منصفانہ اور غیر دیانت دارانہ تحریف و امتیاز ان کے درمیان کیوں رَوا رکھتے! سو میں اپنے دوست محترم کی مکمل تشفی اور تسلّی کے لئے حضرت مرزا صاحبؑ کے چند ایک نہایت واضح اور غیر مبہم اقوال جو ان کی ساری زندگی پر مشتمل ہیں ذیل میں لکھ دیتا ہوں۔ ہمارے دوست انہیں پڑھیں اور سر کو دُھنیں:-

(۱) "تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جُزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رُو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلّا مجھے حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں -

سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصوّر فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں - کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے -

جس حالت میں ابتداء سے میری نیّت میں جس کو اللہ جلّشانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مکلّم مراد لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے - عن ابی هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال قال النبي صلی الله عليه وسلّم قد كان فيمن قبلكم من بني اسرائيل رجالٌ يكلمون من غير ان يكونوا انبياء فان ان يك في اُمّتي منهم احد فعمر - صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۷ باب مناقب عمرؓ -

تو پھر مجھے اپنے بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے - سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرما لیں -"

(اشتہار ۳ر فروری ۱۸۹۲ء)

حضرت مرزا صاحب اشتہار منقولہ سے قبل بحیثیت "مثیل مسیح" اپنے دعویٰ مسیح موعود پر ایک اعتراض کا جواب دیتے ہُوئے تحریر فرماتے ہیں:-

(۲) "اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیئے کیونکہ مسیح نبی تھا - تو اس کا اوّل جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سیّد و مولےٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں -

"ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے اس اُمت کے لئے محدّث ہو کر آیا ہے اور محدّث بھی ایک معنے میں نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوّت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں....... اور نبوّت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوّت کا اس اُمتِ مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوّتِ تامہ نہیں ہے بلکہ جیساکہ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیّت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوّت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیّدنا مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں باقی رہی نبوّت سے مگر مبشرات یعنی نبوّت کے انواع میں سے صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ مبشرات ہیں از قسم رؤیاء صادقہ اور صحیح مکاشفات اور وحی جو خواص اولیا پر اترتی ہے پس دیکھ لے اس سے اے تنقید کرنے والے اور بصیرت سے کام لینے والے فہیم کہ کیا باب نبوّت کلی وجہ پر بند کیا گیا ہے بلکہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوّت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو چکی ہے۔ لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے وہ کبھی بھی منقطع نہیں ہوگی۔ اور تو نے جانا ہے اور حدیث کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ رؤیا ایک جزو ہے نبوّت کے چھیالیس اجزاء میں سے یعنی نبوّت تامہ کے اجزاء میں سے پس جب رؤیا کو بھی اس مرتبہ سے کچھ حظ حاصل ہے پس کس طرح ہوگا وہ کلام جو وحی کیا جاتا ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے محدث کے دل پر۔ سو جان لے اللہ تعالےٰ تجھے مدد دے کہ ہماری کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوّت جزوی کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں اور اور اس نوع میں کچھ نہیں سوائے مبشرات کے اور منذرات کے جو غیبی امور میں سے ہوں یا قرآنی لطائف کے اور لدنی علوم کے۔ اور وہ نبوّت جو تامہ کاملہ ہے جو اپنے اندر رکھتی ہے سارے کمالاتِ وحی کو سو ہم اس کے منقطع ہونے پر ایمان لا چکے ہیں اس دن سے جب یہ اترا وما محمّدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللہ و خاتم النّبیّین۔"

(توضیح مرام۔ صفحہ ۹-۱۰ ۱۸۹۰ء)

میں نے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ حوالے تفصیلاً نقل کر دیئے ہیں تاکہ سیاہ روئے شود ہرکہ دروغش باشد۔ ان حوالہ جات سے بالبداہت ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی مسئلہ نبوّت میں من و عن وہی عقیدہ تحریر فرمایا ہے جو گذشتہ مسلمہ آئمہ۔ اولیاء، صوفیاء اور علمائے اسلام نے اپنے اقوال و تحریرات منقولہ بالا میں لکھا۔ لہٰذا ان بزرگوں اور مرزا صاحب کے درمیان فرق و امتیاز کرنا انصاف نہیں بے انصافی ہے۔ حق پرستی اور حق طلبی نہیں ضد و تعصب اور بغض و عناد ہے۔ مزید ملاحظہ فرمایئے:-

(۳) "محبّی عزیزی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے اکثر دفعہ ان میں رسُول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے....... لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوّت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوّت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسُول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللہ و خاتم النّبیّین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہوتا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوّتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دینِ اسلام کے خادم بن کر دُنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے۔ ہم خادمِ دینِ اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علّتِ غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لُغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوّت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے

کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔

سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادمِ اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں ہے اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم کے ذریعہ فیض و برکت پاتے ہیں اور قرآن شریف کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابلِ مواخذہ ہے۔ زیادہ خیریت۔ والسلام۔ مؤرخہ ۱۷؍ اگست ۱۸۹۹ء۔"

اس خط میں آپ نے مسئلہ نبوت میں اپنا عقیدہ کھول کر بیان کیا ہے۔ اور اپنی جماعت کے لئے واضح ہدایت لکھی ہے۔ اس کے بعد فرمایا:—

(۴) "مَیں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہُوں کہ میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور یہ اہلِ سنت کے اکابر کے نزدیک مسلّم ہے۔ پس صرف لفظی نزاع ہے۔ پس اے عقلمندو اور داناؤ جلدی نہ کرو اور اللہ تعالےٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس کے خلاف ذرّہ بھر دعوےٰ کرے اور ساتھ ہی لعنت تمام لوگوں اور فرشتوں کی لعنت اس پر ہو۔

اور میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس امر سے اُوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو اس نبی کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے اور تحقیق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیّین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں اور وہ بھی بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب مخلوق سے بہتر ہیں حاصل نہیں ہو سکتا اور قسم ہے اللہ کی یہ مقام مجھ کو حاصل نہیں ہوا مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کی شعاؤں کے انوار سے اور میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ کہ حقیقت کے طور پر۔"

(حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء الاستفتاء)

(۵) "اسلام کی رُو سے جیسا کہ پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے مکالمہ مخاطبہ کرتا تھا اب بھی کرتا ہے اور ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے اور یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں کہ اس کے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔ مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمۂ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی اور الہام ہو اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۱۸۰۔ ۱۹۰۸ء)

حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کے یہ تفصیلی حوالجات آپ کی زندگی کے سارے عرصہ پر مشتمل ہیں۔ یعنی ابتداء سے ۱۹۰۸ء تک جب آپ وفات پا گئے۔ اور ان حوالجات سے صاف ثابت ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں جو کچھ بزرگانِ سلف کے اقوال و تحریرات منقولہ بالا میں کہا گیا وہی حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ اور جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے کہا ہے وہی سب کچھ بزرگانِ سلف موصوفہ ان سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا ان اقوال و عقائد کی بناء پر جو فتوےٰ مرزا صاحب پر لگایا جائے وہی ان بزرگانِ سلف پر بھی لگ سکے گا۔ کیونکہ ہر دو صاحبان یعنے مسلّمہ بزرگانِ سلف اور حضرت مرزا صاحب کا یہی عقیدہ اور بیان ہے کہ:—

(۱) تشریعی۔ حقیقی یا کامل نبوت منقطع ہو گئی۔ لیکن

(۲) غیر تشریعی۔ مجازی یا ناقص نبوت باقی ہے۔ کیونکہ

(۳) اس نبوت سے مراد بعض اجزاء نبوت مکالمۂ الٰہیہ یا مبشرات یا اخبارِ غیب کا علم ہے۔

(۴) یہ اجزاء کمالات نبوت افرادِ کاملہ اُمت کے لئے باقی رکھے گئے ہیں۔

(۵) جن افرادِ کاملہ کو یہ اجزاء و کمالات نبوت حاصل ہوتے ہیں انہیں محدّث کے اسم سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(۶) محدّث ان اجزاء و کمالات نبوت کے حصول کی وجہ سے لُغوی نبی ہوتا ہے۔

(۷) محدّث پر لغوی معنوں میں نبی کے لفظ یا نام کے اطلاق سے ختم نبوت کا انکار یا دعویٰ نبوت کا ارتکاب لازم نہیں آتا۔

**اَلْحَاصِل** بیان ما سبق سے اظہر من الشمس ہے کہ اسلام کے مسلّمہ بزرگانِ سلف (یعنی آئمہ، اولیاء، صوفیاء گذشتہ) اور حضرت مرزا صاحبؑ ختم نبوت کے متعلق عقیدہ میں باہم متفق اور ہم خیال ہیں۔ لیکن چودھویں صدی کے موجودہ اس متفقہ مسلّمہ عقیدہ کے سراسر منافی ایک بالکل نیا عقیدہ وضع کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ختم نبوت کے بعد وہ کسی بھی قسم کا یا کسی بھی معنی اور مفہوم میں نبی ہونے کا اقرار کرنا یا کسی دوسرے

کو ایسا سمجھنا بلکہ اسے نبی نہ سہی دینی
مصلح تک خیال کرنا ختمِ نبوت کا انکار
اور دعویٰ نبوت کا ارتکاب ہے لہٰذا ایسا
ہر شخص کافر۔ غیر مسلم۔ خارج از اسلام ہے۔"

علمائے وقت کا یہ عقیدہ چودھویں صدی کی اختراعِ جدیدہ ہے جو انہوں نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے لئے وضع کی مگر قرآن و حدیث کی رُو سے بالکل بے سند ہونے کے علاوہ اس سے گذشتہ اُمتِ محمدیہ کے تمام آئمہ۔ اولیاء اور صوفیاء غیر مسلم، خارج از اسلام ہو جاتے ہیں۔ عقیدہ مذکورہ کا یہ لازمی نتیجہ ہے جو کہ ناقابلِ قبول ہے بلکہ جس کا صحیح ہونا ایک امرِ محال ہے کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔

اس جگہ بعض حضرات یہ کہنا پسند کرتے ہیں کہ جب حضرت مرزا صاحب نبی نہ تھے بلکہ غیر نبی تھے اور آپ نبوت کے مدعی نہیں تھے بلکہ محدثیت کے مدعی تھے تو پھر آپ نے نبی و رسول وغیرہ کے الفاظ کا استعمال کر کے خواہ مخواہ تنازعہ کیوں پیدا کر دیا؟ اور علمائے وقت کو یوں شدید مخالفت کرنے کا موقعہ کیوں بہم پہنچایا؟ اگر آپ خود کو نبوت کا مدعی نہیں سمجھتے تھے تو کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ آپ ان الفاظ کو استعمال ہی نہ کرتے۔ نہ رہتا بانس اور نہ بجتی بانسری۔ مگر ان الفاظ کے استعمال سے اور اس استعمال پر اصرار سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

**الجواب:** صاحب اعتراض و وسوسہ نے اگر حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہوتا تو انہیں نہ کہیں "دال میں کوئی کالا" نظر آتا اور نہ "بانسری بجانے والا ایسا کوئی بانس" ہی دکھائی دیتا کیونکہ آپ نے اس اعتراض اور وسوسہ و خیال کو تشنۂ جواب نہیں چھوڑا بلکہ نہایت معقول اور مسکت دلائل کے ذریعے اس کی وجوہات کی وضاحت فرما دی ہے:۔

**پہلی وجہ۔** آپ نے جب منجانب اللہ علم پا کر "آنے والا مسیح" ہونے کا دعوے کیا تو آپ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ آنے والے مسیح کو حدیث میں نبی کہا گیا ہے مگر آپ نبی نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی
بیان کیا گیا ہے مگر اس کو اُمتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے
بلکہ خبر دی گئی کہ اے اُمتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا اور
تمہارا امام ہوگا۔ اور نہ صرف قولی طور پر اس کا اُمتی ہونا
ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر دکھلا دیا کہ وہ اُمتی لوگوں کے
موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا اور
اعمال و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد
سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب
ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی
اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف
نہیں ہوگا ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو
دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی اور نبوت تامہ کی
شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔"
(ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۳۲)

پس ایک وجہ نبی و رسول کے الفاظ کے آپ کی تحریروں میں ذکر و اذکار کی یہ تھی۔

**دوسری وجہ۔** یہ بات مسلمہ فریقین ہے جیسا کہ بزرگانِ سلف کے اُن اقوال و تحریرات سے جو اوپر نقل ہیں بالبداہت ثابت ہے کہ ختم نبوت کے بعد "مبشرات" یعنی اخبار غیب پر منجانب اللہ علم و اطلاع دیا جانا افرادِ اُمتِ محمدیہ کے لئے باقی ہے۔ اب یہ علم و عقل کا سوال ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو اللہ تعالےٰ سے علم پا کر غیب کی خبر یا متعدد خبریں بتلائے اُسے عربی زبان کی لغت کیا نام دے گی؟ ولایت کے لفظ کے معنے غیب کی خبر دینے والے کے نہیں ہیں اور نہ محدثیت یا تحدیث کے لفظ کے یہ معنے ہیں۔ عربی زبان کی لغت ایسے شخص کو "نبی" کا نام دے گی گو اسلامی اصطلاح کی رُو سے وہ "غیر نبی" ہی ہو۔ کیونکہ لفظ نبی کے لغوی معنے غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے اس لفظ کا ذکر اور استدلال اپنی بعض تحریروں میں کیا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رُو سے یہ ہیں کہ خدا
کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں
یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا
...... اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام
نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے
اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں
تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب
نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امرِ غیب ہے اور
نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے
یعنی عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا
سے مشتق ہے جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر
پا کر پیشگوئی کرنا۔"
(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

اور نبی کے لفظ یا نام کے ایسے اطلاق و استعمال اور ذکر کے ساتھ آپ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ استعمال و اطلاق اسلام کی اصطلاح یا شریعت اسلام کے معنوں کے رُو سے نہیں جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

"ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ
ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول
کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے
اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح
کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد
ہیں۔" (اربعین ۲ و ۳ ۱۸ حاشیہ ۱۹۰۰ء)

**تیسری وجہ۔** حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز
نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت
کا دعوے نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو
استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے
اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر اس کو
بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا
لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور
مخاطبات جو اللہ جلشانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں
جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت
آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں
رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں

باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲

# عیدالفطر کے مسائل

۱۔ عیدالفطر کے دن صبح سویرے اُٹھ کر غسل کرنا، صاف کپڑے پہننا خوشبو لگانا، عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سُنت ہے۔

۲۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل و ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

۳۔ **عید سے قبل صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہیئے۔** جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا۔ اسے صدقۂ عیدالفطر نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ عیدالفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کی مدد ہو جاتی ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے۔ **صدقہ عیدالفطر ہر ایک فرد پر واجب ہے۔** خواہ وہ عید کی صبح ہی پیدا ہوا ہے۔ عورتوں، بچوں اور ملازموں کا صدقۂ فطر ان کے شوہروں، والدین اور سرپرستوں کے ذمہ ہے۔ جو ان کے رزق کے کفیل ہیں۔ امسال **صدقۂ فطر دو روپے پچاس پیسے فی کس** مقرر کیا گیا ہے۔

۴۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے۔ اس میں اذان، تکبیر و اقامت کوئی نہیں۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں ہیں اور پھر اسی طرح دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل ۵ تکبیریں ہیں۔ تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔ قرأت جہری ہوتی ہے۔

۵۔ نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اُردو ہی میں مسائل اور حہمات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے۔ سامعین کو خطبہ غور سے سُننا چاہیئے۔ خطبہ کے دوران آپس میں باتیں کرنا و معانقہ کرنا وغیرہ خطبہ کے آداب کے خلاف ہے۔ خطبہ مختصر ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں پر بار خاطر نہ ہو۔

۶۔ خطبہ کے درمیان بیٹھنا نہیں چاہیئے کیونکہ یہ خطبۂ عید خطبہ جُمعہ کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہی خطبہ ہے۔

۷۔ خُطبہ کے اختتام پر واپسی کے وقت جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے۔ کہ اس سے اسلام کی شوکت و دبدبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے جس راستہ سے آئیں، اس راستہ کے بجائے کسی دوسرے راستہ سے واپس ہونا بھی مستحسن اور مسنون ہے۔

۸۔ عید کے دن آپس میں ملنا جُلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دینا یا طعام میں شریک کرنا تمدن کے لئے نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔ عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں گھس کر دن کاٹ دینا قومی مُردگی کی علامت ہوتی ہے۔

۹۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقۂ فطر کا کُل حصّہ یا اکثر حصّہ انجمن کے بیت المال میں بھیج دیتے ہیں۔ اس لئے سب احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیئے اور نمازِ عید سے قبل اپنا فطرانہ جماعت کو ادا کر دینا چاہیئے۔

۱۰۔ صدقۂ عیدالفطر کے علاوہ حسبِ استطاعت فی کس عید فنڈ۔ مسجد فنڈ بھی مقرر ہے۔ کیونکہ اس خوشی کے دن اسلام کا بھی کچھ حق ہے۔ ہم

ہم احباب کو اس فنڈ کی طرف بھی خاص توجہ مبذول کرنی چاہیئے اور تمام رقوم جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دینی چاہئیں۔ یہ ایک مالی جہاد ہے۔ لہٰذا اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ (ادارہ)

# عیدالفطر کیا ہے

رمضان المبارک کے مجاہدہ کے بعد عیدالفطر ایک انتہائی رُوحانی انبساط اور خوشی کا دِن ہے۔ اسلامی نکتہ نگاہ سے حقیقی خوشی وہی ہے جو کہ انسان مشکلات کا مقابلہ کرکے حاصل کرے۔ اس میں سبق ہے کہ دنیا میں وہی قوم بام عروج تک پہنچتی ہے۔ جو صعوبت کش ہو اور دشواریوں کو دعوتِ مقابلہ دے۔ اور ناز و نعمت میں رہنا جس کا شیوہ نہ ہو۔ ........ یہ صالح قوم جب انتہائی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد اپنے دینی اور دُنیوی معراج کو حاصل کر لیتی ہے تو اس وقت اس کے اپنے قلب کے اندر جو خوشی کے جذبات ہوتے ہیں وہ حقیقی خوشی کے آئینہ دار ہیں اور وہ حقیقی خوشی درحقیقت عید ہے۔ سو عیدالفطر درحقیقت مردِ مومن کے قلب کی اس کیفیت کو واضح اور واشگاف کرتی ہے جو اسے مجاہدہ کے بعد محسوس ہوتی ہے۔

عید مسلمانوں کے لئے روزہ کے بعد وہ مقام ہے جہاں وہ خدا اور عالمِ روحانی کو خود ایک زندہ حقیقت کی طرح محسوس کرتا ہے۔ سو رمضان اور عیدالفطر میں ایک زبردست تمثیل بیان کی گئی ہے۔ اور ایک فلسفۂ حیات پیش کیا گیا ہے جس کے بغیر انسان کبھی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کبھی رستگاری حاصل کر سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ ابھی مجاہدہ کے دور میں ہے۔ وہ نہایت جفاکشی کے ساتھ اشاعتِ اسلام کر رہی ہے اور اس راستہ میں ہر قسم کا ایثار کر رہی ہے۔ لیکن اس کی عید اس وقت ہوگی جبکہ دنیا میں غلبۂ اسلام ہوگا۔ اور دُنیا کے ایک کنارہ سے لے کر دوسرے کنارہ تک خُدا اور اس کے رسول کا نام گونج رہا ہوگا۔ مادیت اور قومیت کے بُت پاش پاش ہو جائیں گے اور دنیا ایک روحانی معیار اور فلسفۂ حیات کو اختیار کر لے گی۔ اور گذشتہ نظامِ حیات کو خیرباد کہہ دے گی۔ جس کی وجہ سے دنیا میں اس قدر تباہی اور بربادی ہو رہی ہے۔

سو اس رمضان المبارک اور عید میں غلبۂ اسلام اور اس کے لئے مجاہدات کو متشکل کرکے دکھایا گیا ہے۔ یعنے اس وقت دنیا میں غلبۂ اسلام نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس راستہ میں ہم پسینہ کی جگہ خون نہ بہائیں، اور روپیہ کو خُدا تعالےٰ کی راہ میں بے دریغ خرچ نہ کریں۔

عید ہمیں اس دن کی یاد دلاتی ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشی کا دن ہوگا۔ سو ہمیں عید کو مناتے ہوئے اس عید کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے جو کہ ایک احمدی کا حقیقی نصب العین ہے۔

## ایسے خوشی کے موقع پر

## ہمیں جماعت کی ان تحریکات کو نہ بھولنا

چاہیئے جو اس دن کے لئے مخصوص ہیں۔

مکرم چوہدری محمد انور ملتمی صاحب

# اہلِ قلم حضرات، اکابر علما اور مفتی صاحبان کی خدمت میں ایک سوال

گو ملک کی کثیر آبادی کا یہ مطالبہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ کیا جائے مگر یہ امر غور طلب ہے کہ اسلام اپنی اصل شکل و صورت میں جس کا نفاذ مفید اور مناسب ہو کونسے مسلک کے حامل لوگوں کے لٹریچر میں موجود ہے۔ جو عام لوگوں کے لئے قابل قبول ہونے کے ساتھ ساتھ خدا تعالےٰ کی منشاء اور رضا کے مطابق بھی ہو، آیا صحیح اسلام وہ ہے۔ جس کے خد و خال جماعت اسلامی کے لٹریچر میں ملتے ہیں یا وہ جو جمعیت علماء پاکستان کی تصانیف میں موجود ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے لوگ اس کی صحیح تشریح و توضیح بیان کرتے ہیں یا جماعت اہلِ حدیث کے علماء، غلام احمد پرویز صاحب اور ان کے ہم خیال افراد اس کو صحیح رنگ میں پیش کرتے ہیں یا خاکسار تحریک سے متعلق لوگ، شیعہ حضرات اسلام کے صحیح ترجمان ہیں یا اہلِ سنت والجماعت لوگ اور اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ کہ ان مکاتیب فکر اور مسالک کے لوگ آپس میں شدید اختلافات اور ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے رکھتے ہیں اور بسبب اس کے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تاہم ان میں سے کسی سے اگر پوچھا جائے کہ اس کے نزدیک اسلام کی سچی اور اصل تصویر کس مکتبہ فکر یا فرقہ کے لوگوں کے پاس ہے۔ تو وہ اپنے فرقہ کو ہی اس کا حامل قرار دے گا اور دوسروں کو اس سے محروم۔

ان میں سے ہر ایک کا دعوےٰ ہے کہ وہی اسلامی نظام کا صحیح معنوں میں داعی ہے اور اس کے مسلک پر چلنے سے ہی دنیا و آخرت میں نجات ممکن ہے۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے پوچھ کر دیکھیں وہ بھی اپنے آپ کو ہی سچا گردانیں گے۔ الغرض تمام مذاہب اور فرقوں کے لوگ اپنی اپنی جگہ دعوےٰ رکھتے ہیں کہ وہی سچے اور خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور ان کی مذہبی تعلیم پر چلنے یا عمل کرنے سے ہی انسان کی دنیا و آخرت میں فلاح اور نجات ہو سکتی ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام دوسرے مذاہب دنیا کی طرح اپنی سچائی کے لئے فقط دعویٰ ہی رکھتا ہے۔ نہیں ایسا نہیں یہ دعوےٰ کے ساتھ دلائل اور ثبوت بھی پیش کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کے زندہ اور من جانب اللہ مذہب ہونے کے متعلق ہر زمانہ میں عین ضرورت کے وقت ثبوت مہیا کرتا رہا ہے۔

پیغمبر اسلام نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں قرآنی تعلیمات و احکامات پر عمل کرنے سے گذشتہ چودہ سو سالوں میں جو ہزاروں انسان باخدا اور صاحب کشف و الہام ہوئے ہیں وہ اس امر کے شاہد ہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ جس کی برکات و تاثیرات قیامت تک جاری و ساری ہیں۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں موجود پیشگوئیاں جو اب تک پوری ہوتی چلی آ رہی ہیں وہ اسلام کی صداقت کا علیحدہ ثبوت ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں کسی شخص کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکا کہ وہ اسے اپنا کر باخدا انسان بن گیا ہو اور اسے کشف و الہام سے حصہ ملا ہو اب اولیاء اللہ کا مقام حاصل کرنا یا کسی کے لئے صاحب کشف و الہام ہونا بجز اسلام میں داخل ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت و اتباع اختیار کرنے کے ممکن نہیں ہے۔

اس ملک میں اسلامی نظام کا صحیح معنوں میں نفاذ اگر مقصود ہے۔ تو اہلِ علم حضرات پر واجب ہے کہ وہ تحقیق کریں اور دیکھیں کہ وہ کونسا مکتبۂ فکر یا فرقہ ہے۔ جس کے پاس اسلام کی حقیقی اور سچی تصویر ہے اور وہ اپنے موقف کی صداقت میں صرف دعوےٰ پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کی تائید میں قوی اور ناقابلِ تردید دلائل و براہین پیش کرتا ہے۔ اور اسلام کی اس تصویر سے جو وہ پیش کرتا ہے خشک مذہب کی عکاسی نہیں ہوتی بلکہ زندہ مذہب کی نشاندہی ہوتی ہے۔

قیام پاکستان کو اکتیس برس ہو گئے ہیں مگر اس کے قیام کی اصل غرض و غایت یعنی ملک میں اسلامی نظام کی ترویج اب تک پوری نہیں ہو سکی۔ اس میں ناکامی کو سابقہ حکومتوں کی محض بدنیتی موجب قرار دینا یا اسے کسی بیرونی سازش کا نتیجہ خیال کرنا مناسب نہ ہوگا۔ ہماری رائے میں ماضی میں جو کچھ ہوا ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ کی گہری حکمت اور مصلحت بھی پوشیدہ تھی ورنہ سیاستدانوں کے ساتھ مذہبی جماعتوں کے لوگوں کو بھی اس مہم میں ناکامی و نامرادی کا سامنا کرنا پڑتا جنہیں حصول پاکستان کے بعد وقتاً فوقتاً سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کا موقع ملا۔

۱۹۷۰ء کے بعد ۱۹۷۷ء میں جو کچھ یہاں ہوا اور اس عرصہ کے دوران ملک کی جو حالت ہوئی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اگر ان مذہبی جماعتوں کے اسلام کو خدا تعالےٰ کی جناب میں قبولیت حاصل ہوتی اور اس کی تائید اور فضل ان لوگوں کے شاملِ حال ہوتا جنہوں نے سیاسی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تو ان پر دوسرے لوگوں کو جو سوشلزم کے حامی تھے اور ان کے نزدیک راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے تھے غلبہ نصیب نہ ہوتا اور اس طرح ان کے "اسلام" پر ایک غیر اسلامی نظریہ "سوشلزم" کو فوقیت حاصل نہ ہوتی۔

خاکسار کو یقین ہے کہ اگر اس وقت بھی ملک میں عام انتخابات ہوں اور عام سیاسی جماعتوں کو ان میں حصہ لینے دیا جائے تو ان مذہبی جماعتوں کا حشر اس سے زیادہ مختلف نہ ہوگا جیسا کہ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں ان کا ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی حقیقی اور اصل تصویر تو ان لوگوں میں سے کسی کے پاس نہیں جو آج کل ملک میں اسلام کے داعی اور علمبردار بنے بیٹھے ہیں۔ اسلام کی سچی[1] اور اصل تصویر جن لوگوں کے پاس ہے وہ عام لوگوں کی نظر میں غیر مسلم اور گمراہ ہیں۔

خاکسار نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں قرآن کریم، احادیث نبوی اور بزرگانِ اُمتِ مسلمہ کے اقوال کی رُو سے یہ ثابت کیا ہے کہ دینِ اسلام کی ترقی، اس کا دیگر ادیانِ عالم پر غلبہ، اسلامی ممالک میں باطل نظریات کی بیخکنی، پاکستان کی بقا اور اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ اس فرقہ کے لٹریچر سے وابستہ ہے جس کو احمدیہ جماعت لاہور کہتے ہیں۔ اور اس جماعت کے لٹریچر کی برکت سے ہی پاکستان قائم ہوا اور خدا تعالےٰ اس کی تائید میں اپنا قوی ہاتھ دکھانے کو ہے۔ کیونکہ اس لٹریچر میں جو جدید زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اسلام کو ایک زندہ مذہب کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ خاکسار کا مذکورہ مضمون احمدیہ جماعت لاہور کے ہفت روزہ

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

[1] اسلام کی سچی اور اصل تصویر صرف جماعت احمدیہ لاہور کے پاس ہے۔

تبلیغی خط وکتابت

# بلادِ غیر میں ترسیل لٹریچر

## "مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

## اقصائے عالم میں اسلام پر شائع کردہ ہمارے لٹریچر کی وسیع مقبولیت

مرتبہ :- چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

**مغربی افریقہ** سے عبداللہ محمد لکھتے ہیں :-

" بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ خاکسار کو قرآن کریم عنایت کرکے ممنون فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے افضال و برکات سے نوازے - احباب کرام کی خدمت میں نیاز۔"

الجواب : محترم عبداللہ محمد صاحب ! آپ کو چند اسلامی کتب ارسال کی جا رہی ہیں - ان کا مطالعہ کیجئے اور کامل مطالعہ سے ہمیں آگاہ کیجئے - اسلامی تعلیمات سے آگاہی کے سلسلہ میں آپ ان کتب کو یقیناً مفید پائیں گے - قرآن کریم کا حق خدمت ہے - یہ رقم اگر آپ بھجوا دیں تو آپ کو قرآن کریم ارسال کر دیا جائے گا - اُمید ہے آپ ہم سے قلمی رابطہ جاری رکھیں گے - دعاؤں کا شکریہ -

---

**عکرہ** (افریقہ) مسٹر سلیمان تاج رقمطراز ہیں :-

" مجھے آپ کی ایک کتاب پڑھنے کا موقع ملا ہے - جو دینِ اسلام سے متعلق ہے - بفضلہ تعالیٰ میں مُسلم ہوں اور اپنے دِین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں - تاکہ مَیں اپنے حقوق و فرائض جان پہچان سکوں اور ان کے مطابق زندگی بسر کروں - میں نے ایک دوست کے پاس حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کا ترجمہ و تفسیر قرآن کریم دیکھا ہے مجھے یہ قرآن کریم درکار ہے - اس کے علاوہ دیگر اسلامی کُتب کی بھی ضرورت ہے - از راہ کرم میری گذارش کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے عنداللہ ماجور ہوں، شکرگذار ہونگا۔"

الجواب :- محترم سلیمان تاج صاحب ! ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ ہمارے مسلم بھائی ہیں اور علم دین میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں، تا آپ ایک پکے مومن مسلم کی زندگی بسر کر سکیں - اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے - ہم آپ کو فی الحال چند اسلامی کُتب بھجوا رہے ہیں - حسب طلب ہم آپ کی خدمت کرتے رہیں گے - یہ کتب بلا معاوضہ ارسال ہیں - تاہم قرآن کریم کے لئے آپ اس کا ہدیہ ہمارے لنڈن مشن یا براہِ راست ہمیں ارسال کر دیں - ہم انشاء اللہ یہ بھی آپ کو ارسال کر دیں گے - ترجمہ قرآن کی طباعت و تقسیم پر ایک خطیر رقم خرچ ہوتی ہے - جو سب کی سب آپ ایسے حضرات کے عطیات کی صورت میں جمع ہوتی ہے - یہ ایک صدقہ جاریہ ہے - اُمید ہے آپ بھی بخوشی اس صدقہ جاریہ میں حصّہ لیں گے -

امید ہے آپ دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھیں گے -

---

**افریقہ** سے الحاج مصطفیٰ علی سلیمان لکھتے ہیں :-

" آپ نے میری درخواست پر اثباتی توجّہ دے کر مجھے اسلامی کتب کا جو تحفہ مرسل کیا ہے وہ مجھے موصول ہو گیا ہے - آپ کی کرم نوازی کا بہت بہت شکریہ - مَیں نے ان کُتب کا بار بار گہرا مطالعہ کیا ہے اور انہیں بہت ہی مفید مطلب پایا ہے -

مجھے کتاب "عربی بذریعہ ریڈیو" کی جلد اوّل و دوم کی ضرورت ہے - اُمید ہے یہ بھی ارسال کر کے ممنون فرمادیں گے -"

الجواب : محترمی مکرمی ! ہمیں خوشی ہوئی کہ ہم آپ کی طلب پوری کر سکے اور آپ کے لئے یہ کُتب مفید ثابت ہوئیں الحمد للہ - آپ نے جن دو کتابوں کا ذکر کیا ہے وہ ہمارے ہاں دستیاب نہیں ہیں - اس لئے افسوس ہے کہ ہم آپ کی یہ فرمائش پوری نہ کر سکے - اگر آپ اس کتاب کے طابع و ناشر کا پتہ لکھ بھیجیں تو ہم اس کی دستیابی کی حتی الامکان ضرور کوشش کریں گے -

خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہے تو ہمیں از حد خوشی ہوگی آپ کو مزید چند کتب ارسال ہیں، اپنے دوستوں کو بھی انکے استفادہ کا موقعہ دیجئے - والسلام -

---

**سیرالیون** سے مسٹر عبدالکریم لکھتے ہیں :-

" امید ہے آپ بخیریت ہوں گے - آپ یہ پڑھ کر خوش ہونگے کہ میں اس شہر کی احمدیہ انجمن کا ایک ادنےٰ رُکن ہوں - مجھے جماعت کا لٹریچر ملتا رہتا ہے - مجھے حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھیؒ کی تصنیف "محمدؐ اِن ورلڈ سکرپچر" حصّہ اوّل و دوم کی اشد ضرورت ہے - مجھے مطلع فرمائیں کہ مَیں اس شاندار شاہکار کو کس طرح حاصل کر سکتا ہوں - میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گا -

فقط آپ کا اسلامی بھائی "

الجواب : ہمیں خوشی ہے کہ آپ ہماری جماعت کے رُکن ہیں الحمد للہ یہ جماعت جیسا کہ آپ کو معلوم ہے خدمتِ اسلام پر مامور ہے اور اپنے تمامتر وسائل کے ساتھ دِین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے مصروف ہے - دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ذرائع و وسائل میں سہولت پیدا کرے تا اکناف عالم میں اسلام کا نعرہ بلند ہو اور توحید و رسالت کا نام گونجے -

ہم آپ کی ہدایت کے مطابق کتابیں ارسال کرتے رہتے ہیں آئندہ بھی انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا - مطلوبہ کتاب ارسالِ خدمت ہے - وصول پاکر مطلع فرمائیں - جماعتی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے بالفعل کام کیجئے - احباب میں اجتماعی رنگ میں خدمتِ اسلام کرنے کی ترغیب و تحریک پیدا کریں -

---

**گھانا** سے مسٹر ابراھیم نیی عمادو لکھتے ہیں :-

" مجھے اپنے دوستوں کے پاس آپ کا لٹریچر دیکھنے کا کا موقعہ ملتا ہے جس سے اسلام کے بارے میں کافی و شافی معلومات حاصل ہوتی ہیں، اس لٹریچر میں ترجمہ و تفسیر انگریزی قرآن کریم تو مجھے بہت ہی پسند ہے - یہ تفسیر میں نے ایک عربی مدرس کے پاس بھی دیکھنے کا موقعہ ملا - وہ اسی تفسیر سے ہی اپنے مدرسہ میں تعلیم و تدریس کا کام لیتے ہیں - چنانچہ آپ سے بصد ادب التماس گذارش ہے کہ یہ قرآن کریم خاکسار کو بھی

بھی مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔"

— الجواب: محترم ابراہیم عمادو صاحب!
ہمارا لٹریچر آپ تک پہنچا ہے اور اس میں آپ نے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں اس از حد خوشی حاصل ہوئی ہے۔ ہمارا کام دینِ متین اسلام کی اشاعت و تبلیغ ہے اور لٹریچر کے ذریعہ یہ کام بہ احسن پورا ہو رہا ہے۔ الحمد للہ۔
اس جماعت نے اسلام پر جو عظیم الشان لٹریچر تیار کیا ہے ان میں ایک ترجمۃ القرآن ہے۔ جو بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ دنیا بھر کے لوگ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اور ... عالم نے اس شاہکار کے مؤلف کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ... آپ کی خدمت میں چند کتب ارسال ہیں۔ ہم آپ کو فارن مشن ... بتہ ارسال کر رہے ہیں۔ وہاں قرآن کریم کا ہدیہ بھجوا دیں۔ انشاء اللہ یہ آپ کو ارسال کر دیا جائے گا۔ والسلام۔

---

## نائجیریا سے مسٹر عبدالغنی لکھتے ہیں:—

"آپ کی کتب مجھے مل گئیں۔ آپ کی کرم فرمائی کا بے حد شکریہ۔ میں ان کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میرے عزیز و اقارب بھی ان کو ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں آپ سے گزارش ہے کہ تازہ مطبوعات بھجواتے رہیں تاکہ اسلام کے بارے سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتے رہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھکر عنداللہ ماجور ہوں۔

— الجواب:— ہمیں خوشی ہے کہ ہم آپکی خواہش بابت ترسیل کتب پوری کر چکے ہیں اور یہ کہ آپ نہ صرف خود ان کا مطالعہ کرتے ہیں بلکہ اپنے احباب کو بھی بغرض مطالعہ دیتے ہیں۔ ہم آگاہ ہے گا ہے آپ کو تازہ لٹریچر ارسال کرتے رہیں گے۔ انشاءاللہ۔
اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم آپ کے نام اخبار لائٹ جاری کر دیں۔ یہ انگریزی اخبار ہے۔ جس میں اسلام پر بیش بہا مضامین شامل ہوتے ہیں۔ اس کے ذریعہ آپ کو اسلام کے بارے میں معلومات ملتی رہیں گی۔ اس کا سالانہ چندہ بالکل معمولی ہے۔
ہماری دعائیں آپ کے شاملِ حال ہیں۔ کار لائقہ سے یاد فرمائیں۔

---

## تامل (افریقہ) سے ابوبکر عبدالرشید لکھتے ہیں:—

"مجھے اپنے دوست کے توسط سے آپ کا پتہ ملا ہے انہوں نے آپ کی کرم نوازیوں کا ذکر کیا جس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں اور اسی وجہ سے آپ کو خط لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔
از راہ کرم مجھے بھی اسلامی لٹریچر بالخصوص انگریزی ترجمۃ القرآن مرحمت فرمائیں تاکہ میں دین اسلام کے بارے میں تفصیلی علم حاصل کر سکوں

— الجواب:— مکرمی! ہم تبلیغ اسلام کا جو فریضہ انجام دے رہے ہیں ... کسی پر احسان نہیں بلکہ ہمارا یہ اولین فرض ہے جو اپنے وسائل کے مطابق کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس لئے کرم نوازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ... خوشی ہے کہ آپ نے ہمیں یاد کیا۔ در خدمت کا موقعہ بخشا۔ آپ کو چند اسلامی کتب ارسال کی جا رہی ہیں۔ ان کا مطالعہ فرمائیے اور اپنے خیالات سے مطلع کیجئے۔ آئندہ بھی ہم آپ کو تازہ لٹریچر ارسال کرتے رہیں گے۔ والسلام

---

# میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو
## اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچا ماننے پر کیوں مجبور ہوں۔
(بقیہ بسلسلہ صفحہ ۸)

جو لفظ مرسل اور رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔ ......
لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچکر لے گئے ہیں۔"

(انجام آتھم ص۲۷ حاشیہ)

پس آپ کی تحریروں میں بعض جگہ نبی کے لفظ یا نام کے ذکر کی یہ تیسری وجہ ہے۔ یقین ہے کہ اعتراض مذکور کے بارے میں ان وجوہات کے ذریعے معترض صاحب کی تسلی ہو جائے گی بشرطیکہ نیت سیدھی اور صاف ہو۔ (باقی — باقی)

---

# اہلِ قلم حضرات، اکابر علماء اور مفتی...... ایک سوال
(بقیہ: بسلسلہ صفحہ ۱)

پیغام صلح میں تین اقساط میں ۳۱ر مئی، ۷ر جون اور ۱۴ر جون ۱۹۷۸ء کو شائع ہوا ہے۔
تمام اہلِ قلم حضرات، جملہ اکابر علماء اور مفتی صاحبان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور مضمون میں دیئے گئے دلائل کا اگر ہمت اور طاقت رکھتے ہوں تو رد پیش کر کے دکھائیں۔
ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ایسا کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ بفضلِ خدا ہم نے اُن پر حجت قائم کر دی ہے۔ سچائی اور حقیقت کو دیکھ کر اگر اب بھی وہ اسے قبول نہیں کرتے بلکہ اعراض کی پالیسی اختیار کرتے ہیں اور اباء و استکبار سے کام لیتے ہیں تو یہ یاد رکھیں کہ وہ عنقریب دُنیا میں شرمندگی و ندامت اُٹھانے کے علاوہ روزِ محشر بھی اُنہیں خدا تعالےٰ کے آگے اپنی اس روش کے لئے جوابدہ ہونا پڑیگا اور کثیر تعداد میں مخلوق خُدا کو راستی کی راہ سے روکنے کے گناہ کا بوجھ بھی ان کے سر پر ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ المبین —
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؛

---

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغامِ صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔
(چیف ایڈیٹر:- ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور — مورخہ ۳۰ر جولائی ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ نمبر ۳۵

# حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

## تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائجِ خیر کا موجب ہو اور وہ...... کلمۂ واحد پر متفق ہونے کے لئے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل و بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں، اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں، اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں جبکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے سرانجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک کے دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔

میں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لئے جائیں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیۂ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح کی حیات وفات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ اس پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی۔ لیکن ہمارا کام اور ہماری اغراض ابھی اس سے بہت دور ہیں، اور وہ یہ کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً جب تک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اور ہو گیا ہے اسے فائدہ نہیں پہنچتا۔

فطرت اور عقل اور جذبات کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل ہو جائے تو کچھ بات ہے، ورنہ کچھ بات بھی نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے اشغال چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے کیونکہ اس راہ سے بھی ابتلاء آتا ہے اور اس ابتلاء کی وجہ سے انسان چور، قمار باز، ٹھگ، ڈکیت بن جاتا ہے۔ اور طرح طرح کی بُری عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ مگر ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ دنیوی شغلوں کو اسی حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمہارے لئے مدد کا سامان پیدا کر دیں اور مقصود بالذات اس میں دین ہی ہو۔"

(الحکم۔ جلد ۱۲ صفحہ ۲۶)

# حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں

(از جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب - اسلام آباد)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کو جب اللہ تعالےٰ نے مجدد صد چہاردہم (ہجری) اور مسیح موعودؑ کے منصب پر کھڑا کیا - تو فرمان نبویؐ (صلعم) کے مطابق آپؑ کا ایک فرض "کسرِ صلیب" بھی مقرر کیا گیا تھا - اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کے قلب کو اس صلیبی مذہب یعنی مسیحیت (جو سینٹ پال نے قائم کی تھی) کے استیصال کے لئے خاص جوش بھی عنایت فرمایا -

حضرت مسیح ابنِ مریمؑ کو جو خصوصیت عیسائیوں نے اور ان کی تقلید میں بہت سے مسلمانوں نے دے رکھی تھی - اس کو آپ نے یکے بعد دیگرے توڑنا شروع کیا - بالخصوص مسیح کی صلیب پر موت اور اس کا زندہ آسمان پر چڑھنا مسیحیت کے دو بنیادی اُصول تھے جن پر "کفارہ" اور "الوہیت مسیح" کی ساری عمارت کھڑی تھی -

حضرت اقدسؑ نے مذہبی - عقلی اور نقلی دلائل سے مسیحؑ کا صلیب پر سے زندہ اُتر آنے اور بجائے آسمان پر چڑھنے کے اپنی طبعی موت سے مرکر زمین میں دفن ہونے کو ثابت کر دکھایا - اسی اثنا میں سرینگر کشمیر میں مسیح ابنِ مریمؑ کی قبر دریافت ہونے سے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی -

حضرت اقدسؑ نے ۱۸۹۹ء میں اس کے متعلق ایک کتاب "مسیح ہندوستان میں" تصنیف کرنی شروع کر دی - اور اس میں بائبل اور مختلف تاریخوں اور یورپین محققین کی تحقیقاتوں کے حوالوں سے آپ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ جب بخت نصر (قدیم بابل کے بادشاہ) نے بیت المقدس کو فتح کرکے یہودی عبادت گاہ جلا دی - اور بنی اسرائیل کے بارہ میں سے دس قبیلوں کو قید کرکے لے گیا - تو ان کو اپنی مملکت کے دُور دراز علاقوں مثلاً افغانستان اور کشمیر وغیرہ میں لے جاکر آباد کر دیا اور پھر وہ لوگ وہاں سے واپس وطن نہیں گئے - انہیں بنی اسرائیلیوں کی اولاد میں سے بہت سے افغانستان کے باشندے اور کشمیری لوگ ہیں - اور ان کی شکل و صورت - عادات - خاندانی اور قومی رسم و رواج - طرز معاشرت بہت کچھ وہی ہیں جو بنی اسرائیل قوم کے ہیں - یہاں تک کہ افغانستان اور کشمیر کے بہت سے شہروں - پہاڑوں اور قبائل تک کے نام وہی ہیں جو فلسطین کے شہروں اور بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے تھے - مثلاً پہاڑ کوہ سلیمان - قبائل موسےٰ خیل - عیسےٰ خیل - یوسف زئی وغیرہم -

حضرت عیسےٰؑ کے اس قول سے جو انجیل میں ہے کہ میں (عیسےٰؑ) بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں (متی کی انجیل - باب ۱۵ - آیت ۲۴) وہ یہی بنی اسرائیل کی جلاوطن شدہ قومیں تھیں - اور جن کی تلاش میں حضرت عیسےٰؑ (واقعہ صلیب کے بعد) ہجرت کرکے افغانستان اور بالآخر کشمیر میں پہنچے - اور انہیں کی تلقین اور ہدایت میں عمر بسر کی - اور بالآخر (بقول حدیث نبویؐ) ۱۲۵ برس کی عمر پاکر فوت ہوئے اور سری نگر (کشمیر) میں دفن کئے گئے -

اس کشمیر کی طرف سفر میں آپ کی والدہ حضرت مریمؑ آپ کے ہمراہ تھیں (اور ان کی قبر کوہ مری میں ہے) - قرآن کریم کی آیت ۵۰ سورۃ المومنون: (اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ... نشان بنایا ہے - اور ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی جو ہموار اور چشموں والی تھی) میں اسی کی طرف اشارہ ہے -

حضرت اقدس نے مولانا نورالدین صاحبؓ کو کشمیر بھیجا اور انہوں نے وہاں کئی ماہ کے قیام میں تحقیق کرکے شہادتیں حاصل کیں اور ثابت کیا کہ محلہ خان یار سری نگر میں ایک قبر یوز آسف نبی اور عیسےٰ صاحب کے نام سے موسوم ہے اور وہ حضرت عیسےٰ کی ہی ہے - اسی موضوع پر تفصیل کے ساتھ بحث بہت بعد میں خواجہ نذیر احمد مرحوم نے اپنی کتاب جیسز اِن ہیون آن ارتھ — (JESUS IN HEAVEN ON EARTH) میں کی ہے اور راقم الحروف نے بھی اپنی کتاب "کسرِ صلیب" میں مختصراً اس کا ذکر کیا ہے -

اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے لئے تحقیقات اور طباعت کے سلسلہ میں حضرت اقدسؑ مرزا صاحب نے ۴ر اکتوبر ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار "الاشتہار الانصار" کے نام سے شائع کیا - اور اس میں اور باتوں کے ساتھ حضرت اقدس نے عیسائی قوموں کی ہدایت پانے کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے :-

> "ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنج وقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کریں - اور تثلیث کے عقیدہ سے توبہ کریں - چنانچہ اُن دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابنِ مریمؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے - بلکہ صلیب سے نجات پاکر - اور پھر مرہم عیسےٰ سے زخموں سے شفا پاکر - نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان کے کوہ لغمان میں گئے اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے اور جہاں شہزادہ نبی کا چبوترہ کہلاتا ہے جو اب تک موجود ہے - اور پھر وہیں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے بالآخر کشمیر آئے اور ۱۲۵ برس کی عمر پاکر کشمیر میں ہی فوت ہو گئے اور سری نگر محلہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے ......"

حضرت مسیح موعودؑ کی ان دعاؤں کی قبولیت میں 'کسرِ صلیب' کا کام جاری ہے - کئی سال ہوئے جرمنی کے ایک مذہبی مؤرخ اور محقق "کرٹ برنا" نے ایک کتاب بمع تصاویر کے جرمن زبان میں شائع کی جس کے ٹائیٹل کا ترجمہ یہ ہوگا - "جیزز (عیسےٰؑ) کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی" - اس میں اس نے اس کپڑے کے کفن کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت عیسےٰؑ کو صلیب سے اتارنے کے بعد لپیٹا گیا تھا - اور وہی کفن بالآخر ملک اٹلی کے شہر ٹیورن (TURIN) میں ایک گرجا میں حفاظت سے رکھا گیا ہے - اور جس کو رومن کیتھولک کے کم از کم دو پوپوں نے اصلی (بغیر کم و کاست) تسلیم کیا ہے - اس کفن کے کپڑے پر حضرت عیسےٰ کے جسم کے نقوش بھی پڑ گئے ہیں اور خون کے دھبے بھی - مگر خون کے کیمیاوی تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خون کسی زندہ شخص کے جسم سے بہا تھا - اس کی تفصیل راقم الحروف نے اپنی کتاب "کسرِ صلیب" میں دی ہے - یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ حضرت عیسےٰ صلیب سے اتارے جانے کے بعد زندہ تھے - یعنی گردشِ خون جاری تھا -

بعد میں "کرٹ برنا" نے انگریزی میں بھی اس موضوع پر کتاب لکھی اور باوجود عیسائی مذہبی اداروں کی مخالفت کے اس کو شائع کر دایا - اس کتاب سے عیسائی مذہبی حلقوں میں ایک زلزلہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے - کیونکہ اگر حضرت عیسےٰؑ صلیب پر نہیں مرے - تو عیسائیوں کا کفارہ (جس پر عیسائیت کی بنیاد ہے) غلط ثابت ہوتا ہے - اور جو

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۶ر ستمبر ۱۹۸۸ء

# قادیانیوں کا ذبیحہ

روزنامہ جنگ ۱۴ر جولائی ۱۹۸۸ء میں عبدالستار ملتان نے ایک سوال کیا ہے کہ:۔

"قادیانی غیر مسلم ہیں۔ ان کا ذبیحہ کیا ہوا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان سے رشتہ لینا جائز ہے یا نہیں؟"

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کسی صاحب نے جن کا نام ظاہر نہیں کیا گیا فرمایا ہے کہ:۔

"قادیانی غیر مسلم تو ہیں مگر ان کی حیثیت اہلِ کتاب کی نہیں بلکہ مرتد کی ہے۔ اس لئے ان کا ذبیحہ مُردار ہے۔ اس کا کھانا جائز نہیں اور ان سے رشتہ ناطہ اور سماجی تعلق قائم کرنا بھی ناجائز ہے۔"

نامعلوم مجیب کو چاہیئے تھا کہ وہ سائل کو مطمئن کرنے کے لئے قرآن اور حدیث کے حوالے سے یہ ثابت کرتے کہ قادیانی مرتد ہیں اس لئے ان کا ذبیحہ کھانا اور ان سے سماجی تعلقات قائم کرنا شریعت اسلامیہ کے رُو سے ناجائز ہے۔ محض ان کی اپنی طرف سے من گھڑت جواب اخبار میں شائع کر دینا کسی ذی شعور اور ذی فہم انسان کے لئے باعث اطمینان نہیں ہو سکتا۔

اس سے قبل کہ ہم ذبیحہ کی حرمت یا حلّت کے بارے میں کچھ عرض کریں ہم قرآن کریم سے یہ ثابت کریں گے کہ قادیانیوں پر مرتد ہونے کا فتوےٰ صادر کرنا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

ہم یہاں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۷ کے الفاظ نقل کرتے ہیں:۔

"ولا یزالون یقاتلونکم حتّٰی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ؕ و من یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولٰئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ ۚ و اولٰئک اصحٰب النّار ۚ ھم فیھا خالدون۔"

اور وہ ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے لوٹا دیں اگر انہیں طاقت ہو۔ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھرے پھر مر جائے حالانکہ وہ کافر ہو سو یہی ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں کام نہ آئے اور یہی آگ والے ہیں۔ وہ اسی میں رہیں گے۔"

آیت مذکورہ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ جو مسلمان کافروں کے ظلم وستم۔ ایذا دہی اور جنگ و جدال سے تنگ آ کر لوٹ جائے اور اسی پہ مطمئن ہو جائے۔ تو وہ قرآن کی اصطلاح میں مرتد ہے۔ خواہ وہ یہودی عیسائی یا مشرک ہو جائے۔ یہودی اور عیسائی مسلّمہ طور پر اہلِ کتاب ہیں اور قرآن کریم اہل کتاب کے کھانے پینے کو جس میں ذبیحہ شامل ہے مسلمانوں کے لئے حلال ٹھہراتا ہے۔ اس لئے اس مرتد کا ذبیحہ بھی حلال ہے جو اسلام سے کفر میں لوٹ جاتا ہے کیونکہ یہی ارتداد ہے۔

قرآن کریم نے مُرتد کی ایک دوسری قسم بھی بتائی ہے جس کا ذکر النحل ۱۰۶ میں ان الفاظ میں آیا ہے:۔

"من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان و لٰکن من شرح بالکفر صدرًا فعلیھم غضب من اللہ ۚ ولھم عذابٌ عظیم۔"

جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ کا انکار کرتا ہے مگر وہ نہیں جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ جس کا سینہ کُفر پر کھُل جائے تو اُن پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

یہ انسان بھی جسے کُفر میں لوٹ جانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور وہ اللہ کا انکار کر دیتا ہے بظاہر مرتد ہے خواہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن بھی ہو۔ اور اللہ کا انکار کرنے سے وہ مشرکین میں شامل ہوتا ہے کیونکہ یہودی اور عیسائی تو اللہ کا انکار نہیں کرتے۔ تو کیا ایسے مرتد کا ذبیحہ بھی حرام ہے جس کے لئے خود اللہ تعالےٰ نے استثناء بیان فرمائی ہے۔ ایسا انسان معاشرہ میں چھُپا نہیں رہ سکتا۔ وہ جہاں بھی رہتا ہے اس کے اردگرد کے لوگ اس کے شناسا ہوتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں ارتداد مخصوص حالات اور مجبُوری کی وجہ سے وقوع میں آتا ہے۔ لیکن احمدیوں نے نہ کبھی خدا کا انکار کیا ہے اور نہ رسُولؐ اور آپؐ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کا اور نہ ہی ان کی تاریخ میں کافروں نے جنگ اور ظلم سے ان کو دینِ اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا ہے اور وہ مرتد ہوئے ہیں۔ اگر ایک مجدّد کو ماننے کی وجہ سے ان کو مُرتد کہا جا رہا ہے تو آنحضرت صلعم کی اس متفق علیہ حدیث "ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا" کے مطابق گذشتہ تیرہ صدیوں میں آنے والے مجدّدین کے ماننے والے سب کے سب مرتد ہو جاتے ہیں اور ان کا ذبیحہ اس خودساختہ اُصول کے تحت حرام اور مُردار ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ انہی مجدّدین میں چاروں امام بھی شامل ہیں۔

اسی سلسلہ میں ہم ان مفتی صاحب کی توجہ ایک فتوےٰ کی طرف دلاتے ہیں جو "فتاویٰ میلاد شریف وغیرہ" نامی کتاب کے صفحہ ۲ پر ان الفاظ میں درج ہے:۔

"حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ نے مکتوب دو صد و شصت جلد اوّل مکتوبات میں لکھا ہے وحکی عن ابی نصیر الدبوسی عن القاضی ظھیرالدین الخوارزمی من سمع الغناء من المغنی وغیرہ او یری فعلا من الحرام فیحسن ذالک باعتقاد او بغیر و یصیر مرتدا فی الحال بناء علیٰ انہ ابطل حکم الشریعۃ و من ابطل حکم الشریعۃ فلا یکون مومنا عند کل مجتھد ولا یقبل اللہ تعالیٰ طاعتہ و احبط اللہ کل حسناتہ۔"

ترجمہ:۔ حکایت کی گئی ہے ابو نصیر دبوسی سے انہوں قاضی ظہیرالدین خوارزمی سے کہا جس نے سُنا راگ ڈوم یا کسی مجرّد عطائی سے یا دیکھا کسی کارِ حرام کو پس اس راگ یا کارِ حرام کو اچھا کہتا ہے اعتقاد سے یا غیر اعتقاد سے پس یہ شخص ہو جاوے گا مرتد اسی وقت کیونکہ اس نے باطل کر دیا حکم شریعت کو وہ نہیں رہے گا مؤمن کسی مجتہد کے نزدیک اور نہیں قبول کرے گا اللہ تعالےٰ عبادت اس کی اور مٹا دے گا ہر نیکی اس کی۔"

آج پاکستان کے تقریباً ہر گھر میں ریڈیو اور ٹی وی پر گانے نشر ہوتے اور سُنے جاتے ہیں۔ مزاروں پر عرس کے موقع پر بھی گانے والوں اور

والیوں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ بیاہ شادیوں میں بھی جی بھر کر اس کی داد دی جاتی ہے۔ تو پھر کون ہے جو اس فتویٰ سے باہر رہ جاتا ہے۔

بڑے بڑے علماء کے گھر بھی ریڈیو اور ٹی وی سے مستثنے نہیں ان میں سے کس کا ذبیحہ حلال ہوگا اور کس کا حرام اور مُردار۔ یہ فتویٰ تو ایک مجدد کے مکتوبات میں درج ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ حوالہ بھی ہم درج کر دیتے ہیں کہ "فتاویٰ میلاد شریف وغیرہ" محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند ۱۳۴۸ھ ہجری میں دیوبند سے شائع کی اور اس پر یہ الفاظ درج ہیں:۔

"از افادات حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری و قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ اسرارھم"

اس لئے اس فتویٰ کو ان کی تائید اور سند بھی حاصل ہے۔

اگر "قادیانیوں" کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیروکار ہونے کی وجہ سے کافر اور مرتد کہا جاتا ہے تو اس فتویٰ کی زد میں آنے والے وہ تنہا نہیں۔ "الشہاب الثاقب" صفحہ ۱۳ پر مولانا حسین احمد صاحب مدنی فرماتے ہیں:۔

"آپ اکابر دین میں سے کسی کو ایسا نہ پائیں گے جن کو ان کے اہل زمانہ نے ایذائیں نہ دی ہوں یا سب و شتم تفسیق و تضلیل نہ کی ہو۔ حضرت امام اعظمؒ و حضرت غوث الثقلین وغیرہ وغیرہ حضرات و اکابر رحمۃ اللہ علیہم کے حالات ملاحظہ کر لیں اور تواریخ اسلام کو ابتداء سے آخر تک دیکھیں۔ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن۔"

ان اکابرین اسلام کے پیروکاروں کو پھر کیسے مسلمان کہا جا سکتا ہے جب ان کی اپنی تفسیق، تضلیل اور تکفیر ہوئی ہے۔

ہمارے پاس ہندوستان کے مختلف فرقوں کے علماء کے ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ تکفیر کے پشتارے موجود ہیں لیکن ہم یہاں ان کا حوالہ دینا خلاف تہذیب و اخلاق سمجھتے ہیں۔ ان کے پیش نظر تو اس ملک میں ایک بھی مسلمان نہیں رہتا۔ اور سب ہی مرتد ہو جاتے ہیں۔

فقہاء اُمت علیہم الرحمۃ نے بھانپ لیا تھا کہ تکفیر کا یہ مرض جسدِ ملتِ اسلامیہ میں کینسر کی طرح داخل ہو کر اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گا اس لئے انہوں نے فرمایا:۔

"کہ ننانوے وجوہ میں اگر ایک وجہ ایمان کی بھی ہو سکے تو تکفیر مومن کی نہ کرنا چاہیئے سو یہ ننانوے وجہ فرمانا فقہا کا تحریر نہیں بلکہ تکثیر ہے۔ ہزار سے ایک وجہ ہو جب بھی تکفیر نہ کرے کہ ایمان کی بہت بڑی عظمت ہے کہ تصدیق توحید حق تعالےٰ صفتِ خاصہ حق تعالےٰ کی ہے۔ قل ھو اللہ احد پھر جس کی جلد میں یہ نور صفت خاصہ داخل ہے اگرچہ کسی درجہ خفیفہ میں ہو وہ کس طرح مقبول اور جنتی نہ ہو۔" (الشہاب الثاقب ص۲۸)

احمدی تو سارے ارکانِ اسلام کی پابندی کرتے ہیں۔ پھر وہ کس طرح کافر اور مرتد ہوئے۔ فقہاء کے اس فتویٰ کی ذرہ بھر بھی کسی نے پرواہ نہ کی۔ وہ شب و روز مسلمانوں کی تکفیر میں مشغول رہے۔ اور اعضاءِ ملت کو بڑی بے دردی سے کاٹ کاٹ کر الگ پھینکتے رہے۔ جس کا اظہار "الشہاب الثاقب" نے ص۲۸ پر ان الفاظ میں بڑی دلسوزی سے کیا ہے:

"کیا علماء اُمت کا یہ کام ہے کہ زور لگا لگا کر معنوں کو بگاڑ بگاڑ کر عبارتوں کو قطع و برید کر کے مسلمانوں کو کافر بنایا جاوے یا وراثت نبوت اور علم شریعت کا یہ تقاضا ہے کہ زور شور لگا کر کافروں کو اسلام میں اور مشرکوں کو ایمان میں منافقوں کو ایمان میں داخل کرتے کیا رسول اللہ علیہ السلام نے یہی طریقہ برتا تھا کیا آئمہ کرام نے اسی کی تعلیم کی تھی۔ کیا سلف صالحین کا یہی شعار تھا۔ افسوس صد افسوس خداوند کریم کا خوف دل سے اُٹھ گیا ہے غلبہ رحم خداوندی ان کے قلوب پر چھا گئی ہیں.........."

لیکن یہ ٹیس تب دل میں اُٹھی جب ایک فرقہ کے رہنما کی طرف سے فتویٰ کفر لگا۔ مگر حضرت مرزا صاحبؒ کی باری آئی تو یہی سبق جو دوسروں کو دیا جاتا تھا خود کو بھول گیا اور بعینہٖ یہی سلوک حضرت مرزا صاحبؒ سے برتا گیا۔ یاایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔

ارتداد محض قولی نہیں فعلی بھی ہوتا ہے جن احکام پر اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے انہیں بجا نہ لانا اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے انہیں عمل میں داخل کرنا بھی ارتداد ہے اور ایسا کرنے والا مرتد ہے کیونکہ وہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بڑے واضح الفاظ میں جھوٹ۔ بد دیانتی۔ بدکاری قمار بازی۔ شراب خوری۔ بدنظری۔ بدظنی۔ غیبت۔ چوری۔ کم تولنے اور ماپنے۔ غرور و تکبر۔ دھوکہ دہی۔ فریب کاری۔ ارتکاب زنا، قتل، ڈاکہ۔ گالی گلوچ۔ ایک دوسرے کا نام دھرنے اور دوسری ہر قسم کی بے راہ روی اور فسق و فجور سے جو معاشرہ میں فتنہ و فساد کا موجب ہوں منع فرمایا ہے۔ لیکن اس سے کس کو انکار و جرأت ہے کہ انہی ساری برائیوں کا دور دورہ ہے اور اکثریت کے شب و روز انہی مشاغل میں گذرتے ہیں۔ دوسری طرف نماز روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کا بار بار قرآن میں تاکیداً ذکر کیا گیا ہے۔ کتنے ہیں جو ان پر عمل کرتے ہیں۔

اور فعلی ارتداد سے بچتے ہیں۔ لیکن مفتی صاحب مذکور کے نزدیک انکے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ مگر انہیں بجا لانے والے قادیانیوں کا حرام۔ جیسا کہ ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں قرآن کریم نے اہل کتاب کا کھانا حلال کیا ہے۔ اور اہلِ کتاب صرف یہودی اور عیسائی ہی نہیں بلکہ تمام اقوام عالم اہلِ کتاب ہیں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

"ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك" (المومن ۷۸)

اور یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے ان میں سے وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کر دیا اور ان میں سے وہ ہیں جن کا تجھ سے ذکر نہیں کیا۔"

اور دوسرے مقام پر ہے:

" انا ارسلنٰک بالحق بشیراً و نذیراً و ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ۔ (فاطر ۲۴)

ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گذر چکا۔"

اس لئے تمام قومیں جو اس وقت روئے زمین پر موجود ہیں وہ اہلِ کتاب ہیں یہ اور بات ہے کہ جس طرح اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والوں نے قرآن کریم پر عمل چھوڑ دیا اسی طرح دوسری قوموں نے اپنے اور فعل کے ذریعے اپنی کتب کی تعلیم کی حفاظت نہ کی اور ان میں بگاڑ پیدا ہوگیا۔ مگر اس سے کسی کو انکار کی مجال نہیں کہ وہ اہلِ کتاب ہیں ۔ اس لئے ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ لیکن ایسا ذبیحہ حرام ہے جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے ۔ ایک حدیث اس کی بھی وضاحت کر دیتی ہے :۔

" عن عائشۃ ان قوما قالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان قوما یأتوننا باللحم لا ندری اذکر اسم اللہ علیہ ام لا فقال سمّوا علیہ انتم و کلوہ "

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں جس کے متعلق ہمیں یہ علم نہیں ہوتا کہ آیا انہوں نے اس پر اللہ کا نام پڑھا ہے یا نہ ۔ آپؐ نے فرمایا تم اس پر اللہ کا نام پڑھ دو اور کھا لو ۔"

ہم تو خدا کے فضل سے بڑے پکے اہلِ کتاب ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک تو یہ

جمال و حسن قرآن نور جانِ ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اور نہ ہم کسی ادارے یا مذہبی رہنماؤں کے کہنے سے مرتد اور کافر ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ

ما انزل اللہ بھا من سلطان

اس لئے

مفتی صاحب مذکور کا یہ فتویٰ دینا کہ قادیانی مرتد ہیں اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں مردار ہے اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں ۔ قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہے ۔

اسی قسم کے فتووں نے ملت کو پارہ پارہ کیا اور یہاں تک پہنچایا کہ آج مسلمانوں کی آزاد مملکتیں ہونے کے باوجود مسلمان غیروں کے دست نگر ہیں اور رقبے اور آبادی کے لحاظ سے حقیر ریاستیں بھی ان کو آنکھیں دکھا رہی ہیں ۔ تفریق و انتشار نے انہیں ایک بار پھر اسی آگ کے گڑھے کے کنارے لا کھڑا کر دیا ہے جس سے بچانے آنحضرت صلعم آج سے چودہ سو سال تشریف لائے تھے۔

قرآن کریم میں اس کے لئے بڑی تنبیہ ہے :۔

" ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا لست منھم فی شیء انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون ۔"

(الانعام ۔ ۱۵۹)

وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور فرقے ہو گئے تیرا ان سے کچھ سروکار نہیں ۔ ان کا معاملہ اللہ کی طرف ہے پھر وہ ان کو بتا دے گا جو وہ کرتے ہیں ۔"

دوسری جگہ اس طرح بیان ہوا ہے :۔

" من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً کل حزب بما لدیھم فرحون ۔"

(الروم ۔ ۳۲)

ان میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے ۔ سب گروہ اس پر جو ان کے پاس ہے خوش ہو رہے ہیں ۔"

یعنی ہر فرقہ یہی کہتا ہے کہ وہی درست راستے پر ہے دوسرے سب گمراہ ہیں ۔ اس لئے اس کے خلاف فتویٰ دیتا ہے ۔ ایسی صورت میں آنحضرت صلعم کا ایسے تفریق پیدا کرنے والے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ۔ جب آنحضرت صلعم کا تعلق ہی ختم ہوگیا تو اس قوم کا ٹھکانا کہاں ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے پاس ملک ۔ تعداد ۔ دولت اور قدرتی وسائل ہوتے ہوئے وہ ایک چھوٹی سی ریاست کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ۔

کی وفا تو نے محمدؐ سے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس قوم کی موجودہ حالت زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے کہ یہ " محمدؐ " کی وفادار نہیں ؛

---

**اخبار احمدیہ** حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بخیر و عافیت ہیں ۔ یکم ستمبر ۱۹۷۸ء کا خطبہ جمعہ حضور نے ارشاد فرمایا اور سورۃ البقرہ کے آخری رکوع کی چند آیات کی بڑی لطیف تشریح فرمائی ۔ آپ نے فرمایا کہ :۔

خدا تعالےٰ نے ان آیات میں مومن مرد اور عورتوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ وہ اس بات پر یقین کریں کہ خدا ہی تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے ۔ اس لئے اس سے ڈر کر زندگی بسر کریں ۔ کیونکہ خدا خالق ہے ۔ خلق السمٰوات والارض ۔ اور اسی وجہ سے وہ انسانوں کے دلوں کے رازوں سے آگاہ اور ان کی فطرتوں سے آگاہ ہے ۔ الا یعلم من خلق ۔ اس لئے خدا کا خوف دلوں میں پیدا کرو اور اس طرح خدا کا نور اپنے اندر پیدا کرو ۔ تاکہ خدا کی برکات کے وارث ٹھہرو ۔ اور اس کے فضل اور رحمت اور برکت کے حاصل کرنے والے ٹھہرو ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الشان نبی ہیں ۔ ان کو خدا تعالےٰ نے قرآن کریم ایسی عظیم الشان کتاب عطا کی ہے ۔

حضورؐ کی زندگی کو مشعل راہ بناؤ تاکہ تم اعلےٰ اخلاق حاصل کر سکو ۔ رمضان المبارک کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا ۔ اور قرآن پاک روح اور جسم کی امراض کے لئے شفا ہے فیہ شفاء للناس ۔ رمضان کے روزے انسان میں تقویٰ پیدا کرتے ہیں اور خدا کا قرب انسان کو حاصل ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ انسان کے اندر روزوں اور عبادت سے ایک قسم کی لطافت پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان خدا کا قرب حاصل کرنے کے لائق ہو جاتا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خدا ہی تمام کائنات کا مالک ہے ۔ اور انہوں نے اپنی عملی زندگی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے کہ جملہ انبیاء ایک ہی راستہ یعنی توحید کی طرف داعی تھے ۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت ہی خدا کی رضامندی اور خوشنودی کا باعث ہے ۔ اللہ تعالےٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت سے خوش ہوئے اور ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا تمغۂ رضامندی عطا فرمایا ۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا کے با

# مکتوب بنام

## مخدوم و محترم حضرت سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

### منجانب مولانا عبدالحق صاحب کراچی

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

میرا تعلق جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ ہے اور اس وقت میری عمر ۸۷ سال کے قریب ہے یعنے خدا تعالےٰ کے حضور پیشی کے لئے حکم کا انتظار ہے۔ ایسے وقت کوئی ظالم سے ظالم انسان بھی اللہ تعالےٰ کے خوف سے نڈر ہو کر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں تو خدا تعالےٰ کا حلف اٹھا کر جس کی جھوٹی قسم اٹھانا ایک لعنتی۔ مردود اور بے ایمان کا کام ہے۔ عرض کرتا ہوں۔ کہ میں نے نہایت نیک نیتی اور خوفِ خدا کو مدِنظر رکھ کر بڑا غور کیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مجھے دینی اور دنیاوی علوم کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ ازیں قبیل واقعات کو مدِنظر رکھ کر میں اس امر کا ثبوت پیش کر سکتا ہوں کہ جماعتِ احمدیہ لاہور اور برادرانِ اہلِ سنت والجماعت میں خفیف سے خفیف تر عقائد اسلامی کے ماننے میں اختلافات نہیں۔ سوائے اس امر کے کہ جماعتِ احمدیہ لاہور کتاب اللہ اور اقوال رسول اللہ کے ماتحت حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات کی قائل ہے۔ اور ہمارے برادران حنفی المذہب، مسیح ناصریؑ کو آسمان پر آج تک زندہ مان رہے ہیں۔ جو ہماری تحقیق میں خلاف قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ ہے۔

**۲۔** مجھے اس بات کا احساس ہے کہ بعض آئمہ دین بغیر کسی دلیل حضرت عیسٰیؑ کی زندگی کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک یہ بہت ہی معمولی سی بات ہے۔ کیونکہ مسئلہ نزولِ مسیح بہ مطابق احادیثِ صحیحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر مبنی ہے۔ اور پیشگوئی میں ایک پردہ ہوتا ہے۔ جس کو دیکھا بزرگ اٹھاتا ہے۔ جو درحقیقت اس کا مصداق ہو۔ و الّا امت محمدیہ میں ایسے آئمہ دین کی بھی کمی نہیں۔ جو وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔ مثلاً حضرت امام مالک تو کھلے طور پر وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہیں وغیرہ وغیرہ علاوہ ازیں یہ کوئی ایسی بات تو نہ تھی کہ علمائے اسلام ہماری جماعت کے متعلق جھوٹا پروپاگنڈا کر کے برادرانِ اسلام میں ہمارے خلاف نفرت پھیلاتے۔ یہاں تک کہ سابق وزیرِ اعظم جناب بھٹو صاحب کو ہمیں غیر مسلم قرار دینے کے نتیجے میں اسلام میں بطور ہیرو بنانے کا لالچ پیش کرتے۔ اب انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے کہ فیصلہ کریں۔ کہ کیا پاکستانی ماہر علومِ دین کا یہ فعل خلافِ تقوےٰ نہیں۔

**۳۔** مسلمانوں کا مقابلہ درحقیقت عیسائی صاحبان کے ساتھ ہے۔ پاکستان کے وجود میں آنے سے پیشتر مغربی اور مشرقی پاکستان میں عیسائیوں کی کل تعداد چند ہزار تک محدود تھی۔ لیکن ۱۹۷۰ء کے قریب یا کچھ عرصہ بعد پاکستان میں جب مردم شماری ہوئی۔ تو اس وقت چند سالوں کے بعد عیسائیوں کی تعداد ساٹھ لاکھ ہو گئی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت مولوی صاحبان نے خود ساختہ حیاتِ مسیح بنائی ہوئی ہے۔ جن کا پادری صاحبان نے ناجائز فائدہ اٹھا کر حضرت مسیح ناصری کو جملہ انبیاء کرام پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے پیش کیا۔ آپ اس امر کو ناجائز مبالغہ قرار نہ دیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس کی جھلکی آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

میں بائبل سے ساتھ حوالجات پیش کر سکتا ہوں جن میں جناب یوسف کو حضرت عیسٰیؑ کا باپ قرار دیا ہے اس لئے حیرت ہے کہ عیسائی صاحبان کیسے حضرت عیسٰیؑ کو بن باپ تسلیم کرا رہے ہیں۔

(A) پادری کہتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش نرالی۔ کیونکہ بقول ان کے بہ مطابق قرآن کریم ان کو شیر خوارگی کی عمر میں نبوت مل گئی۔ اور ماں کی گود میں اللہ تعالےٰ نے ایسی صفت گویائی عطا فرمائی کہ یہودیوں کے مولویوں کو گفتگو میں عاجز کر دیا۔ اور مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ فضیلت حضور رسالتمآب صلعم میں پائی جاتی ہے؟

(B) بقول مولوی صاحبان حضرت مسیح ناصریؑ دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ ہیں اور وہ حوائج بشری کے بھی محتاج نہیں۔ یعنے بغیر کھانے پینے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ پادری کہتا ہے کہ مسلمانوں کے اس عقیدہ سے عیسٰی مسیح دو ہزار سال سے اللہ تعالےٰ کی صفات میں شامل ہے استغفر اللہ کیا یہ غلط اور جھوٹا عقیدہ مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مائل نہیں کرتا؟

(C) بقول پادری صاحبان حضرت مسیح ناصریؑ نے حقیقی مردوں کو زندہ کیا (۲) اور پرندوں کو بنایا اور عیسائیوں کا سوال ہے۔ کہ کیا حضرت رسالتمآب نے بھی مردوں کو زندہ کیا اور وہ پرندوں کے خالق تھے؟

(D) جب مسلمان قوم تباہی اور بربادی کے نزدیک پہنچ جائے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو بچانے کے لئے آسمان سے مسیح ناصریؑ نازل ہوں گے۔ جو یہودیوں۔ عیسائیوں اور دجال کو قتل کر دیں گے۔ کیا مسلمانوں کے اس عقیدہ سے قرآن کریم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی پر زد نہیں پڑتی؟ کہ بوقت ضرورت اور مصیبت مسلمانوں کو مسیح ناصریؑ نے ہی بچایا۔ نعوذ باللہ نعوذ باللہ۔ جب کتاب اللہ۔ رسالتمآب صلعم۔ امت محمدیہ کے مجددین۔ محدثین اور اولیائے کرام کی کوئی ہستی ان فتنوں کو دور کرنے سے عاجز ہے۔ تو کیا عیسائی کا یہ استدلال درست ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو اسی لئے آسمان پر اٹھایا اور زندہ رکھا۔ کہ ایسے خطرناک فتنوں کو دور کرنے کے لئے صرف حضرت عیسٰیؑ میں ہی قوتِ روحانیہ تھی نہ کسی دوسرے نبی میں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(E) پادری صاحبان مسلمانوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ مطابق قرآن کریم اللہ تعالےٰ کی سنت انبیاءؑ کے متعلق یہ ہے کہ بوقتِ ضرورت اللہ تعالےٰ نے ان سب کو دشمنوں کی تکالیف سے بچایا اور مزید پوچھتے ہیں۔ کہ کیا اللہ تعالےٰ حضرت عیسٰیؑ کو یہودیوں سے اس دنیا میں نہیں بچا سکتا تھا؟ اگر بچا سکتا تھا۔ تو پھر مسیح ناصری کو اللہ تعالےٰ نے آسمان پر کیوں اٹھایا۔ کیا اس نرالے سلوک سے بقول عیسائی صاحبان یہ نتیجہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ صحیح نہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک عیسٰی مسیح نبی سب انبیاء سے افضل تھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے قرب۔ نصرت اور تائید کو ان کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسٰیؑ کو اس غیر معمولی سلوک کا مستحق سمجھا۔

اور بھی بہت ساری خصوصیات ہیں۔ جو عیسائی پادری تو مسیحؑ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ مگر ہمارے علمائے اسلام خواہ مخواہ حضرت عیسٰیؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کو بخوف طوالت نظر انداز کر رہا ہوں۔ اس لئے عرض پرداز ہوں کہ آپ انصاف فرمائیں کہ مذکورہ خصوصیاتِ مسیح کو مان کر ایسے بزرگ خواہ ان کا تعلق اسلامی مشاورت کمیٹی کے ساتھ ہو یا ایشیائی مسلم کانفرنس کے ساتھ یا ہمارے علمائے اسلام ہوں۔ ایسے خلاف اسلام عقائد رکھتے ہوئے بلادِ غیر میں تبلیغ اسلام کے

(باقی بر صفا کالم نمبر ۲)

مکرم جناب چوہدری شکر اللہ خان منصور ایڈووکیٹ

# مَیں حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی کو اپنے دعویٰ مامور من اللہ میں سچّا ماننے پر کیوں مجبور ہوں

(گذشتہ سے پیوستہ)

**حضرت مرزا صاحبؑ نے نبوّت کا دعوےٰ نہیں کیا۔** میں نے سابقہ حصہ مضمون میں اسلام کے اکابر اور مسلّمہ بزرگانِ سلف اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے اقوال و تحریرات کے مفصّل حوالے درج کئے ہیں۔ ان حوالجات سے ثابت ہے کہ ہر دو حضرات یہ مانتے لکھتے اور کہتے ہیں کہ بعض اجزاء و کمالاتِ نبوّت مثلاً مکالمہ الٰہیہ اور اخبارِ غیبیہ یعنی مبشّرات کے منجانب اللہ حاصل ہونے کی وجہ سے

(۱)۔ ولایت و محدّثیت ایک قسم کی نبوّت ہے۔ اور

(۲)۔ اسی معنی اور مفہوم میں محدّث کو نبی کہا جاتا ہے۔ مگر

(۳)۔ اس کی نبوّت نبیوں والی تشریعی یا حقیقی یا کامل نبوّت نہیں ہوتی بلکہ

(۴)۔ محض جزئی یا ناقص۔ مجازی یا ظلّی اور لغوی نبوّت ہوتی ہے۔

(۵)۔ جس سے مراد صرف بعض اجزاء و کمالاتِ نبوّت ہوتے ہیں اسی لئے

(۶)۔ ایسی نبوّت یا اس معنی و مفہوم میں نبی ہونے کے اقرار سے ختم نبوّت کا انکار یا دعویٰ نبوّت کا ارتکاب لازم نہیں آتا۔

نبوّت۔ ولایت اور محدّثیت کے متعلق بزرگانِ سلف موصوفہ اور حضرت مرزا صاحب ہر دو حضرات کا یہی عقیدہ اور موقف ہے جیسا کہ اقوال منقولہ سے مبرہن ہے۔ چودھویں صدی کے علمائے وقت اور ان کی متابعت میں عوام مسلمان بزرگانِ سلف موصوفہ کو اس عقیدہ اور اقوال کے باوجود پکّے مُسلم مؤمن۔ مقربانِ الٰہی اور اپنے رہبر و راہنما۔ امام و مقتداء یقین کرتے ہیں مگر حضرت مرزا صاحبؑ کو اسی عقیدہ و اقوال و تحریرات کی وجہ سے کاذب۔ کافر۔ غیر مُسلم کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بزرگانِ سلف جس قول و اقرار کے باوجود ختم نبوّت کے پکّے قائل اور داخل اسلام ہیں حضرت مرزا صاحبؑ اسی قول و اقرار کی وجہ سے ختم نبوّت کے منکر خارج از اسلام ہیں۔ کس قدر حیرت بالائے حیرت ہے؟ تضاد و تناقض کا یہ معمہ ضِد و تعصب اور بغض و عناد کا کرشمہ ہے۔ بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تفریق و امتیاز اس وجہ سے ہے کہ بزرگانِ سلف تو نبوّت کے دعویدار نہ تھے مگر حضرت مرزا صاحب نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ تفریق و تمیز غیر صحیح اور بالکل غلط ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے کبھی نبوّت کا دعوےٰ ہرگز ہرگز نہیں کیا۔ بعض علماء عمداً اور لاعلمی سے یہ الزام عاید کرتے ہیں۔ اس جگہ ہم اپنے دوست کے سامنے عقلی اور واقعاتی پانچ دلائل رکھ دیتے ہیں جن سے انہیں اس تمیز و تفریق اور دعویٰ نبوّت کے الزام [کی صحت] یا بطالت کا خود اندازہ ہو جائے گا۔

**پہلی دلیل:۔** مخالفین کی طرف سے دعویٰ نبوّت کے الزام میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ آپ نے لکھا ہے، اللہ تعالےٰ نے الہامات میں آپ کا نام نبی رکھا ہے۔ لہٰذا جب آپ خود اقرار [کرتے ہیں کہ] خدا نے آپؑ کو نبی کہا ہے تو یہ دعویٰ نبوّت ہے۔ مگر غور [طلب اور] سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ پر تو آپ کو اختیار نہیں [تھا۔ وہ] صاحبِ اختیار مالکِ کُل ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب [نے] خود اس نام رکھنے سے کیا سمجھا؟ کیا اس نام رکھے جانے کی بنا [پر] والی نبوّت کا دعوےٰ کیا؟ آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا بلکہ بار [بار] اعلان فرمایا کہ:۔

"میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے اور کچھ نہیں۔ اور یہ اہلِ سنّت کے اکابر کے نزدیک مسلّم ہے۔ پس صرف لفظی نزاع ہے پس اے عقلمندو اور داناؤ جلدی نہ کرو اور اللہ تعالےٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس کے خلاف ذرّہ بھر دعویٰ کرے اور ساتھ ہی تمام لوگوں اور فرشتوں کی لعنت اس پر ہو۔"

(حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء)

کیا یہ دعوےٰ نبوّت ہے یا اس سے انکار؟ اور سُنئے۔ فرماتے [ہیں:]

"میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا نہ کہ حقیقت کے طور پر"

(حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء)

کیا اسے دعوےٰ نبوّت کہا جائے گا؟ اور سُنئے:۔

"ما لغنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ۔"

(حقیقۃ الوحی)

یعنی میری نبوّت سے اللہ تعالےٰ کی مراد وہ نہیں جو خدا کی کتابوں میں نبوّت سے مراد ہے۔

کوئی خوفِ خُدا سے کام لیتے ہوئے سوچے اور بتلائے کہ [یہ] دعوےٰ نبوّت ہے یا اس دعوےٰ سے صریح انکار؟ پس آ[پ] کو نبوّت کا مُدّعی قرار دینا خلافِ علم و عقل ہے۔

**دوسری دلیل:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوّت [کے] متعلق حضرت مرزا صاحبؑ کا عقیدہ اور ایمان ان کے اپنے الفا[ظ] میں پڑھیئے۔

(۱) "میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے [صاف] صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوّت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوّت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(اشتہار ۳ رفروری ۱۸۹۲ء)

(۲) "قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام [illegible]

حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے لانبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ فرما دیا تھا کہ کوئی نبی نبوّت کے حقیقی معنوں کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آسکتا۔"

(کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴ حاشیہ)

(۳) "قرآن شریف میں ختم نبوّت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لانبی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر جُرأت دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کریم کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔"

(ایام الصلح صفحہ ۴۶)

(۴) "قرآن شریف ........ آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوّت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم کر چکا ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۳)

(۵) "کیا نہیں جانتے کہ ربّ رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء رکھا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے قول میں اس کی تفسیر لانبی بعدی سے کی ہے۔"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰ ترجمہ از عربی)

(۶) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمّت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پُرانا ہو۔"

(نشانِ آسمانی صفحہ ۲۸)

(۷) "اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ کوئی پُرانا اور نہ کوئی نیا۔"

(انجام آتھم صفحہ ۲۷ حاشیہ)

**پھر** اپنی وحی کا ذکر کرتے ہیں:—

(۸) "یہ وہ علم ہے جو خُدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوّت کے دروازے خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بکلی بند ہیں اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رُو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔" (سراجِ منیر صفحہ ۲)

(۹) "واوحی الیّ ان الدین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفےٰ سید الانام رسولٌ امیٌّ امینٌ فکما ان ربنا احد یستحق العبادۃ وحدہٗ کذالک رسولنا المطاع واحدٌ لانبی بعدہٗ ولاشریک معہٗ وانہ خاتم النبیّین۔"

(منن الرحمٰن صفحہ ۲)

ترجمہ: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک دین صرف اسلام ہے اور بے شک رسول صرف محمد مصطفےٰ سید الانام ہیں جو خدا کا رسول اُمّی امین ہے پس جس طرح ہمارا ربّ صرف ایک ہے جو اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔ اسی طرح ہمارا رسول واحد مطاع ہے اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ اس کے ساتھ کوئی شریک ہے اور بے شک وہ خاتم النبیّین ہے۔"

**اور** مزید فرمایا:—

(۱۰) "خاتم النبیّین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

(۱۱) "قرآن شریف بعد خاتم النبیّین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پُرانا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

(۱۲) "قرآن کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی نبی کا آنا ممنوع ہے۔"

(ایّام الصلح صفحہ ۱۶۴)

(۱۳) "اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔"

(رازِ حقیقت۔ صفحہ ۶۶)

(۱۴) "اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

(کشف الغطاء صفحہ ۲۶)

**اور** پھر مزید لکھتے ہیں:—

(۱۵) "وہ (یعنی خدا) وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۸۳)

(۱۶) "جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسٰےؑ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی دلآزاری کا موجب ہوگا۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۷) "اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور آیت خاتم النبیّین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ کے لئے وحی نبوّت لانے کے لئے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷)

**یہ** تمام حوالے حضرت مرزا صاحب کی خود نوشت تصانیف سے ہیں۔ ان میں اقرار فی المسجد کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں خُدا کے

ڈھونگ رچایا ہوا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر عیسائی قوموں میں ایسے تعلیمیافتہ اور سنجیدہ مزاج لوگ بھی موجود ہیں جو جویائے حق ہیں اور ایسے چیلنج کی تحقیقات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ سے متعدد اداروں کے نمائندے اور آزاد مرد اور عورتیں۔ سیاحوں کی جماعتیں سری نگر میں تحقیق کے لئے آنی شروع ہو گئی ہیں اور ہندوستان کے TOURIST BUREAU کے ذریعہ سے ان کی راہنمائی کے لئے ہمارے دوست عبدالعزیز شورہ ایڈیٹر "روشنی" سرینگر کو اکثر مدعو کیا جاتا ہے۔ شورہ صاحب کا بیان ہے کہ ان سیاحوں کو وہ اپنی تحقیقات اور علمی معلومات اور مشاہدات سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ اکثر یہ تاثر لے کر جاتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰؑ واقعی ان علاقوں میں آئے تھے اور یہ قبر ان ہی کی معلوم دیتی ہے۔ اور اس کی فوٹو اور فلمیں بھی بنا کر لے جاتے ہیں۔

**یورپین محققین**۔ نصرت الٰہی کی ایک ہَوا چلنے لگی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ "کسرِ صلیب" مکمل ہو کر۔ اسلام کا سُورج مغرب سے طلوع ہونے کا وقت قریب آ رہا ہے۔ یورپ میں "کرٹ برنا" اور اس کے ہمخیال لوگوں میں جن میں بڑے بڑے ڈاکٹر۔ مؤرخ اور محقق شامل ہیں۔ ایک ایسی ریسرچ کارپوریشن بنانے کا ارادہ کیا ہے جو یہ تحقیقات کر کے ثبوت بہم پہنچائے گی کہ حضرت عیسےٰؑ صلیب سے زندہ بچ کر ان مشرقی ممالک میں گئے اور وہیں تبلیغ حق کی اور فوت ہونے کے بعد سری نگر میں دفن ہوئے۔ انہوں نے اپنی تحقیقات میں یہ بات بھی دریافت کی ہے کہ حضرت عیسےٰؑ لداخ (کشمیر) اور تبت کے بدھ مذھب کے عبادت خانوں اور خانقاہوں میں بھی جا کر رہے تھے۔ اور بدھ مت کے مذھبی لاماؤں سے بھی ان کی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔

چونکہ حضرت عیسےٰؑ اور مہاتما بدھ کی تعلیموں میں بہت کچھ مناسبت تھی۔ اور بدھ کو گذرے پانچ سو برس گذر گئے تھے۔ اس لئے بدھ مذہب والوں نے حضرت عیسےٰؑ کو مہاتما بدھ کا اوتار سمجھا۔ حضرت عیسےٰؑ سے پہلے بدھ کے مجسموں میں مختلف قسم کا سر پر تاج ہوتا تھا۔ مگر حضرت عیسےٰؑ کے آنے کے بعد جو مہاتما بدھ کے مجسمے بنائے گئے ان میں کانٹوں کا تاج اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں پر ان میخوں کے نشان دکھائے گئے ہیں جن کا صلیب کے واقعہ سے تعلق تھا۔ بدھ مت کی ان علاقوں کی خانقاہوں میں ان کی دستاویزوں میں حضرت عیسےٰؑ کا ذکر ہے۔

"کرٹ برنا" نے اپنی ایک تصنیف THE SECOND LIFE OF CHRIST میں جو باتصویر ہے اس میں حضرت کی کتاب۔ خواجہ نذیر احمد مرحوم کی کتاب اور راقم الحروف کی کتاب کا ذکر اور حوالہ جات بھی دیئے ہیں۔ اور "کرٹ برنا" نے جو ریسرچ کارپوریشن بنائی ہے اس میں احمدیہ جماعت لاہور کو (جماعت کے ایک فرد کے ذریعے) اس تحقیقاتی ادارے میں شمولیت کی دعوت دی ہے۔ جو قبول کر لی گئی ہے۔

## حضرت مسیح موعودؑ کا ایک رؤیا

کتاب تذکرہ طبع سوئم کے صفحہ ۲۳۹ پر لکھا ہے:۔

"۱۸ر نومبر ۱۹۰۲ء۔ فرمایا۔ نماز فجر سے کوئی ۲۰ یا ۲۵ منٹ پیشتر میں نے (یعنی حضرت اقدس نے) خواب دیکھا (مقبرہ بہشتی کے متعلق کچھ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں)...... پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں "کسر صلیب" کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں۔ میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جاویں تو وہ انجیلیں لاویں تو ایک کتاب اُن پر لکھی جائے......"

حضرت اقدس نے نہ صرف اس کام کو ضروری اور مبارک خیال فرمایا ہے۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کے لئے بشارت بھی دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مُبارک رؤیا کے درست ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اور حضرت اقدس کی جماعت کا بھی اس مبارک کام میں حصّہ ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت اقدس کو اللہ تعالےٰ نے الہام کیا تھا کہ:۔

"دُنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا۔
مگر اللہ تعالےٰ اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور
حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔"

آپ ذرا سوچیں تو۔ اگر خود عیسائی محققین کے ذریعے حضرت عیسےٰؑ کے صلیب سے بچنے اور کشمیر میں آنے اور بالآخر یہاں ہی فوت ہو کر دفن ہونے کا قطعی ثبوت مل جائے۔ تو نہ صرف "کسرِ صلیب" یعنی عیسائیت کی جڑیں کٹ جائیں گی۔ بلکہ ہمارے غلطی خوردہ مولویوں کے جھوٹے عقائد کا پردہ فاش ہو جائے گا۔ اور ساتھ ہی حضرت اقدسؑ کی سچائی اور صحیح مقام کا تعین ہو جائے گا۔ یہ ہوگا اللہ تعالےٰ کا زور آور حملہ۔ اور ساتھ ہی لیظھرہ علی الدّین کلّہ (اسلام کا ڈنکا) بھی دنیا دیکھ لے گی۔

---

# جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

**تاریخہائے جلسہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھیے۔**

**۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی۔**

## دُعائے صحت کی درخواست

—— محترمہ نسرین گل محمد صاحبہ (احمد پارک) سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک مخلص اور ممتاز رکن ہیں، احمدیت کی فدائی ہیں اور جماعتی کاموں میں جوش و خروش سے حصّہ لیتی ہیں، مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی خواتین ایک اہم ممبر ہیں۔ نیز رفاہ عامہ کے ہر کام میں بقدر استطاعت حصہ لیتی ہیں۔

آج کل وہ سانس کی تکلیف کے عارضہ میں مبتلا ہیں، جماعت کے سب بیدار بزرگوں اور سلسلہ کے دیگر بہن بھائیوں سے خصوصی التماس ہے کہ وہ موصوفہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دردِ دِل سے دُعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

—— مکرم چوہدری مسعود اختر صاحب نائب امام لندن مشن محض خدمت دین کی خاطر وطن چھوڑ کر لندن گئے ہوئے ہیں۔ چوہدری صاحب موصوف بھی جملہ احباب سے دُعا کے خواستگار ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ از بیش خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔

—— مکرم مولانا دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح بیمار ہیں اور کافی

# اخبارِ احمدیہ

## جماعت میں ایک نئے رُکن کا اضافہ

{ راولپنڈی سے خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب،

جنرل سیکرٹری صاحب کو لکھتے ہیں۔ کہ "پیرزادہ سید محمد اختر صاحب بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ ان کا بیعت فارم ارسال ہے۔ ان کی استقامت کے لئے بذریعہ پیغام صلح بزرگانِ جماعت سے دُعا کی درخواست ہے۔"

## قرارداد تعزیت

{ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مؤرخہ ۲۵/۸/۷۸ کو احمدیہ مسجد مبارک راولپنڈی میں بعد از نماز جمعہ محترم میاں شریف احمد صاحب کی زیر صدارت ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

یہ اجلاس محترم پرنسپل عبدالرحمان صاحب پبلک سکول ایبٹ آباد کی ناگہانی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے مرحوم بھائی کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ اور ان کے اعزہ و اقارب کو یہ نقصانِ عظیم برداشت کرنے اور صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اِنّا للّٰہ و اِنّا اِلَیہ راجعون

یہ اجلاس ان کی بیگم صاحبہ، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے لئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کو میاں صاحب مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میاں صاحب مرحوم صاف گوئی سے کام لیتے تھے۔ ان کی زندگی نہ صرف تقویٰ و طہارت اور اخلاص سے معمور تھی بلکہ وہ خدمتِ دین کا بے پایاں جذبہ رکھتے تھے۔ وہ قوم کے ایک سرکردہ رُکن کی حیثیت سے ہمیشہ اس کی تقویت کا موجب تھے۔ ان کی وفات قوم کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

قرار پایا کہ اس کی نقول :-

(۱)۔ بیگم صاحبہ میاں عبدالرحمٰن صاحب مرحوم معرفت پرنسپل پبلک سکول ایبٹ آباد۔

(۲)۔ محترم میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی F 6/3 - ا - 20 سٹریٹ نمبر 15 اسلام آباد۔

(۳)۔ محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نمبر 162 "الکوثر" شادمان کالونی نمبر 3 لاہور نمبر 3

(۴)۔ اور ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو برائے اشاعت لاہور بھیجی جائیں۔

خاکسار۔ خواجہ محمد نصیر اللہ۔ سیکرٹری جماعت راولپنڈی

## شیخ عبدالعزیز صاحب جہلمی کی وفات

{ انگلینڈ سے مکرم ملک مشتاق احمد زئی صاحب نے

جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو یہ افسوسناک اطلاع دی ہے کہ "ماموں شیخ عبدالعزیز صاحب" مؤرخہ ۲۸/۷/۷۸ بروز جمعہ شام کے ۸½ بجے وفات پا گئے ہیں

اِنّا للّٰہ و اِلیہ راجعون

وہ مزید لکھتے ہیں :-

"ماموں شیخ عبدالعزیز صاحب کی بیماری کے بارے میں گھر سے اطلاع ملتی رہی۔ اور جوں جوں وقت بڑھتا رہا۔ ان کے بارے میں ہماری پریشانی بھی اس دیارِ غیر میں بڑھتی رہی۔ بعد میں احباب اور بزرگانِ جماعت سے پرچہ پیغام صلح میں دُعا کی درخواست بھی کی گئی (جو پچھلے ایک شمارہ میں شائع ہو چکی ہے۔)

ماموں شیخ عبدالعزیز صاحب کے سبھی بچوں نے ان کی تیمارداری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ خاص کر میری اہلیہ حمیدہ بیگم صاحبہ جو کہ ماموں صاحب کی سب سے بڑی دختر ہیں۔ انگلینڈ سے جہلم (پاکستان) میں تیمارداری اور خدمت کے لئے پہنچ گئیں۔ اور پورا ماہ بیماری میں ان کے پاس رہیں اور اپنے والد صاحب کی حد سے بڑھ کر خدمت کی۔ بوقت وفات ان کا چھوٹا بیٹا مسٹر جاوید عزیز انگلینڈ سے اپنا کام چھوڑ کر ان کے پاس پہنچ گیا اور اس نے بھی اپنے والد محترم کی حد سے بڑھ کر خدمت کی۔

پھر اطلاع موصول ہوئی کہ ماموں شیخ عبدالعزیز صاحب دو تین ماہ مسلسل بیمار رہنے کے بعد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون۔ بروز جمعہ مؤرخہ ۲۸/۷/۷۸ بوقت شام ۸½ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

مرحوم ماموں شیخ عبدالعزیز صاحب کو احمدیت سے والہانہ محبت تھی۔ اور اپنے والد مرحوم شیخ قمرالدین صاحب جہلمی کی طرح جماعت کے کاموں کو بہت جوش و خروش اور گرمجوشی کے ساتھ کیا کرتے۔ اور انہوں نے اپنے والد مرحوم کے بارے میں "یادِ رفتگان" میں بہت تفصیل کے ساتھ مضمون دیا۔ ہمارے پاس دو دفعہ انگلینڈ تشریف لائے اور احمدیت کی خدمت کی تاکید فرماتے رہے۔ اور اپنی زندگی میں احمدیت کی خدمت اور تبلیغ اسلام کے بارے میں ہمیں آگاہ کیا کرتے۔ ان کی مجلس سے کبھی کوئی نہ اُکتاتا۔ بلکہ ان کی مجلس سے کبھی اُٹھنے کو دل نہ کرتا تھا۔ ہم سب ان کی باتوں سے لُطف اندوز ہوتے تھے۔

مرحوم بہت ہی اخلاص اور شرافت سے بھرپور تھے۔ ان کی مہمان نوازی کا تو ہر کوئی قائل تھا۔ سلیم الطبع اور جماعت کے انتھک کارکُن تھے۔ جس کام کو ہاتھ میں لیتے اسے بڑی خوبی اور کامیابی سے سرانجام دیتے۔ بہت ہی سادہ مزاج کے مالک تھے۔ جب تک زندہ رہے سماجی اور جماعت کی فلاح و بہبود کے کاموں میں بھرپور حصّہ لیتے رہے۔

ان کا ہم سے بچھڑ جانا ہمارے لئے بہت ہی صدمہ کا باعث ہوا۔ مگر قانونِ قدرت کے آگے سرخم کرنا ہی پڑتا ہے اور مالکِ حقیقی سے جا ملنا ہی اصل زندگی ہے۔

درخواست کی جاتی ہے کہ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس دیارِ غیر میں صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

جملہ احباب سے اپنے پرچہ کے ذریعہ جنازہٗ غائبانہ کی درخواست کی جاوے۔ (نوٹ) اس مضمون کو پیغام صلح میں شائع کر دیں۔

فقط والسلام - ملک مشتاق احمد زئی۔ حال مقیم انگلینڈ
45 KEITH ROAD
HAYES (MIDDX) UB3 4HP U-K.
" TEL: 01-573 7570

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ______ مؤرخہ ۶ ستمبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ______ شمارہ نمبر ۳۶

چوہدری محمد حیات صاحب ناظم

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۹ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۷

# "اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کرکے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادیٔ مطلق سے مدد چاہو"

## صداقت مسیح موعودؑ کے متعلق رفع شک کی ایک آسان صورت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "نشانِ آسمانی" میں اپنی صداقت کے متعلق رفع شک کی ایک آسان صورت بتائی ہے کہ اللہ تعالےٰ ... سے استخارہ کے ذریعہ آپ کی صداقت معلوم کی جائے۔ یہ صورت آج بھی بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ نیک نیتی اور خلوصِ دل کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے استدعا کی جائے۔ ذیل میں آپؑ کی وہ عبارت نقل کی جاتی ہے جس میں آپ نے طالبانِ حق کو اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے دعوت دی ہے۔ کیا ہمارے مخالفین اس آسان طریق فیصلہ کی طرف توجہ کریں گے؟ ——
(ادارہ)

"اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذۂ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلاتحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جائیں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاءاللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اول تو بۂ نصوح کرکے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالےٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے تو اس کے انکار سے اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے یہ استخارہ کم از کم دو ہفتے کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آ گئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُرظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالےٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں خالی النفس کرکے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کرکے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادیٔ مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المبلغ غلام احمد عفی عنہ

سیکشن خط و کتابت

# ممالکِ غیر میں ترسیلِ لٹریچر

## "مَیں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

((الہام حضرت مسیح موعودؑ))

دیکھو خُدا نے ایک جہاں کو جُھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

## [ا]قصائے عالم میں اسلام پر ہمارے شائع کردہ لٹریچر کی وسیع مقبولیت

[ا]ز مکرم: ——— چوھدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سکرٹری

**یوگوسلاویہ** سے جناب ابوبکر عثمان لکھتے ہیں :—

"برادرِ اسلام سلام مسنون - میں بصد نیاز آپ سے ملتمس ہُوں کہ ازراہ کرم میرے مُلک میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں میری مدد و رہنمائی فرمائیں - آپ اکنافِ عالم میں غلبہ و نصرت اسلام کے لئے جو عظیم الشان خدمات انجام دے رہے ہیں مجھے اس بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں - میں شائق ہوں کہ اس ملک میں بھی یہ سلسلہ جاری ہو - مہربانی فرماکر اشاعت اسلام کے لئے یہاں بھی اقدام کیجئے - مجھ خاکسار کو بھی جس خدمت کے لائق سمجھیں میں حاضر ہوں -

میں ۲۵ سال کی عمر میں ہوں - اپنی اہلیہ اور دو سالہ پیارے بیٹے کے ساتھ گذر بسر کر رہا ہُوں - مجھے اسلامی لٹریچر بالخصوص انگریزی ترجمۃ القرآن ارسال فرماکر عنداللہ ماجور ہوں - تاکہ میں اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہو سکوں اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام کے مفاہیم و مطالب پر مطلع ہو کر حتی المقدور عمل پیرا ہو سکوں -

میں اپنے عزیز و اقارب اور احباب کو بھی اس لٹریچر کے مطالعہ کا موقعہ دوں گا - اُمید ہے آپ میری گذارشات پر التفاتی توجہ دے کر مجھے ممنون و مشکور گذار فرمائیں گے -"

- **الجواب** : جناب ابوبکر عثمان صاحب - مکتوبِ گرامی ملا - [با]عثِ مسرت ہُوا - دینِ اسلام ایک تبلیغی اور عملی دین ہے جو [تما]م انسانیت کے لئے ہے - اُمتِ مُسلمہ کے ایک ایک فرد پر اس [کی] تعلیم و تفہیم اور عمل کے بعد اس کی تبلیغ و اشاعت لازم ہے - [اس]ی مقدس فرض کو ہم ایک جماعت کی صورت میں اپنے محدود ذرائع [او]ر وسائل کے ساتھ سرانجام دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں - [اللہ] تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے اس کام میں [ہم]اری نصرت فرمائی ہے - اور ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ اس کے [نا]م اور پیغام کو دُنیا کے کونے کونے تک پہنچا سکے ہیں اور یہ سلسلہ [جا]ری ہے - ان الٰہی نوازشات کے لئے ہم بارگہ الٰہی میں ہدیۂ تشکر [پی]ش کرتے ہیں -

آپ اسلامی تاریخ سے واقف ہیں - آپ جانتے ہیں کہ اسلام [کی] اشاعت انفرادی و اجتماعی ہر دو صورتوں میں ہوئی ہے بلکہ فرد کے قول و فعل نے ماحول کو متاثر کرنے میں زیادہ کام کیا ہے - ہم اس مقدس فریضہ کو سرانجام دینا چاہتے ہیں - ہمیں از حد خوشی ہے اور آپ کے حق میں دُعا گو ہیں کہ وہ آپ کو استقامت و استقلال عطا فرمائے -

ہم اس راہ میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں - ہم آپ کو دینِ اسلام پر لٹریچر بھیجتے رہیں گے اور اخبار و جرائد بھی - آپ نہ صرف خود ان کا مطالعہ فرمائیں بلکہ احباب کو بھی مستفید ہونے کا موقعہ بخشیں - اسلام پسند احباب کو اکٹھا کریں اور اکٹھے ہو کر نمازوں اور دُعاؤں کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز کریں - چونکہ یہ کام خُدا کا ہے لہذا دعاؤں میں نصرت اور برکت کے حالات خود ہی پیدا کرتا رہے گا - ایک وقت آئے گا اور یقیناً آئے گا کہ آپ کی یہ خواہش ایک حقیقت بن کر آپ کے سامنے آ جائے گی کہ یوگوسلاویہ میں خدا اور رسُول صلعم کے نام لیوا زیادہ سے زیادہ تعداد میں نظر آئیں گے -

آپ ہمیں اسلام پسند احباب اور اپنے ملک کی معروف لائبریریوں کے پتے ارسال فرمائیں - ہم ان کو کتب و رسائل اسلام بھجوانا چاہتے ہیں اور سلسلۂ مراسلت کے خواہاں ہیں - حسب طلب آپ کو ترجمہ قرآن کریم اور دوسرا لٹریچر ارسال ہے - وصولی سے مطلع فرمائیں - آپ سے مراسلت جاری رہے گی انشاء اللہ -

اللہ کے حضور پُر خلوص دُعا کو شرفِ قبولیت عطا ہوتا ہے اور فتح و نصرت کا یہ ایک زبردست ہتھیار ہے - آپ اس روحانی ہتھیار سے کام لیں - اسلام اور اُمتِ مُسلمہ کی فلاح و بہبود کے لئے دعائیں بھی کریں - والسلام -

---

**لیلوس** (مغربی افریقہ) سے محترم جے او یوسف لکھتے ہیں

" اخی فی الاسلام - گذشتہ سال آپ نے انگریزی ترجمۃ القرآن کا مقدس تحفہ ارسال کر کے مجھ پر نہایت کرم فرمائی کی تھی - میں آپ کا بہت ممنون ہوں - جزاک اللہ تعالیٰ - تعلیم و تفہیم کے لحاظ سے یہ ترجمہ نہایت مفید پایا - اس سے مجھے ختم المرسلین حضرت نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دین کو زیادہ شرح و بسط سے سمجھنے کا موقعہ ملا ہے - الحمد للہ -

آپ سے مزید التماس ہے کہ کتبِ احادیث اور اسلام پر دیگر مطبوعات مرحمت فرما کر شکر گذار فرمائیں - میں عام طور پر آپ کا ارسال کردہ لٹریچر بڑی دلچسپی سے پڑھتا رہتا ہُوں، جو آپ وقتاً فوقتاً مجھے یا میرے عزیز و اقارب کو بھجواتے رہتے ہیں - ان سے ہمیں اسلام کے بارے میں نئی اور زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں - مجھے اُمید ہے کہ آپ تازہ مطبوعات حسب سابق بھجواتے رہیں گے - اپنی نیم شبی دعاؤں میں یاد رکھ کر عنداللہ ماجور ہوں -

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رمضان کے اس مبارک مہینہ میں آپ پر اپنی برکات نازل فرمائے اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے - میں آپ کے پیار بھرے جواب کا منتظر رہونگا - والسلام "

——— **الجواب** : مکرم جے او یوسف صاحب - ہمیں خوشی ہے کہ آپ کو قرآن کریم اور دیگر لٹریچر ملا اور یہ سلسلہ جاری ہے

(باقی بر صـ۱۳ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۸ء

# قادیان کی راہ

## امروز قوم من نشناسد مقام من
## روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

روز نامہ "نوائے وقت" میں کچھ عرصہ سے ایک سلسلہ وار مضمون "گزرا ہُوا زمانہ" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے جو ہمارے قارئین کی نظروں سے بھی ضرور گزرا ہوگا۔ یہ ایک سیاسی اور تاریخی مقالہ ہے اس میں ہمارے کرم فرما مضمون نگار نے جب بھی انہیں موقع ملا ہے تحریکِ احمدیت کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا ہے جن سے اس تحریک کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت کی چنگاری سرد نہ ہونے پائے۔ چنانچہ لارڈ ریڈنگ کے دَور کے سیاسی نشیب و فراز کا ذکر کرتے ہُوئے ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں کہ :۔

"کچھ قادیان کی راہ سے کچھ پنجاب کے وفادارانِ ازلی کی مدد سے اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں (انگریز) کامیاب رہا تھا۔"

چونکہ تحریکِ احمدیت کی تاریخ کو توڑ موڑ کر اور مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے اس لئے ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے اُوپر لگائے ہوئے الزام سے بریّت کے لئے پاک بھارت تاریخ کی روشنی میں ہی کچھ عرض کریں کہ انصاف پسند لوگوں پر اس الزام کی حقیقت واضح ہو جائے اور جو کچھ اب تک ہمارے خلاف لکھا یا کہا جاتا رہا ہے اس کی تہ میں کار فرما مصلحتیں بھی طشت از بام ہو جائیں۔

ہمارے قارئین کو بخوبی علم ہے کہ بانیٔ تحریک احمدیت حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب پر مخالفینِ سلسلہ کی طرف سے یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ انگریز نے انہیں اپنے سیاسی عزائم پُورا کرنے اور اپنی گرفت کو برِصغیر پر مضبوط کرنے کے لئے کھڑا کیا تاکہ وہ منسوخیٔ جہاد کا فتویٰ دے کر مُسلمانوں کے دِلوں سے اس جذبہ کو نکال دیں کیونکہ یہی وہ جذبہ ہے جس نے اُنہیں انگریز کے خلاف برسرِ پیکار رکھا اور اس سر زمین پر اُن کے قدم جمانے کی راہ میں سنگِ گراں بنا رہا۔ انگریز اس خطرہ سے دو چار تھے کہ جب بھی موقع مِلا مُسلمان اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اُنہیں ہندوستان سے نکالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے کیونکہ مُسلمانوں سے سلطنت انہوں نے ہی چھینی اور ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم روا رکھے ہیں تاکہ یہ سیاسی طور پر پھر اُبھرنے نہ پائیں۔

یہ الزام کہاں تک درست ہے اس کا تجزیہ ہم تاریخی حقائق کو سامنے رکھ کر کریں گے۔ اسی کے لئے برِصغیر کی تاریخ کو ہم تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں :۔

۱۔ متحدہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا دَور ۱۷۵۸ء سے ۱۸۵۷ء تک
۲۔ تاجِ برطانیہ کا دَور ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک
۳۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کا دَور ۱۹۴۷ء سے اب تک

ظاہر ہے کہ متحدہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دَور میں تحریکِ احمدیت کا کوئی وجود نہ تھا لیکن انگریز برِصغیر پر قبضہ جمانے کی کوششوں میں باقاعدہ مصروف تھا۔ اس دَور میں ہمیں تین اہم اور برِصغیر کی قسمت بدلنے والے ایسے رُوح فرسا واقعات ملتے ہیں جن میں خود مُسلمانوں نے انگریز کے عزائم پورے کرنے اور ان کے مقبوضات کو وسیع کرنے میں مدد دی۔

جنگِ پلاسی ۱۷۵۷ء میں میر جعفر نے سراج الدولہ کی پیٹھ میں چُھرا گھونپ کر بنگال کو انگریز کے حوالے کرنے میں مدد دی۔ بنگال ہندوستان کی کُنجی تھی اور یہاں سے اسے افرادی اور مالی قوت حاصل ہونے کے امکان بڑے روشن تھے۔ بنگال ہندوستان میں ان کی جنگی کاروائیوں کے لئے منصوبہ بندی کا بہت اہم اور محفوظ اڈہ ثابت ہُوا۔ میر جعفر کا تحریکِ احمدیت سے قطعًا کوئی لگاؤ اور تعلق نہ تھا۔ کیونکہ یہ حضرت مرزا صاحب کی پیدائش سے تقریباً ۸۰ سال قبل کا واقعہ ہے۔

سیاسی لحاظ سے دوسرا نہایت ہی اہم واقعہ جس نے برِصغیر کی قسمت ہی بدل کر رکھ دی ۱۷۹۹ء کی میسور کی چوتھی جنگ ہے۔ اس جنگ میں شیرِ میسور ٹیپو سُلطان نے میر صادق کی غداری اور سازش کا شکار ہو کر سرنگا پٹم کے قلعہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا اور یہی موقعہ تھا جب انگریز کمانڈر نے آپ کی لاش پر کھڑے ہو کر بڑے فخر سے کہا کہ آج ہندوستان ہمارا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس شمعِ آزادی کے گُل ہونے کے بعد ہندوستان میں انگریز کا بڑھتا ہُوا قدم کوئی نہ روک سکا۔ اسی جنگ میں حیدر آباد دکن کے مسلمان فرمانروا نظام نے ٹیپو سُلطان کے خلاف اپنی فوج کا ایک دستہ ڈیوک آف ولنگٹن کی سرکردگی میں بھیجا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر شجاع الدین شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لکھتے ہیں

"غدار نے اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے اپنی شان و شوکت کی خاطر کروڑوں ہندوستانیوں کا مستقبل قربان کر دیا" (ترجمہ)

سبھی جانتے ہیں کہ میر صادق اور نظام دکن دونوں اس دَور میں موجود تھے جب تحریکِ احمدیت یا اس کے بانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ انہی واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعرِ مشرق نے فرمایا تھا :—

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ملّت۔ ننگِ دیں۔ ننگ وطن

ذرا انصاف سے بتایئے آپ کی زلفِ سیاہ کا حسن میرے نامۂ اعمال کی تیرگی کیسے بن گیا ہے۔ یہ سب "مُسلمان" تھے ان میں کوئی بھی احمدی نہ تھا۔

اس دَور کا تیسرا مشہور واقعہ حضرت سیّد احمد شہید مجدّد صد سیزدہم کا ہے۔ آپ نے سارے ہندوستان کو چھوڑ کر سکھوں کے خلاف جہاد کے لئے صوبہ سرحد کی زمین کو اس لئے پسند فرمایا کہ یہاں کے امراء اور خوانین ان کی جد و جہد میں مدد کریں گے۔ لیکن واقعات گواہ ہیں انہی کے ہاتھوں آپ کو زک اُٹھانی پڑی اور بالآخر بالاکوٹ کے مقام پر اپنے ساتھیوں سمیت شہادت کا رُتبہ پایا۔ یہ واقعات ۱۸۲۹-۳۰ کے ہیں جبکہ ابھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انگریز اس وقت ہندوستان کے ایک بڑے حِصّہ پر اپنا تسلط جما چُکا تھا اور باقی حِصّے کو زیرِ نگیں لانے کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہا تھا تو ایسے حالات میں کیوں حضرت شہید بالاکوٹ نے جہاد کا رُخ انگریز کی طرف نہ کیا اور جبکہ سیاسی طور پر مُسلمانوں کی گردنوں میں غُلامی کی زنجیریں بڑی مضبوطی سے کسی جا رہی تھیں۔

انگریز کو چھوڑ کر سِکھوں کو جہاد کے لئے کیوں چُنا۔ اس وجہ سے آپ کے زمانے میں آپ پر بھی وہی الزام لگا جو آج حضرت مرزا صاحب اور آپ کے متبعین پر لگایا جا رہا ہے۔ لیکن عوام کو کیا پڑی

ہے کہ وہ تحقیق و جستجو کریں۔ انہیں تو ان کے رہنماؤں نے جو بتا دیا وہی ان کے لئے دینِ آخر ہوگیا۔

۱۸۳۰ء سے ۱۹۰۰ء تک کے عرصہ کے دوران میں جب حضرت مرزا صاحب نے رسالہ "جہاد اور گورنمنٹ انگریزی" تحریر فرمایا ہمیں ۱۸۵۷ء کی صرف یہ مثال ملتی ہے کہ مسلح جد و جہد کے ذریعے انگریزوں کو نکالنے کی کوشش کی گئی جو بُری طرح ناکام ہوگئی۔ لیکن اسے بھی انگریزوں کے خلاف جہاد نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ابتداء میں اس جنگ میں مسلمان ہندو، سکھ وغیرہ سبھی شامل تھے جو بعد میں آہستہ آہستہ علیٰحدہ ہوتے گئے۔ اس کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر شجاع الدین فرماتے ہیں:-

"سابقہ بنگال کے باشندوں۔ سابقہ پنجاب کے سکھوں اور نظامِ حیدر آباد دکن نے اسے کچلنے کے لئے انگریزوں کی مدد کی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انگریز مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہوتا۔"

یہاں بھی نظامِ دکن کا نام شامل ہے جو ایک مسلمان فرمانروا تھا۔ الٰہی بخش نے میر جعفر اور میر صادق کا کردار ادا کرتے ہوئے مغلیہ خاندان کے آخری تاجدار کا سر انگریز کے سامنے جھکایا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادوں کو قتل اور شاہ کو جلاوطن کر دیا گیا۔

اس کے بعد کمپنی کی حکومت ختم ہوگئی اور ہندوستان تاجِ برطانیہ کے زیرِ تسلط آگیا۔ ۱۸۸۵ء میں ملکۂ وکٹوریہ کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا جس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ:-

"عوام کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہب میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔"

اس شق کے پیشِ نظر اگر حضرت مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ:-

"دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال"

آپ کے سامنے قرآن اور حدیث دونوں کا فتوےٰ تھا۔ الممتحنہ میں قرآن کریم فرماتا ہے:-

"اللہ تعالےٰ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی (لم یقاتلوکم فی الدین) اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے احسان کرو اور ان سے انصاف کرو اللہ تعالےٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔"

پھر اس سے اگلی آیت ۹ میں ہے:-

"اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے لڑائی کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان سے دوستی کرتے ہیں تو وہی ظالم ہیں"

ان آیات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ لڑائی ان کے خلاف کی جائے جو دین کے بارے میں لڑائی کرتے ہیں۔ انگریز کی لڑائی کسی دین کے بارے میں نہ تھی بلکہ یہ سیاسی جنگ تھی۔ حکومت اور اقتدار حاصل کرنے کی جنگ۔ حضرت مرزا صاحب کا ایسی جنگ کے خلاف قطعاً کوئی فتوےٰ موجود نہیں۔ انگریز نے اگر اسلام کے خلاف جنگ چھیڑی تو تحریر و تقریر کے ذریعے عیسائیت کی اشاعت کی صورت میں چھیڑی اور اس میدان میں مردِ میدان بن کر جیسا مقابلہ حضرت مرزا صاحب نے کیا اور اس کو شکست دی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ افسوس ہے کہ جس طرح سیاسی جد و جہد میں مسلمانوں کے خلاف انگریز کی مدد کی گئی اسی طرح اس جنگ میں بھی حضرت مرزا صاحب کے خلاف عیسائیوں اور آریوں کی مدد کی گئی لیکن مدد دینے والوں کو ہمیشہ مایوسی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس وقت کے کسی بڑے سے بڑے مجاہد کا نام بتایئے جس نے یہ لکھا ہو:-

"اے مُردوں کے پرستارو زندہ خدا موجود ہے اور اس کو ڈھونڈوگے پاؤگے اگر صدق کے پیروں کے ساتھ چلوگے تو ضرور پہنچو گے۔ یہ نامردوں اور مخنثوں کا کام ہے کہ انسان ہو کر اپنے جیسے انسان کی پرستش کریں"

کس کی ہمت تھی کہ انگریزوں کے سامنے اس طرح منہ کھولتا کہ اسے مُردوں کا پرستار۔ نامرد اور مخنث تک کہہ ڈالتا۔

اس وقت حضرت مرزا صاحب کے مریدوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ دو اڑھائی لاکھ کے لگ بھگ ہوگی۔ اگر یہ دو اڑھائی لاکھ جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے خاموش رہے تو باقی سات آٹھ کروڑ مسلمان جو جہاد پر پختہ ایمان رکھتے تھے اور جہاد کو منسوخ نہیں سمجھتے تھے کیونکر خاموش رہے۔ اور عملاً جہاد کو منسوخ کر دیا۔

حضرت مرزا صاحب کا دعوئے مسیح موعود ہونے کا تھا۔ بخاری شریف میں نزولِ مسیح کی احادیث میں "یضع الحرب" اور "یضع الجزیہ" کے الفاظ آئے ہیں جن کا صاف مطلب جنگوں کا خاتمہ ہے۔

۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک انگریز کے خلاف جو بھی مسلم تحریک اُٹھی اسے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ اگر یہ تحریکیں دین کی خاطر جنگ یعنی جہاد کے ذیل میں آتیں تو کبھی ناکام نہ ہوتیں کیونکہ اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے کہ حزب اللہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ اور یہ بھی وعدہ ہے کہ ایک مسلمان کم از کم دو کافروں پر ضرور بھاری ہوگا۔ اور یہ بھی وعدہ ہے کہ ایک مختصر گروہ جو خدا کی راہ میں لڑ رہا ہو، وہ اپنے سے بڑے گروہ پر غالب رہے گا۔ آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے دور کی جنگیں اس پر گواہ ہیں۔ پھر ان تحریکوں کی ناکامی کی کیا وجہ ہوئی۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین کی خاطر نہیں بلکہ سیاسی اقتدار کی خاطر اُٹھیں اور شکست کھائیں۔ اور اس شکست میں ایک بڑا حصہ اپنوں کا بھی تھا۔ 35 36

۱۹۱۴-۱۸ء کی پہلی عالمی جنگ میں سلطنتِ عثمانیہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ تاریخ میں یہ محفوظ ہے کہ کس نے کس کے اشارے پر ترکوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کی قوت اور جمعیت کو کمزور کیا اور سیاسی طور پر انہیں اتنا مفلوج کر دیا کہ اسے "یورپ کا مردِ بیمار" کہا جانے لگا۔ کوئی احمدی اس بغاوت میں شامل نہ تھا۔ 37 38 42

بر صغیر کی آزادی کی جد و جہد میں پاکستان کی مخالفت کرنے، تحریک مسلم لیگ کو کمزور کرنے اور ہندو کانگرس کا ہاتھ مضبوط کرنے والے مسلمان ہرگز احمدی نہ تھے۔ تقسیم سے پہلے ہونے والے انتخابات میں مسلم لیگ کا ساتھ دینے کے لئے جو ہدایات جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں کے سربراہان نے اپنی اپنی جماعتوں کے نام جاری کیں وہ جناب رئیس احمد جعفری صاحب کی کتاب "قائدِ اعظم اور ان کا عہد" میں آج بھی موجود ہے اور ان کا حوالہ اس سے پہلے بھی "پیغام صلح" کی کسی اشاعت میں دے چکے ہیں۔

مقالہ نگار خود ہی فرماتے ہیں:-

"ادھر انگریز کا جادو مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر رہا تھا آج یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مولانا عبدالباری فرنگی محل کے جس فتوے پر ہندوستان کے پانچسو علمائے کرام نے دستخط کئے تھے اور جس کی رُو سے فوج اور پولیس کی ملازمت حرام قرار دی گئی ایک اور

فتوٰی فروعی اختلافات رکھنے والے علماء کی طرف سے انگریزوں کی حمایت میں جاری ہُوا۔ اس پر کئی سو (شاید پانچسو ہی) عالموں کے دستخط تھے اور جس اڈوائر نے لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی حیثیت سے جنرل ڈائر کی جلیانوالہ باغ میں اندھا دُھند فائرنگ کا حکم دیا تھا پنجاب کی اکثر خانقاہوں کے گدی نشین پیروں نے اس کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا جس میں اڈوائر کو پنجاب کا محسن قرار دیا گیا اور اُن کے متوقع جانشین کے گُن گائے گئے۔"

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ہم مقالہ نگار موصوف سے پوچھتے ہیں کیا یہ بھی قادیان کی راہ سے ہُوا۔ ع

"جو چاہیں سو آپ کرتے ہیں ہم کو مفت بدنام کیا"

ان پانچسو علماء اور گدی نشینوں میں ہمیں یقین ہے کوئی بھی جماعتِ احمدیہ سے تعلق رکھنے والا نہ تھا۔ انگریز کے حق میں یہ فتوٰی مفت نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ع

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"

انگریز کے حق میں فتوے آپ دیں اور "خود کاشتہ پودا" ہوئے ہم۔ کیا "حق پرستی" ہے۔ کیا عدل ہے اور کیا انصاف۔

جس قائد کے خلوص۔ ایثار۔ قربانی اور شب و روز کی انتھک محنت کے صدقے میں مسلمانوں کو پاکستان مِلا اور جس کی شمع زندگی اسی کے غم میں گُل ہوگئی اسے نعوذ باللہ "کافرِ اعظم" کہنے والے اور پاکستان کی حکومت "کافرانہ حکومت" کہنے والے قادیان کی راہ سے ہرگز نہیں آئے تھے۔ لیکن آج ع "منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے۔"

اس کے برعکس پاکستان بن جانے کے بعد یُو این او میں کشمیر اور فلسطین کا مسئلہ پیش کرنے والے چودھری سر ظفر اللہ خاں قادیان ہی کی راہ سے آئے تھے۔ قائدِ اعظم کی نظرِ انتخاب ان ہی پر پڑی"۔ "کردار کُشی کی مہم کس نے شروع کی" کے عنوان سے جناب بی اے ریٹائرڈ برگیڈیر "نوائے وقت" میں آج کل ۱۹۶۵ء کی جنگ کے واقعات قلمبند کر رہے ہیں وہ رَن کچھ کے میدان کے ہیرو اس وقت کے برگیڈیر اور بعد میں میجر جنرل افتخار احمد کو۔ سیالکوٹ کے محاذ پر ٹینکوں کی جنگ کے ہیرو لفٹننٹ جنرل عبدالعلی ملک کو اور چھمب کے محاذ کے ہیرو جنرل اختر ملک کو قرار دیتے ہیں یہ بھی قادیان ہی کی راہ سے آئے تھے۔ اکھنور پر قبضہ نہ کرنے کا حکم دینے والے احمدی نہ تھے۔ اگر ان کی بجائے اختر ملک ہوتے تو اکھنور پر قبضہ کے بعد جنگ کا نقشہ بالکل مختلف ہوتا۔ لیکن اُنہیں عین اس وقت ہٹایا گیا جب وہ اپنا منصوبہ مکمل کر چکے تھے اس لئے کہ شاہان عالی مزاج کو کسی احمدی کا اس طرح ہیرو بن جانا منظور نہ تھا۔

مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں مدد دینے والے اور قوم کے ماتھے پر ذلت و رسوائی کا داغ لگانے والے قادیان کی راہ سے نہیں آئے تھے ہماری آنکھ کا تنکا ڈھونڈنے والے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھ لیں تو ان پر ساری حقیقت واضح ہو جائے۔

ہندوستان پر انگریز کا تسلط قادیان کی راہ سے نہیں میر جعفروں میر صادقوں۔ نظاموں۔ الٰہی بخشوں اور ان علماء اور گدی نشینوں کی راہ سے آیا جن کا ذکر مقالہ نگار نے اپنے مقالہ میں کیا ہے اور جس کا اقتباس ہم اوپر دے آئے ہیں۔ اس کے برعکس قادیان کی راہ سے زندہ خُدا۔ زندہ رسُول اور زندہ قرآن پر ایمان آیا جن کی بدولت مسیحائے وقت اور آپ کے متبعین کے ہاتھوں کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کے وہ روح پرور نظارے دیکھنے میں آئے کہ خود پادریوں اور آریوں نے اپنی شکست کا اعتراف یہ کہہ کر کیا کہ تم مرزائی ہو اس لئے ہم تم سے بحث نہیں کرتے۔

43 مصنف مجددِ اعظم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس ضمن میں ایک لطیفہ بیان فرماتے ہیں کہ:—

"لاہور میں ایک ہال میں روزانہ شام کو مسیحیت کا وعظ ہوا کرتا تھا۔ جب مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کا رعب پڑا تو مشن کالج لاہور کے پرنسپل پادری یوانگ نے حکم دیا کہ اس ہال کے دروازے بند کر کے وعظ کیا کرو۔ پادری فضل الٰہی صاحب نے کہا کہ پھر وعظ کا فائدہ کیا ہے تو پادری یوانگ صاحب بولے کہ "اگر دروازہ کھلا رہا تو تم میں سے کون ذمہ لیتا ہے کہ کوئی مرزائی نہ اندر گھس آئے گا۔"

آج مغرب کے بڑے بڑے پادری۔ پروفیسر اور ڈاکٹرز آف ڈیوینٹی اپنے ہاتھوں سے اس صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔

شُدّھی کی تحریک کے دوران میں احمدی مبلغین اور مناظرین کا نام سُن کر ہی آریہ پنڈت میدان سے راہِ فرار اختیار کر لیتے تھے۔ قادیان کی راہ سے ادیانِ باطل پر دینِ اسلام کا غلبہ آیا دسمبر ۱۸۹۶ء کے جلسۂ مذاہب میں حضرت مرزا صاحب کا پڑھا جانے والا مضمون جو "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے آج بھی دستیاب ہے اس پر ایک زندہ شہادت ہے۔ یہ فیصلہ ان ۶ منصفین نے کیا جن میں سے ۴ غیر مسلم اور ۲ مسلمان تھے۔ ان

سب کا متفقہ فیصلہ تھا کو مرزا صاحب کا "مضمون بالا رہا"۔ یہی لیظھرہٗ علی الدین کلہ کا نظارہ تھا۔ "جہاد بالسیف" کی منسوخی کا ہمیں طعنہ دینے والے تو اپنی تلوار سے ان مذاہب کو نہ زیر کر سکے اور نہ باطل۔ سورج کو دُبلی پتلی انگلی کے پیچھے چھپانے کی ہزار ناکام کوشش کی جائے وہ نہیں چھپ سکے گا۔

تحریک احمدیت کے خلاف نفرت اور دشمنی کے بوئے گئے بیج سے اُگنے والے درخت کا کڑوا پھل ہمیں کیوں نہ کھانا پڑے خدا اور اس کے سامنے ایک دن حاضر ہونے کے خوف سے بے نیاز ہو کر ہمارے ہم وطن غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے بعد ہمیں کتنا ہی اپنے عتاب کا نشانہ کیوں نہ بنائیں لیکن انہیں یہ ضرور سوچ لینا چاہیئے کہ یہ تحریک حدود پاکستان سے نکل کر اب ایک بین الاقوامی تحریک بن چکی ہے۔ رحمتِ خداوندی کی ہوائیں اس کے بیج اُڑا کر غیر مواطن میں لے گئی ہیں جہاں وہ مسموم ہواؤں سے محفوظ تناور درختوں کی شکل میں پھل پھول رہے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہر تحریک کو اپنے وطن میں مٹانے کی کوشش کی گئی، لیکن اگر یہ الٰہی تحریک ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ خود اسے پھلنے پھولنے کے لئے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ انسان مٹ بھی جائیں تو خدائی تحریک ہرگز نہیں مٹتی کیونکہ وہ اس کے ارادوں اور منشاء کے مطابق وجود میں آتی ہے۔ ایسی ہی تحریکوں سے وابستہ لوگوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے:-

"کہہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقوےٰ کرو، جو لوگ بھلائی کرتے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے صابروں کو ان کا اجر ضرور بے حساب ملے گا۔"

(الزمر۔ ۱۰)

تقویٰ اور بھلائی کرنے والوں کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جن میں ان کو صبر کرنا پڑتا ہے اور وطن بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ اسی لئے "ارض اللہ واسع" فرمایا ہے کہ اگر اپنے وطن میں تم پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ تمہیں اپنا وطن بھی اللہ کی راہ میں چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو تمہارے ذریعے وہ دوسرے مواطن میں اپنے ارادے پورے کرنے کے لئے راستے ہموار کر دے گا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے ہی ایسا ہوتا آیا ہے۔

ہمیں اور کسی سے بھلائی کی توقع نہیں۔ ہمارا سہارا صرف اور صرف خدا ہے۔ اس لئے آیئے اور ہم سب جو اس تحریک سے وابستہ ہیں اور اس وجہ سے اپنے وطن میں گھٹن کی زندگی بسر کر رہے ہیں اپنے اللہ کے سامنے گڑگڑائیں کہ اگر یہ تحریک تیری طرف سے ہے تو ہمیں صبر و استقامت عطا فرما اور اس کے ذریعے اسلام کا نور ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے توفیق عطا فرما۔ آمین۔

**حضرت مولانا محمد علیؒ نمبر**

احباب کرام مطلع رہیں۔ کہ یہ خاص نمبر حسب سابق ماہ اکتوبر کے وسط میں شائع ہو رہا ہے۔ مضمون نگار احباب۔ سے التماس ہے کہ اس خاص نمبر کیلئے اپنے مضامین آخر ستمبر تک بھیج کر مشکور فرمائیں۔ (ادارہ پیغام صلح)

مکتوب مانچسٹر

# حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ۱۲۰ سال عمر کیوں پائی؟

(از سیّد ناصر احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی)

کچھ عرصہ ہوا جب مصر کے صدر سادات اسرائیل کے دورے پر گئے تو اسرائیلی وزیر اعظم نے اپنے استقبالیہ خطبہ کے آخر میں یہ دعائیہ فقرہ کہا کہ خدا آپ کو ۱۲۰ سال کی عمر عطا کرے۔ صدر سادات نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیسی دعا ہے۔ ہم مسلمان تو یہ دعا دیتے ہیں کہ عمر دراز عطا فرمائے۔ وزیر اعظم بیگن نے کہا کہ ہمارے ہاں سب سے بہترین دعا یہ ہے کہ خدا کسی کو ۱۲۰ سال کی عمر عطا کرے۔

اس لحاظ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارہ میں احادیث میں جو یہ ذکر آیا ہے کہ وہ ۱۲۰ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ ایک لحاظ سے یہودیوں کی لعنتی موت سے بچ جانے کا ایک بڑی وجہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ لوگ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ذلت اور لعنت کی موت مارنا چاہتے تھے خدا نے اس برگزیدہ نبی کو خود انہی کی روایات کی رُو سے ۱۲۰ سال کی عمر عطا کر کے بہترین دعا اور معیت خداوندی کا مظہر ٹھہرایا۔

**حضرت عیسےٰ کون تھے؟** میں نے اپنے گذشتہ مراسلہ میں اس ٹیلیویژن پروگرام کی کچھ تفصیل دی تھی جو "حضرت مسیح کون تھے؟" کے عنوان سے پیش کیا گیا تھا۔ یہ سارا تحقیقی مواد اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے۔ اس کتاب کے دو باب میں نے ہفتہ وار لائٹ میں اشاعت کی غرض سے بھیج دیئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیہ السلام کے بارہ میں اس نقطہ نگاہ نے عیسائی حلقوں میں کافی اضطراب پیدا کر دیا ہے کیونکہ مذکورہ پروگرام کے مصنف جناب کیوپٹ کو جو کیمبرج میں عمانوئیل کالج کے پرنسپل ہیں حال ہی میں دوبارہ ایک پروگرام میں بلایا گیا اور ان سے کافی لے دے کی گئی ہے۔ مصنف کو یہ کہا گیا کہ آپ عیسائی ہو کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق ایسا نقطہ نگاہ پیش کرتے ہیں جو عیسائیت کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ مصنف نے جواباً کہا کہ میری تو کوئی ایسی نیت نہیں میں تو بحیثیت ایک عیسائی مفکر ہونے کے یہ چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل شخصیت دنیا کے سامنے آ جائے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ انسانیت کے لئے حقیقی معنوں میں روحانی رہنما ثابت ہو سکتے ہیں جب مصنف سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کے خیالات تو بالکل وہی ہیں جو مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں رکھتے ہیں تو انہوں نے جواباً کہا کہ یہ درست نہیں کیونکہ میں تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ایک نبی سے بڑھ کر ایک ایسی ہستی مانتا ہوں جس کے ذریعہ اس دور میں انسانیت ایک نئی اور ابدی نجات کی راہ پا سکتا ہے۔

مغرب میں اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مخصوص مذہبی تقلید سے ہٹ کر سوچ و فکر کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریک احمدیت کو اس نئی اور صحت مندانہ اندازِ فکر کا غور سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔

# اشاعت و تبلیغ کے ذرائع

(از جناب ممتاز احمد فاروقی - اسلام آباد)

جناب الٰہی قرآن کریم میں فرماتے ہیں :-

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون -"

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو کہ بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی کی تعلیم دے اور بُرے کاموں سے روکے - اور یہی فلاح پانے والے ہیں -
(سورۃ آل عمران ۱۰۴)

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کو فرمایا :-

"وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً -"

اور اس (قرآن) کے ساتھ ان سے (وہ) جہاد کر (جو) بڑا جہاد ہے)

اور زبانِ نبوی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے - جب آپ نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا :-

"رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر"

ہم واپس ہو رہے ہیں جہادِ اصغر سے جہاد اکبر کی طرف - اور صحابہ کرام اور اُمّتِ مسلمہ کے اولیاء اور صلحاء نے اس کو سچ کر دکھایا -

اس زمانے کے امام - حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم (ہجری) نے جہاں اپنی جماعت سے "دین کو دنیا پر مقدم کرنے" کا عہد لیا - وہاں قلمی جہاد پر زور دیا - کیونکہ مخالفین اسلام اب قلم (یعنی تحریر اور تقریر) سے ہی اسلام پر حملے کر رہے ہیں اس لئے ہمیں بھی اب قلم یعنی تحریر اور تقریر سے ان کا مقابلہ کرنا ہے - ع سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے -

حضرت مسیح موعود کی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرنا ہو تو کتاب "مجدّد اعظم" ہر سہ جلد پڑھیں - مگر حضرت اقدس نے جہاں انگریزی ترجمۃ القرآن کے متعلق اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے :-

"سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان مُلکوں (یورپ و امریکہ وغیرہ) میں بھیجی جائیں!"

حضورؑ نے انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز بھی اسی غرض سے جاری کروایا تھا - قصّہ کوتاہ یہ ہے کہ احمدیہ جماعت دین کو دنیا میں پھیلانے اور قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے -

**اشاعت و تبلیغ کے ذرائع** } عام طور پر ذرائع ابلاغ عامہ :-
(۱) تحریر - کُتب و اشتہارات -

(۲) تقریر ہو - چاہے وہ کسی جلسے میں ہو یا فی زمانہ ریڈیو یا ٹیپ (TAPE) کر کے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ سے لوگوں کو سنائی جائے -

(۳) مشاھدہ - چاہے وہ بذاتِ خود دیکھنے سے ہو یا فی زمانہ فلموں یا ٹیلی ویژن یا تصاویر کے دیکھنے سے ہو -

(۴) میل و مُلاقات - جس میں واعظ بذات خود جا کر دوسرے لوگوں سے میل مُلاقات کرتا ہے اور اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے - اپنے عمل سے لوگوں کو صحیح راستہ دکھاتا ہے -

ان پر مختصراً بحث نیچے کی جاتی ہے :-

(۱) تحریر - حضرت اقدسؑ نے اسّی کے قریب کُتب و مجموعۂ اشتہ تحریر کئے - جو تحریریں اُردو - فارسی اور عربی وغیرہ میں لکھی گئیں - اُن میں سے کئی ایک کا انگریزی میں ترجمہ کر کے بیرونی ممالک میں بھیجا گیا - ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلا لاہور نے بھی بڑا بیش قیمت لٹریچر پیدا کیا جو کہ زیادہ تر حضرت مولانا محمد علی مرحوم امیر قوم کی تصنیفات تھیں ا میں سے کئی ایک انگریزی زبان میں لکھی گئیں اور بعض کُتب کے متعدد غیر مُلکی زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے - قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بہت ہوا - اور اس کی بہت مانگ ہے -

پھر ہماری جماعت کا اُردو اخبار پیغامِ صلح بھی چھپتا - اور قومی اور مذھبی زندگی اور ایک دوسرے کی خوشی و غمی میں شریک ہونے کے لئے اس کی بڑی ضرورت ہے - مگر افسوس کا مقام ہے کہ ہماری قوم کے بہت سے ذی ثروت احباب اور جماعتوں کے کارکن اور مجلسوں کے ممبران - کم یہ اخبا نہیں حاصل کرتے - دوسرے دنیاوی رسالوں پر بہت کچھ صرف کرتے ہیں - پھر ایک انگریزی کا اخبار "لائٹ" بھی پندرہ رو چھپتا ہے - وہ بیرونی ممالک میں بھی بھیجا جاتا ہے - مگر اس کی خریداری بھی بہت محدود ہے -

انجمن کا دارالکتب اسلامیہ اور بھی کتابیں چھاپت رہتا ہے - اور اس موضوع پر میں اس مضمون کے آخر میں پھر بحث کروں گا - یہ بہت ضروری قومی معاملہ ہے -

(۲) تقریر حضرت اقدسؑ اور آپ کے اصحاب میں سے جو اچھے مقررین تھے وہ مُلک بھر میں مذھبی مباحثوں اور دینی مجا میں شمولیت کرتے تھے اور ان کی تقریریں بڑی علمی اور جا ہوتی تھیں - اور لوگوں پر اثر کرتی تھیں - خواجہ کمال الدین صاحب کو تو حضرت اقدسؑ کی زبانِ مبارک سے "حُسنِ بیان" کا خطاب ملا تھا - اور خواجہ صاحب مرحوم نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرونی ممالک میں اپنی تقریروں سے اسلام کی دھاک بٹھا دی تھی - تب تک صائب رائے اور سنجیدہ مزاج مسلما جماعت احمدیہ کو ایک تبلیغی مسلم جماعت سمجھتے تھے - اور ۱۴ اختلاف جماعت احمدیہ کے بعد بھی - جماعت احمدیہ لاہور کی خ اسلامی کے لوگ معترف تھے - یہاں تک کہ جب سوامی شردھا نے ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ مسلمان ملکانوں کی شُدھی کا فتنہ شروع کیا تو جماعتِ احمدیہ لاہور کے مبلغین - مولا عبدالحق ودیارتھی - مولانا عصمت اللہ - شیخ محمد یُوسف گرنتھ مرزا مظفر بیگ وغیرہم نے ان علاقوں کے دورے کئے - ج دہلی اور حصار کے نواح میں تھے - اور نہ صرف آریوں ا ہندوؤں پنڈتوں کا مقابلہ کر کے اُن کا قافیہ تنگ کر دیا - اچھوت قوم میں بھی تبلیغ اسلام کی - خود غیر احمدی علماء ہمارے مبلغین کے کام اور خدمات دینیہ کو سراہا -

حالات نے پلٹا کھایا - ان کی وجوہ میں یہاں جا باعث طوالت ہوگا - قصّہ کوتاہ یہ کہ مخالف علماء پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر - بھٹو صاحب کی حکومت نے دونوں جماعتِ احمدیہ (ربوہ و لاہور) کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا - اور جو رہی سہی کسر تھی وہ ماہ جولائی

ایشیائی مسلم اقوام کی کانفرنس نے پوری کر دی۔ اب سوائے اپنی نجی مجلس کے۔ دیگر عوام الناس میں تقریر کا فی الحال موقع جاتا رہا۔

(۳) **مشاہدہ** حضرت بایزید بسطامیؒ کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص (جو جویائے حق معلوم دیتا تھا) آپ کی خدمت میں آن کر رہا۔ اور سال بھر کے بعد ایک دن حضرت بایزید سے رخصت لینے آیا۔ آپ نے پوچھا کہ "میری صحبت سے کچھ فیض بھی حاصل ہوا ہے؟" کہنے لگا (میں نے سال بھر ضائع کر دیا۔ آپ کی ذات سے کوئی کرامات اور معجزات دیکھنے میں نہیں آئے۔ اسلئے اب رخصت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا :—

"کیا اس سال بھر میں تم نے مجھ سے کوئی خلافِ شرع فعل سرزد ہوتے دیکھا؟ اور کیا میں احکامِ شرعی پر تن من دھن سے عامل نہیں رہا؟"

اس پر اس شخص نے جواب دیا کہ :

"کہ یہ صحیح ہے کہ آپ کے اعمال سب احکامِ شرعی کے مطابق تھے۔"

آپ بولے :—

"کہ میاں۔ اس سے بڑھ کر تم کیا معجزہ اور کرامت چاہتے ہو؟"

سو یہ سچ ہے کہ : صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت بھی انسان کو کندن بنا دیتی ہے اگر وہ دیدۂ بینا رکھتا ہو۔ اسی لئے حضرت اقدسؑ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ کچھ دن آپ کی صحبت میں بھی گذارا کریں۔ حضرت اقدسؑ کے کئی ایک اصحاب کی صحبت اور معیت بھی ازدیاد ایمان اور نور حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی تھی۔ اس کے گواہ اب بھی موجود ہیں۔ مگر آہستہ آہستہ ایسے باکمال اور اولیاء اللہ اصحاب رخصت ہو رہے ہیں۔ وہ تو اپنا صلہ جناب الٰہی سے پائیں گے۔ مگر ہم لوگ محروم ہو گئے ہیں۔

سننے میں آیا ہے کہ بعض بیرونی ممالک (خصوصاً جزائر غرب الہند) میں جہاں ہماری جماعت کو ابھی تک مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ مقامی گورنمنٹ کی طرف سے ہفتے بھر میں کچھ وقت مقامی ریڈیو پر اپنے خیالات اور اسلامی قدروں پر اظہار رائے کا دیا جاتا ہے۔ جو غنیمت ہے۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹیلیویژن پر بھی بعض اسلامی اجتماعوں اور عملی کاموں کے مناظر دکھائے جاتے ہیں جو کہ باعثِ اطمینان ہیں۔ خدا کرے اس میں اور ترقی ہو۔

(۴) **میل و ملاقات**: اس ذیل میں مبلغین اسلام کی تعلیم و تربیت جس کے لئے ادارہ تعلیم قرآن و تبلیغ اسلام کا قیام ضروری ہے) اور ان میں وہ سپرٹ یا جذبہ پیدا کرنا ہے کہ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لئے مشکلات سے دوچار ہونے کے باوجود ایثار اور استقلال دکھلا سکیں۔ جو کہ مجھے مجبوراً لکھنا پڑتا ہے کہ بہت سے عیسائی مشنری دکھاتے ہیں۔ ہمیں ان سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ گھر کا سا آرام ہمیں بیرونی ممالک کے مشنوں میں جا کر کام کرنے کی زندگی میں بھی حاصل ہو تو یہ ہر دفعہ نہیں ہو سکتا۔ عیسائی قومیں تو دنیاوی کاموں اور خواہشاتِ نفسانی کے پورا کرنے میں منہمک ہیں۔ پھر بھی ان میں اتنی سپرٹ ہے کہ دُنیا کی قریباً سب لکھی جانے والی زبانوں میں بائبل کے ترجمے کر ڈالے ہیں۔ اور انکے مشنری مرد اور عورتیں افریقہ کے تپتے صحراؤں میں اور گرم ممالک کے جنگلوں میں اور برفانی ممالک میں مشقت اور تکالیف اٹھا کر بھی سرگردان پھرتے ہیں اور منادی کرتے اور بائبل کے نسخے بانٹتے ہیں۔ انہوں نے وہاں نہ صرف عیسائی مشن اور گرجے ہی بنا ڈالے۔ بلکہ وہاں کے لوگوں کے لئے اسکولوں اور ہسپتالوں کو بھی قائم کیا۔

کچھ سال پہلے نائیجیریا (مغربی افریقہ) میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے عیسائی سکولوں میں ہی داخل ہونا پڑتا تھا۔ اور بچوں کو جو زیادہ تر مسلمان یا بُت پرست قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ عیسائیت کی تعلیم لازمی تھی۔ اور اس وقت کی عیسائی حکومت کے ذریعے سے ان کی معاش کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ کئی ایک عیسائی مشنری کوڑھیوں کی بستیوں میں بھی جا کر کام کرتے تھے۔ اور کئی ایک نے اپنی جانیں بھی گنوا دیں۔ ان مغربی اقوام میں احساسِ فرض اور جذبۂ ایثار و قربانی ہم لوگوں سے زیادہ ہے۔ وہ مبارک دن ہوگا جب ایسے حالات پیدا ہو سکیں کہ ان قوموں میں اسلام پھیلے اور پھر اُن میں سے مبلغین اسلام باہر نکل کر مذہب اسلام کی تبلیغ کر سکیں۔

ان قوموں کے پاس مال و دولت اور اسباب اور طاقت ضرور ہے اور اس سے وہ کام لیتے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں جن کے پاس دولت ہے بھی تو وہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے مقدس فرض سے غافل ہیں۔ ہماری احمدیہ جماعت ایک غریب جماعت ہے۔ اور ان غریبوں کے چندوں سے خدمت دین اور اشاعت اسلام کا کام حتی الامکان کیا جاتا ہے خدا اس میں بھی برکت ڈالتا ہے۔ اور ان لوگوں کو اجرِ عظیم دے گا۔

ہمارے موجودہ مشنوں کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے زرِ مبادلہ ملنے میں ہمیں بہت مشکلات ہیں۔ اور حکام ہمدردانہ غور نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا معاون اور مددگار ہے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ بیرونی ممالک کی احمدیہ جماعتیں اور ہمدرد مسلمانوں سے اعانت حاصل کی جائے تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

ان مشکلات کو دُور کرنے کے دو اور بھی طریقے ہیں :—

(۱) کہ حکم قرآنی کے ماتحت کہ :—

"مومنوں کو یہ بھی مناسب نہیں کہ سب کے سب نکل پڑیں تو کیوں نہ ان کی ہر جماعت میں سے ایک گروہ نکلے۔ تاکہ وہ دین کو حاصل کریں۔ اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تاکہ وہ بھی

بچیں" (سورۃ التوبہ ۱۲۲)
اگر ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں کہ ہم مبلّغین اور واعظوں کو بیرونی ممالک میں دوسری قوموں میں بھیج سکیں (جن کے لئے ہمیں ان کی زبان بھی سیکھنی پڑے گی)۔ تو کیوں نہ اُن دوسری قوموں میں سے تعلیمیافتہ نوجوان۔ شوق رکھنے والے افراد کو اپنے ہاں بُلا کر مذہبی تعلیم اور تربیت دیں اور ان کو تیار کرکے واپس ان کے ملک اور قوم میں بھیجدیں تاکہ وہ وہاں اپنے لوگوں میں اپنے پاؤں پر کھڑے رہ کر تبلیغ دین و اشاعتِ اسلام کر سکیں۔

(۲) دوسری سکیم بقول حضرت مسیح موعودؑ :-
"سو میری صلاح ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان مُلکوں میں بھیجی جائیں ........"
انگریزی میں لٹریچر تو ہمارے پاس موجود ہے۔ اور ایک حد تک فارسی اور عربی میں بھی (مجھے یاد ہے کہ سیّد تصدق حسین قادری۔ مرحوم) کی استدعا پر حضرت امیر مرحوم نے حضرت اقدسؑ کی کتاب (عربی میں) حمامۃ البشریٰ چھپوا کر بغداد بھجوائی تھی۔ اور وہ مفید ثابت ہوئی تھی۔ اسی طرح اور زبانوں۔ مثلاً ڈچ۔ جرمن اور فرنچ اور ہسپانوی زبانوں میں بھی تراجم کروائے جا سکتے ہیں۔ **اس سلسلہ میں ہندی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ مقدّم ہے**۔ افسوس ہے کہ انجمن کے کروائے ہوئے۔ تامل۔ سندھی۔ گورمکھی اور بنگالی کے تراجم یا تو ضائع ہو گئے یا چھپوائے نہ جا سکے۔ مفلسی میں آٹا گیلا، والا معاملہ تھا۔

بفضلہ تعالیٰ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پاس ایک تراجم قرآن فنڈ بھی قائم ہے۔ خُدا کرے اس سے مناسب فائدہ اور ضروری کام کروایا جا سکے۔

**قومی پریس**۔ حضرت اقدسؑ کو شروع شروع میں اپنی کتابوں اور اشتہاروں کے طبع کروانے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اپنا پریس ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ **قومی چندہ** سے اپنا مطبع قائم ہو گیا اور اس کا نام ضیاءالاسلام پریس رکھا گیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے طباعت کی مشکلات حل ہو گئیں۔ جب ۱۹۱۳ء کے قریب سلسلہ احمدیہ قادیان میں اختلافات رونما ہونے لگے تو یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ لاہور سے اپنا ایک اخبار جاری کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ (مرحوم) نے "پیغام صلح سوسائٹی" کے نام سے مشترک سرمائے کی ایک کمیٹی بنائی اور اس کے ذریعہ سے اخبار پیغام صلح جولائی ۱۹۱۳ء سے لاہور سے جاری ہُوا۔ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ نے بھی اس اخبار کے نکلنے کو منظور فرمایا۔ اور ایک حِصّہ پانچ روپے کا تبرّکاً خود خریدا۔ بعد میں جب احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور مارچ ۱۹۱۴ء میں قائم ہوئی تو اس وقت سے اخبار پیغام صلح بھی اس کی ملکیت اور اس کا آرگن قرار دے دیا گیا۔

**قومی پریس کی ضرورت**۔ فی زمانہ پریس لگانے اور اخبارات اور کتب چھاپنے پر بڑا خرچ آتا ہے، مگر سلسلہ احمدیہ کی زندگی کو قائم رکھنے اور اس کے اشاعتی کاموں کو چلانے کے لئے طباعت کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔ پھر سلسلہ کی پرانی کتب بھی دوبارہ چھپتی رہتی ہیں۔ نئی کُتب ان کے علاوہ ہیں جو اُردو۔ انگریزی دونوں زبانوں میں ہوتی ہیں۔ پھر ایک ہفتہ وار اخبار چھپتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ یہ اخبار چند سینکڑے کی تعداد میں چھپتا ہے۔ اور مطبع اور پریس سب غیر احمدی لوگوں کے ہیں **جن کو ہم سے کوئی ہمدردی نہیں**۔ وہ پہلے دوسرے زیادہ چھپنے والے اخبارات۔ اشتہارات اور کُتب چھاپتے ہیں۔ پھر اگر ان کو فرصت ملتی ہے تو ہمارے اخبار کی باری آتی ہے۔ جو کہ کبھی وقت پر شائع نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے بھیجنے میں دیر ہوتی ہے۔ اور خریداروں کو شکایت پیدا ہوتی ہے پھر ایک اخبار انگریزی "لائٹ" بھی چھپتا ہے۔

اُدھر بیرونی جماعتوں۔ خصوصاً ڈچ کتابچوں کو طبع کروانے کے لئے بھی یہاں انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ کام بڑھے گا۔ اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ **ہمارا اپنا قومی پریس ہو**۔ جس میں انگریزی۔ اُردو (اور دیگر زبانوں میں بھی) کُتب نئے طریقوں سے جلدی اور اچھے طریق سے چھپ سکیں۔ یہ ممکن العمل ہے۔ یہ مت بھولیں کہ ہمارے مخالفوں کی تجویز ہے کہ ہمارا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اس حالت میں ہمیں اپنی قومی زندگی بحال رکھنے کے لئے اپنا پریس قائم رکھنا ضروری ہے۔ بہت بڑے پریس کی ضرورت نہیں۔ بس ایسا ہو جو ہماری ضروریات کے لئے کافی ہو۔ اس پریس میں اپنی ضروری طباعت مکمل کر لینے کے بعد اگر گنجائش ہو تو باہر کے کام بھی لئے جا سکتے ہیں۔

حضرت اقدس نے بھی قومی چندہ سے ضیاءالاسلام پریس لگوایا تھا۔ اخبار پیغام صلح بھی مشترک سرمایہ والی کمیٹی نے جاری کیا تھا۔ اب اگر مطبع کے اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ تو ہماری جماعتوں میں ایسے ذی ثروت لوگوں کی بھی کمی نہیں جو کہ ایک مشترکہ سرمائے کی کمیٹی بنا کر اس مطبع کے اخراجات وغیرہ کا تخمینہ کروائیں۔ اور پھر اس کے حصص اپنی جماعت میں ہی فروخت کر کے سرمایہ جمع کریں اور پریس لگوانے کا بندوبست کریں۔ یہ کام دارالکتب اسلامیہ سے زیادہ متعلق ہے۔ لہذا کیوں نہ انجمن کے **افسر تصنیفات اور تالیفات** اس مبارک اور ضروری کام کے **متعلق تحقیقات** کر کے انجمن اور جماعت کو مطلع کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

**انتقال پُرملال**} شیخ رضی الدین حسن صاحب بی۔ اے بی ٹی جو ہمارے بدوملّہی ہائی سکول میں اُستاد اور بعد میں ہیڈ ماسٹر رہ چکے ہیں مورخہ ۱۷ر اگست ۱۹۷۸ء کو اپنے مولیٰ سے جا ملے اناللہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم پیدائشی احمدی نہ تھے بلکہ خود احمدیت سے متاثر ہو کر حضرت مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہوئے تھے اپنے والدین کو بے حد پیارے تھے کیونکہ عرصۂ دراز کے بعد انکے ہاں اولادِ نرینہ پیدا ہوئی تھی۔ ان کے والد صاحب مقدرت تھے اس لئے مرحوم ناز و نعمت میں پلے۔ مگر تقدیر میں انکے لئے بعد میں غربی اور تنگدستی لکھی تھی۔ یہ ان کی انتہائی خوبی تھی کہ حالات کے بالکل بدل جانے اور مشکلات اور تکالیف بادل ساری عُمر گھرے رہنے کے باوجود وہ اپنی خاندانی شرافت اور نجابت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ نہایت باحیا اور خاموش طبع اور شریف النفس انسان تھے۔ ساری عُمر بے ضرر گذاری۔ کسی کے خلاف گلہ شکوہ یا غیبت یا بُرائی کبھی ان کی زبان سے نہ سُنی۔ عیش و آرام کی ابتدائی زندگی کے بعد تنگدستی اور مفلوک الحالی میں گھرے رہنے کے باوجود کبھی ان کی زبان سے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں سُنی۔ نہایت صابر اور قانع اور راضی برضا انسان۔

جناب پروفیسر مرزا حبیب الرحمٰن صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور

# حقائق سے چشم پوشی جرم ہے

## مسلم قوم کے جملہ مذہبی و سیاسی رہنماؤں سے اپیل

### عین معین گھڑی پر مجدد و مسیح موعود کا نزول

خداوند تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو مجدد بنا کر ایسے وقت بھیجا جبکہ دنیائے اسلام پر کفار کی یورش ہو رہی تھی۔ وہ ایسے زہر آلود تیر پھینک رہے تھے۔ کہ اس وقت کے علمائے دین ان کے اعتراضات کا کوئی معقول اور تسلی بخش جواب نہ دے سکتے تھے وہ اپنے عقائد کو دشمنانِ دین کے وار سے بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ لہٰذا دشمنانِ دین سے عاجز ہو کر دین اسلام کی رسوائی کا منظر دیکھ رہے تھے۔

ایسے نازک وقت میں خداوند تعالیٰ نے اپنے دین کی عزت اور بقاء کے لئے نبی کریم صلعم کے نائب حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو عین صدی کے آخر مجدد بنا کر بھیجا۔ جن کو مسیح کے لقب سے موسوم کیا۔ اس مسیح موعود نے علیم و حکیم خدا تعالیٰ اور حضرت نبی کریم صلعم کے فیوض سے فیضیاب ہو کر دشمنانِ اسلام کا ایسے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور منہ توڑ جوابات دیئے کہ انہیں پسپا کر کے ہی چھوڑا۔ پھر سے دین اسلام کا بلند پایہ علم مغرب تک پہنچا۔

### مجدد کی صداقت اور مفوضہ کام میں نمایاں کامیابی

احادیث میں مجددین کے نزول کا وقت ہر صدی کے آخر میں بتلایا گیا ہے۔ گذشتہ صدی کے آخر پر ماسوائے مرزا غلام احمدؑ کے کسی نے مجددیت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور اگر کوئی شیطان کی انگیخت سے ایسی حرکت کر بیٹھا تو ذلیل و خوار ہو کر ہلاک ہو گیا۔ لیکن ہمارے مجدد خداوند تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے مطابق مبعوث ہوئے۔ اور ایسی شاندار کامیابی سے اپنا مشن قائم کیا۔ جس کی بناء پر متقیوں کی ایک جماعت تیار کی گئی۔ جو نصرتِ الٰہی کے پیش نظر مسیح موعود کے منشاء کے مطابق دین اسلام کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے۔

اگر ہمارا مسیح موعود (خدانخواستہ) جھوٹا ہوتا تو الٰہی قانون اور ضابطہ کے مطابق وہ کبھی مٹ جاتا۔ لیکن اس کے برعکس نہایت کامیابی اور عظمت سے خدائے تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ اپنے مفوضہ کام میں گوناگون ترقی و کامرانی حاصل کرتے چلے گئے۔ غیر مسلموں کے اعتراضات کے ایسے دندان شکن جوابات دیئے کہ وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے مگر ہمارے علمائے کرام کو پھر بھی سمجھ نہیں آئی

### جلسہ مذاہب اعظم میں نصرت الٰہی کا معجزہ

حضرت مسیح موعود نے ایک تقریر جلسہ مذاہب اعظم میں کی تھی۔ اس تقریر کرنے سے قبل آپ کو الہام میں خوشخبری دی گئی تھی کہ آپ کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ بڑے بڑے علامہ زمان اور وحید العصر علماء نے فصیح و بلیغ تقاریر کیں۔ آخر میں سامعین اور علمائے دین نے اس امر کو تسلیم کیا کہ حضرت مرزا صاحب کی تقریر سب سے افضل و بالا تھی۔ یہی بات مسیح موعود کی صداقت کی اٹل دلیل ہے۔ دوستوں کا کیا کہنا۔ دشمن بھی سر تسلیم خم کر گئے کہ یہ شخص بڑی خوبیوں کا مالک ہے ــــــ لیکن علمائے دین اپنی ضد میں آکر اس بدیہی ثبوت کا بھی شاید انکار کر دیں۔

### مجددِ وقت دلی ایمان سے ختم نبوت کے قائل تھے

حضرت مرزا غلام احمد نے کبھی بھی حقیقی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ محض غلط فہمی کی بناء پر ایسا عقیدہ علمائے دین کے دلوں میں حضور کے متعلق جاگزین ہو گیا ہے۔ افسوس صد افسوس مجددِ وقت کے بیٹے نے ان کو مسندِ نبوت پر بٹھا کر مسیح موعود کی نہ صرف اہانت کی بلکہ ان کے آئندہ ماننے والوں کو بھی متنفر کر دیا۔ مجددِ وقت نے صاف طور پر کھلے الفاظ میں نہ صرف ختم نبوت کو تسلیم کیا ہے۔ بلکہ مدعی نبوت کو کافر۔ کاذب اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ آپ نے بار بار عام لوگوں کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے فرمایا کہ

> "میں نے ہرگز ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا
> میں نبی کریم صلعم کو آخری نبی مانتا ہوں
> اور مجھے نبی کریم کی غلامی پر فخر ہے۔ میں
> اپنی جان۔ اپنا سرمایۂ حیات سب کچھ اس مصطفےٰ اعظم پر قربان کرنے پر تیار ہوں۔ میں نے جو کچھ حاصل کیا وہ محض احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفےٰؐ کے فیض سے حاصل کیا۔ میں آپ کا ادنےٰ نائب۔ ادنیٰ غلام ہوں۔"

مگر افسوس علمائے زمانہ اپنی ہٹ دھرمی سے پھر بھی باز نہ آئے۔ روزِ محشر کہ جاں گداز بود
باری تعالےٰ کو کیا جواب دیں گے۔

### قبولیت دعا کا ہمہ گیر پیکر۔ الہام الٰہی کی صداقت

جب دل و دماغ پر بدگمانی اور تعصبانہ رنگ جم جائے تو صحیح باتوں کے جانچنے کی تمیز جاتی رہتی ہے۔ مسیح موعودؑ کے بیسیوں الہامات۔ کرامات معرض ظہور میں آئے۔ اُن کے خواب سچے نکلتے۔ ان کو روحانی بشارتیں ہوتیں۔ جن کو وہ صفائی اور دیانت داری سے بیان فرما دیتے۔ صرف لیکھرام کا ایک واقعہ ہی مسیح موعود کی صداقت کی بیّن دلیل ہے۔ پھر آپ کی سب دعائیں قبول ہوئیں۔

جن حضرات کو ان باتوں کا تجربہ ہے وہ کیسے اس خدا کے مبعوث کئے ہوئے مجدد و مسیح موعود کو دل کی عقیدت سے نہ مانتے۔ آپ پر مقدمات ہوئے۔ دورانِ مقدمہ میں بعض اوقات آپکے وکلاء مایوسی کا اظہار کئے بغیر نہ رہتے۔ کہتے کہ اگر مجدد صاحب یوں کہیں تو باسانی چھوٹ سکتے ہیں۔ لیکن مسیح موعود جن کا تعلق باللہ آہنی دیوار سے زیادہ مضبوط تھا ہر موقع پر سچائی اور ایمانداری سے کام لیتے۔

آپ صالح۔ خدا پرست۔ دیندار۔ پاک دامن اور پارسا بزرگ تھے۔ جن کا خلق اخلاق محمدؐ کا مظہر تھا۔ آپ خدا کے برگزیدہ مسیح تھے۔ آپ نے اپنے معبود کو خوش کرنا زندگی کا نصب العین بنا رکھا تھا۔ کوئی بھی خفیف حرکت جو اخلاق کے خلاف ہوتی آپ ہرگز ہرگز قبول نہ کرتے۔ بلکہ گھٹیا بات کرنے والوں کو تنبیہہ کرتے۔ ان کو اعلےٰ اخلاق پیدا کرنے کی تلقین کرتے۔

آپ کے الہامات کی تفصیل کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہے طوالت

کا خوف اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ الہامات کا تذکرہ کیا جائے۔ قارئین کرام ان کو نہایت دیانت داری اور عقیدت سے پڑھیں اور سمجھیں تو ان پر مسیح موعود کی صداقت کا حقیقی راز افشا ہو جائے گا۔

## تعلق باللہ کی قوت سے تبلیغ اسلام کے لئے ایک ممتاز جماعت کی بنیاد۔

ہمارے مجدد نے جو جماعت محض اشاعت دین کے لئے تیار کی اس کے افراد اتقاء و پرہیزگاری کی زندہ تصاویر۔ ان میں ایثار و قربانی کا ایسا بے پناہ جذبہ کار فرما ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے میں ہر اذیت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس تیار کردہ جماعت کے مشن یورپ امریکہ۔ ایشیا افریقہ اور کئی جزائر میں نہایت کامیابی سے اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ اس کام میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ یہ تبلیغ اسلام کا جذبہ کس نے اس محدود جماعت میں پیدا کیا ہے۔ **وہ مجدد زماں ہی تو ہے** کہ جس کی روحانی طاقت سے کمزور انسانوں میں قوتِ ایمان کا جذبہ پیدا ہوا جس کی بناء پر حضور کی جماعت مسلسل قربانی پر قربانی کرتی چلی جا رہی ہے۔ کاش ہمارے علمائے کرام ہماری تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ کر مسیح موعود سے دینی فیض حاصل کرتے۔ تو روزِ قیامت سرخرو ہوتے۔

## حضرت مرزا صاحب کی تیار کردہ جماعت تقوی و طہارت کا مجسمہ ہے۔ ان کی عالمگیر تصانیف سے یورپ و امریکہ میں انقلاب

اس جماعت کا حقیقی مقصد تبلیغ اسلام ہے۔ مسیح موعود سے علومِ دین حاصل کرکے جماعت کے آئمہ کرام نے قرآن کریم کے تراجم اردو و انگریزی اور جرمنی میں کئے۔ یورپ اور امریکہ میں جن کی مفت کاپیاں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ جن سے ان کے باشندوں کے دلوں کو اسلامی تعلیم سے روشن کیا جا رہا ہے۔ اور وہ دینِ اسلام کی فوقیت اور عظمت کے قائل ہو رہے ہیں۔

عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں پر دینِ اسلام کی سچائی۔ حقانیت اور روحانیت کا وہ سکہ بٹھلا دیا گیا ہے کہ اب انہیں ہمت نہیں پڑتی کہ اسلام کی قابلِ عمل عالمگیر تعلیمات پر نکتہ چینی کریں۔ یہ

**انقلاب کس نے پیدا کیا؟ مسیح موعودؑ اور اس کے پیروؤں نے** جن کہ حضرت مسیح موعود نے رموز قرآنی و یزدانی سے فیض یاب کیا۔ جس کی درخشندہ روشنی کے پیش نظر اعلیٰ پایہ کی تصانیف معرضِ ظہور میں آئیں۔ آپ کے فیض سے انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی ممتاز ہستیاں کندن بن کر چمکیں اور علمِ دین میں یکتائے روزگار ثابت ہوئیں۔ اور ایسی ایسی لاثانی کتب تصنیف کی گئیں کہ جن پر قوم کو بجا فخر ہے کیونکہ انہوں نے عیسائیت کے غلط اصولوں کے پرخچے اڑا دیئے ہیں۔

**مؤرخین کا گروہ۔** ذرا سوچ بچار۔ فہم و فراست سے کام لیجئے۔ ایک طرف پاکیزہ قلب۔ پاکیزہ روح جماعت احمدیہ ہے۔ جو جھوٹ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پنجگانہ نماز بڑے التزام سے باجماعت پڑھتے ہیں۔ اکثر بزرگ ان میں سے رات کی تاریکیوں میں اٹھ کر تہجد کی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ تسبیح کرتے ہیں۔ احمدی روزے رکھتے ہیں۔ برائیوں سے حتی الامکان پرہیز کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو حقیقی معبود تسلیم کرتے ہوئے اس کے آستانۂ مبارک پر گرتے

تبلیغ اسلام میں اپنا مال پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ غرباء۔ مساکین، اور بیوگان کی پرورش انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ ہر گناہ، ہر عیب صغیرہ و کبیرہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلعم کو **آخری نبی (مسیح موعود کی تعلیم کے عین مطابق) مانتے ہیں نیز مدعی نبوت کو کافر گردانتے ہیں۔** قرآن شریف پر عمل پیرا ہونے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔

**عوام الناس کا گروہ۔** بے چارے عوام الناس چکمہ میں ہیں سن سنا کر مسیح موعود پر دشنام دہی سے کام لیتے ہیں انکے اکابرین نے جماعت احمدیہ پر کفر کا فتوے لگا کر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے سربراہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے سیاسی عقیدت مندوں نے اس دینِ اسلام پر قربان ہونے والی جماعت کو دائرہِ اسلام سے قانوناً خارج کرکے دعوے کیا ہے کہ ہماری حکومت نے اسلام کی نمایاں خدمت انجام دی ہے۔ **اس فیصلہ سے آسمان میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ نتائج آپ دیکھتے رہیں گے۔**

ہمیں مسٹر بھٹو اور آپ کی پارٹی کے افراد سے کوئی عداوت نہیں۔ ہمیں ان سے پوری پوری ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ جلد جلد ان کی مصائب اور ابتلاؤں کو دور کردے۔ ان حضرات کو جو سزائیں بھگتنی پڑی ہیں وہ محض خداوند تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے۔ کاش یہ لوگ عقل سے کام لیتے۔ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہوں نے نہ صرف اسلام پر بدنما دھبہ لگایا ہے۔ بلکہ الغنی الحمید خدا کے غضب کو ایسا بھڑکایا ہے کہ رسوائے عالم مصائب میں گرفتار ہو گئے۔ عوام الناس اور انکے اکابرین ان مصائب سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنے کئے پر پشیمان ہوں۔ آمین۔

قیامت کی گھڑی بہت بھیانک اور درد انگیز منظر پیدا کرنیوالی ہوگی۔ آپ لوگ مولائے برحق کو کیا جواب دیں گے وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے:- کہ "جو تم کو السلام علیکم کہے اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے" رب العالمین کا یہ حکم تھا۔ مستقبل میں آنے والے علماء کے کفر بازی کے فتووں کو مولیٰ کریم خوب جانتا ہے۔ اوپر والی آیت انہیں کے لئے بطور سرزنش کے بیان کی گئی ہے لیکن حیف ہے خدا تعالےٰ سے ڈرتے ہی نہیں۔ اپنے غلط تصورات کو بدلتے ہی نہیں۔

**ناصحانہ مشورہ۔ استخارہ[1] کیجئے اور اپنی عاقبت سنوارئیے۔** اس مضمون کو پڑھ کر علماء کرام کے خیالات میں کوئی جنبش نہیں آئی ہوگی۔ ٹھیک ہے ایسے ہی سہی۔ **آپ میری باتوں کو مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں دیں گے۔** نہ دیں۔ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب مباحثے بے سود۔ اب میں آپ سے نہایت دیانت داری۔ نہایت رواداری اور محض آپ کی فلاح و بہبودی کی خاطر یہ عرض کروں گا کہ آپ نمازِ استخارہ ادا کیجئے۔ ایک ماہ مکمل مجاہدہ کیجئے۔ رات کی تاریکیوں میں اٹھ کر باوضو ہو کر عبادت میں مشغول ہو جائیے۔ ضروری گذارش یہ ہے کہ **اپنے دل کو احمدیت کی نفرت سے بالکل منزہ کرکے** نماز قائم کیجئے۔ سجدوں میں (اگر ہو سکے) رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگئے نیز مسیح موعود کی صداقت کے متعلق خدائے لم یزل سے امداد حاصل کیجئے۔ دل و جان۔ حرارت ایمان سے گڑگڑا کر اس ارحم الراحمین سے روشنی حاصل کیجئے۔ جو کچھ استخارہ کے ذریعہ آپ کو بشارت حاصل ہو اسکو نہایت دیانت داری سے شائع کیجئے۔ مسئلہ حل ہو جائے گا ہم رب العالمین سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بندہ

[1] طریق استخارہ صفحہ اول پر ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو تفہیم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے
ہم اپنی تازہ مطبوعات بھجواتے رہیں گے مطمئن رہیئے - مزید لٹریچر ارسال ہے - حاصل مطالعہ سے مطلع فرمائیں -

رمضان کا مہینہ انوار و برکات اور الٰہی افضال و انعام کے نزول کا مہینہ ہے - اس ماہ میں آپ عبادات میں جذب و کشش کا رنگ پیدا کریں - اور اس ماہ کو قربِ الٰہی اور رضاءِ الٰہی کے حصول کے لئے مختص کریں - اور ساتھ ساتھ دعائیں بھی جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ غلبۂ اسلام کے سامان پیدا کرے تا عالمِ انسانیت کو سکون و سلامتی کی جنت میسر ہو - کارِ الاتقہ سے یاد فرمائیں -

---

**نائیجیر ریاست (نائجیریا) سے موسےٰ عثمان صاحب لکھتے ہیں:-**

"آپ کا مکتوبِ گرامی مورخہ ۱۶/۲/۷۸ ملا - باعث مسرت ہوا - میں تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری درخواست کو قبول کرتے ہوئے اسلامی لٹریچر ارسال کیا ہے - میں اس سے خود بھی فائدہ اُٹھاؤں گا اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دوں گا -

آپ نے میرے خط و کتابت کے پتہ کی تصحیح فرما لی ہے جزاک اللہ - اُمید ہے آپ سے مجھے خط و کتابت کا شرف حاصل رہے گا - اس طرح میں اسلام کے بارے میں آپ سے بہت کچھ سیکھ سکوں گا - بارگاہِ الٰہی میں میری رشد و فلاح کے لئے دُعا فرمائیں - والسلام -

**الجواب:** محترمی موسےٰ عثمان صاحب! ہمیں خوشی ہے کہ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کر سکے ہیں - وما توفیقنا الا باللہ العظیم - ہمیں اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے آپ کی دینی معلومات میں بہت اضافہ ہوگا - آپ ہم سے خط و کتابت جاری رکھیں - ہمیں اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوگی - ہم اسلام کے بارے میں آپ کی رہنمائی کے لئے مقدور بھر کوشاں رہیں گے - انشاء اللہ العزیز ہماری پُر خلوص دعائیں آپ کے شامل ہیں - والسلام -

---

**ریاست آگون (نائجیریا) سے مسٹر جمیع اللہ رقمطراز ہیں:-**

"اسلام کی احمدیہ تحریک اشاعت و تبلیغ دین کے جو کارہائے نمایاں سرانجام دے رہی ہے وہ لائق صد تحسین ہیں - اور میں آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں - آپ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے - اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر کی توفیق بخشے - اور دُعا ہے کہ وہ رحیم و کریم ذات اس تحریک کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رُوحِ پُر فتوح کے درجات تا قیامت بلند فرماتا رہے -

احمدیہ تحریک کے تمام تر اراکین نے اب تک دین میں صداقت و حقانیت اسلام کی اشاعت، مخالفین اسلام کے مقابلے میں مدافعت اسلام کی کامیاب جد و جہد، اکناف عالم میں امن و سلامتی کے دین کی تبلیغ اور دنیا جہان کے متلاشیانِ حق کو بیش بہا اور حفظ اِنشان لٹریچر کی ترسیل سے جو شاندار کارنامہ انجام دیا ہے میں اس کو نہایت مستحسن سمجھتا اور عقیدت و احترام سے دیکھتا ہوں اس فریضۂ آسمانی کی ادائیگی جاری رکھئے - آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر یقینی ہے - وہ آپ کو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کے اجر و صلہ سے نوازے گا اور اپنی برکات سے متمتع فرمائے گا -

آپ نے جو کتب ارسال فرمائی ہیں اس کے لئے مکرر شکریہ - دینِ اسلام کی تفہیم و تعلیم کے لحاظ سے یہ کتابیں نہایت مفید، موثر اور کار آمد ہیں - درج شدہ کتب بھی مزید ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں - میں ایک طالب علم اور رہِ حق کا ادنےٰ متلاشی ہوں - مطلوبہ کُتب ارسال فرما سکیں تو میں نہایت ممنون ہوں گا - اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت آپ کے شامل حال ہو،

ولینصرن اللہ من ینصرہ - ان اللہ لقوی عزیز -"

**الجواب:** محترم برادرم جمیع اللہ صاحب! آپ نے احمدیہ تحریک کے اغراض و مقاصد کی شاندار کامیابی اور اس کے اراکین کے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے لائقِ قدر مساعی کا جن دلی جذبات سے اظہار حق کیا ہے اس سے ہماری حوصلہ افزائی ہوئی ہے - اور آپ کی خیر خواہی اور پُر خلوص دعاؤں کے لئے ہم از حد مشکور ہیں - حقیقت تو یہ ہے کہ اس آسمانی کام میں جو برکت پیدا ہو رہی ہے اس میں ہم قلیل القدر ذرائع کے حامل کمزور انسانوں کا بہت کم عمل دخل ہے - چونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے - یہ اس کا محض ہم پر فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے اس کام کی بجا آوری کے لئے ہم کو چن لیا ہے - اور یہ احسان اس مامورِ الٰہی کے روحانی فیضان کے زیرِ اثر ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت خدمتِ دینِ متین کے لئے ایک جماعت بنائی - اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ رحیم و کریم خدا نے ہمیں اس جماعت میں شامل ہو کر اس کے کام کو سرانجام دینے کا موقعہ بخشا - اس مامور نے خدمتِ اسلام کے باب میں جو شاندار اور لائقِ تحسین کردار ادا کیا ہے وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے - اور یہ تحریک اس مامور کے نقشِ قدم پر چل کر اس فریضہ کی تکمیل میں کوشاں ہے -

اپنے مسلم بھائیوں سے ہم ملتجی ہیں کہ وہ اس آسمانی فریضہ کی انجام دہی کے لئے ہمارے ساتھ ہو کر کام کریں - انشاء اللہ آپ کی دعائیں قبول ہوں گی اور ہمیں اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماتا رہے گا - چونکہ اس کا اپنا کام ہے اس لئے ہمیں اُمید ہے کہ ہماری مساعی کو وہ کسی طور ضائع نہیں کرے گا -

---

**سانحۂ ارتحال** احباب جماعت کے لئے یہ خبر بڑے دُکھ کا موجب ہوگی کہ ہمارے نہایت مخلص دوست ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب میڈیکل آفیسر (ریٹائرڈ) کے صاحبزادے مرزا عزیز بیگ صاحب ۲۹ اگست ۱۹۷۸ء کو اچانک انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم نے سات بچے اہلیہ اور والدین کو سوگوار چھوڑا ہے - یہ نہایت ہی تکلیف دہ صدمہ جو مرزا رفیق بیگ صاحب کو اس پیرانہ سالی میں برداشت کرنا پڑا، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے - احباب جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحوم کے لئے دُعائے مغفرت فرمائیں -

| |
|---|
| ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۸ء |
| رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ـــــ شمارہ نمبر ۳۷ |

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یار پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس للہ موڈ سے شائع کیا - (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور پاکستان

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

مدیر (اعزازی) خلیل الرحمٰن
نائب مدیر عبدالرؤف کھوکھر

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا (الہام حضرت مسیح موعود)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ——— پندرہ روپے
بیرونی ممالک سے ——— ایک پونڈ
(علاوہ محصولڈاک)
فون نمبر ۵۳۷۳۷

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۸


# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

# خدا تعالیٰ کی اطاعت اور ہمدردیِ نوعِ انسان اختیار کرو

میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجا لاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو۔ کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو۔ ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے کیا حاصل ہے کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے۔ اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو۔ تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ دکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوعِ انسان بن جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔ اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے۔ اور دیئے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی۔ کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یکدفعہ جدا ہوتی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اسی سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ با

## مسلمان بھائیوں کو حضرت مرزا صاحبؑ کی ایک نصیحت

بھائیو! میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لے کر نہیں آیا۔ بلکہ میں بھی تم ہی سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں۔ اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف اور کوئی دوسری کتاب نہیں جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی اور مقتدا نہیں۔ جس کی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں۔ تو پھر ایک متدین مسلمان کے لئے میرے اس دعوے پر ایمان لانا جس کی الہام الٰہی پر بناء ہے کونسی اندیشہ کی جگہ ہے۔ بفرض محال اگر میرا یہ کشف اور الہام غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اس کے سمجھنے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے تو ماننے والے کا اس میں حرج ہی کیا ہے۔ کیا اس نے کوئی ایسی بات مان لی ہے جس کی وجہ سے اس کے دین میں کوئی رخنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر ہماری زندگی میں سچ مچ حضرت مسیح ابنِ مریم ہی آسمان سے اتر آئے تو دلِ ما شاد چشمِ ما روشن۔ ہم اور ہمارا گروہ سب سے پہلے ان کو قبول کرے گا اور اس پہلی بات کے قبول کرنے کا بھی ثواب پائے گا جس کی طرف محض نیک نیتی اور خدا تعالیٰ کے خوف سے اس نے قدم اٹھایا تھا۔ بہر حال اس غلطی کی صورت میں بھی (اگر فرض کیا جائے) ہمارے ثواب کا قدم آگے ہی رہا اور ہمیں دو ثواب ملے اور ہمارے مخالف کو صرف ایک۔ لیکن اگر ہم سچے ہیں اور ہمارے مخالف آئندہ کی امیدیں باندھنے میں غلطی پر ہیں تو ہمارے مخالفوں کا ایمان سخت خطرہ کی حالت میں ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۲)

# بلادِ غیر میں ترسیلِ لٹریچر

## "میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

((الہام حضرت مسیح موعودؑ))

## اقصائے عالم میں اسلام پر شائع کردہ ہمارے لٹریچر کی وسیع مقبولیت

مرتبہ: چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

— نوارا سٹیٹ (نائجیریا) سے مسٹر عثمان ابوبکر لکھتے ہیں:—

"بعد سلام و نیاز گذارش ہے کہ مجھے دینی کتابیں بھیج کر ممنون فرمائیں۔

ارشاد نبوی صلعم ہے کہ جو کوئی اپنے بھائی بندوں کے کام آتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کے کام آتا ہے۔ امید ہے انتہائی توجہ کر کے شکر گذاری کا موقع دیں گے۔"

— الجواب: محترم برادرم! حسب طلب اسلامی کُتب ارسالِ خدمت ہیں۔ آپ نے حضرت رسول اکرم صلعم کا فرمان یاد دلایا ہے جزاک اللہ تعالیٰ۔ الحمد للہ۔ ہم اس ارشاد کی تعمیل میں کوشاں ہیں۔ اور نہ صرف اپنے مسلم بھائیوں کے کام آنے میں مصروف ہیں کہ ان کو حقیقی اسلام کا راستہ دکھائیں بلکہ دُنیا جہان کے غیر مسلموں کی خدمت میں بھی گئے ہوئے ہیں تا وہ اسلام کو پہچان سکیں اور اس میں داخل ہو کر اس کے افضال و برکات سے متمتع ہوں۔ اُمید ہے آئندہ بھی آپ ہمیں یاد کرتے رہیں گے۔ مزید ارلائقہ سے یاد فرمائیں۔

— یولنگا گھانا سے جناب داؤد یوسف اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:—

"جنابِ عالی! مجھے ایک مشکل پیش ہے۔ جو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اُمید ہے آپ اسکو حل کرنے میں مجھ سے تعاون فرمائیں گے۔

مَیں نے ناظرہ قرآن کریم پڑھ لیا ہے۔ اور مَیں بار بار پڑھ چُکا ہوں اور بار بار پڑھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے اس کے معنی اور مفہوم اور مطلب سمجھ نہیں آتا۔ اس طرح تعلیمات قرآنی سے مجھے کچھ پلے نہیں پڑتا۔ اور پھر یہاں کوئی ایسا شخص بھی نہیں ہے جو مجھے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ قرآن کریم کا درس دے سکے۔

اندریں صورت آپ سے ملتمس ہوں کہ از راہِ کرم مجھے ترجمہ و تفسیر انگریزی قرآن کریم از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ آپ کی اس معاونت کے لئے ہمیشہ دُعاگو رہوں گا۔

— الجواب: محترم داؤد یوسف صاحب!

آپ کے مکتوب گرامی کا شکریہ! قرآن کریم ایک عملی فعلی کتاب ہے۔ اس کے اوامر و نواہی اور اس کے احکام پر عمل سے دُنیا جنت کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر اس کے معانی و مطالب ہی نہ سمجھا نہ جائے تو اس پر عمل کیسے ہو؟! لہذا قرآن کریم کی تفہیم کے لئے اس کے معانی و مطالب سے واقفیت ضروری ہے۔

ہماری جماعت کو اس مشکل عامہ کا ہمیشہ احساس رہا ہے۔ اس نے کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کو دُنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پیش کیا جائے

اس مقصد میں یہ جماعت بہت حد تک کامیاب ہو چکی ہے۔ انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ مغربی دُنیا کو اسلام و قرآن سے واقف کرانے اور قریب تر لانے میں ایک تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے الحمد للہ۔

آپ کو قرآن کریم کا انگریزی نسخہ ارسال ہے۔ وصولی سے مطلع فرمائیں۔ اسلام کی فتح و نصرت کے لئے خصوصی دعائیں جاری رکھیں۔

— تائے نیجیریا سے مسٹر اولگبو کویا لکھتے ہیں کہ:—

"میں یہ چند سطور آپ کی خدمت میں بمسرت رقم کر رہا ہوں، آپ کو زحمت اس لئے دے رہا ہوں کہ آپ مجھے پیغمبرِ اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم ارسال فرمائیں۔ آپ کی اس عنایت سے مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

— الجواب: آپ کا مکتوب ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہائی سکول کے طالب علم ہیں۔ اس وقت آپ کو اس قدر استعداد حاصل نہیں کہ آپ انگریزی زبان اچھی طرح پڑھ سمجھ سکیں۔ اس لئے سردست ہم قرآن کریم ارسال کرنے سے معذور ہیں۔ تاہم اسلام کے بارے چند کُتب ارسال ہیں۔ ان سے اسلام کے بارے میں بنیادی تعلیمات حاصل ہوں گی اور ارکانِ اسلام و عبادات و فرائض سے بھی آپ کماحقہٗ واقف ہو جائیں گے۔ اُمید ہے آپ ان کا بغور مطالعہ کریں گے اور اپنے دوستوں کو بھی ان سے مستفیض ہونے کا موقع دیں گے۔

محترمی! ہم اس حقیقت کی تصریح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم پیغمبر اسلام محمد صلعم کی کتاب نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ربّ العلمین کی کتاب ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے نازل کی گئی۔ لہذا یہ سمجھنا کہ دیگر مذاہب کی کتابوں کی طرح قرآن کریم بھی انسانی تالیف و تصنیف ہے، سراسر

## حضرت مولانا محمد علیؒ نمبر

### مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

جیسا کہ گذشتہ پرچہ میں اعلان کیا جا چکا ہے، پیغامِ صلح کا یہ خاص نمبر وسط اکتوبر ۱۹۷۸ء میں شائع ہو رہا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صاحب قلم احباب سے التماس ہے کہ عہدِ حاضر کے اس عظیم خادمِ اسلام اور احمدیت کے اس فرزندِ جلیل کی خدمت میں اس کی شان کے شایاں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے میں ہماری امداد فرمائیں جس نے مشرق و مغرب کو نورِ اسلام کی شعاعوں سے منور کیا۔ اپنے مضامین ستمبر یا زیادہ سے زیادہ ۵ اکتوبر تک ایڈیٹر پیغامِ صلح کے نام بھیج کر عنداللہ ماجور ہوں۔

— ادارہ —

# پاکستان کی سلطنت میں اسلامی نظام کا قیام اُصولِ اسلام پر قلبی یقین اور زندگی کے عمل میں اس کے اظہار پر موقوف ہے

## مسلمانوں کی حقیقی عید ان کے تقویٰ کے اعمال کی بناء پر ہونا لازم ہے

## سچے ایمان کا ثبوت زندگی کے اعمال کے اظہار سے ہوتا ہے نہ کہ محض الفاظ اور نعرہ بازی سے

خطبہ عید الفطر۔ یکم شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۷۸ء۔ فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ادام اللہ برکاتہ۔ جامع احمدیہ بلڈنگ

((مرتبہ: مولوی شفقت رسول خان))

اذ قال الحواریون یٰعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء ط قال اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین ...... وارزقنا و انت خیر الرّازقین ہ (المائدہ ۱۱۲ تا ۱۱۴)

ان تین آیات میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اور انکے حواریوں کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرمائے۔ آپ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ ہم مؤمن تو ہیں مگر اطمینان چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی کہ اے خدا ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما تاکہ وہ ہمارے موجودہ اور آئندہ لوگوں کے لئے باعثِ مسرت و عید ہو۔

آج عید الفطر کا دن ہے اور قرآن پاک کی ان تلاوت کردہ آیات میں عید کا ذکر ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے یہ آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ عید کے معنے ہیں بار بار آنے والا خوشی کا دن۔ چنانچہ عید الفطر اور عید الضحیٰ کو اسی لئے عید کہا جاتا ہے کہ ہر سال یہ مبارک دن آتے ہیں۔

رمضان المبارک کے اختتام پر عید کو عید الفطر اور ایامِ حج کے اختتام پر عید الضحیٰ ہے۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنے میں جو ہمیں سبق حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا منشاء مقصود انسانوں کو تکلیف میں ڈالنا نہیں ہے بلکہ ان روزوں سے انسان کے اندر ضبطِ نفس۔ خود اعتمادی اور اپنے جذبات و خواہشات پر کنٹرول حاصل ہونے کی قوت پیدا کرتا ہے۔

انسان کے اندر اچھے اور بُرے جذبات موجود ہیں اور جب وہ خدا کے حکم و ارشاد سے اپنے جائز جذبات پر مسلط ہو گیا تو پھر ممنوع جذبات پر وہ کیوں قابو نہیں پا سکتا؟ چنانچہ یہ ایّام ہم میں اپنے جائز جذبات پر کنٹرول پیدا کرتے ہیں اور پھر یہ سبق بار بار دہرایا جاتا ہے اور اس کا دائرہ کار مسلسل جاری رہتا ہے۔ تاکہ مؤمن بلندیٔ اخلاق اور بلندیٔ کردار کا حامل ہو اور تقویٰ کے مقام پر فائز و متمکن رہے۔

آیاتِ بالا میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حواریوں کی حسب خواہش دعا فرمائی۔ جو مقبول ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ تقویٰ کا دامن نہ چھوڑنا ورنہ انعامات کے بعد سزا کے مستوجب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ عیسائیوں کو دنیا کی سلطنت و حکومت عطا ہوئی۔ لیکن وہ دنیا پر اس قدر گر گئے کہ انہوں نے تقویٰ کو ملحوظ نہ رکھا اور انہوں نے خدا کی بات کو پورا نہ کیا۔ دنیا ہی دنیا سامنے رہی اور خدا تعالیٰ کو بھول گئے۔ جس کے نتیجہ میں عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے جو دو عظیم و مہیب جنگوں کی صورت میں اُن پر مسلط ہو چکے ہیں۔

اسبابِ جہاں اور حصولِ دنیا جو جائز ذرائع سے ہو وہ محمود ہے بشرطیکہ جب تقویٰ کی راہوں پر چلا جائے۔ مگر ہر جائز و ناجائز دنیا طلبی کے تباہ کُن راستے اختیار کرنا خدا کے عذاب کو دعوت دینا ہے اگر انسان کے سامنے محض دنیاوی شان و شوکت اور کر و فر ہی مقصود بالذات ہو تو اس میں یقیناً عذاب ہے اور مسلمانوں کے لئے اس میں یہی سبق دینا مقصود ہے۔ جب انہوں نے اس برصغیر میں اپنے دین کی بقا و قیام کے لئے علیحدہ مملکت کے لئے دعائیں اور جدوجہد کی تو ان کو ایک عظیم ملک اور سلطنت عطا ہو گئی۔

## توحید خداوندی کا مقصد واحد قانونِ عمل پر جزا و سزا کا یقین ہے

یہ خدا کی ذات و قدرت کا معجزہ تھا کہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کے باوجود اور طاقت و زور آزمائی کے بغیر ایک مُلک کی حکومت انہیں مل گئی۔ لیکن خدا کا قانون سب انسانوں کے لئے خواہ وہ ہندو ہوں۔ سکھ۔ عیسائی یا مسلمان ہوں یکساں ہے۔ یہی توحید خداوندی کا مُدعا ہے۔ کہ خدا کا قانون ایک ہے اور ساری نسلِ انسانی کے لئے واحد ہے۔

ابدی قانونی صداقتیں دہریہ اور خدا کے ماننے والوں سب کے لئے یکساں ہیں۔ چنانچہ پاکستان بن جانے کے بعد مسلمانوں نے دنیا پرستی اختیار کی تو پھر ترکِ عمل و تقویٰ سے خدا کا عذاب آیا۔ پاکستان کی سلطنت دو ٹکڑے ہو گئی۔ اب یہاں "اسلامی نظام" کے جاری کرنے کی تحریک ہے۔ یہ بڑی مبارک بات ہے۔ لیکن یہ ہوش اب آیا ہے جبکہ سلطنت کا ایک حصہ ختم ہو گیا ہے۔ ہم متعدد بار اسلامی نظام کے خواہاں لوگوں سے یہ دریافت کیا گیا ہے کہ وہ بتائیں کہ "اسلامی نظام" سے ان کی مراد کیا ہے؟ یہ کہاں سے شروع ہوتا اور کیسے قائم رہتا ہے تو کوئی صحیح نقشہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ان کے ذہن ابہام میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ کوئی کہتا ہے کہ قوانین شریعت کے نفاذ اور تعزیرات کا نفاذ ہی اسلامی نظام کا نام ہے۔ کوئی مالی اور اقتصادی اصلاح تک اسلامی نظام کو محدود کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ نمازوں اور روزوں پر توجہ دینا ہی اسلامی نظام ہے۔ اور نماز نہ پڑھنے والوں اور روزہ نہ رکھنے والوں کو سزا دینے کا نام ہی اسلامی نظام سمجھتا

لیکن حقیقت میں اسلامی نظام ان میں سے کسی بات تک محدود نہیں بلکہ اس کی ابتداء ایمان بالغیب سے ہوتی ہے۔ اگر یہ ایمان قائم ہو جائے اور دل میں یقین پیدا ہو جائے کہ قرآن کریم کے بیان کردہ اصول صحیح ہیں تو پھر ایمان کا راستہ زندگی کے عمل [illegible] سراسر خود فریبی ہے۔ زندگی کے عمل کا ایمان سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔ ع

از عمل ثابت کُن آں نور کہ در ایمانِ تُست
دل چو دادی یوسفے را راہِ کنعاں را گزیں

نظامِ ظاہری تب درست ہوتا ہے جبکہ اندرونی نظام درست ہو۔ اپنی خواہشات اور ارادوں کو اسلام کے مطابق بنانا ضروری ہے کوئی ارادہ فرموداتِ خداوندی کے خلاف نہ ہو۔ تو جب انفرادی طور پر اور پھر جماعتی سطح پر ایسا نظام قائم ہو جائے تو یہ نظام بغیر جبر و اکراہ کے قائم ہو جائے گا۔ لیکن کوتاہی کا نقطۂ آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ جب یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلامی نظام قائم کریں گے لیکن عمل سے اس کا اظہار نہیں بلکہ محض نعروں اور جوش کے اظہار سے نافذ ہوگا! اگر ہماری عملی زندگی تو دجالی نظام پر قائم ہے۔ اگر زر پرستی۔ دولت و دنیا پرستی، زبردست کا زیردست کو کچلنا یہ پاکستان میں ہو رہا ہے۔ ایک کا اقتدار آیا تو دوسرے کا اقتدار خطرے میں پڑ گیا تو اس طرح اسلامی نظام کا قیام کبھی ممکن نہیں۔

## قلوب اور باطن میں اسلامی نظام قائم کرو جس کا اظہار بیرونی اعمال میں نظر آئے

اسلامی نظام تب آتا ہے جب ہم اپنے ارادوں خواہشات کو از خود اپنی مرضی سے خدا کے قانون کے مطابق کرلیں جب ہم اپنی خواہشات کو خدا کے قانون کے مطابق ڈھال لیں گے تو اسلامی نظام قائم ہو جائے گا۔

اب مقابلہ کریں صحیح اسلامی نظام کے نقشہ کا اس نظام سے جو ہمارے ذہن میں ہے۔ سچا اسلامی نظام دل کے یقین سے جنم لیتا ہے۔ مگر ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ صرف منہ کے الفاظ اور کھوکھلے نعروں سے یہ قائم ہوتا ہے۔ پھر صحیح اسلامی نظام چونکہ دل سے یقین پر قائم ہے اس لئے اس میں جبر و اکراہ اور زبردستی و ظلم کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ مگر ہم اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ ہم خود عملاً جیسے بھی ہوں کوئی ہرج نہیں۔ البتہ دوسروں پر جبر و زبردستی سے ان اقدارِ اخلاق کو ٹھونسنا ضروری ہے جو ہمارے نزدیک صحیح و راست ہیں۔

گویا حقیقت تو یہ ہے کہ دل کے یقین سے اپنے اعمال کی اصلاح قائم ہوتی ہے مگر ہماری بنیادی غلطی یہ ہے کہ دوسروں پر جبر و اکراہ سے دین کے اصولوں کی پابندی کرائی جائے۔ باطن سے بیرون کی طرف، یقین سے عمل کی طرف، حقیقی صراطِ مستقیم ہے نہ کہ بیرون سے باطن کو تبدیل کرنے کی تمنا یا لفظ پرستی اور ظاہر پرستی کو یقین و ایمان قرار دے لینا۔

اسلامی نظام قائم ہو جانے کے بارے میں یوں تو ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام مدینہ منورہ میں نافذ کیا وہ حضور کے اپنے اعمال اور ۳۱۳ صحابہ کی مکی زندگی کے نتیجہ میں وجود میں آیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی یہی تو تم سے کہا تھا کہ اگر تم سلطنت چاہتے ہو تو وہ تمہیں مل جائے گی لیکن اس کو تقوے کے بغیر قائم نہیں رکھ سکوگے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود نے ایک ایسا معاشرہ پیدا کر دکھلایا تھا جس میں دعوے کم [illegible] معاشرہ [illegible] اسلامی تہذیب کا ٹھیٹھ

---

# مولانا مولوی سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں میرا جواب الجواب

(بسلسلہ صفحہ ۲۷)

اور شفقت کا شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مجھے سخت مایوسی ہوئی کہ حضرت سید صاحب نے "وفاتِ مسیح اور اس کے نزول کے متعلق" اپنی اس کتاب میں بطور ثبوت ایک سطر تک نہیں لکھی اور جو کچھ اس میں تحریر فرمایا گیا ہے اس کا ماخذ اخبار الفضل (۲) سیرت المہدی مصنفہ جناب میرزا بشیر احمد مرحوم (۳) مجموعہ تقاریر میاں محمود احمد صاحب ہیں جن کو میں خود بھی غلط سمجھتا ہوں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ صرف چند سطریں ہیں جو ہمارے خلاف نہیں اور نہ ہی ہم ان کو اپنی تائید میں پیش کر سکتے ہیں۔ البتہ وفات و نزول مسیح کے متعلق حضرت سید صاحب اپنی اس کتاب حاشیہ ص۲۶ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار کیا ہے جو صرف دعوے ہے اور ثبوت کا محتاج ہے۔

"حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اُترنے کا عقیدہ مسلمانوں کے ان عقائد میں سے ہے جس پر قرآن بھی دلالت کرتا ہے اور جو متواتر احادیث و آثار سے ثابت ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس کی تصریح کی ہے اور نزول کی احادیث تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔" حاشیہ ص۲۶

حضرت مولانا سید صاحب کی خدمت میں مودبانہ عرض ہے کہ مجمع البحار میں لفظ حکم کی بحث میں لکھا ہوا موجود ہے "والاکثر علیٰ ان عیسٰی لم یمت وقال مالک مات" اکثر اس بات پر ہیں کہ عیسٰی مرے نہیں۔ لیکن حضرت امام مالک کہتے ہیں کہ عیسٰی مر گئے۔ حیاتِ مسیح کا خیال آئمہ دین میں اس لئے پیدا ہوا کہ احادیث میں نزولِ ابن مریم کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ پیشگوئی میں چونکہ ایک رنگ اِلہام کا ہوتا ہے اور بعض استعارات بھی ہوتے ہیں جو اپنے وقت پر کھلتے ہیں۔ اس لئے اگر اس کے پورا ہونے سے پیشتر سمجھنے میں کوئی غلطی لگ جائے تو کوئی ہرج کی بات نہیں۔ پیشگوئی پر ہمارے کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں ہونی چاہیئے۔ ہمارے آئمہ دین نے جو حیاتِ مسیح کے محض عیسائی نومسلموں کی تالیفِ قلوب کے باعث خاموش رہے عیسائیوں کی مخالفت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کسی تحریر سے حیاتِ مسیح کے دلائل ثابت نہیں ہیں۔ اب جبکہ حضرت میرزا صاحب نے اس پیشگوئی سے پردہ اُٹھا دیا ہے۔ کتاب اللہ اور احادیثِ صحیحہ سے وفاتِ مسیح کا ثبوت روزِ روشن کی طرح دُنیا کو مہیا کر دیا ہے۔ یا تو ان دلائل کو رد کر دیا جائے یا پھر یہ تسلیم کرنا ضروری ہو جائے گا کہ نزول المسیح سے مراد اُمتِ محمدیہ کا کوئی فرد ہوگا۔ براہِ نوازش میری دستگیری اس نظریہ کو مدِنظر رکھ کر کی جائے۔ میں ہمیشہ ہمیشہ آپ کا ممنون احسان رہوں گا۔

# مولانا مولوی سیّد ابوالحسن علی صاحب ندوی کی خدمت میں میرا جواب الجواب

(از مولانا عبدالحق صاحب کراچی)

یہ ایک ظلم عظیم ہے کہ پاکستانی علمائے اسلام کی اکثریت اس سے باخبر ہوتے ہوئے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائدِ دین وہی ہیں جو اکابر اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک مسلّم اور صحیح ہیں اگر اختلاف ہے تو صرف مسئلہ وفات و حیاتِ مسیح کے متعلق ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ مثیلِ مسیحیت اس کی ایک فرع ہے۔ بایں ایسے حامیانِ دین پاکستانی مولوی صاحبان ہماری جماعت کی تکفیر اور ہمارے متعلق برادرانِ اسلام کے درمیان نفرت پھیلانا ہی کارِ ثواب سمجھ رہے ہیں۔ اس لئے میں نے حضرت مولانا سیّد صاحب کی پاکستان میں موجودگی کو غنیمت جان کر ان کی خدمت میں بذریعہ خط عرض کی تھی کہ وہ اخوتِ اسلامی کو مدِ نظر رکھ کر ایسے مکفّر مولوی صاحبان کو سمجھائیں کہ وہ جماعتِ احمدیہ لاہور کی مخالفت ترک کر دیں۔ اور میں نے ان وجوہات کو نہایت مختصر انداز میں ذکر کیا تھا۔ جو جماعت احمدیہ کو "وفاتِ مسیح" کے قبول کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ چنانچہ میں اب اس مضمون میں ان وجوہات کی وضاحت کر رہا ہوں تا برادرانِ اسلام اصل حقیقت کو معلوم کر سکیں کہ مسئلہ "وفات و حیاتِ مسیح" کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ نیز کتاب اللہ اور اقوال رسول اللہ اس مسئلہ میں جماعت احمدیہ لاہور کی تائید کرتے ہیں۔ یا مکفّر اور متشدّد مولوی صاحبان کی۔ چنانچہ وہ وجوہات حسب ذیل درج کئے جاتے ہیں:۔

## ۱۔ حضرت مسیح ناصری کی پیدائش اور واقعاتِ شیر خوارگی نرالی ہے

عیسائی صاحبان حضرت مسیح ابنِ مریم کی پیدائش کو معجزانہ اور اور ہمارے بعض مفسّرِ قرآن کریم ان کو ماں کی گود میں ہی (۱) نبوّت و کتاب کے ملنے اور (۲) اور حالتِ شیر خوارگی میں قوتِ گویائی کا عطا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا اعتقاد خلافِ اسلام ہے۔ انجیل مقدّس میں بیسیوں مقامات پر نہایت ہی صریح اور واضح الفاظ میں جامع گواہی حضرت مریم جن کو خوب علم ہے کہ ان کے بیٹے مسیح ناصری کا حقیقی باپ کونسا ہے۔ جناب یوسف ابنِ داؤد کو ہی حضرت کا والد قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے عیسائی صاحبان کا مسیح ناصری کو بغیر باپ تسلیم کرنا نہ صرف انجیل کے خلاف ہے بلکہ ان کے ایسے ماننے سے حضرت مریم کی گواہی کو رد کرنے کے باعث وہ گناہگار ٹھہرتے ہیں۔ بس ابنِ مریم کی پیدائش کو معجزہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اب رہا یہ دعوےٰ کہ ان کو حالتِ شیر خوارگی (۱) نبوّت و رسالت کا ملنا اور (۲) ماں کی گود میں صفت گویائی سے متصف ہونا عیسائیوں کا نہیں ہمارے مفسّروں کا قرآن کریم کی آیت مقدسہ کی غلط تشریح ہے۔ اور ان کی اس قسم کی غلطیوں کی نشاندہی احمدیہ لٹریچر میں بکثرت موجود ہے۔

## ۲۔ حضرت مسیح ناصری کی زندگی نرالی۔

پاکستانی علمائے اسلام کی کثرت اس بات کی قائل ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسےٰؑ کو صلیب دینے کے لئے پکڑنا چاہا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور بقول ہمارے مولوی صاحبان دو ہزار سال سے وہ آسمان پر ہیں۔ نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ ہی وہ پیتے ہیں۔ ان کے جسم میں قطعاً کوئی کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ گویا نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ دو ہزار سال سے جناب مسیح علیہ السلام خدا تعالےٰ کی ان صفات میں شریک ہیں، اور نہ معلوم کتنے ہزار سال مزید (بقول مولوی صاحبان جب تک ان کا نزول حقیقی نہیں ہوتا) خدا تعالےٰ کی ان صفات میں شریک رہیں گے۔

مولوی صاحبان کا یہ عقیدہ عیسائی مذہب کی کھلی کھلی تصدیق و تائید ہے۔ بالکل برعکس اس کے اللہ تعالےٰ نے انبیاء کے متعلق یہ قانون پیش کیا ہے۔ ماجعلناهم جسداً لا یاکلون الطعام و ما کانوا خالدین یعنے انبیاء کرام بوجہ انسان حوائج بشری کے محتاج ہیں۔ عیسائی تو کہہ دیں گے کہ عیسےٰ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اس لئے وہ آسمان پر ہے۔ مگر ہمارے علمائے کرام جو حضرت عیسےٰؑ کو دو ہزار سال سے زندہ مان رہے ہیں وہ کیا جواب دیں گے۔

## ۳۔ حضرت مسیح ناصری کے معجزات نرالے۔

ہمارے علمائے اسلام اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ مسیح ناصری :۔

(۱) حقیقی مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور

(۲) وہ خالق طیوّر بھی ہیں۔ اور

(۳) غیب کی بھی خبریں دیا کرتے تھے۔

عیسائی صاحبان تو ہمارے علمائے اسلام کے ان غلط عقائد کو لوگوں پر حضرت عیسےٰؑ کی خدائی ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کھلے الفاظ میں ہمارے علمائے اسلام کے غلط عقائد کی یوں تردید کرتا ہے مثلاً حقیقی مُردوں کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

(A) وحرام علی قریة اهلکنها انهم لا یرجعون ۔ (الانبیاء ۔ ۹۵)

(B) و من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون ۔ (۲۳ ۔ ۱۰۰)

(C) الله یتوفی الانفس ............ فیمسك التی قضی علیها الموت و یرسل الاخری...... (الزمر ۔ ۴۲)

(D) حدیث قدسی صحیح ۔ حضرت عبداللہ شہید والد حضرت جابر کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد قد سبق القول منی انهم لا یرجعون ۔

یعنی حقیقی مُردے کبھی بھی دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جاتے خدا تعالےٰ کے اس واضح قانون کے ہوتے ہوئے ہمارے مولوی صاحبان کیونکر اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھ سکتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ حقیقی مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔

اب رہا مولوی صاحبان کا دعوے کہ حضرت عیسیٰ خلق طیور کرتے تھے یعنی سچ مچ پرندے بنایا کرتے تھے۔ بعض مفسرین نے چمگادڑ کا نام لیا ہے جو حضرت عیسیٰ نے بنایا۔ اب اس کے متعلق کتاب اللہ کا قانون ملاحظہ فرمائیں :—

(A) قل اللہ خالق کل شیٔ ۔ یعنی سب چیزوں کو اللہ تعالےٰ نے بنایا۔

(B) ام جعلوا للہ شرکاء خلقو کخلقہ فتشابہ الخلق ۔ یعنی ایسے شریک اللہ تعالیٰ کے لئے تجویز کرتے ہو جنہوں نے اس کی طرح خلق کی اور پھر وہ خلق مشابہ ہوگئی ہو۔

(C) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئًا و ہم یخلقون ۔ جھوٹے معبود خلق نہیں کر سکتے۔

(D) افمن یخلق کمن لا یخلق ۔ کیا جو پیدا کرتا ہے اس کی طرح ہو سکتا ہے جو پیدا نہیں کرتا۔

(E) واتخذوا من دونہ الہۃ لا یخلقون شیئًا و ہم یخلقون ۔

آیات مقدسہ کا مطلب یہ ہے کہ (۱) اللہ کے سوائے کسی نے کوئی چیز خلق نہیں کی (۲) جھوٹے معبودوں کا ذکر کر کے فرمایا ہے جن میں مسیح بھی ایک ہیں کہ انہوں نے کوئی خلق نہیں کی۔ بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک قرار دیا ہے۔ مسیح کے خلق طیور سے یہ مراد ہے کہ حواریوں کو زمینی خیالات سے پاک صاف کر کے روحانیت میں پرواز کرنے کے قابل بنایا۔ اس لئے ان کو پرندوں سے تشبیہہ دی گئی۔ جیسا کہ کافر کو چارپایہ تشبیہہ دینے کا قرآنی محاورہ ہے۔

## ۴۔ مسیح ناصریؑ کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک نرالا۔

اللہ تعالےٰ کی سنت انبیاء کے متعلق تو یہ ہے کہ بوقت مصیبت ان کو اللہ تعالےٰ اسی زمین میں بچاتا رہا۔ اسی قانون یا سنت کے مطابق کیا اللہ تعالےٰ حضرت مسیح کو یہودیوں سے اسی زمین میں بچا نہ سکتا تھا؟ اگر بچا سکتا تھا۔ تو پھر اللہ تعالےٰ نے مسیح ناصری کو آسمان پر کیوں اُٹھایا۔ آخر اس کی کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے۔ عیسائیوں کا اگر یہ عقیدہ ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس سلوک سے سب نبیوں پر مسیح ناصری کی فضیلت کا اظہار کیا ہے۔ تو اس کی تردید کیونکر ممکن ہے۔

## ۵۔ مسیح ناصری کا کام نبوّت نرالا۔

ہمارے علمائے اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح آسمان سے اس وقت نازل ہوں گے۔ جب مسلمانوں کی سیاسی طاقت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ دجال کو قتل کریں گے یہودیوں سے جنگ کر کے مسلمانوں کو تباہی اور بربادی سے بچائیں گے الغرض عیسےٰ مسیح ہی سب فتنوں کو دُور کر دے گا۔ کیا ایسے غلط عقیدہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر زد نہیں پڑتی۔ کہ بوقت ضرورت مسلمانوں کی مدد کے لئے بالآخر مسیح ناصری ہی کام آئے۔ کیا عیسائیوں کا یہ دعوے صحیح نہ ہوگا کہ ایسے عظیم الشان فتنہ کو فرو کرنے کا کام صرف حضرت مسیح کی عظیم شخصیت ہی کر سکتی تھی۔ اس لئے خدا تعالےٰ کی نگاہ انتخاب نے تمام انبیاء میں سے صرف مسیح ناصری کو اس کام کے سر انجام دینے کے لئے زندہ آسمان پر اُٹھایا جس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہوگا۔ کہ مذکورہ بالا عقیدہ کو مانکر ہمیں نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ ایسے فتنوں کو دُور کرنے کی کتاب اللہ۔ رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی۔ اُمتِ محمدیہ کا کوئی محدث یا مجدّد یا بزرگانِ دین میں سے کسی ایک میں بھی ایسی زبردست روحانی طاقت نہ تھی۔ جتنی مسیح ناصری میں تھی۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

۶۔ قصہ مختصر نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش نرالی (۲) ان کی بچپنے کی زندگی نرالی (۳) ان کے معجزات نرالے (۴) ان کا کام نبوت نرالا (۵) ان کی بعثت ثانی نرالی ۔ (۶) ان کی موت نرالی جو ابھی تک وقوع میں نہیں آئی وغیرہ وغیرہ ۔ یہاں تک کہ ان کے پیدا ہونے سے لے کر اُن کے مرنے تک ہمارے علمائے کرام جملہ انبیاء کے مقابلہ میں اس کی ہر بات کو نرالی سمجھ رہے ہیں۔

ایسے واقعات کی بناء پر جماعت احمدیہ لاہور معذور ہے کہ وہ قرآن کریم اور اقوال رسول اللہ صلعم کی موجودگی میں حضرت عیسےٰ کو آسمان پر زندہ تسلیم کرے۔ اگر کہا جائے کہ اُمتِ محمدیہ میں بعض آئمہ دین نے حضرت عیسےٰؑ کو آسمان پر زندہ مانا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول ابنِ مریم احادیث میں بطور پیشگوئی بیان کیا گیا ہے جو بالکل درست اور صحیح ہے۔ ہمارے علمائے اسلام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پیشگوئی میں استعارہ ہوتا ہے جس کو وہی بزرگ ظاہر کرتا ہے جو اس کا مصداق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الوقت نے قرآن کریم کی تیس چالیس آیات سے نیز متعدد آیات صحیحہ سے اور اقوال آئمہ دین سے بالخصوص حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کی صریح تحریر سے وفات مسیح کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے اور یہ ثبوت ایسا واضح ہے کہ ہمارے علمائے اسلام کے ان بنیادی مسائل پر:—

(۱) وفات مسیح

(۲) نزول المسیح کے متعلق تو کوئی گفتگو کر سکتے ہی نہیں مگر فروعی امور پر مثلاً نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ میرزا صاحب نے جہاد منسوخ کر دیا۔

(۳) میرزا صاحب انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ انگریزوں کی تعریف کی ہے وغیرہ وغیرہ۔

متشابہ امور کی غلط تاویلوں سے جماعت احمدیہ کے متعلق مسلمانوں میں نفرت پھیلانا ہی کارِ ثواب سمجھ رکھا ہے

۷۔ مذکورہ بالا واقعات جو جناب مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھے گئے ہیں اور جن کو بطور اختصار حضرت سید صاحب کی خدمت عالیہ میں تحریر کئے گئے تھے۔ اگر وہ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم کے خلاف لکھے گئے ہیں تو خاکسار کو ان کے غلط ہونے کے متعلق مطلع کیا جاتا تاکہ ان کے اس احسان کے بدلے میں حضرت سید صاحب کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مذہبی طور پر گرویدہ اور ممنون احسان بن جاتا۔ مگر حضرت سید صاحب نے اس کی بجائے اپنی ایک تصنیف "قادیانیت" خاکسار کو بذریعہ رجسٹری بھجو دی ہے۔ جس کا میں ان کی مہربانی ۔ ہمدردی

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

مکرم جناب چوہدری مسعود اختر صاحب نائب امام

# احمدیہ ہاؤس لندن میں تقریب عید الفطر

ہماری جماعت نے تقریباً ایک ماہ قبل ALMANAC سے عید کے چاند نکلنے کا حساب کر کے ۳ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار عید الفطر منانے کا اعلان کر دیا تھا۔ ماہ رمضان کے دوران اسلامک سینٹر نے پہلے سحر و افطار کے اوقات کا ایک پمفلٹ شائع کیا تو اس میں اعلان کیا کہ عید الفطر ۳ ستمبر کو ہوگی، بشرطیکہ عید کا چاند کسی ملک میں نظر آ جائے۔ ورنہ عید الفطر ۴ ستمبر کو ہوگی۔ اس کے بعد اسلامک سینٹر اور متعدد مساجد کی طرف سے اخبارات میں اعلانات شائع ہوتے رہے کہ عید الفطر ۴ ستمبر کو ہوگی۔ البتہ اسلامک سنٹر نے یہ اعلان ساتھ کیا کہ رویت ہلال کمیٹی ۲ ستمبر کی شام کو فیصلہ کریگی۔

عید کا چاند ۲ ستمبر کو دکھائی دیا اور ۲ ستمبر کی شام کو انگریزی اخباروں میں چاند ہونے کی خبر آئی۔ رویت ہلال کمیٹی نے اپنی میٹنگ میں سعودی عرب۔ شام۔ اردن وغیرہ میں چاند ہو جانے کی خبر بھی سنی لیکن بہت عجیب و غریب فیصلہ کیا کہ ۳ ستمبر کو مسلمان روزہ نہ رکھیں لیکن نماز عید ۴ ستمبر ہی کو ہوگی۔ اس اعلان کا تراشا لف ہذا ہے۔

یہ بہت عجیب و غریب اعلان ہے اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ انگلستان کے مسلمانوں کے لئے یہ المیہ ہے کہ مسلمان علماء عید کے لئے کسی ایک دن پر متفق نہیں ہو پاتے۔ یہاں کے صنعتی حلقے اور شاید خود حکومت بھی مسلمانوں کی خاطر عیدین کے لئے رخصت منظور کرنے کو تیار ہو جائیں بشرطیکہ ان کو بر وقت ان دنوں کے متعلق اطلاع دی جا سکے کہ کونسے دن عید الفطر اور کونسے دن عید الاضحیٰ ہوگی۔

اب شرعی طور پر ہماری عیدین رویت ہلال کے تابع ہیں۔ اور بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ ALMANAC جو عربی لفظ المنخ سے ہے خود مسلمان عربوں کا ہلالوں کے متعلق اس قدر پختہ علم ہے کہ صدیوں سے اس کے مطابق چاند صحیح دیکھا جا رہا ہے یورپ اور امریکہ کے سائنسدان اس کا استعمال چاند کے متعلق ریسرچ (RESEARCH) میں کرتے ہیں کہ یہ حساب آخری سیکنڈ تک صدیوں سے درست ثابت ہو رہا ہے۔

لیکن بد قسمت مسلمان ہیں کہ وہ اس سے نابلد ہیں اور چند مولویوں پر مشتمل کمیٹی کے فیصلوں کے تابع ہیں اور یہ کمیٹی کیسے فیصلے کرنے کی اہل ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ اس فیصلہ سے ہو جائے گا کہ چاند تو ۲ ستمبر کو ہوگیا۔ ۳ ستمبر کو روزہ بھی مت رکھو لیکن نماز عید ۴ ستمبر کو ہوگی، کیونکہ چند علماء نے پہلے ۴ ستمبر کا دن عید کے لئے مقرر کرنے میں غلطی کی تو انگلستان کے تمام مسلمان اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ ۴ ستمبر کو سوموار اور WORKING DAY تھا۔ اس لئے اور کچھ نہیں تو اپنی ایک دن کی مزدوری کا نقصان برداشت کریں۔ کاش وہ لوگ جو اپنے آپ کو علماء دین کہتے ہیں اُمتِ مسلمہ کے اس طور سے استحصال کرنے سے باز آئیں۔ اب بھی وقت نہیں گیا۔ اگر آئندہ کے لئے سبق سیکھ لیا جاوے تو مسلمانوں کے لئے اس ملک میں جائز حقوق حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

بہرحال یہ سعادت اس جماعت کے حصہ میں آئی کہ ہم نے اپنے آباء کے علم سے فائدہ اٹھایا اور ALMANAC سے مدد لیکر ایک ماہ سے بھی قبل عید الفطر کی صحیح تاریخ کا اعلان کر دیا۔

نماز عید ۱۱-۳۰ بجے ادا کی گئی۔ اللہ کے فضل و کرم سے ایک صد سے زیادہ افراد جن میں دس سے زیادہ کنبے غیر از جماعت مسلمانوں کے تھے۔ نماز عید کے لئے احمدیہ ہاؤس میں تشریف لائے۔ احمدیہ ہاؤس میں جو کمرے مسجد کے طور پر استعمال ہوتے ہیں بمشکل ۷۰ یا زیادہ سے زیادہ ۸۰ اشخاص کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے پچھلی گیلری اور اس کمرے میں جہاں ہم رہتے ہیں چادریں بچھا کر احباب کے لئے نماز ادا کرنے کا انتظام کیا گیا۔ درمیان کے دروازے کھول دیئے گئے اور گیلری میں راقم الحروف تکبیر دوہرانے کا عمل کرتا رہا تاکہ دوسرے کمرے کے حضرات بھی سن سکیں۔

نماز عید جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب امام لندن مشن نے پڑھائی اور اس کے بعد خطبۂ عید بھی دیا۔ آپ نے فطر یا افطار کے معنی بتائے اور بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے ماہ میں ہم لوگوں نے محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق جو پابندیاں کھانے پینے کے متعلق اپنے آپ پر عائد کر رکھی تھیں وہ اب ہٹ گئی ہیں۔ اور ہم یہ خوشی منا رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ہم نے اس کے حکم پر عمل کیا ہے۔ اور چونکہ اللہ نے ہمیں اپنی رضا مندی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس لئے ہم اس خوشی کا اظہار بھی اسی کی درگاہ میں سربسجود ہو کر کر رہے ہیں اور اسی کی عظمت کے گن گاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اسلام کی خوشی اور جشن کی تقریبات کا دوسروں سے موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام میں خوشی اور جشن کی تقریبات کے مواقع پر بھی نہایت عمدہ اور بہتر اخلاق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور ہماری تقریبات میں ناچ گانا اور جام و مے کا گذر نہیں ہوتا جیسا کہ دیگر مذاہب میں رائج ہے۔ اگر رمضان کے روزے انسان کی اخلاقی اور روحانی سربلندی کا سامان مہیا کرتے ہیں تو اس کی خوشی کا جشن بھی اخلاقی اور روحانی اقدار

## آج پورے برطانیہ میں عید الفطر منائی جا رہی ہے

### سعودی عرب میں چاند نظر آنے پر سنیچر کو رمضان المبارک کے ختم کا اعلان

لندن ۳ ستمبر (نمائندہ جنگ) گو پورے برطانیہ میں کل پیر کو عید الفطر منائی جا رہی ہے لیکن رویت ہلال اور سنیچر کو رمضان المبارک کے خاتمے کا جس طرح اعلان کیا گیا ہے اس پر اس بار پھر عید کا مزہ کرکرا سا ہوگیا۔ اس سال اسلامک کلچرل سینٹر کے زیر اہتمام رویت ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ عید ۴ ستمبر کو ہوگی۔ لیکن سنیچر کو چاند دیکھنے کی کوشش کی جائے گی اور اگر چاند ہوگیا تو رمضان المبارک کے خاتمے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ معلوم ہوا ہے کہ سنیچر کو رویت ہلال کمیٹی کے اجلاس میں جب سعودی عرب، مصر اور اردن میں چاند کی بنا پر برطانیہ میں رمضان المبارک کے خاتمے کا فیصلہ کیا گیا تو کمیٹی کے دس اراکین میں سے ۷ کی اکثریت نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن صرف تین ارکان کے اصرار پر جن میں اسلامک کلچرل سنٹر کے مسٹر ذکی بدری یوکے اسلامک مشن کے مولانا حبیب الرحمٰن اور جمعیت اہل حدیث کے مولانا سہیب حسن شامل تھے۔ برطانیہ میں رمضان المبارک کے خاتمے کا اعلان کر دیا گیا۔ اور یہ اعلان کیا گیا کہ نماز عید پیر کو ہوگی۔ چنانچہ اس اعلان کی بنیاد پر لندن اور دوسرے شہروں میں بہت سے مسلمانوں نے اتوار کو روزے نہیں رکھے اور جنہوں نے رکھے تھے انہوں نے روزے توڑ دیئے۔

... خطبہ کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے لندن میں ایک مسجد کی تعمیر کے لئے احباب سے اپیل کی۔

خطبۂ عید کے بعد مسز جمیلہ خان صدر جماعت یو کے نے جناب ایم رزاق صاحب سے درخواست کی کہ وہ انگریزی زبان میں اپنی نظم پڑھیں۔ انہوں نے عید اور اسلام پر دو نظم جو بہت خوبصورت ہیں پڑھیں۔ آپ انگریزی زبان کے شاعر ہیں اور اسلام اور احمدیت اور رسولِ کریم صلعم پر بہت خوبصورت نظمیں کہہ چکے ہیں۔ ان کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالکریم پاشا صاحب نے [illegible] القدر پر اپنی انگریزی نظم پڑھی اور روزہ کے محاسن پر ایک [illegible] ون پڑھا آپ نے اس سے پیشتر حضرت مسیح موعود کی خدمات کا [illegible] بھی کیا۔

ڈاکٹر پاشا صاحب کے بعد قرآن کلاس کے [illegible] لام آزاد اور خالد نے بالترتیب آیۃ الکرسی اور سورۃ القدر کی قرآن شریف سے تلاوت کی۔ بعد ازیں جناب نصرالدین صاحب نے ایک مختصر تقریر کی اور تلاوت قرآن مجید کی۔

اس کے بعد ڈاکٹر نظیرالاسلام صاحب نے تمام حاضرین کو عید مبارک کہی اور دعا کی۔ اس کے بعد تمام حاضرین ایک دوسرے سے گلے مل کر عید مبارک کہتے رہے۔ جنابہ جمیلہ خان صاحبہ نے اس کے بعد حاضرین کو کھانا کھانے کی دعوت دی۔ اور تمام حاضرین کو LUNCH دیا گیا۔

بعد ازیں تمام حاضرین ٹولیاں بنا کر کافی دیر تک بات چیت کرتے رہے اور تین بجے بعد دوپہر کے قریب ڈاکٹر پاشا صاحب نے اپنی تصویریں بنائیں اور لوگ رخصت ہونے شروع ہوئے۔

ہماری جماعت کی صدر مسز جمیلہ خان صاحبہ نے اس تقریب کے لئے بہت محنت کی۔ تمام لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا اور مسز زبیدہ خان صاحبہ۔ مسز عائشہ اسمٰعیل صاحبہ اور دو تین اور خواتین کی معیت میں سب لوگوں تک پہنچایا۔ وہ انتھک کام کرنے والی خاتون ہیں اور جماعت یو کے خوش قسمت ہے کہ ان کی ذات میں ان کو بہت ہی محنت اور لگن سے کام کرنے والی صدر نصیب ہیں۔ ہمارے لئے فیجی کے رہنے والے احمدی بھائیوں۔ بیگم صاحبہ مرحوم ڈاکٹر عطاءاللہ صاحب اور گیانا سے تعلق رکھنے والے غیر از جماعت مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی شمولیت بہت خوشی کا باعث ہوئی۔ ان میں سے بہت سے بہن اور بھائی اس تقریب سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے عیدالاضحی بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھنے اور منانے کے ارادوں کا اظہار کیا۔ اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے بھی کہا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ کے فضل اور کرم سے یہ عید ہمارے لئے بہت سی مسرتوں کا پیغام لائی۔

بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ اور جناب راس محمود صاحب اور ان کے بال بچے کالی کھانسی کی وجہ سے [illegible] میں ہونے کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ انہوں نے ٹیلیفون پر سب کو عید مبارک کہی اور عین خطبۂ عید کے دوران فیجی سے جماعت اور حافظ شیر محمد صاحب کی طرف سے عید مبارک کا تار موصول ہوا جو پڑھ کر سنایا گیا۔ اس سے سماں بندھ گیا۔

فطرانہ - 57£ اور مسجد فنڈ 62£ جمع ہوئے۔

> نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
> چپکے چپکے کرتا ہے پیدا یہ سامانِ دمار
>
> حضرت مسیح موعودؑ

# ہالینڈ میں تبلیغی سرگرمیاں

محترم مولانا عبدالرحیم جگو صاحب اپنے تازہ مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہالینڈ کے مختلف شہروں میں جماعت کی تنظیم و توسیع کے لئے گذشتہ سات ماہ سے دورہ جات کر رہا ہوں۔ ان کا نتیجہ نہایت اچھا نکل رہا ہے۔ رجسٹریشن کا کام برابر جاری ہے۔ ۳ ستمبر ۱۹۷۸ء کو یہاں عید الفطر کی نماز ہوئی۔ ہالینڈ کے قریباً ۲۵ شہروں سے احباب جماعت نے شمولیت فرمائی۔ نہایت خوش کن اجتماع اور دلکش منظر تھا۔ حسب معمول احباب کے کھانے پینے کا نہایت معقول انتظام کیا گیا تھا۔

پاکستان کے ایک صنعت کار جناب کرمانی صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ ہماری تبلیغی سرگرمیوں سے بے حد متاثر ہوئے ہیں اور ہم سے ہر طرح کا تعاون کر رہے ہیں۔ انکو لٹریچر دیا گیا۔ (مرکز سے بھی مزید لٹریچر بھیجا گیا ہے) سرینام میں جماعت احمدیہ کی کامیابی سے نہایت خوش کن اثر پڑا ہے۔

قبل ازیں ایک خاتون کے قبول اسلام کی اطلاع دی گئی اب ایک اور خاتون پیٹی جمیلہ نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ خاتون کالج سے تعلیم یافتہ ہیں۔

امید ہے جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء پر کئی احباب مرکز میں آئیں گے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

# شمولیت سلسلہ

اخبار احمدیہ

— گجرات سے مکرم چوہدری فضل داد صاحب پنشنر جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:—

(۱) "چوہدری محمد عارف۔ میٹرک۔ ولد چودھری حاکم علی۔ ساکن چاہڑہ ڈاک خانہ و تحصیل گجرات۔ ۸ ستمبر ۱۹۷۸ء کو جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ فارم بیعت لف ہے۔

(۲) یہ نوجوان ۱½ سال سے زیر تبلیغ تھا۔ اور انہوں نے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد جماعت میں داخلہ کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ تین کتابیں مطالعہ کے لئے لے گئے ہیں۔

(۳) یقین ہے کہ یہ صالح نوجوان اپنے اخلاقِ فاضلہ اور عملی نمونہ سے اہل خاندان کے کئی افراد کو جماعت میں داخل کرنے کا موجب ہوگا۔

(۴) تہجد خوان حضرات سے استدعا ہے کہ وہ اس نوجوان کی ثابت قدمی کیلئے دعا کریں کیونکہ اس زمانہ میں احمدیت کو قبول کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ اور اس راہ میں مصائب۔ تکلیفات کا آنا ضروری ہے۔"

— چوہدری فضل حق صاحب کراچی سے مکرم سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ:—

"جناب عبدالعزیز درانی ریٹائرڈ ایس ڈی سا خط ہالن (آزاد کشمیر) سے آیا ہے کہ ان کی صحت دن بدن کمزور ہو رہی ہے۔ ان کی بڑی خواہش ہے کہ وہ امسال جلسہ سالانہ پر آئیں۔ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب اور دیگر احباب جماعت سے دعا کی استدعا کرتے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

# آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کی فیاضی

قرونِ اُولیٰ کے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے اخلاق حسنہ کے بلند ترین مقامات تک پہنچ چکے تھے۔ اور دُنیا اُن کے اوصاف جمیلہ پر انگشت بدنداں ہے وہ فیاضی میں اپنی نظیر آپ تھے اور اسی کی بدولت انہوں نے دُنیا کو اپنی طرف جذب کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ بے بسی اور کس مپرسی کی حالت میں مدینہ میں تشریف لے گئے تھے۔ لیکن انصار کی فیاضی نے آپ کو اپنی آنکھوں پر جگہ دی۔ نہ صرف مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا بلکہ انہیں اپنے وسائل معاش میں بھی برابر کا شریک بنایا۔

حضرت سعدؓ بن ربیع نے اپنے دینی بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اپنی ایک بیوی بھی دینی چاہی مگر آپ نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ انصار میں حضرت سعدؓ بن عبادہ فیاضی میں عام طور پر ضرب المثل تھے۔ روزانہ ان کے قلعہ کے اوپر ایک آدمی پکارتا کہ جس کو گوشت اور چربی کی ضرورت ہو وہ یہاں آئے۔

آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تو زیادہ تر وہی کھانا تیار کر کے بھیجتے تھے۔ اصحابِ صفہ کی معاش کا زیادہ تر دار و مدار ان ہی کی فیاضی پر تھا۔ چنانچہ جب شام ہوتی تو دوسرے صحابہؓ ان میں سے ایک ایک کو لے جاتے۔ لیکن وہ اسّی اسّی آدمیوں کو ساتھ لے جا کر کھانا کھلاتے۔

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی اصحاب صفہ کے ساتھ لطف و مدارات سے پیش آتے تھے کیونکہ وہ مسکینوں کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے تھے۔ اور اُن سے باتیں کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی مساکین صفہ میں سے تھے۔ اس لئے انہیں ان کی فیاضی کا خاص تجربہ تھا وہ فرماتے تھے میں صحابہؓ سے قرآن پاک کی آیات پوچھا کرتا تھا۔ جو مجھے اُن سے زیادہ معلوم تھیں، اور ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کھانا کھلا دے۔ جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے پوچھنے کا اتفاق ہوتا تو وہ پہلے لے جا کر کھانا کھلاتے اور پھر جواب دیتے۔

مہاجرین میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی تو اپنی کل رقم جس کی مقدار پانچ یا چھ ہزار تھی نیک کاموں میں صرف کرنے کے لئے اپنے ساتھ لیتے گئے۔ ان کے نابینا والد ابو قحافہ گھر میں آئے تو کہا "تم لوگوں کو وہ مصیبت میں ڈال کر چلا گیا ہے" حضرت اسماءؓ نے ان کو تسلّی دینے کے لئے بہت سی کنکریاں تھیلی میں ڈال کر طاق میں رکھ دی اور کہا کہ ٹٹول کر دیکھ لیجئے کہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔

مہاجرین میں حضرت عثمانؓ جس طرح بہت بڑے دولتمند تھے بہت بڑے فیاض بھی تھے۔ عہد نبوت میں جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو آپ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا۔ مسجد کے متصل ایک قطعہ زمین تھا جس کی نسبت آپؐ نے فرمایا کہ کون اس کو خرید کر خدا کے حوالے کرتا ہے۔ تو حضرت عثمانؓ نے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسجد کے لئے وقف کر دیا۔ مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی آپ نے بیئر رومہ کو یہودیوں سے خرید کر وقف عام کر دیا۔

غزوۂ تبوک میں رومی سلطنت کا مقابلہ تھا اور صحابہؓ کے پاس سامانِ جہاد بہت کم تھا۔ انہوں نے تنہا نہایت فیاضی کے ساتھ تمام سامان مہیا کر دیا۔

حضرت مقدامؓ ایک صحابی تھے۔ آپ ایک بار حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ حضرت معاویہؓ نے بہت خاطر مدارات کی۔ اور انہیں مالی عطیہ دیا۔ لیکن حضرت مقدامؓ نے وہ رقم اپنے رفقاء میں برابر تقسیم کر دی۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مقدامؓ ایک فیاض شخص ہے۔

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت فیاض اور بہادر تھے۔ غزوات میں انصار کا عَلم ان کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ اور وہ اس عزت کو اپنی فیاضی سے قائم رکھتے تھے۔ ایک غزوہ میں وہ قرض لے کر فوج کو کھانا کھلاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس فوج میں شریک تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اس حال پر چھوڑ دیا گیا تو اپنے باپ کا تمام تر سرمایہ برباد کر دیں گے۔ اس لئے ان کو روکنا چاہیئے۔ حضرت سعدؓ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا مجھ کو ابنِ قحافہ اور ابنِ خطاب سے کوئی بچائے گا؟ میرے بیٹے کو یہ بخیل بنانا چاہتے ہیں۔

ان کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس ایک پیالہ تھا۔ وہ جہاں جاتے تھے اس میں ایک آدمی گوشت اور مالیدہ بھر کے لئے چلتا تھا۔ اور پکارتا جاتا تھا هلم الى اللحم والثريد۔ آؤ گوشت اور مالیدہ کھاؤ۔ ایک بار ایک بڑھیا نے ان سے کہا "میرے گھر میں چوہے نہیں رہتے" بولے کیا خوب کنایہ ہے۔ اس کا گھر روٹی اور گوشت سے بھر دو۔

حضرت عائشہ رضؓ اس قدر فیاض تھیں کہ جو کچھ ہاتھ آتا صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے روکنا چاہا تو اس قدر برہم ہوئیں کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی۔ آپ کا دستور یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں۔ جب قابلِ ذکر رقم ہو جاتی تو اسے غرباء میں بانٹ دیتی تھیں۔ لیکن آپ کی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ روز کے روز سب کچھ خدا کی راہ میں لٹا دیتی۔

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہ رضؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار دینار بھی ہوتے تو میں دے دیتی۔ اتفاق سے اسی شام حضرت معاویہ رضؓ کی طرف سے دس ہزار دینار آ گئے۔ آپ نے اسی وقت وہ رقم حضرت منکدرؓ کے ہاں بھجوا دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک دفعہ بیس ہزار سے زاید درہم آ گئے۔ آپ نے اسی محفل میں بیٹھے بیٹھے لوگوں میں بانٹ دیئے۔ حتیٰ کہ سب رقم تقسیم ہو گئی تو ایک شخص بچ گیا تو اسے قرض لے کر رقم دی

آپ کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مہمان آ جاتا تو ضیافت کے لئے نفلی روزہ کو توڑ دیتے اور مہمان کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ ایک بار رغبت سے مچھلی پکوائی۔ کھانے لگے تو ایک سائل آ گیا مچھلی اُٹھا کر اس کو دے دی۔

ایک دفعہ بیمار تھے۔ لوگوں نے کچھ انگور خرید کر پیش کئے۔ اس وقت ایک سوالی آ گیا۔ تو وہ انگور اسے بخش دیئے۔ یہی اکابر يطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما و اسيرا کے مصداق تھے اور ان ہی کی سخاوت کی وجہ سے اسلام پھیلا۔

# جملہ ممبرانِ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور سے

# ایک دردمندانہ اپیل

(از مکرم راجہ عبدالمجید صاحب ـ پھکسی ملتان)

برادران! ہم سب نے حضرت مسیح موعود مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر کے تمام دنیا میں مذہب اسلام کا صاف ستھرا چہرہ دکھلانے اور قرآن کریم کی اشاعت دنیا کے تمام ملکوں اور زبانوں میں پھیلانے کا بیڑا اٹھا کر اس جماعت میں شمولیت کی تھی ـ سچی بات یہ ہے کہ ہم بہت ہی سست رفتاری سے کام کر رہے ہیں ـ ہماری سست رفتاری کی یہ مثال ہے کہ دو سال پہلے انجمن نے دس ہزار کی تعداد میں حضرت صاحب کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" شائع کر کے ایک روپیہ فی کاپی جو اصل لاگت تھی دے کر تقسیم کرنے کے لئے ہر جماعت میں تحریک کی ـ لیکن ابھی تک نصف کے قریب یعنی پانچ ہزار کاپیاں بکڈپو میں بڑی بے قراری سے اس وقت کا انتظار کر رہی ہیں جب دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ان کو انجمن سے خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کرائیں گے ـ

ان کتابوں کا یوں انتظار میں پڑے رہنا ہم سب کے لئے سنجیدگی سے غور کا مقام ہے کہ ہم کہاں تک دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد نبھا رہے ہیں ـ

**دوستو!** اپنی اپنی فکر کرو کہ کل کو جب خدا کے حضور حاضر ہوں تو ہم کو شرمندہ نہ ہونا پڑے ـ اپنی اپنی بساط کے مطابق جملہ جماعتوں کے افراد اس پانچ ہزار کاپی کی مفت تقسیم کے لئے مل کر فوری طور پر رقم انجمن کے خزانہ میں جمع کرائیں ـ اور انجمن کی انتظامیہ مجلس سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنے اجلاس میں ان پانچ ہزار کتابوں کو فوری طور پر اردو بولنے والے ملکوں جیسے کشمیر اور بھارت اور بنگلہ دیش میں مفت تقسیم کے لئے وہاں کی جماعتوں کو بھجوا دیں ـ

ہمارے بکڈپو میں اکثر کتابوں کو دیمک بھی کھا جایا کرتی ہے ـ خدشہ اس بات کا بھی ہے ـ کہ کہیں دیمک ان کو کھا کر ختم نہ کر دے ـ اس بارے میں اے برادرانِ جماعت! حضرت صاحب اکتوبر ۱۸۹۰ء میں فرماتے ہیں، سنیئے :ـ

"اگر درحقیقت تکمیل اشاعت ہی ہماری غرض ہے تو ہمارا مدعا یہ ہونا چاہیئے کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جاویں جو بُری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں ـ اور ہر وقت یہ امر مدنظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سم قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جاویں اور ہر ایک متلاشی کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں ـ لیکن ظاہر ہے کہ اس مدعا کا بوجہ اکمل و اتم اس طور سے حاصل ہونا ہرگز ممکن نہیں کہ ہم ہمیشہ یہی امر پیش نہاد خاطر رکھیں کہ ہماری کتابیں فروخت کے ذریعے سے شائع ہوتی رہیں اور محض فروخت کے طور پر کتابوں کا شائع کرنا اور نفسانی ملونی کی وجہ سے دنیا کو دین میں گھسیڑ دینا نہایت نکما اور قابل اعتراض طریق ہے ـ جس کی اشاعت کی وجہ سے نہ ہم جلدی سے اپنی کتابیں دنیا میں پھیلا سکتے ہیں اور نہ کثرت سے وہ کتابیں لوگوں کو دے سکتے ہیں ـ بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ جس طرح ہم مثلاً ایک لاکھ کتاب کو مفت تقسیم کرنے کی حالت میں صرف بیس دن میں وہ دور دور ملکوں میں پہنچا سکتے ہیں اور عام طور پر ہر ایک فرقہ میں ہر جگہ پھیلا سکتے ہیں اور ہر ایک حق کے طالب اور راستی کے متلاشی کو دے سکتے ہیں ایسی اور اس طرح کی اعلیٰ درجہ کی کارروائی قیمت پر دینے کی حالت میں شاید بیس برس کی مدت تک بھی ہم نہیں کر سکیں گے ـ فروخت کی حالت میں کتابوں کو صندوقوں میں بند کر کے ہم کو خریداروں کی راہ دیکھنا چاہیئے کہ کب کوئی آتا ہے یا خط بھیجتا ہے ـ ممکن ہے کہ اس انتظارِ دراز کے زمانہ میں ہم آپ ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں ـ اور کتابیں صندوقوں میں بند کی بند ہی رہیں! سو چونکہ فروخت کا دائرہ نہایت تنگ اور اصل مدعا کا سخت حارج اور چند سال کے کام کو صدہا برسوں پر ڈالتا ہے اور مسلمانوں میں کوئی فراخ دل حوصلہ اور عالی ہمت امیر ابھی تک اس طرف متوجہ نہیں ہوا کہ ہماری تالیفات جدیدہ کے بہت سے نسخے خرید کر کے محض للہ تقسیم کیا کرتا ـ اور اسلام میں عیسائی مشن کی طرح کوئی ایسی سوسائٹی بھی نہیں جو اس کام کے لئے مدد دے سکے ـ اور عمر کا بھی اعتبار نہیں ـ تا کمبی عمر کی امید پر کسی دور دراز وقت کے منتظر رہیں ـ لہٰذا میں نے اپنی تمام تالیفات میں ابتداء سے التزامی طور پر یہی مقرر کر رکھا ہے کہ جہاں تک بس چل سکتا ہے ـ بہت سا حصہ کتابوں کا مفت تقسیم کر دیا جاوے ـ تا جلدی سے عام طور پر یہ کتابیں جو سچائی کے نور سے بھری ہوئی ہیں ـ دنیا میں پھیل جاویں ـ"

عیسائی مشن کی وضاحت حضرت صاحب نے یہ کی ہے:ـ

"بیان کیا جاتا ہے کہ برٹش اور فارن بائبل سوسائٹی نے ابتداء قیام سے یعنی گذشتہ ۷۱ سال کے عرصہ میں عیسائی مذہب کی تائید میں سات کروڑ سے کچھ زیادہ اپنی مذہبی کتابیں تقسیم کر کے دنیا میں پھیلائی ہیں ـ اس وقت کے ذی مقدرت مگر کاہل مسلمانوں کو یہ مضمون جو اکتوبر ۱۸۹۰ء کے اخبارات میں چھپ کر شائع ہوا ہے بہ نظر غور پڑھنا چاہیئے ـ کیا یہ کتابیں بیچنے والوں کے ہاتھ سے شائع ہوئی ہیں یا یہ ایک قوم کی سرگرم سوسائٹی نے اپنے دین کی امداد میں مفت بانٹی ہیں"

حضرت صاحب کا بھی یہی منشاء ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح عیسائیوں نے اپنی مذہبی کتابیں مفت تقسیم کیں اسی طرح ہم بھی مفت تقسیم کثرت سے کریں ـ اور یہی غرض حضورؑ کی جماعت بنانے کی تھی ہمارے بزرگوں نے اگر کچھ کام کیا تو ہم جن کے ہاتھوں میں اب یہ دین کا کام ہے اپنے آپ اپنے دلوں میں کہیں اکیلے بیٹھ کر غور کریں ـ کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں اور ہمارے ذمہ حضرت صاحب نے خدا تعالیٰ

(باقی بر صـ۱۱ـ کالم ۲)

منصوبہ از گجرات ——— از چوہدری فضل داد صاحب

# ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
# جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

---

مَیں نے مندرجہ ذیل پمفلٹ ماہ رمضان المبارک میں دکلاء کے علاوہ پبلک کے فہمیدہ و سنجیدہ لوگوں میں تقسیم کئے:-

| نمبر شمار | نام | تعداد صفحات | تعداد تقسیم |
|---|---|---|---|
| ۱ | تبلیغ بلادِ غیر | ۱۶ | ۲۰ |
| ۲ | تبلیغ بلادِ غیر مختصر جائزہ | ۲۴ | ۲۳ |
| ۳ | جماعت احمدیہ لاہور کا مقام | ۲۳ | ۲۰ |
| ۴ | ظہورِ مہدی کا انتظار کب تک | ۱۶ | ۷ |
| ۵ | چھوٹے بڑے کئے جائیں گے اور بڑے چھوٹے | ۴۸ | ۲ |
| ۶ | شہادتِ حقہ | ۸۴ | ۲۰ |
| ۷ | ختمِ نبوت اور غلام احمد پرویز | ۲۰ | ۱ |
| ۸ | حضرت مسیح موعود پر غیب کی خبروں کی بارش | ۱۶ | ۲۵ |
| ۹ | معجزات یعنی ربانی بشارتوں کے پورا ہونیکے عملی ثبوت | ۴۸ | ۱۰ |
| ۱۰ | بعض اعتراضات کا جواب | ۳۲ | ۴ |
| ۱۱ | حضرت مسیح موعود مجدد زمان کا دعوے آخری کتابوں کی رو سے | ۷ | ۲ |
| ۱۲ | حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے کا کوئی جواز ہے | × | ۱۰ |
| ۱۳ | مذہب کی غرض | × | ۲ |
| ۱۴ | بین الاقوامی اتحاد اور بین الاقوامی عدل و انصاف | ۱۴ | ۲ |
| ۱۵ | اسلامی مساوات اور حالات حاضرہ | × | ۱ |
| ۱۶ | MOHAMMAD AND MODERN PROPHET | | ۱ |
| ۱۷ | THE HOLY QURAN HAS DISCUSSED SCIENCE | | ۱ |
| ۱۸ | ظالم مظلوم اور جہول کی حقیقت | ۴۸ | ۱۰ |
| ۱۹ | کیا حضرت مسیح ناصری کے دوبارہ آنیکا کوئی امکان ہے | × | ۱۰ |
| ۲۰ | سورۃ الاعلیٰ کی مختصر تفسیر | ۳۲ | ۵ |
| ۲۱ | انجیلی تعلیم پر قرآنی تعلیم کی برتری | ۳۲ | ۲ |
| ۲۲ | تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کی سرگرمیاں | × | ۲ |
| ۲۳ | دعاوی قرآن اور سیدنا حضرت مرزا صاحب قادیانی | × | ۱ |
| ۲۴ | ہمارا مذہب | × | ۱ |
| ۲۵ | جسم خاکی اور کرۂ زمہریر الہام محکوم کا بلند مقام | × | ۵ |
| ۲۶ | وحی اور انسان کا ابدی رشتہ | × | ۱ |
| ۲۷ | حقیقت اسلام اور طریق شناخت | × | ۲ |
| ۲۸ | ANNVAL CONGREGATION | × | ۲ |
| ۲۹ | ظلوم اور جہول کی مزید تشریح | × | ۱۰ |
| ۳۰ | پیشگوئیوں کے ذریعہ ہستی باری تعالیٰ کا ناقابلِ تردید ثبوت | × | ۵ |
| ۳۱ | جماعت ربوہ کے معتقدات اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ | × | ۱۰ |

نوٹ نمبر ۱: ان کے علاوہ ۴ دوستوں کو دیہات میں بذریعہ بک پوسٹ ٹریکٹ بھیجے گئے نمبر ۲: ۱۵ اشخاص کے نام اور پتے مرکز میں ۱/۴۸ کو بھیجے گئے کہ ان کو مفت لٹریچر بھجوایا جائے۔ نمبر ۳: یہ سب کارروائی اپنے مجوزہ پروگرام بابت سال ۱۹۷۸ء کے سلسلہ میں کی گئی ہے۔ خاکسار فضل داد، مکان نمبر ۵۵۳/۲ مسلم آباد گجرات

# قراردادِ تعزیت

مؤرخہ ۴/۸/۷۸ بعد از نماز جمعہ ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعت پشاور منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں جناب چوہدری عبدالرحمٰن صاحب پرنسپل پبلک سکول ایبٹ آباد کی حادثہ میں اچانک وفات حسرت آیات پر ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

احبابِ جماعت پشاور۔ سفید ڈھیری۔ بازید خیل اور شیخ محمدی جناب چوہدری عبدالرحمٰن صاحب پرنسپل پبلک سکول ایبٹ آباد کی وفات حسرت آیات پر نہایت گہرے رنج اور صدمہ کا اظہار کرتے ہیں۔ مرحوم بہت بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی وفات حسرت آیات سے نہ صرف ان کے صاحبزادے اور دیگر لواحقین محروم ہوگئے ہیں بلکہ ان کے ہزاروں روحانی بچے ان کے فیض سے محروم ہوگئے ہیں۔ ثم انا للہ وانا الیہ راجعون

ان کی اچانک وفات کا سن کر سکتہ طاری ہوگیا اور بےساختہ زبانوں پر انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوگیا۔ ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی۔ ہم ان کے صاحبزادوں اور دیگر لواحقین کے ساتھ برابر کے شریکِ غم ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

۲۔ قرار پایا کہ اس ریزولیوشن کی ایک کاپی اخبار پیغامِ صلح میں بھیج دی جائے اور ایک کاپی ان کے صاحبزادوں کو۔

غمزدہ: محمد الرحمٰن

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ پشاور

---

## ایک درد مندانہ اپیل ——— بقیہ صفحہ

بقیہ صفحہ

سے خبر پاکر کونسا کام لگایا تھا۔

مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر کسی نظام کے ماتحت مفت اشاعت کا کام کیا جاوے تو اللہ تعالےٰ بڑی برکت دے گا۔ بہت وسائل ہیں جن کے ذریعہ ہم سب مل کر دو چار سال میں ہی دنیا میں وہ علم کثرت سے پھیلا سکتے ہیں جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے دنیا میں بھیجا اور جس کی تجدید کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالےٰ نے عین صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق دے اور ہماری سست رفتاری اور کوتاہیوں اور کمزوریوں کو ہم سے دور فرما دے۔ اور ہمیں توفیق عطا فرمادے کہ ہم اس کے مشن کو اس کی مرضی کے مطابق پورا کرنے والے ہوں۔

حضرت صاحب کی زندگی میں ان کی کتاب فتح اسلام قادیان میں ۱۳۰۸ھ میں چھاپی گئی۔ کل سات سو کتابیں چھاپی گئیں۔ حضرت صاحب نے ۵۰۰/- مفت اشاعت کے لئے وقف کر دیں۔ اور چار سو ان لوگوں کے لئے جو خریدنے کی مقدرت رکھتے تھے۔ ہماری انجمن کو بھی یہی تقسیم لٹریچر کی لائن اختیار کرنی چاہیئے۔ تمام جماعتیں کوشش کریں تو یہ پانچ ہزار کاپی فوری طور پر مفت تقسیم کے لئے باہر بھیجی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک کو اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

از جناب سیّد ناصر احمد صاحب ۔ مانچسٹر ۔

# مقدّس کفن کی بین الاقوامی نمائش

۲۶ راگست کو رات کی خبروں کے فوراً بعد بی بی سی ٹیلیویژن پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مقدّس کفن کو پہلی مرتبہ انگلستان میں دکھایا گیا ۔ خبروں میں یہ بھی بتایا گیا کہ اس کفن کی حفاظت کے لئے ۔/۳۰۰۰۰ پونڈ کی لاگت سے شیشے کا ایک خاص خول تیار کیا گیا ہے جس پر گولی اثر نہیں کر سکتی ۔ اس حفاظتی قدم سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس مقدّس کفن کی اہمیت دن بدن بڑھ رہی ہے ۔

ٹیلیویژن پر ایک عیسائی عالم کا مختصر انٹرویو بھی پیش کیا گیا جو گذشتہ کئی سالوں سے اس کے بارہ میں تحقیق کر رہے ہیں ۔ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ آپ اپنی تحقیق کے دوران کس نتیجہ پر پہنچے ہیں ، تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا یہ یقین ہے کہ یہ وہی کفن ہے جس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو صلیب سے اتارنے کے بعد لپیٹا گیا تھا ۔ ٹیورن ، اٹلی میں محفوظ اس مقدّس کفن کے بارہ میں کئی ایک جرمن سکالر تحقیق میں مصروف ہیں ۔

اس سلسلہ میں کرٹ برنا کا نام کافی مشہور ہو چکا ہے جنہوں نے اس سارے مواد اور پوپ سے اس بارہ میں خط و کتابت کو پہلی مرتبہ جرمن زبان میں تصاویر کے ساتھ شائع کیا ۔ مقدّس کفن کی سائنسی تحقیق کے نتیجہ میں بہت سے حیرت انگیز انکشافات ہوئے ہیں ۔

ان تمام باتوں کا تفصیلی ذکر محترم ممتاز احمد فاروقی صاحب نے اپنی کتاب "کسرِ صلیب" میں تصاویر کے ساتھ کیا ہے ۔ اس کتاب میں گذشتہ پوپ کے ساتھ اس بارہ میں خط و کتابت کے بعض متن بھی درج کئے گئے ہیں جن میں کرٹ برنا نے پوپ کی توجہ ان سائنسی انکشافات کی طرف دلائی ہے جو مقدّس کفن کی تحقیق کے نتیجہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بارہ میں ہوئے ہیں جس کا لُبِ لباب یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جب صلیب سے اُتارا گیا تو وہ زندہ تھے ۔

اس تحقیق کے ذریعہ بعض ان تفصیلات کی تصدیق بھی ہوئی ہے جو انجیل میں واقعہ صلیب کے بارہ میں درج ہیں مثال کے طور پر سر پر کانٹوں کے تاج کا پہنانا ۔ پسلی میں رُومی سپاہی کے نیزہ مارنے کی وجہ سے خون کا بہہ نکلنا وغیرہ ۔

جرمنی کے کرٹ برنا نے مقدّس کفن کے بارہ میں تحقیقات کی کُتب ، مضامین اور دُنیا کے مشہور اخبارات اور رسائل کے ذریعہ تشہیر کرنے کی کوشش کی ہے ۔ باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ وہ عیسائی حلقے جو کرٹ برنا کی سرگرمیوں کو پسند نہیں کرتے انہوں نے اسے ایک مقدمہ میں ملوث کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں اس کی نقل و حرکت پر پابندی لگا دی گئی ہے ۔

حال ہی میں جب ہالینڈ کی یوٹریخت جماعت کے ساتھ مسجد برلین جانے کا اتفاق ہُوا تو امام مسجد محترم مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب سے انگریزی میں ایک بڑے سائز پر طبع شدہ کتابچہ ملا جس میں کرٹ برنا نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے واقعہ صلیب سے بچ جانے ، اس کے بعد کے تاریخی حالات و شواہد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی سری نگر میں اور حضرت مریم کی مری میں قبروں سے متعلق سارے مواد کو اور اس کے علاوہ جو کچھ اب تک اس سلسلہ میں شائع ہو چکا ہے خلاصۃً اس میں پیش کیا گیا ہے ۔ اس میں زیادہ تر اقتباسات اور تصاویر الحاج خواجہ نذیر احمد صاحب کی کتاب جیسس اِن ہیون آن ارتھ اور محترم ممتاز احمد فاروقی صاحب کی کتاب "دی کریکنگ آف دی کراس" سے ماخوذ ہیں ۔

آخر میں موصوف نے ان کُتب کی فہرست بھی درج کی ہے جو ان موضوعات پر اولیّت کا درجہ رکھتی ہیں ۔ اس فہرست میں حضرت مسیح موعودؑ کی مسیح ہندوستان میں اور دیگر احمدی مصنّفین کی کُتب درج ہیں ۔

آج کل انگلستان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شخصیت ، تعلیمات اور مقدّس کفن کے بارہ میں جس قدر تحقیقی اور دلچسپ پروگرام ٹیلیویژن اور ریڈیو پر پیش ہو رہے ہیں اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شخصیّت کو روایتی مذہبی انداز سے ہٹ کر تاریخی انداز میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ یہ وہ اندازِ فکر ہے جس کو پیدا کرنے کے لئے تحریکِ احمدیت گذشتہ پون صدی سے کوشاں ہے ۔

ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ بیسویں صدی کے ختم ہونے سے پیشتر عیسائی کلیسا کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق الوہیّت کفارہ اور زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے کے عقائد کی اصل حقیقت دنیا پر آشکارا ہو جائے گی ۔ اور خدا کا یہ برگزیدہ نبی اپنی اصلی آب و تاب سے عیسائی دنیا پر ایک نئے رُوحانی اُفق کے طور پر اُبھرے گا ۔

---

## جلسۂ سالانہ ۱۹۷۸ء

تاریخہائے جلسہ ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ ، اور ۲۹ ر دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھیئے ۔ ۲۶ ر دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی ۔

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۳۸

چوہدری فضل حق صاحب دارالسلام

جلد ۶۵ | یوم چہار شنبہ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۳۹


# ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

## لوگو! اپنی عاقبت سنوارو

**جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارو**
**یاد آئیں گے تمہیں میرے سخن میرے بعد**

اے لوگو! تم اپنے سچے خداوند خدا اپنے حقیقی خالق اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس جب تک یہ امر جو تمہاری خلقت کی علت غائی ہے بیّن طور پر تم میں ظاہر نہ ہو تب تک تم اپنی حقیقی نجات سے بہت دور ہو۔ اگر تم انصاف سے بات کرو تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو۔ کہ بجائے خدا پرستی کے ہر دم **دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بت دل کے سامنے ہے جس کو تم ایک ایک سیکنڈ میں ہزار ہزار سجدہ کر رہے ہو۔ اور تمہارے تمام اوقات عزیز دنیا کی** جق جق اور بک بک میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمہیں دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمہیں یاد بھی ہے انجام اس ہستی کا **کیا ہے۔ کہاں ہے تم میں انصاف۔ کہاں ہے تم میں امانت۔ کہاں ہے تم میں وہ راستبازی۔ اور خدا ترسی اور دیانتداری اور فروتنی جس کی طرف تمہیں قرآن بلاتا ہے۔** تمہیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمہارے دل میں نہیں گذرتا کہ اس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض کوئی واسطہ کوئی تعلق اس قیوم حقیقی سے رکھا ہوا ہی نہیں اور اس کا نام تک لینا تم پر مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑوگے کہ ہرگز ایسا نہیں لیکن خدا تعالےٰ کا قانون قدرت تمہیں شرمندہ کرتا ہے جبکہ وہ تمہیں جتلاتا ہے کہ ایمانداروں کی نشانیاں تم میں نہیں۔ اگرچہ تم اپنے دنیوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانت رائے کے مدعی ہو۔ مگر تمہاری لیاقت تمہاری نکتہ رسی دور اندیشی صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنی اس عقل کے ذریعہ سے اس دوسرے عالم کا ایک ذرہ سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے جس کی سکونت ابدی کے لئے تمہاری روحیں پیدا کی گئی ہیں۔

تم دنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے۔ مگر وہ دوسرا عالم جس کی خوشیاں سچے اطمینان کے لائق اور دائمی ہوں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمہیں یاد نہیں آتا۔ کیا بدقسمتی ہے کہ ایک بڑے امر اہم سے تم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو۔ اور جو گذشتنی گذاشتنی امور ہیں ان کی ہوس میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہو۔

تمہیں خوب خبر ہے کہ بلاشبہ وہ وقت تم پر آنے والا ہے کہ جو ایک دم میں تمہاری زندگی اور تمہاری آرزوؤں کا خاتمہ کر دیگا۔ مگر یہ عجیب شقاوت ہے کہ باوجود اس علم کے پھر اپنے تمام اوقات دنیا طلبی میں ہی برباد کر رہے ہو۔ اور دنیا طلبی بھی صرف وسائل جائزہ تک محدود نہیں بلکہ تمام ناجائز وسیلے، جھوٹ اور دغا سے لے کر ناحق خون تک تم نے حلال کر رکھے ہیں۔ اور ان تمام شرمناک جرائم کے ساتھ جو تم میں پھیلے ہوئے ہیں کہتے ہو کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ہمیں ضرورت نہیں بلکہ اس سے سخت عداوت رکھتے ہو۔ اور تم نے خدا تعالےٰ کے آسمانی سلسلہ کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے...... اس درخت کو اس کے پھلوں سے اور اس نیّر کو اس کی روشنی سے شناخت کرو گے میں نے ایک دفعہ یہ پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارے اختیار میں ہے کہ اس کو قبول کرو یا نہ کرو۔ اور میری باتوں کو یاد رکھو یا لوح حافظہ سے بھلا دو۔

(فتح اسلام)

از قلم جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب

# وراثت کا ایک مسئلہ

۱۶ ستمبر ۱۹۷۸ء کی شام کو پاکستان ٹیلیویژن سے "قانون اور ہم" کے عنوان سے ایک پروگرام نشر کیا گیا جس میں وراثت کے قرآنی احکام پر تبصرہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں مسلم فیملی لاز آرڈیننس کا بھی ذکر ہوا جس نے منجملہ اور حقوق کے پوتے اور پوتی کو (اگر ان کا باپ ان کے دادا سے پہلے فوت ہو گیا ہو) تو ان کے دادا کی جائیداد میں وہ حق دلوایا جو انہیں ملتا اگر ان کا باپ زندہ ہوتا اور اس حق کو خود لے کر انہیں پہنچاتا گویا باپ کی قبل از وقت موت کے حادثہ سے اس کی اولاد کی محرومی کو دُور کر دیا۔

اس نہایت ضروری "قانونی" اصلاح کے خلاف دبی زبان سے ایک صاحب نے جو شریک بحث تھے یہ فرمایا "مگر اسلام میں حق نمائندگی نہیں ہے" اور اس بات کو واضح کرنے کے لئے اس پروگرام کے کرتا دھرتا پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب بار ایٹ لاء نے اس ریمارک کو دوہرایا کہ اسلام میں (وراثت کے معاملہ میں) حق نمائندگی نہیں ہے۔ جس سے میں یہ سمجھا کہ مردہ باپ کی نمائندگی اس کی اولاد نہیں کر سکتی۔ تعجب ہے کہ تمام قوانین وراثت میں تو متوفی کی نمائندگی اس کی اولاد کر سکتی ہے مگر بقول ان صاحب کے دادا کی جائیداد میں نہیں کر سکتی۔ مثلاً ایک شخص نے اپنی زندگی بیمہ کرائی ہو تو بیمہ کی مدت ہونے پر وہ خود اگر زندہ ہو تو جمع شدہ رقم کو لے سکتا ہے اور اگر مر گیا ہو تو اس کی اولاد اس کی نمائندگی کرتی ہوئی اسے لے لیتی ہے۔ یہی حال تمام قسم کی وراثتوں کا ہے مثلاً بنک کی رقوم یا حکومت سے واجب الادا رقوم وغیرہ وغیرہ کا۔

سوال دراصل یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی شخص مر جانے کے باعث اپنے مالی حقوق کھو دیتا ہے؟ ایسا نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کسی شخص کو بونس ملتا ہے یا پراویڈنٹ فنڈ تو مر جانے کی وجہ سے وہ اپنا مال نہیں کھو دیتا بلکہ اس کے ورثاء کو وہ مل جاتا ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ النساء میں وراثت کے احکام کو ان الفاظ سے شروع فرمایا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم یعنے اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارہ میں یہ احکام دیتا ہے۔ یہ میرا چیلنج ہے کہ قرآن پاک یا احادیث شریفہ میں کہیں زندہ اولاد اور مرگئی اولاد میں فرق نہیں کیا گیا یا یہ نہیں فرمایا گیا کہ مردہ اولاد اپنے حقوق وراثت کھو دیتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن پاک میں صریح حکم ہوتا کیونکہ اتنے اہم امر کو یہ مقدس کتاب بھول نہیں سکتی، یا حالت ابہام میں چھوڑ نہیں سکتی تھی۔

جن صاحب نے یہ فرمایا کہ قانونِ وراثت میں نمائندگی نہیں انہوں نے اس وعید کا دو دفعہ ذکر کیا جو اللہ تعالےٰ کے احکام کے خلاف چلنے۔ اس کے لئے سخت عذاب مقدّر ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ مگر اس وعید کا خوف خود ہمیں بھی کرنا چاہئیے۔ اگر ہم یتیم پوتا اور پوتی کو ان کے حق سے محروم کریں جبکہ اللہ تعالےٰ نے وہ حق دیا ہو۔

• تعجب ہے کہ پوتا اور پوتی کو محروم کرنے والے اس کے برعکس حالات میں حق نمائندگی کو خود تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً پوتا مر جائے اور اس کی جائیداد تقسیم ہوتی ہو اور اس کا باپ زندہ نہ ہو تو دادے کو باپ کا حصہ دیتے ہیں۔ یا ماں نہ ہو تو نانی کو اگر وہ زندہ ہو تو ماں کا حصہ دیتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف اور عدل ہے کہ وہاں تو دادا یا نانی وراثت کو بطور نمائندہ وصول کرتے ہیں مگر پوتا پوتی نہیں کر سکتے؟ قرآن پاک نے حکم دیا ہے کہ و اذا حکمتم بین الناس فاحکموا بالعدل یعنے جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔ کیا اس حکم کو توڑنے سے ہمارا دل خوف نہیں کھاتا؟

پھر ایسے اصحاب کس طرح فیصلہ کریں گے اگر بالفرض دادا اور باپ اکٹھے کشتی میں سوار تھے اور وہ کشتی ڈوب گئی اور وہ دونو مر گئے۔ تو ان میں کون پہلے مرا اور پوتے پوتی کو حق ملتا ہے یا نہیں؟ یا باپ اور دادا جیسا کہ آج کل اکثر ہوتا ہے اکٹھے ہوائی جہاز پر سوار تھے اور وہ ہوائی جہاز گر کر بمع اپنے مسافروں کے تباہ ہو گیا تو باپ اور دادے میں کون پہلے مرا؟ اور پوتے پوتی کو حق وراثت ملا یا نہیں؟

پھر اگر کسی شخص کے مر جانے سے اس کی اولاد محروم ہو سکتی ہے تو پھر قتل کرانے یا مروا دینے کا لالچ دوسرے ورثاء کے دل میں پیدا ہو گا۔ مثلاً ایک شخص زید نامی بہت سا مال و دولت رکھتا ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں بکر اور عمر نامی۔ تو کیا بکر عمر کو یا عمر بکر کو مروانے کی کوشش نہ کرے گا کہ اس طرح اسے اور اس کی اولاد کو محروم کر کے وہ خود سارے مال و دولت کا وارث بن جائے؟ ہم نے تو تھوڑی جائیداد کے لئے قتل ہوتے دیکھے ہیں زیادہ ہو تو کس قدر امکان بڑھ جاتا ہے؟

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مر جانے سے انسان اپنے حقوق اور ذمہ داریاں ختم کر بیٹھتا ہے وہ بھولتے ہیں کہ قرآن پاک نے تمام وراثت کے احکام پر ایک شرط مقرر فرمائی ہے من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین یعنے جب متوفی کی جائیداد تقسیم ہوتی ہو تو اگر اس نے راہِ خدا میں کوئی وصیت کی ہو (جو $\frac{1}{3}$ حصہ تک ہو سکتی ہے) یا اس پر کوئی قرضہ ہو تو پہلے وہ وصیت پوری کی جائے یا اگر اس پر کوئی قرضہ ہو تو وہ ادا کیا جائے۔ اس کے بعد جو جائیداد بچے وہ تقسیم ہو۔ تو اگر مر جانے سے تمام حقوق ختم ہو جاتے ہیں تو $\frac{1}{3}$ حصہ جائیداد خُدا کی راہ میں دیئے جانے کا حق کس طرح قائم رہتا ہے؟ اور اگر اسی طرح مر جانے پہ تمام ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں تو قرضہ کی ذمہ داری کس طرح باقی رہ جاتی ہے؟ حالانکہ وہ قرضہ اس قدر ہو سکتا ہے کہ تمام جائیداد کو کھا جائے؟

تو اگر مر جانے سے کوئی شخص اپنا حق نہیں کھو بیٹھتا تو باپ جو قبل از وقت مر گیا ہو اس کو اپنے باپ کی جائیداد میں کیوں حصہ نہ دیا جائے جو اس کی یتیم اولاد کو ملے۔ کس قدر ظلم ہے کہ ایک شخص مر جائے تو اس کی بیوہ اور یتیم بچے جہاں اپنے شوہر اور باپ کو روئیں اور پیٹیں اور اس کی کمائی بند ہو جانے پر غم و الم کریں وہاں اپنے دادا کی جائیداد سے محرومی کو بھی روئیں؟

اس لئے مسلم فیملی لاز آرڈیننس کا موجودہ قانون عین قرآن پاک اور عدل و انصاف کے مطابق ہے۔ کیونکہ :-

(ا) جو لوگ دادا کو پوتے کی جائیداد میں حق دیتے ہیں بشرطیکہ باپ مر چکا ہو یا نانی کو حق دیتے ہیں نواسے کی جائیداد میں جبکہ ماں مر چکی ہو تو وہ اس وجہ سے جائز ٹھہراتے ہیں کہ عربی کے لفظ اب میں باپ کے علاوہ دادا بھی شامل ہوتا ہے اور لفظ اُمّ میں ماں کی ماں بھی آجاتی ہے۔ اسی طرح لفظ ولد میں بیٹے کے ساتھ پوتا بھی تو آجاتا ہے اسے کیوں جائیداد سے محروم کیا جائے جو اسکے متوفی باپ کو ملتا۔

(ب) قرآن پاک کے اور تمام قوانین کا یہ مسلّمہ اصول ہے کہ کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی اگر اس نے کوئی قصور نہ کیا ہو۔ باپ کا کیا قصور ہے اگر اُسے قبل از وقت موت آجائے کہ وہ اپنے باپ کی جائیداد میں اپنے حق کو کھو بیٹھے یا پوتے [illegible]

[illegible] محروم کئے جائیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ــــــــ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۸ء

# کیا یہی انصاف ہے؟

پاکستانی مسلمانوں کے نزدیک ۷ ستمبر کو "ایک یادگار دن" کی حیثیت اس وجہ سے حاصل ہو گئی ہے کہ ۱۹۷۴ء میں اسی دن انسانوں کے چند منتخب نمائندوں نے قرآن اور حدیث میں "مسلمان" کی تعریف کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی من مانی منفی تعریف کے ذریعے اور "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے ناکافی سمجھتے ہوئے لاکھوں کلمہ گوؤں کو اپنی سیاسی اغراض کے پیش نظر "غیر مسلم اقلیت" قرار دے دیا اور اپنے اس قابل فخر کارنامے پر یوم تشکر منایا اور خوشی کے شادیانے بجائے کہ اگر ہم کافروں کو مسلمان نہیں بنا سکے تو کیا یہ کامیابی ہمارے لئے باعث فخر نہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والوں کو بیک جنبش قلم ہندوؤں ـ سکھوں ـ عیسائیوں اور پارسیوں وغیرہ کی صف میں لا کھڑا کیا ـ تاریخ میں ان کا یہ کارنامہ یقیناً زرّیں حروف میں لکھا جائے گا اور آئندہ آنے والی نسلیں اپنے آبا و اجداد پر اسلام کے لئے اس قابلِ ستائش خدمت کے صلہ میں درود و سلام بھیجتی رہیں گی!

ہر سال اس کی یاد منائی جاتی ہے ـ بعض اخبارات ثواب دارین کی خاطر ہر سال اس پر تبصرہ کرتے اور افتتاحیے لکھتے ہیں تاکہ یاد دہانی ہوتی رہے اور وہ ایک حربہ جو وہ ملکی مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے ہمیشہ استعمال کرتے چلے آ رہے تھے اسے اب باوجود غیر مؤثر ہونے کے استعمال کیا جا سکے ـ چنانچہ اس سال بھی ہمارے کرمفرما روزنامہ "جنگ راولپنڈی" نے ایک افتتاحیہ ۷ ستمبر ـ "آئینی تقاضے" سپرد قلم فرمایا ہے جس میں فرماتے ہیں :ـ

۱ـ "نبوت محمدیہ کے متوازی ایک نئی نبوت ـ
۲ـ قرآن کریم کے متوازی نئی وحی ـ
۳ـ اسلامی شعائر کے متوازی قادیانی شعائر
۴ـ اُمت محمدیہ کے متوازی ایک نئی اُمت ـ
۵ـ مسلمانوں کے مکہ کے مقابلے میں نیا مکۃ المسیح ـ
۶ـ مدینہ کے مقابلے میں مدینۃ المسیح ـ
۷ـ اسلامی حج کے مقابلے میں ظلی حج ـ
۸ـ اسلامی خلافت کے مقابلے میں قادیانی خلافت ـ
۹ـ اُمہات المؤمنین کے مقابلے میں قادیانی اُم المؤمنین وغیرہ وغیرہ ـ

ان ۹ نکات پر بحث کرتے ہوئے روزنامہ مذکور نے سوائے ایک حوالہ کے باقی تمام حوالہ جات "الفضل" ـ "آئینہ صداقت" ـ اور "کلمۃ الفصل" سے دیئے ہیں ـ

ان حوالہ جات کی صحت یا عدم صداقت پر علمائے جماعت ربوہ ہی روشنی ڈال سکتے ہیں، کیونکہ ان میں جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ دوم ربوہ کی زبانی جماعت احمدیہ کے اس فریق کے عقائد بیان کئے گئے ہیں جن سے جماعت احمدیہ لاہور کا کوئی تعلق نہیں ـ لیکن ہم پہلے چار نکات پر ضرور تبصرہ کریں گے ـ کیونکہ ان کے ذریعے عوام میں یہ غلط فہمی پیدا کی گئی ہے کہ بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صد چہاردہم و مسیح موعودؑ کے بھی یہی عقائد تھے ـ

اس لئے جماعتِ احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے عوا[م] کے خلاف تحریک چلانے میں حق بجانب تھے اور قومی اسمبلی [کا] فیصلہ صحیح اور درست تھا ـ حالانکہ یہ سراسر افتراء اور جھوٹ الزام ہے ـ اس کا واحد مقصد سیاسی اغراض کی تکمیل تھا [تا] کہ اس بارے میں گمراہ کئے بغیر حاصل ہونا ممکن نہ تھا ـ ؟ چاروں الزامات کی تردید حضرت مرزا صاحب کی اپنی تحریرات [سے] ہم پیش کریں گے تاکہ اس جھوٹ کا پول پوری طرح کھل جا[ئے] اور انصاف کرنے والے خود انصاف کر لیں کہ حضرت مرزا صاح[ب] کے خلاف یہ پروپیگنڈا کس قدر انصاف سے بعید ہے ـ

| الزام | جواب |
| --- | --- |
| ۱ـ نبوت محمدیہ کے متوازی نبوت ـ | "میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصط[فیٰ] ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مد[عی] نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر [جانتا] ہوں ـ" (اشتہار ۱۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء)<br>"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس[کو] بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہو[ں]" (تقریر واجب اعلان ـ بمقام دہلی)<br>"مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا د[عویٰ] کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کاف[روں] کی جماعت سے جا ملوں ـ" (حمامۃ البشریٰ ص[...])<br>"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار [فرمایا] تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور [حدیث] لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی [کو] اس کی صحت پر کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا ہر لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولٰ[کن] رسول اللہ و خاتم النبیین سے اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت [ہمارے] نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے" (حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۸۴)<br>"اور اللہ کے نام کی قرآن شریف میں تعریف کی گئی ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو رب [العالمین] ہے ـ رحمٰن اور رحیم ہے جس نے [چھ] دن میں زمین و آسمان بنایا اور آدم کو پید[ا] کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں ـ ا[ور] سب کے آخر میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء [اور] خیر الرسل ہے ـ" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱) |
| ۲ـ قرآن کریم کے متوازی نئی وحی ـ | "ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قر[آن] اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں ا[ور] سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہو[ں] میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی [اللہ] سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی [اللہ علیہ وسلم] پر ختم ہو گئی ـ" (تقریر جامع مسجد دہلی اکتوبر ۱۸۹۱ء) |

| الزام | جواب |
|---|---|
| | "ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے ......اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادمِ اسلام ہونے کے اور کوئی دعوے بالمقابل نہیں اور جو کوئی شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم صلعم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیضِ معارف ملتا۔" (الحکم۔ ۱۷راگست ۱۸۹۹ء) |
| ۱۔ اسلامی شعائر کے متوازی قادیانی شعائر۔ | "اس عاجز نے سُنا ہے کہ اس شہر دہلی کے بعض اکابر عُلماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مُدعی۔ ملائکہ کا منکر بہشت اور دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجودِ جرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبویؐ سے بکلّی منکر ہے لہٰذا میں اظہاراً للحق عام اور خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزامات سراسر افتراء ہیں۔ مَیں نہ نبوت کا مُدّعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ہوں۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ اہلِ سُنّت والجماعت کا عقیدہ ہے ان تمام باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رُو سے مسلم الثبوت ہیں۔........ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ مَیں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ میں درج ہیں۔" (اشتہار۔ ۲راکتوبر ۱۸۹۱ء) |
| ۔ اُمّت محمدیہ کے متوازی ایک نئی اُمّت | جو حوالہ جات ہم حضرت مرزا صاحبؒ کی اپنی تحریرات سے اوپر پیش کر آئے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی انصاف پسند اور غیر جانبدار انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُمت محمدیہ کے متوازی ایک نئی اُمت بنائی گئی۔ جو انسان آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین قرآن کریم کو خاتم الکتب۔ اسلام کو آخری دین سمجھتا اور دینِ اسلام کا خادم ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اور ان تمام عقائد پر جو "اسلامی امور میں داخل ہیں اور اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک مسلّم الثبوت ہیں" ایمان رکھتا ہوں۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے "اُمتِ محمدیہ کے متوازی ایک نئی اُمت بنائی سراسر ظلم اور ناانصافی ہے اور ناواقف عوام کو جماعت احمدیہ کے خلاف اُکسانے اور بھڑکانے کی ایک سازش ہے۔ |

البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے اس حکم کے مطابق:۔

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون" (آل عمران ۱۰۴)

ایک جماعت ضرور بنائی جسے یہ خدمت سونپی۔ اگر اسے اُمت کہا جائے تو ایسی اُمتیں ہر مجدّد کے زمانے میں ہوتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ اپنے آپ کو "قادری"۔ نقشبندی۔ نظامی۔ صابری۔ مجدّدی وغیرہ وغیرہ نہ کہلاتے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ صرف "اُمتِ مسلمہ" کے لئے ہی استعمال نہیں ہُوا مثلاً :۔

"من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون ایت اللہ اناء الیل و ھم یسجدون۔ یؤمنون باللہ والیوم الاخر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یسارعون فی الخیرات و اولئک من الصلحین"

یہاں اہلِ کتاب سے مراد یا بنی اسرائیل ہیں یا عیسائی ہیں۔ انہیں بحیثیت مجموعی اُمت نہیں کہا حالانکہ وہ (یہودی) حضرت موسیٰؑ کی اُمت کہلاتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسےٰؑ کی لیکن یہاں یہ کہا گیا ہے کہ اہلِ کتاب میں سے ایک اُمت یعنی جماعت ہے جو اللہ کی آیات کو رات کی گھڑیوں میں پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں وہ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اور نیکیوں کو جلدی لیتے ہیں اور وہی نیکوں میں سے ہیں۔ اور یہی لفظ "اُمّت" جماعت کے لئے تقریباً ۴۳ مقامات پر قرآن شریف میں مذکور ہے۔

اس "اُمّت" یا جماعت کا نام بھی آنحضرت صلعم کے نام نامی "احمد" پر ہے۔ وہی "احمد" جس کی بشارت حضرت عیسےٰؑ نے دی تھی۔ اس کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم..... ...... پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہُوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔" (تریاق القلوب صہ ۳۳۹)

اگر آنحضرت صلعم کے نام "احمد" پر جو قرآن شریف میں بطور بشارت آیا ہے جماعت کا نام احمدیہ رکھنے سے لوگوں کو چڑ ہے تو پھر اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔ اگر "اُمّت" کا لفظ جماعت کے لئے نہیں صرف "اُمتِ مسلمہ" کے لئے ہی استعمال ہوا تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہوگا :۔

"وما من دابۃ فی الارض ولا طٰئر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم"

کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام جانور اور پرندے "اُمتِ مسلمہ" میں شامل ہیں یا یہ ہوں گے ان کی بھی ایسی ہی جماعتیں ہیں جیسی تمہاری۔ اعتراض کرتے وقت یہ ضرور سوچ لینا چاہیئے کہ اس کے متعلق قرآن کریم میں کیا حکم ہے۔ اور کیا کوئی لفظ صرف ایک ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے یا اس کے کوئی اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

قرآن کریم نے اُمت یا جماعت بنانے کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بیان فرمایا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا بانیٔ جماعت احمدیہ

نے اپنی جماعت کے سامنے یہ مقصد رکھا اور یہ کہاں تک پورا ہوا۔ اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۳۸ پر فرماتے ہیں:۔

## امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

۱۔ اسی خدا کو مانو جس کے وجود پر توریت اور انجیل اور قرآن تینوں متفق ہیں۔

۲۔ کوئی ایسا خدا اپنی طرف سے مت بناؤ جس کا وجود ان تینوں کتابوں کی متفق علیہ شہادت سے ثابت نہیں ہوتا۔

۳۔ وہ بات مانو جس پر عقل اور کانشنس کی گواہی ہے اور خدا کی کتابیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں۔

۴۔ خدا کو ایسے طور سے نہ مانو جس سے خدا کی کتابوں میں [illegible] پڑ جائے۔

۵۔ [illegible] نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو اور بدنظری نہ کرو اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کی راہوں سے بچو اور نفسانی جوشوں کے مغلوب مت ہو۔

۶۔ پنجوقت نماز ادا کرو........ اور اپنے نبی کریم صلعم کے شکر گذار رہو۔ اور اس پر درود بھیجو کیونکہ وہی ہے جس نے تاریکی کے زمانہ کے بعد نئے سرے سے خدا شناسی کی راہ سکھلائی۔

۷۔ عام خلق اللہ کی ہمدردی کرو اور اپنے نفسانی جوشوں سے کسی کو مسلمان ہو یا غیر مسلمان تکلیف مت دو نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

۸۔ بہر حال رنج و راحت میں خدا تعالےٰ کے وفادار بندے بنے رہو اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیرو بلکہ آگے قدم بڑھاؤ۔

۹۔ اپنے رسولؐ کی متابعت کرو اور قرآن کی حکومت اپنے سر پر لے لو کہ وہ خدا کا کلام اور تمہارا سچا شفیع ہے۔

۱۰۔ اسلام کی ہمدردی اپنی تمام قوتوں سے کرو اور زمین پر خدا کے جلال اور توحید کو پھیلاؤ۔

۱۱۔ مجھ سے اس غرض سے بیعت کرو کہ تا تمہیں مجھ سے روحانی تعلق پیدا ہو اور میرے درخت وجود کی ایک شاخ بن جاؤ اور بیعت کے عہد پر موت کے وقت تک قائم رہو.......

اس ساری تعلیم میں معترض کسی ایک بات پر انگلی رکھ کر بتا دے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا اور ایک علیحدہ امت بنائی۔ یہاں تو اللہ۔ اس کے رسولؐ۔ قرآن اور اسلام سے ہی وفاداری کی نصیحت کی ہے۔ لیکن جو دل خوفِ خدا اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی سے غافل اور خالی ہو جاتے ہیں وہ جس حد تک بھی ظلم و ستم پر اتر آئیں کم ہے کیونکہ غرض خدا کی خوشنودی نہیں اپنے نفس کی خوشنودی ہوتی ہے۔

ہم تحدیث نعمت کے طور پر یہ بیان کرنے سے رک نہیں سکتے کہ اس گئے گذرے دور میں بھی جبکہ معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں سے کوئی فرد بشر محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا جہاں تک ہمیں معلوم ہے کسی احمدی کو بدعنوانی۔ رشوت ستانی۔ جوئے۔ شراب خوری۔ زنا۔ اغوا۔ قتل۔ ملاوٹ۔ چور بازاری۔ چوری۔ ڈاکہ۔ فریب دہی۔ جیب تراشی۔ اور سمگلنگ وغیرہ میں نہ قید اور کوڑوں کی سزا ملی ہے اور نہ ہی کسی کو سرِ عام پھانسی پر لٹکایا گیا ہے۔

ع گر کفر ایں بود سخت کافرم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اعلےٰ درجہ کے اخلاق کو کمال کو پہنچاؤں۔

"مسلمانوں" کے اخلاق اور ان کے اخلاق کا جنہیں "غیر مسلم" سمجھا جا رہا ہے موازنہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کی اس غرض کو کون پورا کر رہا ہے اور آپ کی امت میں کس کو شمار کیا جائے۔ جماعتِ احمدیہ کو علیحدہ امت اس صورت میں ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ دوسرے "مسلمانوں" سے علیحدہ اس رستے پر چلنے کی کوشش کر رہی ہے جس کی طرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہنمائی فرمائی ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز اسلام وہی قبول ہوگا جو آج جماعت احمدیہ پیش کر رہی ہے۔ اس اسلام کا خدا رسولؐ اور قرآن سے ہرگز کوئی تعلق نہیں جو آج مختلف ممالک میں رائج ہے، اور جس کے پرچار کے لئے بڑی بڑی منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں۔

حضرت عیسٰیؑ کو آسمان پر زندہ مان کر نہ کسرِ صلیب ہو سکتی ہے اور نہ قتلِ خنزیر۔ نہ ہی یاجوج ماجوج اور دجّال کی شناخت اور ان کے فتنہ کا سدِ باب۔ اسلام کی اشاعت کے لئے جو لٹریچر باہر پہنچے گا اس میں جماعت احمدیہ کے پیدا کردہ لٹریچر سے ضرور خوشہ چینی کی جائے گی۔

ہمارے قریب آنے۔ ہمارا لٹریچر پڑھنے اور ہم سے سماجی تعلقات قائم کرنے سے عوام کو اس لئے منع کیا جا رہا ہے اور ایسے لوگوں کو کافر۔ مرتد اور ان کے نکاح نہ ہونے کے فتوے اس لئے دیئے جا رہے ہیں کہ کہیں ہمارے لٹریچر کی معقولیت اور ہمارے اخلاق سے متاثر ہو کر ذی شعور اور پڑھے لکھے لوگ ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائیں جنہیں وہ اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ہم پاکستانی مسلمانوں کے پڑھے لکھے ذی شعور اور غور و فکر اور عقل و تدبر سے کام لینے والے طبقہ سے قرآن کریم کے اس ارشاد:۔

"یایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین"

کے مدّنظر کہ کسی کے کہنے میں مت آؤ خود کسی خبر کے جھوٹا یا سچا ہونے کی تحقیق کرو تا کہ لاعلمی میں کسی کو دکھ اور ایذا دے بیٹھو اور بعد میں تمہیں اپنے اس فعل پر نادم اور پشیمان ہونا پڑے۔ یہ اپیل کرتے ہیں کہ آپ ہمارے قریب آئیے۔ ہم سے پوچھئے کہ ہم کون ہیں اور کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب نے خدا۔ رسول، اور قرآن کے بارے میں اپنی کتابوں میں کیا کچھ لکھا اور اپنی جماعت کو کیا کیا نصیحتیں کیں ہیں تا کہ آپ پر واضح ہو جائے کہ جو الزامات بانیٔ تحریکِ احمدیت اور جماعت احمدیہ پر لگائے جاتے ہیں ان میں کہاں تک صداقت ہے

"واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منھا شفاعۃ ولا یوخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون۔" اور اس دن سے اپنا بچاؤ کر لیجئے جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ اس سے سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے بدل لیا جائے گا اور نہ انہیں مدد دی جائے گی۔" اور یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا کہ ربنا ھولاء اضلونا "ان لوگوں نے ہمیں بہکایا تھا۔" وہاں اللہ تعالےٰ کے سامنے ہر ایک کو اپنے اعمال کا جواب خود دینا ہوگا۔ اس لئے خدا کے خوف اور اس دن جوابدہی سے بے نیاز نہ ہو جیئے۔

مکرم جناب شیخ اللہ بخش صاحب سیکرٹری جماعت بذولمی

# تحدیثِ نعمت

## دورِ ابتلاء میں نصرتِ الٰہی کے نظارے

مذاہب و اقوام عالم کی تاریخ گواہ ہے کہ دکھ درد اور آزمائش و ابتلاء کی المناک گھڑیوں کے بعد خوشی و شادمانی اور راحت و مسرّت کا دَور بھی آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت شامل حال ہوتی اور دینی کاموں میں برکت و طاقت پیدا ہوتی ہے۔

اس سُنّتِ الٰہیہ کا نظارہ جماعتِ احمدیہ لاہور نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ دکھ درد اور غم و حُزن کے لمحات آئے اور گذر گئے۔ لیکن اس ابتلاء نے جماعت کے مقاصد کو کمزور نہ ہونے دیا۔ بلکہ اس میں ترقی ہوئی۔ **مؤمنین** ابتلاء میں بھی خدا کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتے رہے اور انہیں دینی کاموں میں مزید توفیق و طاقت نصیب ہوئی۔

**تحدیثِ نعمت** کے طور پر چند حقیقتوں کو قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں :-

(۱) ہم پر ۱۹۷۴ء کی مصیبت آنے والی تھی کہ خدا تعالےٰ نے اس سے قبل ہی ہماری تسلّی کے لئے ۳۲ مرد و زن گیانا سُرینام۔ ٹرینی ڈاڈ۔ برطانیہ اور ہالینڈ سے ہمارے جلسے میں شرکت کے لئے بھیجدیئے۔ خدا تعالےٰ صرف یہ دکھانا چاہتا تھا کہ گھبرانا نہیں۔ تمہاری کوشش ناکام نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ پھل لائی جو تمہارے سامنے ہیں۔

(۲) واقعہ ۱۹۷۴ء کے تقریباً دو ماہ بعد اللہ تعالےٰ نے ٹرینیڈاڈ سے مکرم عزیز احمد صاحب۔ سرینام سے محمد رضا صاحب کے دل میں تحریک کی انہوں نے ساڑھے تین لاکھ روپے کا عطیہ دیا جس سے لنڈن میں ایک مکان خرید لیا گیا۔ جہاں سے مغربی دُنیا میں اسلام کا نام بلند کیا جا رہا ہے

(۳) خدا تعالےٰ نے ہالینڈ میں دس ہزار افراد پر مشتمل جماعت عطا کی۔ جنہوں نے وہاں پر دو لاکھ روپے کے صرف کثیر سے ایک مسجد کی تعمیر کی ہے۔ مولانا عبدالرحیم جگو صاحب اور محمد فاضل رمضان صاحب اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی مساعی میں برکت ڈالے۔ آمین۔

(۴) خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے **امریکہ** میں بھی ایک جماعت پیدا کر دی ہے۔ جس نے ۲ لاکھ روپے کے خرچ سے **احمدیہ ہاؤس** کی تعمیر کی ہے۔ یہاں پر مولانا محمد عبداللہ صاحب تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔

(۵) جب مولانا حافظ شیر محمد صاحب خوشابی انگلستان گئے تو وہ امریکہ اور کینیڈا بھی گئے۔ انہوں نے دونوں جگہ پر جماعتیں قائم کیں، جو نہایت عزم و استقامت کے ساتھ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے مقصد میں مصروف ہیں۔

(۶) ۱۹۷۴ء کے بعد برطانیہ، ہالینڈ، امریکہ اور کینیڈا کے چار مقامات پر جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔

(۷) خدا تعالےٰ نے صرف یہ دکھانے کے لئے کہ یہ جماعت بیہودہ بے کار نہیں ہے بلکہ یہ لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف بلا رہی ہے اور پھل دے رہی ہے۔

بالالی مسلمانوں کے روحانی پیشوا کو لاہور بھیج دیا یہ بتانے کے لئے کہ قرآن مجید کا ترجمہ بھی اتنا اثر دکھا سکتا ہے، کہ اس کے مطالعہ سے ایک گروہ کا گروہ جماعت کا مؤید ہو جاتا ہے۔

**بالالی** مسلمانوں کا امام آپ کے سامنے تھا، تاکہ جماعت کو یقین ہو جائے کہ تمہاری کوششیں رائیگاں نہیں جا رہی ہیں بلکہ پھل لا رہی ہیں۔ اس نے ۸۲ تولے سونا دیا اور حضرت امیر قوم جناب مولانا **محمد علی**ؒ کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی۔ **بالالی** امام صاحب نے کہا کہ ہم ان کے قرآنِ مجید کے زیرِ اثر مسلمان ہوئے ہیں۔

(۸) انڈونیشیا۔ ہندوستان اور سرینام سے بھی وقتاً فوقتاً **احمدی** حضرات آتے رہتے ہیں۔ جس سے ہمارا حوصلہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بڑھتا ہے۔

(۹) بلادِ غیر میں ۱۹۷۴ء سے پہلے فجی۔ سرینام۔ ٹرینیڈاڈ کی جماعتیں مسلم لیگ کے نام سے مشہور تھیں لیکن اب انہوں نے اپنا نام **فجی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ ٹرینیڈاڈ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور سرینام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام** رکھ لیا ہے۔

(۱۰) **ہمارے بزرگ** کتابوں کی صورت میں آبِ حیات ہمیں عطا کر گئے ہیں۔ اکنافِ عالم میں یہ لٹریچر جا رہا ہے اور ایک دنیا نورِ اسلام سے منوّر ہو رہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال تقریباً دو لاکھ پچیس ہزار روپے کی کُتب اندرون و بیرون مُلک فروخت ہوتی ہیں۔

ہماری کتابوں کے **ترجمے** بہت سی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ کتاب ریلیجن آف دی اسلام تو پاکستان سے باہر مُلکوں میں درسی کتابوں میں شامل ہے۔ یہی حال مصر میں ہے۔ ہندوستان میں بھی دی ریلیجن آف اسلام کو شائع کیا گیا ہے۔ 125/- روپے میں فروخت ہو رہی ہے۔ دی پرافٹ آف اسلام کا ترجمہ عربی میں مصر سے شائع ہو رہا ہے۔ جبکہ ریلیجن آف اسلام کا ترجمہ ترکی زبان میں بھی ہو گیا ہے۔ ایران میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں تفصیل سے شائع ہوا ہے۔ جس کا پیش لفظ ملکہ فرح نے لکھا ہے۔ اس کے ہر دوسرے تیسرے صفحہ پر یہ لکھا ہے کہ "سیدنا محمد علی لاہوری نے یہ فرمایا ہے"۔

جب مولانا عبدالماجد دریا بادی پاکستان آئے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ میں دہریہ ہو گیا تھا۔ مولانا محمد علی کے ترجمہ قرآن مجید کو پڑھ کر میں پھر مسلمان ہو گیا ہوں۔

اسی طرح ہارون صاحب جب آسٹریلیا میں تھے تو اُن کے پاس ایک خاندان کے افراد آئے وہ کہنے لگے کہ ہم مولانا محمد علی صاحب کا قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے ہیں۔

حضرات آپ غور فرمائیں کہ ہمارے پاس جو آبِ حیات ہے اس سے لاکھوں آدمی پھر سے مسلمان ہو گئے۔ اس سے ان کا ایمان تازہ ہوا ہے۔ اور کافر بھی اس سے بہت

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

ئہ پاکستانی سکے کے حساب سے

## مکتوبِ مانچسٹر

از سید ناصر احمد صاحب بی اے ایل ایل بی۔

# ہیگ سے برلین تک

الحاج مولانا عبدالرحیم جگو صاحب سے احباب جماعت بخوبی واقف ہیں۔ چند سال ہوئے وہ سرینام (جنوبی امریکہ) چھوڑ کر ہالینڈ آ گئے ہیں اور دینی کاموں میں دن رات لگے رہتے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں جب سرینام آزاد ہونے لگا تو ہزاروں ایشیائی باشندے ہالینڈ میں آ کر آباد ہو گئے۔ اُن میں ہماری جماعت کے لوگ بھی تھے۔ زیادہ تر احمدی ذیل کے شہروں میں رہتے ہیں:—

(۱) آرن ہم (۲) روٹرڈیم (۳) بوسل (۴) ہارلیم (۵) ہیگ (۶) ایمسٹرڈیم (۷) یوٹریکٹ (۸) آئینڈ ہووم اور (۹) گرونگن۔

سب سے پہلے ہیگ کے احمدیوں نے اپنے آپ کو منظم کیا۔ نماز اور دیگر اجتماعات کے لئے جگہ خرید لی۔ اس مرکز کا افتتاح ۱۹۷۶ء میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے کیا۔ یہ عمارت اب ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس میں نماز جمعہ اور دیگر اجتماعات کے علاوہ بچوں کو اُردو اور قرآن مجید پڑھانے کا باقاعدہ انتظام موجود ہے۔ اس کام کو ہمارے نہایت ہی محترم بھائی حاجی حسن محمد صاحب بڑی خوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔

سردار نور محمد صاحب (صدر)۔ الٰہی بخش صاحب (نائب صدر)۔ عبدالرزاق صاحب (خزانچی) دوست محمد صاحب (سیکرٹری) عبدالشکور تبین صاحب۔ عبدالغفار صاحب اور جلیب اللہ صاحب یہ سب لوگ ہیگ جماعت کے روحِ رواں ہیں اور ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان کی بیگمات مختلف تقریبات کے مواقع پر جملہ انتظامات میں جس دلچسپی اور لگن سے کام کرتی ہیں وہ قابلِ داد ہے۔

۱۹۷۷ء میں یوٹریکٹ کے احباب نے بھی اپنے آپ کو منظم کیا۔ جمعہ کی نماز اور دیگر تقریبات باقاعدگی سے ہونے لگیں۔ لیکن انجمن کی اپنی خرید کردہ جگہ نہ تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ چند ماہ ہوئے جگہ خرید لی گئی ہے۔ اس کی توسیع اور آرائش کا کام ماہ رمضان کے بعد شروع ہونا تھا۔

اس جگہ الحاج مولانا عبدالرحیم جگو صاحب، محمد ایوب صاحب۔ (صدر) ایم۔ ڈی۔ جہانگیر صاحب (نائب صدر) اور نوجوان بھائی فضل الرحمٰن جگو (خزانچی) جو محترم جگو صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں نہایت تندہی سے جماعت کے کاموں میں مصروف ہیں۔ اس طرح اب یوٹریکٹ میں بھی ہیگ کی طرح باقاعدہ مرکز بن گیا ہے اس عمارت کو بطور عبادت گاہ استعمال کرنے کی اجازت بھی حکومت سے مل گئی ہے۔ احباب کو شاید علم ہو گا کہ یورپ میں اگر کسی عمارت کو بطور عبادت گاہ استعمال کرنا ہو تو اس کی باقاعدہ حکومت سے اجازت لینا ہوتی ہے حتیٰ کہ نام کے بورڈ اور اس کے سائز کی بھی منظوری حاصل کرنا ہوتی ہے۔

۱۹۷۷ء میں آرن ہم میں بھی جماعت کی تنظیم کا کام شروع ہوا۔ یوٹریکٹ اور ہیگ کے سرکردہ ممبران اس جماعت کی سرگرمیوں کو بڑھانے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اُمید ہے یوٹریکٹ میں عمارت کی تکمیل کے بعد آرن ہم میں بھی کوئی مناسب جگہ لینے کی کوشش کی جائیگی۔

باقی چھ شہروں میں جماعت کے افراد موجود ہیں۔ ان سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے اور آئندہ سال ان کی تنظیم کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔ خیال ہے کہ ان تمام شہروں میں جماعتیں بن جاویں گی تو ان سب کے نمائندوں پر مشتمل ایک کاؤنسل بن جائے گی جو احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام ہالینڈ کے نام سے ہالینڈ میں جماعت کی دینی تربیت اور تبلیغِ اسلام کے کام کی نگرانی کرے گی۔

۱۹۷۶ء میں جب انگلستان آیا تو محترم الحاج مولانا عبدالرحیم جگو صاحب میرے بڑے بھائی اقبال احمد صاحب کی مزاج پرسی کے لئے یوٹریکٹ کے چند احمدی بھائیوں کے ساتھ مانچسٹر تشریف لائے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ انگلستان سے ہالینڈ تو اتنا دور نہیں اس لئے میں بچوں سمیت ہالینڈ ضرور آؤں۔ چنانچہ جولائی شروع میں مَیں نے مولانا جگو صاحب کو لکھا کہ مَیں ایک ہفتہ کے لئے ہالینڈ آنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مولانا صاحب نے فوراً جواب دیا کہ اگر میں ۲۷ر جولائی سے پہلے ہالینڈ پہنچ جاؤں تو برلین جانے کا بندوبست ہو جائے گا کیونکہ یوٹریکٹ جماعت ایک بس لے جانے کا پروگرام بنا رہی ہے۔

میں نے سوچا کہ برلین مسجد دیکھنے کا اس سے بہتر موقع پھر کہاں نصیب ہوگا اس لئے مَیں بچوں سمیت بذریعہ کوچ لندن سے ۲۰ر جولائی کو روانہ ہوا۔ اس سے پیشتر مسجد ووکنگ دیکھی اور جمعہ کی نماز احمدیہ ہاؤس لندن میں پڑھی۔ کوچ چونکہ یوٹریکٹ نہ جاتی تھی اس لئے ہم روٹرڈیم اُتر گئے۔ وہاں سے بذریعہ ریل یوٹریکٹ پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن پر یوٹریکٹ جماعت کے صدر جناب محمد ایوب صاحب۔ خواتین کی صدر، محترم الحاج مولانا جگو صاحب اور دیگر احباب موجود تھے۔

وہاں سے سیدھا محترم جگو صاحب کے گھر گئے اور وہاں قیام کیا۔ پھر محترم محمد ایوب صاحب اپنے گھر لے گئے اور مختلف مقامات کی سیر کراتے رہے۔

۲۵ر جولائی کو ہیگ جماعت نے خاکسار اور بیگم زمرد کے اعزاز میں استقبالیہ جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس میں ہیگ کے احمدی بھائی اور بہنوں کے علاوہ جماعت کے نام صدر الٰہی صاحب۔ خزانچی عبدالرزاق صاحب۔ سیکرٹری دوست محمد صاحب اور مولانا غلام احمد بشیر صاحب نے بطور خاص شرکت کی۔

مجلس کا آغاز ہیگ مسجد کے امام محترم حاجی حسن محمد صاحب کی دُعا سے ہوا۔ محترم مولانا جگو صاحب نے خاکسار اور زمرد رمضان صاحبہ کا تعارف کرایا۔ اس موقعہ پر خاکسار نے سرینام کے لوگوں کو اس بات پر مبارکباد دی کہ کئی نسلوں سے سکولوں اور عام کاروبارِ زندگی میں ڈچ زبان پڑھنے اور بولنے کے باوجود اپنی زبان کو کافی حد تک محفوظ رکھا ہوا ہے اور اس وجہ سے یہ ممکن ہو سکا کہ خاکسار آپ کو خطاب کر رہا ہے۔

بیگم زمرد رمضان نے ہیگ جماعت کی خواتین کی سرگرمیوں کو سراہا اور اسلام میں عورت کے حقوق پر روشنی ڈالی۔ اس اجتماع میں اسلام کے لئے ذوق و شوق کی میں نے عجیب کیفیت محسوس کی۔ گو ملک اور تہذیب مختلف تھی لیکن سوچنے اور کام کرنے کا انداز وہی تھا جو ایک احمدی مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔

برلن کے لئے کوچ نے ۲۷ر کو روانہ ہونا تھا اس اس دوران یوٹریکٹ اور ہیگ کے کچھ اور احمدی بھائیوں سے

ئی اور ایک دو نجی تقریبات میں شرکت کا موقع ملا۔ پوتریکھت ایک احمدی بزرگ محترم امام بخش صاحب سے اُن کے گھر پر انت ہوئی۔ اِن دِنوں وہ کچھ بیمار ہیں۔ انہوں نے ۱۹۵۰ء میں یہ خط بیعت کی تھی۔

مرکز سے محبت کا یہ عالم ہے کہ اُنہوں نے اس کارڈ تک سنبھال کر رکھا ہے جو دفتر نے ان کی بیعت کی منظوری کے [illegible] انہیں لکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible]ت زندگی انہیں خوب یاد ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۸۱ سال [illegible] لیکن بلا کا حافظہ ہے۔ ۱۹۳۴ء میں سرینام میں [illegible] کا کے مقام پر جب احمدیوں نے سب سے پہلی مسجد بنائی اس مسجد کی تعمیر میں محترم امام بخش صاحب نے دستی کام کیا تھا۔

۲۷ر جولائی کو ہم پوتریکھت جماعت کے ساتھ کوچ میں برلن کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس سفر کے انچارج پوتریکھت جماعت کے محترم محمد ایوب صاحب تھے۔ اس سفر کی کچھ تفصیلات کا ذکر [illegible] لئے کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ [illegible]ھت اور دیگر جماعتوں کے احمدی بھائی اور بہنیں دینی کاموں میں [illegible] لینے کے لئے کتنا جذبہ اور شوق رکھتے ہیں۔

سفر کے لئے ایوب صاحب نے کھانے پینے کی چیزوں [illegible] بندوبست بس کے اندر ہی کر رکھا تھا۔ تاکہ جس کو کسی چیز [illegible] ضرورت پڑے تو وہ بس کے اندر ہی خرید لے۔ اس طرح ایک تو [illegible] سستی چیزیں ملیں اور دوسرے ان کو خریدنے کے لئے کسی کو [illegible] کے نیچے نہ اُترنا پڑا۔ جونہی سفر شروع ہوا ایوب صاحب نے [illegible] چیزیں جو بس میں فروخت کے لئے رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک ایک نمونہ اُٹھایا، اور ان کی قیمت کی بولی بولنے لگے۔ اور یہ اعلان [illegible] اس طرح جو رقم اکٹھی ہوگی وہ پوتریکھت کے مرکز کی عمارت پر صرف ہوگی۔ نیک کام کے لئے رقم اکٹھا کرنے کا [illegible]ق مجھے بے حد پسند آیا۔

اسی طرح جب ہم مسجد برلن سے روانہ ہونے لگے تو ایوب صاحب نے ہر ایک سے مسجد کے لئے چندہ اکٹھا کیا جو [illegible] مارک سے کچھ زیادہ تھا۔ یہ رقم محترم مولانا یحییٰ بٹ صاحب [illegible] مسجد برلن کو پیش کی گئی، اور انہوں نے دُعا کے ساتھ ہم سب [illegible] رخصت کیا۔ گو یہ سارا سفر تفریحی تھا لیکن پھر بھی مختلف طریق [illegible] دین کی خدمت کے لئے مالی قربانی کرنے میں سب سے بڑھ کر حصّہ لیتے رہے۔ یہی وہ اسلامی روایات ہیں جن کو از سرِ [illegible] نو زندہ کرنے کے لئے تحریک احمدیت کوشاں ہے۔

برلین مسجد کے متعلق بچپن سے سُنتے آئے تھے [illegible] خواہش تھی کہ اس کو دیکھنا نصیب ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ پوتریکھت [illegible]ت کی طفیل مجھے اور میرے بچّوں کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ واقعی مشرقی فنِ تعمیر کا ایک حسین نمونہ ہے اور دیکھنے سے [illegible] رکھتا ہے۔ دوران سفر ایک جمعہ تو احمدیہ ہاؤس لندن [illegible] پڑھا اور دوسرا مسجد برلین میں۔ خطبہ جمعہ محترم بٹ صاحب نے جرمن زبان میں دیا اور اس کے بعد اس کا خلاصہ اُردو میں کیا۔ حکومت جرمنی، اب تک مسجد کی مرمت کے لئے سوا تین لاکھ [illegible] دے چکی ہے۔ اُمید ہے کہ میناروں کے [illegible] زر عطیہ مل جائے گا۔ مسجد کی اندرونی مرمت ہیٹنگ اور [illegible] روغن کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی گنبد کا کچھ کام [illegible] ہے۔ جس کی وجہ سے جلسہ اور دیگر اجتماعات ملحقہ رہائشی

[illegible] ان کے ایک وسیع کمرہ میں ہوتے ہیں۔ یہ کمرہ امام کا دفتر بھی ہے۔ ملحقہ رہائشی مکان بھی کافی بڑا اور شاندار ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ برلین مسجد حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک کارنامہ ہے اور احمدیوں کا اسلام کے لئے مالی قربانیوں کا ایک زندہ نمونہ ہے۔

مسجد کے مین دروازہ کے ساتھ ایک مضبوط تختی لگی ہوئی ہے جس پر جرمن زبان میں یہ لکھا ہے کہ یہ مسجد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ۱۹۲۴-۲۷ء میں تعمیر کی۔ مسجد کی لائبریری دیکھتے ہوئے حضرت امیر مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی کتاب نیو ورلڈ آرڈر جس کا کافی ذکر آج کل پیغام صلح میں آ رہا ہے۔ اس کے جرمن ترجمہ کی ایک کاپی نظر آئی جو میں ساتھ لے آیا ہوں۔ محترم بٹ صاحب چاہتے ہیں کہ اس کو دوبارہ شائع کیا جائے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس ترجمہ کا ذکر مجاہد کبیر میں بھی آیا ہے۔

۳۱ر جولائی کو پوتریکھت جماعت نے بھی خاکسار اور بیگم زمرد رمضان کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ اس میں پوتریکھت کے علاوہ ہیگ اور ایمسٹرڈم سے کافی تعداد میں خواتین اور حضرات نے شرکت کی۔ جلسہ بہت ہی پُر رونق تھا۔

محترم الحاج مولانا جگو صاحب نے خاکسار اور بیگم زمرد رمضان صاحبہ کا تعارف کرایا اور شب برات کے بارہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں تقریر فرمائی۔ خاکسار نے مختصراً تحریک احمدیت کے مقاصد اور کام سے متعلق چیدہ چیدہ باتوں کا ذکر کیا اور احمدی نام رکھنے کی علمی اور تاریخی وجوہات بیان کیں۔ بیگم زمرد رمضان صاحبہ نے بھی شب برات پر نہایت عمدہ تقریر فرمائی اور خواتین کی سرگرمیوں کی تعریف کی۔ برادرم فاضل رمضان صاحب نے بھی جو آج کل باقاعدگی سے ہیگ میں خطبہ جمعہ دیتے ہیں، نہایت پُرجوش تقریر فرمائی، اور تحریک احمدیت کے روشن مستقبل کے واضح نشانات کا ذکر کیا۔

پوتریکھت جماعت نے خاکسار اور بیگم زمرد رمضان صاحبہ کو تحفتہً الگ الگ -/۱۰۰ گلڈر دیئے۔ چونکہ ماہِ رمضان کے بعد مسجد پوتریکھت کی مرمت اور توسیع کا کام شروع ہونا تھا اس لئے ہم نے یہ رقم بطور عطیہ مسجد کو دے دی۔ اس عطیہ کے اعلان کا ہونا تھا کہ احباب جماعت نے بھی عطیہ جات دینے شروع کر دیئے اور خدا کے فضل سے -/3000 گلڈر سے زائد یہ رقم مسجد کے لئے اکٹھی ہوگئی۔ مسجد کے لئے باقاعدہ اپیل ابھی بعد میں ہونی ہے۔ چونکہ عمارت میں یہ پہلی تقریب تھی اس لئے ہیگ جماعت کے امام محترم حاجی حسن محمد صاحب نے اس مبارک موقعہ پر ایک نہایت اچھی دُعا پڑھی اور پھولوں کے ایک خوبصورت گلدستہ کے علاوہ نیک کام شروع کرنے کی مناسبت سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی پلیٹ کا تحفہ پیش کیا۔ غرضیکہ ہمارا یہ سفر تفریح سے کہیں بڑھ کر انتہائی رُوحانی خوشی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا۔

انجمن اسلامیہ سرینام کے رُوحِ رواں گذشتہ ۶۹ سال سے احمدی رہے ہیں۔ اس انجمن کے تحت اسوقت ۱۸ مسجدیں، کئی سکول اور ایک عالیشان اولڈ پیپلز ہاؤس چل رہے ہیں۔ کچھ عرصہ سے اس کے ممبروں میں اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ ایک طبقہ چاہتا تھا کہ اس کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام رکھا جائے اور دوسرا یہ چاہتا تھا کہ اس کا نام انجمن اسلامیہ ہی رہے۔ یہ تنازعہ طول پکڑتا گیا اور معاملہ عدالت میں چلا گیا۔ احمدیوں کی اکثریت نے اس بات کی حمایت کی کہ اس کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہو۔ اس سلسلہ میں جماعت کے ایک نہایت جوشیلے اور شعلہ بیان بھائی پیر رشید خان جو پارہ ما[illegible]

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔"
(اِلہام حضرت اقدس مسیح موعودؑ)

# خدا تعالےٰ کا وجود اپنی قدرت کے عظیم نشانوں سے بھی پہچانا جاتا ہے

## حضرت مسیح ناصریؑ کے واقعات صلیب سے موجودہ واقعاتِ جماعتِ احمدیہ میں مشابہت

خطبہ جمعۃ المبارک مورخہ ۵-۸-۱۹۷۸ فرمودہ مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

افلا یرون انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها ۖ افهم الغالبون ○ (الانبیاء ۲۱ : ۴۴)
اور سنریهم ایٰتنا فی الافاق و فی انفسهم حتّٰی یتبین لهم انه الحق ط (حٰم السجدہ ۴۱ - ۵۳)

(مرتبہ: شفقت رسول خاں)

فرمایا: الٰہی ارشاد ہے کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے سکیڑتے چلے جاتے ہیں تو کیا یہ غالب آ جائیں گے؟ یقیناً ہم ان کو نشانیاں دکھلائیں گے۔ اس کائنات میں اور ان کے اپنے نفسوں کے اندر یہاں تک کہ ان پر روشن ہو جائے گا کہ وہ حق ہے جو ہم نے اتارا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ یہ سلسلہ احمدیہ خدا تعالےٰ کا قائم کردہ ہے جسے حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۸۹ء میں بنانے کا اعلان فرمایا تھا۔ جب آپ کو واصنع الفلك باعيننا و وحينا کا الہام ہوا۔ وہ یہی کشتی تھی۔ یعنی جماعت احمدیہ۔ اور آج یہاں اسی مناسبت سے یہاں جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ کی وفات اسی شہر میں اسی جگہ یعنی احمدیہ بلڈنگس میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اسی مناسبت سے مئی کے مہینہ میں "مسیح موعودؑ ڈے" کے جلسے ہوتے ہیں۔ یہ پہلا جلسہ اس سال جامع احمدیہ بلڈنگس میں ہو رہا ہے۔ ملتان۔ راولپنڈی اور دارالسلام لاہور میں بھی جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔

یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے کسی انسان کی تجویز کردہ بات نہیں ہے۔ خود حضرت مرزا صاحب نے جب بیعت لینا شروع کی تو آپ نے ایک کتاب "فتح اسلام" لکھی اس میں بالوضاحت فرمایا کہ

"بھائیو یہ زمانہ ضلالت و گمراہی کا زمانہ ہے۔ بدیوں اور برائیوں کا دَور ہے۔ مصائب و معائب کا زمانہ ہے۔ کسی انسان کی عقل اور بس کی بات نہیں کہ ان گمراہیوں عیوب۔ امراض کو دُور کر سکے۔ لیکن مجھے خدا نے کھڑا کیا ہے اپنے کلام و الہام و تفہیمات کے ساتھ۔ کہ آج کیا امراض پھیل رہی ہیں اور کس طرح ان کا علاج مقدر ہے۔"

اور آپ نے بڑے زور سے کہا کہ:۔

"خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ یہ کام میرے ہاتھوں سے ہوگا۔"

"مغربی طلسم جو دجالِ اکبر نے بنایا ہے وہ مسیحؑ کی خدائی کا طلسم ہے یہ عیسائیت کا باطل عقیدہ ہے۔ دوسرا طلسم باطل فلسفہ زندگی و مادیت کا ہے۔ اب دیکھئے کہ عیسائیت کے کتنے ذرائع ہیں۔ مادی قوتوں کا ذریعہ۔ سلطنتوں کی قوت۔ مشنریوں کی افواج۔ ریڈیو۔ ٹیلیویژن۔ اور دیگر ذرائع ابلاغ۔ بائبل کی کروڑوں کی تعداد میں اشاعت یہ سب کچھ اس عظیم و کثیر مقدار میں ہیں کہ ان کا مقابلہ کرنا اور ان پر غالب آنا انسان کے بس میں نہیں۔ لیکن اس طلسم و سحر کو توڑنے کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آخر خدائی سلسلہ ہی غالب آئے گا اور یہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔"

تم اس بات کو تعجب سے نہ دیکھو۔ آج دین کا سلسلہ حضرت مرزا صاحب کے طریق کار پر کاربند ہوئے بغیر غلبہ و قوت حاصل نہیں کر سکتا۔ "فتح اسلام" کا بار بار مطالعہ کریں۔ اس کے علاوہ "الوصیت" میں حضرت مرزا صاحبؒ نے اپنے آنے کا مقصد۔ احیاء اور غلبۂ دین کے ذرائع اور انجام سب کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ ان میں اس پیش آمدہ دَور و حالات کا صاف صاف ذکر ہے۔ ہمیں واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور مذکورہ کتب کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ آج واقعات اسی نقشہ کے مطابق ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس سے سلسلہ سے وابستگی بڑھے گی۔ علم میں اضافہ ہوگا۔ اگر ہم حالات و واقعاتِ زمانہ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ لوگ آہستہ آہستہ حضرت اقدسؑ کے مقصد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بالآخر اہلِ دُنیا غالب آجائیں گے؟ اور خدا کی مشیّت غالب نہ آئے گی۔ جو تمام طاقتوں اور قویٰ کا مالک ہے؟

خدا جس سلسلہ کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مخالف اس کو مٹانے میں کبھی کامیاب ہرگز نہیں ہو سکتے۔ یہ ایک منطقی حقیقت ہے۔ ہم موجودہ حالات میں گھبرائے ہوئے ہیں۔ مگر اس کے لئے ہمارے سامنے ایک عظیم تاریخی واقعہ موجود ہے۔ اور وہ حضرت مسیحؑ کا تاریخی واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ بھی مثیلِ مسیح ہونے کا ہے۔ حضرت مسیحؑ کی مثال سامنے رکھیں۔ جب آپ دو ہزار سال پہلے یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور یہود نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ گرفتار کروایا۔ پیلاطوس کی حکومت نے باغی قرار دیا۔ پھانسی پر لٹکایا۔ آپ کے اکثر حواری آپ سے الگ ہو گئے بوجہ جان کے خوف کے۔ پطرس حواری بھاگے نہیں اور ساتھ ساتھ رہے جب کسی نے ان کو پہچان لیا کہ یہ بھی اس کا ساتھی ہے تو تو اس نے بھی انکار کیا بلکہ بقول بائبل حضرت مسیح پر لعنت بھیجی۔

آپ اس وقت کا پورا پورا تصور کریں کہ دشمن حضرت مسیحؑ پر کامل غلبہ حاصل کر چکے ہیں، آپؑ کو کانٹوں کا تاج پہنا کر شہزادہ کا ٹھٹھا کا نمونہ بنایا جا چکا ہے۔ منتخب حواری تتر بتر اور الگ ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ خود حضرت مسیح کو گرفتار کر کے صلیب پر لٹکایا جا چکا ہے اور پھر جب صلیب پر سے اتارا گیا تو تمام دشمن و دوست یقین کر چکے ہیں کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ اگر ایسی نازک و انتہائی

بے بسی کی حالت میں کوئی شخص یہ کہتا کہ باوجود ان واقعات کے حضرت مسیحؑ کا مشن کامیاب ہونے والا اور غالب آنے والا ہے۔ تو اس وقت ایسے شخص کو بجز دیوانہ کے اور کیا کہا جاتا۔

مغلوبیت اور ناکامی کے جملہ واقعات کے وارد ہو جانے کے بعد کون یہ دعوےٰ کر سکتا تھا کہ حضرت مسیحؑ اپنے نصب العین میں ناکام نہیں ہوئے؟ کونسی عقل و دانش تھی جس کے بل بوتے پر کوئی کہنے کی ہمت و دلیری دکھلا سکتا تھا؟ اور اگر کوئی ایسا ہوتا تو اسے دنیا کس ذیل میں سمجھتی، مجنون یا بے وقوف یا خوش فہم یا خوش عقیدہ؟ لیکن ہو کر وہی کچھ رہا جس علم غیب کی خبر اس صادق نبیؑ نے دی تھی کہ اس کا سلسلہ و مشن تمام دنیا میں پھیل کر رہے۔ اس کی محبت و عقیدت دلوں میں ایسی گھر کر گئی کہ بجائے نبی کے اسے خدا اور خدا کا بیٹا بھی تسلیم کر لیا۔ کیا یہ عظیم معجزہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں یہ کارنامہ خدائی قدرت کا کرشمہ تھا کیونکہ خدا اپنی قدرت کے نشان دکھلا کر دنیا کو اپنے وجود کا قائل کرنا چاہتا ہے۔ پھر اگر مثیل مسیح کے بارہ میں بھی ایسے واقعات ظاہر ہوں تو تعجب کیوں؟ لیکن بالآخر وہی مسیح جو پیغمبر اور انسان تھا کے نام سے ان کی نظر میں بلند ہو کر خدا کا بیٹا بن گیا۔ عیسائیت کو دنیا میں فروغ عظیم حاصل ہوا۔

احمدیہ جماعت کا عقیدہ ہے کہ مسیح صلیب پر لٹکائے تو گئے لیکن وہ صلیب پر مرے نہیں۔

— آپ کا علاج کیا گیا اور مرہم پٹی کی گئی۔ اور بعد میں باغبانی کا بھیس بدل کر نکلے تاکہ یہود دوبارہ گرفتار کر کے قتل نہ کر دیں اور کشمیر کی طرف ہجرت کر کے وہیں پر طبعی وفات پائی۔ غرضیکہ مشابہت بڑی بڑی باتوں میں ہوئی ہے۔

یہ ہمارا دور بھی مسیح کے حواریوں کے دور کی مانند ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے "فتح اسلام" میں لکھا ہے کہ:—

"اے مولوی صاحبان تم ایک شخص کے انتظار میں ہو جو عیسےٰ بن مریم ہے اور وہ آکر کافروں کو قتل کرے گا اور اس طریق سے اسلام کو پھیلائے گا۔ یہ اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ میرے ہاتھ سے فتح اسلام ہوگی مگر وہ توپ و تفنگ کے طریقہ سے نہیں بلکہ کردار و عمل اور تبلیغ اسلام سے ہوگی۔ جو دلائل و براہین پر مبنی تبلیغ ہوگی"

ہمارے ایک دوست نے ایسے خیالات کا یوں اظہار کیا کہ ہمارے پاس اس وقت نہ لشکر۔ دولت۔ طاقت اور حکومت کچھ بھی نہیں انگریزی تعلیم یافتہ بھی نہیں عربی سے بھی نابلد ہیں تو کام کیسے ہوگا خدا فرماتا ہے ہم نے بھیجا ہم اسے غالب کریں گے۔ تم اس کو پھانسی پر بھی نہیں مار سکتے۔ یہ بڑا معجزہ ہے کہ حضرت مسیح پھانسی پر لٹکائے جانے کے باوجود اس پر سے زندہ اتار لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ ایک بزرگ کرشمہ نہیں ہے۔ آج۔ یورپ۔ افریقہ ایشیا تمام دنیا میں اس کے پیرو پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ طاقت کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ ایک خدائی کرشمہ ہے۔

اسی طرح حضرت مرزا صاحب پر بھی ایک جھوٹا مقدمہ بنایا گیا۔ کفر کے فتوے لگئے ہیں۔ کہ احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ جس طرح حضرت مسیح نے کہا تھا کہ یونس نبیؑ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے اسی طرح میں تین دن زمین میں رہوں گا۔ چنانچہ آپ کا کہا سچ ہوا۔ آپ کو لوگ مار نہ سکے اور نہ آپ کے قائم کردہ خدائی سلسلہ کو مٹا سکے۔ بلکہ آپ کے پیرو تمام دنیا میں پھیل گئے۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی الہام ہوا کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے، یہ خدا کی بات ہے جو پوری ہو کر رہنے والی ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت یقیناً بڑھے گی اور پھیلے گی۔ حضرت کا پیغام تو تمام دنیا قبول کرتی چلی جا رہی ہے۔ مگر وقت بھی آنے والا ہے جب آپ کی ذات مقبول و محبوب بن جائے گی۔ یہ خدا تعالےٰ کی قدرت کی باتیں ہیں اور دنیا کی نگاہ میں عجز ہیں لیکن جب تک کوئی انہونی بات واقع نہ ہو جائے جو عقل و دانش سے ماوراء ہو تب تک خدا تعالےٰ کی قدرت کیسے مانی جا سکتی ہے۔ اس قدرت خداوندی کا دکھلانا خدا تعالےٰ کو اس زمانہ میں منظور ہے۔ جیسے یہ قدرت پہلے حضرت مسیح کے بارہ میں ظہور پذیر ہوئی۔

---

**قارئین کرام مطلع رہیں** کہ پیغام صلح کا محمد علیؒ نمبر ۱۸ اکتوبر کو ۲۴ صفحات پر مشتمل شائع ہوگا۔ اس لئے گیارہ اکتوبر کے پرچہ کا ناغہ ہوگا۔

(۲) مضمون نگار احباب سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے مضامین (مورخہ ۵/۱۰ تک) بھیجدیں تاکہ خاص نمبر میں شائع ہو سکیں۔ (ادارہ)

---

## دو المناک سانحے

۱۔ میاں غلام حیدر تمیم صاحب، جھنگ صدر ۲۶ ستمبر دو بجے (آخر شب) اچانک وفات پا گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میاں صاحب مرحوم و مغفور کا وجود جماعت کا قیمتی اثاثہ تھا، آپکی رحلت ایک ناقابل تلافی قومی نقصان ہے۔

۲۔ حافظ محمد ادریس صاحب (گجرات) کا وجود بھی جماعت کیلئے ایک نعمت سے کم نہ تھا۔ انہوں نے ۲۰ ستمبر کو داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ ثم انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تفصیلات آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ جملہ جماعتیں جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحومین کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

## تحدیث نعمت —— بقیہ صفحہ ۹

(۱۱) اس سال جس قدر کتابوں کے سیٹ بلاد غیر میں بھجوائے گئے ہیں اس کی مثال گزشتہ تیس سالوں میں نہیں ملتی۔

میں خود حیران ہوں کہ میں نے انگلینڈ کی لائبریریوں میں سیٹوں کی ترسیل کے لئے اپیل کی تھی۔ اس پر تین ہزار روپے جمع ہو گئے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

(۱۲) محمد صدیق صاحب ٹھیکیدار پہلے -/24 روپے سالانہ دیتے تھے اور منشی مشتاق صاحب -/20 روپے سالانہ۔ اور اب منشی مشتاق صاحب -/120 روپے ہیں اور -/300 روپے محمد صدیق صاحب ٹھیکیدار دیتے ہیں۔

ماسٹر اللہ بخش صاحب ایم اے اور ماسٹر ممتاز احمد صاحب ایم اے پہلے بیس روپے ماہوار دیتے تھے۔ اب -/46 روپے ماہوار دیتے ہیں۔

آخر میں چوہدری شکر اللہ خاں منصور ایڈوکیٹ سے میری استدعا ہے۔ کہ جو فیض اس جماعت کے ذریعہ عالم انسانیت کو پہنچ رہا ہے اس پر مفصل مضمون رقم کریں۔

# جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے چند گذارشات

احباب کرام - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

جیسا کہ اخبار پیغام صلح میں بار بار اعلان کیا جا رہا ہے امسال ہمارا جلسہ سالانہ انشاءاللہ ۲۶ر دسمبر تا ۲۹ر دسمبر منعقد ہو رہا ہے۔ ہمارے اس قومی اجتماع کے مقاصد اور اس کی افادیت آپ سے مخفی نہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدد زمان کے ارشادات عالیہ الگ اخبار میں شائع کئے جا رہے ہیں تاکہ ان کلمات طیبات کے مطالعہ سے آپ کے اندر حرارتِ ایمانی پیدا ہو۔ اور آپ پورے جوش اور جذبہ کے ساتھ اپنے اہل و عیال سمیت اس مبارک اجتماع میں شرکت فرما کر اسلامی اخوت، محبت، موانست اور کامل اتحاد و اتفاق کا ایمان پرور اور رُوح افزا منظر پیش کریں۔

زندہ قوموں کا مزاج اور طریقِ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے قومی مفادات کی خاطر اور اجتماعی ترقی و استحکام اور سالمیت کے لئے حسبِ ضرورت ہر ممکن قربانی کر گذرتی ہیں۔ اور اپنے ذاتی آرام و آسائش اور انفرادی مفادات کو کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ حوادثِ زمانہ کے بالمقابل وہ بنیانِ مرصوص کی طرح مضبوط اور ناقابل شکست ہوتی ہیں۔

چنانچہ جلسۂ سالانہ کی اغراض میں سے ایک غرض نمایاں طور پر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پیشِ نظر یہ تھی کہ احباب و خواتین میں سال بھر کے طویل عرصہ میں الگ الگ رہنے کے باعث ایمان و عمل میں جو کمزوری پیدا ہو جاتی ہے وہ اس مبارک اجتماع میں شمولیت سے اور دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کے لئے عہد کی تجدید کرکے دُور کر سکیں۔ اور نئے ولولہ اور جوش سے اپنے سینوں کو منور کرکے واپس اپنے گھروں کو لوٹیں۔

اس کے لئے میں اپنے تمام بزرگانِ سلسلہ، برادران اور بہنوں سے دردمندانہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ ابھی سے آنے والے جلسہ میں شمولیت کے لئے تیاری شروع کر دیں اور حتی المقدور کوشش فرمائیں کہ اس دفعہ کوئی فرد بھی بغیر کسی ناگزیر مجبوری کے اس مبارک قومی اجتماع میں شرکت کرنے سے محروم نہ رہے۔

انجمن ہر سال اپنے وسائل کے مطابق حتی المقدور کوشش کرتی ہے کہ اپنے تمام معزز مہمانوں کے قیام و طعام کا خاطر خواہ انتظام کرے۔ اور اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ وہ منتظمین جلسہ کی ان مساعی کو مشکور فرماتا ہے۔ اور ہمارا قدم ہر سال ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ اس سال مہمانوں کی رہائش کا دارالسلام میں نہایت بہتر انتظام ممکن ہو گیا ہے۔ اور ہماری اس دفعہ یہ کوشش ہوگی کہ تمام مہمانوں کو دارالسلام میں ٹھہرایا جائے اور احمدیہ بلڈنگس میں صرف ایسے افراد یا گھرانے قیام کریں جن کے پاس اپنی ذاتی ٹرانسپورٹ ہوگی۔ دارالسلام میں زیادہ سے زیادہ مہمانوں کو ٹھہرانے کی ایک غرض یہ بھی پیشِ نظر ہے کہ اس دفعہ تمام خواتین اور احباب اجتماعی رنگ میں شب بیداری کریں۔ اپنے نالہ ہائے نیم شبی سے فضائے آسمانی کو معمور کرکے اپنے خالق و مالک سے اس کی نصرت اور رحمت کے طلبگار ہوں

کیونکہ جو ظلم و زیادتی اور نا انصافی ہمارے ساتھ کی گئی ہے۔ اور جو سلوک ہم سے روا رکھا جا رہا ہے۔ اس کا مداوا اب صرف آسمانی عدالت سے ہی ممکن ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ :-

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ٭ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ٭ ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نام اوست ٭ بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اور دُعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کا خاتمہ انہیں پاک عقائد پر ہو۔

جب دُنیا کی کوئی عدالت ہماری فریاد سُننے کو تیار نہ ہو اور نہ ہی داد رسی کے لئے آمادہ ہو۔ تو سوائے خدا تعالیٰ کے حضور میں نالہ کناں اور فریادی ہونے کے کیا کیا جا سکتا ہے۔ ان حالات میں ہمیں اپنے اندر پہلے سے ہزار گنا بڑھ کر اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے آپ ہر قسم کی بے آرامی قبول کرکے جلسۂ سالانہ پر ضرور تشریف لائیں۔

میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ جہاں احباب و خواتین کی معقول تعداد موجود ہے۔ وہاں وہ سب اکٹھے سفر اختیار کریں۔ کوئی ویگن یا بس کرایہ پر لے لیں۔ اور سیدھے دارالسلام میں تشریف لائیں۔ ایسے انتظام میں بڑی برکت ہوگی۔ سب کا سفر بڑا پُرلطف رہے گا۔ کیونکہ وہ خاندانی ماحول میں ہوگا۔

اگر جملہ جماعتہائے کے صدر اور سیکرٹری صاحبان اور مبلغین سلسلہ نمازِ جمعہ کے اجتماعات میں جلسہ میں شمولیت کی مسلسل تحریک کرتے رہیں۔ اور احباب کے گھروں میں جا جا کر بھی تحریک جاری رکھیں۔ تو شاید نتائج بڑے حوصلہ افزا نکلنے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔ میں جملہ جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان سے اس نیک مقصد میں عملی تعاون کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ تمام احباب و خواتین اور بچوں کے کوائف جمع کرکے مجھے ارسال کرنے شروع کر دیں۔ جو احباب معہ اہلِ خانہ الگ رہائش کے خواہشمند ہوں ان کے کوائف الگ مہیا فرمائے جائیں۔ ہم حتی المقدور کوشش کریں گے کہ اپنے احباب کی خواہش کے مطابق ان کی رہائش کا بندوبست کریں۔ لیکن اگر انہیں اپنے گھر جیسا آرام میسر نہ آ سکے۔ تو اس بے آرامی کو خوشنودیٔ خدا کے لئے بسر و چشم قبول فرمائیں۔

بعض احباب ضرورت کے مطابق اپنے ساتھ بستر نہیں لاتے۔ اور جلسہ کے دوران اس کی ذمہ داری انجمن پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ میں تمام احباب سے گذارش کرتا ہوں۔ کہ آپ سب اپنے بستر ساتھ لاویں۔ اور انجمن کو مکلف نہ کریں۔

اپنی ان گذارشات کو ختم کرنے سے پہلے ایک بار پھر اپنی اس گذارش کو دوہراتا ہوں۔ کہ آپ ابھی سے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کریں۔ اور تمام ضروری انتظامات مکمل کرنے شروع کر دیں۔ تاکہ وقتِ مقررہ پر آپ کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے پائے۔

میری دِلی دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ کشادہ دستی عطا کرے۔ اور ہر طرح اپنی حفاظت و امان میں رکھے۔ آمین

آپ بھی میرے لئے دُعا فرمائیں۔ کہ مجھے اللہ کریم آپ کی خدمت کی توفیق بخشے اور آپ کو ہر ممکن سہولت اور آرام پہنچانے کے قابل بنائے۔

والسلام - (میاں) فضل احمد - افسر جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

تبلیغی خط و کتابت

# بلادِ غیر میں ترسیلِ لٹریچر

## "مَیں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

## اقصائے عالم میں اسلام پر شائع کردہ لٹریچر کی وسیع مقبولیّت

دیکھو خُدا نے ایک جہاں کو جُھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا (حضرت مسیح موعودؑ)

مُرتّبہ :- چوھدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

— **گھانا** سے یعقوب صحیف لکھتے ہیں کہ :—

" اُمید ہے بفضلہٖ تعالےٰ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں نے اپنے رُفقاء اور احباب سے آپ کی اسلامی خدمات کے بارے میں بہت کچھ سُنا ہے۔ اور ان کے پاس آپ کی کُتب لٹریچر بھی دیکھا ہے۔ مجھے یہ کتابیں بہت پسند آئی ہیں۔ مجھے ان کے مطالعہ کا بھی موقعہ مِلا ہے۔

مَیں اپنی لائبریری میں یہ کتابیں رکھنا چاہتا ہُوں۔ ممکن ہو تو مجھے بھی تحائف سے نوازیں اور عنداللہ ماجُور ہوں۔ چونکہ بفضلہٖ تعالیٰ ہم سب مُسلم و مؤمن ہیں اور ایک ہی دین۔ اسلام کے پیروکار ہیں اس لئے اُمید واثق ہے کہ آپ میری گذارش پر اثباتی توجّہ دیں گے اور مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"

— **الجواب** : محترمی ! سلام مسنون ! آپ کی دعائیں ہمارے شاملِ حال ہیں ، ہمیں خوشی ہے کہ آپ کو ہماری کُتب پسند آئی ہیں ، پسند کیوں نہ ہوں کہ یہ کُتب اس دین پر مشتمل ہیں جو خالق و مالک رب العالمین اللہ تعالےٰ کا خود پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام۔

آپ کی خواہش کے احترام میں ہم آپ کو قرآن کریم بھجوا رہے ہیں اور ساتھ ہی دیگر کُتب بھی۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ کُتب آپ کی لائبریری میں بیش بہا اضافہ ثابت ہوں گی۔

ہمارے ہاں ایک انگریزی ہفت روزہ "لائٹ" شائع ہوتا ہے، جس میں اسلام کے بیش قیمت اور محققانہ مضامین درج ہوتے ہیں۔ اگر اس کو آپ لائبریری کے لئے جاری کروا لیں تو بہت مناسب مفید ہوگا۔ مزید کار و بارِ الٰہیہ پیاد فرماتے رہیں۔

— **نائیجیریا** سے جناب عبدالرؤف لکھتے ہیں :—

" مجھے آپ کی طرف سے لٹریچر ملتا رہتا ہے جس کے لئے مَیں آپ کا بے حد ممنون ہُوں ، مجھے اس کے مطالعہ سے رُوحانی مسرت حاصل ہوتی ہے اور دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ مہربانی فرما کر انگریزی ترجمۃ القرآن کا تحفہ مرحمت فرما کر شکر گذاری کا موقعہ دیں۔ مَیں اس کے لئے بہت ہی مشتاق ہُوں۔

اُمید ہے آپ میری دِلی خواہش پُوری فرما کر عنداللہ ماجُور ہوں گے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو یاد فرمائیں۔"

— **الجواب** :— محترمی عبدالرؤف صاحب ! ہمیں خوشی ہے کہ آپ ہمارے ارسال کردہ لٹریچر سے مستفید ہوتے رہتے ہیں جو دینی معلومات میں اضافہ کا موجب ہوتا ہے۔ الحمد للہ۔

کیا اچھا ہو کہ آپ اپنے دوستوں کو بھی ان کے مطالعہ کا موقعہ دیں۔ قرآن کریم اور دیگر تازہ اسلامی لٹریچر ارسال ہے ملنے پر اطلاع دیں۔

آپ نے کسی خدمت کی پیشکش کی ہے۔ جزاک اللہ تعالیٰ۔ ہماری خدمت یہی ہے کہ آپ دینِ اسلام سے مکمل آگاہی حاصل کرکے اس پر قولاً و فعلاً عامل ہوں۔ اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے وسائل کو کام میں لائیں۔ اپنے عزیز و اقارب ، اپنے احباء و رفقاء کو دعوت تحریک کریں کہ وہ اسلام کی برکات سے متمتع ہوں۔ مردہ دلوں کو زندگی بخشیں۔ اس راہ میں ہماری تمام تر خدمات آپ کے شاملِ حال رہیں گی۔ اِنشاءاللہ العزیز۔

## ہیگ سے برلن تک ——— بقیہ صفحہ ۸

میں ایک کمرشل ریڈیو سٹیشن کے مالک ہیں اپنے ریڈیو سٹیشن پر **احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاھور کے عقائد** اور کام کے بارہ میں اعلانات کر رہے ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں اشتہار اور ٹی شرٹ تیار کی گئیں جن پر یہ لکھا تھا کہ **گذشتہ ۴۹ سالوں سے انجمن اسلامیہ کے احمدی ممبران کے وہی عقائد رہے ہیں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہیں۔**

بالآخر فیصلہ ہُوا کہ عدالت کی نگرانی میں الیکشن ہوں اور جو اکثریت کا فیصلہ ہو اسے سب قبول کریں۔ چنانچہ **ہم بھی ہیگ میں ہی تھے کہ یہ خوشخبری آئی کہ احمدیوں نے اکثریت سے یہ الیکشن جیت لیا ہے۔** اس طرح سرینام کی جماعت ایک خطرناک ابتلاء سے بچ گئی۔ اب انجمن اسلامیہ کے زیر اہتمام تمام مساجد اور ادارے خالصتاً احمدیوں کے زیر انتظام آ گئے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ؛

**وُرودِ مسعود** حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ادام اللہ برکاتہم ایبٹ آباد میں رمضان المبارک گذارنے کے بعد مورخہ ۹/۸ ۲۴ر ، دارالسّلام (لاہور) میں واپس پہنچ گئے ہیں آپ کی صحت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے ، اس سراپا نورانی اور مجسمۂ خیر و برکت و شفقت کی صحت و عافیت کیلئے احباب دردِ دل سے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت موصوف کے رُوحانی و جسمانی فیوض سے جماعت کو زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ مفصّل آئندہ۔ (رپورٹر)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۲۷ر ستمبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۳۹

محمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ یکم ذیقعد ۱۳۹۸ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۰


# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## غلبہ و فتح کی شرائط ——— قدمِ صدق، نفسانی اغراض پر موت

دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دُنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خُدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دُنیا کے لئے۔ پس اگر تم دُنیا کی ایک ذرّہ بھر بھی ملونی اپنی اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خُدا تمہاری مدد کرے گا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خُدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کرکے خُدا خوش ہوگا۔

**نرمی وگرمی محض خُدا کے لئے** لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی گرمی محض خدا کے لئے ہو جائیں گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا ہے اور تمہارا خُدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو۔ تاکہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ پروری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خُدا راضی ہو اس کی طرف دُنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔

**سلسلہ احمدیہ کے غلبہ کی پیشگوئی** تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خُدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خُدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اسے جہنم تک پہنچا دے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا

(الوصیت) ——— ۱۲ ص کے نئے

# حضرت مسیح موعودؑ کے

## بعض حل طلب الہامات

(از الحاج ممتاز احمد فاروقی - اسلام آباد)

آپ کتاب "تذکرہ" (مجموعہ الہامات وکشوف حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم (ہجری) ومسیح موعود) کو پڑھیں تو عقل حیران ہو جاتی ہے کہ حضرت اقدسؑ کو الہامات اور کشوف اور رویائے صادقہ کس کثرت اور کس صداقت اور کس شان کے ساتھ جنابِ الٰہی کی طرف سے عطا کئے گئے تھے۔ یہ امر مسلّمہ ہے کہ الہامات میں بعض اوقات صرف اشارہ ہی دیا جاتا ہے۔ اور اس کے سمجھنے میں کئی ایک دفعہ کچھ کسر رہ جاتی ہے اور انسانی اجتہاد استعمال کرنا پڑتا ہے جس میں کچھ غلطی بھی پڑ سکتی ہے۔ دوسرے الہام کا اصل مطلب اور مفہوم اس کے پورا ہونے کے وقت پر ہی سمجھ آتا ہے۔

مثلاً ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس کو ایک کشفی رؤیا میں زلزلہ آتا محسوس ہوا۔ اور آپ نے حفاظتی اقدامات بھی کئے (یعنی رؤیا میں) اور ساتھ ہی خیال آیا کہ **"شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی"**۔ اس وقت اس کا اصلی مطلب واضح نہیں ہوا۔ مگر ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھارتی فوج کے پاکستان پر حملہ کرنے اور بھارتی وزیر اعظم شاستری کا بھارتی پارلیمنٹ میں اعلان کہ وہ چوبیس گھنٹے میں ہی ان کو (شہر لاہور پر بھارتی قبضہ کی) ایک خوشخبری سنائے گا۔ پھر اس میں ناکامی پر پارلیمنٹ میں ہی دو مرتبہ رو پڑا اور بھارتی فوج ناکام واپس آ گئی۔ تب یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔

اسی طرح یکم جنوری ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا:-

(۱) دبدبۂ خسرویم شد بلند - زلزلہ در گور نظامی فگند
(میری بادشاہت (روحانی) کا دبدبہ بلند ہوا۔ نظامی کی قبر میں زلزلہ پڑا)

(۲) اِنِّیْ مَعَکَ اَیْنَمَا تَذْهَبُ وَ تَسِیْرُ
(میں تیرے ساتھ ہوں۔ جہاں تو جائے اور پھرے)
(تذکرہ - بار سوئم صـ ۷۴۷)

یہاں نظامی سے کون مراد ہے یہ وقت پر ہی ظاہر ہوگا۔

پھر ۱۷ر فروری ۱۹۰۳ء کو الہام ہوا:-

یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ وَ فَتْحُ الْحُنَیْنِ (تذکرہ صـ ۴۶۳)
(روز دوشنبہ - اور حنین والی فتح)۔

جنگِ حنین میں شروع میں مسلمان فوج کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی اور جرأت کی وجہ سے مسلمان سنبھلے اور پھر حملہ کرکے دشمن کو شکست دی۔ جماعت احمدیہ پر بھی ایسا وقت آئے گا۔ مگر کب اور کس طرح یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اسی طرح اور بھی کئی ایک حل طلب الہامات وکشوف ہیں مگر سب سے زیادہ مشکل اور دلچسپی اور شوق پیدا کرنے والا الہام وہ ہے جو کہ ...ں والا الہام کہلاتا ہے۔ یہ الہام تمام وکمال ہندسوں اور اعداد میں ... اعداد کی کنجی یا KEY بھی الہام میں ہی دے دی گئی ہے۔ یہ ... الہام کے مضمون کو پردۂ اخفا میں رکھے۔ اس ... کچھ ایسی حقیقت مضمر ہے جو وقت آنے پر ہی اس کا انکشاف مناسب ہوگا۔ ... میں بھی ہو سکتا ہے اور عربی میں بھی۔ اعداد ... ہندسے جس ترتیب اور لائن میں لکھے ہوئے ہیں وہ قائم رہنی چاہئیے۔ کنجی آخر میں دی گئی ہے۔

آج ... جو جماعت احمدیہ پر ابتلا آیا ہوا ہے۔ کیا خبر کہ یہی اس الہام کے مضمون کا انکشاف کا وقت ہو۔ حروفِ ابجد کے اعداد کا ان سے کچھ تعلق ہے یا نہیں یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ بعض حضرات کو قدرتاً معمہ حل کرنے اور CODE-BREAKING کا خدا داد ملکہ ہوتا ... وہ دماغ لڑائیں۔ یہ ایک دینی خدمت ہے۔ بہر حال مذکورہ الہام ... ذیل ہے:-

...ر دسمبر ۱۸۹۱ء

۲۸ - ۲۷ - ۱۴ - ۲ - ۲۷ - ۲ - ۲۶ - ۲ - ۲۸ - ۱ - ۲۳ - ۱۱۱۵

۱ - ۲ - ۲۷ - ۱۴ - ۱۰ - ۱ - ۲۸ - ۲۷ - ۴۷ - ۱۶ - ۱۱ - ۲۴ - ۱۴ - ۱۱

۷ - ۱ - ۵ - ۴۴ - ۲۳ - ۳۴ - ۱۱ - ۱۴ - ۲۷ - ۲۳ - ۱۴ - ۱ - ۱

۱۴ - ۵ - ۲۸ - ۷ - ۳۴ - ۱ - ۷ - ۳۴ - ۱۱ - ۱۶ - ۱ - ۱۴ - ۷ - ۲ - ۱ - ۷ - ۵ - ۱ - ۱۴

کنجی [illegible] - ۱۴ - ۲ - ۲۸ - ۱ - ۷"
(تذکرہ بار سوئم صـ ۱۹۵)

یہ کوئی تجارتی انعامی حل طلب معمہ نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کوئی مقابلہ ہے نہ قواعد اور انعامات۔ اور نہ ہی یہ کوئی مذاق اور کھیل ہے۔ آپ سنجیدگی سے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہوئے اسے حل کرنے کی کوشش فرمائیں۔ اور اپنے حل کو بمع تشریح کے۔ رجسٹرڈ A/D لفافے میں "پرائیویٹ اور پرسنل" لکھ کر۔ مرزا مسعود بیگ صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس۔ برانڈرتھ روڈ لاہور ۷ (پاکستان) کو یکم دسمبر ۱۹۷۸ء تک ارسال فرمادیں۔ اور خط کی کاپی اپنے پاس رکھیں۔

سیکرٹری صاحب صائب الرائے اور عالم حضرات سے مشورہ کرکے جو "حل" موزوں معلوم ہوا۔ اس کو شائع کر سکتے ہیں۔ اور خط لکھنے والے صاحب یا صاحبہ کی اجازت سے ان کا نام بھی شائع کیا جا سکتا ہے۔ ان ججوں کی سفارش اور انتخاب پر جو صاحب (یا صاحبہ) اول آئیں۔ اگر میاں بیوی کی مشترکہ کوشش شاملِ حال ہو تو دونوں۔ کو راقم الحروف کی طرف سے:-

(۱)- انگریزی ترجمۃ القرآن بمع تفسیر۔ مصنفہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم یا
(۲)- ریلیجن آف اسلام (انگریزی) مصنفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم یا
(۳)- بیان القرآن (ہر دو جلد) ترجمہ تفسیر حضرت مولینا مرحوم یا
(۴)- مجددِ اعظم (ہر سہ جلد) مصنفہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور۔ بطور تحفہ یا انعام کے پیش کیا جائے گا۔

ان کتابوں میں سے جو وہ پسند فرمائیں وہ شکریہ کے ساتھ مہیا کی جائیں گی۔ وما توفیقی اِلّا باللہ العظیم۔

---

**قارئین کرام مطلع رہیں** کہ پیغام صلح کا محمد علیؒ نمبر ۱۸ر اکتوبر کو ۲۴ صفحات پر مشتمل شائع ہوگا۔ اس لئے گیارہ اکتوبر کے پرچہ کا ناغہ ہوگا۔

(۲) مضمون نگار احباب سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے مضامین (مورخہ ۷۸-۱۰-۵ تک) بھجوادیں تاکہ خاص نمبر میں شائع ہو سکیں۔ (ادارہ)

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور ——— مؤرخہ ۴ر اکتوبر ۱۹۷۸ء

# چودہویں صدی کا مجدّد کہاں ہے؟

"روزنامہ جنگ راولپنڈی" ۷ر ستمبر ۱۹۷۸ء میں جناب بشیرالدین صدیقی صاحب نے یہ سوال پوچھا ہے کہ :—

" ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد تشریف لاتے ہیں، جبکہ چودھویں صدی میں ایک خلا ہے یعنی کوئی مجدّد نہیں، آخر یہ مجدّد کب آئیں گے ؟ یا آئیں گے ہی نہیں ؟"

اس سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے :—

## " یہ کیسے معلوم ہُوا کہ چودہویں صدی میں خلا ہے ؟"

سوال الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائل پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ ان کے سامنے ابوداؤد کی یہ حدیث ہے :—

" ان اللہ یبعث لھٰذہ الامّۃ علیٰ راس کلّ مائۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا۔"

اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر اس اُمّت کے لئے ایک مجدّد مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔

ایسے ہی شخص کو مجدّد کہا جاتا ہے۔ آج تک یہ حدیث اپنے الفاظ اور معانی کے لحاظ سے ویسی کی ویسی موجود ہے۔ کسی طرف سے اس پر یہ اعتراض نہیں اُٹھایا گیا کہ یہ ضعیف یا وضعی ہے اور واقعات نے بھی اس پر کوئی شہادت نہیں دی کہ اس کے مطابق پہلی تیرہ صدیوں میں کوئی مجدّد نہیں گذرا۔ اس لئے اس کی صحت سب کے سامنے مسلّم الثبوت ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر سائل کے ذہن میں اس سوال کا پیدا ہونا اور اس کا جواب طلب کرنا اس خلش کا اظہار ہے کہ چودھویں صدی کے ۹۸ سال گذر چکے ہیں صرف دو سال باقی رہتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے نہ پاک و ہند میں اور نہ ہی کسی بیرونی اسلامی ملک میں یہ دعوےٰ کیا ہے کہ مَیں اس صدی کا مجدّد ہُوں جو عین اس حدیث کے مطابق اُمّتِ مُسلمہ کی اصلاح اور دین میں داخل ہو جانے والے مفاسد کو مٹانے اور مُسلمانوں کے دلوں کو نورِ الٰہی اور نورِ نبوّتِ محمدیہ سے منوّر کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہُوں۔ میرا یہ کام بھی ہے کہ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرکے دکھاؤں۔ شریعت کی راہیں واضح کروں۔ اور اس صدی میں پیدا ہونے والے ایسے مسائل کو جو بظاہر اصولِ دینِ اسلام سے متصادم نظر آتے ہیں معارفِ قرآنیہ کی روشنی میں حل کرکے عقل و خرد کے اندھوں کو راہ دکھاؤں کہ کہیں وہ بھٹک کر کُفر و الحاد۔ دہریت اور مادہ پرستی کی گود میں نہ چلے جائیں۔ تہذیبِ حاضر کے فریب خوردہ انسانوں کی آنکھوں سے وہ پردے ہٹا دُوں جو حقیقت سے آشنا ہونے کی راہ میں حائل ہو چکے ہیں اور اپنے نمونے سے اُنہیں خدا کی معرفت کا راستہ دکھلاؤں۔ کیونکہ وہی مطلوب و مقصود زندگی ہے۔ محض دُنیا کے پیچھے پڑ جانا گھاٹے اور خسارے کا سودا ہے۔

سائل یہ بھی جانتے ہیں کہ اس صدی میں صرف ایک ہی انسان حضرت مرزا غلام احمد صاحب نظر آتے ہیں جنہوں نے آج سے تقریبًا ۹۳ سال (شمسی) پیشتر ۱۸۸۵ء میں ایک اشتہار کے ذریعے یہ اعلان کیا تھا کہ " مصنّف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّدِ وقت ہے" اور پھر اعجاز المسیح میں جو ۸ شوال ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۹۰۱ء کو شائع ہوئی طالبانِ حق۔ انصاف پسند عاقلوں اور مدبّروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :—

(عربی سے ترجمہ) " مَیں رحمٰن کے بندوں میں سے ایک بندہ ہُوں۔ وہ بندے جو حضرت احدیت کی طرف سے آتے اور امرِ الٰہی سے نازل ہوتے ہیں۔ وہ ایسی سخت ضرورت کے وقت جب بدعتوں اور باطل امُور کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ معرفتِ الٰہی اور تقوےٰ کی راہ گُم ہو جاتی ہے آتے ہیں تاکہ جو باتیں (دین کی لوگوں کی نگاہوں میں پرانی ہو جاتی ہیں) انہیں تازہ کریں جو بکھر چکا ہوا ہے اسے اکٹھا کریں۔ اور جو گُم ہو چکا ہے اسے تلاش کریں اور اللہ تعالےٰ کے وعدوں کو پُورا کریں۔ مَیں بھی اسی طرح (اور اسی غرض کے لئے) آیا ہُوں۔ اور میں سب سے پہلا مومن ہُوں۔ اور میں اس ربّانی مبارک صدی کے سر پر بھیجا گیا ہوں تاکہ ملّتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کروں اور کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات ستودہ صفات پر (دشمنانِ اسلام کی طرف سے) جو حملے ہو رہے ہیں ان کا دفاع کروں۔ نافرمانوں کے عصا کو ٹکڑے ٹکڑے کروں اور شریعت کو قائم کروں۔"

(اعجاز المسیح ص۱)

لیکن ان کو کافر، ملحد اور دجّال کہا جاتا ہے (نعوذ باللہ)۔ ان کے مقابل کھڑا ہو کر اور کسی نے بھی یہ دعوےٰ کرنے کی جُراٗت نہیں کی کہ میں مجدّدِ وقت ہوں اس لئے اس طرح یہ صدی تو خالی ہی جا رہی ہے اور اس کے خالی جانے اور پندرھویں صدی کے شروع ہونے پر جشن منانے کی بھی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

ان حالات میں صدیقی صاحب کو یہ جواب کیسے مطمئن کر سکتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہُوا کہ یہ چودھویں صدی میں خلا ہے؟" جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ فلاں شخص کا دعوئ مجدّدیت موجود ہے۔ اور جس غرض کے لئے جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے مجدّدین آتے ہیں وہ غرض بھی پُوری ہو رہی ہے۔ اور اس کا یہ ثبوت ہے۔ کسی کا نام بھی نہیں لیا گیا اور نہ کسی اور کا دعویٰ موجود ہے تو پھر خلا نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر سائل اپنے اس سوال میں حق بجانب نہیں تو اس کے لئے دلیل کیا ہے۔ بغیر دلیل کے اپنی طرف سے من گھڑت جواب دے دینا تو باعث تسلّی اور اطمینان نہیں ہو سکتا۔

مجیب نے لوگوں کے مسائل کے حل بتانے کی اگر ذمّہ داری اُٹھائی ہے تو قرآن اور احادیث سے ان کی رہنمائی کریں۔ ان کے اپنے اقوال اور ذہنی اختراعات کی دین کے معاملہ میں کوئی حیثیت نہیں اور نہ وہ قرآن اور احادیث پر قاضی ہیں کہ جو چاہیں فیصلہ دے دیں اور لوگ اندھے ہو کر اسے قبول کر لیں۔ اور جو اس کا انکار کر دے اس پر کُفر کی مُہر ثبت کر دی جائے۔

ہمارا بھی آپ سے یہ سوال ہے کہ بتائیے کہ اگر یہ صدی خالی نہیں گئی تو اس صدی کا مجدّد کون ہے؟ اس کا دعویٰ کہاں موجود ہے اور اس نے کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے ہیں؟ پھر ہم اس مجدّد سے پوچھیں گے کہ اگر آپ اس صدی [illegible] کے مجدّد تھے تو خلقِ خدا کے خوف سے اپنے دعوےٰ کو چھپا [illegible] اس دَور میں جو مُسلمانوں میں انتشار ہے [illegible]

- - - - - - - - - - - - - - - -

فسق و فجور کا قلع قمع کیوں نہیں کیا۔ لوگوں کو خدا کی معرفت کا راستہ کیوں نہیں دکھایا۔ خدا سے آپ کے تعلق کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم پر حملوں کا جواب آپ نے کہاں دیا ہے۔ سائنس اور فلسفہ کی طرف سے اسلام پر جو جو اعتراضات ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں ان کا جواب آپ کی کونسی کتاب میں ہے۔

حضرت مرزا صاحب اس زمانے کے مجدد نہ سہی آپ کسی کا نام تو لیجئے ہم اسے اس معیار پر پرکھیں گے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے ماموروں کے پرکھنے اور شناخت کے لئے مقرر کیا ہے۔ اگر وہ اس معیار پر پورا اترا تو ہم اسے قبول کر لیں گے۔ لیکن ہم اس سے یہ ضرور مطالبہ کریں گے کہ وہ علی الاعلان یہ کہے کہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس صدی کے لئے مجدد مبعوث ہوا ہوں۔ لیکن یہ آج تک سوائے حضرت مرزا صاحب کے نہ کسی نے کہا ہے اور نہ کہنے کی جرأت کرے گا کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ یہ افترا ہے اور اللہ تعالیٰ مفتری کو اس کی رگِ جان سے پکڑ کر ہلاک کر دیتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اور ہلاکت کے خوف سے مجدد بننے کے شائقین اب یہ کہنے لگے ہیں کہ مجدد کو دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی لوگ خود ہی اُسے اس کے کام سے شناخت کر لیتے ہیں کہ یہ مجدد ہے۔ حالانکہ حدیث مذکورہ کے الفاظ بالکل صاف ہیں "ان اللہ یبعث" کہ اللہ مبعوث کرتا ہے اور اپنی تقرری سے آج تک اس کے بالمقابل کوئی حدیث نہیں گزری اور نہ ہی سُنی ہے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ "ان الناس یبعثون" کہ لوگ مبعوث کرتے ہیں۔ یا یہ بیان کیا گیا ہو کہ "ان الناس یعرفون المجدد زمانھم بافعالہ"۔ کہ لوگ اپنے زمانہ کے مجدد کو اس کے کاموں سے پہچان لیں گے۔ آج تک ایسا نہیں ہُوا۔ رسولوں کے لئے بھی بعثت کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے مثلاً "فبعث اللہ النبیین مبشرین۔ (۲: ۲۱۳)" "ثم بعثنا من بعدہٖ رسلاً" (یونس: ۷۴) "ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا" (النحل: ۳۶) "حتی یبعث فی امھا رسولاً" (القصص: ۵۹) "لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولاً" (مؤمن: ۳۴) وغیرہ

ایسا تو دنیوی حکومتوں کی طرف سے بھی نہیں ہوتا کہ وہ کسی کو اپنی طرف سے دوسرے ملک میں سفیر مقرر کریں یا اپنے ملک میں گورنر۔ کمشنر یا ڈپٹی کمشنر اور جج مقرر کریں لیکن ان کے تقرر کا پروانہ جاری نہ کریں اور ان سے کہہ دیں کہ جاؤ تمہیں خود ہی لوگ پہچان لیں گے کہ تم کون ہو۔ اس کے برعکس سفیر کو اسناد سفارت عطا کی جاتی ہیں جن میں اس کے سارے کوائف اور جس کام کے لئے وہ اپنی حکومت کی جانب سے مامور ہو کر آتا ہے اس کے لئے ہدایات درج ہوتی ہیں۔ اس کا دائرہ اختیار متعین ہوتا ہے اور اپنی حکومت کی طرف سے نمائندگی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی حاکم مقرر کیا جاتا ہے تو اس کے متعلق گزٹ نوٹیفکیشن جاری ہوتا ہے جو اسے لوگوں سے متعارف کراتا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالےٰ جو احکم الحاکمین ہے اپنی طرف سے ایک آدمی کو بطور مامور مبعوث فرمائے اور اسے لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔ اس کا تعارف نہ کرائے اور کہے کہ جاؤ لوگ تمہیں خود ہی شناخت کر لیں گے۔ ہماری طرف سے اعلان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر معیار یہی ہو تو پھر ایک صادق کا کیا امتیاز باقی رہ جاتا ہے اور ایک مفتری کا کیا قصور ہے کہ اس کی رگِ جان کاٹ دی جائے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ بھئی اگر ماموروں کی بعثت میں تیرا کوئی دخل نہیں ہے۔ جو چاہے مامور بن سکتا ہے اور لوگ جسے چاہیں مامور بنا سکتے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے کہ تو نے میری رگِ جان کاٹ دی ہے۔ اگر میں نے اپنے اردگرد لوگوں کا ایک گروہ اپنے مقصد کے لئے اکٹھا کر لیا تو گردن زدنی کیوں ٹھہرا۔

ماموریِن الٰہی جو اس کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں وہ بڑے دھڑلے سے یہ اعلان کرتے ہیں "ان افتریتہ فعلی اجرامی" اگر میں نے اپنی طرف سے یہ جھوٹ بنایا ہے تو اس کا جرم میری گردن پر ہے۔ "فلا تملکون لی من اللہ شیئا" تم اللہ کے مقابلے میں میرے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے یعنی اس کی گرفت سے مجھے بچا نہیں سکتے۔ جس طرح جعلی افسر حاکم اپنے دھوکا اور فریب کے لئے حکومت کے ہاں مستوجب سزا ہوتے ہیں اسی طرح احکم الحاکمین کے ہاں سے بھی جعلی مامور اس کے غیظ و غضب اور عذاب سے بچ نہیں سکتے تا کہ صادق اور کاذب کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد بننے اور کہلانے کے شوقین اپنی زبان سے یہ دعوےٰ کرنے کی جرأت نہیں کرتے کہ ہم مجدد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں مبعوث کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ افترا ہوگا اور ہم اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔

اپنا شوقِ مجددیت پورا کرنے کے لئے انہوں نے یہ اصول وضع کر لیا ہے کہ مجدد کو دعویٰ کی ضرورت نہیں لیکن اس سے پہلے تیرہ صدیوں میں جتنے مجددین گذرے ہیں کسی نہ کسی شکل میں ان کا دعوےٰ ضرور موجود ہے۔ اسی برصغیر پاک و ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی اس منصب پر فائز کئے گئے اور انہوں نے دعویٰ کیا۔ حضرت مجدد سرہندی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

"ایں علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوارِ نبوت اند۔۔۔۔۔ صاحب ایں علوم و معارف مجدد ایں الف است و بدانند کہ بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجددے دیگر است و مجدد الف دیگر۔

ترجمہ: یہ علوم انوارِ نبوت کے چراغ سے لئے گئے اور ان علوم و معارف کا مالک اس ہزار کا مجدد ہے اور جاننا چاہئے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد گزرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے اور ہزار کا اور۔ (ماخوذ از مجددِ اعظم صـ۱۱۱)

ہم پورے یقین اور وثوق سے یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ آپ چراغ لے کر ڈھونڈیں سارا برِ صغیر چھان ماریں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اور کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔ جس نے چودھویں صدی کا مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہو۔ اگر آپ کا دعوےٰ ۱۸۸۲ء سے ہی شمار کیا جائے تو بھی آپ کی وفات (مئی ۱۹۰۸ء) تک ۲۶ سال ہوتے ہیں جن کے دوران میں آپ کا سلسلہ پھلتا پھولتا رہا اور اس کے بعد بھی وہ بڑھتا اور ترقی کرتا رہا۔ کسی مفتری کو اتنی مہلت ہرگز نہیں ملتی سوائے اس کے کہ وہ توبہ کر لے۔ اگر اس سوال کا جواب دینے والے کی نظر میں یہ صدی خالی نہیں گئی اور کوئی مجدد موجود ہے تو اس کا نام لیں اور اس سے یہ دعویٰ کرائیں۔ کہ "میں حضرت احدیت کی طرف سے اس صدی کا مجدد ہو کر آیا ہوں مرزا غلام احمد اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے" پھر نتیجہ کا انتظار کریں۔ ورنہ خدا کی سیدھی سادی مخلوق کو بہکانے سے باز آئیں کیونکہ یہ بڑا بھاری بوجھ ہے جو روزِ قیامت اٹھائے نہ اٹھے گا۔

# مادی نظریۂ حیات کی بجائے روحانی نظریۂ حیات جنم لے رہا ہے۔

## حضرت مجدد اعظم کے احیاء کردہ اصول قبولیت حاصل کر رہے ہیں

خطبہ جمعۃ المبارک۔ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۸ء۔ فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ادام اللہ فیوضہم۔ جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء ۵
تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا و یضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ۵ (سورۃ ابراہیم آیت)

(مرتبہ: شفقت رسول خان)

فرمایا۔ کیا آپ نے دیکھا کہ خدا تعالےٰ نے کلمۂ حق کی مثال کیسی بیان فرمائی ہے۔ خدا نے کلمۂ حق کو ایک پاکیزہ درخت سے مثال دے کر تفہیم فرمائی ہے کہ وہ ایسا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور زمین کے اندر گہرائی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور اس سے خوراک بھی حاصل کرتی ہیں اور جو طوفانوں کے خلاف مضبوطی سے درخت کو قائم رکھتی ہیں۔ اور اس کی شاخیں آسمان کی فضا اور اس کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس طرح وہ آفتاب و مہتاب سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے اور سدا بہار رہتا ہے اور خدا کے اذن سے ہر وقت اپنے شیریں پھل لاتا ہے۔

یہاں کلمۂ حق کی پاکیزہ درخت سے مثال دی [illegible] ایمان کو ایک بیج سے تشبیہ دی ہے جو کہ دل کی زمین میں [illegible] کیا جاتا ہے۔ دل میں توحید خداوندی کا ہل چلا کر اس کو کفر [illegible] شرک و بدعات کی جڑی بوٹیوں کو نیست و نابود کر کے صاف کیا جاتا ہے۔ [illegible] ایمان کے بیج کو عمل کا پانی دے کر [illegible] ہے جس سے [illegible] پودا پھوٹ نکلتا ہے۔

یہ مثالیں اور تشبیہات ہیں مگر اکثر لوگ ان تشبیہات اور استعارات کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں لیکن قرآن پاک کے اندر متعدد مقامات پر یہ ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ ہم اسلئے مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اسی طرح اگر انسان خدا تعالےٰ کے احکام پر ان کو حق یقین کر کے عمل کرتا ہے تو گویا اس نے وہ [illegible] پا لیا یعنی کلمۂ طیبہ کے منجانب اللہ حق ہونے پر [illegible] قائم [illegible] بڑھنے اور پھلنے پھولنے پر پھر کوئی قوت اس کے مقابل ٹھہر نہیں سکتی جو روک بن سکے۔ کیونکہ وہ فطرتِ ثانیہ ہے۔ چونکہ اس کے اصول مضبوط معقول اور فطرتی تقاضوں کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے قبولیت کے بارہ میں وہ دوام اور ہمیشگی کی شان کے حامل ہوتے ہیں۔

خدائی سلسلہ کی جماعت اور اس کا قیام چونکہ محکم ترین [illegible] اصولوں پر اور پُر ثمرات قدرت پر ہے اس لئے خدا کے اس سلسلہ کو کوئی مٹا نہیں سکتا [illegible] نہ اسے پھلنے پھولنے اور پھیلنے سے روک سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا:—

"فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ۵ ولکن اکثر الناس لا یعلمون (الروم-۳۰)

یعنی جو دین نازل کیا گیا ہے وہ عین فطرت انسانی کے تقاضوں کے مطابق ہے گویا یہ انسانی فطرت ہی ہے۔ جو انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آیا ہے اس سے الگ کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ انسان کی فطرت کی تکمیل کے لئے یہ نہایت ضروری [illegible] اور فطرت انسانی کی مطلوب بھی ہے اسی لئے ہم اس پر ایمان [illegible] رکھتے ہیں کہ اسلامی

نظام ہی دیگر تمام نظریہ ہائے حیات پر فائق و غالب ہے اور یہ ان تمام دینوں پر غلبہ اور فوقیت رکھتا ہے۔ فرمایا:—

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔

اسلام کا غلبہ جبر و اکراہ سے نہیں کرایا جا سکتا۔ کیونکہ فطرتِ سلیم جبر و اکراہ کو گوارا نہیں کرتی۔ یہ محض خوش فہمی کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ دینِ اسلام کے جملہ اصول فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔

پس اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ دین کی صحیح تصویر اور فطرتی تقاضے ایک دوسرے کے مطابق ہیں تو یقیناً غلبہ دینِ اسلام کا مقدر ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح [illegible] جماعت احمدیہ کے بارہ میں خدا نے فرمایا کہ میں نے اس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ یہ کلمۂ حق ہے صداقت کا بیج ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں فرمایا ہے:—

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت [illegible] پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے [illegible] جائیں گے خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو [illegible] کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان [illegible] کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

یہ کتنی صادق باتیں ہیں جو آپ نے علم الٰہی سے بیان فرمائیں۔ [illegible] پوری ہوتی دیکھ [illegible] ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن محبت شرط ہے۔ اگر محبت ہو تو اگر زخم لگے تو بھی لذت آتی ہے اور زخم پر پھاہا رکھا جائے تو وہ بھی سرور بخش ہوتا ہے۔ اگر محبت نہ ہو تو [illegible] عذر تراشے جاتے ہیں لیکن اگر مقصدیت سے عشق و محبت نہ پیدا ہو تو کوئی نصب العین نہیں ہوتا [illegible]

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کردی (حضرت مسیح موعود)

علمی سطح پر اگر ایک مقصد معقول بھی ہو تو جب تک وجدانی کیفیت پیدا نہ ہو

اور رُوح کو اس سے تعلق پیدا نہ ہو تب تک انسان مقصد کو نہیں پا سکتا۔ اور نہ ہی اس کی تکمیل کر سکتا ہے کیونکہ عشق اور لگن کے ساتھ اگر مشکلات کے پہاڑ بھی پڑ جائیں تو مقصد کے لئے پیش قدمی رُک نہیں سکتی کیونکہ عزم و استقامت میں فرق نہیں آتا۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو جس کلمۂ حق کو حضرت امام زمان علیہ السلام نے ... وہ کیسے پودا بنتا جا رہا ہے مگر ہم یہ ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔

... نظریہ ... کا انقلاب ... مادی طور پر بڑا سکون تھا اور اطمینان میسر آ چکا تھا۔ ایسے میں لوگ مذہب کی کیا ضرورت سمجھتے ؟ لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس وقت فرمایا تھا کہ :—

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسمان گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گُن گانے کے دن

مگر دوسری طرف تمام لوگ یہ کہتے تھے مذہب و دین کا اب خاتمہ ہے۔ اب مذہب کے فرسودہ خیالات کو ماننے کا وقت نہیں ہے اور انسان کو ان خیالات و نظریات کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ انسان سائنسی اور مادی علوم میں ترقی کر رہا ہے اور مذہب کے خیالات ان علوم کی روشنی میں بے سُود نظر آتے ہیں۔ بلکہ ترقی کے برعکس ہیں۔

لیکن اب یورپ کے فلاسفر و دانشور برملا یہ کہتے ہیں کہ انسان تہذیب و اخلاق سے عاری ہوتا جاتا ہے۔ اگر اس نے دین و مذہب کے دامن کو نہ پکڑا تو مٹ جائے گا۔ یہ کس قدر عظیم انقلاب ہے! جو انسان ایک صدی پیشتر مادیت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھا، اب مذہب کی ضرورت محسوس کر رہا اور اس کی جانب جھک رہا ہے اور انسان کے بقا کا ضامن مذہب کو تصوّر کر رہا ہے!

آج وہ ایک مدبر بالارادہ ہستی اور مابعد الممات ... پر ایمان لانے کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے اور غیر مرئی قوتوں کو مان رہا ہے یہ بہت بڑا انقلاب ہے جو لادینیت کے خلاف پیدا ہو رہا ہے مسلمانوں اور عیسائی قوموں میں کتنا عظیم انقلاب آ رہا ہے خود پادری صاحبان بھی ایسی کتابیں لکھ رہے ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ بلکہ وہ صرف خدا کے رسُول اور بشر تھے۔ اور کتابوں کے اندر جو خدا کا بیٹا لکھا ہے اس سے مراد صرف مقبول و محبُوب بندۂ خُدا ہے۔

اس سے پہلے نظریہ عیسائیت یہ تھا کہ مسیح صلیب پر فوت ہوئے اور تین دن بعد جی اُٹھے۔ لیکن اب اس نظریہ سے بھی منحرف ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح کو زندہ ہی صلیب سے اتار لیا گیا تھا کیونکہ اس کے کفن کے تجزیہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی ہے جس پر زندہ انسان کا خون لگا ہُوا ہے۔ لہٰذا مسیح صلیب سے زندہ اتار لئے گئے۔ یہ باتیں جماعتِ احمدیہ یا اس کے مبلغ ہی سرانجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ آسمان اس کلمۂ حق کی آبیاری کر رہا ہے۔ اور خدا کے فرشتے اس کا انکشاف کرتے جا رہے ہیں تاکہ وہ بات پُوری ہو جائے جو حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمائی کہ اگر تم میرا ساتھ نہیں دو گے تو خدا کے فرشتے اس کام کو سرانجام دیں گے۔

چنانچہ یہ کام فرشتوں کی ہی تحریک سے ہو رہا ہے کہ ایک عظیم انقلاب عیسائیت کے نظریات میں آتا جا رہا ہے۔ یہ خدا کا کام ہے کہ اس کے ہاتھ کا لگایا ہُوا پودا یقیناً ترقی کرے گا اور اس کے سایہ اور پھل سے تمام جہان مستفید ہو گا۔

## مُسلمان کیونکر احمدیہ اصُول تسلیم کر رہے ہیں

مسلمانوں کی حالت بھی عجیب ہے۔ کیونکہ ان کی مخالفت حضرت مرزا صاحبؑ ... اقتدار کی ہوس کے باعث ہے۔ اب ان کے نظریات کا مطالعہ کریں تو صاف ... کی صداقت کو تسلیم کرتے جا رہے ہیں اسلئے کہ مسلمانوں نے ... کے ان نظریات و اصولوں کو تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی ... کے ... نہیں بلکہ اس کی سچائی کو دنیا تک پہنچانے کی

... ہے۔ مولوی کہتا تھا کہ تلوار کے بغیر اسلام قائم نہیں ہو سکتا۔ اب شیخ عبدالعزیز ... مکی کے ان بیانات کو پڑھیئے جو انہوں نے علماء اور طلباء کے سامنے دیئے ... جس میں انہوں نے کہا تھا کہ آج جہاد بالعلم و بالقلم کی ضرورت ہے۔ دُشمنانِ اسلام مسلمانوں کو دو طرح پر مُرتد کر رہے ہیں۔ دینی بیزاری پیدا کر کے۔ اور مسلمانوں میں باہمی منافرت اور مناقشت پیدا کر کے۔ لیکن وہ سب کچھ وسوسہ اندازی کے بل بوتے پر کر رہے ہیں۔

... رہی کہ وہ باہمی فرقہ وارانہ جھگڑوں کو چھوڑ کر متحد ہو جائیں اور ہر کلمہ گو کو مسلمان یقین کریں۔ بہتر علم کے ساتھ قلم کی تلوار لے کر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں تو خدا تمہارا معین و ناصر ہو گا۔

پس اب مولوی صاحبان بھی اسی بات کی طرف آ رہے ہیں۔ اور وہ جہاد بالقلم پر زور دے رہے ہیں۔ ہمارا موقف ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ یہ وقت اسلام میں باہمی نزاع کا وقت نہیں بلکہ باہمی اتحاد و اتفاق کا متقاضی ہے۔ اگر ہم اس اساس کو تسلیم کریں گے تو پاکستان کی بقاء کو بھی جو خطرہ ہے وہ ٹل سکتا ہے۔

کیا یہی اُصول حضرت مرزا صاحب نے نہیں تبلایا۔ سب سے بڑا اعتراض مسلمانوں نے یہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے ... جماعت کیوں بنائی ؟ حالانکہ اب حکومت کی سطح پر اور اسلامک کونسل میں اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ تجدید میثاق ہونا ضروری ہے۔ یہی مقصد امامِ وقت کا ایک جماعت تیار کرنے میں تھا کہ وہ تجدید عہد کرے کہ وہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تن من دھن سے کوشاں رہے گی اور اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے تمہاری فلاح اس تجدید میثاق میں مضمر ہے۔ اب اسلامی نظام کے پروگرام میں تجدید میثاق کہاں سے آیا ؟ ظاہر ہے یہ تقاضائے وقت ہے جس کی طرف امام وقتؑ نے رہنمائی فرمائی۔ اسلام صرف شریعت کے قوانین کے نفاذ کا نام نہیں ہے۔

یہ خیالات کہ حکومت و اقتدار سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کو زبردستی ٹھونسا جا سکتا ہے بالکل باطل و غلط نظریہ ہے۔ اور محض دباؤ سے کوئی شخص اپنے اعمال کی اصلاح نہیں کر سکتا جب تک کہ اسکے دل میں خوفِ خُدا نہ ہو اور نہ ہی وہ اعلےٰ اخلاق اپنا سکتا ہے۔ جب تک کہ دل میں تقویٰ اللہ نہ ہو۔ یہ محض نعرہ بازی سے اور جلسے جلوسوں سے نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ زندگی کے عمل سے ظاہر ہو گا۔

امامِ وقت نے اسلام کی تہذیب کا نمونہ پیش کیا ہے۔ آج زمانے کا انقلاب ہمارے سامنے ہے۔ کیا ہم گہری نظر سے اس کو دیکھتے ہیں یا یونہی آنکھیں بند کئے گزر جاتے ہیں ؟ خدا کے ہاتھ کا بیج اب پودا بن گیا ہے اور اپنی نشو و نما سے پھل دے رہا ہے اور دنیا چلا جائے گا۔ وہ ایمان کا انقلاب اور آسمان کا انقلاب جس کے آثار نظر نہیں آتے تھے، اب وہ انقلاب صاف نظر آنے لگا ہے جس سے ہمارے ایمانوں میں پختگی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ اگر تمہارا ایمان رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا اور پہاڑ کو کہو گے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو یقیناً ہٹ جائے گا۔ اس آسمانی سلسلہ نے اپنے ایمانوں کو مضبوطی بخشی ہے۔ اب ایمان کا یہ پودا ایک مضبوط جڑوں والا درخت بن چکا ہے جس کی شاخیں فضائے عالم میں پھیل چکی ہیں اور اب اس کی ترقی میں کوئی چیز روک نہیں ہو گی اور خُدا اس کو ثمردار اور باردار کرے گا۔ اَللّٰھم آمین۔

> خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ :—
> تقوےٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے وہی پانی جس سے تقوےٰ پرورش پاتی ہے۔ تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقوےٰ ایک ایسی جڑھ ہے اگر وہ نہیں تو سب ہیچ ہے۔ اور اگر وہ باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے۔ (الوصیّت)

# ماموٗرِ خدا کی پاک محبّت سے انسان کے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے

## حضرت حکیم الامّت مولٰنا نور الدین کے ارشاداتِ عالیہ

تم نے دیکھ لیا ہے کہ جو شخص اس زمانہ میں خدا کی طرف سے آیا ہے وہ ابکم نہیں ہے بلکہ علیٰ وجہ البصیرت تمہیں بلاتا ہے۔ تم چاہتے ہو کہ اشتہاروں اور کتابوں ہی کو پڑھ کر فائدہ اُٹھا لو اور انہیں ہی کافی سمجھو۔ میں سچ کہتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے بے فائدہ اپنے ہم وطنوں اور عزیز و اقارب کو چھوڑا تھا؟ پھر تم کیوں اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔ کیا تم ہم کو نادان سمجھتے ہو جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا ہماری ضرورتیں نہیں؟ کیا ہم کو روپیہ کمانا نہیں آتا؟ پھر یہاں سے ایک گھنٹہ غیر حاضری بھی کیوں موت معلوم ہوتی ہے۔ شاید اس سے کہ میری بیماری بڑھی ہوئی ہے۔ دعاؤں سے فائدہ پہنچ جاوے تو پہنچ [illegible] ے مگر صحبت میں نہ رہنے سے تو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

مختلف اوقات [illegible] آنا چاہیئے۔ بعض دن ہنسی ہی میں گذر جاتے ہیں۔ اس لئے [illegible] جو اسی دن آ کر چلا گیا وہ کیا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ نبی کریم [illegible] علیہ وسلّم جب عورتوں میں بیٹھے ہوتے یہ قصہ کہہ رہے [illegible] اس وقت جو عورت آئی ہوگی تو حیران ہی ہو گئی [illegible]۔ غرض میرا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں توجہ دلاؤں کہ تم یہاں بار بار آؤ اور مختلف اوقات میں آؤ!

### خدا کی اطاعت اور قرآن سے واقفیت

میں تمہیں [illegible] چکا ہوں [illegible] انسان عبث نہیں بنایا گیا اور اس کو خدا تعالےٰ کے حضور ضرور حاضر ہونا ہے اور پھر یہ بھی بتانا ہے کہ انسان کی اصل غرض پیدا کرنے کی یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار ہو۔ فرمانبرداری فرمان کے بغیر نہیں ہوتی اور فرمان کی تعمیل جب تک فرمان کی سمجھ نہ ہو ناممکن ہے۔

خدا تعالےٰ کا فرمان قرآن شریف ہے۔ اور اس کی زبان عربی ہے پس عربی زبان سے واقفیت پیدا کرو۔ پھر امام کی صحبت میں آ کر رہو۔ کیونکہ وہ مطہر القلب ہے۔ قرآن شریف کا علم لے کر آیا ہے۔ ایک اور بات ہے جو انسان کو سچائی کے قبول کرنے سے روک دیتی ہے اور وہ تکبّر ہے۔ خدا تعالےٰ نے وعدہ فرما دیا ہے کہ متکبّروں کو خدا تعالیٰ آیتیں نہیں مل سکتیں۔ کیونکہ تکبّر کی وجہ سے انسان تکذیب کرتا ہے۔ یاد رکھو مفتری کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔ پس اپنے اندر دیکھو کہ کہیں ایسا مادہ نہ ہو۔ کبھی کبھی انسان کی ایک بدعملی دوسری بدعملی کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ خدا تعالےٰ سے بہت وعدہ کر کے خلاف کرنے والا منافق مرتا ہے۔ امام کے ہاتھ پر بڑا زبردست اور عظیم الشان وعدہ کرتے ہیں کہ دین کو مقدم کروں گا!

### "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"

اب سوچ کر دیکھو کہ کہاں تک اس وعدہ کی رعایت کرتے ہو اور دین کو مقدم کرتے ہو۔ جب قرآن شریف دیکھا ہے تو انبیاء علیہم السلام کی اجماعی تعلیم استغفار ہے۔ اس کے معنے ہیں اپنی غلطیوں اور ان کے بد نتائج اور آئندہ ان سے بچنے کے لئے دُعا کرنا۔ اس کے ذنوب سے بچنے کے لئے سعی اور مجاہدہ کرنا اور پھر امرِ الٰہی کی تعظیم کرنا اور نواہی سے اللہ تعالےٰ کے جلال کو دیکھ کر ہٹ جانا اور ڈر جانا ہے۔

قرآن شریف میں مطالعہ کرو کہ نابکار، خدا تعالےٰ سے نہ ڈرنے والوں اور انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ کرنے والے شریروں کا انجام کیا ہوا کس طرح وہ ذلت کی مار سے ہلاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں پر، ان سب کے بعد رذائل سے بچنے اور فضائل کو حاصل کرنے کی بے تعداد ضرورت ہے۔ اور یہ بات حاصل ہوتی ہے کسی برگزیدہ انسان کی صحبت میں رہنے سے۔ جس کو خدا نے اس ہی کام کے لئے مقرر کیا ہے۔

### مصائب میں خدا پر بھروسہ اور استقلال

مشکلات آتی ہیں اور ضرور آتی ہیں۔ مگر مومن کا کام ہے کہ وہ خدا تعالےٰ پر کبھی بدظن اور اس سے مایوس نہیں ہوتا۔ مگر مجھے اس آیت نے بڑا ہی مزا دیا ہے انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔ پس مجھے دیکھو کتنی دیر سے کس استقلال اور ہمّت سے محض خدا کو راضی کرنے کے واسطے یہاں بیٹھا ہوں۔ مجھے بھی مشکلات ہیں۔ بعض دوست کہتے ہیں کہ تم اُلٹی ترقی کرتے ہو۔ پر میں خود سمجھتا ہوں کہ میری زندگی گھٹ رہی ہے یا بڑھ رہی ہے؟

مشکلات ضرور ہوتی ہیں تمہیں بھی آئیں گی مگر اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہم نے جس کو مامور من اللہ مانا ہے اور خدا کے فضل سے علیٰ وجہ البصیرۃ مانا ہے، اس کو خدا کے لئے مانا ہے۔ پس ہم کو تو اپنی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھو کہ مزکّی کے پاس رہنے کے بغیر صلاح نہیں ہو سکتی۔ علوم میں سے ہمیں ضرورت ہے اس بات کی کہ اسماء اللہ معلوم ہوں۔ خدا تعالےٰ کے افعال کا علم ہو، ایمان کے معنے معلوم ہوں۔ کفر اور نفاق کی حقیقت معلوم کریں۔ ایک میرے بڑے پڑھے لکھے دوست نے کئی بار مجھ سے پوچھا کہ عبادت کیا چیز ہے؟

پس جب اتنے بڑے علم کے بعد ان کو مشکل پیش آئی تو وائے ان لوگوں پر جو مطلق بے خبر اور ناواقف ہیں!

پرسوں یا اترسوں میں نے [illegible] اھل بہ لغیر اللہ پر کچھ کہا تھا کہ ایک بول اُٹھا کہ تمہارے نزدیک سارے کافر ہو جاتے ہیں!

### تربیّت اولاد

پہلا الہام جو ہمارے سید و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا وہ بھی اقراء باسم ربک ہی تھا اور پھر ربّ زدنی علما کی دُعا تعلیم ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علم کی کس قدر ضرورت ہے۔ سچے علوم کا مخزن قرآن ہے تو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے اور سمجھنے اور عمل کے واسطے پڑھنے کی بہت بڑی ضرورت ہے اور یہ حاصل ہوتا ہے تقویٰ اللہ سے مامور من اللہ کی پاک صحبت میں رہ کر۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی سلامتی، صدق نیت شفقت علیٰ خلق اللہ، غایت البعد عن الاغنیاء، آسانی جودت، طبع سادگی، دُور بینی کی صفات سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اولاد کے لئے ایسی تربیّت کی کوشش

کرو کہ ان میں باہم اخوت، اتحاد، جرأت، شجاعت، خودداری، شریفانہ آزادی پیدا ہو۔ ایک طرف انسان بناؤ، دوسری طرف مسلمان!! ✤

# احمدیت علمی رنگ میں

۱۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کے کامل پیروؤں کو اللہ تعالیٰ اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔

۲۔ اسلام کامل وحدت کا مذہب ہے۔ جس کے پیرو سب بھائی بھائی ہیں کوئی شخص کسی اختلاف کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے۔

۳۔ اسلام کامل وسعت کا مذہب ہے۔ جو تمام نسلِ انسانی کی وحدت کو اور ہر قوم کے اندر نبیوں کے آنے کو تسلیم کرتا ہے۔

۴۔ اسلام ایک فاتح مذہب ہے۔ جو تمام مذاہب پر غالب آئیگا اور جس کے اصول عام طور پر دنیا میں قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔

۵۔ اسلام ایک علمی مذہب ہے اور اس کے اصول اور فروع علم اور عقل کے مطابق ہیں۔

۶۔ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور جو نئی ضرورتیں مسلمانوں کو پیش آئیں ان کا حل بذریعہ اجتہاد ہوتا رہیگا۔

۷۔ قرآن شریف۔ شریعت کا اصل اور غیر متبدّل ماخذ ہے اور مسلمانوں کی زندگی کا اصل سرچشمہ ہے۔ اور سب سے بلند مقام رکھتا ہے حدیث شریف قرآن کریم کے ماتحت ہے اور فقہ یا اجتہاد آئمہ قرآن و حدیث کے ماتحت ہے۔

۸۔ قرآن شریف قیامت تک نسلِ انسانی کی ہدایت کا سرچشمہ ہے اس کی کوئی آیت نہ پہلے کبھی منسوخ ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

۹۔ قرآن شریف عظیم الشان روحانی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اسی روحانی طاقت سے قلوب کو فتح کرتا ہے۔ اپنی فتوحات کے لئے تلوار کا نہ کبھی پہلے محتاج ہوا نہ آئندہ ہوگا۔

۱۰۔ قرآن شریف تمام مذہبی صداقتوں کا جامع ہے۔ تمام مذہبی مسائل پر اعلیٰ درجہ کی روشنی ڈالتا ہے۔ مذہبی مسائل پر نہ صرف تمام دعاوی کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ بلکہ ہر دعوے کے دلائل بھی پیش کرتا ہے۔

۱۱۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کو اپنے اندر جمع رکھتے ہیں اس لئے یہ اُمت کسی دوسرے [illegible] کی محتاج نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

۱۲۔ محمد رسول اللہ صلعم تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ نیا نہ پُرانا۔

مجدّد ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔ تاکہ غلطیوں کو دُور کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ پر ڈالیں اور محدّث اور اولیاء ہوں گے۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہو۔

---

# جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

تاریخہائے جلسہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھئے۔ ۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائشِ دستکاری ہوگی۔

---

# احمدیت عملی رنگ میں

۱۔ دنیا کی تمام قوموں کے مذہبی پیشواؤں اور کُتب مقدسہ کا احترام کیا جائے۔

۲۔ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ تمام آئمہ (خواہ وہ کسی فرقہ کے ہوں) تمام اولیاء اور تمام مجددین کا احترام کیا جائے۔

۳۔ تمام اسلامی فرقوں کو ایک درخت کی مختلف شاخیں سمجھا جائے قرآن اور رسول پر سب کا اجتماع ہے۔ خواہ ف[illegible] کتنے بھی اختلافات ہوں۔

۴۔ احکام شریعت کی تابعداری اور شعائر اسلامی کا احترام [illegible] جائے۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو کلی طو[illegible] [illegible] کر کے ہر ایک رسم و رواج سے اجتناب کیا جائے

۵۔ تمام بنی نوع انسان سے ہمدردی رکھی جائے۔ خواہ کسی مذہب کسی ملک، اور کسی قوم کے لوگ ہوں۔

۶۔ ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھ کر بحدِ [illegible] اس کی مدد کی جائے۔

۷۔ خدمتِ دین۔ امامِ وقت اور مجدد [illegible] [illegible] ساتھ ہو کر اس کے حکم کے مطابق کی جائے۔ قوم [illegible] ہر ایک غلطی کی اصلاح کے لئے ایمانی جُرأت سے کام [illegible]ئے۔

۸۔ اسلام۔ اسلام کی کتاب۔ اسلام کے پیغمبر پر جو حملے ہوں ان کا دفاع کیا جائے، اور اپنے آپ کو اسلام [illegible] محافظ فوج کی حیثیت دی جائے۔

۹۔ تبلیغ اِسلام میں اپنے آپ کو ایک م[illegible] [illegible] جائے اور خدا کے کلام کو دُنیا کی تمام قوموں [illegible] [illegible]ے۔

۱۰۔ اپنے وقت اور اپنے اموال کا کم از کم ایک حصہ دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے وقف کیا جائے۔

۱۱۔ خدا کے دین کے لئے ہر قسم کی مصیبت اور تکلیف اور ذلت کو خوشدلی سے برداشت کیا جائے۔

۱۲۔ دین کو دُنیا پر مقدم کیا جائے۔ رسولِ خدا کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو۔ دین اسلام کے لئے غیرت تمام غیرتوں پر فائق ہو۔ اُمتِ محمدیہ کی خیر خواہی تمام خیر خواہیوں سے بڑھ کر ہو۔

## یاد رکھئے

جس قدر انسان [illegible] اغراضِ نفسانی سے دُور ہوگا۔ اسی قدر اس کا پایہ بلند [illegible]

ایک شخص اپنی ذات کے لئے کچھ کرتا ہے، دوسرا اپنے اہل و عیال کے لئے۔ تیسرا اپنی قوم کے لئے، چوتھا اپنے ملک کے لئے۔ یہ سب تدریجاً ترقی ہے۔ لیکن سب سے بلند پایہ اس انسان کا ہے جو اشاعتِ اِسلام اور اشاعتِ قرآن کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔

اے خالقِ ارض و سما [illegible] بر من درِ رحمت کشا
دانی قرآں دردِ مرا [illegible] کز دیگراں پنہاں کنم

مرسلہ: چوہدری فضل داد صاحب پنشنر۔ گجرات

---

[illegible] خدا اے چارہ سازِ ہر دلِ اندوہگیں + اے پناہِ عاجزاں آمرزگارِ مذنبیں
[illegible] [illegible] بخشش ہا نواز + ویں جدا اوفتادگاں را از ترحم ہا ببیں

(حضرت مسیح موعودؑ)

## حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ

## جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ ہمسایہ کی عزت کرے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، وہ ہمسایہ جس کا ایک حق ہے وہ کافر ہمسایہ ہے۔ جس کے دو حق ہیں وہ مسلمان ہمسایہ ہے۔ اور جس کے تین حق ہیں وہ قرابت دار ہمسایہ ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے ہمسایہ کے حق کے متعلق مجھے اس قدر وصیت کی کہ میں نے خیال کیا کہ شاید اسے میری وراثت میں بھی حق ہوگا۔ اور فرمایا کہ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ ہمسایہ کی عزت کرے۔ اور فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں ہے جس کے ہمسایہ کو اس سے تکلیف پہنچے۔ اور فرمایا جو متخاصم سب سے پہلے قیامت میں پیش ہوں گے وہ دو ہمسایہ ہوں گے۔ اور فرمایا کہ جس نے ہمسایہ کے کتے کو پتھر مارا۔ اس نے ہمسایہ کو دکھ دیا۔

صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں عورت ہر روز روزہ رکھتی ہے۔ اور رات کو نماز پڑھتی ہے۔ لیکن ہمسایہ کو تکلیف دیتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی جگہ دوزخ ہے۔ اور فرمایا چالیس گھر تک لوگ ہمسایہ میں داخل ہیں اور حضرت زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چالیس گھر آگے چالیس گھر پیچھے۔ چالیس گھر دائیں چالیس گھر بائیں تک کے لوگ ہمسایہ میں داخل ہیں۔

اور فرمایا ہمسایہ کا حق صرف یہی نہیں ہے کہ اس کو نہ ستائے بلکہ تجھے اس کے ساتھ نیکی کرنی چاہیئے۔ اور روایت شریف میں ہے کہ [illegible] دن درویش ہمسایہ امیر ہمسایہ کے ساتھ جھگڑا کرے گا اور کہے گا کہ بار خدایا اس [illegible] دن میرے ساتھ بھلائی نہیں کی اور مجھے کیوں اپنے گھر میں نہ آنے دیا؟

ایک بزرگ تھے اور انہیں چوہوں کی وجہ سے تکلیف تھی۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت بلی کیوں نہیں رکھتے۔ آپ نے جواب دیا۔ میں بلی اس لئے نہیں رکھتا کہ چوہے ڈر کر ہمسایہ کے گھر چلے جائیں گے۔ تو گویا میں نے ہمسایہ کے لئے وہ بات چاہی جسے میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمسایہ کا کیا حق ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ تمہاری مدد کا محتاج ہے تو اس کی مدد کرو۔ اگر کچھ قرض طلب کرے تو اسے قرض دو۔ اور اگر لاچار ہو تو اس کی خدمت بجا لاؤ۔ بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو۔ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازہ کے ہمراہ جاؤ۔ اس کی خوشی میں خوشی بجا لاؤ۔ اور اس کے غم میں شرکت کرو۔ اور اپنے مکان کی دیوار بلند نہ کرو۔ تاکہ ہمسایہ کی ہوا نہ رکے۔ اگر میوہ خرید کرو تو اس میں سے اس کو بھی بھیج دو۔ اور اگر نہ بھیج سکو تو پوشیدہ رکھو اور اپنے بچوں کو پھل باہر مت لے جانے دو۔ تاکہ ہمسایہ کے بچوں کا غربت کی وجہ سے دل نہ دکھے۔ اور اپنے باورچی خانہ کے دھوئیں سے اسے رنج نہ دو۔ مگر یہ کہ اسے بھی کھانا وغیرہ بھیجو۔ مجھے خدا کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہمسایہ کا حق اس شخص سے ہی ادا ہو سکتا ہے جس کے شامل حال خدا تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اور حقوق ہمسایہ میں یہ امر بھی داخل ہے کہ اپنے مکان سے اس کے گھر میں نہ جھانکے۔ اور اپنی دیوار پر کوئی شئے رکھنے سے منع نہ کرے اور اس کے پرنالہ کو بند نہ کرے۔ اور اگر وہ تیرے دروازہ کے ساتھ مٹی ڈالے تو اسے منع نہ کر اور اس کے عیوب کی پردہ پوشی کر۔ اور اس کے دل دکھانے کی کوئی بات نہ کر۔ اس کی عورتوں سے اپنی نظروں کو بچا۔ یہ باتیں مسلمانوں کے حقوق کے علاوہ ہیں۔

حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ مجھے میرے دوست حضرت محمد صلی اللہ علیہ نے نصیحت کی کہ اگر تو کچھ پکائے تو شوربا زیادہ کر اور ہمسایہ کو اس میں سے بھیج۔

(کیمیائے سعادت)

---

اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پہ + ہوں فدا پھر بھی سب مجھے کہتے ہیں کافر بار بار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر + میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

---

تبلیغی خط و کتابت

## بلادِ غیر میں ترسیلِ لٹریچر

## "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

مرتبہ :- چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

—— نائیجیریا سے محترم عبدالعزیز صاحب اور مسٹر دینا ایم لکھتے ہیں:-

"ہم احمدی جماعت کے فرد ہیں اور آپ کا ارسال کردہ لٹریچر پڑھتے رہتے ہیں۔ مہربانی فرما کر اپنی مطبوعات کی فہرست ارسال کر کے شکریہ کا موقع دیں۔"

—— الجواب: ہمیں خوشی ہے کہ آپ اس جماعت کے رکن ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کی تعلیمات کو اکنافِ عالم میں پہنچانے کا پروگرام رکھتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی تمام تر مساعی کو بروئے کار لا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کا حامی و ناصر ہو اور خدمتِ دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ ہم آپ کو مزید تازہ لٹریچر ارسال کر رہے ہیں۔ اور فہرست کتب بھی۔ تبلیغِ اسلام اور نصرتِ ملتِ اسلامیہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

---

—— مغربی افریقہ جناب عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں:-

"میں ایک انگریزی سکالر اور مخلص مسلم ہوں۔ مجھے دینِ اسلام کے مطالعہ کا بہت شوق ہے۔ آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مجھے حضرت مولنا محمد علیؒ کی تصنیف مینوئل آف حدیث عنایت کر کے شکرگزار فرمائیں۔ والسلام"

—— الجواب:- محترم عبدالکریم صاحب۔ ہمیں خوشی ہے کہ آپ انگریزی کے سکالر بھی ہیں اور مخلص مسلم بھی۔ آپ کو انگریزی زبان پر دسترس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہے۔ اس کے لئے شکرگزاری جس قدر کی جائے کم ہے۔ اس کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آپ اس استعداد اور اخلاص کو دینِ الٰہی کی خدمت میں صرف کریں اور افضالِ الٰہی کے مورد ٹھہریں۔ حسب طلب مینوئل آف حدیث ارسال ہے اور ساتھ ہی اسلام پر تازہ لٹریچر بھی۔

امید ہے اس کے مطالعہ کے بعد اپنے خیالات سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔ آپ کو انگریزی زبان پر دسترس حاصل ہے۔ اگر آپ اس زبان میں اسلام پر محققانہ مضامین لکھیں تو ہم شکریہ کے ساتھ اپنے انگریزی جریدہ "دی لائٹ" میں آپ کے مضامین کو جگہ دیں گے۔ خدمتِ دینِ اسلام کا یہ بھی ایک پہلو ہے۔ اگر آپ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں تو ہمیں از حد خوشی ہوگی۔

---

# اخبارِ احمدیہ

## دُعائے صحت کی درخواست

احباب جماعت کے لئے یہ خبر تشویش کا موجب ہوگی کہ محترمہ بیگم صاحبہ میاں فاروق احمد شیخ صاحب کو اچانک ایک پیچیدہ تکلیف ہو گئی ہے اور میاں صاحب موصوف علاج کے لئے انہیں امریکہ لے گئے ہیں۔ بیگم صاحبہ نہایت مخلص اور دیندار خاتون ہیں جماعت سے انہیں بے پناہ محبت ہے جس کا وہ کسی نہ کسی صورت میں مظاہرہ فرماتی رہتی ہیں۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس مخیّر خاتون کو اپنی نیم شبی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

—— راولپنڈی سے خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مندرجہ ذیل فری لٹریچر بذریعہ پوسٹ و دستی تقسیم کیا گیا ہے:——

| نمبر شمار | فری لٹریچر | کاپیاں |
|---|---|---|
| ۱ | حضرت مسیحؑ کی بن باپ ولادت اور قرآن حکیم۔ (از ملک الٰہی بخش صاحب راولپنڈی ... | ۵۰ |
| ۲ | جہاد فی الاسلام اور علماء، زعما پاکستان۔ (از ملک الٰہی بخش صاحب راولپنڈی۔ ... | ۵۰ |
| ۳ | احباب جماعت ربوہ کے لئے لمحۂ فکریہ۔ (از جناب مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب۔ ... | ۱۰۰ |
| ۴ | انجیلی تعلیم پر قرآنی تعلیم کی برتری اور قرآنی تعلیم کا خدا نما ہونا۔ (از جناب مولانا عبدالرحمٰن مصری صاحب ... | ۵۰ |
| ۵ | ظہور مہدی کا انتظار کب تک؟ (از جناب مولانا عبدالرحمٰن مصری صاحب۔ ... | ۵۰ |
| ۶ | مسیح اور مہدی کے زمانہ کی علامات حصہ سوم (از جناب مولانا عبدالرحمٰن مصری صاحب۔ ... | ۵۰ |
| ۷ | بعض اہم استفسارات کا جواب (از جناب مولانا عبدالرحمٰن مصری صاحب: | ۵۰ |
| ۸ | تسلسل وحی ولایت حصہ اوّل۔ (〃 〃 〃 〃 : | ۵۰ |
| ۹ | مقام مسیح موعود علیہ السلام (از مولانا عبدالمنان عمر صاحب ایم اے: | ۱۵۰ |
| ۱۰ | امت میں کشف و الہام کا مقام (از خواجہ محمد عبداللہ صاحب و غلام احمد پرویز صاحب کی خط و کتابت) ... | ۵۰ |
| ۱۱ | ہمارے عقائد۔ (از مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت:۔: | ۵۰ |
| ۱۲ | قرآن کی بیان کردہ سائنس۔ اردو۔ (از مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت ... | ۲۵ |
| ۱۳ | قرآن کی بیان کردہ سائنس۔ (انگریزی) (از مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت۔ ... | ۲۵ |
| ۱۴ | اسلامی مساوات اور حالات حاضرہ۔ (از مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت: | ۲۵ |
| ۱۵ | ردِّ تکفیر اہل قبلہ۔ (از حضرت امیر مرحوم و مغفور ... : | ۲۵ |
| ۱۶ | شہادتِ حقّہ۔ (مرتبہ: از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ ... | ۲۵ |
| ۱۷ | حضرت خواجہ غلام فریدؒ چاچڑاں شریف کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ تحریک احمدیت سے اظہار عقیدت | ۲۵ |
| ۱۸ | تحریک احمدیت اور غلام احمد پرویز۔ (از چوہدری شکر اللہ خان صاحب منصور ایڈووکیٹ ... | ۵۰ |

میزان :—— ۹۵۰

## عطیہ برائے ایصال ثواب

مکرمہ محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری عبداللہ خان مرحوم (راولپنڈی) نے اپنے والدگرامی حکیم شہنواز صاحب مرحوم اور اپنی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے مبلغ یک صد روپیہ "آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک فری دارالشفاء" کے لئے مرحمت فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بیگم صاحبہ محترمہ کی عمر اور اموال میں برکت ڈالے آمین۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ مرحومین کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، شکریہ۔

## یومِ محمد علیؒ

حضرت مولانا محمد علیؒ علیہ الرحمۃ امیر مرحوم کو ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور ۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۸ء بروز جمعہ صبح ۹½ تا ۱۱½ بجے دارالسّلام میں ایک خصوصی نشست کا اہتمام کر رہی ہے۔ جس کی صدارت محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب فرمائیں گے اور محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی، محترم مرزا مسعود بیگ صاحب اور محترم مرزا محمد لطیف صاحب شاہد حضرت امیر مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

### جُملہ احباب و خواتین

سے استدعا ہے کہ اپنے افرادِ خانہ کے ساتھ اس ایمان افروز اجلاس میں ضرور شرکت فرمائیں اور اس طرح اپنے محبوب امیر مرحوم کو شایانِ شان ہدیۂ عقیدت پیش کریں، ممکن ہو تو غیر احمدی احباب کو بھی ہمراہ لائیں۔

اجلاس کے اختتام پر حاضرینِ مجلس کی تواضع مشروبات سے کی جائے گی۔ والسّلام

خاکسار۔ عبدالسّلام

سیکرٹری مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور

## ایک ضروری اعلان

اوقاتِ نمازِ جُمعہ:——

جامع احمدیہ دارالسّلام۔ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

پہلی اذان : ۱۵——۱۲ (بارہ بج کر پندرہ منٹ پر)

دوسری اذان : ۳۰——۱۲ (بارہ بج کر تیس منٹ پر)

اقامت : ۰——۱ (ایک بجے)

احباب وقتِ مقررہ پر تشریف لاکر خطبہ جُمعہ سے مستفید ہوں۔

فروغِ نورِ عشق او از بام و قصرِ ما روشن
نگہ بیند کسے آنرا کہ میدار د بصیرت را

بلقاطی بسر کردند عمرِ خود بلا حاصل
دے از بہر معنی ہا نے یابند فرصت را

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفونِ یثرب را ندادند ایں فضیلت را

# ہم نے آزادی کی نعمت کی کتنی قدر کی اور اس کا کتنا حق ادا کیا

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان کا ایک بازو اس سے کٹ چکا ہے۔ اور اب مشرقی پاکستان اس مملکت خدا داد کا حصہ نہیں ہے ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ قائد اعظمؒ نے اس اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے جسے آپ نے بڑی محنت سے قائم کیا تھا۔ دو زبردست خطروں سے آگاہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک خطرہ تھا صوبائی اور علاقائی عصبیت اور دوسرا خطرہ تھا مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا دینے کا رجحان۔ سو آپ نے ان دو اصولوں پر سختی سے عمل کرایا:—

اوّل: یہ کہ صوبائی عصبیت کو اپنے درمیان کبھی نہ راہ پانے دو۔

دوم: یہ کہ مذاہب اور فرقوں کے عقائد اور ان کے اندرونی معاملات میں کبھی دخل نہ دو۔ کیونکہ مذہب اور عقیدہ ہر ایک کا ذاتی معاملہ ہے۔ کاروبار مملکت کا اس سے کوئی تعلق نہ ہونا چاہیئے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قائد اعظمؒ کی رحلت کے بعد ان دونوں اصولوں کی خلاف ورزی میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا گیا۔ اور پوری قوم کو مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور تشتت و افتراق کی شکل میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔

ہم چار اگست کی مناسبت سے کیونکہ یہ تجدید عہد کا دن ہے۔ قائد اعظمؒ کے وضع کردہ مذکورہ بالا دونوں اصولوں کو یاد دہانی کے طور پر خود آپ ہی کے الفاظ میں ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں۔

جہاں تک صوبائی عصبیت کا تعلق ہے آپ نے اس سے بہر طور دامن بچانے کی تلقین کرتے ہوئے اسے ایک لعنت اور زہر ہلاہل قرار دیا۔ آپ نے ۱۵ر جون ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میونسپل کمیٹی کے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:—

"قدرتی طور پر اس بات سے مجھے سخت تکلیف پہنچتی ہے جب میں بعض پاکستانیوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ صوبائی تعصب کی وبا میں گرفتار ہیں۔ یہ لعنت پاکستان سے دور رہنی چاہیئے"

(ایک سیاسی ضابطۂ عمل جسے قائد اعظم نے تجویز کیا۔ مرتبہ این اے لیسکر۔ ص ۲۵)

(دوم) اسی طرح آپ نے ۲۱ر مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ کے جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:—

"اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ صوبائی تعصب کو بالکل چھوڑ دیجئے کیونکہ پاکستان کے رگ و ریشہ میں جب تک یہ زہر رہے گا آپ یقین کیجئے۔ آپ کبھی بھی ایک طاقتور قوم نہیں بن سکتے اور وہ چیز حاصل نہیں کر سکتے جو میں چاہتا ہوں کہ آپ حاصل کریں، جب تک آپ اس زہر کو نہیں نکال پھینکیں گے اس وقت تک آپ نہ خود کو مضبوط بنا سکتے ہیں اور نہ ایک حقیقی قوم کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال سکتے ہیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو ایک قوم کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں تو خدا کے لئے اس صوبائی تعصب کو چھوڑ دیجئے۔"

(ایک سیاسی ضابطۂ عمل جسے قائد اعظم نے تجویز کیا۔ مرتبہ: این اے لیسکر۔ ص ۲۵-۲۶)

صوبائی تعصب کی طرح قائد اعظم نے فرقہ وارانہ عصبیت کو بھی ایک لعنت قرار دیا اور پاکستانی قوم کو اس عصبیت سے پاک رکھنے کے لئے اوّلاً قیام پاکستان سے بھی قبل صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی حیثیت سے جملہ مذاہب اور مذہبی فرقوں کو بصورت عہد کے رنگ میں ایک یقین دہانی کرائی گئی ۱۹۴۵ء میں آپ نے نہایت واضح الفاظ میں یہ اعلان فرمایا:—

"مسلم لیگ اور میں نے بار بار اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ ہم ہر مسلمان فرقہ اور غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کے علمبردار ہیں۔ مسلم لیگ کے لئے جملہ مذاہب اور فرقوں کی آزادی کا بنیادی اصول ایک ایمان کا درجہ رکھتا ہے اور وہ شروع ہی سے اس کی پابند ہے

**مسلم لیگ مسلمانوں کے کسی فرقے یا غیر مسلموں اور اقلیتوں کے مذہب اور عقائد میں کبھی بھی مداخلت نہیں کرے گی۔"**

(مسٹر جناح کی بعض حالیہ تحریرات اور تقاریر (انگریزی) جلد دوم ص ۳۰۶ مؤلفہ جمیل الدین احمد شائع کردہ شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور ۱۹۴۷ء)

(دوم) قیام پاکستان کے معاً بعد قائد اعظم نے ۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی مجلس دستور ساز میں جو یادگار تقریر فرمائی اس میں اپنے اس عہد کا اعادہ کرتے ہوئے مجلس دستور ساز کو اس امر کا پابند کر دیا کہ وہ قائد اعظم مسلم لیگ کے اس عہد کی خلاف ورزی نہ کرے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:—

"آپ آزاد ہیں اپنے مندروں مسجدوں اور دوسری عبادتگاہوں میں جانے کے لئے آپ کو پاکستان کی مملکت میں پوری آزادی ہے۔ خواہ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب ذات یا عقیدہ سے ہو۔ اس کا کاروبار مملکت سے کوئی تعلق نہیں ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم ایک ہی مملکت کے شہری ہیں جن کی حیثیت مساوی ہے۔" (نقش دوام ص ۲۸)

آج کے دن ہمیں یہ محاسبہ کرنا چاہیئے کہ ہم نے قائد اعظم کے ان ارشادات اور رہنما اصولوں کا کس حد تک پاس کیا؟ اگر ہم اس محاسبہ کے نتیجہ میں قائد اعظم کی طرف واپس لوٹ آئیں تو آج کا دن صحیح معنوں میں ہمارے لئے روز سعید ثابت ہو سکتا ہے۔

(بشکریہ نقار زمانہ)

---

**ہفت روزہ پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دوسرے احباب تک پہنچائیں**

---

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔
(چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۴ر اکتوبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۴۰

بسوسائل دار السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)


احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان
فون ۔۔۔ ۵۳۷۳۷
ہفت روزہ
# پیغامِ صلح
لاہور پاکستان
مدیر اعزازی ملیل الرحمٰن
نائب مدیر عبدالرؤف کھوکھر


حضرت مولانا
## محمد علیؒ نمبر

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام


رجسٹرڈ ایل نمبر: ۸۳۸
تار کا پتہ
تبلیغ لاہور

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے: پندرہ روپے
بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
(علاوہ محصول ڈاک)


دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردے گا
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)


جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۱


## زندۂ جاوید ماند تا م نواند جہاں ❊ زانکہ یکتائے زماں تفسیر قرآں کردہ

"مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آ گئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گمراہی میں بھٹک رہا تھا۔ میرے لئے ہدایت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ سمجھایا۔

کامریڈ والے مولانا محمد [علی] مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔"

(مولانا عبدالماجد دریابادی)
(اخبار سچ ۲۵ رجون ۱۹۴۲ء)

"قریباً وہ وقت تھا جبکہ ایک مشفق دوست نے ایک ایسا تحفہ ہمیں بھیجا جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی یہ قرآن کریم کا نسخہ تھا ...... انگریزی زبان میں صحیح ترجمہ اور معلومات سے بھرے ہوئے نوٹ درج ہیں جو کہ قرآن کریم کی تفاسیر اور صحف یہود و نصاریٰ کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہیں۔ یہ میرے فاضل ہم نام مولانا محمد علی صاحب لاہوری کا کارنامہ ہے جو کہ ایک بہت بڑی مذہبی جماعت کے [امیر] ہیں ........

یہ ترجمہ اور اس کے حواشی اس زہر کا نہایت ضروری تریاق ہیں جو سیل۔ راڈول اور پامر جیسے انگریزی مترجمین کے ترجموں میں پایا جاتا ہے۔"
(خود نوشت حیات محمد علی جوہر)

## منزلت تر دِ خدا شد ہمچو اصحابِ نبیؐ ❊ زانکہ در دینِ خدا کار نمایاں کردہ

# حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک اعجازی نشان

## بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم-اے کو سخت بخار ہو گیا اور ان کو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کر دی اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کے متعلق خدا تعالےٰ کا یہ الہام ہے انی احافظ کل من فی الدار، تب میں ان کی عیادت کے لئے گیا اور ان کو پریشان اور گھبراہٹ میں پاکر میں نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔ یہ کہکر میں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا۔ یہ عجیب نمونہ قدرتِ الٰہی دیکھا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳ نشان ۱۰۳)

اک واقعہ عجیب بتاتا ہوں میں تمہیں ٭ اک معجزہ ہے یہ جو سناتا ہوں میں تمہیں

مشہور ہے جہاں میں محمد علی کا نام ٭ اس محرمِ رموزِ خفی و جلی کا نام

تھا جو عمل میں علم میں یکتائے روزگار ٭ جس کو خدا نے خوبیاں بخشی تھیں بے شمار

بے مثل و بے نظیر مفسر قرآن کا ٭ ممتاز اک مرید مسیح الزماں کا

اِک دن تپِ شدید سے وہ مردِ باخدا ٭ بیمار سخت ہو گیا۔ اللہ کی رضا

پھیلی ہوئی تھی ان دِنوں طاعون کی وبا ٭ طاعون کیا تھی گویا اجل کا پیام تھا

سمجھا کہ ہو رہا ہوں میں طاعون کا شکار ٭ بچنے کی اب نہیں کوئی اُمید زینہار

بیتاب دِل تھا کرب تھا اور اضطراب تھا ٭ رگ رگ میں اسکی گویا تھا نشتر چبھا ہوا

جب زندگی سے اپنی وہ مایوس ہو گیا ٭ بلوا کے دوستوں کو وصیت بھی دی لکھا

جا کر کسی نے حضرت اقدسؑ کو دی خبر ٭ اے حسرت! اب ہے حالتِ بیمار خستہ تر

چہرہ پہ اسکے یاس کے آثار ہیں عیاں ٭ گویا وہ ہونے والا ہے سوئے عدم رواں

نزدِ مریض جلد مسیحِ زماں گئے ٭ اور یوں لسانِ صدق سے گوہر فشاں ہوئے

میرے حبیب کیوں تجھے اتنی ہے بے کلی ٭ طاعون تجھ کو چھو سکے ممکن نہیں کبھی

محفوظ ہے جو دار میں میرے مقیم ہے ٭ ایسا ہی مجھ سے وعدۂ ربِّ رحیم ہے

طاعون ہو اگر تجھے اے مردِ نیک نام ٭ جھوٹا ہے میرا سلسلہ جھوٹا مرا کلام

کہکر یہ ہاتھ نبض پہ رکھا امام نے ٭ اس مردِ برگزیدہ علیہ السلام نے

رکھتے ہی ہاتھ نبض پہ تپ دور ہو گیا
یہ معجزہ مسیح کا مشہور ہو گیا

(از مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مؤرخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء

# دَوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایّام تو

ہست جامِ عشق او آبِ حیات لازوال + ہر کہ نوشید اَست او ہرگز نمیرد بعد ازیں
از عمل ثابت کُن آں نور کہ در ایمان تست + دِل چو دادی یُوسفے را راہِ کنعاں را گزیں
(حضرت مسیح موعودؑ)

---

قارئین کرام! محمد علیؒ نمبر پیش خدمت ہے۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء سے اکتوبر ۱۹۷۸ء کی طرف جب ہم نگاہ دوڑاتے ہیں تو ہر سنگِ میل پر ہمیں اپنا کوئی نہ کوئی ساتھی جس کے دم قدم سے ہمارے سفر کی منزلیں آسان ہوتی تھیں اپنی رفاقت سے ہمیں محروم کرتا نظر آتا ہے لیکن اس کی جگہ لینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ جس دَور میں ہم داخل ہو چکے ہیں اس کے تقاضے اس احساس محرومی کو اور بھی شدید تر کر رہے ہیں۔ زمانے کے انداز اور تیور بدل رہے ہیں۔ ہمارے گرد و پیش ایک اضطراب اور بے چینی کی سی کیفیت طاری ہے جو ہمیں نئی سوچ اور فکر کی دعوت دے رہی ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا کیونکہ اس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ بصورتِ حالات ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے لئے کوئی راہ اور سمت متعیّن کر لیں جس پہ عزم و استقلال، پختہ ارادے اور یقین و ایمان کے ساتھ چل کر اپنی کمزور و ناتواں کشتی کو گرداب طوفان سے نکال کر ساحل تک نہیں تو کم از کم ساحل کے قریب پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں تاکہ ساحل تک پہنچنے کی اُمید کی جھلک مدھم نہ ہونے پائے۔ اور "جو لوگ ابھی ساحل پہ کھڑے طوفان کا نظارہ کرتے ہیں" انہیں معلوم ہو جائے کہ "ناخدا جن کا نہیں ان کا خدا ہوتا ہے"

ہمارا مقصد اور منزل بڑی واضح اور متعیّن ہے۔ وہ کیا ہے ایک منصف مزاج غیر کی زبانی سنئے:—

"مسلمانوں میں فرقی جھگڑوں کی رُوح جو عام طور پر سرایت کر گئی ہے اس میں ایک دلچسپ استثناء احمدی ہیں۔ وہ صرف مذہبی اشاعت پر سارا زور صرف کرتے ہیں اور سیاسیات سے الگ رہتے ہیں۔ اس بارے میں موجودہ اسلام میں یہ ایک قابل گروہ ہے جس کے مقاصد محض تبلیغی ہیں ....... ان کی توجّہ زیادہ تر اس بات میں مرکوز ہے کہ اسلام ہی صرف ایک مذہب ہے جو عقل اور فطرت کے مطابق ہے۔ یورپ میں عیسائیت کی نازک حالت سے انہیں بہت سا ایسا سامان مل جاتا ہے جس سے وہ اس مذہب کی عیب چینی کرتے اور اسلام کی بہت تعریف کرتے ہیں۔"

(مُسلم ورلڈ جلد ۲۱ صفحہ ۱۷۰۔ ماخوذ مجدّدِ اعظم حصّہ سوئم صـ۳۵)

دوسرے بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ:—

۱— ہمارا سارا زور مذہبی اشاعت پر ہے۔
۲— ہم سیاسیات سے الگ رہتے ہیں۔
۳— ہمارے مقاصد محض تبلیغی ہیں۔
۴— ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو عقل اور فطرت کے مطابق ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ "ہم عیسائیت کی عیب چینی کرتے ہیں" درست نہیں۔ ہم عیب چینی نہیں کرتے بلکہ اس میں جو غلط عقائد حضرت عیسٰیؑ کے بعد شامل کر لئے گئے ان کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان کے مقابل وہ عقائد پیش کرتے ہیں جو عقل اور فطرت کے مطابق ہیں اور جن کی وجہ سے اسلام ایک قابلِ تعریف دِین بن جاتا ہے۔

یہ مقصد ہمارے سامنے کس نے رکھا اور اس راہ پر ہمیں کس نے ڈالا وہ بھی ہم عرض کئے دیتے ہیں:—

"اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پُورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رکھے۔ جب تک کہ محنت کی بجلی موقوف نہ ہے ......... سو اُس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دُنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے **ایک شاخ تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے۔** جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔"

(فتح اسلام صفحہ ۱۵ تا ۱۸۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی)

آپ کی ان تصنیفات و تالیفات میں اسلام کی حقانیت۔ قرآن کریم کے دقائق معارف اور آنحضرت صلعم کے فیوض و برکات کے متعلق جو کچھ بیان ہُوا انہیں انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے آپ کی نگاہ انتخاب حضرت مولانا محمد علیؒ پر پڑی جن کے متعلق نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا:—

"ایک اور جوان صالح خدا تعالےٰ کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر ...... میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دِین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خُدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔"

مامور وقت کی فراست۔ ان کی نگاہِ التفات جو مسِ خام کو کُندن بنا گئی۔ ان کی یہ دُعا "اے خُدا ایسا ہی کر" اور اس پر "آمین ثمّ آمین" کیسے خطا کر سکتی تھی۔ نوجوان محمد علیؒ نے اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی سے لوگوں کے قلب و نظر کو منوّر کرنے کے لئے اپنی زندگی کا فدیہ پیش کیا۔ اسی راہ میں جیئے اور اسی راہ میں مرے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے ان الفاظ پر مہر تصدیق ثبت کر گئے کہ:—

"یہ میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے اور مجھ میں داخل ہے"

یہ شاخ ۱۹۱۴ء میں بڑے نامساعد حالات میں "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" کے نام سے قائم ہوئی۔ جس کے رُوحِ رواں حضرت مولانا مولوی محمد علیؒ تھے۔ آپ کی تصنیفات کا سلسلہ بڑا دراز ہے جس کی افادیت اور تاثیر کے اپنے بیگانے معترف ہیں۔ ایک امریکی مصنف مسٹر ڈبلیو جے۔ ملبرن اپنی تصنیف "ریلیجن آف اوری لینڈ" میں فرماتے ہیں:—

"شاید ہی کسی مسلمان نے زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو اسلام کے محاسن دکھانے میں لوگوں کی اس سے زیادہ رہنمائی کی ہو جو مولانا محمد علی نے کی ہے اور یقیناً کوئی اور دو کتابیں ایسی نہ ہوں گی جنہوں نے اس سے زیادہ صفائی کے ساتھ لوگوں کے سامنے بانیٔ اسلام کی تعلیمات کو پیش کیا ہو جس صفائی سے ان کی یادگار کتابوں۔ انگریزی ترجمۃ القرآن اور ریلیجن آف اسلام نے کیا ہے ......... ان دو کتابوں کے ہوتے ہوئے کسی مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرنے والے کے لئے کوئی عُذر نہیں رہ جاتا کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیم کے سمجھنے میں قاصر رہ گیا۔" (بحوالہ مجدّدِ اعظم جلد ۲ صـ ۳۴۱-۳۴۲)

"مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کرکے اسلام کی جو عظیم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آگئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا میرے لئے شمعِ ہدایت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ سمجھایا۔ کامریڈ والے مولانا محمد علیؒ مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔"

(بحوالہ شہادتِ حقّہ - صفحہ ۶۳)

یہی لوگ ہمارے لئے روشنی کے مینار اور نشانِ منزل بھی ہیں۔ انہی کے چراغوں سے ہم نے اپنے چراغ روشن کرکے آگے بڑھنا ہے۔

حضرت صاحب کے فرمودہ میں "جوانِ صالح" کے الفاظ جماعت کے نوجوانوں کے لئے بڑے قابلِ غور ہیں۔ کسی قوم کا مستقبل اس کے نوجوانوں کی صلاحیت، اہلیت، صالحیت، ہمت اور جرأت پر منحصر ہوتا ہے۔ اپنے بزرگوں کی روایات کو زندہ رکھنا اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر ان کے سپرد کردہ مشن اور مقصد کو آگے بڑھانے اور زندہ رکھنے کی بھاری ذمہ داری نوجوانوں کے توانا کندھوں پر پڑتی ہے۔

جس قوم کے نوجوان سہل انگاری اور غفلت کوشی میں مبتلا ہو جائیں وہ ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہوتی ہے جو بادِ مخالف کے ایک ہلکے سے جھونکے سے بھی بجھ سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ نے بھی نوجوانوں کو اپنے ایک پیغام میں اس طرف توجہ دلائی تھی۔ تحریکیں بزرگوں اور نوجوانوں کے باہمی تعاون سے زندہ رہتی ہیں۔ ایک نسل کا ورثہ دوسری نسل کو منتقل ہوتا رہتا ہے جس سے ترقی کی منزلیں طے ہوتی رہتی ہیں۔ اس جماعت کے نوجوانوں کو ایک بہت قیمتی ورثہ منتقل ہوا ہے جس کی نہ صرف کماحقہٗ حفاظت بلکہ اس میں زمانہ کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق اضافہ کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انہیں اپنے بزرگوں کی رہنمائی کی بھی حاجت ہے۔

راقم الحروف کو ۲۲ ستمبر ۱۹۷۸ء کو پشاور کی مرکزی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقعہ ملا۔ یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ حاضرین میں تقریباً ۸۰ فیصد تعداد نوجوانوں اور بچوں کی تھی۔ یہ وقت ہے کہ ان کی خبر گیری کی جائے۔ انہیں اپنی تحریک کی غرض و غایت اور اغراض و مقاصد سے روشناس کیا جائے اور ان کی اس سلسلہ میں تعلیم و تربیت اس رنگ میں ہو کہ اپنے حلقہ میں وہ اخلاق و کردار کا ایک نمونہ ہوں۔ محض اچھے اور خوبصورت اعتقادات جن کے ساتھ عمل نہ ہو کوئی تحریک پیدا نہیں کر سکتے اور نہ نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں۔

"یوسف کو دل دینے کے بعد راہِ کنعاں کی خاک چھاننی پڑتی ہے۔ اس راہ میں تنگ و تاریک کنواں بھی ہے مصر کا بازار بھی۔ "امراتُ العزیز" کے بہکاوے بھی ہیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی۔ لیکن "ولاجر الاٰخرۃ خیر للذین اٰمنوا وکانوا یتقون"۔ ہمارے سامنے حضرت مولانا محمد علیؒ کی ایک درخشندہ مثال موجود ہے جو ان الفاظ کی عملی تفسیر ہے کہ: "بلاشبہ آخرت کا اجر ان کے لئے بہتر ہے جو ایمان لاتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔"

**اوقات نمازِ جمعہ: ——**

جامع احمدیہ دارالسلام - ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور

پہلی اذان : ۱۵ —— ۱۲ (بارہ بج کر پندرہ منٹ پر)

دوسری اذان : ۳۰ —— ۱۲ (بارہ بج کر تیس منٹ پر)

اقامت : ۰ —— ۱ (ایک بجے)

احباب وقت مقررہ پر تشریف لا کر خطبۂ جمعہ سے مستفید ہوں۔

## مکتوبِ پشاور

# الحاج حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہٗ کی پشاور میں تشریف آوری

از محترم محمد الرحمٰن صاحب سیکرٹری جماعتِ احمدیہ پشاور

اس سال موسم گرما کے چند ہفتے ایبٹ آباد گذار کر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہٗ جب لاہور واپس ہونے لگے تو انہوں نے جماعت پشاور و نواح کے احباب کو بھی شرفِ ملاقات کا موقعہ مرحمت فرمایا۔ احباب ان کے نہایت شکرگذار ہیں۔ یہ ان کا نجی دورہ تھا جس کا مقصد احبابِ جماعت سے ملاقات تھی۔ جناب پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی تشریف آوری پر احباب نے نہایت خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور ان لمحات کو باعثِ سعادت سمجھا۔ یہ ۲۲ ستمبر کی تاریخ اور جمعہ کا دن تھا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے جامع احمدیہ پشاور میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں جماعت میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور جماعتی مقاصد کو خلوص و ایثار کے ساتھ پورا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ الہامی اور آسمانی سلسلہ ہے۔ الٰہی تقدیر یہی ہے کہ یہ سلسلہ زمانہ کے نشیب و فراز سے کامیاب و کامران گذر کر اپنی اغراض و مقاصد کو پورا کرتے ہوئے توحید و رسالت کا ڈنکا اکنافِ عالم میں بجائے گا اور اس میں کامیابی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں پورے یقین و ایمان اور عرفان و اعتماد کے ساتھ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مصروفِ عمل رہنا چاہیئے۔ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہیئے۔ ہمارا کام دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔

آج ہم ابتلاء اور آزمائش کے دور سے گذر رہے ہیں لیکن وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ اس وقت ہمارے ایمان اور ایثار کا امتحان ہے۔ ضروری ہے کہ ہم ان بظاہر پریشان کن لمحات میں اپنی تمام تر التجائیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں۔ اور اسی کی نصرت و مدد کے طالب ہوں کہ تمام تر قوت و قدرت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ آج وقت ہے کہ اس کے فضل و رحم کو ہم اپنی چشم تر سے اپنی طرف کھینچیں۔ حضرت ممدوح کا یہ نہایت پُر اثر خطاب تھا۔ خطبۂ جمعہ کے بعد آپ نے ہی نمازِ جمعہ کی امامت فرمائی۔ اس پُر مسرت موقع پر پشاور کے علاوہ قریب و جوار کے احباب بھی موجود تھے۔

بعد ازاں جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعتِ احمدیہ پشاور کے زیرِ صدارت ایک اجلاس منعقد ہوا۔ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ معزز مہمانِ گرامی حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے تقریر کرتے ہوئے ان حالات کا تذکرہ فرمایا جن کے تحت ان کو ایبٹ آباد کو چھوڑ کر لاہور جانا پڑا۔ اور وہاں جا کر انہوں نے اپنے شب و روز کے تمام تر لمحات سلسلہ احمدیہ کے لئے وقف کر دیئے اور اپنی تمام خدمات اعزازی طور پر انجمن کے سپرد کر دیں اور داخلی و خارجی مشکلات کے باوجود وہ بدستور خدماتِ دینیہ میں مصروف رہے۔ حضرت ممدوح نے حاضرین سے استدعا کی کہ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سلسلہ کی مزید مفید خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کی پُرسوز تقریر کے بعد مکرم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب نے بھی حاضرین سے خطاب فرمایا۔ آپ کا اندازِ بیان نہایت ہی اثر آفرین تھا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کے سامنے ایک قطعی فیصلہ رکھا ہے وہ یہ کہ اکثریت کے فیصلے کو قطعی سمجھنا چاہیئے اور جب کسی امر پر کثرت رائے سے فیصلہ ہو جائے تو پھر باہم مل کر کام کرنا چاہیئے۔ آپ نے اس موقعہ کی مناسبت سے حضرت مسیح موعودؑ کا وہ ارشاد بھی پڑھ کر سنایا اور احباب کو توجہ دلائی کہ اگر ہم نے من حیث الجماعت زندہ رہنا ہے اور اس الٰہی سلسلے کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنا ہے تو اس ارشاد پر عمل من و عن ضروری ہے۔ آپ کی تقریر کے بعد دعائے خیر کی گئی اور حاضرین نے مل کر چائے نوش کی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی تشریف آوری سے اس روح پرور موقعہ پر اس قدر احباب جمع ہو گئے تھے کہ جامع احمدیہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ خواتین جماعت بھی بڑے ذوق و شوق سے اس تقریب میں شامل ہوئیں۔ یہ جلسہ بفضلہ تعالیٰ کافی کامیاب رہا۔

## جماعتِ احمدیہ سفید ڈھیری کی تقریب

اگلے روز حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب موضع سفید ڈھیری کے احباب جماعت کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے جہاں آپ کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ اس تقریب میں جماعت پشاور اور نواح کے احباب بھی شریک تھے۔ احباب نے مسجد احمدیہ میں مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر معزز مہمان کے اعزاز میں دیئے گئے پُرتکلف عشائیہ میں شرکت کی۔ اس موقعہ پر دینی مسائل اور امورِ سلسلہ کے بارے میں بڑی دیر تک

(باقی برصفحہ ۲ کالم ۲)

# اسلام نے شخص پرستی کی بجائے جمہوری نظام قائم کیا ہے۔

## قرآنی اصول ہائے دینیہ کی عملاً ترویج و ترقی سے ہی احیائے اسلام کی تحریک کی کامیابی وابستہ ہے

### حضرت اقدس مجدد زمان و مسیح دوران کی سچی متابعت میں حضرت مولانا محمد علیؒ کے ترویج علوم قرآن کیلئے اور پاپائیت کے خلاف عظیم اقدا[مات]

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۸ء ۔ فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ایم بی بی ایس۔ درجامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لا[ہور]

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین ○ ........
فاتٰھم اللہ ثواب الدنیا و حسن ثواب الاٰخرۃ ط واللہ یحب المحسنین ○ (آل عمران: ۱۴۱ تا ۱۴۷) ۔

(مرتبہ شفقت رسول خان)

فرمایا کہ ان آیات میں جنگ اُحد کا ذکر ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکالیف اور صعوبتیں اٹھانا پڑیں ۔ اس جنگ میں آپؐ کو زخم لگے اور آپؐ بے ہوش ہو گئے ۔ اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضور صلعم وفات پا گئے ہیں (نعوذ باللہ) ان حالات میں یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں جن میں بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن کیا ہے یعنی یہ کہ آپؐ بشر اور رسول سے بڑھ کر کچھ نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ حضورؐ ابدی صداقتوں اور دوامی اُصولِ حقہ دین کے حامل ہیں ان کی حیثیت کیا ہے ؟ یہ واضح کیا ہے کہ یہ بات دل سے نکال دو کہ یہ رسولؐ جو کہ تاج المرسلین اور خاتم النبیین ہیں، ہمیشہ زندہ رہیں گے ۔ بلکہ آپؐ ایک بشر کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ بشر کے لئے موت لازم پڑی ہے لیکن ہم نے جو ابدی صداقتیں اور اُصولِ دین ان پر نازل کئے ہیں وہ دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہیں ۔ تو پھر اگر رسول بوجہ بشریت فوت ہو جائیں تو اس صورت میں کیا تم ان ابدی صداقتوں اور اُصولِ دین سے منکر ہو جاؤ گے ؟

یہ تاکیدی بات بیان فرمائی کہ اُصولِ دین اور صداقتیں دوام اور ہمیشگی کی حامل ہیں کسی شخصیت سے وابستہ نہیں ہوا کرتیں ۔ بلغ ما انزل الیک کے اُصول پر ابدی صداقتیں پیش کرنا جیسا کہ حضورؐ نے پیش کیں آنجناب صلعم پر فریضہ لازم تھا فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ۔ لیکن رسول کے وفات پا جانے سے اُصول ختم نہیں ہو جایا کرتے ۔ وہ تو ہمیشہ سے قائم و دائم رہتے ہیں ۔ چنانچہ فرمایا کہ :۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل

محمدؐ ایک رسول اور بشر ہیں اور ان سے پہلے بھی متعدد رسول گذر چکے ہیں ۔ تو کیا تم ان کے فوت ہو جانے سے (کسی مرض کی وجہ سے یا دشمن کے حملہ کی وجہ سے) دائمی اصولِ دین کو جو انہوں نے تمہیں دیئے ہیں چھوڑ دو گے ؟ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا ۔

موت تو ہر جان کے لئے ضروری و لازم پڑی ہے ۔ کل نفس ذائقۃ الموت ۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان اپنی تندرستی اور صحت کے لئے کوشش نہ کرے ۔ لیکن بہرحال موت سے کوئی مفر نہیں ۔ یہ ہر ایک کے لئے مقدر ہے ۔ یہ آیت اس بات پر بھی قطعی الدلالت ہے کہ حضورؐ سے پہلے جملہ انبیاء علیہم السلام بمعہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ۔ فوت ہو چکے ہیں ۔

تاریخ اسلام میں یہ بھی ایک مشہور و معروف واقعہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپؐ سے اس قدر شدید محبت تھی کہ وہ اس خبر کو سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے تھے ۔ چنانچہ وقتی طور پر حضرت عمرؓ نے شدید محبت کی وجہ سے تلوار سونت لی کہ اگر کوئی کہے گا کہ حضورؐ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا ۔

لیکن اُدھر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ باہر سے تشریف لاتے ہیں اور حضورؐ کی وفات کی خبر پا کر حضورؐ کے حجرۂ اطہر میں اندر جا کر دیکھتے اور یقین کر لیتے ہیں کہ حضورؐ فی الواقع وفات پا گئے ہیں تو حضورؐ کے حجرہ سے باہر آتے ہیں اور ان آیات کی [تلاوت] کرتے ہیں وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کہ جب ان سے پہلے بھی تمام انبیاء فوت ہو گئے تو اگر آپؐ حضور بھی فوت ہو گئے تو کیا تم دین سے منکر ہو جاؤ گے ؟ جیسا کہ بعد میں کچھ لوگ دینِ اسلام سے مرتد بھی [ہو] گئے ۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ توحید کامل و ایمان میں جملہ صحابہ رضؓ پر فائق [تھے] کیونکہ انہوں نے حقیقت توحید و بشریت پر کامل اطلاع پائی تھی ۔

یہ حضرت ابوبکر رضؓ ہی کی شان تھی کہ وہ اُصولِ دین یعنی توحیدِ خدا و[ندی کی] حقیقت سے کماحقہٗ واقف اور آگاہ ہو چکے تھے اور اس حقیقت کو [سمجھ چکے] تھے کہ ابدی صداقتیں سدا جاری رہتی ہیں ۔ وہ کسی شخصیت سے وابستہ نہیں [ہوا] کرتیں ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا دماغی توازن اور دینی صلاحیت کس قدر [بلند] اور عظیم ہے کہ اپنے محبوب سے شدید محبت کے باوجود اصل مقام سے ذرہ [بھر] انحراف نہیں کرتے اور جذبات سے متاثر نہیں ہو جاتے ۔

یہ سنۃ اللہ ہے کہ رسول آتے ہیں اور اس دنیا سے رخصت [ہو جاتے] ہیں اور ان کے ساتھ ربانی لوگ شامل ہو کر ان ابدی صداقتوں کے لئے ج[دوجہد] کیا کرتے ہیں ۔ مگر رسول کی وفات کی وجہ سے مومن الگ نہیں ہو جاتے اور نہ [ہی] نصب العین کی انجام دہی میں وہ سست اور کمزور پڑ جاتے ہیں بلکہ استقا[مت اور] مضبوطی کے ساتھ ان اُصولی صداقتوں پر قائم رہتے ہیں اور جب وہ ثابت [قدم] رہتے ہیں اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو وہ ان اللہ یحب [الصابرین] کے اُصول کے مطابق خدا کی جانب سے اجر کے مستحق ہو جاتے ہیں یعنے ان ا[صولوں] کو غالب کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ۔ اور خدا ان سے محبت کرنے لگتا [ہے] ۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ نے صرف وعظ و نصیحت ہی سے نہیں بلکہ اپنے دورِ خلافت میں جب خدا اور رسولؐ کے احکامات کو مقدم کیا تو [انہوں] نے اپنی محبت کا ثبوت دیا کہ اسلام کو دوبارہ زندگی نصیب ہو گئی ۔ نہ [تو] نہ ان کے حامی مانعین زکوٰۃ ، نہ مدعیانِ نبوت باقی رہے نہ مخالفین اسلام [کے] عزائم ۔ لیکن شخصیت پرستی کی وجہ سے جو لوگ مذہب کے میدان میں صحیح توحی[د] کو نہیں سمجھتے تو وہ گمراہ ہو جاتے ہیں ۔

## حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت میں نظامِ توحید کو [قائم کر کے] مسلمانوں کی مرض شخص پرستی اور پیر پرستی مٹانے کی مثال پیش [کی]

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم مصلح مانتے ہیں درست اور صحیح مانتے ہیں ۔ اس وجہ سے کہ آپ نے ایک ٹھیٹھ اور خا[لص] سلسلہ قائم کیا جو شخص پرستی اور خاندان پرستی سے بلند و بالا ہے ۔ مذہبی [سلسلے] بھی موجود تھے ۔ لیکن ہر جگہ باپ کے بعد بیٹا گدی نشین و سجادہ نشین بنت[ا]

یکن اس کی طرف کہیں دھیان نہ دیا جاتا کہ آیا گدی نشین، اعمال و افعال اور اقوال کے لحاظ سے اس گدی نشینی کا مستحق و حقدار بھی ہے یا نہیں؟

حضرت مرزا صاحب پر یہ بڑا اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ سلسلہ اپنی اولاد کی وجاہت و جاہ و جلال کے لئے قائم کیا۔ اور اب آپ کی اولاد دنیاوی شان و شوکت اور ٹھاٹھ باٹھ سے ہمکنار ہے لیکن حقیقت اس کے صریح برعکس ہے۔ آپ نے اپنی جانشینی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ بلکہ اپنی وفات سے قبل ایک "وصیت" لکھدی کہ "میرے بعد انجمن میرا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"۔ لیکن وئی ایک شخص واحد حکمران نہیں ہو سکتا۔

اگر آپ کے اس اصول کو توڑ دیا گیا ہے تو یہ دوسری بات ہے۔ کیونکہ آپ نے وضاحت کر دی تھی کہ میرے بعد جب تک کوئی شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے روح القدس کی تائید پا کر کھڑا نہیں ہوتا تم باہم مل کر متحدہ طور پر کام کرو۔ چنانچہ پ کی زندگی میں جب میر ناصر نواب صاحب نے جو آپ کے خسر تھے انجمن کے ایک فیصلہ کے نے سے انکار کر دیا اور اس کے متعلق آپ کو بتایا گیا تو آپ نے اس وقت ایک زیر لکھدی جس کے فوٹو سٹیٹ شائع کئے جا چکے ہیں اور جس میں یہ ارشاد فرمایا ہے انجمن کی اکثریت کا فیصلہ ہی قابل عمل ہے۔ آپ نے کسی فرد واحد کو کوئی اختیارات یں سونپے بلکہ چودہ چیدہ افراد کو دیئے گئے تھے اپنے آپ کو بھی اس سے ثنے قرار نہیں دیا۔ یہ کس قدر شاندار نمونہ ہے! **شخص پرستی کی مہلک ض کی شاندار اصلاح کا!** جس کو دیکھ کر اس سلسلہ کے دینی اور الٰہی سلسلہ ونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ اور یقین ہو جاتا ہے کہ یہ پیر پرستی ر شخصیت پرستی کے برخلاف اسلامی جمہوریت پر بنا ایک آسمانی و خدائی سلسلہ ے۔ چونکہ یہ دنیا پرستی کا اہم زمانہ ہے۔ ہم رسالوں و اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ سان آج دنیا پرستی میں کتنا منہمک ہے۔؟ یہ دنیا اب اس قدر مطلوب موب اور مسجود بن گئی ہے کہ انسان حصول اقتدار اور اپنی شان و شوکت ر دنیا طلبی میں جائز اور ناجائز ذرائع بے دریغ استعمال کرتا ہے۔ ایسی لت میں ایسے نظام کی ضرورت ہوتی ہے جو قوم میں صالح اور دین پرست نتخب افراد پر مشتمل ہو۔ تو وہ فرد واحد کی اجارہ داری سے بدرجہا بہتر ر اصلاحی ہوگا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اسلامی جمہوریت کا احیا کیا۔

حضرت مولانا محمد علی رح نے دوبارہ اسلامی جمہوریت کے اصول کو زندہ ہے اور مولانا نورالدین رض کی وفات کے بعد لاہور میں پھر سے آپ نے جمہوری ادارہ یا انجمن بنائی۔ جب اس انجمن نے آپ کی رائے کے برخلاف کوئی فیصلہ کیا تو سے بسر و چشم قبول کیا۔ اور نمونہ قائم کر دکھلایا کہ اگر قائد کے قول کو رد بھی دیا جائے تو پھر بھی اصول کو قائم رکھنا ضروری ہے۔

آئندہ جب کوئی مؤرخ سلسلہ کی تاریخ لکھے گا تو مولانا محمد علی رح کے اس نام کو بھی سنہری حروف میں درج کیا جائے گا کہ اس کے باوجود کہ آپ مقبول ن مفسر قرآن اور لاتعداد دینی کتب کے مصنف اور قوم کے امیر منتخب ئے مگر اپنے لئے وہ مقام نہیں بنایا جو کسی مجدد و مامور الٰہی کا مقام ہوتا ے جو لوگ اپنی ذات کو مستثنےٰ کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ان کی رائے کے خلاف کوئی ت ہو تو بگڑ جاتے ہیں۔ اور اس نظام کو ہی تباہ کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔

مولانا محمد علی رح کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کا مشہور ترین رؤیا ہے جس خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار کسی طرف جا رہے ہیں؟ بدا اندھیرا چھایا ہے جہاں عورتوں اور بچوں نے شور مچا رکھا ہے کچھ دیر ر روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اور آپ نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک قلم دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا"۔ مولانا عبدالکریم احب نے کہا پھر یہ قلم مولانا محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ اس پر حضرت رض نے فرمایا کہ میں یہ قلم مولانا محمد علی صاحب کو دے دوں گا۔

یہ الٰہی مکاشفہ اپنی پوری تعبیر کے ساتھ واقع ہو چکا ہے کہ مولانا محمد علی رح قلم سے ایک طرف دین کی عظیم الشان علمی خدمت سر انجام پائی تو دوسری طرف شخص پرستی کے برخلاف آپ نے جہاد کیا۔

الغرض یہ امر تو مسلّم ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس کا نصب العین اسلام کو غالب کرنے کے ماسوا اور کچھ نہیں تھا۔ اور غلبۂ اسلام کے لئے ایک مجاہد تیار کرنا آپ کا منشاء تھا۔

لیکن قادیان میں ۱۹۱۴ء میں جو کھیل اختلاف کھیلا گیا اس کو دیکھ کر کون یہ مان سکتا ہے کہ یہ غلبۂ اسلام کے لئے کوشش اور جہاد تھا؟ کیونکہ وہاں سجادہ نشینی اور گدی نشینی کا ایسا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا کہ غالیانہ عقائد کو روشنی صرف حضرت مولانا محمد علی رح کے قلم سے ہی پڑی ہے۔ آج جو دین اسلام کی تشریح و توضیح و تفسیر مقبول ہے وہ حضرت مولانا محمد علی کے قلم سے ہی کی گئی تفسیر و تصویر ہے۔ آپ کی کتب کا ترجمہ بیس تیس زبانوں میں ہو چکا ہے۔ خود ان لوگوں نے ان کے تراجم کئے ہیں۔

اسلام کے متعلق صحیح راہنمائی صرف آپ کے قلم سے ہی ہوئی ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا محمد علی صاحب جیسا صاحب قلم اور اہل علم و دانش حضرت مرزا صاحب کو مجدد اور مصلح مان رہے ہے تو ہمیں ان کے دعوےٰ کی صداقت کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے واللہ یحب الصابرین کا اجر پایا ہے۔

ہمارے سلسلے کا یہ ایک بیّن اصول ہے کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے مکتب ہائے فکر کے علماء نے ہمیں اور قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور علےٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ اگر کوئی اسلام کا تصور قابل قبول ہوگا جو مولانا محمد علی رح نے پیش کیا ہے۔ بلکہ آپکی تفسیر قرآن اور تصویر اسلام اب بھی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

میں آپ کو ایک تازہ ترین واقعہ سناتا ہوں، صاحب رسالہ میثاق کے ایڈیٹر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہیں۔ اور ان کے ایک استاد مولانا امین احسن اصلاحی ہیں۔ مگر اب باہمی اختلاف پر مولانا امین احسن اصلاحی یہ فرماتے ہیں کہ آپکے شاگرد ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جو کچھ تفسیر قرآن بیان کرتے ہیں وہ مولانا محمد علی صاحب لاہوری ہی کی بیان کردہ تفسیر ہے۔ چنانچہ رسالہ میثاق ماہ اگست ۱۹۷۸ء صفحہ ۷ پر مولانا صاحب کی مفصلہ ذیل تحریر درج ہے:۔

"میں نے اس کی تحریروں سے یہ اندازہ کیا ہے کہ یہ محمد علی لاہوری (قادیانی) کے ترجمۂ قرآن اور قادیانیوں کے نظام سے بہت متاثر ہے (یہ امر واضح ہے کہ اس نے اپنے رسالہ میں قادیانیوں کی خدمت قرآن کی تعریف کی ہے۔"

اسی طرح غلام احمد پرویز صاحب ا بھی اپنے آپ کو مفسر قرآن ہونے کی حیثیت سے مشہور کرتے ہیں۔ اُن کے بارہ میں شیخ عبدالحق مناظر اسلام کی عینی شہادت ہے کہ پرویز صاحب کے ہاتھ میں درس دیتے وقت حضرت مولانا مرحوم کا بیان القرآن ہوا کرتا۔ الغرض حضرت اقدس مرزا صاحب کا مقصد شخص پرستی یا گدی قائم کرنا ہرگز نہیں تھا بلکہ دین اسلام پر چھائی ہوئی تاریکیوں کو دور کرنا تھا۔

مولانا محمد علی رح کی تفسیر کی مقبولیت کی بشارت تو مولانا نورالدین کو مل چکی تھی۔ یعنی یہ کہ خلیفۃ المسیح کو ترجمۃ القرآن مبارک ہو۔ میں نے ۱۹۴۸ء میں پاکستان بننے پر ایک آرٹیکل اس میں واضح کیا تھا کہ اگر (احمدیت کی تحریک نہ ہوتی تو سلطنت خدا داد پاکستان کبھی قائم نہ ہو سکتی۔ کیونکہ یہ صرف جماعت احمدیہ لاہور کا نعرہ ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور ہر نبوت کا دروازہ بند ہے جن پر پاکستان کی بنا قائم ہوئی۔ اور اب بھی اسلام کا نفاذ اسی اصول کو چاہتا ہے۔ اس اصول کو مانے بغیر اسلامی نظام کا نفاذ کیونکر ممکن ہے؟ خدا مسلمانوں کی صحیح سمت راہنمائی فرمائے اور انہیں روشنی سے استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

از قلم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب

# "یہ میرا جنون ہے"
## کہ قرآن کریم تمام دُنیا میں پھیل جائے
(حضرت امیر مرحوم)

مَیں نے ایک دفعہ مولوی عزیز بخش صاحب سے جو حضرت امیر مرحوم کے بڑے بھائی تھے پُوچھا کہ حضرت مرحوم کے ساتھ آپ کی ساری عمر گذری، ان کا کوئی ایسا واقعہ سُنائیں جو ہمیں معلوم نہ ہو۔ تو وہ ہنس کر فرمانے لگے :۔

"جب مَیں چھوٹا بچہ تھا تو سب سے پہلے مجھے والدین نے اپنے گاؤں کی مسجد میں بٹھایا کہ مولوی صاحب سے قرآن کریم پڑھنا سیکھوں۔ میرے ساتھ بِن کہے مرحوم بھی سبق میں شامل ہو گئے۔ مولوی صاحب نے ننھے محمد علی کو پڑھانے کی کوشش کی مگر وہ اس بات سے تنگ ہو گئے کہ محمد علی کے حلق سے ع (عین) اور ق (قاف) کا مخرج صحیح نہ ہوتا تھا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا "تجھے قرآن کبھی نہیں آئے گا۔"

یہ کہہ کر مولوی عزیز بخش صاحب (اور مَیں) بے اختیار کِھل کِھلا کر ہنس پڑے۔

پیش امام مسجد نے تو یہ پیشگوئی کی۔ اُدھر ایک اور شخص نے پیشگوئی کی۔ وہ تھا چودھویں صدی ہجری کا مجدد اور مسیح موعود و مہدی زمان یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب جنہوں نے اپنے دعویٰ کے بعد سب سے پہلی کتاب "ازالہ اوہام" میں لکھا:۔

"سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے واعظوں کے عُمدہ عُمدہ تالیفیں ان مُلکوں (یعنی مغربی ممالک۔ ناقل) میں بھیجی جائیں۔ اور اگر قوم دل و جان سے میری مدد میں مصروف ہو تو مَیں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ **مَیں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا اُس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں داخل ہے۔"**

کونسی پیشگوئی پُوری ہوئی؟ جس تحدّی اور جلال سے حضرت صاحب نے اپنی تحریر لکھی وہ سوائے تصرّف الٰہی کے ہو نہیں سکتا تھا اور پھر واقعات نے اس پر مُہرِ ثبوت لگا دی۔

## ایک اور تصرّفِ الٰہی

جب حضرت صاحب نے پیشگوئی کی تو حضرت مولٰنا محمد علی صاحب لاہور میں کالج میں پڑھتے تھے اور جماعت احمدیہ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ بعد میں جب شامل ہو گئے تو ابھی نو آموز ۲۵ سالہ نوجوان تھے کہ تصرّفِ الٰہی کا ایک حیرت انگیز کرشمہ ہُوا۔ اُسے مولٰنا کے اپنے الفاظ میں سُنئے :۔

"اس وقت کا جبکہ بڑا ابتدائی زمانہ تھا مَیں ایک واقعہ سناتا ہُوں۔ مَیں نہیں جانتا وہ کس طرح ظہور پذیر ہُوا۔ شاید ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء کا زمانہ تھا۔ مَیں قادیان رہتا تھا۔ غالباً ریویو آف ریلیجنز نکل چکا تھا۔ اس وقت حضرت مسیح موعود نے اس غرض کے لئے کہ جب ہماری تحریریں ان قوموں کے پاس جائیں گی تو یہ لوگ کچھ تصویر دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں ایک فوٹو گرافر منگوایا اور آپ کا فوٹو لیا گیا۔ مجھے یاد نہیں کہ اور بھی کوئی گروپ فوٹو اس وقت لیا گیا یا نہیں۔ اتنا مجھے یاد ہے کہ آپ کے ارشاد سے ایک فوٹو میرا بھی لیا گیا۔

یہ معمولی چیز ہے۔ مگر ایک عجیب بات ہے جسے تصرّفِ الٰہی کہنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ اس فوٹو میں دائیں طرف کسی شخص کا ہاتھ ہے جس میں ایک کتاب ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے "قرآن شریف"۔ یہ کہاں سے آیا؟ اس وقت قرآن شریف کے ترجمہ کا کسی کو خیال نہ تھا۔ حضرت صاحب کے دل میں بات مدّت سے تھی لیکن سامان نہ تھے۔ اور میرے متعلق اس ابتدائی زمانہ میں یہ وہم بھی کسی کو نہ آ سکتا تھا کہ میں قرآن شریف کے ترجمے کروں گا۔ مگر یہ خدائی تصرّف تھا جس سے اس میرے سب سے پہلے فوٹو میں قرآن شریف کا فوٹو بھی آ گیا۔ وہ کون شخص تھا؟ اس نے اس وقت قرآن شریف کیوں ہاتھ میں لیا؟ وہ میرے دائیں بازو کی طرف کس طرح کھڑا ہو گیا کہ یہ حصّہ بھی فوٹو کے اندر آ جائے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" (خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء)

حضرت امیر مرحوم نے تو نہایت محتاط انداز میں اس کا ذکر فرمایا مَیں نے جو اس کا حال سُنا ہے (اغلباً اپنے والد مرحوم سے) وہ یہ تھا کہ فوٹو گرافر ایک سِکھ تھا جسے اغلباً لاہور سے بلایا گیا تھا۔ فوٹو کھینچتے وقت آس پاس کوئی آدمی نہ تھا۔ اور فوٹو کی کاپی ملنے کے بعد بھی کسی نے شروع میں نوٹس نہیں لیا کہ فوٹو کے اندر یہ "قرآن شریف" کی عبارت آ گئی ہے۔ مگر جب پتہ چلا تو باوجود پُوچھ گچھ کے یہ راز نہ کُھلا۔ یہ یقیناً تصرّفِ الٰہی کا ایک کرشمہ تھا جو بعد کے واقعات نے بتلا دیا کہ کیوں دکھایا گیا۔

## ایک اور اشارۂ الٰہی

اگرچہ متذکرہ بالا کرشمۂ الٰہی کے وقت کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ حضرت مولٰنا وہ عظیم الشان خدمتِ قرآن شریف کریں گے۔ جس سے ان کا نام تا قیامت زندہ رہے گا۔ مگر اس سے بہت قبل جبکہ ابھی حضرت مولٰنا شاید سکول کے طالب علم ہوں گے تو اللہ تعالےٰ کے علمِ غیب نے قرآن شریف کے اس تاریخی خادم کا نام بھی بتا دیا تھا۔ براہین احمدیہ حصّہ چہارم صہ ۵۰۳ پر حضرت صاحب نے اپنے ایک نہایت "روشن کشف" کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کا آخری حصّہ حضرت صاحب نے یُوں لکھا ہے:۔

"پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیرِ قرآن ہے جس کو **علی** نے تالیف کیا ہے اب علی وہ تفسیر مجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک"

اب اس وقت کسی کو علم نہ تھا کہ یہ علی کون ہے اور نہ حضرت صاحب نے اس کی نسبت کچھ لکھا۔ یہ تو آپ کی وفات کے بعد ہوا کہ

حضرت مولانا کو انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر کے کام کے لئے چُنا گیا اور آپ نے سات سال کی شب و روز کی محنتِ شاقہ کے بعد اُسے ختم کیا۔ مگر اس کی تمہید میں آپ نے لکھا کہ :—

" اس تفسیر کی بہترین باتیں اس زمانہ کے سب سے بڑے رہنما حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں۔ میں نے سیر ہو کر علم کے اس چشمہ سے پانی پیا ہے جو اس مصلح عظیم۔ مہدی و مجدد صدی چہاردہم و بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے۔"

جو لوگ انگریزی کے طرزِ کلام سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ انگریزی میں محمد علی کو مسٹر علی یا صرف علی کہیں گے اور یہی طرزِ کلام اس پیشگوئی میں اختیار کیا گیا جو حضرت مرزا صاحب نے قریباً ۳۰ یا ۴۰ سال قبل کی۔

## بیان القرآن

انگریزی ترجمۃ القرآن و تفسیر ایسا تاریخی اور شاندار کارنامہ تھا کہ اگر حضرت امیر مرحوم اس پر ہی اکتفا کرتے تو وہ انکے نام کو تاقیامت زندہ و روشن رکھتا۔ مگر آپ کے عشقِ قرآن نے آپ کو آرام نہ لینے دیا۔ ۱۹۱۶ء میں یہ ترجمہ و تفسیر مکمل ہوئے اور ۱۹۱۷ء میں چھپ کر شائع ہوئے مگر چند سال کے بعد ہی یعنی مئی ۱۹۲۱ء سے بیان القرآن کے پہلے پارے شائع ہوئے اور نومبر ۱۹۲۳ء میں اس کی تیسری اور آخری جلد شائع ہوئی۔ یہ دو ہزار صفحات سے اُوپر کی تفسیر و ترجمہ ایک اور عظیم الشان کارنامہ اور شاندار خدمت ہے جس کا سہرا حضرت مولانا مرحوم کے سر پر ہے۔

اُردو ترجمے اور مختصر مگر دقیانوسی تفاسیر تو پہلے بھی تھیں مگر اس اس تفسیر کی ایک نمایاں خصوصیت وہ جامع لغت ہے قرآن پاک کے عربی الفاظ کی جو حضرت مولانا نے اپنے نوٹوں میں تمام مستند لغت کی کتابوں اور تفاسیر سے لے کر اکٹھی کی ہے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے اب قرآن شریف کے کسی طالب علم یا عالم کو لغت اور تفاسیر کی کتابوں کو دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ علاوہ الفاظ کے مختلف معانی کے، آیات قرآنی کی مختلف تفاسیر کو اکٹھا کر دیا گیا۔ اور جس معنے یا تفسیر کو حضرت مولانا نے خود اختیار کیا ہے اس کی وجوہات دی گئی ہیں۔ تمام متنازعہ فیہ مسئلوں پر سیر کُن بحث کی گئی ہے اور مشکل سے مشکل مقامات پر جو کلام الٰہی میں آتے ہیں نہایت جستجو سے ریسرچ کر کے روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً اصحاب کہف کے بیان پر۔

اس دو ہزار سے اُوپر چھپے ہوئے صفحات کے ترجمہ اور تفسیر کے لئے حضرت امیر مرحوم کو اس سے کئی گنا صفحات اپنے قلم سے لکھنے پڑے اور وہ بھی بعض دفعہ تین دفعہ۔ یعنی جو مسودہ مطبع میں گیا وہ تیسرا تھا۔ اس قدر ضخیم مسودات لکھے نہیں جا سکتے تھے سوائے دن رات کی محنت کے۔ پہاڑ پر گرمیوں میں قیام کی فرصت کے، اور اس آسمانی قلم کی مدد کے جو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک کشف کے مطابق آسمان سے مولوی نور علی صاحب کے لئے آئی تھی میں نے یہ نظارہ دیکھا (اس لئے کہ میں سالہا سال حضرت امیر مرحوم کے گھر میں رہا) کہ جب آپ لکھنے لگتے تو آپ کا قلم کشف میں مذکور خرگوش کی طرح زقند لگاتا ہوا دوڑتا تھا۔ مگر ساتھ ہی میں نے یہ بھی نظارہ دیکھا کہ حضرت مرحوم ضخیم عربی کی لغات و تفاسیر میں گھرے بیٹھے ہوتے تھے۔ وہ کتابیں اتنی موٹی اور بھاری تھیں کہ اُٹھانی آسان نہ تھیں۔ اس لئے مختلف ڈیسکوں اور میزوں پر رکھی ہوئی تھیں۔ کبھی ایک کتاب کو اُٹھا کر دیکھتے کبھی دوسری کو پلٹتے۔ ڈلہوزی میں اور قادیان میں ان دنوں بجلی نہ تھی تو "ہریکین" بتّی کو لے کر راتوں کو ایک کتاب سے دوسری کتاب کی باریک تحریروں کو جھک کر پڑھتے تھے۔

غرضیکہ جو اس شخص نے محنتِ شاقہ کی ہے وہ ناممکن تھی اگر قرآن کریم کا عشق دیوانگی کی حد تک آپ کے رگ و ریشہ میں نہ سمایا ہوتا۔

جناب والس محمد صاحب رہنما بلالی مسلمین امریکہ جب لاہور تشریف لائے تو انہوں نے خاص طور پر خواہش کی کہ ہم وہ دفتر دیکھنا چاہتے ہیں جہاں حضرت مولانا مرحوم نے یہ تاریخی کام کئے۔ وہ مسوّدات کے صرف ایک حصّہ کو دیکھ کر حیران ہو گئے کہ وہ سب ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے۔ وہ حیرت سے پوچھنے لگے کہ تم نے ان کو ایک سٹینوگرافر بلکہ زیادہ کیوں نہ دیئے؟ اب ہم کیا کہتے کہ ہمارے ہاں مصنّف کی اور وہ بھی اس پایہ کے مصنّف کی کیا قدر و قیمت ہے۔ والس محمد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اس دفتر کی اور مسوّدات کی رنگین تصویریں اور فلم اتاریں۔ پھر حضرت امیر مرحوم کی قبر پر جا کر فاتحہ دیر تک پڑھی اور پھول چڑھائے۔

حضرت مولانا کی قرآن، حدیث، سیرت، تاریخ اسلامی، دیگر تصانیف اور دیگر مذہبی اُمور پر تصنیفات اور رسالے اور مضامین اور خطبات اور تقاریر اس قدر ہیں کہ ان کا محض سرسری ذکر اس مضمون کو بہت لمبا کر دے گا۔ ان کے علاوہ آپ نے جس طرح بالالتزام درس قرآن لاہور میں اور پہاڑوں پر جہاں بھی وہ گئے اور اکثر رمضان میں پورے قرآن کریم پر درس دیئے، وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں ہیں کہ جو سوائے عشقِ قرآن بلکہ اس پر فدا ہونے کے ممکن نہ تھیں۔ آدھی رات سے تہجد میں لمبی قرأتوں کے بعد صبح کی نماز کی لمبی قرأت اور پھر سارے دن قرآن کی خدمت ایسی بے نظیر مثال ہے کہ وہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔

میں نے خود دیکھا ہے کہ اگر ریل کا سفر ہے اور حضرت مولانا تصنیف کا کام نہیں کر سکتے تھے تو اپنی کیس کھول کر قرآن کریم کو نکالتے اور سفر کے دَوران پڑھتے رہتے جبکہ دوسرے مسافر ناول اور افسانے اور میگزینیں پڑھ کر وقت کو ضائع کر رہے ہوتے تھے۔ جماعت میں ہر سال کوئی نہ کوئی تحریک فرماتے رہتے جس سے قرآن پاک کی خدمت یا مطالعہ یا اشاعت کا کام ہوتا رہے۔

اگر انجمن کی سلور جوبلی یعنی ۲۵ سال پورے ہوتے ۱۹۳۸ء میں تو حضرت مولانا نے تحریک کی کہ جوبلی فنڈ میں ایک لاکھ روپے جمع کر کے قرآن کریم کے تراجم اور ان کی اشاعت کا کام کیا جائے جو کہ افسوس ہے کہ اُس وقت کی ... نے منظور نہ کیا اور اس روپے کو استحکام جماعت کے لئے رکھا۔ استحکام جماعت بھی نہ ہوئی اور قرآن کریم کی اس بیش بہا خدمت کا موقعہ بھی ہاتھ سے گیا۔ اگرچہ اس سال سالانہ جلسہ کے خطبۂ صدارت میں حضرت مولانا نے فرمایا تھا کہ :—

" مسلمانوں کے ہاتھ میں سب سے بڑی دولت خدا کا کلام ہے۔ مگر اس کی طرف ان کی سب سے کم توجّہ ہے انجمن کے تعمیری کام میں سب سے بالاتر خدمت قرآن کا کام ہے۔"

۱۹۴۳ء میں حضرت مولانا مرحوم نے پھر اشاعتِ قرآن کے لئے تحریک "اشاعت قرآن ٹرسٹ" کی شکل میں ان الفاظ میں پیغام صلح مورخہ ۲۲ر ستمبر میں کی :—

" سب سے بڑی تڑپ جو حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھی وہ یہ تھی کہ قرآن کریم کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کر کے غیر مسلموں

تک پہنچایا جائے ۔ اور یہی ہماری جماعت کا سب سے بڑا نصب العین رہا ہے ۔ اور خُدا نے جو توفیق اس چھوٹی سی جماعت کو دی وہ کسی اسلامی حکومت یا کسی جماعت کو نہیں مِلی ۔ مگر اس کام کے لئے ابھی تک ہم نے مستقل بُنیاد کوئی نہیں رکھی ۔ اب ۱۳ر ۱۴ر رمضان کو دُور کے ایک مقام سے ایسی تحریک اُٹھی ہے جس سے اس کام کے مستقل ہو جانے کی قوی اُمید ہے ۔ اور وہ تحریک یہ ہے کہ اشاعت قرآن کے لئے ایک ٹرسٹ بنایا جائے جس کا ایک لاکھ سرمایہ ہو اور اس سے قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کر کے انہیں غیر مسلموں تک پہنچایا جائے ......... ہمارا کام تو قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا ہے ۔ اور اس کا پہنچانا صرف یُوں ہو سکتا ہے کہ دوسری زبانوں میں ترجمے ہو کر اسے لوگوں تک پہنچایا جائے ۔ دِلوں کو فتح کرنا اس کا اپنا کام ہے اور یہ ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ کا اپنا وعدہ ہے ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی ۔ نہ وہ ناکام ہُوا جس پر قرآن اُترا نہ وہ ناکام ہوں گے جو قرآن کو دُنیا میں پہنچائیں گے ۔"

مگر اس تجویز کو جب حضرت مولانا نے جنرل کونسل میں رکھا تو اس نے بجائے علیحدہ ٹرسٹ قائم کرنے کے یہ فیصلہ کیا کہ انجمن میں ہی ایک تراجم قرآن فنڈ ہو جس سے یہ کام لیا جائے ۔ چنانچہ اس سال کے جلسۂ سالانہ پر حضرت امیر کی تحریک پر قریبًا ایک لاکھ روپے نقد اور وعدوں کی شکل میں جمع ہُوئے ۔ اس کام کی ابتداء نہایت صحیح طریق پر ہوئی اور چار زبانوں میں تراجم کا کام بھی شروع ہو گیا مگر کچھ عرصہ کے بعد اس بارہ میں قدم ڈھیلا پڑ گیا اور مالی تنگی آنے پر تراجم قرآن فنڈ کا روپیہ اور صیغوں کو قرض دے دیا گیا ۔ اگر علیحدہ ٹرسٹ کی تجویز جو حضرت مولانا نے کی تھی مان لی جاتی تو یہ انجام نہ ہوتا ۔

اس کے بعد بھی حضرت مولانا مایوس نہیں ہوئے اور قرآن کریم کی تعلیم اور مطالعہ کو جماعت میں منظم طور پر شروع کرنے کے لئے اِدارہ تعلیم القرآن قائم کرنے کی تجویز کی ، مگر وہ بھی پروان نہ چڑھی جس کی وجہ جماعت کے نوجوانوں میں وہ جوش کا نہ ہونا تھا جو حضرت امیر مرحوم کے دِل میں تھا ۔ مگر حضرت مرحوم تحریک کرتے رہے ۔ ایک خُطبہ میں فرمایا :—

" آپ کے ( یعنی حضرت مسیح موعود کے ) کے زبردست اندرونی جذبات کا کوئی حِصّہ کسی نے لیا کوئی کسی نے ۔ میرے مُردہ دِل کو آپ کا جذبۂ تبلیغ زندہ کر گیا ۔ یہ وہی آپ کے اندارِ قلب کی رَگن ہے جو میرے دل پر نشان ڈال گئی ۔ جس نے میرے اندر یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ قرآن کو دُنیا میں پہنچانے کی کوشش کی جائے ۔ یہ میرے دِل کی آرزو ہے ۔ نہیں — یہ میرا جنون ہے ۔"

(خطبہ جمعہ ۔ مؤرخہ ۱۶ر اگست ۱۹۴۶ء)

## مطالعۂ قُرآن

جماعت میں مطالعۂ قرآن کی طرف کم توجہی نہ دیکھ کر ہر جماعت میں درسِ قرآن جاری کرنے بلکہ ہر گھر میں قرآن کریم پڑھائے جانے کی تحریک کرتے ہُوئے آپ نے فرمایا :—

" خود اپنے طور پر قرآن پڑھو اور اس پر غور و فکر کرو

میں چاہتا ہوں کہ قرآن کا پڑھنا ہر ایک احمدی کی زندگی کا لازمی جزو ہو جائے ۔ اپنی اولاد کو قرآن پڑھاؤ ۔ معنی اور مفہوم کے ساتھ ۔ زیادہ نہیں تھوڑا بہت ۔ چند آیات ہی سہی ۔ لیکن اس کو اپنی زندگیوں کا ایک جزو بناؤ ......... میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ میں سے کس کو خدا قرآن کریم کا ایسا مفہوم سمجھا دے جو دُنیا کے لئے مفید ہو ۔ اپنے دِلوں کے اندر وہ تڑپ پیدا کرو جو محمد صلعم کے ساتھ تمہاری نسبت پیدا کر دے ۔ وہ لعلک باخع نفسک کی تڑپ ہے کہ کیا تو اپنی جان کو ان کے پیچھے غم میں ہلاک کر لے گا ۔ جو بھی یہ تڑپ پیدا کرے گا وہ حضرت نبی کریم صلعم سے اپنی نسبت پیدا کر لے گا ۔ اس کے اندر بھی انقلاب پیدا ہو گا اور وہ دنیا کے اندر بھی ایک انقلاب پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا ۔"

نوجوانوں کو خاص طور پر خطاب کرتے ہُوئے فرمایا :—

" علمِ قرآن مسیح موعود کا ورثہ ہے جس کے ساتھ اسلام کا دُنیا میں غلبہ وابستہ ہے ۔ سب علوم حاصل کرو مگر اُنہیں قرآن کریم کا خادم بناؤ ۔ ان چیزوں کو آپ قرآن کا خادم نہیں بنا سکتے جب تک کہ خود قرآن نہ سمجھیں ۔ ان تین باتوں کے بغیر آپ قرآن دنیا میں نہیں پہنچا سکتے :- (۱) خود علم قرآن حاصل کرنا ۔ (۲) دوسرے علوم حاصل کرنا اور انہیں خادمِ قرآن بنانا ، (۳) دوسری زبانیں سیکھنا اور ان میں تعلیمات قرآنی منتقل کر کے دنیا میں پھیلانا ۔"

## دُنیا کی مشکلات کا حل

قرآن کریم کے مطالعہ اور اشاعت پر زور دیتے ہُوئے ایک اور موقعہ پر فرمایا :—

" قرآن کریم کے پڑھنے سے انسان کے دِل میں ایک نُور پیدا ہوتا ہے مگر اس کا انحصار اس توجہ پر ہے جس سے انسان اس خُدا کے کلام کو پڑھتا ہے ......... ، قرآن کریم کے بے بہا عُلوم کے خزانے قیامت تک جاری رہیں گے ۔ یہ ایسا سمندر ہے جس کا دروازہ کسی انسان کے لئے بند نہیں مگر اس کے اندر سے قیمتی اشیاء کو حاصل کرنے کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم کس قدر جدّ و جہد ان کے حصُول کے لئے کرتے ہیں ۔

مَیں اپنے احباب کو یہ نصیحت کرتا ہُوں کہ دُنیا کی مُشکلات کا حل قرآن کریم سے کرنے کی کوشش کریں ۔ ان مُشکلات پر غور کرو ۔ پھر قرآن کریم پر غور کرو ۔ بطور اُصول اس بات کو مدِّ نظر رکھو کہ دُنیا کی مشکلات کا حل خُدا پر ایمان میں ہے ۔ اور خُدا پر ایمان جس قدر قرآن کریم سے پیدا ہوتا ہے ۔ اور کسی چیز سے پیدا نہیں ہوتا ۔"

قرآن کریم کا صحیح عِلم اس وقت خصُوصیت سے آپ کی جماعت پر کھولا گیا ہے اور یہ برکت در حقیقت اس وجود کی ہے جس کے قدموں میں بیٹھ کر یہ قرآن کا عِلم ہمیں حاصل ہوا ۔ اس نے ہمیں صحیح راستہ پر ڈالا ......... آپ لوگ قرآن کو پڑھیں ۔ سوچ کر اور غور سے پڑھیں ۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس کو عِلم دے دے جس سے

مخلوق کو فائدہ پہنچے ........ دوسرا کام قرآن کریم کو پہنچانا ہے جس میں تم سے ہر ایک چھوٹا ہو یا بڑا ہو شامل ہو سکتا ہے ۔ کام جو چاہو کرو مگر زندگی کی غرض یہی ٹھہراؤ ۔"

## ایک تڑپ

**وفات** سے قریباً ایک سال پہلے خطبہ جمعہ مؤرخہ ۵/۱-۱ میں فرمایا:-

" میں آپ سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں ۔ وہ ہے دلوں کی تڑپ ۔ اشاعتِ قرآن کے لئے ایک تڑپ اپنے دلوں میں پیدا کیجئے ۔ خدا کے آگے گریئے اور گڑگڑائیے کہ اے خدا یہ تیرا پاک کلام جس میں ایک بیش قیمت خزانہ ہے یہ کیوں آج بے کسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے ۔ تو اپنے فضل سے اس کی اشاعت کے لئے کوئی اسباب پیدا کر دے اور ہمارے قلوب میں اس خدمت کے لئے ایک تڑپ پیدا کر دے ۔

ایک ایک آدمی آپ میں سے اُٹھے اور خدا کے آگے روئے ۔ اگر رات کو گرم بستر نہیں چھوڑ سکتے تو دن ہی کو کسی وقت خدا کے حضور تنہائی میں گر جائیے اور دُعائیں کیجئے کہ آخر ہم قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے سے عاجز کیوں آ گئے ہیں ۔ ہم نے **امامِ زماں** سے ایک عہد اور اقرار کیا تھا پھر کیوں ہم میں اس کو پورا کرنے کے لئے طاقت و قوت نہیں رہی ۔"

## بسترِ مرگ سے التجا

" اس حالت میں کہ میں بسترِ مرگ پر ایک مُشتِ استخوان کی طرح پڑا ہوا ہوں اور ابھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور کس قدر مہلت دے گا ، میں آپ لوگوں سے ، اپنی جماعت کے عزیزوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ قرآن کریم کو دُنیا میں پہنچانے کے لئے اپنے دلوں میں دیوانگی اور تڑپ پیدا کرو ۔ وہ دیوانگی اور تڑپ جو دُنیا کو بھی نظر آ جائے ....... میرے پیارو یاد رکھو کہ دُنیا کی زندگی جس کی کشش نے آپ کو خدا کے اس نور سے غافل کر رکھا ہے محض ایک خواب ہے ۔ یاد رکھو یہ خدا کا وعدہ ہے پورا ہو کر رہے گا ۔ میں نے چالیس دن بڑی شدت کے گذارے ہیں جو عمر بھر نہیں گذارے (ناقل عرض کرتا ہے کہ میں خود دیکھتا تھا کیونکہ حضرت مرحوم میرے گھر پر کراچی میں قیام فرما تھے کہ یہ چالیس دن سخت درد اور کرب کے تھے جس کی وجہ ڈاکٹروں کو سمجھ نہ آتی تھی نہ کسی دوا سے فائدہ ہوتا تھا ۔ جس دن چالیس روز ختم ہوئے تو تمام تکلیفیں خود بخود ہٹ گئیں مگر اس تمام عرصہ میں میں یہ بھی دُعا کرتا رہا ہوں کہ اے خدا اگر تیرے علم میں میرا وقت آ چکا ہے تو میری جماعت کے اندر ایک زبردست قوت پیدا کر دے اور اپنے دین کے لئے کوئی جنون پیدا کر دے تاکہ میرے بعد تیرے اس کام کو نقصان نہ پہنچے ۔"

## آخری وصیت

ایک دن علی الصبح جو ڈاکٹر علاج کر رہا تھا وہ دیکھ کر فارغ ہوا تو مجھے علیحدہ لے جا کر کہنے لگا یہ آج کسی وقت فوت ہو جائیں گے ۔ اس لئے آج آپ دفتر نہ جائیں ۔ چنانچہ میں نہ گیا ۔ بار بار جا کر مولانا کو دیکھتا تھا تو حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی ۔ کمزوری سخت بڑھ رہی تھی ۔ آنکھیں بند تھیں ۔ جسم ٹھنڈا برف کی طرح ہو گیا تھا نبض کا پتہ نہ چلتا تھا ۔ میں یہ حالت دیکھکر زیادہ برداشت نہ کر سکا اور اپنے کمرہ میں جا کر اپنی توجہ ہٹانے کے لئے کتاب پڑھنے کی کوشش میں لگ گیا ۔ تھوڑی دیر میں میری بڑی ہمشیرہ کی (جو حضرت کی بہوی تھیں) آواز آئی " نصیر احمد تمہیں بلا رہے ہیں " ۔ میں دوڑا گیا تو حضرت کی آنکھیں بند تھیں ۔ حالت وہی تھی کہ آخری لمحات معلوم دیتے تھے ۔ میری بڑی بہن نے زور سے کہا " نصیر احمد آ گئے ہیں " تو حضرت مولانا کے ہونٹ ذرہ سے ہلے ۔ مگر آواز اس قدر خفیف تھی بلکہ نہ ہونے کے برابر تھی کہ میں اپنے کان قریب لے گیا پھر بھی نہ سمجھ پڑا تو اس قدر قریب لے گیا کہ میرے کان تقریباً حضرت کے ہونٹوں کو چھونے لگے تو سمجھ آیا کہ آپ فرما رہے تھے :-

### " ہمارا کام ہے قرآن کو دُنیا میں پہنچا دینا ۔
### آگے قرآن اپنا کام خود کرے گا ۔"

یہ اس انسان کے الفاظ تھے جس کے آگے موت کھڑی تھی ۔ ان میں کسی تکلف کسی تصنع کی گنجائش نہ تھی ۔ یہ اس کے دل کی اس کی رُوح کی گہرائیوں کی آواز تھی ۔

**دوستو** بلکہ بالفاظ امیر مرحوم " میرے عزیزو " " میرے پیارو " اگر اس **محمد علی** نمبر کو نکالنے کا کوئی فائدہ ہے تو اپنے امیر مرحوم کی آخری نصیحت کو پلے باندھو اور اُنہی کے الفاظ میں قرآن کو خود روزانہ ترجمہ سے سمجھ کر پڑھو اس پر غور کرنے کی عادت ڈالو اپنے بیوی بچوں کو خود پڑھاؤ ۔ درس کا انتظام مقامی طور پر کرو ۔ اپنی زندگیوں میں قرآن کریم کو پڑھنے اور پڑھانے کا وقت نکالو ۔ یہ کہنا کہ وقت نہیں ملتا عذر ہے ورنہ انسان جسے ضروری سمجھتا ہے اس کے لئے وقت نکالتا ہی ہے ۔

دُنیا کے دھندے اور جھگڑے جن میں شیطان ، ہمیں غافل رکھتا ہے عاقبت اور آخرت کی فکر نہیں کرنے دیتے ۔ بقول حضرت مسیح موعود

اے بے خبر بخدمتِ قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

**قرآن** کریم کو دنیا میں پہنچانے کے کام کو اپنی آنکھوں کے آگے ہر وقت رکھو ۔ یہی آپ کا کام ہے جو حضرت مسیح موعود نے اور آپ کے بعد اس جماعت کے بانی **حضرت امیر** مرحوم نے آپ کے سپرد کیا ہے ۔

## سانحۂ ارتحال

——— مولوی شفقت رسول خان صاحب کارکن دفتر انجمن کے نو عمر بیٹے محمد اکمل کے چھت پر سے اچانک گر جانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا ہے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اس دلدوز سانحہ کے غم میں ادارہ مولوی صاحب موصوف کو اظہار تعزیت کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس شہید مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ مرحوم کا جنازہ بعد نماز جمعہ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ نے پڑھایا اور دار السلام کے قبرستان میں اس کے جسدِ خاکی کو سپردِ خاک کیا گیا ۔ احباب

# ناقابلِ فراموش ہستی

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ

(سورۃ النحل - ۱۲۸)

ترجمہ: بلاشک اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو احسان کرتے ہیں۔

## از حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ

میں ایک زمانہ دراز سے جانتا تھا کہ ہزاروں دیگر انسانوں کی طرح مجھے حضرت سے گہری محبت اور غیر معمولی عقیدت ہے لیکن اس کی شدت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوا جب اس محسنِ عظیم کی رحلت کی خبر مجھے ایک دور دراز وطن میں ملی۔ مجھ پر اس وحشتناک خبر سے کیا گذری میں بیان نہیں کر سکتا۔ کسی دوسرے انسان کی جدائی اسقدر شاق نہ گذری۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کی وفات سے ہماری جماعت تو یتیم ہو چکی تھی لیکن اس نقصان عظیم کا اثر صرف ہم تک محدود نہیں اور نہ صرف دنیائے اسلام کے لئے بے شمار تھا۔ بلکہ اس کا اثر عالمگیر نوعیت رکھتا تھا۔ اور اس کی تلافی کی بظاہر کوئی صورت موجود نہیں۔ میں نے اپنی جماعت کے متعلق یتیم کا لفظ استعمال کرتے وقت ان تمام باتوں پر ... کو دوڑا لیا تھا اور ان تمام نتائج کو اپنی آنکھوں میں پھرتے دیکھا تھا جو یتیمی کا لازمہ ہوتے ہیں اور اس حالت کے ساتھ انہیں ایک مزید نسبت ہوتی ہے۔ افسوس وہ شخص دنیا سے اٹھ گیا جس کا وجود دنیا بھر میں ہمارے لئے باعث صد افتخار تھا۔

ایسے انسان زمانوں کے بعد آتے ہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد ان کی جگہ خالی کی خالی رہ جاتی ہے۔ اور ان کی موت کا صدمہ دُور دُور تک محسوس کیا جاتا ہے۔ مجھے اس کا اندازہ ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہوا۔ سناک ہالم میں ایک نہایت قابل اور علم دوست سویڈ کرنل تھے۔ انہوں نے حضرت امیر کی کتابیں پڑھی تھیں، اور انگریزی تفسیر قرآن بھی ان کے پاس تھی۔ اُن سے جب میں نے آپ کی وفات کا ذکر کیا تو ان کے ہاتھ میں کھانے کی کچھ چیز تھی۔ ایسا نظر آیا کہ گویا وہ ان کے ہاتھ سے گر پڑی ہے اور ان پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ ان کے چہرے سے ان کے دلی جذبات کا اندازہ ہو رہا تھا۔ پھر وہ شخص اٹھا اور جلدی سے اسلامک ریویو کا پرچہ لے آیا۔ جس میں حضرت امیر کی تصویر تھی اور ان کے متعلق باتیں کرتا رہا۔ اور بہت متاسف ہوا۔ ایسے ہزاروں لوگ دنیا میں تھے جو اس صدمہ میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ اپنی بلند پایہ تصانیف کی وجہ سے حضرت مولانا محمد علی کا نام اکناف عالم میں متعارف ہے۔ اور ان پاکیزہ کارناموں کی وجہ سے ابھی یہ نام دن بدن زیادہ شہرت حاصل کرتا رہے گا۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام، اسلام میں ان کی تاریخی حیثیت یا ان کے علمی کارناموں کے متعلق کچھ لکھنے کا میں اس قدر ارادہ نہیں رکھتا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کسی زمانہ میں اخبار پیغام صلح میں ایک قیمتی سلسلۂ مضامین اس موضوع پر شائع فرمایا تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے حوالے پیش کئے تھے۔ جو ہمارے لئے ... کا موجب ہوتے تھے اور کتابی شکل میں ان مضامین کا یکجا ... کر دینا مناسب ہی ہوگا۔

میں یہاں صرف چند چھوٹے متفرق واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں، جو ذاتی طور پر میرے مشاہدہ اور تجربہ میں آئے۔ کیونکہ ان میں اس رجلِ عظیم کی زندگی کی ایک جھلک نظر آتی ہے:۔

میں قادیان سکول میں پڑھتا تھا۔ میری عمر ۱۴-۱۵ سال کی تھی۔ مجھے اس قدر یاد ہے کہ اس مسجد نور میں جہاں ہم طلباء بھی شریک نماز ہوتے تھے۔ ایک شخص مجسمہ انکسار خاموشی سے اوقات نماز میں آتا۔ نہایت توجہ اور خضوع و خشوع سے نماز ادا کرتا اور چپ چاپ واپس چلا جاتا۔ جلسہ سالانہ آیا تو اس خاموش شخص کو میں نے تقریر کرتے اور چندہ کی اپیل کرتے ہوئے سنا۔ کس قدر قوت و شوکت ان کے الفاظ میں تھی اور کس قدر حکیمانہ انداز میں اس نے لوگوں کو خطاب کیا اور اس وقت بھرے مجمع نے کس محبت اور عاجزی سے اس آواز کو سُنا۔ اور اپنی جھکی ہوئی گردنوں کے ساتھ اس پر لبیک کہا۔ ایسے نظارے بعد میں کئی بار دیکھنے ... نصیب ہوئے لیکن اس زمانہ کے اس پہلے واقعہ کا ایک خاص اثر میرے دل پر رہ گیا۔

حضرت مولانا نورالدینؒ کی وفات کے موقعہ پر بھی مجھے اس شخص کی قوت ایمانی کو بچشم خود دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اپنے مٹھی بھر صاحب ایمان ساتھیوں کے ساتھ اس کا اس وقت کا اقدام تاریخ اسلام میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

"مولوی محمد علی صاحب کو حضرت اقدسؑ نے بلا کر فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں یورپ و امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے لئے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جائے۔ اور یہ **آپ کا کام ہے** آج کل ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا۔ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں۔

ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھایا جائے جو اللہ تعالےٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے اور وہ امتیازی باتیں جو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں وہ اُن پر ظاہر کرنی چاہئیں۔" (بدر ۲۱ رفروری ۱۹۰۷ء)

---

۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۷ء موسم گرما میں آپ ایبٹ آباد جاتے رہے۔ اس ... میں بہت قریب سے انہیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جس کے نتیجہ میں میری عقیدت بتدریج ایک محبت میں بدلتی گئی، جو بڑھتی رہی اور کبھی کم نہ ہوئی، یہاں تک کہ خونی رشتوں سے بھی بڑھ گئی۔ بخدا میں نے اس دنیا میں حضرت امیر مرحوم سے بڑھ کر کسی کو باوفا دوست نہیں پایا۔

میں جب لاہور میں تعلیم پاتا تھا تو اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ مجھے بہت جلدی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے اور اس کے ضائع ہونے سے نہ صرف ان کو کسی قدر ذہنی کوفت ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ ایک بھاری قومی نقصان بھی ہے۔ اس لئے میں احتیاط کو ملحوظ رکھتا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ میری اس احتیاط سے آپ بہت خوش تھے اور اس کی قدر فرماتے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے کام کرنے کی آپ کو بڑی استعداد بخشی تھی، اور کام بھی آپ اس محنت سے کرتے تھے کہ اپنی صحت تک کا خیال نہ رکھتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بغیر ایسے انہماک اور محنتِ شاقہ کے وہ عظیم الشان تصانیف جو آپ نے دنیائے اسلام کے عموماً اور ہمارے لئے خصوصاً بطور ترکہ چھوڑی ہیں، ہرگز ممکن نہ ہو سکتا تھا۔ ایک مرتبہ موسم گرما میں کہ دن بہت لمبے ہوتے ہیں۔ ایبٹ آباد میں نماز فجر کے بعد جو میز پر بیٹھے ... ہو گئی اور جب نماز کے لئے باہر آنے لگے تو دروازہ میں غش کھا کر گر گئے۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم بھی وہیں موجود تھے۔ دوستوں نے آپ سے کہا کہ اس قدر کام آپ نہ کریں، جس سے زندگی خطرہ میں پڑ جائے لیکن آپ نے ایسے مشورہ پر کبھی بھی خاص توجہ نہ دی اور اپنی مصروفیت میں کچھ کمی نہ فرمائی۔

سوائے شدید معذوری کے آپ نے بیماری کی حالت میں بھی کبھی کام بند نہ کیا۔ بہت سے جواہر ریزے جو آپ کے آسمانی قلم نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے کشف میں ان کو عطا ہوا تھا، آپ کو مرحمت فرمایا صفحۂ قرطاس پر بکھیرے وہ ایسی ہی بیماری اور کمزور صحت کی یادگار ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اس کشف کے متعلق اکثر احباب جانتے ہیں۔ حضرت محمد علی صاحب مرحوم کے ہاتھ میں وہی قلم تھا جو کشف میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے ان کے مرشد سلطان القلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے ... تو نہیں منگوایا، مولوی محمد علی نے منگوایا ہوگا انہیں دے دیں۔ اور یہی وہ قلم تھا جس کے ذریعہ حضرت مسیح موعود کا یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام اور انگریزی میں عمدہ عمدہ تفسیر کے متعلق خواب پورا ہوتا ہوا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دیکھ رہے ہیں۔

اس سے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک زندہ نشان قائم ہوا دوسری طرف حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت صاحب کے حقیقی جانشین اور آپ ... میں داخل ہونے کے متعلق ایک ایسی دلیل قائم ہو گئی جس کا انکار ممکن نہیں کیونکہ اس

حضرت صاحب کا وہ فرمودہ پورا ہوا کہ :-

"یہ کام صرف مجھ سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے - اور مجھ میں داخل ہے۔"

افسوس کہ صاحبِ قلم کے ساتھ وہ قلم بھی دنیا سے اُٹھ گیا اور یہی ہماری بدنصیبی اور محرومی کا سب سے زیادہ ناگوار پہلو ہے - اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا و اخلف لنا خیراً منھا۔

میں ابھی میڈیکل کالج کا طالب علم تھا اور بیمار ہونے کی وجہ سے رخصت پر تھا اور اپنے وطن میں ایک پہاڑ پر رہتا تھا۔ مجھے حضرت باقاعدہ خط لکھتے رہتے تھے - اور ان کے خطوط اور دعاؤں سے مجھے بہت تسلی ملتی تھی - ایک مرتبہ مجھے لکھا کہ فلاں قسم کے ٹیکوں سے جو ڈلہوزی کے سول سرجن نے ایک اور عزیز کو لگائے ہیں، انہیں پورا فائدہ پہنچا ہے - تم بھی وہ ٹیکے ضرور لگواؤ -

ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے ان ٹیکوں کا ایک بکس مجھے بذریعہ ڈاک لاہور سے بھیج دیا - میں نے مرزا صاحب کو شکریہ کا خط لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ حضرت امیر کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کیونکہ انہوں نے ہی ٹیکے بھیجنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اس کی قیمت بھی ادا کر دی ہے - قدرتی طور پر ان باتوں کا اثر میرے دل سے کبھی نہیں مٹ سکتا - اب ایسے لوگ کہاں ہیں -

۲۳-۱۹۲۲ء کا واقعہ ہے کہ میڈیکل کالج ہوسٹل میں اذان کے مسئلہ پر جو کہ ایک غیر از جماعت طالب علم دیا کرتے تھے، ہندو طلباء کے ساتھ کچھ جھگڑا پیش آگیا - غیر مسلموں نے شکایت کی تو انگریز پرنسپل نے اذان بند کرنے کا حکم دے دیا - جو لوگ اذان دیا کرتے تھے اُنہوں نے کچھ کمزوری کا اظہار کیا - میں نے مشورہ دیا کہ حضرت امیر سے اس کے متعلق فتویٰ حاصل کرنا چاہیئے تاکہ مسئلہ کا دینی اور مذہبی پہلو واضح ہو جائے

اس وقت جماعتِ لاہور کے متعلق عام مسلمانوں میں خصوصاً لکھے پڑھے طبقہ میں کوئی تعصب نہ تھا - چنانچہ ہم چند طالب علم نمازِ مغرب کے بعد حضرت ممدوح کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ملے اور آپ کی خدمت میں مدعا پیش کیا - آپ نے بڑے زور سے فرمایا اذان کیسے بند ہو سکتی ہے اور اذان کے خلاف مسلمان کسی کا حکم کیسے مان سکتا ہے - اگر آپ لوگوں نے ایسی معمولی بات پر کمزوری دکھائی تو پھر اسلام کے لئے آپ سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے - دراصل ایسی ہی باتوں سے انسان کا کیرکٹر بنتا ہے، اور پھر تسلی دی، اور ہر طرح کی امداد کا وعدہ فرمایا - اس واقعہ کا ان طلباء پر بڑا اثر ہوا - جب ہم نے مضبوطی دکھائی تو ہمیں فتح بھی حاصل ہو گئی اور باقاعدہ اذان و نماز ہوسٹل میں جاری ہو گئی -

ڈاکٹری کے امتحان کے آخری ایک پرچہ میں میرا ایک ساتھی اور میں چند منٹ دیر سے پہنچے یونیورسٹی کے رجسٹرار کے غیر ہمدردانہ اور متعصبانہ رویہ سے ہمیں کافی پریشانی لاحق ہو گئی تھی اور ایک تعلیمی سال ضائع ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا - ہم حضرت امیر کے پاس حاضر ہوئے کہ ہم دنیا میں اپنی ہر مشکل میں انہیں ہی غمخوار اور قوت کا مرکز یقین کرتے ہیں تو آپ نے ایک خط حضرت مرزا یعقوب صاحب مرحوم کے لئے دیا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا تھا اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ - حضرت مرزا صاحب پر اس آیت کریمہ کا کچھ ایسا اثر ہوا، کہ کام چھوڑ کر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی موٹر میں بٹھا کر ہمیں پہلے سنڈیکیٹ کے ایک رکن کے پاس گئے جو مسلم عمائدین میں بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے - اُن سے مایوس کن جواب سُن کر ڈاکٹر صاحب موصوف کو بہت صدمہ ہوا وہ پھر میڈیکل کالج کے انگریز پرنسپل کی کوٹھی پر پہنچے جو یونیورسٹی کی میڈیکل فیکلٹی کے ڈین بھی تھے - انہوں نے ہماری امداد کی پوری کوشش کی - اور اللہ تعالیٰ نے ہماری مشکل آسان کر دی -

جزاھما اللّٰہ عنا احسن الجزاء
و جعل اللّٰہ الجنۃ مثواھما -

حضرت امیر مرحوم حاجت مندوں اور دوستوں کی سفارش کرتے ہیں ذرا بھر بھی تساہل نہ فرماتے تھے - ان کی شخصیت کے اثر کے علاوہ ان کے سفارشی خطوط میں اس قدر سچی ہمدردی، گہری دلچسپی اور تائید کا رنگ ہوتا تھا کہ صاحب غرض کا کام اکثر بن ہی جایا کرتا تھا - مجھے بھی آپ کے چند ایسے خطوط پانے کا شرف حاصل رہا ہے -

چند مرتبہ مجھے حضرت امیر مرحوم کے ہاں بطور مہمان ٹھہرنے کا بھی موقعہ ملا - پہلی مرتبہ تو آپ کی خاص تاکید کی وجہ سے میں آپ کے ہاں ٹھہرا تھا - لیکن جب میں نے دیکھا کہ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا اس طرح ایک غیر معمولی موقعہ نصیب ہو جاتا ہے - تو میں نے اپنے آپ کو مجبور پایا اور اپنے آپ کو اس دولتِ نایاب سے محروم رکھنا گوارا نہ سمجھا - پھر میں نے ان سے ایک مرتبہ خود عرض کر دیا کہ اب لاہور میں آکر آپ سے دور رہنا برداشت نہیں کر سکتا تو وہ بہت خوش ہوئے - میزبان کی زندگی کے مطالعہ کا مہمان کے لئے ایک اچھا موقعہ ہوتا ہے - اس مطالعہ میں بھی میں نے حضرت امیر مرحوم کو ایک بےنظیر انسان پایا -

گھر میں بھی ان کی زندگی بے تکلف، لیکن نہایت منظم تھی - ایسا نظر آتا تھا کہ اس زندگی کا ہر لمحہ ایک خاص معیار پر تُلا ہوا ہے - ہر کام کے لئے آپ کا وقت مقرر تھا اور آپ کا ہر وقت ایک کام کے لئے معین تھا - کھانے کی میز پر اور نماز کے لئے مسجد میں آتے جاتے آپ کے ساتھ گفتگو کا موقع مل جاتا تھا - آپ کی طبیعت کی شگفتگی اور آپ کے سنجیدہ اور پُرلطف مذاق کا ایسے اوقات میں اندازہ ہوتا تھا - دوستوں کی مجلس میں بے تکلفی سے بیٹھے اور بعض پاکیزہ ظرافت کی باتیں بھی کرتے تھے، مسجد میں کرنل بشیر حسین شاہ صاحب مرحوم سے ایسی بے تکلف باتیں کرتے میں نے انہیں سُنا، تو پرانے دوستوں کی اولاد سے آپ کی محبت کی گہرائی کا کچھ اندازہ ہوا -

ایک مرتبہ نمازِ فجر میں مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر آگے مُصلّٰی پر کھڑا کر دیا - میں شرم سے پانی پانی ہو گیا اور ہر چند انکار کیا، لیکن آپ کے حکم کے سامنے کچھ پیش نہ گئی - نماز کے بعد مکان کو آتے ہوئے کچھ اور دوست بھی ساتھ تھے - قرآن خوانی کے متعلق بات چل پڑی، تو فرمانے لگے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بہت اچھا قرآن پڑھا کرتے تھے - قادیان میں جب صبح کی نماز پڑھاتے، تو ایک بوڑھی عورت جس کا گھر مسجد کے قریب تھا، اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر ان کا قرآن پڑھنا سُنا کرتی تھی - جب وہ فوت ہو گئے تو حضرت مولانا نورالدین صاحب نماز پڑھانے لگے تو اس عورت نے کسی سے شکایت کی کہ یہ کون اب نماز پڑھاتا ہے - "ایہہ تو غلطاں مار دا اے" -

یہ واقعہ سُنا کر آپ خوب ہنسے اور اپنے متعلق فرمانے لگے کہ ہم بھی تو غلطاں مارتے ہیں - دوستوں سے بھی جب ظرافت کی بات سُنتے تو کھِل کھلا کر ہنستے تھے - لیکن میں نے آپ کے منہ سے کسی کی بدگوئی یا غیبت، عیب جوئی، اور کوئی بناوٹ یا ساز باز کی کوئی بات کبھی نہیں سُنی تھی - مخالفین کا ذکر کبھی کبھی آتا، تو ہمیشہ عزت و احترام سے نام لیتے - جیسے ایک بلند پایہ متقی مومن کی شان ہوتی ہے -

آپ کی زندگی ہر قسم کے تصنع اور تملق سے پاک تھی - اسی لئے بعض سطحی خیال رکھنے والے لوگوں کو یا تھوڑی واقفیت رکھنے والوں کو اور خصوصاً ایسے لوگوں کو جو تکلف کو پسند کرتے اور تملق کی باتوں سے خوش ہونے کے عادی ہوتے ہیں آپ کی طبیعت کا صحیح اندازہ کرنے میں غلطی لگ جانے کا امکان ہوتا تھا -

رات کے آخری حصہ میں جو غالباً دو بجے کے قریب وقت ہوتا ہوگا، آپ کے کمرہ سے ایک دھیمی پُرترنم اور پُرسوز آواز شروع ہوتی تھی، جس کے اثر سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سب فضاء پُرکیف اور پُرنور ہو گئی ہے - طویل قراءت میں وقفہ وقفہ سے کچھ درد بھری آوازیں بھی آنے لگتیں - جن سے دعاؤں کے مستجاب کا پتہ چلتا تھا - ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا تھا، حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر کی تفسیر تھی :-

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

ہماری یہ بدنصیبی کہ ہم ان دعاؤں سے محروم ہو گئے ہیں -

میں نے ایک مرتبہ اپنی ایک بیماری میں دعا کی درخواست کی تو آپ نے مجھے لکھا کہ تمہاری صحت کے لئے دعا کرنا تو اب میرے لئے ایک وِرد ہو گیا ہے - پھر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ میں سجدہ میں دعا کر رہا تھا تو بے ساختہ میرے منہ سے الفاظ یوں نکل گئے "اللہ میرے بیٹے سعید کو شفا بخش" میں نے عرض کیا میں تو اپنے آپ کو ہمیشہ آپ کا بچہ ہی سمجھتا تھا، اچھا ہوا کہ اللہ میاں نے اپنے الہام سے اس پر مُہرِ تصدیق ثبت فرما دی - مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی، میں اسے اپنی زندگی کی بہت بڑی قیمتی دولت سمجھتا ہوں کہ آپ کو میرے ساتھ اس قدر محبت تھی -

میں ۱۹۵۰ء کے وسط ستمبر میں پاکستان سے باہر جا رہا تھا - جس روز مجھے جانا تھا، کراچی کے ہوائی اڈہ پر پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد حضرت امیر بھی محترم میاں نصیر احمد صاحب

فاروقی کو ہمراہ لئے ہوئے تشریف لائے ۔ جہاز کی روانگی میں دیر تھی ۔ قریباً دو گھنٹے بیٹھے رہے ۔ اور بھی کئی لوگ وہاں آ گئے تھے ۔ قرآن کریم اور اسلام کے متعلق گفتگو فرماتے رہے ۔ مجھ سے فرمایا کہ مکہ میں جو پہلی مرتبہ قرآن کریم طبع ہوا ہے اس کا ایک نسخہ لیتے آنا ۔ میں سفر میں ہی تھا کہ ان کی شدید بیماری کی اطلاع ملی ۔ لیکن جب میں واپس آیا تو آپ رو بصحت تھے ۔

۱۹۵۱ء میں دوبارہ مجھے انہی ایام میں وطن سے باہر یورپ جانے کا اتفاق ہوا ۔ اور کراچی میں آپ سے ایسی حالت میں ملاقات ہوئی جب آپ بظاہر مرض کے دوسرے شدید حملے سے اچھے ہو رہے تھے ، اور یہ خیال نہ تھا اور نہ ہی دل اس بات کو قبول کرتا تھا کہ میری آپ سے یہ آخری ملاقات ہوگی ۔ ۱۳ ستمبر کو قبل از دوپہر جب میں آپ کی خدمت میں الوداعی ملاقات کے لئے حاضر ہوا ، تو آپ کرسی پر تشریف رکھے خط پڑھ رہے تھے ۔ مجھے کھانے کے لئے انگور دیئے اور کچھ گفتگو کے بعد مجھے ایک سیٹ کتابوں کا ہمراہ لے جانے اور کسی لائبریری میں پیش کرنے کا ارشاد فرمایا ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اور دوسری لائبریریوں کے پتے اگر میں لکھوں گا تو وہ کتب بھجوا دیں گے اس ملاقات میں جو گفتگو ہوئی وہ آپ کی اسی دلی تڑپ اور زندگی کے اس مقصد وحید کے ساتھ تعلق رکھتی تھی کہ کسی طرح سے اکناف عالم میں قرآن کریم کے تراجم اور اسلام کا پیغام جلد سے جلد پہنچ جائے ۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ صحت کی ایسی حالت میں بھی صرف ایک ہی غم ہے جو ان کے دل کو کھا رہا ہے کہ یہ کام کہیں ادھورا نہ رہ جائے ۔ جب میں نے رخصت چاہی تو آپ کرسی سے اٹھنے لگے ۔ میں نے ہر چند روکا ، مگر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو ۔ بیٹھے بیٹھے میں آپ کو کیسے رخصت کر دوں ۔ پھر مجھ سے بغلگیر ہوئے اور حقیقت میں یہ آخری ملاقات ہی ثابت ہوئی ۔ کہ ٹھیک اس کے ایک ماہ بعد وہ ہم سب سے ہی رخصت ہو گئے ۔ آپ کا وجود خاکی تو ہم سب سے ہمیشہ کے لئے مستور ہو گیا لیکن آپ کا کام زندہ رہے گا اور آپ کی بلند پایہ تصانیف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک چشمۂ فیض کی حیثیت سے باقی رہیں گی جن سے ہزارہا بندگان خدا اور متلاشیان حق اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے ۔

اس مبارک انسان کے ہم پر بہت احسانات ہیں ۔ لیکن میرے نزدیک ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی محنت شاقہ اور عرق ریزی کی بدولت ہم نے جو عجمی اور امی تھے ۔ قرآن کریم کے مغز کو پایا ۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کی تفسیر کو عملی رنگ میں دیکھا اور علم دین جو صدیوں سے صرف طبقۂ علماء کی حدود و ملک میں محدود تھا ، اس کا حصول ہر پڑھے لکھے آدمی کی حد استطاعت میں لا کر رکھ دیا گیا ۔ یہ ایسا فیض ہے جو کبھی بھی بند نہ ہوگا ۔ اور آنے والی نسلیں محمد علی کا نام ابد تک عزت و احترام کے ساتھ یاد کریں گی اور اس کی روح پر برکتیں بھیجیں گی ۔ ہم اپنے ماں باپ کو تو بھول سکتے ہیں ، لیکن ہماری ہر صبح اور ہماری ہر شب جب ہم اس کی تفسیر یا اس کی کوئی کتاب ہاتھ میں لیتے ہیں اس کی یاد ہمارے سینوں میں تازہ ہو جاتی ہے ۔ اور زبان سے بے ساختہ اپنے اس بڑے محسن کے لئے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی روح پر فتوح پر ہزاروں کروڑوں بلکہ بے حد و حساب رحمتیں نازل فرمائے ۔ آمین یا رب العالمین ۔

## قارئین کرام توجہ فرمائیں

پیغام صلح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ترجمان ہے ، اور انجمن کی تاریخ میں اس کا ایک مقام ہے ۔ ادارہ پیغام صلح کی نئی انتظامیہ اس جماعتی ہفت روزہ کو صوری اور معنوی طور پر زیادہ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنانے میں کوشاں ہے اس کی کتابت و طباعت کی طرف اب خصوصی توجہ دی جا رہی ہے ۔ انتظامیہ اس کوشش میں ہے کہ یہ ہفت روزہ باقاعدگی سے شائع ہو اور بلا توقف قارئین حضرات کی خدمت میں پہنچے ۔ چنانچہ بہتر کاغذ کی فراہمی ، مضامین کا بہتر انتخاب اور اشاعت و تقسیم کا مؤثر انتظام ہمارے پیش نظر ہے ۔

انتظامیہ قارئین حضرات سے ملتمس ہے کہ اپنے اس جماعتی ہفت روزہ کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ہمیں تجاویز ارسال فرمائیں ۔ اہل قلم حضرات اپنے رشحات قلم سے ہفت روزہ معاونت فرمائیں ۔ جماعتیں ہر شہر میں پرچہ کی فراہمی کا انتظام کیا جائے تاکہ دعوت و تحریک اور تبلیغ دین اسلام اور جماعتی احوال کے متعلق احباب کو تازہ بتازہ معلومات حاصل ہوتی رہیں ۔



## جن احباب کو

یہ ہفت روزہ نہیں پہنچتا اور اس کی ترسیل میں باقاعدگی نہیں ہے یا احباب کے پتہ جات تبدیل ہو چکے ہیں ، ایسے حضرات ہمیں مطلع فرمادیں تاکہ تقسیم ڈاک کی طرف مناسب توجہ دے کر ہفت روزہ بلا تاخیر اور باقاعدہ پہنچنے کا انتظام کیا جاوے ۔

(چوہدری) محمد حیات
اسسٹنٹ سیکرٹری ناظم اخبارات

# حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کی ضرورت کیوں پیش آئی؟!

ابوسلمان ایم اے

حضرت امیر مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے بیسویں صدی کے آغاز میں قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر انگریزی میں اور پھر اردو زبان میں کی۔ اس ترجمہ و تفسیر کی ضرورت کیا تھی؟ یہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں اس دور کے علمی اور مذہبی حالات جاننے کی ضرورت ہے۔

یہ دور علم و سائنس، فلسفہ و حکمت، فن اور عقل و استدلال کا دور تھا۔ دین و مذہب کو قصہ پارینہ سمجھ کر پس پشت ڈالا جا رہا تھا۔ ایک طرف تو دین و مذہب سے بیزاری و بے رُخی عام ہو رہی تھی، دوسری طرف مذہب دشمن بالخصوص اسلام کش عناصر اپنی تمام تر قوتیں اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے مجتمع کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ اسلام و علم سے مسلمانوں کی بے توجہی دیکھ کر تقریر و تحریر کے ذریعہ سے اسلام کی بیخ کنی میں لگ گئے۔ انہوں نے اس دور میں اسلام پر جو لٹریچر پیدا کیا وہ بظاہر اسلام پر ریسرچ ورک RESEARCH WORK تھا۔ لیکن فی الحقیقت ان کا مقصود و مطلوب اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں اور گمراہیاں پھیلانا تھا۔

اس اسلام دشمن لٹریچر کی نشر و اشاعت میں جہاں اسلام دشمن مذاہب کی اسلام دشمنی پورے زور و شور سے کام کر رہی تھی وہاں مسلمانوں کی خود اپنے دین و مذہب سے بے توجہی، بیگانگی اور کم مائگی بھی اس میں ممد و معاون تھی۔ انہوں نے علم و حکمت اور تعلیم و تعلم کے دروازے اپنے اوپر تقریباً بند کر لئے تھے۔ علماء عصر کا یہ مذہب رہا تھا کہ قرآن کریم کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں کرنا چاہئے۔ ان کے اس فتوے نے قرآنی علوم و معارف کو قرآنی اوراق میں ہی بند رہنے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مخالفین اسلام قرآن کریم کے ضمن میں جو کچھ کہہ اور لکھ جاتے تھے اس کی تردید و تصحیح مسلم طبقے کی طرف سے نہ ہوتی تھی۔

اس زمانہ میں اسلام کا مقابلہ ایک سے نہیں بلکہ تمام مذاہب سے تھا اور ہے۔ اسلام کو یہ صورت حال کم و بیش پہلے بھی پیش آتی رہی ہے۔ لیکن یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تمام مذاہب باطلہ اسلام کے خلاف محاذ پر آ جمع ہوئے تھے۔ وہ طرح طرح کے اعتراضات کر رہے تھے۔ نہ صرف یورپ و امریکہ بلکہ برصغیر ہند و پاک کے مذاہب و تحریکات اسلام کو ختم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔

مسلمانوں کی حالت سوا تھی۔ وہ خود اسلام اور قرآن سے بے بہرہ ہوتے جا رہے تھے۔ یوں تو اسلامی درسگاہوں میں ہر قسم کے علوم پڑھائے جاتے تھے۔ لیکن قرآن شریف نہ علماء کی تعلیم کا حصہ رہا تھا نہ عوام کا اس سے کوئی تعلق و واسطہ تھا سوائے اس امر کے علماء تو قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کو صرف [illegible] طور پڑھیں اور عوام اس کی تلاوت ثواب کے لئے کریں۔ قرآن کریم [illegible] ح مسلمانوں کی تعلیم و زندگی سے نکل جانے کی وجہ سے مسلمانوں پر ایک جمود [illegible] ہو گیا تھا۔

مسلمانوں کے تفسیری لٹریچر میں صرف و نحو، قصص و حکایات اور فقہ و تصوف کا رنگ غالب تھا۔ قرآن کریم کے معمولی واقعات کے ذکر میں خلاف عقل و علم بلکہ خلاف قوانین فطرت اور خلاف تاریخ داستانوں کو جمع کر دیا گیا تھا۔ جن کا نتیجہ یہ [illegible] کہ مسلمانوں کی نئی نسل جو سکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم تھی، ان قصص و حکایات کو قرآن کریم کا حصہ سمجھ کر خود اس پُر حکمت کتاب سے دور [illegible] اور مذہب کو مجموعہ توہمات و حکایات سمجھنے لگی۔

[illegible] بجائے اس کے کہ ان شبہات میں ان کی تسلی و تشفی کرتے بلکہ [illegible] [illegible] میں ہر اس شخص پر کفر کے فتوے لگانا شروع کر دیئے جو دین کے [illegible] بلکہ دوسرے جزویات میں اختلاف کی بات کرے یا جو تفسیر کے [illegible] [illegible] سمجھ کر ان پر ایمان نہ لائے یا جو اعتراض اس کے دل میں [illegible] بیان کرے۔

اسلام کا لٹریچر اکثر عربی اور فارسی زبان میں تھا۔ جو برصغیر ہند و پاکستان میں عام نہ تھیں۔ اردو زبان میں قرآن کریم کے مروجہ تراجم و تفاسیر میں مولانا شاہ رفیع الدین (۱۲۵۲ھ) شاہ عبدالقادر (۱۲۴۲ھ) کا ترجمہ و تفسیر برائے نام تفسیر تھی۔ یہ قرآن کریم کے لفظی ترجمے تھے۔ کہیں ایک آدھ لفظ یا ایک آدھ سطر بڑھا بھی دی گئی تھی۔ یہ پرانی اردو میں ہے۔ آسان اردو میں پہلا ترجمہ (۱۲۹۷ھ) میں سرسید احمد خاں مرحوم نے کیا۔ یہ تفسیر نامکمل ہے۔ معتزلہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹ کر لکھی گئی ہے۔ اس میں اگرچہ مدافعت اسلام کا پہلو پیش نظر رکھا گیا ہے اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن مسلمانوں کے اپنے ایمان و عمل کے لئے جو کچھ تھا وہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

سرسید نے وحی و الہام، دعا و عبادت اور ملائک و معجزات وغیرہ کی ایسی توضیح و تشریح کی جو ملت اسلامیہ کے چودہ سو سالہ عقائد و مسلک کے خلاف تھی۔ اس لئے مسلمانوں نے اس کو خوشی سے قبول نہ کیا۔ مولنا عبدالحق حقانی کا ترجمہ و تفسیر آٹھ جلدوں میں ہے۔ لیکن یہ ایک فقہی قسم کی تفسیر ہے۔ اس میں اصل اہمیت احکام کو دی گئی ہے۔ یہ تفسیر موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تھی۔

اس وقت تک انگریزی میں ترجمہ و تفسیر کا کوئی مستند و مقبول نسخہ نہیں تھا، اگرچہ انگریزی زبان میں چھ تراجم ہو چکے تھے۔ جن میں سے چار یورپین مترجمین کے ہاتھ سے اور دو ہندوستان کے مسلمان مترجمین کے قلم سے۔ یورپین مترجمین کے پیش نظر خدمت قرآن و اسلام کا پہلو نہیں تھا اور مسلمان مترجمین کے تراجم تقاضہ وقت کے مطابق نہ تھے۔

ان حالات میں ایسے ترجمہ و تفسیر قرآن کی ضرورت تھی جو قرآن کریم کی روشنی میں فطری تعلیمات کی نقاب کشائی کرے، اور معاندین اسلام نے قرآن کریم پر جو نکتہ نمائی کی اور جو اعتراضات وارد کئے ان کی تردید و ابطال کرے۔ اور جو جو انہوں نے قرآن کریم اور اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں اور گمراہیاں عام کی ہیں ان کو رفع کرے اور اسلام کی صداقت و حقانیت ظاہر کرے۔ مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت از سر نو زندہ و قائم کرے اور لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرے۔ جو جدید فلسفہ، طبعی مسائل، نئے اسلوب بیان اور جدید طرز استدلال کی روشنی میں لکھی جائے۔ جس میں دور جدید کے تقاضوں اور پیدا کردہ تمدنی مسائل اور معاشرتی گتھیوں کو سلجھایا جائے۔ موجودہ زمانہ کے علمی مذاق اور ذہنی رجحانات کو مد نظر رکھا جائے۔ اور اسلامی عقاید و نظریات کو عقل و فراست کے مطابق پیش کیا جائے اور ثابت کیا جائے۔

یہ تھی ضرورت انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کی۔ چنانچہ برصغیر کے مسلم اخبار اور رسائل میں اس ضرورت کا شدت سے اظہار کیا جا رہا تھا۔ اخبار الحکم (۱۷ر اگست ۱۹۰۷ء) نے لکھا کہ :-

" اس کے لئے ایک ایسا شخص درکار ہے جو ایک طرف عربی کا ماہر ہو اور دوسری طرف انگریزی میں قادر الکلام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالے سے تعلق رکھتا ہو اور اس کے دل میں اسلام کی اشاعت کا ایک جوش ہو اور اس کے ساتھ ہی وہ زمانے کے حالات سے پورا واقف ہو۔"

اس سے کئی سال پہلے حضرت بانی تحریک احمدیہ نے بھی انگریزی ترجمہ و تفسیر کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ :-

" میرا مقصد ہے کہ عمدہ عمدہ تالیفات ان ملکوں (یورپ و امریکہ)

(باقی بر صفحہ ۱۶ کالم ۲)

# ہاں - یاد آیا!

(از ــــ الحاج ممتاز احمد فاروقی صاحب - اسلام آباد)

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل (غالباً ۱۹۴۶ء تھا) حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح اپنے ایک دورے کے سلسلہ میں لاہور بھی تشریف لائے - ان دنوں میں راقم الحروف بھی لاہور میں موجود تھا - اس دوران دو واقعات ایسے ہوئے کہ ان کی یاد اب تک میرے دل میں موجود ہے -

## قائدِ اعظمؒ کی رائے

(۱) - لاہور میں مسلم لیگ کے توسط سے ایک جلسہ ہوا تھا - اس میں غالباً مولوی ظفر علی خان نے ایک ریزولیوشن پیش کر کے پاس کروانا چاہا تھا کہ قادیانیوں (یعنی جماعت احمدیہ) کو ان کے بعض عقائد کی بناء پر غیر مسلم قرار دے کر مسلم لیگ کی ممبری سے خارج کر دیا جائے - قائدِ اعظمؒ نے (جو اس جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے -) سختی سے اس ریزولیوشن کو رد کر دیا - آپ نے اس کی بڑی وجہ یہ بتلائی تھی کہ ہر کلمہ گو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے - اور ہماری اغراض سے ہمدردی رکھتا ہے - ہم اس کو نکال نہیں سکتے -

(۲) اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے - حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے امیر تھے اور ان کا قیام ان دنوں مسلم ٹاؤن لاہور میں تھا - جناب قائدِ اعظمؒ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی جسے قائدِ اعظم نے بخوشی منظور فرمایا اور یہ طے پایا کہ وہ مولانا صاحب کی رہائش گاہ مسلم ٹاؤن میں تشریف لائیں گے - اور عصرانہ میں شرکت بھی فرمائیں گے - مولانا صاحب نے کُل دس بارہ آدمیوں کی چائے کا بندوبست کیا تھا - چونکہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے ممبر تھے - اس گروہ میں راقم الحروف بھی کسی طرح شامل ہو گیا - اور مولوی یعقوب خان مرحوم (سابق ایڈیٹر لائٹ) بھی موجود تھے - قائدِ اعظم عین وقت پر تشریف لائے اور ہم سب نے اُن کا استقبال کیا اور ملاقات کے کمرے میں لے جا کر بٹھلایا - مولانا صاحب نے قائدِ اعظم کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کی قومی خدمات کو سراہا اور مختصراً جماعتِ احمدیہ لاہور کے تبلیغی کاموں پر بھی روشنی ڈالی - اس کے بعد مولانا صاحب نے تحفتہً اپنی اور سلسلہ کی تصانیف کا ایک سیٹ قائدِ اعظم کو پیش کیا - قائدِ اعظم نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا - اور اوپر سے انگریزی ترجمہ قرآن کریم اُٹھا کر فرمانے لگے :ــــ

"اس کی ایک کاپی میری لائبریری میں بھی ہے اور میں اس کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں" -

اس کے بعد قائدِ اعظم نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے کاموں سے وہ باخبر ہیں اور "اخبار لائٹ" (انگریزی ہفتہ وار) ان کو باقاعدہ پہنچتا ہے اور اسے خاص توجہ سے پڑھتے ہیں - پھر فرمانے لگے کہ :-

"جب میں نے پہلی بار اپنا یہ نظریہ پیش کیا کہ "مغربی طرز جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں" تو سارے ملک میں ایک شور مچ گیا اور اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی - یہاں تک کہ لارڈ ویول (WAVEL) وائسرائے ہندوستان نے شملہ میں مجھے کہلا بھیجا کہ ان کو بھی یہ نظریہ ایک معمہ نظر آتا ہے کیا آپ اس موضوع پر روشنی ڈال سکتے ہیں -

انہی دنوں میرے پاس اخبار "لائٹ" لاہور سے پہنچا اور اس کے اداریہ میں اسی موضوع پر ایک مدلل اور واضح بحث اس نظریہ کی صحت پر کی گئی تھی - مجھے وہ بہت پسند آئی - میں نے وہ اخبار کا پرچہ ہی لارڈ ویول کو بھیج دیا کہ مطالعہ کر لیں - چند دنوں بعد لارڈ ویول نے وہ پرچہ واپس کیا اور نوٹ میں لکھا کہ اب یہ بات اُن کی سمجھ میں آگئی ہے -"

قائدِ اعظم کے یہ تعریفی کلمات ایک بڑا بھاری خراج تحسین تھا جو کہ آپ نے جماعتِ احمدیہ لاہور کے کاموں کے متعلق پیش کیا - مولوی یعقوب خان مرحوم کو (ایڈیٹر لائٹ)

---

(خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے - حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جماعتِ احمدیہ لاہور کے متعلق یہ نیک خیال ان کے مرتے دم تک قائم رہا -

## قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ لاہور کا ہدیہ تبریک بنام قائدِ اعظمؒ و مسلمانانِ پاکستان

جب ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان وجود میں آیا تو اس دن ہمارے ہفت روزہ اخبار "پیغام صلح" نے ایک خاص نمبر شائع کیا جس کے سرورق پر حضرت قائدِ اعظمؒ کی تصویر شائع کی - اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے "ہدیہ تبریک بہ تقریب سعید قیام پاکستان" پیش کیا جو کہ حسبِ ذیل ہے :-

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے

۱ - میں سب سے پہلے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں - جن کے خدا پر بھروسہ اور دن رات کی ان تھک کوششوں سے - جن کے عزم اور استقلال سے - جن کی دوربینی سے - جن کی بے نفسی سے - جن کا زبردست قوتِ مقابلہ سے - جن کی وسعتِ قلبی سے آج مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے اس عظیم الشان نعمت سے متمتع کیا ہے کہ انہیں ہندوستان کے ایک حصہ پر حکومت عطا فرمائی - اے خدا تو اس مردِ خدا کی عمر اور صحت میں برکت دے اور اسے اور ہم سب کو توفیق عطا فرما کہ ہم تیری اس نعمت کو لئے ہوئے تیرے شکر گزار بندے بنیں - اور ہمارے سر عاجزی سے تیرے در پر جھکے رہیں - مسلمان دوسروں پر حکومت کریں تو خدا کے عاجز بندے بن کر کریں -

۲ - میں یہ ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں ان سب مسلمانوں کی خدمت میں - اُن کے عوام اور رؤسا کی خدمت میں جن کی قربانیوں سے پاکستان بنا - بالخصوص ان عوام کی خدمت میں جن کی قربانیوں میں کسی قسم کی اغراضِ نفسانی کی ملاوٹ نہ تھی ، جو قربانیاں کرنے میں آگے آگے تھے - اور ان سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے ہوں گے - ان میں سب سے بڑی قربانی وہ ہے جس نے مسلمان قوم کے اندر اتحاد پیدا کیا - اور ان سب سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے اس اتحاد کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھے - اور اسے بڑھا اور ترقی دے -

ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا (ہمارے دلوں میں کلمہ گوؤں کے ساتھ کسی قسم کا حسد اور کینہ باقی نہ رہے) - اور ان مسلمان بھائیوں کو بھی جو ابھی تک اتحاد میں شامل نہیں ہوئے - یہ سمجھ عطا فرما کہ ان کی قوت کا راز اتحاد میں ہے - اور ٹکڑے ٹکڑے بن کر ان میں سے کسی کو عزت بھی مل جائے تو کل کو وہ سب ذلیل ہوں گے - خود وہ بھی ذلیل ہو گا -

۳ - میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں ان غیر معلوم مسلمانوں کی خدمت میں جن کی راتوں کی دعائیں اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور نصرت کو لانے کا ذریعہ بنی ہے اور جن کی کوششوں سے خدا کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے -

۴ - بالآخر میں دعائے مغفرت و ترقی درجات کرتا ہوں اُن بزرگوں کے لئے جنہوں نے اس ملک میں تبلیغِ اسلام کا بیج بویا جس کا پھل آج ہم پاکستان کے رنگ میں کھا رہے ہیں - اگر ان بزرگوں نے یہ بنیاد نہ رکھی ہوتی تو آج نہ صرف پاکستان ہی ہمارے وہم میں آ سکتا تھا بلکہ ہم میں سے کروڑہا انسان شرک اور بت پرستی کی ظلمت میں مبتلا ہوتے - اور درخواست کرتا ہوں کہ مسلمان بھائی یہ دعا کریں کہ خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے - جن کے سینوں میں یہ تڑپ تھی کہ وہ اس زمین کو خدا کے نور سے روشن کریں - اور خدا کا آخری پیغام قرآن تمام لوگوں تک پہنچا دیں ، تاکہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے وہی ورثہ چھوڑیں جو ہمارے لئے چھوڑ گئے جس طرح ان کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم پاکستان بنا رہے ہیں - ہماری محنت اور قربانیوں کی بنیاد پر وہ سارے ہندوستان کو ہی نہیں ، ساری دنیا کو ایسا پاکستان بنا دیں جس میں بندوں کا تعلق خدا سے قائم ہو - اور ان کے دلوں میں ایک

دوسرے پر رحم ہو۔ مسلمان پر بھی اور غیر مسلم پر بھی۔ اور ظلم و فساد دنیا سے مٹ کر ساری نسلِ انسانی ایک کنبہ کی طرح رہے۔

۵۔ اور بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو نے اگر ہمیں حکومت دی ہے تو خلقِ خدا کی خدمت کی بھی تڑپ عطا فرما اور ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما جنہوں نے بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگیاں بسر کیں اور اپنے آپ کو اپنی رعایا کا حاکم نہیں، ان کا خادم سمجھا اور ان کی خدمت کے لئے ادنےٰ سے ادنےٰ کام میں اپنی عزت سمجھی۔ تو اس اسلامی ... رہیں اور ان کے دل مخلوقِ خدا پر رحم سے بھرے رہیں۔

محمد علی۔ امیر جماعتِ احمدیہ۔ لاہور

## جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

چند سال ہوئے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کے ڈائری نویس مشہور اور لیگی جناب "م۔ش" نے۔ اخبار نوائے وقت ۲۵ اگست ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں ایک نوٹ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہفتہ وار انگریزی اخبار "لائٹ" کی خدمات کا ذکر بدیں الفاظ کیا تھا:۔

" انگریزی ہفتگی "لائٹ" انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کا ایک ذمہ دار جریدہ ہے جس کی ادارت ایک منجھے ہوئے اور محبِ وطن صحافی کے سپرد ہے۔ (مولوی محمد یعقوب خان) اس اخبار کو یہ غیر فانی شہرت حاصل ہے کہ اس کے کالموں میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے دورِ آغاز میں ہی یونی نسٹ پارٹی کے مقابلے پر مسلم لیگ کی بھرپور حمایت ہوتی رہی۔"

العجب ثم العجب۔ ۱۹۱۴ء سے جب یہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور عمل میں آئی۔ ہمارے عقائد۔ ہمارے خیالات اور ہمارے کام (جو کہ دینی رنگ کے ہیں اور سیاست سے ان کا کوئی تعلق نہیں) اب تک وہی ہیں جن کو ممتاز اور صاحب الرائے مسلمان لیڈروں اور خود قائد اعظمؒ نے سراہا۔ مگر اب یہی مذکورہ بالا اخبار اور دیگر مسلم اخبارات اور جرائد اور غلطی خوردہ مسلمان علماء ہماری احمدیہ جماعت کو انگریزوں کا پٹھو۔ کافر و مرتد اور راندۂ درگاہ کہہ رہے ہیں۔

انّا للہ وانّا الیہِ راجعُون

اب نہ وہ (مولانا) محمد علیؒ اس دُنیا میں ہیں جن کی دُعاؤں سے پاکستان بننے میں مدد ملی اور نہ وہ محمد علی جناحؒ ہیں جن کی کوششوں سے اللہ تعالےٰ نے یہ ممکن کر دکھایا۔ اب ان کی نصیحتوں کو پاکستانیوں نے فراموش کر دیا۔ مگر ان سب کا خدا حیّ و قیّوم تو زندہ ہے اور احکم الحاکمین ہے۔ اب اسی کے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہیں کہ وہی نظرِ انصاف و کرم کرے۔

قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے



میں بھیجی جائیں۔ اور اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے انگریزی زبان میں ترجمہ کرا کے ان کے پاس بھیجی جائے۔

(ازالہ اوہام ص۵۷)

اور ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ:۔

" جو جو غلط فہمیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ان کو دُور کر کے دُنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور ... ضرورت ترجمہ و تفسیر کے متعلق فرماتے ہیں کہ

" اللہ تعالےٰ نے قوموں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں میں اپنے رسول بھیجے اور ان کی تعلیم نے مُردہ دلوں پر وہی کام کیا جو آسمانی بارش مُردہ زمین پر کر کے دکھاتی ہے۔ وہ روشن چراغ تھے جنہوں نے ایک تاریک رات میں انسانوں کی مختلف بستیوں کو منوّر کیا اور ان سب کے آخر میں اللہ تعالےٰ کے فطری قانون قدرت کے مطابق وہ آفتابِ عالمتاب نمودار ہوا جس نے کُل عالم کو منوّر کیا اور جس کے سامنے سب روشنیاں ماند پڑ گئیں۔ وہ سراجِ منیر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ نورِ ہدایت جو آپؐ لائے قرآن کریم ہے۔ آپؐ کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت نہ رہی کہ تمام صفاتِ الٰہیہ کا کامل ظہور آچکا۔ دُنیا میں اب ایک ہی پیغام ہوگا اور ایک ہی پیغامبرؐ۔ یہ دونوں تا قیامت رہیں گے۔

ہاں اس پیغام کے ایک ایک نقطہ اور ایک ایک حرف سے واقف ہونا اور اس پیغامبرؐ کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا ہر ایک مسلم کہلانے والے کا فرض ہے۔ وہ مقدس پیغام ان لوگوں کی زبان میں نازل ہوا جنہوں نے دُنیا میں اس کے حامل بننا تھا۔ آج اس عالم کے مختلف اطراف و اکناف میں رہنے والے مسلمان اس زبان سے ناآشنا ہیں اور بہت ہیں کہ اس پیغام کو پڑھتے ہیں مگر انہیں علم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟!

ظاہر ہے کہ اگر اس پیغام کی غرض یہ تھی کہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور غلط راہوں کو چھوڑ کر اپنی دینی اور دنیوی فلاح کا صحیح راستہ اختیار کریں۔ تو اس کا مطلب سمجھے بغیر وہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں نے جب تبلیغ اسلام کی ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے انگریزی میں اس پاک کلام کے ترجمہ اور مطالب کو بیان کیا تو بہت سے احباب نے اصرار کیا کہ اردو زبان میں بھی اپنے اہلِ ملک کے فائدہ کے لئے اسے شائع کیا جائے۔ مگر یہاں کی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے زمیر نو یہ کام کرنا پڑا۔

میری غرض یہ ہے کہ ایک مسلمان قرآن کریم کو پڑھے اور اس کے مطالب پر آگاہ ہو کر اپنی روزمرہ زندگی میں اور مشکلاتِ پیش آمدہ میں اسے اپنا ہادی اور رہنما بنائے۔ اس راہ کے اختیار کئے بغیر مسلمان موجودہ مشکلات سے باہر نہیں نکل سکتے۔

## اعتذار

بعض احباب و خواتین کے مضامین دفتر میں تاخیر سے پہنچنے یا عدم گنجائش کے سبب اس خاص نمبر میں شائع نہیں ہو سکے جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ ایسے تمام مضامین آئندہ ایشوع میں چھپ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ادارہ)

چوہدری محمد حیات صاحب ۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

# حضرت امیر مرحوم کا عشقِ قرآن

حضرت امیر مرحوم کی پاک زندگی کا تابناک پہلو قرآن کریم سے عشق ہے آپ نے قرآنی گھرانے میں آنکھ کھولی اور قرآنی فضا میں پرورش پائی۔ آپ کے والد بزرگوار قرآن کریم کے حافظ اور فارسی زبان کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہیں قرآن کریم سے عشق تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے مکان کے ساتھ ایک مسجد بنوا رکھی تھی جس میں خود امامت کرتے اور گاؤں کے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے تھے اور رمضان المبارک میں نماز تراویح خود پڑھاتے تھے۔

حضرت امیر مرحوم جب کپور تھلہ کے ہائی سکول میں زیرِ تعلیم تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا معمول تھا کہ اپنے گاؤں سے ہر ہفتہ کی شام گھوڑے پر کپور تھلہ جاتے جو وہاں سے دس کوس کے فاصلے پر تھا۔ اور وہاں سے وہ اپنے دونوں بچوں یعنے حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا کر گھر لے آتے۔ پھر اتوار کی شام کو کپور تھلہ چھوڑ آتے۔

حافظ صاحب راستہ بھر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے۔ بچوں کے کانوں میں رس گھولتے رہتے۔ ان پر دم درود کرتے اور ان کی حسناتِ اوّل و آخر کے لئے دعائیں مانگتے رہتے۔ حافظ صاحب کی نیکی، دیانت داری اور قرآن کریم کی یہ کثرت تلاوت اور دل سے نکلی ہوئی پیار بھری دعاؤں کا اثر تھا کہ قرآن کریم سے عشق و محبت اور اس کی خدمت و اشاعت کا جذب و عشق اپنی تمام تر قوتوں اور رعنائیوں کے ساتھ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے دل میں موجود تھا۔ چنانچہ حافظ فتح دین صاحب نے عشقِ قرآن کی جو چنگاری اپنے لختِ جگر میں لگائی وہ شعلہ بن کر بھڑکی، اب تک نہ جانے کتنے تاریک دل اس سے منور ہو گئے۔

حضرت مولانا محمد علی رح نے عشقِ قرآن کی جو دولت اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں پائی، اس سے اپنے بچپن اور لڑکپن کی دنیا کو بہرہ مند کرتے رہے۔ زمانۂ طالب علمی میں مسجد میں پابندی کے ساتھ پنجوقتہ نماز دل کی ادائیگی عشقِ قرآن کریم کو دو آتشہ کرتی رہی۔ دنیاوی علم حاصل کرنے کے بعد حضرت امیر مرحوم نے قادیان میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں اسلام اور مذاہبِ عالم کی تعلیم و تحقیق جاری رکھی۔ وہیں برکاتِ تعلیم اسلام پھیلانے کے انتظامات کئے جا رہے تھے۔ وہاں دن رات قرآن و حدیث کا چرچا اور اس پر عمل کی تحریک جاری تھی۔ اس وقت قادیان برصغیر ہند و پاک میں امت اسلامیہ کی روشن اُمیدوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ علامہ اقبال نے اس حقیقت کا اظہار و اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: ـــــ

"اگر تم نے اس زمانہ میں ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ اس فرقہ کی شکل میں ملے گا جو قادیان میں پیدا ہوا ہے۔"

(حرفِ اقبال۔ صفحہ ۱۲۲)

یہ تھا ماحول جس میں حضرت مولانا محمد علیؒ کو قرآن کریم جاننے اور سمجھنے کا موقعہ ملا۔ حضرت امیر مرحوم کو حضرت بانیٔ تحریک کا قرب حاصل تھا، جس کے متعلق علامہ اقبال نے لکھا تھا۔

"موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔" (رسالہ انڈین کومیری۔ ستمبر ۱۹۰۰ء)

اور حضرت امیر مرحوم بیان کرتے ہیں کہ: ـــــ

"ایک مرتبہ مجھے ایک بہت بڑے شخص ڈاکٹر سر محمد اقبال نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کرنے والے بہت لوگ نظر آتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والے صرف مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔" (شہادت حقہ صفحہ ۱۰)

شمس العلماء مولانا ممتاز علی صاحب لکھتے ہیں کہ: ـــــ

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند پایہ مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں منصبًا تو مسیح موعود نہیں مانتے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ انکی ہدایت و رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی کا کام کرتی تھی۔" (شہادت حقہ صفحہ ۱۸)

مدیر اخبار میونسپل گزٹ لاہور لکھتے ہیں کہ: ـــــ

"مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک عالم تھے نہایت رنج ہوا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اُٹھ گیا۔" (شہادتِ حقہ صفحہ ۲۲)

حضرت بانیٔ تحریک کے قرب کے علاوہ جن سے حضرت مولانا مرحوم نے اکتساب فیض علم قرآن کیا، وہ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت ممدوح مشہور و معروف عالمِ دین اور فاضل حدیث تھے۔ اپنے علم و فضل اور تقوٰی و طہارت کی وجہ سے ہر جگہ آپ کی شہرت پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نہایت ہی لائق اور قابل طبیب ہونے کے علاوہ علوم دینیہ کے عالم بے بدل اور فاضل اجل تھے۔ آپ کا ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس کی عظمت اور کتابوں کی شہرت مشہور تھی، مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی مسئلہ ہو بیٹھے بٹھائے جوابِ حل مسئلہ بیان فرما دیتے تھے کہ فلاں عالم نے فلاں کتاب میں فلاں جگہ یہ لکھا ہے۔ آپ کی زندگی کا نمایاں پہلو قرآن کریم سے عشق تھا۔ جب تک آپ زندہ رہے قرآن کریم کا درس و تدریس آپ کا ہر روز کا مشغلہ تھا۔

قرآن کریم کا جو علم حضرت امیر مرحوم نے ان دو اصحاب سے حاصل کیا اور جن کے قلبی قرب سے آپ نے دینِ اسلام کی اشاعت کا درد اور قرآن کا عشق اور اس کو دنیا میں پھیلانے کی تڑپ اپنے دِل میں لی اس کا اعتراف آپ نے مختلف موقعوں پر کئی رنگ میں کیا ہے۔ تفسیر بیان القرآن کے دیباچہ میں آپ لکھتے ہیں: ـــــ

"گو قرآن شریف کی اس ناچیز خدمت میں میں نے سلف صالحین کی محنت سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔ مگر میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمتِ قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ اور اس کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کوئی فائدہ پہنچے تو وہ جہاں میرے لئے دعا کرے، ان بزرگوں کے لئے بھی دعا کرے۔ میں تو ایک ہٹی ہوں۔ اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے۔"

ایک اور دوسرے موقعہ پر آپ لکھتے ہیں کہ: ـــــ

"یہ برکت (معرفتِ علومِ قرآن) درحقیقت اس وجود کی ہے جس کے قدموں میں بیٹھ کر یہ قرآن کا علم ہمیں حاصل ہوا۔ اس نے (حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ) نے ہمیں صحیح راستہ پر ڈالا۔"

(خطبہ جمعہ۔ اگست ۱۹۴۹ء)

ایک اور مقام پر حضرت امیر مرحوم و مغفور لکھتے ہیں: ـــــ

"آپ نے (یعنی مسیح موعودؑ) زبردست اندرونی جذبات کا کوئی حصہ کسی نے لیا کوئی کسی نے۔ میرے مردہ دل کو آپ کا جذبۂ تبلیغ زندہ کر گیا۔ یہ وہی آپ کے انوار قلب کی کوئی کرن ہے جو میرے دِل پر نشان ڈال گئی۔ جس نے میرے اندر یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ یہ میرے دِل کی آرزو ہے۔ نہیں یہ میرا جنون ہے اور گو بعض لوگ میرے اس جنون سے تنگ آئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ تو یہاں تک تنگ آئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ میرے قریبًا ہر خطبہ جمعہ پر جب تک گالیوں کا ایک خط نہ لکھ لیں، ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ مگر میں سمجھتا ہوں، یہ جنون ابھی کمزور ہے میں کو اپنے ہر خطبہ

میں تبلیغ قرآن یا ترجمہ قرآن یا تعلیم قرآن یا قرآن پر عمل کی توجہ دلاتا ہوں۔ مگر میں تو ایک کمزور آدمی ہوں، اس لئے میری بات کا اثر بھی کم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس دن اس سب جماعت میں جنون پیدا ہو گیا، اسی دن ساری مسلمان قوم کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔ اور "غم اشاعت قرآن" جو مسیح موعودؑ کے دل کو تڑپاتا تھا، ساری قوم میں سرایت کر جائے اور وہ دن اسلام کے غلبہ کا دن ہوگا۔"

(خطبہ جمعہ ۱۶ر اگست ۱۹۴۶ء)

چنانچہ حضرت امیر مرحوم کی زندگی سراپا عشقِ قرآن تھی۔ آپ نے قرآنی ماحول میں ہی آنکھ کھولی، اور قرآنی خدمت میں اپنا بڑھاپا گذار دیا۔ حضرت مولنا جس طرح قرآنی نور کی ضیا پاشیوں سے خود متمتع ہو رہے تھے، اسی طرح آپ چاہتے تھے کہ یہ نور سب ہی کے دلوں میں اُجالا کر دے۔ حضرت امیر مرحوم کے نزدیک قرآن کریم سے گرانقدر اور عزیز ترین شئے اور کوئی نہیں تھی۔

۱۹۱۰ء میں حضرت مولانا کی دوسری شادی ہوئی۔ اس موقعہ پر آپ نے ایک خوبصورت ہفت رنگ قرآن مجید یعنی سب سے محبوب چیز اپنی اہلیہ کو تحفہ میں دی۔ اور یکم مئی ۱۹۴۶ء کو اس پر یہ عبارت اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائی:

"تحفۂ محبت جو اپریل ۱۹۱۰ء کے آخری ایام میں شادی کے موقعہ پر میں نے زوجہ ام مہر النساء بیگم کو دیا۔ آج تعلق محبت کی چھتیسویں سالگرہ پر اس پر یہ یادداشت ثبت کی گئی۔ یہی عرصہ میری زندگی کا وہ کارنامہ ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے مجھ سے اپنے کلام پاک کی خدمت کا بہترین کام لیا۔ اور زوجہ ام مہر النساء کی بے نفسی اور محبت کو اس کام کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (خاکسار محمد علی۔ یکم مئی ۱۹۴۶ء)"

حضرت امیر مرحوم کی زندگی کو پرکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی خدمت و اشاعت ان کے قلب و نظر پر کلیتہً مستولی ہو چکی تھی۔ آپ کے خیالات و جذبات اور احساسات و تصوّرات پر قرآن کریم ہی چھایا ہوا تھا۔ سوتے جاگتے آپ کو یہی فکر دامنگیر رہتی تھی۔ آپ خدمتِ قرآن کے کام سے تھکتے نہ تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپ فرماتے ہیں۔

"ستر سال کی عمر کو پہنچ جانے اور طرح طرح کی بیماریوں کا شکار اور کمزور ہونے کے باوجود جب بھی میں نے خدمتِ دین کے کام پر ہاتھ ڈالا تو میرے اندر ایک نئی قوت پیدا ہو گئی۔ میں بہت ورزش کرنے والا، بہت چلنے والا اور بہت تیز چلنے والا تھا۔ پچیس پچیس، تیس تیس میل بھی ایک دن میں چل لیتا تھا۔ مگر اب دو اڑھائی میل ہی چل کر تھک جاتا ہوں، جسم ناتواں ہو گیا ہے، لیکن قرآن کی خدمت کے کسی کام کو جب بھی ہاتھ ڈالتا ہوں، تو میں تھکتا ہی نہیں بلکہ جسم میں ایک نئی قوت آ جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ۔ ۲۱ر جولائی ۱۹۴۴ء)

قرآن کریم سے عشق و محبت کا اظہار آپ نے جن طریقوں سے کیا وہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ تلاوت قرآن کریم، ۲۔ درس قرآن کریم، ۳۔ تفسیر قرآن کریم، ۴۔ اشاعت قرآن کریم۔

**تلاوت قرآن کریم** — قرآن کریم کی تلاوت حضرت مولنا کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ بچپن اور لڑکپن میں حضرت والد صاحب کی پُرسوز اور پُرترنم تلاوت قرآن کریم کانوں سے گذر کر دل کو روحانی سرور سے معمور کر دیتی تھی۔ سکول اور کالج کے زمانہ میں مساجد میں پانچوں نمازوں میں تلاوت قرآن سنتے سناتے رہے۔ قادیان کی قرآنی فضاؤں میں مولنا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی تلاوت قرآن کریم رس گھولتی رہی۔ حضرت امیر مرحوم باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور اس پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔

آپ کی تلاوتِ قرآن کریم میں ترنم، سوز اور عجیب گریہ زاری کا رنگ غالب تھا۔ نہ صرف خود تلاوتِ قرآن کریم پر آپ کا عمل تھا بلکہ عزیز رشتہ داروں اور جماعت کو بھی اس کی تاکید کرتے اور بار بار اس طرف توجہ دلاتے۔ قیام کوٹھی کے دوران اپنے لڑکے حامد فاروق کو ولایت میں اعلیٰ تعلیم کے لئے روانہ کیا تو ایک بند لفافہ دیا اور تاکید کی کہ اس کو ولائت جا کر پڑھنا۔ اس میں مرقوم تھا:

"نماز کی پابندی کرنا۔ روزانہ صبح اُٹھ کر نماز ضرور پڑھنا اور دو چار آیاتِ قرآنیہ کی ضرور تلاوت کرنا۔ اس پر ایسی پختگی سے قائم ہونا کہ اور کوئی کام رہ جائے مگر یہ نہ رہے۔"

آپ نے اپنے خطبات، تقاریر اور مراسلات و مضامین میں بار بار تلاوت قرآن کریم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"میں احباب سے درخواست کروں گا کہ وہ قرآن کریم سے ایک دلی عشق اور محبت پیدا کریں، اور اسے بار بار پڑھیں، ہر مرد اور عورت قرآن کریم کا کچھ حصہ بلا ناغہ روزانہ پڑھے۔ اور اس کے لئے بہترین وقت فجر کا ہے۔ پھر دوسروں سے قرآن شریف پڑھوا کر سننا بھی سنّت ہے۔ جو لوگ قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتے، ان کو قرآن کریم پڑھایا جائے اور قرآن کریم کا کوئی حصہ حفظ بھی کیا جائے۔"

ایک دوسرے موقعہ پر حضرت امیر مرحوم فرماتے ہیں:

"قرآن پڑھو مگر اس طرح نہ پڑھو کہ اس کے لفظ تمہاری زبان پر تو ہوں مگر تمہارے دلوں پر نہ اتریں۔ قرآن کا صحیح مقام انسانوں کی زبانیں نہیں، انسانوں کے دل ہیں۔ قرآن کریم کو پڑھو، مفہوم سمجھ کر پڑھو، اس کو اپنے قلوب پر وارد کرو۔ یہ قلب نبویؐ پر اترا ہے اور قلب ہی اس کا مقام ہے۔ اس کو اس طرح پڑھو گویا تمہارے قلب پر اُتر رہا ہے۔"

ہفت روزہ پیغام صلح۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء

قرآن کریم کے بارے میں اس قدر تکرار، تاکید اور تلقین حضرت امیر مرحوم کے عشق قرآن کی ترجمان ہے۔ تلاوتِ قرآن کی مذکورہ کیفیت کے علاوہ درسِ قرآن کریم تفسیر قرآن کریم اور اشاعت قرآن کریم بھی آپ کے عشق قرآن کریم کا ثمر ہے۔ ان موضوعات پر کسی آئندہ اشاعت میں اظہارِ خیال کروں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

## اخبار احمدیہ

● حضرت امیر قوم الحاج مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بخیریت ہیں۔ احباب ان کی کام والی لمبی عمر کے لئے دُعا فرمائیں۔

● حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب دامت برکاتہٗ جماعتہائے انگلستان اور سرینام کی خصوصی دعوت پر اس ماہ مغربی ممالک کی جماعت ہائے احمدیہ کے تبلیغی دورے پر تشریف لیجانے کا پروگرام زیرِ غور ہے۔ جلسہ سالانہ سے قبل آپ واپس وطن تشریف لے آئیں گے۔ احباب سے خصوصی التجا ہے کہ وہ حضرت ممدوح کے لئے نیم شبی دُعائیں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس للّٰہی سفر میں آپ کا حامی و ناصر ہو۔ ربانی تائید و توفیق آپ کے شامل ہو، اغراض و مقاصد سفر میں کامیابی حاصل ہو، اور بصحت و سلامتی واپس وطن ہوں۔ آمین یا ربّ العالمین۔

● مولوی محمد علی صاحب مبلغ جماعتِ احمدیہ نے اپنی بیٹی عزیزہ ام سلمیٰ کی رخصتی کے موقعہ پر مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو دارالسلام میں احباب کو عصرانہ دیا۔ عزیزہ موصوفہ کا نکاح محترم ماسٹر اصغر علی صاحب کے فرزند رشید عزیزی انوار احمد کے ساتھ ہوا ہے جو آج کل سلسلۂ ملازمت بیرونِ ملک قیام پذیر ہیں۔ دُعا ہے اللہ تعالےٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے بابرکت و رحمت فرمائے۔

**وفات حسرت آیات** — مرحوم و مغفور مولنا آفتاب الدین احمد کے فرزند اکبر مسٹر اقبال احمد صاحب جو کہ طویل عرصہ سے لندن میں قیام پذیر تھے۔ اور گذشتہ دو اڑھائی سال سے صاحب فراش چلے آ رہے تھے ۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی میت ۸ر اکتوبر کو بذریعہ ہوائی جہاز لاہور لائی گئی اور ۹ر اکتوبر کو انہیں دارالسلام میں سپردِ خاک کیا گیا۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

ادارہ مرحوم کی والدہ مکرمہ، برادران ناصر احمد صاحب، ڈاکٹر ظفر احمد صاحب اور دوسرے عزیزان سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ (مرحوم کے ساتھ متعلق تفصیلی حالات [illegible]

از مولانا احمد گل صاحب فاضل دیوبند مُسلم ماڈل ٹاؤن لاہور

# دَورِ حاضرہ کا عظیم مفسّرِ قرآن

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ان عظیم شخصیتوں میں سے ہے جنہیں دُنیا عزّت و احترام سے یاد کرتی ہے۔ یہ لوگ اپنے نمایاں کارناموں کی وجہ سے ہتی دُنیا تک زندہ و تابندہ رہ کر رشد و ہدایت اور اصلاح و احیاءِ عُلوم کا موجب بنتے ہیں۔ دِلوں میں ان کی عزّت اور زبانوں پر ان کا نام بطور یادگار رہتا ہے۔ بظاہر اللہ کو پیارے ہو کر ہم سے جُدا ہو جاتے ہیں، لیکن ان کا اخلاق و کِردار، ان کی جد و جہد اور تگ و دَو کے ثمرات باقی رہ کر ان کی دائمی زندگی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔

قرآن کریم نے بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کہکر اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ ایسے باخدا لوگ مرتے نہیں بلکہ دَوام کی زندگی پا کر ہمیشہ کے لئے موت سے چھٹکارا پا لیتے ہیں۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شُد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولانا مرحوم نے دُنیاوی تعلیم سے فارغ ہو کر جب عملی زندگی میں قدم رکھنے کا ارادہ کیا بلکہ ایک حد تک طے شدہ پروگرام کو سامنے رکھکر اس کی تیاری بھی شروع کر دی تو حضرت اقدسؑ کو ملنے قادیان گئے۔ اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ خیر و برکت اور کام کے نتیجہ کی بہتری کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ اس پر حضرت صاحب نے انہیں مشورہ دیا کہ :۔

"آپ قادیان میں مستقل طور پر رہنا اختیار کریں اور دینِ اسلام کی خدمت میں لگ جائیں۔ آپ جیسے نوجوانوں کی ہمیں ضرورت ہے۔"

ایسے موقعہ پر ایک ۲۵ سالہ نوجوان کے لئے، جبکہ وہ اعلٰی تعلیم سے آراستہ ہو، ترقی کے مواقع سامنے ہوں۔ اپنی دُنیاوی ترقی اور کامیابی پر یقین ہو، اور دیہات میں رہنے والے ماں باپ کی خوشحالی مدِّ نظر ہو، تو بڑا مشکل ہو جاتا ہے کہ میسّر آنے والے تمام حالات کو ٹھکرا کر درویشانہ زندگی گذارنے پر تیار ہو جائے۔ دِین کو دُنیا پر مقدم سمجھ کر کسی کی آواز پر لبیک کہے۔ مولاناؒ نے بغیر کسی تامّل کے حضرت صاحبؑ کی رائے قبول کرتے ہُوئے جواب دیا:۔

"آپ کے قدموں میں ہُوں اور آپ کا غُلام ہُوں اور آپ ہی سے درخواست کرتا ہُوں کہ میرے لئے دُعا کریں کہ خُدا تعالےٰ اس وعدے پر تادمِ زیست قائم رہنے کی توفیق دے اور اسی ایمان پر اُٹھائے۔"

حضرت مرزا صاحبؑ نے جو کام آپ کے سپرد کیا تھا، اس کے متعلق خود مولاناؒ نے ایک جگہ اس طرح لکھا ہے :۔

"جب میری عُمر ۲۵ سال کی تھی تو اس وقت دَورِ حاضر کے عظیم مسلمان مصلح اور بانئ تحریک احمدیہ مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی نے اسلام کی قلمی خدمت کے لئے میرا انتخاب بطور ایک سپاہی کے کیا تھا۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ۲۵ سال کی جوانی کی عُمر سے تادمِ زیست نصف صدی کے عرصہ تک تالیف و تصنیف جیسی اسلامی خدمات میں لگے رہے اور جو عہد اپنے امام سے کیا تھا اسے پُوری طرح نبھایا۔ آپ کے خلوصِ عہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے قلم سے جو علمی جواہر نکلے ان کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

موجودہ دَور کے مصنّفین میں سے آپؒ نہ صرف اعلےٰ پایہ کے مصنّف تھے بلکہ آپ کے مضامین جو ریویو آف ریلیجنز اور دیگر اخبارات و رسالہ جات میں شائع ہوتے رہے، عام افادیت کے لحاظ سے ان میں ایک خصوصیت نظر آتی ہے۔ اسلامی مسائل ہوں یا تاریخی واقعات، انہیں ایسے طریقے سے پیش کیا کہ عیسائیت اور دیگر مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کی حقیقت کھُل کر سامنے آجاتی ہے۔ آپ کی تمام کتابوں میں اور جملہ مضامین میں شروع سے آخر تک یہی رنگ نظر آتا ہے۔

موجودہ دَور میں آپ کے ہمعصر بیسیوں مفسّرِ قرآن ہُوئے جنہوں نے اسلام اور قرآن کی شاندار خدمت کی ہے مگر جو رنگ آپ کے انگریزی ترجمۃ القرآن میں پایا جاتا ہے یا جو خوبی تفسیر بیان القرآن میں نظر آتی ہے۔ وہ دوسری تفاسیر میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ کے دَور میں جو حضرات خود مترجم اور مفسّرِ قرآن ہوئے ہیں، انہوں نے بھی نہ صرف آپ کی تصانیف کی تعریف کی ہے بلکہ انگریزی ترجمۃ القرآن کو آپ کا عظیم الشان کارنامہ قرار دیا ہے۔ ایسے چند اصحاب کی آراء ملاحظہ فرمائیں :۔

(۱) "مولوی محمد علی آف لاہور نے جس قدر طویل المدّت اور قابلِ قدر خدماتِ دینِ اسلام کی تجدید کے بارہ میں کی ہیں وہ کسی موجودہ انسان سے انجام نہیں پا سکیں۔"
(پکتھال۔ مترجم قرآن)

(۲) "مولوی محمد علی نے قرآن کا ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سُورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔"
(مولانا عبدالماجد دریابادی۔ مفسّرِ قرآن)

(۳) "مولانا محمد علی صاحب کے ترجمۃ القرآن انگریزی کا مقابلہ کوئی اور انگریزی ترجمہ نہیں کر سکتا ........... مولانا صاحب نے اس ترجمہ کے ذریعہ اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید کر دیا ہے۔"
(حافظ غلام سرور صاحب مترجم قرآن)

یہ حقائق ہیں جن کا اقرار اہلِ علم اور صاحبِ قلم حضرات کو ہے کہ مولانا ممدوح کے پیدا کردہ علمی مواد سے اسلام کی عظمت اور برتری قائم ہوئی اور مسلمانوں کے دِلوں میں اپنے دِین کی محبت اور شوکت کا جذبہ رُونما ہوا۔ وہ تمام غلط فہمیاں جو غیر مُسلم معاندین کی طرف سے اسلام کے متعلق تھیں، مِٹ گئیں۔ بلکہ خود مسلمانوں کے جاہلانہ خیالات اور پیدا کی گئیں روایات کی حقیقت بھی سامنے آگئی۔

مولانا کا ترجمۃ القرآن اور دیگر اسلام پر لکھی گئی کتابیں، دُنیا کے دُور دراز حصوں میں پہنچکر اگر ایک طرف دینِ اسلام کی تقویت کا موجب بنیں تو دوسری طرف آپ کے نام کو شہرتِ دوام دے کر تحریکِ احمدیت کی تقویت اور بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بھی ہوئیں جن میں سے ایک یہ خاکسار بھی ہے۔

طالب علمی کے زمانے میں جبکہ میں نیلہ گنبد لاہور کے مدرسہ رحیمیہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ ہم طلباء کا ایک سہ رکنی وفد سلسلہ احمدیہ کی تحقیق و تفتیش کے لئے احمدیہ بلڈنگس پہنچا۔ ہمیں حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب سے ملایا گیا۔ آپ مسجد کے ساتھ والے کمرے میں (جو کہ اس وقت حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کے زیرِ تصرف ان کی لائبریری کا کمرہ ہے) لکھنے میں مصروف تھے۔ آپ ہمارے ساتھ پیار اور ہمدردانہ انداز سے پیش آئے۔ سلسلہ کے متعلق نصیحتیں اور وضاحتیں فرماتے رہے۔ آخر میں آپ نے ہم تینوں کے لئے تین تین کتابوں پر مشتمل تین پیکٹ منگوا کر پڑھنے کو دیئے۔

یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی اور میرے لئے یہ پہلا موقعہ تھا جس سے میری اجنبیت جماعتِ احمدیہ سے کسی قدر دُور ہوئی۔ حُسنِ اتفاق سے چار سال بعد جماعت کے مخلص بزرگ حافظ محمد بخش صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات نے خوابیدہ تصوّرات کو از سرِ نو بیدار کر دیا۔ حافظ صاحب موصوف نے مجھے حضرت اقدسؑ مرزا صاحب کی تصنیف "ازالہ اوہام" اور مولانا محمد علیؒ صاحب کی تفسیر بیان القرآن پڑھنے کے لئے دی میں نے ہر دو کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد حافظ صاحب کو کہا کہ دونوں کتابوں کے پڑھنے کے بعد میرا تاثر یہ ہے کہ "علمی اعتبار سے میں جناب مرزا صاحب پر مولانا محمد علی صاحب کو فوقیت دیتا ہُوں"۔ حافظ صاحب نے میری اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے تفسیر بیان القرآن کے دیباچہ میں لکھی ہوئی اس تحریر کو میرے سامنے رکھا جہاں خود مولانا محمد علی صاحب فرماتے ہیں:۔

"بالآخر اس بات کا ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ گو قرآن شریف کی اس ناچیز خدمت میں میں نے سلف صالحین کی محنت سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے مگر میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمتِ قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدّد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں اور اس کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولوی نُورالدین صاحب مرحوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کچھ فائدہ پہنچے تو جہاں وہ میرے لئے دُعا کرے ان بزرگوں کے لئے بھی دُعا کرے۔ میں محض مٹی ہوں۔ اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو

(باقی بر صفحہ کالم ۔)

# میاں غلام حیدر صاحب مرحوم و مغفور

میاں غلام حیدر صاحب مرحوم و مغفور گذشتہ ۷ار ستمبر کو ہمیں داغِ مفارقت دے گئے اور ایک ایسا خلا چھوڑ گئے ہیں جسے پُر کرنا آسان نہیں۔ وہ ایک نہایت قیمتی وجود، پیکرِ اخلاص، انجمن کے حقیقی بہی خواہ، مجسّمۂ اخلاق، شیریں زبان، خوش گفتار اور بڑے باوفا انسان تھے۔ وہ ایک نیک کردار اور صالح بزرگ تھے۔ نماز خوب سنوار کر پڑھا کرتے تھے اور جملہ ارکانِ اسلام کے پابند تھے۔ وہ جہاں بھی رہے اپنی نیکی اور اخلاقِ حسنہ سے دوسروں کو متاثر کرتے رہے۔ پولیس کے محکمہ کی جو شہرت ہے اُسے سب جانتے ہیں لیکن میاں غلام حیدر صاحب مرحوم اپنے محکمہ اور عوام میں اپنی دیانت داری اور فرائضِ منصبی کو پُوری تندہی اور سچائی سے ادا کرنے کی وجہ سے ہمیشہ نیک نام رہے اور مثالی کردار کے افسر سمجھے گئے۔ اور تھانیدار سے ترقی کر کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ آپ ایک دراز قد، بھرے ہوئے جسم کے انسان، جامہ زیب اور بڑی باوقار شخصیت کے مالک تھے۔

ان کے والد بزرگوار خان بہادر میاں غلام رسول صاحب مرحوم بھی ایک بے نظیر انسان تھے۔ جھنگ کے ایک قدیمی معزز خاندان کا فرد اور خوشحال زمیندار ہونے کے باوجود نہایت منکسر المزاج، حلیم الطبع اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔ آپ بھی محکمہ پولیس میں ایک مثالی افسر تھے جو سپاہی بھرتی ہو کر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ میاں صاحب مرحوم فطرتاً ایک دیندار انسان تھے اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا مطالعہ کر کے بہت سے پیروں اور گدی نشینوں کو قریب سے دیکھ کر بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ جماعت احمدیہ سے وابستگی کے بعد آپ ایک صالح مسلمان، عالمِ دین، مؤثر واعظ، خوش الحان اور عابد و زاہد مبلغ بن گئے۔ آپ ایک عرصہ تک ضلع فیروزپور میں انسپکٹر پولیس کے عہدہ پر فائز رہے اور ان کی تبلیغ اور نیک نمونہ سے متاثر ہو کر سینکڑوں افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔

میاں صاحب موصوف نوجوان پولیس افسروں کے لئے ایک نمونہ تھے۔ اور میاں محمد صادق صاحب مرحوم، مہر محمد خان سیال اور ایسے ہی کئی پولیس افسر میاں غلام رسول صاحب کے دلدادہ اور سچے عاشق تھے اور میاں صاحب بھی انہیں اپنے بچوں کی طرح عزیز جانتے تھے۔ یہ سب لوگ بھی جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص اور سرگرم رکن تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ میاں صاحب مرحوم لاہور شہر کے کوتوال بھی رہے اور یہ جماعت احمدیہ لاہور کے قیام کا ابتدائی دور تھا جس میں میاں صاحب نے بڑی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ دہلی دروازہ لاہور کے باہر کوتوالی کی جو عمارت ہے یہ اسی زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی، اور اس کے باہر سنگِ مرمر کا جو کتبہ نصب تھا اُس پر "خانصاحب میاں غلام رسول" کا نام بھی کندہ تھا لیکن اب یہ پتھر وہاں موجود نہیں۔

میاں غلام حیدر صاحب مرحوم پیدائشی احمدی تھے اور مسلم ہائی سکول لاہور کے ابتدائی زمانہ میں اسی مدرسہ کے طالب علم اور حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کے شاگردِ رشید تھے۔ جماعت سے میاں صاحب کو بڑی وابستگی اور دلی لگاؤ تھا۔ دورانِ ملازمت وہ جہاں بھی رہے جماعت کے لئے بڑی قوت کا موجب ہوئے۔ وہ ہر تحریک میں حصہ لیتے اور چندہ ماہوار کے علاوہ گرانقدر مالی اعانت فرماتے۔ پنشن ہو جانے کے بعد وہ اپنے زمینداره کی دیکھ بھال کی طرف متوجہ ہوئے لیکن انجمن کی مجالس منتظمہ اور معتمدین میں شرکت کے لئے باقاعدگی سے تشریف لاتے اور اکثر احمدیہ بلڈنگس میں قیام فرماتے۔ وہ سالہا سال تک انجمن کی اراضیات اوکاڑہ و سندھ کے افسرِ نگران کی حیثیت سے آنریری طور پر خدمات بجالاتے رہے اور تکلیف اُٹھا کر سفر کرتے لیکن کسی قسم کا سفر خرچ وصول نہ کرتے۔ یہ اراضیات جب تک انجمن کے قبضہ میں رہیں میاں صاحب مرحوم یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ کا وجود انجمن کے لئے بڑی قوت کا موجب تھا۔ مجلس میں آپ کی رائے ہمیشہ صائب اور بے لاگ سمجھی جاتی تھی اور وہ ہمیشہ کلمۂ حق بڑی جرأت سے کہا کرتے تھے خواہ وہ کسی کے خلاف ہو یا کسی کے حق میں۔ مرحوم ایک باوفا دوست تھے اور دوستی کا پالن کرنا خوب جانتے تھے اور یہ جوہر انہیں ورثہ میں ملا تھا کیونکہ میاں غلام رسول صاحب مرحوم بھی بڑے باوفا انسان، مخلص دوست اور جھگڑوں کو سلجھانے والے بزرگ تھے۔

میاں غلام حیدر صاحب کے برادران میاں غلام عباس صاحب مرحوم اور میاں غلام شبیر صاحب مرحوم بھی پیکرِ خلوص اور بے نظیر کردار کے انسان تھے۔ میاں غلام عباس صاحب آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے وہ اور ان کے بھائی بڑی پسندیدہ عادات اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ ان کی ہمشیرہ محترمہ آمنہ تمیم صاحبہ بڑی قابل اور علم و ادب سے شغف رکھنے والی خاتون اور اپنے بزرگوں کی روایات کو زندہ رکھنے والی بی بی ہیں۔ وہ آجکل بعارضہ قلب بیمار ہیں اور احباب کی مخلصانہ دعاؤں کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کامل عطا کرے۔ آمین۔

---

میاں غلام حیدر صاحب مرحوم کے صاحبزادگان میاں خالد حیدر، میاں طارق اور میاں زبیر اور ان کی صاحبزادی ناہید اختر مرحوم کی جدائی سے بہت صدمہ زدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے زخمی قلوب پر رحمت کا پھایا رکھے اور انہیں صبرِ جمیل عطا کرے۔ میاں خالد نے ایم اے تک تعلیم حاصل کی ہے اور اب اپنے زمینداره کی نگرانی کرتے ہیں۔ میاں طارق فوج میں کپتان ہیں اور زبیر میاں ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو اور انہیں ہر رنگ میں میاں غلام رسول اور میاں غلام حیدر کا جانشین بنائے۔

حضرت میاں غلام رسول صاحب مرحوم نے اپنے مکان کے قریب ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی تھی جو اس وقت انجمن کی تحویل میں ہے اور صحن مسجد کے ایک گوشہ میں دونوں باپ بیٹا میاں غلام رسول اور میاں غلام حیدر محوِ استراحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی رُوحوں پر اپنے انوار و افضال کی بارش کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے ورثاء کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

---

## آہ! میاں غلام حیدر تمیم صاحب

پشاور سے جماعت کے نہایت ہی محترم بزرگ اور جناب میاں غلام حیدر صاحب کے دیرینہ قریبی ساتھی جناب ڈاکٹر عبد العزیز صاحب ان کی وفات پر اپنے دلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:—

"میرے عزیز بھائی میاں صاحب کی وفات کی خبر پیغامِ صلح میں پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میرے وہ بہت پرانے ساتھی تھے۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں ہم دونوں اور مرحوم حافظ محمد حسن جیمہ صاحب ایک ہی کمرہ میں مسلم ہائی سکول لاہور میں مقیم تھے۔ میاں صاحب کالج میں پڑھتے تھے۔ میں میڈیکل کالج میں اور جیمہ صاحب لاء کالج میں۔ ایک ہی پلیٹ میں اکٹھا کھانا کھایا کرتے تھے جو اس وقت کا رائج طریق تھا۔ جس سے خلوص اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا۔ اس لحاظ سے انہوں نے برادری کے حق کو خوب نبھایا۔ اور مجھے جلسہ سالانہ کے علاوہ پشاور آکر بھی ملتے رہے۔ جب ریلوے پولیس کے افسر تھے۔ تو نشتر آباد میں اور بعد میں یونیورسٹی ٹاؤن میں۔ معاملہ کی تہ کو فوراً پہنچ جاتے تھے اور اپنی رائے کا اظہار بغیر رُو رعایت بڑی جُرأت سے کیا کرتے تھے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کے اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

خاکسار غمزدہ عبد العزیز"

---

## مکتوب پشاور (بسلسلہ صفحہ ۲)

(بسلسلہ صفحہ ۲)

مفید گفتگو ہوتی رہی۔

**عید ملن پارٹی!** پشاور حلقہ کی ان دو بابرکت مجالس سے قبل مورخہ ۱۵-۹-۷۸ کو تنظیم خواتینِ احمدیہ پشاور کا اجتماع ہوا۔ محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری سعید احمد نے عید ملن پارٹی کی صورت میں خواتین کو مدعو کیا تھا۔ جمعہ کا دن تھا نمازِ جمعہ کے بعد بیگم صاحبہ موصوفہ نے خواتین کو پُرتکلف چائے پیش کی۔ اس موقعہ پر خواتین نے استحکامِ جماعت کے متعلق مختلف اُمور پر غور کیا اور جماعتی زندگی گذارنے اور مفاداتِ سلسلہ کے تحفظ پر زور دیا گیا۔

مکرم چوہدری سعید احمد صاحب نے بھی احبابِ سلسلہ کو اس موقعہ پر مدعو کر رکھا تھا۔ انہوں نے احباب کی پُرخلوص تواضع کی۔ جزاھما اللہ تعالیٰ۔ یہ مجلس بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب رہی۔ میں اپنی طرف سے اور احباب جماعتِ پشاور کی طرف سے بیگم صاحبہ اور چوہدری سعید احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

---

**اعلیٰ اخلاق سے بہتر کوئی شے نہیں۔**
(حدیث نبوی)

از مکرم جناب میاں رحیم بخش صاحب کراچی۔

# حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔

"مجدد اعظم" اور "مجاہد کبیر" کتب میں ایک واقعہ کا ذکر ہے جس کا وقوع گو ایک غیر معمولی انداز اور معجزانہ رنگ کا تھا۔ مگر اس کی اہمیت محض اس کے زمانۂ وقوع تک محدود نہ تھی۔ بلکہ یہ واقعہ بہت دُور رس اثرات اور نتائج کا حامل تھا۔ جس کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ دونوں کی زندگیوں سے بہت گہرا تعلق تھا۔ اور اس کے بیش گوئیانہ مضمرات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد رونما ہوئے۔

یہ واقعہ اوائل سن ۱۹۰۲ء میں ظہور پذیر ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے دعویٰ مجددیت کو ۱۷ برس اور دعویٰ مسیح موعود پر ۱۲ برس گذر چکے تھے۔ اس وقت حضرت اقدس کی بیعت میں ایک ۲۳ برس کا نوجوان داخل ہو کر ۲ سال بعد قادیان میں حضرت اقدس کے قدموں میں رہنے کو مقیم ہوا۔ یہ نوجوان دورِ جدید کی اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہے۔ اس نے ایم اے ایل ایل بی کی ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی سے نمایاں پوزیشن میں حاصل کیں۔ اس نے گوجرانوالہ میں وکالت کی پریکٹس کے تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے اور سرکاری ملازمت کے لئے ایک اعلیٰ عہدہ E.A.C. کے لئے نامزد ہو چکے تھے۔

اس نوجوان کے لئے جب دنیاوی ترقی کی تمام راہیں اعلیٰ سے اعلیٰ منازل تک کھلی تھیں لیکن حضرت اقدس کے منشاء اور ارشاد پر ان دنیاوی ترقیات کی خوش آئند امنگوں کو لات مار کر خدمتِ دین اور حضور مسیح موعود کی برکات سے فیض یاب ہونے کے لئے سرزمین قادیان میں اقامت پذیر ہوئے تین سال گذر چکے تھے۔ جب یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یہ نوجوان اس وقت مولوی محمد علی کے نام سے موسوم تھے۔ جو بعد میں اپنی شہرۂ آفاق تصانیف جن میں انگریزی ترجمۃ القرآن اوّلین درجہ رکھتا ہے مولانا محمد علی (رحمۃ اللہ علیہ) امیر جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے دنیا میں متعارف ہوئے۔ ان تین برس میں جو خدماتِ دین کی مصروفیات اور روحانی ترقیات آپ نے حضرت اقدس سے وابستگی سے حاصل کیں وہ ذیل کے اقتباسات سے عیاں ہوتی ہیں۔ (۱) اقتباس از مجاہد کبیر صفحہ ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ -

اخبار الحکم مؤرخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۰ء رقمطراز ہے: ـــــ

"حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی دینی خدمت قابلِ رشک ہے۔ آپ قریباً دو سال سے دارالامان میں بیٹھے ہوئے خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ دو تین سال کے اندر جس قدر انگریزی اشتہارات اور کتابیں شائع ہوئی ہیں، یہ سب مولوی محمد علی صاحب موصوف کی قلمی خدمت کا نتیجہ ہیں۔ آج کل دجال کے متعلق ایک انگریزی کتاب حضرت اقدس کو سناتے ہیں۔ باوجود اس قدر مصروفیت کے آپ نے گولڑوی کے مقابل اخبار عام، اور چودھویں صدی میں بڑے بڑے زبردست آرٹیکل لکھے اور کلکتہ کے ایک عیسائی اخبار میں انگریزی میں لطیف مضامین لکھ رہے ہیں۔ ........ مڈل کا سالانہ امتحان قریب ہونے کی وجہ سے آپ نے گرامی اوقات کا ایک حصہ آج کل مدرسہ میں محض خیر خواہی اور مرضات اللہ کے حصول اور امام زمان کی خوشنودی کے لئے دے رکھا ہے۔"

پھر الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء لکھتا ہے:ـــ

"حضرت مولانا محمد علی صاحب ولایتی فلاسفروں کی تصنیفات حضرت کو سنا رہے ہیں۔"

## حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے متعلق حضرت صاحب کے ابتدائی تاثرات۔

ان ایام میں جبکہ مولانا محمد علی صاحبؒ نے قادیان میں قیام شروع کیا تو اس وقت سے حضرت مرزا صاحب جس گہری نظر سے آپ کے حالات کا مطالعہ کرتے رہے اور جس نتیجہ پر پہنچے اس کا ذکر حضور نے اس طرح کیا ہے:ـ

"ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقت کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے۔ اور بہت سا اپنا حرج اٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام دینے کے لئے یعنی میری بعض تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں۔ ........ اور میں اس مدّت میں یعنی جب سے وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسّس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری میں اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع، باحیا، نیک اندرون، پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے ........ یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہونہار لڑکے جو بہمہ صفت موصوف ہوں۔ اور ہر طرح سے لائق اور معزز درجہ کے آدمی تلاش کرنے سے نہیں ملتے۔"

(مجموعہ اشتہارات - ۹ راگست ۹۹ء جلد ہشتم صفحہ ۴۷)

اور اس کے بعد اکتوبر ۱۸۹۹ء میں ایک اور موقعہ پر تحریر فرمایا:ـــ

"اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے۔ کہ ایک اور جوان صالح خدا کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ یعنی حبّی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر ہیں۔ میں ان کے آثار عمدہ پاتا ہوں۔ اور وہ ایک مدّت سے دنیاوی کاروبار کا حرج کر کے خدمتِ دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں۔ اور حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب سے حقائق و معارف قرآن شریف سُن رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقوےٰ اور محبتِ دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا۔ جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!"

## رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا اجراء

جیسا کہ ذکر آ چکا ہے شروع میں مولانا محمد علیؒ صاحب قادیان میں ایک عارضی قیام کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور آپ کا عارضی قیام بڑھتا ہی گیا۔ مقصد تو یہ تھا کہ حضرت صاحب کے بعض میموریل جو گورنمنٹ کو بھیجے جانے تھے اور بعض تالیفات کا آپ انگریزی ترجمہ کریں۔ جن میں سے ایک "فریاد درد" بھی تھی۔ چنانچہ خود حضرت صاحب اپنے اشتہار "اشتہار الانصار" میں تحریر فرماتے ہیں:ـــ

"اور وہ تمام کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہماری طرف سے نکلتی ہیں ان کا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب ہی کرتے ہیں۔"

اور یا اس کے ساتھ ہی حضرت صاحبؒ کی صحبت سے فیض اٹھائیں اور مولانا نور الدین صاحب سے درس سُنیں۔ لیکن اسی اثنا میں وہ وقت آ گیا کہ حضرت صاحب اپنی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک عملی قدم اٹھائیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:ـــ

"یہ امر ہمیشہ میرے لئے موجب غم اور پریشانی تھا۔ کہ وہ تمام سچائیاں اور پاک معارف اور دینِ اسلام کی حمایت میں پختہ دلائل اور انسانی مدح کہ ہمیشہ اطمینان دینے والی باتیں جو مجھ پر ظاہر ہوئیں اور ہو رہی ہیں ان سے مُلک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالب علموں کو اب تک کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اور یہ درد اس قدر تھا کہ آئندہ اس کی برداشت مشکل تھی۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائدار گھر سے گذر جائیں ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے اور ہمارے لئے آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو۔ اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو ہماری زندگی کا اصل مقصود ہے ایک تدبیر پیدا ہوئی اور وہ یہ ہے کہ ........ ایک رسالہ میگزین بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جائے۔"

اس رسالہ کی ایڈیٹری کے لئے ایک قابل انگریزی دان کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے مولانا محمد علیؒ صاحب کو فرمایا کہ آپ اگر قادیان رہ کر یہ خدمت کریں تو بہت خوب ہو۔ مولانا صاحب نے اس کو اپنی سعادت سمجھا اور جیسا کہ ذکر آ چکا ہے۔ وکالت کرنے کے تمام انتظامات کو منسوخ کر دیا۔ لیکن رسالہ نکلنے میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۱ء کو حضرت صاحب نے اپنے اشتہار "ایک ضروری تجویز" میں بھی اس رسالہ کے متعلق اعلان فرمایا۔ اس وقت کوئی انجمن موجود نہ تھی اور نہ ہی رسالہ کے لئے کسی سرمایہ کا انتظام تھا۔

حضرت صاحب کی دعوت پر احباب نے قادیان میں جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ رسالہ کو چندہ کے ذریعہ چلایا جائے اور چندہ کی رقم اور رسالہ کے انتظام کے لئے ایک انجمن ہو جس کا نام انجمن اشاعت اسلام رکھا گیا۔ اس کے سرپرست حضرت صاحبؑ۔ پریذیڈنٹ مولوی نور الدین صاحب۔ وائس پریذیڈنٹ مولوی عبد الکریم صاحب۔ سیکرٹری خواجہ کمال الدین صاحب۔ اور اسسٹنٹ سیکرٹری مولانا محمد علی صاحب قرار پائے۔ اور رسالہ کے ایڈیٹر مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب قرار پائے۔ بعض وجوہات سے رسالہ کی اشاعت میں مزید تاخیر ہو گئی۔ اس اثنا میں مولانا محمد علی صاحب رسالہ کے لئے متواتر مضامین تیار کرتے رہے۔ نومبر ۱۹۰۱ء میں فیصلہ ہوا کہ عہدیداران انجمن مقامی ہوں۔ اور مولانا محمد علی صاحب کو سیکرٹری بنایا گیا۔ اور رسالہ کو قادیان سے نکالنے کی تجویز رہی۔ جنوری ۱۹۰۲ء سے یہ رسالہ مولانا محمد علی کی ایڈیٹری میں ماہوار شائع ہونا شروع ہوا اور ساتھ ہی اس کا ایک اردو ترجمہ رسالہ کی شکل میں بھی نکلنے لگا۔

ابتداء میں تو رسالے میں حضرت صاحب ہی کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ جن کا انگریزی ترجمہ مولانا محمد علی صاحب شائع کیا کرتے تھے۔ اور مولانا صاحب خود بھی کچھ مضامین لکھا کرتے تھے لیکن بعد میں مولانا محمد علی صاحب نے اپنے مضامین کی تعداد بھی بڑھتی گئی اور آگے چل کر تو تقریباً سارا رسالہ ہی مولانا کے قلم سے نکلنے لگا۔ اور بڑے بڑے معرکۃ الآراء مضامین ان کے قلم سے نکلے۔ جو مسلم اور غیر مسلم ممالک میں نہایت مقبول ہوئے۔ مثلاً بہشت و دوزخ۔ پردہ۔ کثیر الازدواجی۔ غلامی۔ اسلامی جنگیں۔ مسئلۂ وراثت۔ سود۔ طلاق۔ جمع قرآن۔ حفاظت۔ احادیث وغیرہ وغیرہ!

الغرض ریویو آف ریلیجنز پہلا رسالہ تھا جس نے اس زور شور اور فصاحت و بلاغت سے انگریزی زبان میں اسلام کو پیش کیا اور دلائل قاطعہ سے اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر ثابت کر کے دکھایا کہ مسلم و غیر مسلم اہل علم طبقہ حیرت میں پڑ گیا۔ سینکڑوں انگریزی تعلیمیافتہ نوجوانوں کو جو پادریوں اور دہریوں کے زیر اثر تھے دوبارہ اسلام اور ایمان نصیب ہوا۔ پادریوں کے گھروں میں ماتم پڑ گیا۔ کیونکہ عیسائی مذہب سب سے زیادہ اس رسالہ کا نشانہ تھا۔ اور اسلام کا غلبہ دلائل سے تمام ادیان پر ایک حقیقت نظر آنے لگا۔

خود انگریزوں پر اس رسالہ کا اثر ایسا ہی پڑا کہ ایک انگریز افسر نے جس کے نام رسالہ مفت آتا تھا۔ کہا کہ اس رسالہ کو بند کر دیں۔ کیونکہ پڑھے بغیر رہا بھی نہیں جاتا اور جب پڑھتا ہوں تو ڈرتا ہوں۔ کہ میں ایک دین حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے خدا کا مجرم نہ بن جاؤں۔

غرضیکہ حضرت صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مولانا محمد علی صاحب کا انتخاب فرمایا۔ اور یہ رسالہ بڑی آب و تاب سے شائع ہوتا رہا۔ اور بڑے بڑے قیمتی مضامین اسلام پر اس میں شائع ہوتے رہے۔ اور بڑی عظیم الشان خدمت اس کے ذریعہ دین کی ہوتی رہی۔ اسلام کے متعلق انگریزی خواں دنیا کا نقطۂ نظر بدلنے میں اس زمانے میں سب سے پہلا ذریعہ یہی تھا۔ اور ہندوستان کے تعلیمیافتہ طبقہ کے علاوہ کثرت سے غیر ممالک میں بھیجا جاتا تھا۔

یورپ میں اسلام پھیلانے کے لئے علاوہ رسالہ کے اجراء کے حضرت صاحب کی دو خواہشات اور تھیں۔ ایک قرآن کا انگریزی ترجمہ و تفسیر کر کے ان لوگوں تک پہنچانا اور دوسرے اسلامی مسائل پر ایک مفصل کتاب لکھ کر اس کا پھیلانا۔ آپ نے اپنے دعوے کے بعد سب سے پہلی کتاب "ازالہ اوہام" میں اپنی آرزو ان الفاظ میں بیان کی:۔

"سو میری صلاح ہے۔ کہ بجائے ان وعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اور اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے انگریزی میں ترجمہ کرا کے ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ میرا کام ہے اور دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۳)

ایک اور موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کی ڈائری مطبوعہ بدر ۲۱ر فروری ۱۹۰۷ء میں درج ہے:۔

"۱۳ر فروری ۱۹۰۷ء کو مولوی محمد علی صاحب کو حضرت اقدسؑ نے بلا کر فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے لئے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جائے اور یہ آپ کا کام ہے......"

غرضیکہ جہاں ایک طرف تو حضرت صاحب نے اپنی زندگی کا مقصد بیان کر کے رسالہ کے لئے مولانا محمد علیؒ کا انتخاب فرمایا، وہاں دیگر تالیفات کے لئے بھی آپ کی خواہش یہی تھی کہ مولانا محمد علیؒ صاحب ہی کریں۔

مندرجہ بالا دو آرزوئیں جن کو پورا کرنے کے لئے حضرت اقدسؑ نے حضرت مولانا محمد علیؒ کو منتخب کیا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت اقدس کی یہ دلی تمنائیں۔ حضرت مولانا صاحب کے زور قلم سے انگریزی ترجمۃ القرآن و تفسیر اور کتاب ریلیجن آف اسلام کی صورت میں تکمیل کو پہنچیں۔

اس کے بعد کتاب مجاہد کبیر میں حضرت اقدسؑ کے کئی ایک رؤیا اور کشف درج ہیں جن کا تعلق خالصتاً مولانا صاحب کے جہاد بالقلم سے ہے۔ اور جن کا اطلاق خود حضرت اقدس نے مولانا صاحب کی ذات والاصفات سے کیا۔ پھر مذکور ہے کہ:۔

غرضیکہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان تمام رؤیا، کشوف اور دیگر تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ہاں یہ مقدر تھا کہ آپ کے مشن کو چلانے اور آپ کی دلی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے مولانا محمد علیؒ صاحب کو چن لیا جائے۔ اور یہ کہ حضرت صاحب نے اپنی زندگی میں ہی یہ کام مولانا کے سپرد کئے۔ اور تفسیر قرآن اور اسلام پر جامع کتب اور عمدہ عمدہ تالیفات لکھنے کی توفیق مولانا محمد علی صاحب کو ہی ملی۔ اور جس جس خواہش کا حضرت صاحب نے اظہار فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے مولانا محمد علیؒ صاحب کے ذریعے سے شرفِ قبولیت بخشا۔ اس لحاظ سے مولانا محمد علیؒ کی زندگی حضرت صاحب کی زندگی کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب کے دل میں یہ آرزو بھی کہ تبلیغ اسلام کا یہ کام کریں۔ مگر مصلحتِ الٰہی اس طرح تھی۔ کہ آپ اپنا کچھ کام اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے پورا کریں اور کچھ آپ کے بعد آپ کے کسی خادم کے ہاتھ سے پورا ہو۔

جس طرح قیصر و کسریٰ کی چابیاں رسول اللہ صلعم کو دی گئیں۔ مگر یہ دونوں سلطنتیں حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے فتح ہوئیں اور چابیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ آئیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی زندگیاں گویا رسول اللہ صلعم کی زندگی کا ہی حصہ ثابت ہوئیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی بعض آرزوؤں کو خدا نے آپ کی زندگی میں ہی پورا کر دیا۔ مگر بعض کو آپ کی وفات کے بعد مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ سے پورا کروا کر مولانا کی زندگی کو حضرت صاحب کی زندگی کا ہی حصہ ثابت کر دیا۔

اس پس منظر میں جو خاص واقعہ مولانا محمد علیؒ کی زندگی کو پیش آیا اور جو اس مضمون کے عنوان کا باعث ہے "مجددِ اعظم" اور "مجاہد کبیر" دونوں میں یوں مذکور ہے:۔

"مارچ اپریل ۱۹۰۲ء میں پنجاب میں طاعون کا بڑا زور تھا۔ قادیان میں طاعون نے کبھی وبائی صورت اختیار نہیں کی تھی۔ حالانکہ قادیان کے ارد گرد دیہات میں ایک قیامت مچی ہوئی تھی۔ انہی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار کہ بے شک میں ہر ایک کی جو اس گھر کے اندر ہے حفاظت کروں گا۔ سوائے اس کے جو سرکشی اور تکبر اختیار کرے۔"

"اس الہام میں جناب الٰہی کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کے اندر رہنے والوں کے متعلق حفاظت کا وعدہ تھا۔ حضرت صاحب نے بہت سے لوگوں کو اپنے گھر کے اندر رہنے کی دعوت دے دی۔ مولوی عبد الکریم صاحب اور مولوی محمد علی صاحب پہلے ہی وہاں رہتے تھے۔ اس کے بعد مولوی نور الدین صاحب۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی بمعہ اہل و عیال اور کچھ اور خاندان بھی حضرت صاحب کے مکان میں ایک ایک کمرہ میں رہ کر گزارہ کرنے لگے۔ اتفاق سے مولوی محمد علیؒ صاحب کو سخت بخار چڑھا۔ انہیں خیال ہوا کہ اگرچہ میں دار کے اندر ہوں۔ مگر اس الہام میں

(باقی صفحہ ۲۷ کالم ۱)

# مولانا محمد علی (لاہوری)

(از ابو الاسرار (مرحوم) - ایم-اے (علیگ) جودھپور بھارت)

گو نہیں ہوں مسلکاً میں احمدی ؛ جانتا ہوں کیا ہے نیکی کیا بدی؟

اپنے دینِ پاک کی دُھن چاہیئے ؛ نیک باتوں میں تعاون چاہیئے

خادمِ اسلام کا یہ حال ہے ؛ کتنا روشن نامۂ اعمال ہے

دینِ مُلّا میں تھی انگریزی حرام ؛ پھر بھلا کیا پھیلتا حق کا پیام

تھا وہ پہلا شخص ہندوستان کا ؛ ترجمہ جس نے کیا قرآن کا

اللہ اللہ اس مترجم کی کتاب ؛ کر گئی مغرب میں پیدا انقلاب

کیا اثر تھا "دعوتِ خاموش" میں ؛ کفر آیا دین کی آغوش میں

ترجمہ کرکے "زبانِ غیر" میں ؛ دین پھیلایا "کلیسا- دیر" میں

کارنامے کیا نمایاں کر گیا! ؛ اہلِ مغرب کو مسلماں کر گیا!!

ہاتھ میں دے دی کتابِ دینِ حق ؛ پیشِ عالم رکھ دیا آئینِ حق

یوں بکھیرے دہر میں اسرارِ دیں ؛ دشتِ باطل بن گئے گلزارِ دیں

دین پھیلا چین میں جاپان میں ؛ جرمنی، ہالینڈ، انگلستان میں

خوب اس نے خدمتِ اسلام کی ؛ لکھ گیا ہے وہ کتابیں کام کی

یہ کتابیں دلنشیں سنجیدہ ہیں ؛ پڑھنے والے عاشق و گرویدہ ہیں

"قلزمِ تحقیق" کا "وہ غوطہ زن" ؛ ڈھونڈھ لاتا تھا عجب "دُرِّ عدن"

اس کی جو تحریر یا تقریر ہے ؛ مذہبِ اسلام کی تفسیر ہے

وہ مبلغ، عالمِ دیں، وہ دبیر ؛ وہ مفسر، وہ جماعت کا امیر

"مذہبِ اسلام" ہے مقبول تر ؛ اسکی تصنیفات ہیں سب معتبر

یہ کتاب اسلام کی تصویر ہے ؛ طالبِ حق کے لئے اکسیر ہے

سنّت و قرآں کا اک گنجینہ ہے ؛ جنّتِ فردوس کا آئینہ ہے

ہے مکمل اس میں دستورِ حیات ؛ بند ہے فانوس میں نورِ حیات

گر نہ ہوتا شاخ کا باہر قیام ؛ یورپ و امریکہ رہتے بے پیام

---

یہ تکبر اور سرکشی کرنے کے لئے استثنا ہے۔ سو کیا عجب کہ مجھ میں کوئی کمزوری ہو اور اس کی وجہ سے میں طاعون میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

آپ پر اس خیال نے اس قدر غلبہ کیا۔ کہ مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر وصیت بھی لکھوانی شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعود کو خبر ہوئی تو آپ مولوی صاحب کے کمرہ میں تشریف لائے اور حال دریافت فرمایا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مجھے طاعون ہو گئی ہے۔ دیکھئے کس قدر سخت بخار ہے۔ حضرت صاحب نے نہایت جذبہ کے ساتھ فرمایا:-

"اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو میں جھوٹا ہوں۔ اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔"

(یہ واقعہ اور الفاظ حضرت مرزا صاحب نے اپنے قلم سے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵۳ پر لکھے ہیں)۔ یہ الفاظ کہہ کر حضرت صاحب نے مولوی صاحب کی نبض پر ہاتھ رکھا تو عجیب نمونہ قدرت الٰہی ظاہر ہوا۔ کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد ہو گیا کہ بخار کا نام و نشان نہ تھا اور وہ اٹھ بیٹھے اٹھ کر بیٹھ گئے۔

خود مفتی محمد صادق صاحب کا بیان ہے۔ کہ میں نے اس سے قبل مولوی محمد علی صاحب کے جسم پر ہاتھ لگایا تو وہ آگ کی طرح پھنک رہا تھا۔ ابھی چند منٹ ہی گذرے تھے کہ حضرت صاحب کے تشریف لانے کے بعد نہ معلوم وہ بخار کدھر چلا گیا۔

اس واقعہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگیوں کا کتنا گہرا تعلق ہے۔ اور کس طرح حضرت مولانا کی بقایا زندگی حضرت اقدس کے دعویٰ مجددیت اور مسیح موعود پر صداقت کا ثبوت بنی اور کس طرح حضرت مولانا نے حضرت اقدس کی وفات کے بعد خود کو حضرت مسیح موعود کی تحریک احمدیت کا صحیح نمائندہ اور جماعت کی صحیح رہنمائی سے حضرت اقدس کا اصل جانشین ثابت کیا۔ انشاء اللہ آئندہ قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ! ؛

---

## دورِ حاضرہ کا عظیم مفسرِ قرآن

معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے۔

آخر پر اپنے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں جبکہ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن کا مطالعہ کر رہا تھا ایک تفسیری نوٹ پڑھ کر دل اس قدر متاثر ہوا کہ کتاب سامنے کھلی کی کھلی رہی اور میرے دونوں ہاتھ از خود دعا کے لئے اٹھ گئے۔ رقت بھرے دل سے اور پر درد الفاظ میں مولانا مرحوم و مغفور کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی۔

اے اللہ العالمین! اپنے اس عاجز بندے پر جسے تو نے لوگوں کی ہدایت اور اسلام کی تقویت کے لئے تفسیر لکھنے کی توفیق دی ہے۔ اپنی بیکراں رحمتوں اور برکتوں کی بارش نازل فرما۔ تیرے مامور کے ارشاد پر محض تیری رضا کیلئے اس نے اپنی ساری زندگی اسلام کیلئے وقف کر دی۔ اے میرے پیارے مہربان خدا اپنی جناب میں اس کی روح کو وہ مقام عطا فرما جس کا تو نے اپنے مقرب بندوں کے لئے

محمد مصطفیٰ
۱۹۲۸ء
مسیح موعود
۱۹۲۸ء
پرافٹ آف اسلام
۱۹۲۸ء
اسلام
دی ریلیجن آف اسلام
مقدمۃ القرآن
۱۹۲۰ء
محمد دی پرافٹ
۱۹۲۴ء
محمد اینڈ کرائسٹ
۱۹۲۲ء
گائیڈ ٹو قرآن
۱۹۲۳ء
النبوۃ فی الاسلام
۱۹۲۴ء
قرآن مجید مترجم حمایل شریف معہ ترجمہ و حواشی
۱۹۲۹ء
مقام حدیث
۱۹۲۹-۳۰ء
تاریخ خلافت راشدہ (اردو)
۱۹۲۹-۳۰ء
المسیح الدجال یاجوج و ماجوج (اردو)
۱۹۳۱ء
تحریک احمدیت
۱۹۳۱ء
احمدیہ ڈاکٹرائن
بیان القرآن جلد سوم
۱۹۲۵ء
سیرت خیر البشر
انگریزی ترجمہ قرآن کریم بلا عربی متن
۱۹۲۸-۲۹ء
ترجمۃ القرآن معہ متن و تفسیر (ڈچ)
۱۹۳۵ء
فضل الباری جلد دوم
۱۹۳۲ء
سیلیکشن فرام دی ہولی قرآن
۱۹۳۴ء
بیان القرآن
۱۹۲۳ء
تاریخ خلافت اسلامیہ (انگریزی)
۱۹۳۳ء
انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف حدیث
۱۹۳۳ء
دی ریلیجن آف اسلام
۱۹۳۶ء
(انگریزی)
فضل الباری جلد اول
اردو ترجمہ و حواشی صحیح بخاری
۱۹۳۲ء
نکات القرآن
دی مسلم پرئیر بک
۱۹۳۹ء
انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف دی ہولی قرآن
۱۹۳۸ء
احمدیہ موومنٹ
دی بابی ریلیجن
(انگریزی)
۱۹۳۳ء
انگریزی ترجمہ قرآن بلا عربی متن
۱۹۳۵ء
بیان القرآن جلد دوم
۱۹۲۴ء
تفسیر بیان القرآن
دی ریلیجن آف اسلام (ڈچ)
۱۹۳۸ء
ہولی قرآن
ریلیجن آف اسلام
۱۹۴۶ء
(ترکی)
اسلام اور زندہ جنگ
۱۹۴۳ء
(اردو - انگریزی)
فاؤنڈر آف دی احمدیہ موومنٹ
۱۹۳۸ء
محمد دی پرافٹ (عربی)
۱۹۴۶ء
نیو ورلڈ آرڈر
۱۹۴۴ء
نیا نظام عالم
۱۹۴۲ء
مینول آف حدیث (انگریزی)
۱۹۴۴ء
پریئرز آف دی ہولی قرآن
۱۹۴۶ء
ہسٹری آف دی پرافٹس (انگریزی)
۱۹۴۶ء
پنجسورہ (انگریزی)
۱۹۴۷ء
انگریزی ترجمہ قرآن کریم معہ متن
۱۹۴۹-۵۰ء
زندہ نبی کی زندہ تعلیم
۱۹۴۸ء
لونگ تھاٹس (انگریزی)
۱۹۴۸ء
احادیث العمل
۱۹۴۸ء
نماز اور ترقی کی تین راہیں
۱۹۴۹ء
۱۹۵۰-۵۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ
رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

یئں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

# ہفت روزہ پیغام صلح

لاہور — پاکستان

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

مدیر اعزازی: خلیل الرحمن
نائب مدیر: عبدالرؤف کھوکھر

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

● رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
● تار کا پتہ
● تبلیغ لاہور

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے: — پندرہ روپے
بیرونی ممالک سے: — ایک پونڈ
(علاوہ محصولڈاک)

فون نمبر ۵۳۷۳۷

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۲ ذیقعد ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۳


## ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

### اللہ تعالیٰ کے محبوّں کی علامات

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعوے ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالےٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالےٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے ان کے دلوں پر سے پردہ اُٹھادے۔ جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالےٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسّر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا اس کو مخاطب کر کے انا الموجود کی بشارت اس کو دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت اس کے خیالی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالےٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے۔ اور سچ اور بالکل سچ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ پر کامل ایمان اسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ [illegible] جلشانہٗ اپنے وجود سے خبر دیتا ہے۔ اور پھر دوسری علامت خدا تعالےٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری اُمیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دے دیتا ہے۔ تب ان کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے جو ہماری دعائیں سنتا اور ہم کو اطلاع دیتا ہے اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے وجود کا پتہ لگتا ہے اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے۔ مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اور ہے۔ یہ

خدا تعالےٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقرّبوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور جب مقرب انسان دعا [illegible] ہے۔ تو خدا تعالےٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر اپنی تجلّی فرماتا ہے۔ اور اپنی روح اس پر نازل فرماتا ہے۔ اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبول کی بشارت دیتا ہے۔ اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آیا ہے اس کو نبی یا محدث کہتے ہیں۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے ہیں جو محدث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں۔ جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے۔ اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اول نشانی یہی ہے۔ کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ سو یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے۔" (حجۃ الاسلام ص۲)

### میری ماموریت کی غرض و غایت

وہ کام جس کیلئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاق کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔ ...... اور دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کروں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے۔ اس کا نمونہ دکھاؤں۔ اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ صرف قال کے ذریعہ سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودہ لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔

### جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

تاریخہائے جلسہ، ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھئے۔ ۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی۔

از چوہدری فضل داد صاحب پلیڈر گجرات

# میری دلی تڑپ

حضرت امیر مرحوم و مغفور نے ایک کتابچہ بعنوان "ہم کون ہیں" لکھا جو کہ ۴۴ صفحات (پر مشتم)ل ہے - یہ کتابچہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے - آپ اس کے صفحہ ۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں:-

## میری دلی تڑپ

سید تصدق حسین قادری مرحوم کی ڈائری کا ایک ورق تحریر کرنے کے بعد آپ نے فرمایا:-

"جماعت میں ضرور اور بھی ایسے احباب ہوں گے - جو اپنی اپنی جگہ پر اسی طرح کام میں لگے ہوئے ہوں گے - مگر میرے دل میں یہ تڑپ ہے - کہ تم میں سے ہر ایک شخص اسی قسم کا جنون غلبۂ دین کے لئے اپنے دل میں رکھتا ہو - پھر ہم پانچ ہزار بھی ہوں تو پانچ لاکھ کا کام کر سکتے ہیں ———— میں مالی قربانیوں کو بھی ضروری سمجھتا ہوں اور ان کی طرف بھی توجہ دلاؤں گا - لیکن اس سے پہلے میں یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں - کہ اپنے دلوں کو قربان کریں - اپنے خیالات کو قربان کریں - تو آپ کا نام ان سپاہیوں میں آ سکتا ہے جنہیں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی فوج قرار دیا -"

(حضر)ت مسیح موعود نے تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۹۶ پر حضرت امیر مرحوم کی نسبت فرمایا:-

"اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا تعالیٰ کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں شامل ہوا ہے یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر ہیں - ان کے آثار عمدہ پاتا ہوں اور وہ ایک مدت سے اپنے دنیوی کاروبار کا حرج کر کے خدمتِ دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں - اور حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب سے حقائق و معارف قرآن شریف سن رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ نوجوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا کے فضل سے تقویٰ اور محبتِ دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے اے خدا ایسا ہی کر - آمین ثم آمین -"

حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۲ میں ایک خواہش کا فرمایا کہ :-

"میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں اور مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ کریں - اس کتاب کے تین حصے ہوں گے - ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں - اور دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں - اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں -"

یہ کتاب بھی بعینہٖ اس کے مطابق جو حضرت امام نے تحریر فرمایا ہے (حضر)ت مولانا محمد علیؒ ہی کو لکھنے کی توفیق ملی جس کا نام ریلیجن آف اسلام (RELEGION OF ISLAM) ہے -

حضرت امیر مرحوم و مغفور نے ۵۴ کتب تصنیف کیں جن کی فہرست اخبار پیغام صلح ۲۰ دسمبر ۱۹۵۱ء میں دی ہوئی ہے - ان کے علاوہ بیسیوں رسائل و کتب آپ نے (سادہ) پیرایہ میں یا اختلافی مسائل پر لکھ کر مفت شائع کیں -

آپ کی کتب میں نور بھرا ہوا ہے - اور اسلام کو نہایت مدلل طور پر اور آسان (پیرایہ) میں بیان کیا گیا ہے جس کی مثال دوسری جگہ نہیں ملتی -

وعظ کرنا - درس قرآن دینا اور حقائق قرآن بیان کرنا بذات خود بڑا مبارک (کام) ہے - لیکن جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے - ایسے وعظ اور درس کوئی فائدہ نہیں دیتے ضرورت (عمل) کر کے دکھانے کی ہے -

"ہم کون ہیں" کے صفحہ ۱۸ پر حضرت امیر مرحوم نے تحریر فرمایا :-

"اے میرے رفیقو اور عزیز دوستو! اس بات کو نہ بھلاؤ کہ آپ کون ہیں اور کہاں کھڑے ہیں کفر اور اسلام کی ایک سخت جنگ ہو رہی ہے - جس کو دنیا نہیں دیکھ سکتی - مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو دیکھا اور اس راستبازی کی بدولت آپ نے بھی دیکھا - پھر اس کو پڑھو - ایک نہایت ہی چھوٹی سی جماعت جس کو دنیا وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتی - کفر کے ان سیلابوں کے سامنے اسلام کی حمایت میں سینہ سپر کھڑی ہے -"

پھر حضرت امیر مرحوم لکھتے ہیں :-

"یہی بات ہے جس کی طرف میں اپنی جماعت میں سے قدم پیچھے ہٹا لینے والوں غفلت کی نیند سونے والوں - ادھورے دل سے ہاں میں ہاں ملانے والوں کو طاقت رکھتے ہوئے کمزور حرکت کرنے والوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کیا انہیں اس بات کا احساس ہے - کہ وہ کسی مقابلہ میں کھڑے ہیں - اور کیا کر رہے ہیں ؟ کیا ان میں سے ہر شخص اپنی پوری قوت اور طاقت کو اس مقابلہ میں خرچ کر رہا ہے - میرے دوستو یاد رکھو کہ تمہارے ہاتھ میں اسلام کا علم ہے تم اگر گر جاؤ - اور پاؤں تلے روندے جاؤ تو حرج نہیں - مگر اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے پائے - اگر تم میں سے ایک مرتا ہے - تو جھنڈے کو سنبھالنے والا دوسرا موجود ہونا چاہئے - اگر ایک کا ہاتھ کٹ گیا ہے - تو وہ بائیں ہاتھ سے ہی اس جھنڈے کو سنبھال لے - یاد رکھو یہ وہ جھنڈا ہے کہ اگر تم اس کو بلند رکھنے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دو گے تو خدا کی نصرت تمہارے ہاتھ چومنے کو تیار ہے ..... خدا نے تمہیں بڑا بلند مقام دیا ہے - اور تمہیں تبلیغ اسلام کی کشتی کا ناخدا بنایا ہے - اگر تم نے اس کشتی کو بچانے کے لئے اپنی پوری قوت خرچ نہ کی تو خدا قادر ہے کہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے -"

## ہمارے فرائض کیا ہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ایک عظیم الشان روحانی جنگ کا نظارہ دکھایا جو تمام مسلمانوں کی نظر سے مخفی تھا - کہ کفر اور اسلام میں ایک جنگ ظاہری تیر و تفنگ سے نہیں بلکہ تبلیغی جدوجہد کے رنگ میں ہو رہی ہے مقابلہ میں مسیحیت کے ساتھ افراد اور سامان کی کوئی انتہا نہیں - اور اسلام انتہا درجہ کی بے کسی اور کس مپرسی کی حالت میں ہے - اور اس کے ساتھ ہی آپ پر یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ بموجب وعدہ الٰہی جو تیرہ سو سال پیشتر قرآن کریم میں دیا گیا تھا کہ اس جنگ میں آخری غلبہ اسلام کے لئے ہے - اس مقابلہ کے لئے آپ نے وہ جماعت تیار کی جو جماعتِ احمدیہ کہلاتی ہے - اور اس جماعت کے ذمہ یہ کام کہ وہ قرآن کے جھنڈے کو دنیا میں بلند کرے اور کفر اور دجالیت کی طاقتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قدم آگے بڑھاتی چلی جائے ....... قرآن کریم کے جھنڈے کو جو ہمارے ہاتھ میں دیا گیا ہے آگے لے جانا اور دنیا کے مرکزوں میں اسے نصب کرنا ہے -

حضرت مسیح موعود خیالات میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے - اسی لئے آپ نے ایسے لوگوں کے لئے اپنی بیعت کو ضروری ٹھہرایا اور اس بیعت میں اقرار لیا:-

## "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"

اس اقرار کا صاف مطلب یہی تھا کہ دنیا کے کاموں کی نسبت ہمارے خیالات پر خدمتِ دین اور تبلیغ اسلام کا تسلط زیادہ ہو -

## اس اقرار کا مقصد

تو ہم سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لے کر ہمیں یہ سمجھایا گیا تھا کہ ہمارے تمام خیالات پر خدمتِ دین اور تبلیغِ دین کا خیال غالب ہو - کون سے ہتھیار اس مقابلہ کے لئے ہمارے ہاتھوں میں ہونے چاہئیں - کس طرح پیغام حق کو دنیا میں پہنچائیں اور اس وعدہ الٰہی کو پورا کرنے کا ذریعہ بنیں جو اسلام کو تمام ادیان پر غالب آنے کے متعلق

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۲)

# قومیت ۔ وطنیت اور انکارِ ختم نبوت

پاکستان میں بات مذہب کی ہو یا سیاست کی ۔ نبوت کی ہو یا رسالت کی ۔ اقتصادیات کی ہو یا معاشیات کی ۔ آسمان کی ہو یا زمین کی ۔ حکومت کی ہو یا انتخابات کی ۔ غرض مشرق کی ہو یا مغرب کی پاکستانی صحافیوں کی تحریر و تقریر اس وقت تک نامکمل اور بے مزہ رہتی ہے جب تک اس میں ان کے مخصوص انداز میں احمدیوں اور ختم نبوت کا ذکرِ خیر نہ آئے ۔ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہمیں اس لئے پیش آئی کہ آج کل معاصر "نوائے وقت" کے "نورِ بصیرت" کے کالم میں "قومیت اور وطنیت" پر علامہ اقبال کے نظریات کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے ۔ اور اس ضمن میں یہ لکھا گیا ہے کہ :ـــ

"نظریہ وطنیت ایک معنی میں وہی حیثیت رکھتا ہے ، جو قادیانی افکار میں انکار خاتمیت کا نظریہ ہے (نعوذ باللہ من ذالک) قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کی اختراع سے قادیانی افکار کو ایسی راہ پر ڈال دیتا کہ اس کی انتہا نبوت محمدیہ کے کامل و اکمل ہونے سے انکار ہے ۔"

یہ سطور واوین میں لکھی ہوئی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کالم نگار نے کسی کی تحریر سے یہ اقتباس پیش کیا ہے ۔ لیکن مصنف اور ناقل کی دیانت داری کا یہ تقاضا تھا کہ وہ یا تو بانی تحریک احمدیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد و مسیح موعود کی کتب سے ایسے حوالے پیش کرتے جن میں بالصراحت یہ دعوے کیا گیا ہو کہ : ـــ

- مَیں نبی ہوں ۔
- آنحضرت صلعم خاتم النبیین نہیں ہیں کیونکہ ان کے بعد مَیں آگیا ہوں ۔
- قرآن اور تمام اسلامی شعار منسوخ ہو چکے ہیں ۔ میں ایک نئی شریعت لایا ہوں ۔
- نبوت محمدیہ کامل اور اکمل نہیں ہے ۔
- دینِ اسلام مکمل دین نہیں ہے ۔ جو دین میں لایا ہوں وہی کامل اور اکمل دین ہے ۔

اور یا یہ لکھتے کہ آپ کے دعویٰ میں آپ کے بعد جماعت احمدیہ کے ایک کثیر گروہ نے تبدیلی کی اور ایک نئی نبوت کا اختراع کیا ۔ الفاظ کو غیر مبہم اور غیر واضح رکھ کر خدا کے اس حکم کی نافرمانی کی گئی ہے ۔

"یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما ۔"

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور سیدھی بات کہو ۔ وہ تمہارے لئے تمہارے عملوں کی اصلاح کرے گا ۔ اور تمہارے گناہ تمہیں بخش دے گا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی بھاری کامیابی حاصل کی ۔ سیدھی بات کہنا تقوےٰ اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور کامیابی کا معیار ہے ۔ اور بات کو موڑ توڑ کر پیش کرنا نفاق کی علامت ہے ۔

مندرجہ بالا اقتباس میں دو الزامات عائد کئے گئے ہیں : ـــ

۱ ۔ جدید نبوت کی اختراع

۲ ۔ نبوت محمدیہ کے کامل اور اکمل ہونے سے انکار

ان دونوں بے بنیاد الزامات کا جواب ہم حضرت مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے پیش کریں گے اور بارہا پیش کر چکے ہیں لیکن ان لوگوں کی ضد اور تعصب کا کیا کیا جائے کہ اس کے باوجود انہیں الزامات کو دوہرائے جا رہے ہیں ۔ اور خدا کے خوف سے عاری ہو کر سیاسی مطلب براری کے لئے جماعتِ احمدیہ کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں ۔

ایک منصف مزاج اور دِل میں خدا کا خوف رکھنے والے انسان کے لئے حضرت مرزا صاحب کے یہ دو ہی شعر اس بات کا یقینی ثبوت مہیّا کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آپ نہ مدعی نبوت ہیں اور نہ خاتمیت نبوت سے انکار فرماتے ہیں ۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ؂ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام ؂ ہر نبوت را بروشد اختتام

مصطفےٰ صلعم کو وہ اپنا امام و پیشوا کہتے ہیں ۔ آپ کو خیر الرسل اور خیر الانام فرماتے ہیں ۔ ہر قسم کی نبوت کو آپ پر ختم سمجھتے ہیں ۔ لیکن مخالفین ہیں کہ یہی رٹ لگائے جا رہے ہیں نہیں مرزا صاحب نبوت کے مدعی اور ختمِ نبوت کے منکر ہیں ۔ اور غضب یہ ہے کہ اس کا اگر ثبوت پیش کیا جاتا ہے تو آپ کی تحریرات سے نہیں زید بکر کی تحریریں محاکمہ پیش کی جاتی اور طوفان برپا کیا جاتا ہے ۔ اور آسمان سر پہ اٹھایا جاتا اور دُہائی دی جاتی ہے ۔

جس شخص کی زبان پر ہر وقت "محمدؐ محمدؐ" کا ورد جاری ہو اُسے "محمدؐ" کے مقابل نبوت کا مدعی کہنا کس قدر ناانصافی ظلم اور ستم ہے ۔ ذرا ان اشعار پر نظر ڈالئے اور خدا لگتی کہیئے کہ جو انسان "محمدؐ" کے عشق میں اس حد تک گرفتار ہے وہ کیسے یہ بدنصیبی اور تیرہ بختی قبول کر سکتا ہے کہ آپؐ کی نبوت کی خاتمیت کا انکاری اور آپؐ کے بعد ایک نئی نبوت کا دعوےٰ کرنے والا ہو : ـــ

سر دارم فدائے خاکِ احمدؐ ؂ دلم ہر وقت قربان محمدؐ

درین رہ گر کشندم ور بسوزم ؂ نتابم رُو ز ایوان محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرۂ من ؂ کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ

تو جانِ ما منور کردی از عشق ؂ فدایت جانم اے جانِ محمدؐ

جو آپؐ کا مخالف ہو اس کے لئے یہ بددعا فرماتے ہیں : ـــ

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را ؂ کہ باشد از عدوانِ محمدؐ

کون بدقسمت اور عقل و خرد سے محروم ایسا انسان ہے کہ وہ آپؐ کے مقابل پر بھی کھڑا ہو اور پھر یہ بددعا بھی کرے کہ آپؐ کے عدوان میں سے جو بھی ہو خدا اُسے جلا کر راکھ کر دے ۔

آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک کو حضرت مرزا صاحب خدا کا ہاتھ کہتے ہیں : ـــ

آنکہ دستِ پاک او دستِ خدا است
چوں تواں گفتن کہ از دستش جُدا است

تو کیا خدا کی گرفت سے وہ محفوظ رہ سکتے ہیں جب وہ نعوذ باللہ عدوانِ محمدؐ میں شامل ہوں ۔

جمالِ محمدؐ پر اس قدر فدا ہیں کہ اپنی خاک بھی کوچہ آلِ محمدؐ پر قربان کرتے ہیں : ـــ

جان و دِلم فدائے جمالِ محمدؐ است ؂ خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش ؂ در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است ؂ ایں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کا دامن تھاما ۔ کون و مکان میں محمدؐ کے جلال اور انوارِ نبوت کو دل کی آنکھ سے دیکھا اور اس آواز کو گوشِ ہوش سے سُنا ۔ اور محمدی سورج کی تپش میں جل کر اپنا آپ کھو دیا ۔ انہیں ربِ جلیل کی بخشش شدید سے بے نیاز ہو کر یہ کہا جاتا ہے کہ "وہ انتہائے نبوت محمدیہ کے کامل و اکمل ہونے سے منکر ہے ۔" اگر شپرہ چشم چشمۂ آفتاب کی روشنی دیکھنے سے محروم ہے تو اس میں آفتاب کا کیا گناہ ہے ۔ اللہ تعالےٰ تو قرآن کریم میں آپؐ کے متعلق فرماتا ہے :

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراً
و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیرا ۔

لیکن کہنے والے کہتے ہیں کہ نہیں یہ آسمانی سورج تو قیامت تک اپنی روشنی اور حرارت سے ساری زندگی کے سامان مہیّا کرتا رہے گا لیکن وہ آفتاب رسالت و روحانیت جسے خود اللہ تعالےٰ نے سراج منیر فرمایا ہے آج سے چودہ سو سال پہلے ہمیشہ کے لئے غروب ہو چکا ہے (نعوذ باللہ) اور دُنیا اس کے انوار سے محروم ہو چکی ہے ۔ اب کوئی انسان اس کی اتباع میں اس کے نور کی شعاعوں کو اپنے اندر جذب کر کے اس کے وجود اور صداقت پر شہادت نہیں دے سکتا ۔ وہ انسانوں کی روحانی ربوبیت سے محروم ہو چکا ہے (نعوذ باللہ) آپ کی ختم نبوت سے وہ یہ مراد لیتے ہیں کہ دنیا اب آپ کے فیض سے محروم ہو چکی ہے ۔ اب صرف چند ایک شرعی قوانین ہیں جن کا نفاذ عین اسلام ہے ۔ اسی کے ذریعے لوگ خدا تک رسائی حاصل کر سکیں گے اور آپ کی رسالت اور نبوت پر شہادت

دے سکیں گے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوانے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"۔ اللہ کو پانے۔ اس کا پیار اور محبت حاصل کرنے۔ اس سے تعلق قائم کرنے کا واحد ذریعہ میری اتباع ہے۔ اللہ تعالے تو "حی لا یموت" ہے۔ اس کے پیار اور محبت کی دُنیا کو آج بھی ضرورت ہے اور قیامت تک رہے گی۔ لیکن آنحضرت صلعم فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے آپ کی اتباع کا واحد ذریعہ اب قرآن کریم ہے۔ یہ ایک ایسا دریچہ ہے جس سے انوارِ محمدی انسان کے اندر داخل ہو کر اس کے قلب و نظر کو منوّر کرتے۔ اس کی ہستی کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی شخصیت کو گہرائی اور گیرائی بخشتے ہیں۔ اسے فنا فی الرسول کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ رُوحانی اور اخلاقی رفعتیں بخشتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچکر وہ آنحضرت صلعم کی ختمِ نبوت کا عملی شاہد بن جاتا۔ اور اعلان کرتا ہے کہ:—

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ❊ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام ❊ دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

آں ہمہ از حضرت احدیت است ❊ منکرِ آں مستحقِ لعنت است

یک قدم دُوری ازاں رُوشن کتاب ❊ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اور پھر کہتا ہے:—

ہست فرقاں آفتابِ علم و دیں ❊ تا برندت از گماں سُوئے یقیں

ہست فرقاں روزِ روشن از خدا ❊ تا دہندت روشنیٔ دیدہ ہا

لیکن یہ روشنی صرف اُن آنکھوں کو ملتی ہے جو انسان کے قلب کی آنکھیں ہیں جس طرح ظاہری آنکھیں اشیاء کو دیکھنے کے لئے سُورج کی روشنی کی محتاج ہیں۔ اسی طرح دِل کی آنکھیں نورِ پنہاں کو دیکھنے کے لئے نورِ فرقاں کی محتاج ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کے نور کا خزینہ ہے۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:—

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا ❊ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

یہی وہ نور ہے جو سرچشمۂ نور سے ملاتا ہے اور دیدۂ بینا عطا کرتا ہے:—

اے عزیزو سنو کہ بے قرآں ❊ حق کو ملتا نہیں کبھی انساں

ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر ❊ کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر

کون کہتا ہے کہ ایک انسان جو خُدا کا عاشق۔ رسُول کا عاشق اور قرآن کا عاشق ہو اور صاحبِ تحریر ہو وہ ایک جدید نبوت کی اختراع کرتا ہے اور اپنی نبوت کی تبلیغ کرتا ہے۔

ہم نے قارئین کی خدمت میں کچھ اردو کے اور زیادہ تر فارسی کے اشعار پیش کئے ہیں کیونکہ ہمارے خیال میں جتنا زور حضرت صاحب کے فارسی کلام میں ہے اُتنا اردو میں نہیں۔ اب ہم آپ کی نثر سے دو تین اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ آپ کے نزدیک آنحضرت صلعم اور قرآن کریم کا کیا مقام ہے۔ دوسری الہامی کتابوں اور قرآن مجید کا مقابلہ اور موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:—

"قرآن شریف ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آگئی تھیں یعنی تمام امورِ اخلاقی اور اعتقادی اور قولی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط تفریط اور ہر ایک نوع کا فساد اپنے انتہاء کو پہنچ گیا تھا اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی پس انہی معنوں سے شریعت فرقانی ختم اور مکمل ٹھہری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت در پیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جبکہ فرقانِ مجید کے اصُول حقّہ کا محرف اور مبدل ہو جانا یا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکیٔ شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عند العقل محال اور ممتنع ہوا تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا۔ کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم۔ مقدمہ حاشیہ صفحہ ۹۔ ۵)

ہاں الہام کے ساتھ "نئے" کا لفظ ہے جس کا مطلب وحیِ نبوت ہے نہ کہ وحیِ ولایت۔ اس اقتباس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ "جدید نبوت" کا اقرار ہے اور نبوتِ محمدیہ کے کامل اور اکمل ہونے کا انکار۔ اور حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم اور قرآن کریم کو چھوڑ کر اپنے اور اپنے متبعین کے لئے اسلام کے خلاف ایک نیا دین اور نئی شریعت وضع کی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:—

"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں کیونکہ نبوتِ محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔"

اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:—

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ہو خیر الصحف ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ۔"

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔ (الاستفتاء) صفحہ ۶۴-۶۵)

ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو گئی۔ اور قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب نہیں جو تمام صحیفوں میں سے بہترین صحیفہ ہے اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی دوسری شریعت ہے۔

جس انسان نے حضرت مرزا صاحب کی نہ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ نہ ان کی مجلس اسے نصیب ہوئی ہے اور نہ ہی آپ کے متبعین سے کبھی دریافت کرنے کی زحمت گوارا کی ہے اسے کہاں سے بذریعہ الہام اور وحی یہ علم ہو گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے پیروکار نبوتِ محمدیہ کے کامل اور اکمل ہونے سے انکاری ہیں اور دینِ اسلام کو اللہ کے حکم کے خلاف کامل دین تصور نہیں کرتے ہیں۔

ہم نورِ بصیرت کے کالم نگار سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر سے ہمیں بتانے کی تکلیف گوارا فرمائیں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی ختمِ نبوت سے انکار کیا ہے۔ قرآن اور شریعتِ محمدیہ کو وہ آخری کتاب اور شریعت نہیں مانتے اور دینِ اسلام کو مکمل دین نہیں سمجھتے۔ الزام تو حضرت مرزا صاحب کو اور ان کے متبعین کو دیا جائے اور ثبوت کے لئے تحریریں مخالفین اور دشمنوں کی پیش کی جائیں یہ سراسر ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے۔

چونکہ یہ مضمون سیاسی نوعیت کا ہے اس لئے اس لحاظ سے ہم اس پر کوئی تبصرہ اپنے ہفت روزہ میں جو خالصتاً ایک مذہبی جریدہ ہے کرنے سے محترز ہیں۔ اس کا جواب بھی انشاء اللہ کسی روزنامہ میں دینے کی کوشش کریں گے۔

---

## میری دِلی تڑپ ——— بسلسلہ صفحہ ۳

قرآن کریم میں دیا گیا تھا۔

آخر میں حضرت امیر مرحوم کا ایک خط مؤرخہ ۲/۴۱ ء جو کہ میرے نام تھا اس کی نقل کر کے مضمون ختم کرتا ہوں:—

"آپ کا خط ملا۔ میری یہ دعا ہے۔ کہ آپ کی رُوح ساری جماعت میں سرایت کر جائے۔ اگر اس شوق سے کام کرنے والے پیدا ہو جائیں تو سالوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا دنوں میں ہو سکتا ہے اللہ تعالے آپ کو بہت بہت جزائے خیر دے اور پھر کس قدر خوشی کی بات ہے کہ چاروں بھائی ایک ہی رُوح سے سرشار ہیں اور شرافت ہی انسانیت کا اصلی معیار ہے۔ اور یہ وہ دولت ہے۔ جو اللہ تعالے نے آپ کو با فراغت عطا فرمائی ہے۔ وہی آپ کا حامی و ناصر ہے۔"

از محترمہ بیگم نسرین گل محمد صاحبہ لاہور

# عظیم شوہر کی عظیم بیوی
## بیگم مولانا محمد علیؒ

آج جبکہ حضرت امیر مرحوم کی یاد میں پیغام صلح کا خاص نمبر شائع ہو رہا ہے[1] دل میں ایک ہوک سی اٹھی کہ بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم کو بھی اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائے ٹھیک ایک سال ہو رہا ہے تو کیوں نہ ان کے حالات جو میرے علم میں ہیں، قارئین کی خدمت میں پیش کر دوں۔ اُمید ہے پیغام صلح کا ادارہ عظیم شوہر کی عظیم بیوی کے حالات شائع کرنے کی اجازت دے کر مشکور فرمائے گا۔ چونکہ ان کا یومِ وفات بھی عظیم شوہر کی تاریخ وفات سے چند روز بعد ماہ اکتوبر میں ہی ہوا ہے۔ اس مناسبت سے بھی اس شمارہ میں ان کے حالات کا ذکر موزوں رہے گا۔ شکریہ۔

مَیں اپنے آپکو بدنصیب یُوں سمجھتی ہوں کہ احمدی ہونے کے باوجود قدرت نے مجھے حضرت امیر مرحوم جیسی عظیم ہستی کو سُننے کا موقع نہیں دیا۔ روزگار کے سلسلہ میں والدین کے ساتھ بہت بچپن میں ہی ایک عرصہ لاہور سے دُور رہنا پڑا۔ اور خوش نصیب یوں سمجھتی ہوں کہ میں نے حضرت امیر مرحوم کی ایک جھلک پندرہ بیس منٹ کے لئے ضرور دیکھی۔ یہ غالباً ۱۹۴۷ء کا ذکر ہے۔

ہم چند روز کے لئے لاہور آئے۔ چنانچہ میری والدہ اپنی باجی جان (بیگم صاحبہ) سے ملنے ان کی کوٹھی واقع مسلم ٹاؤن گئیں۔ مَیں بھی ان کے ہمراہ تھی۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ حضرت امیر مرحوم تصنیف میں اپنے دفتر میں مصروف تھے۔ جونہی انہیں امّاں جی کے آنے کا علم ہوا باہر تشریف لے آئے۔ مجھے یاد ہے کوٹھی کے اندرونی حصہ میں تھوڑے کی سُرخ اینٹوں پر پانی کا چھڑکاؤ ہو چکا ہوا تھا۔ سب کے بستر لگے ہُوئے تھے اور کرسیاں بھی بیٹھنے کے لئے بچھی ہوئی تھیں۔

آپ نے سفید ململ کا کُرتہ اور پاجامہ زیب تن کیا ہُوا تھا۔ سادہ لباس میں پُرنور ہستی آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور امّاں جی سے فرداً فرداً انتہائی شفقت کے ساتھ سب کی خیریت دریافت کرنے لگے۔ دس پندرہ منٹ بیٹھے۔ میری عمر اس وقت تیرہ برس کی تھی ان کی سادگی اور محبّت سے میرے دل میں عجیب کیفیّت طاری ہوئی۔ مگر یہ شعور نہ تھا کہ کس قدر عظیم ہستی کو دیکھنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ اور ان کے یہ دس پندرہ منٹ بھی کس قدر قیمتی ہیں۔ چونکہ وہ دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے وقف تھے۔ پس اس قدر مَیں نے اس عظیم ہستی کو پہلی اور آخری بار دیکھا۔

اس کے بعد ہم لوگ واپس چلے گئے۔ اور ان کی وفات کے کئی سال بعد ۱۹۵۳ء میں لاہور میں دوبارہ آکر آباد ہوگئے۔ ۵۳ء سے اکتوبر ۱۹۷۷ء تک ان کی بیگم صاحبہ مرحومہ سے بہت ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ جو دیکھا اور سمجھا پایا اور جو یاد ہے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ واقعی میں نے ان کو عظیم باپ کی بیٹی اور عظیم شوہر کی عظیم بیوی پایا۔

بہنوں میں وہ باجی جان اور بھانجیوں میں بڑی خالہ کہلاتی تھیں اور ہم بہن بھائی بھی انکو بڑی خالہ ہی کہا کرتے تھے۔ فی زمانہ رشتہ دیکھا جائے تو کچھ بھی نہ تھا۔ کیونکہ آج سگے بہن بھائی میں بھی اس قدر بُعد ہے کہ قربِ قیامت کی نشانیوں میں خون سفید ہو جانے والی بات کو آج ہم اپنے گھروں میں تو دیکھ رہے ہیں۔

جب ہم لاہور آئے تو مسلم ٹاؤن میں کرایہ پر گھر لیا۔ حالانکہ مالی حالت میں بھی ان سے کوئی ہمسری نہ تھی۔ آج تو رشتہ مال و دولت کا ہے۔ غریب کو کوئی اپنا بہن بھائی کہنا پسند نہیں کرتا۔ مگر میری خالہ مرحومہ اکثر ہمارے غریب خانہ پر تشریف لاتیں۔ اور کہا کرتی تھیں امۃ اللہ (جو میری ماں کا نام ہے) مَیں نے تمہیں گود میں کھلایا ہے۔ تم مجھے بہت عزیز ہو۔ اکثر بچپن کا زمانہ یاد فرماتیں۔ میری شادی نہ ہوئی تھی۔ امّاں جی سے صلاح مشورہ اس بارہ میں کرتیں مجھے امورِ خانہ داری اور سلائی کے متعلق ہدایات دیتیں۔

حضرت امیر مرحوم کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک ناصرہ آپا (ان کی صاحبزادی اعجاز الٰہی) ان کے ساتھ مقیم تھیں۔ مجھے کہتیں کہ فلاں قسم کی شلوار کاٹنا ناصرہ سے آکر سیکھ لو۔ فلاں چیز پکانا سیکھ لو۔ فلاں چیز پولا تھی ہے۔ آج جب شدید مہنگائی میں سلائی کا نرخ سوتی کھکانے لگتا ہے تو مجھے شدّت سے احساس ہوتا ہے کہ کس قدر دور اندیشی سے انہوں نے مجھے اس طرف راغب کیا اور ایک عورت کے لئے سلائی کڑھائی بھی پکانے کے ساتھ کس قدر لازم اور ضروری چیز ہے۔

میری شادی کے بعد بھی باوجود دائم المریض ہونے اور پیرانہ سالی کے اکثر میرے غریب خانہ پر تشریف لے آتیں بلکہ میں شرمندہ ہوتی اور جب عرض کرتی خالہ آپ بزرگ ہیں مجھے آپ پاس آنا چاہیئے تھا مگر آپ تکلیف کر کے خود آتی ہیں تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں۔ شفقت سے فرماتیں "بی بی یہ بات نہیں ہے میں فارغ ہوں تم بچوں اور دیگر گھر ذمہ داریوں میں مصروف ہو۔ کوئی بات نہیں دِل چاہا تھا تمہیں دیکھنے کو آگئی۔ پس پاس بیٹھو۔ اور میرے لئے خاطرداری کا انتظام نہ کرنا۔ گرمیوں میں اپنی کوٹھی کے باغیچہ کے آم بطور تحفہ خود لے کر آتیں اور پھر بتاتیں یہ پودا مولوی صاحب مرحوم نے فلاں جگہ سے منگوا کر لگوایا تھا۔ انور راٹول ہے ان کو بہت پسند تھا۔

ایک مرتبہ مَیں گرمیوں میں آپ کے پاس گئی تو بادام کا شربت پلایا ساتھ فرمانے لگیں کہ فلاں نے مجھے تحفہ بھیجا ہے۔ تاکید کی کہ یہ صرف آپ کے لئے ہے میرا دل چاہا کہ تم بھی پیو۔ رازدارانہ انداز میں کہنے لگیں کسی کو نہ بتانا۔ ان کی یہ محبّت مجھ سے ہی نہ تھی۔ میرے خیال میں ان کی شفقت سے کوئی بھی محروم نہ تھا۔ کیا اس دُور کے رشتہ کی خالہ اس قدر شفیق ہو سکتی ہے۔

ہم ان دنوں منڈی بہاؤالدین میں قیام پذیر تھے۔ میں شاید سکول میں پڑھتی تھی میں نے ایک مضمون پیغام صلح میں لکھا۔ گو کہ نہ تو میری دُنیاوی تعلیم ہی کچھ حیثیت رکھتی تھی۔ اور نہ ہی دینی علم تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مضمون کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا بہرحال لاہور سے آپ کی طرف سے حوصلہ افزائی کا خط موصول ہُوا۔ ان کی مدح سرائی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آنے والی نسل میں دینی رجحان پیدا کرنے کا کس قدر خیال تھا۔ آپ نے اپنی بچیوں کو اس زمانے میں کوئین میری کالج میں اعلیٰ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی بہرہ ور کیا۔ حالانکہ وہ خود کسی کالج یا سکول کی تعلیم یافتہ نہ تھیں۔ مگر پھر بھی انگریزی۔ عربی۔ اور اُردو کی تعلیم پر عبور حاصل تھا۔ اور اس پہلو پر انہوں نے نہ صرف اپنی بچیوں پر توجّہ دی بلکہ جماعت کی بچیوں پر بھی خاص توجّہ دیتی تھیں۔ یہی وجہ ہے اس زمانہ میں ترکی کی معروف خاتون خالدہ ادیب خانم جب ہندوستان تشریف لائیں لاہور کی متعدد مسلم خواتین کی طرف سے ان کے عصرانے کا اہتمام کیا گیا۔ تو اس وقت کی سرکردہ لیڈر خواتین بیگم شاہ نواز اور لیڈی عبدالقادر و دیگر بیگمات نے بیگم محمد علی صاحبہ سے استدعا کی کہ خالدہ ادیب خانم کی میزبانی کے لئے احمدیہ ینگ گرلز ایسوسی ایشن کی خدمات ان کو دی جائیں۔ کیونکہ اس وقت احمدیہ ینگ گرلز سے زیادہ تربیت یافتہ اور مہذّب لڑکیاں مسلم کے پاس نہ تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحومہ کی توجّہ گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ اپنی جماعت کی بچیوں کی طرف کس قدر تھی۔

حضرت امیر مرحوم کے درس قرآن میں غیر احمدی احباب بھی کافی تعداد میں شامل ہوتے تھے۔ اور اس زمانے میں مُلک و قوم میں تعلیم یافتہ اور صاحبِ علم لوگوں میں باطل کا امتیاز اور اس کے برملا اظہار کی اخلاقی جرأت بھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امیر مرحوم کو صاحبِ علم حلقہ میں عزت کا مقام حاصل تھا۔ اور مولانا محمد علی جوہر مرحوم سے لے کر قائد اعظمؒ اور پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم اور برصغیر کے دیگر نامور سیاست دان حضرت امیر مرحوم کی بہت زیادہ عزّت کرتے تھے۔ اور ان کی خدمت اسلام کو سراہتے تھے۔

حضرت امیر مرحوم دُنیاوی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ مامور کے خاص اور پیارے شاگرد تھے۔ ان کی قدر کی وجہ ان کی علمی ادبی دونوں چیزوں کی

[1] یہ مضمون عدم گنجائش کے سبب خاص نمبر میں شائع نہ ہو سکا۔ جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

سکتی ہے۔ مگر میں پہلے بھی بتا آئی ہوں کہ مرحومہ بھی مسلمان سرکردہ لیڈر خواتین میں
ت ہی قدر و منزلت کا مقام رکھتی تھیں چنانچہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا جب
ستان نے ۱۹۶۵ء کی جنگ جیتی تو بیگم جی اے خان صاحبہ کی کوٹھی پر خواتین کی طرف
ے نمازِ شکرانہ ادا کی گئی۔ تو اختتامی دُعا کے لئے بیگم صاحبہ مرحومہ سے درخواست کی
۔ انہوں نے سورۃ فاتحہ کے بعد دردِ دل سے قرآن پاک کی یہ آیات تلاوت کیں
ر دُعا فرمائی:۔

" ربّنا لاتواخذنا ان نسینا او اخطانا ج ربّنا ولاتحمل علینا اصراً کما حملتہٗ علی الذین من قبلنا ج ربّنا ولاتحملنا مالاطاقۃ لنا بہٖ واعف عنّا واغفرلنا قف وارحمنا۔ انت مولٰنا۔ فانصرنا علی القوم الکافرین o

نکہ تمام خواتین کو معلوم تھا کہ بیگم مولانا محمد علیؒ نہ صرف احمدی ہیں بلکہ بانیٔ احمدیہ انجمن
اعت اسلام لاہور کی بیوی ہیں۔ یہ تھا ہماری بزرگ ہستیوں کا عملی نمونہ اور معاشرے
ان کا اعلیٰ مقام۔

ایک مرتبہ ایک سماجی بہبود کی تنظیم کی مدد کے سلسلہ میں پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر
ر علاؤالدین صدیقی مرحوم سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ انہوں نے تنظیم کے بارے میں
معلومات حاصل کیں۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ بیگم مولانا محمد علی صاحبہ بھی ایگزیکیٹو کی ممبر ہیں تو
مرحوم فرمانے لگے:۔

"آپ کے پاس بیگم مولانا محمد علیؒ جیسی ہستی موجود ہیں۔ آپ کو اور
کیا چاہیئے۔"

## ...مت خلق میں یکتا

ایک اور بات جو میں نے مرحومہ میں دیکھی۔ وہ بہت
ہستیوں میں پائی جاتی ہے کسی کو تعلیمی داخلے یا وظیفہ کی ضرورت پڑی۔ یا روزگار کے لئے
کو سفارش کرنا پڑی۔ کبھی اپنے ذاتی وقار کا خیال نہ کیا۔ اپنے مخالف کے پاس جانا پڑے
احمدی افسر کو سفارش کرنا پڑے۔ بذاتِ خود چل پڑتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی
میں ایسی برکت رکھی تھی۔ کہ متعلقہ ان کی بات کو ٹال نہ سکتے۔ میں بذاتِ خود کئی خاندانوں
نتی ہوں۔ جو ان کے طفیل انتہائی کس مپرسی کی حالت سے نکل کر آج معاشرہ میں عزت
نام رکھتے ہیں۔ اس معاملہ میں انہوں نے کبھی احمدی اور غیر احمدی کا فرق نہ کیا تھا۔

اس ضمن میں ایک غیر احمدی خاندان کا ذکر کروں گی۔ جن کی لڑکی کو سلیقہ سکول میں
دلوایا اور اس کی بدولت ایک بھائی سلیقہ سکول میں انسپکٹر۔ ایک بھائی اسسٹنٹ
ر ہوا۔ ایک بہن ایک کرنل سے بیاہی گئی۔ اگر مرحومہ اس وقت اس کے داخلے کا
بست نہ کرواتیں۔ تو یقیناً یہ بچے سڑکوں پر گندے چیتھڑے پہنے ہوئے پھر رہے
ے۔ یا اللہ جانے کیا ہوتے۔ کیونکہ میں ذاتی طور پر ان کی بدحالی کو جانتی تھی۔

اسی طرح ایک اور بیچاری خاتون کے بچوں کی کفالت کی۔ بلکہ اس کی تپدق
زدہ بیٹی کا علاج کروایا۔ پھر اس کی شادی کی۔ وہ لڑکی آج کل اسلام آباد میں ایک بڑے
کے مالک کی بیوی ہے۔ اس کی چھوٹی بہن کی برات اپنے گھر اتاری۔ کوئی خیال نہ
کوٹھی کی آرائش خراب ہوگی۔ یا باغیچہ کے پھول پھل کے پودے خراب ہوں گے
کی بھی آج ایک اعلیٰ فوجی افسر کی بیوی ہے۔

## ...وں سے حُسن سلوک

سب سے آخر میں ان کی زندگی کا ایک پہلو
کروں گی۔ ہمارے معاشرے میں گھریلو نوکروں اور بیگمات کی ذرا کم ہی بنتی ہے
ل تو ملازم لوگ بد لحاظ ہوگئے ہیں۔ مگر ایک وقت تھا۔ کہ بیگمات زیادتی کیا کرتی تھیں۔
زم سراسر مظلوم ہوتے تھے۔ اکثر بیگمات نوکروں کے لئے دال پکواتی تھیں
لئے اعلیٰ پکوائی ہو کہ صریحاً غیر اسلامی بات تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ آپ ہمیشہ ہی
ر اور خانساماں کے لئے پہلے سے سالن نکال کر رکھوا دیتی تھیں۔ مبادا ایسا نہ ہو
کے لئے نہ بچے۔

کسی کے گھر جاتیں تو بلا تکلف فرما دیتیں، بھائی میری خاطر کرو یا نہ۔ میرے
ر کو (وقت اور موسم کے لحاظ سے) چائے یا پانی بھجوا دو۔ ایک دن میں نے
دیکھا کہ کسی عزیز کی آمد کے لئے کمرہ تیار کروا رہی تھیں۔ صفائی کرتے ہوئے ڈرائیور
سے ایک قیمتی ٹیبل لیمپ ٹوٹ گیا۔ میں انتظار میں تھی کہ اس کو ڈانٹ پڑے گی۔ یا
دیگر بیگمات کی طرح اس کی قیمت تنخواہ میں سے مجرا کرنے کا نوٹس دیں گی۔ مگر آپ نے
بالکل سرزنش نہیں کی بلکہ بڑے تحمل سے فرمایا، اس کے شیشہ کی کرچیں اچھی طرح
سے صاف کر دینا۔ کسی کا پاؤں زخمی نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ خانساماں کو چابی لے کر ٹرنک سے ایک سو روپیہ نکالتے
ہوئے موقع پر خود پکڑا۔ مگر آئندہ چوری نہ کرنے کا وعدہ لے کر معاف کر دیا۔ فرمایا
کوئی بات نہیں۔ اس نے بہت عرصہ میری اور میرے بچوں کی خدمت کی ہے۔ ان کا
حُسنِ سلوک ہی تھا۔ کہ میں نے ۲۵/۲۶ سال سے ان کے گھر ایک ہی ڈرائیور اور ایک
ہی خانساماں کو کام کرتے دیکھے۔

اسی طرح ذاتی ملازمہ بھی طویل عرصہ سے تھی۔ اور یہ تینوں تادمِ موت ان کے
گھر پر رہے۔ اور ان کی وفات پر روتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آج ہم یتیم ہو گئے
ہیں۔ یہ ان کے حسنِ سلوک کا کمال تھا۔ کیا کیا خوبیاں گنواؤں۔ جب خیال آتا ہے کہ
آپ وفات پا چکی ہیں تو دل بے ساختہ کہتا ہے نہیں نہیں۔

تمہیں مُردہ کہوں کیونکر کہ تم زندوں میں زندہ ہو
تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی

# اخبارِ احمدیہ

## درخواست دُعا

مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد احمدیہ پشاور تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص بھائی پروفیسر عبدالستار صاحب
پرنسپل گورنمنٹ کالج چارسدہ ۱½ سال سے صاحبِ فراش ہیں۔ موصوف شدید
قسم کے فالج کے مریض ہیں بایاں بازو اور بائیں ٹانگ مکمل طور پر مفلوج ہے
علاج جاری ہے، مگر افاقہ نظر نہیں آتا۔ میں موصوف کی عیادت کے لئے گیا
تو انہوں نے درخواست دُعا کی تاکید کی کہ اب دُعا ہی شفا کا ذریعہ ہے۔ وہ
جماعت کے شب بیدار بزرگوں سے استدعا کرتے ہیں کہ نمازِ تہجد میں مجھ
عاجز کے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ خاص سے شفا بخشے۔ نیز
جماعت کے تمام بھائیوں سے بھی استدعا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر
بھی دردِ دل دُعا فرمائیں۔"

## قراردادِ تعزیت

آج مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۸ء بعد نمازِ جمعہ زیرِ صدارت میاں رحیم بخش صاحب صدر جماعت کراچی اجلاس منعقد
ہوا۔ جس میں جناب میاں غلام حیدر تمیم صاحب ضلع جھنگ کی وفات پر ریزولیوشن
درد و غم کے ساتھ پاس ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

" جماعت کراچی جناب میاں غلام حیدر صاحب مرحوم و مغفور کی وفات
حسرت آیات پر انتہائی درد و رنج اور صدمہ کا اظہار کرتی ہے۔ مرحوم
جماعت کے انتہائی مخلص احباب میں سے تھے۔ بلند اخلاق اور بے شمار
خوبیوں کے مالک اور وہ جماعتِ جھنگ کی بے نظیر شخصیت تھے۔ جماعت
کو ان کی وفات سے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ جب ان کی وفات کی خبر
سنی گئی تو تمام احبابِ سلسلہ پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا اور ہر فرد نے اس
صدمہ کو بڑے گہرے درد کے ساتھ محسوس کیا اور بعد از نمازِ جمعہ ان کی
نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کی گئی اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

ہم ان کی بیگم صاحبہ و دیگر لواحقین کے ساتھ اس دُکھ میں برابر
کے شریک ہیں۔ ان کی بیگم صاحبہ کے علاوہ ایک کاپی برائے اشاعت
پیغامِ صلح کو بھیجی گئی۔"

محمد حسن خان۔ سیکرٹری جماعت کراچی

مکرم جناب علامہ شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

# قولِ مسیح موعود

"انی انا المسیح الموعود فطوبیٰ لمن عرفنی او عرف من عرفنی"

ترجمہ: میں ہی مسیح موعود ہوں پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے پہچان لیا ان کے لئے جنہوں نے انہیں پہچان لیا جنہوں نے مجھے شناخت کر لیا۔

---

## سعادت عظمیٰ حاصل کرنے والے بزرگ

اس خوشخبری کو پانے والی جماعت میں وہ بزرگ ہستیاں ہیں جنہوں نے حقیقی معنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کو شناخت کیا اور ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر خدمتِ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ ان بزرگ ہستیوں میں ہمارے مرحوم امیر مولانا محمد علی صاحب بھی ہیں۔

پیشتر اس کے کہ میں اس امر کے دلائل پیش کروں کہ حضرت امیر مرحوم نے حقیقی معنوں میں کما حقہٗ طور پر حضرت مسیح موعودؑ کو پہچانا اور ان کے ساتھ وابستگی اختیار کر کے تمام دنیاوی مفاد کو قربان کر کے خالصتہً دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اس مقام کو ہر احمدی کے لئے پہچاننا ضروری ہے جو حضورؑ نے خود اپنا مقام بیان کیا ہے وہ حضورؑ کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے:-

"اے لوگو میری نسبت جلدی مت کرو اور یقیناً جانو کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ سمجھو اور سوچو کہ دنیا میں کس قدر مفتری ہوئے اور ان کا انجام کیا ہوا۔ کیا وہ ذلت کے ساتھ بہت جلد ہلاک نہ کئے گئے؟ پس اگر یہ کاروبار بھی انسانی افترا ہوتا تو کب کا تباہ ہو جاتا۔ کیا کسی ایسے مفتری کا نام بطور نظیر پیش کر سکتے ہو جس کو افترا اور دعویٰ وحی اللہ کے بعد میری طرح ایک زمانہ دراز تک مہلت دی گئی ہو۔ وہ مہلت جس میں سے آج تک بقدر زمانہ وحی محمدی علیہ السلام یعنے قریباً چوبیس برس گذر گئے۔ اور آئندہ معلوم نہیں کہ ابھی کس قدر گذریں گے۔ اگر پیش کر سکتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ایسے مفتری کا نام لو اور اس شخص کی مدت افترا کا جس قدر زمانہ ہو اس کا میرے زمانہ بعثت کی طرح تحریری ثبوت دو اور لعنت ہے اس شخص پر جو مجھے جھوٹا جانتا ہے اور پھر یہ نظیر معہ ثبوت پیش نہ کرے۔ وان لم تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اور ساتھ اس کے یہ بھی بتلاؤ کہ کیا تم کسی ایسے مفتری کو بطور نظیر پیش کر سکتے ہو جس کے کھلے کھلے نشان تحریر اور ہزاروں شہادتوں کے ذریعہ سے میری طرح بپایہ ثبوت پہنچ گئے ہوں۔ اے لوگو تم پر افسوس تم نے اپنے پیمانوں کو ایسے نازک وقت میں ضائع کیا جیسا کہ ایک نادان ایسے لق و دق بیابان میں پانی کو ضائع کر دے جس میں ایک قطرہ پانی کا میسر نہیں آ سکتا۔

خدا نے عین صدی کے سر پر عین ضرورت کے وقت میں تمہارے لئے ایک مجدد بھیجا اور صدی بھی چودھویں صدی جو اسلام کے ہلال کو بدر کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی جس کی تم اور تمہارے باپ دادے انتظار کرتے تھے اور جس کی نسبت اہل کشف کے کشفوں کا ڈھیر لگ گیا تھا اور دوسری طرف مجددؑ کے ظہور کے لئے ضرورتیں وہ پیش آئیں جو کبھی نبوت کے زمانہ میں پیش آئیں۔ مگر آپ لوگوں نے پھر بھی قبول نہ کیا۔ اس مجدد کے وقت میں جس کا دوسرا نام مسیح موعودؑ ہے خسوف و کسوف بھی رمضان میں ہوا جو قریباً گیارہ سو برس سے تمہاری حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود تھا۔ مگر آپ لوگوں نے پھر بھی نہ سمجھا۔

چودھویں صدی میں سے سترہ برس گذر بھی گئے (اب تو صدی ختم ہونے میں صرف دو سال باقی رہ گئے ہیں۔ ناقل) مگر پھر بھی آپ لوگوں کے دلوں میں کچھ سوچ پیدا نہ ہوئی۔ بر ضرورتیں اور صدی خالی گئی۔ کیا تم میں کوئی بھی سوچنے والا نہیں؟ میں نے بار بار کہا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں میں نے بلند آواز سے ہر ایک کو پکارا جیسا کہ کوئی پہاڑ پر چڑھ کر نعرے مارتا ہے۔ خدا نے مجھے کہا اُٹھ اور ان لوگوں کو کہدے کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم خدا کی گواہی رد کر دو گے۔ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اس کے یہ الفاظ ہیں۔ قل عندی شھادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وقل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ای مرسل من اللہ۔"

غرض خدا کے روشن نشان میرے ساتھ ہیں اسی کی مانند جو خدا کے پاک نبیوں کے ساتھ تھے۔ مگر آپ لوگوں کی روحوں میں کچھ حرکت پیدا نہ ہوئی اس سے دل دردمند ہے کہ آپ لوگوں نے ایسی قابلِ شرم غلطی کھائی اور نور کو تاریکی سمجھا۔ ......... اے علماء اگر تم تسلی چاہتے ہو تو میں تین طریقوں سے تمہاری تسلی کر سکتا ہوں۔

"(۱) قرآن اور حدیث کی رو سے (۲) عقل کی رو سے (۳) سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامات کی رو سے کیونکہ خدا نے اپنی کلام میں ماموروں کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے آپ کی تسلی نہ کر سکا یا اگر ان تینوں میں سے صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ ہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔ لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کر دی جس سے آپ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کر سکے اور نیز وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کر سکے تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور ان کے نادان پیرو خدا تعالیٰ سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔"

اس کے بعد حضورؑ ایک بزرگ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا ایک کشف بیان کرتے ہیں جو ان کے دو مریدوں نے [illegible] جو حضورؑ کے مخالف ہیں اور مخالفت میں ہی مر گئے کشف یہ ہے:-

"میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا ہے اور میری اولاد (اس) سے محروم رہ گئی۔"

دوسرا کشف یہ ہے کہ ایک نور پیدا ہوگا جس سے دنیا کے چاروں طرف روشنی ہو جائے گی اور وہ نور مرزا غلام احمد ہے جو قادیان میں رہتا ہے (اس کشف کی صداقت اظہر من الشمس ہو گئی حضورؑ کے ذریعہ دنیا کے چاروں طرف روشنی کا پھیلنا ایسا نمایاں ہے کہ کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ ناقل)

پھر اپنا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام اطلاع دی ہے:-

"کہ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور اس زمانے کے تمام مومنوں سے بہتر اور افضل اور مثیل الانبیاء اور مسیح موعود اور مجدد چودھویں صدی اور خدا کا پیارا اور اپنے مرتبہ میں نبیوں کی مانند اور خدا کا مرسل ہے اور اس کی درگاہ میں وجیہہ اور مقرب اور مسیح ابن مریم کی مانند ہے۔"

فرماتے ہیں کہ مجھے الہاماً بتلایا گیا کہ:-

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔"

پھر مولوی عبداللہ غزنوی کی شان میں مبالغہ کرنے والوں کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو وہ میرے تابعداروں اور خادموں میں داخل ہو جاتے۔ ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے آگے گردن خم کرنا اور تعزیت اور چاکری کی راہ سے اطاعت اختیار کر لینا ایک دیندار اور سچے مسلمان

کا کام ہے پھر وہ کیونکر میری اطاعت سے باہر رہ سکتے تھے۔"

پھر اپنی جماعت کے خاص افراد کے متعلق فرماتے ہیں :۔۔

"مجھے خدا نے اپنی جماعت کے نیک بندوں کی نسبت وہ وعدے دیئے ہیں کہ جو لوگ اُن وعدوں کے موافق میری جماعت میں سے رُوحانی نشوونما پائیں گے اور پاک دل ہو کر خدا سے پاک تعلق جوڑ لیں گے میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں ان کو صدہا درجہ مولوی عبداللہ غزنوی سے بہتر سمجھوں گا اور سمجھتا ہوں کیونکہ خدا تعالےٰ ان کو وہ نشان دکھلاتا ہے کہ جو مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دیکھے اور ان کو وہ معارف سمجھاتا ہے جن کی مولوی عبداللہ کو کچھ بھی خبر نہیں تھی اور انہوں نے اپنی خوش قسمتی سے مسیح موعود کو پایا اور اسے قبول کیا مگر مولوی عبداللہ اس نعمت سے محروم گذر گئے آپ میری نسبت کیا ہی بدگمانی کریں اس کا فیصلہ تو خدا تعالےٰ کے پاس ہے لیکن میں بار بار کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور اس نور میں میرا پودہ لگایا گیا ہے۔ جس نور کا وارث مہدیٔ آخر زمان چاہیئے تھا میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی عطا کی تقسیم ہے اگر کوئی بخل سے مر بھی جائے تو اس کو کیا پرواہ ہے۔"

پھر فرماتے ہیں :۔۔۔

"کیا یہ عبداللہ اس مہدی و مسیح موعود کے درجہ پر ہو سکتا ہے جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا اور فرمایا کہ خوش قسمت ہے وہ اُمت جو دو پناہوں کے اندر ہے ایک میں جو خاتم الانبیاء ہوں اور ایک مسیح موعود جو ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرتا ہے اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو نجات پائیں گے۔"

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے صلحاء اور اولیاء اور ابدال اور قطبوں اور غوثوں میں سے کوئی بھی مسیح موعودؑ کی شان اور مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔"

پھر فرماتے ہیں :۔۔۔

"اگر یہ سچ ہے تو آپ کا مسیح موعودؑ کے مقابل پر مولوی عبداللہ غزنوی کا ذکر کرنا اور بار بار یہ شکایت کرنا کہ عبداللہ نے قبول ... یہ کہا ہے کہ کس قدر خدا تعالےٰ کے احکام اور اس کے رسول کریم کی وصیتوں سے لاپروائی ہے۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ عبداللہ غزنی سے نکالا جائے گا۔ اور پنجاب میں آئے گا اس کو تم مان لینا اور میرا سلام اس کو پہنچانا؟ یا یہ نصیحت فرمائی تھی کہ غلبۂ صلیب کے وقت مسیح موعود ظاہر ہو گا۔ اور وہ نبیوں کا نشان لے کر آئے گا اور خدا اس کے ہاتھ پر صلیبی مذہب کو شکست دے گا۔ اس کی نافرمانی نہ کرنا اور اس کو میری طرف سے سلام پہنچانا۔"

پھر فرماتے ہیں :۔۔۔

وقت پر جس نے آنا تھا وہ آچکا۔" اب کسی فرضی مہدی اور فرضی مسیح موعود کی انتظار کرنا اور خونریزی کے زمانہ کا منتظر رہنا سراسر کوتہ فہمی کا نتیجہ ہے اور خدا نے میرے ہاتھ پر بہت سے نشان دکھلائے اور وہ ایسے یقینی طور پر ظاہر ہوئے کہ تیرہ سو برس کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ان کی نظیر نہیں پائی جاتی اسلامی اولیاء کی کرامات ان کی زندگی سے بہت پیچھے لکھی گئی ہیں۔ ان کی شہرت صرف ان کے چند مریدوں تک محدود تھی۔ لیکن یہ نشان کروڑہا انسانوں میں شہرت پا گئے۔" (ضرورۃ الامام)

## حضرت امیر مرحوم کی عملی شہادت

اب میں ذیل میں ان شہادتوں کا ذکر کرتا ہوں جو اس بات پر قطعی دلالت کر رہی ہیں کہ ہمارے حضرت امیر مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کو کماحقہ شناخت کر لیا تھا اور وہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس قول "طوبیٰ لمن عرفنی" کے حقیقی مصداق تھے۔ آپ کا حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر اپنے تمام دنیاوی مفاد اور دنیاوی عزتوں پر لات مار کر ایک چھوٹے سے کمرے میں رہائش اختیار کر کے اور معمولی سی تنخواہ پر قانع ہو کر دھونی رما کر حضور کے قدموں میں بیٹھ جانا محض اس غرض کے لئے کہ حضور کی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کریں (اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز کو انگریزی اور اردو میں ایڈٹ کریں اور اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر کے خدمات دینیہ بجا لائیں۔ یہ قربانی اپنے دنیاوی مفاد کی وہی شخص کر سکتا ہے جس نے حضرت مسیح موعود کے حقیقی مقام اور حضور کی حقیقی شان کو جو خدا کے نزدیک ان کی تھی پہچان لیا ہو۔ ورنہ موجودہ دنیا میں مادی مفاد کو قربان کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ خصوصاً جبکہ چاروں طرف مادہ پرستی اور زرطلبی کا بھوت ہر ایک کو اپنی طرف کرنے کے لئے دعوت دے رہا تھا پس حضرت امیر مرحوم کا یہ عمل یقینی شہادت ہے اس امر کی کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کو حقیقی معنوں میں شناخت کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے حضورؑ کے ارشاد کو پس پشت ڈالنا آپ کے لئے کسی طرح بھی گوارا نہ ہوا۔ (باقی ــــ باقی)

---

محترمہ ذکیہ شیخ صاحب صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

# بہنوں کی خدمت میں

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کا اعلان ہو چکا ہے اور جیسا کہ آپ کو علم ہو گیا ہوگا۔ خواتین کا جلسہ و نمائش دستکاری (انشاءاللہ) ۲۶ دسمبر بروز منگل ہے۔ اس سالانہ اجتماع کی کامیابی کا انحصار آپ سب بہن بھائیوں اور بچیوں پر ہے۔ میری درخواست ہے کہ اس موقعے پر آپ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے قبل از جلسہ پہنچنے کی کوشش فرمائیں۔

جلسے کے پروگرام کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں اپنی بہنوں اور بچیوں سے گذارش ہے کہ اگر آپ کوئی تقریر کرنا چاہتی ہیں یا نظم یا نعت پڑھنا چاہتی ہیں تو مطلع فرمائیں۔ تقریر کا وقت پندرہ سے بیس منٹ تک ہوگا۔ تقریر کے موضوع سے مطلع کرنا ضروری ہے۔ آپ کے نام مجھے اکتوبر کے آخر تک پہنچ جانے چاہئیں۔ تاکہ پروگرام مرتب ہو سکے اور آپ کے نام پروگرام میں شامل ہو جائیں۔

جن شہروں میں ہماری بہنوں کی تنظیمیں قائم ہو چکی ہیں وہاں کی سیکرٹری صاحبان بھی رپورٹ اس موقعے پر پیش فرمائیں اور اپنے ناموں سے مجھے اکتوبر کے آخر تک مطلع فرمائیں تاکہ پروگرام میں وقت دیا جائے۔

دستکاری کے لئے بھی ہماری دستکاری کی انچارج محترمہ صفیہ جاوید صاحبہ آپ کو وقتاً فوقتاً یاد دہانی اور تاکید کرتی رہتی ہیں۔ امید ہے آپ نے دستکاری بنانا شروع کر دی ہوگی۔ پچھلے سالانہ جلسے میں یہ تجویز پیش ہوئی تھی کہ ہر شہر کی دستکاری کا سٹال علیحدہ لگایا جائے تاکہ امتیازی حیثیت حاصل ہو۔ چنانچہ اس تجویز کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سال اس پر عمل ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

آپ سے درخواست ہے کہ اپنے اپنے سٹال کو کامیاب اور پُر رونق بنائیں۔ یہ صرف دنیاوی کامیابی ہی نہیں ہوگی بلکہ آخرت میں اس کا اجر ہے کیونکہ دستکاری کی آمدنی اشاعتِ اسلام جیسے پاک کام کے فروغ پر صرف ہوتی ہے۔ تو آیئے کیوں نہ ہم

**سب مل کر اس بامقصد اور دینی مقابلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔**

اشاعتِ اسلام تو ہماری زندگی کا نصب العین ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں ہر طرف اور ہر راہ سے بڑھنا چاہیئے۔ اس جہاد میں حصہ لے کر ہم آخرت کے ثواب کے حقدار ہو سکتے ہیں اللہ تعالےٰ ہم سب کو نیک ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

چوہدری محمد انور ملی صاحب۔ لاہور

# وہ عظیم شخصیت جو حضرت مجددِ زمانؑ کی تعلیم اور ان کے دعاوی کی ترجمان بنی اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے میں عمر بھر کوشاں رہی

ایک مشہور حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا مدینۃ العلم وعلیؓ بابھا۔ یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں پرانے وقتوں میں بیرونی حملوں سے بچاؤ کی خاطر بڑے شہروں کے اردگرد فصیلیں تعمیر کی جاتی تھیں۔ اور ان کے اندر داخل ہونے کے لئے خاص دروازے رکھے جاتے تھے۔ شہروں کے ایسے دروازے اب بھی کئی جگہ ملتے ہیں۔

حضرت علیؓ ابھی چھوٹی عمر میں تھے جب آنحضرت صلعم نے دعوئے نبوت کیا۔ بچوں میں سے آپ پہلے وہ شخص ہیں جو آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایمان لائے۔ اس وقت سے لے کر آپ کے وصال تک قریباً ہر اہم کام اور مہم میں یہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کسی نہ کسی رنگ میں شریک رہے پہلے ان کا آنحضرت صلعم سے چچا زاد بھائی ہونے کے ناطے سے تعلق تھا۔ بعد میں ان کی دامادی کا شرف حاصل ہوا اس طرح آپ کو آنحضرت صلعم کا قرب حاصل ہونے کی وجہ سے علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جب خلیفہ منتخب کئے گئے تو ان کے دورِ خلافت میں اہم مسائل پر حضرت علیؓ سے رائے لی جاتی رہی اور اسے ہمیشہ صائب جانا گیا۔ ان کے اقوال و فرمودات آج بھی انسانیت کے لئے راہنمائی کا کام دیتے ہیں۔

آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہر صدی ہجری کے سر پر خدا تعالےٰ ایک مجدد کو مبعوث کرے گا جو تجدیدِ دین اور مسلمانوں کی راہنمائی کا کام کرے گا۔ اس حدیث کے ماتحت جب حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی بطور مجدد صدی چہاردہم بعثت ہوئی تو اس وقت اسلام پر ہر طرف سے طرح طرح کے اعتراضات ہو رہے تھے۔ بعد میں جب حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ مہدی اور موعود مسیح کی بابت جو پیشگوئیاں احادیث نبوی میں موجود ہیں ان کے مصداق بھی وہ ہیں تو آپ پر بھی اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ ان کا جواب دینے کے لئے نیز اسلام کی صداقت دنیا پر ثابت کرنے کے لئے تقاضائے وقت کے تحت آپ نے قلمی جہاد کا بیڑہ اٹھایا۔

حضرت صاحب خود چونکہ صرف عربی، فارسی، اور اردو زبانوں سے آشنا تھے اسی لئے آپ نے معترضین کے اعتراضات کے جوابات اور اسلام کی تبلیغ ان زبانوں میں تقریر و تحریر کے ذریعے اپنے طور پر کی۔ مگر یہ زبانیں دنیا کے محدود علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی تھیں جبکہ آپ ساری دنیا کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ تعالےٰ کوئی ایسی تدبیر پیدا کر دے جس سے آپ کی تحریرات و تصنیفات انگریزی میں ترجمہ ہو کر دنیا میں پہنچیں۔ کیونکہ اس وقت یہ زبان دنیا بھر میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ ان کی ایک بڑی دلی آرزو یہ بھی تھی کہ قرآن کریم کی تفسیر لکھیں جس کا انگریزی میں ترجمہ کرا کر مختلف ممالک امریکہ و یورپ وغیرہ میں بھیجا جائے۔

اس کے علاوہ وہ چاہتے تھے کہ اسلامی تعلیمات پر ایک جامع کتاب تصنیف کریں جس میں ان امور پر بحث کی گئی ہو کہ (۱) اللہ تعالےٰ کے حضور میں ہمارے کیا فرائض ہیں اور (۲) اپنے نفس کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں (۳) بنی نوع انسان کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں خدا تعالےٰ نے اپنے مامور کی خواہشات اور آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے ایک باصلاحیت مخلص اور نیک خادم آپ کو عطا فرمایا۔ جس کی نسبت احادیث میں پیشگوئی موجود تھی اور جسے منصور کے نام سے پکارا گیا تھا۔

حضرت صاحب کے یہ خادم مولانا محمد علی مرحوم تھے جنہوں نے سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کے ذریعے حضرت صاحب کی تحریرات و مضامین کو دنیا میں پہنچانے کا کام سنبھالا اور پھر سنہ ۱۹۱۷ء میں قرآن کریم کی انگریزی تفسیر شائع کی[۱] اس کے بعد سنہ ۱۹۳۶ء میں ایک کتاب "ریلیجن آف اسلام" تصنیف کی جس کے ذریعے آپ نے مامور من اللہ کی خواہش کے مطابق اسلامی تعلیم پر مبنی ایک جامع کتاب شائع کرنے کو بھی پورا کر دیا۔ ان کے انگریزی طرزِ بیان کو دیکھ کر کچھ لوگوں کو دھوکا لگا کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی انگریز ملازم رکھا ہوا ہے جو ان کے مضامین و تحریرات کا انگریزی میں ترجمہ کر کے ان کی مدد کر رہا ہے۔ چنانچہ کلکتہ سے شائع ہونے والے ایک انگریزی رسالہ "کلکتہ ریویو" کے ایڈیٹر نے اپریل سنہ ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں لکھا:۔

> " یہ اظہر من الشمس ہے کہ اس رسالے (ریویو آف ریلیجنز) میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ ایک یورپین کی قلم سے نکلتا ہے۔ جو انگریز ہے"

گو مولانا مرحوم کو حضرت اقدس مرزا صاحب کی صحبت میں بیٹھنے کا زیادہ موقع نہ ملا مگر اپنی خداداد صلاحیتوں اور علم کی بدولت اور حضرت صاحب کی خاص دعاؤں کے نتیجے میں مختصر سے وقت میں آپ نے جماعت میں خاص اور منفرد مقام حاصل کر لیا اور آپ ان کی تعلیم اور دعاوی کے ترجمان بن گئے۔

حضرت صاحب کو آپ کی علمی بصیرت اور استعداد پر جو اعتماد تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ جب آپ نے الحکم اور البدر کے ایڈیٹروں کو بلا کر فرمایا:۔

> " وہ آپ کی تقاریر اور مضامین کے قلمبند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہا کریں ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کوئی بات غلط پیرایہ میں بیان ہو جائے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسے مضامین اخبارات میں چھاپنے سے پہلے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو دکھا لیا کریں۔"

علمی رنگ میں آپ کو حضرت صاحب سے وہی نسبت حاصل ہے جو حضرت علیؓ کو نبی اکرم صلعم سے تھی۔ حضرت صاحب نے وقتاً فوقتاً آپ کی خوبیوں اور خداداد قابلیت کا ذکر فرمایا اور اس توقع کا اظہار کیا کہ آپ خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کریں گے اور خدا کے فضل سے تقوےٰ اور خدمتِ دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائیں گے جو دوسروں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

> " میں یہ چاہتا ہوں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں جیسے مولوی محمد علی صاحب کام کر رہے ہیں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور وہ اکیلے ہیں ان کا ہاتھ بٹانے والا یا قائم مقام نظر نہیں آتا۔"

حضرت صاحب کی وفات کے بعد مخالفین اسلام کے اعتراضات کا رد پیش کرنے دینِ اسلام کی دنیا میں مؤثر دلائل کے ساتھ تبلیغ و اشاعت اور جماعت کو اپنی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اصل ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے جو انتھک جدوجہد آپ نے کی وہ قابلِ داد اور بے مثل ہے۔ آپ جماعت کے لوگوں کے لئے اپنی زندگی ایک نمونہ کے طور پر چھوڑ گئے ہیں۔ مولانا صاحب مرحوم کی دیگر بہت سی تصانیف کے علاوہ تفسیر قرآن، دی ریلیجن آف اسلام وہ کتابیں ہیں جن کی افادیت اور اہمیت کو بڑے بڑے لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ اور بہت سی مخلوقِ خدا ان کے مطالعہ سے حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہے۔

حضرت صاحب کی وفات کے بعد ان کے دعاوی اور عقائد کے بارے میں

(باقی بر صفحہ کالم ۱)

---

[۱] اس تفسیر کی بابت پہلے حضرت اقدس مرزا صاحب کو خدا تعالےٰ کی طرف سے خوشخبری مل چکی تھی ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے" چونکہ انگریزی میں تفسیر کی گئی تھی اس لئے مفسر کا نام محمد علی کی بجائے مختصراً علی بتایا گیا۔ جیسا کہ انگریزی زبان میں دستور ہے۔

مشہور عالمی باکسر محمد علی کا جب کسی سے مقابلہ ہوتا ہے۔ تو عموماً اس مقابلہ کو ———— V/S ALi کے الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔

مکرم و محترم شیخ عبدالحق صاحب۔ کراچی۔

# مجدّدِ احمدیت حضرت مولانا مولوی محمد علیؒ کی چند دینی خدمات

حضرت علامہ حکیم الاُمت مولٰنا مولوی نورالدین اعظم کی وفات حسرت آیات کے بعد جناب میاں محمود احمد صاحب نے یہ اعلان کیا کہ حضرت مجدّد الوقت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو بہ حیثیت نبی دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو کافر بہ معنی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ کیونکہ ہر دو عقیدے خلاف کتاب اللہ تھے اس لئے حضرت مولانا مولوی محمد علیؒ نے فی الفور جماعتِ قادیان سے علیٰحدگی کا اعلان فرما دیا۔

اس علیٰحدگی کے اعلان پر جناب مولٰنا مولوی ابوالکلام آزاد نے اپنے اخبار الہلال میں جو ان دنوں کلکتہ سے شائع ہوتا تھا ذیل کے الفاظ میں ذکر کیا ہے :۔

" اس عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں ہو گئی تھیں ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں۔ گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لائے ہوں۔ لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود ہیں اور اسی گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔ مولوی محمد علی نے اس بارہ میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان رہ کر اظہار رائے کیا ہے فی الحقیقت یہ ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔ "

(الہلال ۲۵ رمارچ ۱۹۱۴ء)

مولنا ابوالکلام آزاد کی اس صاف گوئی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولنا محمد علی صاحب نے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت مجدّد الوقت کو نہ کبھی نبی مانا اور نہ سمجھا تھا اور نہ ہی تکفیر کرنے والوں سے مصالحت کو جائز قرار دیا۔ قادیان میں بڑی تیزی کے ساتھ حالات بگڑ چکے تھے اسی لئے حضرت مولانا کو لاہور آنا پڑا۔

(۳) حضرت مولنا کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا خدمتِ اسلام تھا۔ اور بیعت اخوّت میں بھی انہوں نے حضرت مجدّد الوقت کے ہاتھ پر یہ اقرار کیا ہوا تھا کہ وہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اس لئے لاہور آ کر خدمت و حفاظت اسلام کی خاطر سب سے پہلا کام جو آپ نے سرانجام دیا وہ "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام" کا قیام تھا۔

میاں محمود احمد صاحب نے بہ حیثیت خلیفہ قادیان "انکار ختم نبوّت" پر گمراہ کن پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اور اسی سلسلہ میں آپ نے ایک کتاب جس کا نام "حقیقۃ النبوّۃ" رکھا اس میں انکار ختم نبوت کے ساتھ ساتھ "اجرائے نبوّت" کے ثبوت میں وہ دلائل لکھے جو بالعموم اہلِ بہا جناب بہاءاللہ کو مظہر اللہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ گو حضرت مولنا ان دنوں انگریزی تفسیر قرآن مجید کے پروف پڑھنے میں سخت مصروف تھے۔ پھر بھی انہوں نے اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے وقت نکال ہی لیا۔ اور آپ نے ایک ضخیم کتاب موسومہ "النبوّۃ فی الاسلام"۔ جس میں قرآن کریم۔ احادیث رسول اللہ صلعم اور اقوالِ آئمہ دین، نیز حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں "اجرائے نبوّت کی تردید میں اور ختم نبوّت کے ثبوت میں" ایسے زبردست۔ مدلّل جوابات تحریر فرمائے۔ کہ باوجود اس کے کہ اس کتاب کو شائع ہوئے چھیاسٹھ سال گذر چکے ہیں مگر جناب خلیفہ قادیان یا دیگر کسی قادیانی عالم کو اس کا جواب لکھنے کی جُرأت نہیں ہو سکی۔

اس معرکۃ الآرا کتاب نے جہاں قادیانی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا وہاں "ختم نبوّت" کو مکمل طریق پر ثابت کرنے کے لئے علمائے اسلام کے غور کرنے کے لئے اس نظریہ کو بھی پیش کیا۔ کہ جب قرآن مجید میں حضرت عیسٰےؑ کی گواہی تو یوں مندرج ہے کہ ان کے بعد نبی آخرالزمان کا ظہور ہوگا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اپنے آپ کو اسی گواہی کا مصداق قرار دے کر "آخری نبی" اور "آخری شریعت" لانے والے کا دعوےٰ بھی کر دیا۔ یعنی حضور نے تمام امورِ نبوت کو اپنی ذات ستودہ صفات پر ختم کر دیا ہے۔ تو پھر اس آخری نبی کے بعد حضرت عیسٰےؑ کے حقیقی نزول کی کیا ضرورت باقی ہے۔ اور بغیر کسی شک و شبہ کے ثابت کر دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ ہی پرانا۔

(۳) حضرت مولنا کو اس بات کا بہت احساس تھا۔ اور حقیقتاً یہ احساس حضرت مجدّد الوقت کا پیدا کردہ تھا۔ کہ چودہ سو سال سے اسلامی لٹریچر کا خزانہ اور سرمایہ نیز قرآن کریم کا مغربی زبان میں ترجمہ اور تفسیر لکھکر ان اعلےٰ درجہ کے اصولوں اور ابدی صداقتوں سے جن کے جان لینے کے بعد روحانیت سے نا بلد اور دکھی دنیا اطمینان اور سکون حاصل کر سکتی تھی۔ کیونکہ آج تک کسی مسلم سکالر نے اس فرض کو سرانجام نہیں دیا۔ اس لئے سب سے پہلے آپ نے اس خلا کو پُورا کیا۔

اس مقصد کو حضرت مولنا نے کس حد تک پُورا کیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کس حد تک اپنی تائید اور نصرت کو مولنا کی ذات کے ساتھ قائم رکھا۔ مختصراً اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مولنا نے نہ صرف اسلامی لٹریچر کے قیمتی سرمایہ کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے شہرت دوام کو بھی حاصل کر لیا ہے۔

اس وقت تک یہ تفسیر قرآن مجید لاکھوں کی تعداد میں متعدد ایڈیشنوں کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے تک پہنچ چکی ہے۔ اس کی مانگ اس قدر زیادہ ہے کہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام سب فرمائشوں سے عہدہ برآ ہونے سے قاصر ہے۔ یہی حال حضرت کی دیگر تصانیف کا ہے (۱) سیرت خیرالبشر (۲) خلافتِ راشدہ (۳) ضرورت و مقامِ حدیث (۴) دینِ اسلام جیسی کتابوں کو بلاد اسلام بالخصوص مصر میں بعض کا عربی زبان میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے اور ہزاروں عالم و فاضل۔ ڈاکٹر۔ فلاسفر۔ برطانیہ کے شاہی خاندان کے رکن سر آرچی بالڈ ہملٹن ڈپٹی افسر۔ لارڈ ہیڈلے اور علامہ محمد پکتھال مفسر و مترجم قرآن کریم بھی اسی لٹریچر کو پڑھ کر مسلمان ہوئے تھے۔

## (۴) اس لٹریچر کے متعلق مہاتما گاندھی کی گواہی

ایک موقعہ پر مسئلہ جہاد کی وضاحت کے لئے مجھے مہاتما گاندھی سے ملنے کا اتفاق ہُوا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ میں نے اُن کو اس مسئلہ پر مطمئن کر دیا۔ میں نے اس ملاقات کی تفصیل لاہور حضرت مولنا مرحوم کو لکھی۔ حضرت نے مرکزی انجمن کے ذریعہ اسی قرآن کریم کی کاپی بھجوا کر مجھے ہدایت فرمائی کہ میں خود جا کر مناسب الفاظ کے ساتھ اس "آسمانی تحفہ" کو ان کی خدمت میں پیش کروں۔ اس سلسلہ میں جب دوبارہ مجھے ملاقات کا موقع ملا۔ تو میں نے اس مقدس تفسیر کو حضرت مولنا کی طرف سے پیش کیا۔ مہاتما جی نے جب مفسر قرآن کا نام پڑھا۔ یقین فرمایئے آپ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور بڑی دیر تک مہاتما جی حضرت امیر مرحوم کی تعریف فرماتے رہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اسلام کے ساتھ عقیدت اور صحابہ کرامؓ کے تقدس اور تقوےٰ کا علم ڈاکٹر صاحب کی کتابوں کے ذریعہ ہُوا۔ میں حیران ہُوا کہ وہ کونسے ڈاکٹر ہیں۔ جن کا مہاتما گاندھی پر اس قدر اثر ہے۔ جب میں نے دوران گفتگو ڈاکٹر کے متعلق دریافت کیا تو مہاتما جی نے فرمایا۔ کہ یہی وہ ڈاکٹر ہیں۔ جس سے مجھے علم ہوا کہ جہاں کہیں بھی مہاتما جی نے اسلام کے سلسلہ میں ڈاکٹر کا لفظ استعمال فرمایا ہے ان سے مراد حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب ہیں۔

## حضرت مولنا کی سیاسی خدمات

جون ۱۹۱۳ء میں کانپور میں ایک سڑک زیر تعمیر تھی۔ رستہ میں ایک مسجد تھی۔ انگریزوں نے سڑک کو سیدھا کرنے کے لئے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی پروا نہ کرتے ہُوئے مسجد کے ایک حصّہ کو گرا دیا۔ جس کے نتیجہ میں بیسیوں برادرانِ اسلام نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور سینکڑوں کو قید کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے درمیان ایک کہرام مچ گیا۔ حضرت مولنا کی مذہبی حس نے اُن کو مجبور کر دیا۔ "انہدام مساجد" کے موضوع پر ایک زبردست مضمون شائع کیا۔ جس میں ثابت کیا گیا۔ کہ حکومت انگریزی نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر مذہب اسلام میں مداخلت کی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انگریز تو درکنار اس کے کسی نوکر کے خلاف بڑے سے بڑا مسلمان بھی بول نہیں سکتا اودھ کے گورنر مسٹر جیمز میسٹن نے اس کا جواب دیا۔ جو درحقیقت عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق تھا۔

**(۶) خلافتِ عثمانیہ** } اللہ تعالےٰ نے ترکوں کو ایک عظیم الشان سلطنت کا وارث بنایا تھا جس کا رقبہ ۱۹۱۴ء میں بھی یورپ ۔ ایشیا اور افریقہ تک پھیلا ہُوا تھا ۔ موجودہ جُملہ عرب ممالک اُن ایام میں سلطنت ترکی کے ماتحت تھے۔ پہلی عالمی جنگ میں انگریزوں نے عرب ممالک سے بغاوت کرا کر خلافتِ عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیئے ۔ اگر آج سب عرب ممالک ترکوں کی ہی ماتحتی میں رہتے تو یہ اسرائیلی ناسُور جس نے درحقیقت آج اسلامی ممالک کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے ۔ کبھی پیدا نہ ہو سکتا تھا ۔ مگر خود کردہ را علاج نیست ۔

اس وقت بھی ایک سچے مسلمان کی طرح حضرت مولنٰنا کا دِل ایسے حالات پر سخت مضطرب ہوا ۔ اور انہوں نے بہ حیثیت ایک سربراہ جماعتِ احمدیہ ایک زبردست مضمون "خلافتِ عثمانیہ" کے عنوان سے لکھ کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کرایا ۔ جس میں سلطنتِ ترکی کی اہمیت کو بوجہ خلیفہ اسلام اور حکومت انگریزی کے جھوٹے وعدوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں ۔

**(۷) مُسلم لیگ اور مولوی ظفر علی صاحب** } مرکزی اسمبلی میں ایک جگہ خالی ہوئی تھی مسلمانوں نے جناب مولوی ظفر علی خان صاحب کو مسلم لیگ کی طرف سے نامزد کیا ۔ گو مقابلہ میں بھی کانگرس کی طرف سے جناب میاں عبدالعزیز صاحب بھی مسلمان تھے ۔ کیونکہ مقابلہ درحقیقت مسلمان کی زندگی اور حقوق کا تھا ۔

اس لئے حضرت مولانا نے احمدیوں کو اپیل کی کہ اس بات کو دل سے نکال دو کہ دونوں انسان کون ہیں ۔ جناب میاں عبدالعزیز صاحب تو کانگرس کی حمایت میں ہی ووٹ دیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی رائے کو ہندو مہا سبھا کی قربان گاہ پر چڑھا دے گا اور دوسرا (چونکہ مولانا مولوی ظفر علی خان) مسلمانوں کے حقوق کا انگریز اور ہندو سے مطالبہ کرے گا ۔ اس لئے ہم سب کو مل کر مسلم لیگ کو کامیاب بنانا چاہیئے ۔ اسی ذیل میں اخبار "نوائے وقت" نے بھی ایک نوٹ لکھا ہے جو یہ ہے :۔

"انگریزی ہفتہ کی "لائٹ" احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کا ذمہ دار جریدہ ہے ۔ اس اخبار کو یہ غیر فانی شہرت حاصل ہے کہ اس کے کالموں میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے دورِ آغاز میں ہی یونینسٹ پارٹی کے مقابلہ پر مسلم لیگ کی بھرپور حمایت ہوتی رہتی ہے ۔"

(نوائے وقت ۲۵ راگست ۱۹۷۰ء)

کسی دوسری فرصت میں حضرت علامہ محمد علی رحمۃ اللہ کے متعلق دہلی میں علمائے اسلام جو رائے رکھتے تھے ۔ اس کا ذکر بعد میں کروں گا ۔ (انشاء اللہ) ۔

---

**"وہ عظیم شخصیت ........." بقیہ صفحہ**

جس فتنہ کی ابتداء ہو گئی تھی وہ حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین رحؒ کی رحلت کے بعد واضح طور پر سامنے آگیا اور جس کے نتیجہ میں جماعت دو حصوں میں بٹ گئی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کام آپ نے کیا وہ قابلِ ستائش ہے اور خدا تعالےٰ کے ہاں مقبول ہے ۔ جماعت احمدیہ ربوہ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ دونوں جماعتوں میں اختلاف کا سبب مسئلہ خلافت تھا ۔ مگر حقیقت یہ ہے ۔ کہ تفرقہ اور اختلاف کی اصل وجہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے ہمنوا لوگوں کی حضرت صاحب کے بارے میں تبدیلی عقیدہ تھی اور غیر از جماعت محقق لوگوں نے اس کی تصدیق کی جیسا کہ ۲۵ ر مارچ ۱۹۱۴ء کے اخبار الہلال میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی اس تحریر سے ظاہر ہے جو یوں ہے :۔

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بناء پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں ۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لائے ہوں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں ۔ اس گروہ نے اب انہیں اپنا

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

---

مکرم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع فیصل آباد ۔

# حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

## مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

**حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حقیقی جانشین ۔ آریوں ۔ دہریوں ۔ عیسائیوں بہائیوں سے جو مکھی لڑائی لڑ کر اللہ کو پیارا ہو گیا ۔**

خُدا کے اس تائید یافتہ انسان کے قلم معجز رقم نے وہ عظیم لٹریچر پیدا کیا کہ چار دانگِ عالم میں صداقتِ اسلام کے ڈنکے بجنے لگے اور قرآن کریم اور محبوبِ خدا حضرت محمد مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم کے روشن چہرے دُنیا کے سامنے آگئے

این کار از تو آید مرداں چنیں کنند

حضرت امیر مرحوم صبح کی نماز کے بعد سیر کو نکل جاتے ۔ ایک بار دورانِ سیر جناب عبدالمجید صاحب سالک مرحوم سے ملاقات ہو گئی ۔ فرمایا :۔

"سالک صاحب ! میں نے اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن کا ایک نسخہ آپ کو بھی بھجوایا تھا مگر آپ نے اپنے اخبار انقلاب میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا ؟"

سالک صاحب نے جواب دیا :۔

"غفلت ہو گئی ورنہ میرا تبصرہ تو یہ ہے کہ قرآن اگر عربی میں نہ **اُترتا ۔ انگریزی میں اُترتا تو انہی الفاظ میں اُترتا جو آپ نے انگریزی ترجمہ میں استعمال فرمائے ہیں ۔"**

راقم الحروف جس زمانے میں علی پور ضلع مظفر گڑھ میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہا تھا ۔ علی پور میں آریہ سماج کا سالانہ جلسہ ہوا ۔ دُور دُور سے پنڈت آئے ۔ پنڈت رام چندر بھی دہلی سے پہنچے ۔ آریوں کا جلسہ جاری تھا ۔ پنڈت رام چندر دھواں دھار تقریر کر رہے تھے ۔ بہت سے مسلمانوں کو لے کر میں جلسہ گاہ میں پہنچا اور گرجدار آواز میں آریوں کو للکارا :۔

" آج ویدوں اور قرآن کا مقابلہ ہو جانے صداقت خود کھل کر سامنے آجائے گی ۔"

مگر آریوں کا "قرآن دان" پہلوان بغلیں جھانکنے لگا ۔ ہم نے ہر چند غیرت دلائی مگر وہ نہ مانے اس پر مسلمانوں نے فلک شگاف نعرے لگائے اور ہم فاتح کی حیثیت سے جلسہ گاہ سے واپس آئے ۔

پنڈتوں نے اختتامِ جلسہ کے بعد اپنے اپنے گھر کی راہ لی ۔ مقامی آریہ سماج کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر بودھراج کو مسلمانوں نے طعنے دیئے تو انہوں نے جواب دیا :۔

" میں نے مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر پڑھی ہے ۔ انہوں نے ایسے رنگ میں ترجمہ اور تفسیر کی ہے کہ قرآن پر کوئی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا ۔"

جب اس نے یہ بات کی تو میں نے بے ساختہ یہ کہا :۔

" قرآن کریم میں اللہ کریم نے فرمایا ہے :۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ۔ یہ کتاب شک و شبہ سے پاک ہے ۔ اس پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہی نہیں ۔"

آج ایک آریوں کے پریذیڈنٹ کی زبان سے بھی وہی بات نکل گئی ، جو چودہ سو سال پہلے سے قرآن کریم میں لکھی چلی آرہی ہے ۔"

---

**درخواستِ دُعا** } جناب چوہدری علم الدین صاحب ڈیرہ غازی خان اُن مخلص ترین احمدیوں میں سے ہیں جنہیں سلسلہ عالیہ اور حضرت اقدس سے بے پناہ محبت ہے ۔ آپ ... احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔ (منتظم ادارہ)

مکرم جناب مولانا بشیر احمد منٹو صاحب راولپنڈی

# یادِ حبیب

قرآن حکیم نے ہماری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا پرستی کا مقدس رشتہ ہی ایک ایسا رشتہ ہے جو انسانیت کے مختلف اجزاء کو اکٹھا کر سکتا ہے، آدم کے بیٹے باوجود ایک باپ کی اولاد ہونے کے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ وہ مختلف نسلوں میں بٹ گئے۔ وطن بہت سے بن گئے۔ بولیاں طرح طرح کی ہو گئیں۔ رنگ یکساں نہ رہے۔ پھر ان کے علاوہ نوکر و آقا، امیر و فقیر، ضعیف و قوی اور ادنےٰ و اعلیٰ کے امتیازات نمودار ہو گئے۔

یہ تمام باتیں باہمی نفرت و عداوت کا بڑا ذریعہ بن گئیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ وہ اس بات کو بھول گئے کہ وہ سب ایک ہی ربّ العالمین کے عیال ہیں۔ وہی ایک معبود ہے جس کی چوکھٹ پر سب کو بندگی و نیاز کے سر جھکانے ہیں۔ اپنی یاد تازہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے رسول اور مجدد دین بھیجتا رہا اس لئے کہ اس آسمانی رشتے ہی سے بچھڑے ہوئے دل مل سکتے ہیں اور ہر ایک محسوس کر سکتا ہے کہ تمام دنیا اس کا وطن ہے اور تمام نسلِ انسانی اس کا گھرانا۔

اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی لوگوں کو اسی صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی جس پر تمام انبیاء اور ان کے متبعین چلتے رہے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے اپنا پیغام مختلف ملکوں اور قوموں میں پہنچایا اس سلسلہ میں سب سے ضروری بات یہ تھی کہ قرآن مجید جو اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور ہدایت کی آخری کتاب ہے اس کے تراجم مختلف زبانوں میں کرائے جائیں، خصوصیت سے انگریزی زبان میں جو دنیا کے کثیر حصہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ مشکل یہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کی اس آرزو کو عملی جامہ پہنانے کے سامان نہ تھے۔ مگر اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ انہوں نے اس اہم کام کے لئے مولانا محمد علی صاحب ہی کو منتخب کیا ہوا تھا۔

اس امر کی تصدیق اس کشف سے ہوتی ہے جس میں حضرت صاحب کو:—

"ایک کتاب دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تصنیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔"

اس کی مزید تصدیق اس تصرفِ الٰہی سے ہوتی ہے جو ایک واقعہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس خیال سے کہ تحریروں کے علاوہ تصویریں بھی تبلیغ میں مؤثر ثابت ہوتی ہیں اور یورپ کے لوگ انہیں دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ لکھنے والا کس کیریکٹر کا آدمی ہے ایک فوٹو گرافر سے کچھ تصویریں اتروائیں ان میں سے ایک مولانا محمد علی صاحب کی بھی تھی۔ اسے تصرفِ الٰہی نہ کہیں تو کیا کہیں کہ جب یہ تصویر تیار ہوئی تو اس میں ایک ہاتھ بھی نمایاں ہو گیا جس میں ایک کتاب تھی اور اس پر "قرآن شریف" لکھا ہوا تھا حالانکہ اس وقت کسی کو خیال تک بھی نہ تھا کہ حضرت مولانا قرآن مجید کا ترجمہ کریں گے اور تفسیر لکھیں گے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی تھا جس کو اس کے مامور نے چاہا اور جس سے اس نے محبت کی۔

حضرت امیر مرحوم عاشقِ قرآن تھے اور یہ عشق انہیں اپنے والد مرحوم و مغفور حافظ فتح الدین صاحب سے ورثہ میں ملا اور یہ انتہا کو پہنچ گیا جب انہیں حضرت امام الزمان اور حکیم الاُمت مولانا نور الدینؓ کی رفاقتیں نصیب ہوئیں۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی اگر ہم یہ کہیں کہ اس وقت سوائے محمد علی صاحب کے اور کوئی دوسرا قرآن حکیم کے ترجمے اور تفسیر کے کام کو نہیں کر سکتا تھا اور مقدر یہی تھا کہ صرف ان ہی کو یہ مقدس کام سونپا جائے۔

میں نے اپنی زندگی کا کثیر حصہ تبلیغ اسلام میں گذارا ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے مجھے دنیا کے مختلف حصوں میں جانا پڑا ہے اور میرے مشاہدہ میں جو بات آئی ہے وہ یہی ہے کہ تائیدِ الٰہی جو مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ کو حاصل ہوئی وہ دوسروں کو میسر نہ آئی۔ فروری ۱۹۳۵ء میں مجھے انگلستان سے ہندوستان کا بحری سفر کرنا پڑا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی اور ڈاکٹر حمید اللہ بھی میرے ہمسفر تھے انہی دنوں میں علامہ صاحب موصوف کا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو رہا تھا۔ تفسیر بھی اس کے ساتھ تھی میں اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ان سے ملے موضوع گفتگو ان کا ترجمہ ہی تھا۔ علامہ صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد علی صاحب کو انگریزی زبان پر عبور حاصل نہ تھا، ترجمہ کی زبان کمزور تھی اور بعض حلقوں میں اس کی ہنسی بھی اڑائی جاتی تھی، اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ خود اس کا ترجمہ کریں اور انگریزوں پر ظاہر کر دیں کہ انگریزی زبان پر قدرت رکھنے والے اور لوگ بھی ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں آیا ہے، لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ۔ زبان کو یقیناً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مگر عشق قرآن کو اوّلیت حاصل ہے اور صرف متقی ہی کو الٰہی تائید میسر آئے گی اور میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ جو مقبولیت مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ کو ہوئی وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکی خواہ اس کی انگریزی کتنی ہی اعلےٰ پایہ کی کیوں نہ ہو۔

اگست ۱۹۴۷ء کی بات ہے۔ میں کیلیفورنیا کے شہر فرانسسکو میں اپنے دفتر ۱۰۹۵ مارکیٹ سٹریٹ میں بیٹھا تھا کہ ایک معزز امریکن تشریف لے آئے، ان کا اسم گرامی جوزف ناٹنزل تھا۔ جرمن نژاد تھے اور سان فرانسسکو ایگزیمینر کے ناظم نشر و اشاعت تھے، فرمایا:—

"کچھ عرصہ سے میرے کانوں میں آواز آتی رہتی ہے۔ GO AND READ THE QURAN —— میں نے پامر کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ مگر یہ آواز آنی بند نہیں ہوئی بدستور آتی رہتی ہے۔ اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں، آپ کا اشتہار ہفتہ واری لیکچروں کے متعلق ہمارے اخبار میں چھپتا رہتا ہے۔ خیال ہوا کہ آپ کے پاس جاؤں، شاید آپ میری مدد و رہنمائی کر سکیں اور میری مشکل آسان کر دیں۔"

میں نے انہیں اپنے حضرت امیر کا ترجمہ پڑھنے کے لئے دیا۔ وہ چند روز کے بعد پھر آئے۔ نہایت ہشاش بشاش تھے۔ فرمایا:—

"اب آواز آنی بند ہو گئی ہے اور میں اس ارادے سے آیا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ شہادت دوں کہ اللہ تعالےٰ واحد ہے اور لاشریک ہے، محمد اس کے رسول ہیں اور قرآن اس کی ہدایت کی کتاب ہے۔"

صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں قبولیت اسلام کی توفیق دی بلکہ وہ باقاعدہ تیس ڈالر ماہوار چندہ ادا کرتے رہے اور ایک پمفلٹ WHAT IS IN A NAME کی طباعت کے اخراجات بھی برداشت کئے۔

یہ واقعہ میرے ایمان میں اضافہ کا باعث ہوا اور حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وہ بات سچ ثابت ہوئی جو انہوں نے اپنی وفات سے چند روز قبل یعنی ۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو فرمائی تھی کہ:—

"ہمارا انگریزی کا ترجمہ اللہ کو مقبول ہو گیا ہے، الہاماً بشارت آگئی ہے۔"

---

تلیفہ قرار دیا ہے۔۔ مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔
مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے۔ اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے۔ جو ہمیشہ اس سال کا یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔" (باقی۔ باقی)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور —— مورخہ ۲۵ /اکتوبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ —— شمارہ نمبر ۴۳

چوہدری محمد حیات صاحب ناظم دار السلام

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۹۸ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۴

# ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

## روحانی فائدہ دکھ اور تکلیف اٹھائے بغیر حاصل نہیں ہوتا

ایک شخص نے عرض کی کہ میں روحانی فائدہ کے لئے یہاں آیا ہوں۔ مجھے کچھ بتایا جاوے۔ فرمایا:۔ روحانی فائدہ بھی انہیں کو پہنچتا ہے جو آپ کوشش کرتے ہیں۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ اور افضل تھے۔ مگر انہوں نے بھی دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اٹھائے۔ دین بھی تو مرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا تو ایسا نہ کرتا مگر اس نے دنیا کے لئے بھی یہی قانون رکھا ہے کہ محنت سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اگر خدا کا فضل بھی ہو اور محنت بھی ہو تو انسان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے دنیا کے کاموں کیلئے انسان کیسے کیسے دکھ اٹھاتا اور کیسی کیسی تکلیف برداشت کرتا ہے اور تب جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے۔ تو کیا دین کیلئے کچھ بھی محنت اور سعی نہیں کرنی چاہیئے؟ اگر تھوڑا سا مقدمہ آ جاوے تو پھر انسان اس کے واسطے کہاں کہاں سے سفارشیں لاتا ہے اور کس قدر خرچ کرتا ہے اور کتنی کوشش کرتا ہے اور اگر باوجود اتنی کوشش کے وہ مقدمہ خارج ہو جاتا ہے تو پھر اپیل کرتا ہے بلکہ اگر وہ بھی خارج ہو جاتی ہے تو پھر کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کر کے اپیل در اپیل کرتا اور کیا کیا کر گذرتا ہے تو کیا دین کو ہی ایسا سمجھنا چاہیئے کہ وہ محض پھونک مارنے اور کسی ورد وظیفہ کرنے سے حاصل ہو جائے گا اور یونہی آرام طلبی سے گذارنے پر اس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی؟

خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف زبانی قیل و قال پر ہی ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور صرف اتنا کہنے سے ہی کہ ہم ایمان لے آئے۔ دین دار سمجھے جائیں گے۔ اور ان کا امتحان نہ ہوگا؟

**بلکہ** امتحان اور آزمائش کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سب انبیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ترقی کے مدارج کے لئے آزمائش ضروری ہے اور جب تک کوئی شخص آزمائش اور امتحان کی منازل طے نہیں کرتا دین دار نہیں بن سکتا۔

**یہ** قاعدہ کی بات ہے کہ دکھ کے بعد ہی ہمیشہ راحت ہوا کرتی ہے۔ یاد رکھو جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ کاٹا جاوے گا۔ ترقی ہمیشہ مصائب اور تکالیف کے بعد ہوتی ہے اور ایمانی حالت کا پتہ اسی وقت لگتا ہے جب وہ تکالیف اور مصائب آویں۔

**روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنے آپ کو دکھ** اور تکلیف اٹھانے کے لئے تیار کر لینا چاہیئے۔

عشق اول سرکش و خونی بود ٭ تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

## تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو

### میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت و ہمدردی ظاہر کرو

جماعت کے باہم اتفاق اور محبت پر پہلے میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی ہے۔ کہ تم وجود واحد رکھو۔ ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں محبت کرو۔ اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔

کیسی اعلےٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ رضؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ اول)

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ اس لئے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

(ضمیمہ الوصیت صفحہ ۲۳)

رپورٹ مولوی شفقت رسول خان

# مختصر کاروائی جلسہ

## بسلسلہ یوم محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

## منعقدہ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۸ء۔ جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

زیر صدارت حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مولوی شفقت رسول خان نے تلاوت قرآن سے جلسہ کا آغاز کیا۔ جناب اسحاق اختر ملجی نے مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا اور بہ عنوانِ ذیل ایک نگر محبر نظم پیش کی۔

شب تاریک ملت کو فروزاں کر دیا تو نے

نظم کے بعد چوہدری غفور احمد صاحب نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ درباره مولانا محمد علیؒ پڑھ کر سنائے۔ ملفوظات کے بعد جناب پروفیسر خلیل الرحمن صاحب نے یا ایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ تلاوت فرما کر مولانا محمد علیؒ کا تحریک احمدیت میں مقام کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے عنوان پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو اس عنوان میں تحریک احمدیت میں مقام تک محدود کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ عنوان یہ ہونا چاہئے تھا "عالم اسلام میں مقام"۔

آپ نے اچانک موضوع کے پیش نظر تاریخی شواہد پیش نہ کر سکنے کی معذرت طلب کرتے ہوئے صاحبین کو بتایا کہ آج سے دو ہزار سال قبل حضرت مسیح ناصری کے دور میں یہی آواز تھی کہ کونوا انصار اللہ۔ خدا کے مددگار بن جاؤ۔ یعنی اس کے دین کی مدد کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا۔ قال من انصاری الی اللہ۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ حضرت عیسےؑ نے فرمایا تھا کہ میرا کون ساتھ دے گا۔ تو آپ کے حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے لئے آپ کا ساتھ دیں گے۔

وہ بھی ایک مسیح تھا جس کا ساتھ اس کے حواریوں نے دیا۔ اور دو ہزار سال بعد ایک خدا کے مسیح نے بھی یہی آواز بلند کی کہ خدا کی راہ میں میرا کون ساتھ دے گا۔ ان حواریوں کی طرح اس مسیح کے گرد پروانہ وار لوگ اکٹھے ہو گئے اور کہا کہ ہم جان و مال کے ساتھ آپ کا ساتھ دیں گے۔

مقرر موصوف نے حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین ایدہ اللہ بنصرہ اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس شمع کا ایک آخری پروانہ یہ ہیں۔ خدا ہمیں ان کے فیوض و برکات سے تادیر متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ انہی انصار اللہ میں سے مولانا محمد علی مرحوم تھے۔ مجاہد کبیر کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کی سوانح حیات کو جان سکیں۔ آپ نے ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کی۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو جس انداز سے نبھایا وہ ایک مثال ہے۔ آپ بیس روپے کے قلیل مشاہرہ پر بسر اوقات کرتے تھے۔ نوجوانی ہی میں دنیا کی تعلیم کی تحصیل مکمل کر چکے تھے۔ جو شاندار مستقبل کے لئے کافی تھا۔ لیکن جب آپ کو حضرت مسیح موعودؑ نے دین کی خدمت کے لئے پکارا تو آپ نے بعد خوشی لبیک کہا۔ نحن انصار اللہ کے مطابق لبیک کہتے ہوئے قادیان کے ہو رہے۔ اور خدمت اسلام کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

### تحریکِ احمدیت میں محمد علی کا مقام

آپ نے ۱۹۱۴ء میں اٹھنے والے فتنہ کا مقابلہ کیا جب مسیح موعود کو ان کے اپنے اصل مقام مجددیت سے بلند کر کے نبوت کا مقام دے دیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ کو نبوت کا مقام دیئے بغیر خلافت کا قیام ممکن نہ تھا۔

آپ کے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے دیا گیا حتیٰ کہ ان کے بچوں کا جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد علیؒ نے ان کے عقائد کی شدت سے مخالفت کی۔ اور فرمایا کہ یہ عقائد غلط ہیں۔ ایسے عقائد رکھنے والوں کو یا تو ان عقائد سے رجوع کرنا پڑے گا یا وہ مسلمانوں سے کٹ جائیں گے۔

واقعات شاہد ہیں کہ ہم بھی گھن کی طرح ان کے ساتھ پس گئے۔ ۱۹۰۰ء میں حضرت مولانا نور الدینؓ کی وفات کے بعد قادیان میں آپ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ آپ کو پتھر مارے گئے۔ ... قادیان ... تک تنگ کیا گیا کہ آپ اپنے محبوب قادیان کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

خواجہ کمال الدین صاحب۔ غلام حسن خان صاحب پشاوری۔ سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمہم اللہ علیہم آپ کے ساتھ قادیان سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ حالانکہ آپ نے وہاں یہ اظہار کیا کہ مسجد کی جاروب کشی بھی منظور لیکن مجھے دین کی خدمت کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن آپ پر قادیان میں جینا حرام کر دیا گیا۔

غرضیکہ چند آدمیوں کا یہ قافلہ بحالت بے سر و سامانی کہ پیسہ پاس نہیں، جگہ نہیں، مگر توکل بر خدا لاہور میں وارد ہوا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال و کردار پہ انگلی نہیں رکھی جا سکتی۔ یہاں آ کر آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی۔ اور دنیا فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ کیونکہ ماموریت نے فرمایا تھا کہ:۔

"بلائے فتح نمایاں بنام ما باشد"

"اسلام کا غلبہ میرے ہاتھ سے مقدر ہے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"۔ چنانچہ مولانا محمد علیؒ نے سرمایہ کے بغیر ہی تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر قرآن کو تکمیل تک پہنچایا اور خدا نے اس کے شائع کرنے کا سامان کر دیا۔ اور آہستہ آہستہ لوگ آپ کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ انجمن کا بجٹ لاکھوں سے تجاوز کر گیا۔

حضرت امیر مرحوم نے اسلام کی خدمت کے لئے ۵۷ (ستاون) کتابیں لکھیں اور ۸۷ (ستاسی) ٹریکٹ تحریر فرمائے۔ اس طرح آپ نے ۱۴۴ کتب و ٹریکٹ تحریر کئے اور خدمت اسلام سر انجام دی۔

### آپ کے مشاغل شب و روز

نماز پنجگانہ کے علاوہ شب زندہ دار تھے۔ تہجد کی نماز باقاعدہ پڑھتے۔ دن بھر تحریر و تصانیف۔ درس قرآن میں گذرتا۔ مقرر موصوف نے بتایا کہ اس مسجد احمدیہ لاہور میں اس مجلس میں موجود لوگوں سے زیادہ تہجد کی نماز میں شامل لوگوں کو با جماعت مولانا محمد علی دیکھ چکا ہوں۔ اور جو مشن حضرت مسیح موعود نے شروع کیا تھا اس کی تکمیل کے لئے وہ کھڑے ہو کر اس پروگرام کو آگے بڑھایا۔

تحریکِ اسلام میں جو لٹریچر آپ نے پیدا کیا اور اس کی جو روشنی جرمنی۔ لندن۔ امریکہ کینیڈا میں پہنچی تو وہاں لوگوں کے قلوب کو دین اسلام کے نور سے منور کر گئی۔ اس چھوٹے سے مقام سے پھوٹی ہوئی اس کی کرنیں ایک عالم کو روشن کر رہی ہیں۔ وہ روشنی قادیان سے طلوع ہوئی اور لاہور کو مرکز شعاع بنایا۔ اور لاہور نے تمام عالم کو حقیقی اسلام سے روشن کر دیا۔ یک قطرہ ز بحر کمال محمد است۔ اور وہی یک قطرہ زمانے بھر کو سیراب کر گیا۔

---

## انتقال پُرملال

جملہ احباب و خواتین کو اس خبر سے دلی ملال ہوگا کہ ہماری جماعت کی معزز و بزرگ خاتون محترمہ زینب بیگم صاحبہ، اہلیہ محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب مرحوم وہاڑی ممبر آف گوجرانوالہ۔ حال دار السلام لاہور ۸۵ برس کی عمر میں ایک دو دن بیمار رہ کر مورخہ ۲۴ اکتوبر دن کے بارہ بجے رحلت فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اسی رات ان کی دار السلام میں تدفین ہوئی۔ بیرون لاہور سے مرحومہ کے اکثر عزیز جنازہ سے قبل لاہور پہنچ گئے تھے۔

مرحومہ کا وجود دار السلام کے مکینوں کے لئے باعث برکت تھا۔ خصوصاً خواتین و بچیاں ان کے اوصاف حمیدہ سے مستفید ہوتی تھیں۔ آپ اس بستی میں سب سے معمر خاتون تھیں۔ ان کی وفات ایک قومی نقصان ہے۔ مرحومہ نے اپنی یادگار ایک وسیع کنبہ چھوڑا ہے۔ خدا کے فضل سے آپ کے سب بچے بچیاں مخلص احمدی ہیں اور خوشحال ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے۔ محترم ڈاکٹر فضل احمد صاحب کراچی۔ محترم محمد حسن خان صاحب سیکرٹری جماعت کراچی۔ محترم احمد حسن صاحب لاہور۔ اور محترم ناصر احمد صاحب نائیجیریا میں مقیم ہیں۔ ماشاء اللہ سب صاحب اولاد ہیں۔ اور مرحومہ کی یادگار تین صاحبزادیاں بھی ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ کریم مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ مرحومہ کے درجات کی بلندی کے لئے اپنے اپنے مقام پر جنازہ غائبانہ ادا فرماویں۔ اظہار تعزیت کے لئے پتہ: "محترم محمد حسن خان صاحب ۲۵ اوریئنٹل چیمبرز۔ الطاف حسین روڈ۔ کراچی"

(مرزا محمد لطیف۔ دار السلام لاہور)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۷۸ء

# ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

بذعیدن سے اُردو- سندھی اور انگریزی میں شائع ہونے والے "تعمیر قوم" نے اپنے ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کے اشتراع میں "ذکری فرقہ پر پابندی عائد کرنے کے جواز میں اس فرقہ کے بانی اور ان کے پیرؤوں کے اعتقادات کے متعلق کچھ واقعات بیان کئے ہیں- ان خیالات کا اظہار مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نائب امیر مولانا عبدالحق نے اپنی ایک پریس کانفرنس میں کیا ہے- آپ فرماتے ہیں کہ :—

"اس فرقہ کے لوگ 'ملا محمد' نامی اٹک کے رہنے والے ایک شخص کو اوّلین و آخرین خاتم النبیین- افضل المرسلین مانتے ہیں- جس کا ظہور حسب کتاب ذکریہ ۹۷۷ھ میں ہوا ہے- یہ اسی کا کلمہ پڑھتے ہیں جو اس طرح کا ہے لا الٰہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ- ان کے خیال میں ملا محمد موصوف نے دین محمدی کو منسوخ کر دیا ہے- لہٰذا کلمہ شہادت سے لے کر نماز- روزہ- حج- زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادات کی فرضیت ختم ہو گئی ہے اور یہ ان کی فرضیت کے قائل کو کافر سمجھتے ہیں اور حج کوہ مراد کو ضروری مانتے ہیں............ ان کی تعداد تیس چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے........ چونکہ یہ ایک غیر مسلم فرقہ چلا آ رہا ہے لہٰذا ان کی فہرستیں مسلمانوں کی فہرستوں میں شامل نہ کی جائیں-"

ذکری فرقہ کے متعلق ہماری معلومات صرف اس حد تک محدود ہیں جو ہمیں مولانا عبدالحق صاحب کے اس بیان سے حاصل ہوتی ہیں- اگر ان میں ذرا بھی صداقت ہے اور مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا جیسا کہ اکثر اولیاء اللہ اور ان کے معتقدین کے بارے میں ان کے مخالفین کی طرف سے لیا جاتا رہا ہے اور اس میں موجودہ جداگانہ انتخابات کے مدّنظر کوئی سیاسی مصلحت آمیزی بھی نہیں تو یہ یقیناً غیر اسلامی اعتقادات ہیں جن کے پیش نظر مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ مطالبہ جائز قرار دیا جا سکتا ہے کہ انتخابات کے لئے تیار ہونے والی فہرستوں میں ان کے نام مسلمانوں کی فہرستوں میں شامل نہ کئے جائیں-

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس فرقہ کے لوگ واقعی اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ سمجھتے اور اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے ہیں- ان کے نام علیحدہ فہرستوں میں شامل کرنے کے مطالبہ سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں- لیکن جیسا کہ ماضی میں اُٹھنے والی اصلاحی تحریکوں کے بانیوں اور ان کا ساتھ دینے والوں کے ساتھ استحصال پسند اور مفاد پرست طبقوں کی طرف سے اپنے مخصوص مفادات کے تحفظ کی خاطر جو سلوک ہوتا آیا ہے وہی سلوک ان اپنے آپ کو مسلمان کہنے والوں کے ساتھ کیا جا رہا ہو- اور یہ مطالبہ کرنے والوں کے قلوب و اذہان پر ان کا ایک ایسا خوف اور رُعب طاری ہو جس سے وہ نجات حاصل کرنے کے لئے یہ مطالبہ کر رہے ہوں- خود ہی فرماتے ہیں :—

"خان نصیر خان اعظم نے پے در پے حملوں میں ان کے اقتدار کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اکثریت کو دوبارہ مسلمان بنا دیا البتہ بچے کھچے افراد کی نسل موجود ہے جو تیس چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے-"

ان کی اکثریت مسلمان ہے- جنہیں مسلمان نہیں سمجھا جاتا ان کی تعداد تیس چالیس ہزار ہے- اس تعداد میں ۲۱ سال سے کم عمر کے مرد- عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں جو ووٹ کا حق استعمال نہیں کر سکتے- ووٹ کی مستحق زیادہ سے زیادہ دس بارہ ہزار کی تعداد ہو گی جس کے لئے علیحدہ فہرستیں بنانے کو کہا جا رہا ہے-

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتنی قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے بھی وہ اس قدر منظم- با اثر اور با رسوخ ہیں کہ وہاں کی اکثریت جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے ان کے برسر اقتدار آنے سے خائف ہے- اور انہیں یہ امکان نظر آ رہا ہے کہ اگر کبھی انتخابات ہوئے تو بلوچستان اسمبلی میں یہ این- ڈی- پی کا ساتھ دیں گے- جو سیکولر حکومت میں یقین رکھتی ہے اور اس طرح وہاں ان کی من پسند "اسلامی حکومت" قائم نہ ہو سکے گی- اگر جداگانہ انتخابات ہوئے تو وہ غیر مؤثر ہو جائیں گے-

ذکری لوگوں کا تو مبینہ طور پر کلمہ بھی جدا ہے- وہ شعائر اور فرائض اسلامی کے بھی قائل نہیں ہیں- اور آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین بھی نہیں مانتے- لیکن پاکستان میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کہاں تک اسلامی اور شریعت کے مطابق تھا جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا ان کی قریب قریب ہر کتاب میں یہ اعلان ان الفاظ میں موجود ہے :—

۱- "دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے یہ سارے الزامات دروغ اور باطل محض ہیں- ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے......... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں-"

(دین الحق- صفحہ ۲۹)

۲- "میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے- ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رُو سے مسلّم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی.......... اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اوّل الشاھدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے-"

(اعلان بمقام دہلی- مؤرخہ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء-)

۳- "اور اللہ تعالےٰ کی عزت اور جلال کی قسم کہ میں مؤمن اور مسلمان ہوں، اور میں اللہ اور اس کی کتابوں اور رسولوں اور ملائکہ اور بعث بعد الموت پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل خاتم النبیین ہیں اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے-"

(حمامۃ البشریٰ- صفحہ ۸ ترجمہ)

۴- "ایسا ہی آپ (یعنی آنحضرت صلعم) نے لانبی بعدی کہہ کر کسی نئے یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا ہے-"

(ایام الصلح صفحہ ۱۵۱)

۵- "بالآخر یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرّہ بھی تقویٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا ہے- جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے (کلمۂ شہادت- روزہ- نماز- حج اور زکوٰۃ) وہ ہمارا عقیدہ ہے- اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنے کا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں- اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے- اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کریم کو ترجیح دیتے ہیں- بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق فسخ کے لائق بھی نہیں ہیں- اور ہم اس

مکرم راجہ عبدالمجید صاحب۔ چھکسی ملتان

# حق و صداقت کا قرآنی معیار

انّہ لقول رسول کریم ۔ وما ھو بقول شاعر ۔ قلیلاً ما تؤمنون ولا بقول کاھنٍ قلیلاً ما تذکرون ۔ تنزیلٌ من ربّ العٰلمین ۔ ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثمّ لقطعنا منہ الوتین ۔ فما منکم من احدٍ عنہ حاجزین ۔

ترجمہ:۔ یقیناً معزز رسول کا پیغام ہے ۔ اور وہ شاعر کی بات نہیں ۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو ۔ اور نہ کاہن کی بات ہے ۔ تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو ۔ جہانوں کے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے ۔ اور اگر وہ ہم پر بعض باتیں افترا کے طور بنا لیتا ۔ تو ہم اسے ضرور دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی رگِ جان کاٹ دیتے ۔ تم میں سے کوئی (ہمیں) روکنے والا نہ ہوتا ۔

---

قرآن کریم کی یہ آیات آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچائی کی کامل دلیل ہیں ۔ اور خُدا تعالےٰ نے یہ آیات حجت کے طور پر پیش دیں، عیسائیوں اور مشرکین کے سامنے پیش کی ہیں ۔ اور اُمّتِ محمدیہ کے تمام آئمہ اور مفسّرین یہی دلیل مخالفین کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں ۔ شرح عقائد نسفی جو اہلِ سُنّت کے عقیدوں کے بارے میں ایک کتاب ہے اس میں اسی دلیل کو عقیدہ کے رنگ میں بیان کیا ہے ۔

مولوی رحمت اللہ مرحوم اور مولوی سیّد آل حسن صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ازالہ اوہام اور استفسار میں یہی دلیل پادری فنڈل کے سامنے پیش کی تھی ۔ تو پادری فنڈل صاحب کو اس کا جواب دینا نہیں آیا تھا ۔ اور وہ کوئی نظیر نہ پیش کر سکا ۔ اور لاجواب رہا ۔

جب حضرت مرزا صاحب کے مریدوں نے قرآن کریم کی یہی دلیل حضرت مرزا صاحب کی سچائی پر پیش کی اور کہا کہ خدا تعالےٰ قرآن کریم میں واضح حکم فرماتا ہے کہ اگر یہ نبی مجھ پر بہتان لگاتا اور اس بات میں افترا کرتا تو میں اس کی رگِ جان کاٹ دیتا ۔ اور آپ مدّت دراز تک زندہ نہ رہ سکتے ۔

حضرت مسیح موعود مجدّد صدی چہاردہم کو بھی اسی پیمانہ سے ناپنا چاہیئے ۔ چنانچہ براہینِ احمدیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ منجانب اللہ ہونے کا قریباً تیس برس سے ہے ۔ اس دعوےٰ کے ساتھ ان کا تیس برس تک امن میں رہنا ان کے صادق ہونے پر دلیل ہے ۔ تو پادری فنڈل کی طرح مخالفین سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا ۔ تو انہوں نے اس دلیل سے ہی انکار کر دیا ۔ اور کہا کہ کاذب تیس سال تک یا اس سے زیادہ مدت تک زندہ رہ سکتا ہے ۔ اور ہم اس کی نظیر پیش کریں گے ۔ مگر آج تک کوئی مخالف کوئی نظیر پیش نہ کر سکا ۔ اور نہ ہی کوئی جواب دے سکا ۔

اس شکست سے شرمندہ ہو کر کچھ مولوی صاحبان نے مرزا صاحب کی ہلاکت کے لئے حیلے سوچنے شروع کر دیئے ۔ تب اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بذریعہ الہام اطلاع دی کہ ہم تیری عمر ۸۰ برس یا دو تین کم یا زیادہ کریں گے تا کوئی مخالف کی عمر کی وجہ سے کذب کا نتیجہ نہ نکال سکے ۔ اور ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا کہ میں خبیث امراض سے بھی تجھے بچاؤں گا ۔ جیسا کہ اندیشہ ہوتا تا اس سے بھی کوئی بد نتیجہ نہ نکال سکیں ۔ اور فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے ۔ کہ بعض مخالف مولوی بد دعائیں بھی کرتے رہیں گے تو ہم ان کی بد دعائیں ان ہی پر ڈالیں گے ۔

مولویوں میں سے مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والوں نے حضرت مرزا صاحب کی نسبت قطعی حکم لگایا ۔ کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا ۔ کیونکہ کاذب ہے ۔ مگر جب ان تالیفات کو شائع کر چکے تو پھر جلد ہی آپ مر گئے ۔ اس طرح اپنی موت سے ثابت کر گئے کہ کاذب کون ہے اور سچا کون ۔

مولوی محی الدین لکھو کے والے نے حضرت مرزا صاحب کی موت کا الہام شائع کیا ۔ مگر وہ بھی خود ہی مر گیا ۔ پادری حمید اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی نسبت دس ماہ میعاد رکھ کر موت کی پیشین گوئی کی ۔ مگر اس کے بعد جلد ہی فوت ہو گیا ۔ ہندوؤں میں سے پنڈت لیکھرام نے تین سال کی میعاد رکھ کر موت کی پیشین گوئی کی مگر وہ خود خدا کے ہاتھوں مارا گیا ۔

یہ پانچ آدمی اپنی موت سے حضرت مرزا صاحب کا سچا اور خُدا کی طرف سے ہونا ثابت کر گئے ۔ کیونکہ انہوں نے اشتہارات شائع کئے تھے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا ۔ حضرت مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم کے متعلق ساٹھ آدمیوں کے روبرو پیشین گوئی کی کہ "جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا" وہ بھی حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ہی فوت ہو کر آپ کو سچا ظاہر کر گیا ۔ ہندوستان سے باہر امریکہ میں ایک آدمی جس کا نام الیگزنڈر ڈوئی تھا اس نے ۱۹۰۲ء میں نبوت کا دعوےٰ کیا ۔ حضرت مرزا صاحب نے ۲۲ر دسمبر ۱۹۰۳ء کو اسے مباہلہ کا چیلنج دیا ۔ جس کا اس نے کچھ جواب نہ دیا ۔ اور خاموش رہا ۔ دوبارہ حضرت مرزا صاحب نے اشتہار دیا اور خدا تعالےٰ سے علم پا کر بتلایا کہ وہ کوئی جواب دے یا نہ دے، ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گا ۔ الہام کے مطابق وہ مارچ ۱۹۰۷ء میں ذلت کی موت مر گیا ۔

یہ سب واقعہ ۱۱ر مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع ہوا ۔ اور اس واقعہ کے بعد حضرت مرزا صاحب کی خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ سے امریکہ کا ایک سب سے بڑا آدمی مسلمان ہوا ۔ مندرجہ بالا سات آدمیوں کی موت کے بعد کسی مخالف کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے مقابل آتا ۔ اب بھی اگر کوئی صاحب حضرت مرزا صاحب کے صادق ہونے کے بارہ میں دُعا کے ذریعہ فیصلہ کرنا چاہے تو وہ صدقِ دل سے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے ۔

مخالفین نے مخالفت کا دوسرا طریق اختیار کر لیا ۔ یعنی گالیاں دینا ۔ عوام کو بھڑکانا کافر کہنا اور کُفر کے فتوے لگانا ۔ کفر کا پہلا فتوےٰ مولوی محمد حسین نے مولانا نذیر حسین دہلوی کی امداد سے کئی دوسرے علماء کرام سے دستخط کرا کر شائع کیا ۔

حضرت مرزا صاحب نے اس فتوےٰ کے مقابل پیشین گوئی شائع کی کہ مولوی صاحب کی اس فتوےٰ کی وجہ سے بڑی ذلت ہو گی اور وہ فتویٰ کُفر سے رجوع کرے گا ۔ اور وہ لفظ بہ لفظ پُوری ہوئی ۔ اور مولوی صاحب نے اس فتوےٰ سے رجوع کر لیا ۔ گوجرانوالہ کی ایک عدالت میں بیان دیا کہ میں احمدیوں کو مسلمان سمجھتا ہوں ۔ دستو جادُو وہ جو سر چڑھ کے بولے ۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا فتوےٰ اس قسم کا تھا جیسا مسلمان فرقے ایک دوسرے پر لگاتے ہیں ۔ لیکن باوجود کفر کے فتوےٰ کے مردم شماری میں مسلمان ہی شمار ہوتے ہیں ۔ حدیث میں لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو گا اس کو دائرہِ اسلام سے خارج کیا جاوے گا ۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاکستان کی مرکزی اسمبلی نے "فرقہ احمدیہ لاہور کو، غیر مسلم قرار دے کر پوری کر دی ۔

کفر کی دوسری قسم کا فتوےٰ سابق وزیر اعظم نے شاہ فیصل مرحوم کے کہنے پر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی سابقہ اسمبلی سے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے آئین میں آرٹیکل ۱۰۶ میں غیر مسلم کی تعریف میں مندرجہ ذیل اضافہ کر کے کہ :۔

"جو شخص آخری نبی محمدؐ کے قطعی اور غیر مشروط خاتم النّبیّین ہونے پر یقین نہیں رکھتا یا آنحضرت صلعم کے بعد نبوّت کے کسی مفہوم یا معنی کے لحاظ سے مُدّعی نبوّت ہو یا ایسے مُدّعی کو نبی مانتا ہو یا مذہبی مُصلح ۔ وہ شخص آئین اور قانون کی اغراض کی خاطر 'غیر مسلم' ہے ۔"

جماعتِ احمدیہ لاہور، اور جماعت احمدیہ قادیان کو مسلمانوں کے فرقوں سے خارج کر کے 'غیر مسلم' کے زمرہ میں شامل کر دیا ۔

"اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے آئین میں 'مُسلم' کی تعریف نہیں کی گئی ۔ اس کی ایک وجہ تو شاید یہ ہے کہ مسلمان فرقے مل کر کسی ایک تعریف پر اتفاق نہیں کر سکے ۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ 'مُسلم' کی تعریف کرنے سے پہلے ہر مسلمان فرقہ کو اپنا عقیدہ بیان کر کے کسی عدالت سے اپنے متعلق فیصلہ لینا پڑتا ۔ یہ طریق اختیار کرنے سے ڈر تھا کہ فرقہ احمدیہ لاہور اس کی زد میں نہ آتا ۔

یہ کتنی بڑی بے انصافی ہے ۔ کہ مرکزی سابقہ اسمبلی نے "غیر مسلم" کی تعریف میں ترمیم کے ذریعہ دو فرقوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور جن کو قائد اعظم نے پاکستان بناتے وقت مسلمان قرار دیا تھا ۔ خود ہی غیر مسلم قرار دے دیا ۔ تاکہ وہ عدالت سے رجوع نہ کر سکیں ۔ پھر کتنی بڑی زیادتی ہے کہ دونوں جماعتوں کے عقائد ایک دوسرے [illegible]

یعنی اگر عقائد مطابق فرقہ احمدیہ قادیان، ترمیم کے تحت 'غیر مسلم' قرار دیا جاوے کہ وہ رسولِ کریم کے بعد نیا نبی لاتا ہے۔ تو فرقہ احمدیہ لاہور اس ترمیم کے تحت 'غیر مسلم' قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کہ وہ رسول کریمؐ کے بعد کسی نئے اور پُرانے نبی کو نہیں لاتا۔ وہ تو رسولِ کریمؐ کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہی ترمیم کی غرض ہے۔ اور نہ ہی وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتا ہے۔ اور وہ دینِ اسلام کو مکمل سمجھتا ہے اس لئے دین میں کسی ترمیم یا اصلاح کا بھی انکاری ہے۔ اور مانتا ہے کہ دین میں اب زیر زبر کی بھی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ جو مجدّد آتا ہے۔ وہ ان لوگوں کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ جو دین پر عمل نہیں کرتے ان کی غفلت دُور کرنے اور خود دین پر چل کر اپنا نمونہ پیش کرتا ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جو مجدّد صدی چہاردہم بھی ہیں۔ ان فتوے لگانے والوں کے متعلق آج سے ۷۰ سال پہلے اپنے دو الہام شائع کئے تھے۔ ملاحظہ ہو:۔

"۱۲ جون ۱۹۰۰ء کو بروز شنبہ بعد دوپہر دو بجے الہام ہوا:۔

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

اس کے یہ معنی سمجھائے گئے کہ عنقریب کچھ ایسے زبردست نشان ظاہر ہو جاویں گے جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے تھے الزام میں پھنس جاویں گے اور خوب پکڑے جاویں گے اور کوئی گریز کی جگہ ان کے لئے باقی نہ رہے گی۔ یہ پیشگوئی ہے۔"

پڑھنے والے یاد رکھیں۔ پھر تین جون کو ساڑھے نو بجے الہام ہوا:۔

"کافر جو کہتے تھے نگوں سار ہو گئے

جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے"

یعنی کافر کہنے والوں پر خدا کی ایسی حجت پُوری ہو گئی کہ ان کے لئے کوئی عذر کی جگہ نہ رہی۔ یہ آئندہ کی خبر ہے۔ کہ عنقریب ایسا ہو گا اور کوئی چمکتی ہوئی دلیل ظاہر ہو جاوے گی کہ قطعی فیصلہ کر دے گی۔

اس فتوے کے متعلق مختلف الہامات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا:۔

"جو تجھے رنج پہنچے گا۔ وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ جب وہ تکفیر پر مہر لگا دے گا۔ بڑا فتنہ برپا ہو گا۔ پس تو صبر کر جیسے اولو العزم نبیوں نے صبر کیا۔" (یہ اشارہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت ہے کہ ان پر بھی کفر کا فتوے لگایا گیا تھا۔)

پھر فرمایا:۔

"میں اس کو ذلیل کروں گا۔ جو تیری ذلت چاہتا ہے۔ میں اس کو مدد دوں گا۔ جو تیری مدد کرتا ہے۔ اور خدا ایسا نہیں ہے۔ جو تجھے چھوڑ دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرے۔"

پھر فرمایا:۔

"دشمن کہے گا کہ خدا کی طرف سے نہیں۔ ہم اس کو ناک سے پکڑیں گے۔ یعنی دلائل قاطعہ سے اس کا دم بند کر دیں گے۔ اور ہم جزاء کے دن ظالموں سے بدلہ لیں گے۔ میں اپنی فوجوں کے ساتھ ناگہانی کے طور پر آؤں گا۔ یعنی جس گھڑی تیری مدد کی جاوے گی۔ اس گھڑی کا تجھے علم نہیں۔ اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ کہ کاش میں اُس خدا کے بھیجے ہوئے کی مخالفت نہ کرتا اور اس کے ساتھ رہتا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جماعت متفرق ہو جاوے گی اور بات بگڑ جاوے گی۔ حالانکہ ان کو غیب کا علم نہیں دیا گیا۔ تو ہماری طرف سے بُرہان ہے۔ اور خدا قادر ہے۔ کہ ضرورت کے وقت اپنی برہان ظاہر کرتا۔ تب لوگوں نے کہا کہ کذاب ہے اور انہوں نے گواہیاں دیں اور سیلاب کی طرح اس پر گرے۔ اس نے کہا میرا دوست ہے مگر پوشیدہ تجھے میری مدد آوے گی۔ کیا کہتے ہیں۔ کہ ہم بڑی جماعت ہیں انتقام لینے والی۔ یہ سب بھاگ جاویں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے تکفیر ضروری تھی اور اس میں اللہ کی حکمت تھی مگر افسوس اُن پر جن کے ذریعہ سے یہ حکمت اور مصلحت الٰہی پوری ہوئی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتے تو اچھا تھا۔" (باقی ــــ باقی)

## وہ عظیم شخصیت جو حضرت مجدّد زمانؒ کی تعلیم اور انکے دعاوی کی ترجمان

(بسلسلہ صفحہ ۴)

تفسیر "ریلیجن آف اسلام" اور "مینول آف حدیث" سرِ فہرست ہیں جن کے اثر و افادیت کا کسی قدر ذکر پہلے آ چکا ہے۔ آئندہ جو فائدہ مخلوقِ خدا اٹھائے گی اور ان کے اثرات دُنیا میں مرتب ہوں گے ان کا معمولی حصہ ابھی دُنیا نے مشاہدہ کیا ہے۔ ان کُتب کی طرف رجوع کرنے سے جہاں عیسائی معتقدات کی قلعی کھُلے گی وہاں باطل اور غیر اسلامی نظریات جنہیں سوشلزم، کمیونزم سیکولرازم وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے سے انسانیت نجات کی راہ پائے گی۔ کیونکہ ان کُتب میں اسلام کو ہی دینِ فطرت ثابت کیا گیا ہے جس کے احکامات و تعلیم قابلِ عمل ہونے کے ساتھ ساتھ موجبِ راحت و اطمینان ہیں۔ اور جن کو اختیار کرنے کی صورت میں ہی دُنیا میں امن و سلامتی کی ضمانت مل سکتی ہے۔ اور انسانوں کے مابین نفرت و کدورت کی بجائے محبت و اخوت اور بھائی چارہ کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

مثیلِ مسیح کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ موعود مسیح کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جو یہودی خصلتیں اختیار کر چکے ہوں گے۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کے پیروکاروں میں اکثر لوگ غلو کا ارتکاب کرکے عیسائیت کا رنگ اختیار کر لیں گے۔ اور جب وہ وقت آئے گا کہ مثیلِ مسیح کی صداقت ظاہر ہو گی اور عام لوگ ان کی طرف (یعنی ان کے علم کلام کی طرف) رجوع کریں گے تو اس موقع پر کچھ وہ لوگ بھی فائدہ اُٹھائیں گے جو عیسائیوں سے مشابہت اختیار کر چکے ہوں گے۔

عجیب اتفاق کی بات یہ ہے کہ مولانا مرحوم کی مذکورہ کتاب جہاں عیسائی دنیا کے لئے ہدایت رکھتی ہے وہاں ان لوگوں کے لئے بھی راہنمائی کا کام دے سکتی ہے جو دل کے مخلص ہیں اور نیک فطرت رکھتے ہیں۔ مگر غلط فہمی کی بناء پر اس گروہ میں شامل ہیں جو حضرت مجددِ زمان کے عقائد سے ہٹ کر غلو میں مبتلا ہو چکا ہے۔

## جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں درسِ قرآن

جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں مکرم این ۔ اے فاروقی صاحب ایک عرصہ سے قرآن کریم کا درس دے رہے ہیں۔ بزرگانِ سلسلہ سے ان کا قریبی تعلق و ہم نشینی، عمر بھر کا ان کا مطالعہ اور تجربہ و مشاہدہ تا آپ حقائق و مطالب قرآن کے بیان میں ایک خاص رنگ رکھتے ہیں، یہ درس ہر اعتبار سے مفید و مقبول ہے۔ فاروقی صاحب کی بیرون لاہور مصروفیت کی وجہ سے چند دنوں یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا تھا۔ لیکن ان کی آمد لاہور سے درس قرآن اب پھر سے شروع ہے جو ہر اتوار اور بدھ کو پونے پانچ بجے شام سے قبل نماز مغرب تک جاری رہتا ہے۔ خواتین بھی درس میں شامل ہوتی ہیں۔ پردے کا معقول انتظام ہے۔ احباب سے گذارش ہے کہ وہ اس روحانی مجلس میں زیادہ سے زیادہ شمولیت کرکے حقائق و معارف قرآنی سے آگاہ ہوں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

سیرتِ اسلاف

## معاشی مساوات اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اوّل اوّل جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے خراج و زکوٰۃ کا مال آیا تو انہوں نے سب کو برابر برابر تقسیم کر دیا۔ اور چھوٹے بڑے، آزاد، غلام، مرد عورت سب نے سات سات درہم سے کچھ زیادہ پائے۔

دوسرے سال اس سے زیادہ مال آیا اور ہر شخص کو بیس بیس درہم ملے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و برکت کو دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ:۔

"آپ نے تمام لوگوں کو برابر کر دیا۔ حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جن کے فضائل ان کی ترجیح کی سفارش کرتے ہیں۔"

لیکن انہوں (حضرت ابوبکر صدیق رضی) نے صاف صاف کہہ دیا کہ فضائل کا ثواب خدا دے۔ معاش کا معاملہ ہے۔ اس میں مساوات ہی بہتر ہے۔ (کتاب الخراج)

# مقدّر غلبہ اسلام کا صحیح و سچا طریق کار، قرآن و سنّت کے علمِ صحیح پر عمل اور ان انوار کی اشاعت۔

## حضرت مولانا محمد علیؒ سے بہتر و مقبول تفسیرِ قرآن و تصویرِ اسلام اس زمانہ میں کسی اور نے پیش نہیں کی۔

## بسلسلہ یوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

خطبہ جمعہ: مؤرخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۸ء۔ فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله، وکفیٰ بالله شهیداً ○ محمد رسول الله.......... وعد الله الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت منهم مغفرة و اجراً عظیماً ○

(الفتح: ۲۸: ۲۹)

(رپورٹ مولوی شفقت رسول خاں)

یہ سورۃ فتح کی آخری دو آیات ہیں جن میں ذکر ہے کہ اس رسول کا جسے ہم نے ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تا دینِ اسلام سب ادیان پر غالب ہو۔ خدا گواہی دیتا ہے کہ محمد رسول اللہ اور اس کے ساتھی باطل کے مقابل شدید اور قوی ہیں اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ ان کے ماتھوں پر نشانات عجز بحضور خداوندی ظاہر ہیں۔ اور وہ خدا کا فضل تلاش کرتے ہیں۔ ان کی مثال تورات اور انجیل میں اس طرح ہے کہ جیسے ایک کسان زمین میں بیج بوتا ہے۔ پھر اس سے سُوئی نکلتی ہے۔ پھر وہ موٹی اور مضبوط ہو کر اپنے تنے پر کھڑی ہو جاتی ہے جس سے کسان خوش ہو جاتا ہے۔ اسی کی مانند خدا نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے ہیں خُدا ان کے اعمال و افعال کے برگ و بار کو نشو و نما دے کر انجام کار ثمر آور کرے گا۔

جیسے یہ آیاتِ مقدسہ اس لئے تلاوت کی ہیں کہ ہم آج "یوم مولانا محمد علیؒ" منا رہے ہیں۔ اس کا آغاز جمعۃ المبارک کے خطبے سے شروع ہے اور بعدہٗ دوسرے اجلاس سے جناب پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب اور جناب بشارت احمد بقا صاحب خطاب کریں گے۔

ان آیات میں اس وقت غلبۂ اسلام کا ذکر ہے جب مسلمان انتہائی بے سر و سامانی کی حالت میں تھے۔ تو اس نازک وقت یہ عظیم پیشگوئی کی گئی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے وقت یہ حالت تھی کہ مدینہ منورہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رؤیا کی بنا پر حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن اہلِ مکہ آپؐ کو حج کرنے سے روک دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اہلِ اسلام کے حج کرنے کو اپنی ذلت خیال کرتے تھے۔

چنانچہ جو صلحنامہ طے ہوا اس کی شرائط نامنصفانہ تھیں اور مسلمانوں کے لئے اہانت آمیز بھی۔ جس کو لشکرِ اسلام نے ناپسند بھی کیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیر منصفانہ صلحنامہ کو قبول فرمایا جس میں دو شرائط یہ بھی تھیں کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں آجائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ مگر اس کے بالمقابل جو شخص مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے اسے کفار کو واپس کیا جائے گا۔

اس صلح کے دوران ابو جندل رضؓ جو اسلام قبول کر چکے تھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدد طلب کی۔ لیکن آپؐ نے صُلح کی شرائط کے مطابق اس کو بتایا کہ اسے واپس جانا پڑے گا۔ اس سے صحابہؓ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ حضرت ابو بکر رضؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ جو کچھ رسولِ خدا نے کیا وہی درست اور قابلِ قبول ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضؓ خود حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بے شک ہم حق پر ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا' کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہمیں حج کرنے کا ارشاد ہوا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں نے اسی سال حج کرنے کے متعلق نہیں کہا تھا۔

مگر باوجود اس کے اللہ تعالےٰ نے اس صُلح کو انا فتحنا لك فتحاً مبیناً فرما کر فتح عظیم قرار دیا۔ یہ فتح عظیم کیسی ہے؟ بظاہر تو یہ صلحنامہ برابری کی بنیاد پر بھی نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن اسی صلح ہی کو خدا تعالےٰ نے فتح مبین قرار دیا۔ اس وقت مسلمانوں کی انتہائی بے سر و سامانی کی حالت تھی۔ ۱۴۰۰ افراد کا قافلہ تھا۔ سامانِ حرب و ضرب بھی صرف تلواریں ہی تھیں۔ اگر ایسی حالت میں جنگ ہوتی تو یقیناً طرفین کا بے انتہا خون بہتا۔ اور زبردست نقصان ہوتا۔ چنانچہ اس سورۃ کے پہلے رکوع میں اسی فتح مبین کی خوشخبری کے بعد اسی سورۃ کے آخری رکوع کی آیات هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق نازل ہوئی ہیں۔ اور اس میں ارشاد ہے کہ رسول اور اس کے ساتھی ہی غالب آئیں گے۔ لیکن ظاہر حالت تو اس کے عین برعکس تھی۔

بالآخر اس ارشادِ خداوندی کے مطابق اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم انسان کا کلام نہیں بلکہ غالب و علم والے خدا کا کلام ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت دنیا پر ثابت ہو چکی ہے اور اسلام اور اس کی سچائی کا سکہ بیٹھ گیا۔ یدخلون فی دین الله افواجاً کا مظاہرہ عرب میں تمام اہلِ جہان نے کیا۔ صلح حدیبیہ کے تھوڑے عرصہ بعد حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک لاکھ انسانوں کا مجمع تھا۔ سب عرب اسلام قبول کر چکا تھا۔ صرف ۱½ سال کے عرصہ میں اسباب کی ناپیدگی کے باوجود یہ نظارہ دُنیا والوں نے دیکھا۔

اگرچہ یہ سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دینِ اسلام آخر کار غالب آئے گا۔ مگر سوائے جماعتِ احمدیہ کے اور کون جماعت ہے جو اس کامل یقین کا اظہار کرے بلکہ موجودہ حالات میں غلبۂ اسلام کا طریقِ کار بھی بتلائے؟ اگرچہ آج عیسائیوں کو غلبہ حاصل ہے۔ اور مسلمانوں کی حالت انتہائی ابتر ہے۔ تشتت و افتراق کا شکار ہیں۔ باہمی اتحاد مفقود ہے۔ اب بھی ہر سمت اندھیرا چھایا ہوا اور مایوسی پھیلی ہوئی ہے۔

موجودہ صدی سے پیشتر تو اس سے بھی بہت زیادہ مایوسی چھائی ہوئی تھی اور خیال کیا جاتا تھا کہ اس سائنس اور علم کے زمانہ میں اسلام کے پرانے خیالات پنپ نہیں سکتے۔ بلکہ ابھی بھی یہی خیال اکثر مسلمانوں کے دلوں میں غالب ہے کہ اسلام کو غلبہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ لیکن جماعتِ احمدیہ کو اس پر مکمل یقین ہے کہ اسلام اپنی اعلیٰ و ارفع تعلیم کی بناء پر تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ جب اس کی صحیح تعلیم کو پیش کیا جائے تو اس کا غلبہ یقینی اور قطعی ہے۔ گو عیسائیت کے مقابل ہمارے پاس ذرائع و اسباب تبلیغ بہت کم ہیں۔ لیکن حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے امیر اوّل نے جو اسلام اور قرآن پاک کا علم مسیح موعودؑ کی رہنمائی میں پیدا کیا ہے۔ وہی اسلام۔ غلبہ کا موجب ہوگا اور اسی کے سامنے دُنیا کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا۔

لیکن مقامِ افسوس ہے کہ عام مسلمان بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ پر مدّعی نبوت ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ یہ معاملہ بالکل مسیح ناصری علیہ السلام پر لگائے گئے الزام کے واقعہ کی مانند ہے کہ آپ تو اصلاحِ یہود کے لئے تشریف لائے۔ اور یہود نے ان کو ابن اللہ ہونے کا مدّعی قرار دے کر تختۂ دار پر لٹکوا دیا۔

بانیٔ سلسلہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس زمانہ میں اسلام تیر و تفنگ۔ تیغ و سنان اور حکومت و سلطنت سے غالب نہیں آئے گا بلکہ مسلمانوں کے علم و عمل کی بنیاد پر اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اب جبکہ ہو سکتا ہے کہ دینِ اسلام اور قرآن و سنّت کا صحیح اور علم و سائنس کے معیار پر پورا اترنے والا علم کس جماعت نے اہلِ جہاں کو دیا ہے؟ قرآنِ پاک

کی مقبول تفسیر انگریزی دنیا کے سامنے کس نے پیش کی؟ حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے زیرِ نگرانی ووکنگ میں تفسیر انگریزی کی طباعت ہوئی - اور پھر قرآنِ پاک کا جرمن زبان میں بھی ترجمہ [illegible]
جس کا اعتراف اہلِ علم و صاحب قلم لوگوں نے برملا کیا ہے - یہ صرف خوش فہمی نہیں بلکہ میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ یہ ترجمۃ القرآن علم و سائنس کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ حافظ محمد سرور صاحب نے جو خود انگریزی میں مفسرِ قرآن ہیں اور احمدی نہیں ہیں - حضرت مولانا محمد علیؒ کے ترجمۃ القرآن کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے ان الفاظ میں اظہارِ خیال کیا ہے کہ مولانا نے تفسیر انگریزی لکھ کر خود کو زندہ جاوید کر دیا ہے - اسی طرح مولانا عبدالماجد دریا بادی احمدی نہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مولانا محمد علی رح کی تفسیر کی خوبیوں، فضلیت اور تبلیغی افادیت سے انکار کرے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے سورج کی روشنی کا انکار کیا۔

حضرت مولانا محمد علیؒ نے مسلسل پچاس سال تک محنت شاقہ سے قلم کو خدمتِ اسلام کے لئے چلایا اور پچاس ہزار صفحات پر مشتمل انگریزی میں اور ستر ہزار صفحات پر مشتمل اردو میں لٹریچر پیدا کیا - جو **دینِ اسلام کے صحیح نقوش کا آئینہ دار ہے** - حضرت مسیح موعود کا ایک کشف ہے کہ آپ نے دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہیں اور مولانا عبدالکریم سیالکوٹی مرحوم نے حضرت کو ایک قلم دیا ہے جو ایک خودکار اور نار کی مانند تیزی سے چلتا ہے - آپ نے مولانا [عبد]الکریمؓ سے فرمایا یہ قلم میں نے نہیں منگوایا - تو انہوں نے کہا کہ پھر مولانا محمد علیؒ نے منگوایا ہوگا - چنانچہ وہ قلم آپ نے مولانا محمد علیؒ کو عطا کیا -

مولانا محمد علیؒ کا قلم کتنا صحیح اور کس قدر اعلیٰ اور کس قدر اعلیٰ پایہ کا چلا کہ اہلِ عرب نے ان کی کتب کا ترجمہ عربی میں اور ایران نے فارسی میں اور ترکی نے ترکی میں اس کا ترجمہ کیا - دنیا کی بتیس مختلف زبانوں میں آپ کے کلام کے تراجم ہو چکے ہیں - اور مسلمان عام طور پر اسی سے نفع اندوز ہوتے ہیں - جیسا کہ خیبر کی فتح کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل میں ایسے ہاتھ میں تلوار دوں گا جو قلعہ خیبر کا فاتح ہوگا - چنانچہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلوار عنایت فرمائی اور اسد اللہ کا خطاب عطا فرمایا - یا جیسے حضرت خالد بن ولید رضؓ کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا - ایسے ہی حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جو خود سلطان القلم تھے حضرت مولانا محمد علیؒ کو خدائی قلم عنایت فرمایا -

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کے سربرآوردہ مسلمان مفسرین آپ کی تفسیرِ قرآن سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں - چنانچہ ایک نئی بات آپ کے گوش گذار کرتا ہوں کہ "رسالہ میثاق" (جو کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا رسالہ ہے - اور ڈاکٹر موصوف آج کے مسلّمہ درس قرآن دینے والوں میں شمار ہوتے ہیں) انکشاف کیا کہ ان کے استاد جناب امین احسن اصلاحی صاحب نے ڈاکٹر اسرار احمد کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"میں نے موصوف کی تحریروں سے اندازہ کیا ہے کہ وہ مولانا محمد علی لاہوری اور قادیانیوں کے خیالات سے متاثر ہیں -"

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اسلام و قرآن پاک کا صحیح علم آج جماعتِ احمدیہ کے علم کلام سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے - اور ہم لوگ ہی صحیح اور درست علم قرآن کے وارث ہو -

حضرت مولانا محمد علیؒ اس قدر اعلیٰ ذہنی قویٰ کے مالک تھے کہ ایک مرتبہ جس کتاب کو پڑھ لیتے وہ یاد ہو جاتی - جب میں بی - اے کا طالب علم تھا تو آپ نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ میں جب ایک مرتبہ کتاب پڑھ لیتا ہوں تو وہ یاد ہو جاتی ہے -

آپ نے ایک انسائیکلو پیڈیا کی مانند اڑھائی ہزار حوالوں سے اپنی کتاب "دینِ اسلام" کو مزین کیا ہے - یہ ان کے بہترین حافظہ کی نشاندہی کرتی ہے - آپ کے استدلالی قوی بھی اعلیٰ ترین تھے - آپ نے جو بھی استدلال کیا ہے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو جاتا ہے اور قبول کئے بغیر چارہ نہیں رہتا - حضرت مولانا مرحوم صرف علامہ ہی نہ تھے - بلکہ آپ بلند پایہ محقق بھی تھے جو تحقیق آپ نے کی ہے وہ نادر [illegible] کہ چار و ناچار قبول کرنا ہی پڑتا ہے -

## عالمگیر انقلاب کے لئے جذبۂ عشق کی ضرورت ہے

[illegible] اس دنیا میں انقلاب عقل کی بنا پر نہیں آتے بلکہ جذبے میں سرشاری سے آتے ہیں - چنانچہ آپ میں اسلام سے لگن اور حقیقی جذبے کا بے پایاں سمندر موجزن تھا - جو لگن اور جذبہ حضرت امامِ وقتؑ نے ان کے اندر پیدا کیا - چنانچہ مولانا نے لکھا ہے کہ [illegible] حاصل کی تھی - کیونکہ قرآن ایک نور ہے جو خدا تعالیٰ کی روشنی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے لا یمسّہ الا المطھرون - یہ حقیقت کہ خدا اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے - نئے دور کے لوگ اس کو قبول کرنے سے منکر تھے لیکن مولانا محمد علیؒ نے اس حقیقت پر یقین قائم کر دیا کیونکہ وہ حضرت مجدد وقتؑ کی صحبت سے فیضیاب تھے - ایک صاحب نے کہا کہ اگر مولانا محمد علیؒ مجددیت کا دعوےٰ کرتے تو میں ضرور مان لیتا -

میں نے کہا آپ نے عجیب بات کہی ہے کہ آپ مولانا محمد علیؒ کو تو مجدد ماننے کے لئے آمادہ ہیں مگر جن کو وہ مجدد مانتے ہیں آپ ان کا انکار کرتے ہیں - حالانکہ جن کو وہ مجدد مانتے ہیں ان کو تو ضرور مجدد مان لینا چاہیئے - کسی کی محض تعریف اور قصیدہ گوئی سے انسان کو نفع نہیں ہوتا بلکہ اس کی پیروی کرنے سے ہی استفادہ کیا جا سکتا ہے - چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ - اگر تم خدا سے محبت کے دعویدار ہو تو پھر میری کامل پیروی کرو -

یاد رکھیئے کہ غلبۂ اسلام مقدر ہو چکا ہے صحیح علمِ قرآن و سنت پر عمل اور اسے پھیلانے سے اور وہ علم صرف مولانا محمد علی رح کے علمِ کلام میں ہی موجود ہے کیونکہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے مسیح آئے گا اور وہ خزائن تقسیم کرے گا جس سے اہلِ اسلام مالا مال ہو جائیں گے - اور مولانا محمد علیؒ نے ان خزانوں کو جی بھر کر حاصل کیا - اور پھر ان کو اہلِ اسلام کے لئے کھول دیا ہے تاکہ وہ مالا مال ہو کر دینِ اسلام کے غلبہ کے موجب ہوں -

مولانا محمد علیؒ وہ منصور سپہ سالار ہیں جن کے متعلق براہینِ احمدیہ میں حضرت مجدد وقت کا کشف موجود ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے پانچ مقدس ہستیاں تشریف لائیں - حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم - حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسن و حسین علیہم السلام اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور مجھے ایک کتاب عطا کی کہ یہ تفسیر علی کی تصنیف ہے جو وہ تمہیں اب دیتا ہے -

آیئے مل کر خدمتِ قرآن کرنے کا موقع ملنے کی دعا کریں اور دعا کریں کہ مسلمان بھائیوں کے دلوں میں خدا اس علمِ کلام کے لئے جگہ پیدا کرے تاکہ غلبۂ اسلام کا وقت قریب تر آ جائے - اللّٰھم آمین -

## جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

تاریخہائے جلسہ، ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھئے - ۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ہوگی -

مکرم جناب علامہ عبد الرحمٰن مصری صاحب

# قول مسیح موعودؑ

## انی انا المسیح الموعود فطوبیٰ لمن عرفنی او عرف من عرفنی

ترجمہ: میں ہی مسیح موعود ہوں پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے پہچان لیا یا ان کے لئے جنہوں نے انہیں پہچان لیا جنہوں نے مجھے شناخت کر لیا۔

((قسط نمبر ۳))

---

**خدائی شہادت** } دوسری شہادت خود اللہ تعالےٰ کی ہے جس نے حضرت امیر مرحوم کی اس قربانی کو قبول کیا اور دنیا پر اپنے کلام سے ظاہر کر دیا کہ فی الحقیقت خدا کے نزدیک بھی انہوں نے حضرت مسیح موعود کے حقیقی مقام کو پہچانا ہوا تھا۔ اور وہ حضورؑ کے کلام کے حقیقی مصداق تھے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمارے امیر مرحوم مولوی محمد علی صاحب کے متعلق مندرجہ ذیل رؤیا دکھایا:۔

"آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

مثل مشہور ہے سر چہ گیرد علتی علت شود۔ اس پر عمل کرتے ہوئے جناب میاں محمود احمد صاحب کے ساتھیوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس کشف کی اہمیت کو گرانے کے لئے یہ کہنا شروع کیا کہ کشف میں بیٹھ جانے کو کہا تو ہے لیکن امیر مرحوم بیٹھے تو نہیں۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود کا مندرجہ ذیل کشف ایسے لوگ ملاحظہ فرمائیں:۔

"پھر ایک بار دیکھا کہ کچہری میں گیا ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ ایک حاکم کی صورت پر عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ اور سررشتہ دار کے ہاتھ میں ایک مثل ہے جو وہ پیش کر رہا ہے۔ حاکم نے مثل دیکھ کر کہا کہ مرزا حاضر ہے۔ تو میں نے غور سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک کرسی خالی پڑی ہے۔ مجھے اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر میں بیدار ہو گیا۔" (تذکرہ صفحہ ۱۳)

کیا اس کشف کے متعلق بھی یہ لوگ یہی کہیں گے کہ نعوذ باللہ کہ حضرت مسیح موعودؑ خدا کی پیش کردہ کرسی میں بیٹھنے سے محروم رہے۔

**اللہ تعالیٰ کی دوسری شہادت** | حضرت مسیح موعودؑ نے کشف میں دیکھا کہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم آئے ہیں حضور فرماتے ہیں:۔

"ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی۔ اور کہا کہ یہ تپ بخار دوں کا اقسر ہے یہ بھی اس سے کام چلتا ہے۔ وہ چیز اس طرح سے ہے جیسا کہ خرگوش ہوتا ہے۔ بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے قلم لگا ہوا ہے۔ اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے۔ جس سے وہ قلم بغیر محنت کے جاری چلتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہو گئی۔

فرمایا۔ عورتوں سے مراد کمزور لوگ ہو سکتے اور خدا نے قرآن شریف میں امت کے نیک بندوں کو بھی فرعون کی عورت اور مریم سے تشبیہ دی ہے۔ اور قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ہی قوت پیدا کر دے کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلےٰ مضامین لکھیں واللہ اعلم بالصواب۔"

حضورؑ کا یہ کشف صاف دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت امیر مرحوم کو مسیح موعود کی لائن میں وہ قلم عطا کرے گا جس کے ذریعہ وہ بے نظیر خدمت اسلام بجا لائیں گے چنانچہ یہ واقعات کی شہادت ہے کہ حضرت امیر مرحوم کی قلم سے ایسے ہی علوم حقہ سے بھری ہوئی کتابیں تصنیف ہوئیں جو اپنی نظیر آپ ہی تھیں اور انہوں نے ہدایت کو پھیلانے میں بڑا کام کیا۔ جن لوگوں نے انہیں پڑھا ان کے دلوں میں اسلام کی صداقت گھر کر گئی۔ حتیٰ کہ بعض دہریے بھی اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے۔ مختلف ملکوں نے اپنی اپنی زبانوں میں ان کتابوں کا ترجمہ کیا اور ان کو اپنے ملکوں میں پھیلایا۔ مجھے یاد ہے کہ امیر مرحوم کی ایک کتاب کی تعریف میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بھی جو میاں محمود احمد صاحب کے ساتھیوں میں سے تھے رطب اللسان تھے کیوں ایسا نہ ہوتا جبکہ قلم ان کو خدا کی طرف سے دی گئی تھی۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے سلطان القلم کہا۔ تو جس قلم کی وجہ سے وہ سلطان القلم کہلائے وہ قلم انہوں نے اپنے شاگرد رشید مولوی محمد علی صاحب کو عطا کر دی جس سے انہوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک بطور یادگار رہیں گے۔

## خدائی شہادت بذریعہ حدیث و بذریعہ کشف حضرت مسیح موعودؑ۔

"اب اول ہم ابو داؤد کی حدیث کو اس کے اصل الفاظ میں پیش کر کے پھر جس قدر مناسب اور کافی ہو اپنی نیت اس کا ثبوت پیش کریں گے سو واضح ہو کہ حدیث یہ ہے عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النهر یقال له الحارث حراث علی مقدمته رجل یقال له منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلعم وجب علی کل مؤمن نصرہ او قال اجابته۔ یعنی روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص پیچھے نہر کے نکلے گا۔ یعنی بخارا یا سمرقند اس کا اصل وطن ہوگا اور وہ حارث کے نام سے پکارا جائے گا۔ یعنی باعتبار اپنے آباؤ اجداد کے پیشہ کے افواہ عام میں یا گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی ایک زمیندار کہلائے گا۔ پھر آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ حراث ہوگا یعنے ممیز زمینداروں میں سے ہوگا اور کھیتی کرنے والوں میں سے ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جاوے گا۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اس کے لشکر یعنی اس کی جماعت کا سردار سرگروہ ایک توفیق یافتہ ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جاوے گا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اس کے دل میں ہوں گے آپ ناصر ہوگا اس جگہ اگرچہ اس منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے۔ مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی ظاہری جنگ و جدل مراد نہیں ہے بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی کہ اس حارث کو دی جائے گی۔ جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے سے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالےٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہے خوشحال ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جاوے۔"

حضورؑ کے کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت دو گروہوں میں منقسم ہو جائے گی ایک کا سربراہ خدا کے نزدیک منصور ہوگا۔ اب ہم دونوں سربراہوں کے متعلق جب غور کرتے ہیں تو نتیجہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ یعنی ایک سربراہ ایسا ہے جو اس وقت جب یہ کشف دیکھا شناخت نہیں ہو سکتا تھا حضورؑ فرماتے ہیں کہ وہ مجھے کسی وقت دکھایا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ حضرت امیر مرحوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ہی ایسے سربراہ تھے جو حضورؑ کو شناخت نہیں ہو سکے۔ کیونکہ اس وقت وہ ابھی جماعت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے سربراہ میاں محمود احمد صاحب تو حضورؑ کے فرزند تھے اس لئے ان کا شناخت کرنا حضورؑ کے لئے مشکل نہ تھا جماعت کی تقسیم کے بعد واقعات کی شہادت یہی ہے کہ ایک گروہ کے سربراہ میاں محمود احمد صاحب ہوئے اور

دوسرے گروہ کے سربراہ مولوی محمد علی صاحب ہوئے - اب ہم دونوں سربراہوں میں سے کون سا سربراہ خدا کے ہاں حقیقی سربراہ کہلانے کا مستحق تھا - اس کا علم مندرجہ ذیل علامتوں سے ظاہر ہو جاتا ہے -

ایک علامت تو اس کی یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے ہاں قابل نصرت قرار پائے گا - اب ہم جب واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو واقعات کی شہادت یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت امیر مرحوم کو اسلام کی نصرت کی جو توفیق خدا تعالےٰ کی طرف سے ملی وہ بے نظیر تھی - آپ کے لٹریچر نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور اسلام کی عظمت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا - دوسری علامت اس امر کی کہ کون سربراہ خدا کے نزدیک مقبول ہے یہ ہے کہ اس وقت وہ شناخت نہیں کیا جاسکا کیونکہ جیسا کہ میں نے بتلایا ہے حضرت امیر مرحوم اس وقت تک ابھی حضرت اقدس کے خادموں میں داخل نہ ہوئے تھے - لیکن میاں محمود احمد صاحب تو حضور کے فرزند تھے وہ تو شناخت کئے جا سکتے تھے -

قبول فرما لیا -

**چوتھی** علامت مقبول سربراہ کی یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ خوشحال ہے - خوشحالی کا مطلب مادی خوشحالی مراد تو نہیں ہو سکتا کیونکہ روحانی جماعت کی خوشحالی صرف ایک بات میں مضمر ہوتی ہے کہ اس سربراہ کے ذریعہ اسلام کی خدمت اعلیٰ پیمانے پر سر انجام پائے - اور یہ علامت بھی ہمارے امیر مرحوم کے وجود میں نمایاں طور پر پائی جاتی رہی - اور آخری علامت یہ کہ حضور کشف میں فرماتے ہیں کہ گو میں اس وقت تو نہیں پہچان سکا لیکن اُمید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھلایا جائے - چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت امیر مرحوم حضور کے بعد ان حقیقی معنوں میں روحانی انسان کے طور پر دکھلائے گئے - جیسا کہ حضور کے کشفوں اور حضور کی تحریروں اور اس اعتماد سے واضح ہوتا ہے جو حضور کو حضرت امیر مرحوم پر تھا -

## حضور کا حضرت امیر مرحوم کو شناخت کر لینا

صرف حضرت امیر مرحوم نے ہی مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں ہی نہیں شناخت کیا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی امیر مرحوم کو حقیقی معنوں میں شناخت کر لیا گویا دونوں نے ہی باہمی ایک دوسرے کو شناخت کر لیا - جس کا ثبوت مندرجہ ذیل امور سے ملتا ہے - حضرتؑ امیر مرحوم کے متعلق فرماتے ہیں :-

"میں نے اُن کے یعنی مولوی محمد علی صاحب کے حالات میں غور کیا ہے - میں اُنہیں ایک جوان صالح اور مہذب اور نیک مزاج اور خوش خلق اور غریب طبع اور نیک چلن اور دیندار اور پرہیزگار خیال کرتا ہوں - واللہ حسیبہ"

پھر ایک دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں :-

"مجھے اس جوان ایم اے پر نہایت نیک ظن ہے -"

پھر فرماتے ہیں :-

"ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے **مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے** ہیں - جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے - اور بہت سا اپنا حرج اُٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام دینے کے لئے یعنی **بعض میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ** کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں - اور یقین ہے کہ جب وہ بعد فراغت اس کام کے اپنے کام وکالت پر جائیں گے تو کسی قریب ضلع میں ہی کام شروع کریں گے - اور میں اس مدت میں یعنے جب سے کہ **وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے** اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کے رو سے تجسس کرتا رہا ہوں - سو خدا تعالےٰ کا شکر **ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت** عمدہ انسان پایا ہے - **غریب طبع باحیا نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے -"**

## حضور کا امیر مرحوم پر اعتماد

مندرجہ ذیل واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ کو امیر مرحوم پر کس قدر مکمل اعتماد تھا - حضورؑ کو یقین تھا کہ امیر مرحوم حضور کے مسلک کو جس قدر مکمل طور پر سمجھتے تھے وہ ایسا مکمل طور پر بہت ہی کم لوگ سمجھتے تھے - چنانچہ حضور نے ایک دفعہ اخبار البدر اور الحکم کے ایڈیٹروں کو بُلا کر کہا کہ میرے متعلق یا سلسلہ کے متعلق جو مضمون لکھو اس کو شائع کرنے سے قبل مولوی محمد علی صاحب کو دکھا دیا کریں - تا ایسا نہ ہو کوئی غلط بات چھپ جائے -

یہ ہدایت جو ایڈیٹروں کو دی گئی بتاتی ہے کہ حضور نے درحقیقت جماعت کو حضرت امیر مرحوم کے سپرد کیا تھا کہ وہ اسی راہ پر چلے جس راہ پر حضرت امیر مرحوم چل رہے تھے - لیکن بدقسمتی سے جماعت کی اکثریت نے حضور کی اس ہدایت کو پس پشت ڈالتے ہوئے ایک ایسے شخص کی پیروی اختیار کر لی جس نے جماعت کو غلط راہ پر ڈال دیا - حضور کا مندرجہ الہام :-

یاتی علیک زمن کمثل زمن موسٰی

کبھی حضرت مسیح موعود کے بعد یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح موعود بھولے رہے کہ خدا تو ان کو نبی قرار دیتا تھا لیکن وہ اپنے آپ کو محدث سمجھتے رہے -

## دوسرا اعتماد

یورپ میں جب تبلیغ کی تحریک حضور کے ذہن میں آئی تو اس امر کے لئے جس شخص پر حضور کی نظر انتخاب پڑی وہ مولوی محمد علی صاحب ہی تھے - اس غرض کو سر انجام دینے کے لئے حضورؑ نے فرمایا کہ میں قرآن شریف کا ترجمہ کرنا چاہتا ہوں اور مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ کر کے یورپ کے ملکوں میں پہنچائیں - اسی طرح اسلام کے متعلق میری تحریروں کا ترجمہ کر کے بھی یورپ میں پھیلائیں - گو حضرت اقدس اپنی زندگی میں تو قرآن کا ترجمہ نہ کر سکے - لیکن حضور کے بعد امیر مرحوم نے یہ ترجمہ کیا وہ بہت مقبول بھی ہوا - اور نہ وہ صرف یورپ میں ہی بلکہ دیگر براعظم ایشیا میں بھی انتہا درجہ کا مقبول ہوا -

## امیر مرحوم کے اخلاص اور ایمان کے متعلق حضرت اقدسؑ کا نظریہ -

قادیان میں ایک دفعہ طاعون کا زور تھا تو حضرت مولانا محمد علی صاحب بخار کا حملہ ہُوا - اور بخار سخت شدت کا تھا - انہیں شبہ ہُوا کہ کہیں طاعون نہ ہو - اُنہوں نے البدر کے مفتی محمد صادق صاحب کو بُلا کر انجمن کے تمام کاغذات ان کے سپرد کر دیئے اور انجمن کا کام بھی ان کو سمجھا دیا - مفتی صاحب موصوف فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور محمد علی صاحب کے بخار کا تذکرہ کیا اور بتلایا کہ انہیں شبہ ہے کہ کہیں طاعون کا شکار نہ ہو گئے ہوں حضرت اقدس فوراً مولانا محمد علی صاحب کے کمرے میں گئے اور کہا کہ مولوی صاحب اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو میرا سارا کاروبار عبث اور میرا دعوےٰ جھوٹا ہے -

یہ کہہ کر حضرت اقدس نے مولوی صاحب کی نبض پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ آپ کو تو کوئی بخار نہیں - نبض ٹھیک چل رہی ہے - مفتی صاحب نے جب یہ سُنا تو انہوں نے بھی مولوی صاحب کے بدن پر ہاتھ رکھا اور دیکھا کہ بدن بالکل ٹھنڈا ہے - مفتی صاحب کہتے ہیں، میں تو بدن تپتا ہُوا چھوڑ گیا تھا - لیکن حضرت اقدس کے نبض پر ہاتھ رکھتے ہی بخار دُور ہو گیا -

حضرت اقدس کا یہ فرمانا کہ مولوی صاحب اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو میرا سارا کاروبار عبث اور میرا دعوےٰ جھوٹا ہے، بتلاتا ہے کہ حضور کو مولوی صاحب کے ایمان پر اور اخلاص پر کس قدر کامل یقین تھا - کہ ان پر طاعون کا حملہ ناممکن یقین کرتے تھے - جناب میاں محمود احمد صاحب کے ساتھی یہ کہتے ہیں کہ حضور نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ مولوی محمد علی حضور کے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے - لیکن ان کا یہ عذر نہایت ہی بودا عذر ہے - حضرت اقدس کے صاحبزادہ میاں محمد شریف احمد صاحب اور حضورؑ کے برادر نسبتی میر محمد اسحاق صاحب بھی حضور کے مکان کے اسی حصہ میں رہتے تھے جس حصہ میں تو حضور رہائش پذیر تھے - ان دونوں کے متعلق بھی یہ شبہ ہُوا تھا کہ ان کو طاعون ہو گئی ہے - لیکن حضور نے اُن کے بارے میں تو یہ نہ کہا کہ اگر ان کو طاعون ہو جائے تو میرا دعویٰ جھوٹا ہے بلکہ فکر دامنگیر ہوا کہ اگر یہ دونوں فوت

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

از میاں بشارت احمد بقا صاحب

# حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ

## بحیثیت مفسر قرآن اور مصنف

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ بحیثیت ایک مصنف اور مفسر قرآن کے عالم اسلام میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں۔ اور تاریخ ساز شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے تفسیر قرآن اور دین اسلام پر بلند پایہ تصنیفات کے باعث اکناف عالم میں بڑی شہرت پائی ہے اور جاہلین و معاندین اسلام کی سوچ اور ان کے رویہ میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا ہے۔

قبل اس کے کہ ان کی تفسیر قرآن اور دوسری تصنیفات پر کچھ تبصرہ کیا جائے — ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کے پس منظر پر کچھ لکھا جائے۔ جس میں آپ کا بچپن گزرا اور آپ کے شعور نے آنکھ کھولی۔ آپ کی پیدائش سے بہت قبل انگریز برصغیر پاک و ہند میں اپنی فرمانروائی کے جھنڈے مکمل طور پر گاڑ چکے تھے۔ مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مسلمانوں پر زوال اور انحطاط پوری طرح مسلط ہو چکا تھا۔ انگریز کی شاطرانہ سیاست سے وہ مکمل طور پر مات کھا چکے تھے اور ان کی دنیاوی عظمت و سطوت کا سورج غروب ہو گیا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ انگریز کی حکومت قائم ہوتے ہی پادریوں نے بھی مسلمانوں پر یلغار کر دی۔ اور دین عیسویت کی تبلیغ کے لئے ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے۔ ان کے بالمقابل علماء دین دم نہ مار سکتے تھے۔ بڑے بڑے نامی گرامی پیر اور سجادہ نشین بھی جرأت نہ کر سکے کہ دشمنان اسلام کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے مسلمانوں کی ذہنی اور فکری صلاحیتیں دم توڑ چکی تھیں۔ چار سو عجیب بے بسی اور افراتفری کا عالم تھا۔ مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ عیسائی پادریوں کی زبانیں اسلام اور بانی اسلام کے خلاف زہر اگل رہی تھیں۔ اور ان کے قلم افترا پردازیوں میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کی بے بسی دیکھ کر ان کے حوصلے بلند ہوتے گئے حتیٰ کہ انہوں نے یقین کر لیا کہ اب ہندوستان میں اسلام چند روز کا مہمان ہے۔ تھوڑے عرصہ میں مساجد گرجوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ اور ہندوستان کے طول و عرض میں خدائے واحد کی پرستش کی بجائے تثلیث کے گھنٹے بجنے شروع ہو جائیں گے۔

ایسے پُر آشوب دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ دین کی دستگیری فرمائی اور اپنے مبارک وعدہ نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی پاک صورت میں پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضرت ممدوح نے مجدد صد چہاردہم ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور فتح اسلام کی نوید جانفزا مسلمانان ہند کو سنائی اور دشمنان اسلام کو للکارنا شروع کر دیا۔

حضرت مولانا محمد علیؒ مسلمانان ہند کے انتہائی زوال کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ مگر چونکہ ان کے والد گرامی حافظ قرآن اور بڑے دیندار بزرگ تھے۔ اس لئے حضرت مولانا صاحب کی تربیت دینی ماحول میں ہوئی اور اس طرح آپ کے دل و دماغ پر دین کی گہری چھاپ لگی۔ مگر اسلام کے خلاف جس دجالی فتنہ نے سر اٹھا رکھا تھا اس کی تباہ کاریوں سے آپ باخبر تھے۔ اور اگرچہ سکول کے زمانہ میں پادریوں کی افترا پردازیوں سے آپ کو سابقہ نہیں پڑا تھا لیکن جب آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخل ہوئے تو یقیناً آپ کو اسلام کی بے کسی کا احساس ہوا ہو گا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ اسی زمانہ میں کسی مہربان کی وساطت سے آپ کے کان میں مرزا صاحب کے دعوئے مجددیت کی آواز پڑی۔ اور آپ کے ہاتھ کتاب ازالہ اوہام لگ گئی جس کے مطالعہ سے آپ کو حضرت مجدد زمان کے دعوے کی صداقت پر یقین ہو گیا اور ۱۸۹۲ء میں آپ حضرت مرزا صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کر کے ان کے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔

اگرچہ حضرت مولانا بچپن سے ہی بڑے ذہین و فطین تھے۔ اور قدرت کی طرف سے آپ نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ اور آپ کی علمی صلاحیتیں بہت وسیع تھیں۔ جن کے باعث آپ کم عمری میں ہی کالج میں پروفیسر لگ گئے تھے۔ تاہم آپ کو مضمون نویسی کا کوئی شوق نہ تھا اور نہ بحیثیت ایک مضمون نگار کے آپ کو کوئی شہرت حاصل تھی۔ حضرت مسیح موعود سے رشتہ اخوت قائم ہونے کے بعد آپ گاہے گاہے قادیان تشریف لے جاتے تھے۔ اور وہاں آپ کو حضرت مرزا صاحب اپنے بعض مضامین انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے دے دیتے تھے۔ اور اس کام کو آپ نہایت قابلیت اور تندہی سے انجام دیتے۔

پھر ایک ایسا وقت آیا کہ اپنے مرشد حق آگاہ کی خواہش کے احترام میں دنیاوی عزتوں اور ترقیوں سے منہ موڑ کر محض خوشنودی خدا کے لئے آپ قادیان میں جا بیٹھے اور حسب ارشاد حضرت امام زمانہ ایک انگریزی ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز قادیان سے نکالنا شروع کیا۔ جب یہ اہم اور مشکل ترین فرض آپ کو تفویض ہوا۔ تو خدا کی شان آپ کی قلمی صلاحیتیں جاگ اٹھیں۔ حضرت امام زمان کی نگاہ خاص شفقت اور توجہ روحانی نے آپ کے قلم کو جادو رنگ عطا کیا۔ اور آپ کے دماغ کو مخزنۃ المعارف بنا دیا۔ آپ کے قلم گوہر بار نے ریویو آف ریلیجنز میں علم و حکمت کے موتی بکھیرنے شروع کر دیئے۔ اور اس پایہ کی فصیح و بلیغ اور با محاورہ انگریزی لکھنی شروع کی کہ اسے پڑھ کر خود انگریزوں کو بھی گمان گزرنے لگا کہ مضامین کا لکھنے والا کوئی انگریز ہے۔

چنانچہ کلکتہ ریویو مجریہ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء نے برملا لکھا کہ:-

"ان انگریزی محاورات کی شہادت سے کہ جن محاورات کو کوئی اجنبی استعمال کر ہی نہیں سکتا۔ یہ ظاہر من الشمس ہے کہ اس نئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ وہ کسی یورپین کے قلم سے نکلتا ہے۔ جو انگریز ہے"۔

جہاں ریویو آف ریلیجنز نے قلیل مدت میں انگریزی دان دنیا میں بڑی مقبولیت حاصل کر لی۔ وہاں حضرت مولانا محمد علی صاحب بھی گوشہ گمنامی سے نکل کر شہرت اور مقبولیت کی وسیع و عریض دنیا میں داخل ہو گئے۔ اس رسالہ نے عیسائی دنیا میں بالخصوص تہلکہ مچا دیا۔ اہل علم کو اس سے اسلام کا تسکین حاصل ہوا۔ اور متلاشیان راہ صداقت اس سے روشنی پانے لگے۔ اور مخالفین اسلام کے تیر و تفنگ آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگے۔ اور فضلائے مغرب کے اسلام دشمن رویے میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہونے لگی۔

پادریوں کو احساس ہونے لگا [illegible] مدافعت اسلام کا یہ قوت اور خود اعتمادی سے آغاز کیا گیا ہے۔ اس کا سدباب کرنا اب ان کے بس میں نہیں رہے گا۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور نو مسلم محمد الیگزینڈر رسل ویب نے امریکہ سے لکھا۔

"میں اس پرچہ کو بہت پسند کرتا ہوں ........ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لئے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگا۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ آخر کار یہی رسالہ ان روکوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ جو جہالت سے سچائی کی راہ میں کھڑی کی گئی ہیں۔ اور اس طرح یہ صداقت کو اپنی شاندار اور رفیع شان کے ساتھ دنیا کے سامنے چمکا کر دکھلائے گا۔"

پلیموتھ کے مسٹر میکیبن نے حضرت مولانا صاحب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:-

"میں نے یہی طریق رکھا تھا۔ کوشش کر کے انگریزی زبان میں جس قدر کتابیں تصنیف کی گئیں۔ خواہ ان کے مصنف مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب جمع کی ہیں۔ اور اب مذہب اسلام کا ایک اچھا کتب خانہ میرے پاس جمع ہو گیا ہے۔ مگر اب تک میں نے ایک کتاب بھی ایسی نہیں پڑھی جس میں اسلام کی حمایت اس قدر زور کے ساتھ کی گئی ہو۔ جیسا کہ آپ کے مستند اور پرچہ میں ........ میں آپ کو اس قابل قدر پرچہ کا ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے مبارکباد دیتا ہوں۔"

اسی زمانے میں حضرت مولانا صاحب، حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین اعظم سے معارف القرآن سیکھ رہے تھے۔ چنانچہ صدر انجمن نے فیصلہ کیا کہ وہ انگریزی ترجمۃ القرآن شروع کریں۔ یہاں سے ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا۔ انہوں نے نہایت ہی عظیم کام کی ابتداء کی۔ انگریزی ترجمۃ القرآن پر آپ نے سات سال کے شب و روز صرف کر ڈالے۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر تن من دھن کی قربانی اور اپنے دیدوں کا تیل جلا کر آپ نے اس کام کو بخیر و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اور ایک بزرگ کو الہام ہوا کہ ترجمہ مبارک ہو۔ جس پر ساری جماعت سجدۂ شکر میں گر گئی۔

حضرت مولانا صاحب جب قادیان سے نکلے تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ سوائے ترجمہ کے مسودہ کے اور کچھ نہ لائے تھے لاہور آ کر احباب کے مالی۔ حالی اور قالی تعاون سے ۱۹۱۷ء

پہلی بار اس ترجمہ کو شائع کیا۔ لوگوں نے اس ترجمۃ القرآن کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کیونکہ کسی مسلمان کے قلم سے نکلا ہوا یہ پہلا ترجمہ تھا جو تعلیم یافتہ مسلمانوں کو پڑھنا نصیب ہوا۔

مسلم اور غیر مسلم مشاہیر نے آپ کے ترجمے پر بڑی شاندار آراء لکھیں اور آپ کی محنت شاقہ کی جی بھر کے داد دی۔ اُن میں سے چند ایک شخصیتوں کی آراء کا ذکر کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی جو خود بھی انگریزی زبان میں قرآن پاک کے مترجم ہیں فرماتے ہیں:۔

”قرآن کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو مہتم بالشان خدمت انجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں

دامنہ سمجھایا۔ کامریڈ والے مولانا محمد علی مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے۔ اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔“ (اخبار سچ ۲۵ جون ۱۹۴۲ء)

جب حضرت مولانا محمد علیؒ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد مولانا عبدالماجد صاحب نے پھر لکھا:۔

”مرحوم کی خدمت اسلام کا انکار کرنا دن کی روشنی میں آفتاب کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ آج سے ۱۸ سال قبل جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے زہر الحاد میں غرق تھا۔ مرحوم کے انگریزی ترجمہ نے ہی میری دستگیری کی ورنہ خدا معلوم کتنی مدت میں بھٹکتا رہتا اور میری طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا۔“

مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی خود نوشت سوانح حیات میں اس ترجمہ کے متعلق یوں ذکر آیا ہے:۔

”قریباً یہی وہ وقت تھا۔ جبکہ ایک مشفق دوست نے ایک ایسا تحفہ ہمیں بھیجا جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ یہ قرآن کریم کا نسخہ تھا ............ انگریزی زبان میں نہایت صحیح ترجمہ اور معلومات سے بھرے ہوئے نوٹ درج ہیں۔ جو کہ قرآن کریم کی تفاسیر اور صحف یہود و نصاریٰ کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہیں۔ یہ میرے فاضل ہمنام مولانا محمد علی صاحب لاہوری کا کارنامہ ہے جو ایک بہت بڑی مذہبی جماعت کے لیڈر ہیں ............ یہ ترجمہ اور اس کے حواشی اس زہر کا تریاق ہیں۔ جو سیل، راڈویل اور پامر جیسے انگریزی مترجمین کے نوٹوں میں پایا جاتا ہے۔“

حضرت مولانا محمد علیؒ جب قادیان سے ہجرت کر کے لاہور میں آ کر مقیم ہو گئے تو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آپ نے درس قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جس میں لاہور کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معزز مسلمان شامل ہوتے تھے۔ آپ کے تبحر علم سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خان صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار زمیندار نے لکھا:۔

”جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ان عزیز الوجود بزرگوں میں سے ہیں جن کی عالمانہ زندگی کا کوئی لمحہ خدمت اسلام سے خالی نہیں رہتا۔ روزانہ قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ اور ہر آیت کی تفسیر میں حقائق و معارف کے دریا بہا دیتے ہیں۔ حال ہی اس درس کے اہم اقتباسات انہوں نے خود ہی قلمبند کر کے شائع فرمائے ہیں۔ اور اس خوبی کی تفسیر کی ہے کہ شاید اُردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے۔“ (اخبار زمیندار ۱۵ اپریل ۱۹۱۵ء)

الحاج حافظ غلام سرور صاحب ایم۔اے۔ ریٹائرڈ سول جج سنگاپور اور مفتیٔ اسلام پینانگ ملائیشیا نے بھی انگریزی زبان میں ترجمۃ القرآن کیا ہے۔ یہ بزرگ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے گورنمنٹ کالج لاہور میں دو سال تک ہم جماعت رہے ہیں۔ اور مولانا صاحب کی دماغی صلاحیتوں اور علمی قابلیتوں سے خوب واقف تھے۔ اُنہوں نے اپنے ترجمۃ القرآن کے مقدمہ میں ایک باب مولانا صاحب کے ترجمۃ القرآن کے متعلق باندھا ہے۔ جس میں انہوں نے آپ کے ترجمہ کا مفصل محاکمہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

”گذشتہ تیس بتیس سال اُنہوں نے (مولانا صاحب نے) مطالعہ اسلام کے لئے وقف کئے ہیں۔ اور ان کی اُردو اور انگریزی تحریرات کو اگر اکٹھا رکھا جائے تو ان سے ایک خاصا بڑا کتب خانہ بن جائے گا۔ انگریزی ترجمۃ القرآن ہی ان کی ایک کتاب نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ کتاب ہے جس کے باعث وہ ان افراد میں زندہ جاوید رہیں گے جنہوں نے قرآن پاک پر کچھ لکھا ہے۔

کوئی حق پسند اور قرآن کریم کا طالب علم مولانا صاحب کے نہایت معرکۃ الآراء اور نہایت عالمانہ مضمون (مقدمۃ القرآن) کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتا۔

اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مولانا محمد علی کو سات سال لگے۔ لیکن اس کام کے لئے کوئی دوسرا شخص بیس سے تیس سال صرف کرتا اور پھر بھی وہ اس قدر کام پوری وسعت اور وضاحت کے ساتھ نہ کر سکتا۔

مولوی محمد علی صاحب نے گذشتہ مترجمین کی اغلاط لاتعداد مقامات پر درست

اتنا ہی بڑا محقق ہے۔ جتنا بڑا وہ عالم و فاضل ہے۔ یہ ساری کتاب پُرخلوص محنت کا ثمرہ ہے۔ جس کے لئے مسلم اور غیر مسلم یکساں طور پر مولوی محمد علی کے ہمیشہ احسان مند رہیں گے۔“

محولہ بالا چند حوالہ جات سے قارئین کرام کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مولانا صاحب کے اس ترجمہ سے اسلام اور مسلمانانِ عالم کو کس قدر نفع پہنچا ہوگا۔ اگر مولانا صاحب کے ترجمہ اور تفسیر کے محاسن بیان کرنے لگوں۔ تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی۔ آپ نے اللہ تعالےٰ سے توفیق پا کر **انگریزی ترجمۃ القرآن** کے بعد اُردو زبان میں **بیان القرآن** کے نام سے تفسیر شائع فرمائی۔ جو انگریزی ترجمہ سے زیادہ وسیع اور ضخیم ہے۔

اس تفسیر سے برصغیر ہند و پاک کے تمام علماء و فضلاء نے استفادہ کیا۔ اور آج بھی کر رہے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس تفسیر کے بغیر وہ اپنے درسوں میں کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے۔ کہ اگرچہ وہ اس نہر کو ثر سے خوب پیتے ہیں۔ اور پھر اپنی زبان میں قرآن کے دینی معارف بیان کر کے خوب داد حاصل کرتے ہیں۔ تاہم ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ اس احسان مندی کا اقرار وہ برملا بھی کریں۔

## قولِ مسیح موعودؑ ـــــ بسلسلہ صفحہ ۱

فوت ہو جائیں تو دشمنوں کو اعتراض کرنے کا ایسا موقع ہاتھ آ جائے گا جس کا جواب دینا میرے لئے مشکل ہوگا۔

اس سے حضورؑ نے ان کی شفایابی کے لئے خاص دُعا کی جس سے وہ دونوں ہی شفایاب ہو گئے اس سے میاں محمود احمد صاحب کے ساتھیوں کا عذر نہایت نامعقول اور بیہودہ ثابت ہوتا ہے جو انہوں نے مولانا مولوی محمد علی صاحب کے مقام کو گرانے کے لئے گھڑا ہوا ہے۔

**آخری اعتماد** حضورؑ نے یورپ میں اسلام اور سلسلہ کی تبلیغ کے لئے جو طریق اختیار کیا وہ یہ تھا کہ ایک ماہوار رسالہ جاری کیا۔ جس کا نام ریویو آف ریلیجنز تھا۔ اس کی ایڈیٹری بھی مولانا محمد علیؒ صاحب کے سپرد کی۔ ایک خط میں حضورؑ نے مولوی محمد علی صاحب کو لکھا کہ میں آپ کے لئے پانچ وقت دُعا کرتا رہتا ہوں۔ اولاد کے متعلق حضورؑ کی دُعا پر زور دینے والے میاں محمود احمد صاحب کے ساتھی حضورؑ کی دُعا کی اہمیت کو ملحوظ رکھیں جو حضورؑ مولانا محمد علیؒ کے بارے میں پانچ وقت کرتے رہے۔

اگرچہ امور تو اور بھی بہت سے ہیں جن سے مولانا محمد علی صاحب کے روحانی کمال

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــ مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ـــــ شمارہ نمبر ۴۴



احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد یونس پرنٹر چھپا اور دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۶ر ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ر نومبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۵

# مَلفُوظاتِ حضرت مجددِ صدِ چہاردھم علیہ السلام

## پُورے مُسلمان بنو

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب تم دُنیا سے بالکل انقطاع کر کے اس طرف آجاؤ گے تو وہ خود تمہارا متولی اور متکفل ہوجائے گا۔ جو آدمی تبتل تام نہیں رکھتا۔ بلکہ کچھ رُو بدنیا رہتا ہے۔ اور کسی قدر رُو بخدا بھی رہتا ہے۔ وہ کبھی بھی مقصود اصلی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ دین کی عزت مل سکتی ہے نہ دُنیا کی۔

خدا تعالےٰ تم سے یہ چاہتا ہے کہ تم پُورے مسلمان بنو۔ مسلمان کا لفظ ہی دلالت کرتا ہے کہ انقطاع کُلی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمان کو مسلمان پیدا کر کے لاانتہا فضل کئے ہیں۔ بشرطیکہ وہ غور کرے اور سمجھے۔ ایک ہندو سے رام چندر کے خدا ہونے یا خدا تعالےٰ کے خالق ہونے پر بحث کرو۔ اس وقت تمہیں ایک لذت اور سرور آئے گا۔ کہ تمہارا خدا کیسا قادر مطلق۔ محی۔ ممیت۔ خالق کل شئ خدا ہے۔ اور برخلاف اس کے جنہوں نے رام چندر جیسے کھانے پینے کے محتاج انسان کو خدا بنایا ہے۔ جب یہ کہیں گے کہ اس کی بیوی کو راون نکال کرلے گیا تو کس قدر شرم اس خدا کے ماننے والوں کو دامنگیر ہوگی کہ عجیب خدا ہے جو اپنی بیوی کی بھی حفاظت نہیں کر سکا۔

ایسا ہی آریہ جب اپنے خدا کی یہ صفت خالقیت سے سُنے گا کہ اس نے ایک ذرّہ بھی پیدا نہیں کیا۔ اور وہ اپنے کسی بڑے سے بڑے یوگی اور بھگت کو بھی کبھی نجات نہیں دے سکتا یا اس نے ایسی شریعت انسانوں کے لئے بتائی کہ ایک مرد اپنی بیوی کو اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے مرد سے اولاد پیدا کرنے کے واسطے اجازت دے سکتا ہے تو اسے کیسا شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اگر اس میں غیرت اور حیاء کا کوئی مادہ باقی ہو۔ لیکن مسلمان کیسا خوش ہوگا اور اس کی اُمیدیں کیسی وسیع ہونگی جب اپنے خالق کل شئے اور قدوس و سبحان خدا کو پیش کرتا ہے۔

## خُدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا

پس یاد رکھو کہ خُدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ انبیاء اور ابرار کا نام ابد تک زندہ رہتا ہے۔ گزشتہ زمانہ کے بادشاہوں، یہاں تک کہ قیصر و کسرےٰ کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ برخلاف اس کے خدا تعالےٰ کے راستبازوں اور برگزیدوں کی دُنیا مداح ہے۔

دیکھو ہمارے رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عظمت دُنیا میں قائم ہے۔ ۶۴ کروڑ مسلمان آپؐ کا نام لینے والے موجود ہیں جو ہر وقت آپؐ پر درود پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی قیصر و کسرےٰ پر بھی درود پڑھتا ہے؟

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی کس قدر عظمت ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ نادانوں نے اپنی جہالت اور کم مائگی کی وجہ سے ان کو خدا بنا رکھا ہے۔

(۲) **اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا** اپنی گردنوں پر اُٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالےٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے۔ بلکہ تم اس لئے پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہئے کہ پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جائے۔ اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جائے۔ کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

## دُنیا میں میرا کوئی دُشمن نہیں ہے

(۳) میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسی والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے۔ اور جھوٹ۔ شرک۔ ظلم اور ہر ایک بدعملی و ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔

---

(۴) **خُدا نے مجھے دُنیا میں اس لئے بھیجا۔ تاکہ میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خُدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نُور جو مجھے دیا گیا ہے اسکی روشنی سے راہِ راست پر لوگوں کو چلاؤں۔**

## ہماری تبلیغی ڈاک

# میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

# ممالکِ غیر میں ہمارے اسلامی لٹریچر کی وسیع تر مقبولیت

## احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاندار خدماتِ اسلامی کا اعتراف

مرتبہ: چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری ۔

—— عکرہ (گھانا) سے جناب ڈیوڈ اے ادمہ لکھتے ہیں: ——

"جناب مکرم! اگر آپ پہلی فرصت میں اسلام پر تازہ لٹریچر اور مطبوعات میرے نام ارسال کر سکیں تو میں نہایت شکر گذار ہوں گا۔ جیسا کہ آپ بھی جانتے ہیں کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنی نوع انسانوں کو تعلیم و تبلیغ کرنے کے لئے نازل فرمایا۔ بنا بریں میں اسلام کی تعلیمات کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتا ہوں ۔ دینی کتب کے ساتھ ساتھ انگریزی ترجمۃ القرآن بھی مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ۔ اُمید واثق ہے کہ آپ میری اس درخواست پر اثباتی توجہ دے کر ممنون فرمائیں گے ۔ والسلام ۔"

—— الجواب: ——

محترمی! ہمیں آپ کا مکتوبِ گرامی ملا ۔ یاد آوری کے لئے از حد شکر گذار ہیں ۔ اس حقیقت میں کیا شک ہے کہ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے ۔ جو اس نے بنی نوع انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے آخری نبی کریم صلعم پر نازل فرمایا ۔ یہ ایک فطری دین ہے جو انسان و معاشرہ اور ملت و قوم کو ہر موڑ پر رشد و ہدایت عطا کرتا ہے ۔ ہمارا ایمان و یقین ہے کہ یہی ایک دین ہے جو بالآخر بنی نوع انسانوں کو قلب و نظر کا قرار عطا کرے گا اور دنیا پر غلبہ پائے گا اور انسان اسی کی دامن عافیت میں پناہ لے گا ۔ ہمیں خوشی ہے کہ آپ دینِ اسلام کے تفصیلی مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت بخشے ۔ خدا کرے کہ یہ مطالعہ آپ کو عمل کی بھی توفیق بخشے ۔ ہم آپ کو اپنی تازہ مطبوعات بھجوا رہے ہیں ۔ آپ کو دینِ اسلام کے بارے میں کافی شافی معلومات حاصل ہوں گی ۔ اور آئندہ بھی ہم اپنا تازہ لٹریچر آپ کو بھجواتے رہیں گے ۔ اُمید ہے آپ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے ۔

—— عکرہ سے ہی مسٹر جان لکھتے ہیں: ——

"میں بڑی خوشی و مسرت سے آپ کی خدمت میں یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں ، میں سترہ سالہ نوجوان ہوں اور پیدائشی عیسائی ہوں ۔ لیکن اب اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں ۔ اس سلسلہ میں میرے ایک دوست نے آپ سے رابطہ کرنے کا مشورہ دیا ہے ۔ اور اُمید دلائی ہے کہ آپ میری رہنمائی فرمائیں گے اور قرآن کریم عنایت کریں گے ۔ تاکہ میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہو سکوں ۔ اس لئے تحریری طور پر ملتمس ہوں ۔ کہ مہربانی فرما کر مجھے قرآن کریم بطور تحفہ مرحمت فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے ۔ اور اجر عظیم بخشے ۔"

—— الجواب: ——

عزیزی القدر ، آپ کا خط ملا ۔ ہمیں خوشی ہے کہ آپ کی سلیم فطرت آپ کی رہنمائی کر رہی ہے ۔ اور آپ کو دینِ فطرت قبول کرنے کی تحریک کر رہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس عزم کو استقامت بخشے اور دینِ اسلام کے ثمرات سے متمتع فرمائے ۔

ہم آپ کے توسط سے آپ کے دوست کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ہمیں آپ کی دینی خدمت کرنے کا موقعہ عطا فرمایا ۔ ان کو ہمارا اسلام پہنچا دیں ۔ ہم آپ کو چند کتب ارسال کر رہے ہیں ۔ ان کے مطالعہ سے آپ کو اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل ہوں گی ۔ اور اسلامی عبادات اور حقوق و فرائض سے مطلع ہوں گے ۔ آپ ہمارے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں ۔ گاہے گاہے آپ کو ہم اپنا تازہ لٹریچر ارسال کرتے رہیں گے ۔ اسلام کے بارے میں ابتدائی کتب و لٹریچر پڑھ سکیں تو ہم آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو انگریزی ترجمۃ القرآن ضرور بھجوا [illegible] اپنے علاقے کے مسلم احباب سے قریبی تعلق پیدا کریں اور عبادت میں شمولیت اختیار کریں

"میں پیدائشی مسلم ہوں ، اور اپنے دین اسلام سے محبت رکھتا ہوں ۔ [illegible] پڑھ سکتا ہوں ۔ مگر اس کے معنی و مطالب اور مفہوم و مقاصد سے قطعی ناواقف ہوں ۔ اس طرح میں اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بے بہرہ ہوں ۔ خوش قسمتی سے میں نے ایک دوست کے پاس حضرت مولانا محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن دیکھا ہے جس کا ترجمہ آسان ، عام فہم اور اس کی تشریح و تفسیر بہت حسین و دلنشین ہے ۔ میں نے یہاں کے کتب خانوں کو چھان مارا ہے ۔ لیکن کہیں سے نہیں ملا ۔ بالآخر آپ کو زحمت دے رہا ہوں ۔ مجھے یہ خوبصورت تفسیر بلا معاوضہ مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ۔

یہ ایک نہایت قیمتی کتاب ہے ۔ لیکن میں رقم ادا کرنے سے معذور ہوں اس لئے آپ سے بلا قیمت حاصل کرنے کی استدعا کی ہے ۔ اُمید ہے آپ میری درخواست منظور کریں گے ۔

—— الجواب: ——

محترمی عمر الحاج حسینی صاحب! ہمیں خوشی ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور اسی لحاظ سے ہمارے مسلم بھائی ہیں ۔ قرآن کریم کی تعلیمات سے واقفیت از بس ضروری ہے ۔ آپ نے جس ترجمہ و تفسیر قرآن کو پسند کیا ہے وہ آپ کے حسنِ ذوق کی علامت ہے ۔ یہ ترجمہ و تفسیر ، تفاسیر قرآنی کی تاریخ میں اس صدی کا [illegible] شاہکار ہے جس کی داد دُنیا دے رہی ہے ۔ اس تفسیر نے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے اور غیر مسلموں ، دہریوں کو اسلام کا خادم و فدائی بنانے میں بڑا کام کیا ہے ۔ اور اب تک دنیا اس سے مستفیض ہو رہی ہے ۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس نافع الناس علمی خدمتِ دینیہ کو اپنے تمام تر مالی ذرائع کے استعمال سے اکنافِ عالم میں پھیلانے کی توفیق حاصل ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ۔ اور عشاقِ قرآن و اسلام کے مالی ایثار و قربانی کا نتیجہ ہے ۔ ہم آپ کو قرآن کریم کی مطلوبہ تفسیر کے ساتھ ساتھ دیگر دینی کتب بھی بھجوا رہے ہیں ، اور ایک کاپی ہفت روزہ انگریزی رسالہ "دی لائٹ" بھی ۔ اس میں اسلام اور دیگر مذاہب کے تقابلی مطالعہ اور دینی تحقیقات و مسائلِ حاضرہ پر پُر از معلومات علمی انتخاب شامل ہوتا ہے ۔

ہماری خواہش ہے کہ یہ ہفت روزہ آپ کے باقاعدہ مطالعہ میں رہے ۔ اُمید ہے آپ اس کے سالانہ خریداری قبول فرمائیں گے ۔ آپ اپنے حلقہ تعارف میں بھی یہ کتب پڑھنے کے لئے دیں اس طرح آپ تبلیغ و اشاعتِ دین میں بالواسطہ حصہ لیں گے ۔ مزید کار لائقہ سے یاد فرمائیں ۔

—— گھانا (افریقہ) سے جناب ایم یعقوب لکھتے ہیں: ——

"میں زیرِ تعلیم ہوں ۔ اور دینِ اسلام سے از حد محبت رکھتا ہوں ۔ لیکن مالی لحاظ سے تہیدست ہونے کی وجہ سے میں اسلامی کتب خرید کر پڑھ نہیں سکتا ۔ یہاں اسلامی لائبریری وغیرہ کی سہولت بھی نہیں ہے ۔ اگرچہ میں نے اسلامیات کا مضمون لے رکھا ہے لیکن درسی کتب بھی دستیاب نہیں ہیں ۔ آمدریں صورت آپ کو تکلیف دے رہا ہوں اور ملتمس ہوں کہ مجھے اسلامی کتب اور انگریزی ترجمۃ القرآن عنایت فرمائیں ۔ علاوہ ازیں احادیثِ نبوی پر مشتمل ایسی کتابیں جن میں مسئلہ زکوٰۃ پر سیر حاصل بحث شامل ہو ۔ اگر آپ اس قدر کتب مرحمت فرما سکیں تو ترجمۃ القرآن انگریزی تو ضرور بھجوا دیں ۔ شکر گزار ہوں گا۔"

—— الجواب: ——

عزیز القدر ۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سکول کے طالب علم ہیں اور اسلامی تعلیمات کے حصول میں دلچسپی رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق آپ کے شاملِ حال رہے اور وہ علمِ دین سے متمتع فرمائے ۔ ہم آپ کو منتخب کتب ارسال کر رہے ہیں ۔ ان میں آپ کو اپنے نصاب کے حسب حال تفصیلی مواد مل جائے گا ۔ آئندہ بھی ہم آپ کو اپنا تازہ لٹریچر بھیجتے رہیں گے ۔ یہ طالب علمی کا زمانہ ہے حصولِ تعلیم میں مصروف رہیں اور تعلیمات اسلام سے

(باقی ص ۸ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۸ ، نومبر ۱۹۷۸ء

# اس آگ کے گڑھے سے کیونکر بچا جائے

میاں عبدالرشید صاحب "نور بصیرت" کے کالم نگار ۲ ، نومبر ۱۹۷۸ء کے نوائے وقت "اِس آگ کے گڑھے سے بچنے کی ضرورت" کے تحت فرماتے ہیں :—

"اس وقت ہمارے اندر تفرقہ بازی اور عداوت زوروں پر ہے گویا ہم اس آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے ہیں۔ اس سے پہلے تحریک ختم نبوت اور تحریک قیام نظام مصطفےٰ کے دوران جب ہم اکٹھے تھے تو اس نعمت اتحاد کی برکت سے ہم نے کامیابی پائی ........ مگر عین اس وقت جب اس اتحاد کا پھل پکنے کا وقت آیا ہم نے افتراق و انتشار کا راستہ اختیار کر لیا۔"

اس افتراق و انتشار کی وجہ سے پاکستان جن اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار ہو گیا ہے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :—

"افغانستان کے اندر کمیونزم کی آگ بھڑک رہی ہے۔ وہاں علماء اور محبِ اسلام لوگوں کا جو حشر ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ......... ایران کے اندر خونین سیاسی ہنگامے جاری ہیں۔ بھارت ......... اپنے آپ کو دن رات مسلح کرنے میں مصروف ہے ......... بھارت کو امریکہ اور روس دھڑا دھڑ اسلحہ دے رہے ہیں۔"

اندرونی طور پر بزنجو۔ ولی خان اور مزاری قومیتوں کا نعرہ لگا رہے ہیں۔

ان تمام داخلی اور خارجی خطرات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے وہ اندرونی انتشار کی دو وجوہات بتاتے ہیں۔ ایک یہ کہ بعض محبِ اسلام گروہ اقتدار میں شریک ہو گئے اور بعض اقتدار سے باہر رہ گئے۔ اور دوسری وجہ :—

"شریک اقتدار ہونے والوں کے بعض حواریوں کے غیر محتاط بیانات اور تنگ نظری پر مبنی متشددانہ رویہ ہے۔"

میاں صاحب موصوف کے ارشادات پر اگر ہم ان کی خدمت میں یہ عرض کر دیں تو گستاخی نہ ہو گی کہ :— ع اے صبا ایں ہمہ آوردہ تست

اس تست میں صرف میاں صاحب ہی نہیں ان کے ممدوح علمائے کرام اور سیاستدان سب شامل ہیں۔ ہماری رائے میں "تحریک ختم نبوت" اور "تحریک قیام نظام مصطفےٰ" کے پیچھے "تعاون علی الاثم والعدوان کا جذبہ تعاون علی البر والتقویٰ" کی نسبت زیادہ شدت سے کارفرما تھا۔ اگرچہ ان دونوں تحریکوں کے نعرے بظاہر جدا جدا تھے۔ لیکن مقصد ایک ہی تھا یعنی مسٹر بھٹو کو اقتدار سے علیحدہ کر کے خود اقتدار پر قبضہ کرنا۔ ورنہ اس "نعمت اتحاد کی برکت" جو شاندار اور تاریخی کامیابیاں یہ تحریکیں چلانے والوں کو حاصل ہوئیں ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ اتحاد اور مضبوط ہوتا اور پاکستان جن بیرونی اور اندرونی خطرات سے اب دوچار ہے انہیں اس کے پیشِ نظر راہ نہ ملتی۔ اور نہ کمیونزم اور قومیتوں کے نعرے ہمارے دروازے پر دستک دے رہے ہوتے۔ **جو تحریک خدا اور اس کے رسول کے نام پر چلائی جائے اور اس کے پیچھے خلوص نیت۔ نیک ارادہ جذبۂ دیانت کام کر رہا ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوتی** کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس کے رہنماؤں میں اس طرح جوتیوں میں دال نہیں بٹا کرتی۔ بلکہ وہ جس مشن کو لے کر اُٹھتے اور اس پر متحد ہوتے ہیں، اسے آگے بڑھانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنے نفس کے بے لگام گھوڑے پر اس مضبوطی سے سوار ہوتے ہیں کہ وہ بے قابو نہیں ہونے پاتا۔ ان کی عبادات۔ قربانیاں۔ زندگی اور موت کا مقصد محض رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ ان کی زبان پر دن رات یہی وِرد جاری رہتا ہے :—

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا ÷ مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

نام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض ÷ گر وہ ذلت سے ہو راضی اس پہ سو عزت نثار

داغ لعنت بے طلب کرنا زمیں کا عزّ و جاہ ÷ جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن نگار

انہیں کوئی کافر یا دجال، ملحد کہے یا مرتد وہ اپنے محبوب کی خاطر ہر ذلت و رسوائی کو گلے سے لگا لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مشن **دنیا کے کیڑوں کے مشن سے بالکل جدا ہوتا ہے۔**

سوچنے کی بات یہ ہے کہ تحریک "تحفظِ ختم نبوت" اور تحریک "قیام نظام مصطفےٰ" کے دوران میں جس ظاہری اتحاد کو میاں صاحب "نعمت" قرار دیتے ہیں وہ نعمت صرف چار سال کے مختصر عرصہ کے بعد ہی کیوں چھن گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اس وقت تک اسے اس قوم سے نہیں چھینتا جب تک وہ اپنے افعال بد کی وجہ سے اپنے آپ کو اس کا غیر مستحق نہ ٹھہرا لے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک مقصدِ واحد کی خاطر ظاہری اور وقتی اتحاد تھا، اس لئے یہ نعمت بھی نہ تھا کیونکہ میاں صاحب نے سورۃ آلِ عمران کی جس آیت ۱۰۳ کے حوالے سے یہ بات کہی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں :—

"فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا"

اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں پیوست کر دیا۔ یہ ایک نعمت تھی جس کی وجہ سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔"

دل جب ایک ہو جائیں تو انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ اور جدا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ نفسانی خواہشات کی تیز قینچی بھی انہیں کاٹ کر جدا نہیں کر سکتی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ اس قوم کا ذکر ہے جو قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی اور ہر قبیلے کا اپنا ایک بت تھا جس کی پرستش میں وہ دن رات محو رہتا۔ ان ہی بتوں نے دلوں میں جدائی ڈال رکھی تھی۔ جب یہ بت ٹوٹ گئے تو دل ایک ہو گئے۔ یہاں بھی ہر جماعت کا اپنا ایک بت ہے جو باوجود ظاہری اتحاد کے نہ ٹوٹ سکا۔ دلوں میں اپنے اپنے بتوں کی پوجا جاری ہے۔ جب وہ خاص مقصد جس کے لئے یہ ساری جماعتیں اکٹھی ہوئیں حل ہو گیا تو ان میں پھر تفرقہ اور انتشار پیدا ہو گیا۔

قومی اتحاد سے علیحدہ ہونے والے رہنماؤں کے بیانات اس پر گواہ ہیں۔ تقریباً سب ہی یہ کہتے ہیں کہ ہم بھٹو کو مسند اقتدار سے اتارنے کے لئے اتحاد میں شامل ہوئے تھے۔ اس کے ہٹ جانے کے بعد اتحاد میں شامل رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ "نظام مصطفےٰ" کا نعرہ بعد میں لگایا تھا۔ قدر مشترک ختم ہوئی تو یہ نعمت بھی چھن گئی کیونکہ اس کی بنیاد ریت کے ایک ڈھیر پر تھی جو پلٹتے ہوئے ناموافق حالات کے دھارے میں بہہ گیا۔

میاں صاحب موصوف نے ملک کے اندر افتراق و انتشار کی جو دو وجوہات بیان فرمائی ہیں یعنی بعض جماعتوں کا اقتدار سے محروم ہونا اور بعض شریک اقتدار جماعتوں کے حواریوں کا غیر محتاط بیانات دینا اور تنگ نظری پر مبنی متشددانہ رویہ اختیار کرنا ہمیں اس سے اتفاق نہیں، کیونکہ مذکورہ بالا دونوں تحریکوں کے دوران میں ظلم و ستم کے جو وحشتناک منظر دیکھنے میں آئے وہ اگر ہر معنی اور مفہوم کے لحاظ سے تشدد کے ذیل میں آ کر اتحاد کے لئے ایک نعمت بن سکتے ہیں تو محض غیر محتاط بیانات اور تنگ نظری پر مبنی متشددانہ رویہ اتحاد قائم رکھنے کے لئے کیوں نعمت ثابت نہ ہوا۔ زبان و ثقافت کے لحاظ سے چار قومیتوں کے نعرے سے اگر ملک کو خطرہ درپیش ہے تو عرب ممالک میں ایک زبان۔ ایک ثقافت اور ایک ہی تہذیب و تمدن کے باوجود اتحاد کیوں قائم نہیں ہو سکا۔

یہ اتحاد جیسا کہ مقالہ نگار کی تجویز ہے نہ نورانی صاحب کو شریک اقتدار کرنے سے دوبارہ قائم ہو سکتا ہے نہ مفتی محمود صاحب کو اتحاد کی صدارت سے علیحدہ کرنے سے۔ اس کے قیام کے تقاضے بالکل مختلف ہیں جنہیں باریک بینی سے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس طرف ذہن اس لئے نہیں جائے گا کہ اگر یہ تقاضے پورا کرنے کے لئے کوئی ایسی مشترک بنیاد تلاش کر لی جائے جس کی طرف قرآن کریم رہنمائی فرماتا ہے تو اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جنہیں بڑے مکر و فریب۔ حیلہ سازیوں اور تشدد کے ذریعے اس سے نکال باہر کیا گیا ہے۔ سارے مسلمانوں میں وہی ایک قدر مشترک تھی جس کی بدولت وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے اور پاکستان حاصل کیا۔ وہ قدر مشترک **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تھی۔ اور پاکستان کا مطلب بھی **لا الٰہ الا اللہ** ہی بتایا گیا تھا۔ جس کا انکار تب بھی ہوا اور اب بھی ہو رہا ہے۔

قرآن کریم اس نقطۂ اتحاد کی طرف اس طرح دعوت دیتا ہے :—

"اے اہلِ کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے اور اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔" (آل عمران - ۶۴)

اگر آنحضرت صلعم دنیا سے فتنہ و فساد کو ختم کرنے اور امن قائم کرنے کے لئے تمام اہلِ کتاب بلکہ تمام مذاہب کے پیروؤں کو اس ایک قدرِ مشترک یعنی ایک اللہ کو ماننے اور اس کی عبادت کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ اعلان فرماتے ہیں اور عالمِ انسانیت کو اسی ایک نقطہ پر جمع ہونے اور اتفاق رائے کر لینے کی دعوت دیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ خود آپ کے پیرو اس کے علاوہ ایک دوسری قدرِ مشترک یعنی "محمد رسول اللہ" پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً جبکہ ان کے سامنے قرآن کریم کی یہ تنبیہ موجود ہے کہ:-

"وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور فرقے ہو گئے تیرا ان سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔ پھر وہ ان کو بتا دے گا جو وہ کرتے تھے۔" (الانعام - ۵۹)

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دینِ اسلام فرقوں میں بٹ گیا ہے۔ مقالہ نگار نے خود اپنے مقالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

"کیا ہم سمجھتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ یہاں اسلام دشمن لوگوں کو برسرِ اقتدار آنے کا موقعہ مل گیا تو وہ صرف بریلویوں یا صرف دیوبندیوں یا صرف وہابیوں یا صرف مودودیوں ہی کو تہِ تیغ کریں گے۔"

(یہاں موصوف شیعوں کا ذکر چھوڑ گئے ہیں معلوم نہیں کیوں) پھر بتائیے کہ قرآن کریم کے محولہ بالا الفاظ کے مطابق آنحضرت صلعم کا ان فرقوں سے کیا واسطہ اور کیا تعلق۔ جب آپؐ کا ان لوگوں سے کوئی تعلق ہی نہیں تو پھر یہ کس برتے پر اتراتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور دوسرے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ [illegible] غیر مسلم۔

جب بنیادی مسائل کو [illegible] کرنے کا جیسے آج بھی قربان کیا جا رہا ہے تو افتراق اور انتشار کبھی کم نہیں ہوگا۔ [illegible] صورت میں یہ سمجھنا کہ محض اقتدار میں شمولیت کی بنا پر قوم ساری کی ساری متحد ہو جائے گی [illegible] جنت میں رہنے کے مترادف ہے۔ یہ تجربہ کبھی کر کے دیکھئے نتیجہ سامنے آ جائے گا۔

مفتی محمود صاحب اور غلام غوث [illegible] سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی جمعیت الاسلام کیوں مفتی گروپ اور غلام غوث گروپ میں تقسیم ہو گئی۔ مسلم لیگ جو اپنے آپ کو پاکستان کی خالق کہتی ہے کیوں کنونشن مسلم لیگ۔ کونسل مسلم لیگ۔ قیوم مسلم لیگ قائدِ اعظم مسلم لیگ۔ میں تقسیم ہو گئی وہاں بھی مسلک سب کا ایک ہی تھا۔ اس ملک میں کوئی جماعت دینی جماعت ہونے کی دعویدار ہو یا سیاسی [illegible] منتہائے مقصود سیاسی اقتدار حاصل کرنا اور شریکِ حکومت ہونا ہے۔ اس کے لئے وہ ہر ایسا حربہ استعمال کرتی ہے۔ جو عوام کو دامِ فریب میں لا سکے خواہ وہ "نظامِ اسلام" کا نعرہ ہو یا "نظامِ مصطفےٰ" کا۔ ورنہ یہ کیا وجہ ہوئی کہ جو سیاسی جماعتیں ان نعروں کی بنیاد پر [illegible] بڑی بڑی قربانیاں [illegible] وہ بھی [illegible] اقتدار سے معزول ہونے کے بعد تفرقہ کا شکار ہو کر تتر بتر ہو گئیں۔

کیا اب نظامِ اسلام یا نفاذِ نظامِ مصطفےٰ کی ضرورت نہیں رہی۔ یا وہ مقصد حاصل ہو گیا جس کے لئے در اصل وہ متحد ہوئی تھیں [illegible] عوام کی تائید حاصل کرنے کے لئے نکالے گئے تھے۔ واقعات تو اسی کی تائید کرتے ہیں۔

ہمیں آپ مسلمان سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ لیکن [illegible] جب تک "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو اتحاد اور یکجہتی کی بنیاد نہیں بنایا جائے گا اور بنیادی مسائل کو اجتہادی مسائل پر ترجیح نہیں دی جائے گی تو فرقہ بازی اور ذہنی انتشار [illegible] رہے گی جس سے ملک کو نہ سیاسی استحکام حاصل ہوگا اور نہ معاشی اور اقتصادی [illegible] صورتِ حالات پر غیر ملکی قوتوں کو اپنے نظریات کی تبلیغ و تشہیر کا موقعہ ملے گا۔ اور [illegible] جو ان کے سیاسی عزائم ہیں انہیں پورا کرنے میں وہ ہمارے اندرونی خلفشار سے فائدہ [illegible] کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ [illegible]

"ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة وكذلك يفعلون" بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں[۴۲] اس کو برباد کر دیتے ہیں اور اس کے صاحبِ عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ اور اسی طرح کریں گے۔"

# قربانی اور عیدِ الاضحےٰ کے مسائل

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلےٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے۔ اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے۔ کوئی عیب نہ ہو خصی ہونے کا حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور اونٹ میں دس۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نمازِ عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۳۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ دلوں کا تقوےٰ خدا تک پہنچتا ہے۔ پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ در اصل وہ خدا کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذباتِ حیوانیہ کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔ جب تک یہ تقوےٰ مدِنظر نہ ہو قربانی کے قبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

۴۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے۔ ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں، دوسرا حصہ دوستوں، رشتہ داروں میں تقسیم کرے اور تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۵۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا اور خوشی کرنا منشائے اسلام ہے۔

۶۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:-

"اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد"

ان کلمات کو تین یا دو بار دہرانے کا حکم ہے۔

ایک روپیہ فی کس عید فنڈ دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مساجد فنڈ بھی [illegible] میں بھی ہر دوست کو حصہ لینا چاہیئے۔

۷۔ قربانی کی کھال خدا تعالےٰ کی راہ میں دینا اشاعتِ اسلام کے لئے بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔

# قربانی کی کھالیں اور عید فنڈ، مساجد فنڈ

عید الاضحےٰ کی مبارک تقریب پر جو دوست قربانیاں دینے کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ قربانیوں کی کھالوں کی قیمت خزانہ انجمن میں بھیجکر ثواب دارین حاصل کریں۔ بیرونی جماعتوں سے بھی یہی درخواست ہے۔

## اس کے علاوہ

عید کی خوشی میں سب دوست حسبِ استطاعت عید فنڈ اور مسجد فنڈ میں کچھ رقم دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

# اسلام نے نجات کا مدار بجائے پیدائشی، نسلی اور قومی تعصبات کے کامل ایمان و عملِ صالحہ پر رکھا اور

## محدود طبقاتی تفریقات کی بجائے انسانیت کو عالمگیر نظریۂ دین عطا کیا ہے

## ہر انسان مکلّف بہ علم و اتمامِ حجّت ہے

**خطبہ جمعہ: مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء - فرمودہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ادام اللہ فیوضہ۔ جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور**

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنّصٰری والصّٰبئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ج ولاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون ——— (سورۃ البقرہ - ۶۲)۔

——— (رپورٹ مولوی شفقت رسول خاں) ———

فرمایا کہ ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ میں ان آیات کی تفسیر بیان کروں کیونکہ ان آیات کے مفہوم سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ شاید اسلام میں داخل ہونا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازمی اور ضروری امر نہیں ہے - آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے :-

"جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہیں اور عیسائی ہیں اور صابی ہیں جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرنے والے ہوں تو اُن کے لئے ان کا اجر ان کے خُدا کے پاس ہے - نہ انہیں خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے -"

بالفاظ دیگر ہر مذہب و مشرب کا آدمی خواہ وہ مسلمان ہے یا خواہ ہندو خواہ یہودی یا عیسائی ہے بلا لحاظ مذہب اگر خدا اور آخرت پر ایمان لائے اور عملِ صالح کرے تو وہ نجات کا حقدار ہے - بظاہر اس سے اسلام میں داخل ہونا ضروری نہ رہا - کیونکہ سب کے لئے فرمایا لھم اجرھم عند ربھم یعنی انہیں کامل نجات مل جاتی ہے - اور جب تمام اہلِ مذاہب کو کامل ایمان و عملِ صالحہ کے ذریعہ نجات مل سکتی ہے تو پھر اسلام میں داخل ہونا ضروری نہ ٹھہرا ؟ مگر یہ ایک غلط فہمی ہے جو بزعم خود روشن ضمیر کہلانے کے مشتاق لوگوں کو پیدا ہوتی ہے -

چنانچہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے مخلص مرید تھے - انہوں نے اس آیت کا اس انداز سے ترجمہ و تفسیر کی اور ایسا نتیجہ اخذ کیا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے کیونکہ نجات دوسرے مذاہب میں بھی حاصل ہو سکتی ہے - اگرچہ وہ مخلص مرید تھے اور حضرت صاحب سے بڑی وابستگی بھی رکھتے تھے، مگر حضرت اقدسؑ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ موقف درست نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن کے سارے سیاق و سباق کے خلاف ہے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات کے لئے صرف اسلام ہی کو مدار ٹھہرایا ہے کیونکہ کامل توحید اور عمل صالحہ کی تعلیم صرف اسلام نے ہی دی ہے - لیکن ڈاکٹر موصوف اپنے موقف پر بضد رہے - چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا -

## حضرت مرزا صاحب کے عشقِ رسول کا ایک واضح واقعہ

اس واقعہ سے جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا موقف واضح ہوتا ہے - وہاں ان کا عشقِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی جذبہ بھی اظہر من الشمس ہو جاتا ہے - یعنی یہ کہ آپ کتنے صادق و سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپ کو یہ ہرگز گوارا نہیں تھا کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے بغیر نجات کا تصور کرے وہ آپ کے ساتھ بھی متعلق رہے - باوجود اس کے کہ وہ آپ کا ذاتی عقیدت مند مرید ہے - رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح عزت و عظمت کا یہ مقام تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں موجود تھا - اور جس کا انہوں نے برملا اظہار عمل سے کر دیا تھا کہ آپ نے ایک مخلص مرید کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عزت پر قربان کر دیا -

بھلا جو شخص اپنے مرید کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی تخفیف کرنے پر علیحدہ کر دیتا ہے کیا اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ حضور صلعم کے مدِمقابل مقامِ نبوت کا مدعی ہوگا؟ بلکہ یہ ایک واقعہ بھی حضرت مسیح موعود کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا عالی ثبوت ہے - عیسائیوں کے ساتھ مباحث کا سلسلہ کب سے جاری ہے ! اور عیسائی حضرت مسیح بن مریم کو خدا کے بیٹے کا مقام دیتے ہیں اور ان کی تمام انسانوں پر برتری کا اظہار کرتے ہیں - لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے اس موقف کو غلط ثابت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری و بلندی کا علم بلند کیا - کیونکہ آپ ایک سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لئے آپ نے حضورؐ کے مقام کی تحقیر و تخفیف قطعاً گوارا نہیں کی -

## پیدائشی محدود قومی مذہبیت کی بجائے عالمگیر روحانی اخوت

بہرحال قرآن پاک کی اس آیت سے بظاہر جب یہ مترشح ہے کہ تمام اہلِ مذاہب نجات کامل حاصل کر سکتے ہیں تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور ان کی پیروی کیوں ضروری اور لابدی ہے ؟ اس آیت کا اصل مقصد اسی حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی بھی مشرب و مذہب اور مسلک میں پیدا ہوا ہو اسلام میں داخل ہو کر ہی نجات کامل حاصل کر سکتا ہے -

اس سے قبل دوسرے مذاہب اس موقف پر قائم تھے - کہ کوئی دوسرا شخص ان کا مذہب اختیار کر ہی نہیں سکتا - اور نہ ہی اختیار کر کے اس مذہب کے پیدائشی پیرو کی طرح نجات حاصل کر سکتا ہے - جیسے کہ کوئی غیر از یہود یہودی اصول اپنا کر بھی یہودی اور غیر از ہنود ہندو مذہب اختیار کر کے ہندو نہیں بن سکتا - یعنی ان کے نزدیک جو پیدائشی طور پر یہودی یا ہندو ہو وہی خدا کا پیارا بن سکتا ہے اور نجاتِ کامل حاصل کر سکتا ہے - دوسرا کوئی بھی ان عقائد و اعمال کے کرنے سے خدا اور پرمیشر کا پیارا نہیں بن سکتا - اور نجات حاصل نہیں کر سکتا -

پیدائشی ذہنیت کے اس خیال کی مذکورہ بالا آیات میں تردید کی گئی ہے - یہ خیال فاسد ہے کہ کوئی غیر قوم کسی نئے مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا - اور یہ بتایا ہے کہ نجات اور رحمتِ الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کسی قوم پر بند نہیں ہوتا - اسلام کا دائرہ وسیع ہے - اس میں ہر قوم و مشرب کے اشخاص داخل ہو سکتے ہیں اور کامل ایمان اور عمل صالح کی شرط سے کامل نجات حاصل کر سکتے ہیں - محض کسی کے یہودی، عیسائی اور ہندو ہونے پر ہی نجات کا مدار نہیں ہے - آیت میں ایمان باللہ والیوم الاٰخر کا مفہوم کمال ایمان و عمل صالحہ یا اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان ہونے کو ظاہر کرتا ہے -

## ایمان باللہ والیوم الاٰخر کامل رنگ میں صرف اسلام میں ہے

یہ حقیقت واضح ہے کہ اب نجات کامل صرف اسلام میں ہی ہے - کیونکہ خُدا کے نزدیک کامل اور مکمل دینِ اسلام ہی ہے - جیسے آیات ان الدّین عند اللہ الاسلام اور ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ ثابت کر رہی ہیں - اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور اسلام قبول کرنا ہی اب مدارِ نجات ہے لیکن کامل ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط نجات کے لئے لازمی ہے - محض اسمی اور رسمی مسلمان ہونا نجات کا موجب نہیں بن سکتا - لاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون

کا جملہ جو قرآن پاک میں تقریباً گیارہ بارہ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو دل غم اور خوف سے کلیۃً خالی ہو گیا وہی کامل نجات یافتہ ہے۔ ہم کتنا ہی دعوےٰ کریں لیکن عام طور پر حالتِ خوف و حزن سے ہم خالی نہیں ہوتے۔ کبھی پرانی یادوں کا غم، کبھی نئے پیش آمدہ حالات سے خوف۔ خوف و حزن کی کوئی حالت ہو وہ نجات کے خلاف ہے۔ خوف و نجات ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ جہاں خوف ہوگا وہاں نجات نہیں۔ اور جہاں نجات کا تصوّر موجود ہو وہاں خوف ناپید ہوگا۔

انسانوں کو خدا اور اس کے رسول کے متعلق کہاں تک اتمام حجّت ہوا یہ معیار ہے خوف و حزن کی پیمائش کا۔ جو انسان تمدّن و تہذیب سے دُور ہیں تعلیم فرقان سے واقف نہیں ان کو فطری طور پر جتنا بھی ایمان خدا کے بارے میں ہے اور اس کے مطابق جس قدر اس کا عمل ہے اس حد تک وہ نجات یافتہ ہے۔ لیکن ایک شخص جس کو علم ہی نہیں وہ اسی قدر ہی مکلّف ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے لا یکلّف اللہ نفسًا الّا وسعھا۔ خدا نے انسان کو اسی دائرہ کی حدود میں مکلّف کیا ہے جہاں تک اس کے علم اور واقفیت کا تعلق ہے۔ حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ جو چیز تمہیں دل میں کھٹکے اسے ترک کر دو اور جو چیز نہ کھٹکے اس پر مواخذہ بھی نہیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ما کنّا معذّبین حتّٰی نبعث رسولا۔ مواخذہ صرف اتمام حجّت کے بعد ہی اور اس کے مطابق ہوتا ہے۔

چنانچہ مباہلہ جب کیا جاتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قبل مباہلہ فریق مخالف پر اتمام حجّت کی جائے۔ اور اگر پھر بھی اپنے غلط عقائد پر قائم رہے تو پھر اس کے بعد مباہلہ کی صُورت قائم ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حاضر ہوا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد پر اتمام حجّت کیا اور دینِ اسلام سے آگاہ کیا۔ سوال فرمایا کہ تم عیسےٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا کیوں مانتے ہو حالانکہ وہ ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور مخلوق یعنی بشری حاجات رکھتا تھا پس وہ بشر تھا خُدا نہیں ہو سکتا۔

لوازماتِ بشریت کبھی خدا کی صفات اور خدا کے بیٹے کی صفات کبھی نہیں ہو سکتیں غرضیکہ اتمام حجّت کے بعد ہی آپؐ نے ان کو دعوتِ مباہلہ بامر خداوندی دی۔ قل تعالوا ندع ابنآءنا وابنآءکم ونسآءنا ونسآءکم وانفسنا وانفسکم ثمّ نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کسی انسان کو مکلّف اسی صورت میں کہا جا سکتا ہے جب اس پر اتمام حجّت ہو چکا ہو۔ اسی لئے جب حضرت مرزا صاحبؒ نے لوگوں کو دعوت مباہلہ دی تو پہلے اتمام حجّت فرمایا تاکہ مباہلہ کرنے والا یہ عذر نہ کرے کہ اس پر اتمام حجّت نہیں ہوا۔ تو کوئی یہودی، عیسائی، مجوسی وغیرہ جس کو تبلیغ اسلام کما حقّہٗ نہیں ہوئی وہ اپنے مسلک کے مطابق ہی ایمان سے عمل سے نجات اور اطمینان قلب حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر آگاہی حاصل ہو جائے تو پھر مواخذہ کے نیچے ہے۔

اعتقاد کا محاسبہ آخرت میں خدا تعالےٰ کے ہاں ہوگا۔ جس پر سورۃ حج کے انہی الفاظ کے مطابق یہ آیت بیان کی گئی ہے ان الذین اٰمنوا .............. ان اللہ یفصل بینھم یوم القیامۃ۔ اعتقادی اختلافات کا فیصلہ خدا تعالےٰ قیامت کے روز کرے گا۔ وہیں معلوم ہوگا کون حق پر تھا۔

پس ان آیات میں **قومی و پیدائشی تعصّبات کا قلع قمع کرنا اصل مقصود** ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض مسلمانوں نے بھی یہ ٹھوکر کھائی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انگریز یا جرمن یا دیگر مغربی اقوام یورپ و امریکہ کو اسلام سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اسلام تو صرف ہم پیدائشی مسلمانوں کا ہی حق ہے خواہ ہمارے اپنے نہ صحیح اعتقادات ہوں اور نہ عملِ صالح سے ہمیں کچھ نسبت ہو۔

لیکن جماعتِ احمدیہ نے امام وقت کی رہنمائی میں اس حقیقت سے آگاہی حاصل کی کہ اپنی اصلاح کرو۔ خُدا کے حکموں پر عمل کرو اور منہیات سے رُک جاؤ۔ قرآنی علم کو سائنس اور علمِ جدید کی روشنی میں تمام اہلِ جہان تک پہنچاؤ۔ تاکہ ان پر اتمام حجّت ہو اور وہ دینِ اسلام میں آ کر ایمان و عمل صالح سے نجات حاصل کر لیں۔ کیونکہ ایمان و عمل صالح کسی خاص فرد یا قوم کی میراث نہیں جو بھی اختیار کرے وہ اس کے پھل سے جو نجات ہے متمتع ہوگا۔ پیدائشی طور پر مسلمان ہونا اور رسمی باتوں میں آنکھیں بند کر کے اتباع ہوس و حرص کا شکار ہوتے چلے جانے میں نجات نہیں ہے۔

آمنت باللہ کا اقرار باللسان ہی کافی نہیں بلکہ تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان یعنی عمل سے اس یقین و ایمان کا اظہار ہونا لازمی ہے۔ اور اس پر خدا کے ہاں اسی دنیا میں فیصلہ ہوتا ہے۔ فیصلہ صرف اعتقاد پر ہی نہیں بلکہ عمل پر صادر ہوتا ہے۔ لیس بامانیکم ولا امانیّ اھل الکتاب۔ محض خواہش سے چاہے وہ نیک ہی ہوں کوئی چیز نہیں مل سکتی بلکہ عمل شرط ہے اور وہی نتیجہ خیز ہے۔ من یعمل سوء یجز بہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ دو باتیں واضح ہیں کہ اوّل قومی و نسلی و نسبی اور مذہبی تعصّب چھوڑ دو۔ کیونکہ تمام انسان یکساں ہیں۔ دوم اگر ایمان لائے ہو تو اس کے مطابق عمل بھی کرو۔ اور ایمان و عمل کا یکجا ہونا ہی تمہیں دوسروں سے ممتاز کر سکتا ہے ورنہ تمام انسان ایک صف میں کھڑے ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو، یہودی ہوں یا عیسائی۔

اسلام میں کامل توحید اور کامل عملِ صالح کی وضاحت موجود ہے جو عین فطرتِ انسانی کو اپیل کرتی ہے۔ اس لئے یہ سچ ہے کہ اسلام کے بغیر کامل نجات نہیں ہے۔ اور انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور اتباع کے بغیر نجات سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اسلام اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں جس کا اظہار اپنے عمل و کردار سے ہو تو یقیناً ہم ہر طرح کے حزن و ملال سے اور خوف و خطر سے نجات پا جائیں گے اور آخرت میں لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے گروہ میں شمار ہوں گے۔

---

# اخبارِ احمدیہ

---

**قراردادِ تعزیت** مورخہ ۲۸/۱۲ کو بعد از نماز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعت لاہور شاخ پشاور کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

"احباب جماعت پشاور و مضافات جناب میاں غلام حیدر صاحب تیمم مرحوم کی وفات حسرت آیات پر نہایت گہرے رنج اور غم کا اظہار کرتے ہیں۔ جناب میاں صاحب مرحوم جماعت میں ایک نہایت مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ حق گو اور نہایت ہمدرد بزرگ تھے۔ مجلس میں آپ کی باتیں نہایت مدلّل اور مؤثر ہوتی تھیں۔ جماعتی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ آپ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ ایک مخلص دوست اور بزرگ تھے۔ ان کی وفات سے جماعت ایک مخلص دوست سے محروم ہو گئی ہے۔

انّا للہ وانّا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

نمازِ جمعہ کے بعد آپ کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ قرار پایا کہ ایک کاپی اخبار پیغام صلح میں برائے اشاعت اور ایک کاپی مرحوم کے لواحقین کو بھیجی جائے۔"

مرسلہ: مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد احمدیہ پشاور

**درخواست دعا** خواجہ محمد نصیر اللہ صاحب سیکرٹری جماعت راولپنڈی اطلاع دیتے ہیں کہ:—

"مکرم مولانا بشیر احمد منٹو صاحب تقریباً دو ہفتہ سے بعارضہ بخار و زکام و کھانسی بیمار چلے آ رہے ہیں۔ بخار کو تو اب آرام ہے مگر زکام اور کھانسی کی شدت ابھی موجود ہے۔ احباب کرام محترم منٹو صاحب کی شفائے کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ موصوف پرانے خادم سلسلہ ہیں۔"

**ایک ضروری اطلاع:** انجمن نے فیصلہ فرمایا ہے۔ اس سال بھی جلسہ سالانہ پر دوپہر کا کھانا حسب دستور سابق دیا جائے۔ احباب اور خواتینِ سلسلہ نے بھی اسی انتظام کو پسند کیا ہے۔ اس لئے جلسہ کمیٹی اپنا فیصلہ واپس لیتی ہے۔ جن جن جماعتوں اور احباب نے اپنی قیمتی آراء سے ہمیں نوازا ہے ہم آپکے شکر گزار ہیں۔ والسلام۔ میاں فضل احمد مہتمم جلسہ سالانہ

مکرم جناب راجہ عبدالمجید صاحب۔ چھ کسی۔

# حق و صداقت کا قرآنی معیار

(قسط نمبر ۳)

شاہ فیصل مرحوم کا آئین میں ترمیم کے لئے سابقہ وزیر اعظم بھٹو کو مجبور کرنے کا انکشاف مولوی منظور احمد چنیوٹی نے ۱۸ فروری ۱۹۷۷ء کو پاکستان قومی اتحاد کے جلسہ دھوبی گھاٹ (لائل پور) میں تقریر کرتے ہوئے کیا تھا:

"جن دنوں میرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک چل رہی تھی میں سعودی عرب میں تحریک ختم نبوت کا کام کر رہا تھا۔ میں نے شاہ فیصل مرحوم کو میرزائیوں کے بارے میں تمام حقائق سے آگاہ کیا۔ جس پر انہوں نے وزیر اعظم بھٹو پر زور دیا کہ میرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاوے۔ اور الٹی میٹم دیا۔ کہ اگر میرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا تو کسی پاکستانی کو حج بیت اللہ شریف کے لئے سعودی عرب آنے کی اجازت نہ دی جاوے گی۔ انہوں نے کہا کہ ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی نے اس بارے میں فیصلہ کرنا تھا۔ اس سے ایک روز قبل یعنی ۶ ستمبر کو پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر الخطیب نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی اور انہیں شاہ فیصل کا پیغام پہنچایا۔ جس پر مجبوراً انہیں میرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔" (ہفت روزہ پاکستانی لائل پور۔ ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۳)

**اس فتوے کے بعد کے حالات** شاہ فیصل کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ تاکہ وزیر اعظم بھٹو کو جب اللہ تعالیٰ گرفت کرے۔ تو وہ اس کو دیکھ نہ سکیں اور نہ کوئی امداد کر سکیں۔ آپ انصاف سے کہیں کہ جار جولائی ۱۹۷۷ء کو پاکستان میں عوام میں سے کس کو امید تھی کہ بھٹو صاحب بھی کبھی پاکستان کی وزارت عظمیٰ چھوڑیں گے۔ لیکن پانچ جولائی کی رات جو واقع ہوا اس کی کسی کو امید نہ تھی۔ کیا بھٹو صاحب کی گرفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی یا نہیں۔

آپ غور فرماویں کہ مرزا صاحب کے الہامات جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ پاکستان کی اسمبلی کے ممبر صاحبان جنہوں نے یہ فتوے لگایا تھا۔ آیا اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے یا نہیں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہیں یا نہیں۔

کیا کوئی ایسا ممبر رہ گیا ہے جو گرفتار نہ ہوا ہو۔ کیا ان سب ممبران کا احتساب ہو رہا ہے یا نہیں۔ کیا ان کے پاپ ان کے سامنے آ رہے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ سب کچھ سچ ہے۔ تو ان ممبران کے لئے توبہ کا وقت ہے۔ دین کا معاملہ اگر دنیاوی اسمبلیاں طے کر سکتی ہوتیں تو آدم سے لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نبیوں کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر رسول کریم صلعم کے بعد مجددین اور محدثین اور اولیاء اللہ کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ جو کچھ ہوا قرآن کریم کی آیت لا اکراہ فی الدین، یعنی دین میں جبر نہیں کے خلاف ہوا۔ خدا اس پر خاموش نہیں بیٹھے گا۔ اس کے آخری نبی کے دین میں مداخلت کی گئی ہے۔ اس کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔

شاہ فیصل کی سفارش سے جو ترمیم آئین میں کی گئی اس کے مطابق بھی "جماعت احمدیہ لاہور" "غیر مسلم" اقلیت کے زمرہ میں نہیں آ سکتی۔ کیونکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے۔ اور ان کے بعد قیامت تک کسی نبی کا آنا نہیں مانتی زبردستی تو جس جماعت کو حکومت وقت چاہے، 'غیر مسلموں' کے زمرہ میں ڈال دے۔ لیکن اصولی طور پر تو وہی جماعت اس ترمیم کے تحت 'غیر مسلم' اقلیت قرار دی جا سکتی ہے۔ جو رسول کریم کے بعد نبی کا آنا مانتی ہو گی۔

اگر "جماعت احمدیہ قادیان" اس لئے "غیر مسلم" قرار دی گئی ہے کہ وہ ایک نیا نبی لاتی ہے تو ان ساری جماعتوں کو کیوں چھوڑ دیا جو حضور کے بعد پورا نبی لاتی ہیں اور اس پر وحی نبوت کا ۳۵ سال تک آنا تسلیم کرتی ہیں۔ اور جماعت احمدیہ لاہور، جو رسول کریم صلعم کی ختم نبوت پر قطعی اور غیر مشروط ایمان رکھتی ہے۔ حضور صلعم کے بعد کسی نبی کو نہیں لاتی اس کو ناجائز اور زیادتی سے 'غیر مسلم' اقلیتوں میں شامل کیوں کر دیا ہے؟ یہ درست ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور، حضرت مرزا صاحب کو قرآن کریم کے حکم اور رسول کریم صلعم کی احادیث کے تحت مجدد۔ مسیح موعود اور مہدی مانتی ہے۔ اور یہ سلسلہ مجددین رسول کریم کے بعد گذشتہ تیرہ صدیوں سے جاری ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ سوئم میں بدیں الفاظ مجدد ہونے کا دعوے کیا ہے:—

"مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔ اور روحانی طور پر اس کے کمالات حضرت مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بشدت مناسبت اور مشابہت ہے۔"

حضرت مرزا صاحب کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ ان کے بعد مولانا نور الدین حضور کے جانشین ہوئے۔ ان کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ ان کے بعد میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے عقیدہ تکفیر مسلمانان ایجاد کیا۔ کہ جو حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس کے ثبوت میں کوئی جواز چاہیئے تھا۔ تو دوسرا عمل یہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب کی طرف یہ بات منسوب کی کہ آپ نے ۱۹۰۱ء میں اپنے دعوے میں تبدیلی کر لی تھی۔ ان کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے سن ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ کر کے اپنی خلافت قائم کر لی۔ جن لوگوں نے نبوت اور تکفیر مسلمانان کے معاملہ میں ان سے اتفاق کر کے ان کی بیعت کر لی وہ "فرقہ احمدیہ قادیان" کہلائے۔ اور جنہوں نے اس کو حضرت مرزا صاحب کے مسلک کے خلاف سمجھا انہوں نے مولانا محمد علی رح کی قیادت میں قادیان سے لاہور آ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھ کر حضرت مرزا صاحب کی صحیح تعلیم پر قائم رہتے ہوئے ان کی منشاء کے مطابق تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کریم کا کام شروع کر دیا۔ یہ لوگ "فرقہ احمدیہ لاہور" کہلائے۔

ان دونوں فرقوں میں سے کونسا فرقہ حضرت مرزا صاحب کے صحیح مسلک پر ہے؟ اس بارے میں میں ذیل میں پانچ حوالے دیتا ہوں۔ جن سے یہ ظاہر ہو جاوے گا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوے نبوت کا یا مجدد صدی چہاردہم کا تھا۔ اور کونسی جماعت ان کے مسلک پر قائم ہے:—

(۱) بحوالہ اخبار الحکم مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۱۱ء:— خود میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے (آنحضرت صلعم کو) خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔"

(۲) تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء: میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:—

"آنحضرت صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ سو سال گذر گئے کہ کسی شخص نے نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔"

(۳) **حضرت میرزا صاحب کا دعوے اور مولوی نور الدین کا اعتقاد:—**

مولانا نور الدین صاحب ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو اپنے ایک خط میں سردار احمد عجب خان کو لکھتے ہیں:—

"میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین کرتا ہوں۔ میں ان کو راستباز مانتا ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ النبی العربی المکی المدنی خاتم النبیین کا غلام اور اس کی شریعت کا تہ دل سے خادم مانتا ہوں۔ اور مرزا صاحب خود اپنے آپ کو جان نثار غلام نبی عربی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف کا مانتے تھے۔ نبی کے معنے لغوی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر خبر دینے والا ہم لوگ یقین کرتے ہیں۔ نہ شریعت لانے والا۔ مرزا صاحب اور میں خود جو شخص ایک لفظ قرآن شریف کا اور شریعت محمد رسول اللہ کا نہ مانے میں اسے کافر اور لعنتی یقین کرتا ہوں۔ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب کا تھا۔ کوئی رد کرے یا نہ مانے یا منافق کہے۔ اس کا معاملہ حوالہ بخدا۔"

(۴) مفتی محمد صادق ایڈیٹر اخبار بدر قادیان اپنے دورہ ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے اخبار البدر مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء مولانا شبلی صاحب کے ساتھ ملاقات کے

ذکر میں لکھتے ہیں :۔

" مولوی شبلی صاحب کی زیارت کے لئے اُن کے مکان پر پہنچے ........ دریافت فرمایا کہ " کیا ہم لوگ مرزا صاحب مرحوم کو نبی مانتے ہیں "؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس بارے میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ آنحضرت صلعم خاتم النبییّن ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پُرانا۔"

(۵) میر محمد سعید صاحب امیر جماعت حیدر آباد دکن فرماتے ہیں :۔

" حضرت مرزا صاحب نے صرف محدّث ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ نہ نبی حقیقی ہونے کا جو خاتم النبیّین کے منافی اور لانبی بعدی کے خلاف ہے۔" (انوار اللہ صفحہ ۲۶۹۔ مطبوعہ ۱۹۰۴ء)

مندرجہ بالا پانچ حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مولانا نورالدین صاحبؓ جانشین اوّل نے لکھا ہے کہ :۔

مرزا صاحب کا دعوےٰ مجدّد ہونے کا ہے۔ ۱۹۱۴ء تک مرزا محمود احمد صاحب مرحوم بھی رسولِ کریم صلعم کو خاتم النبیّین مانتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۴ء کے بعد حضرت مرزا صاحب کی طرف نبوّت کا دعویٰ غلط طور پر منسوب کر کے اور دیگر مسلمانوں کو کافر قرار دے کر اپنی خلافت کی بنیاد رکھی اور مخالف مولوی صاحبان جو مرزا صاحب کی طرف دعوےٰ نبوّت منسوب کرتے رہے اور حضرت مرزا صاحب ساری عمر حلفیہ بیان دے کر دعوےٰ سے انکار کرتے رہے۔ میاں محمود احمد بھی ان کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ اس طرح مرزا صاحب کو مجدّد سے نبی بنا کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی مناسبت اور مشابہت میں جو کسر رہ گئی تھی وہ پُوری کر دی۔

ان حوالوں سے فرقہ احمدیہ لاہور، حضرت مرزا صاحب کے صحیح مسلک پر قائم نظر آتا ہے اور یہی فرقہ دُنیا میں واحد ہے۔ جو پاکستان کی مرکزی اسمبلی کی آئین میں ترمیم کے مطابق رسول کریم صلعم کی ختم نبوّت پر غیر مشروط اور قطعی ایمان رکھتا ہے۔ اور مسلمان کہلانے کی حق دار ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے عقائد کے مطابق رسولِ کریم کے بعد کسی نئے یا پُرانے نبی کا آنا نہیں مانتا۔ دوسرے سب فرقے رسول کریم صلعم کے بعد ایک پُرانے نبی کا آنا مانتے ہیں۔ اور ایک فرقہ نئے نبی کو لاتا ہے۔ اور فرقہ احمدیہ لاہور کے لئے ہی حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ فرماتے ہیں :۔

" یہ مت خیال کرو۔ کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا بیج ہو جو زمین میں بویا گیا ہے۔ کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھُولے گا اور ہر ایک طرف اس کی شاخیں نکلیں گی اور بڑا درخت بن جاوے گا۔ پس مُبارک وہ ہے جو خُدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ تا خُدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوےٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا۔ وہ خُدا کا کچھ نقصان نہیں کرے گا ــــ مگر جو لوگ اخیر تک صبر کریں گے۔ ان پر مصائب کے زلزلے آویں گے۔ قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دُنیا سخت کراہت کے ساتھ پیش آوے گی۔ وہ آخر کار کامیاب ہوں گے۔"

پھر فرمایا :۔

" خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت ہے۔ جیسا کہ خُدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔"

پھر فرمایا :۔

" اگر تم صاف دل ہو کر اس طرف آ جاؤ تو ہر راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔" (باقی ـ باقی)

## ہفت روزہ پیغام صلح

خود پڑھنے کے بعد دوسرے احباب تک پہنچائیں۔

# مکتُوبِ امریکہ

جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب آنریری مسلم مشنری شکاگو سے اپنے تازہ ترین خط میں رقمطراز ہیں :۔

" پیغام صلح میں جناب سیکرٹری صاحب کی طرف سے تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹ ماہی پڑھ کر خوشی ہوئی کہ انجمن نے قرآن مجید مترجم انگریزی و دیگر اسلامی کتابوں کے سٹ یورپ کی لائبریریوں میں بھیجنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کر دیا ہے۔ جو چند مجبوریوں کی وجہ سے رُکا ہُوا تھا۔"

خاکسار کو بھی اتفاقاً اس کا احساس بغیر کسی بیرونی تحریک کے ماہِ رمضان میں پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ مَیں نے ایک سو جلد کا آرڈر ڈاکٹر عبدالسلام کو شکاگو میں دیا اور انہیں تقریباً چھ ہزار روپے کا بنک ڈرافٹ بھی بھیج دیا۔ انہوں نے ۸۰ جلد ترجمۃ القرآن انگریزی عام جلد اور ۲۰ جلد قرآن مجید انگریزی سنہری جلد بھیج دیئے ہیں۔

مَیں ان کو مختلف لائبریریوں اور کانگرس کے ممبران کو بھیجوں گا۔ چند مشہور لائبریریوں کی فہرست تیار کر لی جاوے۔ اور ان کو ہر سال ان کُتب کے سٹ بھیجے جایا کریں کہ اتنی بڑی لائبریری میں صرف ایک سٹ سے کام نہیں چل سکتا۔ بعض اوقات کُتب بھی گم ہو جاتی ہیں۔

خاکسار نے عیدالفطر فلاڈیلفیا میں ادا کی۔ ۱۹۶۰ء میں خاکسار نے عید نماز ادا کرنے کی فلاڈیلفیا میں بنیاد ڈالی تھی اور خاکسار نے ہی نماز پڑھائی اور خطبہ دیا تھا۔ اس عید پر نمازیوں کی تعداد پچاس تھی۔ اس سال میرا فلاڈیلفیا جانے کا اتفاق اچانک ہو گیا۔ اور نماز اس شہر میں ادا کرنی پڑی اور نمازیوں کی تعداد مستورات اور بچوں کو شامل کر کے ساڑھے تین ہزار تھی جس میں اکثریت بلالی مسلمانوں کی تھی اس میں دس فیصدی کے قریب دیگر ممالک کے مسلمان شریک تھے۔

مقامی احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کے پریذیڈنٹ مولوی عبدالجلیل صاحب سے معلوم ہُوا کہ جماعت کے ممبران نے عیدالفطر کی نماز اپنے مرکز پر ادا کی جس میں اپنی جماعت کے علاوہ دیگر مسلمان بھی کثرت سے شریک ہوئے۔ نماز کے بعد دن کا بقیہ شہر سے دور پارک میں گذارا گیا جہاں خورد و نوش کا انتظام تھا۔

میری صحت پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ علاج جاری ہے۔ دُعا فرماویں کہ اللہ کریم مکمل شفا عطا فرماوے۔

# تبلیغی خط و کتابت ـ سلسلہ ۲

زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اسلام فطری مذہب سے کہیں زیادہ عملی دین ہے۔ ابھی سے آپ اس دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ اس سے عملی خلوص آپ کو معاشرہ و ملت میں ایک منفرد و مبارک مقام عطا کرنے کا موجب ہو گا۔ مُبارک ہے وہ شخص جو اسلام کے شیریں پھل کھاتا ہے اور اس کے ثمرات سے دوسروں کو متمتع کرتا ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ایک سچا اور پکا مُسلم مومن بنائے اور اپنی رضا کی راہیں آپ پر آسان کرے۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ سر دست آپ کو قرآن کریم نہیں بھیجا جا رہا۔ جب آپ اگلی کلاسوں میں جائیں گے تو ہم آپ کی یہ خواہش بھی ضرور پُوری کریں گے۔ انشاءاللہ العزیز امید ہے آپ سلسلہ خط و کتابت جاری رکھیں گے۔ زیادہ دُعائیں۔

## جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

تاریخہائے جلسہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ذہن نشین رکھئے۔ ۲۶ دسمبر کو خواتین کا جلسہ اور دستکاری کی نمائش ہو گی۔

مکرم جناب شیخ عبدالحق صاحب ۔ کراچی ۔

# حضرت مریمؑ اور ابنِ مریمؑ کی خصوصیات

## بروئے تفسیر ابنِ کثیر

## قرآن کریم اور انجیل سے ان کی تردید

ہمارے علمائے اسلام جو مسیح ناصری کی ہر بات کو پیدائش سے لے کر ان کے مرنے تک جملہ انبیائے کرام کے مقابلہ میں ان کی شان نرالی مان رہے ہیں ۔ اس پر مزید یہ کہ قرآن کریم کی آیت مقدسہ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر ........ کی غلط تشریح کر کے عیسائی پادریوں کی تصدیق کرتے ہیں ۔ کہ فی الواقع مسیح ناصری حقیقی مُردوں کو زندہ کرتے تھے ۔

(۲) غیب کی خبریں دیا کرتے ۔

(۳) خلقِ طیور ' بقول بعض مفسرین چمگادڑ بھی انہوں نے بنایا ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ بالخصوص یہ صحیح ہو ۔ تو پھر دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے عظیم الشان معجزوں کا کوئی نتیجہ تو ظاہر ہونا چاہیئے تھا ۔ آخر معجزات کوئی بچوں کا کھیل تو نہیں ہیں ۔ ان کے دکھلانے کی غرض تو ہونی چاہیئے ۔ تا انسان ان کو دیکھ کر صداقت کو قبول کرے ۔

[illegible] انجیل سے ثابت ہے کہ جب یہودی مسیح کے پکڑنے میں کامیاب ہوگئے ۔ تو سب آپ کے سب کے سب حواری بھاگ گئے ۔ ایک حواری نے تو تیس کھوٹے دِرموں پر مسیح کو پکڑوا دیا ۔ اور دوسرا حواری پطرس جس کو جناب مسیح نے بوجہ اخلاص بطور خوشنودی کے چابیاں عطا فرما دی تھیں ۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹی قسم کھا کر اعلان کیا ۔ کہ [illegible] مسیح کو نہیں جانتا ۔ جب ان کی قسم کو مشکوک ٹھہرایا گیا تو اس نے برملا جناب مسیح پر لعنت کی ۔

[illegible] کے متعلق تو ایسا کہا جا سکتا ہے ۔ کہ انہوں نے معجزات کا اچھا اثر قبول نہیں کیا ۔ مگر حواریوں پر جو [illegible] انہوں کہنے اور ماننے والوں پر تو ان معجزات کا اثر ان کی زندگی میں نمایاں طور پر نظر آنا چاہیئے تھا ۔ لیکن یہ عجیب امر ہے کہ جناب مسیح حقیقی مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں ۔ یہودی اور حواری اس کو دیکھ رہے ہیں ۔ مگر ان کا اثر نہ یہودیوں پر ہوا ہے نہ ہی ان کے اپنے حواریوں پر ۔

ہمارے علمائے اسلام تو اس وقت موجود نہ تھے ۔ اور نہ ہی انہوں نے انجیل کو غور سے پڑھا ہے ۔ اور نہ ہی دنیا کی مذہبی تاریخ سے وہ واقف ہیں خواہ مخواہ حیاتِ مسیح کی محبت میں گرفتار ہو کر قرآن کریم کی غلط تفسیر کر کے عیسائیت کی لاش میں زندگی پیدا کرنے کی بے سود کوشش کر رہے ہیں ۔ چنانچہ اس کا ادنےٰ سا ثبوت وہ روایات ہیں جو تفسیر ابن کثیر اردو میں جناب مسیح اور حضرت مریم کے متعلق مندرج ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں :-

**پہلی روایت** } "اللہ تعالےٰ نے آپ کے پاس (حضرت مریم کے پاس) اپنے اس فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا ۔ وہ پوری شکل انسانی میں آپ پر ظاہر ہوئے ۔ یہاں رُوح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں ........ ابی بن کعب کہتے ہیں کہ روزِ ازل سے جب کہ ابن آدم کی تمام رُوحوں سے خدائی کا اقرار لیا گیا ۔ اُن رُوحوں میں حضرت عیسےٰ کی بھی رُوح تھی ۔ اس رُوح کو بصورت انسان خدا کی طرف سے بھیجا گیا ۔ اسی رُوح نے آپ سے باتیں کیں ۔ اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی ۔ " (ابن کثیر تفسیر سورہ مریم صفحہ [illegible])

اس روایت کے گھڑنے والے کو اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی صفات اس کے ارادے کے ماتحت کام کرتی ہیں ۔ جب تک ان صفات میں کسی ایک کا اظہار نہیں ہوتا ۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی صفت اللہ تعالےٰ میں روزِ ازل سے بالقوٰی موجود تھی ۔ جب اس نے اپنی اس صفت کا اظہار فرما دیا ۔ تو اس کی وہی صفت بالقوٰی صفت بالفعل ملائے گی ۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن

فیکون ۔ اس کے برخلاف یہ تسلیم کرنا ۔ کہ روحیں ازل سے ہی خدا کے ساتھ تھیں اور حضرت عیسٰیؑ کی رُوح بھی اُنہیں رُوحوں میں موجود تھی ۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسٰیؑ کی رُوح بھی روزِ ازل سے خدا کی ذات میں شریک ہوئی ۔

ایسا عقیدہ رکھنا اسلام کے نزدیک شرک اور کفر ہے ۔ اب رہا امرِ میثاق ارواح کہ الست بربکم قالوا بلٰی ۔ اس سے مراد ارواح کی وہ پیدائش ہے جو علمِ الٰہی میں بالقوٰی موجود ہے ۔ اس کے سمجھنے کے لئے خود انسان کی اپنی ذات کافی ہے ۔ جب وہ اپنے ارادے یا مقصد کو مدِنظر رکھ کر کوئی مشین بنا لیتا ہے ۔ جب یہ مشین موجود نہ تھی ۔ تب بھی انسان میں اس مشین بنانے کی صنعت بالقوٰی موجود تھی ۔ جب اس نے مشین بنا لی ۔ تو اس کی وہی صفت بالفعل میں تبدیل ہوگئی ۔

**رُوح کیسے بنی یا اس کی پیدائش** } ثابت شدہ واقعات سے رُوح کی پیدائش اس طرح پر ہے ۔ کہ جب انسانی مادہ تولید رحم مادر میں قرار پا جاتا ہے ۔ تو باہمی مرکب مادہ رحم مادر میں رفتہ رفتہ قالب کی صورت اختیار کرتا چلا جاتا ہے ۔ جب اس مادہ سے بچے کا پورا قالب طیار ہو جاتا ہے ۔ تو خدا تعالےٰ کی قدرت اور حکم سے اسی قالب میں رُوح پیدا ہو جاتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔

" انشانہ خلقاً آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین "

اس لئے یہ ناممکن ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کی رُوح جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی ۔ اس کے متعلق کہا جائے کہ اس کو بشکلِ انسان مریم کی طرف بھیجا گیا ۔ اور پھر وہی رُوح باتیں کرتے کرتے حضرت مریم میں حلول کر جائے ۔ ایسا عقیدہ درحقیقت ، دہریوں ملحدوں ۔ اور بے دینوں کا ہو سکتا ہے ۔ کسی مسلمان کہلانے والے کا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے یہ روایت فرضی ، جھوٹی اور مردود معلوم ہوتی ہے ۔

**اسی سلسلہ میں دوسری فرضی اور جھوٹی روایتیں** } ا ـــ حضرت مریم نے فرمایا کہ

ا ـ خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر مجھ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام بولتے تھے ۔ اور مجمع میں خدا کی تسبیح بیان کرتے تھے ۔

ب ـ حضرت جبرائیل نے ان کے کُرتے کے گریبان میں پھونک ماری جس سے انہیں بحکم خدا حمل ٹھہر گیا ۔ اب وہ سخت گھبرائیں ............. کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھلاؤں گی ۔ کہ اپنی بریت کروں ۔ [illegible] ذکوان [illegible] کا ........

ج ـ جب وہ اپنے خالو کی بیوی (حضرت زکریا کی بیوی) کے پاس گئیں ۔ آپ سے معانقہ کرنے لگیں ۔ خدا کی قدرت [illegible] تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہوگئی ہوں ۔ آپ نے (یعنی مریم فرمایا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ گذرا ........ کیونکہ یہ گھرانہ نبی کا گھرانہ تھا ۔ وہ قدرتِ خدا اور صداقتِ مریم پر ایمان لائیں ۔

د ـ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں ۔ تو خالہ صاحبہ یہ محسوس کرتیں کہ گویا ان کا بچہ بھانجی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور ان کی عزت کرتا ہے ۔

ہ ـ حضرت یحیےٰ کی والدہ اکثر حضرت مریم سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے ۔

و ـ جمہور کا قول یہ ہے ۔ کہ آپ (حضرت عیسٰیؑ) نو مہینے تک حمل میں رہے ۔ عکرمہ فرماتے ہیں آٹھ ماہ تک ۔ ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ حمل کے ساتھ ہی بچہ ہوگیا ۔

(تفسیر ابن کثیر اردو ۔ سورۃ مریم ۔ صفحہ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶)

اور بھی اس قسم کی روایتیں ہیں مگر [illegible] ان کو ترک کرتا ہوں ۔

**علمائے کرام کے لئے مقام غور** } عجب ثم العجب ۔ ہمارے علمائے [illegible] رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور مقدس [illegible] حضرت مریم کے متعلق عقیدہ یہ ہو [illegible] حضرت مریم کے متعلق [illegible] جب بچے کا پورا قالب تیار ہو چکتا ہے ۔ تب [illegible] اسی قالب میں رُوح پیدا [illegible] دنیا کے سامنے [illegible]

[illegible] بیٹے جو ابھی اپنی والدہ مقدسہ کے پیٹ میں تھے ۔ [illegible] قالب

ان کا طلبہ نہ ہوا تھا۔ ان کے متعلق راوی صاحبان مسیر فرماتے ہیں کہ (۱) وہ اپنی ماں سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر (۲) مجمع میں اللہ تعالٰے کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ (۳) مریم کی خالہ کا بیٹا بھی حالت حمل میں حضرت عیسٰیؑ کی عزت کیا کرتا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (۴) ان کو سجدہ بھی کیا کرتے تھے۔ اور بقول ابنِ عباس (۵) حمل کے ساتھ ہی مریم کو بچہ ہو گیا۔

میں حضرات علمائے کرام سے صرف یہ عرض کروں گا کہ ایسی باتیں تحریر فرما کر مذہب میں بدترین عجوبہ پرستی کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے یا نہیں ؟ اور کیا وہ ان روایات کو قرآن کریم کے مطابق سمجھتے ہیں ؟

اب میں ان روایات کو پیش کرتا ہوں جو حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریمؑ کے متعلق عیسائیوں کی الہامی کتاب بائبل میں پائی جاتی ہیں :۔۔۔

## حضرت عیسٰیؑ کے متعلق

(۱) "دوسرے دن یسوع نے گلیل جانا چاہا اور فلپس سے مل کر کہا کہ میرے پیچھے ہو لے ۔۔۔۔۔۔۔ فلپس نے نتن ایل سے مل کر کہا۔ کہ جس کا ذکر موسٰے نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔" (انجیل یوحنا۔ باب اول۔ آیات ۴۳ تا ۴۵)

(۲) "پس یہودی اس پر بڑبڑانے لگے اس لئے کہ اس نے کہا تھا۔ کہ جو روٹی آسمان سے اُتری وہ میں ہوں۔ اور انہوں نے کہا :۔
کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں۔"
(انجیل یوحنا باب ۶۔ آیات ۴۱ و ۴۲)

(۳) "الیعزر سے متان پیدا ہوا اور متان سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا۔ جو مسیح کہلاتا ہے۔" (انجیل متی۔ باب اوّل۔ آیت ۱۶ و ۱۷)

الغرض بائبل میں ستر سے زائد مرتبہ مسیح ناصری کو یوسف کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ ان حوالجات میں حضرت مریم کی گواہی جو مسیح ناصری کے ماں ہے۔ جن کو خوب علم ہے کہ حضرت مسیح کا باپ کون ہے۔ وہ گواہی دیتی ہیں کہ ان کے بیٹے مسیح کا باپ ان کا شوہر یوسف ہے۔

ہمارے مولوی صاحبان کو چاہیئے کہ کفر کے فتاوٰی دے کر مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی بجائے اس مسئلہ کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے انجیل کو پڑھیں، اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب جو انہوں نے وفد نجران کو ان کے سوال کرنے پر کہ حضرت عیسٰیؑ کا باپ کون ہے، مسلمانوں کے سامنے لائیں۔ تاکہ اصلیت کھل کر مسلمانوں کے سامنے آجائے۔

## حضرت مریمؑ کے متعلق

بائبل میں حضرت مریم کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے ان میں سے چند حوالہ جات درج ذیل ہیں :۔

۱۔ تیسرے روز قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی۔ یسوع کی ماں وہاں تھی۔ یسوع کی ماں نے اس کو (ابنِ مریم کو) کہا۔ کہ ان کے پاس مے (شراب) نہیں رہی یسوع نے اُس سے کہا (یعنی ماں کو) اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے۔
(انجیل یوحنا۔ باب ۲۔ آیت ۳ و ۴)

۲۔ "پھر اس کی ماں اور بھائی آئے اور باہر کھڑے ہو کر اسے بلوا بھیجا ۔۔۔۔۔۔۔ انہوں نے اس کو کہا۔ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ان کو جواب دیا کون ہے میری ماں اور میرے بھائی اور ان پر جو اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے نظر کر کے کہا۔ دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو خدا کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی ہے میری بہن اور ماں ہے۔" (انجیل مرقس۔ باب ۳۔ آیت ۳۴ و ۳۵)

"کسی نے اس سے کہا۔ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں۔ اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی۔ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی میری بہن اور میری ماں ہے۔"
(انجیل متی۔ باب ۱۲۔ آیت ۴۷ تا ۵۰)

برادرانِ اسلام کے سامنے مشتِ از خروارے ان روایات کو پیش کیا ہے جو نومسلم عیسائی صاحبان کے ذریعہ اسلامی لٹریچر میں راہ پا گئیں اور عیسائیوں کی الہامی کتاب بائبل سے بھی۔ اب یہ ان کا کام ہے کہ مسئلہ کی اصلیت دریافت کریں۔

متفق اور صحیح حدیث ہے کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس زمانہ میں علماء اشرّ الناس ہوں گے۔

جماعت احمدیہ لاہور کا کوئی عقیدہ خلاف اسلام نہیں۔ ہمارے عقائد اور صحابہ کرام کے عقائد میں بال برابر اختلاف نہیں۔ حقیقی معنوں میں "ختم نبوت" کے ہم قائل ہیں۔ کیونکہ ہمارے عقائد کے مطابق کوئی شخص جو ختم نبوت کا منکر ہو۔ حضرت مجدد الوقت کے ارشاد کے مطابق ہم اسے اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ مگر ہمارے علمائے کرام "ختم نبوت" کے منکر ہیں کیونکہ وہ بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کے حقیقی نزول کے قائل ہیں۔ جو نبی تھے۔

اس لئے برادرانِ اسلام کو چاہیئے کہ وہ علماء سے پوچھیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کو کس بنا پر کافر قرار دیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی کا دائرہ کار ملک کی اصلاح اور تنظیم ہے۔ اس کو مذہبی معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ اور جس کو اللہ اور اس کا رسول مسلمان قرار دیتا ہو۔ اس کو کوئی شخص خواہ وہ سابقہ وزیر اعظم ہی کیوں نہ ہو۔ اسلامی ہیرو بننے کے لالچ میں نیز اپنی کرسی کی مضبوطی کے لئے جماعت احمدیہ لاہور کو "غیر مسلم" قرار نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے ہم مسلمان ہیں۔ اور ہمارا اوڑھنا بچھونا۔ جینا مرنا اسلام سے وابستہ ہے۔

---

# تقریب سعید

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر مسرت و انبساط کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ مورخہ ۳۰، اکتوبر ۱۹۷۸ء بروز سوموار ۴½ بجے شام عزیز ڈاکٹر مظہر الحق زعیم خلف الرشید چوہدری فضل حق صاحب ریٹائرڈ انکم ٹیکس کمشنر (و سابق ناظم دار السلام و جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) کا نکاح ہمراہ عزیزہ امیلہ شوکت بنت جناب کرنل محمود شوکت، بعوض مبلغ بیس ہزار روپیہ حق مہر پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح محترم این۔ اے فاروقی صاحب نے پڑھا۔ اس مبارک موقع پر ڈاکٹر مظہر الحق زعیم صاحب نے ایک ہزار روپیہ مسجد احمدیہ دار السلام کی تعمیر و تزئین کے لئے عنایت فرمایا، اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے بھائیوں جناب فاروق لے چوہدری اور جناب احتشام الحق صاحبان نے بھی مسجد فنڈ میں ایک ایک ہزار روپیہ دیا۔ جناب احتشام الحق صاحب نے پانصد روپیہ مد اشاعت قرآن فنڈ میں بھی مزید براں عطا فرمایا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالٰے اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کے لئے باعث خوشی و برکت بنائے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد (ادارہ)

---

ادارہ پیغامِ صلح کی طرف سے
قارئین کرام کی خدمت میں
عید مبارک

# اقصائے عالم میں

## احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بے نظیر خدمات کا اعتراف

## حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر

فرمایا "میں اپنی تقریر کا افتتاح اس مشہور دعا سے کرتا ہوں جو ہر مسلمان کی شب و روز کی دعا ہے۔ اور جس نے قرآن کو نہ ماننے والوں سے بھی خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ چونکہ دعا کرنے والا درحقیقت بارگاہِ الٰہی میں سائل کے طور پر حاضر ہوتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم بھی اپنے ظاہر و باطن میں ایک تغیر پیدا کریں۔

ظاہری رنگ میں یوں کہ ہم سب کے سب ایک سائل کی طرح کھڑے ہو جائیں۔ (سوائے اس کے جو میری طرح کمزوری کی وجہ سے کھڑا ہونے سے معذور ہوں) اور باطنی رنگ میں یوں کہ ہمارے دلوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ جس طرح ایک سائل اپنے آپ کو عاجز اور کمزور پا کر ایک غنی کے در پر جاتا ہے۔ ہم بھی اپنی کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے خدا کے دروازے پر آئے ہیں۔

تم کتنے بھی صاحب علم اور مالدار ہو خدا کے سامنے تمہاری حیثیت ایک فقیر سے زیادہ نہیں۔ واللہ غنی و انتم الفقراء واللہ الغنی الحمید تو آیئے ایک فقیر کی طرح خدا کے دروازے پر کھڑے ہو کر صدائیں بلند کریں اور اس کام میں جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا تھا اپنے عجز اور کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے اس طاقتور بادشاہ سے مدد مانگیں جو پہلے بھی ان لوگوں کی جو اس کے ہو جاتے ہیں زبردست نصرت فرماتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی اس کا وعدہ ہے کہ جو اس کا ہو جائے گا وہ اس کی بھی اسی طرح نصرت فرمائے گا۔ جس طرح اس نے برگزیدہ بندوں کی فرمائی۔

**بارگاہِ الٰہی میں پہلی صدا** ہم درماندہ درویشوں کی پہلی صدا اس بارگاہِ عالی میں جو تمام جہانوں کی ربوبیت فرماتا ہے۔ یہ ہے الحمد للہ رب العالمین۔ اے تمام مخلوق کی ربوبیت فرمانے والے تو نے اپنے بندوں پر مادی رزق کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی مادی طاقتوں کو ان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ مگر مادی رزق کی فراوانی اور ظاہری کشش انہیں تجھ سے غافل کر کے ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس لئے تو ان پر روحانی رزق کے دروازے کھول تاکہ یہ نسلِ انسانی تباہی اور بربادی سے بچ کر اپنے حقیقی کمال کو حاصل کر لے۔ اے خدا جو ہمیشہ انسانوں کی روحانی ربوبیت فرماتا رہا ہے۔ اور جس نے بالآخر ساری نسلِ انسانی کی روحانی ربوبیت کے لئے اپنا آخری نبی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنا آخری اور کامل پیغام قرآن مقدس بھیجا تو اب نسلِ انسانی کی ربوبیت کے لئے اپنے قرآن اور اپنے پیغمبر کی قبولیت کی ہوا چلا دے۔ اور ہمیں بھی وہ سامان عطا فرما کہ تیرے قرآن اور پیغمبر کی خوبصورت تصویر ساری دنیا میں پہنچا دیں۔

**دوسری صدا** اور ہماری دوسری صدا ارحم الراحمین۔ کے دروازے پر الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ اے رحمتوں کے سرچشمے تو اس نسلِ انسانی پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور ان کے گناہوں کی سزا بھی ان پر آئے تو تیرے مالکیت کے تقاضے سے تیری رحمت اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔

**تیسری صدا** اور ہماری تیسری صدا اس مقتدرِ حقیقی کے دروازے پر یہ ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ ہم تیرے غلام ہیں اور تیری غلامی کا فخر بھی تیری مدد سے ہی ملتا ہے۔ مگر ہماری آرزو یہ ہے کہ یہ ساری نسلِ انسانی تیری غلامی کو اختیار کر کے فلاح و بہبود پائے۔ یہ کام انسانی طاقت سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تیرے دروازے پر آئے ہیں۔ کہ اس میں تو ہماری مدد فرما۔ ہم ساری نسلِ انسانی کو تیرے دروازے پر جھکانے کی آرزو رکھتے ہیں۔ مگر اے قدرت اور طاقت کے مالک خدا یہ کام تیری مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ سو ہم یہ سوال لے کر تیرے در پر آئے ہیں کہ تو ہماری اس طرح مدد فرما جس طرح تو اپنے رسولوں کی مدد فرماتا رہا ہے۔ تیرا وعدہ ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیاۃ الدنیا۔ اللھم انجز وعدك و انصر عبادك المستضعفین اے زمین اور آسمان کے مالک تو زمین اور آسمان کی تمام طاقتوں کو ہماری مدد کے لئے لگا دے۔ اے خدا تو اپنے دین کی نصرت کے لئے اپنی ملائکہ کی افواج کے ساتھ اس زمین پر نزول فرما۔ اور اپنے دین کی خدمت کا کام کرنے والوں کی مدد فرما۔

**چوتھی صدا** ہماری چوتھی صدا اس منعمِ حقیقی کے دروازے پر یہ ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ ہم تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کی آرزو رکھتے ہیں۔ ہمیں اس رستہ پر چلنے کی توفیق دے جس رستے پر وہ لوگ چلے جنہوں نے تیری بارگاہ سے بڑے بڑے انعام پائے۔ جن کی ساری نیک آرزوؤں کو تو نے پورا فرمایا۔ اور ان ٹھوکروں سے ہمیں بچا جو ٹھوکریں کھا کر ہدایت کے بعد لوگ تیری ناراضگی کا محل بن گئے یا صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راستہ پر پڑ گئے۔

اے بادشاہ تیرے انعامات کے خزانے بے حد و حساب ہیں اور وہ ہر زمانہ میں ہر مانگنے والے کے لئے کھلے ہیں۔ ہم بھی تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے کی غرض سے تیرے دروازے پر حاضر ہوئے ہیں۔ اور آج سب مل کر بچشم گریاں تیرے ان انعامات کے لئے دروازے پر صدا بلند کرتے ہیں۔ جن انعامات سے تو نے ہماری سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو نوازا۔ اے خداوند عالم تیرے انعامات تو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ہم ناکارہ انسانوں کی وہ آہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ جو تیرے انعامات کے دروازے کھول دیتی ہیں۔ تو ہی اپنے کرم سے ہمارے دلوں میں وہ آہیں پیدا کر دے۔ اے فضلوں اور رحمتوں کے مالک ان فضلوں اور رحمتوں کے دروازے ہم پر کھول دے کہ ہم تیرے قرآن اور محمدؐ کے نام کو دنیا میں بلند اور روشن کرتے میں اور تیرے قرآن اور محمدؐ کے نور سے تیری دنیا کو روشن کرنے میں کامیاب ہو جائیں آمین۔

**حاضرین جلسہ کو خوش آمدید** میں اس اجتماع میں جس کی اصلی غرض بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ یہ ہے کہ جماعت کی معرفت الٰہی ترقی پذیر ہو (۲) تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں (۳) یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ مجھے اور آپ کو مل کر کام کرتے ہوئے ۷۲ سال گذر چکے۔ لیکن ہمارے امامؑ نے جس دن مجھے دنیوی اشغال سے الگ کر کے دینی خدمات پر لگایا۔ اس پر آج پچاس سال گذر چکے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك کہ اس نے نصف صدی تک مجھے یہ کام کرنے کی توفیق دی اور موقع دیا۔ پس اگر دنیا میں بلند سے بلند مقام پر پہنچ گیا ہوتا تو مجھے اس خوشی کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہوتا۔ جو آج مجھے حاصل ہے۔

**جماعت احمدیہ کی بے نظیر خدمات** اسلامی میں آپ کو مبارکباد بھی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی خدمات کو بھی وہ قبولیت عطا فرمائی ہے۔ جو اپنے دین کے خادموں کو پہلے عطا فرماتا رہا ہے۔ اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں جس کے آثار اب چاروں طرف کھلے نظر آ رہے ہیں۔ جس قدر مفید نتائج اس قلیل جماعت کی خدمات نے پیدا کئے ہیں۔ جس کی قلت کی وجہ سے لوگ اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے کوئی بڑی سے بڑی اسلامی جماعت بھی نہیں دکھا سکتی۔

آپ کی ان خدمات کا اعتراف باوجود مخالفت کے پاکستان اور ہندوستان کے رہنے والوں کو ہی نہیں تمام اسلامی ممالک اور بالخصوص عرب ممالک میں بھی ہے۔ جہاں کے اخبارات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے کارناموں کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ اور بالخصوص جو روحانی بیداری دور افتادہ مسلمان آبادیوں میں آپ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ جیسے ٹرینیڈاڈ۔ فجی۔ فلپائن۔ ناسے جیریا۔ برٹش گی آنا۔ ڈچ گی آنا۔ جہاں کے رہنے والے ایک ہمارے دوست نے سال گذشتہ بھی اس پلیٹ فارم سے توجہ دلائی تھی اور اس سال بھی وہاں سے ہمارا ایک اور بھائی عبدالرحیم جگو

یہاں پہنچا ہے۔

چین کے ملک میں اس جماعت نے کس قدر کام کیا ہے اس کی شہادت چند سال ہوئے مشہور چینی سیاح عثمان آپ کے سامنے ادا کر گئے اور اس عظیم الشان مسلمان آبادی میں جو انڈونیشیا کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس وقت مسلمان آبادی کی تعداد کے لحاظ سے شاید سب سے بڑا اسلامی ملک ہے جو حرکت آپ کی جماعت نے پیدا کی ہے وہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ کے غیر مسلموں میں جس قدر آپ کی خدمات سے قرآن کریم اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا نام روشن ہوا ہے وہ ایک بے نظیر کام ہے۔ یہ وہ کام ہے جس کی طرف ہماری توجہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بدولت ہوئی جو درحقیقت یورپ اور امریکہ میں ہی نہیں ساری دُنیا میں تبلیغ اسلام کی بُنیاد رکھنے کے لحاظ سے اس زمانہ کے واحد امام ہیں۔

جب ہمارے امام نے تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی تو اس کی پہلی ضرورت یہ بیان فرمائی کہ پہلے اسلام پر اعلےٰ درجہ کا لٹریچر تیار کیا جاوے اور پھر اسے یورپ اور امریکہ میں پھیلایا جائے آپ کی سب سے پہلی کتاب ازالہ اوہام کو ص۷۷۱ سے ص۷۷۴ تک پڑھیئے وہاں آپ ان باتوں کا اعادہ پورے زور سے پائیں گے۔ آپ اس عزم کو لے کر اُٹھتے ہیں کہ

"میں جہاں تک میرے امکان میں ہے ..... تالیف کے ذریعہ سے علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالےٰ کی پاک رُوح نے مجھے دی ہیں۔"

پھر فرماتے ہیں:—

"یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراضات کا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے حاصل کیا ہے اور ان کا فلسفہ اور طبعی بھی ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے۔ ان اعتراضات کا جواب دینے کے لئے کسی منتخب آدمی کی ضرورت ہے جو ایک دریا معرفت کا اپنے صدرِ منشرح میں موجود رکھتا ہو۔ جس کی معلومات کو خدا تعالےٰ کے الہامی فیض نے بہت وسیع و عمیق کر دیا ہو۔"

پھر فرماتے ہیں:—

"سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان وعظوں کے عُمدہ عمدہ تالیفیں ان مُلکوں میں بھیجی جائیں اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو مَیں چاہتا ہُوں کہ ایک تفسیر تیار کر کے اور انگریزی میں تیار کرا کر اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔"

اور اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:—

"میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسے اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

اس کے بعد ان ممالک میں اس لٹریچر کی تقسیم کو ضروری ٹھہرایا اور یہ تجویز فرمائی کہ وہاں اپنے آدمی بھیجکر ان کے ذریعہ سے یہ لٹریچر ان میں تقسیم کیا جائے۔

## مسیح موعودؑ کی تڑپ کس طرح پُوری ہوئی

اب یہ حضرت امام کی ۱۸۹۱ء کی تڑپ ہے کہ یورپ اور امریکہ اور ایشیا میں تبلیغ اسلام کے لئے عمدہ عمدہ تالیفیں تیار کی جائیں اور ایک تفسیر قرآن کریم کی بھی انگریزی میں تیار کی جائے مگر اس سارے کام کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ اور دوسرے سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔"

ایک طرف ان الفاظ کو رکھو اور دوسری طرف ان واقعات کو رکھو۔ کیا ہمارا امام نعوذ باللہ ناکام رہا۔ یا اس کی جس قدر آرزوئیں تھیں وہ ایک ایک کر کے پُوری ہوئیں۔ پھر کیا ساری اسلامی دُنیا میں کوئی دوسرا انسان ایسا نظر آتا ہے جس نے تبلیغ اسلام کی خاطر ایسا لٹریچر تیار کیا ہو۔ یا اسے دُنیا میں پھیلانے کا ایسا انتظام کیا ہو۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اسلام پر جو لٹریچر اس جماعت لاہور یا جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے تیار کیا ہے۔ اس کی نظیر ساری دنیا میں نہیں ملتی اور پھر کیا یہ سچ نہیں کہ جماعت کے سالہا تیار کردہ لٹریچر کو دیکھا جائے تو وہ تبلیغ اسلام کے سارے پہلوؤں پر حاوی ہے۔ اس میں قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر بھی ہے۔ اس میں حدیث شریف بھی موجود ہے۔ اس میں سیرتِ نبویؐ کے مختلف پہلو بھی ہیں۔ اس میں زمانہ نبویؐ کے تیس سالہ امتداد یعنی خلافتِ راشدہ کی تاریخ بھی موجود ہے۔ اس میں عیسائی پادریوں کے سارے اعتراضات کا جواب بھی موجود ہے۔ اس میں ریلیجن آف اسلام جیسی کتاب بھی موجود ہے۔ جس پر ریویو کرتے ہوئے مرحوم مارماڈیوک پکتھال نے لکھا تھا۔ کہ:—

جس قدر علمی اور قیمتی خدمات احیائے اسلام کی اس عاجز نے کی ہیں۔ اس زمانہ میں دوسرا کوئی نہیں کر سکا۔ اور جس پر ایک مشہور امریکی مصنف نے لکھا تھا کہ اس عاجز کے قرآن کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کے بعد کوئی شخص اسلام کی تعلیم کے کسی پہلو سے ناواقف ہونے کا عذر پیش نہیں کر سکتا۔

## ایک عظیم انقلاب

میرے دوستو اور میرے مسلمان بھائیو! خدا کی اس آواز اور خدا کے اس فعل کو تحقیر کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ یہ ایک انقلاب ہے جو دنیا میں نمودار ہو رہا ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے نمودار ہو رہا ہے۔ ملکوں کے ملکوں اور قوموں کی قوموں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور وہ دن دُور نہیں کہ آپ آفتاب اسلام کو روحانیت کے آسمان پر چمکتا ہوا دیکھیں۔

## قرآن کے نُور سے ساری دُنیا کو منوّر کرنے کی بنیاد

اس کے ساتھ ہی ایک اور خوشخبری بھی سُنانا چاہتا ہُوں۔ علاوہ اس کے چالیس ہزار بیش قیمت کُتب دُنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ایک اور تجویز بھی ہمارے سامنے ہے۔ جس کی بنیاد ایک حد تک ڈال چُکا ہوں۔ اس تجویز کی رُو سے ہم ایک مستقل بُنیاد قرآن کریم کو دُنیا میں پہنچانے کی رکھ سکیں گے۔

سردست تو ایک محدود سا خیال ہے کہ ہر سال کوئی پانچ ہزار کاپیاں قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی ہم طالب علموں کو وہ کہیں بھی ہوں بہت رعایتی قیمت پر دے سکیں۔ تاکہ ہماری اپنی نسلیں بھی براہِ راست سرچشمۂ قرآن سے نور حاصل کر سکیں اور غیر بھی آسانی سے قرآن کریم کے نُور سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

مگر میں اُمید رکھتا ہوں کہ جب یہ کام شروع ہو گیا تو نہ صرف تعداد بڑھے گی بلکہ مسلم اور غیر مسلم غیر مستطیع اصحاب کو بھی ہم اس میں شامل کر سکیں گے۔ یعنی انہیں ہم رعایتی قیمت پر ترجمہ پہنچانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور اس طرح یہ یہ جماعت قرآن کریم کے نور سے ساری دُنیا کو منور کرنے کی بنیاد رکھ سکے گی۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ ایسی بنیاد رکھنے کی ہمیں توفیق بخشے جس پر قیامت تک عمارت بنتی چلی جائے ٭

---

## نمازِ عید الاضحےٰ کے اوقات

۱۔ احباب کرام کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جامع احمدیہ دارالسلام میں نمازِ عید ۹ بجے صبح پڑھی جائے گی۔ اس لئے وقت مقررہ سے قبل تشریف لے آئیں تاکہ نماز وقت پر ادا ہو سکے۔

۲۔ جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور میں بھی نمازِ عید ۹ بجے ہی ادا کی جائے گی۔ (ادارہ)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — شمارہ نمبر ۴۵

چوہدری بشیر احمد صاحب دارالسلام

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۶

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردھم علیہ السلام

## انسانی زندگی کی انتہائی غرض خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔

دین کس چیز کا نام ہے۔ اور اس ہماری ہستی کی انتہائی اغراض کیا ہیں۔ اور کیونکر اور کن راہوں سے وہ اغراض حاصل ہو سکتے ہیں۔ سو انہیں جاننا چاہیئے کہ انتہائی غرض اس زندگی کی خدا تعالےٰ سے وہ سچا اور یقینی پیوند حاصل کرنا ہے جو تعلقاتِ نفسانیہ سے چھوڑا کر نجات کے سرچشمہ تک پہنچاتا ہے۔ سو اس یقین کامل کی راہیں انسانی بناوٹوں اور تدبیروں سے ہرگز کھل نہیں سکتیں۔ اور انسانوں کا گھڑا ہوا فلسفہ اس جگہ کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ یہ روشنی ہمیشہ خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے ظلمت کے وقت میں آسمان سے نازل کرتا ہے اور جو آسمان سے اترا وہی آسمان کی طرف لے جاتا ہے۔

سو اے وے لوگو جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوئے اور شکوک و شبہات کے پنجہ میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر نازمت کرو اور اپنی سچی رفاہیت اور حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی انہیں تدبیروں میں نہ سمجھو جو حال کی انجمنوں اور مدارس کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں۔ یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش تو ہیں اور ترقیات کا پہلا زینہ متصور ہو سکتے ہیں۔ مگر اصل مدعا سے بہت دور ہیں۔ شاید ان تدبیروں سے دماغی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعت میں پُرفنی اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کی مشق حاصل ہو جائے یا عالمیت اور فاضلیت کا خطاب حاصل کر لیا جائے۔ اور شاید مدت دراز کی تحصیل علمی کے بعد اصل مقصود کے کچھ ممد بھی ہو سکیں۔ مگر تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔

سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ مبادا سفر آخرت ایسی صورت میں پیش آوے جو درحقیقت الحاد اور بے ایمانی کی صورت ہو۔ یقیناً سمجھو کہ فلاح کی امیدوں کا تمام مدار و انحصار ان رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس آسمانی نور کے اترنے کی ضرورت ہے۔ جو شکوک و شبہات کی آلائشوں کو دور کرتا اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالےٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔ اگر تم اپنی کانشنس سے سوال کرو تو یہی جواب پاؤ گے۔ کہ وہ سچی تسلی اور سچا اطمینان کہ جو ایک دم میں روحانی تبدیلی کا موجب ہوتا ہے وہ ابھی تک تم کو حاصل نہیں۔ پس کمال افسوس کی جگہ ہے کہ جس قدر تم رسمی باتوں اور رسمی علوم کی اشاعت کے لئے جوش رکھتے ہو اس کا عُشرِ عشیر بھی آسمانی سلسلہ کی طرف تمہارا خیال نہیں۔

تمہاری زندگی اکثر ایسے کاموں کے لئے وقف ہو رہی ہے۔ کہ اوّل تو وہ کام کسی قسم کا دین سے علاقہ ہی نہیں رکھتے۔ اور اگر ہے بھی تو وہ علاقہ ایک ادنےٰ درجہ کا اور اصل مدعا سے بہت پیچھے رہا ہوا ہے اگر تم میں وہ حواس ہوں اور وہ عقل جو ضرور مطلب پر جا ٹھہرتی ہے۔ تو تم ہرگز آرام کرو جب تک وہ اصل مطلب تمہیں حاصل نہ ہو جائے۔

اے لوگو تم اپنے سچے خداوند خدا اپنے حقیقی خالق اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس جب تک یہ امر جو تمہاری خلقت کی علتِ غائی ہے بیّن طور پر تم میں ظاہر نہ ہو تب تک تم اپنی حقیقی نجات سے بہت دور ہو۔ (فتح اسلام۔ سلسلہ تصنیفاتِ احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۸۵۱-۸۵۲)

---

## معذرت

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے باعث یہ پرچہ تاخیر سے شائع ہونے پر ہم قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔

(ادارہ)

# لنڈن کے منبر پر وعظ اور پرندے پکڑنے کا کشف

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔ (ازالہ اوہام ۔صفحہ ۵۱۵-۵۱۶)

(مولانا مرتضیٰ خان حسن ۔مرحوم)

دیکھا یہ کشف حضرتِ والا تبار نے ؛ عیسیٰ وقت مہدیٔ عالی وقار نے

لنڈن حضور گویا ہیں تشریف لے گئے ؛ دِل پُر ز درد سوزشِ پنہاں لئے ہوئے

مدِ نظر نہ سیر نہ تفریح سے غرض ؛ آٹھوں پہر تھی سجدہ و تسبیح سے غرض

منبر پہ چڑھ کے ہادیٔ عالم کی شان میں ؛ تقریر کی حضور نے انگلش زبان میں

تقریر کیا تھی سلکِ دُرِ آبدار تھی ؛ جس پر ہزار جان سے فصاحت نثار تھی

تقریر کیا تھی دعوتِ حق کی پکار تھی ؛ دردِ دِلِ حضور کی آئینہ دار تھی

پہنچا وہ دوشِ کشف پہ عالی مکاں کہاں ؛ لنڈن کی سرزمیں کہاں اور قادیاں کہاں

پھر اس کے بعد آپ نے دیکھے طیور چند ؛ بیٹھے درخت پہ ہیں سفید اور دلپسند

حضرت نے ایک آن میں انکو پکڑ لیا ؛ میں کیا کہوں کہ کیسا یہ منظر عجیب تھا

اس کشف کی حضور نے تعبیر کی بیاں ؛ لندن میں جاؤں ایسا تو ہرگز نہیں گماں

میں تو نہیں مگر میری تحریر جائے گی ؛ جو گمرہوں کو راہِ ہدایت پہ لائے گی

پکڑے ہیں جو طیور سفید اور خوشنما ؛ انگریز ہیں وہ ہوں گے مسلمان جو برملا

حسرت یہی تھی میری یہی تھی دُعا مری ؛ مدت کے بعد آج کلی دل کی کھل گئی

اللہ سے بشارتِ عظمیٰ تھی ملی ؛ یورپ مسلماں ہو گا یہ افضالِ ایزدی

اے صاحبانِ ہوش! ذرا دیکھنا ادھر

گاؤں کے رہنے والے کی یورپ پہ ہے نظر

حضرت کے انتقال کو گذرے تھے جو سال ؛ پورا ہوا یہ کشف بصد خوبی کمال

جو اتقیا مؤمنیں خواجہ کمال دیں ؛ مصداق تھا جو آخرین منہم کا بالیقیں

ذی علم و ذی وجاہت فرزانہ و لبیب ؛ جس کو خدا سے دولتِ تقویٰ ہوئی نصیب

دنیا میں جس کی سحر بیانی کی دھوم تھی ؛ تقریرِ دلنشیں کی روانی کی دھوم تھی

علامۂ زماں تھا فصیح اللسان تھا ؛ حسانِ وقت اسکو اگر کہیئے ہے بجا

شاگردِ خاص حضرت مہدیٔ وقت کا

تبلیغِ دیں کے واسطے لنڈن پہنچ گیا

قائم ہے اب بھی نشر و اشاعت کا انتظام ؛ پھیلا ہوا ہے دنیا میں علم کا نظام

اعلائے کلمۃ اللہ کا جاری ہے اب بھی کام ؛ مصروف ہیں جہاد میں مہدی کے سب غلام

ہر ملک میں بفضلِ خداوندِ کبریا ؛ روشن ہے شمعِ دینِ محمدؐ بصد ضیا

اس ذوالکرم نے ایسی کرم کی نگاہ کی ؛ برلین سے اُٹھ رہی ہے صدا لا اِلٰہ کی

مسجد وہ گھر خدا کا آباد ہے وہاں ؛ توحید کا ہے مرکز تثلیث میں نشاں

امریکہ میں بھی فضلِ خدائے عظیم سے ؛ صدہا نفوس داخلِ دینِ متیں ہوئے

دُنیا میں انقلابِ عظیم اک بپا ہوا ؛ لہرا رہا ہے پرچمِ اسلام جابجا

اب گونجتا ہے نعرۂ جلّ جلالہٗ ؛ اُٹھی صدائے اللہ اکبر ہے چارسو

سچا ہوا جو مخبرِ صادقؐ نے تھا کہا ؛ مغرب سے آفتابِ ہدایت طلوع ہوا

یورپ کا خطہ مرکزِ توحید بن گیا ؛ دیکھو نشانِ قدرتِ اللہ واہ وا!

اب صاحبانِ عقل سے میرا سوال ہے ؛ جن کو خدا کا خوف ہے حق کا خیال ہے

جو کچھ کہا تھا حضرتِ مرزا نے بالیقیں ؛ کیا حرف حرف پورا ہوا اسکا یا نہیں؟

پھر اسکو سچا کہنے میں کیا اعتراض ہے؟ ؛ مُلہم خدا کا کہنے میں کیا اعتراض ہے؟

سچا ہے وہ خدا کا ہے بھیجا ہوا امام

مانو اگر تو حق ہے یہی بات۔ والسلام

ہفت روزہ پیغام صلح — لاہور — مؤرخہ ۱۵ نومبر ۱۹۷۸ء

# حج بیت اللہ کا بین الاقوامی عظیم اجتماع ایک آسمانی معجزہ ہے

## ظاہرا ارکانِ حج کی تہ میں زندگی اور خدا پرستی کی کون سی حقیقتیں پنہاں ہیں

ان الصفاء والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم ............ (سورۃ البقرہ - آیت ۱۵۸)

(حضرت ابراہیمؑ کا اپنی بی بی ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسمٰعیل کو بے آب و گیاہ ریگستان میں تنہا چھوڑ آنا ایمان باللہ کا زبردست و بے مثل نمونہ ہے۔)

(ڈاکٹر اللہ بخش)

اخباروں میں یہ خبر چھپی ہے کہ اس سال حج کے مبارک موقعہ پر بیس لاکھ انسانوں کا فقید المثال اجتماع تھا جو دنیا بھر مختلف ممالک و اوطان سے ارکانِ حج ادا کرنے کے لئے کعبۃ اللہ میں جمع ہوا۔ اتنا عظیم اجتماع بے مثال منظر پیش کرتا ہے۔ آج کس قدر دنیاوی مشاغل اور کشش کے کثیر سامان موجود ہیں مگر کیا کبھی کسی نے ان کے حصول کی خاطر انسانوں کا اتنا عظیم ہجوم و اژدہام دیکھا؟ عالم کے ہر گوشہ و کونہ سے، ہر رنگ نسل اور قوم و وطن کے لوگ محض خدا کے حکم کی تعمیل میں ہر سال کعبۃ اللہ میں کشاں کشاں کھنچے چلے آتے ہیں۔ کیسا بے مثال نظارہ ہے!

خدا کے حکم کے تحت ہر برس جملہ اقوام و اوطان عالم کا یہ بین الاقوامی اجتماع عظیم منعقد ہوتا!!! آخر اس کی غرض و غایت کیا ہے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم مناسک حج کی حقیقت پر غور کریں۔ اہم مناسک حج یہ ہیں۔ احرام کا باندھنا۔ طواف کعبۃ اللہ۔ سعی بین الصفا والمروۃ۔ مزدلفہ کے میدان میں رمی اور قربانی یا ذبیحہ۔ قبل اس کے کہ ہر رکن حج کی روح بیان کی جائے، پہلے یہ ضروری ہے کہ اس عظیم اجتماع کی معجزانہ حقیقت کا مختصراً بیان کیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم خداوندی کے ماتحت اپنی بیوی بی بی ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار بچہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک بے آب و گیاہ ریگستان میں تنہا چھوڑ آتے ہیں۔ اس وقت حضرت ہاجرہ دریافت کرتی ہیں من تکل - الینا۔ آپ ہمیں تن تنہا ایسی انتہائی بے سروسامانی کی حالت اور ماحول کی کس مپرسی میں کس کے سپرد کرکے جا رہے ہیں؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کو خدا کے سپرد کر رہا ہوں۔ اس جواب پر حضرت ہاجرہ خاموش ہو جاتی ہیں۔

ریگستان میں پانی کا نام و نشان نہیں۔ بچہ پیاس سے تملاتا ہے تو ماں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے مابین دوڑتی پھرتی ہیں کہ کہیں پانی مل جائے۔ یہ سعی بین الصفاء والمروۃ، جو ایک رکنِ حج ہے اور ہر حاجی اسے بجا لاتا ہے، حضرت ہاجرہ کی اسی سعی تلاشِ آب کی یادگار ہے۔ جس مقام پر شیر خوار بچہ پانی کی بوند کے لئے ترستا اور بلبلاتا ہے اسی جگہ پر ہر سال لکھوکھہا انسانوں کا بین الاقوامی اجتماع ہوتا ہے! کیا یہ ایک عظیم الشان معجزہ نہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مبارک سال میں جنم لیتے ہیں، اسی برس کا یہ مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ ابراہ یمن کا عیسائی بادشاہ بمعہ ایک عظیم لشکر کے جس میں ہاتھیوں کی فوج بھی شامل ہے کعبۃ اللہ کے مسمار کرنے کے لئے آتا ہے، مقابلہ پر کوئی طاقت نہیں۔ حضرت عبد المطلب، آنحضرتؐ کے دادا جب اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلتے ہیں تو تلاش کرتے کرتے ابراہ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں اور وہ آپ کے ایسے رویہ پر حیران و ششدر ہو کر حضرت عبد المطلب سے دریافت کرتا ہے کہ میں تو تمہارے بیت اللہ کو مسمار کرنے کے لئے آیا ہوں، تمہیں اس کا تو کوئی فکر نہیں۔ تو آپ جواب دیتے ہیں کہ میری ملکیت میں اونٹ ہیں اس لئے مجھے ان کا فکر دامنگیر ہے۔ **کعبۃ اللہ کا مالک خدائے واحد و قہار ہے، اس لئے وہ اسی ذات کی سپردگی اور حفاظت میں ہے، اس لئے وہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔** کیسا ایمان افروز جواب ہے۔

چنانچہ اسی کے مطابق یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا کہ ابراہ کا لشکر مہلک وبائی مرض میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔ اور وہ کعبۃ اللہ جسے اصحاب فیل مسمار کرنے آئے تھے اس کے برعکس مرجع خلائق ہو گیا۔ کیا یہ عظیم آسمانی معجزہ نہیں؟ یہ معجزہ کس مبارک مقدس انسان کی دنیا میں تشریف آوری کی خدائی تائید اور خیر و برکت کے باعث رونما ہوا؟

### مناسک حج کی تہ میں کیا حقیقت و غرض پنہاں ہے؟

اب آپ غور کر لیجئے کہ ان پانچ ارکان حج کی تہ میں کیا روح کام کر رہی ہے؟ اولاً یہ دیکھنا ہے کہ عازمانِ حج بیت اللہ جو عالم کے دور دراز گوشوں سے آتے ہیں تو وہ اس غرض کی خاطر اپنے اپنے ملک و وطن اور عزیز و اقارب کو خیر باد کہکر اور صرف زر کثیر کرکے بیت اللہ کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ اقدام و عزم نہ تو کوئی ملکی و وطنی غرض کے لئے ہے نہ ہی کسی مالی و اقتصادی منفعت کی خاطر بلکہ خالصتاً ایک خدائی حکم کی تعمیل میں ہے۔ گویا اس سے سبق یہ دینا منظور ہے کہ ہر **ملکی و مالی مفاد حکمِ خداوندی کے سامنے ہیچ ہے۔**

مناسکِ حج کا پہلا رکن احرام کا باندھنا ہے۔ اس کا مطلب و مقصد کیا ہے؟ تمام عازمانِ حج اپنے اپنے مخصوص لباس اتار پھینکتے ہیں اور ان کی بجائے ایک جیسی ان سلی سفید چادروں سے اپنے جسم کو ڈھانک لیتے ہیں، مطلب صاف یہ ہے کہ لباس کا اختلاف دور کرکے اس بارہ میں مساوات کا نمونہ دکھلایا جائے تاکہ دنیا پر یہ ثابت ہو کہ جملہ انسان ایک ہی صف میں داخل ہیں، فاخرہ لباس کا ظاہری فرق اتار پھینکنے اور سفید چادروں میں یکساں ملبوس ہو جانے سے یہ سبق دینا بھی مراد ہے کہ اختلافِ لباس **جو مغائرت و باہم تفاخر کا موجب ہے خدا کی نگاہ میں بے حقیقت ہے۔** نیز یہ کہ اس کے باعث قلوب میں جو تکبر و غرور پیدا ہو جاتا ہے وہ **ختم ہو کر مساواتِ انسانی کے پاکیزہ جذبات سے دل لبریز ہو جائیں۔**

یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ موت کے وقت جو واقعہ ہر بشر پر وارد ہونا لازم ہے، ایک ہی قسم کے کفن میں امیر و غریب اور بادشاہ و گدا لپیٹے جائیں گے۔ جب زندگی کا انجام یہ ہو تو **قسم کی تفریق کے باوجود تفاخر و تکبر پیدا کرنا** دنیا میں کس قدر باعث فتنہ و فساد ہے!۔

### طوافِ بیت اللہ کی منزل

اب کعبۃ اللہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنے سے حقیقی غرض کیا ہے؟ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ زندگی کی اصل غرض و غایت خدا تعالیٰ کے ذکر سے اس کے احکام کی کامل اتباع ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دنیاوی آرزو و حرص سے نہ تو قلب انسانی کبھی

ہو سکتا ہے بلکہ اسی حرص و آز سے طلب کے جہنم کی آگ اور زیادہ بھڑکتی ہے۔ اور نہ ہی خدائی حدود کو تجاوز کر کے دنیا طلبی و زر پرستی امن و سلامتی کا موجب بنتی ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

موجودہ مادی تہذیب نے آج زندگی کی اس حقیقت کو بخوبی آشکارا کر دکھلایا ہے۔ خدا پرستی اور انسانی مساوات کے جذبات میں ہی انفرادی و اجتماعی اصلاح و امن مرکوز ہے اور یہ تب میسر آ سکتے ہیں جب انسانی زندگی کی تگ و دو خدائی احکام کی پابندی کے محور و مرکز کے گرد گھومتی ہے۔

## سعی بین الصفاء والمروۃ

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہوا، یہ رکن حضرت ہاجرہ کے اس واقعہ کی یادگار کے طور پر ہے۔ جب آپ اپنے شیر خوار بچہ کے لئے پانی کی تلاش میں ان دو مقامات کے مابین دوڑ رہی تھیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلایا کہ جب کوئی شخص یا خاندان یا قوم خدا تعالےٰ پر کامل بھروسہ کر کے اس کی تعمیل میں اپنی خواہشات و فتور دیانت اور عقل و خرد کے قانونوں کو بھی خیر باد کہدیں تو وہ ایسے کامل ایمان و یقین کے نتیجہ میں زمین و آسمان سے ایسے سامان پیدا کر دینے پر قادر ہے جن تک نہ انسانی دانش کی پہنچ ہے اور نہ ہی انسانی سعی کی دسترس۔ جب حضرت ہاجرہ وادی مکہ میں جہاں کوئی انسان نہ تھا، نہ ہی معاش کا کوئی ذریعہ، پانی کی بوند کے لئے سرگرداں بھاگ رہی تھیں، اس وقت کیا کوئی یہ تصور بھی کر سکتا تھا کہ نہ صرف یہ بی بی اور ان کا بچہ محفوظ و مصئون رہے گا بلکہ اس جگہ پر سارے جہاں سے، ہر ملک کے کونہ کونہ سے لوگ اس مقام کی زیارت کے لئے بھاگے بھاگے آئیں گے؟ کوئی عقل و دانش اس بات کو داد نہیں دیتی۔ ایسی صورت میں خدائی قدرت و کرشمہ کے عظیم مظاہرہ کے معجزات اور کیا بات تسلیم کرنا واجب آتی ہے؟

## رمی یا رجم شیطان کا رکن

مزدلفہ کے میدان میں جب عازمانِ حج جمع ہوتے ہیں تو پہاڑی پر چڑھ کر رجم یا کنکریاں پھینکنے کے رکن کو ادا کرتے ہیں۔ ایک حقیقت ناآشنا مادہ پرست انسان رمی کے اس رکن کو خاص طور پر اور جملہ مناسک حج کی ادائیگی کو عام طور پر دیکھ کر معترض ہوگا کہ یہ کیسے بے معنی و بے مطلب توہم پرستانہ اقدامات ہیں جن کے ادا کرنے کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے؟ ایسے اعتراضات دو وجوہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اوّلاً اس لئے کہ مناسکِ حج کی تہ میں جو اصل روحانی اسباقِ زندگی پنہاں ہیں اور جن کا دینا مراد ہے ان سے بے خبری ہے۔ دوئم اس لئے کہ جو لوگ ان مناسک کو بجا لاتے ہیں وہ اپنی زندگیوں کی اُفتاد سے ان حقائق کو ثابت نہیں کر دکھلاتے جو ان کی تعلیم میں سکھلانا مراد ہیں بلکہ ظاہر پرستی کے تحت ان جسمانی حرکات و سکنات کو ہی اصل و حقیقی غرض سمجھ لیا جاتا ہے۔ جب زندگی کی تگ و دو میں اسلامی ارکان و عبادات کی روح کلیۃً مفقود ہوتی ہے، اور کوئی سبق ان ارکان سے حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ انہی ظاہرا جسمانی حرکات کو آخری غرض مذہب کی سمجھ کر عملی زندگی میں قطعاً کوئی قدم آگے بڑھانے اور تبدیلی پیدا کرنے کی طرف توجہ و کوشش نہیں کی جاتی تو اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ لوگ نہ تو اپنی زندگی پاکیزہ راہوں کو اختیار کر کے حقیقی خدا پرستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی زندگیوں سے منکرینِ خدا پر کوئی حجت قائم ہو سکتی ہے۔ بلکہ منکرین کو اپنے انکار کے لئے ایک مزید دلیل ہاتھ آ جاتی ہے۔

خدا پرستی کے لئے ضروری ہے کہ ہر باطل اور بُرے خیال و ارادہ سے دل پاک ہو جائے۔ ایک دل میں دونوں باتیں یعنی نیکی و بدی بیک وقت گھر نہیں کر سکتیں۔ پس اپنے دل کو فاسد و باطل خیالات و آرزوؤں سے پاک کرنے کا یہ ظاہر نشان ہے کہ حج کے موقعہ پر حاجی، رمی شیطان کا مظاہرہ بجا لائیں۔

## ذبیحہ یا قربانی

سب سے آخر حج میں قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا رکن ہے۔ بعض اصحاب نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے کہ ہر سال اس قدر جانور ذبح کر کے مسلمان کثیر اتلافِ جان و مال کے مرتکب ہوتے ہیں مگر یہ درست نہیں اور اس اعتراض کی تہ میں بھی کامل ناواقفیت کام کر رہی ہے۔ ذبیحہ کا رکن حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم ارشادِ خداوندی کی تعمیل کی یادگار ہے۔ جب دونوں باپ و بیٹے نے خدا کے فرمودہ کے ماتحت اپنی فطرتی خواہشات حتّٰی کہ زندگی کو بھی قربان کرنے کے عزم کا مظاہرہ کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ: حضرت ابراہیمؑ نے رؤیا میں اپنے اکلوتے لختِ جگر کو قربان کرتے دیکھا۔ اسے خدائی حکم سمجھ کر اس کی تعمیل میں اپنے نوجوان بیٹے سے ذکر کیا تو فرمانبردار بیٹے نے بخوشی قلب اپنے آپ کو قربانی کے لئے تیار پایا۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹا جب اس کے لئے تیار ہو گئے تو خدائی ارشاد ہوا کہ اے ابراہیمؑ تو اور تیرا بیٹا ہمارے امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ پس اب بیٹے کی بجائے مینڈھے کی قربانی دو۔ کیونکہ ہمیں تو تمہاری آزمائش ہی منظور تھی۔

اس عظیم قربانی کی یادگار میں نہ صرف عازمانِ حج بلکہ ساری دنیا کے مسلمان شامل ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنی رحمت و فضل سے یہ امر واضح فرما دیا کہ قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف منشائے خدا تمام خواہشات کو ترک کر دیا جائے یا ان کو ذبح کر دینا مراد ہے۔ نہ کہ محض ایک جانور کی گردن پر چھری چلانا۔ اور یہ حقیقت جانور کے ذبح کرنے سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے یعنی انسان کے اندر بھی حیوانی خواہشات کو قربان کرنا مراد ہے۔ کیونکہ جس طرح جسمانی رنگ میں اعلیٰ زندگی کی پرورش کے لئے ادنےٰ زندگی کی قربانی ضروری ہے اسی طرح اعلیٰ روحانی زندگی کا حصول بھی بجز ادنےٰ و زمینی خواہشات کی قربانی کے کبھی ممکن نہیں۔ پس اگر آسمانی زندگی چاہتے ہو تو ارضی یا حیوانی آرزوؤں کو قربان کرنا لازم ہے۔ پس یہی وہ اصل سبق ہیں جو حج کے جملہ ارکان کی حقیقت میں مضمر ہیں جیسے کہ خلاصہ کے طور پر اس آیت قرآنی میں ارشادِ خداوندی ہے:

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ میری زندگی کی ہر تگ و دو خدا کی رضا کے لئے ہے۔

---

# جماعت سازی کے متعلق حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور امام زمان کا طریقِ عمل

(از حضرت امیر قوم مولٰنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہٖ شیئًا وبالوالدین احسانًا و بذی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین والجار ذی القربٰی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل ۔ وما ملکت ایمانکم ۔ انّ اللہ لا یحبّ من کان مختالًا فخورًا ۔ (النسآء ۔ ۴ ۔ ۳۶)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے باربار الجماعت الجماعت فرما کر جماعت کی افادیت و اہمیت کی نشاندہی فرمائی ہے ۔ اور اسی ضمن میں فرمایا ہے ید اللہ علی الجماعۃ ۔ یعنی جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے ۔ اسی لئے جماعت بابرکت ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے امور انجام دے سکتی ہے اور ایسا کرنے سے اس کا شرف اور بزرگی بڑھتی ہے ۔

## افرادِ جماعت جسمانی اعضاء کی طرح ہیں

جماعت ایک ایسا ہی وجود ہے جیسا انسان کا اپنا وجود انسان کے مختلف اعضاء ہیں لیکن یہ اعضاء باہمی تعاون اور اتحاد کی برکت سے اپنی حاجات اور کاروبار چلا سکتے ہیں ۔ ایک پہلوان جو تندرست اور قوی الجثہ ہو اس کے پاؤں کی ایک انگلی کو کسی صدمے سے شدید چوٹ لگ جائے یا اس میں دُکھ وہ زخم آ جائے تو وہ معذور ہو جاتا ہے ۔ جسم انسانی میں دماغ یا قلب ہے جو اس سارے نظام کا بادشاہ ہے لیکن ایک انگلی کی بیماری سے بادشاہ اور اس کی بادشاہت نکمی ہو جاتی ہے ۔ خود اٹھ کر پانی نہیں پی سکتا ۔ یا بازار سے ضروری چیزیں نہیں لا سکتا ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے توجہ دلائی ہے کہ جسم کے تمام کے تمام اعضاء مل کر ہی مفید کام سرانجام دے سکتے ہیں ۔ اور اگر ایک عضو کام کرنے سے جواب دے دے اور خراب ہو جائے تو پھر سارے کا سارا جسم کام کرنا چھوڑ دیتا ہے ۔ جماعت کی حالت بھی ایسی ہی ہے ۔ جماعت کے چھوٹے بڑے امیر غریب ، منصبدار اور غیر منصبدار سب مل کر کام کریں تو تب ہی جماعت کے اغراض و مقاصد احسن طور پر پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں ۔

## حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نصرت مومنین کے ذریعہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ عرفان قرآن کریم کے ذریعہ نصیب ہوا ۔ قرآن کریم میں ہے : ۔ ھوالذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین ۔ یعنی خدا تعالےٰ نے ہی آپ کی نصرت فرمائی ہے ۔ مشکلات بے اندازہ تھیں ۔ چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے ، جن کی وجہ سے مشکلات کے پہاڑ کھڑے ہو گئے ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی نصرت فرمائی ۔ مومنین کے زور بازو سے بھی آپؐ کو فائدہ پہنچا ۔

## نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے بڑے چھوٹے ہر ایک کی عزت افزائی ۔

اسی وجہ سے حضور نے بڑے چھوٹے کی عزت کی ایک طرف تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے احسان کو یاد رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔ ان امن النّاس علیّ فی صحبتہ وامولہ ابا بکر جس نے میری دلی طور پر خدمت کی ہے ۔ اور جس نے مجھ پر بے اندازہ روپیہ خرچ کر کے سب سے بڑھ کر مجھ پر احسان کیا ہے وہ ابوبکر رضؓ ہیں ، یہ حضورؐ کا کلیجہ ہے اور تہذیب کی عظمت اور اخلاق کی بلندی کی باتیں ہیں ۔ کہ اپنے ساتھی کے اس قدر ممنون احسان ہیں ، ان کے احسان کو بھلاتے نہیں ۔ اظہار تشکر فرماتے ہیں ۔

پھر حضورؐ جناب الٰہی میں دعا فرماتے ہیں ۔ کہ مجھے عمر رضؓ کا ساتھ میسر آ جائے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس بات کی پوری معرفت حاصل ہے ۔ کہ اکیلا انسان جماعت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا ، حضرت عمر رضؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس رستہ پر عمر رضؓ چلیں ۔ میں ساری دنیا کے رستے کو چھوڑ کر ان کے رستہ پر چلوں گا ۔ ایک دفعہ کشف میں جنت کے اندر ایک محل دیکھا جو بڑا بے نظیر ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارادہ فرمایا کہ اس کے اندر جا کر دیکھا جائے ۔ حضورؐ چل کر دروازہ تک جاتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ یہ محل عمر رضؓ کا ہے ، تو آپ رک جاتے ہیں ۔ اور خیال کرتے ہیں ، کہ عمر رضؓ تو بڑا باغیرت انسان ہے میں اس کے محل میں بلا اجازت نہیں جا سکتا ۔ ایک طرف ان دو عظیم شخصیتوں کی قدر ہے اور دوسری طرف مسجد میں ایک جھاڑو دینے والی عورت کی قدر افزائی ہے اس عورت کو مسجد میں نہ پایا تو اس کی بابت استفسار فرمایا ۔ معلوم ہوا کہ رات کو وہ فوت ہو گئی تھی ۔ لوگوں نے حضورؐ کو اطلاع دینا ضروری نہ سمجھا ۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا دلّونی علٰی قبرھا ۔ یعنی مجھے اس کی قبر کا پتہ دو ۔ وہاں تشریف لے گئے اور اس عورت کی قبر پر مغفرت کے لئے دعا کی ۔ حضور کی اس عزت افزائی کا قوم نے مشاہدہ کیا اور ایک نہایت قیمتی سبق سیکھا ۔

غرض پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ساتھیوں کی تعظیم و تکریم فرمائی اور ان سے محبت و مودّت کا سلوک کیا ۔ ان کے لئے مرید کا لفظ استعمال نہ فرمایا اخی اور صاحب یعنی ساتھی کے نام سے ہی یاد فرمایا ۔ اس لئے کہ یہ دونوں الفاظ یعنی اخی اور صاحب قرآن کریم میں ان کے متبعین کے لئے استعمال ہوتے ہیں ایک جگہ فرمایا انما المؤمنون اخوۃ اور دوسری جگہ فرمایا ما ضلّ صاحبکم اپنے ساتھیوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس قدر اور اس حد تک عزت افزائی کی ہے کہ فرمایا اصحابی کالنجوم ۔ میرے ساتھی لوگوں کی رہنمائی کے لئے ستاروں کا کام دیں گے ۔

## قوم سازی کا گُر

یہی گر قوم سازی کا ہے ۔ قوم کے ہر فرد کی تکریم کرنے سے قوم سازی کا کام انجام پا سکتا ہے ۔ کوئی ہیڈ ماسٹر ہے ۔ تو کوئی چپڑاسی ، کوئی کالج کا پرنسپل ہے تو کوئی دفتر کا کلرک ، کوئی مزدوری کرتا ہے تو کوئی کارخانہ دار ہے وغیرہ ، یہ سب جماعت کے کل پرزے ہیں ۔ ان سب کی عزت اور احترام کرنے سے قوم میں محبت ، اعتماد اور اتفاق و اتحاد پیدا ہوتا اور قوم مضبوط ہوتی ہے ۔

## سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا دوسروں کے ساتھ باری باری اونٹ کی مہار پکڑنا ۔

یہ ایک دو باتیں میں نے ذکر کی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس طرح کی بے شمار باتیں ہیں ۔ کس کس کو بیان کیا جائے ایک دفعہ جہاد پر جا رہے تھے سواریاں کم تھیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تین تین آدمی ایک ایک سواری پر باری باری سفر کریں ۔ حضورؐ نے بھی دو آدمی اپنی سواری پر بٹھا لئے ، سفر جاری ہے ، ہر کوئی اپنی اپنی باری پر نیچے اترتا اور اونٹ کی مہار پکڑتا ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی جب باری آئی تو آپؐ نیچے اترے دوسرے ساتھیوں نے عرض کی کہ حضورؐ آپ بیٹھے رہئے ہم مہار پکڑتے ہیں ۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔ ما انتما باقوی منی علی المشی ۔ میں بھی پیدل چل سکتا ہوں ۔ پیدل چلنے میں تم مجھ سے زیادہ طاقت نہیں رکھتے ۔ وما انا اغنی منکما عن الجزاء ۔ اور تمہیں اس مشقت سے جو اجر ملتا ہے میں بھی اس اجر کا تم سے کم محتاج نہیں ہوں ۔

## مجلس میں ابوبکر رضؓ کے مقابلہ میں ایک نوجوان صحابی کی رعایت

ایک دفعہ مجلس لگی ہوئی تھی ۔ دائیں طرف ایک نوجوان بیٹھا تھا ۔ اور بائیں طرف حضرت ابوبکر رضؓ

تشریف رکھتے تھے۔ ایک پینے والی چیز آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پی کر نوجوان سے فرمایا کہ ہمارا طریقہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں دائیں طرف سے تقسیم کرنا شروع کرتے ہیں اور اب تم دائیں طرف ہو اور ایک بزرگ ابوبکرؓ بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ تمہاری اجازت ہو تو ان کی بزرگی کے احترام میں پہلے ان کو دیا جائے۔ نوجوان نے عرض کی کہ نہیں حضورؐ میں اپنی باری نہیں دے سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان کی اس بات پر کوئی غصہ کا اظہار نہیں فرمایا اور نہ اس کو بے ادبی قرار دیا۔ بلکہ پہلے اس نوجوان کو پیالہ دے دیا۔

## اعتکاف میں زوجہؓ محترمہ کی مدارات

ایک اور بات یاد آگئی۔ ایک دفعہ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت صفیہؓ کسی کام کی غرض سے تشریف لائیں اور وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئیں، حضورؐ نے ان کو یہ نہیں فرمایا کہ میں تو گھر چھوڑ کر یہاں آگیا ہوں۔ آپ اعتکاف کے دنوں میں بھی یہاں پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ ایسی کوئی بات نہیں فرماتے۔ بلکہ ان کی عزت کرتے ہیں۔ جب تک انہوں نے باتیں جاری رکھیں آپؐ سنتے سناتے رہتے ہیں، یہ بھی نہیں کہا کہ اب آپ چلی جاؤ۔ وہ جب جانے لگتی ہیں تو ان کے ساتھ دروازے تک جاتے ہیں۔ وہاں حضرت صفیہؓ کھڑی ہو کر باتیں کرتی ہیں۔ حضورؐ آرام سے دروازے میں کھڑے ہو کر ان سے باتوں میں مصروف رہے۔ دو صحابی ادھر سے گذرے آپؐ ان کو ٹھہرا لیتے ہیں اور فرماتے ہیں:—

یہ میری بیوی ہے جن سے میں باتیں کر رہا ہوں اور حضرت صفیہؓ سے کہا کہ ذرا پردہ اُٹھاؤ۔ تاکہ وہ تمہیں دیکھ لیں۔

## حضرت امامِ زمانؑ کی طرف سے اپنے ساتھیوں کی قدر و منزلت

اس زمانہ کے امامؑ نے بھی اپنے ساتھیوں کی بہت عزت افزائی فرمائی ہے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی آپ نے بڑی عزت کی۔ اور فرمایا کہ مجھے ان کی ذات پر رشک آتا ہے۔ قرآن کریم میں جنّوں کے ذکر میں ایک لفظ عبقری آتا ہے۔ عبقری لاجواب چیز کو کہتے ہیں۔ حضرت امام الزمان نے حضرت مولانا نورالدینؓ کے متعلق بھی یہی عبقری کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؒ کی بڑی قدر و منزلت فرمائی۔ ساری عمر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے کبھی بہانہ سازی سے نہیں کہا کہ میں آج امامت کرواتا ہوں۔ مولانا سید محمد احسن امروہویؒ اور حضرت مولانا نورالدینؓ کے متعلق فرمایا کہ یہ دو فرشتے ہیں جن کے کندھوں پر میں اُترا ہوں۔

حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب۔ حضرت خواجہ صاحبؒ، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبؒ وغیرہ تمام ساتھیوں کی عزت کرتے اور ان سے محبت و مودّت کا اظہار فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت کے اہل و عیال لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب کے مکان میں پلنگ پر مولوی عبدالکریم صاحب سو گئے۔ حضرت نیچے فرش پر لیٹ گئے۔ جونہی مولوی عبدالکریمؒ کی نیند کھلی، وہ حضور کو نیچے لیٹا ہوا دیکھ کر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ فرمایا آپ کیوں اُٹھ بیٹھے ہیں میں تو پہرہ دے رہا تھا کہ بچے شور و غل نہ کریں اور آپ کی نیند میں خلل واقع نہ ہو۔ ایسا ہی ایک واقعہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی پیش آیا۔

## سُنّتِ رسولؐ۔ ایک دوسرے کی تعظیم کی جائے

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسنِ اخلاق اور پاکیزہ رویّہ سے جماعت بنائی اسی طرح حضورؐ کے خادم حضرت امام زمانؑ نے بھی جماعت بنائی ہے۔ ان کو یقین ہے کہ جماعت کے بغیر اکیلا انسان کسی کام کا نہیں۔ اس جماعت نے جو کام پون صدی سے کیا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اس جماعت کی متحدہ مساعی اور باہمی ایثار اور قربانی سے انگلستان۔ جرمنی۔ امریکہ اور افریقہ میں تبلیغِ اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔ یہ ایک بہت مشکل کام ہے۔ جو حضرت امامِ زمان کے فرمان کے ماتحت یہ جماعت کر رہی ہے۔ چودہ سو سال میں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا کہ یورپ میں بھی اسلام کا وعظ کیا جا سکتا ہے۔ اور انگریزوں کو مسلمان کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام زمان کی جماعت نے اسلام کی برتری ثابت کر کے دکھادی۔

یورپ کے عیسائیوں کے متعلق دلوں میں جو رعب تھا قرآن نے یہ کہکر اسے دُور کر دیا **مالھم بہ من علم**۔ یعنی عیسائیوں کے دین کی بنیاد علم پر نہیں ہے۔ اس لئے ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ یہ جماعت اپنے مشن میں کامیاب ہوئی۔ اگر انگلستان کے لارڈ ہیڈلے مسلمان ہوئے تو جرمنی کے بیرن عمر ایرنفلز بھی اس جماعت کے ذریعہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

انگلستان کے مارمیڈیوک پکتھال مسلمان ہوئے تو جرمنی کے ڈاکٹر مارقوس مسلمان ہوئے۔ اس طرح جماعت کی کارگذاری کی شہرت دنیا بھر میں ہوئی۔ یہ شہرت دراصل حضرت امام زمانؑ کی وجہ سے ہوئی جنہوں نے جماعت کو حقانیت اسلام کے بے نظیر دلائل سے مسلح کیا۔

## عبادتِ الٰہی سب سے پہلا سبق

یہ جو میں نے شروع میں قرآن پاک کی آیت پڑھی ہے اس کے اندر یہی سبق دیا گیا ہے۔ فرمایا واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا۔ سب سے پہلا مرکزی سبق ہے عبادتِ الٰہی۔ فرمایا خدا تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے احکامات کی پیروی کرو یہ وہ سبق ہے جس سے جماعت بن سکتی ہے۔ اس بارہ میں جماعت کے تمام افراد کو اپنا نمونہ پیش کرنا چاہیئے کہ ہم خدا پرست ہیں۔

## مسیح موعودؑ کی پیدا کردہ جماعت کا نمونہ

اس جماعت کے نمونہ کو دیکھ کر مخالف لوگ بھی کہتے تھے کہ فلاں شخص نمازیں بڑی سنوار کر پڑھتا ہے۔ مرزائی معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی احمدی گواہی دینے جاتا تو سمجھ لیا جاتا کہ وہ احمدی ہے اس لئے سچّی گواہی دے گا۔ سید حامد شاہ صاحب کے بیٹے نے کسی کو مکّہ مارا اور وہ مر گیا۔ مقدمہ پیش ہوا۔ سید صاحب ڈپٹی کمشنر کے ریڈر تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے لڑکے نے اس شخص کو مار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میرے بیٹے نے اس کو مکّہ مارا تھا۔ جس سے وہ مر گیا۔ سید حامد شاہ صاحب ڈپٹی کمشنر کے قرب سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے اور اس کی عدالت میں سچی گواہی دیتے ہیں۔ پس جماعت کے لئے ضروری ہے کہ راستباز ہو۔ خدا پرست ہو۔ موحد ہو قبر پرست اور انسان پرست نہ ہو۔

## والدین کے ساتھ احسان کا برتاؤ

عبادتِ الٰہی کے بعد فرمایا وبالوالدین احسانا۔ ماں باپ سے احسان اور مروّت کا سلوک کیا جائے۔ ماں باپ پر خرچ کرنا، ان کی خدمت کرنا تو فطری بات ہے کون ہے جو اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا۔ قرآن کریم نے ماں باپ کا مقام خدا تعالیٰ کے بعد قرار دیا ہے۔ عبادت الٰہی کے بعد والدین کی عزت اور اُن سے احسان و مروّت اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

---

## تبلیغی خط و کتابت ——— بسلسلہ ص۱۱

آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے ایثار و قربانی کو قبول فرمائے اور اس کے وسائل کو فراخی عطا فرمائے۔ اس جماعت کی قربانیاں اسلامی خدمات کا ایک تابناک باب ہے۔ جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ ایسے نوجوانوں کی دلی دعائیں شاملِ حال رہیں تو ہم اپنے مقصد — "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" ——— میں بہت جلد کامیاب ہو سکتے ہیں۔

آپ ہمیں اپنے عزیز و اقارب کے پتہ جات بھیجیں اور سکول کی لائبریریوں کے بھی۔ ہم انہیں اسلامی لٹریچر بھیجیں گے۔ ہر مسلمان ایک مبلغ و مشن ہوتا ہے۔ آپ تہیّہ کر لیں کہ پڑھ لکھ کر دین کو دُنیا پر مقدّم کریں گے۔ اور اپنے قول و فعل کی روشنی سے افریقہ کے تاریک قلوب کو منوّر کریں گے۔ دیئے سے دیا جلتا ہے۔ آپ اسلام سے محبت کا جذبہ اپنے عزیزوں اور دوستوں میں بھی پیدا کریں۔ ہم آپ کی خدمت و راہنمائی کے لئے ہر دم تیار ہیں اور دُعا گو بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

---

مکرم مرزا محمد لطیف صاحب مبلغ انجمن

# مُسلمانانِ پاکستان کی خِدمت میں

## ایک درد مندانہ اپیل اور مُسلمان کی تعریف!

تمام مسلمان جو دنیا کے کسی خطے میں رہتے ہوں کسی ملک کے ساتھ وابستہ ہوں - ان میں فروعات میں کتنا اختلاف ہو - لیکن سب اس بات پر پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ ہماری ہدایت کی مکمل کتاب قرآن مجید ہے - حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی -"

اے مسلمانو میں تمہاری رہبری کے لئے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور دوسری سُنت - اور تم اس وقت تک گمراہ نہیں ہوگے جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے -

آج ہم حق رکھتے ہیں کہ اپنے اہلِ وطن بھائیوں سے دریافت کریں کہ کیا آپ نے کبھی رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کبھی غور کیا ہے - آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرآن مجید اور اس کے اقوال و افعال کو مضبوطی سے پکڑیں گے - روحانی روشنی وہیں سے لیں گے - وہ کبھی گمراہ - یعنی بے راہ اور اسلام کی حقیقی تعلیم سے دُور نہیں ہوں گے - جس کا دوسرے لفظوں میں یہ مفہوم ہے کہ جو لوگ اپنے جُملہ مسائل کی بنیاد قرآن مجید پر نہیں رکھیں گے وہ مجھ سے بہت دُور ہو جائیں گے !

آیئے اب مسلمان کی تعریف پر قرآن مجید و سُنّت رسُول سے راہ نمائی حاصل کریں اور جو لوگ اپنے دنیاوی اغراض یا سادگی - اور کم علمی کی وجہ سے کسی دوسری چیز پر انحصار کریں گے وہ تضلوا کے مصداق ہوں گے - قرآن مجید میں ہر طرح کی تفصیل موجود ہے کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں جس پر اس نے مکمل روشنی و ہدایت نہ مہیّا کی ہو - اور اسلام ایمان - مسلمان یہ تو بنیادی مسائل ہیں - جن پر دین کی اساس ہے کہ وہ کس طرح تشنہ چھوڑ سکتا تھا - ہم آپ کو عُقبٰے کا واسطہ دیتے ہیں - اس کے مقابل میں چند روزہ دنیا کے فوائد کوئی حیثیت نہیں رکھتے - خدا خوفی سے کام لیں - ایک دن مقرر ہے - اس وقت کیا جواب دیں گے - خُدا کے نزدیک کوئی معیار نہیں - ہر انسان اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا !

قرآن مجید } قرآن مجید ایک مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے -

ذالك الكتاب لاريب فيه - هدًى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب........ اولئك هم المفلحون

(البقرہ - رکوع ۱)

کہ مؤمن اور متقی وہ لوگ ہیں جو (۱) غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) اور نماز پڑھتے ہیں - (۳) اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے (راہِ خدا) میں خرچ کرتے ہیں (۴) اور (اے رسول) جو تجھ پر اُتارا گیا ہے (۵) اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا ہے ان سب پر ایمان لاتے ہیں - (۶) اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں - یہی لوگ اپنے ربّ کے سیدھے رستے پر ہیں یہی کامیاب ہونے والے ہیں - (البقرہ - رکوع ۱)

ان آیات میں مومن و متقی کی چھ علامتیں بیان فرمائی ہیں - اور جن میں یہ پائی جاتی ہیں ان کے لئے خدا کی طرف سے اس دنیا میں بشارت یہ ہے - و اولئك هم المفلحون فلاح کے معنے لغت میں یہ لکھے ہیں ظفر و ادراك بغية - مقصد کو پا لینا اور کامیاب ہو جانا - الفوز والخير - ایسا شخص جو دین و دنیا دونوں میں کامیابی حاصل کرے - اور لغت والوں کا اس پر بھی اتفاق ہے - کہ فلاح لفظ سے بڑھ کر دینی و دنیاوی ترقی کے لئے عربی زبان میں کوئی لفظ نہیں - خط کشیدہ الفاظ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں -

اُوپر ذکر کردہ صفات جو لوگ اپنے اندر پیدا کر لیں گے - جو مقام خدا کی طرف سے ان کو ملے گا - اس سے بڑا درجہ دنیا میں کسی کو نہیں مل سکتا! اور وہ حقیقی مسلمان ہوں گے - ان آیات میں کوئی مشکل لفظ نہیں - کوئی ابہام نہیں - صاف سیدھا اور جلد سمجھ آ جانے والا مضمون ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے - جیسے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں - (اب آپ اپنی اپنی جگہ، خدا خوفی سے کام لے کر انصاف کریں - کہتے ہیں انظر الى ما قيل ولا تنظر من قال - اس بات کو دیکھو کہ اللہ تعالےٰ کیا فرماتا ہے - یہ نہ دیکھو کہ فلاں کیا کہہ رہا ہے - اس سے ظاہر ہو گیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک مسلمان کسے کہتے ہیں -)

۱

قرآن مجید کے ایک ارشاد کے بعد اب ہم حدیث کی طرف آتے ہیں - اوپر آپ نے پڑھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے بعد میرے عمل و قول کو مضبوطی سے پکڑو - پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے مطابق عمل کرو - اور اگر اس کو کسی نے چھوڑا تو وہ گمراہ ہوگا -

حدیث } صحیح مسلم میں ایک حدیث آتی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان اور اسلام کی حقیقت کیا ہے - تو حضور نے فرمایا کہ :-

"ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ پر اس کے فرشتوں پر - اس کی کتابوں پر - اس کے رسولوں پر - بعث بعد الموت پر - اور تقدیر پر یقین رکھے اور اسلام : گواہی دینا اس بات پر کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسُول ہیں - اور نماز کا ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا - اور رمضان کے روزے رکھنا - اور بیت اللہ کا (بشرط استطاعت) حج کرنا ہے - اس پر جبریل نے آنحضرت صلعم کی تصدیق کی - بعد ازاں جبرئیل کے چلے جانے پر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے - (مشکوٰۃ)

(۲) ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ہے :-

"بنى الاسلام على خمس.......... کہ اسلام کی بناء پانچ امور پر رکھی گئی ہے - یعنی (۱) کلمۂ شہادت (۲) نماز کا قائم کرنا (۳) زکوٰۃ کا دینا - (۴) رمضان شریف کے روزے رکھنا - (۵) اور طاقت رکھے تو حج کرنا - (بخاری و مسلم)

قرآن مجید اور ان حدیثوں پر غور کریں - احادیث کی مستند کتابیں جو کہ ہمارے ملک کا سوادِ اعظم مانتا ہے ان میں سے یہ حدیثیں لی گئی ہیں - جن میں ایمان اور اسلام کی مکمل شرائط اور حدود حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں - اب آپ دیانت داری سے کہیں کہ جن افراد میں یہ چیزیں خُدا کے فضل سے عمدہ رنگ میں ہوں - بلکہ دوسروں سے احسن طور پر پائی جائیں - کیا کسی انسان کے لئے سزاوار ہے کہ وہ ان کو مسلمان نام کے علاوہ کسی اور نام سے پکارے یا دوسرے کسی کو اس کی ترغیب دے کہ تم ان کو مسلمان نہ سمجھو!

حضرات خلفائے راشدین کے بعد جو دور آیا - اور بنو امیہ اور بنو عباس کی حکومتیں قائم ہوئیں - اسلام نے بہت زیادہ وسعت اختیار کی - اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر دوسرے ممالک میں پھیل گیا نئے نئے مسائل پیدا ہوئے - اس وقت ضرورت محسوس ہوئی کہ بعض نئے مسائل کا حل قرآن مجید و حدیث کی روشنی میں پیش کیا جاوے - اس لئے علم استخراج مسائل کا نام فقہ رکھا گیا - اور اس میں علماء عظام نے بڑا شاندار زندہ جاوید کارنامے سر انجام دیئے ان میں سر فہرست حضرت نعمان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے شاگردانِ رشید ہیں - اور ہمارے مُلک کی اکثریت قرآن و حدیث کے بعد انہی کے جاری کردہ چشمہ سے فیض یاب ہو رہی ہے -

فقہ } فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ :-

"اصل توحید اور وہ چیز جس کے ساتھ اعتقاد صحیح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کہے میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں پر - اور اس کے تمام رسولوں پر - اور بعث بعد الموت پر - اور تقدیر اور خیر و شر کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونے پر اور حساب اور میزان اور جنت و نار پر - کہ یہ سب باتیں سراسر حق ہیں - (شرح فقہ اکبر صفحہ ۳-۴)

اور اسی طرح فقہ اکبر کے صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے کہ:۔

"جو شخص یہ چاہے کہ اُمتِ محمد صلعم سے ہو تو وہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے **تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے** - اگرچہ وہ فرائض و محرمات سے بے خبر ہو۔"

اب ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ قرآن و حدیث کے بعد جنہیں ... امام و مقتدا مانتے ہیں وہ تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو (جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) یقینی طور پر مومن تسلیم کرتے ہیں - اور اس کے مقابل میں ہمارے اہلِ وطن کدھر جارہے ہیں۔

نیز آج کل ایک لفظ اکثر پڑھنے اور سننے میں آتا ہے "مرتد" اور اس کے بارے میں کئی من مانی تاویلیں کی جارہی ہیں - جن کی اساس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے - ایسے اگر کوئی شخص اپنی بدقسمتی سے اسلام سے انحراف کرے تو یہ بڑی تکلیف والی بات ہے - کہ وہ ... صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا ہے - اب آپ دیکھیں کہ فقہاء نے مرتد کے بارے میں ... فیصلہ فرمایا ہے - اسلام تنگ دین نہیں - اور تکلیف ما لا یطاق - فطرت عقل ... کے خلاف کسی بات کی تعلیم نہیں دیتا۔

فقہ کی کتاب البحرالرائق میں لکھا ہے کہ:۔

"طحاوی کی شرح میں ہے کہ قاضی امام ابو یوسف سے مرتد کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیونکر مسلمان ہوگا تو انہوں نے کہا کہ "وہ کلمہ شہادتیں پڑھے - اور جو خدا کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار کرے - اور جس دین یہودیت یا عیسائیت کو اس نے اختیار کیا تھا اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے اور بعث اور نشور کا اقرار کرنا مستحب ہے۔"

... قرآن مجید - احادیث اور فقہ کی رُو سے جو شخص زبان سے اقرار کرے کہ میں مسلمان ... ارکان اسلام بجا لائے - اور جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے ان کو تسلیم کرے وہ مسلمان ہے - کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اسلام کی وہ تعریف کرے جو قرآن مجید سے ثابت ... - اور نہ کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہے کوئی دوسرا نام اختیار کرنے پر اصرار ... - کیا یہ لوگ بھول جاتے ہیں یا ان کی اپنی منشاء و مرضی کے خلاف ہے - اس واسطے اسے ... اتنا نہیں سمجھتے - کہ جب عین میدانِ جنگ میں ایک شخص مسلمانوں سے لڑنے آتا ہے ... وقت جب ایک مسلمان (حضرت اسامہؓ) کی تلوار کی زد میں آجاتا ہے تو فوراً کلمہ ... لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اونچی آواز سے پڑھتا ہے - قرائن ظاہر ... ہیں کہ اس نے آپ کی تلوار کے ڈر سے محض اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ طیبہ پڑھا ... حضرت اسامہؓ نے اسے قتل کر دیا - جب مدینہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ ... سارے واقعات سُنے، تو اس واقعہ پر آپؐ نے حضرت اسامہؓ سے باز پُرس کی - انہوں نے جواب دیا کہ وہ میری تلوار کے ڈر سے مسلمان ہونا چاہتا تھا - آپؐ اس پر ... ہوئے - غصّہ سے چہرہ مبارک سُرخ ہوگیا - اور اسامہؓ کی یہ کیفیت تھی کہ آج میری ... حضور کو تکلیف ہوئی ہے - کاش میں آج ہی پیدا ہوتا تو مجھے یہ تکلیف دینے کا موقع نہ ... حضور نے فرمایا هل شققت قلبه - کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا - کیا ... - دل کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے - دنیا میں ایک انسان صرف زبان سے اقرار ... انحصار و فیصلہ کرے گا۔

... اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان اتحادِ ملّی کو برقرار رکھیں - دشمنِ اسلام ... چاہتی ہیں کہ مسلمان کمزور رہیں یا یہ سوتے رہیں - ان کو کسی نے اتنا نقصان نہیں ... ان کے اپنے اختلاف اور اندرونی انتشار نے پہنچایا ہے - ذرا سپین اور اندلس ... اسلامی ممالک میں جہاں صدیوں تک اسلام پھیلتا پھولتا رہا - اور آج! کس ... لپیٹ دی گئی ہے - ان کی تاریخ پر غور کر کے عبرت حاصل کریں۔

... کے فائدہ کے لئے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صد چہاردہم ... چند حوالے پیش کرتا ہوں - تا اللہ تعالیٰ توفیق دے اور اپنی غلطی کا اقرار ... لقب دے کر خدا کو ناراض نہ کریں - فرماتے ہیں:۔

... ہیں خدا کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایمان لاتے ہیں - اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں - اور خدا کی کتاب قرآن اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء ہیں مانتے ہیں اور یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں - اور نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں - اور اہلِ قبلہ ہیں - اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا ہے اس کو حرام سمجھتے اور جو کچھ حلال کیا اس کو حلال قرار دیتے ہیں - اور ہم نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں - اور ایک ذرّہ کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہؐ سے ہمیں پہنچا اس کو قبول کرتے ہیں - چاہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو نہ سمجھیں اور اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں - **اور اللہ کے فضل سے مومن اور موحّد ہیں۔"** (نورالحق حصّہ اوّل صفحہ ۵)

۲- آپ اپنی کتاب (عربی) مواھب الرحمٰن میں فرماتے ہیں:۔

"اور کوئی عمل اور عبادت قبول نہ ہوگی جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار سچے دل سے نہ کیا جائے اور دینِ اسلام پر ثبات و قیام نہ ہو، **اور وہ شخص ہلاک ہوگیا جس نے آپ کو چھوڑ دیا اور بقدر** طاقت تمام امور میں آپ کی پیروی نہ کی، کوئی جدید شریعت آپؐ کے بعد نہیں اور نہ کوئی کتاب آپؐ کی شریعت کو منسوخ کر سکتی ہے - اور کوئی شخص آپؐ کے مبارک کلمہ کو بدل نہیں سکتا - **اور جس نے ذرّہ بھر قرآن شریف سے روگردانی کی وہ ایمان سے خارج ہوگیا - اور ہرگز کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا جب تک ان تمام امور میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکے ہیں آپؐ کی پیروی نہ کرے اور جس نے رتی بھر آپ کی وصیت اور حکم کو چھوڑا وہ گمراہ ہوگیا۔"**

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۸)

اب کوئی خدا ترس آپ پر کسی قسم کا الزام دے سکتا ہے - آپ جو مقصد لے کر آئے تھے وہ یحیی الدین و یقیم الشریعۃ تھا - اسے اپنی جماعت کو کیا نصائح فرماتے ہیں کیا تعلیم دیتے ہیں مطالعہ فرمائیں:۔

(۳) "پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ (احمدی) یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالقِ کُل خدا ہے - نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ اس کا کوئی بیٹا...

........ اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو - سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی آگے قدم رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو........ نوعِ انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ........

یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے **تم اس وقت میری جماعت میں شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقوےٰ کی راہوں پر قدم مارو گے - سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور (قلب) سے ادا کرو کہ گویا تم خُدا کو دیکھ رہے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پُورے کرو - ہر ایک جو زکوٰۃ دینے والا ہے وہ زکوٰۃ دے - اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔"** (کشتی نوح صفحہ ۱۴)

خُدا را تعصب کی پٹی اتار کر ان پاک ارشادات کا مطالعہ کریں اور خدا کے فضل سے ہر احمدی کا یہ ایمان اور عمل ہے - اور فتوے دینے والوں کی حالت - عقل پر افسوس ہوتا ہے هيهات هيهات لما تقولون! ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود...

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

تبلیغی خط و کتابت۔

# بلادِ غیر میں ترسیلِ لٹریچر

"میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

## اقصائے عالم میں اسلام پر شائع کردہ ہمارے لٹریچر کی وسیع مقبولیت

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا ❊ گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

مرتبہ: چوہدری محمد حیات صاحب۔ اسسٹنٹ سیکرٹری۔

---

**نائیجیریا سے عمر و شام لکھتے ہیں:۔**

"آپ کی خدمت میں چند سطور رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ مجھے انگریزی میں "قرآن بائیبل" ارسال کر کے شکریہ کا موقعہ دیں۔ مجھے یہ کتاب حاصل کر کے انتہائی خوشی حاصل ہو گی۔ میں مسلم ہوں اگرچہ میں نے قرآن تھوڑا سا پڑھا ہے، لیکن میں بہ تفصیل مطالعہ کا شائق ہوں۔ مہربانی فرما کر میری مدد کیجئے۔"

**الجواب:** عزیز من! آپ کا خط کا ملا ہے۔ جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دین اسلام کے بارے میں ابتدائی اور بنیادی معلومات بھی آپ کو حاصل نہیں ہیں، جن سے آگاہی کے بعد ہی کوئی شخص قرآن کریم کی تعلیمات سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ آمدریں صورت ہم آپ کو دین اسلام کے بارے میں چھوٹے چھوٹے کتابچے بھیج رہے ہیں۔ ان کو پڑھئے اور حاصل مطالعہ سے ہمیں مطلع کیجئے۔ ہم سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھئے۔ ہم آپ کو سلسلہ وار لٹریچر ارسال کرتے رہیں گے۔ جس میں قرآن کریم بھی شامل ہوگا۔ خدا کے فضل سے آپ مسلم ہیں اور ہمارے بھائی ہیں۔

ہر مسلمان کو اپنی دینی کتاب قرآن کریم سے محبت ہے۔ اور آپ کا بھی یہی حال ہے۔ خدا کرے یہ محبت فزوں تر ہو اور اس سے عشق کی انتہا آپ کو ایک سچا کھرا مسلم بنا دے۔ عزیزی یاد رکھئے کہ ہمارے پیارے دین اسلام کی الہامی کتاب کے نام ایک سے زیادہ ہیں۔ جن میں مشہور نام قرآن مجید ہے۔ آپ کے مطابق "قرآن بائیبل" ہماری دینی کتاب کا کوئی نام نہیں ہے۔ اس حقیقت سے آپ کو مطلع کرنے کا ہمارا مقصد آپ کی تحقیر نہیں بلکہ اضافہ معلومات ہے۔ امید ہے آپ ناراض نہ ہوں گے۔ دعاؤں میں یاد رکھئے۔

---

**گھانا سے مسٹر سائبو ابوبکری لکھتے ہیں:۔**

"جناب مکرم! میں بفضلہ تعالے مسلم ہوں اور مروّجہ انگریزی سکولوں میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ مجھے قرآن کریم کی ضرورت ہے۔ اس علاقہ میں ہم مسلمانوں کے لئے قرآن کریم کا حصول ایک بڑا مسئلہ ہے۔ سکولوں میں بھی یہی حالت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اسلامی ممالک سے امداد کے خواہاں ہوتے ہیں۔ آمدریں صورت آپ سے درخواست ہے کہ قرآن کریم مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بہت شکر گذار ہوں گا۔"

**الجواب:** محترمی ابوبکری صاحب۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ مسلم ہیں اور اس تعلق سے آپ اُمّتِ مسلمہ کے ایک فرد ہیں۔ اور یہ کہ آپ طالب علم بھی ہیں۔ تحصیل علم ہر مسلم مرد و عورت پر فرض ہے۔ دینی کتب خصوصاً قرآن کریم کے حصول میں آپ نے جن مشکلات کا ذکر فرمایا ہے وہ لائق فکر ہے۔ مسلم ممالک کے مالی ذرائع اتنے وسیع و عمیق ہیں کہ اگر اشاعت قرآن کی اجتماعی تڑپ پیدا ہو جائے تو صرف اور صرف ایک اسلامی مملکت ہی اپنے مالی ذرائع کے ایک حصہ سے دنیا جہان کے ہر فرد و بشر کو ایک ایک نسخہ قرآن کریم کا عطیہ دے سکتا ہے۔ اس طرح نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلم طبقہ بھی جو موجودہ قرآن کریم کے مطالعہ سے محروم ہے۔ اس نعمت غیر مترقبہ سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ بہرحال قرآن کی تڑپ اور اس کی اشاعت و تقسیم کی لگن اس صدی کے امامؑ مہدی نے اپنی جماعت کے اندر پیدا کی۔ جس نے نہایت قلیل ذرائع و وسائل سے نصف صدی سے زیادہ مدت سے قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کر کے بنی نوع انسان کے ہاتھوں میں پہنچا رہی ہے۔ آپ دعا کریں اللہ عاشق قرآن جماعت کے مالی وسائل میں اللہ تعالے فراخی عطا کرے اور اس قدر وسعت عطا فرمائے کہ یہ کرۂ ارض کے ایک ایک فرد بشر کو قرآنی نور سے فیضیاب کرنے کی سعادت حاصل کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

یہ الٰہی کام ہے اور الٰہی جماعت ہی اس کو سرانجام دے سکتی ہے۔ ہم تحدیث نعمت کے طور پر بصد شکر الٰہی بڑے عجز و انکسار کے ساتھ لکھتے ہیں کہ یہ توفیق اس جماعت کو حاصل ہے۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔ ہم آپ کو سردست اسلامی لٹریچر ارسال کر رہے ہیں۔ اور ترسیلِ قرآن کا انتظام بھی پیشِ نظر ہے۔

---

**عکرہ (گھانا) سے مسٹر احمد کینتھ رقم طراز ہیں:۔**

"جناب محترم! راقم کو انگریزی ترجمۃ القرآن ارسال فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ میری عمر اس وقت ۲۲ سال ہے اور تعلیم یافتہ ہوں۔ گذشتہ سال ہی اسلام قبول کیا ہے۔ حلقہ بگوش اسلام ہونے میں تاخیر کی وجہ وہ راز ہے جو میرے غیر مسلم والد صاحب نے مجھ سے چھپا رکھا تھا، جن کے ساتھ میں اپنے بچپن سے ہی رہ رہا تھا۔ یہ راز مجھ پر اس وقت کھلا جب میں پہلی دفعہ اپنی نانی اماں کے پاس گیا اور اس وقت میری عمر ۱۲ سال تھی۔

دراصل میری امّی جان مسلم گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جبکہ میرے ابا جان غیر مسلم تھے، میں بچہ ہی تھا کہ میرے والدین میں جدائی ہو گئی۔ چونکہ میں والد صاحب کے ساتھ رہتا تھا اس لئے عیسائی مذہب پر قائم تھا۔ لیکن افشائے راز کے بعد میں مسلم ہو گیا۔ میرے والد صاحب اور رفقاء و احباب نے مجھے سمجھانے بجھانے کی از حد کوشش کی اور کئی طرح کی مشکلات بھی پیدا کیں۔ لیکن آہستہ آہستہ میری مخالفت کا طوفان تھم گیا اور مشکلات جاتی رہیں۔ قبل ازیں ایک امام صاحب میری رہنمائی فرماتے رہے تھے۔ جو اس علاقہ میں دورے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔

اب ایک دوست کی معرفت آپ کی خدماتِ دینیہ اور اشاعتِ اسلام بصورت کتب لٹریچر کا پتہ چلا ہے اس لئے آپ سے ملتمس ہوں کہ مجھے قرآن کریم انگریزی اور اسلامی لٹریچر ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ میں دین اسلام کا بہ تفصیل مطالعہ کر سکوں۔

اُمید واثق ہے کہ آپ دین اسلام سے والہانہ محبت و پیار رکھتے ہوئے ہماری درخواست پر اثباتی توجہ دیں گے۔"

**الجواب:** عزیزی محترمی! نوجوان قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ ہمیں آپ سے ہمدردی اور محبت ہے۔ اس لئے بھی کہ آپ ہمارے مسلم بھائی ہیں۔ اس لئے بھی کہ آپ نے اپنے فکر سلیم اور اپنی طبع نیک سے تحقیق مذہب کے بعد سچے دین کی پرکھ کی اور اس کو قبول کیا۔ اللہ تعالٰے آپ کو استقامت بخشے۔ اپنی رحمت و نصرت کے سایہ میں رکھے۔ پیش آمدہ مشکلات کا بھی جس پامردی سے آپ نے مقابلہ کیا ہے اس میں جہاں آپ کے عزمِ راسخ کا حصہ ہے وہاں توفیق الٰہی نے بھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ اس لئے بارگاہِ ایزدی میں جس قدر شکرانہ ادا کیا جائے کم ہے۔

ہم آپ کے لئے بہ دل و جان دعا گو ہیں اور آپ کی خدمت کے لئے سراپا تیار و مستعد۔ آپ کی فرمائش کے مطابق اسلامی لٹریچر آپ کو ارسال کرتے رہیں گے اور قرآن کریم سے بھی ہم آپ کو محروم نہیں رکھیں گے۔ جس دوست نے آپ کی ہم تک رہنمائی فرمائی ہے ہم ان کے بے حد شکر گذار ہیں۔ ان کی خدمت میں ہمارے سلام و نیاز پہنچا دیں اور جن امام صاحب نے آپ کو صراطِ مستقیم کی خبر دی ان کے لئے دعا کرتے وقت ہمیں بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالٰے ہمیں اشاعتِ دینِ اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔

---

**گھانا سے محمد عبداللہ صاحب اپنے خط میں مرقوم ہیں کہ:۔**

"امید ہے کہ اللہ تعالٰے کے فضل و رحمت سے آپ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے جہاد میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہوں گے۔ اور تائید و نصرتِ الٰہی آپ کے ساتھ ہو گی۔ میں ان چند مسلمانوں میں سے ایک ہوں، جو دین اسلام کو اچھی طرح

تفصیل سے پڑھنا، سیکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہاں پرسکول میں اس قسم کی کوئی سہولت حاصل نہیں ہے۔ دین اسلام پر کتابیں بھی کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ چنانچہ ہم اپنی جیب سے پسندیدہ کتابیں خرید لیتے ہیں چونکہ میں کسی امیر کبیر گھرانے سے تعلق نہیں رکھتا ہوں۔ اس لئے میں وہ کتابیں جو میرے لئے مفید مطالعہ ہیں اور بیش قیمت ہیں خریدنے سے معذور ہوں۔

میں آپ سے طالب امداد ہوں اور ملتمس ہوں کہ انگریزی ترجمۃ القرآن کا ایک نسخہ، احادیث کی چند کتب ارسال فرمائی جائیں۔ میں آپ سے جبر و اکراہ کی صورت میں نہیں بلکہ عاجزانہ ملتمس ہوں۔ میں ایک مقابلہ کے امتحان کی تیاری کر رہا ہوں، اس سلسلہ میں مجھے قرآن کریم کی اشد ضرورت ہے۔ توجہ فرما کر عنداللہ ماجور رہوں۔

اللہ تعالےٰ آپ کے جہادِ اسلام میں برکت و توسیع عطا فرمائے۔ والسلام۔

**الجواب** :— محمد عبداللہ صاحب، جی ہاں آپ کی مقبول دعاؤں سے ہم بفضلہٖ تعالےٰ اپنے امام وقت حضرت مسیح موعودؑ کے مقصد و مشن کے تحت تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے جہادِ کبیر میں مصروف ہیں۔ اور یہ آسمانی کام صرف اور صرف تائید و نصرتِ الٰہی کے ساتھ ہی انجام پا رہا ہے۔ ورنہ ہم کیا، اور ہماری بساط کیا؟!

اس راہ کا جو رختِ سفر ہے وہ اس زمانہ کے امام کی پھونکی ہوئی وہ روح ہے جو اس باب میں ایثار و قربانی، جذب و تڑپ اور ذوق و شوق کے ایمان افروز عالی مجاہدوں میں نظر آتی ہے۔ جماعت کے ایک ایک فرد کا اوڑھنا بچھونا یہی ہے کہ اسلام دنیا میں پھیل جائے۔ اور کائناتِ عالم اس کی ضیا پاشیوں سے منور ہو جائیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اس جماعت کو خدمتِ دین کے مثالی مواقع عطا فرمائے۔

تحصیلِ علمِ دین کے سلسلہ میں آپ کا ذوق و شوق اور مقابلہ میں آپ کی مالی کمزوری کی صورتِ حال صرف آپ سے ہی وابستہ نہیں، بلکہ نہ جانے کتنے لوگ اس میں مبتلا ہیں، دعا ہے اللہ تعالےٰ نے جو ذوق و شوق عطا فرمایا ہے اس کی تکمیل کے اسباب بھی وہ خود ہی اپنی جناب سے پیدا کرے کہ وہ العزیز الحکیم اور سمیع العلیم ہے۔

ہم آپ کو مطلوبہ کتب یعنی قرآن کریم اور احادیث نبویؐ کے ساتھ ساتھ دیگر کتب بھی ارسال کر رہے ہیں۔ ان کا مطالعہ آپ کے پیش آمدہ امتحان کی تیاری میں بڑا ہی مفید مطلب ہوگا۔ آپ تیاری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی سے تائید و نصرت کے بھی طالب رہیں کہ سب کامیابیوں کا منبع و ماخذ وہی ایک ذات ہے۔ ہم آپ کی روشن کامیابی کے متمنی بھی ہیں اور دعا گو بھی۔ آپ کی دعاؤں کا شکریہ۔

---

گھانا سے مسٹر محمد فینتی لکھتے ہیں :—

"اخی فی الاسلام۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

آپ کے مکتوب گرامی محررہ ۲۸ر اگست ۱۹۶۸ء کا شکریہ۔ جو کچھ آپ نے اس میں رقم فرمایا ہے۔ میں نے سب کچھ پڑھ سمجھ لیا ہے۔ جناب مکرم یہ بات درست نہیں ہے کہ میری انگریزی تحریر درست نہیں ہے بلکہ میری انگریزی تحریر و تقریر بڑی کمزور ہے۔ اور انگریزی ترجمۃ القرآن کریم کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے سے معذور ہوں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس زبان پر عبور حاصل ہے۔ مجھے قرآن کریم ناظرہ تو آتا ہے۔ لیکن اس کے مفاہیم و مطالب نہیں سمجھ سکتا۔ تعلیماتِ قرآنیہ سے باخبر ہونے کے لئے مجھے انگریزی ترجمۃ القرآن کی بڑی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ آپ ہمدردانہ غور فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام۔

**الجواب** :— محترمی مکرمی! آپ کا مکتوبِ گرامی پیشِ نظر ہے۔ آپ کی انگریزی زبان سے اس قدر واقفیت و شناسائی کے ہوتے ہوئے ہم نے اگر اسکے برعکس، یا برکس دیئے ہوں تو معذرت خواہ ہیں۔ امید ہے آپ ہمیں دل سے معاف کر دیں گے۔ ہم آپ کے علم و لیاقت میں اضافہ کے لئے دعا گو ہیں۔

قدرت نے اس زبان پر آپ کو دسترس دی ہے تو اس عطیہ الٰہی سے آپ اگر اسلام کی خدمت کریں اور اس زبان میں اسلام کی صداقت و حقانیت پر مضامین لکھا کریں

باقی برصفحہ ۶ کالم ۱

# توفّی اور رفع الی اللہ کے معنی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق میں قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :—

انی متوفّیک و رافعک الیّ

یعنے میں تم کو وفات دوں گا اور اپنی طرف تمہارا رفع کروں گا۔ متوفّیک اور رافعک کی ترکیب سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا رفع آپ کی وفات کے بعد ہوا تھا۔ مگر بعض اہلِ علم حضرات یہاں توفّی کے معنے وفات کی بجائے پورا کرنے کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ کا رفع بجسدِ عنصری ہو چکا ہے اور آپ آسمان پر زندہ ہیں کسی خاص وقت میں کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کے لئے دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے۔ حالانکہ عربی قاعدہ کے مطابق توفّی کے جہاں اللہ تعالےٰ فاعل ہو، معنی وفات دینے کے ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے اہلِ علم حضرات نے یہی معنے کئے ہیں۔ اس صورت میں بھی بعض اہلِ علم حضرات نے کمال کیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں رافعک الیّ پہلے آنا چاہئے اور متوفّیک بعد میں۔ ایسی جسارت افسوسناک ہے۔

بہرحال ذیل میں کتاب "روزگارِ فقیر" سے جو فقیر وحیدالدین نے شاعرِ مشرق (اقبال۔ ناول) سے چند ملاقاتوں کی یاد کے تعلق میں شائع کی ہے۔ ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوگا کہ علامہ اقبال مرحوم بھی توفّی کے معنی وفات دینے اور رفع الی اللہ کے معنی روحانی رفع الی اللہ سمجھتے تھے۔ فھو ھذا :—

"ڈاکٹر صاحب سرسید کی وفات کے سانحہ سے خود بھی متاثر تھے۔ قابلِ احترام استاد کی ہدایت نے اس تاثر کو اور گہرا کیا۔ استاد اور شاگرد دونوں نے تاریخیں نکالیں، اور مادہ ہائے تاریخ کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس کمیٹی نے میر حسن اور ڈاکٹر اقبال کی تاریخوں کو بہترین قرار دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی نکالی ہوئی تاریخ وفات سرسید خاں کی لوح مزار پر کندہ کرائی گئی جو اب تک موجود ہے۔ شمس العلماء مولانا میر حسن کی نکالی ہوئی تاریخ وفات یہ تھی۔

غُفِرَ لَہٗ۔ (۱۳۱۵ھ) (مفہوم۔ اس کی مغفرت کی گئی)

ڈاکٹر صاحب موصوف نے قرآن پاک کی آیت سے تاریخ نکالی :—

انی متوفّیک و رافعک الیّ و مطہرک (۱۳۱۵ھ)

یہ آیت مبارکہ سورۃ آلعمران (پارہ تلک الرسل) کا ایک جزو ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خداوند قدوس کی اس خوشنودی کا اظہار کیا گیا ہے جس میں یقین دلایا گیا ہے کہ :—

"وہی موت دینے والا ہے، وہی درجات بلند کرنے والا اور پاک کرنے والا ہے (الزامات اور بہتان طرازوں سے)"

یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ رفعت اور سیرت و کردار کی پاکیزگی کو بھی ظاہر کرتی ہے اور ان پر تہمت لگانے والوں کے مقابلہ میں کھلا چیلنج بھی ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اسی آیت سے تاریخ نکال کر سرسید کی شخصیت کا پر تحسین اعتراف کیا ہے۔ سرسید احمد خاں کی وفات کی تاریخ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی تھی، یا اُن کی علمی و قومی خدمات کو اس سے بہتر خراجِ عقیدت کیا پیش کیا جا سکتا تھا؟

ڈاکٹر صاحب کی منتخب آیت کی شانِ نزول، ترجمہ اور مفہوم کے ساتھ ساتھ سرسید احمد خان کی زندگی اور تحریک سے متعلق مشکلات و واقعات کا تجزیہ کرنا عبرت اور افادیت سے خالی نہ ہوگا اور یوں یہ اندازہ کرنا بھی آسان ہو جائے گا کہ سرسید احمد خان کے لئے ان کی زبردست تعلیمی مشن کی بدولت ڈاکٹر صاحب کے دل میں کیا قدر و منزلت موجود تھی۔"

(روزگارِ فقیر۔ اپریل ایڈیشن ۱۹۶۶ء۔ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

(ماخوذ)

خاکسار۔ احمد گل۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۸ء

مکرم راجہ عبدالمجید صاحب ۔ پھڑکسی (ملتان)

# حق و صداقت کا قرآنی معیار

## (قسط نمبر ۳)

جماعت احمدیہ لاہور، کے دوستو امامِ وقت کے ہاتھ پر جو عہد دِین کو دنیا پر مقدم کرنے کا کیا ہے ۔ اس پر سچّے دل سے قائم ہو کر خُدا کے دِین کو دنیا کے کناروں تک پھیلانے کے لئے سب سے پہلے اپنے نفسوں کی قربانی دو ۔ اپنے مال اور وقت کی قربانی دو ۔ خدا کے دِین کی ضرورت کو اپنی ذاتی ضروریات پر مقدم کرو ۔ دِین کے لئے اور خُدا کی رضا کے لئے اپنی ذاتی ضدوں کو چھوڑ کر اپنے میں اتفاق پیدا کرو کہ اتفاق میں برکت اور نفاق میں نفرت ہے ۔ جو کوئی بھی اتفاق کی طرف پہل کرے گا ۔ وہی خُدا تعالےٰ کے ہاں بہتر بدلہ پاوے گا ۔ حضرت مسیح موعودؑ کی فوج کے سپاہی ہو ۔ دِین کے لئے مل کر کام کرو اور نیک نام پیدا کرو ۔ حضرت صاحب کے بتائے ہُوئے اصُولوں کو پھر سے اپنا لو ۔ اسی میں آپ کا اور دِین کا بھلا ہے ۔

اپنے ان بزرگوں کو دیکھو جنہوں نے دِین کو دُنیا پر مقدم کر کے کام کیا اور اسلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچایا اور بنی بنائی اشاعتِ اسلام و قرآن کریم کی عمارت آپ کے حوالے کر کے خدا کے حضور حاضر ہو گئے ۔ آپ کے کاموں کو دیکھ کر ان کی رُوحیں پریشان ہوتی ہوں گی ۔ خُدارا کوئی صورت ان بزرگوں کی رُوحوں کی پریشانی کو دُور کرنے کے لئے کرو ۔ آپ کے بزرگوں کی رُوحیں اسی وقت اطمینان پکڑیں گی ۔ وہ جب آپ کو دیانت داری سے مسیح موعودؑ کے بتائے ہُوئے راستہ پر چلتا دیکھیں گی ۔

کیا آپ خُدا ۔ رسُولؐ ۔ مسیح موعودؑ اپنے بزرگوں کو خوش کرنے کے لئے تھوڑی قربانی کر کے اپنے دلوں میں اتفاق جیسی نعمت کا بیج بو کر اپنی ضِدوں کو چھوڑ نہیں سکتے ؟ خدا آپ کے ساتھ ہو ۔ حضرت صاحب اس صدی کے مجدّد مبعوث ہو کر آئے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائی ہے ۔ جو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان کا نام دُنیا کے کِناروں تک پہنچ چکا ہے ۔ اور ان کے جو مخالف تھے ۔ ان کا نام مٹ چکا ہے ۔ جو پیشگوئیاں حضرت صاحب نے جماعت کے لئے کی ہیں وہ بھی اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر رہیں گی ۔ اگر ہم نے اپنا رویّہ نہ بدلا تو خُدا تعالےٰ اپنی سنّت کے مطابق ہم کو بدل کر دوسرے لوگ لے آئے گا ۔

دوستو اس وقت سے ڈرو اور اس سے پہلے کہ وہ وقت آوے راستی کی طرف قدم اُٹھاؤ ۔ اگر آپ دِین کے لئے اپنا مال ۔ وقت اور ہر وہ چیز جو آپ کے قبضہ میں ہے قربان کر کے دِین کو دُنیا پر مقدم کرنے کی مثال قائم کریں گے تو اللہ تعالےٰ آپ کی مدد کرے گا ۔ اور آپ کی کوئی مشکل بھی مشکل نہیں رہے گی ۔

خُدا تعالےٰ ہم سب کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اس راستہ کی توفیق دے جس پر لوگوں پر اس کا انعام ہوا اور اس راستہ سے بچاوے جس پر چلنے سے لوگوں پر اس کا غضب ہوا ۔ اور گمراہوں کے راستہ سے بھی ۔ آمین ۔ اگر آپ سچے دل سے حضرت صاحب کو اپنے ہر ایک حال میں حَکَم مانتے ہیں ۔ تو فوری طور پر ان کے اس حکم اور فیصلہ پر عمل پیرا ہو جاویں ۔ جو اُنہوں نے اپنے بعد کام کرنے کا الوصیت میں حکم دیا ہے : —

۱— "خُدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں ۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں ۔ توحید کی طرف کھینچے ۔ اور اپنے بندوں کو دِین واحد پر جمع کرے ۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے ۔ جس کے لئے میں بھیجا گیا ۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو ۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خُدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب مل کر کام کرو ۔"

۲— "میری یہی رائے ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جاوے ۔ کہ ایسا ہونا چاہئے اور کثرت رائے اس میں ہو جاوے ۔ وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے ۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے ۔ . . . . . . . . . . . . اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا ۔"

یہ ایک گُر ہے جس پر جو جماعت بھی عمل کرے گی وہی کامیاب ہوگی ۔ اختلاف رائے تو دنیا کی ہر جماعت کے افراد میں موجود رہتا ہے ۔ لیکن خوش قسمت وہ جماعت ہے ۔ جو اس گُر سے فائدہ اُٹھائے ۔ جو اللہ تعالےٰ کے مامور کی کہی ہوئی بات ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے ۔ آمین ۔ (ختم شد)

# تبلیغی خط و کتابت ۔ بسلسلہ صفحہ ۱

تو ہم اپنے انگریزی اخبار — لائٹ — میں شائع کیا کریں گے ۔ آپ کا قلمی جہاد عنداللہ ماجور ہوگا ۔ امید ہے آپ اس طرف توجہ دیں گے ۔ آپ کے مضامین ہم شکریہ کے ساتھ مذکورہ رسالہ میں شائع کرتے رہیں گے ۔

اَلحمد للہ ۔ آپ کو قرآن کریم ناظرہ پڑھنا آتا ہے ۔ اب دوسرا درجہ قرآنی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کا ہے ۔ اس مقام پر ہم مفید مطلب لٹریچر ارسال کر رہے ہیں جن سے تفہیم قرآن میں آپ کو بڑی سہولت حاصل ہوگی ۔ تفہیم قرآن کریم کے بارے میں ابتدائی کتب پڑھ چکیں تو ہمیں لکھیں ۔ ہم آپ کو قرآن کریم کا تحفہ ضرور بھجوا دیں گے ۔ مطمئن رہیئے ۔ اشاعتِ قرآن ہی ہمارا کام ہے ۔ آپ بھی اس سے بہرہ مند کرنے کی سعادت ضرور حاصل کریں گے ۔ انشاء اللہ العزیز ۔

امید ہے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں گے ۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں ۔ والسلام

— ریاست اویو (افریقہ) سے مسٹر حکیم لکھتے ہیں : —

"میں اس علاقہ کے شہر ابادان کا باشندہ ہوں اور ایک مقامی سکول میں زیرِ تعلیم ہوں ۔ مہربانی فرما کر مجھے اسلامی کتب بھجوائیں ۔ تاکہ تعلیماتِ اسلامی سے بہرہ ور ہو سکوں ۔ اور فہرست کتب بھی ۔ یہاں پر اسلامی لٹریچر دستیاب نہیں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نام کے تو مُسلم ہیں لیکن اسلامی تعلیمات سے آگاہی کا کوئی سہل و معقول انتظام نہیں ہے ۔ آپ کی مطبوعات ہی دیکھنے میں آتی ہیں جو اسلام سے آگاہی کا ایک غنیمت ذریعہ ہے ۔

آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہمارے علاقہ میں زیادہ سے زیادہ اسلامی کتابیں بھجوائیں تاکہ یہاں کے مسلم لوگ اپنے دِین سے صحیح معنوں میں واقف ہو سکیں ۔"

— (الجواب) : —

عزیزم ۔ آپ کا خط ملا ۔ جو سوچ بچار کے ہزار پہلو لئے ہوئے ہے ۔ ہمیں افریقہ ایسے وسیع و عریض بر اعظم میں رہنے والے مسلم طبقہ کے دینی حالات سے پوری پوری واقفیت ہے اور ان کی اس راہ میں مشکلات کا بھی علم ہے ۔ ہم اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ اس برّ اعظم میں مسلم طبقہ سے علمی تعاون کیا جائے اور دینی واقفیت کے ہر ممکن ذرائع مہیا کئے جائیں ہم نے ماضی میں یہاں کے مختلف علاقوں میں تبلیغی مشن بھی جاری کئے تھے ۔ اور یہاں کے نوجوانوں کو یہاں مرکز میں لا کر انہیں تبلیغی تربیت بھی دی ہے جو اپنے اپنے علاقوں میں خدمتِ دین کا فریضہ بخوبی ادا کر رہے ہیں ۔ جن کے ذریعہ اسلام کی تعلیمات عام کرنے کا بندوبست کیا گیا ۔ ہماری اب بھی یہی کوشش ہے کہ اپنے مالی وسائل کا بیشتر حصہ افریقہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے صرف ہو ۔ چنانچہ ہمارا تیار کردہ بیشتر لٹریچر افریقہ میں تقسیم ہو رہا ہے ۔ جس سے وہاں کے مسلمان طبقہ میں دینی ذوق و شوق کا نمایاں اظہار ہونے لگا ہے ۔

دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہماری پیش آمدہ مشکلات دُور کر دے ۔ اور ہم اس لائق ہو جائیں کہ افریقہ تو کیا دُنیا جہان کے چپّہ چپّہ پر اسلام کی شمع روشن کر سکیں ۔ ہمیں یقین ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا ۔ ضرور ہو کر رہے گا ۔ ایک وقت آئے گا کہ اسلام کے نور سے دُنیا منوّر ہو گی ۔ یہ ایمان اور یقین اس صدی کے مجدّد حضرت مرزا غلام احمدؒ قادیانی نے اپنی جماعت میں پیدا کیا ہے ۔ اسلام کا غلبہ اس کی جماعت کے ذریعہ سے ہوگا ۔ یہ بات مقدر ہو چکی ہے ۔ یہ تقدیر الٰہی ہے کہ ٹل نہیں سکتی ۔ (باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

مکرم مرزا حبیب الرحمان صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور

# جماعت میں روحانی زندگی پیدا کرنیوالا سربراہ

مبعوث فرمایا۔ انسانوں نے ذلت و رسوائی [illegible] قلبی ہے کہ دینِ اسلام کے خوبصورت چہرے پر ایک بدنما داغ لگا دیا گیا۔ کیونکہ یہ محبانِ رسول کا کبھی شیوہ نہیں رہا ہے کہ وہ عشقِ رسول کا دعوےٰ کرنے والے کسی انسان کے در پے آزار ہو جائیں۔

ان تاریک گھڑیوں میں حضرت مولانا محمد علیؒ بہت یاد آئے۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو اپنی عالمانہ تحریرات۔ جرأت مندانہ قیادت اور براہین قاطعہ کی بدولت ایوانِ اقتدار میں ایک زلزلہ برپا کر دیتے اور اُن دلائل پہ جن کی حیثیت بیت عنکبوت سے زیادہ نہ تھی برق بن کر گرتے اور انہیں جلا کر راکھ کر دیتے۔ کیونکہ آپ کی تحریرات کا ماخذ اور منبع حضرت مسیح موعودؑ کا علم کلام ہے۔ جو خود حضرت مسیح موعودؑ کے مطابق ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

میرا یقین ہے کہ اگر حضرت مولانا محمد علی رحؒ آج زندہ ہوتے تو وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنی جماعتِ احمدیہ لاہور کو جو مجدد وقت کے عقائد کے مطابق نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین اور ختم المرسلین مانتی ہے۔ اس گرداب بلا سے نجات دلانے کی انتہائی کوشش کرتے اور اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت کی بدولت اس میں کامیاب ہو جاتے۔ حکومت وقت اور علمائے دین کے اس بے بنیاد اور غلط اور گمراہ کُن فیصلہ کی اپنے قلم کے جادو سے ایسی دھجیاں بکھیرتے کہ وہ راکھ کے ذرّوں کی طرح ہوا میں تحلیل ہو جاتیں۔

مسلمانانِ عالم میں آج ہمیں بدنام کیا جا رہا ہے کہ ہم ختمِ نبوّت کے منکر ہیں اس لئے ہمارے خلاف یہ فیصلہ دیا گیا۔ ہمیں اپنے وطن میں جس کی تخلیق میں جماعت احمدیہ نے ایک مؤثر کردار ادا کیا نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ عوام الناس ہم سے بات تک کرنے کے روادار نہیں۔ ہماری سماجی تقریبات میں شامل ہونا ایک گناہِ عظیم اور خلافِ "اسلام" سمجھتے ہیں۔ حج ہم پر بند کر دیا گیا ہے۔ ہمیں دوسرے درجے کے شہری سمجھتے ہوئے جُداگانہ انتخابات کی ترمیم منظور کی گئی ہے۔ سکولوں۔ کالجوں۔ یونیورسٹیوں کے داخلہ میں ہم سے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے اور اسی طرح ملازمتوں کا حصول اور عہدوں میں ترقیاں ہمارے لئے شجر ممنوعہ بن کر رہ گئی ہیں۔ ان ساری مشکلات کے باوجود ہم صبر سے یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ کبھی نہ کبھی تو ہماری چیخ و پکار در دولت خداوندی پہ مدد کے لئے دستک دے گی اور یہ ابتلاء اور آزمائش ہمارے سیلابِ اشک کے سامنے بہہ جائیں گے لیکن اس کے لئے ہمیں اپنے دلوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی ایک تبدیلی ہے جو اللہ تعالےٰ کی رحمت کو جذب کرنے کی قوت پیدا کرتی ہے۔ ایسے دلوں سے نکلی ہوئی دُعائیں بلا روک ٹوک عرشِ معلےٰ پر پہنچ کر زمینی فیصلے کو بدلنے کے لئے راہ ہموار کرتی ہیں۔ یہ تبدیلی بغیر بے لوث مخلص اور متقی قیادت کے نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج مجھے اپنے امیر مرحوم بہت یاد آ رہے ہیں۔

ہم نے جن متقی بزرگوں کو دیکھا وہ اُٹھ گئے ہیں اور جو تھوڑے بہت باقی ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ اُٹھتے جا رہے ہیں۔ آج ہمیں حضرت مولانا محمد علی جیسے مردِ مجاہد اور مردِ مومن کی ضرورت ہے جو اپنے پاک نمونے سے ہمیں رحیم و کریم خدا کے آگے عجز و نیاز سے گر کر ہمارے خون جگر کو آنکھوں کی راہ بہانا سکھا دے اور ہمارے اعمال میں پاکیزہ تبدیلی پیدا کر دے تاکہ ہم پھر سے عزت و توقیر کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں۔ گرداب بلا میں گھری ہوئی ہماری کشتی کو ساحل سے ہمکنار کرنے کے لئے ہمیں ایسے ہی ناخدا کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا نورالدینؒ اور حضرت مولانا محمد علیؒ کی پاک روحیں ہمیں جنت سے یہ پیغام دے رہی ہیں کہ اے دوستو اور بھائیو! خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ تمہاری مشکلات کا حل قرآن شریف کو مضبوطی سے پکڑنے میں ہے۔ تمہاری تمام کمزوریوں کا علاج اسی میں ہے۔ یہ وقت قیل و قال کا نہیں عمل صالح کا ہے۔ چھلکے پہ نہیں مغز پہ نظر رکھو۔

یہ یہ تقویٰ کا جو مقام حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے رکھا اس پر پہنچنے کی سعی کرو۔ ریا کی نمازوں سے اللہ تعالےٰ بے زار ہے۔ اور ایسے نمازیوں کی نمازوں کیلئے قرآن کریم میں لفظ "ویل" کا آیا ہے۔ جب تم خالصتاً خدا کے ہو جاؤ گے۔ تو خُدا تمہارا ہو جائے گا۔ غیروں کی یہ دشمنی اور عداوت ختم ہو جائے گی۔

یہ داغ جو تمہاری پیشانیوں پہ ناحق لگا دیا گیا ہے۔ تمہاری سجدہ گاہوں کو تر کرنے والے آنسوؤں سے دُھل جائے گا۔ قرآن۔ نماز اور صبر تمہیں کہکشاں کی بلندیوں پر پرواز کرنے کے قابل بنا دے گا۔ آئیے ہم اس پیغام کو اپنے سینہ میں جگہ دے کر **مصروفِ عمل ہو جائیں کیونکہ یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔**

## مسلمانانِ پاکستان کی خدمت میں ایک دردمندانہ اپیل

(بسلسلہ صفحہ ۷)

کی کتب کا مطالعہ کریں۔ اور ہمیں دیکھیں۔ ہمارے کام! اب تو ساری دُنیا گواہی دے رہی ہے کہ اسلام کی اشاعت کا کام صرف یہ جماعت کر رہی ہے۔

باتیں کرنا بڑا آسان کام ہے مگر کام کرنا بڑا مُشکل ہے۔ آپ ان تحریروں کو مدِ نظر رکھ کر فیصلہ کریں کہ آیا ہمارے عقائد اسلام کے خلاف ہیں یا عین مطابق۔ خدا تعالےٰ کی سب سے بزرگ اور آخری کتاب قرآن حکیم اور احادیث رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جن باتوں کو ایک شخص کے مومن اور مُسلمان ہونے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان پر سب خلوص دل اور صمیم قلب سے ہم یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں اور جن اعمالِ صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے وہ ہم بفضلہٖ تعالےٰ بجالاتے ہیں اور بقول حضرت مجدد صد چہاردہم اعلان کرتے ہیں۔ ؎

ما مُسلمانیم از فضلِ خُدا ÷ مُصطفٰے مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ÷ ہم بریں از دارِ دُنیا بگذریم

نوٹ: یہ پہلی قسط ہے۔ دوسری قسط میں انشاءاللہ "علماء اور فتوئ تکفیر" پر روشنی ڈالی جاوے گی۔ وما توفیقی اِلّا باللہ العلی العظیم۔

محمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
(چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــ مورخہ ۱۵ رنومبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ـــــــ شمارہ نمبر ۴۶

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۷

# ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم علیہ السلام

## اتمام حجت

### میں نے خدا تعالیٰ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے

اگر تم انصاف سے بات کرو تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو کہ بجائے خدا پرستی کے ہر دم دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بت تمہارے دل کے سامنے ہے جس کو تم ایک ایک سیکنڈ میں ہزار ہزار سجدے کر رہے ہو۔ اور تمہارے تمام اوقات عزیز دنیا کی جق جق بک بک میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمہیں دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمہیں یاد بھی ہے کہ انجام اس ہستی کا کیا ہے۔ کہاں ہے تم میں انصاف! کہاں ہے تم میں امانت! کہاں ہے تم میں وہ راستبازی اور خدا ترسی اور دیانت داری اور فروتنی جس کی طرف تمہیں قرآن کریم بلاتا ہے۔ تمہیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمہارے دل میں نہیں گذرتا کہ اس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض کوئی واسطہ کوئی تعلق اس قیوم حقیقی سے رکھا ہی نہیں۔ اور اس کا نام تک لینا مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑو گے کہ ہرگز ایسا نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا قانون قدرت تمہیں شرمندہ کرتا ہے جب کہ وہ تمہیں جتلاتا ہے۔ کہ ایمانداروں کی نشانیاں تم میں نہیں۔ اگرچہ تم اپنی دنیوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانت رائے کے مدعی ہو۔ مگر تمہاری لیاقت تمہاری نکتہ رسی تمہاری دور اندیشی صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے۔ اور تم اپنی عقل کے ذریعہ سے اس دوسرے عالم کا ایک ذرہ سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے جس کی سکونت ابدی کے لئے تمہاری روحیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم دنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے۔ مگر وہ دوسرا عالم جس کی خوشیاں سچے اطمینان کے لائق اور دائمی ہیں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمہیں یاد نہیں آتا۔

کیا بدقسمتی ہے کہ ایک بڑے اہم امر سے تم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو۔ اور جو گذشتنی گذاشتنی امور ہیں۔ ان کی ہوس میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہو۔ تمہیں خوب خبر ہے کہ بلاشبہ وہ وقت تم پر آنے والا ہے کہ جو ایک دم میں تمہاری زندگی اور تمہاری ساری آرزوؤں کا خاتمہ کر دے گا۔ مگر یہ عجیب شقاوت ہے کہ باوجود اس علم کے پھر اپنے تمام اوقات دنیا طلبی میں ہی برباد کر رہے ہو۔ اور دنیا طلبی بھی صرف وسائل جائزہ تک محدود نہیں بلکہ تمام ناجائز حیلے جھوٹ اور دغا سے لے کر ناحق کے خون تک تم نے حلال کر رکھے ہیں۔ اور ان تمام شرمناک جرائم کے ساتھ جو تم میں پھیلے ہوئے ہیں کہتے ہو کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ہمیں ضرورت نہیں۔ بلکہ اس سے سخت عداوت رکھتے ہو۔ اور تم نے خدا تعالیٰ کے آسمانی سلسلہ کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ذکر کرنے میں بھی تمہاری زبانیں کراہت سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ اور بڑی رعونت اور ناک چڑھانے کی حالت میں ہجو کا حق ادا کرتی ہیں۔

اور تم بار بار کہتے ہو کہ ہمیں کیونکر یقین آوے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے۔ میں ابھی اس کا جواب دے چکا ہوں۔ کہ اس درخت کو اس کے پھلوں سے اور اس نیّر کو اس کی روشنی سے شناخت کرو گے۔

میں نے ایک دفعہ یہ پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارے اختیار میں ہے کہ اسکو قبول کرو یا نہ کرو۔ اور میری باتوں کو یاد رکھو یا لوح حافظہ سے بھلا دو۔ ؎

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارو
یاد آئیں گے تمہیں میرے سخن میرے بعد

(فتح اسلام۔ سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ سوم۔ صفحہ ۸۵۲-۸۵۳)

---

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

(ضمیمہ الوصیت صفحہ ۲۲)

# خُدا تعالےٰ نے اِنسان کو تخلیق کر کے عظیم احسان فرمایا ہے

## اس احسان کا تقاضا ہے کہ صرف اس کے حضور ہی گردن جھکائی جائے۔

## حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بہترین نمونہ ہیں اور قرآنِ پاک ہدایت و رہنمائی کی عظیم کتاب ہے۔

خُطبہ جُمعۃ المُبارک۔ مؤرخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۷۸ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولٰنا صدر الدین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ۵ الذی جعل لکم الارض فراشًا والسماء بناءً وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقًا لکم فلا تجعلوا للہ اندادًا وانتم تعلمون ۵ ——— (سُورۃ البقرہ ۲۱-۲۲)

(مرتبہ:۔ مولوی شفقت رسُول خان)

فرمایا: تمام انسانوں کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور ان پر اس احسان کو ظاہر فرمایا ہے۔ اے انسانوں جو موجود ہو تمہیں بھی اور تم سے پہلے بھی تمام لوگوں کو خدا تعالےٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ اور پھر تمہاری زندگی قائم رکھنے کے لئے زمین اور آسمان کا نظام قائم کیا ہے۔ سُورج اور چاند پیدا کیا ہے۔ بادل پیدا کئے ہیں جن سے پانی برستا ہے اور تمہارے لئے زمین کے اندر انواع و اقسام کے رزق اور پھل پیدا کئے ہیں۔ سُورج کی روشنی تمہاری زندگی کے لئے کس قدر ضروری ہے کہ اس کے بغیر زندگی کا تصور ممکن نہیں۔ اس سے اناج اور پھل پیدا ہوتے ہیں اور پختگی حاصل کرتے ہیں۔

چاند کا بھی پھلوں پر اثر ہوتا ہے۔ جس سے وہ اپنے اندر لذّت اور مٹھاس پیدا کرتے ہیں۔ غرضیکہ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ شجرو حجر۔ روشنی۔ پانی۔ ہوا سب تمہاری زندگی کو قائم رکھنے کے لئے خُدا کے حکم سے کام کر رہے ہیں۔ زمین کی سب روئیدگی اور چرند و پرند تمہارے ہی لئے پیدا ہوئے ہیں تاکہ تم ان سے اپنی زندگی کو قائم رکھ سکو۔

یہ خداوند کریم کا کس قدر بڑا احسان ہے۔ اور یقینًا شکرگذاری اور سپاس کا یہی تقاضا ہے کہ اس ربّ العالمین کے احسان کا شکر ادا کریں۔ اور اپنی گردن کو صرف اس کے سامنے جھکائیں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اور رضامندی کو پیشِ نظر رکھیں۔ کیونکہ ہر احسان شناس اپنے محسن کا ممنونِ احسان ہوتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ خُدا سے محبت رکھیں اور اس کی فرمانبرداری دِل و جان سے کریں۔

خدا تعالےٰ نے جہاں جسمانی زندگی جیسی بے بہا نعمت کو عطا فرمایا ہے اور اس کے بقا کے سامان مہیا فرمائے ہیں وہاں انسان کی رُوحانی زندگی کے لئے بھی سامان مہیا فرمائے اور انسان کی رہنمائی انبیاء بھیج کر کی ہے تاکہ وہ اپنے خُدا کی وحدانیت سے ہٹ کر تباہی میں نہ پڑ جائیں۔ اور غیراللہ کے آگے نہ جھکتے پھریں۔ اور اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے۔

آپ تمام انبیاء میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ اور آپ کی سیرت و اخلاق انتہائی بلندی پر ہیں۔ آپ اپنے اخلاق میں سب اولین و آخرین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلےٰ ترین علم کے مالک تھے۔ آپ کا علم تمام انسانوں کے لئے رہنمائی کا ایک مینار نور ہے۔ اس علم سے استفادہ کر کے انسان زندگی کی رذالتوں اور کثافتوں سے نکل کر بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے فیض سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنے اندر اعلےٰ اوصاف و اخلاق کو جذب کیا۔ تو تمام بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بن گئے۔ کیونکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتوِ نور سے منوّر تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والی کتاب قرآن حکیم ایک عظیم کتاب ہے اور یہ کتاب علم کے اعلےٰ معیار کا معجزہ ہے۔ اس عظیم کتاب کی لاتعداد مفسرین نے تفسیر و تشریح کی ہے۔ لیکن وہ علم کا سمندر اتھاہ ہے۔ ابھی اس کے اندر جواہرات اور دُرِّ بیش قیمت کے انبار و خزائن پوشیدہ ہیں۔ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اس سے لیتا ہے۔ لیکن وہ خزانہ ایسا ہے کہ اختتام پذیر نہیں۔ اس میں زندگی کے ڈھنگ۔ اخلاق و آداب کی برتری معاش و معاشرت کے اُصول غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے قرآن پاک میں رہنمائی موجود نہ ہو۔ میں نے انجیل کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کی تفسیر صرف دو اشخاص نے کی ہے۔ لیکن قرآن علم و عمل کا مرقع ہے۔ اس کے باہر سے رہنمائی حاصل کرنے کی خواہش ماسوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ قرآن پاک ہدایت و رہنمائی کا روشن سرچشمہ ہے۔

مسلمان اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے اخلاق کے نمونہ سے اہلِ مشرق کے لئے روشنی کا باعث ہوئے۔ قرآن پاک کی حفاظت کی غرض سے خُدا تعالےٰ نے مجدّدین کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی حفاظت کا اس نے خود ذمہ لیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ مجدّدین میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا صحیح نمونہ تھے۔ وہ ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ لیکن معجزانہ طور پر انہوں نے دین کے احیاء کے لئے عربی میں کتب تصنیف کیں بلکہ اسلام کی حمایت میں فی البدیہہ عربی اشعار لکھے۔ جو ان کی علمی بلندی کا مظہر ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنے علمی دلائل سے عظمتِ قرآن پاک اور عظمتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو منوایا۔ اور اسلام کو تمام دینوں پر برتر ثابت کر دکھایا۔ آپ کے ساتھی بھی آپ کا علم کلام لے کر مغرب میں حاکم قوموں کو اسلام پیش کرنے میں کامیاب ہوئے اور اہلِ مغرب کے گھر میں جاکر اسلام کا بول بالا کیا۔ انگلینڈ، جرمنی اور امریکہ وغیرہ میں بڑے بڑے اہلِ ثروت لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔

حضرت مرزا صاحب کے ان ساتھیوں میں خواجہ کمال الدینؒ جیسی شخصیتیں شامل تھیں اور مولانا محمد علیؒ جیسے صاحب قلم و علم پیدا ہوئے جن کے علم و قلم سے تعلیم یافتہ انگریز اور لارڈز اسلام کی غلامی کا شرف حاصل کرنے والے بن گئے۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کی اسلام کے احیاء اور تجدید دین کی مساعی لائق صد تحسین ہیں۔ انہوں نے اشاعتِ اسلام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں جو خدا کے ہاں مقبول ہوئیں۔ اور ان کے فیض و اثر سے ہزاروں بھٹکے ہوئے انسان ہدایت حاصل کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنے اندر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا نمونہ پیدا کریں۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ اور ان کے ساتھیوں کے اوصاف سے استفادہ کریں تاکہ خُدا کے ہاں قبولیت حاصل کریں اور چار دانگ، عالم میں اسلام پھیلانے کا جو مقصد ہمارے امام کے سامنے تھا اس کو پورا کریں۔

## ایک ضروری تصحیح

پیغام صلح مجریہ ۱۵ ۱۱/۷۸ صفحہ ۳ کالم ۱ سطر ۱۱۔ مزدلفہ کے بجائے "منیٰ کے میدان" میں پڑھا جائے۔

صفحہ ۴ کالم ۱ سطر ۲۲۔ مزدلفہ کے بجائے "منیٰ کے مقام پر" پڑھا جائے۔

" " " " ۲۳۔ "پہاڑی پر چڑھ کر کاٹا ہوا" سمجھا جائے۔

ادارہ اس سہو کتابت پر معذرت خواہ ہے۔

# نِدائے فتحِ نمایاں بنامِ ما باشد

## مغربی جزائر کے مُلک سرینام (ڈچ گیانا) میں سلسلہ احمدیہ اور مخالفین کی کشمکش

— اور —

## جماعتِ احمدیہ کے مخلص ممبروں کی نمایاں کامیابی

**پسِ منظر** سرینام (جنوبی امریکہ) میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہزاروں کی تعداد میں ہمارے احمدی بھائی موجود ہیں۔ گو ان میں سے خاصی تعداد نے ہالینڈ میں نقل مکانی کر لی ہے۔ تاہم ابھی تک سرینام میں ہی مغربی نصف کُرّہ کی تمام جماعتوں سے زیادہ تعداد میں احمدی آبادی ہے۔ جن کی متعدد مساجد ہیں اور کئی دینی مدارس۔ پاکستان میں فیصلہ ستمبر کے نتیجے کے طور پر جماعتِ سرینام کو بھی اپنوں اور بیگانوں کی ریشہ دوانیوں کی بدولت بڑے صبر آزما اور کٹھن دور سے گذرنا پڑا ہے۔ جب بعض لوگوں نے یہ تحریک شروع کر دی کہ "احمدیہ" نام ترک کر دیا جائے۔ تو مخلصین نے جناب طیب احمدعلی، سابق وزیرِ مالیات بھود۔ جناب بشارت احمد علی کمشنر۔ جناب حاجی محمد امین علی بخش۔ جناب مولوی ام ابی بخش۔ جناب عباس صبور علی۔ جناب رشید مرخان اور جناب نصراللہ یٰسین کی قیادت میں اس تحریک کی شدت سے مخالفت کی اور احمدیہ نام کو قائم رکھنے کا فیصلہ کیا۔ —— یہ کشمکش خاصی طول پکڑ گئی۔ بالآخر ایک سرکاری جج کی نگرانی میں استصواب رائے کے لئے ۳۱ر جولائی ۱۹۷۸ء کی تاریخ مقرر ہوئی —— الحمد للہ کہ اس ریفرنڈم کا نتیجہ احمدیوں کے حق میں رہا اور وہ واضح اکثریت سے جیت گئے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص سرگرم رُکن جناب **نصراللہ یٰسین صدر جماعتِ احمدیہ ضلع نکیری** سرینام میں جماعتی زندگی کے اسی دور کے شب و روز کی روئیداد محترم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نائب صدرِ اوّل، احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور و چیئرمین تبلیغ بلادِ غیر کمیٹی کے نام اپنے حالیہ مکتوب میں قلمبند کرتے ہیں۔ جسے احباب کے استفادہ اور ازدیادِ ایمان کے لئے اخبار پیغامِ صلح میں شائع کیا جا رہا ہے۔

مرزا مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

۳۰ر جولائی ۱۹۷۸ء، اتوار کا دن جماعتِ احمدیہ سرینام کے لئے ایک بہت بڑے امتحان اور آزمائش کا دن تھا۔ ایسا دن جس کی نزاکت سے ہمارے ان بزرگوں کی رُوحیں جنہوں نے ہر مصیبت اور مخالفت کا جوانمردی، بہادری اور اولوالعزمی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے سرینام میں جماعتِ احمدیہ (لاہور) کی داغ بیل ڈالی اور اسے پھلتا پھولتا چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے، اپنی آخری آرامگاہوں میں تڑپ اُٹھی ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ ان کی رُوحوں پر اپنی بے بہا رحمتوں اور افضال کی بارش برسائے۔ آمین۔ یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ انہی بزرگوں کی اولادیں احمدیت کی جڑ کاٹنے اور اسے اُکھاڑ پھینکنے کی سازشوں میں غیروں کے ساتھ شریکِ تعاون ہو جائیں گی اور اپنے بھائیوں کو ناکام دیکھنے پر تُل جائیں گی۔

ہماری جماعت کے صدر جناب محمد راجہ (محمد رضا) صاحب مرحوم تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی صدارت کا عہدہ ڈاکٹر جمال الدین صاحب کے حوالے کر دیا۔ حالانکہ اس عہدہ کے لئے ڈاکٹر صاحب کے مقابلہ میں دو امیدوار بھی تھے۔ مگر راجہ صاحب مرحوم نے انہیں سمجھا بُجھا کر دستبردار ہونے پر رضامند کر لیا۔ اور اس طرح ڈاکٹر جمال الدین صاحب جماعت کے صدر بن گئے۔ راجہ صاحب کے مدِنظر ڈاکٹر صاحب کے والد مرحوم کی وہ قربانیاں تھیں جو انہوں نے سرینام میں جماعتِ احمدیہ (لاہور) کے فروغ اور استحکام کے لئے دیں اور یہی قربانیاں ڈاکٹر جمال الدین کے صدر بننے کا ذریعہ بنیں۔ .......

...... مگر بعد میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے رویے میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ مئی جون ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف تحفظ ختمِ نبوت کے نام سے ایک شدید تحریک اُٹھی جس کے نتیجے میں جماعتِ احمدیہ کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے اپنے آئین میں ایک ترمیم کے ذریعے "غیر مسلم اقلیت" قرار دے کر اسے ہندو، سکھ، پارسی وغیرہ وغیرہ غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کر دیا۔

اس کا اثر پاکستان تک ہی محدود نہ رہا بلکہ قائدین "تحفظ ختمِ نبوت" نے قومی اسمبلی کے اس فیصلہ کو جائز اور عین اسلامی فیصلہ ثابت کرنے کے لئے نہ صرف تاروں، اخباروں اور ریڈیو کے ذریعے دوسرے ممالک میں اس کی تشہیر کی۔ بلکہ خود دورے کر کے حق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے اور عوام کو متاثر کرنے کی سر توڑ جدوجہد کی۔ ان میں سے بعض علماء نے سرینام کا دورہ بھی کیا اور واپس پاکستان جا کر یہ دعوےٰ کیا کہ ہم احمدیوں کے نشی فیصد مشن بیرونی ممالک میں بند کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور بے بنیاد دعوےٰ ہے۔

ڈاکٹر جمال الدین صاحب اور ان کے چند ساتھیوں کو موقعہ ہاتھ آ گیا اور انہوں نے خفیہ طور سے اپنا کام شروع کر دیا۔ بڑے دُکھ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ عید کے موقعہ پر پارامار یبو میں جناب ڈاکٹر جمال الدین صاحب نے ایسے ٹریکٹ تقسیم کئے جن میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق واقعات پیش کئے گئے تھے۔ ہمارے سُنّی بھائی اگر ایسا کرتے تو کوئی گلہ نہ تھا۔ لیکن ایک احمدی کے ہاتھوں ایسا ہونے کی وجہ سے ہمیں بہت تشویش ہوئی۔ کچھ دوستوں نے اس کے متعلق مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے انہیں تسلی دی اور ڈاکٹر صاحب سے فون پر اس بارے میں دریافت کیا۔ پہلے تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ لیکن جب بات بڑھ گئی تو یہ اعتراف کر لیا کہ کلن صاحب نے میری اجازت کے بغیر ایسا کیا ہے۔

میرے دل میں خدشہ سا پیدا ہو گیا جس سے میں نے اپنے دوستوں کو بھی خبردار کیا۔ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب کے والد بہت مخلص احمدی تھے ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے باپ کے نام کو بٹہ نہ لگائیں گے اور اگر خدا نخواستہ ایسا وقت آ ہی گیا تو ہم ڈاکٹر صاحب سے نمٹ لیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے نکیری کے احمدیوں کو ہمنوا بنانے کے لئے حاجی گمن صاحب اور دو دیگر حضرات کو وہاں بھیجا۔ نکیری کے دو چار احمدی بھی ڈاکٹر صاحب کے لئے کام کر رہے تھے۔ حاجی گمن صاحب میرے پاس آنے کی بجائے مغربی علاقے کی طرف چلے گئے اور جناب جہادت خان عرف جان محمد یوسف کے ہاں ایک مجمع لگایا۔ اور لوگوں کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ حکومت پاکستان نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ اب احمدی حج نہیں کر سکیں گے، اور دیگر مسلمان بھی مسجدیں اور دیگر دینی ادارے قائم کرنے کے لئے مالی تعاون نہیں کریں گے۔ لوگوں کی آنکھیں مجھے تلاش کر رہی تھیں کیونکہ وہ گھر جہاں یہ مجلس قائم ہوئی ایک مخلص احمدی کا گھر تھا۔ حاجی صاحب کی بات پر کسی نے کان نہ دھرا اور وہ اپنا سا منہ لے کر واپس ہوئے۔ ؎

بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

مجھے اس اجلاس کی خبر بات ہی کو ہو گئی تھی۔ ضلع نکیری کی طرف ڈاکٹر صاحب کے متوجہ ہونے کی وجہ تھی کہ یہ ضلع احمدیت کی ایک ناقابلِ شکست دیوار ہے اور اگر اس دیوار میں وہ نقب لگانے میں کامیاب ہو جاتے تو ان کے خیال میں کامیابی ان کے قدم چومتی۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اور اپنی ناکامیوں کے بعد حاجی گمن صاحب مایوسی کے عالم میں دوپہر کے وقت میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے تشریف آوری کا سبب پوچھا، تو غرض بتائی۔ انہوں نے اُوپر بیان کردہ باتیں دوہرانا شروع کر دیں۔ میں نے جلسوں کا حال پوچھا تو فرمایا۔ سب کہتے ہیں کہ ہم اپنے امیر جماعت کے فیصلہ پر ہی عمل کریں گے۔ اس لئے آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں تاکہ میں واپس جا کر ڈاکٹر صاحب کو اپنے دورے کی روئداد دے سکوں۔

میں نے جواب دیا —— اگر حکومت پاکستان نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں —— کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو تو خلیفہ منصور عباسی نے قید کیا اور زہر دلوا کر مروا ڈالا۔ حضرت امام مالک کو ہتھکڑی پہنائی اُونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کرایا اور ستر کوڑے لگوائے گئے۔ حضرت امام شافعی کو اس وقت کے علماء سُو نے ابلیس کا خطاب دیا اور ان کے مرنے کی دعائیں مانگیں۔ آپ کی بے حرمتی کی۔ قید کیا ہزاروں آدمیوں نے ملامت کی اور گالیاں دیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کو خلیفہ مامون اور معتصم نے قید کیا۔ کوڑے لگوائے۔ تلوار کی نوک سے پاؤں میں کچوکے لگائے گئے۔ حضرت امام

بخاریؒ کو جلاوطن کیا۔ آپ پر کتے چھوڑے گئے۔ انہی تکالیف سے آپ تھوڑے عرصہ بعد ۲۵۶ھ میں وفات پا گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو جہانگیر نے قلعہ گوالیار میں قید کیا۔ انہیں مجنون اور پاگل کہا اور ان کی ریش مبارک نچوائی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر علمائے دین نے کفر کے فتوے لگائے اور کہا کہ یہ واجب القتل ہیں۔

غرض کہاں تک بیان کروں۔ ہزاروں علمائے حق ایسے ہیں جنہوں نے دینِ حق کی اشاعت کی راہ میں علمائے وقت اور اسلامی حکومتوں کے ہاتھوں دکھ اور اذیتیں برداشت کیں۔ لیکن بڑے صبر و استقلال سے اس راہ پر قائم رہے۔ اور اپنی جان تک قربان کر دی۔ انہی کافروں، مرتدوں، ابلیسوں، مجنونوں اور پاگلوں کی احادیث اور فقہ کو دنیا آج اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ جنہیں ان کے زمانے کے علماء اور حکومتوں نے قید و بند میں ڈالا۔ انہیں جلاوطن اور شہید کیا۔ آج اگر ہم احمدیوں کو جو کروڑوں کی تعداد میں ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں کافر، ملعون، مرتد، ابلیس اور غیر مسلم کہا جا رہا ہے تو کوئی اچنبھے یا گھبرانے کی بات نہیں۔

ہمیں اسے ہنسی خوشی قبول کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ عین سنت اللہ کے مطابق ہے ——— اگر آج احمدیوں کو حج سے روک دیا گیا ہے تو کیا آنحضرت صلعم اور آپؐ کے صحابہ کرام کو نہیں روکا گیا تھا؟ کیا سعودی عرب کے موجودہ حکمرانوں کے آباء و اجداد پر حج بند نہیں کیا گیا تھا؟ بیت اللہ کی زیارت سے روکنا خدا کے ہاں بہت بری بات ہے۔ ہم میں سے جس نے حج کا ارادہ کیا ہوا تھا یا اب کرے گا اس رکاوٹ کی وجہ سے محروم رہے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور اس کی بھاری ذمہ داری ان پر ہے جنہوں نے اسے روکا ——— اگر مالی تعاون ختم ہو جائے گا تو کونسا آسمان ٹوٹ پڑے گا اور کیا غضب ہو جائے گا۔

ذرا اپنی جماعت کی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ ۱۹۱۴ء میں مولانا محمد علی صاحبؒ اور آپ کے چھ سات ساتھیوں نے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کی بنیاد ڈالی۔ صرف سات ہزار روپے سے کام شروع کیا۔ اور اب انگلستان۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ امریکہ۔ کینیڈا۔ افریقہ۔ فیجی۔ ماریشس ٹرنی ڈاڈ۔ گیانا۔ سرینام۔ انڈونیشیا وغیرہ ساری دنیا میں وہ اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے۔ یہ روپیہ کہاں سے آیا۔ انگریزی۔ اردو۔ ڈچ۔ جرمن اور دیگر زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ کس کے روپیہ سے ہم کئی مسجدیں اور اسلامی ادارے تعمیر کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ کس کے روپیہ سے؟ یہ سب اللہ کا کام ہے۔ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اللہ اپنے کام کے لئے کسی انسان یا حکومت کے پیسے کا محتاج نہیں ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا (مسیح موعود)

اس پر وہ لاجواب ہو کر چلے گئے۔ الحمد للہ کہ نکیری کا ایک احمدی بھی اس مکر و فریب کے جال میں نہ پھنس سکا۔ یہ جال بھی پاکستان سے وہاں کے بعض علماء کے ذریعے یہاں پہنچا انہوں نے یہاں گھوم پھر کر جھوٹی باتیں شائع کیں اور احمدیوں کو سبز باغ دکھاتے رہے۔

....... استصواب کی تاریخ اتوار ۱۶ر جولائی ۱۹۷۸ء مقرر ہوئی۔ تیرہ علاقوں کے کاغذات مکمل ہو گئے۔ لیکن سلطان کلن صاحب نے احتیاط اور دیانت داری کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے پانچسو سنیوں کو استصواب کے رجسٹر میں بحیثیت ووٹر درج کرا لیا۔ باقی چار جگہیں رہ گئیں۔ جب نکیری کی باری آئی تو ڈاکٹر جمال الدین صاحب کے حمایتیوں نے صدر صاحب کے سامنے مشکلات کھڑی کرنا شروع کر دیں ........ آخر کار صدر صاحب نے نکیری کا تحقیقاتی دورہ کیا۔ میں نے ۱۹۳۸ء سے لے کر ڈاکٹر جمال الدین صاحب کی صدارت کے زمانہ تک تمام ثبوت دیئے۔ صاحب صدر ہمارے اخلاقی برتاؤ اور تہذیب سے بہت متاثر ہوئے اور جو ثبوت ہم نے دیئے ان کی حقیقت کو تسلیم کیا۔

چند دن کے بعد صاحب صدر نے ہمارے فراہم کردہ ثبوت کی بناء پر ان چاروں علاقوں کو رجسٹر کر لیا۔ ۱۶ر جولائی سے پہلے ہی ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اس کے خلاف مقدمہ عدالت میں پیش کر دیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ یہ چاروں علاقے چناؤ میں حصہ نہیں لے سکتے کیونکہ یہ انجمن اسلامیہ کے ممبر نہیں ہیں۔ چناؤ میں دوسری تبدیلی یہ چاہی کہ چناؤ ۱۶ر جولائی کی بجائے ۳۱ر جولائی کو کیا جائے۔ صاحب صدر نے اس کے خلاف بہت احتجاج کیا اور ثبوت بہم پہنچائے لیکن ان کی ایک بھی نہ سنی گئی اور جج صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے موقف کو تسلیم کر لیا۔ اس سے احمدی بہت مایوس ہوئے کیونکہ اگر وہ چناؤ ہار جاتے تو ان تیرہ علاقوں میں بھی وہ بے خانماں ہو جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ پاکستان سے آئے ہوئے ایک عالمِ دین نے یہ دعوے کیا تھا کہ قادیانیوں کے اسی فیصد مشنری ادارے بند ہو گئے ہیں۔

یہ سازش اتنی سوچ سمجھ کر کی گئی تھی اور ان لوگوں کو اتنا یقین تھا کہ کامیابی ان کی جیب میں ہے۔ کل سترہ علاقوں میں سے تیرہ علاقوں پر ان کا قبضہ ہو جاتا تو واقعی ہمارے اسی فیصد ادارے سنیوں کے ہاتھ میں چلے جاتے۔ اس کا اثر گیانا۔ ٹرنی ڈاڈ اور دوسرے ملکوں پر بھی پڑتا۔ ڈاکٹر جمال الدین اور ان کے ساتھیوں اور دوسرے سنیوں کو اپنی کامیابی پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے چناؤ سے پہلے ہی ایک کتابچہ شائع کر دیا اور احمدیوں کے ان چاروں علاقوں سمیت ہزاروں ووٹوں کی تعداد سے اپنی کامیابی کا اعلان کر دیا ——— سرینام میں سنیوں کی کنونشن منعقد ہونے والی تھی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس کو یکم اگست تک ملتوی کرا دیا۔ کیونکہ ۳۱ر جولائی کو چناؤ تھا۔ رات دس گیارہ بجے تک نتیجہ کا اعلان ہو جانا تھا۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ سوموار یکم اگست کو وہ اس کنونشن کے ساتھ ہی اپنی کامیابی کی خوشیاں بڑی دھوم دھام سے منائیں۔ اس لئے انہوں نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ لیکن احمدی اپنے دلوں میں ایک ہی دھن سمائے ہوئے تھے کہ ڈاکٹر کو اگر اپنی کامیابی کے لئے سنیوں پر بھروسہ ہے تو ہمیں اپنے خدا پر بھروسہ ہے۔

ایک طرف ڈاکٹر صاحب اور ان کے سنی اور دوسری طرف احمدی اور ان کا خدا۔ دیکھئے جیت کس کی ہوتی ہے ——— آخر وہ دن بھی آ ہی پہنچا جس کے انتظار میں گھڑیاں گن گن کر گذاری جا رہی تھیں۔ تاریخ احمدیت میں ۳۱ر جولائی ۱۹۷۸ء کا دن ایک یادگار دن رہے گا۔ اس دن سرینام کے احمدی نماز شکرانہ ادا کریں گے اور اپنے رب العالمین اور احکم الحاکمین سے یہ دعا کریں گے کہ وہ احمدیوں پر ایسی آزمائش کا وقت پھر کہیں بھی اور کبھی نہ لائے۔ ۳۱ر جولائی کی صبح نمودار ہوئی۔ دونوں جماعتیں اپنی اپنی کوششوں میں مصروف ہو گئیں۔ ہمارے چاروں علاقے کاٹ دیئے گئے۔ لیکن ہم اس کے باوجود میدانِ کارزار میں اللہ کی مدد پر بھروسہ کر کے کود پڑے۔ ڈاکٹر جمال الدین نے انسان کے در پر دستک دی اور ہم عاجز انسانوں نے اللہ تعالے کے درِ دولت کو جا کھٹکھٹایا۔ ادھر بتوں سے امیدیں ادھر خدا سے نصرت کی طلب۔ ان چاروں علاقوں کے علاوہ دوسرے ہزاروں احمدی بھی اس چناؤ میں حصہ لینے سے محروم رہے۔ ——— قریباً ۹ بجے رات صدر نا رند رپرسنے چناؤ کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر جمال الدین صاحب کو ۱۰۷۵ اور احمدیوں کو ۲۱۱۰ ووٹ ملے الحمد للہ کہ احمدی دوگنوں کی واضح اکثریت سے جیت گئے۔

اگر ڈاکٹر صاحب کے ۱۰۷۵ ووٹوں میں سے سنیوں کے ۵۰۰ ووٹ نکال دیئے جائیں تو ان کے صرف ۵۷۵ ووٹ رہ جاتے ہیں۔ اور اگر کٹے ہوئے چاروں علاقوں کو احمدیوں کے ووٹوں میں شامل کر لیا جائے تو ان کے ووٹ تین ہزار سے کہیں زیادہ بنتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالے ایک معجزہ دکھانا چاہتا تھا کہ وہ اپنے کمزور بے بس اور عاجز انسانوں کی مشکلات میں مدد کر کے ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ اور خدا کے مشن سے غداری کرنے والوں کے حصہ میں رسوائی کے سوا کچھ نہیں آتا۔ نتیجہ سنتے ہی احمدیوں نے اللہ تعالے کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ایک دوسرے کے گلے ملے ؏

زائے فتح نمایاں بنام ما باشد

نصرتِ الٰہی کے اس نظارہ پر احمدیوں کی آنکھیں فرطِ جذبات سے امڈ آئیں۔ خدا نے انکے دل کی یہ آواز سن لی تھی کہ یہ مشن تمہارا ہے۔ ہمارا کیا ہے تم ہی نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ اسے ہمارے سپرد کیا اور اب تو ہی اسے سہارا دینے والا ہے ——— ڈاکٹر صاحب اور ان کی پارٹی کے لوگ فیصلہ کا اعلان سنتے ہی یاس و نومیدی کا نمونہ بن گئے اور اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم" ——— تمام پاکستانی اور دیگر ممالک کے احمدی بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ ہماری آئندہ کامیابیوں کے لئے بھی دعا فرماویں۔

## نو منتخب انتظامیہ

جناب نعمت عبدالحبیب ——— صدر
جناب نصراللہ محمد سراج ——— نائب صدر
جناب بخش اللہ رحمت علی ——— سیکرٹری
جناب منے محمد اسمٰعیل ——— خزانچی
جناب خدا بخش محمد ——— ممبر
جناب شیخ کریم احمد ——— ممبر
جناب زدزن عبدل شہید ——— ممبر
جناب خدا بخش رسول ——— ممبر
جناب بدلو آنریبے ہارڈون ——— ممبر اعلیٰ

سیدنا صر احمد صاحب مانچسٹر

# ایک جوانمرد کا سفرِ آخرت

## بی بی سی ریڈیو مانچسٹر کے اقبال[1] احمد صاحب کا انتقالِ پُر ملال

اقبال احمد صاحب ۱۹ راگست ۱۹۳۰ء کو آسام، ہندوستان میں پیدا ہوئے اور ۲۵ راکتوبر ۱۹۷۸ء کو ساڑھے آٹھ بجے مانچسٹر، انگلستان میں وفات پا گئے۔ آپ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ ۴۸ سال کی مختصر زندگی میں جو بھی ان کے قریب آیا اس نے اُن سے کچھ نہ کچھ سیکھا۔ وہ زندگی میں مختلف کام کرتے رہے لیکن بحیثیت انسان ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اُنہوں نے ہر کام نہایت لگن، محنت اور اخلاص سے کیا۔

**تعلیم** ابتدائی تعلیم انگلستان میں حاصل کی اور پھر والدین کے ساتھ ۱۹۳۹ء میں واپس لاہور چلے گئے۔ ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ ہیلی کالج آف کامرس، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی کام کی ڈگری حاصل کی۔ کالج کے بہترین انگریزی کے مقرر اور مجلہ "الاقتصاد" کے انگریزی سیکشن کے ایڈیٹر تھے۔

۱۹۵۴ء میں دوبارہ انگلستان تشریف لے گئے تاکہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ اسلام اور اسلامی تعلیم سے انہیں شروع ہی سے خاصی دلچسپی تھی۔ ۱۹۵۷ء میں والد مرحوم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات پر اپنی خدمات ووکنگ مسلم مشن کے سپرد کر دیں۔ ان کی علمی اور قلمی قابلیت کے پیش نظر ۱۹۵۸ء میں ان کے سپرد ماہنامہ اسلامک ریویو کی نائب ادارت کا کام کیا گیا۔ ان دنوں مولانا عبدالمجید صاحب، مرحوم و مغفور مشرق وسطیٰ کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور کی اچانک وفات پر کچھ عرصہ کے لئے شاہجہان مسجد ووکنگ کے نائب امام بھی رہے۔ انہی دنوں ان کو کئی بین المذاہب کانفرنسوں میں اسلام کی نمائندگی کرنے کا موقعہ بھی ملا۔

**ملازمت** ۱۹۶۰ء میں تعلیم و تدریس کا شوق انہیں مانچسٹر لے آیا۔ ۱۹۷۱ء میں نظامت تعلیم مانچسٹر نے آپ کی خدمات بی بی سی ریڈیو مانچسٹر کے سپرد کر دیں تاکہ ریڈیو پر تبلیغی لوگوں کی مذہبی اور سماجی سرگرمیوں کو نشر کریں اور مختلف طبقوں میں باہم رواداری اور افہام و تفہیم کی فضا پیدا کریں۔ چنانچہ اقبال احمد صاحب تقریباً چھ سال تک وہ پروگرام "لنک" اور ایسٹ ورڈ نارتھ ویسٹ ورڈ پیش کرتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ مختلف تعلیمی، سماجی اور بین المذاہب کانفرنسوں اور سیمیناروں میں بھی حصہ لیتے رہے۔

**انگریزی ماہنامہ کا اجراء** انڈین ایسوسی ایشن مانچسٹر کے ماہنامہ "مینکیونین انڈین" کا اجراء بھی اقبال احمد صاحب کا مرہونِ منت ہے۔ جنہوں نے دن رات محنت کر کے اس پرچہ کی ادارت و تدوین اور طباعت کے جملہ کام خود ہی کئے اور چند ہی مہینوں میں اس ماہنامہ نے امتیازی حیثیت حاصل کر لی۔ آپ چند سال تک مانچسٹر کے اُبھرتے ہوئے صحافیوں اور قلمکاروں کی سکرائبلرز کلب کے سیکرٹری بھی رہے۔

**توضیح مرام کا انگریزی ترجمہ** اقبال احمد صاحب نے بانیٔ تحریک احمدیت حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی کتاب توضیح مرام کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور آخری ایام میں صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ کے کام کو جو ان کے والد مرحوم نے شروع کیا تھا (جس کے تین پارے شائع ہو چکے ہیں) مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

اقبال احمد صاحب کی علم دوستی، انسانی ہمدردی، حسنِ اخلاق، تحمل مزاجی اور رواداری نے ان کی شخصیت میں ایک ایسی کشش پیدا کر رکھی تھی کہ جو بھی ملتا ان کا گرویدہ ہو جاتا۔

**جسٹس آف پیس کا خطاب** ان کی ہر طبقۂ خیال کے لوگوں میں مقبولیت اور علمی اور سماجی خدمات کے پیشِ نظر ان کو فروری ۱۹۷۶ء میں جسٹس آف پیس بنایا گیا۔

گرتی ہوئی صحت کے پیشِ نظر اقبال احمد صاحب کو سکول کی ملازمت کو ۱۹۷۶ء میں چھوڑنا پڑا۔ لیکن بی بی سی ریڈیو مانچسٹر سے ان کا پروگرام "ایسٹ ورڈ نارتھ ویسٹ ورڈ" جاری رہا جو وہ آخر دم تک لیڈی ویل ہسپتال میں ریکارڈ کرتے رہے۔

**اخبارات و رسائل میں اور بی بی سی ریڈیو پر مرحوم کا ذکرِ خیر** ان کی وفات سے ایشیائی لوگ ایک ایسے شخص سے محروم ہو گئے جو اپنی علمی قابلیت، سماجی سمجھ بوجھ اور مذہبی رواداری کی بنا پر ان کے مختلف مسائل پر گہری نظر رکھتا تھا۔ چنانچہ انہی خیالات کا اظہار مختلف اخبارات مثلاً روزنامہ "جنگ"، دی جیوئش ٹیلیگراف، مینکیونین انڈین اور بی بی سی ریڈیو مانچسٹر نے کیا۔

**زندگی کے سفر کا آخری ہفتہ** اقبال بھائی جان پاکستان جانے کی پوری تیاری کر رہے تھے۔ تقریباً ہر چیز پیک کر چکے تھے۔ ان کا بیٹا اعظم جولائی کے تیسرے ہفتہ میں امریکہ اپنی والدہ کے پاس جا چکا تھا۔ میری بیوی سلمہ اور بچے عید الفطر کے فوراً بعد ۲ ستمبر کو پاکستان جا چکے تھے۔ لیڈی ویل کے خصوصی ہسپتال میں باقاعدہ ورزش اور تیرنے سے بھائی جان اپنے بائیں ہاتھ اور ٹانگ میں کچھ طاقت واپس آتی محسوس کرنے لگے تھے۔ بظاہر ان کی صحت ٹھیک دکھائی دیتی تھی۔ لیکن ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں انہیں گردے میں تکلیف ہو گئی جس کی وجہ سے بھائی جان کچھ کمزور ہو گئے۔ لیکن پھر ان کی طبیعت سنبھل گئی۔

ایک چیز جس کے متعلق ہر ایک متفکر تھا کہ بھائی جان کی آواز آہستہ آہستہ کمزور ہو رہی تھی۔ ان تمام چیزوں کے باوجود ہم بی بی سی پروگرام کو باقاعدگی سے کرتے رہے۔ ۲۱ ستمبر کو جمعرات تھی اور میں حسب معمول ہسپتال گیا تاکہ ہفتہ کے لئے پروگرام ریکارڈ کیا جائے لیکن بھائی جان کے کچھ دوست انہیں ملنے آ گئے جس کی وجہ سے ہم پروگرام مکمل نہ کر سکے۔ تقریباً ۹ بج چکے تھے۔ اس لئے بھائی جان نے پوچھا کہ کیا میرے لئے اگلا دن یعنی جمعہ کو آنا ممکن ہو گا۔ میں نے کہا کہ میں نے کل کی چھٹی لی ہوئی ہے کیونکہ مجھے امیگریشن ٹریبونل میں بطور مترجم ایک کیس میں پیش ہونا ہے۔ اس لئے میں وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا ہسپتال پہنچوں گا۔

**جمعہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۸ء** میں تقریباً ۱۲ بجے ہسپتال پہنچ گیا۔ لیکن بھائی جان ابھی تک دانتوں کے ہسپتال سے واپس نہ آئے تھے۔ تقریباً ۲ بجے بھائی جان واپس آئے۔ کھانا کھایا اور اپنے کمرہ میں آئے۔ ہم نے پروگرام ریکارڈ کرنا شروع کیا۔ اس دوران میں نے محسوس کیا کہ بھائی جان اُونگھ رہے ہیں۔ پروگرام ریکارڈ کرتے ہوئے بھائی جان کبھی نہ اُونگھتے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ اس دن بھائی جان جلدی اُٹھے تھے اس لئے تھکاوٹ کی وجہ سے انہیں اونگھ آ رہی ہے۔ مجھے کچھ فکر ہوئی کیونکہ پروگرام کو جلد مکمل کرنا تھا۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ آج بھی پروگرام نامکمل رہ جائے۔

تھوڑی دیر پہلے نرس مالٹے کا جوس چھوڑ گئی تھی۔ میں نے بھائی جان سے پوچھا کہ کیا آپ کو تھوڑا تھوڑا جوس دوں تاکہ آپ کو نیند نہ آئے۔ بھائی جان نے کہا ٹھیک ہے۔ اور پھر میں وقفہ وقفہ پر ان کو جوس کے گھونٹ پلاتا رہا۔ اور اس طرح ہم نے ۴ بجے تک پروگرام مکمل کر لیا۔ چھ بجے تک مجھے بی بی سی پہنچنا تھا۔ اس لئے میں نے بھائی جان سے پوچھا کہ کیا میں آپ کو لٹا دوں کیونکہ آپ تھکے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بھائی جان نے کہا ٹھیک ہے۔ ان کی آواز کافی کمزور ہو چکی تھی۔ میں یہی سمجھا کہ شاید ایسا تھکاوٹ کی وجہ سے ہے۔ میں نے انہیں بستر پر لٹا دیا اور خدا حافظ کہہ کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اس وقت مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ بھائی جان کو آخری دفعہ **خدا حافظ کہہ رہا ہوں۔** اور اس کے بعد پھر میں کبھی بھائی جان سے بات نہ کر سکوں گا۔

**ہفتہ ۲۳ ستمبر ۱۹۷۸ء** میں اردو پڑھانے ووکنگ تعلیم بالغان کے مرکز گیا۔ کچھ خریداری کی۔ بھائی جان کے لئے گلاب جامن خریدے کیونکہ یہ انہیں بے حد پسند تھے۔ ایک جگہ سے کچھ بنگالی ریکارڈ لئے تاکہ آواز کو ریکارڈنگ میں انہیں استعمال کر سکوں۔ شام کو بھائی جان کے کپڑے دھوئے اور جلدی سو گیا۔

**اتوار ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء** صبح جلدی اُٹھا۔ بھائی جان کے کپڑے استری کئے اور ہسپتال جانے کی تیاری کرنے لگا۔ ساڑھے دس بج چکے تھے کہ اتنے میں سعید عزیز صاحب اور ان کی بیگم پہنچے اور کہنے لگے کہ لیڈی ویل ہسپتال والوں نے انہیں اطلاع دی ہے کہ بھائی جان کو فوری طور پر ہوپ ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اُن

---

[1] خلف الرشید مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم۔

کو سانس لینے میں دقت ہو رہی ہے۔

جب میں ہوپ ہسپتال کے وارڈ نمبر ۲ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بھائی جان ایزی چیئر پر چت لیٹے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر اور نرسیں ان کے ارد گرد جمع تھے۔ ایک نرس نے جب مجھے دیکھا تو کہا کہ میں باہر جا کر انتظار کروں۔ تھوڑی دیر بعد ایک سکھ ڈاکٹر صاحب آئے اور کہنے لگے کہ اقبال صاحب کی حالت نہایت نازک ہے اور بچنے کی امید بہت کم ہے۔

**اتوار ۲۴ ستمبر** صبح کو کچھ یوں ہوا کہ ناشتہ کے دوران بھائی جان کو سانس لینے میں دقت محسوس ہوئی۔ ہسپتال میں انہیں مصنوعی طور پر سانس دلانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن چونکہ بھائی جان کے سانس لینے کے پٹھے کام نہ کر رہے تھے۔ اس لئے فوری طور پر انہیں ہوپ ہسپتال بھیج دیا گیا۔ وہاں پہنچ کر ان کا دل بھی چند سیکنڈ کے لئے رک گیا تھا۔ ڈاکٹروں کی کوشش سے دل نے تو کام کرنا شروع کر دیا لیکن چونکہ سانس لینے کے پٹھے کمزور ہو چکے تھے اس لئے انہیں مصنوعی پھیپھڑوں کی مشین کے ذریعہ سانس دلایا جانے لگا۔ لیکن بھائی جان کو ہوش نہ آئی۔

ان کی یہ حالت سارا ہفتہ اسی طرح رہی۔ بھائی جان کو جس دن یہ تکلیف ہوئی اسی شام برمنگھم سے ڈاکٹر فاروق، ان کی بیگم صاحبہ، چچی جان اور منعمہ بھابی ہسپتال پہنچے۔

**وقتِ دُعا ہے** ڈاکٹر صاحب نے بھائی جان کا معاینہ کیا اور کہنے لگے کہ بس اب ان کے لئے دعا کریں۔ اب کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا کوئی معجزہ ہو جائے تو وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اب ان کا سفر انجام کو پہنچنے والا ہے۔ خدا کرے ان کا انجام پُرسکون ہو۔ میں نے اگلے دن بھائی جان کے انگریز اور ایشیائی دوستوں کو بھائی جان کی نازک حالت کی اطلاع دی۔ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہسپتال میں بھائی جان کو دیکھنے آنے لگے۔ بھائی جان کی حالت بدستور نازک رہی۔

**۲۹ ستمبر بروز جمعہ** میں نے محسوس کیا کہ بھائی جان سانس ذرا آسانی سے لے رہے ہیں اور ان کا چہرہ نسبتاً پُرسکون نظر آ رہا تھا۔ اس کا ذکر میں نے کافی لوگوں سے کیا۔ چنانچہ اتوار یکم نومبر ۱۹۷۸ء کو برمنگھم سے پھر ڈاکٹر فاروق، ان کی بیگم صاحبہ اور چچی جان آئیں۔ ڈاکٹر فاروق نے بھائی جان کا معاینہ کیا اور کہنے لگے دل کافی کمزور ہو چکا ہے اور اب چند گھنٹوں کی بات ہے۔

ڈاکٹر فاروق بہت مغموم تھے۔ کیونکہ انہوں نے ہر ممکن کوشش کر کے بھائی جان کو برمنگھم اور مانچسٹر کے خاص ہسپتالوں میں ٹیسٹ کروائے تاکہ بھائی جان کی بیماری کا کوئی علاج تلاش کیا جا سکے لیکن یہ تمام کوششیں کامیاب نہ ہوئیں اور بھائی جان دن بدن کمزور ہوتے گئے۔ لیکن بھائی جان نے امید کے دامن کو نہ چھوڑا۔

**ہمت و استقامت** زندگی کے آخری مراحل میں نہایت ہمت اور دلیری سے بیماری کا مقابلہ کرتے رہے اور ہر حال میں مسکراتے رہے اور اس اندرونی کرب کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے جو اندر ہی اندر انہیں گھن کی طرح کھا رہا تھا۔ آخری چند ہفتوں میں بھائی جان بڑی بے تابی سے سوشل سیکورٹی کے جواب کا انتظار کر رہے تھے کہ انہیں ان کے الاؤنس پاکستان میں ادا کئے جائیں۔

**سفرِ آخرت کا قبل از وقت احساس** ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ میں تم سے پہلے پاکستان چلا جاؤں۔ اور اب میں سوچتا ہوں کہ بھائی جان شاید ٹھیک ہی کہتے تھے۔ بھائی جان واقعی مجھ سے پہلے پاکستان چلے گئے۔ لیکن بالکل اکیلے ابدی آرام کے لئے۔ وہ کپڑے جو میں نے ۲۴ ستمبر کی صبح کو استری کئے تھے ابھی تک اوپر کی منزل میں کرسی پر پڑے ہوئے تھے۔ لیکن اب انہیں کون پہنے گا! میں ہر روز سعید عزیز صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے ساتھ ہسپتال جاتا تھا اور بھائی جان کے ہاتھوں کو دباتا اور ماتھے پر ہاتھ پھیرتا۔ خدا جانے بھائی جان کو میری موجودگی کا احساس ہوتا تھا یا نہیں۔ ان کا چہرہ اس دوران ہمیشہ گرم اور تر و تازہ رہا۔ لیکن درحقیقت بھائی جان سفرِ آخرت کی طرف قدم بقدم جا رہے تھے۔ ۲ اکتوبر کو صبح آٹھ بجے آخر وہ لمحہ آ گیا جب بھائی جان اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

بھائی جان کی وفات کی خبر اور جمعہ ۶ اکتوبر کو جامع مسجد مانچسٹر میں ان کے لئے نماز جنازہ کی اطلاع دونوں اردو روزناموں "جنگ" اور "ملت" میں شائع ہوئی۔ پھر ۵ نومبر ۱۹۷۸ء کو ریڈیو مانچسٹر کی مقامی خبروں میں اس کا اعلان ہوا۔

**غسل و تکفین** جمعہ ۶ نومبر کو میں التہاب صاحب و محترم مرزا مسعود بیگ صاحب کے داماد کے ساتھ صبح ۱۰ بجے کے قریب مسجد پہنچا۔ سب سے مل کر بھائی جان کی میت کو پیچھے اس خاص جگہ پر لے گئے جہاں نہلانے کے انتظامات ہیں۔ زیادہ تر میں ہی بھائی جان کو مسجد کے مولانا صاحب کی مدد سے نہلاتا رہا۔

اس وقت مجھے وہ وقت یاد آنے لگا۔ جب میں بھائی جان کو گھر میں اس خاص کرسی پر نہلاتا تھا جو گھوم کر باتھ کے اوپر آ جاتی تھی۔ بھائی جان کا جسم اس وقت بھی نرم اور تر و تازہ لگتا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سو رہے ہیں۔ نہلانے کے بعد ان کی میت کو خاص بکس میں ڈال دیا گیا۔ اس بکس کے اوپر پلیٹ پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ اقبال احمد، وفات ۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء، عمر ۴۸ سال۔ ۱۲ بج چکے تھے۔ میں گھر واپس آ گیا تاکہ گھر پر چند ضروری کام کر سکوں۔

**نمازِ جنازہ** نمازِ جنازہ ۲ بجے ہونا تھی۔ میں بمشکل ۲ بجے ہی مسجد پہنچا۔ دیگر بہت سے لوگوں کے علاوہ بی بی سی کے کرس وامزلے، مسٹر کرس لوکی اور ان کی بیگم صاحبہ۔ مسٹر ریمنڈ برکلے، چیئرمین سکربلرز کلب، مسٹر فرینک ہیرس، جو ایک بااثر یہودی اخبار دی جیوش ٹیلیگراف کے مالک ہیں۔ اس کے ایڈیٹر، سکھ گوردوارہ کے نمائندے اور ان کے ہندو اور عیسائی دوست موجود تھے۔

نمازِ جنازہ سے پیشتر میں نے نمازِ جنازہ سے متعلق کتابچہ جس میں مواد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب "اسلام اینڈ دی مسلم پریئر" سے لیا گیا تھا۔ غیر مسلم لوگوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

**نمائندگانِ اخبارات کا مرحوم کو خراجِ عقیدت** اس کے فوراً بعد مسٹر فرینک ہیرس مالک دی جیوش ٹیلیگراف نے نہایت شاندار الفاظ میں بھائی جان کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کی علمیت، انسان دوستی اور مختلف مذاہب کے درمیان مفاہمت اور میل جول بڑھانے کی صلاحیت اور کوششوں کو سراہا۔ بھائی جان کا چہرہ بکس میں نہایت پُرسکون تھا اور ان کے لبوں پر ایک قسم کی دبی سی مسکراہٹ۔

تین بج چکے تھے۔ ہمیں سیدھا بی بی سی پہنچنا تھا تاکہ دوسرے دن کے لئے پروگرام ریکارڈ کیا جائے جو خاص طور پر بھائی جان کی یاد میں ہونا تھا۔ پروگرام سورۃ فاتحہ کی تلاوت سے شروع ہوا۔ جس کا انگریزی ترجمہ ابوالمولےٰ صاحب نے کیا۔ اس کے بعد کرس وامزلے صاحب جو اس پروگرام کے پروڈیوسر تھے اور بھائی جان کے ساتھ گذشتہ سات سال سے مختلف پروگرام کرتے رہے تھے، انہوں نے اپنے ذاتی تاثرات کو بیان کیا۔ اس کے بعد خاکسار نے انا للہ و انا الیہ راجعون، اس کا انگریزی ترجمہ اور نمازِ جنازہ کی دعا اور اس کا انگریزی ترجمہ پڑھا۔ پھر ذیل کے احباب کے انٹرویو ہوئے۔ جناب فرینک ہیرس، مالک، دی جیوش ٹیلیگراف جناب ریمنڈ برکلے، چیئرمین سکربلرز کلب مانچسٹر، ریورنڈ ڈک پیج، پروڈیوسر مذہبی پروگرام ریڈیو مانچسٹر۔ جناب ایلن شا، سٹیشن منیجر ریڈیو مانچسٹر۔ جناب ابوالمولیٰ صاحب، صدر بنگلہ دیش ایسوسی ایشن مانچسٹر۔ اور جناب امر سنگھ ایگن نائب چیئرمین اقلیتی آرٹ کے مشاورتی کونسل، مانچسٹر۔

**ہفتہ ۷ اکتوبر۔ تعزیتی اجلاس** سینٹ پال چرچ میں جو ہمارے گھر کے بالکل قریب ہے ایک خصوصی نمازِ جنازہ اور تعزیتی اجلاس کا انتظام تھا۔ اس چرچ کے پادری بھائی جان کے بہت اچھے دوست ہیں۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ بھائی جان کے بہت سے عیسائی دوستوں کے لئے جن کا تعلق بی بی سی، لیونز ہائی سکول، جونیئر ٹیمپل سکول، اور دیگر تعلیمی اداروں سے ہے، اگر ان کے لئے چرچ میں ایک خصوصی تعزیتی اجلاس ہو سکے تو بہت سے ایسے لوگ بھی جو جمعہ کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے وہ بھی دعائے مغفرت میں شریک ہو سکیں گے۔ انہوں نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا۔

چرچ کے اندر دائیں کونے میں نمازِ جنازہ کے لئے سرخ قالین بچھایا گیا تھا۔ پروگرام کے مطابق نمازِ جنازہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے پڑھائی تھی اور تعزیتی خطبہ شیخ

(باقی برصفحہ کالم ۱)

# دُعا کی اہمیّت اسلام میں

## دُعا اور اس کی قبولیّت ایک عالمگیر انسانی تجربہ ہے

والیوب اذ نادیٰ ربّہ انّی مسّنی الضر وانت ارحم الراحمین .................. الیٰ ................... الینا راجعون۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱ - آیات ۸۳ تا ۹۳)

((حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی ایک تقریر))

---

یہ جو آیات میں نے اس وقت تلاوت کی ہیں ان کا مضمون آپ میں سے اکثر احباب
ہم پہنچایا۔ اور انسانوں سے ... مشکل
دُعا اور اس کی قبولیت یہ ایک عالمگیر انسانی تجربہ ہے۔ اور لاکھوں انسانوں کی
حالی اور ذاتی واردات ہے کہ کس طرح مشکل سے مشکل، اہم سے اہم اور انہونے خوارق
عادت امور ان دُعاؤں کے ذریعہ سے انجام پا جاتے ہیں۔ استجابت دُعا کا اظہار حضرات
انبیاء کرام کے ذریعہ سب سے بڑھ کر ہوا اور ان کے بعد ان لوگوں کے ذریعہ ہوا جنہوں نے
ان انبیاء کرام اور ماموریں حضرات سے فیض حاصل کیا۔ ان کی دعاؤں کے اندر بھی تاثیرات جلوہ گر
ہوئیں۔ اور خدا تعالےٰ کی ازلی و ابدی اور زندہ جاوید ہستی پر ایمان و یقین کی موجب بنیں۔
خدا تعالےٰ کی ہستی پر بڑی دلیل یہی ہے کہ ایک انسان خدا تعالےٰ کے حضور
ایک مشکل اہم اور بظاہر ناممکن الحصول کام کے لئے زاری کرتا روتا اور دُعا کرتا ہے۔
اور خدا کی طرف سے اسے قبل از وقت قبولیت کی اطلاع بھی مل جاتی ہے۔ اور اسی طرح
سے وہ امر واقع میں رونما بھی ہو جاتا ہے۔ اس سے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر عظیم الشان دلیل
پیدا ہوتی ہے جیسا کہ آج کی تقریر میں ایک صاحب نے ذکر فرمایا ہے کہ کامیابی کے
ان بہت سے ذرائع میں سے ایک ذریعہ دُعا کا ہے۔

دُعا ہی انسان اور خدا تعالےٰ کے درمیان براہِ راست تعلق کا موجب ہے۔ یہی وہ
بندھن ہے جو انسان کو خدا تعالےٰ کے قریب کرتا ہے۔ ہم جو ہر نماز میں ایاک نعبد
کا خدا کے حضور اقرار کرتے ہیں۔ یہ اقرار اس تعلق کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کس طرح
بندہ اپنے خدا سے اپنے تعلق کا اظہار کرتا اور ماسویٰ سے دُور ہونے اور رہنے
کا اعلان کرتا ہے اور پھر ایاک نستعین کہہ کر اپنی جدوجہد اور کوشش میں
خدا تعالےٰ کی غیر محدود اور بے انتہاء قوتوں سے مدد مانگتا ہے کہ اے خدا میں صرف
اور صرف تیرے ہی آستانہ پر اپنی پیشانی رکھتا جاتا ہوں۔ مجھے کوئی اور دہلیز تیری دہلیز
کے علاوہ نظر نہیں آتی اور نہ تیرے سوائے اور کسی کے دروازے پر دستک دُوں گا۔

اس اعلان اور اقرار اور ایمان کے بعد خدا تعالےٰ کے حضور ایک دُعا
کرتا ہے اھدنا الصراط المستقیم کہ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ
پر چلا۔ یہ سب سے بڑی دُعا ہے۔ یہ انسانی فطرت کی سب سے بلند اور عظیم تڑپ ہے
جو اس کے اندر پیدا ہو سکتی ہے۔ جس طرح انسان مادی ترقی کرتے کرتے چاند پر پہنچ
گیا اور ابھی تڑپ ختم نہیں ہوئی۔ تاہم تسخیر قمر پر انسان کتنا نازاں ہے۔ عظیم مملکت امریکہ
کا صدر نکسن بھی فرحاں و شاداں ملک ملک پھر گیا اور اپنی عظمت کا اظہار کیا۔
تو یہ انسانی فطرت کی آواز اور تڑپ ہے۔

جس طرح انسان کے اندر مادی دُنیا کے لئے تڑپ ہے اسی طرح وہ انسان
جس کو رُوحانی عظمت کا احساس ہے اس کے دل میں بھی یہ تڑپ ہوتی ہے کہ وہ اس میدان
میں سربلند ہو۔ اھدنا الصراط المستقیم میں وہ دُعا کرتا ہے کہ اے
خالق و مالک خدا تو اپنی رضا اور رحمت کے رستہ پر چلا دے۔ تاکم از کم کوشش سے
چھوٹے سے چھوٹا فاصلہ طے کر کے اس منزل پر پہنچ جاؤں۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑی دعا اھدنا الصراط
المستقیم کی دُعا ہے۔ اگر انسان یہ پکارتا ہے تو خُدا تعالےٰ ضرور یہ راہ دکھا
دیتا ہے۔ قرآن کریم نے جو دُعا کا راز ہمیں بتایا ہے وہ یہ ہے واذا سالک عبادی
عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی
ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔

فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پُوچھتے
ہیں انہیں کہہ دیجئے کہ مَیں تو تمہارے بہت قریب ہُوں۔ مَیں دُعا کرنے والے کی دُعا کا جواب
دیتا ہُوں۔ چاہیئے کہ میرے بندے مجھے پانے کے لئے کوشش کریں۔ ولیؤمنوا بی
اور میرے پر ایمان لے آئیں۔ اگر یہ دو شرطیں پیدا ہو جائیں کہ ایمان بھی پیدا ہو جائے
اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کی تڑپ جوش اور کوشش اور عمل بھی ہو تو ایک نہ ایک دن منزلِ
مقصود پالیں گے۔

... دُعا ... کے حصول کی نہیں ہوتی۔ بلکہ قربِ الٰہی میسّر آنے کی ہوتی ہے
وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے۔ قبولیت دُعا کا طریقہ یہی ہے کہ انسان دُعا سے تھکے نہیں
بلکہ بار بار خدا کے حضور زاری کرتا اور روتا رہے۔ بار بار گڑگڑاتا رہے تو اللہ تعالےٰ
وہ وقت لے آتا ہے کہ جب خدا تعالےٰ شیطان کی وسوسہ اندازی سے انسان کو نجات
دے دیتا ہے اور اس کی دُعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے عرض کیا ہے دُعا کے استجابت کے لئے بڑی کوشش، تڑپ
خضوع و خشوع اور جہد و صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام طور پر جو دُعا کا طریقہ ہے کہ ہاتھ
کھڑے کئے دُعا کی اور توقع رکھی کہ دُعا قبول ہوگی۔ یہ دُرست نہیں ہے۔ دعائیں مستجاب
یونہی نہیں ہو جایا کرتی۔ جس سے کہ کرشمے اور کرامات صادر ہوتیں اور انہونے امور واقع ہو
جاتے ہیں۔ ہم نے مستجاب الدعوات انسانوں سے ملاقاتیں کی ہیں۔ ہم نے ان کو دیکھا ہے کہ
تو اپنی جانوں کو جوکھوں میں ڈال دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کو بشارتیں
ملتی تھیں اور ان کی دُعاؤں سے خوارق عادت امور ظاہر ہوتے تھے۔

اگر کسی کو تعلق باللہ نصیب ہو جائے تو کیا کیا کچھ اس کو نظر آتا ہے
آہ یہ راز تو جاننے والے ہی جانتے ہیں۔ مولانا رُوم فرماتے ہیں :—

چوں خدا خواہد بما یاری کند ؛ میل ما را جانب زاری کند

نیم جاں بستاند صد جاں دہد ؛ آنچہ در ذہنت نہ آید آں کند

جب خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ یاری کرے تو پھر کونسی چیز ہے جس کی کمی رہ جاتی۔
مولٰنا فرماتے ہیں :—

اس کیفیت میں ہمارے اندر میلان پیدا ہو جاتا ہے کہ زاری کریں۔ اس کو نہ
کی یاری کا راستہ بتایا ہے۔ تو خدا اس زاری میں آدھی جان تو لے لیتا ہے اس کے بد
سو جان تم کو دے دیتا ہے۔ اور جو کچھ وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا وہ کچھ ہمیں دیتا
وہ صاحب راز انسان ہے۔ ایسے صاحب راز انسانوں کو ہم نے دیکھا ہے
دعائیں کرتے ہیں۔ دُعا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ بڑی محنت مانگتی ہے۔ ہم
حضرت سیّد اسد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ وہ ایک
کے لئے دُعا کرتے تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سو دفعہ تو ربنا لاتزغ قلوبنا پڑھتا
رب انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر۔ کوئی سو دفعہ پڑھتا ہوں۔ کئی
دفعہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ۔ پڑھتا ہوں اور
کئی سو دفعہ درود پڑھتا ہوں۔ ہم نے ان کو دیکھا وہ دن رات ورد وظیفہ میں
رہتے تھے۔ ہم نے ان کی دعائیں مستجاب ہوتے دیکھیں۔ ایک نہیں۔ دو نہیں۔ دس
نہیں بیس نہیں۔ سینکڑوں دُعاؤں کو پورا ہوتے اور ان کی کرامات کو دیکھا۔ میرے
ان باتوں کا ریکارڈ موجود ہے جو ان سے دعاؤں کے طور پر پوری ہوئیں۔
یہاں پر بہت سے لوگ موجود ہیں جنہوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
دعائیں کروائیں اور وہ پوری ہوئیں۔ تفصیل سے ذکر کرنا طوالت طلب ہے۔

بڑی لمبی بیماری میں مبتلا تھا۔ میں نے حضرت مولانا رحمہ کو دُعا کے لئے لکھا۔ انہوں نے مجھے جواب دیا کہ آپ کے لئے دُعا کرنا میرا وظیفہ ہی بن گیا ہے۔ آج رات میں نے دُعا کی تو میرے منہ سے یہ نکلا۔ کہ اے خدا میرے پیارے بچے سعید کو شفا دے دوسروں کے لئے درد پیدا کرنا۔ دوسروں سے پیار کرنا، دوسروں کے لئے اپنے اوقات صرف کرنا، اور دوسروں کے لئے دعائیں کرنا، یہ بڑے کردار اور اخلاص کو چاہتا ہے۔ اگر بزرگوں کی دعائیں میرے شامل حال نہ ہوتیں اور ان کی قبولیت نہ ہوتی ہوتی۔ تو میں آپ کے سامنے زندہ کھڑا نہ ہوتا۔ بلکہ کئی ہوتیں مر گیا ہوتا۔

میں نے اپنی بیماری کا اپنے والد بزرگوار سے ذکر کیا اور کہا اے خدا جو تیری مرضی ہے وہ ہو جائے۔ وہ یہ بات سُن کر بہت غصہ ہوئے۔ اور مجھے جھاڑ دی۔ اور فرمایا کہ تم خدا کی مرضی پوچھتے ہو۔ کوئٹہ میں دس ہزار آدمی لقمہ اجل ہو گئے۔ یہ خدا کی مرضی تھی۔ خبردار ایسی دُعا کبھی نہ کرنا۔ تم اپنی مرضی کے مطابق خدا سے دُعا مانگو اور اپنی مرضی اس سے پوری کراؤ۔ جو چیز چاہتے ہو اس سے مانگو۔ اس سے جھگڑا کرو۔ اس سے اپنی مرضی پوری کروا کر دم لو۔ میں نے یہ ذکر حضرت سید آسد اللہ شاہ صاحب سے کیا۔ کہنے لگے شکر ہے تم کو سمجھ آ گئی۔ شاہ صاحبؒ کو خدا کی طرف سے تفہیم ہوتی تھی۔ عدم قبولیت پر خدا سے لڑ پڑتے تھے۔ اور جھگڑتے تھے۔

صبح میں نے عرض کیا تھا کہ میرے پاس حضرت صاحب کے خطوط ہیں۔ ان میں سے دو ایک کے سوا۔ اور کوئی ایسا خط نہیں ہے جس میں دُعا کا ذکر نہ ہو۔ یا یہ نہ لکھا ہو کہ آپ دُعا کریں میں بھی دُعا کرتا ہوں۔ آپ دُعا کرتے رہیں میں بھی دُعا کرتا رہوں گا۔ آپ استغفار کرتے رہیں۔ حضرت امام زمان مسیح موعودؑ کی زندگی میں یہی نظر آتا ہے کہ آپ دُعا اور استغفار پر بہت زور دیتے تھے۔

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ اس وقت حضرت مسیح موعود کو وحی کرے گا کہ اپنی قوم کو طور پر لے جاؤ۔ طور پر لے جانا کیا ہے۔ طور تو دُعا کا مقام ہے جہاں حضرت موسےٰ گئے۔ وہاں خدا نے انہیں بلایا تھا۔ حضرت موسےٰ نے اپنی قوم کی غلامی کے لئے خدا کے حضور دُعا کی۔ گویا اس میں اشارہ ہے کہ جماعت کو دُعا کی طرف لے جاؤ۔ تو اس قوم کی نجات ہو جائے گی۔

دجّال سے جنگ اور اس پر غلبہ دعاؤں کے ذریعہ ہی مقدر ہے۔ جنگِ بدر کے وقت حضرت نبی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلّم کی زاری بھری دعائیں ہی کام آئیں۔ ان دُعاؤں کی وجہ سے ہی مٹھی بھر مسلمان لشکر جرار کے مقابلہ میں فتح مند ہوئے۔ تو دُعا ایک زبردست ہتھیار ہے اور اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعودؑ نے اس ہتھیار کو ہمارے ہاتھ میں دیا ہے۔ دُعا کی حقیقت کیا ہے۔ دُعا کس چیز کا نام ہے یہ کیسے کی جاتی ہے۔ کوئی دُعا مقبول ہوتی ہے اور کوئی غیر مقبول۔ یہی وہ باتیں ہیں جو میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ کہ ہمارے اندر وہ باتیں نہیں ہیں جو ہمارے بزرگوں کے اندر تھیں۔

ہم نمازوں اور دُعاؤں کے لئے درد مند دل لے کر بڑے خضوع و خشوع سے اور باقاعدگی سے خدا کے حضور حاضر نہیں ہوتے۔ ہم تھک جاتے ہیں۔ ہمیں دنیاوی دھندوں سے فرصت نہیں کہ اپنے اوقات میں سے تھوڑا سا وقت اپنے خالق و مالک کی یاد میں گذار دیں اور اس کے احسانات و افضال کا اس کے حضور شکریہ ادا کریں۔ ......... حضرت مسیح موعودؑ نے مستجاب دُعاؤں سے جماعت کو آشنا کیا تھا۔

اس طرح کی دعائیں اللہ تعالےٰ کے ہاں شرف قبولیت پاتی ہیں۔ میں اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جبکہ ہمارے دوست یہاں جمع ہیں عرض کرتا ہوں کہ دُعا بہت بڑی چیز ہے۔ اور دشمن کے مقابلہ میں یہ زبردست ہتھیار ہے۔ اس ہتھیار کو زیادہ سے زیادہ استعمال کریں اور دعائے مستجاب کے جو لوازمات ہیں ان کی پابندی کریں۔ اللہ کسی کی زاری کو ضائع نہیں کرتا۔ اور وہ ہاتھ جو راتوں کو خدا کے حضور پھیلتے ہیں ان کو کبھی خالی واپس نہیں کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ آج جبکہ ساری دُنیا غفلت کا شکار ہے اور جبکہ وہ خدا کی ہستی اور دعا کی قائل نہیں رہی۔ وہ جو جانتے ہیں کہ خدا ہے اور دُعا ایک مؤثر چیز ہے۔ انہوں نے بھی دُنیا کو ترجیح دے رکھی ہے اور بہت تھوڑے لوگ ہیں جو خدا کے آستانہ پر گرتے اور دعائیں کرتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ اگر اس وقت ہماری جماعت اس دُعا کے ہتھیار کو استعمال کرے اور

۱۴ التجا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالےٰ ہماری نہ سُنے۔

## (ایک جوانمرد کی [illegible] بسلسلہ ص۶)

محمد طفیل صاحب نے دینا تھا۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر نذیر الاسلام صاحب کی طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لئے نماز جنازہ بھی شیخ محمد طفیل صاحب نے پڑھائی۔ نماز سے پہلے انہوں نے مکمل نماز جنازہ کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر تمام حاضرین کو سنایا۔ یہ طبع شدہ تمام لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ نماز جنازہ کے بعد پادری صاحب نے عیسائی طریق سے دُعائے مغفرت کی۔ اس وقت تک ساڑھے دس بج چکے تھے اور میّت کو ہوائی اڈہ کے لئے لے جانا تھا۔ اس لئے لوگ اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور میّت کو چند احباب چرچ سے باہر لے گئے۔

اس کے بعد محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے "اسلام میں موت اور آخرت کے تصور" کے بارہ میں نہایت عمدہ خطبہ دیا۔ آخر میں پادری صاحب نے بھائی جان کو بڑے پیارے انداز میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا اور ان کی انسان دوستی، رواداری، علمی قابلیت اور بلند ہمتی کی تعریف کی، اور انہوں نے کہا اقبال احمد صاحب کی انہی خوبیوں کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے آج مسلمان اور عیسائی مل کر اس چرچ میں جمع ہوئے ہیں اور یہ ہر ایک لحاظ سے دونوں مذاہب کی تاریخ میں یکتا اور خاص اہمیّت کا حامل ہے۔

اس تعزیتی اجلاس میں بھی بریڈفورڈ، برمنگھم۔ لیسٹر اور لندن سے احباب جماعت نے شمولیت کی۔ میّت ہفتہ کو ہی بذریعہ ہوائی جہاز لندن کے لئے روانہ کر دی گئی۔ وہاں سے اتوار کو کراچی روانہ ہوئی۔ سوموار ۹ر اکتوبر کو بعد از دوپہر لاہور پہنچی اور منگل ۱۰ر اکتوبر کی شام کو انہیں دارالسلام میں دفن کر دیا گیا۔ ........ آخر کار بھائی جان جو ۱۹۵۴ء میں انگلستان آئے تھے جوانی کے ۲۴ سال گذارنے کے بعد واپس ابدی آرام کے لئے پاکستان واپس چلے گئے۔ خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

## دنیا کے محسن اور کامیاب مذہبی رہنما — بقیہ ص۹

اپنی عاقبت سنوارنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد مبارک ہے:۔

ان الدنیا خلقت لکم وخلقتم للاٰخرۃ

بے شک دُنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے۔

جو اس توحیدی نظام سے منہ موڑتا ہے وہ درحقیقت تفریق کے دروازے کھولتا ہے۔ ایسی جرأت وہی کر سکتا ہے جو آخرت کی جوابدہی سے غافل ہے۔

وما علینا الا البلاغ

از جناب ابوالاسرار رمزی ایم-اے (جودھپور۔ بھارت)

# دُنیا کے محسن اور کامیاب مذہبی رہنماؤں میں حضرت محمد صلعم کو مقامِ اوّلیت حاصل ہے

## ایک ممتاز امریکی محقق و مصنف کا اظہارِ حقیقت

**حضورؐ کی تعلیم** خدا کی مرضی صرف رسُولوں کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے۔ دُنیا میں بہت سے رسُول آئے۔ سب سے آخر میں اپریل ۵۷۱ء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہُوئے۔ بحیثیت رسُول کے اسلام کی تعلیم دینی شروع کی جس کا خلاصہ یہ ہے :—

۱۔ سوائے خدا تعالےٰ کے کوئی پُوجنے کے لائق نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا شریک ہے۔
۲۔ سب باتوں سے بڑھ کر بھروسہ کی بات عمل ہے۔
۳۔ اللہ کے نزدیک وہی عزت والا ہے جو تقویٰ کی زندگی بسر کرتا ہے۔
۴۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔
۵۔ عرب کو عجم پر، اور عجم کو عرب پر، کالے کو گورے پر، گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔
۶۔ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو ناحق قتل کرے گا تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سُونگھے گا۔
۷۔ پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لانا بھیک مانگنے سے اچھا ہے۔
۸۔ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے دے دو۔
۹۔ سب دُنیا کے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں کیونکہ وہ ایک خدا کے بندے اور آدمؑ کی اولاد ہیں۔
۱۰۔ قیامت کے دن آدمی کئے کا پھل پائے گا۔
۱۱۔ یہ دُنیا ہمارے لئے ایک امتحان کی جگہ ہے۔
۱۲۔ یہ دُنیا ایک روز فنا ہو جائے گی۔ اس کے بعد انسان دوسری دنیا میں آپ کو پائے گا جس کا نام آخرت ہے۔ وہاں موت نہ ہو گی۔

**تازہ شہادت** اس سُنہری تعلیم پر چل کر یہ دُنیا امن و امان کا گہوارہ بن سکتی ہے اور بہت سی اُلجھنوں سے نجات مل سکتی ہے۔

مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّل درجہ کا انسان تسلیم کیا ہے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اس کا اقرار بھی کیا ہے کہ ان سے بہتر کوئی رہبر پیدا نہیں ہُوا ہے۔ حال ہی میں امریکہ کے ایک عالم میکائیل ہارٹ نے "THE HUNDRED" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں آخری دو ہزار برسوں میں پیدا ہونے والے اربوں کھربوں انسانوں میں سے صرف اُن سو ممتاز شخصیتوں کو چُنا ہے۔ جنہوں نے دُنیا میں اچھے کام کر کے تاریخ میں اپنا مقام بنایا ہے۔ اس نے سب کی زندگی کے حالات دیئے ہیں۔

ہارٹ نے عیسائی ہوتے ہُوئے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب میں اوّل درجہ دیا ہے۔ ان کو اوّل مقام دیا جانا ان کے آخری رسُول ہونے کو غیر ارادی طور پر مان لینا ہے۔ ہارٹ کا یہ انتخاب قرآن مجید کے عین مطابق ہے۔ اس کو اپنی بات پر بھروسہ ہے کہ اس نے دُنیا بھر کے انسانوں کو چیلنج دیا ہے کہ وہ اس کی ترتیب اور انتخاب کو غلط ثابت نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے اس کے پاس معقول وجہ ہے۔

اَب دنیا کے سامنے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں رہ گیا ہے کہ وہ بغیر کسی شک اور انتظار کے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تقاضوں کو جلد پُورا کریں۔

قرآن پہلی کتابوں کا نچوڑ ہے اور وہ ان سب کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جن غیر باتوں کو دین میں شامل کر لیا ہے ان کو ٹوکتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ قرآن سے پہلے کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رسالت کی پیشگوئی موجود ہے۔ سچائی کو تلاش کرنے والوں کو چاہیئے کہ اپنی تسکین و اطمینان کے لئے دو چیزیں پڑھیں:—

خدا تعالیٰ کی آخری کتاب ———— قرآن پاک کا ترجمہ
خدا تعالیٰ کا آخری رسُول ———— حضرت محمدؐ کی زندگی کے حالات

توجہ اور غور کرنے کے لائق بات!

۱۔ اسلام دنیا کے انسانوں کو سامنے رکھ کر دعوت دیتا ہے وہ سب فرقوں کو مٹا کر ایک انسانی برادری قائم کرنا چاہتا ہے۔
۲۔ اگر خدا ایک ہے تو اس کا بنایا ہُوا مذہب بھی ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے۔

## اسلام کا توحیدی نظام

اس جہانِ آب و گل میں چار عناصر کار فرما ہیں۔ پانی۔ مٹی۔ آگ اور ہوا۔ ان کے باہمی ارتباط سے ایک جسم وجود میں آتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح "اسلام کا توحیدی نظام" (UNITARY ORDER) اپنے اندر چار عناصر (FOUR ELEMENTS) رکھتا ہے۔ ان کے ماننے کے نتیجہ میں ایک اُمّت۔ ایک انسانی برادری، کی تشکیل ہوتی ہے، جیسا کہ نقشہ سے عیاں ہے :—

ایک خدا — ایک کتاب
ایک اُمّت
ایک رسُول — ایک قبلہ
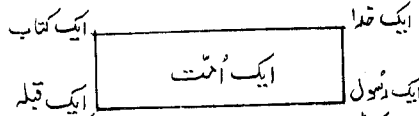
ان میں سے کوئی ایک بھی چیز ایسی نہیں ہے جس سے یکجہتی اور وحدت ملّی نہ پیدا ہوتی ہو۔ اس کا دوسرا نام قومی عالمیت اور عالمگیر اخوت ہے۔ یہ اتحاد آفریں نسخہ قرآن کریم کے سوا کسی کتاب یا فرد کے پاس نہیں ہے۔

یہ کوئی شاعرانہ تصور یا خیالی مفروضہ نہیں ہے بلکہ زندہ حقیقت ہے۔ خلافت راشدہ کے دَور میں دنیا نے اس آسمانی نظام کے پاکیزہ ثمرات اور عجیب اثرات بچشم خود مشاہدہ کئے ہیں اور آج بھی اس نظام کو عملاً برپا کر کے وہی نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

لفظ "عالمین" اپنے اندر ایک دُنیائے اتحاد سمیٹے ہوئے ہے جو آفاقیت اور اجتماعیت کا حامل ہے۔ یہ کسی انسانی ذہن کی تقدیر و تجویز نہیں ہے یہ حکیم و علام الغیوب پروردگار قدوس، خالق کائنات کی بے عیب اسکیم اور پاکیزہ منصوبہ ہے۔ کوئی فلسفی یا مفکر ایسی بلیغ اور جامع سکیم نہیں بنا سکتا۔

ربّ العالمین۔ کی ترکیب شرک شکن واقع ہوئی ہے۔ عالمین کا اگر کوئی ربّ ہے تو وہ ایک ذاتِ واحد اللہ ہے۔ رحمۃ للعالمین میں اس امر کی شہادت ہے کہ پُوری دُنیا کے رسُول صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ذکر للعالمین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پوری دُنیا کے لئے ایک ہی قانون نازل ہوا ہے اور وہ قرآن حکیم ہے۔ ھدی العالمین میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دائرہ انسانیت کا متحدہ مرکز سب کا عالمی قبلہ گاہ کعبہ ہے۔ حج اور نماز کی ہر حرکت حسن ضبط و نظم، ہم آہنگی، یک جہتی، وحدتِ عمل کی آئینہ دار ہے۔

اللہ تعالےٰ نے جن چیزوں کو عالمین سے نسبت دی ہے وہ تعمیمی اور تابیدی ہیں یعنی خدا کی طرف سے ٹھہرائی ہوئی باتیں سب کے لئے ہیں اور ہر زمانے کے لئے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے اور آخری بھی ہیں۔ غیر اللہ کی پرستش نہیں ہو سکتی، غیر رسُول کی اتباع نہیں ہو سکتی، غیر قرآن کو ضابطۂ حیات نہیں مانا جا سکتا۔ حضرت خاتم النبیین کی بعثت کے بعد کعبہ آخری قبلہ ہو گیا اور قرآن آخری کتاب ہو گئی اور خود محمد صلعم آخری رسُول ہو گئے۔ یہ اُمّت آخری اُمّت ہو گئی۔ ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر اب انتظار ہے تو ایک آخری عالم کا جسے "آخرت" کہتے ہیں۔ بڑے خوش نصیب اور دُور اندیش ہیں وہ لوگ جو

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲)

# مدیر روزنامہ جنگ (کراچی)
## شعبۂ دینیات کے نام
## مولنٰا شیخ عبدالحق صاحب کا مکتوب

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار جنگ (شعبۂ امور دینیات)

السلامُ علیکُم ورحمۃُ اللہ۔

میں افسوس کے ساتھ یہ امر آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ جناب کے اخبار [میں] (۱) وفاتِ مسیح (۲) حقیقی نزولِ مسیح (۳) ظہورِ مہدی کے متعلق جو جوابات شائع [ہو]ئے ہیں وہ سب کے سب غلط۔ قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کے بالکل خلاف [ہیں۔ ہر]ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خدا کا خوف مدِّنظر رکھتے ہوئے صحیح جواب دے۔ [چن]انچہ آپ کی غلطیوں کا اظہار ذیل کی تحریر سے واضح ہے:۔

**۱۔ معراج کی حدیث** } حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح ناصری کی رُوح کو جنت میں جملہ انبیاء کرام کی ارواح کے ساتھ دیکھا ہے۔ جو سب کے سب وفات پا چکے ہیں۔ بمطابق قرآن کریم جس شخص کی رُوح جنت میں انبیاء کے ساتھ ہو۔ وہ ماھم منھا بمخرجین جنّت سے باہر نہیں آسکتا۔ اس لئے مولویوں کا جو عقیدہ ہے۔ کہ مسیح اُمّتِ محمدیّہ کی اصلاح کے لئے آئے گا اس حدیث کی رُو سے باطل ہے۔ اور کتاب اللہ اس کے بطلان کی تصدیق کرتی ہے۔

**۱۔ مرض الموت میں حضور کی اُمّت کو نصیحت** } حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبُور انبیاءھم مساجد.........."

جملہ عیسائی صاحبان تمام انبیائے کرام کو (بجز مسیح) گناہ گار سمجھتے ہیں۔ اس لئے اُن سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی نبی کی قبر کو سجدہ گاہ یا پرستش گاہ قرار دیں۔ نیز تاریخ بھی اس کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔ مگر الفاظ حدیث سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک مسیح کی کوئی قبر ہے۔ بقول مولوی صاحبان اگر عیسٰی آسمان پر زندہ تھے۔ تو حضورؐ کس طرح مسیح کی قبر کی طرف اشارہ کرسکتے تھے۔ اس لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام اس حدیث کی رُو سے مر گئے۔

**۔ اختلاف حُلیہ مابین مسیح ناصری و مسیح محمدی** } مسیح اسرائیلی کا حُلیہ حضورؐ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے "احمر جعدٌ"۔ گورا سرخ رنگ اور گھنگریالے بالوں والا۔ اس کے برعکس مسیح محمدیؐ کے متعلق فرمایا "ادم سبطہ الشعر"

یعنی مسیح محمدی کا رنگ گندمی اور سیدھے بال ہیں۔ اور خانہ کعبہ کا طواف بھی کر رہا ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں کہ مسیح محمدی جو آنے والا ہے۔ مسیح اسرائیلی نہیں ہوسکتا۔

**۔ کیف انتم نزل ابنِ مریم** } اس حدیث کو تعجب انگیز الفاظ میں شروع کیا گیا ہے۔ تعجب اس وقت ہوتا ہے جب کوئی امر توقعات کے خلاف ہو۔ یعنی ہمارے مولوی صاحبان کی توقع نزولِ ابن مریم کے متعلق کچھ ہوگی۔ مگر اس کا نزول مسیح محمدیؐ کسی اور رنگ میں ہوگا۔ چنانچہ اسی تعجب کو دُور کرنے کے لئے نازل ہونے والے مسیح کے متعلق احادیث میں حضورؐ نے نشانیاں مقرر کردی ہیں۔ کہیں فرمایا (۱) اماماکم منکم (۲) کہیں امکم منکم (۳) کہیں فامکم بکتاب اللہ (۴) کہیں فامکم۔ کیا یہ نشانیاں ثابت نہیں کر رہیں۔ کہ آنے والا مسیح اُمّتِ محمدیہ کا ایک فرد یعنے مجدّد اسلام ہوگا۔

**۵۔ لو کان موسیٰؑ و عیسیٰؑ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔**

اس حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مسیح ناصری مرچکا ہے۔

**۶۔ ان عیسیٰ عاش عشرین ومائۃ سنۃ** } اس حدیث میں حضرت عیسٰیؑ کی عمر بتلادی۔ کہ وہ ایک صد بیس سال زندہ رہے ہیں۔

۷۔ بخاری شریف میں ابھی تین چار حدیثیں اور ہیں۔ جن سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام داخلِ جنت ہو چکے ہیں۔ اُن کو طوالت کے باعث چھوڑ رہا ہوں۔

**۸۔ ظہورِ مہدی** } مولوی صاحبان کو خوب علم ہے۔ کہ ظہورِ مہدی کی سب روایات کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے اپنی اپنی کتابوں میں یکسر خارج کردیا ہے۔ اور ابن ماجہ کے مطابق "لا مھدی الا عیسٰی" ہی صحیح ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ ان اُمور کو ہمارے مولوی صاحبان مسیح ناصری کے متعلق مسلمانوں سے کیوں چھپاتے ہیں۔ والسلام۔

---

# تعزیتی قرارداد

بسم اللہِ الرحمٰنِ الرحیم۔ اِنّا للہ وَ اِنّا الیہ راجعون

آج بتاریخ ۳ر نومبر ۱۹۷۸ء بعد نماز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام ہند شاخ سرینگر کا ایک تعزیتی اجلاس زیرِ صدارت الحاج شیخ عبدالصمد صاحب صدر جماعت سرینگر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی گئی:۔

"یہ اجلاس مکرم میاں غلام حیدر صاحب فرزند خان بہادر میاں غلام رسُول صاحب قدس اسرارہم کی وفات (۲۷ر ستمبر ۱۹۷۸ء)۔ حضرت مولانا سید آفتاب الدین احمدؒ سابق امام شاہجہان مسجد انگلستان کے جواں سال فرزند ارجمند مسٹر اقبال احمد کے (۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء) انتقال اور مولانا شفقت رسُول کے نوعمر فرزند عزیز محمد اکمل کے سانحۂ ارتحال پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔

ثمّ اِنّا للہ وَ اِنّا الیہ راجعون

یہ دونوں حضرات جماعت کے لئے بہت ہی قیمتی وجود اور تیسرے جماعت کے نونہال تھے اسلئے ان کے اُٹھائے جانے سے جماعت کو بظاہر ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔

اللہ تعالٰے ان سب کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ اور پس ماندگان کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت نصیب فرمائے۔ اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین!

یہ اجلاس میاں غلام حیدر صاحب علیہ الرحمۃ کی ہمشیرہ محترمہ آمنہ تمیم صاحبہ اور ان کے جملہ صاحبزادگان۔ مسٹر اقبال احمد علیہ الرحمۃ کی والدہ محترمہ۔ ان کے برادران مکرم ناصر احمد و ڈاکٹر ظفر احمد اور جناب مولانا شفقت رسُول کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

اللہ تعالٰے ان کو اپنی بے پایاں رحمت سے نوازے اور فتنۂ روزگار سے محفوظ رکھ کر اکابرِ قوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

نمازِ جنازہ (غائبانہ) جامع احمدیہ قلمدان پورہ سرینگر میں ادا کی گئی۔"

غلام احمد حکاک۔ جائنٹ سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام سرینگر (بھارت)

# امریکہ کے ایک نومسلم بھائی اور انکی اہلیہ محترمہ کے اعزاز میں استقبالیہ دعوت

مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۷۸ء کو مرکزی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام (لاہور) نے دارالسلام لاہور میں اپنے نومسلم بھائی جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ دیا جس میں مرکزی انجمن کے عملہ احباب و خواتین نے شرکت کی اور اپنے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا۔ معزز مہمان موصوف شکاگو (امریکہ) کے ایک مشہور پبلشر و بک سیلر ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر مرحوم کے مشہور عالم انگریزی ترجمۃ القرآن کو چالیس ہزار تعداد میں اپنے خرچ پر چھاپنے کی سعادت حاصل کی ہے انہوں نے حال ہی میں اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا اور مراجعت وطن سے قبل پاکستان آکر مرکزی انجمن کے احباب سے ملاقات کرنا ضروری سمجھا ہے۔ اس موقعہ پر خواتین و احباب نے اپنے ہر دو معزز مہمانوں کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے اپنی عقیدت و محبت کا پُر خلوص اظہار کیا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری جناب مرزا مسعود بیگ کے توسط سے معزز مہمان گرامی احبابِ سلسلہ سے فرداً فرداً ملے اور ان سے مصافحہ فرمایا۔ جناب مرزا صاحب موصوف نے انگریزی زبان میں استقبالیہ پیش کیا اور اپنے نومسلم بھائی سے نہایت گہری محبت و عقیدت کا اظہار فرمایا۔

آپ نے حاضرین کو بتایا کہ اس سے پہلے اپریل ۱۹۷۶ء میں بلالی مسلمانوں کے سربراہ جناب وارث محمد صاحب پاکستان آئے تھے اور انجمن کے مہمان ٹھہرے تھے۔ اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کتب بالخصوص دینی مطبوعات کی طباعت و فروخت کا کام کرتے ہیں۔ اور یہ کام بالواسطہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور انجمن کو ان کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ انجمن بھی ان سے ہر نہج سے تعاون کر رہی ہے اور مستقبل قریب میں قرآن کریم کے علاوہ انجمن کی دیگر مطبوعات کی طباعت میں بھی وہ حصہ لیں گے۔ انشاء اللہ۔ محترم مرزا صاحب موصوف نے اپنے نومسلم بھائی کو جلسہ سالانہ پر آنے اور زیادہ سے زیادہ قیام کرنے کی دعوت دی۔

جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے جوابی تقریر میں فرمایا کہ میں فریضہ حج کے لئے آیا تو آپ حضرات سے ملے بغیر واپس وطن ہونے کو دل نہ چاہا۔ آپ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جو آسمانی فریضہ ادا کر رہے ہیں اور دینِ اسلام پر عظیم الشان لٹریچر تیار کر کے اکنافِ عالم میں اشاعت و تقسیم کر رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ اور مجھے آپ کے لٹریچر بالخصوص قرآن کریم کی طباعت کا فخر حاصل ہے۔ اس تعلق سے مجھے انجمن سے نہایت دلی لگاؤ ہے۔ اور اس کی خدماتِ دینیہ کو میں نہایت قدر و منزلت سے دیکھتا ہوں۔ اور میں انجمن کے اس مقدس کام کو آگے بڑھانے میں اپنے تمام تر وسائل کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لاتا رہوں گا۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوتا ہے مسلمان ہوتا ہے۔ اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے کے نیک کاموں میں شریک ہوتا ہے۔

میں صرف امریکی نہیں بلکہ عربی، افریقی، چینی، انڈونیشی اور پاکستانی بھی ہوں اس لئے کہ میں مسلمان ہوں، اور مسلمان کا وطن سارا جہان ہے۔ لہٰذا میں آپ سے مل کر کوئی اجنبیت محسوس نہیں کر رہا۔ میں اپنے بھائیوں میں بیٹھا ہوں۔ ان بھائیوں میں جو دینِ اسلام کی اشاعت و تبلیغ اور ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے کام میں مصروف ہیں۔ اور اس راہ میں ایثار و قربانی کے لائق قدر نمونے پیش کر رہے ہیں۔

معزز مہمان گرامی نے انجمن کے احباب کو اپنی ہر خدمت و تعاون کا یقین دلایا اور کہا کہ میری نیک تمنائیں اور دعائیں آپ کے شاملِ حال ہیں اور لٹریچر کی طباعت کے سلسلہ میں میری خدمات پیش ہیں۔ اور میں آپ کی دعوت پر کسی آئندہ وقت آپ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ قیام کی کوشش کروں گا۔

معزز مہمان کی تقریر کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے اجتماعی دعا میں اپنے معزز مہمان کی بخیریت مراجعت وطن، دینِ اسلام کی فلاح اور انجمن کے فلاحی و دینی مقاصد میں کامیابی کیلئے

## ایک قابلِ تقلید مثال

کویت میں ہمارے ایک نہایت ہی محترم اور مخلص دوست مفتی عبدالحی صاحب کاروبار کرتے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار مفتی فضل احمد صاحب مرحوم مغفور جماعتِ جموں کے سرگرم رکن تھے۔ اور خدماتِ دینیہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

پیغامِ صلح کی کسی گذشتہ میں اس امر کا ذکر تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی معرکۃ الآرا تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے جو اصل لاگت ہے مفت تقسیم کے لئے احباب جماعت کو خرید کر غیر از جماعت دوستوں تک پہنچانی چاہیئے۔

مفتی عبدالحی صاحب نے اس کتاب کی مفت تقسیم کے لئے دو ہزار روپے کی پیشکش کی ہے جس سے دو ہزار نسخے مفت تقسیم کئے جا سکیں گے۔ اسی طرح موصوف نے دو ہزار روپیہ پیغام صلح کی امداد کے لئے اور دس ہزار روپیہ انگریزی ترجمۃ القرآن کی مفت تقسیم کے لئے پیش کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مفتی عبدالحی صاحب کی یہ گرانقدر پیشکش دیگر احباب اور جماعتوں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ موجودہ دور میں ہماری جماعت اور امامِ زمان کے بارہ میں جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کے ازالہ کے لئے اس نادر کتاب کی تقسیم بڑی مفید ثابت ہوگی۔ انگریزی ترجمۃ القرآن اس وقت دنیا کی مختلف لائبریریوں میں بھیجا جا رہا ہے۔

احباب کرام مفتی صاحب موصوف کی عمر و صحت اور فلاحِ دارین کے لئے دعا فرماویں۔

مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری

## قراردادِ تعزیت

مورخہ ۱۰-۱۱-۷۸ بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ مکرم میاں شریف احمد صاحب کی زیر صدارت جماعت راولپنڈی کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قراردادِ تعزیت منظور کی گئی:۔

"یہ جماعت بیگم صاحبہ حضرت ڈاکٹر حسن علی خان مرحوم کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ ایک نہایت ہی پارسا اور پاکباز خاتون تھیں۔ انہیں سلسلہ کے ساتھ والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ مرحومہ [illegible] فلاح و بہبود کے کاموں میں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔

جماعتِ راولپنڈی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ مولا کریم مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔ ان کے روحانی درجات بلند فرمائے۔ اور ان کے اعزہ و اقارب کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ آمین۔

قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول خان محمد حسن خان صاحب 48/c بلاک H ناظم آباد کراچی ۱۷ اور ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو برائے اشاعت بھیجی جائیں۔ والسلام۔"

خاکسار۔ خواجہ محمد نصیر اللہ۔ سیکرٹری جماعت راولپنڈی۔

---

"خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا۔ تاکہ میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اسکی روشنی سے راہِ راست پر لوگوں کو چلاؤں۔" (مسیح موعودؑ)

حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ

# غور کرو تائیدِ الٰہی کن کے ساتھ ہے

## خُدا کی معیت سے بڑھ کر کوئی بھی معیت نہیں

### اگر خدا تعالےٰ کی معیت چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو

عبدہٗ و رسولہٗ ۔ امّا بعد ۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم ۔ انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا والّذین ھم محسنون ۔

جب میں بچہ تھا میں نے اپنے شہر میں اس آیت کریمہ کا وعظ سنا تھا ۔ تین چار مہینے اس کا وعظ ہوتا رہا ۔ انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا ۔ متقیوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہوتا ہے ۔ کسی کے ساتھ کسی کا باپ ہے ۔ کسی کے ساتھ باپ اور ماں دونوں ہیں ۔ کسی کے ساتھ اس کے بھائی ہیں ۔ کسی کے ساتھ اس کے دوست ۔ کسی کو اپنے جتھے پر ناز ہے ۔ غرض معیت کے سوا انسان کبھی خوشحال نہیں ہو سکتا ۔

میں نے دیکھا ہے بیوی ہو تب انسان خوش ہوتا ہے ، حاکم ہو ، فوج ہو ، مال و اسباب ہو ، جب جا کر خوشی حاصل ہوتی ہے ۔ معیت کا انسان متوالا ہے ۔ میری طبیعت میں محبّت کا مادہ ہے ۔ میں نے دیکھا ہے کہ محبّت بھی معیت کو چاہتی ہے ۔ بطال لوگوں میں محبّت کا مادہ ہو تو وہ بھی معیت کے متوالے ہوتے ہیں ۔ صوفیوں میں ان بطال لوگوں کے متعلق بحث بھی ہے ۔ مگر اس سے انکار نہیں کہ معیت کی تڑپ سب میں ہے ۔ انسان جب سرد ملکوں میں جاوے تو گرم کپڑوں کی معیت ۔ ریل کا سفر کرے تو پیسوں کی معیت چاہیئے ۔

غرض انسان معیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ۔ مگر خدا کی معیت سے بڑھ کر بھی کوئی معیت نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر وقت موجود ہے ۔ سوتے جاگتے ۔ پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری معیت چاہتے ہو تو تقوےٰ اختیار کرو ۔ تقوےٰ میں تمام عقائدِ صحیحہ اور اعمالِ صالح آجاتے ہیں ۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی محسنون فرمایا ۔ اور احسان یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی ایسی عبادت کرنا کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو ۔ یا کم از کم یہ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۔

میں اس وقت بڑی مشکل سے یہاں آیا ہوں ۔ میرے سر میں ایسا درد ہے جیسا کوئی سر پر کلہاڑی چلا رہا ہے ۔ میں نے اس مرض میں اپنی اور تمہاری حالت کا بہت مطالعہ کیا ہے ۔ بعض اوقات مجھ کو اپنی آنکھوں کا بھی ڈر ہوا ہے ۔ بعض اوقات العین حقٌ کا بھی خیال آیا ہے ۔ غرض عجیب عجیب خیالات گذرے ہیں ۔ ان میں سے ایک بات تمہیں سناتا ہوں :—

میرا ارادہ تھا کہ میں صرف عربی اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ کہہ کر بیٹھ جاؤں ۔ مگر قدرت ہے جو مجھ کو بلاتی ہے ۔ اس واسطے یوں ہی سمجھ لو کہ یہ میرا آخری کلمہ ہے ۔ ان بھی سمجھ لو کہ یہ آخری دن ہے ۔ تم لوگ بھی یہاں اکٹھے ہوئے ہو ۔ انجمن حمایت الاسلام علی گڑھ والے بھی اکٹھے ہوئے تھے ۔ وہاں بھی رپورٹیں پڑھی گئی ہیں ۔ یہاں بھی ۔ ہمارے دوستوں نے بھی رپورٹ پڑھ دی ۔ کہ اتنا روپیہ آیا ، اور اتنا خرچ ہوا ۔ پر میں سوچتا رہا ہوں کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے ۔ یہ روپیہ تو بذریعہ منی آرڈر بھی بھیج سکتے تھے اور رپورٹ چھپ کر ان کے پاس پہنچ سکتی تھی ۔

میرے اندازہ میں جو آدمی یہاں آئے تین ہزار سے زیادہ نہ تھے ۔ پھر جو لوگ نمائندے تھے وہ اگر مجھ سے علیحدہ ملتے ۔ تو میں ان کے لئے علیحدہ دعائیں کرتا ۔ انہیں کچھ نصیحتیں دیتا ۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ اس وقت آئے کہ لوجی السلام علیکم یکہ تیار ہے ۔ یاد رکھو میں ایسے میلوں سے سخت متنفر ہوں ۔ میں ایسے مجمعوں کو جن میں روحانی تذکرہ نہ ہو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں ۔ یہ روپیہ تو وہ منی آرڈر کر کے بھیج سکتے تھے ۔ بلکہ اس طرح بہت سا روپیہ جو مہمانداری پر خرچ ہوا وہ بھی محفوظ رہتا ۔

یہاں کے دوکانداروں نے بھی افسوس دنیا کی طرف توجہ کی اور کہا کہ جلسہ باہر ہو ۔ ہماری جیسی رپورٹ جادیں میں ایسے اجتماع اور ایسے روپے کو جو دنیا کے لئے ہو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں ۔ جو سن رہا ہے وہ یاد رکھے ۔ اور دوسروں تک یہ بات پہنچا دے ۔ میں اسی غم میں پگھل کر بیمار ہو گیا ہوں ۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم میں سے جو تمہاری باہر کی جماعتوں کے سیکرٹری و نمائندے آئے تھے ۔ وہ مجھ سے علیحدہ ملتے ۔ میں ان کو بڑی نیکیاں سکھاتا اور بڑی اچھی باتیں بتاتا ۔ لیکن افسوس ہماری صدر انجمن نے بھی ان کو یہ بات نہ بتائی ۔ اس لئے مجھ کو ان سے بھی رنج ہے ۔ کیا آیا کتنے روپے جمع ہوئے ؟ ہم کو اس سے کچھ بھی غرض نہیں ۔

## ہم کو تو صرف خدا چاہیئے

مجھ کو نہیں معلوم کہ کیا جمع ہوا ۔ کیا آیا ، مجھ کو اس کی مطلق پرواہ نہیں ۔ پھر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کو مقدم کرو ۔ ہماری کوششیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہوں ۔ اگر یہ نہ ہو تو ہائی سکول کیا حقیقت رکھتا ہے اور اس کی عمارتیں کیا حقیقت رکھتی ہیں ۔ ہمیں تو ہمارا مولیٰ چاہیئے ۔ اپنے احباب کو خط لکھو اور ان کو تنبیہہ کرو ۔ میں تو امرتسر کے لوگوں کا بھی منتظر رہا کہ وہ مجھ سے کیا سیکھتے ہیں ۔ لیکن ان میں سے بھی کوئی نہ آیا ۔ میں چاہتا تھا کہ لوگ میری زندگی میں متقی اور پرہیزگار بنیں اور دنیا اور اس کی رسموں کی طرف کم توجہ کریں ۔

# اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت بفضلہ تعالےٰ اچھی ہے مؤرخہ ۱۷ نومبر ۱۹۷۸ء کا خطبہ جمعہ حضور ہی نے ارشاد فرمایا ، جو اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے ، احباب سلسلہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت و عافیت کے لئے دعا فرماتے ہیں ۔

**دعائے صحت** } بیگم صاحبہ جناب مخدوم سعد اختر صاحب بہاول پور بوجہ رسولی بیمار ہیں ۔ ان کا اپریشن کیا گیا ۔ جو خدا تعالےٰ کے فضل سے کامیاب رہا ۔ انہوں نے اس پر بطور شکرانہ ۔/۳۵ روپے کی رقم خطبہ اشاعت اسلام میں عطا فرمائی ہے ۔ احباب موصوفہ کی مکمل صحت یابی کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ۔

—— مکرم سلیم اللہ عاجز صاحب راولپنڈی سے اطلاع دیتے ہیں کہ :— محترمہ جمیلہ خاتون صاحبہ علیل ہیں ۔ بزرگانِ جماعت ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔

—— مولنا دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح ایک ایسے عارضہ میں مبتلا ہیں جس کا علاج بظاہر ممکن نظر نہیں آتا ۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل شاملِ حال ہو ۔ وہ بزرگانِ سلسلہ اور احباب جماعت سے دعاؤں کے خواستگار ہیں ۔

**انتقال پُرملال** } احباب جماعت کے لئے یہ خبر انتہائی دکھ کا موجب ہوگی کہ جماعت لائل پور کے رکنِ رکین اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نہایت مخلص ممبر جناب شیخ محمد امین صاحب "لائل پور ڈیری فارم" ۱۶ نومبر کو وفات پا گئے ۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ایک غیور ، مخیّر اور خدا ترس احمدی تھے ۔ سلسلہ کی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے ۔ اللہ تعالےٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جملہ عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ —— جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور اور دار اسلام

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور —— مؤرخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ —— شمارہ نمبر ۴۷



محمد سجاد آرٹ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا (چیف ایڈیٹر ۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۶۵ | یوم چہارشنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۸

# ملفوظات حضرت مجدد صدی چہاردہم علیہ السلام

## اللہ تعالیٰ کے پیار کی شرط

اللہ تعالےٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور اس کا انس و شوق صرف خدا تعالےٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے۔ اور اس پر ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خوارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ صفحہ ۶۵)

## نفع رساں وجود بنو

"تقوےٰ اختیار کرو۔ خدا پر ایمان پیدا کرو۔ وہ ایمان جو آخر اطمینان اور سکینت کا موجب بنتا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا۔ کہ تمہاری عمر دراز ہوگی۔ اللہ تعالےٰ مومن کی زندگی بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ اس لئے دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ کہ تمہاری زندگی کے دن دراز کئے جائیں۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مجھے کسی چیز میں اتنا تردد نہیں ہوتا جس قدر مومن کی جان لینے میں۔ دیکھو مومن کی کس قدر عزت ہے اور مومن کی خاطر اللہ تعالےٰ کو کس قدر منظور ہے۔"

"تم اپنے اندر وہ دل پیدا کرو کہ خدا تعالےٰ کو تمہاری جان لینے میں تردد ہو"

"تمہیں خوشخبری ہو۔ کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو، اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ انکے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔"

## ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

### صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے۔ جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرتِ انسانی کی بے بار و بر نہ رہی اور ختمِ نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخیر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ کمالاتِ نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ اور جمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں۔ اور آپ کی نبوت عامہ میں کوئی حصہ بخل کا نہیں بلکہ وہ ابتداء سے تمام دنیا کے لئے ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ)

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدتِ اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔" (چشمۂ معرفت)

## ہمارا سالانہ جلسہ

مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر کو حسب سابق دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوگا۔ پہلے دن (۲۶ دسمبر کو۔) مستورات کا جلسہ اور نمائش دستکاری اور باقی ایام میں مردوں کا جلسہ ہوگا۔ جملہ جماعتوں کے احباب (معہ عیال) نہ صرف خود شامل ہوں بلکہ اپنے غیر از جماعت دوستوں کو بھی شمولیت کی دعوت دیں۔
(ادارہ)

# پروگرام

## چونسٹھواں جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بتاریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء (بروز منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ)

بمقام جامع احمدیہ دار السلام (نزد یونیورسٹی کیمپس) ۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

### منگل ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء

۹½ بجے صبح سے ۲½ بجے دوپہر تک

جلسۂ خواتین۔ زیرِ صدارت محترمہ جمیلہ خان صاحبہ۔ صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو کے

نمائش دستکاری

(جلسۂ خواتین کا تفصیلی پروگرام الگ شائع ہوگا)

---

## ۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز بدھ

### پہلا اجلاس

#### زیرِ صدارت: حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ

- ۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن مجید : محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب
- ۹-۴۰ تا ۹-۵۰ : منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ : محترم چوہدری محمد حیات صاحب
- ۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان
- ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۳۰ : افتتاحی تقریر : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ
- ۱۰-۳۰ تا ۱۱-۱۰ : ضرورت مذہب : محترم مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے
- ۱۱-۱۰ تا ۱۱-۵۰ : اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے : محترم میاں بشارت احمد بقا صاحب بی۔ اے
- ۱۱-۵۰ تا ۱۲-۳۰ : احمدیت اسلام کی صحیح تصویر ہے : محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایم۔ ایس سی
- ۱۲-۳۰ تا ۲-۳۰ : طعام و نماز ظہر و عصر

### دوسرا اجلاس

#### زیرِ صدارت: ڈاکٹر عبد العزیز خان صاحب

- ۲-۳۰ تا ۲-۴۰ : تلاوت قرآن کریم : محترم مولوی شفقت رسول صاحب
- ۲-۴۰ تا ۲-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم مظہر الدین صاحب
- ۲-۵۰ تا ۳-۳۰ : مسئلہ جہاد اور حضرت مسیح موعودؑ : محترم مولانا مرزا محمد لطیف صاحب شاہد
- ۳-۳۰ تا ۴-۱۰ : کیا مرزا صاحب نے تدریجاً دعویٰ نبوت کیا؟ : مکرم قبلہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ایڈیٹر لائٹ
- ۴-۱۰ تا ۴-۳۰ : تقاریر : انڈونیشی طلباء مسٹر سردیمان و مسٹر سکندر

---

## ۲۸ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعرات

### پہلا اجلاس

#### زیرِ صدارت: محترم میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب

- ۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن پاک : محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب
- ۹-۴۰ تا ۹-۵۰ : منظوم کلام حضرت امام الزماںؑ : چوہدری محمد حیات صاحب
- ۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم زاہد جنجوعہ صاحب
- ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۴۰ : کیا جماعت احمدیہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے؟ : محترم مولانا عبد المنان عمر صاحب ایم۔ اے
- ۱۰-۴۰ تا ۱۱-۱۰ : سالانہ رپورٹ : محترم جنرل سیکرٹری صاحب
- ۱۱-۱۰ تا ۱۲-۳۰ : حضرت مسیح موعودؑ کا مشن اور ہماری ذمہ داریاں : حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سینئر نائب صدر انجمن
- ۱۲-۳۰ تا ۲-۳۰ : طعام اور نماز ظہر و عصر

### دوسرا اجلاس

#### زیرِ صدارت: محترم شیخ میاں ظہور احمد صاحب

- ۲-۳۰ تا ۲-۴۰ : تلاوت قرآن مجید : محترم مولانا شفقت رسول صاحب
- ۲-۴۰ تا ۲-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم حافظ عبد الرؤف صاحب
- ۲-۵۰ تا ۳-۳۰ : استحکام جماعت کے تقاضے : محترم مولانا بشیر احمد منتو صاحب ایم۔ اے
- ۳-۳۰ تا ۴-۰۰ : جماعت کی ترقی اور تبلیغ میں نوجوانوں کا کردار : محترم میاں شوکت حمید رحمانی صاحب صدر مرکزی شبان الاحمدیہ
- ۴-۰۰ تا ۴-۳۰ : تقریر : محترم چوہدری فتح محمد عزیز صاحب ایڈووکیٹ گجرات

نماز مغرب و عشاء۔ کھانا رات کا

- ۷-۳۰ تا ۹-۳۰ : اجلاس مندوبین از انگلستان، ہالینڈ و دیگر ممالک

---

## ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک

### پہلا اجلاس

#### زیرِ صدارت: جناب شیخ میاں عمر فاروق صاحب

- ۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن مجید : مولانا شفقت رسول صاحب
- ۹-۴۰ تا ۹-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : مولانا خالد سعید صاحب۔ فاضل عربی
- ۹-۵۰ تا ۱۰-۳۰ : مجدد صدی چہار دہم اور سابق مجددین امت : محترم چوہدری شکر اللہ خان منصور صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی
- ۱۰-۳۰ تا ۱۱-۰۰ : وحی و الہام اور امت محمدیہ : محترم شیخ نثار احمد صاحب
- ۱۱-۰۰ تا ۱۱-۳۰ : اسلام کا فلاحی معاشرہ اور حضرت مسیح موعودؑ : محترم شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب ایم۔ اے
- ۱۱-۳۰ تا ۱۲-۳۰ : ”دنیا کی مشکلات“ ہماری مشکلات“ : محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب
- ۱۲-۳۰ تا ۱۲-۴۵ : اختتامی تقریر و دعا : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ

---

میاں فضل احمد۔ مہتمم جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۹ر نومبر ۱۹۷۸ء

# مُسلم معاشرہ کی اِصلاح

(ڈاکٹر اللہ بخش)

ملتِ اسلامیہ کی تشکیل کی اصل غرض وغایت اور دیگر اقوام سے علیحدگی کا مقصد فرقانِ حمید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا ۔ تاکہ تم لوگوں کے لئے نمونہ ہو جیسے یہ رسول تمہارے لئے ایک عالی نمونہ ہیں۔

پیروانِ صاحبِ خلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے واجب الاطاعت رسولؐ کے اخلاق میں رنگے جانا ہی اُمتِ مسلمہ کی بناء وبقاء کا باعث ہے۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصّلحٰت کا جملہ قرآن کریم میں سینکڑوں مرتبہ دوہرایا گیا ہے۔ یعنی ایمان وعمل کا ایک اجتماعی قابلِ تقلید نمونہ۔ چنانچہ تیس برس کے قریب عرصہ گذرا، برصغیر کے مسلمانوں نے اس خطے میں دیگر ملل سے ایک الگ مملکت کی آواز بلند کی تاکہ وہ اپنے اسلامی اخلاق وکردار کو کما حقہٗ اُجاگر کر سکیں۔ دینِ اسلام کی جانب یہ ایک عظیم قدم تھا، خدا تعالےٰ کی نگاہ میں مقبول ہُوا اور مُسلمانوں کو ایک ایسا سیاسی لیڈر میسر آ گیا جو بُنیادی اخلاقِ اسلامیہ کا حامل تھا یعنی جس کے جُملہ اقدامات خود غرضی کے ادنےٰ جذبات سے مبرا تھے اور جن کی صداقت پسندی، راست روی اور بے باکی ایک نمونہ تھی، نیز فہم وفراست میں جو صاحبِ بصیرت ومعرفت تھے۔

لیکن اُس قائدِ اعظمؒ کے تیس برس بعد قوم کی کیا حالت ہے؟ اس کا کچھ تجزیہ اخبار "نوائے وقت" نے اپنے تازہ مقالہ بعنوان "ناقابلِ اصلاح معاشرہ کی اصلاح" ۲۲ر نومبر میں تحریر کیا ہے۔ یہ تبصرہ وتنقید اس قدر حقیقت پسندانہ ہے کہ قبل اس کے ہم اپنے خیالات کا اس پر اظہار کریں قارئین کرام کی خاطر اسے من وعن پیش کرنے کے لئے کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بعض سطور کہ ہماری طرف سے جلی قلم سے ہیں۔

"وہ ناقابلِ اصلاح مُعاشرہ کی اِصلاح؟"

"پاکستان کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کی اُس عظیم خواہش کا مظہر تھا کہ ہم اپنے دین کی مناسبت سے ایک الگ قوم ہیں اور ہمیں اپنے لئے ایک الگ خطّہ زمین چاہیئے جس میں ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اِسلام کے اصُولوں اور احکامات کی روشنی میں سنوار کر فلاحِ دارین حاصل کر سکیں۔ نصب العین کی صداقت اور حصُولِ نصب العین کے لئے بے لوث تڑپ نیز ایثار وقربانی کے مقدّس جذبے کی بدولت ہی مُسلمان ہندو اور انگریز کی مشترکہ قوت اور مکر وفریب کو ناکام بنانے میں کامیاب ہُوئے۔ تحریکِ پاکستان نے برصغیر کی مسلمان قوم کے کردار میں جو نکھار پیدا کیا تھا، اس میں نصب العین سے جو لگن پیدا کی تھی بلاشبہ وہی اس کی کامیابی کا راز تھی لیکن سیرت وکردار کی یہ احسن صورت بجائے خود حسن کردار کی مظہر شخصیت ——— قائدِ اعظم محمد علی جناح ——— کی بدولت ممکن ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد اگر وہ اللہ تعالےٰ کو پیارے نہ ہو جاتے تو قوی امکان تھا کہ پاکستان کے معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی سانچے اسلام کے سچے اصولوں کی روشنی میں تیار ہو جاتے اور قوم اپنے محسن کی سیرت کی تقلید میں اُن برائیوں اور خرابیوں میں ملوث نہ ہوتی جو آج اس کے چہرے پر بدنما داغ بن چکی ہیں۔ اور جو اس کے تحریکِ پاکستان میں اپنے کردار ہی کے برعکس نہیں اُس عظیم نصب العین کے بھی منافی ہیں جس کی خاطر پاکستان بنایا گیا تھا اور لاکھوں مسلمانوں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا ——— تاریخِ انسانی کی ایک بہت بڑی جانی ومالی قربانی دینے کے بعد قوم کا اپنے نصب العین سے رابطہ ٹوٹ جانا ایک بہت ہی تکلیف دہ المیہ ہے۔ آج ہمارے معاشرے کی حالت اخلاقی لحاظ سے اس قدر پست ہو چکی ہے کہ شاید ہماری تاریخ میں اس کی مثال ہی نہ مل سکے۔ جب برصغیر پر انگریز حکمران تھا ہم نے اپنے اخلاق کو زندہ رکھا، دینی حمیت اور عصبیت کو کبھی فنا نہ ہونے دیا۔ لیکن جب اپنا مُلک بنا لیا اور اپنی تقدیر کے آپ مالک بن گئے تو متذکرہ خصائل شریفہ کو ترک کرنے لگے۔ ہم نے اسلام کے تصوّرِ اخلاق کو بھلا دیا اور دینی حمیت سے تہی دامن ہو گئے اور آخر کار ہم میں احساسِ زیاں بھی باقی نہ رہا۔ آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم منافقت میں عافیت محسوس کرتے ہیں ان قدروں سے بھاگ رہے ہیں جو انسان کو حیوانات سے ممیز کرتی ہیں ہم میں سے ہر شخص دوسرے کو دھوکا اور فریب دینے میں مصروف ہے قوم کے کردار میں اس منفی تبدیلی کی بلاشبہ بڑی وجہ تو ہمارا لادین سیکولر اقتصادی سیاسی اور تعلیمی نظام رہا ہے۔ لیکن ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ عوام کو قائدِ اعظمؒ کے بعد مسلمانوں کے مسلمہ اکابر کے سیرت وکردار کی حامل بے لوث قیادت نصیب نہیں ہوئی۔ سیاست کے میدان میں نہ مذہب کے میدان میں! سیاست دان مغربی فکر سے مغلوب رہے۔ مکر وفریب اور حیلہ جوئی ان کے فکر وعمل کا محور رہی۔ جہاں تک عُلمائے کرام کا تعلق ہے بہ استثنائے چند ان میں سے ہر ایک نے قال کی حد تک ہی اخلاق اور خُدا خوفی کو اپنایا۔ وہ مصلحتوں سے کام لیتے رہے اور قوم ان کے علم کو ان کے لئے حجاب بنتے دیکھتی رہی۔ ان حالات میں جبکہ قوم کا اخلاق سنوارنے کے ذِمّہ دار لوگ خود اغماض برتتے رہے قوم اعلیٰ خصائل سے کس طرح بہرہ ور ہو سکتی تھی؟ آج بھی صورتِ حال مختلف نہیں۔ چنانچہ جو لوگ اصلاحِ معاشرہ کا نام لیتے ہیں یا اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ انہیں سب سے پہلے اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنی چاہیئے۔ معاشرہ عملی طور پر اسی وقت اصلاح پذیر ہو گا جب مصلحین خود اپنے قول وفعل میں مطابقت پیدا کریں گے۔ بصورتِ دیگر قال کی حد تک ہر شخص نیکی اور راستی کی تائید کرنے کے باوجود عملاً اسی دلدل اور گندگی میں ہی پھنسا رہنا پسند کرے گا۔

"اسلام نے سچ بولنے، امانت میں خیانت نہ کرنے، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز حد تک منافع خوری کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ اسلام کے ان احکامات پر عمل پیرا ہونے میں آخر کونسا قانون یا ضابطہ حائل ہے؟ حقوق العباد ادا کرنے میں آخر کیا امر مانع ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سیاستدانوں اور سیاسی عُلماء کی حیلہ جوئی اور طبقہ عُلماء کی باہمی کدورتوں اور مصلحت آمیزیوں نے ہی افرادِ قوم کا شرافت اور دیانت سے تعلق باقی نہیں رہنے دیا اگر وہ انا کی تنگنائیوں میں نہ بھٹکتے رہتے اور دینِ اسلام کے اہم مقصد یعنی اصلاحِ معاشرہ

کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی عملاً مخلصانہ سعی کرتے تو یقیناً قوم اسلامی آداب و شعائر سے اس قدر دور نہ چلی گئی ہوتی! اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاشرے کے تمام ارکان اپنی برائیوں کے ذمہ دار نہیں۔ ہم میں سے ہر شخص خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ بخوبی جانتا ہے کہ **جھوٹ، مکر، فریب، ملاوٹ و آمیزش، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری، رشوت دینے اور لینے کو اسلام میں گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کے مرتکب افراد کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کرنا ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود ذاتی اصلاح کی طرف کوئی نہیں آتا۔ ان حالات میں تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے معاشرہ ناقابلِ اصلاح ہو چکا ہے۔**"

معاشرے کے اس حالت کو پہنچ جانے کے باوجود جن لوگوں نے (قومی اتحاد) حال ہی میں ملک بھر میں اصلاح معاشرہ کی مہم شروع کرنے کا اعلان کیا ہے انہوں نے واقعی بڑی جرأت کے ساتھ اپنے کندھوں پر بھاری وزن اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ خدا کرے وہ اس مہم میں کامیاب و کامران ہوں۔ بحیثیت قوم ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ **اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ کسی قوم کا محتاج نہیں وہ جب چاہے اس کی جگہ بہتر قوم لا سکتا ہے۔** اس کی متابعت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں خود ہماری سلامتی و فلاح ہے اور کجروی میں خود ہماری ہلاکت۔ برصغیر میں مسلمانوں نے آٹھ نو سو سال تک حکومت کی ہے ان کوتاہیوں کی وجہ سے انہیں مختصر سا دورِ غلامی بھی دیکھنا پڑا جس کے بعد انہیں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت انعام کی صورت میں پھر آزادی میسّر آئی۔ ہمارا فرض ہے کہ **ہم خود کو اس آزادی کا اہل ثابت کریں ورنہ مکافاتِ عمل** کا اصول اپنی جگہ موجود ہے۔ سپین کی تاریخ ہمارے لئے عبرت نشان ہے جہاں مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی اور اپنے دور میں اسلامی تہذیب کے قابلِ فخر نشان قائم کئے جن کے آثار و علائم تو آج بھی موجود ہیں لیکن وہاں مسلمان کا وجود مٹ چکا ہے۔"

ہمارے نزدیک پاکستان کی تخریب کے المیہ کی اصل وجہ یہ ہے کہ دینِ اسلام نے ملّتِ اسلامیہ کو خلافتِ الٰہیہ کی وراثت کا جو وعدہ دیا ہے اور جن اوصاف خصائل کی بناء پر ایسی ملّت کی تعمیر و تشکیل کرنے کا ارشاد فرمایا، ان صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ پر پاکستان کی مملکت کی بنا نہیں پڑی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کسی صحیح اسلامی سلطنت کی بناء کے لئے جن فضائل و خصائل کا قوم میں پیدا کیا جانا ضروری ہے ان کی نشو و نما عمل میں نہیں لائی گئی۔ یہ امر اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ قائدِ اعظمؒ اپنی ذات میں حد درجہ نیک نیت و بے نفس شخصیت کے مالک اور راست روی و بے باکانہ جرأت کے پیکر تھے۔ لیکن پاکستانی قوم یا مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی ان اوصاف کو اپنی زندگیوں میں مستقل حیثیت نہ دی۔ قائدِ اعظمؒ کی شخصیت سے متاثر ہو کر بیشک بعض عمدہ صفات عارضی طور پر مسلمانوں میں اجاگر ہو گئی تھیں۔ مگر انہوں نے مضبوطی سے قلوب میں جگہ نہیں پکڑی تھی بلکہ جو کچھ بھی پیدا ہوا وہ عارضی ثابت ہوا۔ (جاری ہے)

## اخبار کا جلسہ نمبر اور مضمون نگار احباب سے گذارش

مورخہ ۲۰ دسمبر کو پیغام صلح کا حسبِ دستور جلسہ نمبر شائع ہو رہا ہے ... مضامین پر مشتمل ہوگا۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقالہ نگار ... التماس ہے کہ وہ اس جماعتی اجتماع کی اہمیت کے پیش نظر اپنے مضامین ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(ادارہ)

# اپیل برائے جلسہ فنڈ

مندرجہ ذیل خط میجانب محترم جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور احباب جماعت کو فرداً فرداً بھیجا گیا ہے:-

اخی المکرم و محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام زمان حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت احمدیہ کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں **جلسہ سالانہ** کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسلامی اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ سال کے بعد دوستوں کا ایک جگہ جمع ہو کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے عالمگیر پیغام کا جائزہ لینا اور اس کے لئے لائحہ عمل مرتب کر کے آئندہ سال اس پر عمل پیرا ہونے کے ذرائع سوچنا اس اجتماع کا اوّلین مقصد ہے۔

یہ **جلسہ** نیک و متقی نفوس کا ایک اجتماع ہے جو قلوب میں رقّت و سوز اور جذب و وارفتگی کی کیفیت پیدا کرتا ہے، اور اجتماعی دعاؤں کے ذریعہ ہماری بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے کئی معاشرتی و سماجی فوائد بھی ہیں جو صرف سالانہ اجتماع سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی شمولیت اس جلسہ میں بے حد ضروری ہے۔

**موجودہ** دور میں جبکہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہے اور عام طور پر اشیاء کی فراہمی میں بھی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ ایسے اجتماعات بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں۔ اس لئے جملہ احباب سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ مخصوص حالات کے پیشِ نظر دل کھول کر **جلسہ فنڈ** میں چندہ دیں اور اپنی درخشندہ روایات کو قائم رکھیں اور **جلسہ سالانہ** پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو لانے کی کوشش کریں۔ تاکہ جلسہ کی رونق دوبالا ہو۔

توقع کی جاتی ہے کہ آپ ازراہِ کرم اپنا عطیہ (جلسہ فنڈ) فی الفور بھجوا دیں گے، تاکہ منتظمین جلسہ کو سامان کی بہم رسانی میں آسانی ہو۔ والسلام

آپ کا مخلص۔ مرزا مسعود بیگ

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

# بیرونی ممالک سے

## جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے مندوبین

امسال جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے بیرونی ممالک کی تمام جماعتوں کو خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا کہ اور ان سے عرض کیا گیا تھا کہ ہر جماعت سے کم از کم ایک دو نمائندے ضرور اس مبارک اجتماع میں شریک ہوں۔ اس وقت تک جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان کے مطابق انگلستان سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صدر محترمہ جمیلہ خان صاحبہ اور سیکرٹری جماعت مسٹر شاہد عزیز تشریف لا دیں گے۔

اسی طرح ہالینڈ سے محترم مولانا ... جگو صاحب مسلم مشنری، بیگم صاحبہ مولانا جگو صاحب، ان کی صاحبزادی، جناب محمد اسحاق صاحب، جناب شہامت ابراہیم، محترمہ بیگم لال محمد صاحب و محترمہ ... کی تشریف آوری کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ مزید اطلاعات کا انتظار ہے جس کا ذکر آئندہ اشاعت میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

(سیکرٹری تبلیغ لاہور)

از مکرم جناب شیخ عبدالحق صاحب کراچی

# جناب مولانا مولوی محمد یوسف صاحب کی پیش کردہ روایات حیات مسیح سے وفات مسیح کا ثبوت

---

یوں یوں چودھویں صدی ہجری کا خاتمہ قریب آرہا ہے۔ برادرانِ اسلام میں ایک ہیجان پیدا ہو رہا ہے۔ اس لئے احباب کی خدمت میں میری یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہبی رہنماؤں سے دریافت کریں کہ جس ہستی کے متعلق آپ کا یہ پروپیگنڈا ہے کہ اس کا دعوٰے مجددیت چودھویں صدی جھوٹا ہے۔ حالانکہ اس نے اپنے مذہبی کارناموں سے مخالفین اسلام۔ ویدک دھرمیوں اور عیسائیوں کی صف باطل کو نہ صرف اُلٹ کر بلکہ کچل کر رکھ دیا ہے۔

تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے ایک نہایت مضبوط جماعت کی بُنیاد ڈال کر اس کے پیرو کاروں نے اپنی زندگیاں وقف کرکے خدمتِ اسلام کا نام دُنیا میں کونے کونے تک پہنچا دیا ہے۔ اور چودھویں صدی کو ختم ہونے کے لئے صرف ایک سال باقی رہ گیا ہے۔ بالفرض یہ جھوٹا مجدد ہے تو براہ نوازش اس صدی کے سچے مجدد صاحب کی نشاندہی کریں۔ کہ وہ حضرت چھُپ کر دُنیا کے کس کونے میں براجمان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میرا عوسنے ہے۔ کہ پاکستانی اور غیر پاکستانی علماء کے پاس ان امور کا سوائے گالیوں اور ہمیں گورنمنٹ کے ذریعہ غیر مسلم قرار دینے کے اور کچھ جواب نہیں ہے۔ ان کے دلوں سے خدا کا خوف جاتا رہا ہے۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کہ جس کے عقائد وہی ہیں۔ جو اہلِ سنت والجماعت کے ہیں [illegible] ٹھہرا کر خدا کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔

(۲) کراچی میں ایک مدت سے اخبار جنگ میں وفات و حیات مسیح۔ نزول المسیح اور ظہور مہدی کے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ اکثر جواب کتاب اللہ اور اقوال رسول اللہؐ کے خلاف ہوتے تھے۔ اس لئے میں نے اہلیانِ کراچی پر اصل واقعات کی آگاہی کے لئے قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کی بناء پر مذکورہ بالا مسائل پر چند سوال لکھ کر جناب ایڈیٹر صاحب جنگ کی خدمت میں بغرض جواب ارسال کئے۔ میں ایڈیٹر صاحب اخبار جنگ کا مشکور و ممنون احسان ہُوں کہ انہوں نے میرے ان سوالات کو جناب مولانا مولوی محمد یُوسف صاحب کی خدمت میں بغرض جواب بھیج دیا۔

جناب مولانا محمد یوسف صاحب نے میرے جن سوالات کا جواب دیا ہے ان کو جناب ایڈیٹر صاحب جنگ نے مؤرخہ ۹ر نومبر ۱۹۷۸ء کے اخبار میں شائع فرما دیا ہے۔ یہ جواب کس حد تک صحیح اور معقول ہے اور جناب مولوی محمد یوسف صاحب کس حد تک میرے سوالات کے جوابات دینے میں کامیاب ہُوئے ہیں۔ ان کا فیصلہ میں ناظرین اخبار جنگ پر چھوڑتا ہوں۔

میرے نزدیک یہ جواب اس قدر بودہ۔ کمزور اور خلافِ واقعات ہے کہ جناب مولانا نے "حیاتِ مسیح" کے ثبوت میں جعلی روایات کو پیش فرمایا ہے۔ مَیں انہیں روایات سے خُدا کے فضل و کرم سے "وفاتِ مسیح" کا ثبوت پیش کر سکتا ہُوں۔ وباللہ التوفیق۔

## (۳) حدیث معراج اور جناب مولوی صاحب کا باطل جواب۔

میرا استدلال اس حدیث سے یہ تھا اور ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اسرائیلی مسیح ناصری کی رُوح کو جملہ انبیاء کرام کی وفات شدہ ارواح کے ساتھ دیکھا ہے۔ یہ مطابق حدیث بخاری کوئی شخص بغیر وفات انسانی جسم کے ساتھ جنت میں نہیں جا سکتا۔ اور یہ مطابق قرآن کریم کسی نبی کی رُوح جنت سے باہر نہیں آسکتی [illegible] **وما ھم منھا بمخرجین**۔ اس معاملہ پر نص قطعی ہے۔ کیونکہ مسیح ناصری تو مرچکا ہے اور جنت میں ان کی رُوح داخل ہو چکی ہے۔ اسی لئے پھر وہ مسیح ناصری مسلمانوں کی اصلاح کے لئے نہیں آسکتا۔

جناب مولوی صاحب نے ایک روایت تحریر فرما کر (جس کو مولوی صاحب بھی نہیں سمجھ سکے) یہ جواب دیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات بیت المقدس میں جملہ انبیائے کرام کی امامت فرمائی ہے۔ جن میں حضرت عیسٰیؑ بھی شامل تھے۔

جس طرح وفات یافتہ انبیائے کرام کے اجتماع میں حضورؐ کی شرکت سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے۔ کہ حضورؐ اس وقت زندہ نہ تھے۔ اسی طرح حضرت عیسٰے کی وفات یافتہ انبیاء میں موجودگی سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس جواب سے قبل اگر مولوی صاحب نے بخاری چھٹا پارہ کتاب الجنائز میں سمرہ بن جندب کی روایت ملاحظہ فرما لیتے جس میں حضورؐ کے دوزخ اور بہشت کی سیر کا ذکر ہے۔ تو ان سے اس قدر بڑی غلطی سرزد نہ ہوتی۔ سُنئے مولوی صاحب اس حدیثِ صحیح کے ذیل کے لفظ میری اور آپ کی گفتگو میں فیصلہ کُن ہیں، اُمید ہے آپ اپنی غلطی کو واپس لے لیں گے۔

A "انا جبریل وھذا میکائیل فارفع راسك فرفعت راسی فاذا فوقی مثل السحاب قال ذالك منزلك (کہا کہ بہشت میں آپ کا یہ مقام ہے) دعانی ادخل منزلی (حضورؐ نے فرمایا) (مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے بلند مقام میں چلا جاؤں) قال انہٗ بقی لك عمر" مگر حضورؐ کو جواب میں کہا گیا ابھی دُنیا میں آپ کی عُمر باقی ہے۔"

ملاحظہ فرمایا جناب نے بخاری شریف کی حدیث کو۔ کیا یہ نتیجہ صحیح نہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ ہونے کے باعث جنت میں جانے سے روک دیا گیا تو مسیح ناصری کی کیا مجال کہ دُنیاوی جسم کے ساتھ جنت میں دندناتا پھرے۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ کوئی شخص بغیر وفات انسانی جسم کے ساتھ جنت میں نہیں جاسکتا۔ مگر معراج کی حدیث سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری کی رُوح جنت میں دیگر انبیاء کے ساتھ موجود ہے۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ آپ کی پیش کردہ روایت سے مسیح ناصری داخل جنت ہو چکا ہے۔

**روایت کے ظاہری معنے لینے کا نتیجہ** (B) پھر آپ کی پیش کردہ روایت کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ ڈھائی ہزار سال قبل بیت المقدس کی آبادی بہت کم تھی۔ بقول آپ کے ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام جو اپنی اپنی قبروں سے نکل کر حضورؐ کی امامت کے لئے بیت المقدس تشریف لائے تھے۔ ان انبیائے کرام نے حضورؐ کی امامت کے بعد پھر اپنی اپنی قبروں میں واپس لوٹنا تھا۔ ہزاروں نبیوں کی قبروں کو اُکھاڑنے اور ان کو مرمت کرنے کے بعد بند کرنے کے لئے کم از کم دو تین لاکھ گورکن ہونے چاہئیں۔ اور یہ دُنیا کی تاریخ میں ایسا عظیم الشان واقعہ ہوتا کہ دنیا کا کوئی انسان اس کا انکار نہ کر سکتا۔

کیا مولوی صاحب مہربانی فرما کر اس کی وجہ بتلائیں گے کہ بے ایمان یہودیوں اور مشرکوں نے اس کا کیوں انکار کیا۔ میرے مکرم اور فاضل مولوی صاحب یہ ایک رُوحانی نظارہ تھا جو حضورؐ کو دکھلایا گیا۔ مگر آپ نے ظاہر پر محمول کر کے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ آپ کا یہ نظریہ اس لئے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے کہ حضرت عیسٰیؑ جب فوت ہوں گے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کھود کر ان کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ میرے نزدیک "یدفن قبری" کے یہ معنی اسلام کی بدترین ہتک کے مترادف ہے۔

## (۴) دوسری حدیث لعنت اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔

جناب نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ کیونکہ حضرت عیسٰے ابھی تک زندہ ہیں۔ اس لئے دنیا میں ان کی کسی جگہ کوئی قبر نہیں۔ یعنی حدیث میں تو حضور عیسائیوں کو عیسٰے کی قبر پر جو غلو ہوا ہے۔ اس کا ذکر فرما رہے ہیں اور جناب حدیث کی یوں تکذیب فرما رہے ہیں کہ دُنیا میں حضرت عیسٰیؑ کی قبر کہیں نہیں۔ العجب ثم العجب۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب مولانا نے عیسائیوں کی الہامی کتاب انجیل کی شکل تک بھی نہیں دیکھی۔ مولوی صاحب ملاحظہ فرمائیے انجیل متی باب ۲۷ تا باب ۶۳ تا ۶۴ سے ذیل کی عبارت:-

" سردار کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطس کے پاس جمع ہو کر کہا کہ ہمیں یاد ہے کہ اُس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا میں تین دن کے بعد جی اُٹھوں گا۔ پس حکم دے کہ تیسرے دن تک قبر کی نگہبانی کی جاوے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے

شاگرد اس کو چرا لے جائیں۔ اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مُردوں سے جی اُٹھا ہے اور یہ پچھلا دھوکا پہلے سے زیادہ بُرا ثابت ہو......
...... پھر پتھر پر مہر کر کے قبر کی نگہبانی کی۔" (انجیل متی)

حضورؐ نے عیسائیوں پر لعنت اس لئے کی کہ قبر میں دفن ہونے والی ہستی جس کی کل کائنات بارہ حواری تھے جو مصیبت کے وقت بھاگ گئے اور اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائیں اور لعنت کی۔ ساری عمر یہودیوں سے مار کھاتا رہا جس نے اس دنیا میں کوئی کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دیئے۔ ایسی کمزور ہستی کو عیسائیوں نے خُدا بنا کر دنیا کے اندر اندھیر مچا دیا۔ مسلمانوں کو حضورؐ نے حکم دیا کہ مجھے عبد اور رسُول ہی تسلیم کرنا عیسائیوں کی طرح غلو نہ کرنا۔ آپ کے واقعات کے انکار سے مسیح ناصری زندہ نہیں ہو سکتا۔

اسی سلسلہ میں جناب نے مزید دو روایتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے ثابت ہے۔ کہ حجرے میں صرف تین قبروں کی گنجائش تھی (۱) حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور (۳) حضرت عمرؓ۔ اس لئے دوسری روایت میں جو چار قبروں کا ذکر ہے وہ واقعات کے خلاف ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راوی کو یا آپ کو اس روایت کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

## (۵) اختلاف حُلیہ مابین مسیح ناصری و مسیح محمدی { حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں

"(۱) رأیت عیسٰی و موسٰی و ابراھیم فاما عیسٰی فاحمر جعدٌ عریض الصدر و اما موسٰی فادمٌ جسیمٌ سبطٌ من رجال الزط"

حضرت عبداللہ کی روایت :-

"(۲) ایک دن حضورؐ نے لوگوں میں مسیح دجّال کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ اللہ کانا نہیں ہے۔ سنو مسیح دجّال آنکھ سے کانا ہے (دہنی آنکھ)........

حضورؐ کے بعد کے الفاظ یہ ہیں۔ وأرانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجلٌ آدم کاحسن ما یرا من أدم الرجال یضرب لمتہ بین منکبیہ۔ جس نے کعبہ کے پاس آج رات ایک شخص گندم گوں گندمی رنگ والوں میں سے بہت اچھا اس کے بال کندھوں تک اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سیدھے بال ہیں۔"

ان دونوں حدیثوں سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا۔ کہ حضرت رسالتمآب نے اسرائیلی مسیح کا حُلیہ یوں بیان فرمایا ہے کہ سُرخ رنگ اور گھونگریالے بالوں والا اور جس مسیح نے اُمّتِ محمدیہ میں آنا ہے گندمی رنگ اور سیدھے بالوں والا بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ مسیح اسرائیلی جنّت میں داخل ہو چکا ہے۔ اور اس کا حُلیہ حضورؐ کے الفاظ میں سُرخ رنگ اور خمیدہ بالوں والا ہے۔ اس لئے جس مسیح نے اُمّتِ محمدیہ میں آنا ہے۔ اس کا رنگ گندمی اور سیدھے بالوں والا ہے۔ لازماً یہ کوئی دوسری معزّز ہستی ہے نہ کہ اسرائیلی مسیح۔

جناب مولانا صاحب نے اس کا جواب یوں دیا ہے :-

(۱) گندمی رنگ اور سُرخ رنگ ایک ہی ہوتا ہے۔

(۲) اسی طرح چینیوں یا افریقیوں جیسے گھونگر والے بالوں میں اور سیدھے بالوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اسی ضمن میں مولوی صاحب نے حضرت ابن عمرؓ کی قسم کا ذکر کیا ہے۔ کہ حضورؐ نے حضرت عیسٰی کو احمر نہیں فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ سب سے پہلے یہی بات قابلِ غور ہے کہ جب (۱) سُرخ رنگ اور "گندمی رنگ" میں کوئی فرق نہیں۔ تو حضرت ابن عمرؓ کو اس کے فرق کے اظہار کے لئے قسم کیوں اُٹھانی پڑی۔ (۲) اگر گھونگر والے اور سیدھے بالوں والا آپ کے نزدیک ایک ہی ہے۔ تو پھر حدیث میں ان کو جُدا جُدا کیوں بیان کیا گیا۔ اب آپ خود غور کر سکتے ہیں کہ آپ نے میرے استدلال کی تائید فرمائی ہے یا تردید۔ حضرت ابن عمرؓ نے جو حلف لیا ہے۔ اس سے مراد بھی نازل ہونے والے مسیح کے متعلق ہے یعنی فی الواقعہ اس کو حضورؐ نے سُرخ رنگ والا نہیں بلکہ گندمی رنگ قرار دیا ہے۔

سُنئے مولوی صاحب، میں اوپر ثابت کر آیا ہوں (۱) کوئی آدمی زندہ ہونے کی حیثیت میں جنّت میں نہیں جا سکتا اور جس شخص کی رُوح جنّت میں چلی جاوے۔ تو وہ جنّت سے باہر نہیں آسکتی۔ اس لئے مسیح ناصری کی رُوح جب داخل جنّت ہو چکی ہے بمطابق نص قطعی وہ اب جنّت سے باہر نہیں آسکتی۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح اسرائیلی فوت ہو چکا ہے۔

اب آپ کے سامنے صرف غلام احمد پرویز کا دروازہ کُھلا رہ گیا ہے کہ آپ ان سب احادیث صحیحہ کا انکار کر دیں۔ بصورت دیگر آپ کو یہ تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ احادیث میں جس مسیح کے نازل ہونے کا ذکر ہے وہ اُمّتِ محمدیہ کا فرد ہوگا۔ آپ جیسے علماء کی غلطی کو دُور کرنے کے لئے بخاری شریف اور مسلم شریف میں آنے والے اُمّتِ محمدیہ کے مسیح کے متعلق حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ (۱) امامکم منکم (۲) و امکم منکم یعنے آنے والا مسیح ناصری نہیں بلکہ اُمتِ محمدیہ کا ایک فرد ہے اور اُمّتِ محمدیہ میں ہی وہ امامت کرے گا۔ اس لئے دونوں کتابوں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں امام مہدی کے متعلق جو احادیث ہیں ان کو ترک کر دیا گیا ہے

## ۶۔ لوکان موسٰی و عیسٰی حیّین لما وسعھما الا اتباعی۔

جناب نے اس روایت کو غلط۔ احادیث متواترہ اور امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف قرار دیا ہے۔ بے شک نیچے اور بقول آپ کے جناب مولوی مرتضٰے حسن صاحب دربھنگوی کی تتبع میں مجھ سے آپ نے اس روایت کا نسب نامہ پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور تحدّی کی ہے کہ قیامت تک اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ آپ جیسے عالم سے مجھے یہ توقع نہ تھی کہ وہ جناب چاند پوری مولوی کے قدم بقدم چل کر ایک جھوٹا اور بے بنیاد دعوےٰ کرے۔

آپ کا مطالبہ پُورا کرنے سے قبل آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ حضرت حافظ عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ کو رئیس العلماء و الفقہا تسلیم نہیں کرتے؟ امتِ محمدیہ میں ان کا پایہ حفاظ حدیث میں شمار ہوتا ہے۔ اگر میں اس حدیث کے صحیح ہونے پر ان کا فیصلہ پیش کر دوں وہ آپ کو قابلِ قبول ہوگا؟ یا جناب چاند پوری مولوی کی خلاف تہذیب تحریر پر آپ کا ایمان رہے گا؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں گو یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر کسی محدّث نے اس کو جھوٹا نہیں کہا۔ کیونکہ اس حدیث سے وفاتِ مسیح کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے اس کا جواب دینے کے لئے آپ نے مولوی چاند پوری صاحب کا سہارا لیا۔ جو وہ بھی غلط ہے۔

## (۷) ان عیسٰے عاش عشرین ومأۃ سنۃ { جس روایت سے ہیں

نے حضرت عیسٰیؑ کی عمر ایک سو بیس سال بیان کی ہے اس پر بھی آپ نے تمسخر کیا ہے۔ آپ عالم ہیں۔ آپ کو دوسرے کی پگڑی اُچھالنے سے سستی شہرت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ جو ترجمہ آپ نے اس روایت کا دیا ہے وہ تو واقعات کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ کیا حضرت رسالتمآب کی تریسٹھ سال (بقمری سال) اور ساٹھ سال عیسوی سال کے مطابق نہیں؟ اس کو دوگنا کرنے سے یک صد بیس نہیں ہوتے۔ اور حدیث میں بھی حضرت عیسٰیؑ کی عُمر یک صد بیس ہی بتلائی گئی ہے۔

میرے محترم فاضل دوست اس روایت میں ہر نبی کی عُمر پہلے نبی کی عمر سے کم عمر ہوتی ہے کا مضمون بیان نہیں ہوا۔ بلکہ یہ خاص قسم کے انبیاء کا ذکر ہے۔ میں نے اسلامی لٹریچر میں یہ بحث پڑھی ہے۔ کہ کسی کے نزدیک پہلے حضرت نوحؑ اور کسی کے نزدیک حضرت موسٰےؑ صاحب شریعت نبی تھے۔ تو اس حدیث میں سب نبیوں کا نہیں بلکہ خاص خاص نبیوں کا ذکر ہے۔

حضرت عیسٰےؑ سے قبل حضرت موسٰےؑ ہیں۔ پھر حضرت نوحؑ جب اس حدیث کی تطبیق ہم کر سکتے ہیں تو آپ کو کمپیوٹر کی ضرورت نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ آپ عالم ہیں اور میں آپ کی علم کے باعث عزّت کرتا ہوں۔ اس لئے آپ کی تحریر پُر وقار ہونی چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ میرے جواب میں اگر آپ کے خلافِ شان کوئی لفظ نکلا ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔ والسّلام۔

# تعلیم قرآنی کا خلاصہ — انسانی زندگی میں حق و صداقت، اخلاص اور اصلیت و حقیقت کار فرما ہونا چاہئیں — کائنات اور انسانی زندگی کی تخلیق بے معنی و بے مقصد نہیں

## دجّالی تہذیب ـ منافقت، ظاہریت اور تصنع و بناوٹ کا مرقع ہے

( از محترم المقام جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دام برکاتہٗ )

وما خلقنا السمآء والارض وما بینھما لٰعبین ۝ ......... ومن عندہ لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون ـــــــ (الانبیاء ـ ۱۶ تا ۲۰) ـــ

" زمین اور آسمان کو ہم نے پیدا کیا ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ بے ہودہ اور بطور لہو و لعب کے پیدا نہیں کیا ـ اگر ہمارا ایسا مقصد ہوتا کہ اسے کھیل تماشا بنائیں تو اپنے پاس سے بناتے مگر ہم ایسا کرنے والے ہرگز نہیں ـ (نہ صرف لغو و بے مقصد تخلیق کرنا ہماری شانِ عظمےٰ کے خلاف ہے) بلکہ ہم حق کو باطل پر مارتے ہیں سو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے پس ناگاہ وہ نابود ہو جاتا ہے ـ (یعنی تخلیق کائنات اور انسان کا مقصد حق پرستی سے باطل کا نیست و نابود کر دینا ہے) اور تمہارے لئے اس کی وجہ سے افسوس ہے جو تم بیان کرتے ہو ـ اور اسی کے لئے ہے جو آسمان اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ ہی تھکتے ہیں ـ"

یہاں انسانی زندگی کی بڑی غرض بیان کی ہے ـ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ انسان تمام کائنات کا خلاصہ ہے ـ تمام عناصر کے اجزاء اس میں موجود ہیں ـ اسے عالم صغیر بھی کہا جاتا ہے ـ اگر یہ نظام بے ہودہ پیدا نہیں کیا گیا تو انسان بھی بے ہودہ طور پر تخلیق نہیں کیا گیا ـ اگرچہ انسان اکثر مضر و بے مقصد زندگی گزارتا ہے ـ ایسی زندگی باطل ہے ـ اچھے بامعنی نتائج پیدا کرنے والی زندگی وہ ہے جس کے سامنے اعلےٰ مقاصد ہوں ـ مگر صرف کھانا پینا اور حوائج بشریت کا پورا کرنا خواہ ادنےٰ پیمانے پر ہو یا اعلےٰ درجہ پر' ایسی حالت میں انسان اور حیوان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ـ بلکہ انسان " یاکلون کما تاکل الانعام (سورۃ محمد ـ ۱۳) یعنی یہ کھاتے ہیں جس طرح چارپائے کھاتے ہیں" کا مصداق ہو جاتا ہے ـ

لیکن قرآن کریم اس کی تصدیق سے بھرا پڑا ہے ـ فرمایا : ـــ

" یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں رکھا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بناتے تھے ضرور ہے کہ وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں ـ" (سورہ ہود ـ ۲۲)

ایسے لوگ سطحی طور پر زندگی گذارنے کو زندگی کی حقیقت اور اس کا منتہائے نظر قرار دے لیتے ہیں ـ جو بہت بڑی غلطی ہے جس سے قرآن حکیم نے ہمیں نکالنے کی کوشش کی ہے ـ دوسری جگہ فرمایا :ـــ

" وہ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے بہت اچھے کام کر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی باتوں اور ملاقات سے انکار کیا ـ"

(سورۃ الکھف ـ ۱۰۵ ـ ۱۰۶)

اور فرمایا : ـــ

" زندگی کی اصل حقیقت سے منکر لوگوں کی مثال ریگستان میں اس پیاسے انسان کی طرح ہے جو پانی کی تلاش میں سرگرداں و حیران پھرتا ہے ـ جب دور سے چمکتی ہوئی ریت کو دیکھتا ہے تو اسے پانی سمجھ کر دھوکا میں پڑ جاتا ہے مگر جب وہاں پہنچتا ہے تو اسے پانی نہیں ملتا ـ" (سورۃ نور)

اسی طرح اگلی مثال میں فرمایا کہ : ـ

زندگی کی حقیقتوں سے بے خبری ظلمات پر ظلمات کی مانند ہے ـ وہ سطحی زندگی پر قناعت کر لیتے ہیں ـ ایسے لوگ اندھیرے میں ہیں ـ ان کے پاس نور نہیں ہوتا ـ

چنانچہ اس ادنیٰ زندگی کے متعلق فرمایا : ـــ

" وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور ـ (آل عمران ۱۸۵)

اور دنیا کی زندگی نرا دھوکے کا سامان ہے ـ"

قرآن حکیم کا یہ مطلب نہیں کہ ہماری یہ زندگی بے حقیقت شئے ہے ـ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان منکرین کلام الٰہی نے اس زندگی کو جو لہو و لعب سمجھ رکھا ہے ان کا یہ نظریہ غلط ہے ـ انہیں دھوکا لگ گیا ہے ـ کیونکہ وہ صرف ظاہر پر ہی اکتفا کرتے ہیں ـ اور اس کے باطن سے سراسر بے خبر ہیں ـ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا : ـــ

" یعلمون ظاھرا من الحیٰوۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم غٰفلون ۝ (سورۃ روم ـ آیت ۷)

زندگی کے ظاہری پہلو سے بھی وہ خبر رکھتے ہیں مگر اس کی حقیقت سے غافل پڑے ہیں ـ"

اسی طرح قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر فرمایا ہے : ـــ

یاخذون عرض ھٰذا الادنیٰ ـــ اس زندگی کے عارضی اور ادنےٰ پہلو کو اختیار کرتے ہیں ـ"

" اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد ـ

(سورۃ الحدید ـ ۲۱)

جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے ـ"

لہو و لعب یا ایک دوسرے سے زینت اور مال و دولت میں فوقیت حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرنے ہی کو جو لوگ زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں پس انہی کی زندگی حیوانات کے مشابہ ہے ـ اعلےٰ زندگی کے متعلق فرمایا کہ مومن اللہ کی عبادت کرتے وقت تھکتے نہیں اور نہ ہی تکبر کرتے ہیں ـ ربّ العالمین ـ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ایک صفت ہے اس کے تحت ہی انسان بڑے اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے پیدا کیا گیا ہے ـ

## موجودہ تہذیب، حق اور صداقت سے عاری ہے

آج جو تہذیب نو ہم پر مسلط ہے اس کی روشنی میں اگر ان حقائق پر غور کیا جائے تو قرآن حکیم کی تعلیم کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے ـ اس مہذب دور میں زندگی کی اصل حقیقت مفقود ہو رہی ہے کیونکہ یہ موجودہ تہذیب دکھاوا اور فریب ہی فریب ہے ـ ہم کوشش کرتے ہیں کہ دوسروں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئیں ـ ملاقات کے وقت خندہ پیشانی سے ملیں ـ اور دوسرے کی بے ہودہ بات پر خوش ہونا بھی تہذیب سمجھتے ہیں ـ حالانکہ

ایسی تہذیب محض نمائش ہے جس میں اصلیت اور صداقت نام کو نہیں۔

آج قلوب میں انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر سکینت پیدا کرنے والی صفات عنقا ہو چکی ہیں۔ کیونکہ وہ تو خلوص و صداقت کی طالب ہیں۔ سائنس کی روز افزوں ترقی سے انواع و اقسام کی ایجادات میں گو اضافہ ہو رہا ہے۔ مگر زندگی کی ٹھوس حقیقت گم ہو چکی ہے۔ موجودہ تہذیب محض دھوکا، فریب کاری اور ملمع کاری ہے جس سے روح ہمیشہ بے قرار رہتی ہے۔ نہ کوئی سکینت قلب میں سرایت کرتی ہے اور نہ ہی اجتماعی امن و عافیت پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم فرماتا ہے کہ پانی سے ہی پیاس بجھ سکتی ہے۔ لیکن اگر انسان سراب کو ہی پانی سمجھ لے تو اس دھوکہ سے اس کی پیاس اور زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔ اس لئے اس مادی تہذیب نے ہمیں محض نمود و نمائش کی زندگی عطا کی ہے جس میں بے چینی کے سوا کچھ نہیں اور زندگی کی اصل حقیقت مفقود ہے۔ سیاسی لیڈر ہوں یا مذہبی رہنما۔ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی تعلقات، ہر جگہ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح نظر آئے گی کہ صرف دکھاوا ہی دکھاوا ہے جو مقصودِ زندگی بن چکا ہے۔

دینی علمبرداروں پر بہت ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ مگر ان کے ظاہر افعال بھی محض دکھاوا ہی دکھاوا ہیں۔ ان میں تقویٰ نام کو بھی نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ صدق و خلوص کے فقدان کے باعث ان میں جاذبیت نہیں۔ بلکہ لوگ انہیں دیکھ کر دین سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ جب ہمارے مذہبی رہنماؤں اور سیاسی لیڈروں کی زندگیاں بھی ریاکاری اور دھوکہ و فریب کاری اور رُوبہ بازی کی بھینٹ چڑھ چکی ہوں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عام انسان صاحب تقویٰ بن جائے۔

بلکہ اکثر دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قوم کے لیڈر جو کچھ کہتے ہیں حقیقت عین اس کے برعکس ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی ادنےٰ اغراض کے لئے قوم کی وحدت کو پاش پاش کیا جائے تو وہ اس تخریبی کارروائی کو بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ اتحاد و تنظیم کی دعوت بڑے زور شور سے دیتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ تفریق و منافرت پھیلاتے ہیں۔ اس لئے زندگی میں جب یہ ٹھوس حقائق اور گہرائی مفقود ہوں اور ظاہری تہذیب کو روحانی اور اخلاقی قدروں پر فتح حاصل ہو چکی تو زندگی میں کس طرح سکون پیدا ہو سکتا ہے؟



از ابو الاسرار رمزی۔ ایم۔ اے

# یَوْمِ الدِّین

عدالت آخرت کی ہر عدالت سے بڑی ہوگی
یہ دُنیا صف بصف میدانِ محشر میں کھڑی ہوگی
خُدا محفوظ رکھے وہ بڑی نازک گھڑی ہوگی
ہر اک چھوٹے بڑے کو اپنی اپنی پڑی ہوگی

(۲)

مجالِ دم زدن ہوگا نہ یارائے سخن ہوگا
ہر اک چہرہ غبار آلودہ غم میں پُر شکن ہوگا
نظر کے سامنے نظّارۂ دار و رسن ہوگا
وہاں ہوگا تو اس کا فضل ہی سایہ فگن ہوگا

(۳)

وہی مختارِ مطلق مالکِ روزِ جزا ہوگا
کوئی مُشکلکشا ہوگا نہ حامی پیشوا ہوگا
سرِ محشر ہر اک کے دِل میں اک محشر بپا ہوگا
یہی سب پوچھتے ہوں گے ہمارا حشر کیا ہوگا؟

(۴)

مگر کچھ صورتیں ایسی بھی آئیں گی نظر ایں جا
رُخِ روشن کا جن کے ہر طرف ہوگا بڑا چرچا
نہ خوفِ امتحاں ہوگا نہ دوزخ کا انہیں دھوکا
شمار ان کے لئے ممکن نہیں نعمائے جنّت کا

(۵)

بڑھیں گے کوثر و تسنیم ان کے خیر مقدم کو
کہیں گے حُور و غلماں یہ اِدھر آئیں تو اچھا ہو
پُکاریں گے یہ رضواں اے رفیقو! تم ٹھہر جاؤ
جدھر جائیں یہ جانے دو جدھر آئیں یہ آنے دو

(٦)

دِلوں کو کھینچنے والا درود انکا سلام اُنکا
نہایت دِلنشیں ہوگا بیاں اُنکا کلام اُنکا
سرِ عرشِ بریں ہوگا گذر اُنکا قیام اُنکا
ملائک دم بخود ہونگے جو دیکھیں گے مقام اُنکا

مکرّم چوہدری فضل داد صاحب گجرات

# دعوتِ عمل

## مفید اور لائقِ عمل تجاویز

میں مندرجہ ذیل تجاویز، اپنے احمدی بھائیوں کی خدمت میں رکھتا ہوں۔ تاکہ وہ اس پر غور و فکر کرکے عملی قدم اٹھائیں۔

ہم احمدیوں کو اسلام کی صحیح تصویر بننا چاہیئے۔ تاکہ دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے احباب خوب جانتے ہیں کہ رسولِ پاکؐ اور آپؐ کے بعد صحابۂ کبارؓ کی زندگیاں اسلام کا عملی نمونہ تھیں۔ ان حضرات کی فتوحات محض عمل کا نتیجہ تھیں۔ جب سے ہم بے عمل ہوئے۔ اُسی دن سے جملہ مصائب مسلم قوم پر ٹوٹ پڑے۔ ہم میں سے ہر ایک بھائی کو اسلام کی صحیح تصویر بننا چاہیئے۔

**تجویز نمبر ۱** سرکاری ملازمین کو عموماً ترقی ملتی ہے۔ تجویز یہ ہے۔ کہ ایک ماہ کی نصف ترقی بطور چندہ اشاعتِ اسلام میں دی جائے۔ ایسے موقعوں پر دوست احباب مٹھائیوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس وقت ہمیں اللہ کے نام اور اس کے دین کی اشاعت سب پر مقدم کرنی چاہیئے۔ مَیں نے اپنی بیٹی سے وعدہ لیا ہے۔ وہ بفضلِ ایزدی اپنی سالانہ ترقی کا نصف اشاعتِ قرآن فنڈ میں بخوشی دے گی۔

**۲۔** جب کوئی بھائی پہلی دفعہ ملازم ہو تو پہلی تنخواہ کا ½ حصّہ اشاعتِ اسلام میں ضرور دے۔ ملازمت کا دائرہ خاص طور پر تنگ ہو رہا ہے اگر کسی خوش نصیب کو اپنے مقصد میں کامیابی ہو تو اسے خاص طور پر اللہ تعالےٰ کے آگے جھکنا چاہیئے اور خدمتِ دین میں حصّہ لینا چاہیئے۔ دنیوی ذرائع سب بے حقیقت ہیں حقیقی رازق اور مسبب الاسباب اللہ تعالےٰ ہی ہے کسی مقصد میں کامیابی کے بعد اس مالک کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔

**۳۔** شادی کے موقعہ پر بلا مقصد محض ناک کی خاطر ناجائز اخراجات سے پرہیز کیجئے اور اشاعتِ اسلام میں چندہ دیجئے

**۴۔** لڑکے لڑکی کی پیدائش پر اشاعتِ اسلام میں عطیہ دینا بھی ضروری ہے۔

**۵۔** زراعت پیشہ احباب صرف ۲ سیر فی من کے حساب سے اشاعت اسلام میں دیں۔

**۶۔** عطیہ برائے ایصال ثواب کو رواج دیا جائے۔

**۷۔** مفت تقسیم قرآن بیرون ملک کو رواج دیا جائے۔ میری بیگم نے -/60 روپے اس مد میں دیئے ہیں۔ خزانہ کی رسید ۳۹۳۳۔ مورخہ $\frac{8}{78}$ ۱۹۔

فضل داد: -/60 روپے صدقہ اشاعتِ قرآن انگریزی۔ رسید نمبر ۸۲۱۳۔ $\frac{8}{78}$ ۱۹

" " -/70 روپے " " " " " " ۸۴۲۸

**۸۔** ہر احمدی شروع سال سے اپنے لئے دینی خدمت کا پروگرام بنائے اور اس کی روشنی میں کام کرے۔

نوٹ: ماہوار چندہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑنا چاہیئے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد اس وقت مکمل ہوگا۔ جب ہم دنیوی امور پر دین کو مقدم کریں گے۔

ہر انسان اپنا آپ محاسب ہے۔ اس لئے علیحدگی کی گھڑیوں میں اپنے دلوں کو ٹٹولئے۔ کہ ہم نے دین کو دنیا پر کہاں تک مقدم کیا ہے؟ اور کیا کیا کام کئے ہیں۔

برادرانِ عزیز! جنت یوں ہی بیٹھے بٹھائے نہیں مل جایا کرتی۔ اس کے لئے بڑی تکالیف کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اور ہر وہ چیز چھوڑنی پڑتی ہے جس کے چھوڑنے کی ضرورت ہو۔

---

۵۔ میری بیگم نے بیس روپے (-/20) نواسہ کی پیدائش پر دیئے ہیں۔ (رسید خزانہ ۱۱۳۔ مورخہ $\frac{5}{78}$ ۳)

---

**نمازِ تہجد** میں اپنی کمزوریوں۔ لغزشوں۔ نافرمانیوں کو سامنے رکھ کر بارگاہ صمدیت میں گڑگڑائیں اور یوں رحمتِ خداوندی کو جوش میں لائیں۔

ان دلوں کو تو بدل دے۔ اے مرے قادر خدا
تُو تو ربّ العالمین ہے اور سب کا شہریار

ایک مسلم کی زندگی کی ہر نقل و حرکت۔ ہر سعی و کاوش، ہر جدّ و جہد۔ ہر تگ و دَو۔ کا مقصد ایک اور صرف ایک ہوتا ہے۔ یعنی دینِ اسلام کی خدمت کرنا۔ وہ اس مشکل راہ کو اس لئے اختیار کرتا ہے کہ اس میں اس کا اپنا فائدہ مضمر ہے۔ اس لئے اگر اس کی راہ میں مصائب و مشکلات کے پہاڑ آتے ہیں اور اس کے دنیوی رفیق اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ تو وہ نہ ان مشکلات و آلام سے گھبراتا ہے۔ اور نہ ان ساتھیوں کے اس طرزِ عمل سے مایوس ہوتا ہے۔ وہ پوری سعی سے ان تمام نامساعد حالات کا مقابلہ کرتا ہے اور فتح حاصل کر لیتا ہے۔

**عبادت** کی اصل غرض **لعلکم تتقون** ۔ کہ تمہارے دلوں میں خدا خوفی پیدا ہو۔ مخلوقِ خدا کے لئے بابرکت ثابت ہو۔ قلب پاک ہو۔ ارادے نیک ہوں اور مخلوقِ خدا کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔

نمازیں پڑھیں۔ روزہ رکھیں۔ حج کریں۔ **لیکن** جب تک پاکیزگی قلب اور طہارت نفس نہ ہو اس وقت تک عبادت کا کوئی فائدہ نہیں۔

## خوب یاد رکھئے

رضاءِ الٰہی کا حاصل ہو جانا بہت بڑا انعام ہے۔ اس لئے انسان کے لئے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ وہ اپنے ہر فعل پر کڑی نظر رکھے اور ناپسندیدہ افعال کو اس طرح چھوڑتا جائے جس طرح پان کھانے والا ردّی ٹکڑے کاٹ پھینکتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے اعمال کے نتائج سے غافل نہ ہو۔ اور ساتھ کے ساتھ اپنی کمزوریوں۔ نافرمانیوں کو نگاہ میں رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑائے۔

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلا دو سب کمندوں کو

---

## درخواستِ دُعا

جملہ احباب جماعت سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اکابرین جماعت مرکزیہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ آپ حضرات نماز تہجد اور نوافل کے موقعہ پر میری خاطر دُعا فرما دیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے عزیزوں کو ہر قسم کے ہم و غم اور مشکلات سے مخلصی عطا کرکے ہمیں سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے مقصد واحد تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ قوت عطا کرے اور طاقت دے کہ ہم اپنی قوت کو تبلیغ دین کے کاموں میں صرف کریں۔ اور اپنے اس علاقہ میں احمدیت کی شمع روشن رکھ سکیں۔ والسلام

خاکسار۔ ماسٹر عبدالکریم احمدی
نائب صدر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام ہند۔ دھدرواہ صوبہ جموں)

---

خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا۔ تاکہ مَیں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے راہِ راست پر لوگوں کو چلاؤں۔ (مسیح موعودؑ)

# حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

# معراج

## جسمانی تھا یا روحانی

معراج ۔ اس لفظ کے معنے زینہ یا سیڑھی کے ہیں ۔ لیکن عرف میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عروج ملاء اعلیٰ پر لیا جاتا ہے ۔ قرآن مجید کی سورۃ اسراء کی پہلی آیت میں اس کا ذکر ہے ۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہٗ من اٰیٰتنا ۔

وہ اللہ عیب سے پاک ہے جو راتوں رات اپنے بندے (محمدؐ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا ۔ جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں دے رکھی ہیں ۔ تاکہ ہم اپنی قدرت کی نشانیاں اس کو دکھلائیں ۔

یہ سورۃ مکی ہے ۔ اور مورخین بھی متفق ہیں کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا ۔ ٹھیک وقت منضبط نہیں بعض لوگ اس کو ۱۰ نبوی کا واقعہ بتاتے ہیں ۔

آنحضرت نے اس رات کی صبح کو اپنی قوم سے اس کی کیفیت بیان کی ۔ وہ لوگ بہت متعجب ہوئے ۔ بعضوں نے مذاق اڑانا شروع کیا ۔ لیکن مسلمان ایمان لائے ۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تصدیق کی اور اسی دن صدیق کا لقب پایا ۔ مشرکین نے تکذیب کی اور بعض مذبذب عقیدے کے مسلمان فتنہ میں پڑ کر مرتد ہو گئے ۔

علماء نے اس کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے ۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ یہ ایک رؤیا صادقہ تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا ۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ جو اگرچہ زمانۂ معراج میں آنحضرتؐ کی زوجیت میں نہیں تھیں بلکہ عہد صحابہ میں آپ کے حالات سے سب سے زیادہ باخبر تھیں ۔ انہوں نے فرمایا کہ معراج روحانی تھا ۔ کیونکہ اس رات کو آپؐ کا جسم اطہر اُم ہانی کے گھر میں اپنی جگہ پر تھا ۔ ان دونوں قولوں کا نتیجہ ایک ہے ۔ یعنی یہ کہ اس روح اعظم کی رؤیا میں وطن سے دور مسجد اقصیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند نشانیاں دکھلائیں ۔ اس خیال کے لوگ اپنی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں ۔

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس ۔ جو خواب ہم نے تجھ کو دکھایا تھا اس کو لوگوں کے ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ٹھہرایا ——— کیونکہ حسن بصری جو حدیث معراج کے راوی ہیں، وہی خود کہتے ہیں کہ ؛ ———

" یہ رؤیا والی آیت اسی کے متعلق نازل ہوئی "

لیکن جمہور اہل اسلام جسمانی معراج کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر خواب میں واقع ہوئی تھی تو پھر مشرکین کی تکذیب اور کمزور مسلمانوں کے ارتداد کی کوئی وجہ نہیں تھی ۔ اس لئے کہ خواب میں زمین سے آسمان تک دیکھنا اور سیر کرنا کوئی عجیب و غریب بات نہیں ہے ۔

محققین اہل تاریخ زیادہ تر حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ کی رائے کی طرف مائل ہیں اس وجہ سے نہیں کہ وہ انبیاء سے اس قسم کے معجزے اور غیر معمولی واقعہ کے صدور کو بعید از قیاس سمجھتے ہیں ۔ بلکہ جسمانی معراج کے ثبوت میں تاریخی شہادت کی کمی پاتے ہیں ۔

امیر معاویہؓ اور اُم المؤمنین کا علانیہ یہ کہنا کہ یہ رؤیا صادقہ تھا اور صحابہؓ میں سے کسی کا اس کی مخالفت نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ بھی اس کو ایسا ہی سمجھتے تھے ۔ ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ اس کی تردید نہ کرتے ۔ مزید برآں امام حسن بصریؒ نے رؤیا والی آیت کو اس کے متعلق کہا ۔ یعنی واقعہ اسراء کو رؤیا قرار دیا اور ان کے سامنے بھی کوئی انکار کے لئے کھڑا نہ ہوا ۔

قرآن مجید سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ رات کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے لے جا کر مسجد اقصیٰ میں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے ۔ چونکہ یہ بات مسلّم ہے کہ انبیاء کی نیند اور بیداری یکساں ہے ۔ لہٰذا آنکھوں سے معائنہ کے روحانی مشاہدہ کو کم نہیں سمجھنا چاہیئے ۔ اس لئے رؤیا قرار دینے پر بھی آیت کے معنے بالکل صحیح رہتے ہیں ۔

رہا مشرکین کا تعجب اور مذاق اڑانا، تو وہ تو دشمن اور بدخواہ لوگ تھے ۔ ذرا سی بات سن پاتے تھے تو اس کو بڑھا چڑھا کر عوام کو برگشتہ کرنے کے لئے طرح طرح سے بیان کرتے تھے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرما دینا کہ آج کی رات بیت المقدس میں مجھ کو اللہ کی نشانیاں دکھلائی گئیں ۔ ان کی شورش اور گرمیٔ ہنگامہ کے لئے بہت تھا ۔ ان کا رویہ تو خود قرآن میں ایک جگہ بیان کیا گیا ہے : ———

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ؕ

یہ کافر باہم کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور سنانے لگیں تو بیچ بیچ میں غل مچا دیا کرو ۔ اس تدبیر سے تم بازی لے جاؤ گے ۔

امام مغازی ابن اسحاق دونوں قسم کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ واللہ اعلم ان میں سے کونسا قول صحیح ہے ۔ بہر صورت جو کچھ دیکھا اور جس طرح پر دیکھا خواہ نیند میں یا بیداری میں وہ سچ ہے اور برحق ہے ۔ آمنا و صدقنا ۔

(ماخوذ از تاریخ الامت حصہ اوّل صفحہ ۸۰ تا ۸۳ مصنفہ حافظ اسلم صاحب جیراج پوری)

(مولوی شفقت رسول خاں)

---

## خواتین سلسلہ احمدیہ کے نام

جلسۂ سالانہ ۱۹۷۸ء کی تواریخ کا اعلان ہو چکا ہے ۔ ۲۶ دسمبر کا دن خواتین کے خصوصی جلسہ اور نمائش دستکاری کے لئے مخصوص ہے ۔ گزشتہ سال کے جلسہ کے موقع پر خواتین کی ایک خصوصی مجلس میں متفقہ طور پر کئے گئے فیصلے کے مطابق تمام شہروں کی خواتین کو اپنے اپنے علاقے سے اپنے طور پر دستکاری جمع کرنے اور اس کی نمائش میں خصوصی تعاون کی دعوت دی گئی تھی ۔ اُمید ہے اسی منصوبے کے مطابق کام ہو رہا ہوگا ۔ بذریعہ پیغام صلح ایک بار پھر تمام خواتین کی توجہ اس طرف دلانا چاہتی ہوں کہ آپ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس نیک کام کے لئے وقف کر کے اس تحریک کی کامیابی میں معاون ہوں ۔

تنظیم خواتین احمدیہ کی مختلف شہروں کی صدر اور سیکرٹری صاحبان اپنے مجوزہ پروگرام سے ہمیں مطلع کریں تاکہ اس کے مطابق باقی انتظامات مکمل کئے جا سکیں ۔ نیز اپنے اپنے علاقے یا شہر میں سے رضاکاروں کے نام بھی تجویز کریں جو نمائش کے انتظامات اور فروخت میں مدد کریں ۔

ایسے مقامات کی خواتین جن کا دستکاری جداگانہ طور پر پیش کرنے کا انتظام ممکن نہ ہو وہ براہِ راست اپنی تیار کردہ اشیاء ہمیں بروقت ارسال کر سکتی ہیں ۔

آپ کے جواب اور تعاون کی منتظر : ——— بیگم صفیہ جاوید
معاون سیکرٹری دستکاری ۔ ۴۵ ۔ احمد پارک
ڈاک خانہ فیروزپور روڈ ۔ لاہور

---

**ایک ضروری اطلاع :** انجمن نے فیصلہ فرمایا ہے ۔ اس سال بھی جلسہ سالانہ پر دوپہر کا کھانا حسب دستور سابق دیا جائے ۔ احباب اور خواتین سلسلہ نے بھی اسی انتظام کو پسند کیا ہے ۔ اس لئے جلسہ کمیٹی اپنا فیصلہ واپس لیتی ہے ۔ جن جن جماعتوں اور احباب نے اپنی قیمتی آراء سے ہمیں نوازا ہے ہم انکے شکر گزار ہیں ۔ والسلام ۔ میاں فضل احمد ۔ مہتمم جلسہ سالانہ

# ہمارے سالانہ جلسہ کا مقصد

## اجتماع کے عظیم الشّان فوائد

**از امیر قوم حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ**

انما المؤمنون الذین ...... غفور رحیم۔ سورۃ نور - ۶۲ )

ترجمہ: مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی اہم معاملہ میں اسکے ساتھ ہوتے ہیں تو جاتے نہیں۔ یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لیں۔ وہ لوگ جو تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ... پس جب وہ اپنے کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت مانگیں تو تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دیدے اور ان کے لئے اللہ سے استغفار کرے اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

---

### اجتماع کے فوائد

اجتماع یعنی انسانوں کا اکٹھا ہونا یا اکٹھے کرنا اسلام کے عظیم الشّان مقاصد میں سے ایک ہے۔ اسلام انسانوں کو جسمانی رنگ میں بھی اکٹھا کرنا چاہتا ہوں۔ اور روحانی رنگ میں بھی۔ اگر غور کیا جائے تو اجتماع نسلِ انسانی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ جسمانی رنگ میں دیکھ لیجئے جس قدر لوگوں کا زیادہ اجتماع ہوتا جاتا ہے ترقی کے مختلف ذرائع نکلتے آتے ہیں۔ تہذیب کا زیادہ تر انحصار اجتماع پر ہی ہے۔ خانہ بدوش اور جنگلی اقوام میں کوئی تہذیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ انہیں زیادہ تعداد میں اکٹھے ہونے کے مواقع نہیں ملتے۔

### اسلام کا عظیم الشّان کارنامہ

ظہورِ اسلام سے قبل دنیا کے تمام ممالک اقوام اجتماع کی نعمت سے محروم ہو چکے تھے۔ نسلِ انسانی میں اتحاد اور میل کی بجائے تفرقت و انتشار پورے زور سے رونما ہو چکا تھا۔ اس طرح دنیا تہذیب و ترقی سے محروم ہوتی چلی جارہی تھی اور تہذیب کے درخت کا تنا کھوکھلا ہو چکا تھا۔ اور یہ درخت سوکھ کر گر جانے کو تھا۔ کہ اسلام نے اس کو ازسرِ نو زندگی بخشی۔ اور دنیا کی مختلف قوموں اور نسلوں کو اجتماع کی نعمت سے مالامال کیا۔

### ایک یورپین مصنف کا بیان

ایک بہت بڑے یورپین مصنف "ڈینی سن" نے تہذیب کے موضوع پر ایک شہرہ آفاق کتاب "ایموشن ایز دی بیس آف سویلزیشن" لکھی ہے۔ اس میں اس حقیقت کو صاف الفاظ میں تسلیم کیا ہے کہ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا افتراق و تفرقت کے مرض میں گرفتار ہو کر تباہی کے قریب پہنچ چکی تھی کہ پیغمبرِ اسلام نے اس کو اس تباہی سے بچا لیا۔ چنانچہ وہ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کی افسوسناک حالت اور ابتری کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:-

"ایسا معلوم ہوتا تھا وہ عظیم الشّان تہذیب جو چار ہزار سال کے عرصہ میں بنی تھی ابتری کے کنارے پہنچ چکی ہے۔ اور نسلِ انسانی اسی قدیم وحشیانہ پن میں قدم رکھنے کو تیار ہے ........ تہذیب اس عظیم الشّان درخت کی طرح ہے جس کی شاخیں دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہوں۔ اب جڑ سے اکھڑی معلوم ہوتی تھی۔ اور اندر تک کھائی جا چکی تھی ......... کیا کوئی ایسی جذباتی تحریک تھی جو ایک دفعہ پھر انسانوں کو متحد کر سکے۔ اور تہذیب کو فنا ہونے سے بچا لے؟"

اس سوال کے جواب میں مصنف مذکور حضرت نبی کریمؐ اور عرب کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"یہ وہ لوگ تھے جن میں وہ انسان پیدا ہوتا ہے جس نے مشرق اور جنوب کی تمام معلوم دنیا کو وحدت کی زنجیر میں منسلک کر دیا۔"

### اجتماع کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قوم میں اجتماع کا رنگ نہیں وہ ترقی نہیں کر سکتی۔ حالاتِ زمانہ پر غور کرو۔ کوئی قوم جس قدر متحد ہو اسی قدر زیادہ وہ طاقتور اور ترقی یافتہ ہے۔ اجتماع سے جسمانی فوائد کے علاوہ بے شمار روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ دیگر مذاہب نے روحانی ترقی کے لئے تنہائی کو ضروری قرار دیا ہے ان کے خیال میں انسان اس وقت تک روحانی ترقی نہیں کر سکتا جب تک دنیا والوں سے علیحدہ ہو کر کسی پہاڑ کی کھوہ یا جنگل کے کسی گوشہ میں نہیں جا بیٹھتا۔ رومن کیتھولک عیسائیوں، ہندوؤں اور بدھوں کا یہی عقیدہ ہے۔

### اجتماع کے روحانی فوائد

لیکن اسلام نے تنہائی و علیحدگی کی جڑ کاٹی ہے اور روحانی ترقی کے لئے بھی اجتماع کو ضروری قرار دیا ہے۔ روزمرّہ کی پانچ نمازیں۔ جمعہ۔ عیدین اور حج سب روحانی ترقی کے وسائل ہیں اور یہ سب اجتماع کی صورتیں ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنہائی میں دل کو زیادہ سکون اور یکسوئی میسر آتی ہے۔ اور انسان زیادہ روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ بات نہیں۔ جو روحانی فوائد اجتماع سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ تنہائی میں بالکل ناممکن ہیں۔ آج تو سائنس بھی اس بات کا اعتراف کرنے لگی ہے کہ جب انسان آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے پر اپنے اثرات ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے روحانی امور میں بھی جمع ہونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ تاکہ نیک اور طاقتور لوگ دوسروں پر اپنا اچھا اثر ڈالیں۔ ہم محسوس کریں یا نہ کریں۔ لیکن اجتماع سے روحانی برکات لازمی طور پر حاصل ہوتی ہیں۔

### قیامت کا انقلابِ عظیم

اسلام نے قیامت کے انقلابِ عظیم کو بھی اجتماع کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ ہو سکتا تھا کہ جو لوگ مرتے ہیں وہ موت کے ساتھ ہی فوراً ایک نئی زندگی میں داخل ہو جاتے لیکن قرآن شریف کی تعلیم اس بارے میں یہ ہے کہ گو موت کے بعد ایک رنگ میں اعمال کی جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن انکشافِ تام کو قیامت کے اجتماعِ عظیم سے وابستہ کیا ہے۔ اور ایک خاص دن مقرر کیا گیا ہے جبکہ تمام نسلِ انسانی ایک جگہ اکٹھی ہوگی اور اس عظیم الشّان انقلاب سے گذر کر انسان ایک نئی زندگی حاصل کرے گی۔ جس سے موت کے بعد کبھی واقف نہیں ہوتا۔

### امرِ جامع کی اہمیّت

اب میں ان آیات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو ابھی میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان میں اوّل صاف طور پر امرِ جامع کا ذکر کر کے یہ فرمایا کہ مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب کسی اہم معاملہ میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو جاتے نہیں۔ یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لیں۔ اور اس کے بعد اس سے زیادہ زور اور تاکید سے ارشاد ہوتا ہے ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ و رسولہ۔ یعنی وہ لوگ جو تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ گویا امرِ جامع میں شمولیت ہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ اس کے بعد کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ اس کے بعد یوں فرمایا کہ :-

جو شخص کسی بھی ضرورت کی وجہ سے امرِ جامع سے الگ رہنے کی اجازت مانگتا ہے تو تم چاہو تو اسے اجازت دے دو۔ لیکن پھر بھی ایسے شخص کے لئے اللہ سے استغفار مانگو۔ ان آیات سے امرِ جامع کی اہمیت بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم نے امرِ جامع کی حد بندی نہیں کی۔ ہر ایک اہم قومی معاملہ امرِ جامع ہے۔ چنانچہ ہمارا جلسہ سالانہ بھی امرِ جامع ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی بنیاد اسی اصول پر رکھی۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ قوم کی ترقی کے لئے اجتماع اور میل جول لازمی ہے۔ اس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ (ورنہ ہم کر سکتے ہیں۔ آج مسلمان کیوں پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان میں اجتماع کے مواقع بہت کم رہ گئے ہیں۔ اور اسی لئے اتحاد اور اتفاق بھی اٹھتا جاتا ہے۔ وہ متحد ہو کر کوئی کام انجام دے سکتے نہ کوئی متحدہ رائے قائم کر سکتے ہیں۔ اسی ہندوستان میں بعض قومیں جو تعداد میں مسلمانوں سے بہت کم ہیں۔ لیکن اپنی اجتماعی قوت اور اتحاد کی وجہ سے کامیاب ہو رہی ہیں۔

### جلسۂ سالانہ کا مقصد

مگر اس کے ساتھ ایک اور بات بھی یاد رکھو۔ صرف وہی اجتماع قوم کے لئے باعثِ برکت اور فائدہ ہو سکتے ہیں جو قومی اغراض رکھتے ہوں۔ جو اجتماع میلوں اور عرسوں کے رنگ

وہ فائدہ کی بجائے نقصان پہنچاتے ہیں۔ میلوں میں لوگ شغل اور تفریح کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے سالانہ جلسہ کی غرض یہ ہے کہ ہم اپنے کاروبار قومی کا جائزہ لیں۔ اور غور کریں کہ اس میں کہاں کہاں کونسا نقص ہے اور وہ کس طرح دور ہو سکتا ہے مشکلات پیش آمدہ کس طرح دور ہو سکتی ہیں۔ ترقی کے کون کونسے رستے ہیں۔ جن پر ہمیں چلنا چاہیئے۔

پس اس امر جامع کی طرف میں اپنے احباب کو بلاتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس اہم دینی مقصد کو سامنے رکھ کر اس میں آپ آئیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا ہے۔

## احباب جماعت کو دعوت شمولیت

کچھ عرصہ سے مخالفین کی طرف سے جو حملے ہو رہے ہیں اور ہمیں مٹانے اور نقصان پہنچانے کی جو جو کوششیں جاری ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے اس جلسہ کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ ہمارا سب کا فرض ہے کہ ہم اس قومی اجتماع کو حاضری اور نتائج دونوں لحاظ سے کامیاب بنائیں۔

میں قوم کے ہر ایک فرد کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں۔ اپنی جماعت کے نوجوان دوستوں کو جو لاہور کے کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ خصوصیت سے مخاطب کرتا ہوں۔ وہ جلسہ سالانہ میں کم شامل ہوتے ہیں۔ وہ کالجوں کے بند ہوتے ہی گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اس طرح ایک بہت بڑی سعادت اور برکت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اگر وہ تین روز کے لئے لاہور میں رک جائیں تو ان کا کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اسی طرح میں اپنے تاجر اور دکاندار دوستوں کو کہتا ہوں۔ بے شک ان ایام میں کاروباری مصروفیت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن دیکھو اللہ تعالےٰ نے تمہارا رزق انہی دنوں میں محدود نہیں کر دیا۔ وہ اپنے فضل سے دوسرے دنوں میں اس سے بہت زیادہ دے سکتا ہے۔ آپ لوگوں کو بھی ذرا ایثار سے کام لے کر جلسہ میں ضرور شریک ہونا چاہیئے۔

## ہالینڈ میں تبلیغ اسلام

الحاج مولنا عبدالرحیم جگو صاحب اپنے تازہ مکتوب میں رقمطراز ہیں:—

"احمدیہ فیڈریشن ہالینڈ" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی ہے۔ فی الحال اس میں ہالینڈ کے پانچ شہروں کی جماعتوں کے دو دو نمائندے شامل ہیں۔ یہ تنظیم توسیع و استحکام جماعت کے لئے باہم مشورہ کر کے پروگرام مرتب کرے گی اور اس پروگرام کو عملی جامہ پہنائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

عیدالاضحےٰ نہایت جوش و خروش سے منائی گئی ۲۵/۲۶ شہروں سے قریباً چارسو افراد نے شمولیت فرمائی۔ کئی پاکستانی بھی نماز پڑھنے آئے اور بے حد محظوظ ہوئے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔

امسال جلسۂ سالانہ پر ہالینڈ کی جماعتوں سے فی الحال سات افراد (مرد و زن) نے شمولیت کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ اور وسط دسمبر تک روانگی کا خیال ہے۔

دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ یہ مبارک سفر بخیر و خوبی انجام پذیر فرمائے تا کہ بزرگوں اور دوستوں سے ملاقات کا موقع میسر آ سکے۔"

از خان مرتضےٰ خان حسن مرحوم

# آنحضرت صلعم کے اخلاق وعادات

## یتیم پر شفقت

۱۷

ایک دفعہ ایک یتیم لڑکا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے شکایت کی کہ فلاں نے میرے باغ پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے۔ چونکہ وہ لڑکا کوئی ثبوت یا شہادت پیش نہ کر سکا۔ حضرت نبی کریم صلعم اس کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتے تھے۔

جب اس لڑکے نے سنا کہ فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہو سکتا تو وہ رونے لگا۔ حضرت نبی کریم صلعم کو اس پر بہت رحم آیا۔ اور اس شخص کو فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم یہ باغ اس یتیم لڑکے کو دے دو۔ اس نے عذر کیا۔

حضرت نبی کریم صلعم کے ایک صحابی حضرت ابو درداءؓ وہاں پر موجود تھے۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی خواہش کو پورا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ آپ اس شخص کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم اپنا باغ میرے باغ سے بدل لو۔ چونکہ ان کا باغ زیادہ اچھا تھا وہ رضامند ہو گیا۔ اس پر حضرت ابو درداءؓ حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے باغ اس یتیم لڑکے کو دے دیا۔ حضرت نبی کریم صلعم کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں پر خاص طور پر رحم کرتے تھے یتیموں کے لئے آپ کے دل میں بڑا درد تھا۔ آپ نے اپنی امت کو یتیموں کی خبر گیری اور انکی پرورش کے لئے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یتیم کی پرورش کرنے والا اور میں قیامت کے دن اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔ (آنگلیوں کو آپس میں جوڑ کر بتایا۔)

عید کا دن تھا۔ سب لوگ صاف ستھرے کپڑے پہن کر عیدگاہ کی طرف خوشی خوشی سے جا رہے تھے۔ لیکن ایک لڑکا رستے میں پریشان اور رنجیدہ خاطر کھڑا تھا۔ سراپا رحم حضرت نبی کریم صلعم کا اس رستہ سے گذر ہوا۔ بچے کو غمگین دیکھ کر حضور ٹھہر گئے۔ اس سے پوچھا "بیٹا کیا بات ہے۔ کیوں غمگین کھڑے ہو" بچہ رونے لگا۔ اور کہنے لگا۔ آج عید کا دن ہے۔ میرا باپ مجھے یاد آ رہا ہے۔ آج وہ زندہ ہوتے تو میں بھی عید کی خوشیاں مناتا۔"

یہ سن کر حضرت نبی کریم صلعم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپؐ نے اس بچے سے پیار کیا۔ سینے سے لگایا۔ اور فرمایا:—

"میں تمہارا باپ ہوں۔ آؤ میں تمہیں سب کچھ دوں گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ بڑی محبت سے اس کو کھانا کھلایا اس کو کپڑے پہنائے اور میٹھی باتوں سے اس کا دل خوش کیا۔ غرضیکہ ماں باپ سے بڑھ کر اس سے محبت کا اظہار کیا۔ وہ بھی یہی سمجھتا تھا کہ گویا وہ اپنے گھر میں ہے اور حضرت محمد رسول اللہؐ اس کے شفیق باپ ہیں۔ جو اس کی نازبرداری کر رہے ہیں۔

بچوں سے تو یوں بھی ہمارے نبی کریم صلعم کو بہت محبت تھی۔ راہ جاتے بچوں کو گود میں اٹھا لیتے تھے۔ ان کو چومتے۔ سینے سے لگاتے اور محبت سے باتیں کرتے تھے۔ لیکن یتیم بچوں سے آپ کو خاص طور پر محبت تھی۔ آپؐ پر خود بھی یتیمی کا زمانہ گذرا تھا۔ اور یوں بھی قدرتی طور پر آپؐ سراپا رحمت و شفقت تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۷۸ء
شمارہ نمبر ۴۸

چوہدری فضل حق صاحب دارالسلام

اوقات نماز جمعہ:—
جامع احمدیہ دارالسلام ۔ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
پہلی اذان : ۱۲—۱۵ (بارہ بج کر پندرہ منٹ پر)
دوسری اذان : ۱۲—۳۰ (بارہ بج کر تیس منٹ پر)
اقامت : ۱—۰ (ایک بجے)
احباب وقت مقررہ پر تشریف لاکر خطبہ جمعہ سے مستفید ہوں۔

احمد سجاد آرٹ پریس بیرون دلی دروازہ لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

# پیغام صلح

لاہور
پاکستان

## جلسہ سالانہ نمبر

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن

نائب مدیر
عبد الرؤف کھوکھر

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے: پندرہ روپے
بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
(علاوہ محصول ڈاک)

• رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
• تار کا پتہ
• تبلیغ لاہور

فون نمبر ۵۳۷۲۷

جلد ۶۵ | لاہور چہار شنبہ ۵/۱۲ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ مطابق ۶/۱۳ دسمبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۴۹-۵۰


# مجدد زمان مہدی دوران حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

## رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم ❊ کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

فرمایا:
"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اسکی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے ...... مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرینگے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی ٹھٹھا کرینگی اور دنیا انکے ساتھ سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔" (الوصیت صفحہ ۸-۹)

فرمایا:
"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالےٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔" (شہادۃ القرآن)

"میرے پاس ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس

# خدا تعالیٰ کی راہ میں
## تکلیف اٹھا کر جلسہ سالانہ میں ضرور شامل ہوں
## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشادِ گرامی

اس جلسہ میں جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ کاموں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مکرّر لکھا جاتا ہے کہ

اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے اور اس جلسہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

# جلسہ سالانہ
## میں شرکت کرنیوالوں کیلئے
## حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور ان کے ہمّ و غم دُور فرما دے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے ذوالمجد والعطا اور رحیم و مشکلکشا ہماری تمام دعائیں قبول کر۔ اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما۔ کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔

آمین ثم آمین"

**جلسہ فنڈ** — ہر ایک احمدی دوست کو جلسہ سالانہ کے اخراجات میں حصہ لینا چاہیئے اور جماعت کا کوئی فرد اس چندہ سے باہر نہیں رہنا چاہیئے۔ (ادارہ)

از قلم جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

# آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے

میں نے حضرت [illegible] کے اس مصرعہ کو اس لئے اپنے مضمون کی سُرخی بنایا ہے کہ شاید آپ کے الفاظ میں وہ اثر ہو جو میرے الفاظ میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے الفاظ میں وہ اثر پیدا کیا کہ لاکھوں مرد و زن آپ کی طرف دوڑ پڑے حالانکہ ان دنوں قادیان پہنچنا بہت دشوار تھا۔ بٹالہ تک تو ایک آہستہ خرام بلکہ مخرام پسینجر ٹرین مل جاتی تھی۔ بٹالہ سے گیارہ میل کچی سڑک کے گرد و غبار میں پیدل جانا پڑتا تھا۔ آگے رہائش کا یہ حال تھا کہ مہمان خانہ میں شاید ایک مونج کی چارپائی تو مل جاتی تھی اور کھانے کو پتلا شوربے دار آلو گوشت یا دال، مگر اس کے سوا آسائش کوئی نہ تھی۔ پر ان کو وہاں رُوحانی غذا اور رُوحانی سُکھ ملتا تھا جو دُنیا میں کہیں اور نہ تھا۔

## جسم اور رُوح

جس طرح اِنسان کے جسم کو غذا کی ضرورت ہے اور وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اِنسان کی رُوح کو بھی رُوحانی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر انسان کی رُوح مرجاتی ہے۔ جس کی رُوح مرگئی تو اس کی چند روزہ جسمانی زندگی کس کام کی جس پہ موت آج نہیں تو کل ضرور آنی ہے۔ جسمانی موت پہ آگے جانے والی چیز رُوح ہے۔ اگر وہ مُردہ ہے تو ایسا انسان دونوں جہان سے گیا۔ تو جس رحیم و کریم خُدا نے اِنسان کی چند روزہ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے اس قدر غذا کا سامان فرمایا ہے کیا اس نے انسان کی ہمیشہ رہنے والی رُوح کی غذا کا کوئی بندوبست نہیں فرمایا؟ ضرور فرمایا ہے۔ اور وہ غذا نماز میں ہے۔ یہ مَیں نہیں کہہ رہا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

"ولا تمدّنّ عينيك الى ما متّعنا بهٖ ازواجًا منهم زهرة الحيٰوة الدّنيا لنفتنهم فيه و رزق ربّك خير و ابقٰى ٥ وأمر اهلك بالصّلوٰة واصطبر عليها لا نسئلك رزقًا نحن نرزقك والعاقبة للتّقوٰى ٥ (سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ آیات ۱۳۱-۱۳۲)

ترجمہ: اور اپنی نگاہیں (لالچ میں) اس کے پیچھے لمبی نہ کر جو ہم نے اُن میں سے قسم قسم کے لوگوں کو دُنیا کی زندگی کی آرائش کے لئے سامان دیا ہے تاکہ ہم ان کو اس کے ذریعہ آزمائش میں ڈالیں۔ اور تیرے ربّ کا رزق تو بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور تو خود بھی اس پر مضبُوط رہ۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم تجھے رزق دیتے ہیں۔ اور انجام تو تقوےٰ کا ہی اچھا ہے۔

اس کی تفسیر میں حضرت امیر مرحوم نے لکھا ہے:۔

"ان آیات میں خطاب عام ہے۔ اگر رسول اللہ صلعم کو بھی خطاب سمجھا جائے تو اصل مقصود اُمّت سے خطاب ہے جس کے سامنے دُنیا کی آرائش کے سامان اور قوموں کو دیئے جانے تھے۔ نبی کریم صلعم کے سامنے ایسی قومیں نہ تھیں جنہوں نے دنیوی زندگی کی آرائش کو اپنے کمال تک پہنچایا ہو۔ یہ نقشہ آج یورپ (اور امریکہ) ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔"

رسُول اللہ صلعم تو اس سے پاک تھے کہ دُنیا کی آرائش کے سامان کو نعوذ باللہ لالچ کی نگاہوں سے دیکھتے۔ آپؐ کے سامنے تو یہ سامان پیش کئے گئے مگر آپؐ نے انہیں ٹھکرا دیا۔ اس لئے مندرجہ بالا آیات میں خطاب عام ہے اور خصوصًا اس زمانہ کے حسبِ حال ہے۔ ان آیاتِ مبارکہ میں مندرجہ ذیل حکمتیں بیان فرمائی ہیں:۔

(الف) دنیا کے آرائش کے سامانوں کی طرف زیادہ لالچ سے نہیں دیکھنا چاہیئے کہ ان میں پڑ کر انسان آزمائشوں میں پڑ جاتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ وہ حصول من مزین کی آگ کو بھڑکاتی ہیں وہ عارضی اور ناپائدار ہیں۔

(ب) تیرے ربّ کا اس سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا رزق کچھ اور ہے۔

(ج) اور وہ نماز میں ملتا ہے (بشرطیکہ اسے "قائم" کیا جائے نہ کہ رسمی طور پر جلدی جلدی پڑھ لیا جائے) کیونکہ نماز میں انسان کی رُوح اللہ تعالےٰ کی رُوح سے تعلق قائم کرکے اس سے وہ رُوحانی غذا حاصل کرتی ہے جس سے اس کی رُوح کی نشو و نما اور بقا مقرر ہے۔

(د) تو جو دنیاوی رزق کماتا ہے اس کا بیشتر حصہ وہ اپنے اہل (بیوی بچوں) پر خرچ کرتا ہے۔ جب ان کو ترجیح دیتا ہے دُنیا کے چند روزہ رزق کے لئے تو ان کے رُوحانی رزق اور بقاء کی بھی فکر کر اور وہ یُوں کہ انہیں نماز کا حکم دے۔

(ہ) اور خود بھی نماز پر مضبوطی سے قائم رہ کر ان کے لئے نمونہ بن اور اپنی بھی فلاح حاصل کر۔

(و) جس طرح ظاہری رزق کا حال ہے کہ ہم تجھ سے نہیں لے کر کھاتے بلکہ ہم تجھے کھلاتے ہیں اسی طرح باطنی رزق کا حال ہے۔ اگر ہم تجھے نماز کے لئے بلاتے ہیں تو ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ ہم تجھے رُوحانی رزق دینا چاہتے ہیں۔

## رُوحانی زندگی

جسمانی رزق کو دیکھو کہ وہ ضروری ہے جسمانی بقاء کے لئے مگر تبھی کہ پہلے اس جسم میں زندگی پیدا ہو۔ ایک مُردے کو نہ تو جسمانی رزق کی ضرورت ہوتی ہے نہ خواہش۔ یہی حال زندگی اور رزق کا ہے۔ تو رُوحانی زندگی کیسے ملتی ہے؟ یہ بھی اُسی پاک کتاب سے سُنئے:۔

"يٰايها الذين اٰمنوا استجيبوا لله و للرّسول اذا دعاكم لما يحييكم و اعلموا انّ الله يحول بين المرء وقلبه و انّهٗ اليه تحشرون ٥ (سورۃ الانفال۔ آیت ۲۴)

ترجمہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسُول کا حکم مانو جب وہ تم کو اس کے لئے بلاتا ہے جو تمہیں زندگی دیتا ہے۔ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ اور یہ کہ تم اس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔"

اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے کہ:۔

(۱) اگر تم ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسُول پر تو پھر انکے حکم کو مانو۔

(۲) رسُول جب بلاتا ہے تو وہ اللہ کے حکم سے بلاتا ہے۔

(۳) رسُول اگر کسی بات کے لئے بلاتا ہے تو اس بات میں تمہاری حیات کا راز ہے۔ (ظاہر ہے کہ یہ روحانی زندگی ہے)

(۴) اگر تم رسُول کے بلانے پر نہ آؤ گے تو اللہ تعالےٰ جو انسان کے ظاہری حالات اور اس کے قلب کے رازوں کو جانتا ہے تم سے ویسا ہی معاملہ کرے گا جیسا کہ تمہارے قلب کی کمزوریاں یا بیماریاں چاہتی ہیں۔ دوستو جس طرح جسمانی دل کی کمزوری یا بیماری مُہلک ترین ہوتی ہے رُوحانی قلب کی بھی ہلاکت اسی طرح خطرناک ہے۔

(۵) خدا کی طرف تم خوشی سے نہیں آؤ گے تو مرنے کے بعد بندھے ہُوئے لائے جاؤ گے۔ اس وقت سے ڈرو۔

## رسولؐ کے بعد؟

مندرجہ بالا احکام کی تعمیل آنحضرت صلعم کی حیات میں تو ہو سکتی تھی۔ آپؐ کے

بعد اب روحانی احیاء کی کیا صورت ہے؟ حضور صلعم نے خود فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں تو جب ایک نبی وفات پاتا تھا تو ایک اور نبی کھڑا ہو جاتا تھا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ میرے خلفاء پیدا ہوں گے (سیکون خلفاء) جس طرح کہ دُنیاوی خلیفہ یا وائسرائے اپنے بادشاہ سے اختیار حاصل کر کے اس کا کام کرتا ہے رُوحانی خلیفہ اپنے رُوحانی بادشاہ سے فیوض یا رُوحانی طاقتیں پاکر اپنے رُوحانی بادشاہ کا کام کرتا ہے۔

تو جب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے رُوحانی خلفاء آئیں گے تو وہ کہاں ہیں؟ یہ تو ناممکن ہے کہ آپ نے ایک اتنی زبردست اور بُنیادی پیشگوئی کی ہو اور وہ پُوری نہ ہو۔ حضور صلعم نے اس بات کو اشتباہ میں رکھا ہی نہیں بلکہ دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس اُمّت کے لئے ہر صدی پر ایک شخص کو کھڑا کیا کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کیا کرے گا۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے منہ سے رسُول اللہ صلعم کا خلیفۂ رُوحانی بننے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ حضور اللہ تعالےٰ کے خلیفہ تھے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آپؐ کو تفویض کیا تھا اس کا کوئی حصہ اللہ تعالےٰ ہی آپؐ کے فنافی الرسول متبعین میں سے کسی کو عطا کر سکتا ہے۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی کے مطابق ہر صدی ہجری کے سر پر اللہ تعالےٰ مجدّد کھڑا کرتا رہا۔ ان کے زمانہ میں تھوڑوں نے ان کو مانا۔ مگر بعد میں عامۃ المسلمین نے انہیں مجدّد کہا۔ تو اگر یہ پیشگوئی تیرہ سو سال پُوری ہوتی رہی ہے تو چودھویں صدی کا مجدّد کہاں ہے؟ یاد رکھو کہ اللہ اور اس کے رسُول کی پیشگوئی معاذ اللہ غلط نہیں ہو سکتی، ہم غلطی پر ہو سکتے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ بعض اور صدیوں کے بارہ میں تو ایک سے زیادہ لوگوں کا نام لیا جاتا ہے مگر چودھویں صدی ہجری میں صرف ایک شخص نے مجدّد ہونے کا دعوےٰ کیا اور وہ تھے حضرت مرزا غلام احمد صاحب۔ افسوس ہے کہ پچھلے مجدّدوں کی طرح آپ کو بھی کم نے ہی مانا۔

## جماعت لاہور

مَیں اپنی جماعت کے احباب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کو ماننے والوں کی بڑی تعداد تو غلو کر کے بھٹک گئی کہیں ہم اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے تو اس امامِ وقت کے فیض سے محروم نہیں ہو رہے۔ آپ نے تو زبردست رُوحانی زندگی پاکر ہم کو پُکارا:—

؎ بشنوید اے مردگاں من زندہ ام

یعنی میری بات سُنو اے رُوحانی مردو میں زندہ ہوں۔ ہمارے باپ دادوں نے حضرت کی آواز پر لبیک کہا اور ہم گواہ ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی روحانی زندگی پائی کہ غیروں تک نے اس کو مانا۔ مگر ہم جو احمدی پیدا ہوئے رُوحانی زندگی نہیں پا سکتے جب تک کہ امامِ وقت کی آواز پر لبیک نہ کہیں۔

آپ نے منجملہ اور باتوں کے ایک روحانی اجتماع کا بصورت جلسہ سالانہ حکم دیا ہے۔ فرمایا:—

”لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں ............ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت ضائع نہیں جاتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ **اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں**۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بُنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔“

زادِ راہ کی تنگی کا حل آپ نے خود دوسری جگہ لکھا کہ سارا سال تھوڑا بچا کر اس سفر کے لئے زادِ راہ جمع کیا جائے۔ میں ہر جماعت کے متموّل احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے نادار بھائی بہنوں کے زادِ راہ کے تھوڑے سے خرچ کو برداشت کر لیں تو یہ ثوابِ دارین کا باعث ہوگا۔ اسی طرح نوکری یا تجارت و دھندے کی مصروفیات کو عذر نہ بنائیں۔ ہم دنیاوی اغراض کے لئے کیا تین چار دن کی رخصت نہیں لیتے؟ یا دھندا بند نہیں کرتے؟ تو دین کو دُنیا پر مقدّم کرنے کے عہد کا اور کونسا موقعہ آئے گا؟ کیا بیماری یا ہڑتالیں یا کوئی اور وجوہ ہمارے کام کاج میں اس سے زیادہ دن ہر سال ضائع نہیں کر دیتے؟ اگر ہم خوشی سے اللہ تعالےٰ کی خاطر اپنا تھوڑا سا حرج کر لیں تو کیا اللہ تعالےٰ ہمارے آڑے وقتوں پر ہمارے کام نہ آئیگا؟ بہرحال اس امرِ جامع سے محروم رہنا اپنا ایسا نقصان کرتا ہے جس کی تلافی کسی اور دوسرے طریقے سے نہیں ہو سکتی۔

میں خود گواہ ہوں کہ جب تعلیم کی خاطر مَیں ولایت میں تھا یا صرف ایک دفعہ کسی وجہ سے بمبئی سے نہ آسکا تو میں نے اپنے اندر رُوحانی مُردگی پیدا ہوتی پائی جو ویسے ہر سال جلسۂ سالانہ میں شمولیت سے دُور ہو جاتی تھی۔

## قرآن پر خاتمہ

میں اس اپیل کو قرآن حکیم کے الفاظ پر ختم کرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالےٰ کا کلام وہ بجلی کا سا اثر کرے جو کسی انسان کے الفاظ نہیں کر سکتے:—

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ○ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْـًٔا ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ........ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔“

(سورۃ التوبۃ ۹ - آیات ۳۸-۳۹-۴۱)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارا کیا عذر ہے کہ جب تم کو کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکل پڑو تو بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاؤ۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر (رکہ جانے کو) راضی ہو گئے ہو۔ مگر دنیا کی زندگی کا سامان تو آخرت کے مقابلہ میں تھوڑا ہی ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ........ ہلکے اور بوجھل نکل پڑو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“

ہلکے یا بوجھل کی تفسیر میں حضرت امیر مرحوم لکھتے ہیں کہ:—

”جیسا کہ ابنِ جریر نے لکھا ہے خفافاً یا ہلکا ہونے میں ہر وہ امر شامل ہے جس کی وجہ سے نکلنا سہل ہو جیسے قوتِ بدن۔ صحت جسمانی۔ جوانی کی عمر۔ فراخی مال۔ شغل سے فراغت۔ سواری کا ہونا وغیرہ۔ اور اس کے خلاف جو کچھ ہو وہ ثقالاً میں داخل ہے۔ جیسے ضعف جسمانی، کمزوری بیماری، بڑھاپا۔ تنگیٔ مال۔ صورت معاش کا نہ ہونا وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب خدا کے راستہ میں نکلنے کا موقعہ آئے تو جس حال میں بھی ہو نکل پڑو۔“

## خوش خبری

خدا کی راہ میں نکل پڑنے والوں کے لئے آگے اسی سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:—

”انہیں اللہ کی راہ میں کوئی پیاس کی تکلیف نہیں پہنچتی اور نہ تکان اور نہ بھوک اور نہ وہ کسی ایسی جگہ سے گذرتے ہیں جس سے کافروں کو غضب

(باقی بر صفحہ ۱۹ کالم ۲)

# جلسہ سالانہ یا دیگر اجتماعات جماعت احمدیہ کے اصل اغراض و مقاصد

## رضائے الٰہی کے تحت اخلاقِ عالیہ میں ترقی کرنا ہے

(محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہ)

ماہ دسمبر کے آخر پر ہر سال جماعت احمدیہ لاہور جلسہ سالانہ کا انعقاد کرتی ہے چنانچہ امسال بھی بدستور سابق گذشتہ اشاعت میں پروگرام جلسہ شائع ہو چکا ہے جو احباب کرام کی نظروں سے گذرا ہوگا۔

عام طور پر ہماری جماعت سے وابستہ اصحاب ہر سال اس جلسہ میں شمولیت کے لئے آتے ہیں۔ یہ ان کی ہمت اور عزم کی ایک بڑی علامت ہے، سخت سردی کے موسم میں سفر اختیار کرنا، اخراجاتِ سفر برداشت کرنا اور اپنے کاموں کو التوا میں ڈالنا جبکہ یہ محض خدا کی خوشنودی اور دینِ اسلام کی حمایت کی غرض سے ہو بلا شک و شبہ، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنا ہے اور ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ باہم میل ملاقات سے علاوہ مذکورہ بالا فوائد کے یہ بڑا فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے ایمانی و اخلاقی قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ شاید اس امر سے بہت سے لوگ بے خبر بلکہ انکاری ہیں کہ باہمی ارتباط سے نیکی کی تحریکوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

جلسہ پر جو صاحبان بطور مقرر اپنا اپنا مضمون بیان کرتے ہیں ان سے علمی استعداد میں ترقی یا تازگی بڑھتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جب ارشاد و اصلاح کے مقاصد کے حامل لوگ ملاقات کرتے ہیں تو ان میں خوشی اور محبت کے جذبات ترقی پذیر ہوتے ہیں۔ انسان ایک ہستی خدا تعالےٰ نے ایسی پیدا کی ہے کہ ان کے باہم اختلاط سے بھی اثر پذیری ہوتی ہے چاہے وہ آپس میں کلام کریں یا نہ۔ ایک شخص کے جذبات بلکہ حالات کا اثر باہم ملنے سے پیدا ہونا ناگزیر امر ہے جس سے بہت لوگ غافل یا منکر ہیں۔ اس بات کو علم نفس کے ماہر صاحبان بخوبی جانتے ہیں کہ محض ملاقات سے ہی ایک شخص کے خیالات و جذبات کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے اسے TELEPATHY ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے۔ ایک انسان دوسرے کے خیالات کو بلا اس کے بتلائے جان بھی سکتا ہے۔ اس کی مثالیں موجود ہیں۔ جیسے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ جب ریاست کشمیر سے فارغ ہو کر اپنے وطن میں مکان بنوا رہے تھے۔ اس سلسلہ میں لاہور آنا پڑا تو آپ نے مناسب سمجھا کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ سے بھی ملاقات کر لیں۔ جب یکہ سے اترے تو اسے واپسی کے لئے انتظار کرنے کو کہا۔

مگر جب حضرت صاحبؑ سے ملاقات ہوئی تو اس کے بعد ہمت نہ پڑی کہ واپس جائیں اور یکہ بان کو رخصت کر دیا۔ دل میں یہ کہا کہ کل چلا جاؤں گا مگر کل بھی ملاقات کے بعد اجازت رخصت کی ہمت نہ پڑی اور اسی طرح اگلے دن پر ٹال دیتے تھے۔ آخر ایک روز حضرت اقدسؑ نے خود فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے، بہتر ہے اپنی کتابیں اور اہل خانہ کو بھی یہیں بلوا لیں۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولانا صاحبؓ کو ہر روز جو امر اجازت کے حصول سے روک بن رہا تھا وہ حضرت اقدسؑ کے دل کی کیفیت تھی۔ یعنی حضرت اقدسؑ کا منشاء مولانا صاحب کے قادیان میں مستقل اقامت کا تھا۔ لیکن یہ تاثر اس قدر زبردست تھا اور حضرت مولانا صاحب کی حسِ قبولیت اس قدر تیز تھی کہ انہیں اجازت حاصل کرنے میں روک بن رہی تھی۔

جس طرح بیماری کے جراثیم بلا دیکھے ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں یہ امر اسی قدر صحیح و یقینی ہے کہ ملاقات کے وقت باہم جذبات و خیالات کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے۔ اس بارہ میں ایک حدیث شریف بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب میں لوگوں میں بیٹھتا ہوں تو چونکہ مجلس میں ہر قسم کے خیالات و جذبات کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے بعد میں مجھے خود استغفار پڑھنا پڑتا ہے کیونکہ دل پر غبار آ جاتا ہے۔ آنحضورؐ کا یہ فرمودہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ باہم محض ملاقات کے ذریعہ نیک و بد جذبات کا تاثر ایک سے دوسرے پر پڑنا لازم ہے۔

### ایک ہی اعلےٰ و نیک مقصد کے اصحاب کی ملاقات

جب واحد و نیک مقصد پر بہت سے لوگ جمع ہوں تو پھر یہ یقینی امر ہے کہ اس مقصد کا زبردست اثر پڑنا لازم ہے چاہے باہم ہمکلام نہ بھی ہوں۔ ایک شخص کے سچے و قلبی جذبات کا اثر دوسرے پر پڑنا ضروری امر ہے کیونکہ بجلی کی غیر مرئی شعاعیں ایک سے دوسرے پیمانہ انداز ہوتی ہیں۔ اس بارہ میں سائنس و علم ابھی ابتدا میں ہے۔ جب مزید تحقیقات کی جائے گی تو قرآن کریم کے فرمودہ یسعٰی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم بشرٰکم الیوم کی تصدیق ہو جائے گی۔ مومنوں کے سینوں سے نکلنے والا نور ان کے آگے اور داہنے ہاتھ چمکتا ہوگا تمہیں آج خوشخبری ہو۔ جماعت احمدیہ اور اس کے جلسوں کی بالخصوص جو اصل غرض ہے وہ کسی دنیاوی مقصد کی خاطر نہیں بلکہ حصول رضائے الٰہی اور راستبازی و نیکی کے حصول کے لئے ہے۔ اگر یہ غرض ترقی پذیر ہوتی ہے تو ہماری مجالس اور ہمارے اجتماعات مبارک اور کامیاب ہیں۔

اس موضوع پر حضرت اقدسؑ کے فرمودات بیان کرنے سے قبل حضرت مولانا نورالدینؓ کے ارشادات جو گذشتہ اشاعت میں طبع ہو چکے ہیں اس جگہ ان کا دوہرانا نہایت موزون بات ہے:

"غور کرو تائید الٰہی کن کے ساتھ ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون......

..... جب میں بچہ تھا میں نے اپنے شہر میں اس آیت کریمہ کا وعظ سنا تھا۔ تین چار مہینے اس کا وعظ ہوتا رہا ان اللہ مع الذین اتقوا۔ متقیوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہوتا ہے۔ کسی کے ساتھ کسی کا باپ ہے۔ کسی کے ساتھ باپ اور ماں دونوں ہیں۔ کسی کے ساتھ اس کے بھائی ہیں۔ کسی کے ساتھ اس کے دوست۔ کسی کو اپنے جتھے پر ناز ہے۔ غرض معیت کے سوا انسان کبھی خوشحال نہیں ہو سکتا۔

..... میں نے دیکھا ہے بیوی ہو تب انسان خوش ہوتا ہے، حاکم ہو، فوج ہو، مال و اسباب ہو، جب جا کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ معیت کا انسان متوالا ہے۔

...... غرض انسان معیت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ مگر خدا کی معیت سے بڑھ کر بھی کوئی معیت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر وقت موجود ہے۔ سوتے جاگتے۔ پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری معیت چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ میں تمام عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ آ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی محسنون فرمایا ہے اور احسان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایسی عبادت کرنا کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یا کم از کم یہ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ...... تم لوگ بھی یہاں اکٹھے ہوتے ہو ...

.. علی گڑھ والے بھی اکٹھے ہوتے تھے۔ وہاں بھی رپورٹیں پڑھی گئی ہیں۔ یہاں بھی ہمارے دوستوں نے بھی رپورٹ پڑھ دی کہ اتنا روپیہ آیا اور اتنا خرچ ہوا۔ پر میں سوچتا رہا ہوں کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے ۔ یہ روپیہ تو بذریعہ منی آرڈر بھی بھیج سکتے تھے اور رپورٹ چھپ کر ان کے پاس پہنچ سکتی تھی ...... میرے اندازہ میں جو آدمی یہاں آئے تین ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ پھر جو لوگ عمائد تھے وہ اگر مجھ سے علیحدہ ملتے تو میں ان کے لئے علیحدہ دعائیں کرتا اور انہیں کچھ نصیحتیں دیتا۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ اس وقت آئے کہ ادھر السلام علیکم اُدھر یکہ تیار ہے۔ تم یاد رکھو میں ایسے میلوں سے سخت متنفر ہوں۔ میں ایسے مجمعوں کو جن میں روحانی تذکرہ نہ ہو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ یہ روپیہ تو وہ منی آرڈر کر کے بھیج سکتے تھے۔ بلکہ اس طرح بہت سا روپیہ مہمانداری پر خرچ ہوا وہ بھی محفوظ رہتا ...... یہاں کے دوکانداروں نے بھی افسوس دنیا کی طرف توجہ کی اور کہا کہ جلسہ باہر نہ ہو۔ ہماری چیزیں بک جاویں۔ میں ایسے

اجتماع اور ایسے روپے کو جو دنیا کے لئے ہو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ جو سُن رہا ہے وہ یاد رکھے اور دوسروں تک یہ بات پہنچا دے۔ میں اسی غم میں پگھل کر بیمار ہو گیا ہُوں۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم میں سے جو تمہاری باہر کی جماعتوں کے سیکرٹری وغیرہ آئے تھے وہ مجھ سے علیحدہ ملتے۔ مَیں ان کو بڑی نیکیاں سکھاتا اور بڑی اچھی باتیں بتاتا۔ لیکن افسوس ہماری صدر انجمن نے بھی ان کو یہ بات نہ بتائی۔ اس لئے مجھے ان سے بھی رنج ہے۔ کیا آیا، کتنے روپے جمع ہوئے؟ ہم کو اس سے کچھ بھی غرض نہیں۔

## ہم کو تو صرف خدا چاہیئے

مجھ کو نہیں معلوم کہ کیا جمع ہُوا۔ کیا آیا، مجھ کو اس کی مطلق پرواہ نہیں۔ پھر میں کہتا ہُوں کہ خدا تعالےٰ کو مقدم کرو۔ ہماری کوششیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہوں۔ اگر یہ نہ ہو تو ہائی سکول کیا حقیقت رکھتا ہے اور اس کی عمارتیں کیا حقیقت رکھتی ہیں ؟ ہمیں تو ہمارا مولیٰ چاہیئے۔ اپنے احباب کو خط لکھو اور ان کو تنبیہہ کرو۔ میں تو امرتسر کے لوگوں کا بھی منتظر رہا کہ وہ مجھ سے کیا سیکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی آیا۔ میں چاہتا تھا کہ لوگ میری زندگی میں متقی اور پرہیزگار بنیں اور دنیا اور اس کی رسموں کی طرف کم توجہ دیں۔" (۹ ل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات ملاحظہ ہوں:—

## جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض وغایت

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ ........ جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے سر انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا ایک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔"

## ایمان باللہ اور عمل صالح پر مبنی ایک اصلاح یافتہ جماعت کی

"غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اُسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔ مگر میں دیکھ رہا ہُوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آج کل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت مجھے نہیں چھوڑتا۔" ❖

# قومی اجتماع

## بہت سی برکات کا جاذب ہے

### حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

یہ قومی اجتماع جس کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ نے ڈالی تھی بہت سی برکات کا جاذب ہے۔ مُبارک ہے وہ مرد اور وہ خاتون جس کے جذبہ کو دیکھ کر دوسرے بھی سرشار نظر آنے لگیں۔ اور کثرت سے جمع ہو کر خُدا کے حضور نہایت تضرع سے دُعائیں کریں تاکہ اُن پر ربّ العزت کی درگاہ سے فضل اور کرم اُتریں۔ جماعت پر خُدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور جماعت کے اجتماع پر انوارِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اس سے مستفید ہونے کے لئے اور ثوابِ عظیم حاصل کرنے کے لئے اخلاص اور سعیٔ بلیغ درکار ہے۔ پروردگارِ عالم کے حضور میں دست بدُعا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت پر۔ ان کے معمّر لوگوں اور جوانوں پر۔ ان کے لڑکے لڑکیوں پر اور سلسلہ کی خواتین پر عنایات اور اپنے انعامات نازل فرمائے ان کے دلوں کو اخلاص سے معمور کر دے اور انکے دلوں کو جذبۂ خدمتِ اسلام سے بھرپور کر دے تاکہ فتح اسلام کا کام نصف النہار تک پہنچ جائے۔

(حضرت امیر قوم مولانا) صدر الدین۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور

---

ہفت روزہ پیغام صلح
خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔ (ادارہ)

مکرم جناب مولوی احمد گل صاحب فاضل دیوبند

# آپ آئیں گے تو گلشن میں بہار آئے گی

۱۸۹۱ء تاریخ احمدیت میں اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جس میں مخالف علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں چاروں طرف دشمنی کی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ جبکہ لوگ دن بدن آپ کی بیعت میں شامل ہو کر تائید سماوی کی تصدیق کر رہے تھے۔

اسی سن میں علماء نے آپ کے خلاف فتویٰ کفر تیار کیا جس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے ہندوستان بھر میں چکر لگا کر علماء کے دستخط کروائے۔ دریں حالات حضرت اقدس علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے حکم پا کر ایک خاص جلسہ کے انعقاد کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ (جسے ہم جلسہ سالانہ کہتے ہیں)۔

معاندین سلسلہ نے اس جلسہ میں شامل ہونے کو معصیت اور بدعت قرار دیا تاکہ عوام کا رُخ حضرت مرزا صاحب سے توڑا جا سکے۔ حالانکہ اس جلسہ میں خدا تعالیٰ کی توحید خالص اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمت کے تذکرے ہوتے۔ تسبیح و تحمید کے ترانے گائے جاتے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر قربِ الٰہی کے ذرائع تلاش کئے جاتے۔

سالانہ جلسوں کا یہ سلسلہ ۱۸۹۱ء سے شروع ہوا اور ایک صدی کے قریب ان کے انعقاد پر مسلسل عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اب ہم ۱۹۷۸ء کے جلسہ کی انتظار میں ہیں۔

اُمید ہے کہ قارئین حضرات اس سے باخبر ہوں گے کہ ہمارے قومی اجتماع یعنی جلسہ سالانہ کے مبارک ایام ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۸ء قریب آ چکے ہیں۔ احباب جماعت کو ان تاریخوں کو سامنے رکھ کر اپنے اندر یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ گزشتہ سال کی طرح امسال بھی اپنے جذبۂ ایمان اور جوشِ عقیدت کے ساتھ مبارک اجتماع میں شریک ہو کر خدا تعالیٰ کی ان برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور ہوں گے جو اس نے اس اجتماع سے وابستہ کی ہیں۔ جو لوگ ایسے موقعہ پر سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر اپنے عیش و آرام اور کاروبار کو چھوڑ کر محض الٰہی جذبہ اور خدا کی خوشنودی کی خاطر تکلیف اُٹھاتے ہیں اور اسے عین راحت سمجھتے ہیں، ان کا یہ مجاہدہ قومی مفاد کے لئے یقیناً قابلِ قدر اور باعث مسرت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلسہ سالانہ کی عظمت و اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:—

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی۔"

آگے چل کر آپ نے جلسہ سالانہ کی مزید اہمیت ان الفاظ میں ظاہر فرمائی ہے:—

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

"اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔" حضرت صاحب کے یہ الفاظ مغربی اقوام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، جنہوں نے اسلام کی صداقت کو آخر کار تسلیم کرنا اور مغرب سے طلوع شمس کی پیشگوئی کو پورا کرنا ہے جلسہ سالانہ میں دیگر اسلامی امور کے علاوہ ان اقوام تک اسلام اور قرآن پہنچانے کے ذرائع سوچے جاتے ہیں۔ ان کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں تاکہ یہ قومیں اسلام میں داخل ہو کر اس کی تقویت اور اشاعت کا موجب بنیں۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام جلسہ میں شریک ہونے والوں کے لئے دعاؤں کے ذکر میں فرماتے ہیں:—

"بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دے اور ان کے ہم و غم دُور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ اُٹھائے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم و مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔"

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا ارشادات کے مطابق سالانہ جلسہ دوسرے عام جلسوں کی طرح معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کی اہمیت اور افادیت دوسرے عام جلسوں سے بہت زیادہ ہے۔ اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سننے اور سنانے کا شغل رہتا ہے جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی مجلسِ ذکر کے متعلق فرمایا ہے:

لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکۃ و غشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ۔

کوئی جماعت نہیں بیٹھتی کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہوں مگر فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ خداوندی انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔ اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔

ہمارا یہ قومی اجتماع بھی مجلسِ ذکر و فکر پر مبنی ہے۔ اس میں شمولیت کے لئے جہاں آپ خود تشریف لاویں وہاں اپنے ان بھائیوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کریں جو اس الٰہی سلسلہ کے متعلق شدید غلط فہمیوں کا شکار ہیں تا اصلیت ان پر منکشف ہو اور اس جلسہ کی رُوحانی برکات اور اثرات سے انہیں بھی حصہ ملے۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں ھم القوم لا یشقیٰ بھم جلیسھم کہ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں کیا جاتا۔

پس کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے ایمان اور ایقان اور عرفان کو ترقی دینے کے لئے ایسے مقدس اجتماع میں شامل ہوتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت دینی معلومات حاصل کرنے اور

اسلام کی ترقی کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے پر

صرف کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

# سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ اجلاس

از چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری ناظم دارالسلام۔ لاہور

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری اس آنی اور فانی زندگی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے۔ جس کی تیاری اور انتظام میں لگ جانے کی بہت ضرورت تھی۔ الحمد للہ یہ تیاری اور انتظام ہو رہا ہے ہمارا سالانہ جلسہ جو ۲۶ر دسمبر سے شروع ہو کر ۲۹ر دسمبر تک جاری رہے گا اس میں قرآن مجید کے حقائق و معارف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجازی تاثیرات اور قوت قدسی کے کمالات کا بیان ہونا، علاوہ ازیں اسلام کی حقانیت اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کے زبردست دلائل پیش کر کے بتایا جائے گا کہ زندہ اسلام۔ زندہ کتاب قرآن کریم اور زندہ نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کے اظہار کا اس زمانہ میں یہی واحد ذریعہ ہے۔ نیز یورپ، انگلستان، امریکہ، افریقہ اور دیگر ممالکِ غیر میں اشاعتِ اسلام کی جو تحریک جاری ہے اس کے ایمان افروز حالات بھی بیان ہوں گے۔

پہلے دن خواتین احمدیہ کا جلسہ ہوگا اور دستکاری کی نمائش ہوگی۔ جلسہ سالانہ کا پروگرام شائع ہو چکا ہے۔ جن خواتین و احباب کے سپرد جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں کام سپرد ہے، وہ مصروفِ کار ہیں، اور ہر طرح کے سامان مہیا کرنے اور جلسہ کو نہایت کامیاب بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

دارالسلام میں تیاریاں روز شور سے جاری ہیں۔ اپنے مہمانوں کی خدمت اور ان کے آرام و سہولت کے لئے ہر ممکن انتظام کیا جا رہا ہے۔ دارالسلام کو فردوس نگاہ بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ اس دفعہ انگلستان و یورپ سے بھی خواتین و احباب سلسلہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے تشریف لا رہے ہیں، اور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب دامت برکاتہ بھی یورپ کے تبلیغی دورہ سے واپس تشریف لا چکے ہیں۔ ان کی تقریر اور رپورٹ لائق سماعت اور ازدیادِ ایمان کا باعث ہوگی۔

اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ ہر ایک احمدی کی یہی خواہش اور آرزو ہے کہ ہمارا سالانہ جلسہ پوری کامیابی، بڑی شان و شوکت اور خاص رونق و زینت کے ساتھ منعقد ہو، لیکن یہ آرزو اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر ایک احمدی بہن بھائی اپنی ممکن طاقت اور ہمت کے ساتھ اس کی تیاری اور انتظام میں حصہ نہ لے، اور اپنے مال اور وقت سے خاص طور پر اس کے لئے حصہ نہ نکالے۔ اس وقت تک جس قدر بھی انجمن کے اجلاس ہو چکے ہیں، ان کی کامیابی اور شان و شوکت پر نظر کرنے سے، جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی ذرہ نوازی سے حاصل ہوتی رہی ہے، ہم نہایت آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اس سال کا جلسہ بھی گذشتہ جلسوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر کامیاب ہوگا اور اسی کے فضل و کرم سے اسی طرح ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ کیونکہ ہماری جماعت کا ہر قدم باوجود نامساعد حالاتِ حاضرہ، خدا کی توفیق سے آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ اور ہمارے احباب میں دین کے لئے قربانی کے جذبات بیش از بیش ترقی پر ہیں۔

بیرونِ لاہور احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ جلسہ سالانہ میں جوق در جوق تشریف لائیں، اپنے اہل و عیال، احباب و اعزہ کو ہمراہ لائیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے برگزیدہ امامِ زمانؑ کے قائم کردہ جلسہ سالانہ کی جمعیت اور آب و تاب کے بڑھانے میں حصہ لیں اور اپنے دامنِ سعادت کو گوہرِ مقصود سے بھر لیں۔

مرکز میں جہاں مردوں کے اجلاس کو کامیاب و کامران کرنے کے لئے احباب کوشاں ہیں وہاں خواتین سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی اپنے سالانہ اجلاس کو ہر لحاظ سے کامیاب کرنے کے لئے سرگرمِ عمل ہیں، اور وہ مختلف امور کو نہایت محنت سے سر انجام دے رہی ہیں تاکہ زنانہ جلسہ کو گذشتہ جلسوں سے زیادہ رونق دی جاوے اور باہر کی مخلص مستورات جو محض دین حاصل کرنے کی غرض سے موسم سرما میں دُور دراز کے سفروں کی تکالیف برداشت کر کے جلسہ میں شامل ہونے کے لئے لاہور آتی ہیں ان کے لئے مناسب انتظام کر رہی ہیں۔ از مضامین و تقاریر کا بھی باقاعدہ پروگرام بن چکا ہے۔ احمدی مستورات سے گذارش ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ اپنی اولاد کے ساتھ لاہور آنے کی کوشش فرمائیں، تاکہ ان کو بھی حضرت امام زمانؑ کے بے شمار فیوض سے حصہ ملے۔

احباب اس سے بے خبر نہیں کہ یہ سالانہ اجتماع حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ کے اذن اور ہدایت سے جاری فرمایا۔ جو دنیا کے دوسرے جلسوں اور اجتماعات سے بالکل الگ ہے۔ اس لئے کہ اس کی غرض و غایت مادی و سفلی اغراض سے بالاتر ہے اس کا ایک ہی مقصد وحید ہے کہ وہ لوگ "دین کو دُنیا پر مقدم کریں اور عبد اور معبود میں جو حقیقی رشتہ ہے اسے شناخت کریں، یہ جذبہ اور یہ رُوح اللہ تعالیٰ کے تائیدی نشانات کے مشاہدہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔

اس وقت ان فضلوں کے لینے کے لئے پہلے سے زیادہ جوش اور صدق و اخلاص سے قدم اُٹھانا چاہیئے اور اس جلسہ سالانہ پر دکھا دینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سلسلہ کو قائم کیا ہے وہ ان مخالفتوں سے اور بھی عزت و قبولیت پاتا ہے۔ موجودہ نامساعد حالات میں اس امر کی ضرورت ہے کہ احمدی جماعت کے احباب اپنے غرض اور کام کو شناخت کریں۔ یہی وقت ہے کہ جماعت ایک عظمت اور قوت کے ساتھ فتح حاصل کرے گی۔ کیونکہ جب طبیعتوں میں ہیجان اور جوش ہو تو ایسے لوگ بھی ضرور پیدا ہو جاتے ہیں جو حق اور صداقت کو قبول کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ایسے قلوب کی تسخیر کے لئے ہر احمدی بھائی کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم اور عمل سے ان صداقتوں کا مبلغ ہو جو اللہ تعالیٰ کا مامور حضرت مسیح موعودؑ لے کر آیا ہے۔ یہ علم اور قوت انہیں خدا کے فضل سے جلسہ سالانہ میں ملے گی، جبکہ وہ سلسلہ احمدیہ کے علماء و فضلاء سے سلسلۂ احمدیہ کی صداقت کے دلائل سنیں گے اور بزرگانِ باصفا سے وہ نور اور معرفت کی باتیں سنیں گے جو تزکیہ نفس اور تہذیب قلوب کے لئے اکسیر ہیں۔

احباب سے ملنا ملانا، اور جلسہ سالانہ پر خصوصیت سے آنا ایک قوت تبدیلی اور اصلاح نفس کی پیدا کرتا ہے۔ اور انسان ان برکات کا حصہ دار ہوتا ہے، جو اجتماع سے مخصوص ہیں۔ پس ہر احمدی کو جہاں کہیں وہ ہے اور جس حال میں ہے اس جلسہ پر آنا چاہیئے اور اپنے ساتھ اپنے غیر احمدی رشتہ داروں، دوستوں اور واقفوں کو بھی لانا چاہیئے تاکہ وہ معلوم کریں کہ جو کچھ وہ ہمارے خلاف باتیں سنتے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے۔ ایسا ہی ان بچھڑے ہوئے بھائیوں کو بھی ساتھ لانا چاہیئے جو کسی حالت مجبوری یا کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر الگ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ اور کوئی عذر اور کوئی روک آپ کے لئے روک نہ ہو، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، کون جانتا ہے کہ اسے اگلے سال تک زندہ رہنے کا موقعہ ملے گا یا نہیں۔

آخر میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے کہ آپ اس جلسہ سالانہ میں شامل ہوں اور اس کے فیوض سے بہرہ مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا یہ سفر آپ کو مبارک کرے اور آپ کی قربانی قبول فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

## خواتینِ سلسلہ

اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں سالانہ جلسہ میں شریک ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ ایک زندہ اور فعال جماعت کی خواتین ہیں۔

(ادارہ)

اے فیبر قیصر
ابن رحیم

# تحریکِ احمدیّت ـــــ ایک مغربی فلاسفر و سکالر کی نظر میں

ایک معروف مغربی فلاسفر و سکالر مسٹر اے فیبر قیصر نے حال ہی میں ایک محققانہ تاریخی کتاب "وفاتِ مسیح علیہ السلام در کشمیر" (JESUS DIED IN KASHMIR) "حضرت مسیح نے کشمیر میں وفات پائی" لکھی ہے جس کا انگریزی ترجمہ لندن کی ایک فرم سفیر بکس لمیٹڈ نے طبع کیا ہے۔

مسٹر قیصر نے اس کتاب کی تمہید میں لکھا ہے کہ میری یہ کتاب کسی قسم کا احمدی کتابچہ یا ٹریکٹ نہیں ہے اور نہ اس کا تعلق کسی فرقہ، گروہ یا تحریک سے ہے۔ بلکہ مختلف امور و معاملات کی تحقیق و تدقیق کے سلسلہ میں یہ محض میری ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس تالیف سے حضرت یسوع مسیحؑ کی زندگی کے بعض سربستہ راز پہلوؤں پر روشنی پڑے گی۔

دراصل یہ کتاب کسی مغربی فلاسفر و سکالر کی طرف سے موضوع ہذا پر پہلی مفصل آزادانہ تحقیق ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ تختۂ صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور یہ کہ صلیب دیئے جانے کے بعد آپ ہندوستان چلے گئے۔ اور اپنی طبعی موت کے بعد سری نگر (کشمیر) محلہ خانیار میں دفن ہوئے۔

یُوں تو مسٹر قیصر نے اس قسم کی باتیں پہلے بھی سُن رکھی تھیں۔ آپ ان کو محض افواہیں یا موشگافیاں قرار دیتے رہے۔ اس لئے اُنہوں نے ان پر کوئی کان نہ دھرا۔ لیکن جب ہسپانیہ سے آپ کو حضرت مسیحؑ کے مذکورہ مقبرہ کی تصویر ملی اور پھر ۱۹۷۳ء میں آپ نے ایک جرمن رسالہ سٹرن (STERN) میں ایک مضمون پڑھا جس میں حضرت مسیحؑ کے تختۂ صلیب سے زندہ اُتارے جانے کے بعد سفر ہند و وفات در کشمیر اور وہیں پر دفن ہونے کا ذکر تھا۔ اور اس انکشاف سے عیسائی دُنیا کو جن مذہبی مسائل کے ساتھ واسطہ پڑنا تھا ان پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی تھی۔ تو اس سے موضوع پیشِ نظر پر ان کی توجہ مبذول ہوئی اور اپنی تحقیق و جستجو کا آغاز کیا۔

اُنہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ کشمیر بھر کی سیاحت کی اور تاریخی مقامات دیکھے۔ وہاں سے ان کو اپنی تحقیق کے باب میں مفید مطلب مواد ملا اور اس موضوع پر بہت سی تاریخی اور مستند معلومات حاصل ہوئیں۔

بانیٔ تحریکِ احمدیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے ۱۸۸۹ء میں جب اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" لکھی اور جب خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لاء نے ۱۹۵۲ء میں اپنی بلند پایہ محققانہ تالیف "جیسس اِن ہیون اون ارتھ" JESUS IN HEAVEN ON EARTH) شائع کی تو اس وقت عام طور پر کسی کو پتہ نہ تھا کہ ٹیورن کے شہر میں جو کفن محفوظ ہے وہ حضرت مسیحؑ کا کفن ہے جو صلیب پر سے اتارے جانے کے بعد ان پر دیا گیا تھا۔

جرمنی کے ڈاکٹر کرٹ برنا نے "کفنِ مسیح" اور "یسوع مسیح صلیبی موت نہیں مرے"، نامی دو کتابیں شائع کیں تو مغربی دُنیا بالخصوص عیسائی حلقوں میں تہلکہ مچ گیا اور بحث و تمحیص اور غور و فکر کا ایک دلچسپ موضوع چھڑ گیا۔ طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ اخباروں میں مضامین نکلنا شروع ہوئے۔ جن کا مرکزی موضوع یہ تھا کہ کیا حضرت مسیحؑ کو تختۂ صلیب سے واقعی زندہ حالت میں اتارا گیا تھا۔ اگر حضرت مسیحؑ کی نبض چل رہی تھی، اور اس حالت میں ان کو ایک گمنام مقبرہ میں لے جا کر دفن کر دیا گیا تھا اور ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی گئی تھی اور وہ زخم مندمل بھی ہو گئے تھے اور حضرت مسیح صحت یاب ہو گئے تھے تو بعد ازاں حضرت مسیحؑ پر کیا گذری؟ کہاں رہے؟ کہاں گذر بسر کی اور کیا کیا؟

مسٹر قیصر مذکورہ بالا اپنی تاریخی کتاب میں ان جملہ سوالات کا مدلّل، مفصّل اور مبسوط جواب دیتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصری کی زندگی کے اس حصہ پر یہ ایک دلچسپ کتاب ہے اور موجودہ لٹریچر میں ایک نہایت قابلِ قدر اضافہ ہے۔

اس کتاب کے ساتویں باب میں تحریکِ احمدیت کی سرگرمیوں پر ایک بے لاگ تبصرہ بھی شامل ہے جس کا اُردو ترجمہ قارئین کی ضیافت کے لئے پیش کیا جاتا ہے:-

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۸۸ء میں قادیان میں احمدیہ تحریک کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ آپ نے اعلان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ:-

"جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کی راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔"

اور اس کے متعلق اپنا الہام بھی شائع کیا:-

" فاذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔"

یعنی خدا پر توکل کر اور ہماری آنکھوں کے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر۔"

یہ بیعت ایسی نہ تھی جیسے عام طور پر صوفیوں میں مروج ہے بلکہ اس کی غرض اسلام کی حفاظت اور اسلام کی تبلیغ تھی، اور دینِ اسلام سے ایک ایسا تعلق پیدا کرنا جو تمام دیگر تعلقات سے بلند تر ہو۔ چنانچہ ان کی شرائط بیعت میں سے ایک شرط یہ ہے:-

" یہ کہ دین کی ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔"

اس اعلان سے بہت سے لوگ آپ کی بیعت میں داخل ہونا شروع ہوئے اور یوں ایک جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ تاہم اس جماعت کا نام ـــــ جماعت احمدیہ ـــــ اعلان بیعت سے تقریباً دس بارہ سال بعد رکھا گیا۔

چنانچہ حضرت بانیٔ تحریک نے ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو ایک اعلان اس تحریک کے نام سے شائع کیا کہ:-

" وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے، جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔ اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمدؐ جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے، جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا، اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلعم دنیا میں صلح اور آشتی پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دونوں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلعم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمدؐ کا ظہور ہوا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ مگر یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام "فرقہ احمدیہ" رکھا جائے۔"

اسم احمد تعلیمات نبویؐ کے حسن کو ظاہر کرنے کا نام ہے۔ اور مسلمانوں کے سامنے ان کی ترقی کے رستے کھول دینے کا نام ہے اور اس صلح و آشتی کا نام ہے جو تعلیمات نبوی صلعم کے زیر اثر اطراف و اکناف عالم میں پھیلی اور قائم ہو گئی۔ یہ دو نام محمد اور احمد اسلام کے دو پہلوؤں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ فرماتے ہیں آخری زمانہ میں جمالی نام اور جمالی طریق سے اسلام ترقی کرے گا اور سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ لہذا حضرت بانیٔ تحریک احمدیہ کے پیش نظر مقصد اسلام کی روحانی تعلیمات کے ذریعہ دنیا بھر میں صلح و آشتی کا پیدا کرنا تھا۔ اور ان کا ایمان تھا کہ صرف اور صرف اسلام کی یہ روحانی تعلیمات ہی ہیں جن کے ذریعہ بنی نوع انسان کے قلب و نظر کا ٹوٹا ہوا چین و قرار اسے دوبارہ نصیب ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح اس پریشان حال انسان کی مدد کی جا سکتی ہے۔ تا وہ دوسرے بھائی بندوں کے ساتھ پُرامن زندگی گذار سکے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھ سکے۔

چنانچہ احمدیہ تحریک کا پیغام اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے پیغام ہے کہ یہ تحریک مسلمانوں کو توجہ دلاتی ہے کہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو زبردست روحانی قوتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو ودیعت کی ہیں۔ ان دو قوتوں کے ذریعہ سے ہی وہ دنیا پر غالب آسکتے ہیں۔ پھر یہ تحریک غیر مسلموں بالخصوص مغربی دنیا کے لئے بھی پیغام ہے جو کہ تہذیب میں ترقی کرنے کے ساتھ ساتھ مادیت کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گری ہے اور قلب و نظر کا سکون برباد کر چکی ہے۔ مغربیوں کے لئے احمدیت اس رنگ میں پیغام ہے کہ ان کو یہ کہتی ہے کہ بنی نوع انسان اگر صلح و آشتی اور چین و قرار کی تلاش ہے تو یہ صرف اور صرف اسلام کی روحانی قوت کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے ورنہ کسی صورت ناممکن ہے۔

اس تحریک کی توجہ روز اوّل سے ہی تعلیمات قرآنیہ اور ارشادات نبوی کی تعلیم و تبلیغ اور مغرب میں اشاعت اسلام پر مرکوز رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> "میری صلاح یہ ہے کہ عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں (ایشیا اور یورپ)
> میں بھیجی جائیں اور اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں
> چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے
> پاس بھیجی جائے۔"

آپ کا ایمان تھا کہ قرآن کریم دنیا میں سب سے بڑی روحانی قوت ہے اور کہ اس کے ذریعہ نہ صرف مسلمانوں میں بیداری پیدا کی جا سکتی ہے بلکہ مغربی دنیا کے مادی طرز فکر کو بھی بدلا جا سکتا ہے۔ انہوں نے امام زمان ہونے کا دعویٰ کیا اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ان کے متبعین صداقت قرآنیہ کو دنیا میں عام کریں۔ ان تعلیمات میں مرور زمانہ سے جو غلطیاں اور غلط فہمیاں راہ پا گئی ہیں ان کو دور کریں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تصویر جو غیر مذہبوں نے اور اپنوں نے غلط رنگ میں لوگوں کے سامنے رکھی، صحیح حال میں پیش کریں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تو حضرت مولانا حکیم نور الدینؒ تحریک کے سربراہ مقرر ہوئے۔ جنہوں نے مارچ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ مولانا نور الدینؒ کی سربراہی میں تحریک نے بیش از بیش ترقی پائی۔ خصوصاً مسلم طبقہ میں بے حد مقبول ہوئی۔ اگرچہ تحریک کے ٹوٹنے کا کوئی ظاہر نشان دکھائی نہ دیتا تھا تاہم زیر زمین کشیدگیاں ضرور تھیں۔ اور یہ حضرت مولانا حکیم نور الدین کی شخصیت کی ہی قوت تھی جو انہیں ابھرنے اور ظاہر و باہر نہ ہونے دیتی تھی۔

اصل بات جس پر اختلاف تھا یہ تھی کہ آیا وہ لوگ جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی نہ مانتے، ان کو کافر سمجھا جائے یا نہ۔ یہی وہ امر تھا جس کی وجہ سے یہ تحریک حکیم نور الدینؒ کی وفات کے بعد دو حصوں میں بٹ گئی۔ وہ لوگ جو سمجھتے تھے کہ حضرت بانیٔ تحریک نبی نہ تھے (اور انہوں نے نبی ہونے کا دعوےٰ بھی نہیں کیا تھا) قادیان

۴۴ کی مرکزی جماعت سے الگ ہو کر لاہور چلے گئے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی۔ وہ تحریک کے بنیادی مقصد تبلیغ اسلام کو سامنے رکھتے ہوئے، اور بنی نوع انسان کی روحانی بیداری کے کام میں مصروف ہیں۔ تعلیمات قرآنیہ اور ارشادات نبوی کی اشاعت کر رہے ہیں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کر رہے ہیں۔

# خوش آمدید

## اے مہمانانِ جلسۂ سالانہ!

منتظمین اور کارکنانِ جلسہ سالانہ اپنے گرامی قدر مہمانوں کا خیر مقدم کرنے کے لئے ابھی سے چشم براہ بیٹھے ہیں اور آپ کے قیام و طعام کا خاطر خواہ اور اطمینان بخش انتظام کرنے میں شب و روز مصروف ہیں۔ ہمارا یہ جلسہ ایک نہایت ہی مبارک روحانی اجتماع ہوتا ہے جس میں ہمہ وقت اللہ اور اس کے رسول صلعم کی باتیں ہوتی ہیں اور اسلام کو ادیانِ عالم پر غالب کرنے اور اسے اکنافِ عالم میں پھیلانے کے منصوبے تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ اجتماع ہمیں ہر سال باہم تعلقاتِ اخوت کو مضبوط تر کرنے کے نادر مواقع فراہم کرتا ہے۔ آپ جس قدر کثرت سے اس جلسہ میں شرکت فرمائیں گے۔ اسی قدر ہمیں زیادہ خوشی ہو گی ہمیں امید ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے آپ سفر کی صعوبت ضرور برداشت کریں گے اور جوق در جوق اس مبارک اجتماع میں تشریف لائیں گے۔

جلسہ میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اسلئے آپ سے استدعا کی جاتی ہے کہ آپ اجتماعی اور انفرادی طور پر اپنی تشریف آوری کی اطلاع مہتمم جلسہ سالانہ کو جلد از جلد ارسال فرمائیں۔ تاکہ آپ کے قیام کا آپ کے مناسبِ حال انتظام کیا جا سکے۔ اور جب آپ تشریف لائیں تو آپکو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ شکریہ۔ والسّلام

خاکسار: بشارت احمد بقا۔ نائب افسر جلسہ سالانہ

مکرم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایم۔ ایس سی

# بہرِ خدا کچھ تو انصاف کیجئے

قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے کہ :۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے۔ انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو" (المائدۃ ۵ : ۸)

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے "علما" اور "قائدین اسلام" کسی موضوع پر اظہار خیال کی خاطر جب اپنا قلم اٹھاتے ہیں تو ہمارے ساتھ دشمنی اور بغض کی وجہ سے قرآن کریم کے ان احکامات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم کی ذات اقدس کو بلا ضرورت و بلا جواز اپنی تنقید کا نشانہ بنا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی قرآن فہمی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔

ماہنامہ "ترجمان الحدیث" کے ماہ نومبر کے شمارہ میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی "قرآن فہمی کے اسباب اور اس کا حل" کے عنوان کے تحت صفحہ ۱۸ پر حضرت سید احمد بریلوی کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"انگریز کو اس جماعت سے سخت خطرہ لاحق تھا...... انگریز نے اس مشکل کا حل یہ سوچا کہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کر کے انہیں باہم دست و گریبان کر دیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انگریز بہادر کی نظر انتخاب دو آدمیوں پر پڑی۔ پہلی شخصیت مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی ۱۳۲۶ھ) تھا۔ جس نے خود نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی الگ امت تیار کی۔ یہ باقی تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے" دوسری شخصیت احمد رضا خان بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) تھے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے متعلق تو مولانا شاہ احمد نورانی ہی کچھ بتا سکیں گے۔ ہم یہاں حضرت مرزا صاحب پر جو مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے الزامات لگائے ہیں ان کا جواب تو لوی صاحب موصوف کی قرآن فہمی اور تاریخ دانی کی روشنی میں دینے پر اکتفا کریں گے۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے انگریز کی نظر حضرت مرزا صاحب پر پڑی۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے انتخاب سے پہلے سارے مسلمان باہم شیر و شکر اور ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ ان میں فرقہ واریت نام کو نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے کی محبت میں سرشار تھے اور ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے۔ ایک کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تو درد سے سب ہی تڑپ اٹھتے تھے۔ لیکن مرزا صاحب نے انگریز کے اشارے پر یہ ستم ڈھایا کہ ان میں افتراق و انتشار پیدا کر کے بھائی کو بھائی سے لڑا دیا۔ مگر دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔ تاریخ تو بتاتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے دیوبندی۔ بریلوی۔ وہابی۔ چکڑالوی۔ نیچری، اور شیعہ وغیرہ سارے فرقے موجود تھے اور بحث مباحثے۔ مناظرے۔ سر پھٹول اور تکفیر بازی زوروں پر تھی۔ چنانچہ خود ہی صفحہ ۱۹ پر ارشاد فرماتے ہیں :۔

"انگریز کی چال بہت کامیاب رہی۔ دیوبندی اور بریلوی حضرات میں بحث مباحثے، مناظرے، سر پھٹول اور تکفیر بازی شروع ہو گئی (یہ حضرت مرزا صاحب کے پیرو تو نہ تھے۔ ناقل) بریلوی حضرات جماعت اہل حدیث کو جن میں سے اکثر شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک کے کارکن تھے وہابی کہتے ہی تھے اب دیوبندیوں کو بھی وہابی کہنا شروع کر دیا۔ گویا ہندوستان کے تقریباً تمام مسلمان تفرقہ بازی۔ انتشار اور آپ کی تکفیر (احمد رضا خان۔ ناقل) کا نشانہ بن کر رہ گئے"

ہم مولوی صاحب موصوف کو یاد دلاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتوےٰ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اہل حدیث کے سرکردہ عالم اور قائد تھے سب سے پہلے تیار کیا اور اس پر ہندوستان کے سوائے چند ایک کے تمام علماء کے دستخط کرا کر شائع کیا۔ ہم مولوی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی کوئی ایسی تحریر۔ اشتہار یا کتاب پیش کریں جس میں انہوں نے یہ لکھا ہو کہ "میں نبی ہوں اور میرا نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" لیکن وہ ہرگز کوئی ایسی تحریر پیش نہ کر سکیں گے۔ اس کے برعکس آپ اس الزام کے جواب میں کہ آپ نے کروڑوں مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اپنی آخری ایام کی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۲۰ پر فرماتے ہیں :۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے ۲۰ کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے۔ ...... اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک ایک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کے فتوےٰ کفر سے پہلے ان کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوےٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو پیش کریں ورنہ خود ہی سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر جھوٹ خیانت اور خلاف واقع تہمت کس قدر دل آزار ہے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے؟"

ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین۔ یہ چیلنج حضرت صاحب کی طرف سے آج بھی جوں کا توں ہے اور جواب کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ہے کوئی جو میدان میں آنے کی جرأت کرے؟

یہ تھے کرم اور نظرِ انتخاب مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ مولوی نذیر حسین دہلوی۔ مولوی عبدالجبار غزنوی۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے والے۔ مولوی محمد بشیر بھوپالی۔ مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہم پر پڑی نہ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر۔ یہی لوگ مسلمانوں میں انتشار و افتراق کا باعث اور انگریزوں کے لئے تقویت کا موجب ہوئے انہیں قرآن کریم کی یہ آیت بھول ہی گئی :۔

"ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا" (النساء ۴ : ۱۱۲)

اور جو شخص خود قصور یا گناہ کرے اور پھر ایک بے گناہ پر اس کی تہمت لگائے یقیناً وہ اپنے اوپر بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ لیتا ہے"

وہ لوگ جنہوں نے خود کفر کا فتوےٰ لگا کر ایک بے گناہ انسان پر یہ الزام لگایا کہ اس نے کروڑوں کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا اور اس طرح مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا وہ اس الزام کا بوجھ اپنے سر پر لئے خدا کے حضور ضرور جوابدہ ہوں گے۔

ہم حضرت مرزا صاحب کو تکفیر بازی کا الزام دینے والوں کی توجہ آپ کے ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء کو شائع ہونے والے ایک "اشتہار قطعی فیصلہ کے لئے" کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اس میں آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی عبدالجبار غزنوی۔ مولوی عبدالحق غزنوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ لوگ دعا کریں کہ اگر آپ لوگ سچے ہیں تو آپ لوگوں کی تائید میں اللہ تعالیٰ کوئی زبردست نشان ایک سال کے اندر ظاہر کرے اور میں بالمقابل یہ دعا کروں گا کہ اگر میں سچا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری تائید میں ایک سال کے اندر کوئی زبردست نشان ظاہر کرے۔

"میں چاہتا ہوں کہ اس طریق سے یہ روز کے جھگڑے طے ہوں اور ہم سب متفق ہو کر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں۔"

اسی پر آپ نے اکتفا نہ کیا بلکہ اسی اشتہار میں آپ نے امرتسر و لاہور کے مسلمان اکابر سے اپیل کی کہ خدا کے لئے اٹھو اور انصاف سے فیصلہ کر دو اور ہمارے آپس کے جھگڑوں کو

طے کر کے اسلام اور مسلمانوں پر رحم کرو اور اتحاد اور اتفاق کی بنیاد ڈالو۔" لیکن کسی کے دل میں درد پیدا نہ ہوا۔ اس میدانِ آزمائش میں کسی کو اترنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ خدا کے شیر جب میدانِ کارزار میں گرجتے ہیں تو زمین و آسمان پر بھی ایک لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ عاجز انسان اس کے مقابلہ میں کیسے آ سکتے ہیں۔

یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو حضرت مرزا صاحب نے جمعہ کی تعطیل کے لئے وائسرائے ہند لارڈ ایلگن دوم کی خدمت میں ایک میموریل ارسال کیا جس میں بہت سے وجوہات دیں لیکن ان علماء نے جنہیں آج مسلمانوں کے ہیرو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اس کی اس لئے مخالفت کی کہ کہیں اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی کرانے کی درخواست کرنے سے انگریز آقائے نامدار کی جبینِ پر شکوہ پر شکن نہ پڑ جائیں۔ مگر الزام حضرت مرزا صاحب پر دیا جاتا ہے کہ انگریز نے اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے انہیں منتخب کیا۔

## قرآن فہمی

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کو قرآن فہمی کا بڑا دعوےٰ ہے۔ وہ قرآن نا فہمی کے اسباب بیان کر کے ان کا حل بھی تحریر کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمارا ان سے ایک سوال ہے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب اور جناب احمد رضا خان صاحب کے متعلق لفظ "متوفی" استعمال کیا ہے یعنی وفات شدہ اور ظاہر ہے کہ دونوں حضرات فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبریں بھی موجود ہیں لیکن یہی لفظ قرآن میں جب حضرت عیسٰےؑ کے متعلق "متوفیک" یا "توفیتنی" کی صورت میں استعمال ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰےؑ زندہ ہیں اور آسمان پر ہیں۔ اس سے یا تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب اور جناب احمد رضا خان صاحب دونوں زندہ ہیں اور با جسادِ عنصری آسمان پر ہیں اور پھر کبھی نازل ہوں گے اور یا یہ سمجھا جائے کہ اگر وہ دونوں فوت ہو چکے ہیں اور یقیناً ہو چکے ہیں تو اسی "لفظ" کے مطابق حضرت عیسٰےؑ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ مولوی صاحب اپنی قرآن فہمی کے بل بوتے پر اس لفظ کے دو متضاد معنوں میں کیسے تطابق پیدا کر سکتے اور ہماری اس اُلجھن کو حل کر سکتے ہیں۔

## حضرت مرزا صاحب کی خدمتِ قرآن

حضرت مرزا صاحب کو قرآن کریم سے کس قدر عشق تھا۔ وہ آپ کے ان فارسی اور اُردو کے اشعار سے ظاہر ہے:—

(۱) جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

(۲) جس قدر خوبیاں ہیں قرآن میں
کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ۔ (عیسائیوں سے خطاب ہیں)

(۳) اے عزیزو سُنو کہ بے قرآں + حق کو ملتا نہیں کبھی انساں

(۴) ہے یہ فرقاں میں عجیب اثر + کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر

(۵) نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

(۶) قرآن کتاب رحمٰن سکھلائے راہ عرفان
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضان

(۷) قرآن خدا نما ہے۔ خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

(۸) ہست فرقانِ مبارک از خدا طیب شجر
نونہال و نیک بود و سایہ دار و پُر از ثمر

(۹) از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ + بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

(۱۰) ز عشاقِ فرقان و پیغمبریم + بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

(۱۱) آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست + بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

ہمارے پاس بیسیوں اشعار ایسے ہیں جن میں قرآن کریم اور اس سے عشق کا اظہار کیا گیا ہے یہ عشق محض زبانی نہیں تھا بلکہ یہ عمل میں بھی ظاہر ہوا۔ آپ نے قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے اپنی جماعت کو عربی زبان سیکھنے کی نصیحت کی۔ عربی زبان کو ام الالسنہ اور کامل زبان ثابت کرنے کے لئے کتاب منن الرحمان تصنیف کی۔ اور تحقیق سے ثابت کیا کہ یہی وہ پہلی زبان ہے جو انسان کو سکھائی گئی اور اسی سے دوسری زبانوں نے جنم لیا۔ عربی اور دینیات کی تعلیم کے لئے ۱۹۰۵ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام کی ایک علیحدہ شاخ قائم کی۔ قرآن کریم کا درس جاری کیا جس میں ہر عمر کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ اور اس کی تفسیر اُردو اور انگریزی زبان میں لکھنے کی خواہش ظاہر کی جو بیان القرآن کی صورت میں حضرت مولانا محمد علی رح صاحب نے پوری کی۔ آج ہر ملک میں اس کی مانگ ہے۔

آج ہر مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے درسِ قرآن کی آواز سنائی دیتی ہے۔ لیکن اسے قادیان میں سب سے پہلے جاری کرنے کا سہرا حضرت مرزا صاحب کے سر ہے کیونکہ مولوی صاحب مذکور خود اس کے معترف ہیں کہ:۔

"آپ کسی بھی دینی مدرسہ کے نصاب تعلیم پر نظر ڈالئے آپ دیکھیں گے کہ قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی نوبت سب سے آخری سال آتی ہے۔ ...... پہلے سالوں میں علی الترتیب صرف۔ نحو۔ منطق۔ ادب اور فقہ وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں ......... اور آخری سال قرآن کریم کی تعلیم کے لئے مختص کیا جاتا ہے۔"

قرآن کریم جسے بحیثیت آخری الہامی کتاب ہونے کے انسان کے ایجاد کردہ علوم پر اولیت، فوقیت اور افضلیت دینی چاہیئے تھی۔ اُسے سب سے آخر میں رکھا جاتا تھا اور رکھا جاتا ہے۔ اس کا سہرا بھی حضرت مرزا صاحب کے سر بندھتا ہے کہ آپ نے "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" (القمر) کے تحت قرآن کریم کو انسانی علوم پر وہ ترجیح دی جو اس کا حق تھا اور اسے طاقچوں سے نکال کر لوگوں کے ہاتھ میں دیا۔ ایسے تاریخی حقائق پر ضد اور تعصب کا گرد و غبار ڈالنے سے بات نہیں بنے گی۔ آج جو نظام مصطفٰےؐ اور اسلامی نظام نافذ کرنے کے نعرے لگائے جا رہے ہیں یہ بھی قادیان سے ہی اٹھنے والی آواز کی صدائے بازگشت ہے۔ آج سے پچاسی سال قبل ۱۸۹۳ء میں وہاں سے یہ آواز بلند ہوئی ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے + کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا + نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے + اے سونے والو جاگو شمس الضحٰی یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا + اب آسمان کے نیچے دینِ خدا یہی ہے
اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج + پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

بنا بیفنہ اسلام آں جواں مرد نیست
کہ خوں بدل ز پئے دینِ مصطفٰےؐ باشد

لیکن یہ اسلام اور دینِ قرآن کریم کا پیش کردہ زندہ اسلام ہے جس کی عملی تفسیر بھی ہمیں سنتِ رسول مقبول صلعم اور آپ کی حیات طیبہ میں ملتی ہے جو "ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین" کا کامل عملی نمونہ تھی۔ وہاں نہ عہدوں کی خواہش تھی نہ کرسیوں کی۔ نہ اقتدار کی آرزو تھی اور نہ کرسی کے لئے تڑپ۔ نہ انتخاب کی فکر تھی اور نہ اکثریت کا غم۔ اور اگر دن رات کوئی غم تھا تو یہی کہ ارباب متفرقوں کی پرستش مٹ جائے اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف لوٹ آئے۔

بروئے یاد کہ ہرگز نہ دتبئے خواہم + مگر اعانتِ اسلام مدعا باشد

## حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی جماعت مجاہدین

تاریخی واقعات کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہوئے مولوی عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں:۔

"انگریز کو اس جماعت سے سخت خطرہ لاحق تھا"

مولوی صاحب نے یا تو تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا لکھا ہے اور یا واقعات کو توڑ موڑ کر پیش کر کے حضرت مرزا صاحب کو انگریز نوازی کا الزام دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس کے فوراً بعد ہی وہ ان کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کے ایماء پر دعوےٰ نبوت کیا اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کیا۔

تاریخ پر نظر ڈالنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۰۹ء میں انگریزوں اور رنجیت سنگھ کے درمیان عہد نامہ امرتسر تک انگریزوں کا اثر و رسوخ دریائے ستلج تک پہنچ چکا تھا، اور بالاکوٹ میں حضرت سید احمد بریلویؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی شہادت کے واقعہ تک رنجیت سنگھ کی سلطنت ضلع ہزارہ تک پھیل چکی تھی۔ اور ہزارہ میں ہی سکھوں کے ساتھ مقابلہ میں یہ دونوں قائدین جماعت مجاہدین

شہید ہوئے۔ انگریز دریائے ستلج تک پہنچ آیا لیکن یہ دونوں قائدین انگریز کا مقابلہ کرنے کے بجائے پنجاب کو چھوڑ کر سرحد میں جا پہنچے اور وہاں سکھوں سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اور اس طرح سکھوں کی قوت کو کمزور کر کے انگریز کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شہادت کے بعد سری ہارڈنگ کے دور میں ۱۸۸۵ء میں انگریزوں نے سکھوں کے خلاف لڑائی کی ابتداء کی اور آہستہ آہستہ سکھ تسلط کو پنجاب سے ختم کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ انگریز کے خلاف جہاد کر کے ان کو پنجاب اور سرحد کی طرف بڑھنے سے روکا جاتا۔ مگر جماعت مجاہدین نے انگریزوں کے مقابلے میں سکھوں کے خلاف مجاہدین نے جنہیں اب وہابی کہا جاتا ہے ہندوکش ستھانہ کے مقام کو اپنا مرکز بنایا۔ جہاں سے انہیں ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے نکال دیا۔ انہوں نے اسی سلسلہ کوہ کی ایک بستی ملکا کو اپنا مرکز بنایا۔ اور اپنی قوت مجتمع کرنا شروع کی۔ انکی بھرتی کا مرکز پٹنہ تھا ۱۸۶۴ء میں ان کی ایک شورش کے بعد ان کی اس بستی ملکا کو بھی تباہ کر دیا گیا۔

۱۸۶۸ء وائسرائے ہند سر جان لارنس نے ان کی رہی سہی طاقت کو بھی ختم کر دیا۔ ۱۸۶۷ء میں حضرت مرزا صاحب کی عمر تقریباً ۳۱ سال تھی۔ آپ نے دعوئ مجددیت کا اعلان ۱۸۸۵ء میں اور دعوئ مسیحیت کا اعلان ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو کیا۔ یعنی ان وہابی مجاہدین کی طاقت ختم ہونے کے علی الترتیب ۱۸ اور ۲۴ سال بعد۔ جب انگریز اپنے خلاف تمام طاقتوں کو ختم کرنے کے بعد سرحد تک جا پہنچا تھا تو اسے اور کونسا خطرہ باقی رہ گیا تھا کہ اس نے مسلمانوں میں افتراق و انتشار ڈالنے اور ان کی قوت کو ختم کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کو چُنا۔

بفرض محال اگر یہ خلاف واقعہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو آپ کی وفات تک صرف تین لاکھ کے قریب مرد، عورتیں اور بچے آپ کی جماعت میں شامل تھے باقی ۹ کروڑ ستر لاکھ مسلمان برصغیر میں موجود تھے آخر وہ کیوں خاموش رہے۔ ان میں اگر باہمی مودت اور اخوت تھی اور ایک ہی لڑی میں منسلک تھے تو پھر کیوں اپنی طاقت اور قوت مجتمع کر کے انگریز کو بزور شمشیر ہندوستان سے نہیں نکال دیا۔

حضرت مرزا صاحب نے دعوئے مجددیت لارڈ دفرن کے دور میں کیا اور آپ کی وفات لارڈ منٹو دوم کے زمانہ میں ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ ہم مولوی عبدالرحمٰن کیلانی کو چیلنج کرتے ہیں کہ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۸ء تک یا اس کے بعد اب تک کوئی ایسی مثال پیش کریں کہ مسلمانوں نے انگریز کے خلاف تلوار اٹھائی ہو اور حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو حکم دیا ہو کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں یا مسلمانوں کے بجائے انگریز کی مدد کریں۔

اس کے برعکس قریب ترین تاریخ یہ بتاتی ہے کہ تحریک پاکستان میں احمدی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر پیش پیش رہے۔ اور جو لوگ آج کرسئ اقتدار پر رونق افروز ہیں انہوں نے قائداعظم اور تحریک پاکستان کی شدید مخالفت کی۔ لوگوں کو دھوکا دیا جا سکتا اور واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ قرآن فہمی کا دعویٰ کرتے اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں انہیں "اتقوا اللہ" کی رعایت بھی ضرور کرنی چاہیئے۔

# جلسہ سالانہ کے متعلق حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خواہش

## ذکرِ الٰہی کے تین دِن

سالانہ جلسہ ایک ایسا موقع ہے جو اگرچہ صرف تین دن کا اجتماع ہے۔ لیکن اس میں ایک ایسا زبردست ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بہت سے بُرے اثرات کو دور کر کے دلوں پر ایک ایسا نقش کر دیتا ہے جو بعد میں تھوڑی سی توجہ سے سارا سال قائم رہتا ہے۔

ہمارا سالانہ اجتماع عام اجتماعوں کی طرح نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے یہ تین دن ایک طرح پر صبح سے شام اور شام سے صبح تک ذکرِ الٰہی کے دِن بن جاتے ہیں لیکچرار تقریریں کرتے ہیں تو ان کی غرض صرف قرآن کی عظمت۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت۔ اسلام کی عظمت کا دِلوں پر نقش کرنا ہے۔.... کوئی رپورٹ ہو تو اس میں بھی یہی بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ عظیم الشان کام جو ہمارے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دِلی تڑپ تھی یعنی کلمۂ حق کا دُنیا میں پہنچنا ہے۔ اس میں ہم نے اب تک کیا کچھ کیا ہے۔ اور آئندہ کیا کچھ کرنا ہے۔ باہم دوستوں کی میل مُلاقات تو اس میں بھی یہی ذکر ہے۔ دن ہے تو مسجد میں سب اکٹھے ہو کر خُدا کے سامنے گر رہے ہیں، رات ہے تو اپنی اپنی جگہ گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ دینِ اسلام کا بول بالا کر دے۔ غرض سارے مجمع پر ذکرِ الٰہی کا ایک ایسا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ جو کسی دوسرے مجمع میں نظر نہیں آتا۔ اس پاکیزہ مجمع میں آپ کے بچے آئیں گے۔ تو یقین رکھئے کہ وہ ایک نہایت نیک اثر لے کر جائیں گے اور مادہ پرستی اور دہریت کی اس زہریلی ہوا کے لئے جس کے اندر انہیں سال بھر رہنا پڑا ہے یہ ایک نہایت مؤثر تریاق ہے۔

مَیں یہ بھی چاہتا ہوں۔ کہ اس جلسہ کے موقع پر نوجوانوں کو خاص طور پر بھی مخاطب کروں اور ان کے سامنے ایک ایسا لائحہ عمل رکھوں جس سے وہ اپنے آپ کو خود اپنے لئے۔ اپنے والدین کے لئے۔ اپنے عزیز و اقربا کے لئے۔ اپنی قوم کے لئے۔ مخلوق خُدا کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکیں۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ جلسہ سالانہ کے اس موقع پر بارہ سال کے اوپر کے سب نوجوانوں کو شامل کیا جائے ÷

از ابوالحسین گوہر کانی

# مسلمانانِ پاکستان کی خدمت میں

## ایک دردمندانہ اپیل

عنوان بالا کے تحت ایک مضمون ۱۵؍نومبر ۱۹۷۸ء کے پیغامِ صلح میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جس میں قرآن مجید۔ احادیث اور فقہ کی رُو سے مسلمان کی تعریف بیان کی گئی ہے ایک خداترس کے لئے یہی کافی ہے! لیکن اگر کسی غلط فہمی کی وجہ سے کوئی اور تعریف سمجھتا تھا تو اس سے رجوع کرنے یہی چیز اس کی دنیا و آخرت کے لئے بہترین زادِ راہ ہے۔ لیکن جب کسی نظریئے کی بنیاد ارشادِ ربانی سے ہٹ کر ذاتی اغراض پر مبنی ہو تو پھر ایسے آدمی کی مثال ایسے شخص کی طرح ہے جو جان بوجھ کر حق سے اعراض کر کے اپنی گردن پر ایک بھاری بوجھ ڈال رہا ہوتا ہے۔ یہ اسی وقت ہوتا ہے جب وہ دنیاوی فوائد کو دینی احکام پر ترجیح دے۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی اُمت کے بعض افراد کے اعمال کو دیکھ کر یہ کہیں گے:۔

"وقال الرسول یا ربّ انّ قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً۔" (الفرقان۔ ۳۰)

اور رسول یہ کہے گا کہ میری اس قوم نے قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ یعنی آپ کے ارشاد کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ معلوم ہوا قیامت والے دن حضور اپنی امت کے بعض افراد جو کہ ارشاد باری تعالےٰ سے انحراف کریں گے خود ساختہ باتیں خدا و رسول کی طرف منسوب کریں گے۔ آپ ان سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے۔

کیا آج مسلمانوں نے قرآن مجید کو نہیں چھوڑا؟ اللہ تعالےٰ فرماتے۔ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمناً (النساء۔ ۹۴) کہ کبھی اس شخص کو اسلام یا مسلمان کے علاوہ کوئی نام نہ دینا جو اپنے آپ کو مسلمان کہے! اور ہم اتنے "ہمدرد" ہیں اتنے "خیرخواہ" ہیں۔ اسلام کے، کہ خود اپنی طرف سے ایک تعریف گھڑتے ہیں اور اس کا نام رکھتے ہیں کہ یہ "حقیقی" اور "جامع" اسلام کی تعریف ہے۔

سوال یہ ہے کہ آپ کو کس نے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ تدریجی مراحل طے کر کے ایک تعریف اسلام کی کریں۔ ۱۹۵۳ء میں منیر انکوائری کورٹ میں تمام مسلمان علماء سے مسلمان کی تعریف دریافت کی گئی تھی۔ وہ رپورٹ انگریزی اور اُردو میں طبع شدہ ہے

**کوئی دو مسلمان عالم بھی ایسے نہیں تھے جنہوں نے مسلمان کی تعریف ایک جیسی کی ہو۔** اسی لئے میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ آپ نے "تدریجی مراحل" طے کر کے یہ تعریف گھڑی ہے۔ خدا را! خوفِ خدا سے کام لیں۔ موئے سفید پیامِ اجل کے مقام پر اکثر پہنچے ہوئے ہیں۔ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ ایک طرف دعوےٰ کرتے ہیں کہ ہم نظامِ مصطفےٰ جاری کریں گے۔ اس کے لئے آپ کی رات کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تکفروا اهل قبلتك۔ جو شخص بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتا ہے اس کو کافر مت کہو۔ اس کی تکفیر نہ کرو۔ اور آپ لوگوں کا قول و عمل العیاذ باللہ! فقہ حنفی کو رائج کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

حضرت نعمان بن ثابت امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام اس میں پائی جاتی ہو تو اسے بھی کافر نہ کہو۔ کیا آپ اپنے قول و فعل کی وجہ سے اس زمرہ میں تو نہیں آتے جس سے روکا گیا تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کی ایک نشانی یہ بتائی تھی۔ فرمایا:۔

"وما اجلده وما اظرفه وما اعقله وما فی قلبه مثقال حبة من خردل من الایمان" (ترمذی)

(لوگ کہیں گے وہ بھی یہ سمجھے گا) کیا ہی بہادر ہے۔ کیا ہی خوش طبع ہے کیا ہی نیک اخلاق والا ہے۔ کیا ہی عقلمند ہے۔ (لیکن حقیقت میں) اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔

خدارا خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں!

یہ تو ایک اصولی بحث تھی جو اوپر تحریر کی گئی ہے۔ کہ قرآن مجید، احادیث۔ فقہ مسلمان کی تعریف کیا بیان کرتے ہیں جو کہ عقل و نقل کے مطابق ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں پاکستان میں علماء کا ایک مخصوص گروہ اپنے آپ کو اپنے مقاصد کے تحت ایک نئی سراسر غیر اسلامی تعریف مسلمان کی کر رہا ہے اور یہ عبارت کبر مقتاً عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون۔ (سورۃ الصف آیت ۳) کی مصداق ہے۔

آیئے ذرا درونِ خانہ دیکھیں یہ حضرات علماء آپس میں ایک دوسرے طبقہ کے علماء جو سبھی مسلمان ہیں اور ہم تو بموجب ارشادِ باری تعالےٰ واحادیث نبویؐ ان سب کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہے مسلمان ہی کہتے ہیں۔ ہم تکفیر بین المسلمین کے سخت مخالف ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جو فرقہ ایسے نظریئے رکھتا ہے وہ عمداً یا سادگی سے انہدام ایسے پاکیزہ، بے ضرر اور سادہ دین کو سخت نقصان پہنچاتا ہے اور وہ یقیناً اللہ تعالےٰ کے حضور قابلِ مواخذہ ہوگا۔

## عُلماء اور فتویٰ تکفیر

خدا تعالےٰ کے فضل سے ہم پکے مسلمان ہیں اور ہمارا دین وہی دین ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے لائے اور ہم یہ بھی پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ دینِ اسلام کے سوا اگر کوئی اور دین اختیار کیا جائے تو وہ عنداللہ ہرگز قابلِ قبول نہیں!

اب آپ کی ضیافتِ طبع کے لئے فتاویٰ تکفیر کے انبار میں سے چند ایک پیش کروں گا۔ تا آپ اندازہ لگا لیں کہ ہمارے علماء کس قسم کے فتوے جاری کر رہے ہیں:۔

(۱) اگر کوئی کہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا تو وہ کافر ہے۔

(۲) اگر کوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

(۳) اگر حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

(۴) اگر مشرکین کی عید میں ان کی تعظیم کے لئے شامل ہو تو کافر ہے۔

(۵) اگر حرام کھانے یا حرام فعل کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر۔ لیکن فارغ ہونے پر اگر الحمد للہ کہے تو بعض کے نزدیک کافر (یعنی اختلاف ہے علماء میں)

(۶) اگر کسی نے دن کی ایک گھڑی یا پورے دن کے کُفر کا قصد کیا تو وہ تمام عمر کافر شمار ہوگا۔ (البحر الرائق جلد ۵ ص ۱۳۰ تا ۱۳۶)

(۷) اگر موزوں پر مسح کرنے کا انکار کیا تو کافر

(۸) اگر کوئی بیماری اور سفر میں تیمم حق نہ سمجھے تو قتل کیا جائے گا۔

(الاشباه والنظائر مع شرحه الحمدی کتاب السیر والردّہ۔ مطبع مصطفائی ص ۱۷۵ تا ۱۷۹)

(۹) اگر کسی کافر نے ایک مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کر۔ اس نے کہا فلاں مولوی کے پاس جا تو کافر ہو گیا۔ (شرح فقہ اکبر)

(۱۰) جس نے کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے بغض رکھا وہ کافر ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

(۱۱) اگر کسی نے کسی کو کہا تو مجلسِ وعظ میں نہ جا اگر جائے گا تو تیری بیوی تجھ پر حرام ہو جائے گی یا اُسے طلاق ہو جائے گی۔ اگر ہنسی کے طور پر ایسا کہا تو کافر ہو گیا۔

(۱۲) اگر کسی عورت نے کسی عالم خاوند پر لعنت کی تو کافر ہو گئی۔

(۱۳) جس نے کسی عالم کو عویلم (چھوٹے مولوی صاحب یا مولوی شولوی)

کہدیا تو کافر ہوگیا۔ (ص۱۵۷)

(۱۴) جو شراب پیتے وقت بسم اللہ کہے کافر ہو جائے گا۔ (ص۱۵۳)

(۱۵) کسی نے کسی دوسرے سے کہا خدا کے واسطے یہ کام کر، اس نے کہا نہیں کرتا تو کافر ہوگیا۔ (ص۱۴۷)

یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ ورنہ علماءِ کرام کے کفر کے فتاوے اتنے گرم اور سستے ہیں کہ ان کو پڑھ کر ایک خدا ترس انسان الامان والحفیظ اور ان سے دُور بھاگنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ان فتووں میں سے صرف پہلا فتویٰ "اگر کوئی کہے میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا ہے تو وہ کافر ہے"۔ اس کو درج کرنے کے بعد میں مسلمانانِ پاکستان سے ادب کے ساتھ ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی تعداد حضرت پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت گہرا اعتقاد اور محبّت رکھتی ہے۔ اور اکثر ایسی مجالس نہایت عقیدت سے منعقد کی جاتی ہیں جن میں آپ کا ذکرِ خیر ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:—

"رَأَیْتُ ربّ العزّۃ فی المنام علیٰ صورۃ اُمّی"
(بحر المعانی ص۶۴)

ترجمہ: یعنی میں نے خدا کو اپنی والدہ کی صورت میں خواب میں دیکھا ہے۔

اب اگر ہم کچھ کہیں گے تو آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ خود فیصلہ فرمائیں۔

اسی طرح ایک بہت بڑا طبقہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلاتا ہے۔ اور جو ان میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا مقام ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ ان کی سوانح عمری مولوی محمد قاسم صاحبؒ مؤلفہ مولوی محمد یعقوب نانوتوی ص۱۳ میں لکھا ہے

"جناب مولوی محمد قاسم صاحبؒ (نانوتوی بانئے دیوبند) نے ایام طفلی میں یہ خواب دیکھا کہ گویا میں اللہ جلشانہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ان کے دادا نے یہ تعبیر فرمائی۔ کہ تم کو اللہ تعالےٰ علم عطا فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہوگے۔ اور نہایت شہرت حاصل ہوگی۔"

اب فیصلہ فرمائیں کہ ان ہر دو بزرگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ اور اب اس کے فتویٰ کا کیا مقام ہے۔

یہ دو بزرگ تو ایسے ہیں جن سے شاید آپ کسی رنگ میں اعتراض کر سکیں۔ لیکن کوئی مسلمان خواہ کسی ملک کا رہنے والا ہو، کسی مُلک کے ساتھ وابستہ ہو حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے یک قدم دُوری سلب ایمان کا موجب سمجھتا ہے اور آپؐ کے بارے میں قرآن مجید کی گواہی ہے:—

"آمن الرّسول بما انزل الیہ من ربّہ (البقرۃ ۲۸۵)

اللہ تعالےٰ کا یہ رسُول اس تمام تعلیم پر کامل رنگ میں ایمان لاتا ہے جو اس پر خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

اور پھر دوسرے مقام پر فرمایا:—

"قل انّی اخاف ان عصیت ربّی عذاب یومٍ عظیم"
(الانعام - ۱۵)

میں بھی خدا تعالےٰ سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اللہ تعالےٰ کے کسی حکم کو نہ مانا تو مجھ سے بھی باز پرس ہوگی۔

ثابت ہوا کہ آپؐ بھی شریعت کے اسی طرح مکلّف تھے جس طرح دوسرے بنی نوع انسان ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:—

"رَأَیت ربّی فی صُورۃ شابٍ امرد قططۃ له وفرۃ من شعر وفی رجلیه نعلان من ذھب" (الیواقیت والجواھر جلد ۱ ص۱۶۳ طبرانی و موضوعات کبیر ص۴۶)

"کہ مَیں نے اپنے ربّ کو خواب میں ایک نوجوان بے ریش لڑکے کی صُورت میں دیکھا۔ اس کے لمبے گھنے بال ہیں اور اس کے دونوں پاؤں میں سونے کی جوتیاں ہیں۔"

یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت ملّا علی قاری جیسے جلیل القدر محدّث نے اسے درج کر کے اس کی تائید میں یہ قول نقل کیا ہے:—

"حدیث ابن عباس لا ینکرہ الا المعتزلی"

یہ حدیث ابن عباسؓ سے مروی ہے اور سوائے معتزلی کے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ (موضوعات کبیر ص۴۶)

اب علماء کی خدمت میں درخواست ہے کہ اُوپر ذکر کردہ تین حوالوں کا مطالعہ کریں۔ اور ادھر اپنے فتوے پر نظر دوڑائیں۔ "اگر کوئی کہے کہ میں نے اللہ کو خواب میں دیکھا تو وہ کافر ہے"۔ خدا ترس، شریف مسلمانانِ پاکستان کی خدمت میں درخواست ہے۔ آپ خود قرآن مجید، احادیث کا مطالعہ کریں۔ یہ مصنوعی وسیلے ہیں کہ وہ دین کو سمجھتے ہیں۔ ہم کیا جانیں! خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے:—

ولقد یسّرنا القرآن للذکر۔ اور ھدًی للناس —

یہ قرآن ایک ذکر ہے ——— ساری دنیا کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ کسی کو کافر قرار دینا بہت سخت گناہ ہے۔ کونسا فرقہ ہے جس نے دوسرے فرقہ والوں کو کافر نہ کہا ہو۔ خدا تعالےٰ فضل کرے اور مسلمانوں کو اس لعنت سے محفوظ رکھے۔

الغرض اندھی تقلید سے اللہ تعالےٰ نے منع کیا ہے۔ ہر مسلمان کو غور و فکر کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ کا فرض ہے ان کے فتاوےٰ اور اقوال کو کتاب اللہ سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور عقلِ سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اور جو قرآن و سنّت سے صحیح ثابت ہو اسے اختیار کریں اور مخالفت کو چھوڑ دیں۔

خدا تعالیٰ ہم سب پر رحم فرماوے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

---

ایکو شیدا اے جوانان تا بدیں قوّت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملّت شود پیدا

## پروگرام

# اجلاس شبان الاحمدیہ

مؤرخہ ۲۷ دسمبر۔ بروز منگل ۷ بجے بعد عشا

زیرِ صدارت محترم میاں شوکت حمید مجاہد
صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ

- تلاوتِ قرآن کریم ——— جناب ضیاء اللہ صاحب
- ملفوظات ——— جناب منصور جاوید صاحب
- منظوم کلام ——— جناب اسحاق اختر ملی صاحب
- تقاریر: جناب ارشد حسین صاحب۔ جناب مظہر الدین احمد صاحب
  " " " جناب میاں عارف مسعود صاحب
  " " " : چوہدری ناصر احمد صاحب۔

جملہ احباب سے شمولیت کی درخواست کی جاتی ہے۔

الداعی: شاہد جاوید جنجوعہ۔ شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور

مکرم جناب مرزا محمد لطیف صاحب

# افراد کی اصلاح و تربیت کے لئے ایسے اجتماع ضروری ہیں۔

## جلسہ سالانہ اور اس روحانی اجتماع کی برکات

اسلامی نقطہ نگاہ سے مسلمانوں کا کسی مقام پر اکٹھا ہونا۔ دینی عبادات بجالانا۔ قال اللہ اور قال الرسول کا سننا اور سنانا بڑا بابرکت والا قرار دیا گیا ہے۔ ہمارا اصل مرکز مساجد ہیں اور وہاں پر مسلمانوں کا عبادت کے لئے جانا بڑی خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کو ایک سبق دیا گیا ہے کہ تم ضرور ان مقامات پر جایا کرو جو دینی باتیں بیان کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہوں۔

اگر غور کیا جاوے تو واقعی بڑی خیر والی صورت ہے۔ علیحدہ رہتے ہوئے کاروبار یا دوسرے فرائض میں مصروف ہونے کی وجہ سے انسان ایک حد تک غافل ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات دلوں پر زنگار بھی لگ جاتا ہے۔ اور اجتماعی زندگی جس میں ایک دوسرے کے حالات کا علم ہوتا رہتا ہے اس سے بھی محروم رہتا ہے۔ اور ایسے مواقع بھی میسر نہیں ہوتے جن سے وہ زیادہ بہتر رنگ میں دین کی باتیں سن سکے۔ اس واسطے ضروری ہے کہ ایسی مجالس میں ضرور شامل ہوا کرے جو خالص دینی مقصد کے لئے قائم کی جاتی ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے کامل ایمان کی نشانی بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں اجلس بنا ساعۃ نؤمن ”کہ اے بھائی تھوڑی دیر سب مل کر بیٹھیں اور دین کی باتیں کریں تاکہ ہم مومن ہو جائیں۔ ایک مشہور ماہر نفسیات کا بیان ہے کہ جب دو آدمی آپس میں مل کر بیٹھتے ہیں جو کسی مقام پر رہتے ہیں تو ایک کا دوسرے پر صرف بیٹھنے کی وجہ سے اثر پڑتا ہے۔ اور دنیا میں ایسے ہی نظر آتا ہے کہ انسان جیسی بھی مجلس میں جائے اس کا ضرور اثر پڑتا ہے، اور جب انسان ایک نیک مجلس میں جائے گا تو اس کا ضرور شامل ہونے والے پر نہایت نیک اور مفید اثر پڑے گا۔

قرآن مجید نے تعلیم و تربیت کے لئے ”قربت“ اور ”مجلس“ کو بڑی اہمیت دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا کہ آپ ان روحانی مردوں کو اپنی قوتِ قدسیہ سے زندہ کریں تو ابتداء میں ان لوگوں کے حالات کو دیکھ اور سے روشنی کے لئے یہ عرض کی کیف تحی الموتیٰ کہ یہ لوگ جو کہ دین سے اتنے دور ہیں کس طرح سیدھے راستہ پر آئیں گے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک (بقرۃ ۲/۲۶۰) کہ ان میں سے سعید لوگوں کا انتخاب کریں اور ان کی تربیت کریں۔ اور پھر ان کو دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلا دیں تاکہ وہ تبلیغ و اصلاح کریں۔ پھر ثم ادعھن یاتینک سعیا (بقرۃ ۲/۲۶۰) پھر مزید تعلیم و تربیت کے لئے ان کو آپ اپنے پاس بلایا کریں اور ان کو یہ معرفت ہوگی کہ وہ تیرے پاس آنا کتنا برکت والا ہے اس واسطے وہ دوڑتے ہوئے آیا کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پاک نے کیا عمدہ روحانی تربیت کا طریقہ بتایا، گو ہمارے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر ایسے رنگ میں کی ہے جس کو پڑھ کر انسان پریشان ہو جاتا ہے کہ یہ تو سنّت اللہ کے ہی خلاف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ اللہ کی سنّت تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ اور ہمارے مفسر کیا تحریر کر رہے ہیں۔ اصل میں طیر کا لفظ نیک لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور صر کا صلہ جب الیٰ ہو تو معنے کسی کو اپنی طرف مائل کرنا اور جمع کرنا ہیں، اور یہ بھی صر کے معنے ہیں کہ ان کو آواز دو۔ اور جبل کے معنے لائق کے ہیں۔

اب آپ اس آیت کے مضمون پر غور کریں ایمان تازہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کو حکم دیتا ہے کہ روحانی تربیت کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں کو اکٹھا کریں ان کی تربیت کریں اور پھر ان کو مزید روحانی ترقی دینے کے لئے چاروں طرف سے اپنے پاس اکٹھا ہونے کے لئے بلایا کریں اور لوگوں کو چاہیئے کہ ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دوڑ کر آیا کریں۔ کیا عمدہ سبق ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامور افراد کی اصلاح و تربیت کے ایسے اجتماع منعقد کیا کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے خبر پاکر سنہ ۱۸۹۰ء میں چودھویں صدی کا مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ سنہ ۱۸۸۹ء میں آپ نے دس شرائط پر لوگوں سے بیعت لی۔ اور سب سے پہلا جلسہ سالانہ آپ نے سنہ ۱۸۹۱ء میں منعقد کیا۔ جس میں ۷۵ احباب شامل جلسہ ہوئے۔ اور مقصد یہ تھا کہ احباب قرآن مجید و احادیث سنیں اور سنائیں اور اپنی اصلاح کریں اور پھر ساری دنیا میں اشاعت اسلام کے کام کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس پہلے جلسہ سالانہ میں جو دوست شامل ہوئے۔ ان کی آمد کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ بہت خوش ہوئے اور ان کے اسمائے گرامی اپنی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام میں شائع فرمائے۔ تا آنے والی نسلوں، قوموں کو جب وہ بہت پھیل جائیں گی۔ ترقی کریں گی۔ انہیں ابتدائی جلسہ میں شامل ہونے والوں کا علم رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ان لوگوں کے لئے بڑی دعائیں کی ہیں۔ آپ کو بڑی بشارتیں ملی ہیں ان لوگوں کے بارے میں جو اس جلسہ سالانہ میں محض رضائے الٰہی۔ حصولِ علم روحانی کے لئے شامل ہوا کریں گے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس جلسہ سالانہ کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:۔

> ”اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا (اور یقیناً ہے) کہ ہماری جماعت کے لوگ بار بار کی ملاقاتوں سے **ایک ایسی تبدیلی** اپنے اندر حاصل کریں کہ **دل آخرت** کی طرف بکلّی **جھک جائیں** ، اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور **وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات** (بھائی چارہ) میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور **انکسار اور تواضع اور راستبازی** ان میں پیدا ہو اور **دینی مہمات** کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔“ (شہادت القرآن)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر کے ایک ایک لفظ پر غور کریں کہ یہ **جلسہ** کتنا بابرکت ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد پر غور کریں۔ آپ لوگ جو سفر کر کے۔ ایک رنگ میں تکلیف اٹھا کر اور اپنے کاموں کو التواء میں ڈال کر تشریف لائیں گے یقیناً وہ مجاہد ہیں ان کا مقصد بھی بڑا ہی پاکیزہ و بلند ہے۔ **اسلام کی سربلندی مسلمانوں کی بہتری، ہمہ جہتی ترقی اور غلبۂ حق** کے لئے سرگرمی کا اظہار ہے۔

آپ نے اخبار پیغام صلح میں جلسہ سالانہ کی تقاریر کا پروگرام پڑھ لیا ہوگا۔ ہمارا کوئی دنیاوی مقصد نہیں۔ صرف اور صرف یہی مقصد اور خواہش و تڑپ ہے کہ ہم سب لوگ یہاں پر اکٹھے ہو کر وہ پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد زمان کو بھیجا ہے۔ اور جس مقصد و مشن اشاعت

اسلام کو لے کر یہ جماعت کھڑی ہے۔ اس کے شیریں ثمرات دیکھ کر کہ کس طرح دنیا کے کناروں تک اسلام کا پیغام پہنچ رہا ہے خدا کا شکر ادا کریں۔ اور ان کو وسعت دینے اور پھیلانے میں جو اور ذمہ داریاں ہمارے کندھوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ڈالی گئی ہیں ان کے لئے مزید قربانی و ایثار۔ جہاد بالقرآن کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہم اپنا قدم آگے بڑھائیں۔

قاعدہ ہے، جتنی قیمتی چیز ہوتی ہے اس کے حصول کے لئے انسان کو اتنی ہی بڑی محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے خاص تک دَو بھی کرنی پڑتی ہے۔ راستے میں روکیں بھی آتی ہیں۔ دنیاوی چیزوں کے لئے بڑے اسباب کی ضرورت ہوتی ہے اور کچھ مشکلات بھی آتی ہیں۔ لیکن روحانی کاموں کے راستے میں بڑی صبر آزما مشکلات آتی ہیں۔ لیکن مؤمن ان سے گھبراتا نہیں بلکہ قدم اور آگے بڑھاتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ کچھ عرصہ سے ہماری مخالفت ایک رنگ میں شدت سے اندر اور باہر شروع ہو چکی ہے۔ لیکن ہمارا تو ایمان ہے:—

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

ہماری مخالفت تو ایسے ربڑ کے گیند کی طرح ہے کہ اس کو جتنے زور سے نیچے پھینکیں گے وہ اتنا ہی اُوپر جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے قبل از وقت خدا سے خبر پا کر تحریر فرما دیا ہے تا کہ ہمارے دل مطمئن رہیں:—

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا۔ اور اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا اور ایسا ہو گا کہ **سب لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے ہیں اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے** لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔" (تذکرہ صفحہ ۱۴۵-۱۴۶)

آپ پھر فرماتے ہیں:—

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خُدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھُولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی......... مگر **وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے** اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دُنیا ان سے **سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے**"۔ (الوصیّت)

پس میں جملہ وابستگان احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے اُوپر سُستی یا کسی معمولی عذر یا مصروفیت کو اپنے اس مقدس مشن یعنی جلسہ سالانہ میں شمولیت کے راستے میں روک نہ بننے دیں۔ خود تشریف لائیں۔ خواتین اور بچّوں کو خاص طور پر تربیت و تعلق کے لئے ساتھ لائیں۔ اور سنجیدہ۔ شریف۔ خدا ترس۔ حق کے متلاشیوں کو بھی جلسہ میں شمولیت کی دعوت دیں۔ واللہ معکم! اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور اگر کسی کے راستہ میں کوئی روک ہو تو مولیٰ کریم اپنے فضل سے اس کو خود دُور فرما دے! یہ ہم سب کی اخلاقی و جماعتی ذمہ داری ہے۔ کہ اس مبارک جلسہ کو کامیاب کرنے میں پُوری پُوری سعی کریں۔ اللہ کریم ہم سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

# اخبارِ احمدیہ

## دُعائے صحت کی درخواست

محترمہ بیگم صاحبہ میاں فاروق احمد شیخ صاحب بیمار ہیں۔ اور وہ علاج کے لئے امریکہ گئی ہوئی ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے پہلے سے کافی آرام ہے۔ مگر احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی نیم شبی دُعاؤں میں اپنی اس مخلص، دیندار، مخیّر بہن کو یاد رکھیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے آمین۔

(۲) چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کی صاحبزادی کا اپریشن ہوا ہے وہ سخت بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دُعا فرمائیں۔

## وفات حسرت آیات

احباب کو یہ سُن کر بے حد قلق ہو گا کہ حافظ قاری محمد دوستاں صاحب ۲۲ر نومبر ۱۹۷۸ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے سالہا سال تک مرکزی مسجد میں کام کیا۔ سینکڑوں بچّوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ احباب جنازہ غائبانہ پڑھ کر دُعائے مغفرت فرمائیں۔

## انتقالِ پُرملال

ہماری جماعت کے ایک پرانے بزرگ حاجی ڈاکٹر محمد الدین صاحب کھاریاں کے صاحبزادہ عبد الرحمٰن طور صاحب پنشنر ایس ڈی۔ او۔ ایم۔ ای۔ ایس۔ جو کھاریاں سے نقل مکانی کر کے لالہ موسیٰ آ گئے تھے بعارضہ فالج چند دن بیمار رہ کر مؤرخہ ۳ر دسمبر وفات پا گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحُوم بڑی خوبیوں کے مالک اور غیور انسان تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

مرحوم جناب ڈاکٹر عبد العزیز صاحب صدر جماعت پشاور کے چچا زاد بھائی اور مولوی مرتضیٰ خان صاحب مرحُوم اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے نسبتی بھائی تھے۔

## سانحۂ ارتحال

شیخ ظہور الحسن صاحب مرحوم و مغفور ۱۸ر و ۱۹ر نومبر کی درمیانی رات کو ہمیں داغِ مفارقت دے گئے اور ایک ایسا خلا چھوڑ گئے ہیں جسے پُر کرنا آسان نہیں۔ وہ ایک نہایت قیمتی وجود، پیکرِ اخلاص، انجمن کے بہی خواہ اور بڑے وفادار انسان تھے۔ وہ ایک نیک انسان اور ایک صالح بزرگ تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احباب جماعت سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ (مفصّل آئندہ)

## درخواست دُعا

مکرم جناب عبد العزیز صاحب ریٹائرڈ ریلوے گارڈ بہاولپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ:—

(۱) "میری بیٹی ثریّا رضیہ ایم اے بی ایڈ ناروے میں سخت بیمار ہے اور اسے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ اب صرف دُعا ہی کا سہارا باقی رہ گیا ہے۔ جملہ بزرگان و احباب جماعت سے دردمندانہ التماس ہے وہ عزیزہ کی صحت یابی کے لئے حضورِ دل سے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اپنی رحمتِ خاص سے اُسے صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے اور غیب سے اس کی شفا کے سامان پیدا فرما دے۔ وہ ہم سے بہت دُور اور محبتِ و شفقتِ مادری سے محروم ہے۔ اللہ پاک اس پر اپنا رحم فرمائے۔

(۲) محمد اقبال صاحب جغتائی اعصابی بیماری میں مبتلا ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ و حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب و دیگر احباب سلسلہ سے صحت یابی دُعا کے لئے درخواست ہے کہ دردِ دل سے دُعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحتیاب فرمائے۔

—— مولنا دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح بدستور بیمار ہیں ضعف زیادہ ہو گیا ہے۔ احباب کرام ان کے لئے بھی دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔

# ایک قادیانی دوست کے اعتراضات کا جواب

((از مکرم راجہ عبدالمجید صاحب چھرکسی))

مولانا محمد علی صاحب امیر مرحوم کے متعلق میرا ایک مضمون اخبار پیغام صلح کی اشاعت مؤرخہ ۲/۱ ۱۹ میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں حضرت صاحب کی تحریر متعلقہ انگریزی ترجمہ و تفسیر "کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز نہ ہوگا۔ جیسا مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے" حوالہ دے کر میں نے لکھا تھا۔ کہ اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امیر مولانا محمد علی مرحوم نے جو ترجمہ اور تفسیر کیا ہے دنیا میں اس جیسا ترجمہ کسی اور سے نہیں ہو سکا۔ اس لئے وہ حضرت صاحب کی شاخ ہے۔ اور قادیانی احمدیہ جماعت دوسروں میں شامل ہے۔ اس پر ایک قادیانی صاحب نے جو غالباً کراچی کے رہنے والے ہیں ایک خط گیارہ صفحوں کا لکھا ہے۔ اور اپنا نام و پتہ نہیں لکھا۔ ان صاحب کی تسلی کے لئے میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ میں ان سطور میں عرض کروں گا کہ کیوں قادیانی جماعت حضرت صاحب کی شاخ نہیں اور دوسروں میں شامل ہے۔ اور یہ بات میں انشاء اللہ تعالیٰ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب مرحوم کی اور دیگر قادیانی حضرات کی تحریروں سے جو ۱۹۱۴ء سے پہلے کی ہیں ثابت کروں گا۔ اوّل حضرت صاحب کا دعوےٰ ان کی اپنی تحریرات سے۔ براہین احمدیہ میں لکھا ہے:—

"مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔ اور اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں۔"

۲۶ر مارچ ۱۸۹۰ء۔ ایک اشتہار کے ذریعہ مسیح موعود کا دعوےٰ کیا اور اعلان کیا:—

"مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور جس ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی۔ وہ اس اُمت میں سے ایک مجدد کے بارے میں تھی۔ اور وہ میں ہوں۔ اور نبی کریم صلعم کے بعد چودھویں صدی میں اسی طرح آپ کا خلیفہ بن کر آیا ہوں جس طرح مسیح ابن مریم حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی پر خلیفہ بن کر آئے تھے۔ فرق یہ ہے۔ کہ وہ نبی تھے اور بوجہ ختم نبوت ہو جانے کے نبی نہیں مجدد ہے اور آپ کی اُمت میں سے ایک ہے۔"

اس کے بعد جب مہدی ہونے کا دعوےٰ کیا اس کا ثبوت حدیثوں سے دیا۔ لا مہدی الا عیسیٰ۔ اس مسئلہ کو صاف کرنے کے بعد کہ عیسیٰؑ کے نزول کے وقت اور کوئی مہدی نہ ہوگا۔ وہ خود ہی مہدی ہوگا۔

یہ تین دعوے حضرت صاحب کی کتابوں سے ثابت ہیں۔ جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کئے۔ یہ تینوں دعوے کرتے وقت جو اعلان کئے۔ اُن سے نبوت کے دعوے کا انکار بھی ثابت ہوتا ہے۔ جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو مخالف مولویوں نے شور مچا دیا کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور غلط فہمی کی وجہ سے حضرت صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر دیا۔ اس وقت آپ نے نبوت کے دعوےٰ سے انکار کیا۔ اپنی کتاب "ازالہ اوہام" صفحہ ۴۲۱ پر فرماتے ہیں:—

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

پھر اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر فرماتے ہیں:—

"ان لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے۔"

پھر جنگ مقدس کے صفحہ ۶۷ پر فرمایا:—

"میرا نبوت کا کوئی دعوےٰ نہیں آپ کو غلطی لگی ہے۔"

اپنی کتاب انوار الاسلام کے صفحہ ۳۴ پر:—

"اگر اعتراض ہے۔ کہ میں نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ . . . . . . . تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔"

اس کے بعد کتاب السراجیہ صفحہ ۱۸۱ پر لکھا ہے کہ:—

"افتراء کے طور پر تہمت لگاتے ہیں۔ کہ گویا ہم نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔"

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ مجدد۔ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ مسیح موعود اور مہدی کے متعلق انہوں نے خود وضاحت کر دی ہے کہ وہ اسی اُمت میں سے ہوگا اور مجدد ہوگا۔ اور دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔ بلکہ ان پر لعنت بھی کی ہے جو نبوت کا دعوےٰ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت صاحب کے مرید ان کو کیا مانتے تھے۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے دعویٰ نبوت منسوب کرنے والوں کو مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر اشاعت مؤرخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۵ء کا جواب اپنے دورۂ ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے جبکہ ان کے ساتھ سید سرور شاہ صاحب بھی تھے، مولوی شبلی صاحب کے مکان پر ملنے کے لئے گئے۔ تو مولوی شبلی صاحب نے پوچھا۔ کیا آپ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا:—

"کہ ہمارا عقیدہ اس بارہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا۔"

میاں محمود احمد صاحب خود اخبار الحکم ۱۱ر مارچ ۱۹۱۱ء میں فرماتے ہیں:—

"اللہ تعالیٰ نے آپؐ (آنحضرت صلعم کو) خاتم النبیین پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔"

اور رسالہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۵ء میں فرماتے ہیں:—

"آنحضرت کے دعوےٰ کے بعد تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوےٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔"

(۲) حضرت مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں مولوی عبدالحکیم کلانوری کے ساتھ مباحثہ لاہور کے دوران ایک معاہدہ کر کے ایک اقرار نامہ تحریر کر کے جس پر آٹھ سو گواہوں کے دستخط ہیں۔ مباحثہ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ حضرت صاحب اور ان کی جماعت اس اقرار نامہ کی تحریر کی پابند ہے۔ حضرت صاحب نے اس معاہدہ کو اپنی زندگی میں کالعدم نہیں کیا۔ لہٰذا اب بھی ان کی جماعت اس کی پابند ہے:—

"سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں۔ اور ان کے دلوں پر یہ لفظ (نبی) شاق ہیں۔ تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ مجھے کسی طرح بھی مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا منظور نہیں۔ جس حالت میں کہ ابتداء سے میری نیت جس کو اللہ تعالیٰ جلشانہ خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ اس لفظ سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ محدثیت مراد ہے جس کے معنی مکلّم آنحضرتؐ نے لئے ہیں . . . . . . . . . تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اس کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔"

(۳) مسٹر ڈوئی مجسٹریٹ نے مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت ایک تحریری نوٹس پر حضرت صاحب سے اور مولوی محمد حسین بٹالوی سے دستخط کروائے تھے۔ یعنی نوٹس کی تحریر کے دونوں فریق پابند رہیں گے۔ اس نوٹس پر دستخط کرنے کے متعلق اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں فرماتے ہیں:—

"اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر اور دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادۂ صواب سے

منحرف ضرور ہوگا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں میں ایسے لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق سے دور سمجھتا ہوں۔ جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ہر ایک ایسے آدمی کو ضلالت کی آلودگی میں مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے۔ لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لے۔ سو اس معاملہ میں سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا اور میرے لئے فتوےٰ طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتوےٰ طیار نہیں کیا۔ اور اس بات کا وہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ کا فتوےٰ ان پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں ان کو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ وہ مجھ کو کافر کہکر خود فتوائے نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر ڈوئی صاحب کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا کہ میں ان کو کافر نہیں کہوں گا۔ تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔"

پھر حاشیہ تریاق القلوب میں فرمایا :۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوےٰ کے انکار کرنے والوں کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہو۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

(۴) حضرت صاحب کی وفات کے بعد حضور کے جانشین اوّل مولانا نورالدین صاحبؓ کا بھی یہی مذہب تھا جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ ان کا ایک خط بڑا مشہور ہے جو انہوں نے سردار محمد عجب خان کو مؤکد بہ حلف لکھا تھا :۔

"آپ میرے ساتھ میری موت کے بعد ہوں گے نہ کوئی اور میرے ساتھ سوائے میرے ایمان و اعمال کے ہوگا۔ پس یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے والا ہے ............ میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین کرتا ہوں۔ اور ان کو راستباز مانتا ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ النّبی العربی المکّی المدنی خاتم النبیّین کا غلام اور اس کی شریعت کا بدل غلام مانتا ہوں۔ اور مرزا صاحب خود اپنے آپ کو جان نثار غلام نبی عربی محمد بن عبداللہ ........ مانتے تھے۔ نبی کے معنی لغوی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر خبر دینے والا ہم لوگ یقین کرتے ہیں۔ نہ شریعت لانے والا۔ مرزا صاحب اور میں خود جو شخص ایک نقطہ بھی قرآن کریم کا اور شریعت محمد رسول کا نہ مانے میں اسے کافر اور لعنتی اعتقاد کرتا ہوں۔ یہی میرا اعتقاد ہے۔ اور یہی میرے نزدیک مرزا غلام احمد کا تھا۔ کوئی رد کرے یا نہ مانے یا منافق کہے اس کا معاملہ بحوالہ خدا۔"

یہ خط ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء کا ہے۔

حضرت مرزا صاحب۔ مولانا نورالدین صاحب اور ۱۹۱۴ء سے پہلے یہی مذہب "صدر انجمن احمدیہ قادیان کے تمام ممبران کا تھا۔ یہاں تک کہ مفتی محمد صادق صاحب، سید سرور شاہ صاحب اور میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب کا بھی یہی عقیدہ مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے۔

۱۹۱۱ء کے دوران حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کے وقت حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ نے جھنگ میں ایک لیکچر کے دوران اعلان کیا: "کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں۔" اس پر میاں محمود احمد صاحب نے اس کی تردید کی، اور اپریل ۱۹۱۱ء کے تشحیذ الاذہان میں ایک مضمون تکفیر مسلمانان پر لکھا جس کے ذریعہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہ سنا ہو یا دل سے مانتے ہوں اور بیعت نہ کی ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ اور یہ پہلی نافرمانی تھی۔ جو میاں صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے اس دستخطی نوٹس کے خلاف کی جو انہوں نے مسٹر ڈوئی مجسٹریٹ کی عدالت میں دستخط کیا تھا۔

اس نوٹس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا تھا :۔

"میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی کفر کا فتوےٰ تیار نہیں کیا بلکہ وہ مجھے کافر کہہ کر خود فتوائے نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر ڈوئی کی عدالت میں اس کے روبرو میں نے اقرار کیا کہ میں ان کو کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہ مذہب ہے۔ کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتا۔"

دراصل مخالفت خواجہ صاحب کی کرنی منظور تھی لیکن اس کی زد نے حضرت صاحب کو بھی لپیٹ لیا تھا جب یہ اعلان شائع ہوا، تو جانشین اوّل حضرت مولانا نورالدینؓ نے بہت سارے دوستوں کے سامنے فرمایا، کہ کفر و اسلام کے مسئلہ کو میاں محمود احمد صاحب نے نہیں سمجھا۔ اور دوسری دفعہ جب ان کی مجلس میں میاں محمود احمد صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ان کے پاس چارپائی پر بیٹھے تھے اور چند اور احباب بھی تھے فرمایا کہ کفر اور اسلام کا مسئلہ بڑا دقیق ہے۔ میاں صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا "ہمارے میاں نے بھی اس کو نہیں سمجھا۔" اور مولانا محمد علی صاحب کو فرمایا کہ آپ اس مسئلہ کو صاف کریں۔ اس حکم کے تحت مولوی صاحب نے ایک مضمون تصنیف کر کے شائع کیا۔ اور شائع کرنے سے پہلے حضرت خلیفہ اوّل کو ان کے فرزند صاحبزادہ عبدالحی کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا۔ تو انہوں نے ایک صحیح مسلم کی حدیث مضمون کے آخر میں درج کرنے کو کہا۔ اس سے پہلے کہ مضمون چھپتا میاں صاحب نے ناراض ہو کر ایک مضمون اخبار میں شائع کیا "خلیفہ کا فتوےٰ کیا چیز ہے۔" جس کو فتوےٰ کی ضرورت ہو۔ ہمیں ایک پیسے کا خط لکھ دے۔ ہم مسیح موعودؑ کی کتب سے فتوےٰ نکال کر بھیج دیں گے۔

یوں میاں صاحب نے پہلے حضرت صاحب کی نافرمانی کی۔ جب جانشین اوّل نے کفر و اسلام کے مسئلہ میں ان کی مخالفت کی تو ان کی ہتک کے مرتکب ہوئے۔ حضرت مولوی نورالدینؓ کے متعلق حضرت صاحب نے اپنی کتاب "فتح اسلام" میں لکھا ہے :۔

"بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق بھری روحیں مجھے عطا کیں ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے جوش پاتا ہوں۔ جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے ...... کہ میرے پیارے بھائی مولوی نورالدین معالج ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کمال تک ترقی کی ہے۔"

میاں صاحب نے حضرت مولانا نورالدینؓ کی ہتک کا مرتکب ہو کر اپنے والد محترم حضرت مرزا صاحب کی روح کو صدمہ پہنچایا ہے۔ جن کو مولوی نورالدین صاحب اُن سے زیادہ عزیز تھے۔

## آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے (بقیہ صـ۱۰)

آئے اور نہ دشمن سے کچھ چیز حاصل کرتے ہیں مگر اس کے لئے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اور نہ وہ کوئی خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت اور نہ کسی میدان سے گذرتے ہیں مگر وہ ان کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ دے جو وہ عمل کرتے تھے۔"

(آیات ۱۲۰-۱۲۱)

میری دعا ہے کہ میں اور آپ اُنہی خوش نصیب لوگوں میں سے ہوں۔ آمین

# چک نمبر ۸۱ جنوبی سرگودہا کے دورہ کی روئیداد

## چوہدری محمد حیات صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری

میں بکار انجمن مورخہ ۳۰-۱۱-۷۸ کو لاہور سے جماعت احمدیہ چک نمبر ۸۱ جنوبی سرگودھا کے دو روزہ دورے پر گیا۔

یہ جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی معروف قدیم اور فعال جماعتوں میں سے ایک ہے۔ اس جماعت کے احباب و خواتین نے مرکز کی ہر دعوت اور مالی قربانیوں کے سلسلہ میں ہمیشہ انشراح صدر۔ ایثار و خلوص اور محبت کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے عملی طور پر "دین کو دنیا پر مقدم کر رکھا ہے" دامے درمے قدمے، سخنے، پیغام احمدیت کو لوگوں تک پہنچانے میں کوشاں ہیں۔ ان کو دلی تڑپ یہی ہے کہ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے آسمانی کام کو جس قدر وسیع کیا جائے کم ہے۔ تا اسلام کا نور اور پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جائے۔

عالم انسانیت کو نیکی کی تحریک ہو اور بدی سے اجتناب ہو۔ اسی لگن، اسی جذبہ اور اسی تڑپ نے اس دیہاتی جماعت کے احباب کو ہمیشہ مالی قربانیوں پر آمادہ و مستعد کیا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں خدمت دین اور جماعت کے لئے ہمت و عمل اور کردار کا رنگ غالب ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے وہ اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ کے مالک ہیں۔ اپنے انہی اوصاف و کردار کی وجہ سے یہ احباب اپنے گاؤں اور حلقہ اثر میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ان کی اپنی اچھی خاصی جمعیت ہے۔ جس کا گاؤں پر خاص اثر ہے۔

چک مذکور سرگودھا سے ۱۳ میل جانب مشرق اور چوکی بھاگٹ والہ سے ۴ میل جانب مغرب پختہ سڑک سے ڈیڑھ فرلانگ دور واقع ہے۔ جس میں مقامی جماعت کی ایک خوبصورت مسجد ہے۔ اس کے اردگرد پختہ چار دیواری ہے۔ صحن میں پانی کا نلکا لگا ہوا ہے برآمدہ کے ایک طرف وضو کرنے کے لئے مناسب انتظام ہے۔

مسجد کا ایک حصہ خواتین کے لئے مخصوص ہے۔ جہاں وہ نمازوں کی ادائیگی کے علاوہ مختلف مواقع پر تقاریب میں جمع ہوتی ہیں۔ مسجد کے پہلو میں ایک وسیع و عریض صحن ہے جس کے درمیان ایک پختہ کمرہ مسافروں کے قیام کے لئے بنایا ہوا ہے۔ جس میں بجلی لگی ہوئی ہے۔

اس مسجد میں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے پابندی وقت کے ساتھ پنجوقتہ نمازیں باجماعت ادا ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ زمینداروں کا چک ہے جو اپنے کھیتوں اور کھلیانوں میں دن بھر مصروف رہتے ہیں۔ اس مشقت اور مصروفیت کے باوجود احباب نمازوں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔ نماز عشا اور فجر میں تو کم و بیش سبھی احباب جمع ہو جاتے ہیں۔

نماز عشاء کے بعد درس قرآن کریم ہوتا ہے۔ جبکہ نماز فجر کے بعد حدیث شریف کا۔ آج کل یاجوج ماجوج اور وفات مسیح پر بیان جاری ہے جو احباب کی گہری دلچسپی کا باعث ہے۔ اور وہ خوب لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

نماز جمعہ بھی باقاعدگی سے ادا کی جاتی ہے۔ چوہدری نور محمد صاحب مبلغ اسلام خطبہ اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ آپ مقامی احباب کی زبان کی سہولت کے پیش نظر ٹھیٹھ پنجابی میں خطبہ دیتے ہیں۔ نور محمد صاحب کا اپنا ایک خاص رنگ ہے۔ ان کی تلاوت قرآن کی حلاوت اور انداز خطابت پسندیدہ ہے۔ احباب کی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی ہے، اور اب بھی ہے کہ غیر از جماعت احباب ہماری عبادات و مجالس میں شریک ہوں اور ہمارے کام اور عقائد پر مطلع ہوں۔ اور ہمارے مشن اور مقاصد سے باخبر ہوں۔ تا انہیں معلوم ہو کہ خدمت و تبلیغ دین متین

اسلام کا کام اگر کسی جماعت و گروہ سے ممکن ہے تو وہ صرف اور صرف یہی جماعت ہے۔ مبلغ صاحب نے اپنے خطابات، تقاریر میں انجمن کی خدمات دینیہ اور علمی و عملی کارناموں پر سیر حاصل روشنی ڈالتے رہتے ہیں۔ اور اس الٰہی اور آسمانی تحریک سے وابستگی کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔

میرے اس دورہ میں نماز جمعہ کے موقع پر غیر از جماعت احباب حضرات سے قریبی تعلق پیدا کرنے۔ خدمات دینیہ میں ان کا تعاون حاصل کرنے اور ان کو اپنے قریب تر لانے کے بارے میں مسائل زیر غور آئے اور مختلف تجاویز پیش کی گئیں۔

مقامی جماعت کے احباب اپنے تعلقات۔ اپنے حسن اخلاق۔ اپنے عمل اور اپنی دعاؤں کے ذریعہ کوشاں ہیں کہ جماعت کی توسیع احسن طریق سے سرانجام پائے۔ اور یہ مثالی جماعت کا کردار ادا کرے۔ الحمد للہ اس مقصد میں بفضلہ تعالےٰ خاصی کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

میں نے اس موقع پر خواتین و حضرات سے جلسہ سالانہ میں شرکت کی تحریک کی اور جلسہ فنڈ میں زیادہ سے زیادہ رقم دینے کی اپیل کی۔ اور ان کو اس تقریب میں شمولیت کی افادیت و اہمیت واضح کی۔ توقع ہے کہ تیس کے قریب خواتین و احباب شریک جلسہ ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کے سفر کو آسان اور بابرکت بنائے۔

جماعت کے روح رواں چوہدری محمد عالم صاحب صدر جماعت ممبر مجلس معتمدین۔ چوہدری سردار علی صاحب اور چوہدری نور محمد صاحب مبلغ ہیں۔ ہم ان کے شکر گذار ہیں کہ یہ سب باہمی اتفاق اور محبت سے دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ ان سب نے اپنے بزرگوں اور دوستوں کو السلام علیکم کا تحفہ پیش کیا ہے۔

---

## خدا کے دین کی تائید کے لئے

۱۔ حرکت کرنا۔ تکلیف اٹھانا۔ ذلت اٹھانا۔

۲۔ زندگی راحت عزت

کا موجب ہے۔

کیا آپ ایک کو اختیار کر کے دوسری کو حاصل کریں گے۔ (حضرت مولٰنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ)

---

## "انسانی دماغ ......" (بقیہ صفحہ ۲۱)

دماغ کو چھوڑ جاتا ہے کیونکہ موت کے بعد وہ مزید ہمارے فانی جسم کو متحرک صورت میں نہیں رکھ سکتا اور یہ صورت اسے ایک نئی زندگی میں میسر آجاتی ہے۔ موت کے بعد ہماری زندگی کے اصل کو کیا ہوتا ہے۔ میں اس کے متعلق کوئی بات اندازے سے بھی نہیں کہہ سکتا۔ البتہ منطق کی بناء پر یقیناً اتنا کہہ سکتا ہوں کہ انسانی شخصیت کی انفرادیت اور اکملیت ایک تصوراتی صورت میں جسے ہم روح کہتے ہیں مسلسل قائم و دائم رہتی ہے۔"

(ماخوذ۔ ریڈرز ڈائجسٹ۔ دسمبر ۱۹۷۸ء)

مکتوبِ مانچسٹر۔

از سید ناصر احمد صاحب

# انسانی دماغ خدا کی تخلیق کا شاہکار ہے

ماہنامہ ریڈرز ڈائجسٹ کے نومبر ۱۹۷۸ء کے شمارہ میں دماغ کے ایک ماہر سرجن کے تاثرات پر مبنی ایک بے حد دلچسپ مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں انسانی دماغ کو ہی رُوح کی آماجگاہ بتایا گیا ہے اور دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ موت کے بعد انسان کے ذہنی قویٰ جو اس کی شخصیت کی جان ہیں در اصل رُوح ہی کا دوسرا نام ہے جو موت کے بعد ایک اور صورت میں اپنی بقا کو قائم رکھتے ہیں۔ مضمون نگار نے دماغ کی حیرت انگیز تخلیق اور اس کی لاجواب صلاحیتوں کو خدائی تخلیق کا شاہکار گردانا ہے۔ اور یہ خدا کی ہستی پر حتمی دلیل بھی ہے۔ یہ مضمون پڑھتے ہوئے میرا ذہن قدرتی طور پر حضرت مسیح موعود کے ملفوظات جلد دوم میں مندرج ان دلائل کی طرف چلا گیا جو آپ نے ایک دہریہ کے سوالات کے جواب میں دیئے ہیں۔ خدا کی ہستی کے وجود کے متعلق ایک دلیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی بنانے والا نظر آتا ہو تو دلیل پکڑنے کی کیا حاجت تھی۔ دلیل تو اس جگہ پکڑی جاتی ہے کہ جب ایک شئے کا وجود بغیر اس کے نظر آنے کے ثابت کرنا پڑے۔ دیکھو مصر میں ایسی ایسی قدیم عمارات موجود ہیں کہ اب اس زمانہ کے لوگ ان کو بنا نہیں سکتے۔ لیکن یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھی معمار تھے جنہوں نے ان کو بنایا۔ مصنوع کے صانع پر ذاتی دلالت ہے۔ خواہ صانع نظر آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اگر ایک آدمی ایک نئی کل پیدا کرے جو ایک آدمی نے پہلے نہیں کی۔ اور جس کی صنعت پہلے کسی نے نہیں بنائی۔ اور وہ آدمی ہم نے دیکھا بھی نہ ہو۔ تو کیا ہم ایسا خیال کریں گے کہ وہ صنعت خود بخود بن گئی۔ ہر ایک عقلمندی کا کام ایک عاقل کی دستکاری پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مثال تعصب اور تاریکی نفس کی ہے کہ باوجود اقرار اس بات کے کہ ایک صنعت کو دیکھ کر یہ کہیں کہ فی الحقیقت یہ عاقلانہ کام ہے پھر انکار کریں کہ کسی عاقل کی بنائی ہوئی نہیں۔ ذی شعور اور غیر ذی شعور کے فعل میں ہمیشہ ایک فرق ہوتا ہے جس مصنوع میں یہ علامت پائی جائے کہ اس کے صانع نے اپنے مطالب کو بالارادہ مدنظر رکھا ہے۔ اور فعل عبث نہیں ہے۔ تو اس مصنوع پر عقل سلیم حکم کرے گی کہ یہ کسی صانع ذی شعور کا فعل ہے۔ جیسے اگر کسی کاغذ پر سیاہی گر جائے تو ممکن ہے کہ کسی انسان نے گرائی ہو۔ لیکن اگر کسی کاغذ پر ایک صفحہ کسی کتاب کا لکھا جائے جو کوئی ضروری مطلب اس سے معلوم ہوتا ہو تو کوئی دانا نہیں کہے گا کہ خود بخود بغیر کاتب کے لکھا گیا۔ پھر اگر یہ ایسے وضع کے حرف ہوں کہ پہلے اس وضع کے حرف ہم نے نہیں دیکھے۔ لیکن جب ہم نے غور سے دریافت کر لیا کہ یہ بھی حرف ہیں اور اس کی عبارت میں صدہا صفحہ برابر بنتے چلے گئے تو پھر اگرچہ ہم نے اس کے کاتب کو نہیں دیکھا اور نہ اس نئی طرز کے کبھی حروف دیکھے لیکن اس میں کیا شک ہے گا کہ یہ ضرور کسی کاتب کی ایجاد ہے۔"

ریڈرز ڈائجسٹ کے مضمون سے اقتباس کا اُردو ترجمہ ملاحظہ فرماویں:۔۔۔۔۔

بہت سے سائنسدان جو تحقیقی کاموں میں لگے ہوئے ہیں جوں جوں ان کا علم بڑھتا ہے ان کا خدا پر ایمان کم ہوتا جاتا ہے۔ لیکن میرے ساتھ معاملہ اُلٹ ہے۔ مریضوں کے ذریعہ جو تجربہ مجھے حاصل ہوا ہے اور انسانی دماغ کے سربستہ رازوں کو معلوم کرنے کے سلسلہ میں میری تحقیقات نے مجھے پہلے سے بھی زیادہ تعجب میں ڈال دیا ہے اور مَیں اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ ضرور کوئی ایسا اعلیٰ ذہن ہے جو اس حیرت انگیز انسانی دماغ اور اس کے ذہنی قویٰ کی تخلیق اور ترقی کا ذمہ دار ہے۔ یہ سب کچھ انسانی سوچ و دسترس سے باہر ہے۔

اس لاجواب انسانی عضو دماغ پر ذرا غور تو کریں۔ انسان بہترین سے بہترین کمپیوٹر بنا لے لیکن وہ تین پونڈ وزنی انسانی بھیجہ کو جو بے شمار نسوں پر مشتمل ہے، اس کی ساخت کی پیچیدگیوں، پھرتی اور کام کرنے کی اہلیت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ساخت کے لحاظ سے دماغ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں دکھائی دیتا ہے جس میں تنگ وادیاں ہیں۔ جس میں چھوٹے چھوٹے سُرخ اور نیلے ندی نالے ہیں جو ایک دوسرے میں سے ہوتے ہوئے گذرتے ہیں۔ بظاہر سارے دماغ ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اس میں کسی جگہ ایک ایسی چیز موجود ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو امتیازی حیثیت عطا کرتی ہے۔ کیونکہ دماغ جس میں انسانی ذہن ہوتا ہے وہی در اصل انسانی زندگی کا منبع ہے۔ سائنس اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ابھی تک انسانی دماغ اور اس کے ذہن سے رشتے اور اسی طرح کھوپڑی اور اس میں مقید بھیجہ کے متعلق بہت کم جان سکی ہے۔

مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ انسانی دماغ میں ہی رُوح کی آماجگاہ ہے۔ اس لئے میں دماغ کو بڑی احترام کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ تاہم جب اسے چوٹ لگ جائے یا اس میں کسی بیماری کے جراثیم داخل ہو جاویں یا غدود بڑھ جائیں یا دماغ کی کوئی نالی پھٹ جائے تو ہمیں اس کی تلاش کے لئے اس کی چیر پھاڑ کرنا پڑتی ہے۔ لیکن جسم کے اس حصّہ میں کام کرتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں کوئی مذہبی فریضہ ادا کر رہا ہوں۔ دماغ کے علاج یا اپریشن کے لئے انتہائی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس انتہائی کام میں خدا پر ایمان ہی مجھے اس کام میں حوصلہ اور ہمّت دیتا ہے۔

میرے نزدیک ڈاکٹری پیشہ اور خدا پر ایمان لازم و ملزوم ہیں۔ میں خدا سے دُعا کرتا رہتا ہوں خاص طور پر اپریشن سے پہلے اور اس کے بعد۔ اور مجھے دُعا سے بے حد تسلی اور سکون ملتا ہے۔ اور مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے پیچھے ایک طاقت سہارا دیئے ہوئے ہے جس کی مجھے ضرورت اور خواہش محسوس ہوتی ہے۔

مجھے علم ہے کہ میرے کئی ایک ممتاز اور اچھے ساتھی دماغ سے متعلق غیر حل شدہ مسائل کو کسی نہ کسی علم حساب یا کیمیائی فارمولا کے حوالہ سے حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس بات سے اپنے آپ کو تسلی دے لیتے ہیں کہ جو مسائل آج حل طلب ہیں وہ سائنس کی آئندہ تحقیقات کے ذریعہ حل ہو جاویں گے۔ لیکن یہ خیال کہ انسان چند نباتاتی اور بجلی کے ذرات کا مرکب ہے جو کسی اتفاقی حادثہ کی وجہ سے موجودہ شکل اختیار کر گئے میرے نزدیک منطق کے بالکل خلاف ہے۔

خالصتہً سائنسی نقطہ نگاہ سے مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ انسانی دماغ اور ذہن کی انفرادیت اور اکملیت کو بیان کرنا اس کی دسترس سے باہر ہے اس کے لئے ایک اعلیٰ ترین ذہن کی ضرورت ہے۔

ہمیں انسانی ذہن کے متعلق کتنا کچھ ہی کیوں نہ معلوم ہو جائے پھر بھی ممکن نہیں کہ ہم مکمل طور پر اسے جان سکیں۔ اور اس لئے ہمیں یہ جاننا پڑے گا کہ اس کی ابتداء کسی ذہین ترین ہستی نے کی ہو گی۔ میں یہ ماننے کو تیار نہیں کہ انسانی جسم، شخصیت، ذہانت اور یادداشت سب محض اتفاقی طور پر یکجائی صورت میں اکٹھی ہو گئیں۔

مَیں اس بات کو بھی تیار نہیں کہ موت کے واقع ہونے کے ساتھ ہی ذہانت، شخصیت، یادداشت کے جملہ قویٰ کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ہماری زندگی کا اصل یا نچوڑ انسا

(باقی ص ۲۰ کالم ۲)

ابو ارشد

# آپ آئیں گے تو گلشن میں بہار آئے گی

آپ آئیں گے تو گلشن میں بہار آئے گی
ایک رونق ہے جو بے حد و شمار آئے گی

آپ کے آنے سے ہر دل کو سکوں پہنچے گا
آپ کیا آئیں گے اِک موجِ قرار آئے گی

آپ جو آئیں گے تصویرِ اخوت بن کر
ولولے دیں کے وہ ہر دل میں نکھار آئیگی

استدعا ہے یہ بزرگوں سے وہ تکلیف کریں
اُن کے آنے سے اخوت بکنار آئے گی

نوجوانوں پہ یہ لازم ہے کہ وہ آگے آئیں
اُن کی ہمت ہے جو ہر کام سنوار آئے گی

مل کے روئیں گے جو ہم دینِ مبیں کی خاطر
فتح و نصرت کی جھلک قرب و جوار آئے گی

اپنا پیغام نہیں صحنِ چمن تک محدود
ہر طرف بادِ صبا جا کے پکار آئے گی

دیں کی عظمت کے لئے سوچیں گے ایسی راہیں
دل کی دھڑکن ہمیں منزل پہ اتار آئے گی

کب اُجڑتی ہے بگولوں سے چمن کی رونق
گرد اُٹھے گی تو ہمرنگ غبار آئے گی

”ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا“
وہ جو دیکھیں گے انہیں اپنے سے عار آئیگی

”آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند“
اَب بھی جو آئے گا ذلت اُسے مار آئے گی

آپ میدانِ ریاضت میں دکھائیں جوہر
طبع جولاں بھی خیالوں پہ سوار آئے گی

---

قارئین کرام مطلع رہیں کہ پیغام صلح کا موجودہ شمارہ ۶ / اور ۱۳ / دسمبر کی نمبر کو ملا کر شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سے اگلا پرچہ ۲۰ / دسمبر ۱۹۷۸ء کو شائع ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ادارہ)

---

# حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ

## کی کامیاب دورہ ہائے بلادِ غرب سے مراجعت

حضرت الحاج ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب چیئرمین کمیٹی برائے تبلیغ بیرون پاکستان جماعتہائے احمدیہ انگلستان و امریکہ کے کامیاب تبلیغی تنظیمی تعلیمی اور تربیتی دورہ کے بعد مورخہ ۱۱ / دسمبر سوموار بعد دوپہر دارالسلام لاہور میں واپس تشریف لے آئے ہیں۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو کے کے مشنری و امام جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے جو جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔

مرکزی انجمن کے اراکین، بزرگان و احباب سلسلہ تنظیم خواتین احمدیہ اور شبان الاحمدیہ کے عہدیداران اور حضرت ممدوح کے احباب و اقرباء نے لاہور کے ہوائی مستقر پہ آپ کو خوش آمدید کہا اور کامیابی کے ساتھ واپسی پر آپکو مبارکباد پیش کی۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے ہر ایک سے معانقہ فرمایا اور مزاج پرسی کی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف جو انما المؤمنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون کے مصداق ہیں، اور جو جہد فی سبیل اللہ، تقویٰ، نیکی، بُردباری، اور شفقت و ہمدردی قوم کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر ہیں، نیز جن کے قلب سے محبت الٰہی کا نور پھوٹ کر انکے چہروں پر آجاتا اور جن کے دل میں قرآن بستا اور خدا جاگتا ہے۔ جنہوں نے اپنی زندگی اسلام و قرآن کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہوئی ہے۔ جب تک ایسے رجالِ عظیم جماعت میں موجود ہیں، جن کے آنسو دات کو بہتے ہیں۔ جماعت کو کوئی گرا نہیں سکتا۔

حضرت موصوف جماعت کی دینی و روحانی تربیت و راہنمائی کے تمام کام للہ فی اللہ سرانجام دے رہے ہیں بمطابق لا اسئلکم علیہ مالاً۔ ان اجری الا علی اللہ۔ میں تم سے اسکے صلہ میں مال نہیں مانگتا

میرا اجر اللہ پر ہے نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ

اے باری تعالیٰ، قرآنی سیرت کے اس پیکر، نافع الناس وجود مسعود کو کامل صحت و سلامتی کیساتھ لمبی عمر عطا فرما اپنے خاص الخاص فضل و کرم کو اسکے شامل حال رکھ اسکی تائید و نصرت فرما اور اسکو صبر و استقامت بخش کہ وہ تیری رضا کی راہوں پر یونہی شب و روز خنداں و فرحاں گامزن رہے۔ امین یا رب العالمین۔

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد (ایڈیٹر)

# سالانہ جلسہ خواتین احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

## دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

**توجہ فرمائیں!** جلسہ خواتین کا پروگرام پیشِ خدمت ہے۔ اس بار اس پروگرام کے دو نمایاں پہلو یہ ہیں:۔

(۱) یہ جلسہ دو نشستوں میں ہو رہا ہے۔ ملتمس یہ ہے کہ علاوہ مقرر خواتین کے ہماری نوجوان و کم عمر بچیوں کو بھی اظہارِ خیالات اور تقریر کا زیادہ سے زیادہ موقع دیا جائے۔ چنانچہ دوسرے اجلاس میں ایک مذاکرہ رکھا گیا ہے۔

(۲) مذاکرہ کا موضوع ہے "حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت میری نظر میں"۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ اس میں خواتین و بنات کا نوجوان طبقہ اور کم عمر بچیاں حصہ لیں۔ اس موضوع کی تیاری میں ان کو اپنے سلسلہ کی صداقت اور حقائق سے آگاہی ہوگی جس کی فی زمانہ اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ درخواست ہے کہ والدین اپنی بچیوں کو اس مذاکرہ میں حصہ لینے کے لئے آمادہ کریں اور تیاری میں ان کی مدد فرمائیں اور اگر پبلک میں بولنے کی کوئی جھجک ہے تو اس کو دور فرمائیں۔

جو لڑکیاں اس میں حصہ لینا چاہتی ہیں وہ براہِ کرم اپنے ناموں سے مندرجہ ذیل پتے پر مجھے آگاہ کریں:۔

ذکیہ شیخ۔ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور۔ ۴۔ حسین سٹریٹ۔ مسلم ٹاؤن۔ لاہور۔

## بروز منگل مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء

### پہلا اجلاس

زیرِ صدارت: محترمہ جمیلہ خان صاحبہ صدر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام یو۔کے (انگلستان برانچ)

| پروگرام | | وقت |
|---|---|---|
| تلاوت قرآن مجید معہ ترجمہ | محترمہ مس طاہرہ جنجوعہ صاحبہ | 9.00 — 9.05 صبح |
| نعت | مکرمہ مس زاہدہ جنجوعہ صاحبہ | 9.05 — 9.10 " |
| تقریر استقبالیہ | بیگم ذکیہ شیخ۔ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور | 9.10 — 9.20 " |
| تقریر | محترمہ بیگم خورشید راجہ صاحبہ سیالکوٹ | 9.20 — 9.30 " |
| تقریر | محترمہ بیگم بشارت خانم نذر صاحبہ | 9.30 — 9.40 " |
| نعت | محترمہ بیگم فریدہ رحمان صاحبہ۔ کراچی | 9.40 — 9.45 " |
| تقریر | محترمہ بیگم ڈاکٹر کرم الٰہی صاحبہ پشاور | 9.45 — 9.55 " |
| رپورٹ خواتین احمدیہ لندن | بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ لندن | 9.55 — 10.5 " |
| رپورٹ خواتین احمدیہ ہالینڈ | بیگم جمعراتن جگو صاحبہ ہالینڈ | 10.5 — 10.15 " |
| نعت | محترمہ مسز لال محمد صاحبہ۔ ہالینڈ | 10.15 — 10.20 " |
| تقریر | محترمہ بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ | 10.20 — 10.30 " |
| تقریر | محترمہ بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ | 10.30 — 10.45 " |
| خطبۂ صدارت | محترمہ مسز جمیلہ خان صاحبہ | 10.45 — 11.05 " |
| اپیل چندہ | محترمہ بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ | 11.05 — 11.25 " |
| دعا | محترمہ بیگم خورشید راجہ صاحبہ | 11.25 — 11.30 " |

### وقفہ برائے نمائش دستکاری و نماز

12.30 — 3.00 دوپہر

### دوسرا اجلاس

زیرِ صدارت: بیگم الحاج مولانا عبد الرحیم جگو صاحبہ۔ ہالینڈ۔

| پروگرام | | وقت |
|---|---|---|
| تلاوت قرآن مجید معہ ترجمہ | | 3.00 — 3.05 بعد دوپہر |
| نظم | مایچہ رسول و بچیاں | 3.05 — 3.10 " |
| رپورٹ تنظیم خواتین احمدیہ پشاور | مس پروین واجد۔ سیکرٹری | 3.10 — 3.15 " |
| " " " کراچی | محترمہ بیگم اختر نذیر احمد | 3.15 — 3.20 " |
| " " " سیالکوٹ | محترمہ سیکرٹری صاحبہ | 3.20 — 3.25 " |
| نعت | | 3.25 — 3.30 " |
| مجلسِ مذاکرہ | موضوع: "حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت میری نظر میں" | 3.30 — 4.30 " |

(یہ سامعین کے لئے کھلا اجلاس ہے اور مقررین کیلئے وقت پانچ منٹ ہے)

| | | |
|---|---|---|
| تقسیم انعامات | | 4.30 — 4.45 " |

جج خواتین: (۱) بیگم رضیہ فاروقی (لندن) (۲) بیگم عائشہ بیگ (۳) بیگم رضیہ مدد علی۔

سٹیج سیکرٹری: (پہلی نشست) بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ

" " (دوسری نشست) بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ

**ذکیہ شیخ۔ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور**

# پروگرام

## چونسٹھواں جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بتاریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء (بروز منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ)

بمقام جامع احمدیہ دارالسلام (نزد یونیورسٹی کیمپس)

۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

## منگلوار۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء

۹½ بجے صبح سے ۲½ بجے دوپہر تک

جلسۂ خواتین۔ زیر صدارت: محترمہ جمیلہ خان صاحبہ۔ صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یوکے۔

نمائش دستکاری

(جلسۂ خواتین کا تفصیلی پروگرام الگ شائع ہو رہا ہے)

## ۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز بدھ

### پہلا اجلاس

زیر صدارت: حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ

- ۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن مجید۔۔ : محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب
- ۹-۴۰ تا ۹-۵۰ : منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ۔ : محترم چوہدری محمد حیات صاحب
- ۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ۔ : محترم مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان۔
- ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۳۰ : افتتاحی تقریر۔۔ : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ
- ۱۰-۳۰ تا ۱۱-۱۰ : ضرورت مذہب۔۔ : محترم مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔اے
- ۱۱-۱۰ تا ۱۱-۵۰ : یورپ میں تبلیغ اسلام۔۔ : مولانا عبدالرحیم جگّو صاحب
- ۱۱-۵۰ تا ۱۲-۳۰ : احمدیت اسلام کی صحیح تصویر ہے : محترم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایم۔ایس سی
- ۱۲-۳۰ تا ۲-۰۰ : طعام و نماز ظہر و عصر

### دوسرا اجلاس

زیر صدارت: ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب

- ۲-۳۰ تا ۲-۴۰ : تلاوت قرآن کریم۔۔۔ : محترم مولوی شفقت رسول صاحب
- ۲-۴۰ تا ۲-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ۔ : محترم مظہر الدین صاحب
- ۲-۵۰ تا ۳-۳۰ : مسئلہ جہاد اور حضرت مسیح موعودؑ : محترم مولانا مرزا محمد الیاث صاحب بد
- ۳-۳۰ تا ۴-۱۰ : کیا مرزا صاحب نے تدریج دعویٰ نبوت کیا؟ : مکرم قبلہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ایڈیٹر لائٹ
- ۴-۱۰ تا ۴-۴۰ : تقریر۔۔۔ : آغا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام برلن مشن

۲۷ دسمبر۔ ۷ بجے شام — اجلاس شبان الاحمدیہ

## ۲۸ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعرات

### پہلا اجلاس

زیر صدارت: محترم میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب

- ۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن پاک۔ : محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب۔
- ۹-۴۰ تا ۹-۵۰ : منظوم کلام حضرت امام الزمانؑ : چوہدری محمد حیات صاحب۔
- ۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم زاہد جنجوعہ صاحب۔
- ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۴۰ : ختم نبوت اور جماعت احمدیہ۔ : مولانا حافظ شیر محمد صاحب خیشابی امام مجد مشن۔
- ۱۰-۴۰ تا ۱۱-۰۰ : سالانہ رپورٹ : محترم جنرل سیکرٹری صاحب
- ۱۱-۰۰ تا ۱۱-۲۵ : تقریر۔۔ : محترمہ مسز جمیلہ خان صدر یوکے مشن
- ۱۱-۲۵ تا ۱۱-۴۵ : مقصد مسیح موعودؑ کا مشن اور ہماری ذمہ داریاں : حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سینئر نائب صدر انجمن
- ۱۲-۴۵ تا ۲-۳۰ : طعام اور نماز ظہر و عصر۔

### دوسرا اجلاس

زیر صدارت: محترم شیخ میاں ظہور احمد صاحب

- ۲-۳۰ تا ۲-۴۰ : تلاوت قرآن مجید : محترم مولانا شفقت رسول صاحب
- ۲-۴۰ تا ۲-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم حافظ عبدالرؤف صاحب
- ۲-۵۰ تا ۳-۳۰ : استحکام جماعت کے تقاضے : محترم مولانا بشیر احمد منٹو صاحب ایم۔اے
- ۳-۳۰ تا ۴-۰۰ : جماعت کی ترقی اور توسیع میں نوجوانوں کا کردار : محترم میاں شوکت حمید مجاہد صاحب صدر مرکزی شبان الاحمدیہ
- ۴-۰۰ تا ۴-۳۰ : تقریر۔۔ : محترم چوہدری فتح محمد عزیز صاحب ایڈووکیٹ گجرات۔

نماز مغرب و عشاء۔ کھانا رات کا

- ۷-۳۰ تا ۹-۳۰ : اجلاس مندوبین از انگلستان، ہالینڈ و دیگر ممالک۔

## ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک

### پہلا اجلاس

زیر صدارت: جناب شیخ میاں عمر فاروق صاحب

- ۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن مجید۔ : مولانا شفقت رسول صاحب۔
- ۹-۴۰ تا ۹-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : مولانا خالد سعید صاحب۔ فاضل عربی۔
- ۹-۵۰ تا ۱۰-۳۰ : مجدد صدی چہاردہم اور سابق مجددین امت۔ : محترم چوہدری شکر اللہ خان منصور صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔
- ۱۰-۳۰ تا ۱۱-۰۰ : وحی و الہام اور امت محمدیہ : محترم شیخ نثار احمد صاحب۔
- ۱۱-۰۰ تا ۱۱-۳۰ : اسلام کا فلاحی معاشرہ اور حضرت مسیح موعودؑ۔ : محترم شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب ایم۔اے۔
- ۱۱-۳۰ تا ۱۲-۳۰ : "دنیا کی مشکلات" "ہماری مشکلات" : محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب۔
- ۱۲-۳۰ تا ۱۲-۴۵ : اختتامی تقریر و دعا۔ : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ۔

میاں فضل احمد۔ مہتمم جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء

جلد ۶۶ | یوم چہار شنبہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۷۸ء | نمبر ۵۱

## ارشادات مسیحِ زمان، مجددِ دوران حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

# چندہ ماہوار اپنی حیثیت اور مقدرت کے مطابق ادا کرنے کی تاکید

"اے اسلام کے ذی مقدرت لوگو! دیکھو! میں یہ پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اس اصلاحی کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نکلا ہے اپنے سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہیئے۔ اور اس کے سارے پہلوؤں کو بنظرِ عزت دیکھ کر بہت جلد حقِ خدمت ادا کرنا چاہیئے۔ جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری چندہ دینا چاہتا ہے وہ اس کو حقِ واجب اور دینِ لازم کی طرح سمجھ کر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے اور اس فریضہ کو خالصۃً للہ نذر مقرر کر کے اس کے ادا میں تخلف یا سہل انگاری کو روا نہ رکھے اور جو شخص یکمشت امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے وہ اسی طرح امداد کرے لیکن یاد رہے کہ اصل مدعا جس پر اس سلسلہ کے بلا انقطاع چلنے کی امید ہے وہ یہی انتظام ہے کہ سچے خیر خواہ دین کے اپنی بضاعت اور اپنی بساط کے لحاظ سے ایسی سہل قمیں ماہواری چندہ کے طور پر ادا کرنا اپنے نفس پر ایک حتمی وعدہ ٹھہرا لیں جن کو بشرطِ نہ پیش آنے کسی اتفاقی مانع کے بآسانی ادا کر سکیں۔ ہاں جس کو اللہ جلشانہٗ توفیق اور انشراحِ صدر بخشے وہ علاوہ اس ماہواری چندہ کے اپنی وسعت، ہمت اور اندازہ مقدرت کے موافق یکمشت کے طور پر بھی مدد کر سکتا ہے۔ اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی اپنا آرام اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے۔ اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا۔ تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصّہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصّہ لے گا۔"

(فتح اسلام۔ صفحہ ۳۱-۳۲)

# سالانہ جلسہ خواتین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

## دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

---

**توجہ فرمائیں** { جلسہ خواتین کا پروگرام پیش خدمت ہے۔
اس بار اس پروگرام کے دو نمایاں پہلو یہ ہیں:

(۱) یہ جلسہ دو نشستوں میں ہو رہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ علاوہ مقرر خواتین کے ہماری نوجوان و کم عمر بچیوں کو بھی اظہار خیالات اور تقریر کا زیادہ سے زیادہ موقع دیا جائے۔ چنانچہ دوسرے اجلاس میں ایک مذاکرہ رکھا گیا ہے۔

(۲) مذاکرہ کا موضوع ہے "حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت میری نظر میں"۔
ہماری دلی خواہش ہے کہ اس میں خواتین و بنات کا نوجوان طبقہ اور کم عمر بچیاں حصہ لیں۔ اس موضوع کی تیاری میں ان کو اپنے سلسلے کی صداقت اور حقائق سے آگاہی ہوگی جس کی آج زمانہ اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ درخواست ہے کہ والدین اپنی بچیوں کو اس مذاکرہ میں حصہ لینے کے لئے آمادہ کریں اور تیاری میں ان کی مدد فرمائیں اور اگر پبلک میں بولنے کی کوئی جھجک ہے تو اس کو دور فرمائیں۔
جو لڑکیاں اس میں حصہ لینا چاہتی ہیں وہ براہ کرم اپنے ناموں سے مندرجہ ذیل پتے پر مجھے آگاہ کریں:
ذکیہ شیخ۔ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور - ۴ - حسین سٹریٹ - مسلم ٹاؤن - لاہور۔

## بروز منگل مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء

### پہلا اجلاس

**زیر صدارت:** محترمہ مسز جمیلہ خان صاحبہ صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو کے (انگلستان) برانچ

| پروگرام | | وقت |
|---|---|---|
| تلاوت قرآن مجید معہ ترجمہ | مکرمہ مس طاہرہ جنجوعہ صاحبہ | 9-00 — 9-05 صبح |
| نعت | مکرمہ مس زاہدہ جنجوعہ صاحبہ | 9-05 — 9-10 〃 |
| تقریر استقبالیہ | بیگم ذکیہ شیخ - صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور | 9-10 — 9-20 〃 |
| تقریر | محترمہ بیگم خورشید راجہ صاحبہ سیالکوٹ | 9-20 — 9-30 〃 |
| تقریر | محترمہ بیگم بشارت خانم نذر صاحبہ | 9-30 — 9-40 〃 |
| نعت | محترمہ بیگم زبیدہ رحمان صاحبہ - کراچی | 9-40 — 9-45 〃 |
| تقریر | محترمہ بیگم ڈاکٹر کرم الٰہی صاحبہ پشاور | 9-45 — 9-55 〃 |
| رپورٹ خواتین احمدیہ لندن | بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ لندن | 9-55 — 10-5 〃 |
| رپورٹ خواتین احمدیہ ہالینڈ | بیگم جمعراتن جگو صاحبہ ہالینڈ | 10-5 — 10-15 〃 |
| نعت | محترمہ مسز لال محمد صاحبہ - ہالینڈ | 10-15 — 10-20 〃 |
| تقریر | محترمہ بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ | 10-20 — 10-30 〃 |
| تقریر | محترمہ بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ | 10-30 — 10-45 〃 |
| خطبۂ صدارت | محترمہ مسز جمیلہ خان صاحبہ | 10-45 — 11-05 〃 |
| اپیل چندہ | محترمہ بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ | 11-05 — 11-25 〃 |
| دعا | محترمہ بیگم خورشید راجہ صاحبہ | 11-25 — 11-30 〃 |

### وقفہ برائے نمائش دستکاری و نماز

12-30 — 3-00 دوپہر

### دوسرا اجلاس

**زیر صدارت:** بیگم الحاج مولانا عبد الرحیم جگو صاحبہ - ہالینڈ۔

| پروگرام | | وقت |
|---|---|---|
| تلاوت قرآن مجید معہ ترجمہ | | 3-00 — 3-05 بعد دوپہر |
| نظم | مدرسہ رسول کی بچیاں | 3-05 — 3-10 〃 |
| رپورٹ تنظیم خواتین احمدیہ پشاور | مس پروین واجد - سیکرٹری | 3-10 — 3-15 〃 |
| 〃 〃 〃 کراچی | محترمہ بیگم نصرت نذیر احمد | 3-15 — 3-20 〃 |
| 〃 〃 〃 سیالکوٹ | محترمہ سیکرٹری صاحبہ | 3-20 — 3-25 〃 |
| نعت | | 3-25 — 3-30 〃 |
| مجلس مذاکرہ | موضوع: "حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت میری نظر میں" | 3-30 — 4-30 〃 |

(یہ سامعین کے لئے کھلا اجلاس ہے اور مقررین کیلئے وقت پانچ منٹ ہے)

| | | |
|---|---|---|
| تقسیم انعامات | | 4-30 — 4-45 〃 |

جج خواتین: (۱) بیگم رضیہ فاروقی (لندن) (۲) بیگم عائشہ بیگ (۳) بیگم رقیہ مدد علی۔

---

سٹیج سکرٹری: (پہلی نشست) بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ
〃 〃 : (دوسری نشست) بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ

---

**ذکیہ شیخ - صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور**

# "ہم کسے مسلمان اور غیر مسلم تصور کریں"

۲۷ یا ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہمیں جناب ڈاکٹر مسعود احمد نائیک صاحب کا ایک مکتوب گرامی ملا جس کا عنوان یہی تھا جو ہم نے اپنے اس اداریہ کا موضوع درج کیا ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کا خط طویل ہے۔ اس کا سارا اقتباس یہاں درج کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں البتہ وہ اہم نکات جو انہوں نے اٹھائے ہیں وہ ہم یہاں اختصار کے ساتھ درج کر دیتے ہیں تاکہ خط کا مفہوم بھی برقرار رہے اور ہم ان کا اپنے موقف کے مطابق جواب بھی دے سکیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :۔

(۱) "میرا مطلب حق بات کہنا ہے خواہ مجھے انگاروں پر ہی کیوں نہ لوٹایا جائے۔ الحمد للہ کہ میں انسانیت نواز مسلمان ہوں۔ میرا نظریۂ حیات انسانیت اور ہیں الاقوامیت ہے اور ۔ میں نہ تو کسی بھی مذہبی۔ سیاسی۔ سماجی جماعت کا رکن یا پیروکار ہوں اور نہ ہی ان سب کا ترجمان۔ میں نے کسی بھی کام کی تعریف میں "غلو" سے ہمیشہ احتراز کیا ہے اور نہ ہی حسد بغض اور تنگ نظری کا اظہار ع

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے"

(۲) "میں نے کچھ عرصہ پیشتر کہا تھا کہ احمدی حضرات (لاہوری) غیر مسلم نہیں ہیں۔ وہ اقرار باللسان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلک توحید پر بھی۔"

(۳) "ہاں ایک بات مجھے احمدی حضرات کی طرف سے ضرور کھٹکتی ہے کہ کچھ عرصہ پیشتر میں نے پیغام صلح لاہور میں پڑھا تھا کہ مولانا محمد علیؒ صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کبھی کبھی فرطِ ادب سے مرزا غلام احمدؒ صاحب قادیانی مرحوم کو "نبی ہیں۔ نبی ہیں" کہہ کر پکارا کرتے تھے تو میں نے احتجاجاً آپ کو اس نفسیاتی غلطی پر توجہ دلائی تھی۔ شاید اس کا جواب نظر نواز نہیں ہوا۔ یہ تو پھر وہی بات ہو گئی جسے قرآن پاک کی اصطلاح میں نفاق سے یاد کیا گیا ہے۔"

(۴) "آپ صاحبان کا روز اول سے لے کر اب تک جتنا لٹریچر شائع ہوا ہے اس میں اسلام کی حقانیت سے زیادہ اور بہت زیادہ مرزا صاحب کی ذات کو نمایاں کر دکھایا گیا ہے۔ گویا وہی غلو جو اسلام کی عین ضد ہے۔"

"ہم کسے مسلمان اور غیر مسلم تصور کریں"۔ کے سوال کا سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اسے مسلمان تصور کریں اور جو اپنے آپ کو مسلمان نہ کہے اسے غیر مسلم کیونکہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو کبھی بھی ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی وغیرہ نہیں کہے گا اور نہ ہی کوئی غیر مسلم اس بات کا کبھی اقرار کرے گا کہ وہ مسلمان ہے۔

یہ الجھن آپ کو اس لئے پیش آئی ہے کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد مسلمان کی وہ تعریف جو قرآن اور احادیث نبوی میں بیان ہوئی ہے انسانوں کے چند منتخب نمائندوں کے ہاتھوں یکسر بدل گئی ہے جو ہمارے نزدیک بے جا مداخلت فی القرآن۔ مداخلت فی الحدیث اور مداخلت فی الدین ہے۔ اور دین اسلام کے ان دو بنیادی ماخذوں میں تحریف کے مترادف ہے۔

قرآن کریم کا بڑا واضح اور غیر مبہم ارشاد ہے کہ :۔

"یایھا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا"

(النساء - ۹۴)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ کی راہ میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔)



تحیۂ اسلامی یا السلام علیکم کہنا اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا مسلمانوں کے لئے مختص ہے اور یہ ایک نشانی ہے جس سے کسی کا مسلمان ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ کسی کی پیشانی پر اس کے عقائد درج نہیں ہوتے کہ اس کے مسلک یا مکتبہ فکر کی شناخت ہو سکے۔ ایک مجلس میں کوئی شخص حاضر ہوتے وقت حاضرین کو السلام علیکم سے مخاطب کرے تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے۔ احمدی ہر آنے جانے کو السلام علیکم سے مخاطب کرتے ہیں اس لئے قرآن کریم کے اس حکم کے مدنظر وہ مسلمان ہیں۔

بخاری شریف میں آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا ہے :۔

"ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس سے ملاقات (کے دن) پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور بعث بعد الموت پر ایمان لائے۔"

"اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے جیسا کہ فرض کیا گیا ہے اور رمضان میں روزے رکھے۔"

(بخاری ۲ : ۳۶)

اسلام کی پانچ بنیادی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے :۔

"اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور کہ محمد اس کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا اور روزے رکھنا۔" (بخاری ۲ : ۱)

مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"جو ہماری طرح نماز پڑھے۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ یہ مسلمان ہے۔ اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے اس لئے تم اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔" (بخاری ۸ : ۲۸)

احمدی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ پڑھتے ہیں۔ السلام علیکم کہتے ہیں۔ نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے اور روزے رکھتے ہیں۔ اور جب تک احمدیوں پر حج بند نہ ہوا تھا ہم سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ احمدیوں کو زیارت بیت اللہ اور زیارت مدینۃ النبی کا شرف اللہ تعالیٰ نے بخشا۔ اب قرآن اور احادیث کی ان شہادتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اور ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلعم کی طرف سے جانتے ہوئے اور ان پر یقین اور ایمان رکھتے ہوئے بشرطیکہ اس کے دل میں خدا کا خوف اور رسولؐ کا احترام ہو تو کوئی انصاف پسند مسلمان تو کیا غیر مسلم بھی یہی کہے گا کہ احمدی قرآن اور احادیث کے بیان کردہ معیار کے مطابق مسلمان ہیں۔ لیکن ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد خدا اور رسول کا کسی کو مسلمان قرار دینے کا معیار ختم ہو گیا ہے۔ اب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کلمۂ شہادت عملاً منسوخ ہو چکے ہیں کیونکہ ان کے پڑھنے سے کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ خارج ہو جاتا ہے۔

اور مسلمان کی وہ تعریف جو قرآن کریم اور احادیث میں بیان ہوئی ہے جس کا حوالہ ہم اوپر دے آئے ہیں وہ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ نامکمل ہے کیونکہ جداگانہ انتخاب کے لئے تیار کی جانے والی فہرستوں کے لئے جو ڈیکلریشن فارم مسلمانوں کے لئے تجویز ہوئے ہیں ان پر علماء نے اعتراض کیا ہے۔ (اور "حکومت نے محسوس کیا ہے) کہ اس ڈیکلریشن میں مسلمان کی نامکمل تعریف ہے۔" اور یہ تعریف اس لئے نامکمل ہے کہ کہیں کلمہ طیبہ اور کلمۂ شہادت پڑھنے والے اور اسلام کے تمام بنیادی ارکان پر ایمان لانے اور انہیں بجا لانے والے۔ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایسا محکم ایمان لانے والے کہ نہ آپؐ کے بعد کسی پرانے نبی کی اور نہ نئے نبی کی آمد کو تسلیم کرتے ہوں لاہوری اور قادیانی (ربوہ) احمدی مسلمانوں میں شامل نہ ہو جائیں اور ان کے لئے دروازہ بند کرنے کی خاطر ان الفاظ کا بڑھانا ضروری سمجھا گیا ہے کہ وہ نہ لاہوری احمدی ہے اور نہ قادیانی۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ نیا کلمہ ایجاد ہوا ہے :۔

حلفیہ بیان شناختی کارڈ۔ "میں حلفیہ اقرار کرتا / کرتی ہوں کہ میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا / رکھتی ہوں۔ اور یہ کہ میں کسی ایسے شخص کا / کی

بَردکار نہیں ہوں۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو اور نہ ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا / مانتی ہوں، نہ ہی میں قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا / رکھتی ہوں۔ یا خود کو احمدی کہتا / کہتی ہوں "

جب تک کوئی یہ کلمہ نہ پڑھے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس سے تو یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ ۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء تک جو لوگ چودہ سو سال سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ پڑھ کر مسلمان ہوتے تھے۔ وہ بھی نعوذ باللہ مسلمان نہ تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس حلف نامہ پر دستخط نہیں کئے تھے اور اب جب وہ اللہ میاں کے پاس پہنچ چکے ہیں تو اسے اپنے مسلمان یا غیر مسلم ہونے کا کیا جواب دیں گے۔ کیا یہ کہیں گے کہ چونکہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعودؑ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہمارے زمانے میں ظاہر نہ ہوئے تھے۔ اس لئے ہمیں تو مسلمان ہی تصور کیا جائے اور ہمارے بعد آنے والے لوگوں کے لئے جن کے زمانے میں وہ مبعوث ہوئے اس حلف نامہ پر دستخط ضروری ٹھہرائے جائیں۔

اگر اللہ میاں ان کا یہ عذر قبول فرمالیں تو کتنی مضحکہ خیز بات ہوگی کہ اللہ میاں بھی کسی کو مسلمان ٹھہرانے کے لئے دو معیار قبول فرمالیں۔ ایک جو قرآن اور حدیث نے بیان فرمایا ہے اور دوسرا پاکستان کی قومی اسمبلی کی طرف سے مقرر کردہ یعنی اس طرح قومی اسمبلی کا وہی مقام تصور کر لیا جائے گا جو خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا ہے۔ اور جن اراکین کے متعلق نوائے وقت نے اس فیصلہ پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے لکھا تھا :-

کامل نہ اٹھا اس فرقہ زہاد سے کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے۔

جب دل و دماغ تعصب اور عداوت کے دبیز سیاہ پردوں میں منہ چھپالیں تو انسانوں کی زد سے خدا اور رسول بھی محفوظ نہیں رہتے۔

ہمیں یہاں ایک عجیب نکتہ یاد آیا ہے کہ قرآن کریم میں تحریف کا ذکر یہود کے سلسلہ میں آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا :-

" من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ "
(النساء : ۴۶)

اور " من الذین ھادوا ......... یحرفون الکلم من بعد مواضعہٖ یقولون ان اوتیتم ھذا فخذوہ وان لم تؤتوہ فاحذروا۔ (المائدۃ - ۴۱)

یعنی ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے بعض باتوں کی ان کے موقعوں سے تحریف کرتے ہیں یعنی ان کے الفاظ اور مفہوم کو منشاءِ مطلب بنانے کے لئے بدل دیتے ہیں "

اور المائدۃ میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ :-

" اگر تم کو یہ دیا جائے تو لے لو اور اگر یہ نہ دیا جائے تو بچو "

یعنی جس بات میں تمہیں اپنا فائدہ نظر آئے اور اپنا مطلب حل ہوتا ہوا دکھائی دے تو قبول کر لو اور اگر اس کے برخلاف ہو تو اس سے بچو۔

قرآن کریم کے ان الفاظ پر غور کرنے کے بعد جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے جس سے آنحضرت صلعم کے نورِ بصیرت پر ایمان میں بے حد اضافہ ہوتا ہے :-

عن ابی سعیدؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر و ذراعاً بذراع حتی لو سلکوا حجر ضب سلکتموہ قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن "

ابو سعید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور ان کے رستوں پر چلو گے جو تم سے پہلے تھے۔ بالشت بر بالشت اور ہاتھ پر ہاتھ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں سے گھسے ہیں تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ یہود اور نصاریٰ سے فرمایا اور کون۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء)۔

اعمال میں ان کے ساتھ موافقت پیدا ہو جائے گی۔ کفر یعنی اسلام سے انکار میں نہیں۔ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ قرآن اور حدیث سے اعراض کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک اور تعریف محض ایک قال اللہ اور قال الرسول پر عمل کرنے والی جماعت کو غیر مسلم ٹھہرانے کے لئے اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کر دینا قرآن میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ اس سیاسی تعریف پر متفق ہونے والے بھی جب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے روادار نہیں تو وہ مذہبی طور پر ایک دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس لئے یہ سیاسی مسلمان ضرور ہیں مذہبی نہیں۔

اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے ایک اور حدیث کے آئینہ میں اپنا منہ دیکھ کر ہمیں یہ بتائیں کہ کیا وہ مسلمان ہیں اور اگر ہیں تو کیوں :-

" عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ والمھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ "۔ (بخاری ۲ : ۳)

فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی خاطر وہ سب کچھ ترک کر دے جس سے اس نے اسے منع فرمایا ہے "

آج کون " مسلمان " یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہیں۔ اگر اعتبار نہ آئے تو روزناموں میں شائع ہونے والی خبروں کو پڑھیے۔ اور قائدین قوم جن الفاظ میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں ان پر بھی نظر رکھئے۔ اس کے باوجود اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو کس برتے پر۔

ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں :-

" لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ "

" تم میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لاتا ( مؤمن نہیں ہو سکتا ) جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہ بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند رکھتا ہے "

کیا آج کے صاحبِ اقتدار دوسروں کو یعنی اپنے مخالفوں کو جو ان کے مسلمان بھائی ہیں اپنے اقتدار میں شریک کرنا پسند کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو سیاسی جماعتیں جو ایک اتحاد میں منسلک تھیں کبھی منتشر نہ ہوتیں۔ اور ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں ٹکٹوں کی تقسیم پر جوتیوں میں دال نہ بٹتی۔ پھر بتائیے کون مسلمان اور کون کافر۔

۳۔۲ ـــ ڈاکٹر صاحب! ہم آپ کے مشکور ہیں کہ آپ ہمیں توحیدِ الٰہی اور ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے سمجھ کر مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بات جو آپ کو ہماری طرف سے کھٹکتی ہے کہ ہمارے حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت احمدیہ لاہور کبھی کبھی فرطِ ادب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم کو نبی ہیں۔ نبی ہیں کہہ کر پکارا کرتے تھے " اور اسے آپ ہمارا نفاق کہتے ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں۔ آپ نے ہمارے جس " پیغام صلح " کا حوالہ دیا ہے اگر اس کا شمارہ نمبر اور تاریخ بھی ساتھ لکھ دیتے تو ہمیں سمجھنے میں آسانی ہوتی کہ حضرت مولانا صاحب مرحوم نے یہ الفاظ اگر کہے ہیں تو وہ کس CONTEXT میں کہے ہیں۔ آپ کا ہمارے متعلق جماعت ربوہ کے بھائیوں کی طرح یہ خیال ہے کہ دراصل ہم بھی حضرت مرزا صاحب کو دل میں نبی ہی مانتے ہیں لیکن اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرانے کے لئے زبان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مجدد مانتے ہیں۔ یعنی ہمارا دل اور زبان ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دیتے اور اسی کو نفاق کہتے ہیں کسی انسان کو یہ دعوے نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ دوسروں کے دل کے بھید بھی جانتا ہے کیونکہ " علیم بذات الصدور " صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کی ایک مشہور تصنیف " النبوۃ فی الاسلام " ہے۔ جس میں آپ نے ... مسئلہ پر سیر حاصل اور مفصل بحث کی ہے۔ اگر آپ کو یہ کتاب پڑھنے کا موقعہ ملے تو آپ پر ساری بات واضح ہو جائے گی۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے متعلق آپ کی یہ غلط فہمی رفع ہو جائے کہ ہم منافق نہیں ہیں۔ ویسے اتنا عرض کر دوں کہ جماعت قادیان سے ہماری علیحدگی کا سبب ہی یہ تھا کہ انہوں نے خلافت قائم

کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کو ان کے مقام مجددیت۔ محدثیت اور مسیح موعود سے اُٹھا کر نبوت کے مقام پر فائز کر دیا۔ اور آپ کو نہ ماننے والوں کو کافر کہہ دیا۔

"النبوۃ فی الاسلام" کے علاوہ حضرت مولانا صاحب نے ایک دوسری کتاب "ردِ تکفیر اہلِ قبلہ" تصنیف فرمائی اور حضرت مرزا صاحب کی اپنی کتابوں کے حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ آپ نے اپنے نہ ماننے والوں کو ہرگز کافر نہیں کہا۔ ان حوالہ جات میں سے ایک حوالہ پیشِ خدمت ہے۔ یہ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پرانا ایڈیشن اور صفحہ ۲۵۸ نیا ایڈیشن پر ان الفاظ میں درج ہے :۔

> "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا۔"

حاشیہ میں اس کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں :۔

> "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر مُلہم اور محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

جب حضرت مولانا محمد علی رح خود ایسے حوالوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت نہ تھے اس لئے ان کے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا تو وہ کس طرح فرطِ ادب سے ہی سہی حضرت مرزا صاحب کو "نبی ہیں۔ نبی ہیں" کہہ کر پکار سکتے تھے۔ آپ نے "پیغام صلح" کے جس شمارہ میں یہ الفاظ پڑھے ہیں اس کا حوالہ دیں تاکہ ہم اس کی روشنی میں کچھ مزید عرض کر سکیں۔

۱۲۔ آپ کا یہ فرمانا بھی بجا نہیں کہ ہم نے اپنے تمام لٹریچر میں غلو سے کام لیتے ہوئے "اسلام کی حقانیت سے زیادہ اور بہت زیادہ مرزا صاحب کی ذات کو نمایاں کر دکھایا ہے۔ یہاں آپ نے غلو سے کام لیا ہے۔ کیونکہ کسی بات کو اس کی حقیقت سے بڑھ کر بیان کرنے کو ہی غلو کہتے ہیں۔ ہماری طرف سے شائع ہونے والا لٹریچر تین قسم کا ہے۔ اسلام پر غیر مذاہب پر اور سلسلۂ احمدیہ کے مخالفین کے مقابلہ میں۔

چونکہ آپ نے یہاں اسلام کی حقانیت پر لٹریچر کا ذکر فرمایا ہے تو اس سلسلہ میں ہمارا یہ لٹریچر ہے۔ بیان القرآن انگریزی اور اُردو ترجمہ و تفسیر۔ فضل الباری ترجمہ و حواشی صحیح بخاری۔ ریلیجن آف اسلام۔ سیرت خیر البشر اُردو انگریزی۔ خلافت راشدہ اُردو انگریزی۔ نیو ورلڈ آرڈر وغیرہ۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کتابچے بھی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو اُٹھا کر دکھایئے کہ ہم نے اسلام کی حقانیت سے زیادہ اور بہت زیادہ حضرت مرزا صاحب کی ذات کو نمایاں کر کے دکھایا ہے"۔ ہاں ہم نے اپنے لٹریچر میں وفات مسیح۔ یاجوج ماجوج۔ دجال۔ مسیح الدجال۔ دابۃ الارض۔ الہام اور وحی کی حقیقت یہ حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کی روشنی میں ضرور دلائل دیئے ہیں۔ کیونکہ یہی وہ معقول دلائل ہیں جو عین قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی احادیث کی تفسیر ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی طرف سے کچھ بھی پیش نہیں کیا۔

ڈاکٹر صاحب! حضرت مرزا صاحب نے ہماری آنکھ کے جہل اور ظلمت کے پردے ہٹائے ہیں۔ ہمیں صحیح اسلامی فکر اور شعور عطا کیا ہے۔ قرآن جو ایک گمشدہ خزانہ تھا ہمارے ہاتھوں میں دیا۔ ایمان کو ثریا سے لاکر ہمارے دلوں میں جاگزین کیا ہے۔ حُبِ الٰہی اور حُبِ رسول کا راستہ دکھایا ہے۔ جنونِ عشق کے انداز سکھائے ہیں۔ گناہ اور معصیت سے نجات کی راہ دکھائی ہے۔ اتباعِ رسولؐ سے اخلاقی اور روحانی قدروں سے آشنا کیا ہے۔ کیا ایسے محسن کو جس نے ہمیں خدا۔ رسولؐ اور قرآن سے روشناس کرایا پیش کرنا غلو ہے یا عین تحدیثِ نعمت۔

> آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
> ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

# ایک قادیانی دوست کے
## اعتراضات کا جواب

مکرم راجہ عبد المجید صاحب چھکسی (ملتان)

قسط نمبر (۲)

۱۹۱۴ء میں حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی وفات کے بعد یہی کفر و اسلام کا مسئلہ اختلاف کی بنیاد بنا کہ حضرت صاحب کے دوستوں سے بدسلوکی کر کے غیر صالح طریقوں سے خلیفہ بن گئے۔ حالانکہ حضرت صاحب کی وصیت کے مطابق ان کی وارث انجمن تھی۔ جس کے چودہ ممبر تھے۔ حضرت مولوی نور الدینؓ کی وفات کے بعد تیرہ رہ گئے تھے۔ تیرہ میں سے چھ قادیان میں رہنے اقلیت میں ہونے کی وجہ سے بغیر معاملہ مجلسِ معتمدین میں پیش کئے جس طرح حضرت صاحب کی وفات پر معاملہ مجلس معتمدین میں پیش ہو کر متفقہ فیصلہ مولانا نور الدین صاحب کے حق میں ہوا تھا ایسا نہیں کیا گیا بلکہ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں ہی خلافت کے لئے میاں صاحب کا نام تجویز کر کے بغیر کسی تائید کے انصار اللہ پارٹی جو صرف اس کام کے لئے بنائی گئی تھی۔ شور مچا دیا "تحنت خلافت مبارک" مولانا محمد علی صاحب نے بولنا چاہا تو انہوں نے آوازے کسنے شروع کر دیئے کہ ہم نہیں سننا چاہتے اور میاں صاحب نے کسر نفسی کے طور پر بھی ایک دفعہ نہ کہا۔ کیوں شور مچاتے ہو۔ بات تو سن لو مسجد میں ایک ہلڑ مچ گیا۔ خطرہ محسوس کرتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب اُٹھ کر اپنے مکان میں چلے گئے۔ جماعت کے جس گروہ نے میاں صاحب کا ساتھ کفر و اسلام کے مسئلہ پر دیا۔ وہ "فرقہ احمدیہ قادیان" کہلائے۔ اور ان کے قائد یا خلیفہ میاں محمود احمد صاحب بنے۔ اس ہلڑ بازی دھکا زوری پر تھیں۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب (فرزند حضرت مسیح موعود) مولوی محمد علی صاحب کے مکان پر گئے اور انہوں نے مولوی محمد علی سے کہا :۔

> "کہ میرے بھائی نے جو بدسلوکی اپنے باپ کے پرانے دوستوں سے آج روا رکھی ہے۔ میں اس کی معافی مانگنے آیا ہوں۔ اس بدتہذیبی کو دیکھ کر جو ابھی مسجد میں روا رکھی گئی تھی میں ندامت سے زمین میں گڑ گیا"۔

اخبار نور قادیان کی گواہی :۔

> "حضرت سید محمد احسن صاحب کی تقریر کے بعد جناب مولوی محمد علی صاحب نے کچھ بولنا چاہا مگر افسوس بعض غیر ذمہ دار لوگوں نے جناب مولوی صاحب کو سختی سے بولنے سے منع کر دیا۔ ہمارا یقین ہے کہ ہونا تو وہی تھا جو کچھ ہوا پھر کیا وجہ تھی کہ مولوی محمد علی صاحب کو بولنے کے لئے موقع نہ دیا گیا ............ جناب مولوی صاحب کے ساتھ جو مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نور الدین کی محبت و پیار کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔"

(اخبار "نور" قادیان۔ مورخہ ۱۴ر۔ ۱۷ر مارچ ۱۹۱۴ء)

جناب میاں محمود احمد صاحب نے خلافت پر ناجائز طریقہ سے قبضہ کر کے جو پہلا کام کیا وہ قاعدہ ۱۸ میں تبدیلی کر کے حضرت مسیح موعود خدا کے مامور کا نام کاٹ کر اپنا (میاں محمود احمد صاحب) نام جو غیر مامور تھا درج کر دیا گیا۔ اس طرح خود کو حاکم اور انجمن کو محکوم بنا کر انجمن کی جگہ خود وارث بن کر حضرت صاحب کی مقرر کردہ حدود کو توڑ کر صدر انجمن قادیان کی قواعد کی بے حرمتی کی اور ایک نئی انجمن "ترقی اسلام" بنا کر چندے اور دیگر رقوم اپنے نام منگوانے شروع کر کے اپنی منشا خرچ کرنے شروع کر دیئے۔ اور یوں حضرت صاحب کی بنائی ہوئی انجمن کو ختم کر دیا۔ یہ سب کارروائی وصیت کے خلاف اور مردود

قانون کی خلاف ورزی تھی۔ قادیان میں جماعت کا گروہ جو میاں صاحب کا حامی تھا سے مشورہ کے بعد میاں صاحب نے خود پہلے مسئلہ تکفیر ایجاد کیا جو جماعت میں اختلاف کا باعث بنا۔ اب اس کو قوت پہنچانے کے لئے اور قادیان میں خاندانی خلافت مستقل طور پر قائم کرنے کے لئے ان کو نبوت کی ضرورت پڑی تو میاں صاحب نے حضرت صاحب کی طرف یہ بات منسوب کی کہ آپ نے سنہ ١٩٠١ء میں دعوے میں تبدیلی کر لی تھی۔ یعنی تعریف نبوت بدل دی تھی۔ اس طرح سنہ ١٩٠١ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ کر کے آپ کی طرف دعوئے نبوت منسوب کر کے اُن مولویوں کی صف میں کھڑے ہو گئے جنہوں نے حضرت صاحب کی زندگی ہی میں ان کی طرف دعوئے نبوت منسوب کیا تھا اور حضرت صاحب نے کہا تھا۔ کہ انہوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ **میاں صاحب اور ان کی جماعت نے حضرت صاحب کی زندگی کے بعد اس افتراء میں شامل ہو کر خود کو حضرت صاحب کی جماعت سے علیحدہ کر لیا۔** اس لئے وہ حضرت صاحب کی شاخ نہ رہے۔ بلکہ حضرت صاحب پر افتراء کرنے والوں کے ساتھی ہوتے۔ اس طرح کا اقدام کر کے حضرت صاحب کے مشن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے والے ہوئے۔

اگر میاں صاحب حضرت صاحب کی زندگی میں مسلمانوں کی تکفیر اور حضرت صاحب کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرتے تو حضرت صاحب یقیناً ان کو اپنی جائیداد سے عاق اور اپنی جماعت سے خارج کر دیتے جیسے انہوں نے کئی نافرمان مریدوں کو کیا۔

جب میاں صاحب نے قاعدہ ۱۸ کی حدود کو توڑ کر حضرت صاحب کی جگہ اپنا نام درج کر لیا۔ تو مولانا محمد علی صاحب اور ان کے ساتھ چھ ممبران مجلس معتمدین "صدر انجمن احمدیہ قادیان" اور جماعت کا وہ گروہ جو ان کے ہم خیال تھا۔ یعنی تکفیر مسلمانان کا مخالف تھا اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا تھا نے اعلان کیا۔ جو ۵ رمئی ١٩١٤ء کو اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا۔

" اب عملاً وہ انجمن ٹوٹ گئی جس کے قواعد کی یہ بے حرمتی کی گئی۔ کہ ایک غیر مامور کو مامور کا رتبہ دے دیا گیا۔ پھر زکوٰۃ اور اشاعت اسلام کے فنڈ جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی کلیتہً انجمن کے تصرف میں تھے۔ اب میاں محمود احمد صاحب کے تصرف میں چلے گئے ......... اس لئے ہم اپنی بیزاری کا اعلان شائع کرتے ہیں اور اس اعلان کے ذریعہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں اور خدا کے نزدیک بری الذمہ ہیں ...... "

ان حالات کے تحت مؤرخہ ٣ رمئی ١٩١٤ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا باقاعدہ اجراء ہوا۔ اس کے کل ٥٩ ممبران معتمدین منتخب ہوئے۔ مولانا محمد علی صاحب امیر قوم اور پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔

جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم نے جب حضرت صاحب کی طرف دعوئے نبوت منسوب کیا تو حضرت صاحب کے ستر (٧٠) صحابہ نے ١٩١٥ء میں بار بار یہ اعلان کیا:

" کہ وہ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سنہ ١٩٠١ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی اور میاں محمود احمد صاحب سرگروہ احمدی فریق قادیانی نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوئے ابتداء میں نبوت کا نہ تھا۔ مگر نومبر ١٩٠١ء میں آپ نے اپنا دعوئے تبدیل کر لیا اور نبوت کے مدعی بن گئے۔ اور انکار نبوت کے دس گیارہ سال کی کل تمام تحریریں منسوخ ہیں۔ یہ محض غلط اور سراسر خلاف واقعات ہیں۔ ہم اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ ١٩٠١ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں تبدیلی کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار دعوے سے بھری پڑی ہیں۔ منسوخ ہو گئیں۔ نہ ہم نے ایسے لفظ کسی ایک شخص کے منہ سے بھی سنے۔ جب تک میاں محمود احمد صاحب نے ان کا اعلان نہیں کیا۔"

آج تک ٦٢ سال گذر چکے ہیں۔ میاں صاحب اپنی زندگی میں کوئی ایسی حلفیہ شہادت اپنی جماعت کے احباب سے نہ دلا سکے۔ نہ ہی اس حلف کی تردید میں کچھ لکھا۔ اب یہ بھی قرض ان کی جماعت کے ذمہ ہے کہ وہ ان لوگوں سے ایسے حلف دلائیں جنہوں نے سنہ ١٩٠١ء سے پہلے بیعت کی ہو۔ اگر کچھ کیا تو یہ کیا کہ الفضل مورخہ ٢٠ رجولائی ١٩١٥ء میں ایک اعلان شائع ہوا:

"ہمارے احباب خواجہ صاحب کو فرداً فرداً جواب نہ دیں۔ جو حلفیہ شہادتیں خواجہ صاحب نے طلب کی ہیں، ان کی نسبت جُدا جُدا طبع آزمائی کی ضرورت نہیں۔ سلسلہ (قادیانیہ) کے مرکز اور مقام خلافت سے ہی سب کا یکجا جواب دیا جائے گا۔"

اس کے بعد اب تک خاموشی ہے۔

ایک اعتراض انگریزی تفسیر اور ترجمہ کے متعلق ہے۔ مختصر جواب اس کا یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحبؒ نے تفسیر اور ترجمہ مکمل ہونے پر انجمن قادیان کو اطلاع دے دی تھی۔ ترجمہ و تفسیر مکمل ہو چکی ہے۔ اگر کل کو چھپوانا چاہیں تو نصف خرچہ جمع کرا دیں۔ اور نصف کا پیاں مطبوعہ تفسیر اور ترجمہ کی لے لیں۔ تفسیر اور ترجمہ بالکل جیسا میری قلم سے نکلا ہے وہی شائع ہو گا۔ اس کا جواب انجمن قادیان کی طرف سے خاموشی ہے۔ البتہ میاں صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں اعلان کیا کہ:

" مولوی محمد علی تو اس کام کے اہل ہی نہ تھے۔ اور یہ کہ بجائے اس کے ہم ردی کے کاغذات جلانے کے لئے لا ڈالیں انہیں کہیں یہ ترجمہ آپ ہی رکھیں"

ان کے کہنے کے مطابق لاہور کی انجمن نے رکھ لیا۔ اور میاں صاحب کے جواب نے اگر کوئی حق قادیان کی انجمن کا (بفرض محال) بنتا تھا۔ باقی نہ رہنے دیا۔

جب حضرت مولانا نور الدینؒ کے وقت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ریزولیوشن ٩١٩ مورخہ ٦/٩/٦ کے مطابق یہ کام (یعنی ترجمہ اور تفسیر) مولوی محمد علیؒ کے سپرد کیا گیا میاں صاحب اس انجمن کے معتمدین کے ممبر تھے۔ مولانا محمد علیؒ کے سپرد ترجمہ اور تفسیر کرنے میں ان کی رائے بھی اس ریزولیوشن میں شامل تھی۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا۔ کہ میاں صاحب نے اس موقع پر منافقت کی ہے۔ یا مولوی محمد علیؒ کے سپرد ترجمہ و تفسیر کرتے وقت یا خطبہ جمعہ میں ان کو اس کام کے نااہل قرار دیتے وقت نہ تو مولوی محمد علی صاحب کو گلہ تھا، نہ احمدیہ انجمن لاہور کو کوئی گلہ میاں صاحب سے ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرتے وقت ان کے متعلق یہ کہہ دیا تھا کہ ان کو تو دس سال نبوت کے معنی سمجھ میں نہ آئے تھے۔ اور حضرت مولانا نور الدینؒ کے متعلق کہہ دیا (خلیفہ کا فتوے کیا چیز ہے) فتوے ہم سے لیا جاوے۔ مولوی محمد علیؒ کو نااہل کہہ دیا تو کونسی بات ہے۔ مسیح موعود۔ (نعوذ باللہ) ناسمجھ۔ جانشین اوّل کا فتویٰ بے کار۔ مسیح موعودؑ کی ساری کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کرنے والا اور ان کی بنائی ہوئی انجمن کا سیکرٹری نااہل۔ اہل تو صرف میاں صاحب اور ان کے تاباجی ہوتے۔

میاں صاحب کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا تھا:

" اس کی رائے میں خامی یعنی کچا پن ہے۔"

اور مولانا نور الدینؒ نے بھی حضرت خواجہ صاحب کے خط میں لکھا تھا:

" نواب میر ناصر۔ محمود نالائق بے وجہ جوشیلے ہیں۔ یہ بلا اب تک لگی ہے۔ یا اللہ نجات دے۔ آمین۔"

قادیانی جماعت کے سب بزرگ تاریخ احمدیت سے واقف ہیں۔ (باقی۔ باقی)

---

**مولود مسعود** جناب چوہدری فضل حق صاحب صدر راولپنڈی سے اطلاع دیتے ہیں کہ:۔ ایک مخلص احمدی نوجوان مکرم زاہد پرویز کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے اس خوشی میں موصوف نے بغرض اشاعت اسلام مبلغ بیس روپے عطا فرمائے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ نومولود کو والدین اور خاندان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور خادم دین بنائے۔ آمین۔

مکتوب لندن

# رپورٹ لندن مشن

## بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۸ء

### احمدیہ ہاؤس لندن میں تقریب یوم محمد علیؒ ــ تقریب عید الاضحیٰ

—— یکم اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

احمدیہ ہاؤس میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔ جماعت لندن نے یوم محمد علی منایا جس کی تفصیلات علیحدہ ارسال ہیں۔

—— ۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

ویمبلڈن میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۴ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

کلبرن۔ نارتھ لنڈن میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۶ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ احمدیہ ہاؤس میں ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لنڈن مشن نے دیا۔ WOOD GREEN میں قرآن شریف کی کلاس کی گئی۔

—— ۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

ہمارے فیجی کے بھائی جناب افتخار اقبال صاحب نے
میں اپنے گھر پر لیکچر کا انتظام کیا جس میں انہوں نے ۲۵ کے قریب اپنے احباب اور اقرباء کو مدعو کیا تھا۔ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے تقوےٰ کے موضوع پر تقریر کی اور آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ تقوےٰ کے معنے اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے ہیں۔ اور محض اللہ کے احکام کے مطابق زندگی کو ڈھالنے سے ہی انسان کو سکون قلب حاصل ہو سکتا ہے اور اس طرح انسان نجات یافتہ ہو سکتا ہے۔ تقریر کے بعد سوال و جواب ہوتے رہے۔ اور اس کے بعد جناب افتخار اقبال احمد خان صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے حاضرین کو ڈنر دیا۔ رات گیارہ بجے تقریب اختتام کو پہنچی تو ملائیشیا کے ایک عیسائی دوست ہمیں احمدیہ ہاؤس پہنچانے کے لئے آئے۔ راستہ میں ان سے دین کے مقاصد پر دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔

—— ۸ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

احمدیہ ہاؤس میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو گیانا کے رہنے والے ایک دوست کے گھر BALHAM میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔ جناب حسن لندن میں P.1-A میں ملازم ہیں اور ہماری تحریک کے مداح ہیں۔

—— ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

کلبرن میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: ——

احمدیہ ہاؤس میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ خطبہ جمعہ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لندن مشن نے دیا۔ WOOD GREEN میں قرآن کی کلاس لی گئی۔

—— ۱۵ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: —— احمدیہ ہاؤس میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: —— ویمبلڈن میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۱۹ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: —— کلبرن میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: —— احمدیہ ہاؤس میں انجمن خواتین کی منتظمہ کی ممبران کا اجلاس ہوا۔ جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب لندن تشریف لائے۔ لندن ایئر پورٹ پر جناب عزیز احمد صاحب، شاہد عزیز صاحب۔ داس محمود صاحب۔ بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ۔ ڈاکٹر سعید پاشا صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ۔ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب امام لندن مشن اور راقم الحروف DARTFORD میں جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سے ملاقات کے لئے گئے۔ مکرمی ڈاکٹر صاحب کی صحت اچھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود جناب نے اتنا لمبا سفر محض خدمتِ دین کے لئے اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کی آمد کو یہاں کی جماعت کے لئے اور احمدیت کے لئے بابرکت بنائے۔ آمین۔

—— ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: BALHAM میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۲۶ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: —— کلبرن میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔

—— ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: —— احمدیہ ہاؤس میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ خطبہ جمعہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے دیا۔

—— ۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کو ڈاکٹر نے مکمل آرام کے لئے کہا ہے۔ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور راقم الحروف DARTFORD قبلہ ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سے ملاقات کے لئے گئے اور جماعت لندن کے معاملات پر گفتگو ہوئی۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی علالت کی وجہ سے فی الحال احمدیہ ہاؤس تشریف نہیں لا سکتے۔ اس لئے ممبران جماعت نے ان سے DARTFORD میں فرداً فرداً ملاقات کا پروگرام بنایا ہے اور اس ہفتہ میں جناب شاہد عزیز صاحب سیکرٹری یو کے جماعت، جناب عزیز احمد صاحب۔ جناب مجید علی صاحب ممبر منتظمہ یو کے جماعت و ٹرسٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو کے ٹرسٹ۔ جنابہ جمیلہ خان صاحبہ صدر یو کے جماعت و ٹرسٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ یو کے ٹرسٹ سے ملاقات کریں گے۔ اگلے ہفتہ کچھ اور ممبران جماعت جن میں جناب S.M. HUSAIN صاحب جو BEGHAM میں رہتے ہیں ملاقات کے لئے تشریف لائیں گے۔

—— ۲۹ر اکتوبر ۱۹۷۸ء: —— احمدیہ ہاؤس میں قرآن شریف کی کلاس لی گئی۔ حسب معمول لٹریچر یو کے کینیڈا۔ گیانا۔ سرینام اور ٹرینیڈاد ارسال کیا گیا۔

### احمدیہ ہاؤس لندن میں تقریب یوم محمد علیؒ

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام یو کے نے یکم اکتوبر ۱۹۷۸ء کو احمدیہ ہاؤس میں یوم محمد علیؒ کی تقریب منائی۔ صدارت جنابہ جمیلہ خان صدر یو کے جماعت نے کی۔ ۴۰ سے زیادہ خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ اختتام تقریب کے قریب ہمارے فجی کے رہنے والے بھائی جناب نور دین صاحب اپنے ہمراہ نائیجیریا اور ٹرینیڈاد کے رہنے والے تین کنبوں کے افراد کے ساتھ تشریف لائے اور رونق کو دوبالا کر دیا۔ شام کے رہنے والے ایک غیر احمدی بھائی بھی شریک ہوئے۔

جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد انسان کی زندگی کے مقصد پر روشنی ڈالی اور ثابت کیا کہ کس طرح حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ نے اپنی زندگی کو ان آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ڈھالا کہ ان کی حیات ان آیات کی تفسیر بن گئی۔

راقم الحروف نے حضرت امیر مرحوم کی زندگی کے واقعات اور ان کی معرکۃ الآرا تصانیف کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح حضرت امیر مرحوم نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں عظیم الشان کردار ادا کیا ہے۔ اور کس طرح ان کے پیدا کردہ لٹریچر سے دنیا میں ایک ذہنی انقلاب آ گیا ہے۔

تقریب کے اختتام سے پہلے صدر نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور چائے اور مٹھائی سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

نماز عصر اور نماز مغرب تمام حاضرین نے احمدیہ ہاؤس میں باجماعت ادا کیں۔ جناب نور دین اور ان کے ساتھ آنے والے مہمان دیر تک بیٹھے رہے اور ان سے اسلام کی تعلیمات کے متعلق جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب گفتگو فرماتے رہے۔ نماز عشاء ادا کی گئی اور مہمانوں کو MOHAMMAD THE PROPHET کی ایک ایک کاپی اور دیگر لٹریچر دیا گیا۔ اور اس طرح رات دس بجے کے قریب یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۱)

از محترم جناب علامہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری دام برکاتہٗ

# کیا اب مجددین کا آنا بند ہو گیا ہے؟

## حدیثِ مجدد کا انکار

اہل ربوہ کا یہ عقیدہ کہ اب مجدد نہیں آئیں گے حدیث مجدد کے صریح خلاف ہے۔ حالانکہ حضرت صاحب نے اسی حدیث کو اپنے دعویٰ کی بنیاد بنایا ہے۔ یہ عقیدہ غلو کی انتہا ہے۔ نیز اگلی صدی کے مجدد کی شناخت سے اپنی جماعت کو محروم رکھنے کی ناقابلِ معافی حرکت ہے۔ مکرم علامہ مصری صاحب اپنے حسب ذیل مفصل مضمون میں اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔ (ادارہ)

"سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت منقطع ہوئے بغیر تا ابد قائم ہے۔ خلیفۃ اللہ کی موجودگی میں کسی اور مجدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

اسی عنوان کے ماتحت ایک مولوی دین محمد شاہد ایم اے امیر جماعت احمدیہ و مبلغ انچارج فجی نے ۹ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ریڈیو فجی سے تقریر نشر کی۔ ہیڈنگ سے واضح ہے کہ جماعت ربوہ نے اب یہ نیا

**بناء استدلال** مذہب ایجاد کیا ہے کہ اب سلسلہ مجددین منقطع ہو گیا ہے اور اس کی جگہ ان خلیفوں نے لے لی ہے جو جماعت ربوہ میں منتخب ہوا کریں گے اور یہ منتخب خلیفے خلیفۃ اللہ کہلائیں گے اس لئے ان کے نزدیک ان خلیفۃ اللہ کی موجودگی میں کسی اور مجدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے اس نئے ایجاد کردہ مذہب کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "الوصیۃ" اور بعض احادیث سے استدلال کیا ہے اور اپنے اس نئے عقیدے کی عمارت ان حوالوں پر استوار کی ہے۔ اس حدیث پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے:

"ما کانت النبوۃ قط الا تبعتها خلافۃ"

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹)

یعنی ہر نبی اور رسول کے بعد خلافت بھی قائم ہوئی۔

پیش کردہ حدیث کے الفاظ اپنے اندر ایسی عمومیت رکھتے ہیں جس سے کوئی نبی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ پس میں مقرر صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ حضرت سلیمان کے بعد ان کی قوم میں کون خلیفہ مقرر ہوا تھا؟ کیا اس حقیقت کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد جس شخص نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تھی وہ کیا حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کا اہل ثابت ہوا تھا۔ یا اس نے اپنی نالائقی کی وجہ سے حکومت کا بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ کیا اس واقعہ سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ خلیفہ نہ تھا اور کیا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اگر کسی جبر سے کوئی شخص کسی نبی کے بعد خلافت کو ہاتھ میں لے لیتا ہے یا منتخب کر لیا جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ اس کا اہل بھی ثابت ہو۔

**دوسری پیش کردہ حدیث** مقرر صاحب نے اپنے خیال کی صحت کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث بھی پیش کی ہے:—

"جماعت احمدیہ میں نظامِ خلافت کے جاری ہونے کے متعلق آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

ثم تکون الخلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ"

(مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر) یعنی پھر نبوت کے طریق پر خلافت قائم ہو گی۔

**مقرر صاحب کی پیش کردہ حدیث کا صحیح مفہوم:—**

مقرر صاحب نے اپنی پیش کردہ حدیث کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ میرے نزدیک درست نہیں۔ اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم امت کو یہ بتلا رہے ہیں کہ مجھ سے قبل جس قدر انبیاء آئے ہیں وہ چونکہ خاص خاص قوموں کے لئے آتے رہے ہیں اس لئے ان کے بعد ان کی قوموں میں دوسرے رسول بھی آتے رہے اور میں چونکہ خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا ہوں یعنی ساری دنیا کے لئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہوں اور نبوت کا فیضان مکمل طور پر دنیا کو میرے ہی ذریعہ ملتا رہے گا اور جو تعلیم میں لے کر آیا ہوں وہ مکمل ہے اور قیامت تک مکمل ہی رہے گی اور تمام انسانوں کے لئے ہر لحاظ سے مکمل ضابطہ حیات کا کام دیتی رہے گی خواہ وہ ضابطہ حیات جسمانی زندگی سے تعلق رکھنے والے ہوں یا روحانی زندگی سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ اس لئے میرے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ اب نبیوں کی بجائے میرے خلفاء یعنی نبیوں کے طریقے پر مبعوث ہوتے رہیں گے۔ جو مجددین کے نام سے پکارے جائیں گے۔

علیٰ منہاج النبوۃ کا یہی مفہوم ہے یعنی جس طرح خدا تعالیٰ نبیوں کو اپنی وحی اور الہام کے ذریعہ سے مبعوث کرتا ہے اسی طرح وہ مجددوں کو بھی مبعوث فرمایا کرے گا۔ علیٰ منہاج النبوۃ کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری کیا جائے گا اور کوئی نبی پیدا ہو گا کہ جس کے بعد اس سے خلفاء پیدا کئے جائیں گے یعنی اس کے سلسلہ میں خلفاء کا سلسلہ چلایا جائے گا۔ یہ معنی تو خاتم النبیین کے مفہوم کے صریح منافی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم تو صریح فرما رہے ہیں۔ حدیث عربی میں ہے۔ اس کا ترجمہ بیان کیا جاتا ہے:—

"اگر کسی محدث کا وجود متحقق ہو جائے۔ یعنی اس کا محدث ہونا ثابت ہو جائے تو وہ جو کچھ اس کو ملتا ہے (یعنی الہام ہوتا ہے) اس کے مطابق حکم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو قرآن پر پیش کرے۔ پس اگر وہ قرآن کے موافق ہے یا سنت کے موافق ہے تو اس پر عمل کرے گا۔ ورنہ اسے ترک کر دے گا اور گو یہ جائز ہے کہ ایسا امر کبھی پیش آ جائے۔ لیکن جن لوگوں کا کام اتباع کتاب و سنت پر مبنی ہے۔ ان کو شاذ و نادر ہی ایسا واقع ہوتا ہے۔ اور بعد پہلے زمانہ کے محدثوں کے وجود اور ان کی کثرت میں سراسر حکمت ہے۔ تاکہ اس امت کو ان کے امثال کے وجود سے شرف حاصل ہو اور ان کی کثرت میں یہ بھی حکمت ہے کہ تا بنی اسرائیل میں نبیوں کی کثرت کے مقابلہ پر ہوں۔ پس جبکہ اس امت میں کثرت انبیاء تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اس کا نبی خاتم الانبیاء ہے۔ اس لئے انبیاء کے عوض میں ان کے اندر ملہموں کی کثرت ہوئی۔ لا نبی بعدی میرے بعد نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی ہے اب کوئی نبی اور رسول میرے بعد نہیں آئے گا اب نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں اور وہ بھی میری پیروی سے امت کے افراد کو ملا کریں گے۔"

**اس عقیدہ کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کو زمرۂ انبیاء میں داخل کرنے پر ہے** ساری بحث تو دونوں جماعتوں میں اسی بات پر ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود زمرۂ انبیاء میں داخل ہیں یا زمرۂ اولیاء میں۔ اس بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے مندرجہ ذیل تین امور کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔

اوّل: حضرت اقدسؑ نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہے یا وحی ولایت

دوم: نبوت کا لفظ حقیقی معنوں میں اپنی ذات کے متعلق استعمال کیا ہے یا مجازی معنوں میں۔

سوم: اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔

حضرتؑ کی تمام کتابوں اور تمام اشتہاروں کو اور تمام خطوط کو جو مختلف لوگوں کو لکھے پڑھ جائیں تو کہیں بھی آپ کو یہ نظر نہیں آئے گا کہ حضورؑ نے اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء کا فرد ہی قرار دیا ہے اسی طرح کسی تحریر میں بھی یہ

وحی کو وحی نبوت قرار نہیں دیا بلکہ ہر جگہ اپنی وحی کو وحی ولایت ہی قرار دیا ہے۔ اور وحی رسالت کے متعلق صاف لکھا ہے کہ وہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوئی اور حضرت نبی کریم صلعم پر ختم ہو گئی۔

پھر اس بات کا بھی صاف الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف اس نبی کی شان ہے جو شریعت اور احکام جدیدہ لاتا ہے۔ اس کے مقابل میں کوئی ملہم یا محدث خواہ وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کتنی ہی بڑی شان رکھتا ہو اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر نہیں ٹھہرا سکتا۔ پس مقرر صاحب نے تو اپنے عقیدے کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے نبوت پر رکھی ہے۔ جب دعویٰ نبوت ثابت ہی نہیں تو اس عقیدے کی عمارت دھڑام سے زمین پر گر جاتی ہے۔

## دونوں حدیثوں کے علاوہ رسالہ الوصیت کی عبارتوں کا صحیح مفہوم

مقرر صاحب نے حضرت اقدسؑ کے رسالہ "الوصیۃ" سے بھی چند عبارتیں حضورؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہیں اور ان سے جو مفہوم اخذ کرنے کی کوشش کی ہے وہ بھی اسی طرح غلط ہے جس طرح حدیثوں کے مفہوم میں غلطی کا ارتکاب کیا ہے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت کا سلسلہ تا قیامت دائمی رہے گا۔

پہلا ثبوت یہ پیش کیا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپ کی وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق قدرت ثانیہ یعنی خلافت سے وابستگی کا راستہ ہے جس پر چلنے کے لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کی وفات پر ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو صدر انجمن کے تمام معتمدین بشمول مولوی محمد علی صاحب ساری جماعت احمدیہ کا کلی اجماع اور کلی اتفاق ہو چکا ہے جس کا ذکر اس زمانہ کے اخبار الحکم مورخہ ۲۸ رمئی ۱۹۰۸ء اور بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء میں پایا جاتا ہے۔ خلافت پر ساری جماعت احمدیہ کے اس پہلے کلی اجماع اور کلی اتفاق سے اب کوئی مخلص احمدی اور حقیقی احمدی اعراض نہیں کر سکتا۔

اس عبارت میں مقرر صاحب نے حضرت مسیح موعود کے بعد آپ کی وصایا مندرجہ رسالہ "الوصیۃ" سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور کی وفات پر ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو صدر انجمن احمدیہ کے تمام معتمدین بشمول مولوی محمد علی صاحب ساری جماعت کا کلی اجماع اور کلی اتفاق ہو چکا ہے اس میں مقرر صاحب نے اپنے بیان میں تین باتیں خلاف واقعہ لکھی ہیں۔

پہلی بات تو یہ لکھی ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے تمام معتمدین نے خلافت پر اتفاق کر لیا تھا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ مولوی غلام حسین خان صاحب پشاوری بھی معتمدین میں شامل تھے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کی بیعت نہیں کی تھی۔

دوسری غلط بیانی یہ کی ہے کہ جہاں حضرت اقدسؑ نے قدرت ثانیہ کے الفاظ لکھے ہیں وہاں مقرر صاحب نے قدرت ثانیہ کا مفہوم خلافت کے لفظ سے بیان کیا ہے گویا یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت حضرت مسیح موعودؑ نے خود لی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے صرف قدرت ثانیہ کا لفظ استعمال کیا ہے خلافت کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔ یہ لفظ "خلافت" مقرر صاحب نے اپنے پاس سے خود ظاہر کر دیا ہے۔

تیسری غلط بیانی انہوں نے یہ کی ہے کہ مجلس معتمدین کے ممبروں کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ انہوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی خلافت منقطع ہوئے بغیر تا قیامت دائمی ہے۔ یہ بات بھی انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی وصایا مندرجہ (رسالہ الوصیت) کے خلاف بیان کی ہے۔ اب ہم جب رسالہ الوصیت میں مندرجہ وصایا پر غور کرتے ہیں تو:-

پہلی بات ان وصایا میں یہ نظر آتی ہے کہ حضورؑ ایک انجمن کا قیام چاہتے ہیں کہ وہ جماعت کی طرف سے آنے والی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمۂ اسلام اور اشاعت توحید میں جس جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں یہ نہیں کہ ایک شخص کے اختیار میں جماعت کے روپیہ کا خرچ اور اس پر تصرف کرنا دے دیا گیا ہو۔

پھر دوبارہ فرماتے ہیں:-

"یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورے سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن اور کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔ اور خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔ اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور جب ایک گروہ جو متکفل اسی کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہو گا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔ ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نومسلموں کا بھی حق ہو گا۔ جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور جائز ہو گا کہ ان اموال کو بطور تجارت کے ترقی دی جائے۔ یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہو گی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں گے وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کے ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے کام کریں۔ ہاں جائز ہو گا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو ان کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے" ان وصایا میں حضورؑ نے بعض دیگر امور کے علاوہ جن کا سرانجام دینا انجمن کے سپرد کیا ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ:-

" انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہو گا۔ اس کو اختیار نہیں ہو گا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سے سب سے مقدم اشاعت اسلام ہو گی اور جائز ہو گا کہ انجمن باتفاق رائے اس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے۔"

"انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہو گا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ دیانت دار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چال باز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہو گا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے"

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہو گا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں"

"اور تو اب سے حصہ پانے کی غرض سے ایسا شخص قبل از وفات اپنے مال کے دسویں حصہ کی وصیت کرے اور اس وصیتی مال پر قبضہ کرنا اس انجمن کا کام ہو گا جو اس ملک میں ہے اور بہتر ہو گا کہ وہ روپیہ اس ملک کی اغراض دینیہ کے لئے خرچ ہو"

اور جائز ہوگا۔ کہ کوئی ضرورت محسوس کر کے وہ روپیہ اس انجمن کو دیا جائے جس کا ہیڈ کوارٹر مرکز مقامی قادیان ہوگا۔"

(اب تو حالات نے ایسا رُخ اختیار کیا ہے کہ قادیان مرکز نہیں رہا ۔ناقل)

"اگر کوئی کچھ بھی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہ رکھتا ہو اور با ایں ہمہ ثابت ہو کہ وہ ایک صالح درویش ہے اور متقی اور خالص مومن ہے اور کوئی حصہ نفاق یا دُنیا پرستی یا قصور اطاعت کا اس کے اندر نہ ہو تو وہ بھی میری اجازت سے یا میرے بعد انجمن کی اتفاق رائے سے اسی مقبرہ میں دفن ہو سکتا ہے۔"

## مندرجہ بالا وصایا پر غور کی ضرورت

مقرر صاحب اور ان کے ہمنوا خدا را ٹھنڈے دل سے اور تعصب کو دل سے نکال کر حضور کے مندرجہ بالا وصایا پر غور کی نظر ڈالیں۔ کیا ان وصایا سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؑ نے اپنا جانشین کسی ایک شخص کو نہیں بلکہ انجمن کو قرار دیا ہے اور تمام امور سلسلہ کے انجمن کے ہی سپرد کئے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی ممبر کو انجمن پارسا طبع نہ سمجھے یا بد دیانت پائے تو اسے انجمن ہی انجمن کی ممبری سے خارج کر دے اور اس کی جگہ دوسرا ممبر مقرر کرے اور تمام اموال پر انجمن کا ہی تصرف ہوگا وہ ہی اُن اموال کو تجارت پر لگا سکتی ہے اور وہی ان اموال کو دین کے کاموں پر خرچ کر سکتی ہے۔

حتیٰ کہ اگر کوئی احمدی مال نہ رکھتا ہو لیکن وہ نیک اور صالح ہو تو حضور کی اجازت سے اور حضور کے بعد انجمن کے اتفاق رائے سے بغیر وصیت کرنے کے اس مقبرہ بہشتی میں دفن ہو سکتا ہے ان وصایا کو پڑھنے کے بعد بتلائیں کہ مجلس معتمدین کے ممبروں نے اگر حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تو کیا انہوں نے اس بیعت کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے وصایا کو نظر انداز کرتے ہوئے اور انہیں پس پشت ڈالتے ہوئے انجمن کے تمام اختیارات جو حضورؑ نے انجمن کو دیئے تھے اُس ایک شخص کے حوالے کر دیئے جس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور یہ اقرار کر لیا کہ آئندہ بھی کسی ایک شخص کو انتخاب کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور تمام اختیارات انجمن سے لے کر اس ایک شخص کے حوالے کر دیں گے اور جیسا کہ مقرر صاحب نے کہا ہے تا قیامت یہی سلسلہ غیر منقطع رہے گا۔ (باقی آئندہ)

---

## مکتوبِ لندن ـــــ (بسلسلہ صفحہ)

### لندن میں تقریب عید الاضحیٰ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یُوکے نے اس سال عید الاضحیٰ ۱۱ر نومبر ۱۹۸۱ء کو منائی۔ چونکہ عید الفطر کے موقع پر حاضرین کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے نمازیوں کے لئے احمدیہ ہاؤس میں جگہ ناکافی ثابت ہوئی۔ علاوہ ازیں انجمن خواتین احمدیہ یُوکے نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر TUMBLE SALE کا پروگرام بنایا تھا اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ احمدیہ ہاؤس کے قریب اگر کوئی ہال کرایہ پر مل سکے تو وہاں انتظام کیا جائے لہٰذا TOOTING میں R.C.A کا ہال کرایہ پر لیا گیا۔ یہ وہی ہال ہے جس میں ایک بار احمدیہ کنونشن کے اجلاس ہوئے تھے۔

قبلہ جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی لندن میں موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان سے درخواست کی گئی کہ وہ نماز عید پڑھائیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب باوجود علالت کے باعث کمزوری کے تشریف لائے اور نماز عید پڑھائی۔ آپ نے خطبہ میں آیات قرآنی کے حوالہ سے مکہ میں کعبہ کو خُدا کا پہلا گھر ثابت کیا جہاں خدائے واحد کی عبادت گاہ بنی۔ آپ نے بتایا کہ اس کی تعمیر حضرت آدم نے کی اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اور جب وحدانیت کا تصور دُنیا سے اٹھ گیا تو حضور نبی کریم صلعم نے اس کو ایک بار پھر توحید الٰہی کے مرکز کی حیثیت دلائی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی قربانیوں کا ذکر کیا۔ آپ نے بتایا کہ اس سے پہلے جہالت سے مذاہب میں انسانوں کو قربانی کے طور پر بھینٹ چڑھانے کی رسم چلی آتی تھی۔ لیکن اس عظیم قربانی کے بعد انسانوں کو بھینٹ چڑھانے کی بجائے جانوروں کو قربان کرنے کا سبق نسل انسانی کو دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس موقع پر دُعا کو دُہراتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے حق میں قبولیت کا وعدہ حضرت ابراہیمؑ سے کیا اور حضور نبی کریم صلعم پر یہ وعدہ پُورا ہوا۔ آپ نے خطبہ اس دُعا کے ساتھ ختم کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قربانی میں جو سبق نسل انسانی کو دیا گیا ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے آخر میں تمام حاضرین کو عید مُبارک کہی۔

آج چونکہ ہفتہ کا دن تھا اور یہ دن یہاں خرید و فروخت کے لئے مختص ہوتا ہے تمام دکانیں اور سٹور کھلے تھے اس لئے بہت سے حضرات و خواتین ایسے سٹوروں پر کام کر رہے تھے شامل نہ ہو سکے۔ کچھ اصحاب TRAFFIC JAMS میں پھنس کر رہ گئے اس کے باوجود ۶۵ سے اُوپر خواتین و حضرات نے شمولیت کی۔ ہمارے بھائی ناصر احمد صاحب اپنے ایک دوست کے ہمراہ مانچسٹر سے تشریف لائے۔ جنابہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب مرحوم امام ووکنگ مسجد۔ بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب مرحوم۔ جناب خالد عبداللہ اور ان کی بیگم صاحبہ۔ جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ اور ان کی بیگم صاحبہ۔ جناب سید محمود حسین صاحب معہ اپنے بچوں کے بیرون لندن سے تقریب عید میں شامل ہونے کے لئے تشریف لائے۔ لندن کے تمام بہنوں اور بھائیوں کو ان بہنوں اور بھائیوں کی شرکت سے بہت خوشی ہوئی۔

بعد از نماز عید تمام حاضرین ایک دوسرے سے گلے مل کر عید مبارک کہتے رہے۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا تمام حاضرین نے مل کر کھایا۔

انجمن خواتین احمدیہ یُوکے نے لندن مسجد کی تعمیر کے لئے فنڈ جمع کرنے کیلئے مٹھائی کے سٹال لگائے اور JUMBLE SALE کا اہتمام کیا۔ ان سٹالوں سے ۹۰ پونڈ کے قریب آمدنی ہوئی اور اس کو پُورے ۱۰۰ پونڈ بنانے کے لئے جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے عطیہ دیا۔ علاوہ ازیں ۵۰ پونڈ کے قریب عید فنڈ بھی جمع ہوا جس سے ہال کا کرایہ وغیرہ اور دیگر اخراجات کی ادائیگی کے بعد بقایا رقم یُوکے جماعت کے فنڈ میں جائے گی۔

پاکستان کے ایک غیر احمدی بھائی بھی جن کا تعلق تحصیل کھاریاں ضلع گجرات سے اور جو یہاں بیرسٹری کی تعلیم پا رہے ہیں اور اس سے قبل یوم محمد علی پر بھی تشریف لائے تھے ہمارے ساتھ تقریب عید میں شامل ہوئے۔ عید پر مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام مسز شاہد عزیز۔ مسز حسن۔ مسز ریحانہ اسمٰعیل۔ مسز زبیدہ خان اور مسز جمیلہ خان نے کیا۔ ان خواتین نے کھانے کی تمام اشیاء اپنی گرہ سے رقم خرچ کر کے تیار کیں۔ علاوہ ازیں بیگم صاحبہ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے بھی کھانے کے لئے عطیہ دیا اور اس طرح تمام مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام جماعت کے فنڈ پر کسی بار کے بغیر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان خواتین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ شام چار بجے کے قریب نماز ظہر و عصر ملا کر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی اقتداء میں پڑھی گئی اور یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ ہمارے بکرم دوست شیخ محمد طفیل صاحب نے اپنے افراد خانہ اور چند عزیزوں کے ساتھ جماعت سے علیحدہ نماز عید پڑھی۔ اسلامی شریعت میں تو عید الفطر چاند ہونے کے بعد یکم شوال اور عید الاضحیٰ ۱۰ر ذی الحجہ کو ہوتی ہے۔ نماز عید کے لئے یہی دن اسلامی شریعت میں مقرر ہیں۔ لیکن جناب شیخ صاحب نے عید الفطر چاند ہونے کے بعد عید سے اگلے دن یعنی ۲ر شوال کو نماز پڑھا کر علیحدہ منائی۔ حد تو یہ ہے کہ وہ عید کے دن احمدیہ ہاؤس میں موجود تھے لیکن نماز میں شامل نہ ہوئے حالانکہ اس دن انہوں نے روزہ بھی نہ رکھا تھا۔ اسی طرح امسال عید الاضحیٰ کی نماز انہوں نے ۱۱ر ذی الحجہ کو پڑھائی حالانکہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا علیحدہ نماز پڑھنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کو امام تسلیم کرتے ہیں بلکہ عدالت میں لکھ کر دے چکے ہیں اور جبکہ شیخ صاحب اکثر نماز جمعہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی اقتداء میں ادا کرتے ہیں تو عیدین کے موقع پر محض اپنی انا کی تسکین کے لئے علیحدہ نماز پڑھنے کا شوق کیوں پُورا کیا جاتا ہے۔ شیخ صاحب کو ہمارا ایک برادرانہ مشورہ ہے کہ وہ اپنی انا کی تسکین کے لئے جو جی میں آئے کریں لیکن للہ شریعتِ اسلامی کی دھجیاں نہ بکھیریں یا اگر وہ ایسا کرنا اپنے لئے ناگزیر سمجھتے ہیں تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا نام استعمال نہ کریں۔

# ترمیم شدہ پروگرام

چونسٹھواں (۶۴) جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بتاریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء (بروز منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ)

بمقام جامع احمدیہ دارالسلام - (نزد نیو کیمپس)

۵ عثمان بلاک - نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور

---

## منگلوار - ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء

۹½ بجے صبح سے ۲½ بجے بعد دوپہر تک

جلسہ خواتین - زیر صدارت: محترمہ جمیلہ خان صاحبہ صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یو-کے-

نمائش دستکاری

(جلسہ خواتین کا پروگرام الگ شائع ہو رہا ہے)

---

## ۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز بدھ

### پہلا اجلاس

### زیر صدارت: حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ

۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن کریم - - : محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب

۹-۴۰ تا ۹-۴۵ : منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ : " " چوہدری محمد حیات صاحب

۹-۴۵ تا ۹-۵۵ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : " مولوی محمد علی صاحب مبلغ ملتان -

۹-۵۵ تا ۱۰-۲۰ : افتتاحی تقریر - - : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ -

۱۰-۲۰ تا ۱۱-۰۰ : ضرورت مذہب - - : محترم مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے

۱۱-۰۰ تا ۱۱-۳۵ : اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے : محترم ڈاکٹر ظہیر الاسلام صاحب امام - لندن مشنری

۱۱-۳۵ تا ۱۲-۱۰ : احمدیت اسلام کی صحیح تصویر ہے : " پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایم ایس سی

۱۲-۱۰ تا ۱۲-۳۰ : حضرت مجدد زمان الامام المہدی : " سکندر صاحب انڈونیشی طالب علم

۱۲-۳۰ تا ۲-۳۰ : طعام و نماز ظہر و عصر

### دوسرا اجلاس

### زیر صدارت: محترم ڈاکٹر عبد العزیز خان صاحب

۲-۳۰ تا ۲-۴۰ : تلاوت قرآن مجید - - : محترم سردیمان صاحب انڈونیشی طالب علم -

۲-۴۰ تا ۲-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم مظہر الدین احمد صاحب -

۲-۵۰ تا ۳-۲۰ : تقریر - - - : محترمہ مسز جمیلہ خان صدر جماعت یو-کے-

۳-۲۰ تا ۴-۰۰ : کیا حضرت مرزا صاحب نے بتدریج دعویٰ نبوت کیا؟ : قبلہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ایڈیٹر لائٹ -

۴-۰۰ تا ۴-۳۰ : مسئلہ جہاد اور حضرت مسیح موعودؑ - : مولانا مرزا محمد لطیف صاحب -

اجلاس شبان الاحمدیہ - زیر صدارت: شہامت ابراہیم صاحب از ہالینڈ - شام ۷ بجے سے ۹ بجے شب تک

۷-۰۰ تا ۷-۱۰ : تلاوت قرآن پاک - - - - : مسٹر سکندر انڈونیشی طالب علم

۷-۱۰ تا ۷-۴۰ : جماعت کی ترقی اور توسیع میں نوجوانوں کا کردار - : محترم میاں شوکت حمید مجاہد صاحب صدر مرکزی شبان الاحمدیہ -

---

## ۲۸ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعرات

### پہلا اجلاس

### زیر صدارت: محترم میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب -

۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن مجید - - : محترم مولوی شفقت رسول صاحب

۹-۴۰ تا ۹-۴۵ : منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ : " عبد السلام مبارک صاحب -

۹-۴۵ تا ۹-۵۵ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : " زاہد جنجوعہ صاحب - -

۹-۵۵ تا ۱۰-۳۵ : ختم نبوت اور جماعت احمدیہ : " مولانا حافظ شیر محمد خوشابی صاحب مبلغ فجی - -

۱۰-۳۵ تا ۱۱-۰۰ : سالانہ رپورٹ - : محترم جنرل سیکرٹری صاحب -

۱۱-۰۰ تا ۱۲-۳۰ : لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا، لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا : حضرت قبلہ ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب

۱۲-۳۰ تا ۲-۳۰ تک : طعام، نماز ظہر و عصر

### دوسرا اجلاس

### زیر صدارت: محترم شیخ میاں ظہور احمد صاحب

۲-۳۰ تا ۲-۴۰ : تلاوت قرآن مجید - : مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبلغ پشاور

۲-۴۰ تا ۲-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : محترم ماسٹر محمد اصغر علی صاحب -

۲-۵۰ تا ۳-۳۰ : استحکام جماعت کے تقاضے : " مولانا بشیر احمد صاحب منٹو - ایم اے

۳-۳۰ تا ۴-۰۰ : یورپ میں تبلیغ اسلام اور جماعت احمدیہ : محترم مولانا عبد الرحیم جگو صاحب -

۴-۰۰ تا ۴-۳۰ : ہستی باری تعالیٰ اور فلسفہ دعا - : محترم چوہدری فتح محمد عزیز صاحب ایڈووکیٹ گجرات

اجلاس مندوبین - زیر صدارت: جناب محمد اسحاق امامدی صاحب ہالینڈ

شام ۷ بجے سے ۹ بجے شب تک

تلاوت قرآن مجید - : مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبلغ پشاور

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ و تقاریر : مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب - شاہد عزیز صاحب - شہامت ابراہیم صاحب شہاب الدین مظہر خان صاحب وغیرہ وغیرہ -

---

## ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک

### آخری اجلاس

### زیر صدارت: محترم شہاب الدین ساہوتا صاحب

۹-۳۰ تا ۹-۴۰ : تلاوت قرآن پاک : محترم مولانا شفقت رسول صاحب -

۹-۴۰ تا ۹-۵۰ : ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ : مولانا خالد سعید صاحب - -

۹-۵۰ تا ۱۰-۳۰ : مجدد صدی چہاردہم اور سابق مجددین امت : جناب چوہدری شکر اللہ خان صاحب منصور ایڈووکیٹ

۱۰-۳۰ تا ۱۱-۰۰ : وحی و الہام اور امت محمدیہ : محترم شیخ نثار احمد صاحب -

۱۱-۰۰ تا ۱۱-۳۰ : اسلام کا فلاحی معاشرہ اور حضرت مسیح موعودؑ - : محترم شیخ حفیظ الرحمٰن صاحب - ایم اے

۱۱-۳۰ تا ۱۲-۳۰ : دنیا کی مشکلات، ہماری مشکلات : محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب -

۱۲-۳۰ تا ۱۲-۴۵ : اختتامی تقریر و دعا - : حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ -

ضروری نوٹ: پروگرام ہذا میں حسب ضرورت تغیر و تبدل کیا جا سکے گا -

---

**میاں فضل احمد - مہتمم جلسہ سالانہ ۱۹۷۸ء**

مکرم جناب میاں رحیم بخش صاحب کراچی۔

# پاکستان میں نظام مصطفےٰ کا نفاذ

روزنامہ "امن" مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۸ء میں پاکستان قومی اتحاد کے اصلاح معاشرہ کی مہم کے آغاز کے بارہ میں مفصلہ ذیل خبر نامہ شائع ہوا ہے:

"پولیس کے ذریعہ نظام مصطفےٰ نافذ نہیں ہوسکتا۔ زمین پر بیٹھ کر فیصلے کئے جائیں۔ قومی اتحاد کی مہم کا آغاز۔

راولپنڈی ۔ ۲۱ نومبر (اے پی پی) پاکستان قومی اتحاد نے آج اصلاح معاشرے کی مہم شروع کر دی۔ اس موقع پر عوام سے یہ اپیل کی گئی کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور سنت کے مطابق اپنی زندگی گذاریں۔ پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے راولپنڈی میں مہم کا آغاز کیا۔ انہوں نے قومی اتحاد کے کارکنوں سے کہا کہ وہ معاشرے کی درستگی کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں۔ انہوں نے کہا کہ مہم کا مقصد ملک میں نظام مصطفےٰ کے قیام کے لئے راستہ بنانا ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ ہر شخص ذاتی زندگی میں اپنے طور پر اسلام نافذ کرے۔ صرف اسی صورت میں معاشرے کو اسلامی بنایا جا سکتا ہے۔ اور اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت تبدیل کی جا سکتی ہے۔

جلسہ عام پریس کلب میں ہوا جس سے وفاقی وزراء پروفیسر غفور احمد حاجی فقیر محمد خان اور حاجی محمد خان اچکزئی نے بھی خطاب کیا۔ پاکستان قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصراللہ خان نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان قومی اتحاد نے پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کا چیلنج قبول کیا ہے۔

قومی اتحاد ہاؤس میں اصلاح معاشرے کی مہم کے سلسلے میں ہونے والے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انسان کے موجودہ دور کے مصائب کا حل نظام مصطفےٰ کے نفاذ میں مضمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ نظام مصطفےٰ اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب دل تبدیل کئے جائیں اور عوام اس بات کی کوشش کریں کہ اسلامی اخلاق کو تباہ کرنے والی سماجی برائیاں ختم کی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ جب خدا کے رسول مملکت کے معاملات زمین پر بیٹھ کر طے کرتے تھے تو آج کی نوکرشاہی اور دوسرے ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔

انہوں نے کہا کہ اصلاح معاشرہ کے ساتھ (ساتھ) اتحاد کی آزادی کو بھی بحال کرنا چاہئیے تاکہ سماجی برائیوں کے خلاف عوام کی رائے قائم ہوسکے۔ انہوں نے قومی اتحاد کے کارکنوں سے کہا کہ وہ دوسروں کے لئے مثال بنیں اور سچے مسلم کی طرح زندگی گذاریں۔ اس سے قبل جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد نے کہا کہ اسلام کے مطابق معاشرے کی درستگی کی ذمہ داری ہر شخص پر ہے۔ [illegible] نظام مصطفےٰ قرار داد کے ذریعہ ایک رات میں نہیں آسکتا۔ انہوں نے کہا کہ نظام مصطفےٰ کا نفاذ پولیس کے ذریعہ ممکن نہیں۔ صرف اپیل سے ہی عوام کے دل تبدیل کئے جا سکتے ہیں۔ کوئٹہ میں قومی اتحاد بلوچستان کے سربراہ مسٹر نصراللہ خان نے ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی مہم کے مقاصد بتائے۔"

پاکستان میں اصلاح معاشرہ کی غرض سے قومی اتحاد کی جانب سے جو مندرجہ بالا اقدامات کئے گئے ہیں وہ بلاشبہ نہایت مستحسن ہیں اور قوم کی طرف سے اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اس بات کی بھی صحیح طور پر نشاندہی کی گئی ہے کہ نظام مصطفےٰ کے قیام کی خاطر اصلاح معاشرہ کے ذریعہ اس کا راستہ ہموار کرنے کی ازبس ضرورت ہے۔ اور یہ مقصد تب حاصل ہوسکتا ہے جب معاشرے کا ہر شخص ذاتی زندگی میں اپنے طور پر اسلام نافذ کرے یعنی اسلامی تعلیم پر خود اپنی زندگی میں عامل ہو۔ اور احکامات قرآنی پر کاربند ہو۔ صرف ایسی صورت میں معاشرے کو اسلامی بنایا جا سکتا ہے۔ اور اسلامی اصولوں کے مطابق صرف انہی حالات میں حکومت تبدیل کی جا سکتی ہے۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اصلاح معاشرہ ایک بڑی کٹھن منزل ہے جس کو طے کرنا اور منزل مقصود حاصل کرنا صرف ان مقدس نفوس اور اولیاء اللہ کے [illegible] مقدر ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہو کر تجدید دین اور تطہیر معاشرہ کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ برگزیدہ ہستیاں خود اپنی زندگی میں اسلامی تعلیم کا کامل نمونہ پیش کرتی ہیں۔ اور انہی مردان مومن کی ایک نگاہ سے پورے معاشرہ کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

یہ پہلا موقعہ ہے کہ رہنمایان قوم اور سیاستدان علماء نے یہ تسلیم کیا ہے کہ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے پہلے اصلاح معاشرہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ اس سے پہلے تو یہ موقف اختیار کیا گیا تھا۔ کہ نظام مصطفےٰ کا نفاذ چند اسلامی تعزیری قوانین پر منحصر ہے لیکن اس کے برعکس اب یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ پولیس کے ذریعہ نظام مصطفےٰ نافذ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ معاشرے کی اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سازگار حالات پیدا کرنے کے بعد "نظام مصطفےٰ" خود بخود قائم ہوسکتا ہے۔ یوں یہ موقف جماعت احمدیہ کے قیام کی توثیق کرتا ہے۔

بانی سلسلہ احمدیہ مجدد صدی چہاردہم نے آج سے نوے سال پہلے اصلاح معاشرہ کی اصلاح کی مہم کا آغاز کیا۔ اور اپنی جماعت کو انہی خطوط پر تشکیل دے کر نظام مصطفےٰ کے نفاذ کی بنیادوں کو استوار کیا۔ لیکن کیا ستم ظریفی ہے۔ کہ مسلمان قوم نے بجائے اس کے ساتھ اس مقصد کے لئے تعاون کرنے کے نہ صرف اس کی دعوت اصلاح معاشرہ رد کر دی بلکہ اس کے صلہ میں اسے اسلام کے دائرہ سے ہی خارج کر دیا! اور اب اس کو قانوناً غیر مسلم قرار دے کر اس کارگذاری پر نازاں ہیں! گویا نوے سالہ مسئلہ کا حل کس خوبی سے کیا!! یہ ثابت کر دیا کہ وہ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کا جوا اپنے اوپر نہیں لینا چاہتے۔

موجودہ سیاسی رہنما اور نام نہاد علماء دین۔ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کی مہم میں کہاں تک کامیابی حاصل کر سکتے ہیں یہ وقت ہی جلد بتا دے گا۔ موجودہ دور میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے موضوع پر انجمن کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوچکا ہے جس کا عنوان یہ ہے:

"موجودہ دور میں نظام مصطفےٰ کا نفاذ اور اس کا اولین داعی اور اولوالعزم علمبردار"

اس رسالہ کا پہلا ایڈیشن چھپ چکا ہے۔ اور دوسرا ترمیم شدہ ایڈیشن زیر طبع ہے۔ سیاست کے میدان میں یہ موضوع آج کل گرمجوشی سے زیر بحث ہے۔ قارئین کرام اس کتابچہ کے مطالعہ سے ضرور محظوظ ہوں گے۔

---

## ایک ضروری اعلان

جملہ مبلغین حضرات سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ براہ مہربانی مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء بروز منگل بغرض مشاورت تبلیغ سلسلہ بعد نماز ظہر جامع احمدیہ دارالسلام میں تشریف لاکر اپنا مفید مشورہ دیں۔

ڈاکٹر اللہ بخش
چیئرمین تبلیغ اندرون پاکستان


ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۸ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ——— شمارہ نمبر ۵۱


احمد سجاد آرٹ پریس ہرن دیلی در انو لاہور میں باہتمام احمد پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)